قومی راج
۱۰؍جنوری ۱۹۸۰ء
10-1-1980
قیمت: ۵۰ پیسے

نائب صدر جمہوریہ ہند شری ایم۔ ہدایت اللہ نے ۱۷ دسمبر ۱۹۷۹ء کو مرکزی وزارتِ قانون اور ریاستی ڈائرکٹوریٹ برائے لسانیات کے زیر اہتمام ایک مشترکہ تقریب میں، بمبئی کے کنوکیشن ہال میں دستورِ ہند کے مراٹھی ترجمہ کا اجراء فرمایا۔ زیرِ نظر تصویر میں شری بھائی دیدیا، وزیر مملکت برائے داخلہ و اطلاعات، شری ایس۔ این کیکر، مرکزی وزیر قانون اور شری بی۔ این دیشمکھ، چیف جسٹس بمبئی ہائی کورٹ، شری دائی۔ ایس کانیٹکر ڈائرکٹر آف لینگویجز، (بائیں سرے پر کھڑے ہوئے) بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ شری سدانند ورورے، وزیر تعلیم نے صدارت کے فرائض انجام دیئے۔

وزیر صحت عامہ، ڈاکٹر شریمتی پرمیلا ٹوپلے نے ہوٹل ادبرائے ٹاورس، بمبئی میں یکم دسمبر ۱۹۷۹ء کو خواتین کی طبی انجمن کے چھٹے کل ہند اجلاس کا افتتاح فرمایا۔ تصویر میں آپ اجلاس سے خطاب فرما رہی ہیں۔

قومی راج

جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۱

۱۰ جنوری ۱۹۸۰ء

ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ: دس روپے
فی پرچہ: پچاس پیسے

نگراں: خواجہ عبدالغفور (آئی اے ایس)

ترتیب

صفحہ نمبر

چیف ایڈیٹر: ایم۔ ایشوراج ماتھر
ایڈیٹر: ریاض احمد خاں
سب ایڈیٹر: عبدالوحید خاں جامعی

سیل نے و مراسلت کا پتہ: چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی ۳۲۰۰۰۴

ج

حکومتِ مہاراشٹر۔ کلینڈر ۱۹۸۰ء
قدیم مراٹھا دور کی حسین نقش نگاری

حکومت مہاراشٹر کے نئے کلینڈر برائے سال ۱۹۸۰ء میں اس دفعہ ضلع ستارا میں واقع وائی کے دلکش ماحول میں پیشوائی دور کی قدیم عمارات مثلاً موتی باغ، نانا واڑہ اور جوشی مینا والیکر کی دیواروں پر مصوری اور نقش نگاری کے نمونوں کی جھلکیاں پیش کی گئی ہیں۔ نقاشی اور مصوری کے یہ حسین نمونے مختلف موضوعات مثلاً شری گنیش، پوتر میلہ، سرسوتی، گوپال کرشنا، معطر اشنان سے مہکتی پریاں، شری کرشن اور ان کی گوپیاں، رام پنچایتن وغیرہ پر مبنی ہیں۔ یہ تصاویر چونے کے استرکاری نمونوں پر بنائی گئی ہیں۔ جن میں آبی، نباتاتی اور کیمیائی رنگوں اور گوند وغیرہ کا استعمال کیا گیا ہے۔

وائی، مینا ولی، چندوڑ اور دیگر مقامات پر واقع اس نقش نگاری کے نمونوں کو کنی مصوری کہا جاتا ہے جسے اس کلینڈر میں رونما کیا گیا ہے۔ فنِ مصوری کے ان اعلیٰ نمونوں سے دنیا اب تک ناآشنا تھی لیکن اب ان کلینڈروں کی شکل میں یہ تصاویر دنیا بھر میں مشہور میوزیم اور آرٹ گیلریاں حاصل کر سکتی ہیں۔ یہ تصاویر صحیح معنوں میں آرٹ کا وہ بیش بہا خزانہ ہیں جسے ہم ایسے کلینڈروں میں زندہ اور محفوظ رکھ سکتے ہیں۔

پروفیسر بابوراؤ سڈولیکر، ڈائرکٹر آف آرٹ، حکومت مہاراشٹر نے اس کلینڈر کو مرتب کیا ہے جس کی طباعت گورنمنٹ سینٹرل پریس بمبئی میں کی گئی ہے۔

سرورق ۱: گوپال کرشنا۔ جوشی۔ نیا ولیکر واڑہ کی ایک دلکش نقش نگاری۔

سرورق ۴: گوپیوں کے پیارے شری کرشنا۔ کرشن لیلا سے لی گئی ایک تصویری جھلک۔ نیا ولی میں واقع نانا فدنویس واڑہ کی ایک مصوری۔

قارئین کی رائے

• ڈاکٹر نایاب لکھنوی
۷ دیں گلی، نیاپورہ۔ مالیگاؤں

قومی راج کے 'لوک نائیک نمبر' کو دیکھکر منظوم مکتوب

تازہ نمبر آیا قومی راج کا ! !
کیا نشاط انگیز ہے دن آج کا
لوک نائک سے جو یہ منسوب ہے
کس قدر دلکش ہے کتنا خوب ہے
اسمیں ہیں جو شاعر و مضمون نگار
سب کے سب ہیں باکمال و باوقار
ان کی تخلیقات ہیں کتنی حسیں
آسماں ہے جیسے نظموں کی زمیں
کردیا ہے پیش خواجہ[1] نے بھی آج
اُس مجاہد کو عقیدت کا خراج !
کیفیت افزا ہے مضمونِ ریاض[2]
اہلِ دل ہوں کیوں نہ ممنونِ ریاض

ہے صدا آفریں منشاء[3] کا غم

آنسوؤں سے چشمِ شہبازی ہے نم
منتری[4] جی نے جو لکھا برملا
جے پی تھے اک انقلابی رہنما
اپنے بالاپور کا شاعر جمیل !
نظم ہے اس کی صدا آ[3] کی دلیل
شعر ثاقب کے ہیں سارے غم فروز
رکھدیا کا غذ پہ اپنے دل کا سوز
فکر علامہ[5] کی سوامی رام پر !
محوِ حیرت ہوں میں اس الہام پر
صفحہ صفحہ روشنی آکاش کی !
شخصیت ظاہر ہے جے پرکاش کی
یہ شمارہ کیا ہے اک گلدان ہے
علم و حکمت کا نگارستان ہے
دیجئے اس محنت و کوشش کی داد
زندہ باد اے ذوقِ خدمت زندہ باد
آرزو نایاب یہ ہے آج کی !
ہو ترقی یوں ہی قومی راج کی

ا۔ نگراں خواجہ عبدالغفور صاحب (آئی۔ اے۔ ایس)
۲۔ جناب ریاض احمد خاں صاحب ایڈیٹر 'قومی راج'
۳۔ جناب ڈاکٹر منشاء الرحمٰن خاں منشاء۔ ناگپور
۴۔ گنیش منتری ۵۔ علامہ اقبالؒ

• مُصطفیٰ جمیل
مومن پورہ۔ ڈاکخانہ بالاپور، ضلع اکولہ

'راج بھاشا ورش خصوصی نمبر' اپنے دامن میں اہلِ علم کے لئے بہت کچھ لئے ہوئے ہے۔ غزلیں بھی پسند آئیں۔ ملک کی دیگر ریاستی حکومتوں کے رسائل بھی میرے پاس آتے ہیں لیکن "قومی راج" ان سب میں اپنا الگ رنگ رکھتا ہے دعا ہے کہ 'قومی راج' مزید ترقی کرے (آمین)

• نسیم شاہجہانپوری
تارین جلال نگر، شاہجہاں پور (یو۔ پی)

'قومی راج' کے جتنے بھی شمارے میری نظر سے گزرے وہ سب کے سب نہایت جامع، معلوماتی اور اعلیٰ صحافت کا بہترین نمونہ ہیں۔ نظم و نثر پر مشتمل ہر شہ پارہ پسندیدہ اور معیاری ہے۔ ایسے پاکیزہ پرچہ کا اجراء ملک و قوم کے لئے باعثِ افتخار ہے۔ خدا کرے 'قومی راج' کبھی بند نہ ہو۔

• محمد احمد
مکان نمبر ۱۲۶/۱۴۹، پُرانا کٹرہ، الہ آباد (یو۔ پی)

۲۵ ستمبر ۱۹۷۹ء کا 'قومی راج' نظر سے گذرا۔ متذکرہ شمارہ کے تمام مضامین معلوماتی ہیں۔ احمد صدیقی کا مضمون "گاندھی جی اور تلاش حق" قرح ناز رضوی کا مضمون "انسان کا سب سے مہلک دشمن" خاص طور پر پسند آئے۔ حصۂ نظم میں علامہ محوی صدیقی، کمالی جائسی اور جگن ناتھ آزاد کی کاوشات داد کی مستحق ہیں۔ ان تمام حضرات کی خدمت میں ناچیز کی طرف سے دلی مبارکباد۔

• (ملک بیتاب) امان اللہ خاں
ریکوری آفیسر، کیج۔ پوسٹ تعلقہ کیج، ضلع بیڑ

'قومی راج' پہلی مرتبہ نظر سے گذرا۔ ۲۵ راگست کا شمارہ "یوم آزادی نمبر" اپنے عنوان کے اعتبار سے خوب ہے۔ اچھی ترتیب اور ادبیت کا بھی حامل ہے۔ لطیف احساسات والی وجد صاحب کی غزل بڑے دنوں بعد مطالعہ سے گذری۔ اسی طرح غوث محی الدین سوزاں کی نظم 'نونہالانِ وطن سے خطاب' بھی ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔ جس میں "حُسنِ عمل" اور "زیورِ علم" کی اچھے انداز میں تشریح کی گئی ہے۔ دوسرے مضامین نثر و نظم بھی لائقِ ستائش ہیں۔

روحانی آزادی کیلئے خواتین کی یاترا
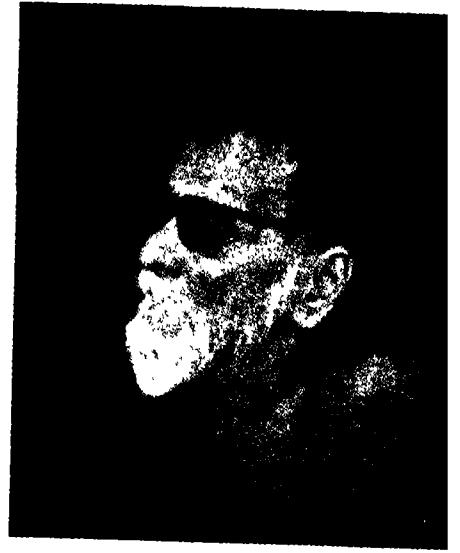
آچاریہ ونوبا بھاوے

روحانی آزادی کے لئے خواتین کی یاترا کے سلسلے میں بین الاقوامی خواتین کانفرنس ضلع وردھا کے مقام پاؤنار میں ۳۰ دسمبر ۱۹۷۹ء سے یکم جنوری ۱۹۸۰ء تک منعقد ہوئی۔ یہ کانفرنس بڑی خوش آئند کہی جاسکتی ہے جس میں صلاحیت وعزم نسواں کو بڑھانے کی تحریک اور اس مقصد کے تحت طریقے اور ذرائع سے متعلق معاملات پر سوچ بچار کیا گیا۔ اس کانفرنس میں زیر بحث آنے والے موضوعات یہ ہیں (۱) سائنس اور روحانیت (۲) سماجی تنظیم نو کے رخ (۳) خواتین اور عالمی امن اور (۴) نئی دنیا کے لئے تعلیم و تربیت۔

اس مضمون میں چار بہنوں کی 'لوک یاترا' پر مختصر روشنی ڈالی گئی ہے جنہوں نے بارہ سال تک صلاحیتِ نسواں کو بیدار کرنے کے لئے پاپیادہ سفر کیا۔

چار کنواری یاتری بہنوں پر مشتمل چھوٹی سی جماعت نے ہندوستان بھر میں سروودیہ، امن اور اہنسا کے پیغام کو پھیلانے کے لئے ۲۵ اکتوبر ۱۹۶۷ء سے بارہ سال تک لگاتار 'پدیاترا' کا بیڑا اٹھایا تھا۔ ۲۵ اکتوبر ۱۹۷۹ء کو اس یاترا کے اختتام کے بعد امید یہی ہے کہ امن و خوشحالی کے حصول میں صلاحیتِ نسواں کی تحریک کا عالمی جذبہ بڑھے گا۔

عورت کو سدا ہی انتہائی عزت کا مقام دیا گیا ہے۔ محبت، قربانی، اور خدمت سے بھری اس کی زندگی عزت و احترام کی ہر طرح مستحق ہے۔ لیکن اس سلسلے میں اصل حقیقت کیا ہے؟

ایک طرف اسے 'ایورسٹ' چوٹی کے برابر اونچا درجہ دیا جاتا ہے، دوسری طرف اس کے دل و دماغ اور زندگی کو گھر کی چار دیواری میں مقید کر دیا گیا ہے۔ اسے دیوی کے سمان سمجھا جاتا ہے اور اسی کے ساتھ اسے رسوا بھی کیا جاتا ہے جو مرد کو رجھاتی لبھاتی ہے۔

خواتین کی شخصیت اور انفرادیت اسی چاپلوسی اور نفرت و حقارت کے درمیان دبی رہتی ہے۔ نہ تو وہ دیوی ہے جسے مندر میں بٹھایا جائے اور نہ ہی ایسی موہنی جو گھروندوں میں مرد کو الجھائے۔ وہ تو سماج کی نجات دہندہ ہے اور اپنی محبت آمیز طاقت سے سماج کو صحیح راہ دکھاتی ہے، ماضی میں خواتین کی نجات کا تصور محض اقتصادی اور سماجی مساوا

ان چار یاتری بہنوں کی چھوٹی سی جماعت
نے ۲۵ اکتوبر ۱۹۶۷ء سے ہندوستان بھر میں
ارہ سال تک لگاتار 'پدیاترا' کا بیڑا اٹھایا
الہ سرودیہ، امن اور اہنسا کے نصب العین
کے حصول میں 'استری شکتی' یعنی صلاحیت
نسواں کو بیدار کیا جائے۔

عوام کے درمیان یہ 'لوک یاترا' 'استری
شکتی' کی بیداری کے لئے روحانی سعی کا بڑا
خوش آئند تجربہ ہے۔ 'لوک یاترا' میں حصّہ
لینے والی بہنیں سال میں ایک مرتبہ اکٹھا ہوکر
اپنے اس مقدس مشن کے نئے پہلوؤں کو
اُجاگر کرتی ہیں — درمیانی تصویر میں یہ بہنیں
'استری شکتی' بیداری کے ذریعہ سرودیہ مشن
کی وضاحت کر رہی ہیں۔

بازو کی تصویر میں حاضر
خواتین روحانی آزادی کے پیغام کو بڑے انہماک
سے سن رہی ہیں۔

انک محدود تھا۔ خود خواتین اور نہ ہی عموماً معاشرہ کو یہ احساس تھا کہ یہ مساوات ان حدود سے ماورئی ہے۔ اعلیٰ ترین مساوات کا درجہ تو یہ ہے کہ جہاں فرد کو رُوحانی مساوات کا احساس ہو جائے۔ ہر مرد اور عورت میں کارفرما اندرونی روحانی طاقت برابر ہوتی ہے۔ ہر فرد اس طاقت کو بنانے سنوارنے میں بااختیار ہے۔ جب یہ جذبہ عورت کے ذہن میں پوری طرح بیدار ہو جاتا ہے تو وہ کل بنی نوع انسان کو نجات دلانے کے قابل ہو جاتی ہے اور اپنی محبت و الفت سے فیضیاب کرتی ہے۔

نصب العین کا حصول : اس اعلیٰ نصب العین کے حصول کے لئے عورت کو خدمتِ معاشرہ اور پاکیزگیٔ رُوح، اس دُہرے محاذ پر آگے بڑھنا ہوگا۔ اپنے گھربار، گاؤں، قصبہ اور ہمسایہ کی خدمت کر کے وہ خود پاکیزگیٔ نفس حاصل کر سکتی ہے اور زندگی میں الائشوں کو دُور کر کے اعلیٰ اقدار کو اپنا سکتی ہے بیداری، صلاحیت و عزمِ نسواں مشن کے لئے یہی صحیح سمت ہے۔

گذشتہ چند سالوں کے دوران سنت ونوباجی کی تحریک پر اس سمت میں شاندار کوشش کی گئی ہے۔ بہت سی بہنیں گھریلو جیون کے ساتھ ساتھ 'دوریہ جشن' کے نیک کام میں دل و جان سے لگ گئیں۔ وہ پند و نصیحت اور اچھی مثالیں پیش کر کے سرودیہ طرز زندگی کا پرچار کرتی ہیں۔

اس جذبۂ تیاگ سے سرشار ہو کر کچھ بہنوں کے 'برہمہ ودیا مندر' کو اپنا مسکن بنایا۔ انھوں نے اجتماعی زندگی کا طریقہ اختیار کیا جس میں محنت اور خدمتِ خلق کے جذبہ کو بڑی قدر و منزلت سے دیکھا جاتا ہے اور تجرد روحانیت کی علامت ہے۔ گذشتہ بیس سال کے عرصہ میں یہ تجربہ نمایاں طور سے آگے بڑھا ہے۔

'لوک یاترا' : لوگوں کے درمیان 'یاترا یعنی 'لوک یاترا' صلاحیت و عزمِ نسواں کی نشوونما میں یہ روحانی عمل دوسرا تجربہ ہے۔ چار بہنوں کی جماعت نے بارہ سال تک پد یاترا کی تاکہ صلاحیت و عزمِ نسواں کو بیدار کیا جائے۔ دوسری خواتین نے اپنے گھروں ہی میں رہ کر اپنے خاندانی فرائض انجام دینے کے ساتھ ان اصولوں کو فروغ دینے کی خاطر کام کیا اور خصوصاً اپنی کم نصیب بہنوں اور ضرورت مند بچوں کے دلوں میں زندگی کی اُمید اور حوصلہ پیدا کیا۔ اپنے اپنے مختلف میدانوں میں کام کرنے والی یہ خواتین کسی ایک باقاعدہ تنظیم کے تحت متحد نہ تھیں۔ اس کی کبھی ضرورت محسوس نہ کی گئی۔ یہ تو ایسی جماعت ہے جو عالمگیر محبت' اتحاد، اصول اور عمل کے مقاصد لے کر بن گئی ہے۔ وہ سال بھر میں ایک رتبہ اکٹھا ہوتی ہیں اور صلاحیت و عزمِ نسواں کی بیداری کے لئے اپنے نیک مشن کے نئے رُخ کو اُجاگر کرتی ہیں۔ پھر وہ جُدا ہو جاتی ہیں تاکہ خود پسند کی ہوئی راہ پر اپنا سفر جاری رکھیں۔ ونوباجی کا گوشۂ عافیت برہما ودیا مندر' پاؤنار ان کا مرکز ہے۔

برہما ودیا مندر : ۲۳ مارچ ۱۹۵۹ء کو ونوباجی نے برہما ودیا مندر قائم کیا تاکہ خواتین گیان دھیان کی زندگی اختیار کر سکیں اور سماج کی فلاح و بہبود کے لئے سرگرم عمل رہیں۔ ۲۵ خواتین پر مشتمل جماعت اس استری شکتی تحریک کی رُوح رواں ہے۔ وہ ایک پرنٹنگ پریس چلاتی ہیں جہاں سے ماہنامہ 'میتری' (دوستی) اور دیگر ادبی کتابیں گاندھی جی کے طریقہ پر شائع کی جاتی ہیں۔ وہ آشرم کی زمین میں کھیتی کر کے گذر بسر کرتی ہیں۔

پوری جماعت میں دھرم، ذات برادری، زبان اور سیاسی میلان وغیرہ کے امتیازات سے بالاتر ہو کر یک جہتی کا جذبہ کارفرما ہے' اس طرح اپنے خاص فطری جذبۂ محبت کے ذریعہ عورت اپنی صلاحیت کو اُبھارنے اور بڑھانے کی صحیح راہ جان سکتی ہے۔ اس کی مادریت کو روحانی بنیاد مل سکتی ہے اور معاشرہ صحت مند اور توانا بن سکتا ہے۔ یاتری بہنوں کی یہی دلی آرزو ہے کہ ان کے مشن کا حلقہ بڑھتا رہے اور ان کا پیغام نہ صرف ہندوستان کے طول و عرض میں، بلکہ دنیا بھر میں پھیل جائے اور اس طرح ہر خاتون معاشرہ کی ترقی میں اپنا فرض پورا کرنے کے قابل ہو جائے۔

"وُومن پاور مشن" کے تحت گذشتہ چھ سال کے دوران مختلف قسم کے کام شروع کئے گئے ہیں جن میں 'پد یاترا'، 'شراب بندی کا پرچار'، گندے پوسٹروں کی ملامت' جہیز کے لین دین کے خاتمے کے لئے کوششیں' گئوہتھیا کے خلاف مہم میں شرکت' مُباحثہ اور سیمینار وغیرہ کا اہتمام شامل ہیں۔

• دادا دھرما دھیکاری

خواتین اور انقلاب

دادا دھرما دھیکاری، اچاریہ ونوبا جی اور آنجہانی لوک نایک جے پرکاش جی کے قریبی ساتھیوں میں سے ہیں۔ آپ ایک فلسفی اور مفکر ہیں اور ساتھ ہی ساتھ عوامی کاموں میں بھی سرگرمی سے حصہ لیتے ہیں۔ ان میں ایک اور بھی خوبی ہے جو شاذ و نادر ہی کسی اور میں پائی جاتی ہے۔ آپ اپنے فلسفیانہ خیالات کا پرچار آسان، عام فہم اور ظریفانہ انداز سے کرتے ہیں
دادا جی کی قابلیت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ وہ انسانی قدروں کے اصولوں کو اپنے منفرد انداز میں اس طریقہ سے پیش کرتے ہیں کہ ان کی باتیں آسانی سے دل میں گھر کر لیتی ہیں۔ ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ خود آپ کو سوچنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

•

خواتین کے بارے میں آپ کا خیال ہے کہ آج کے ماحول میں مرد و خواتین کا سانحہ بالکل ایسا ہے۔ جیسے شیر کے سامنے بکری کا۔ آج مرد اپنی ساری قوتوں کو یکجا کر کے اس قابل ہو گیا ہے کہ وہ اپنی اعلیٰ ذہنیت اور ہوشمندی کا لوہا منوا سکے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان حالات میں عورتیں کیوں پیچھے رہیں؟

آخر وہ کون سے عناصر ہیں جن سے عورتوں کا کردار بنتا ہے؟
جب جاپان میں عورتوں کی تعلیم شروع ہوئی تو مہارشی کروے جاپان تشریف لے گئے تاکہ وہاں عورتوں کے طریقہ تعلیم کا مطالعہ کر سکیں۔

جاپان میں عورتوں کی تعلیم کے تین مقاصد بتائے گئے ہیں عورتوں کی بحیثیت عورت تعلیم۔ بہ حیثیت شہری اور بہ حیثیت انسان تعلیم۔ بظاہر ان تینوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے اس لیے ایک ہی جملے میں یوں تعریف کی جا سکتی ہے کہ عورتوں کی زندگی میں ان تینوں پہلوؤں میں ہم آہنگی اور اصلاح کی تعلیم۔

لیکن افسوس ہے کہ آج تک عورتوں کو صرف بہ حیثیت عورت تعلیم دی گئی ہے۔ بقیہ دونوں پہلوؤں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ مجھے خود حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح عورت اپنے نسوانی کردار کو قائم رکھ سکتی ہے اور کس طرح اپنے وجود کو مرد سے علیحدہ کر سکتی ہے؟ یہ عام بات ہے کہ عورتوں میں محبت و ہمدردی کا جذبہ بے حد پایا جاتا ہے۔ جذباتی طور پر وہ اتنی نازک ہوتی ہے کہ سچی محبت اور ہمدردی سے اس کا دل پسیج جاتا ہے۔ عورت اپنے مرد کی آخری سانس تک

ررہتی ہے ۔ لیکن اسے مُحبت نہیں کہا جاسکتا ۔ یہ صرف ایک دستوری
بی ہے ۔ محبت نہیں ۔ سیتا اور تارامتی ازدواجی وفاداری کا سرا یا
نہ تھیں ۔ تمام عظیم خواتین جنھیں صنف نسواں میں اعلیٰ مقام
مل ہوا وہ سب جذبۂ وفاداری سے سرشار تھیں ۔ ان خواتین
نے وفاداری کے تحت عظیم قربانیاں دی ہیں ۔ لیکن پھر بھی اسے محبت
یں مانا جاسکتا ۔ بنا آزادی کے محبت قائم نہیں رہ سکتی ۔ غلام بھی اپنے
کا وفادار رہتا ہے اور اس کے لیے اپنی جان تک قربان کردیتا ہے
ائی کی قربانی کون بھول سکتا ہے جس نے اپنے آقا شہزادہ کی خاطر اپنے
ت جگر کو قربان کردیا ۔ یہ سراسر وفاداری ہے ۔ ایک عورت اپنے
ہر کی چتا پرستی ہوسکتی ہے ۔ لیکن اسے محبت نہیں کہا جا سکتا ۔ آنند
رسوامی جیسے مفکروں نے " ستی" کی تعریف کرتے ہوئے اسے
ت کی انتہا قرار دیا ہے ۔ جبکہ میری نظر میں یہ محبت کی نہیں وفاداری کی
یا ہے ۔ ہرش چندر نے اپنی قسم پوری کرنے کے لیے تارامتی کو بیچا تو
رش چندر کی سچائی سے وفاداری اور تارامتی کی اپنے شوہر سے وفا
ری تھی ۔

عورت نے چاہے وہ سیتا ہو ، تارامتی یا کستوربا ، ہمیشہ اپنے
پ کو شوہر کی خواہشوں پر قربان کیا ہے ۔ عورت کی زندگی اپنی نہیں ۔ اگر
رد اپنے آپ کو اس طرح قربان کرے تو بدنام ہوجاتا ہے ۔ اگر مرد اپنی
ی کا وفادار بنتا ہے تو اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے ۔ اس طرح
رت اور مرد کی وفاداری کے دو الگ الگ پیمانے ہیں ۔

میل جول :

کیا ہم ان روایتوں کو بدل سکتے ہیں ؟ جب تک یہ روایتیں بدلی
جائیں عورت اور مرد صحیح معنوں میں مِل جُل کر زندگی نہیں گذار سکتے ۔
یا ہے وہ ایک ہی گھر میں کیوں نہ رہتے ہوں ۔ مثال کے طور پر ایک
کہانی سن لیجیئے : ایک دفعہ ایک بچہ اپنے پتا کے ساتھ چڑیا گھر جانے
س لیے راضی ہوا کیوں کہ اس کے پتا نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ
بچہ کو شیر اور بکری کس طرح ایک ساتھ رہتے ہیں دکھائیں گے ۔
نجرہ میں بچے نے صرف شیر کو سوتے دیکھا ۔ اسے تعجب ہوا کہ بکری
کہاں گئی ۔ اس کے پتا نے سمجھایا کہ بکری شیر کے پیٹ میں ہے ۔
کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ سلوک کے دو طریقے
ہیں ۔ ایک تو ہے سکندر کا طریقہ ۔ ساری دنیا کے بنی نوع انسان ایک
رد کے ہاتھ میں ۔ اور دوسرا طریقہ ہے حضرت عیسیٰؑ کا ۔ خود کو بنی
نوع انسان میں سمونے کا طریقہ ۔ اب تک مرد اور عورت شیر اور بکری
کی طرح رہتے رہے ہیں ۔ جب تک ہم یہ طریقہ تبدیل نہ کریں سماج میں
مذہب کی صحیح تعبیر حاصل نہیں ہوسکتی ۔

دکھاوے کی تعلیم :

لہٰذا جہاں تک میرا خیال ہے ہر لڑکی کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے
محبوب کے ساتھ جس طرح چاہے رہے ۔ لیکن کسی حالت میں بھی اسے
اپنے محبوب مرد کا دست نگر نہیں ہونا چاہیے ۔ یہی عورت کی زندگی کی
سب سے بدنما تصویر ہے ۔ تعلیم بھی اب تک عورت کو اس غلامی سے
آزاد نہیں کرسکی ہے ۔ یہ تعلیم زیورات کی طرح محض دکھاوے کی تعلیم ہے ۔
اور یہ ہر کوئی جانتا ہے کہ عورت جتنے زیادہ زیورات پہنے گی اتنا ہی زیادہ
اس کی زندگی کو خطرہ ہوگا ۔ گو آج عورتوں کو آزادی حاصل ہے ۔ لیکن یہ
محدود آزادی ہے ۔ ایسی آزادی صرف دھوکہ ہے ۔ ایک مرد اپنی زندگی
میں پیار ، کارنمایاں اور آزادی کی خواہش رکھتا ہے ۔ عورت ان تمام
چیزوں سے محروم ہے ، اس کی صرف ایک ہی خواہش ہے ، ایک مناسب
شریک حیات کی خواہش ۔

دوستی میں گہری چاہت ، کو ونوباجی " سکھیہ بھکتی " کہتے ہیں ۔
اس دوستی کی مثال کرشن اور ارجن کی دوستی سے دی جاسکتی ہے جسے
" کرشن ارجن یوگا " کہا جاتا ہے ۔ اسی طرح خوف اور لالچ سے بعید
مرد اور عورت کی دوستی کی مثال کرشنا اور دروپدی سے دی جاسکتی ہے ۔
دروپدی کو کرشنا بھی کہا جاتا ہے اس لیے ہم اسے کرشنا ۔ کرشن یوگا " کہہ
سکتے ہیں ۔

کرشنا اور دروپدی جیسے رشتے ہی ہمارے سماج میں قائم ہونے چاہیئں جس کے بغیر ایک عورت مکمل انسان نہیں بن سکتی۔ چاہے ماں کی حیثیت سے وہ دیوی کہلائے۔ لیکن انسان نہیں کہلائی جا سکتی۔ وہ صرف دیوی ہو سکتی ہے یا کسی مرد کی جاگیر لیکن انسان نہیں۔

ماں:

ہماری تہذیب میں ماں کا درجہ سب سے بلند ہے۔ ماں بننے کے عمل کو سنسکرت میں "بھادن یا ابھی بھادن" کہتے ہیں۔ اسی سے لفظ "ابھی بھاوک" بنا ہے جس کے معنی ہیں سرپرست یا محافظ — لیکن آج عورت محافظ کی بجائے تحفظ کی طلب گار بن گئی ہے۔ لہٰذا عورت جو خود حفاظت کی متلاشی ہو آزاد کیسے رہ سکتی ہے۔ تحفظ کی طلب اور آزادی دونوں ساتھ نہیں چل سکتے۔ ہر عورت کو ماں بننے کا حق ہے لیکن اس سے اسکی آزادی پر آنچ نہیں آنی چاہیئے۔

اکثر ایسی عورت جو زندگی بھر غیر شادی شدہ رہتی ہے سماج کے طعنوں کا نشانہ بنی رہتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جب مرد غیر شادی شدہ رہتا ہے۔ تب بھی وہ ایک معزز ہستی مانا جاتا ہے۔ ونوبا جی، بھشم، رام داس اور ہنومان ایسی ہی معزز ہستیاں ہیں جنھوں نے زندگی بھر شادی نہیں کی۔ اس کے باوجود انھیں سماج میں ایک اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ پھر عورت پر یہ ظلم کیوں؟ وقت ہے کہ اب عورتیں بیدار ہو جائیں۔

قرابت دارانہ زندگی

آج کل ہم "آزادیٔ نسواں تحریک" کے بارے میں بہت کچھ کہتے ہیں۔ اگر اس تحریک کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ تحریک ایک خطرناک صورت اختیار کر گئی ہے۔ یعنی مردوں کا مکمل بائیکاٹ۔ کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ عورتیں ایسا سماج چاہتی ہیں جس میں کوئی مرد نہ ہو۔ کیا ایسی زندگی گذارنا ممکن ہوگا؟ سچ تو یہ ہے کہ ایک دوسرے کے تعاون کے بغیر زندگی بے معنی ہے۔ مناسب یہی ہے کہ آزادیٔ نسواں کی تحریک مرد اور عورت دونوں مل کر چلائیں۔ انسان کو "سماجی جانور" کہا جاتا ہے۔ انسان سماج میں تعاون کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مرد اور عورت میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ صرف عورت ہی مرد کی دست نگر رہے؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ عورت آزادی سے ڈرتی ہے۔

جب بھی جنگ چھوٹ پڑتی ہے تو ہر ملک کو اپنے خواتین شہریوں کی حفاظت کی فکر لاحق ہو جاتی ہے۔ جب مردوں کو اغوا کیا جاتا ہے تو اس کے پیچھے دولت کا لالچ ہوتا ہے۔ لیکن جب کوئی عورت اغوا کی جاتی ہے تو اس کے پیچھے صرف دولت کا لالچ ہی نہیں ہوتا۔ عورت اپنے آپ کو مجبور سمجھتی ہے۔ اب وقت ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس دائرہ سے باہر نکالے۔

جہاں تک دستور کا تعلق ہے دستور میں عورت اور مرد کو مساوی درجہ دیا گیا ہے۔ لیکن حقوق کے استعمال میں عورتیں اپنے آپ کو کمزور محسوس کرتی ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی گھوڑے کو کسی کنوئیں یا تالاب کے قریب لے جائے۔ لیکن وہ اسے پانی پینے پر مجبور نہیں کر سکتا جب تک کہ گھوڑا خود پانی نہ پیے۔ قانون اور دستور کی اپنی حد مقرر ہے۔ اسی لیے جب تک عورتیں اس قابل نہیں بنتیں کہ وہ اپنے حقوق منوا سکیں انھیں حاصل دستوری حقوق کا کوئی مطلب نہیں نکلتا۔ مرد اور عورت مل کر کوشش کریں تو صحیح معنوں میں اپنے دستوری حقوق کا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

باہمی زندگی:

عورت اور مرد میں بھی قدرتی طور پر یہ تعلق قائم ہے کہ دونوں میں سے کوئی بھی ایک کے بغیر وجود نہیں پا سکتا۔ جو عورتیں آزادیٔ نسواں تحریک کے تحت چاہتی ہیں کہ وہ مرد کے بغیر زندگی گذار دیں تو وہ دراصل دستور زندگی کی خلاف ورزی کرتی ہیں۔ عورت اور مرد کو ایک دوسرے کے ساتھ مل کر رہنا لازمی ہے۔ لیکن ان کی یہ زندگی پیار اور آزادی پر مبنی ہونی چاہیئے نہ کہ ڈر اور خوف پر۔

دوسری طرف خود عورت کی زندگی بھی ایک پیچیدہ مسئلے سے کم نہیں۔ وہ مرد سے ڈرتی بھی ہے اور اس کی پناہ میں رہنا بھی چاہتی ہے۔ اب یہ مرد پر منحصر ہے کہ عورتوں کے بارے میں ایسا رویہ اختیار کرے، یعنی برتاؤ کا رویہ، کہ جس کے نتیجے میں عورت کے دل سے مردوں کا خوف دور ہو جائے مرد اپنے اخلاق زندگی میں اس شرط کو اگر لازمی قرار دے کہ وہ عورت سے کوئی غیر اخلاقی برتاؤ نہیں کرے گا تب ہی یہ ممکن ہو سکے گا کہ عورت اور مرد آزادی سے بنا کسی خوف و اندیشے کے مل جل کر رہ سکیں گے۔

اس کا سیدھا سادا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کے حالات زندگی کو سدھارنے سے متعلق ہمارے تمام منصوبوں میں مرد اور عورت دونوں کی مشترکہ جد و جہد ضروری سمجھی جانی چاہیے۔ یہ سائنس کا زمانہ ہے جس میں ممتاز عقل و فراست کامیابی کی ضمانت سمجھی جاتی ہے۔ لہٰذا اس معاملے میں عورتیں مردوں سے کیوں پیچھے رہیں۔

قدم راجہ

مہاراشٹر میں تحریکِ امدادِ باہمی کا اِرتقاء

• سلمان عبدالصمد ماھمی

باھمی امداد کا جذبہ انسان میں ابتدائے آفرینش سے رہا ہے، اس جذبہ نے اُسے زمانۂ قدیم میں مِل جُل کر رہنے پر آمادہ کیا، اور مشکلات ومصائب کے دوران ایک دوسرے کی مدد کا حوصلہ بخشا۔ جُوں جُوں وقت گذرتا گیا، انسانی فطرت میں پوشیدہ یہ آفاقی جذبہ بھی نکھرتا سنورتا گیا۔ پھر ماہ وسال کی گردش نے اُسے اتنی بلند پروازی عطا کی کہ وہ مصنوعی رُکاوٹوں اور عارضی حد بندیوں سے آزاد ھوکر انسانی صلاحیتوں کو تعمیری کاموں میں استعمال کا باعث ثابت ھوا۔ اگر آج اس جذبے نے ایک تحریک کا روپ اختیار کیا ہے تو اس کی بُنیادی وجہ وہ عوامل ھیں جو اشتراکِ عمل کو ناگزیر قرار دیتے ھوئے انسان کو ایک دوسرے کے ساتھ تعاون و امداد پر آمادہ کرتے ھیں۔

ماہرینِ عمرانیات کے مطابق انسان، خواہ وہ دنیا کے کسی بھی حصّے میں رہتا ہو، ہ بھی فرقہ، قوم یا خطّہ سے تعلق رکھتا ہو، اپنی عادت سے ایک سماجی حیوان کا رکھتا ہے، جو اپنی روزمرّہ کی ضروریات کی تکمیل کے سِلسلے میں دوسروں کا ج ہے۔ البتہ جب اس محتاجی سے فائدہ اُٹھاکر اسے قدم قدم پر پریشان کیا ے لگا تو اس کا اندرونی جذبہ اس استحصال کے خلاف حرکت میں آگیا۔ اور ی کوکھ سے اُس تحریک نے جنم لیا، جسے تحریکِ امدادِ باہمی کا نام دیا گیا ہے۔ یورپ میں اس تحریک کا آغاز اُنیسویں صدی عیسوی کے اواخر میں ہوا۔ البتہ وستان میں اس کی بنیاد بیسویں صدی کی پہلی دھائی یعنی ۱۹۰۴ء میں رکھی ۔ اس تحریک کا جائزہ لینے پر یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ پہلی جنگِ عظیم کے ن جب ہندوستانی سپاہی یورپ سے واپس لوٹے تو وہ اس تحریک کو اپنے ہ ہندوستان لے آئے۔ اس زمانہ میں یہاں سیاسی بیداری کی سرگرمیاں جڑ رہی تھیں۔ عوام سامراجیت کے خلاف چلنے والی ہر تحریک میں حصّہ لے رہے ے۔ جب ان کے سامنے انگریزوں کے نمک خوار زمینداروں اور ساہوکاروں آمریت سے چھٹکارا پانے کے لئے تحریکِ امدادِ باہمی کا تصور پیش کیا گیا تو رف انھوں نے اسے اپنایا بلکہ پورے ملک میں پھیلانے کا منصوبہ بھی بنایا۔

اسی زمانہ میں مہاراشٹر میں بھی اس تحریک کا جنم ہوا۔ لسانی بنیادوں ریاستوں کی تقسیم سے قبل ریاست ممبئی میں گجرات اور کرناٹک کے بعض اضلاع شامل تھے۔ ان میں سورت، بھڑوچ، گودھرا، دھارواڑ اور ممبئی وغیرہ میں امدادِ باہمی کے تحت چلنے والی سوسائٹیاں قائم ہوئیں۔ ان اداروں کے قیام میں ممبئی کے رہنما ویکھنٹ بھائی مہتہ اور دھنجے راؤ گاڈگل کا نام سرِ فہرست ہے۔ ان رہنماؤں نے اپنے ساتھیوں کی بے پناہ تعاون سے اس تحریک کو اس قدر پھیلا دیا کہ آج پورے ملک میں مہاراشٹر کو امتیازی مقام حاصل ہے۔ یہ انھیں رہنماؤں کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ اس وقت پوری ریاست میں ہر شعبہ جات میں کام کرنے والے اداروں کی کوآپریٹیو سوسائٹیوں کی جملہ تعداد ۵۲،۱۰۰ ہے۔ جن کے ایک کروڑ ۲۸ لاکھ ممبر ہیں اور سرمایہ کی مجموعی رقم ۲۶۵،۳ کروڑ روپے کے قریب ہے۔

تحریکِ امدادِ باہمی کا ارتقائی سفر: مہاراشٹر میں امدادِ باہمی تحریک کے بتدریج ارتقاء کا جائزہ لینے کے لئے ہمیں ۱۹۰۴ء تک جانا ہوگا کیونکہ مہاراشٹر میں پہلی کوآپریٹیو سوسائٹی ۱۹۰۴ء میں قائم ہوئی جس کا مقصد ساہوکاروں اور سرمایہ داروں کے پنجۂ استبداد سے کاشتکاروں کو نجات دلانا تھا۔ اس سوسائٹی کی کامیابی کے بعد دیگر شعبوں میں کام کرنے والے محنت کشوں نے اپنے اپنے اداروں میں امدادِ باہمی کے ادارے قائم کرکے ایک دوسرے کی مدد سے ایک دوسرے کی مدد کا آغاز کیا۔

یہ ۱۹۴۶ء کا واقعہ ہے کہ کوآپریٹیو سوسائیٹیوں کے پھیلاؤ اور ان کے کاروبار ملک میں بے پناہ اضافہ کے پیش نظر حکومت نے سرجنارد ن مدن کے زیر صدارت ایک کمیٹی مقرر کی جس کا بنیادی مقصد ان سوسائیٹیوں میں کام کرنے والے عملہ کی تعلیم و تربیت کا خاکہ تیار کرنا تھا۔ اِن اداروں کے کاروبار میں پھیلاؤ کی وجہ سے انتظامات میں پیش آنے والی دشواریوں کو دور کرنے کے لئے عملہ کا تربیت یافتہ ہونا ضروری ہے، خصوصًا امداد باہمی کی اصل اسپرٹ پیدا کئے بغیر ان اداروں کا چلنا ممکن نہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ سوسائٹی کے ممبران سے روابط قائم کرنا اور ان میں تاجرانہ ذہنیت کی بجائے تعاون کے جذبات پیدا کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ ان مقاصد کے پیش نظر حکومت نے یہ کمیٹی مقرر کی۔

اس کمیٹی نے ۱۹۰۴ء تا ۱۹۴۶ء تک قائم شدہ تمام اداروں کی کارکردگی کا جائزہ لے کر انھیں چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

پہلے حصہ میں ۱۹۰۴ء تا ۱۹۱۹ء تک کے اداروں کی تفصیل ملتی ہے۔ پہلے پندرہ سال کے دوران سوسائیٹیوں کی کل تعداد ۸۳۰۲ تھی۔ سرمایہ کاری ۲ کروڑ روپے اور ممبران کی تعداد صرف ۲ لاکھ تھی۔

دوسرا حصہ ۱۹۲۰ء تا ۱۹۳۰ء پر مشتمل ہے۔ اس دوران سوسائیٹیوں کی تعداد ۵۷۳۴ تھی۔ سرمایہ کاری ۱۳ کروڑ روپے اور ممبران کی تعداد ۵ لاکھ ۷۶ ہزار ۶ سو ۵۷ تک پہنچی۔ کوآپریٹو میدان میں اس حیرت انگیز ترقی کا واحد سبب حکومت کی سرپرستی ہے، عوام کی فلاح و بہبود کے مقاصد کے پیش نظر قائم کردہ ان سوسائیٹیوں کو حکومت نے اپنا تعاون دیا جس کی وجہ سے نہ صرف ان کے کاروبار میں ترقی ہوئی بلکہ تحریک کے پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ ممبران کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا۔

البتہ ۱۹۳۰ء تا ۱۹۳۸ء کے دوران اس تحریک کا کاروبار گھٹ گیا، جس کی بنیادی وجہ عالمی منڈی میں کساد بازاری تھی۔ عالمی منڈیوں میں اُتار چڑھاؤ کی وجہ سے ہندوستانی ادارے متاثر ہو گئے، نتیجتًا ان آٹھ سالوں کے دوران سوسائیٹیوں کی تعداد گھٹ کر ۵،۰۹۰ رہ گئی۔ البتہ سرمایہ کاری ۱۷ کروڑ روپے ہوئی اس طرح ممبران کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا، اور جملہ تعداد ۸۳۷،۰۶ تک پہنچی۔

چوتھا حصہ ۱۹۳۸ء تا ۱۹۴۵ء پر مشتمل ہے۔ اس دوران دوسری جنگ عظیم وقوع پذیر ہوئی مہنگائی میں بھاری اضافہ اور ضروریات زندگی کی عدم دستیابی کی وجہ سے لوگوں نے امداد باہمی کے ادارے قائم کئے۔ سرمایہ داروں اور تاجروں کی منافع خوری اور ذخیرہ اندوزی کا مقابلہ کرنے کے لئے حکومت نے بھی کوآپریٹو سوسائیٹیوں کی حوصلہ افزائی کی، نتیجتًا یہ تحریک دیہاتوں تک پہنچی۔ اس زمانہ میں اداروں کی تعداد ۶،۶۵۳ تک پہنچی۔ سرمایہ کاری ۲۵ کروڑ روپے اور ممبران کی تعداد بڑھ کر ۱۱،۹۱،۷۹ تک پہنچی۔

کوآپریٹو سوسائیٹیوں کی جملہ تعداد اور ان کے کاروبار کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد سرجنارد ن مدن کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں دو تجاویز پیش کی تھیں۔ پہلی یہ کہ ان اداروں میں کام کرنے والے عملہ کی تعلیم و تربیت کے لئے علیحدہ اور خود مختار تعلیمی اداروں کی ضرورت ہے۔ بغیر تعلیم و تربیت کے یہ عملہ سوسائٹیوں کے مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے کاروبار میں ترقی نہیں کر سکتا، اس لئے ان کی تربیت کی تجویز رکھی۔

دوسری تجویز کے مطابق کوآپریٹو اداروں کی پالیسی طے کرنے کے لئے "کوآپریٹو کونسل" کے قیام کی سفارش کی تھی۔

چونکہ اس کمیٹی کے قیام کا مقصد سوسائیٹیوں کی کارکردگی میں اضافہ کرنا تھا، اس لئے حکومت نے ان تجاویز کو تسلیم کر لیا۔ چنانچہ عملہ اور انتظامی عہدیداروں کی تعلیم و تربیت کے لئے حکومت نے تعلیمی اداروں کے قیام کا فیصلہ کیا۔

حصولِ آزادی کے بعد کوآپریٹو میدان میں خوشگوار انقلاب آیا۔ قومی حکومت نے امداد باہمی کو اپنی پالیسی کی بنیاد قرار دیا اور یہ اعلان کیا کہ ملک کی اقتصادی، صنعتی اور تجارتی ترقی کے لئے کوآپریٹو تحریک کو اولیت دے گی۔ حکومت کے اس اعلان کے بعد کارکنوں کے حوصلوں کو نئی سمتیں حاصل ہوئیں۔ انھوں نے اس تحریک کو مہاراشٹر کے ہر دیہات تک پہنچا دیا۔ یہاں تک کہ دیہاتوں میں آباد موروثی ہنرمندوں کی فلاح و بہبود کے لئے سوسائیٹیاں قائم کیں اور حکومت کی سرپرستی میں نہ صرف انھیں مالی تعاون سے نوازا بلکہ ان کے تیار کردہ سامان کی فروخت کے لئے سوسائیٹیوں کی خدمات پیش کیں۔ اس طرح ادیباسیوں کی فلاح و بہبود اور ان میں کاروباری صلاحیتوں کے فروغ کیلئے حکومت نے مہاراشٹرا اسٹیٹ ادیباسی ڈیولپمنٹ کارپوریشن کی بنیاد رکھی۔ حکومت کی اس سرپرستی کا نتیجہ یہ نکلا کہ دیہات کے ادیباسی اور پسماندہ طبقوں کے لوگ بھی اس کے ممبر بن گئے۔ اس طرح ۱۹۷۶ء میں کوآپریٹو سوسائیٹیوں کی جُملہ تعداد ۴۹،۶۵۹ تک پہنچی، ممبران کی تعداد ایک کروڑ ۱۲ لاکھ ہوئی تو سرمایہ کاری کی جملہ رقم ۳۴۵ کروڑ تک پہنچی تھی۔

امداد باہمی کے تربیتی ادارے : کوآپریٹو سوسائٹی کے قیام کا مقصد کم از کم منافع لے کر صارفین کو اشیائے ضروریہ کی فراہمی ہے۔ اس طرح دیہاتو میں واقع ان سوسائیٹیوں کے تحت اناج سے لے کر مختلف اشیاء کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔ اس طریقۂ کار کی بدولت سرمایہ دار طبقہ جو دیہی کسانوں کو

اشرح سُود سے قرضہ فراہم کرکے ان کی محنت کو اپنی تجوریوں میں بند تھا، نہ صرف اس کا خاتمہ ہوا ہے بلکہ آج کسانوں کو ان سوسائیٹیوں یعہ قرضہ ملنے سے وہ سُود در سُود کی لعنت سے بچ گئے ہیں۔ ان کثیر المقاصد پٹو سوسائیٹیوں میں کام کرنے والے عملہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس انداز م کرے کہ نہ صرف عوام کو آسانیاں فراہم ہوں بلکہ سوسائیٹیوں کو منافع بھی ہو۔ ان دونوں مقاصد کے حصول کے لئے عملہ کا تربیت یافتہ ہونا ضروری ہے۔

ان اہم مقاصد کو سامنے رکھ کر ہماری قومی حکومت نے پورے ملک میں کل ٹریننگ کالج قائم کئے ہیں، جن میں مہاراشٹر میں دو کالج ہیں، (۱) پونے پٹیو ٹریننگ کالج (۲) ناگپور کوآپریٹو ٹریننگ کالج۔

ان کالجوں کے علاوہ ملک میں ۶۹ ٹریننگ سینٹر ہیں، جن میں سے ۱۳ ٹریننگ مہاراشٹر میں ہیں۔ یہ سینٹر مہاراشٹر راجیہ سہکاری سنگھ کے زیر نگرانی چل ہیں۔

مہاراشٹر میں قائم شدہ ان تربیتی اداروں کی تعداد کے پیش نظر ہم بلا تامل لتے ہیں کہ امداد باہمی کے سیکٹر میں اس ریاست نے جو کارنامہ انجام دیا ہے کا مقابلہ دوسری ریاست نہیں کر سکتی۔

مہاراشٹر کی کل آبادی ۵ کروڑ ہے، جس میں ایک کروڑ ۲۸ لاکھ افراد کوآپریٹو سائیٹیوں کے ممبر ہیں۔ تازہ اعداد و شمار کے مطابق ہر قسم کی سوسائیٹیوں کی تعداد ۱۰۰ر۵۲ ہے۔ ان سوسائیٹیوں میں ۳ لاکھ ۵۰ ہزار افراد برسرِ روزگار ان میں اکثریت تربیت یافتہ ہے۔

ایک تلخ حقیقت : آج جب کہ ہم امداد باہمی ہفتہ کے دوران اس کے قیام کی ۷۵ ویں سالگرہ بھی منا رہے ہیں، اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہوگا کہ خدمتِ خلق کے جذبہ کے تحت قائم کردہ ان اداروں میں ایسے افراد بڑی تعداد میں گھس آئے ہیں، جو ذاتی مفاد کے لئے اداروں کی اصل روح پر منافع خوری کا دبیز پردہ ڈالے ہوئے ہیں۔ اگرچہ ریاست مہاراشٹر کی وزارتِ امداد باہمی نے منافع خوری کے سدِ باب کے لئے متعدد اقدام کئے ہیں، اس کے باوجود بعض اداروں میں یہ کاروبار آج بھی جاری ہے۔

شری وی۔ ایس پاٹل جوڈویزنل کوآپریٹو بنک پونے کے اعلیٰ عہدیدار ہیں اپنے حالیہ مضمون میں لکھتے ہیں کہ "مہاراشٹر میں واقع تمام سوسائیٹیوں کے کاروبار کا جائزہ لینے کے بعد یہ حقیقت سامنے آئی کہ ان اداروں میں چھ کروڑ روپے کی خرد برد ہوئی ہے"۔

اس میں شک نہیں کہ کوآپریٹو سوسائیٹیوں کا لین دین ۲۶۵ر۳ کروڑ روپے تک پہنچ گیا ہے۔ اس میں چھ کروڑ روپے کی خُرد بُرد ۰۲ء۰ فیصد کے برابر ہے اس کے باوجود یہ سوال اپنی جگہ قائم ہے کہ اس خرد برد کے لئے کون سے عناصر ذمہ دار ہیں؟ اگر ہم عملہ کے افراد کو الزام دیں تو اسی کے ساتھ ان عہدیداروں کو بھی ملزم گردانا جائے جو عملہ کی تقرری میں جانبداری، اقربا پروری اور گروہ بندی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

[اس مضمون کی تیاری میں " مہاراشٹر ۷۲-۱۹۷۱ء" اور "سہکاری مہاراشٹر" خصوصی نمبر جنوری ۱۹۷۹ء سے مدد لی گئی ہے۔ (سلمان ہاشمی)]

●●

قارئین کے لئے ضروری اعلان

ہماری یہ خواہش ہے کہ اپنے قارئین کو مختلف سرکاری پالیسیوں اور سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر رکھیں۔ تاہم قارئین کو اس میں کچھ نہ کچھ کمی کا احساس ہو سکتا ہے لہٰذا آپ کی دلچسپی اور معلومات میں مزید اضافے کے خیال سے "قارئین کی رائے" کا خصوصی صفحہ شائع کیا جاتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس تبادلۂ خیال سے ہمیں اور بھی فائدہ پہنچے گا۔ انفرادی شکایتوں کی اشاعت تو مشکل ہے، البتہ سرکاری پالیسیوں، پروگراموں اور سرگرمیوں سے متعلق آپ کے خطوط، سوالات اور شبہات بخوشی قبول کئے جائیں گے۔ پتہ نوٹ فرمالیں :

ایڈیٹر "قومی راج" نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ، پندرھواں منزلہ، مقابل منترالیہ، ممبئی ۴۰۰۰۳۲

• سردار عرفان

لکھنؤ میں کچھ عرصہ قبل یوپی اُردو اکاڈمی کی سالانہ تقریبات کے ضمن میں ادبی جرائد کے مدیروں اور نمائندوں کا سیمینار بھی منعقد ہوا جس میں "ادبی جرائد کے مسائل" کا جائزہ لیاگیا۔ 'قومی راج' کے ایک سابقہ شمارہ میں اس سیمینار میں زیرِبحث آنے والے اہم نکات شائع ہوئے ہیں، جن کا مطالعہ اُردو ادب اور خصوصاً صحافت سے دلچسپی رکھنے والوں کو دعوتِ فکر دیتا ہے۔

پہلا سوال تو یہ اُٹھتا ہے کہ آیا اُردو میں ادبی جرائد کے مسائل اس زبان کے دیگر جرائد اور اخبارات کے مسائل سے مختلف ہیں۔ کیا محدود اشاعت، اشتہارات کی کمی اور فروخت کے مسائل صرف اُردو ادبی جرائد ہی سے مخصوص ہیں؟ حالات کا سرسری علم رکھنے والا شخص بھی بلا پس و پیش یہی جواب دے گا کہ اس کا شکار پوری اُردو صحافت ہے۔

بہرحال یہ تاویل پیش کی جاسکتی ہے کہ عام صحافت کا ایک حصّہ اگر اپنی حد تک ان مسائل کو حل کرنے کی پہل کرتا ہے تو اس میں کسی کو کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔ بالکل درست، لیکن اس صورت میں سیمینار کے کنوینر عابد سہیل صاحب کا یہ فرمانا، نامناسب ہوگا کہ رسائل و مسائل ہم قافیہ ہیں، ایک اور اہم قافیہ بھلادیا گیا ہے اور وہ ہے وسائل۔ بیشتر ادبی جرائد وسائل سے محروم ہیں اور قدم قدم پر جو ذرائع بکھرے ہوئے ہیں ان سے فیضیاب ہونے کی سکت و صلاحیت ان میں نہیں۔ یہی سارے مسائل کی جڑ ہے۔

تاہم اس بحث کو مفید اور بامقصد بنانے کے لیۓ ہمیں ایک بات کا تصفیہ پہلے ہی کرنا ہوگا۔ ادبی جرائد کیوں نکلتے ہیں؟ کیا ادب کی خدمت کیلیۓ جس کا دعویدار بلا استثنیٰ ہر مُدیر ہے یا ادبی صحافت بھی ایک پیشہ ہے اور ادبی مُدیر بھی کسی وکیل، ڈاکٹر یا صحافی کی طرح اپنا پیٹ پالنے کے لیۓ یہ کام کرتا ہے؟

اگر ادب کی محض خدمت ہی مقصود ہے تو ہائے واویلا کس بات کا؟ سچّے خادموں کو صلہ کی پَروا کب ہوتی ہے اور ناقدری کا گِلہ کہاں ہوتا ہے! ویسے ایمان کی تو یہ ہے کہ بِلا کسی لیاقت کے مدیر اور بسا اوقات مالک و مدیر کہلوانے کا اعزاز اور جلسہ جلوسوں اور مشاعروں میں پذیرائی بذاتِ خود کافی اہم صلہ ہے جو ہمارے بیشتر ادبی مدیروں کو مِلتا ہے۔

اُردو کے ادبی جریدوں کی تمام بیماریوں کی بُنیاد یہ حقیقت ہے کہ اُردو میں کوئی بھی ادبی رسالہ اس لیۓ نہیں نِکالا جاتا کہ اُردو ادب کو اس کی ضرورت ہے بلکہ رہنما اصول صرف یہ ہوتا ہے کہ مالک و مدیر کو اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ بیشتر ادبی جرائد اپنے مالک / مدیر کی شخصیت کو اُجاگر یا تسلیم کرانے کی غرض سے جاری ہیں۔ بلاشبہ ہر جریدہ جو اپنا ایک حلقۂ اثر رکھتا ہے، اپنے مدیر کو اس کا جائز کریڈٹ ضرور دیتا ہے۔ یہ اور زبانوں میں بھی ہوتا ہے

چنانچہ انگریزی میں خشونت سنگھ اور ہندی میں کملیشور کے نام اس کی مثالیں ہیں، لیکن اگر رسالہ کا مقصد، موضوع اور مرکز مدیر اعلیٰ کی اعلیٰ شخصیت ہی ہو کر رہ جائے تو صحت مند ادبی صحافت کہاں رہی۔ اس لحاظ سے اُردو کے ادبی جرائد اپنے مدیروں کے لئے کافی منفعت بخش رہے ہیں اور مدیروں نے محض اس وسیلے کی بناء پر اچھا خاصا مقام بنالیا جو بصورتِ دیگران کے لئے کافی مشکل ہوتا۔

عابد سہیل صاحب کا کہنا بجا ہے کہ کسی بھی ادبی جریدے کے دو چار شمارے اُلٹ پلٹ کر دیکھئے مسائل کا ذکر کسی نہ کسی نوع سے ضرور مل جائے گا۔ لیکن مظلومیت کا شمار انکساری میں بھی ہوتا ہے اور اس لئے یہ بڑی حد تک فیشن ہوگیا ہے۔ زیادہ عرصہ نہیں گذرا، اُردو روزناموں کے ایڈیٹروں کو جب کوئی موضوع نہیں ملتا تھا تو وہ فوراً "مسلمان کیا کریں" کے موضوع پر اداریہ لکھ مارتے تھے۔ اُردو جریدے کا کوئی ایڈیٹر اگر یہ گلہ کرے کہ وہ تیس سال سے پرچہ نکالنے کے باوجود کار یا بنگلہ نہیں لے سکا، تو دراصل وہ اپنے تساہل یا نا اہلی کا اعلان کرتا ہے لیکن چونکہ اس پر "مدیری" اور "اُردو کی خدمت" جیسے معزز ٹیگ لگے ہوتے ہیں اس لئے اسے ایثار کا نام دے دیا جاتا ہے۔

ادبی جرائد کے مدیروں، مالکوں اور قاریوں کو اگر فی الواقعی بالخصوص ادبی جرائد اور بالعموم اُردو صحافت کے مسائل کو حل کرنا ہے تو انھیں تسلیم کرنا ہوگا کہ صحافت ایک مشن بھی ہے اور تجارت بھی۔ اگر یہ مسلمہ طور پر زبان و ادب کی خدمت ہے تو بنیادی طور پر کاروبار ہے۔ ادبی جرائد کے کارکنوں اور مدیروں کو اس حقیقت سے ہرگز نہیں ہچکچانا چاہیئے کہ صحافت کا کاروبار دنیا کی سب سے مشکل تجارتوں میں سے ایک ہے جس میں سرمایہ، جوکھم، محنت اور جگر کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی ادبی و علمی صلاحیت کی۔ رسالہ تو اسکول اور کالج کے طلبہ بھی ایڈیٹ کر لیتے ہیں لیکن پروڈکشن کے بعد ڈسٹری بیوشن اور دونوں کے آرگنائزیشن کی جو صلاحیت ایک ادارہ کے منتظم میں ہونی چاہیئے وہ ہمارے ادبی جرائد کے کتنے مدیروں میں ہے؟

مذکورہ سیمینار میں جو نکات زیرِ بحث آئے ان کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہمارے ادبی جرائد کے مدیران شدید احساسِ کمتری اور بے بسی کا شکار ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنی خودداری کو اپنی معذوریوں کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھانے کا ارادہ کر چکے ہیں۔ اپنی اس کسمپرسی اور بیچارگی کا انھیں صرف ایک ہی علاج نظر آتا ہے، حکومت، اُردو اکاڈمیاں اور مالی امداد۔ ذرا معزز شرکائے سیمینار کے مندرجہ ذیل خیالات پر غور کیجئے:

[illegible]می راج

۱۔ ہر اکاڈمی ایک ایک ہزار روپے کی سالانہ امداد ملک کے پانچ منتخب ادبی جریدوں کو دے۔
۲۔ اُردو اکاڈمیوں کو ملنے والے لاکھوں روپیوں میں اُردو کے ادبی رسائل کا بھی حق ہے۔
۳۔ جو رسالے تین سال تک پابندیٔ وقت سے شائع ہوں، اُن کو اکاڈمی مالی امداد دے۔
۴۔ مرکزی اور ریاستی حکومتیں ادبی جریدوں کی اشتہارات کے ذریعے معاونت کریں۔
۵۔ محکمۂ اطلاعات اور ڈی۔ اے۔ وی پی، ادبی ماہناموں کے لئے اشتہارات کا علیحدہ کوٹہ مقرر کریں۔

اشتہارات کی حد تک تو بات ٹھیک ہے، کیونکہ اُردو کے بیشتر اخبارات و جرائد عموماً ان سے محروم رہتے ہیں۔ لیکن اشتہارات تو ایسی چیز نہیں جیسے خیرات کی طرح مانگا جائے۔ جرائد اگر اپنی ریڈرشپ اور اشاعت بڑھائیں اور ان کا پیغام زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچنے لگے تو کوئی وجہ نہیں کہ انہیں بالاستحقاق اشتہارات نہ ملیں۔ سرکاری اشتہارات صرف پروپیگنڈہ نہیں ہوتے بلکہ یہ ضروری اعلانات ہوتے ہیں جن کا عوام تک پہنچنا ضروری ہوتا ہے کیا محض ادبی جرائد کی مدد کی غرض سے اردو اشتہارات کی رسائی محدود کردی جائے؟ کیا یہ قومی نقصان نہ ہوگا اور کیا اس طرح اُردو کے لاکھوں قارئین کا نقصان نہ ہوگا جن تک یہ رسالے پہنچ نہیں پاتے۔ ہاں صرف سرکاری مطبوعات کے اشتہار کے لئے ادبی جرائد یہ مانگ کریں تو اور بات ہے۔

اُردو اکاڈمیاں معیاری جرائد کو سال میں کم از کم چھ بار اشتہارات جاری کریں یا زیادہ سے زیادہ بارہ بار، مسائل حل نہیں ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ ایک رسالہ کو ایک صفحہ سے زائد اشتہار نہیں مل سکے گا۔ جس کی مالیت دو تین سو روپے سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ مدیران حضرات یہ حساب کیوں نہیں لگاتے کہ اگر اشاعت میں دو سو کاپیوں کا اضافہ ہو سکے تو آمدنی بھی بڑھے گی، عزت بھی اور طاقت بھی۔ پھر اکاڈمیوں اور حکومت کے سامنے جبّہ سائی کی ضرورت بھی نہ رہے گی۔

اس سے سوا خرابی مالی امداد کے مطالبہ میں مضمر ہے۔ مالی امداد نہ انعام ہے نہ قرض، یہ تو سراسر خیرات ہے۔ علاوہ ازیں کوئی وجہ نہیں کہ ادبی جریدے جو ایک طرف تو اپنے لکھنے والوں کو معاوضہ نہیں دیتے اور دوسری طرف خریداروں سے پوری قیمت وصول کرتے ہیں، مالی امداد کے مستحق سمجھے جائیں۔

ادبی جرائد کے معیار کو بلند کرنے کے لئے ٹائپ اپنانے کی تجویز بھی رکھی گئی ہے، لیکن معیار صرف ٹائپ یا کتابت کا مرہونِ منت نہیں، ادبی صحافت

کے معیار کو پست کرنے اور رکھنے میں سب سے بڑا ہاتھ اُن کیسے قابل مدیروں کا ہے، جو ایک طرف تو "بے یاری و مددگاری" کا رونا روتے ہیں، اور دوسری طرف ' وَن مین شو' کا مظاہرہ کرتے ہیں. صحافتی لیاقت سے عاری اور تنظیم سے محروم یہ مدیر حضرات ادبی صحافت کے تقاضے پورے نہیں کر پاتے، جس کی وجہ سے ان کی زیر ادارت (اور زیر ملکیت) شائع ہونے والے پرچے معنوی و صوری اعتبار سے غربت و فلاکت کا اشتہار ہوتے ہیں۔ بیشتر رسائل کی صرف دو اُجرہ کا پیاں ہی چھپتی ہیں. مواد جو آگیا شکریہ کے ساتھ شائع ہو گیا. کیونکہ معاوضہ کی رسم یا ضرورت نہیں، اس لیئے دیگر زبانوں کے مقابلے کا مواد دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اکیلی جان جس قدر کر لے بہت ہے. وسائل کی کمی کا رونا بھی عام ہے، چنانچہ نجی ملکیت کا کوئی ادبی جریدہ بلاک یا آفسیٹ پر چھپنے کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتا. نہ منیجر ہے نہ اڈیٹر، نہ سرکولیشن کلرک؛ ڈھنگ کا دفتر ہی نہیں تو ایجنٹوں، اداروں اور لائبریریوں کی فہرست کہاں ہوگی؟ پھر گلہ یہ ہے کہ سرکاری اور نیم سرکاری ادبی جرائد سے مقابلے کی وجہ سے دیگر ادبی جرائد دم توڑ رہے ہیں.

اپنے دوستوں اور بزرگ مدیروں سے بصد ادب عرض کروں گا کہ یہ عمل بہت ضروری ہے۔ خس و خاشاک کا چھٹ جانا ہی بہتر ہے. اگر مضبوط، مقبول اور بلند معیار رسائل شائع نہیں ہو سکتے تو ان کا ختم ہو جانا ہی بہتر ہے. اُردو کے لیئے اس طوفانی دور میں موم بتیوں کی نہیں قمقموں کی ضرورت ہے جو حکومت اور اس کے اداروں سے اُجالا نہ مانگیں بلکہ سماج اور ملک میں دُور دُور تک اپنی روشنی پھیلائیں.

یہ ایک نادر موقع ہے کہ ادبی جرائد کی ایک تنظیم قائم ہو گئی ہے۔ اب ضرورت ہے صرف صحیح نقطۂ نظر اور مثبت لائحۂ عمل کی. نئی تنظیم کو سب سے پہلا کام یہ کرنا ہوگا کہ سیمینار کی جن تجاویز سے گداگری کی بو آتی ہے انھیں اپنے پروگرام سے خارج کر دے۔ تعمیری تجویزوں پر عمل شروع کرے تاکہ خود اعتمادی پیدا ہو. ایسی ایک معقول تجویز ادبی جرائد کے مُدیروں کی تربیت کے انتظام کی ہے. ظاہر ہے کہ اس کے لیئے نصاب ترتیب دینا ہوگا. یہ کام مختلف اراکین ابھی سے شروع کر دیں تو بہتر ہوگا تاکہ کانفرنس کے موقع پر اسے آخری شکل دی جا سکے.

دوسری اور غالباً اہم ترین تجویز ادبی صحافت کے تجارتی پہلو کی اہمیت محسوس کرنے کے بارے میں۔ مالی امداد کی بجائے بینک سے قرض کی تجویز کو ترجیح دی جائے. ہر جریدے کے لیئے کم از کم اسٹاف، خصوصًا ایڈورٹائزنگ منیجر کی ضرورت پر زور دیا جائے اور "وَن مین شو" کی لعنت کو ہمیشہ کے لیئے ختم کیا جائے. سرکولیشن منیجر اور ایڈورٹائزنگ منیجر کو ادارہ میں کلیدی حیثیت عطا کی جائے تاکہ ایک طرف اشاعت اور دوسری طرف محصُولات میں اضافہ کی منظم جدوجہد کی جا سکے. جرائد کی فروخت کے انتظام کو بہتر اور معقول بنانے کے لیئے تنظیم کو بطور خاص کام کرنا ہوگا. اس کے لیئے ایک سرکولیشن سب کمیٹی قائم کی جا سکتی ہے جو ملک بھر میں دورہ کر کے نکاسی کے امکانات کا جائزہ لے سکے اور محنتی اور قابلِ اعتماد ایجنٹوں کا تعین کر سکے. اس طرح تنظیم کے تمام اراکینِ جرائد پول بنا کر ایجنٹوں سے معاملہ کر سکتے ہیں. ایسا کرنے سے ان کی سودے بازی کی قوت بھی بڑھے گی اور نادہندا ایجنٹوں سے بھی بآسانی نمٹا جا سکے گا. بازار کے مزاج اور خریدار کی نفسیات کو اولیت دینا لابدی ہے رسالے کو مدیر کی شخصیت کا آئینہ بنانے کی بجائے یہ تسلیم کیا جائے کہ وہ قارئین کی امانت ہے. قارئین کو بہترین مواد اور اپنے پیسے کا پورا پورا بدل ملنا چاہیئے. رسائل میں پائی جانے والی یک رنگی اور یکسانیت کو ختم کرنا بھی اشد ضروری ہے ہر رسالے کو اپنا تجارتی نصب العین یہ بنانا ہوگا کہ وہ جلد یا بدیر فوٹو آفسیٹ طریقے سے شائع ہوگا نیز اپنے قلمی معاونین کو مناسب معاوضہ دے گا. اگر ہمارے جرائد لکھنے والوں کو کچھ معاوضہ خواہ وہ کتنا ہی حقیر کیوں نہ ہو، ادا کرنے لگیں تو ان کا معیار یقینًا بلند ہوگا. اچھے لکھنے والے انھیں ترجیح دینے لگیں گے؛ وہ خود حسب ضرورت مواد تیار کرا سکیں گے، بہترین ترجمے اور بر وقت تبصرے حاصل کر سکیں گے. اس طرح اُن فصلی رسالوں اور شوقین مُدیروں کی حوصلہ شکنی ہوگی جو ادبی صحافت کو ایک کھیل بلکہ مذاق بنا لیتے ہیں.

مجوزہ تنظیم سے کوئی ٹھوس فائدہ صرف اسی وقت حاصل ہو سکے گا جب وہ "حکومت کو چاہیئے اور اکاڈمی کو چاہیئے" والا طرزِ عمل ترک کر کے یہ موٹو اپنائے ــــ "ہمیں یہ کرنا ہے اور ہم یہ کریں گے!"

٭٭
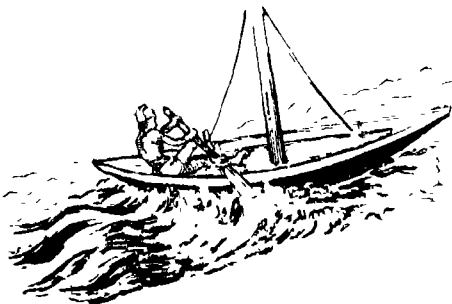
جب جانور نے اِنسان کی جان بچائی

۱۰ ایس۔ اقبال

دُنیا میں حیوانات پر کئے گئے تجربات سے یہ بات ثابت ہے کہ حیوان بھی جذبات سے عاری نہیں ہیں۔ وہ بھی اپنے انداز میں غصہ، دکھ، پیار، محبت و نفرت کے جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن ان سب سے بڑھ کر حیوانات میں ایک جذبہ یعنی جذبۂ وفاداری یا اپنے محسن کے کام آنے کا جذبہ بیحد پایا جاتا ہے۔ تاریخ میں ایسے بے شمار واقعات درج ہیں بلکہ آج بھی ہماری روزمرہ کی زندگی میں ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں جن میں ہم دیکھتے ہیں کہ موقع پڑنے پر حیوانوں نے کس طرح انسانی زندگی کی حفاظت کی ہے۔

ریخ کے صفحات اُلٹیے، تو قیصر روم نیرو کے زمانہ کے ایک مشہور واقعہ یق ہوگی۔ نیرو ایک ظالم بادشاہ گذرا ہے۔ وہ اپنی رعایا پر طرح طرح یا کرتا تھا۔ معمولی سے معمولی بات پر وہ لوگوں کو قید کرتا اور پھر ان ڑے ٹکڑے کر دینے والے مظالم ڈھاتا۔ بھوکے شیروں کے آگے ان مجبور س قیدیوں کو ڈالنا اور پھر انھیں شیروں کی خوراک بنتے دیکھنا محبوب مشغلہ تھا۔

ے بار اس نے ایک باغی کو قید کیا۔ حسب معمول اُسے کئی دنوں تک ا اور پھر ایک روز اس نے باغی کو بھوکے شیروں کے آگے ڈالنے کا حکم رہ دن بھرے دربار میں ایک میدان میں بدنصیب ملزم کو لایا گیا۔ نجیروں سے آزاد کیا گیا اور پھر اشارہ پاتے ہی شیروں کا پنجرہ کھولدیا ر اور اس کے درباری حیرت سے تماشہ دیکھتے رہے۔ غراتا ہوا ایک م کی طرف لپکا۔ کئی تماشائی بدنصیب قیدی کے بھیانک انجام کو دیکھنے ب نہ لا سکے اور اپنی آنکھیں موندلیں۔ شیر قیدی کی طرف دوڑتا ہوا آیا پھر ایک حیرتناک واقعہ پیش آیا۔ شیر نے اپنی چال دھیمی کرلی اور پھر اج

دوسرے ہی لمحہ وہ بدنصیب شخص کے قدموں کو اپنی زبان سے چاٹ رہا تھا۔ دوسرے شیر اس شخص اور شیر کے آس پاس پھرتے رہے لیکن کسی کو بھی حملہ کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ قیدی بہرحال زندہ رہا۔ جب نیرو نے قیدی سے پوچھا کہ ماجرا کیا ہے تو قیدی نے بتایا کہ وہ ایک بار جنگل سے گزر رہا تھا تو اس نے اس شیر کو سخت تکلیف میں پایا تھا۔ ”وہ مجھے دیکھ کر بار بار اپنا پنجہ آگے کر دیتا تھا۔ میں نے ہمت کی اور اس کا پنجہ بغور دیکھا تو اس میں ایک کانٹا چبھا ہوا نظر آیا۔ میں نے وہ کانٹا نکال دیا اور شیر کے زخمی پنجے کو پٹی سے ڈھک کر کپڑا لپیٹ دیا۔ شیر کی تکلیف کم ہوئی اس نے مجھے احسانمند نظروں سے دیکھا اور جنگل کی طرف چلا گیا۔ آج جو شیر میرے سامنے آیا وہ وہی تھا جس کے پنجے سے میں نے کانٹا نکالا تھا۔ اس احسان کا بدلہ اس نے یہ دیا کہ میری جان بخش دی اور ایک تم ہو قیصر روم، جس کے خزانے ہم بھرتے ہیں اور بدلے میں ہمیں ظلم اور تکلیفیں برداشت کرنا پڑتی ہیں“۔ اس تقریر کا پھر بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا اور اس ظالم بادشاہ نے اس باغی کو نذر آتش کر دیا۔

تاریخ اسلام کا مشہور واقعۂ ہجرت کسے یاد نہیں، جب اہل قریش، حضور نبی اکرم کی جان کے دشمن ہو گئے تھے، آپ نے جلیل القدر صحابی حضرت ابوبکر صدیق کے ہمراہ ایک غار میں پناہ لی۔ جبکہ دشمن آپ کو جا بجا تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ اللہ کے حکم سے اسی غار کے منہ پر ایک مکڑی نے جالا بُن دیا اور کبوتر نے انڈے دیئے۔ جب دشمن آپ کو تلاش کرتے ہوئے وہاں پہنچے اور غار کے اندر داخل ہونا چاہا تو ان میں سے ایک نے انھیں یہ کہہ کر روک دیا کہ اگر کوئی شخص غار کے اندر جاتا تو مکڑی کا جالا سالم نہ رہتا۔ اس طرح جانوروں کی دنیا کی ایک انتہائی حقیر مخلوق کو نبی کریم جیسی مبارک ہستی کی جان بچانے کا شرف حاصل ہوا۔

اسی طرح شیخ ثمنانی سے بھی ایک روایت ہے کہ ایک بار آپ نے کچھ اپنے احباب کرام کو کھانے پر مدعو کیا۔ ایک درخت کے نیچے ایک دیگ میں کھانا پکانے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ اسی درخت پر موجود ایک زہریلا سانپ کسی طرح دیگ میں گر گیا جسے کوئی نہ دیکھ سکا، سوائے ایک بلی کے جو آپ کی چہیتی پالتو بلی تھی۔ بلی بے چین ہو اٹھی اور وہ بے زبان اپنے اشاروں سے باورچی کو سمجھانے کی کوشش کرنے لگی، پھر وہ خود آپ کے پاس پہنچی اور بار بار پنجوں اور لگاتار آواز سے آپ کو متوجہ کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن بے چاری بلی کے اشاروں کو کوئی نہ سمجھ سکا۔ بلی کو جھڑک دیا گیا تو بلی واپس دیگ کے قریب پہنچی، کچھ دیر وہ یوں ہی گم سم بیٹھی رہی اور پھر اچانک کود کر تپتی آگ پر رکھی دیگ میں جا گری۔ آپ کو خبر ملی تو آپ یہ سمجھ کر کہ بلی نے بھوک سے بیتاب ہو کر یہ نادانی کی بیحد غصہ ہوئے، پھر آپ نے سارا کھانا ایک گڑھے میں پھینکنے کا حکم دیا۔ جب دیگ الٹی گئی تو اس میں سے بلی کی لاش کے ساتھ وہ زہریلا سانپ بھی نکلا، تب آپ کی سمجھ میں سب کچھ آ گیا، اور آپ کو بلی کی موت کا از حد صدمہ ہوا۔

ہندو دھرم میں کئی جانوروں کو مقدس سمجھا جاتا ہے۔ سیتا جی کو راون سے نجات دلوانے میں ہنومان جی نے مدد کی تھی، جو بندر سے مشابہ تھے۔ آج بھی ملک و ریاست کے کئی مندروں کے آس پاس بندر بسیرا کرتے ہیں اور یاتری انھیں باقاعدہ مونگ پھلی اور دوسری اشیاء بڑے احترام سے پیش کرتے ہیں۔ بھگوان وشنو کے گلے میں ہمیشہ ایک سانپ لپٹا ہوا کرتا تھا۔ اور آج بھی کئی سادھو اور سنت سانپ کو اپنی گردن کے اردگرد لپیٹے ہوئے گھومتے رہتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ سانپ انھیں تمام بلاؤں، مصیبتوں اور درندوں سے دور رکھتے ہیں۔

مغل شہنشاہ اکبر کے بارے میں مشہور ہے کہ انھیں چیتے پالنے کا شوق تھا۔ اور رات کو جب وہ محو خواب ہوتے تو ان کی مسہری کے آس پاس یہ چیتے پہرہ دیا کرتے تھے۔ قدیم زمانے کی معرکہ آرائیوں میں ہاتھیوں اور گھوڑوں سے میدان جنگ میں مدد لی جاتی تھی۔ اور کئی مواقع ایسے آئے ہیں جب ان جانوروں نے اپنی جانیں دیکر اپنے مالکوں کی جان کی حفاظت کی ہے۔ اسی زمانہ میں کبوتروں سے پیغامبری کا کام لیا جاتا تھا اور ان ہی کی بدولت کئی بادشاہوں نے بڑے بڑے معرکے سر کئے ہیں۔

کتوں کی وفاداری کے قصے تو صدیوں سے مشہور ہیں۔ یہ بے زبان جانور روٹی کے چند ٹکڑوں اور گوشت کے چند چھیچھڑوں کے عوض زندگی بھر اپنے مالک کا وفادار رہتا ہے اور اپنی جان سے بڑھ کر مالک کی جان کی حفاظت کرتا ہے۔ مالدار گھرانوں میں کتوں کو پالنا صرف ایک شوق نہیں بلکہ آج بھی ایک ضرورت سمجھی جاتی ہے۔

آج بھی سائنس کے اس جدید دور میں جانور اپنی جانوں کی بازی لگا کر انسانوں کے کام آ رہے ہیں۔ چمپانزی، خرگوش، گھوڑے اور مینڈک وہ مظلوم جانور ہیں جن پر سائنس کے نام پر رونگٹے کھڑے کر دینے والے انتہائی تکلیف دہ تجربات کئے جاتے ہیں تاکہ نتیجہ میں کامیابی حضرت انسان کے لئے فائدہ مند ثابت ہو۔

اب خود انسان یہ فیصلہ کرے کہ جانوروں کے اتنے سارے احسانات کا بدلہ اُسے کیسے چکانا چاہیئے۔ انھیں مار کر یا ان کی حفاظت کر کے؟ یقیناً ہر ذی ہوش انسان جانوروں کی حفاظت ہی کی حمایت کرے گا۔ اور یہی کرنا بھی چاہیئے۔

●●

• وی۔ این گلاونی

مہاراشٹر میں تعلیمِ بالغان

مرکزی و ریاستی سرکاروں کے تحت تعلیم بالغان کے پروگرام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے سب سے زیادہ مراکز مہاراشٹر میں ہیں۔ ایک سال کی قلیل مدّت میں اس سلسلہ میں قابلِ تعریف ترقی ہوئی ہے۔ یہ سب کچھ ریاستی حکام، یونیورسٹیوں، کالجوں اور رضاکارانہ جماعتوں کے سرگرم اشتراک سے ہی ممکن ہوسکا ہے۔

مہاراشٹر میں متعدد شعبوں میں لگن سے کام کرنے والے اشخاص کی کمی [نہی]ں ہے۔ مرحوم مہارشی ڈی۔ کے کروے نے اپنی تمام تر زندگی تعلیم [نسو]اں کے فروغ پر صرف کی۔ اسی طرح آنجہانی کرم ویر بھوراؤ پاٹل نے [اپن]ی پوری زندگی دیہی علاقوں میں نظرانداز ہوئے لوگوں میں تعلیم پھیلانے [می]ں صرف کی۔

لہٰذا جب گذشتہ برس ۲ راکتوبر کو قومی تعلیم بالغان پروگرام کے جاری [کر]تے وقت کئی رضاکارانہ جماعتوں نے اپنی خدمات پیش کیں تو اس [ک]سی کو حیرت نہیں ہوئی۔

رضاکارانہ تنظیموں کی پیش کش کافی حوصلہ افزا تھی۔ تقریباً ۷۳۹ [ا]یسی تنظیموں نے اپنی خدمات پیش کیں۔ مرکزی سرکار نے ابھی ۱۳۹ [ا]یجنسیوں کی اسکیمیں منظور کی ہیں۔ اس وقت تعلیم بالغان کے ۴۴۳۰ منظور شدہ مراکز میں سے ۱۴۲۴ مراکز ان ایجنسیوں کے زیرِ اہتمام [چ]ل رہے ہیں۔

ریاست کی ۵ کروڑ آبادی میں سے تقریباً ۴۰ فیصد لوگ خواندہ ہیں۔ [ک]ل آبادی میں سے ۸۳ لاکھ ناخواندہ اشخاص ۱۵ اور ۳۵ سال کی عمر کے [د]رمیان ہیں اور ان میں ۲۵ لاکھ مرد اور ۷۵ لاکھ خواتین شامل ہیں[۔ مرکزی] سکیم کے تحت ۱۰٫۹۵۰ تعلیمی مرکزوں کی منظوری دی جا چکی ہے۔ ان میں سے ۱۰٫۵۶ مراکز نے کام شروع کر دیا ہے۔] ریاستی اسکیم کے تحت ۵٫۰۳۰ منظور شدہ مراکز میں سے اب ۷۸۰ امراکز کام کر رہے ہیں۔

تعلیم بالغان کے بورڈ، ریاستی اور ضلع سطح پر کام کاج پر نظر اور رابطہ رکھتے ہیں۔ لوگوں اور رضاکارانہ جماعتوں کی حوصلہ افزا شرکت کے باعث اس پروگرام کی شروعات بہت اچھی ہوئی ہے۔

پونے اور بمبئی میں قائم شدہ انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن تحقیق کے علاوہ ریسرچ کرنے والے کارکنوں کو تربیت دینے میں لگا ہوا ہے۔ یہ ادارہ خصوصاً سماج کے نظرانداز شدہ اشخاص اور کمزور طبقوں میں غیررسمی تعلیم کے فروغ پر زیادہ توجہ دیتا ہے۔

وسیع تربیتی پروگرام : غیررسمی اور تعلیم بالغان کے فروغ کے لئے کارکنوں کی تربیت اور درس و تدریس سے متعلق کام کاج اور اسکولی نصاب کی نشو و نما کے لئے ۱۹۷۷ء میں اس انسٹی ٹیوٹ نے ایک ریسورس سینٹر کھولا۔ یہ ادارہ محکمۂ تعلیم، چھ ریاستی یونیورسٹیوں اور متعدد رضاکار ایجنسیوں کے اشتراک سے کام کرتا ہے۔ اب تک ۳۰۰ ا اشخاص کو اس ادارے کی معرفت تربیت دی جا چکی ہے۔ یہ لوگ ضلع اور تعلقہ سطح پر انسٹرکٹروں کو تربیت دیں گے۔ یہ ادارہ ۴۰ تجرباتی مراکز اور ۵ نگراں

مراکز کے علاوہ گندی بستیوں میں تعلیم بالغان کے پانچ مراکز بھی چلا رہا ہے۔
انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن نے ایک تحقیقی اور عملی پراجیکٹ پونے، ضلع کے خاص طور سے چنے ہوئے پانچ علاقوں میں پرائمری تعلیم کو عام کرنے کے لئے شروع کئے ہیں. ہر ایسا علاقہ ۲۰ گاؤں پر مشتمل ہے جس کی آبادی ۲۰ ہزار سے ۲۵ ہزار کے درمیان ہے۔
اس کے علاوہ پونے شہر میں پانچ مثالی گندی بستیوں کو یہ دیکھنے کے لئے چنا گیا ہے کہ ان پر شہری زندگی نے کس حد تک اثر ڈالا ہے. یہ ملک میں اپنی نوعیت کا پہلا تجربہ ہے اور اس کا مقصد مدرسوں سے بھاگے ہوئے بچوں اور ان بچوں کو جو کبھی مدرسوں میں داخل نہیں ہوئے، تعلیم دینا ہے۔

یونیورسٹیوں اور کالجوں کا سرگرم تعاون :

ریاستی تعلیم بالغان انسٹی ٹیوٹ انسٹرکٹروں کو تربیت دیتا ہے، اسکولی نصاب کا تعین کرتا ہے اور درسی سامان تیار کرتا ہے۔ اس نے اب تک کل ملاکر ۹ پرائمر اور تعلیمی چارٹ بنائے ہیں۔ اس نے سات خطوں میں مصنفوں کے ورکشاپ کھولنے کا منصوبہ بنایا ہے تاکہ نئے خواندہ اشخاص کے لئے کتابیں تیار کی جاسکیں۔ ایسا ہی ایک ورکشاپ حال ہی میں پربھنی ضلع میں مراٹھواڑہ خطے کے لئے کھولا گیا تھا۔
یہ پروگرام یونیورسٹیوں اور کالجوں کی قومی سروس اسکیم اور تعلیم بالغان کے قومی پروگرام کے شعبے چلا رہے ہیں. نتیجہ حوصلہ افزا ہے۔ اب تک مرکزی سرکار نے ۱۵۳ کالجوں کے لئے ایسے ۱۵۴۰ مراکز کی اجازت دی ہے اور یہ تعداد ملک میں باقی سبھی ریاستوں سے زیادہ ہے۔
پونے یونیورسٹی ایک منصوبے کے تحت ۴۹۰ ایسے مراکز کالجوں میں شروع کرنے والی ہے۔ اس وقت پونے، دھولے، جلگاؤں، احمد نگر اور ناسک کے ضلعوں میں ۲۰۰ مراکز کامیابی سے چل رہے ہیں۔
یونیورسٹی ایک منصوبے کے تحت اپنے نواحی علاقوں کی گندی بستیوں میں ۱۰ تجرباتی مراکز کھولنے کا ارادہ بھی رکھتی ہے۔ اس نے یونیورسٹی گرانٹ کمیشن کی مدد سے تعلیمی تکنالوجی کے لئے ایک شعبہ کھولا ہے، اس شعبے نے ایک سستا سلائڈ پروجیکٹر اور ایک چھوٹی خوردبین بنائی ہے جن کی مدد سے مفید مطلب معلومات، فلموں، سلائڈوں، چارٹوں، نقشوں اور پوسٹروں وغیرہ کے ذریعے بالغوں کو دی جائیں گی۔

پونے یونیورسٹی کا منصوبہ: پونے یونیورسٹی کے زیر غور ایک طویل المیعاد حکمت عملی ہے جسے دیہی ترقی کے لئے علمی شعور اور افرادی قوت کے فروغ میں استعمال کیا جائے گا۔ اس نے دیہی ترقی کے لئے فی الحال پانچ مدل کو چنا ہے۔
پونے شہر کے پچھڑے علاقوں اور گندی بستیوں میں ۲۰۰ مراکز میں دن والے مراکز مستورات، خانہ دار عورتوں، نوکرانیوں، مزدوروں اور ریڑھی والوں کے لئے چلائے جارہے ہیں۔

مستورات کو سب سے زیادہ فائدہ: حال ہی میں جب اخبار والوں نے ان مراکز میں کچھ پوچھ تاچھ کی تو یہ ظاہر ہوا کہ ان مراکز نے مستورات میں بیداری، خود اعتمادی اور پُرامیدی پیدا کی ہے۔ ان کے جوابات کافی دلچسپ تھے۔ ایک خانہ دار خاتون نے کہا کہ وہ اب اپنے بچوں کی جائزہ رپورٹ دیکھ سکتی ہے۔ ایسا اس کے لئے تعلیم بالغان کے مراکز کے بعد ہی ممکن ہوسکا۔
ایک ملازمہ، جس نے کہ ایک ایسے ہی مرکز میں تعلیم پائی ہے اب اپنے بچوں کے مدرسے جانے پر مصر ہے۔ ایک ایسی عورت کو جو کہ پھل بیچتی ہے، تعلیم بالغان کے مرکز پر جانے سے تین سے چار روپے یومیہ تک نقصان ہوتا تھا، مگر اسے یقین ہے کہ بالآخر اسے مرکز پر جانے سے فائدہ ہوگا۔ ایک اور عورت نے کہا کہ چونکہ وہ اب ناموں کے بورڈ پڑھ سکتی ہے اس لئے اسے اب بے وقوف نہیں بنایا جاسکتا۔
اس پریس پارٹی نے پونے سے تقریباً ۱۵ کلومیٹر دور پمپل نلاکھ گاؤں میں تعلیم بالغان کے ایک دیہی مرکز کا جائزہ بھی لیا، جہاں کے طلبہ فیکٹریوں کے مزدور یا کسان ہیں۔ یہاں بھی طالب علموں کی حوصلہ افزا شرکت کی وجہ سے ترقی کی رفتار بے حد حوصلہ مند ہے۔

مضمون نگار حضرات سے گذارش ہے کہ اپنے مضامین صاف، خوشخط اور کاغذ کے صرف ایک ہی طرف لکھ کر روانہ فرمائیں۔
(ادارہ)

بیکلؔ اتساہی

بلرام پور (یو۔پی)

وہ جو آیا میری تنہائی میں چنچل کی طرح
تھی تری یاد مہکتی ہوئی کونپل کی طرح

اپنے غم میں غمِ دنیا کا کوئی کیف نہ دے
مری صدیاں نہ گذر جائیں کہیں پل کی طرح

اس لئے میں نے جلایا ہے چراغوں میں لہو
آج کی رات اندھیرا نہ رہے کل کی طرح

تیرا وعدہ کہ سیاست کہ زمانے کا مزاج
کسی الھڑ کے سرکتے ہوئے آنچل کی طرح

چاٹ جائے نہ انھیں کوئی ہوا کا جھونکا
ابر پھیلے ہیں تری آنکھ کے کاجل کی طرح

اب کسی چھاؤں کی امید نہ احساسِ سکوں
جو کبھی ملتا ہے وہ سوکھے ہوئے پیپل کی طرح

کیا چھپا رکھا ہے اے حضرتِ ناصح کہئے
زیرِ داماں یہ چمکتی ہوئی بوتل کی طرح

اشک بکھریں تو تبسم کی اڑھا لو چادر
گنگناتے ہی رہو رنج میں بیکلؔ کی طرح

*

• مظفرؔ شاہجہانپوری

۵۶۔ ڈائمنڈ لاج
سیکنڈ پیرخاں اسٹریٹ، بمبئی ۸

کرم کی طرح کسی نے ستم بھی چھوڑ دیا
رہا سہا جو تعلق تھا وہ بھی توڑ دیا

جو تو نے چھوڑ دیا ہے مجھے تو دنیا نے
مرے جنوں سے ترا نام لے کے جوڑ دیا

بڑی ہے پرورشِ آرزو بڑی مہنگی
لہو کے آخری قطرے کو بھی نچوڑ دیا

جوابِ سنگ دلی یہ نہ تھا دلِ خود دار
کہ سنگِ در پہ خود اپنے ہی سر کو توڑ دیا

بلا سے دار پہ سر بھی تھا دست و پا بھی اسیر
کسی نے وقت کے شانے کو کیوں جھنجھوڑ دیا

نہ طے ہو فاصلہ اور سامنے رہے منزل
کچھ ایسی راہ پہ رہبر نے سب کو موڑ دیا

بس اک جھلک تھی مظفرؔ کہ جس نے ہر جانب
فضا کو جلوہ بہ جلوہ سجا کے چھوڑ دیا!

★ زاہد کمال

۹/ ۳۶۹ ، نانا پیٹھ، پونے نمبر ۴۱۱۰۰۲

بخیے ادھیڑتا رہا میں اپنی ذات کے
سینے سے رِس رہا ہے لہو کائنات کے

میں احتجاج کرتا رہا، وہ خفا رہا !
زنجیر ڈالنی پڑی پیروں میں رات کے

سچ سچ کہوں تو چہرہ اُتر جائے گا ترا
صدمے بہت سہے ہیں ترے التفات کے

ہیں تنگ دستیوں کے سبب پارسائیاں
ہم نے بھی کھٹکھٹائے ہیں در آدھی رات کے

جن پتھر دلوں نے جان لی اک بے گناہ کی!
پھینکے ہوئے ہیں اُنہیں کئی میرے ہاتھ کے

سیلِ ہوس میں بہہ گئیں دیواریں شہر کی!
میں بے اماں پڑا رہا پہلو میں رات کے

★

★ شافع قدوائی
خاتون منزل، حیدر مرزا روڈ، لکھنؤ

کون جانے کدھر گیا وہ شخص
شہرِ دل خالی کر گیا وہ شخص

★

جاڑے تو بے لباسی میں کاٹے
دھوپ نکلی ٹھٹھر گیا وہ شخص

★

رہتا ہے سارا ہی شہر اس میں
گھر جو تعمیر کر گیا وہ شخص

★

رستم وقت تھا وہی لیکن
سائے سے اپنے ڈر گیا وہ شخص

★

کالے سورج کے اُگتے ہی شافع
ریزہ ریزہ بکھر گیا وہ شخص

★

★ رامش مالیگانوی
مکان نمبر ۱۳۰۰، محمد زنگاری کی چال
اسلام پورہ - مالیگاؤں

کوئی ہوس میں کوئی اپنی ذات میں گم ہے
جو بچ گیا وہ غمِ کائنات میں گم ہے

سیاہ رات ہے صحرا ہے اور ر[illegible]
طلوعِ مہر ابھی حادثات میں گ[illegible]

وہ اپنے آپ کو پوجے گا دیکھنا اک د[illegible]
جو میں ہی میں رہا اپنی ذات میں گم [illegible]

فصیلِ شہر پہ آسیب کی ہے پر[illegible]
طلسم دن کا بھی خاموش رات م[illegible]

نہ چھیڑ ذکر نشیب و فراز کا رامش
ابھی زمانہ کسی اور بات میں گم ہے

★

... تابش
... 'ہما' سات بنگلہ، جے۔ پی روڈ
... ی (ویسٹ) بمبئی۔ ۵۸ ... ۴۰۰

... زرِ غالب

... ل کے لفظوں میں اشعار ہو گئے
... جیتے جاگتے کردار ہو گئے

... آئے حصۂ بازار ہو گئے
... جیب والے خریدار ہو گئے

... انقلاب سے دوچار ہو گئی
... اچھے لوگ دل آزار ہو گئے

... ں سے پوچھ رہے ہیں تمام لوگ
... چلتے پھرتے اغیار ہو گئے

... ات کا یہی تنہا وسیلہ تھا
... طرح شب میں نمودار ہو گئے

... مجھ رہے تھے سخن فہم ہم جنھیں
... کے غالباً وہ طرفدار ہو گئے!

• عتیق احمد عتیق
نیا پورہ۔ مالیگاؤں
ضلع ناشک (مہاراشٹر)

دشتِ سفر میں کام ہی کیا سازِ درخت کا!
سایہ بھی کہہ رہا ہے یہ مجھ سے درخت کا

ہم اُس کے ساتھ آئے ہیں سورج کے شہر میں
قوسِ قزح لباس ہے جس ماہ بخت کا!

تھا وہ تو میری شاخِ تخیّل کا اک پرند
جس پر تمھیں گماں تھا سلیماں کے تخت کا

سنّاٹے چیخ بن کے فضا میں بکھر گئے
چھیڑا جو میں نے سازِ دلِ لخت لخت کا

پرچھائیں تھی وہ میرے ہی جلتے وجود کی!
سمجھے تھے جس کو لوگ ہیولیٰ درخت کا

کچھ ڈس رہے ہیں مجھ کو مری خواہشوں کے ناگ
کچھ تو ڈسا ہوا ہوں میں اپنے ہی بخت کا

کانٹوں کی سولیوں پہ بھی کھینچا گیا عتیق
اعزاز ہم کو یوں بھی ملا تاج و تخت کا

• واحد محسن
معرفت بی پی ٹی اسپتال
وڈالا۔ بمبئی۔ ۳۷ ... ۴۰۰

جو ارادہ دل میں باندھا اُس کو پورا کر دیا
ہم جیالے لوگ ٹھہرے جیسا چاہا کر دیا

چاند کو دھرتی پہ لانے کی تمنا تھی مگر
ہم کو فکرِ زندگی نے بے ارادہ کر دیا

چھو نہ پائیں لوگ پھر بھی تیری عظمت کو فلک
بے سبب بونوں نے اپنے قد کو اونچا کر دیا

اس زمانے میں کوئی ہستی ہو کچھ قیمت نہیں
چڑھتے سورج کو بھی کچھ لوگوں نے چلتا کر دیا

اہلِ فن اہلِ نظر تھامے ہوئے ہیں اپنا دل
تو نے بھی کیا خوب اُن پر جادو ایسا کر دیا

دیکھ لیں گے جو بھی دکھلائے گا یہ چرخِ کہن
قوتِ ضبطِ نفس واحد نے ایسا کر دیا

خبریں - تصویروں میں

گورنر شری صادق علی، مشہور فلم اسٹار شری دلیپ کمار، کو شیریف آف بمبئی مقرر ہونے پر عہدہ کا حلف دلا رہے ہیں۔ یہ تقریب ۲۰ دسمبر ۱۹۷۹ء کو راج بھون، بمبئی میں منعقد ہوئی۔ بائیں سرے پر وزیر اعلیٰ شری شرد پوار دیکھے جا سکتے ہیں۔

شری بین راؤ ڈھکنے، وزیر مملکت برائے امور عامہ ۲۱ دسمبر کو کابینی درجے کے وزیر بنائے گئے۔ آپ گورنر شری صادق علی کے ساتھ عہدہ اور رازداری کا حلف اٹھا رہے ہیں۔ گورنر اور شری ڈھکنے کے درمیان شری شرد پوار، وزیر اعلیٰ، تشریف فرما ہیں۔

**

حال ہی میں شری ارجن راؤ کستورے، وزیر برائے سماجی بہبود کے ہاتھوں ڈیری ترقیات کے لئے ۳۰۰۰ روپے بطور قرض اکندی، ندوال اور کسکی تعلقوں کے پسماندہ طبقات، پسماندہ قبائل، نومیڈک اور ڈیمکت جاتی فرقوں سے تعلق رکھنے والے ۱۰۰ افراد کو تقسیم کئے گئے۔ اس سلسلے میں دینا بنک، بنک آف انڈیا اور بنک آف مہاراشٹر کی معرفت مہاتما پھلے بیک ورڈ کلاس ڈیولپمنٹ کارپوریشن (کولہاپور ڈویژن) لمیٹیڈ کی جانب سے ۳٫۵۰ لاکھ روپے کی مالی امداد بھی دی گئی۔

گورنر مہاراشٹر شری صادق علی ۶ دسمبر کو راج بھون میں مسلح افواج یوم پرچم مہم کے افتتاح کے بعد چندہ عطا کرتے ہوئے آپ کے ہمراہ کلکٹر بمبئی اور بمبئی عظمیٰ یوم پرچم کمیٹی کے صدر شری نندلال بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

شری پرشوتم کوشک، مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات بچوں کے بین الاقوامی فلم فیسٹیول کے سلسلہ میں ۷ دسمبر ۱۹۷۹ء کو ایروز سینما، بمبئی میں دیپ روشن کر کے فیسٹیول کا افتتاح کر رہے ہیں۔ تصویر میں مہاراشٹر کے وزیر تعلیم شری سدانند وردے اور شری وی شانتارام بھی نظر آ رہے ہیں۔

ضلع ستارا میں کرشنا آبپاشی پروجیکٹ کے تحت ۱۰ دسمبر کو دریائے وینا پر کنہیر کے مقام پر ایک بند کی تعمیر کی رسم افتتاح وزیر آبپاشی شری گوندراؤ آدِک کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ وزیر مملکت برائے آبپاشی شری پرتاپ راؤ بھوسلے نے تقریب کی صدارت کی۔
(بیٹھے ہوئے) چیف انجینئر شری ڈی ڈی دشمکھ اور سپرنٹنڈنگ انجینئر شری ایم. وائی آدک بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

ڈاکٹر اسحٰق جمخانہ والا، وزیر مملکت برائے ہاؤسنگ، محنت، اوقاف و پروٹوکول نے ناگوٹھنا (ضلع قلابہ) میں "اپٹا - روہا" سیکشن ۱۶ "ریلوے لائن بچھانے کے کام کا ۲ جنوری ۱۹۸۰ء کو ربن کاٹ کر افتتاح فرمایا۔ یہ کام ملک کی مشہور فرم "کوکن کنسٹرکشن" کے ذمہ دیا گیا ہے جو بڑے انہماک سے اسے مکمل کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہے۔

اسی موقع پر منعقدہ تقریب میں

(دائیں سے) ڈاکٹر اے۔ اے منشی، پرنسپل مہاراشٹر کالج، شری لیمائے، چیف انجینئر (سنٹرل ریلوے) ڈاکٹر اسحٰق جمخانہ والا، وزیر مملکت، شری گنیسن (چیف ایڈمنسٹریٹو آفیسر سنٹرل ریلوے) اور کوکن کنسٹرکشن کے روح رواں شری یوسف پٹلر بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

ڈائرکٹوریٹ جنرل برائے اطلاعات و رابطۂ عامہ، حکومت مہاراشٹر کے چیف ڈائرکٹر شری موہن پاٹل، ۱۹ دسمبر ۱۹۷۹ء کو منترالیہ میں ریاستی افسران برائے اطلاعات کی کانفرنس کے موقع پر شری آر۔ اے پاٹل، وزیر اطلاعات کا استقبال کرتے ہوئے گلدستہ پیش کر رہے ہیں۔

۲۵ر جنوری ۱۹۸۰ء

25/1/1980

وک سبھا الیکشن کی جھلکیاں

ومی راج

۲۵ رجنوری ۱۹۸۰ء ؛ شمارہ ۲

• ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ: دس روپے ؛ فی پرچہ: ۵۰ پیسے

: خواجہ عبدالغفور (آئی۔ اے۔ ایس)

ترتیب

صفحہ نمبر

ساتویں لوک سبھا انتخابات
مہاراشٹر میں پرامن رائے دہی

مہاراشٹر میں ملک کے بقیہ حصے کے ساتھ ساتویں لوک سبھا عام انتخابات میں رائے دہی، دو دور میں ہوئی۔ ریاست کے ۲۶ حلقہ جات میں ۳ رجنوری اور بقیہ بائیس حلقہ جات میں ۶ رجنوری کو ووٹ ڈالے گئے۔ ریاست کے اڑتالیس حلقوں میں ۵۱۴ امیدوار مقابلے میں تھے۔ ان حلقوں میں رائے دہی کے لیے ۳۴۸،۳۹ بوتھ قائم کیے گئے تھے۔ حلقہ کراڈ میں سب سے زیادہ تعداد میں یعنی ۱۹۹۹ اور کم ترین تعداد میں یعنی ۶۵۸ 'بوتھ' حلقہ سولاپور میں تھے۔ مہاراشٹر میں ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں 'بوتھ' کی تعداد ۶۸۸،۳۳ تھی اس طرح اس مرتبہ ۶۵۰،۵ بوتھ زیادہ تھے۔

ریاست کے تیرہ حلقوں میں خاتون ووٹروں کی تعداد مرد ووٹروں سے زیادہ تھی۔

انتخاب کی جھلکیاں

سرورق (۲) اوپر:- بارہ متی حلقہ میں ایک بوتھ پر قطار میں کھڑے ہوئے ووٹر درمیان: مالیگاؤں میں مسلم ووٹر، اور نیچے مالے دمالا گاؤں (ضلع ناشک) میں رائے دہی۔

سرورق (۳) اوپر بائیں: پونے میں واقع کوریگاؤں پارک میں ماں گود میں بچے کو سنبھالے ہوئے۔

اوپر دائیں: پیٹھن، (ضلع پربھنی) میں ایک معذور ووٹر۔

نیچے بائیں:- راجاپور حلقہ کے ہتولے مقام پر دو معمر بوڑھے ووٹر اور نیچے دائیں: ایک بوڑھا نابینا ووٹر اپنے عزیز کی مدد سے ووٹ ڈالتے ہوئے۔

اس مرتبہ رائے دہندگان کی تعداد ۷۳۶،۱۴،۳۵،۳ تھی۔ اس میں سے ۵۴۶،۶۴،۷۱،۱ مرد اور ۱۹۰،۵۰،۶۳،۱ عورتیں تھیں۔ ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں رائے دہندگان کی تعداد کے مقابلے میں اس مرتبہ ۱۷۷،۲۶،۴۷ رائے دہندگان زیادہ تھے۔

ریاست میں رائے دہی کا اوسط ۵۵ اور ۶۰ فیصد کے درمیان رہا۔

لوک سبھا میں ممبران حلقہ کی تعداد ۵۴۲ ہے۔ لیکن رائے شماری ۵۲۵ حلقوں میں ہوئی۔ ۱۹۷۷ء میں رائے دہندگان کی کل تعداد ۳۲،۲۱ کروڑ تھی اور جو اس مرتبہ تقریباً ۳۶ کروڑ تک پہنچ گئی۔

لوک سبھا کی ۵۲۵ نشستوں کے لیے انتخا میں ۴،۶۳۳ امیدواروں نے مقابلہ کیا۔

مہاراشٹر میں آخری نتیجہ اس طرح رہا۔

انڈین نیشنل کانگریس (آئی)	۳۹
جنتا	۸
انڈین نیشنل کانگریس (یو)	۱
کل میزان	۴۸

اسّی سالہ معمر نابینا ووٹر تکڑدبی شیخ قادر حویرطے ارینڈول حلقہ ضلع جلگاؤں میں اپنا ووٹ ڈالتے ہوئے دیکھی جاسکتی ہیں۔

قارئین کی رائے

مھدی پرتاپگڈھی

دفتر ایگزیکیٹو انجینئر اریگیشن ڈویژن ۔ پرتاپگڈھ (یو۔پی)

"راج بھاشا نمبر" باصرہ نواز ہوا۔ آپ کی ادارت میں 'قومی راج' نے ایسے عنوانات پر خاص نمبر نکالے جو اُردو کے روایتی جرائد کیلئے شجرِ ممنوعہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ کبھی سنتوں سے متعلق خاص نمبر، کبھی "سوراس نمبر" کبھی "جنگلی جانور نمبر" غرض کہ اُردو ادب کو آپ نے نئی جہت دکھائی نئی دنیاؤں کی سیر کرائی۔ خدا کرے آپ اور نئے نئے نمبر نکالتے رہیں۔

✱

• **مقبت اعظمی**

اینگلو اُردو ہائی اسکول' اقبال روڈ، دھولے ۔ ۴۲۴۰۰۱

'قومی راج' کا "راج بھاشا درشن خصوصی نمبر" جہاں لسانیات کے طالب علم کے لئے ایک گرانقدر دستاویز سے کم نہیں ہے وہیں لسانیات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے بھی اہمیت کا حامل ہے، بالفاظ دیگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

غزلوں میں مصوّر سبزواری کا مطلع ؏

جاتا موسم تھا گیا اس کی خبر کیوں آئے
نہیں اس گھر کا تو وہ لوٹ کے گھر کیوں آئے

طلحہ تابش کا یہ شعر ؎

کسے فرصت جو کبھی مجھ کو مِلا دے مجھ سے
غیر کی طرح میں اپنے کو تکا کرتا ہوں !

اور یہ شعر ؎

وسعتِ درد کا اندازہ نہ کیجئے مجھ سے !
غمِ دوراں کے سمندر کا میں ایک قطرہ ہوں

اور اسی طرح متین اچل پوری کی 'شامِ دیوالی' کا یہ شعر ؎

دیواریں ہیں گھروں کی یا ہیں قدِ آدم آئینے
عجب یہ زیب و زینت لاتے ہیں ایامِ دیوالی

اور آخری شعر ؎

کسی دہلیز سے نہ روٹھ کر اب لکشمی جائے
صبح ہر عید ہو اور ہر شام اپنی شامِ دیوالی

بھاشا کی مختصر تاریخ "کوزہ میں سمندر کے مترادف ہے اور "سیتا سوئمبر سے فارس تک" مراٹھی بھاشا (راج بھاشا) میں ڈرامہ نگاری کے مراحل کو بڑے دلکش انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

مجموعی طور پر لسانیات جیسے خشک موضوع پر شدید دلچسپی پیدا کرنے کا موجب ثابت ہوا۔ میری جانب سے اس اقدام پر مُبارکباد قبول فرمائیں

✱

• **احمد صدیقی** ۔ ۱۶۳، منہاج پور، الہ آباد۔ ۲۱۱۰۰۳

'قومی راج' برابر مل رہا ہے۔ یہ رسالہ اب حسین سے حسین تر ہو گیا ہے۔ خدا اسے نظرِ بد سے بچائے رکھے۔ اس کے معیار اور نکھار کے لئے اراکین ادارہ کو فرداً فرداً میری مُبارکباد پیش کر دیجئے۔

✱

• **مُطیع احمد** ۔ پنجاب نیشنل بنک' دیوریا (یو۔پی) ۲۷۴۰۰۱

عروسِ اُردو کے سنوارنے والوں کا تذکرہ جب کبھی مستقبل میں مورّخ کرنے بیٹھے گا تو ادارہ "قومی راج" کو امتیازی مقام دینے کے لئے مجبور ہوگا۔ قومی راج کا مطالعہ میرا حلقۂ احباب اور میں خود بہت دلچسپی سے کیا کرتا ہوں ۔ یہ سب کا پسندیدہ اور معیاری رسالہ ہے۔ اس کے ادبی، سماجی اور معلوماتی مضامین افادیت کے حامل ہوتے ہیں۔ حصۂ نظم کے انتخاب بھی حسین ہوتے ہیں ۔ ۲۵ر ستمبر ۱۹۷۹ء کے شمارہ میں علامہ محوی صدیقی (مرحوم) اور جناب احمد صدیقی کی کاوشات خاص طور پر پسند آئیں۔ خدا کرے 'قومی راج' کو اور بھی زیادہ عروج، بلندی اور شہرت عطا ہو۔

✱

• **رشید خاں جمعدار** ۔ صدر جنتا سوسائٹی ۔ ملکاپور

'قومی راج' پڑھنے کے بعد دل میں یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ اُردو زبان پھر سے شباب پر آرہی ہے اور آپ کا یہ پندرہ روزہ رسالہ جو ادبی و سماجی معلومات سے دلہن کی طرح سج کر آتا ہے واقعی اُردو ادب کے شباب کی نشاندہی کرتا ہے۔ خدا اسے اور ترقی عطا کرے۔

✱

• **اوج اعظمی** ۔ چریاکوٹ ۔ اعظم گڈھ ۔ (یو۔پی)

'قومی راج' برابر مل رہا ہے۔ ادبی مواد ہر شمارہ میں قابلِ قدر ہوتا ہے مشاہیر اہلِ قلم کی تخلیقات کی شمولیت رسالہ کے بلند معیار ہونے کی ضمانت ہے۔ خدا کرے آپ حضرات بخیر رہیں اور اُردو ادب و صحافت یوں ہی ترقی پذیر رہے ۔ (آمین)

الیکشن نتائج — مرکز میں کانگریس (آئی) برسرِ اقتدار

۱۹۸۰ء کے عام انتخابات میں ۳/ اور ۶/ جنوری کے دنوں میں ۲۲ ریاستوں اور ۹/ مرکزی علاقوں نے حصہ لیا۔ کل ۵۴۲ اعلان کردہ نشستوں میں سے ۱۷ حلقوں یعنی آسام میں ۱۲ ہماچل پردیش، جموں کشمیر میگھالیہ، اڑیسہ، اور مغربی بنگال میں ایک ایک نشست پر مختلف وجوہات مثلاً آسام میں مظاہرہ، انتخابات میں حصہ لینے والے امیدوار کی موت یا خراب موسم کی بناء پر انتخابات نہیں ہو سکے۔

شریمتی اندرا گاندھی

۵۲۵ نشستوں کے لئے ۴۶۰۰ سے زائد امیدواروں نے انتخابات میں حصہ لیا۔ سب سے زیادہ امیدواروں کی تعداد ۱۰۰۴ اتر پردیش میں تھی جہاں پر کل نشستیں ۸۵ ہیں اس کے علاوہ بہار میں ۵۹۴، مہاراشٹر میں ۴۱۵ اور مدھیہ پردیش میں ۳۵[illegible] امیدوار کھڑے ہوئے۔ میزورم اور ناگالینڈ میں صرف دو امیدواروں نے ایک ایک نشست کے لئے انتخابات میں حصہ لیا۔

بہ لحاظ پارٹی امیدواروں کی تعداد اس طرح تھی۔ جنتا ۴۲۰، جنتا (ایس) ۲۹۲، کانگریس (یو) ۲۱۰، کانگریس (آئی) ۴۸۶، سی پی آئی ۵۰، سی پی آئی (ایم) ۶۰، ریاستی پارٹیاں ۱۰۶، رجسٹرڈ اور غیر رجسٹرڈ پارٹیاں اور ادارے ۲۷۳، آزاد ۲۷۳۶۔

[illegible] راج

کچھ حلقوں میں ووٹوں کی گنتی ۶ رجنوری کو اور باقی ماندہ حلقوں میں ۷ رجنوری کو شروع کی گئی۔ جن حلقوں میں ۶ رجنوری کو ووٹوں کی گنتی شروع ہوئی وہاں کے نتائج کا اعلان شام کے ۸ بجے کے بعد ہی کیا جاسکا، یعنی باقی ماندہ حلقوں میں انتخابات کے دوسرے مرحلہ کے خاتمہ کے بعد۔

نتائج میں پارٹی پوزیشن اس طرح تھی۔ کانگریس آئی ۳۵۱ جنتا (ایس) - ۴۱، سی پی آئی (ایم) - ۳۵، جنتا - ۳۱، کانگریس (یو) - ۱۳، سی پی آئی - ۱۱، ریاستی پارٹیاں، رجسٹرڈ اور غیر رجسٹرڈ پارٹیاں اور ادارے - ۱۰، آزاد - ۳

چیف الیکشن کمشنر، شری ایس۔ ایل شکدھر نے ۱۰ رجنوری کو صدر شری سنجیوا ریڈی سے ملاقات کی اور انھیں نئے منتخب کئے گئے اراکین کی فہرست اور ساتویں لوک سبھا کی تشکیل کا اعلان نامہ پیش کیا اسی دن کانگریس (آئی) کی پارلیمانی پارٹی نے پارلیمنٹ کے سنٹرل ہال میں منعقدہ اپنے اجلاس میں شریمتی اندرا گاندھی کو اتفاق رائے سے پنا لیڈر چنا۔ صدر شری سنجیوا ریڈی نے شریمتی اندرا گاندھی کو حکومت بنانے کی دعوت دی۔

۱۴ رجنوری بروز پیر صبح ۱۱ بجے سے کچھ وقت پہلے شریمتی اندرا گاندھی نے راشٹرپتی بھون کے اشوکا ہال میں منعقدہ ایک تقریب میں صدر شری سنجیوا ریڈی کے روبرو وزیراعظم کے عہدہ کا حلف اٹھایا۔ ۳۳ مہینوں اور ۲۳ دنوں کے وقفہ کے بعد آپ دوبارہ اپنے عہدہ پر واپس لوٹی ہیں۔

شریمتی اندرا گاندھی کے ۱۴ کابینی رفقاء اور سات وزراء مملکت نے بھی اپنے اپنے عہدوں اور رازداری کا حلف اٹھایا۔

تقریب میں نائب صدر شری ایم۔ ہدایت اللہ اور ان کی اہلیہ شری شیخ عبداللہ، وزیراعلیٰ جموں وکشمیر اور دیگر پارلیمانی اراکین نے شرکت کی۔

۲۲ رکنی نئی مرکزی کابینہ

کابینی وزراء

نام	محکمہ
شریمتی اندرا گاندھی	وزیر اعظم
شری راؤ بریندر سنگھ	زراعت
شری بی. شنکر آنند	تعلیم
شری اے۔ بی۔ اے۔ عبدالغنی خاں چودھری ...	انرجی و آبپاشی
شری پی. وی نرسمہا راؤ	امور خارجہ
شری آر۔ وینکٹ رامن	مالیات
شری وسنت پی. ساٹھے	اطلاعات و نشریات
شری گیانی ذیل سنگھ	امور داخلہ
شری شیو شنکر	قانون، انصاف و کمپنی امور
شری کملاپتی ترپاٹھی	ریلویز
شری اے. پی. شرما	جہاز رانی و ٹرانسپورٹ
شری جے. بی پٹنائک	سیاحت اور شہری ہوا بازی
شری پی. سی. سیٹھی	ورکس اور ہاؤسنگ
شری بھشم نارائن سنگھ	پارلیمانی امور
شری پرناب کمار مکرجی.. ...	تجارت

وزرائے مملکت

نام	محکمہ
شری آر۔ وی. سوامی ناتھن	زراعت
شری جگن ناتھ پہاڑیہ	مالیات
شری بہار رنجن لاسکر	صحت
شری پی. وینکٹ سوبیا	داخلہ
شری یوگیندر مکوانا	داخلہ
شری سی. کے. جعفر شریف	ریلویز
شری کارتک اوراون	سیاحت و شہری ہوا بازی

ی پی ساٹھے نئے مرکزی وزیر برائے اطلاعات ونشریات

ی وسنت پی ساٹھے نئے مرکزی وزیر برائے اطلاعات ونشریات
سبھا انتخابات میں مہاراشٹر کے وَردھا حلقے سے کامیاب
ری ساٹھے ناگپور یونیورسٹی سے قانون کے گریجویٹ ہیں۔
پ مدھیہ پردیش ٹیکسٹائل ورکرس فیڈریشن (۶۰-۱۹۵۶ء)
سٹائل فیڈریشن (۶۵-۱۹۶۰ء) کے صدر نیز وردھ پردکٹ کمیٹی
کے رکن رہے ہیں۔
پ نے وسیع پیمانے پر دورے کیے۔ ۱۹۶۱ء میں آپ نے
کنٹی ڈیپی کونسل اسٹڈی ٹیم کے رکن کی حیثیت سے روس اور
یہ کا دورہ بھی کیا۔
ادیں اقوام متحدہ جنرل اسمبلی اجلاس میں آپ نے ہندوستانی
نیز مشیر کی حیثیت سے شرکت کی۔
ام متحدہ میں کمیٹی برائے انسانی حقوق اور ۱۹۷۲ء میں ماسکو
من اجلاس میں آپ نے ہندوستان کی نمائندگی کی تھی۔ نیز
بین الپارلیمانی وفد کے رکن کی حیثیت سے ٹوکیو کا دورہ کیا۔
پی ساٹھے نے ۱۹۴۲ء میں "ہندوستان چھوڑ دو تحریک" کے

زمانے میں سیاسی سرگرمیاں شروع کیں۔ آپ اس وقت سوشلسٹ پارٹی سے منسلک تھے۔ ۱۹۶۴ء سے کانگریس میں شمولیت اختیار کی۔ آپ کل ہند کانگریس (آئی) کمیٹی کے رکن اور ورکنگ کمیٹی کے رکن خاص ہیں۔

سب سے پہلے ۱۹۷۲ء میں آپ اکولہ سے لوک سبھا کے لیے منتخب ہوئے اور ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں بھی اپنی نشست برقرار رکھی۔ اب آپ وَردھا سے دوبارہ منتخب ہوئے ہیں۔ آپ خصوصی طور پر صنعتوں اور مزدوروں کے مسائل سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ آپ ایک اچھے مصنف بھی ہیں۔ سیاست اور معیشت پر آپ کے مضامین اخباروں میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

پولنگ دو دور میں

مہاراشٹر میں پولنگ کے دو دور ہوئے۔ ۳ جنوری کو جن حلقوں میں پولنگ ہوئی وہ یہ ہیں: راجاپور (۱)، بمبئی جنوبی (۴)، بمبئی جنوب وسطی (۵)، بمبئی شمال وسطی (۶)، بمبئی شمال مشرق (۷)، بمبئی شمال مغربی (۸)، بمبئی شمالی (۹)، تھانے (۱۰)، مالیگاؤں (ایس ٹی) (۱۳)، نندربار (ایس ٹی) (۱۵)، اریندول (۱۶)، بلڈانہ (ایس ٹی) (۱۸)، واشم (۲۰)، ناگپور (۲۳)، بھنڈارہ (۲۴)، چندرپور (۲۶)، ناندیڑ (۳۰)، جالنہ (۳۲)، لاتور (۳۵)، سولاپور (۳۷)، احمد نگر (۳۹)، کھیڈ (۴۱)، پونے (۴۲)، ستارہ (۴۴)، سانگلی (۴۶) اور کولھاپور (۴۸)۔

جن حلقوں میں ۶ جنوری کو پولنگ ہوئی، ان کے نام یہ ہیں:۔ رتناگیری (۲)، قلابہ (۳)، دھانو (ایس ٹی) (۱۱)، ناشک (۱۲)، دھولے (ایس ٹی) (۱۴)، جلگاؤں (۱۷)، اکولہ (۱۹)، امراوتی (۲۱)، رام ٹیک (۲۲)، چیمور (۲۵)، وردھا (۲۷)، ایوت محل (۲۸)، ہنگولی (۲۹)، اورنگ آباد (۳۳)، بیڑ (۳۴)، عثمان آباد (ایس سی) (۳۶)، پنڈھرپور (ایس سی) (۳۸)، کوپرگاؤں (۴۰)، بارہ متی (۴۳)، کراڈ (۴۵) اور اچل کرنجی (۴۷)۔
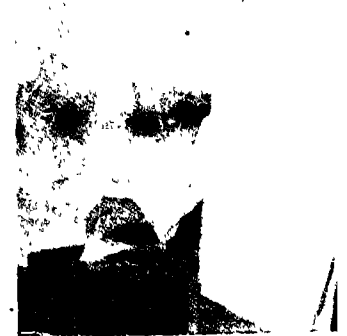
مہاراشٹر میں ساتویں لوک سبھا انتخاب
رائے دہندگان کی کل تعداد میں ۱۹۷۷ء
بابات کے مقابلے میں ۴٫۲۶٫۱۷۷ رائے
ن کا اضافہ ہوا۔ ان اضافی ووٹروں میں سے
صی بڑی تعداد میں ہیں۔ اوپر کی تصویر میں
یسا ہی نوجوان جسے ووٹ کا حق ملا ہے
ڈال رہا ہے۔

پُرامن انتخابات

ریاستی حکومت نے مہاراشٹر میں ۳ اور ۶ جنوری ۱۹۸۰ء کو ۷، دیں لوک سبھا کے لئے ۴۸ حلقوں میں منعقد ہونے والے انتخابات کے لئے وسیع انتظامات کئے تھے۔ پورے انتخابات میں کوئی ناخوشگوار واقع پیش نہیں آیا، البتہ کچھ حلقوں کی فہرست رائے دہندگان میں ووٹروں کے نام نہ پائے جانے کے بارے میں کچھ شکایتیں ملیں۔

اسٹیٹ ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز اور اسٹیٹ چیف الیکٹورل آفیسر نے ۶ اور ۷ جنوری کو جبکہ ووٹوں کی گنتی ہوئی تھی پریس کو نتائج سے لگاتار باخبر کرنے کے لئے انتظامات کئے تھے۔

ناگپور اور رام ٹیک پارلیمانی حلقوں کے ووٹوں کی گنتی ۷ جنوری ۱۹۸۰ء کو ناگپور میں کلکٹر کے دفتر میں صبح ۸ بجے شروع ہوئی۔ زیر نظر تصویر میں (دیکھیے) گنتی کے لیے بیلٹ بکس خالی کیے جا رہے ہیں۔ بازو کی تصویر میں کلکٹر شری پی پی گوڈشالوار کی موجودگی میں پوسٹل ووٹ گنے جا رہے ہیں۔

مہاراشٹر کے نئے پارلیمانی ممبران

حلقہ نمبر	نام	پارٹی
راجاپور	پروفیسر مدھو دنڈوتے	(جنتا)
رتناگیری	شری باپو صاحب پرولیکر	(جنتا)
قلابہ	شری اے. ٹی پاٹل	(کانگریس آئی)
بمبئی جنوبی	شری رتن سنہہ گوکل داس راجدا	(جنتا)
بمبئی جنوب وسطی	شری آر. آر بھولے	(کانگریس آئی)
بمبئی شمالی وسطی	شریمتی پرمیلا مدھو دنڈوتے	(جنتا)
بمبئی شمالی مشرقی	ڈاکٹر سبرامنیم سوامی	(جنتا)
بمبئی شمالی مغربی	شری رام جیٹھ ملانی	(جنتا)
بمبئی شمالی	شری رویندر ورما	(جنتا)
تھانے	شری رام چندر کاشی ناتھ مہالگی	(جنتا)
دھانو (ایس ٹی)	شری دامو بارکو شنگاڑا	(کانگریس آئی)
ناسک	شری پرتاپ دیو رام واگھ	(کانگریس آئی)
مالیگاؤں (ایس ٹی)	شری زمبارو مانگالو کہانڈولے	(کانگریس آئی)
دھولے (ایس ٹی)	شری ریشما موتی رام بھوئے	(کانگریس آئی)
نندوربار (ایس ٹی)	شری سروپ سنگھ ہیریا نائک	(کانگریس آئی)
ایرانڈول	شری ونے کمار نول پاٹل	(کانگریس آئی)
جلگاؤں	شری یادو شیو رام مہاجن	(کانگریس آئی)
بلڈانہ (ایس سی)	شری بالکرشن رام چندر واسنک	(کانگریس آئی)
آکولہ	شری مدھوسودن آتما رام ویرالے	(کانگریس آئی)
واشیم	شری غلام نبی آزاد	(کانگریس آئی)
امراؤتی	شریمتی اوشا پرکاش چودھری	(کانگریس آئی)
رام ٹیک	شری جتی رام چیت رام بروے	(کانگریس آئی)
ناگپور	شری جیونت باپو راؤ دھوتے	(کانگریس آئی)
بھنڈارہ	شری کیشو راؤ جی آتما رام جی پردھی	(کانگریس آئی)
چمور	شری ولاس بابو راؤ مٹیمور	(کانگریس آئی)
چندرپور	شری شانتا رام پوٹ دھکے	(کانگریس آئی)
وردھا	شری وسنت راؤ ساٹھے	(کانگریس آئی)
ایوت محل	شری اُتم راؤ دیو راؤ پاٹل	(کانگریس آئی)
ہنگولی	شری اُتم راؤ بالی رامجی راٹھوڑ	(کانگریس آئی)

۲	ناندیڑ	شری شنکر راؤ بھاؤ راؤ چوان	(کانگریس آئی)
۳	پربھنی	شری رام راؤ نرائن راؤ یادو	(کانگریس آئی)
۳۱	جالنہ	شری بالاصاحب پوار	(کانگریس آئی)
۳۱	اورنگ آباد	شری سلیم قاضی	(کانگریس آئی)
۳۴	بیڑ	شریمتی کیسر بائی سوناجی راؤ عرف کاکو کشیر ساگر ...	(کانگریس آئی)
۳۵	لاتور	شری شیوراج وشوا ناتھ پاٹل	(کانگریس آئی)
۳۶	عثمان آباد (ایس سی)	شری ترمبک راؤ ماروت راؤ ساونت ...	(کانگریس آئی)
۳۷	سولاپور	شری گنگا دھر سید رام اپا کوچن	(کانگریس آئی)
۳۸	پنڈھر پور (ایس سی)	شری سندیپن بھگوان تھورات	(کانگریس آئی)
۳۹	احمد نگر	شری چندر بھان بالاجی اتھارے	(کانگریس آئی)
۴۰	کوپر گاؤں	شری ایکناتھ راؤ وٹھل راؤ وکھے	(کانگریس آئی)
۴۱	کھیڑ	شری رام کرشنا سداشیو مورے	(کانگریس آئی)
۴۲	پونے	شری وٹھل نرہر گاڈگل	(کانگریس آئی)
۴۳	بارامتی	شری شنکر راؤ باجی راؤ پاٹل	(کانگریس آئی)
۴۴	ستارا	شری یشونت راؤ بلونت راؤ چوان	(کانگریس یو)
۴۵	کراڈ	شری یشونت راؤ جیجابا موہیتے	(کانگریس آئی)
۴۶	سانگلی	شری وسنت راؤ باندوجی پاٹل	(کانگریس آئی)
۴۷	اچل کرنجی	شری راجہ رام عرف بالاصاحب شنکر راؤ مانے ..	(کانگریس آئی)
۴۸	کولہاپور	شری اودے سنگھ راؤ ناناصاحب گائیکواڑ ...	(کانگریس آئی)

مہاراشٹر کے جملہ نتائج

کُل نشستیں: ۴۸ — ڈالے گئے ووٹ: ۱۸،۸۶۸،۸۱۹

رائے دہندگان: ۳۳،۵۱۴،۷۳۶ — رد ووٹ: ۵۲۲،۸۰۵

نام پارٹی	نشستوں کے لئے مقابلہ	نشستیں جیتیں	ڈالے گئے ووٹ	کُل جائز ووٹوں کا فیصد
کانگریس (آئی)	۴۸	۳۹	۹،۷۷۷،۲۲۰	۵۳٫۳۰
جنتا	۳۱	۸	۳،۷۷۵،۸۶۰	۲۰٫۵۰
جنتا (ایس)	۱۷	۰	۱۹۳،۵۳۹	۱٫۰۵
کانگریس (یو)	۲۴	۱	۲،۱۲۸،۸۸۳	۱۱٫۶۰
سی پی آئی	۲	۰	۹۱،۸۴۴	۰٫۵۰
سی پی آئی (ایم)	۴	۰	۲۵۱،۵۸۰	۱٫۳۷
آر پی آئی (گمنام گروپ)	۲۸	۰	۵۳۵،۶۱۰	۲٫۹۲
پی ڈبلیو پی	۵	۰	۴۷۰،۵۶۷	۲٫۵۷
شیوسینا	۲	۰	۱۲۹،۳۵۱	۰٫۷۱
دیگر اور آزاد	۲۵۴	۰	۹۹۰،۷۶۰	۵٫۴۰

کُل ۲۵۴ آزاد اُمیدواروں نے جن میں پارٹی کے باغی اُمیدوار نیز فارورڈ بلاک اور ہندو مہاسبھا سے تعلق رکھنے والے اُمیدوار بھی شامل ہیں، انتخابات میں حصہ

لوک سبھا میں دیگر ریاستوں کی پارٹی پوزیشن

مندرجہ ذیل گوشوارہ میں ریاست وار مختلف پارٹیوں کے اُمیدواروں کی تعداد تفصیل سے بتائی گئی ہے

ریاستوں کے نام اور ممبران کی تعداد	کانگریس (آئی)	جنتا	جنتا (ایس)	کانگریس (یو)	سی پی آئی	سی پی آئی (ایم)	دیگر	آزاد	کُل تعداد
آندھرا پردیش (۴۲) ...	۴۱	—	—	۱	—	—	—	—	۴۲
آسام (۱۴) ...	۲	—	—	—	—	—	—	—	۲
بہار (۵۴) ...	۳۰	۸	۵	۴	۴	—	۳	—	۵۴
گجرات (۲۶) ...	۲۵	۱	—	—	—	—	—	—	۲۶
ہریانہ (۱۰) ...	۵	۱	۴	—	—	—	—	—	۱۰
ہماچل پردیش (۴) ...	۳	—	—	—	—	—	—	—	۳
جموں و کشمیر (۶) ...	۱	—	—	۱	—	—	۳	—	۵
کرناٹک (۲۸) ...	۲۷	۱	—	—	—	—	—	—	۲۸
کیرالا (۲۰) ...	۵	—	—	۳	۲	۶	۴	—	۲۰
مدھیہ پردیش (۴۰) ...	۳۵	۴	—	—	—	—	—	۱	۴۰
مہاراشٹر (۴۸) ...	۳۹	۸	—	۱	—	—	—	—	۴۸
منی پور (۲) ...	۱	—	—	—	۱	—	—	—	۲
میگھالیہ (۲) ...	۱	—	—	—	—	—	—	—	۱
ناگالینڈ (۱) ...	—	—	—	—	—	—	۱	—	۱
اوڑیسہ (۲۱) ...	۱۹	—	۱	—	—	—	—	—	۲۰
پنجاب (۱۳) ...	۱۲	—	—	—	—	—	۱	—	۱۳
راجستھان (۲۵) ...	۱۸	۴	۲	۱	—	—	—	—	۲۵
سکم (۱) ...	—	—	—	—	—	—	۱	—	۱
تامل ناڈو (۳۹) ...	۲۰	—	—	—	—	—	۱۹	—	۳۹
تریپورہ (۲)	—	—	—	—	—	۲	—	—	۲
اُتر پردیش (۸۵) ...	۵۱	۳	۲۹	—	۱	—	—	۱	۸۵
ویسٹ بنگال (۴۲) ...	۴	—	—	—	۳	۲۷	۷	—	۴۱
انڈمان و نکوبار (۱) ...	۱	—	—	—	—	—	—	—	۱
اَروناچل پردیش (۲) ...	۲	—	—	—	—	—	—	—	۲
چنڈی گڑھ (۱) ...	۱	—	—	—	—	—	—	—	۱
دادرا، نگر حویلی (۱) ...	۱	—	—	—	—	—	—	—	۱
دہلی (۷) ...	۶	۱	—	—	—	—	—	—	۷
گوا، دمن دیو (۲) ...	—	—	—	۱	—	—	۱	—	۲
لکشادویپ (۱) ...	—	—	—	۱	—	—	—	—	۱
میزورم (۱) ...	—	—	—	—	—	—	—	۱	۱
پانڈی چری (۱) ...	۱	—	—	—	—	—	—	—	۱
کُل (۵۴۲) ...	۳۵۱	۳۱	۴۱	۱۳	۱۱	۳۵	۴۰	۳	۵۲۵

نوٹ: ۱۷ پارلیمانی حلقوں میں انتخابات بعد میں ہوں گے۔

مولانا محمد علی جوہرؒ

احمد صدیقی بی اے
۱۲۳۔ منہاج پور،
الہ آباد۔ (یو۔پی)

رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہرؒ سرزمین ہند کی مسلم قوم کی اس دیو زاد نسل کے ایک اہم فرد تھے جو بیسویں صدی کے آغاز میں مادرِ وطن کے سیاسی اور مذہبی اُفق پر نمودار ہوئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اس وقت کے سیاسی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ہر مذہب کے رہنماؤں کو میدانِ عمل میں برسرِ پیکار ہونا پڑا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب تحریکِ حرّیت اپنے عروج اور شباب پر تھی۔ مذہب کی بُنیاد پر سیاست کا قالب تیار کرنے کی ایسی تحریک نمودار ہوئی تھی جس نے ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں میں جوش و خروش کا بحرِ بیکراں پیدا کر دیا تھا۔

آج ہم اُن کی یاد، جب کہ ان کو سفرِ آخرت اختیار کئے ہوئے نصف صدی کا زمانہ گذر گیا ہے، ایک عظیم مجاہدِ آزادی کی حیثیت سے منا رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ مولانا جوہر کی شخصیت جامع صفات تھی۔ وہ بہ یک وقت ایک عظیم محبِ وطن اور مردِ مجاہد ہونے کے ساتھ ساتھ انسان دوست، قائد، مدبّر، ایک بلند پایہ خطیب، شعلہ بیاں مقرر، صفِ اوّل کے صحافی اور شاعر تھے۔ ان کی وفات پر انگریزی کے نامور ادیب و مورّخ ایچ۔ جی۔ ویلز نے انھیں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ

”مولانا محمد علی جوہر نیپولین کا دل، برک کی زبان اور میکالے کا قلم رکھتے تھے۔“

محمد علی جوہر کی ولادت دسمبر ۱۸۷۸ء کو نجیب آباد ضلع بجنور (یو۔پی) میں ہوئی تھی۔ آپ کی تربیت مراد آباد، رامپور اور بریلی میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم بریلی میں مکمل کر کے وہ اعلیٰ تعلیم کے لئے علی گڑھ تشریف لے گئے جہاں ان کے بڑے بھائی مولانا شوکت علی بھی مسلم یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم تھے۔ مولانا شوکت علی یونیورسٹی کی کرکٹ ٹیم کے کپتان ہونے کی وجہ سے خاصی شہرت رکھتے تھے۔

مولانا محمد علی جوہر کے سب سے بڑے بھائی ذوالفقار علی تھے۔ وہ بھی شاعری کا ذوق رکھتے تھے اور گوہر تخلص فرماتے تھے۔ دوسرے بھائی مولانا شوکت علی حالانکہ ایک عظیم قومی رہنما ہونے کے ساتھ ساتھ تحریر اور تقریر دونوں میں بھی اپنا انفرادی مقام رکھتے تھے لیکن الگ سے کوئی تخلص نہیں فرماتے تھے۔ مولانا محمد علی جوہر تینوں بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے، اور آپ کا تخلص جوہر تھا۔

مولانا محمد علی جوہر اوائلِ عمری ہی سے بہت بیباک اور صاف گو واقع ہوئے تھے۔ ان کی طالب علمی کے زمانے میں ہندوستان کے مشہور و معروف عظیم رہنما گوکھلے کی موت پر دہلی کے ٹاؤن ہال میں جلسۂ تعزیت منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں پنڈت مدن موہن مالویہ اور سر سُریندر ناتھ بنرجی نے اپنی تقریر کے دوران فرمایا۔ ”مسٹر گوکھلے نے ۲۱ سال کی عمر میں بی اے پاس کیا اور یونیورسٹی میں اول آئے۔“

مولانا جوہر بھی اس جلسہ میں موجود تھے۔ آپ نے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ ”مسٹر گوکھلے علم و قابلیت کا مجسمہ تھے۔ ان کے لئے یہ امر باعثِ فخر نہیں ہے۔ آپ کا یہ نیازمند مسٹر گوکھلے سے کوئی نسبت نہیں رکھتا لیکن بیس سال کی عمر میں بی۔ اے پاس کر کے یونیورسٹی میں اوّل آ چکا ہے۔“ حاضرینِ جلسہ آپ کا منہ تاکتے رہ گئے۔ اتنے بڑے مجمع میں اتنی بیباکی کے ساتھ تقریر کرنا کوئی کھیل نہیں تھا۔ یہ آپ کی ہمت، صاف گوئی اور حاضر جوابی تھی کہ جس نے تمام عمر آپ کو اس وقت کی بڑی سے بڑی شخصیت کے سامنے جھکنے نہ دیا۔

مولانا کی طبیعت اور مزاج میں حاضر جوابی اور ظرافت کوٹ کوٹ

ری ہوئی تھی۔ ایک دن ان کے حلقۂ احباب میں سے کسی دوست نے ان سے پوچھا کہ "آپ کے بڑے بھائی کا تخلص گوہر ہے اور آپ جوہر تخلص یاتے ہیں لیکن منجھلے بھائی کا کوئی تخلص نہیں ہے۔ کیا آپ ان کے لئے ئی مناسب تخلص تجویز کر سکتے ہیں؟"۔ "ہاں، ان کا تخلص شوہر ہو سکتا ہے" لانا محمد علی جوہر نے فوراً جواب دیا۔

اپنی ظریفانہ طبیعت کے تحت کبھی کبھی وہ اپنے دوستوں کے نام کا ترجمہ دسری زبان میں بہت مزاحیہ انداز میں کیا کرتے تھے جس سے ان کی اعلیٰ ذہانت اپتہ چلتا ہے۔ ان کے ایک دوست کا نام چندر ہنس تھا اور انھوں نے ان ے نام کا فارسی ترجمہ "مہ بط" (مہ، بمعنی چاند اور 'بط' بمعنی بطخ) کر یا تھا۔ جوہر صاحب اپنے اس دوست کو 'مہ بط' (چاند کی بطخ) کہہ کر پکارا رتے تھے۔

یونیورسٹی میں اپنی تعلیم مکمل کر لینے کے بعد محمد علی صاحب کو ان کے بڑے ھائی مولانا شوکت علی نے "آئی۔ سی۔ ایس" کی تربیت کے لئے انگلینڈ بھیجا [illegible] لیکن یہ ان کی انتہائی خوش قسمتی تھی کہ اپنی اس کوشش میں ہ کامیاب نہیں ہوئے اور اس طرح سے ماتحتی اور غلامی کا برطانوی طوق ن کے گلے میں نہ پڑ سکا۔ اور انھیں اپنے عزیز مادرِ وطن کے سیاسی اُفق پر ک تابندہ ستارہ ہو کر درخشاں ہونے کا موقع فراہم ہو گیا۔ آزادی کی جدو ہد میں ہندوستان کے اس مایہ ناز فرزند کے ایثار اور خدمات کے بغیر ندوستان کی جدوجہدِ آزادی میں مسلمانانِ ہند کی تاریخ شاید ادھوری ر نامکمل رہ جاتی۔

مولانا محمد علی نے انگلینڈ کی واپسی کے بعد اپنی عملی زندگی ایک اُستاد کے طور شروع کی۔ یہ حسنِ اتفاق تھا کہ دنیا کی بہت سی عظیم ہستیوں نے بھی درس و تدریس سے اپنی زندگی کا آغاز کیا۔ وہ ریاست رامپور کے سررشتۂ تعلیم مقرر ہوئے۔ لیکن مولانا جیسی شخصیت، جن کا خمیر قدرت نے کچھ اور ہی کارہائے نمایاں کے لئے تیار کیا تھا، زیادہ دن تک اس عہدہ پر نہیں رہ سکے۔ بہت جلد انھوں نے ہندوستان کی سیاست میں سرگرم حصہ لینا شروع کر دیا ور اس کے لئے اُس وقت کے برٹش فرمانرواؤں نے ان کی اس حبِ وطنی و مجاہدِ آزادی کی پاداش میں انھیں متعدد بار قید کر کے جیل بھیج دیا۔

وہ ایک آتش نوا مقرر اور اُردو اور انگریزی زبانوں کے منفرد انشاپرداز تھے۔ ان کی انگریزی کی اعلیٰ قابلیت کے قائل اُس وقت کے یوروپ کے بڑے بڑے پروفیسر حضرات بھی تھے۔ وہ زبردست قوتِ یادداشت کے مالک تھے بلند پایہ اہلِ قلم کے لئے از بسکہ ضروری ہے۔

مولانا محمد علی جوہر نے صحافت کے میدان میں بھی لافانی نقوش چھوڑے ہیں۔ انھوں نے اس وقت کے انگریزی اخبار "کامریڈ" اور اُردو کے اخبار "ہمدرد" کی ادارت اور اشاعت فرمائی، جو اپنے وقت کے مقبول عام اور منفرد انداز کے اخبار تھے۔ اپنی طرزِ تحریر اور اندازِ بیان کی وجہ سے "کامریڈ" اخبار کا اس وقت دور دراز تک ڈنکا بج رہا تھا، یہاں تک کہ اس وقت کے وائسرائے اور ان کی اہلیہ بھی اس کا مطالعہ ذوق و شوق سے کیا کرتے تھے طنز و مزاح کے پہلوؤں کے علاوہ "کامریڈ" میں اس وقت مادرِ وطن ہندوستان کو درپیش مسائل کا تجزیہ بھی پیش کیا جاتا تھا اور انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہونے کے لئے نعرۂ آزادی بلند کرنے میں بھی یہ اخبار پیش پیش تھا۔

بالکل یہی صورتِ حال اُردو زبان کے اخبار "ہمدرد" کی بھی تھی لیکن اخبار کی صحافت اس زمانہ میں منفعت بخش کام نہیں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کے لئے مولانا جوہر کو بہت مالی نقصان اُٹھانا پڑا۔ اور اپنی صحافت کا سلسلہ قائم رکھنے کے لئے انھیں قرضدار بھی ہونا پڑا۔ ان سب کا مقصد یہ تھا کہ وہ آزادی کی تحریک کو آگے بڑھانے کے لئے جی جان سے لگے ہوئے تھے۔ ہندوستانیوں کی آواز اور حصولِ آزادی کے سلسلہ میں ان کے جذبات کی آئینہ داری کے جرم میں سنسرشپ نے ان دونوں مقبول عام اور مفید اخباروں کا گلا گھونٹ دیا۔

دراصل یہ مولانا محمد علی جوہر کی ذات گرامی تھی جس کے زیر اثر ہندوستان کے مسلمانوں نے ملک کی سیاست اور حصول آزادی کے لئے عملی طور پر اپنے ہندو بھائیوں کے شانہ بشانہ قدم ملا کر آگے بڑھنے کی بات سوچی اور اس طرح سے وہ طوقِ غلامی سے مادرِ وطن کو آزاد کرانے کے لئے تن من دھن نثار کرنے کے لئے تیار ہوئے۔ جس طرح سر سید احمد خاں نے انگریزی تعلیم و تربیت سے اس وقت کے ہندوستانی مسلمانوں کو روشناس کرایا تھا اسی طرح اور اسی انداز میں مولانا جوہر نے بھی ہندوستان کی سرگرم سیاست میں حصہ لینے کے لئے مسلمانوں کو آگے بڑھایا اور ان میں دُنیاوی اور بین الاقوامی درجہ پر ہونے والے شب و روز کے واقعات سے دلچسپی لینے کا ذوق پیدا کیا۔ اس طرح سے مُسلمانانِ ہند خصوصی طور پر اور ہندوستانی عوام عام طور پر صحیح انداز میں ان کے رہینِ منت ہیں۔

مہاتما گاندھی کی طرح مولانا جوہر بھی اس پایہ کے رہنما تھے جنھوں نے دنیائے عالم کی توجہ ہندوستان اور اس کے مختلف مسائل کی طرف مبذول کرائی۔ وہ ایک مکمل انسان تھے۔ وسیع القلبی، بے غرضی اور ایثار پسندی کا وہ ایک اعلیٰ نمونہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے لوگ بلا تفریق مذہب و ملت، مادرِ ہند کے اس مایۂ ناز فرزند کو اپنا عظیم رہنما اور قائد تسلیم کرتے ہیں۔ وہ صحیح معنوں میں پختہ ایمان رکھنے والے ا

تھے اور جب کبھی بھی ضرورت درپیش ہوئی انھوں نے اسلام اور اس
کے لئے بیش بہا خدمت انجام دی۔

۱۹۱۱ء میں جنگِ بلقان کے زمانہ میں انھوں نے ڈاکٹر انصاری کے
سے "ریڈ کراس" کے انداز میں ایک ادارہ "ریڈ کریسنٹ" کی بنیاد
ر ایک میڈیکل مشن کے سربراہ کے طور متاثر ترکوں کی خدمت کے لئے ترکی
شریف لے گئے۔ انھوں نے ہندوستانی مسلمانوں کا تعاون حاصل کر
کے لئے ایک خطیر رقم بھی روانہ کی تھی۔ بعد ازاں ۱۹۲۰ء میں انھوں نے
یک خلافت" کی بنیاد ڈالی۔ اسی سال وہ "خلافت مشن" کے سربراہ
بطور انگلینڈ تشریف لے گئے۔ ان کے اس سفر کا مقصد ترکی اور دوسرے
م ممالک کو پہلی جنگِ عظیم کے بعد تباہی اور آئندہ کی غارتگری سے بچانا
انگلینڈ میں انھوں نے متعدد عوامی اجتماع سے خطاب فرمایا، انگریز
ماؤں سے ملاقاتیں کیں اور مسلمانوں کے نظریات و مطالبات انگریز قوم
ہ رُوبرو پیش کئے۔ انھوں نے یورپ سے دو اخبارات لندن سے THE
MUSLIM OUTLOOK اور پیرس سے 'ECHO DE ISLAM' شائع کئے۔
ہوں نے پوپ اور بہت سے فرانسیسی رہنماؤں سے بھی ملاقاتیں کیں کیونکہ
، جانتے تھے کہ فرانس اور اٹلی انگلینڈ کے ساتھ متحدہ محاذ بنا کر ترکی کو اپنے
شکنجہ میں کستے جا رہے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ کتنے بے خوف،
وصلہ مند اور دلیر طبیعت کے مالک تھے جنھوں نے انصاف کی خاطر
س وقت کی عظیم طاقتوں سے بھی آنکھ سے آنکھ ملا کر اُن کا سامنا کرنے
سے دریغ نہیں کیا۔

اُسی زمانہ میں ہندوستان میں گاندھی جی کی قیادت میں ہندوؤں اور
مسلمانوں نے وائسرائے ہند کو یہ چیلنج بھیجا کہ اگر یکم اگست ۱۹۲۱ء تک
مسلمانوں کے مطالبات منظور نہیں کئے گئے تو وہ 'عدم تعاون' کی تحریک
(NON-COOPRATION MOVEMENT) شروع کر دیں گے۔ یہ جذبہ
محض مولانا جوہر کی شہرت اور تعاون کے تحت اُبھرا۔ جلد ہی تحریک خلافت
اور سوراج کی تحریک 'عدم تعاون کی تحریک' کے ساتھ مدغم ہو گئیں جس
کے ذریعہ مولانا محمد علی جوہر اور مہاتما گاندھی ہندوؤں اور مسلمانوں کے مشترک
قائدین کی حیثیت سے اُبھرے، اور انھوں نے ہندوستان کی جنگِ آزادی
میں اپنا بیش بہا تعاون دیا۔

جلد ہی مولانا جوہر بین الاقوامی شہرت کے مالک بن گئے اور ان کا شمار
ہندوستان کی جنگِ آزادی کے ان عظیم رہنماؤں میں ہونے لگا جو گاندھی جی
کی زیرِ قیادت حصولِ آزادی کی تحریک کو آگے اور آگے بڑھانے کے لئے اپنا
سب کچھ نثار کرنے کیلئے کمربستہ تھے۔

جس طرح سے مہاتما گاندھی قومی طور پر ملک میں امن و اتحاد کا دیا روشن
رکھنے کے لئے اس وقت لافانی کہلائے جب ان کے جذبہ سے مکدّر ہو کر انھیں
پستول کی گولیوں کا شکار بنایا گیا، اسی طرح مولانا محمد علی جوہر بھی راؤنڈ ٹیبل
کانفرنس میں شرکت کے بعد ہندوستان کی تاریخ میں لافانی بن گئے جہاں
انھوں نے ہندوستان کی آزادی کا مطالبہ پیش کیا اور فرمایا کہ "جب تک ہندوستان
کو آزادی نہیں ملتی ہے، میں ایک غلام ملک میں واپس نہیں جاؤں گا اور
انگلینڈ کی طرح آزاد ملک میں مرنا پسند کروں گا اور تب انگریز لاچار ہو کر مجھے
دفن ہونے کے لئے اپنی مادرِ وطن انگلینڈ کی سرزمین میں قبر کے لئے جگہ دینے
کو مجبور ہوں گے۔"

اس واقعہ کے بعد ۴ جنوری ۱۹۳۱ء کو صبح ۹ بجے لندن میں ان کا انتقال
ہو گیا۔ دنیائے اسلام کے مسلمانوں کی اجتماعی رائے سے ۵ جنوری ۱۹۳۱ء
کو انھیں بیت المقدس میں مسجدِ اقصیٰ کے شمالی گوشے میں سپردِ خاک کیا گیا
جہاں ہر اعتقاد اور مذہب کی عظیم ہستیاں اس عظیم مجاہدِ آزادی اور اعلیٰ ترین
انسان کو جو زندگی کے اعلیٰ ترین مقاصد کی حصولیابی کے لئے زندہ رہا اور
انھیں کے لئے اس نے اپنی جانِ عزیز آفریں کی، خراجِ عقیدت پیش کرنے
کے لئے یکجا ہوئیں۔ مفتیٔ اعظم مرحوم امین الحسینی نے ان کی جنازہ کی نماز
پڑھائی اور اسلام کے اس ہونہار سپوت کو جس نے انسانیت کے لئے بیش
بہا خدمت انجام دی تھی، توصیف و تحسین کے کلمات سے یاد کیا۔

بیت المقدس اور مولانا محمد علی جوہر کے مقبرہ کا ماڈل جو بیش قیمت
موتیوں کے بنے ہوئے ہیں، اُن کی اور اُن کے بھائی مولانا شوکت علی کی تصاویر کے
ساتھ مع مولانا جوہر کے تمام تر اُردو اور انگریزی زبانوں کے ملفوظات کے ساتھ
ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری، جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی میں نادر و نایاب قسم کی
کتابوں اور قلمی نسخوں کے ساتھ محفوظ ہیں۔ ان سے تاریخ، سیاست، فنِ تعلیم
اور ادب پر تحقیقی مطالعہ کرنے والے طلبہ کو بڑی مدد مل سکتی ہے۔

مولانا محمد علی جوہر کی وفات پر ہندوستان کے تقریباً تمام شعراء نے مرثیے
کہے۔ ڈاکٹر علامہ اقبال نے خود بھی اپنے منفرد اور اثر پذیر انداز میں ایک مرثیہ
کہا تھا، جس کا ایک مشہور شعر یہ ہے ؎

خاکِ قدس اُو را بہ آغوشِ تمنا در گرفت!
سوئے گردوں رفت از راہے کہ پیغمبر گذشت

میر کے دیوانِ سوم کا مخطوطہ

• ڈاکٹر صفدر آہ

جناب حنیف نقوی، لکچرر شعبۂ اُردو، بنارس ہندو یونیورسٹی کا ایک مضمون "میر کے دیوانِ سوم کا ایک نادر مخطوطہ" فروری ۱۹۷۸ء کے 'نیا دور' لکھنؤ میں شائع ہوا ہے۔ یہ مضمون میری کتاب "میر اور میریات" کے ایک باب سے متعلق ہے لہذا اس کا جواب دینا بہرحال میرے لئے ضروری ہوگیا ہے۔ مقالہ نگار پر ایسے مدیر، 'نیا دور' کا کرم خصوصی ہی سمجھنا چاہئے کہ یہ ساقط از معیار مضمون ایک سرکاری رسالے کے ۱۴ صفحوں پر پھیلا ہوا ہے۔

بنارس ہندو یونیورسٹی میں میر کے تیسرے دیوان کا ایک مخطوطہ ہے جو لالہ
ارام مرحوم کے ذخیرۂ کتب کے ساتھ یہاں آگیا ہے۔ میں نے اپنی کتاب 'میر
یریات' کی تصنیف کے درمیان اس مخطوطے کو بھی دیکھا تھا۔ پندرہ بیس
ٹ اس مخطوطے کی ورق گردانی کرنے کے بعد یہ حقیقت بالکل واضح ہوگئی
یہ مخطوطہ صریحاً جعلی ہے جو تجارتی ضرورت کے لئے بنایا گیا ہے۔ میں نے چند
ٹ میں اس مخطوطے سے متعلق ضروری نوٹ لئے اور مخطوطہ واپس کر کے
ری کتابیں دیکھنے لگا۔

یہ مخطوطہ قطعاً غیر اہم تھا اور میرا ارادہ بالکل نہ تھا کہ اس کا ذکر
ں کتاب میں کروں۔ لیکن بعد میں خیال آیا کہ یہ ایک یونیورسٹی کی لائبریری
ں رکھا ہے جہاں تحقیق کرنے والے طالب علم برابر آتے رہیں گے۔ ہوسکتا
ے کہ آگے چل کر یہ قلمی دیوان کسی غلط فہمی کا سبب بن جائے۔ لہذا گھر پہنچنے
ے بعد اپنے لئے ہوئے نوٹ پیشِ نظر رکھ کر میں نے ایک مختصر سا باب اس
یان کے متعلق بھی اپنی کتاب میں لکھ دینا ضروری سمجھا۔

بیسویں صدی عیسوی کے تیسرے عشرے میں میریات سے متعلق بڑی
م کتابیں دریافت ہوئی ہیں۔ جن میں "ذکرِ میر" اور "نکات الشعراء" (نظر
ی کیا ہوا اور ترمیم شدہ) خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ اسی زمانے میں
ر کا ایک چوتھا قلمی دیوان عبدالباری آسی کو ملا۔ جو میر کے داماد اور
انجے تجلی کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اور اس کے خالی اوراق پر میر کے متعلق
ی گرانقدر معلومات تھیں جن سے بہت سی بحثوں کا سدِ باب ہوگیا۔
ی مرحوم نے یہ دیوان جناب راجہ صاحب محمود آباد کے ہاتھ فروخت
دیا۔ ادبی حلقوں میں اس دیوان کے کافی چرچے ہوئے اور ساتھ ہی یہ
ی راج

بھی مشہور ہوا کہ راجہ صاحب نے ایک بہت بڑی قیمت اس دیوان کی دی ہے۔ اس خبر نے جعلسازوں کو ہر طرف چونکا دیا۔

مذکورہ چوتھا دیوان مخطوطاط محمود آباد کی زینت ہے جو اب محمود آباد سے منتقل ہو کر لکھنؤ آگئے ہیں۔ اسی مخطوطۂ محمود آباد کے ڈھنگ پر کسی پھوہڑ جعلساز نے مخطوطۂ بنارس تیار کیا اور شاید لالہ سری رام کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ ہوسکتا ہے کہ اس وقت کہیں چند سال پُرانا میر کا تیسرا قلمی دیوان کسی جاہل منشی کے قلم کا مل گیا ہو اور اسی کے خالی ورق پر اس جعل کی تکمیل کی گئی ہو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ (اُس زمانہ میں، دس بیس روپے دیکر کسی معمولی اور کم علم منشی سے دستی کاغذ پر میر کا تیسرا دیوان نقل کرایا گیا ہو۔ اس میں خالی صفحہ رکھ کر جعلی عبارتیں اس صفحہ پر مکتوب ہوئی ہوں۔

مجھے افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ مقالہ نگار محترم نے یہ مضمون لکھ کر نہ تو اپنی یونیورسٹی کی کوئی خدمت کی ہے اور نہ ان کے مقالے سے اُردو تحقیق ہی کو کوئی فائدہ پہنچ سکا ہے۔ مخطوطۂ بنارس جعلی ہے یا مُستند، اس کی جانچ دیانتداری کے ساتھ صرف دو باتوں سے ہوسکتی تھی:

۱۔ نسخۂ محمود آباد، میر کے داماد تجلی کی تحریر بتائی جاتی ہے۔ مخطوطۂ بنارس کے لئے بھی یہی دعویٰ کیا گیا ہے۔ ایسی صورت میں دونوں مخطوطوں کی تحریروں کا مقابلہ کر کے یہ دیکھ لیا جاتا کہ کیا یہ دونوں تحریریں ایک ہی آدمی کے قلم کی ہیں؟ جواب قطعاً نفی میں ملتا۔

اپنی تصنیف کے دوران بعض ناگفتہ بہ اسباب کی بنا پر میں مخطوطۂ

اس بحث میں نے اس کا اعتراف جس کا تھا دیکھ سکا نہیں نسخہ اصل کا آباد
نظر میری تفصیل بہ آباد محمود مخطوطۂ اب لیکن تھا۔ کرلیا میں سطر ہی پہلی
ایک کاتب کا اس کہ ہے یہ رائے میری متعلق کے اس اور ہے چکا
کیلئے اس اور ہے دیکھا نے میں بھی بنارس مخطوطۂ ہے۔ خطاط قلم
ہوا ہے لکھا کا قلم کے منشی و ہند خط خام اور علم کم کسی یہ کہ ہے خیال
کے نویسوں نستعلیق و ہند خط خام عام کرکے الگ کو خطاطوں و ہند
ہے' میں مخطوطے کے بنارس جیسی ہے ہوتی کی طرح اسی قلم کشش اور
مسلمان کسی اسے آپ ہے۔ تجربہ ذاتی میرا بنیاد کی جس ہے رائے ذاتی میری
حال بہر یہ لیکن پڑتا۔ نہیں فرق کوئی میں حقیقت نفس بھی تب کہیں تحریر کی
تھا۔ خط خام اور علم کم خطاط وہ کہ ہے مسلم
دستی ساتھ کے صفحات مشبک ہے۔ گیا ہو مشبک جابجا آباد محمود مخطوطۂ
تاکہ ہے گیا دیا کروا نقل مکرر کو صفحات پورے پورے پر ان کر لگوا صفحات کے کاغذ
ہو۔ نہ دشواری میں پڑھنے عبارت کی صفحات اصل
ہیں۔ تحریریں جو سے نام کے محسن محمد میں مخطوطوں دونوں کہ یہ دوسرے ۔۲
واضح یہی بھی سے اس جاتا۔ لیا کر تقابل کا ان ہیں دستخط جو نیچے کے ان اور
ہیں۔ کے آدمیوں مختلف دو دستخط اور تحریریں دونوں کہ ہوتا
ثانی نظر تک وقت اس پر جن ہیں ہوتے مسلمات متفقہ کچھ کے موضوع ہر
نہ سامنے شہادت زبردست کوئی خلاف کے ان تک جب جاتی کی نہیں
محسن محمد بھتیجے کے میر پر آباد محمود مخطوطۂ کہ تھا مسلمہ ایک یہ کا میریات جائے۔ آ
بھی نے میں اور تھے مانتے ہی سب بات یہ ہیں۔ ثبت دستخط اور تحریر کی
آباد محمود مخطوطۂ کہ لکھا نے مجھے عرشی مولانا بعد کے دیکھنے کتاب میری مانی۔
بہ المخاطب محسن محمد تحریر یہ ہے۔ نہیں کی محسن محمد بھتیجے کے میر وہ ہے تحریر جو پر
محسن محمد بھی میں تحریر کی مخطوطہ اس خود ہے۔ کی جعفر مرزا پسر احمد الدین زین
رضا کہ فرمایا ارشاد نے مولانا ہے۔ مندرج احمد الدین زین بہ المخاطب
دستخط کے احمد الدین زین بہ المخاطب محسن محمد پر کتابوں کئی کی رامپور لائبریری
ہے۔ گیا لیا کر تقابل سے احتیاط بڑی کا دستخط کے آباد محمود مخطوطۂ سے جن ہیں موجود
میں تھا۔ نہ ہی سوال کوئی کا اختلاف سے رائے کی عرشی مولانا کہ ہے ظاہر
لی۔ کر قبول رائے کی موصوف ساتھ کے شکریہ نے
اشارہ طرف اس پر ص۱۵ عیارستان بھی نے صاحب الودود عبد قاضی
اور بیٹے کے جعفر مرزا نام یہ تھا۔ نہ نام کا محسن محمد احمد، الدین زین کہ تھا کیا
انہیں لہذا تھی نہ واضح رائے کی صاحب قاضی تھا۔ کا بھائی کے جانی مرزا
صاحب قاضی دی۔ کر منتقل پر تحریر کی آباد محمود مخطوطۂ میں جواب کے اس نے
اس کے صاحب قاضی تھا۔ غلط یہ لیکن رہا۔ چپ بھی میں اور گئے ہو خاموش

شدہ حاصل کسی ذہن جب تھا۔ چاہئے کرنا غور مزید پر نکتے اس مجھے بعد کے اشارے
گے آ پر راستے نئے کسی وہ اور ہے جاتا ہو ختم تجسس کا اس تو ہے لیتا کر قبول کو نتیجے
محسن محمد کہ تھا چاہئے سوچنا مجھے ہوا۔ یہی بھی ساتھ میرے ہوتا۔ نہیں تیار پر بڑھنے
کرتا۔ نقل تو نویس تذکرہ کوئی تو اسے ہوتا احمد الدین زین اگر عرف کا میر زادۂ برادر
ہیں: غور قابل میں معاملے اس مزید باتیں بعض
لکھا درمیان کے عمر کی سال ۳۰ اور ر ۲۶ "الشعراء نکات" تذکرہ اپنا نے میر
ذہن معمولی غیر کسی محسن ہیں۔ بناتے شاگرد اپنا کو محسن محمد بھتیجے اپنے وہ میں جس
میر کے کر شروع میں عمر کی سال ۲۰ جلد سے جلد شاعری وہ تھے۔ نہ آدمی کے دماغ و
وہ وقت کے 'الشعراء نکات' تحریر کی میر یعنی گے۔ ہوں ہوئے شاگرد کے
سے میر وہ کہ ہے نکلتا یہ نتیجہ کا جس گے۔ ہوں کے سال ۲۳ - ۲۲ کم سے کم
کے سال ۹۰ میر وقت کے انتقال گے۔ ہوں چھوٹے سال چھ پانچ تقریباً
شہادت کوئی کی اس لیکن گی۔ ہو کی سال ۸۵ عمر کی محسن وقت اس یعنی تھے۔
تھے شاہد عینی کے تدفین کی میر وہ اور پائی عمر طویل اتنی نے انھوں کہ نہیں
قریب کے ھ ۱۱۸۰ ارتحال سال کے حزیں علی شیخ جھلک آخری کی محسن
کہ وہ بعد کے اس تھے۔ رہے لکھ "الشعراء محاکات" وہ جب گئی، دیکھی
نہیں۔ معلوم کچھ ہمیں ہوا حشر کیا کا ان اور گئے
سبب کا جس ہے۔ آتا نظر غلط بھی قیام ساتھ کے میر میں لکھنؤ کا محسن
نے حسن محمد حافظ والد کے محسن خاطر، تعلق سے آرزو خان ماموں اپنے کا محسن
ہے۔ سکتا ہو عقیدہ اختلاف کا میر اور محسن اور تعلقات ناخوشگوار کے میر
علم ذی وجاہت، ذی جعفر مرزا پسر احمد الدین زین بہ المخاطب محسن محمد
حسین محمد حافظ پسر محسن محمد تحریر کی ان تھے۔ رئیس خانہ کتب صاحب اور
ہو خانہ صاحب علاوہ کے اس ہے۔ معتبر اور موقر گنا کئی جہت ہمہ یہ سے
میر تھے۔ واقف طرح پوری سے طریقے کے داری کتاب وہ سے وجہ کی
ا۔ الملک نوادر" تھے۔ دیئے دے کو ان دیوان چار اپنے لئے اسی شاید
ترین معتبر کے میر سے جس گی ہو میں خانہ کتب کے انہی کتاب روزگار نادر
ساتھ گئے۔ دیئے کر نقل میں چہارم دیوان کر لے حالات ترین مستند و
میر وقت کے انتقال تدفین۔ مقام تدفین، تاریخ وفات، تاریخ کی میر ہی
وفات کی میر علاوہ کے اس دیئے۔ کر ثبت دستخط اپنے نیچے کر لکھ عمر کی
کے میر طرح اس دیا۔ لکھ بھی انہیں تھے کہے نے انھوں تاریخ قطعات جو پر
معلو ترین مفید متعلق کے ان ساتھ کے کلام کے ان سیٹ یہ کا دیوان چار
چلتا پتہ کا داری کتاب شعور کے احمد الدین زین سے اس گیا۔ بن ذخیرہ کا

ہے۔
میں سیٹ ایک کے دیوان چار کے میر کہ ہے یہ بات پہلی سے سب

۲۵ر جنوری ۱۹۸۰

المخاطب بہ زین الدین احمد کی جو عبارت اور قطعات تاریخ ارتحال
ان (دیوانِ چہارم) میں تحریر ہوئے ہیں ان کا ہر دیوان میں نقل ہونا
ل ہے۔ علی الخصوص جب وہ ایک ہی آدمی کی ملکیت ہیں۔ یہاں
نا ہے کہ جعل ساز کم علم ہونے کے ساتھ بے شعور بھی ہے۔
ں وقت 'مخطوطۂ بنارس' کا جعل بنا ہے اس وقت تک غلط فہمی
ی مانا جاتا تھا کہ محمد محسن میر کے بھتیجے تھے۔ جعل ساز نے یہ
ں کرنے میں المخاطب بہ زین الدین احمد نہیں لکھا۔ حالانکہ اصل تحریر
ن کے ساتھ المخاطب بہ زین الدین احمد بھی موجود ہے۔ زین الدین
بانے کی وجہ سے لکھنے والے کی شخصیت ہی بدل گئی۔

الہ نگار محترم نے مخطوطۂ بنارس پر کچھ چیپیاں لگی ہونے کا ذکر کیا ہے
ے مجھے یاد ہے میرے مخطوطہ بنارس دیکھنے کے وقت اس پر کوئی
ں نہیں تھیں۔ سارا مخطوطہ دستی کاغذ پر لکھا ہوا ہے جو کافی مضبوط
ے تھا۔ مجھے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ میری کتاب 'میر اور میریات'
کے بعد کسی نادان دوست کی توجہ اس طرف مبذول ہوئی اور اس
جعل کی تکمیل کی مزید کوشش کی۔ چونکہ مخطوطۂ محمود آباد پر اودھ کے
تب خانے کی مہریں لگی ہوئی ہیں، لہٰذا اس دیوان پر بھی مہریں لگانے
ش کی گئی، لیکن مہریں ٹھیک نہیں لگیں۔ انھی ناقص مہروں کو
ے کے لئے یہ چیپیاں چپکائی گئیں۔

۔ بالفرض میرا حافظہ غلطی کر رہا ہے اور اس مخطوطہ پر چیپیاں لالہ
م کے کتب خانے میں آنے سے پہلے لگائی گئی ہیں تو یہی صورت اس
جعل ساز کو پیش آئی ہوگی۔ اس جعلساز نے جب دیکھا ہوگا کہ
ہارم پر شاہی کتب خانے کی مہریں لگی ہیں تو اس نے تیسرے دیوان
ریں لگانے کی کوشش کی۔ مگر مہریں غلط لگیں۔ جن کو چھپانے
ا اسے چیپیاں لگانا پڑیں۔

الہ نگار محترم نے خبر دی ہے کہ ان کے مخطوطۂ بنارس پر واجد علی
ا مہر تھی جو چیپی کے نیچے آگئی ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ
یوان انتزاع سلطنت واجد علی شاہ کے بعد چرایا گیا۔ اس
ں میں چیپی کی ضرورت نہ تھی۔ ہر چیز لُٹ رہی تھی اور بک رہی
ہ یہ چوری کا واقعہ خود عہدِ واجد علی شاہ کا مانا جائے تو بھی شاہی
ابوں کے لئے کسی گھر کی تلاشی نہیں ہوتی تھی۔ آج کے قانونی
بھی سرکاری مہریں لگی ہوئی کتابیں علی الاعلان فٹ پاتھ پر
ے ہو رہی ہیں۔

ج

بالفرض جس نے یہ دیوان شاہی کتب خانے سے چرایا ہوگا وہ ان مہروں کی قدر و قیمت سے بخوبی واقف ہوگا، اس سے زیادہ احمق آدمی اور کہاں مِل سکتا ہے جس نے دیدہ و دانستہ ان مہروں پر چیپیاں لگا کر کتاب کی اہمیت اور قیمت کو ختم کر دیا۔ میر کی کلیات ۱۲۲۶ھ میں فورٹ ولیم کلکتہ سے شائع ہو گئی۔ اس کے بعد بغیر کسی خصوصیت کے میر کے عام قلمی دیوانوں کی کوئی خاص اہمیت اور قیمت نہیں رہ گئی اگر مخطوطۂ محمود آباد میں زین الدین احمد کی اہم تحریر، 'نوادر الملک' کا اقتباس اور شاہی مہریں نہ ہوتیں تو آج وہ دس روپے کی چیز سمجھا جاتا۔ بہرحال مقالہ نگار نے چیپیوں کی جو کہانی بیان کی ہے وہ خود ساختہ اور سو فیصد غلط ہے۔

مجھے نہیں معلوم کہ چیپیوں کا کاغذ کتنا موٹا ہے لیکن عام کیمرے سے اس کے نیچے کی مہر کا فوٹو آنا قریب قریب ناممکن ہے۔

سر پیٹ لینے کی جگہ وہ آتی ہے جہاں ایک کم علم منشی کی تحریر میں جو ترمیمیں کی گئی ہیں ان کو مقالہ نگار محترم خود میر کے قلم کی ترمیم بتاتے ہیں۔ ان کو نہیں معلوم کہ کسی تحریر کو میر کی تحریر کہنے کے لئے کتنے واضح ثبوت اور مضبوط دلائل درکار ہوں گے۔ ایسا غیر ذمہ دار بیان مقالہ نگار کی بصیرت اور تحقیقی دیانت کے خلاف شہادت دے رہا ہے۔

میں نے یہ بھی لکھا ہے کہ مخطوطۂ بنارس کا کاتب کوئی ذی علم آدمی نہیں ہے۔ وہ مرثیہ کو مرسیہ (س سے) لکھتا ہے۔ اس کے جواب میں مقالہ نگار محترم نے سارے اردو ادب پر گندہ کیچڑ لوٹ دیا ہے۔

مختلف ادوار میں بعض الفاظ کا تلفظ اور املا کسی خاص صورت میں رائج رہا جو دوسرے دور میں بدل گیا۔ ایسے الفاظ کو جانے دیجئے، لیکن صحتِ الفاظ اور صحتِ املا کا جو خیال ہمارے بزرگوں میں تھا وہ قابلِ تاسی ہے۔ یہ انہی محترم اہلِ علم کا فیض ہے کہ اردو اتنی مختصر عمر میں ہندوستان کی شائستہ ترین زبان بن گئی ہے۔ مقالہ نگار محترم فرماتے ہیں کہ:

حاتم[1] 'محاورہ' کو 'مہاورہ' اور 'لازم' کو 'لاذم' لکھتے تھے۔
مصحفی 'ضخیم' کو 'زخیم' اور 'مثنوی' کو 'مسنوی' لکھتے تھے
میر حسن 'گلزار' کو 'گلذار' (ذ سے) لکھتے تھے اور مثنوی 'گلزارِ ارم'
کی تاریخ 'ذ' سے ۱۱۹۲ھ نکالی ہے۔

[1] حاتم کے لئے میر نے نکات الشعراء ص۷۹ پر لکھا ہے "مردیست جاہل" لیکن فی الوقت میں اسے میر کا غصہ ہی کہوں گا۔ حاتم کے جاہل ہونے کا کوئی ثبوت میرے پاس نہیں ہے۔

(باقی اگلے شمارے میں)

سیکولر ہندوستان میں اسلامی تعلیمات

• خواجہ عبدالغفور (آئی۔ اے۔ ایس)

ہندوستان بے شک جنّت نشان ہے کہ یہاں پر دودھ اور شہد کی نہریں تو نہیں بہتی ہیں لیکن گنگ وجمن نے اس کو گل و گلزار بنا رکھا ہے۔ کشمیر جنّت نظیر بھی ہے۔ برفیلے ہل اسٹیشن بھی ہیں، سمندر کے پُر لطف نظارے بھی ہیں، غرض کہ تصوّر کی دُنیا کی ہر خوبصورت چیز موجود ہے۔ لوگ بھی بھانت بھانت کی بولیاں بولتے ہیں، اپنے اپنے دھرم اور ایمان پر مُعتقد ہیں اور آزادی کے ساتھ عمل پیرا ہیں۔ مُسلمانوں کی دنیا بھر میں ۷۵ کروڑ تعداد ہے۔ گو اسلام نے عرب میں جنم لیا اور وہیں سے ساری دنیا میں پھیلا، لیکن ان ممالک کی مُسلم آبادی صرف ۰ فی صد ہے اور عربی بولنے والے مُسلم صرف ۲۰ فیصد ہیں۔ ایک آدھ دیس کو چھوڑ کر ہندوستان ہی میں سب سے زیادہ مُسلمان رہتے بستے ہیں اور یہ پکّے ہندوستانی اور سچّے وطن پرست ہونے کے باوجود بھی کچھ حد تک اپنی انفرادیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ حج کے موقع پر جب عرب میں ساری دنیا کے مُسلمان اکٹھے ہوتے ہیں تو ہندوستانی مُسلمان اپنی خاص تہذیب اور ثقافت سے نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ یہ محض اس لئے ہے کہ ہندوستان ہی ایک ایسا دیس ہے کہ جو سیکولر بھی ہے اور یہاں کے باشندوں کو وہ ساری سہولتیں اور آزادیاں بھی میسّر ہیں کہ جن سے وہ مذہبیات یا دینیات کی تعلیم کھلے عام حاصل کر سکتے ہیں۔

ہمارے ملک میں اسلامی تعلیمات پر کافی توجہ دی جاتی ہے جس کی وجہ سے عام مُسلمان اچھا شہری، اچھا ہندوستانی اور حبّ الوطنی سے سرشار نظر آتا ہے۔ یہ اس کے مذہب کا لازمی جُز ہے کہ وہ اپنے وطن سے محبّت کرے۔ اس کا عقیدہ ہے ؏

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا

یوں تو ہندوستان کے ہر دورِ حکومت میں دینی آزادی حاصل رہی اور دینی ادارے ہر محلہ اور ہر شہر میں، مسجدوں، خانقاہوں اور درگاہوں میں چلائے جاتے رہے، لیکن آزاد ہندوستان کی سیکولرزم نے کچھ زیادہ

تد ا ہ

ہی بڑھاوا دیا اور ان اداروں کی ہر طرح حوصلہ افزائی کی۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ پابندِ مذہب آدمی سماج دشمن عناصر سے دُور اور شہری فرائض سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

محض مُسلم گھرانے میں پیدا ہو کر کوئی مُسلمان کہلانے کا حقدار نہیں ہوتا اس پر لازم ہے کہ وہ اسلام کے بُنیادی اُصول سمجھے ان پر ایمان لائے اور ان اُصولوں پر پابند و کاربند رہے۔ پیغمبرِ اسلام نے تاکید کی ہے کہ قرآن حکیم اور احادیث کے مطالعہ سے اپنے عقیدہ اور ایمان کو تازہ رکھے۔ اس ضروری ہے کہ اسلامی تعلیمات پر خاطر خواہ زور دیا جائے، چنانچہ ہندوستا

، حدیث، فقہ، دینیات، فلسفہ اور عربی تعلیمات کے لئے چھوٹے
رے قائم ہیں اور بعض تو عالمگیر شہرت کے حامل ہیں، اور ان کی
ستند مانی جاتی ہیں۔ اسلامک ریسرچ اینڈ پبلیکیشن۔ اکاڈمی آف
، ریسرچ اینڈ پبلیکیشن، لکھنؤ نے ریسرچ کے بعد "اسلام اینڈ
" جیسی مستند کتاب شائع کی، جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ مشینی
سی دور میں، اسلام کیوں کر روزمرہ کی زندگی کے مسائل حل کرنے
ائی کر سکتا ہے۔

ۃ العلماء لکھنؤ کی تصنیف "اسلام کیا ہے؟" کافی مقبول ہے۔
سمیہ مرادآباد، دارالعلوم دیوبند، جامعہ سیفیہ سورت، جامعہ
بنارس، سلطان المدارس، لکھنؤ اور ایسے اَن گنت ادارے قلوب مسلم
ں اور دیگر مذاہب کو صحیح معلومات فراہم کر رہے ہیں۔ اسلامی
ے کے ماسواء اسلامی روایات، اخوت، برادری، مساوات، سماجی
ماشرہ کی صحیح زندگی۔ دیگر مذاہب کے پیروؤں کے ساتھ قومی
ان یک جہتی کے سبق بھی دیئے جاتے ہیں۔ ابھی تو میں کئی ایک ا
ی کارگزاریاں سنانے چلا ہوں، جن کو سن کر آپ کو یقین ہو گا
ستانی مسلمان دیگر ممالک کے مسلمانوں سے زیادہ ہی راسخ العقیدہ
یعنی میں مرد مومن ہے۔

لیہ دور میں مدارس اور ان اداروں، جامعوں اور کالجوں نے اسلامی
کو ایک نیا موڑ، ایک نئی جہت اور ایک نیا مقام عطا کیا ہے جس
مضامین کے لئے شعبہ جات قائم ہیں، جہاں ڈگری کورس اور ریسرچ
ے لئے مکمل انتظامات ہیں اسی طرح اسلامیات نے بھی اہمیت اور
حاصل کر لی ہے۔

۱۹۵ء میں ڈاکٹر ذاکر حسین نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی وائس
ی کا عہدہ سنبھالا تو ان کی دوررس نگاہوں نے اسلامی تعلیمات
بت کا اندازہ کیا اور انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز کے نام
ے خاص ادارہ قائم کیا تاکہ اسلامیات کی تعلیم و تدریس کا خاطر خواہ
ہو۔ چنانچہ اس عرصہ میں اس انسٹی ٹیوٹ نے نمایاں ترقی کی ہے
کے تحت ایک بے مثال کتب خانہ بھی ہے جس سے اسلامیات میں
، ایم۔ اے اور پی۔ ایچ ڈی کی ڈگری کے لئے طالب علموں اور
اسکالروں کو بہت مدد ملتی ہے۔ اسی انسٹی ٹیوٹ سے دیگر
مالک جیسے ایران اور عرب سلطنتوں کے متعلق نہایت ہی مستند
شائع ہوئی ہیں۔ اس ادارے نے اپنے شائع کردہ مقالوں سے
کر دیا ہے کہ سیکولر ہندوستان نے اپنے یہاں اسلامی تہذیب و

رج

ثقافت کی کس قدر حفاظت کی ہے اور اس کو کس قدر بڑھاوا دیا
ہے۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا یہی وہ ادارہ ہے جو اسلام کو تنگ نظر
مولویوں اور جاہل قسم کے اساتذہ کے رجعت پسند اور از کار رفتہ نظریات
کو مٹانے اور نئے رجحانات کو پھیلانے میں مدد دے رہا ہے۔ اسی
ادارہ کے تحت کل ہند اور کبھی کبھی بین الاقوامی کانفرنسیں منعقد ہوتی ہیں،
جہاں پر نئے انداز سے فکر و تجزیے کئے جاتے ہیں تاکہ اسلام کے نام
لیوا محض توہم پرستی اور قدامت پرستی کے شکار نہ بنے رہیں۔ تقریباً ۱۴ سو
سال پہلے کے اسلامی قوانین جیسے زکوٰۃ، بیت المال، اجتماعی زندگی،
شانہ بشانہ امیر و غریب کا ساتھ، ان سب کا آجکل کی سوشلزم، سماجیات
عمرانیات، نفسانیات، انکم ٹیکس اور ویلتھ ٹیکس کے اصولوں کی روشنی
میں مطالعہ کیا جاتا ہے۔

اسی علی گڑھ یونیورسٹی میں ایک اور ادارہ بھی ہے جس کو مغربی ایشیائی
اسلامک اسٹڈیز کا مرکز کہا جاتا ہے اور وہ فی الحقیقت ان مسائل پر غور و
خوض کرتا ہے کہ جو اسلام کو آج کے بدلتے دور میں بھی تازہ رکھتا ہے، حکومت
ہند کا یونیورسٹی گرانٹ کمیشن اس ادارہ کا نگراں و سرپرست ہے اور اسی
کے عطیہ سے یہ ایک بین الاقوامی مرکز کا درجہ حاصل کر چکا ہے۔ مغربی ایشیائی
ممالک اس سے بہت استفادہ کرتے ہیں۔ اور یہیں پر مغربی ایشیائی اسٹڈیز
کے ڈپلوما بھی دیئے جاتے ہیں جن کو دنیا بھر میں وقعت کی نظر سے دیکھا
جاتا ہے اور جو عالمگیر مقبولیت رکھتے ہیں۔ ویسے تو شاید اس کے نام سے یہ
لگے کہ یہ محض اسلامی تبلیغی ادارہ ہے، لیکن یہاں پر عربی زبان، دینیات،
سماجیات، عمرانیات، معاشیات اور سیاسیات کے میدانوں میں جو
ترقی ہو رہی ہے، اس پر بھی خاطر خواہ تحقیقات ہوتی ہیں۔

عثمانیہ یونیورسٹی نے سب سے پہلے ہندوستانی زبان کو ذریعہ تعلیم
بنانے کا کامیاب تجربہ کیا۔ یہاں پر بھی ایک شعبہ عرصہ سے قائم ہے، جہاں
پر ریسرچ کی ساری سہولتیں مہیا ہیں اور ہر سال ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں بھی
دی جاتی ہیں۔ اس شعبے کی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں سے اسلامک کلچر
کے نام سے ایک مستند تحقیقاتی رسالہ شائع ہوتا ہے جو دنیا بھر میں مقبول
ہے اور اس کے مضامین بطور حوالہ جات ریسرچ میں کام آتے ہیں۔

اکاڈیمی آف اسلامک اسٹڈیز حیدرآباد اور انسٹی ٹیوٹ آف
انڈو مڈل ایسٹ کلچرل اسٹڈیز کے تحت مرحوم ڈاکٹر عبداللطیف نے
اپنی زندگی میں بے حد مستند اور لائق تحسین کام انجام دیئے۔ ان کا سب سے
بڑا کارنامہ "القرآن" کی اشاعت ہے اور انھوں نے "The mind"

That Al Quran build کے نام سے ایک بڑا اچھا مقالہ لکھا ہے
اسی طرح قرآن وسیرت سوسائٹی حیدرآباد سے بھی قرآنی تعلیمات کی
اعت، اردو، انگریزی اور تلنگی میں بیش بہا لٹریچر ابلاغ دین وترویج
یرت کے لئے وقتاً فوقتاً شائع کرتا رہتا ہے۔ اس ادارہ کی ایک تصنیف
قرآن حکیم اور ہماری زندگی بصیرت افروز ہے"۔ ایک اور ادارہ پچاس
رس قبل علی گڑھ میں ہنری مارٹن انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز"
کے نام سے ہنری مارٹن نے قائم کیا تھا۔ یہ درحقیقت عیسائی مشن میں
کام کرنے والوں کے لئے اسلام اور دیگر مذاہب سے مفید مواد جمع کرتا
ہے تاکہ ان کے تبلیغی کاموں میں مدد ملے۔ اب یہ ادارہ حیدرآباد میں
اسی نام سے کام کر رہا ہے اس ادارہ کی طرف سے "ہما" (اردو) البشیر
(انگریزی) دو رسالے بھی شائع کئے جاتے ہیں۔
دی گرانڈ مسلم مشن مسافر خانہ روڈ، بمبئی کی جانب سے دی ہولی پرافٹ
محمدؐ، ایک اچھی تصنیف شائع کی گئی یہاں پر میں نے ابھی تک صرف دو اہم
جامعات کا ذکر کیا ہے ورنہ ہندوستان میں اور بھی بہت سارے ادارے
ہیں بہت ساری جامعات ہیں، کلیات اور انجمنیں ہیں جو از خود معروف و
مستند ہیں۔
شانتی نکیتن میں رابندر ناتھ ٹیگور کی قائم کردہ وشوا بھارتی یونیورسٹی
میں بھی اسلامی فلسفہ پر اسلامی تعلیمات کے شعبہ کے تحت بی۔ اے، کی
ڈگری دی جاتی ہے جس کے لئے مسلم اور غیر مسلم دیسی بدیسی طالب علم جوق در
جوق آتے ہیں۔
صوبہ پنجاب نے ۱۹۶۰ء کے اوائل سے اسلامیات میں کافی دلچسپی لی
ہے۔ چنانچہ پنجاب یونیورسٹی پٹیالہ میں مذہبیات اور دینیات کی تعلیم کے
لئے باقاعدہ شعبہ قائم ہے۔ جہاں پر ایم۔ اے، ایم۔ لٹ، اور پی۔ ایچ ڈی
کی ڈگریاں دی جاتی ہیں۔ اس یونیورسٹی کی خاص بات یہ ہے کہ چار اہم
مذاہب یعنی ہندو دھرم، بدھ مت، عیسائیت اور سکھ مذہب کے
ساتھ ساتھ اسلام کی تعلیم بھی لازمی ہے۔ چنانچہ اس یونیورسٹی سے
اسلامیات پر کئی ایک گرانقدر مقالے شائع ہوئے ہیں جن پر دیگر
مذاہب کے بنیادی اصولوں کی ہم آہنگی اور یکسانیت کو قابل قبول طریق پر پیش
کیا گیا ہے۔
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور عثمانیہ یونیورسٹی کی طرح پنجاب یونیورسٹی
بھی ایک رسالہ شائع کرتی ہے جو مذاہب کی تعلیمات پر سیر حاصل ریسرچ
پیپر ہوتا ہے۔ پنجاب یونیورسٹی پٹیالہ کے ماسوا پنجاب یونیورسٹی چنڈی گڑھ
میں بھی ایک شعبہ قائم ہے جو پنجاب کے مانے ہوئے مسلم بزرگ شیخ فرید شکر گنج

کے نام گرامی سے معنون ہے۔ ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ گرو نانک یونیورسٹی
امرتسر نے بھی حضرت میاں میر کے نام سے اسلامیات کا شعبہ قائم کیا ہے۔
یہاں پر اسلام اور صوفی ازم پر بطور خاص ریسرچ ہو رہی ہے اور وہ بھی اس
ڈھنگ سے کہ ہندوستان کی قومی زندگی پر اسلام نے کیا تاثرات مرتسم کئے۔
جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی اور اس کی تدریسی کارروائیوں کا احاطہ بھی ضروری
ہے کہ جہاں پر برسہا برس سے اسلامیات پر کافی زور و شور سے کام ہو رہا ہے،
لیکن اس جامعہ نے بھی یونیورسٹی کی سطح پر اسلامیات کی تعلیم کا شعبہ قائم کیا
ہے اور ایک نیا محکمہ بنایا گیا ہے جس کو اسلامک اور عرب ایران اسٹڈیز
کا نام دیا گیا ہے۔ اس جامعہ ملیہ کا یہ خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوتا اگر سیکولر
ہندوستان نے صحیح معنی میں سیکولرازم کی مثال قائم نہ کی ہوتی۔ جامعہ ملیہ
اسلامیہ کا آئندہ کا لائحۂ عمل یہ ہے کہ اسلام کے عام مسائل اور ہندوستانی
مسلمان کی خاص الجھنیں مطالعہ کی جائیں اور ان کے عملی حل دریافت
کئے جائیں۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ نے اس پر اکتفا نہ کرتے ہوئے اب ایک اور
ادارہ قائم کیا ہے جس کا نام ڈاکٹر ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک
اسٹڈیز رکھا گیا ہے۔ اس ادارہ میں بطور خاص ہندوستانی مسلمانوں کو
جدیدیت اور ترقی پسندی کی طرف لے جایا جاتا ہے۔ اس ادارے نے مسلم کردار
کے تعلق سے حضرت امام غزالی کی تعلیمات پر کافی مبسوط اور سیر حاصل مقالہ
شائع کیا ہے۔
یونیورسٹی، کالج، ادارے، مدارس، علمی و تحقیقاتی انجمنیں اور جماعتیں
اس قسم کے تحقیقاتی تدریسی و تعلیماتی مصروفیات میں لگی ہیں اور انھیں ہر
قسم کی سہولتیں سرکار کی طرف سے مہیا ہیں۔ جو مخیر حضرات ان میں دلچسپی
لیتے ہیں انھیں عوام الناس اور سرکار دونوں ہی عزت کی نگاہ سے دیکھتے
ہیں۔
۱۹۶۰ء سے ہمدرد نیشنل فاؤنڈیشن آف انڈیا بھی انڈین انسٹی ٹیوٹ
آف اسلامک اسٹڈیز چلاتا ہے۔ یہاں پر بھی ایک عمدہ کتب خانہ ہے اور اس
کی جانب سے ایک درجن سے زیادہ مستند کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ 'اسٹڈیز
ان اسلام' کے نام سے ایک رسالہ بھی شائع ہوتا ہے۔ اس فاؤنڈیشن کے
لائحۂ عمل میں چار اور اداروں کا قیام بھی ہے۔ (۱) اسلامک اسٹڈیز۔
(۲) مذاہب کا تقابل۔ (۳) شرع شریف۔ (۴) معاشیات
نئی دہلی میں ایک اور ادارہ ہے جو 'ماڈرن ایج سوسائٹی نئی دہلی'
کے نام سے قائم ہے۔ یہاں پر ویسے تو تمام مذاہب کی تعلیمات اور ان کے
سائنسی تجزیہ پر ریسرچ ہو رہی ہے لیکن اسلام پر زیادہ توجہ دی جا رہی ہے
(باقی صفحہ ۳۶ پر

خ شاذلی
ری شیواجی کالج، قندھار (مہاراشٹر)

قندھار میں دستیاب اشرفیاں

آج تک کی تحقیقات میں قندھار کی تاریخ تقریباً گذشتہ تیرہ سو سال تک پہنچتی ہے لیکن ابھی تک قندھار پہ پوری طرح کام نہیں ہوا ہے۔ سلطنتِ آصفیہ کے دور میں قندھار ایک چھوٹا تعلقہ بنا رہا۔ کیپٹن ولموائ، ڈاکٹر یزدانی وغیرہ نے قندھار کی تاریخ پہ قدرے کام کیا ہے۔

آج بھی قندھار اور اس کے اطراف وجوانب میں سیکڑوں آثارِ قدیمہ دستیاب ہوتے ہیں۔ کرناٹک کے ڈاکٹر سیتارام جاگیردار نے اپنی حالیہ تحقیقات میں ساتویں صدی عیسوی میں قندھار کے وجود کا ثبوت دیا ہے۔ سنسکرت زبان کے مشہور ڈرامہ نگار بھاؤ بھوتی نے اپنے ڈرامہ قندھار میں اسٹیج کئے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بھاؤ بھوتی کے ایک ڈرامہ "مہاویرچرت" میں اپنے مقام کا نام 'پدما نگر' بتایا ہے۔ اور وہ جنوبی ہند ہی کا رہنے والا تھا۔ بھاؤ بھوتی کے تینوں ڈراموں میں اس نے ایک کال پریا ناتھ مندر کا ذکر کیا ہے۔ اور اس نے اپنے ڈرامے اسی مندر کے سامنے جاترہ میں اسٹیج کئے ہیں۔ ۱۹۵۸ء میں قندھار میں ایک سنسکرت سنگی کتبہ دستیاب ہوا ہے، جس میں راشٹرکٹ خاندان کے راجہ کرشن سوم (۹۳۹ء تا ۹۶۷ء) کا ذکر ہے جو اس کتبہ کا خالق ہے۔ اور اسی کتبہ میں قندھار میں 'کال پریا ناتھ' کے مندر کا تذکرہ بھی ہے۔

"تتھا ھی شری کال پریئے مٹے بھگو تھا سمیپ ورتی نیا ستر شالایا"

یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ کال پریئے ناتھ کا مندر کرشن سوم سے کافی عرصہ پیشتر سے قندھار میں موجود تھا۔ بودھن میں گنگا دھر شاستری کی ایک قدیم پوتھی "ایک چکر نگر تھا تمے" میں درج ہے کہ 'گوداوری اور مانجراندی کے سنگم پہ پدما نگر شہر آباد ہے۔ لہذا پدما نگر (بودھن) کا بھاؤ بھوتی قندھار میں کال پریئے ناتھ کی جاترہ میں بعض اوقات آتا رہا ہے۔

۱۹۵۸ء میں مورخین کو یہاں گوتم بدھ کی ایک بڑی سنگین مورتی دستیاب ہوئی، جس کے پائیدان پہ سنسکرت زبان میں تحریر بھی ملی ہے۔ مورخین کا کہنا ہے کہ یہ آٹھویں صدی عیسوی کی مورتی ہے۔

ڈرکٹ راجاؤں کی راجدھانیوں میں قندھار بھی ایک راجدھانی رہی ہے۔
راشٹرکٹ راجہ کرشن سوم ۹۳۹ء تا ۹۶۷ء قندھار میں رہا ہے۔
۱۶۰۵ء میں علاءالدین خلجی کے بھیجے ہوئے صوبیدار ملک کافور نے بگل کے ساتھ ساتھ قندھار بھی فتح کر لیا تھا۔ اس کے بعد محمد تغلق کا بھی ایک وقت یہاں قبضہ رہا ہے۔ قلعہ کے ایک قدیم کتبہ میں سلطان شاہ محمد تغلق کا نام درج ہے۔ محمد تغلق کا سردار سیف الدولہ بھی یہاں رہا ہے۔ اس کے بعد ایک وقت قندھار حسن گنگو بہمنی کے قبضہ میں بھی رہا ہے۔ بہمنی سلطنت کے اختتام کے بعد پانچ شاہیاں قائم ہو گئیں، ان میں سے ۱۶۲۵ء میں یہ شہر عادل شاہی کے قبضہ میں رہا ہے، ابراہیم عادل شاہ کا کتبہ قلعہ کی مسجد میں نصب ہے۔

اکبر کے زمانے ہی سے مغلوں کے حملے جنوب کی جانب شروع ہو چکے تھے۔ مغلوں کا مقابلہ کرنے والا اس وقت جنوب میں صرف ملک عنبر ہی تھا۔ جو احمد نگر کی نظام شاہی میں ایک مشہور سردار تھا۔ قندھار پر ملک عنبر کا بھی قبضہ رہا ہے۔ قلعہ میں دو کتبے ملک عنبر کے نام سے نصب ہیں۔ شاہجہاں کے سردار اعظم خاں، اورنگ زیب عالمگیر کے مسلسل حملے ہوئے ہیں۔ اورنگزیب نے ایک وقت ملک دکن کو ۲۷ محلوں میں تقسیم کر دیا تھا، جن میں قندھار بھی ایک محل تھا (اس وقت کا محل آج کے تعلقہ کی برابر تھا)۔ ایک کتبہ سے ظاہر ہے کہ خواجہ حمید الدین بھی یہاں قلعہ دار کی حیثیت سے رہے ہیں۔

بعد ازاں مغل سردار نظام الملک کے ساتھ بندھیل کھنڈ کے ایک راجپوت سردار گوپال سنگھ کو قندھار کی جاگیر دی گئی تھی۔ اور یہاں گوپال سنگھ کی سات پشتیں قندھار کی قلعہ داری پر رہیں۔ ۱۸۵۰ء میں راجپوتوں کی طاقت کم ہو گئی۔ بعد میں قندھار کو ناندیڑ ضلع کا ایک تعلقہ بنا دیا گیا۔

یکے بعد دیگرے مختلف حکمراں یہاں رہ چکے ہیں، اور ہر دور کے آثار یہاں دستیاب ہیں۔

۱۲ اکتوبر ۱۹۷۹ء کو شام کے ساڑھے پانچ بجے قندھار کے محلہ نورنگ پورہ میں شری شیواجی کالج کے قریب سڑک کا کام کرتے ہوئے تین مزدور لڑکیوں کو مٹی کے ایک چھوٹے لوٹے میں سونے کے ۲۱ اکیس سکے ملے، جو ایک ٹوٹی دیوار میں سے نیچے گر گیا تھا۔ یہ تمام سکے اصلی سونے کے ہیں اور ان کا مجموعی وزن ۲۱۴ گرام ۵۰۰ ملی گرام ہے اور ان کی قیمت آج کے بازار نرخ کے اعتبار سے تقریباً ۲۵ ہزار روپے ہوتی ہے۔

منجملہ تمام سکوں میں ۱۹ سکے آخری مغل حکمرانوں کے ہیں۔ دو[1] سکوں پر صرف تین مورتیاں ہیں۔ ایک مرد اور دو عورتوں کی۔ البتہ مورتیوں کے چہرے کی شناخت مشکل ہے۔ تینوں مورتیاں ایستادہ حالت میں ہیں۔

سکوں کی تفصیلات:

(۱) دو سکے اکبر اعظم کے ہیں۔ (۹۶۳ھ تا ۱۰۱۴ھ - م ۱۵۵۶ء تا ۱۶۰۵ء) ایک جانب بادشاہ کا نام "جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی" اور ٹکسال کا نام درج ہے۔ مغل دور میں سکوں پہ دارالضرب (ٹکسال) کا نام کندہ کروانے کا عام طریقہ تھا۔ اسی جانب ٹکسال کا نام 'دارالخلافت شاہجہاں آباد' درج ہے۔ اس وقت آگرہ کا نام شاہجہاں آباد تھا۔ دوسری جانب درمیان میں کلمہ 'لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ' کندہ ہے۔ جو طغرائی خط میں تحریر ہے۔ اور چاروں جانب خلفائے راشدین کے نام ابی بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ کندہ ہیں۔ کلمہ کے ایک کونے پر ۹۸۱ھ بھی درج ہے۔ دوسرے سکے پہ تمام متن یہی ہے۔ البتہ ۹۸۲ھ درج ہے۔ گویا ایک سکہ ۹۸۱ھ کا اور دوسرا ۹۸۲ ہجری کا ہے۔

متن - ایک جانب :

خلد اللہ ملکہ
بادشاہ غازی اکبر
جلال الدین محمد
دارالخلافہ اکبرآباد

" - دوسری جانب :

ابی بکرؓ
لا الہ الا اللہ علیؓ
عثمانؓ محمد الرسول اللہ ۹۸۱ھ
عمرؓ

دونوں سکوں پر ایک ہی طرح کا متن ہے۔ البتہ دوسرے سکہ پہ ۹۸۲ھ درج ہے۔

۲) ایک سکہ شاہجہاں کے زمانے کا ہے۔ (۱۰۳۷ھ تا ۱۰۶۸ھ مطابق ۱۶۲۸ء تا ۱۶۵۸ء) شاہجہاں کے سکے پر بھی ٹکسال کا نام اکبرآباد ہی ہے۔ ایک جانب مربع میں کلمہ اور اس کے چاروں طرف خلفائے راشدین کے اسمائے گرامی مع صفات درج ہیں۔ بصدقِ ابی بکرؓ، بعدلِ عمرؓ، بارزمِ عثمانؓ اور بعلمِ علیؓ۔ دوسری جانب اسی طرح مربع میں بادشاہ کا نام اور اطراف میں چاروں طرف مکمل نام مع القابات اور ٹکسال کا نام ہے۔ شاہجہاں کے اس سکے پر

---

[1] جامع العطیات (حیدرآباد)

لبتہ تاریخ درج نہیں ہے۔ لیکن شاہجہاں کے دیگر سکہ جات میں تاریخ کا
ندراج ملتا ہے۔ جس کی تفصیل نیلسن رائٹ نے اپنی کتاب "کائنس آف
دی مغل ایمپررس" میں دی ہے۔ شاہجہاں کے سن جلوس کے بعد آٹھ سے
پندرہ سال تک کے تمام سکے اکبر آباد ہی میں تیار ہوئے تھے۔ لہٰذا نیلسن
رائٹ کی تفصیلات کے بموجب اس سکہ کا زمانہ ۱۰۴۵ھ طے کیا جا سکتا ہے
اور اس سکہ کا متن بھی اکبر آباد کے سکوں کے بموجب ہے:

متن - ایک جانب:

بصدق ابی بکرؓ
لا الٰہ الا اللہ
محمد رسول اللہ
بارزم عثمانؓ

دوسری جانب:

بادشاہ غازی
شاہجہاں
ضرب اکبرآباد

۳۔ ایک سکہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کے زمانے کا دستیاب ہوا ہے۔ اورنگزیب
نے بازاروں میں بے حرمتی کے پیش نظر سکوں پر کلمہ اور خلفائے راشدین کے
نام درج کرنے کے طریقہ کو ترک کر دیا۔ اس نے ایک جانب بادشاہ کا نام'
ایک مکمل فارسی مجلہ میں درج کیا۔ اور دوسری جانب سن جلوس کے ساتھ
ہجری سال بھی درج کیا ہے۔

اورنگ زیب: ۱۰۶۸ھ تا ۱۱۱۸ھ م ۱۶۵۸ء تا ۱۷۰۷ء)

متن - ایک جانب:

اورنگ عالم زیب گیر
شاہ
زد چوں مہر منیر
۱۰۸۲
درجہاں

دوسری جانب:

مانوس
میمنت
سنہ جلوس
ضرب
کنبایت

کنبایت کو مغلوں نے فارسی میں کنبات یا کنبایت بھی لکھا ہے۔ مغلوں کی
ی ٹکسال یہاں تھی۔

اورنگ زیب کے انتقال کے بعد مغل سلطنت کا زوال شروع ہو گیا اور
کے تمام متن حکمرانوں کو خانہ جنگیوں اور محلوں کی سازشوں کا شکار ہونا پڑا۔
س کا سب سے زیادہ فائدہ انگریزوں نے اپنے پیر مضبوط کرنے کے لئے
ٹھایا۔

۴۔ شاہ عالم اوّل کا ایک سکہ دستیاب ہوا ہے (۱۱۱۹ھ تا ۱۱۲۴ھ
۱۷۰۷ء تا ۱۷۱۲ء) شاہ عالم بہادر شاہ' اورنگ زیب کا لڑکا تھا۔ شاہ عالم
اپنے تمام سکے سورت کی ٹکسال میں تیار کئے تھے۔ متن البتہ نہایت مختصر ہے
جانب صرف بادشاہ کا نام اور دوسری جانب صرف سن جلوس اور
سال کا نام درج ہے۔

ی راج

متن۔ ایک جانب:

غازی
بادشاہ
بہادر
شاہ عالم
سکہ مبارک

دوسری جانب:

سنہ جلوس
میمنت مانوس
ضرب
سورت
(سنہ جلوس ناقابل مطالعہ ہے)

۵۔ اورنگ زیب کے پوتے فرخ سیر نے صرف سات سال حکومت کی۔
(۱۱۲۴ھ تا ۱۱۳۱ھ م ۱۷۱۳ء تا ۱۷۱۹ء) فرخ سیر نے اپنے سکے مختلف
ٹکسالوں میں تیار کروائے تھے اور متن بھی تبدیل ہوتا رہا۔ قندھار میں فرخ سیر
کے دو سکے دستیاب ہوئے ہیں۔ ایک سکہ اکبر آباد کا' دوسرا برہان پور کا ہے'
دوسرے سکے کی عبارت میں "برسیم و زر" الفاظ زائد ہیں۔ پہلے سکہ کی آخری
سطر میں "زد باد" پڑھا جا رہا ہے، جبکہ پہلی سطر میں لفظ "زد" موجود ہے۔
لہٰذا آخری لفظ ٹکسال کا نام اکبر آباد ہونا چاہئے۔ البتہ عام طور سے ٹکسال کا نام
دوسری جانب سن جلوس کے نیچے یا اوپر دیا جاتا تھا۔ اس سکے کی دوسری جانب
ٹکسال کا نام درج نہیں ہے۔

متن سکہ ۱؎ ایک جانب:

زاد از فضل حق
شاہ
بحر و بر فرخ سیر
سکہ
(زد باد)

دوسری جانب:

مانوس
میمنت
سنہ ۵ جلوس
ضرب
....

متن سکہ ۲؎ ایک جانب:

بحر و بر فرخ سیر
بادشاہ
حق برسیم و زر
فضل
سکہ زد از

دوسری جانب:

مانوس
میمنت
سنہ ۷ دارالسرور
ضرب
برہان پور

پہلے سکے کی تحریر اوپر سے نیچے کی جانب اور دوسرے سکے کی تحریر نیچے سے
اوپر کی جانب پڑھی جائے گی۔

۶۔ فرخ سیر کے بعد محمد شاہ تخت نشین ہوا۔ (۱۱۳۱ھ تا ۱۱۶۱ھ مطابق
۱۷۱۹ء تا ۱۷۴۸ء) محمد شاہ نے تیس سال حکومت سنبھالی۔ محمد شاہ، شاہ عالم
اول کا پوتا تھا۔ قندھار میں محمد شاہ کے سات سکے دستیاب ہوئے ہیں۔ چار
سکوں پر ٹکسال کا نام شاہجہاں آباد' درج ہے۔ یعنی دہلی۔ ایک سکہ پر
احمد آباد اور دو سکوں پر کوئی نام درج نہیں ہے۔ غالباً سکہ میں ابھر نہ سکا ہو۔

کیونکہ یہ عام مشاہدہ ہے کہ ان حکمرانوں کے سکوں کی تحریریں اکثر سکّہ سے کٹ جاتی تھیں۔ بعض سکوں پہ سن ہجری اور چند پہ صرف سن جلوس درج ہے۔ بعض پہ ہندسے کٹ گئے ہیں۔ اور سن جلوس کی مدد سے تاریخ نکالی گئی ہے۔ مثلاً ایک سکّہ پہ صرف ۱۱۴۰ ہندسے ہیں اور دوسری جانب سن جلوس ۱۲ ہے۔ اس طرح یہ ۱۱۴۳ھ نکل سکتا ہے۔ دوسرے پہ اسی طرح ۱۱۴۰ اور دوسری جانب سن جلوس ۶ ہے۔ لیکن اس طرح سن ہجری ۱۱۳۷ھ ہوتا ہے جو غلط ہے۔ سن جلوس ۱۶ ہونا چاہئے۔ جس سے سن ہجری ۱۱۴۷ حاصل ہوتا ہے۔ بعض سکّوں پہ تحریریں اوپر سے نیچے اور بعض پہ نیچے سے اوپر پڑھی جاتی ہیں۔

متن۔ ۱۔ ایک جانب: محمد شاہ بہادر / بادشاہ غازی / سکّہ مبارک — دوسری جانب: دارالخلافت / جلوس میمنت مانوس / سنہ احد

" ۲۔ " " محمد شاہ بہادر غازی / صاحب قران ثانی / سکہ مبارک — " " فتح جہاں آباد / دارالخلافہ شاہ ل / ضرب / جلوس میمنت مانوس / سنہ ۵

" ۳۔ " " ایضاً — ایضاً

" ۴۔ " " ۱۱۴۰ محمد شاہ / بادشاہ غازی / سکہ مبارک — " " مانوس / میمنت / سنہ جلوس / ضرب / ......

" ۵۔ " " ...... / شاہ غازی / سکہ مبارک — " " مانوس / میمنت / سنہ جلوس / ضرب / ......

" ۶۔ " " ۱۱۴۰ محمد شاہ / بادشاہ غازی / سکہ مبارک — " " مانوس / میمنت / سنہ ۱۲ جلوس / ضرب / احمد آباد

" ۷۔ " " محمد شاہ بادشاہ غازی / صاحب قران ثانی / سکہ مبارک — " " فتح جہاں آباد / دارالخلافہ شاہ ل / ضرب / جلوس میمنت مانوس / سنہ ۲۱

۷۔ چار سکے عالمگیر دوم کے زمانے کے ہیں۔ یہ حکمراں بھی صرف ۵ سال حکومت کر سکا (۱۱۶۷ھ تا ۱۱۷۳ھ م ۱۷۵۴ء تا ۱۷۵۹ء) چاروں سکوں پہ ٹکسال کا نام شاہجہاں آباد (دہلی) ہے۔ ان سکوں کے ایک جانب سن ہجری اور دوسری جانب سن جلوس درج ہے۔ بادشاہ کا نام ایک مکمل فارسی جملہ میں تحریر ہے۔ ایک پہ صرف بادشاہ کا نام اور سن ہجری درج ہے۔

متن۔ ۱۔ ایک جانب: ۱۱۶۸ عالمگیر / بادشاہ غازی / ...... — دوسری جانب: ..... / دارالخلافہ / ضرب / جلوس میمنت مانوس / سنہ احد

" ۲۔ " " عالمگیر غازی / عزیزالدین ۱۱۶۸ / ہیچو تابان مہر وماہ / سکہ / زد در ہفت کشور — " " فتح جہاں آباد / دارالخلافہ شاہ ل / جلوس میمنت مانوس / سنہ

" ۳۔ " " — ایضاً — " " — ایضاً —

" ۴۔ " " — ایضاً — " " — ایضاً —

عالمگیر دوم نے بھی سنہ احد کا طریقہ اختیار کیا۔ یہ سن جلوس اول کو سنہ احد لکھنے کا طریقہ سب سے پہلے شاہجہاں نے شروع کیا تھا۔

۸۔ ایک سکہ شاہ عالم دوم کے زمانے کا دستیاب ہوا ہے۔ جو برائے نام ہی سہی دہلی پہ ۴۷ سال حکمراں رہا۔ (۱۱۷۳ھ تا ۱۲۲۱ھ م ۱۷۵۹ء تا ۱۸۰۶ء) اس سکّہ پہ تحریر نیچے سے اوپر کی جانب پڑھی جا سکتی ہے۔

متن۔ ایک جانب: شاہ عالم بہادر / بادشاہ غازی / سکّہ مبارک — دوسری جانب: مانوس / میمنت / سنہ ۹ جلوس / ضرب / ......

اس تعلق سے اہم بات یہ ہے کہ نیلسن رائٹ نے لکھا ہے کہ شاہ عالم دوم نے سکوں پہ سن جلوس درج کرنے کا طریقہ ترک کر دیا تھا۔ لیکن یہاں جو سکہ دستیاب ہوا ہے اس میں سن جلوس ۹ درج ہے جس سے سن ہجری ۱۱۸۱ دستیاب ہوتا ہے۔

حال ہی میں جالنہ (ضلع اورنگ آباد) میں دستیاب ایک قدیم مراٹھی قلمی نسخہ "جالہنا پور جاگیکت نامہ" کے مطابق اکبر کے دور میں راجہ جے سنگھ جالنہ تک آچکا تھا۔ جالنہ زمانۂ قدیم ہی سے ایک تجارتی مرکز رہا ہے۔ شاہجہاں اور اورنگزیب کے زمانے میں بعد مغل سلطنت

ئوبہ تھا اور قندھار اس میں شامل تھا۔

سکے قندھار کے محلہ نورنگ پورہ میں دستیاب ہوئے ہیں۔ اس
ایک مغل قلعہ دار اورنگ خاں نے یہ محلہ بسایا تھا۔ جس کا نام
اورنگ پورہ رکھا تھا۔ جو بعد میں بعض دیگر روایات کی بناء
ـ پورہ کہلایا۔ اس محلہ میں پہلے جین اور مغلوں کے بعد راجپوت
ی کافی عرصہ تک رہ چکے ہیں۔ آصف جاہ اول نے قندھار کی
ر قلعہ داری ایک راجپوت سردار گوپال سنگھ کو دے دی تھی۔
سنگھ بندیل کھنڈ سے آصف جاہ اول نظام الملک کے ساتھ آیا
ر مراٹھوں کے خلاف نظام کی جانب سے بڑی شجاعت سے
ا۔ اور راکشس بھون کی لڑائی میں مارا گیا۔ گوپال سنگھ کی سانت
ی یہاں رہیں۔ یہی نورنگ پورہ محلہ کئی بار بُری طرح برباد بھی کیا
یاں زیادہ تر راجپوت سردار رہا کرتے تھے۔ بادشاہوں سے ملنے
رانہ دینا ضروری ہوتا تھا۔ لہٰذا یہ لوگ سونے کی اشرفیاں اپنے
نوظ رکھتے تھے۔ کیونکہ یہ سکے مٹی کے ایک چھوٹے لوٹے میں ملے
ایک ٹوٹی ہوئی دیوار میں تھا۔ دراصل سونے کے سکے عام طور
م کے استعمال میں نہیں ہوتے تھے۔ اس سکوں کا استعمال صرف
ہوں اور راجہ مہاراجاؤں کے لئے ہوتا تھا۔

رنگزیب کے زمانے میں قندھار کے ایک قلعدار خواجہ حمید الدین
رصہ تک یہاں رہ چکے ہیں۔ انھوں نے یہاں ایک نہایت خوبصورت
میر کیا تھا جس کا نام "رشک کشمیر" رکھا تھا۔ اس کا تذکرہ ایک
فارسی کتبہ میں ملتا ہے جو قلعہ میں ایک اونچے بُرج کے کنگورہ
ب ہے۔ "رشک کشمیر" سے مادۂ تاریخ بھی ۱۰۹۵ھ برآمد ہوتا ہے۔
و چھوٹے سکے جن پر صرف مورتیاں ہیں، سکے نہیں معلوم ہوتے ہیں،
کناروں پر ٹوٹے ہوئے حلقے ہی دکھائی دیتے ہیں۔ اندازہ ہوتا
شاید یہ راجپوت سرداروں یا جینیوں کے زیورات رہے ہیں۔
خاندان کے جو ایک قدیم دور میں قندھار پہ حکمراں رہا ہے۔ ایک
شن دیو رائے نے اسی طرح کے سکے رائج کئے تھے۔ ڈاکٹر شاستری
رابردلیش) نے اپنی کتاب "دی کاکتیاز" (THE KAKTIAS)
ر کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ ان سکوں کی دوسری جانب کچھ نہیں ہے۔
ن طرح ان ۱۹ سکوں کا خلاصہ درج ذیل ہے:

) اکبر – ۲	۴) شاہ عالم اول – ۱
) شاہجہاں – ۱	۵) فرخ سیر – ۲
) اورنگ زیب – ۱	۶) محمد شاہ – ۷
۷) عالمگیر دوم – ۴	۸) شاہ عالم دوم – ۱

مغلوں نے اپنے زمانے میں تمام ہندوستان میں مختلف شہروں میں ٹکسالیں قائم کی تھیں جن میں سے مراٹھواڑہ کے تین شہروں کا اندراج ملتا ہے۔

۱۔ اورنگ آباد۔ اورنگ آباد کی ٹکسال کے سکوں پر اورنگ آباد کا نام اس کی خصوصیت "اورنگ آباد خجستہ بنیاد" کے ساتھ لکھا جاتا تھا اس ٹکسال میں خاص طور پر محمد شاہ، احمد شاہ اور عالمگیر دوم نے سکے تیار کئے ہیں۔

۲۔ اوسہ (عثمان آباد ضلع)۔ اس دور میں اوسہ بیدر ضلع میں شامل تھا۔ یہاں شاہ عالم اول اور عالمگیر دوم نے اپنے سکے تیار کئے ہیں۔

۳۔ دولت آباد۔ یہاں کی ٹکسال مغلوں اور احمد نگر کی نظام شاہی کے زمانے میں بہت مشہور تھی۔ البتہ یہاں کے صرف شاہجہاں کے نام کے سکے ہی دستیاب ہوئے ہیں۔

"واقعاتِ مملکتِ بیجاپور" (محکمۂ آثار قدیمہ۔ حیدرآباد) میں قلعہ دھارور (ضلع بیڑ) کے حالات میں بُرجوں کے نام دیئے گئے ہیں۔ اور ایک بُرج کا نام 'ٹکسالی بُرج' بتایا گیا ہے۔

اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ دھارور بھی ایک ٹکسالی شہر رہا ہے۔ لیکن نیلسن رائٹ نے اپنی کتاب "THE COINS OF MOGHUL EMPERORS' میں ہندوستان کے ٹکسالی شہروں کے ۹۳ نام دیئے ہیں۔ جن میں دھارور کا نام نہیں ہے۔ اس کے علاوہ آر۔ برن کی کتاب "منٹس آف مغل ایمپررز" (جے۔ اے۔ ایس۔ بی ۱۹۰۴ء)، ڈاکٹر جی۔ پی ٹیلر کی تیار کردہ ٹکسالوں کی فہرست، ڈاکٹر کاڈرنگٹن کی کتاب "مسلمان نیوسمیٹکس"۔ اور 'منٹ ٹاؤن اور کائنس' کے تحت تیار کردہ فہرست وغیرہ میں ہندوستان میں مغلوں کے سکوں پہ زبردست تحقیقی کام کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ نیلسن رائٹ نے "آئینِ اکبری" اور 'منتخب التواریخ' (بدایونی) وغیرہ کا بھی استعمال کیا ہے۔ بہرحال کسی جگہ بھی ضلع بیڑ کے قلعہ دھارور کا ٹکسال ہونا کہیں بھی درج نہیں ہے۔

ایک بات البتہ قابلِ غور ہے کہ نیلسن رائٹ کو جو سکے دستیاب ہوئے انہی پہ اس کی تحقیقات کا دارومدار ہے۔ چنانچہ نیلسن رائٹ کو شاہ عالم اوّل کے جو سکے دستیاب ہوئے، ان پہ سنِ جلوس درج نہیں ہے۔ اور وہ کہتا ہے کہ شاہ عالم اول نے سنِ جلوس درج کرنا بند کر دیا تھا، لیکن قندھار میں دستیاب سکہ پر سنِ جلوس درج ہے۔ اسی طرح عالمگیر دوم کے سکوں کے تعلق سے اس نے لکھا ہے کہ اس کے صرف چاندی کے سکے ہی تھے لیکن قندھار میں عالمگیر دوم کا سونے کا سکہ بھی دستیاب ہوا ہے۔ (باقی صـ۳۶ پر)

سر رابرٹ گرانٹ کی قلمی تصویر
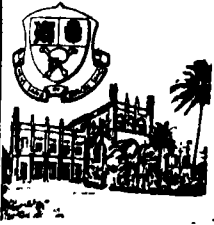
گرانٹ میڈیکل کالج کی قلمی تصویر اور اس کا نشان

• ڈاکٹر این جی نلوارکر

سر رابرٹ گرانٹ وہ شخصیت ہے جس کی کاوشوں کے نتیجہ میں بمبئی میں گرانٹ میڈیکل کالج قائم ہوا۔ نومبر ۱۸۴۵ء میں یہ کالج شروع ہوا اور اس وقت سے آج تک یعنی تقریباً ایک صدی سے زائد اس کالج نے علم طب کے کئی بے مثال ماہرین پیدا کئے ہیں۔ آج ہندوستان اور پاکستان میں اس کالج کے سند یافتہ کئی نامور طبیب موجود ہیں. مہاراشٹر، گجرات، کرناٹک اور راجستھان جیسے دور دراز علاقوں کے لاکھوں مریض اپنی شفاء کے لئے ایک طرح سے اسی کالج کے ممنون ہیں.

اس کالج کے قیام کی ضرورت سر رابرٹ گرانٹ نے خاص طور سے اس لئے محسوس کی کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ طب کے طلباء سائنسی تحقیقات کی عادت ڈالیں اور طبی تعلیم اور پیشہ میں اعلیٰ معیار حاصل کریں۔ سر رابرٹ گرانٹ چارلس گرانٹ کے دوسرے لڑکے ہیں. سر رابرٹ گرانٹ بنگال کے کدرپور تعلقہ میں ۱۵ جنوری ۱۷۸۰ء میں پیدا ہوئے. آپ کے والد ایسٹ انڈیا کمپنی میں ملازم تھے. آپ اپنے والد کے ہمراہ ہندوستان میں ۱۰ سال رہے. کیمبرج کے میگڈیلن کالج میں تعلیم حاصل کی، آپ ایک ذہین طالب علم تھے. آپ نے کئی اسکالرشپ حاصل کیں اور ریاضی میں اول درجہ میں کامیاب ہوئے۔ ۱۸۱۸ء سے ۱۸۳۴ء تک انگلینڈ میں سیاسی سرگرمیوں میں نمایاں حصہ لیا. اور کمشنر ایسٹ انڈیا کمپنی، پریوی کونسلر، برطانیہ کے شاہی مشیر اور جج، ایڈوکیٹ جنرل جیسے اہم عہدوں پر فائز رہے۔ ۱۸۳۵ء میں آپ بمبئی پریسیڈنسی کے گورنر مقرر ہوئے. اور بمبئی آتے ہی میڈیکل کالج کے قیام کی کوششیں شروع کردیں۔ آپ کے انتقال کے بعد سینٹ مارٹن چرچ پونے میں آپ کے تابوت کو سپرد خاک کیا گیا جہاں آج بھی ایک کتبہ بطور یادگار موجود ہے

پہلا طبی تعلیمی ادارہ: گرانٹ میڈیکل کالج بمبئی اور مغربی ہندوستان میں پہلا طبی تعلیمی ادارہ تھا جس میں طلبہ کو یورپی طب کی تعلیم دی جاتی تھی. اس زمانہ میں دید اور حکیموں کے روایتی طریقہ

گرانٹ میڈیکل کالج کی عمارت

) زیادہ مشہور و مقبول ہوا کرتے تھے۔ جبکہ اسی زمانہ میں یورپ میں
ئنس روبہ ترقی تھا۔ سر رابرٹ کی بھی یہی کوشش تھی کہ ترقی پذیر
ی سائنس کی ترقی کو قبول کریں اور اپنائیں۔
دوستانیوں میں طبی پیشے کو عام کرنے کی ضرورت سر رابرٹ گرانٹ
بہ سے محسوس کی ایک تو یہ کہ مقامی ناقص طریقہ علاج کی وجہ
ریض اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے اور دوسرے یہ کہ طبی
ذریعہ مغربی ہندوستان میں تعلیم کا معیار بلند کیا جا سکتا تھا۔
ت بھی قابل ذکر ہے کہ سر رابرٹ گرانٹ سے پہلے بمبئی میں مراٹھی
م کا ایک طبی مدرسہ قائم تھا جو ۱۸۲۶ء سے ۱۸۳۲ء تک جاری
طبی سہولیات کی کمی اور ناقص انتظامیہ کی وجہ سے زیادہ عرصہ
کا۔ سر رابرٹ گرانٹ وسیع القلب اور انصاف پسند شخص
پ نے ہمیشہ بمبئی کے عوام کی بہتری چاہی۔ مارچ ۱۸۳۵ء میں
گورنر مقرر ہوتے ہی آپ نے اپنی تمام تر توجہ طبی مدرسہ قائم کرنے
ں۔ ابتدائی طور پر آپ نے طبی پیشہ افسران کو ایک طبی انجمن
دعوت دی۔ اس طرح میڈیکل اینڈ فزیکل سوسائٹی آف بمبئی کی
وئی۔ مذکورہ انجمن نے دو سال تک غور و خوض کے بعد بمبئی میں
دل کے قیام کا جائزہ لیا۔ سر رابرٹ گرانٹ نے ایک تفصیلی رپورٹ
قیم گورنر جنرل کی منظوری کے لئے ۱۸۳۵ء میں روانہ کی۔ لارڈ آکلینڈ
ت نے اسے منظور کیا لیکن اس سے پہلے کہ یہ خبر بمبئی تک پہنچ پاتی،
ئی ۱۸۳۸ء کو دا پولی، پونے میں سر رابرٹ کا انتقال ہوگیا۔
عال سر رابرٹ گرانٹ نے جو شمع روشن کی تھی وہ جلتی رہی ـــــ
ولائی ۱۸۳۸ء کو ٹاؤن ہال بمبئی میں منعقدہ ایک تعزیتی اجلاس

۱۸۳۸ء میں جے جے اسپتال کی تعمیر کے ابتدائی دور میں مریضوں کے لئے ۳۰۰ بیڈ شروع کرنے کے لئے سر جمشید جی جیجی بھائی نے ایک لاکھ روپے کا گرانقدر عطیہ دیا تھا۔

میں یہ طے پایا کہ سر رابرٹ گرانٹ کی خواہش کی تکمیل کرتے ہوئے بمبئی میں طبی کالج قائم کیا جائے جو انہی کے نام سے منسوب ہو۔ آنریبل کورٹ آف ڈائرکٹرس نے تجویز پسند کی اور کالج کا نام "گرانٹ میڈیکل کالج" رکھنا منظور کیا۔

جے جے اسپتال کا قیام: سر رابرٹ کی تجویز یہ تھی کہ طبی اسکول کے ساتھ ساتھ ایک جنرل اسپتال بھی قائم کیا جائے تاکہ جراحی و طبابت کی عملی تعلیم و تربیت کا انتظام ہو سکے۔ ۱۸۳۸ء میں مسٹر جمشید جی جے جی بھائی نے سرکاری خزانہ میں ایک لاکھ روپیہ دینے کی پیش کش اس شرط پر کی کہ خود حکومت بھی اتنی ہی رقم عطا کرے اور دونوں رقموں پر چھ فیصد شرح سود منظور کرے۔

کورٹ آف ڈائرکٹرس نے اس تجویز کو قبول کیا اور یہ طے پایا کہ میڈیکل کالج سے قریب ہی ایک اسپتال تعمیر کیا جائے۔ اس اسپتال کا نام جمشید جی جی جی بھائی رکھا گیا۔ جس میں ۳۰۰ مریضوں کی دیکھ بھال کا انتظام تھا۔ اس اسپتال کی عمارت کا سنگ بنیاد ۳ر جنوری ۱۸۴۳ء کو ڈاکٹر جیمس برنس کے ہاتھوں رکھا گیا۔ جے جے کیا ؤنڈ میں اس سلسلہ میں ایک رنگا رنگ تقریب منعقد ہوئی جس کی تفصیل بمبئی ٹائمز میں ۴ر جنوری ۱۸۴۳ء کے شمارے میں شائع ہوئی۔ ۱۵ مئی ۱۸۴۵ء کو اس وقت کے گورنر سر جارج بارٹ کے ہاتھوں اسپتال کا افتتاح ہوا۔ ۲۵ مئی تک اسے عوام کے

جے۔ جے اسپتال (پرانی عمارت)

گرانٹ میڈیکل کالج کے پہلے پرنسپل پروفیسر چارلس مورہیڈ

[illegible]
[illegible]
Her Most Gracious Majesty
QUEEN VICTORIA
UNDER THE GOVERNMENT OF
[illegible]
THIS BUILDING WAS ERECTED
AT THE JOINT EXPENSE
OF THE
HONORABLE EAST INDIA COMPANY
AND OF THE
FRIENDS OF THE LATE
SIR ROBERT GRANT G.C.H.
GOVERNOR OF [illegible]
FOR THE PURPOSES OF AN INSTITUTION
DESIGNATED
[illegible]
THE GRANT MEDICAL COLLEGE
[illegible]
THROUGH A SCIENTIFIC SYSTEM
[illegible]
TO THE
[illegible]

۱۸۴۵ء میں سر رابرٹ گرانٹ کی یاد میں نصب کردہ کتبہ

ڈاکٹر چارلس مورہیڈ: ڈاکٹر چارلس مورہیڈ کالج کے پہلے سپرنٹنڈنٹ اور بعد میں پرنسپل بنائے گئے۔ آپ آزاد خیال، مخلص، ذہین اور وسیع القلب شخص تھے۔ آپ ہی کی جدوجہد کی بدولت شروع کے مشکل حالات سے گذر کر کالج ترقی کرتا رہا۔ آپ چاہتے تھے کہ مقامی لوگوں کو طبابت اور جراحی کی ایسی تعلیم سے آراستہ کیا جائے کہ وہ ریاست میں واقع اسپتالوں کے اسٹاف ہی بن کر نہ رہیں بلکہ خودمختار، کارآمد ڈاکٹر ثابت ہوسکیں اسی نصب العین کو حاصل کرنے کے لئے یہ کالج آج بھی مصروفِ عمل ہے۔

گرانٹ میڈیکل کالج کو بحران سے نکال کر اپنے پیروں پر کھڑا کرنے کا سہرا ڈاکٹر چارلس موری ہیڈ کے سر ہے۔ اس کالج کی یہ خدمت کر کے ڈاکٹر موصوف نے صحیح معنوں میں سر رابرٹ گرانٹ کے خوابوں کو سچ کر دکھایا۔ جب تک گرانٹ میڈیکل کالج قائم ہے آئندہ نسلیں ان دونوں عظیم رہنماؤں کی مرہونِ منت رہیں گی۔

معائنہ کے لئے کھلا رکھا گیا اور ۲۸ رمئی ۱۸۴۵ء میں مقامی جنرل اسپتال سے کچھ مریض مذکورہ اسپتال کے اولین مریض کے طور پر داخل کئے گئے۔

گرانٹ میڈیکل کالج کا سنگِ بنیاد ۳۰ رمارچ ۱۸۴۳ء کو کلکتہ کے لارڈ بشپ کے دستِ مبارک سے رکھا گیا۔ ۱۸۴۵ء کے ماہ اکتوبر میں کالج کی عمارت بن کر مکمل ہوئی، ۲۰ راکتوبر کو داخلہ کے خواہش مند طلبہ کا امتحان لیا گیا۔ یکم نومبر ۱۸۴۵ء کو پانچ فیس معاف اور سات وظیفہ یافتہ طلبہ کا انتخاب کیا گیا۔ ان میں سے ایک تو نہایت ذہین ثابت ہوا۔ یہ طالب علم کوئی اور نہیں بلکہ ڈاکٹر بھاؤ داجی لاڈ پارسیکر تھے، جنھوں نے بمبئی کی طبی سماجی، معاشی اور سیاسی میدان میں ناقابلِ فراموش خدمت کی۔

• مبصر: رفیق جعفر

آندھرا پردیش

مصنف: ایم. باگا ریڈی
قیمت: آٹھ روپے
ناشر: آندھرا پردیش اُردو اکیڈیمی،
اے. سی. گارڈز، حیدر آباد (اے. پی)

● مسٹر ایم. باگا ریڈی کی اُردو دوستی سے اُردو دنیا خوب واقف ہے'
ںوں نے صحیح معنوں میں اُردو کی خدمت کی ہے اور اب بھی کر رہے ہیں.
ج بھی وہ اُردو اکیڈیمی آندھرا پردیش کی صدارت کو سنبھالے ہوئے ہیں.
یشہ کی طرح اب بھی وہ زندگی کی سرحد پر اُردو مجاہد بنے ڈٹے ہوئے ہیں
ر وقتاً فوقتاً اُردو مخالف مہم کا مُنہ توڑ جواب دیتے رہتے ہیں اور اُردو
ے سرکاری موقف کی برقراری کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں. بہرحال
ندھرا پردیش" نامی کتاب کے یہ مصنف عثمانیہ یونیورسٹی کے لائق اُردو
ںمد سپوتوں میں سے ہیں. اس اعتبار سے یہ کتاب بہت ہی اہم ہے.
اس بات سے خوشی ہوئی کہ مسٹر ریڈی نے صرف ۹۲ صفحات میں بڑی
بی کے ساتھ آندھرا پردیش کو ماضی اور حال کی روشنی میں پیش کیا ہے. یہ
ں کی تحریر کا کمال ہے. اپنی مصروفیات کو بالائے طاق رکھ کر انھوں نے
ب دیرینہ ضرورت کی تکمیل کی ہے جس کے لئے وہ مُبارکباد کے مُستحق ہیں.
تاب کی زبان دِلنشیں، رَواں اور سادہ ہے. مضمون کی خشکی کو اندازِ بیان
ے دِلکش بنا دیا ہے.
اس کتاب کا "پیش لفظ" آندھرا پردیش اُردو اکیڈیمی کے رُوحِ رَواں
کریٹری/ڈائرکٹر جناب چندر سری واستوا نے لکھا ہے، جو اس ریاست میں
ردو کے کامیاب وکیل کی حیثیت رکھتے ہیں. انہی کی نگرانی میں یہ مقصدی
تاب وجود میں آئی ہے.
مصنف نے جو آندھرا پردیش کے سب سے سینئر رکنِ اسمبلی ہیں اپنی اس
ب میں اس علاقے کی اہمیت، عظمت اور فوقیت کو ظاہر کیا ہے. سب
ے پہلا باب "آندھرا پردیش ماضی کے آئینے میں" ہے. جس میں اس
قے کی تاریخی حیثیت کو واضح کیا گیا ہے. جس سے یہاں کی تہذیب اور
ن کا پتہ چلتا ہے. گو کہ یہ مضمون سرسری اور مختصر ہے تاہم اس میں وہ
ی راج

ساری اہم باتیں موجود ہیں جو آندھرا پردیش کی تہذیب کے رنگوں کو اُجاگر کرتی ہیں اور ایک طویل ترین داستان سامنے آجاتی ہے جس کو مدنظر رکھ کر آندھرا پردیش کی تاریخ بھی مُرتب ہو سکتی ہے.

دوسرا مضمون ہے "آندھرا پردیش حال کی روشنی میں" ـ اس عنوان کے تحت مصنف نے آندھرا پردیش کی موجودہ پوزیشن بتائی ہے. اس عنوان کے زیرِ سایہ کئی ذیلی عنوانات ہیں جیسے پنچایت راج، صنعتیں، آثارِ قدیمہ، تعلیمات، آب رسانی، تعمیرات، پوسٹ، باغات، جھیلیں اور مجلسِ قانونساز وغیرہ. ہر شعبے کے تعلق سے تفصیلی معلومات فراہم کی گئی ہیں.

اس کتاب کا اہم ترین مضمون "آندھرا پردیش میں اُردو" ہے. اس مضمون میں مصنف نے ۱۹۵۶ء (قیامِ آندھرا) سے لے کر آج تک کے اُردو موقف کو بیان کیا ہے. جس کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ آندھرا پردیش میں اُردو کا موقف مُستحکم ہے اور اُردو کو عوام اور حکومت دونوں کی سرپرستی حاصل ہے اور پھر آندھرا پردیش ہی اس وقت ملک کی وہ واحد ریاست ہے جہاں عدالتوں اور دیگر محکموں میں اُردو کا چلن عام ہے. حیدر آباد اور اردگرد کے کئی اضلاع میں سرکاری دفتروں کے سائن بورڈ تلگو کے ساتھ اُردو میں بھی لکھے ہوئے ہیں. کئی محکموں میں اُردو درخواستیں بھی قبول کی جاتی ہیں. نہ صرف یہ بلکہ سرکاری محکموں میں اُردو والوں کی خدمت سے استفادہ کیا جاتا ہے. بقول مسٹر ریڈی، سکریٹریٹ، منسٹریل اور جوڈیشیل منسٹریل خدمات میں بھرتی کے مقاصد کے لئے اُردو ایک علاقائی سرکاری زبان تصور کی جاتی ہے اور اہلکارانہ خدمات کے لئے سرکاری تقررات کے ضمن میں تلگو لازمی نہیں اور بھرتی کے سلسلے میں اُردو بذاتِ خود ایک اہلیت ہے.

"آندھرا پردیش" مسٹر ریڈی کی اہم تصنیف ہے. جس کی ایک تاریخی اہمیت ہے، محکمۂ تعلیمات اس کی سفارش کرے تاکہ اسکول کے نصاب میں شامل کیا جا سکے ـ مجھے اُمید ہے کہ اُردو سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب اس کتاب کو پسند فرمائیں گے اور قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے.

★★

آہ! ۳۰ جنوری ۱۹۴۸ء

• مفتوں کوٹوی
ہرن بازار، املی چوک،
کوٹہ، راجستھان

(جب ہمارے ہی ایک اہلِ وطن نے گاندھی جی کا سفاکانہ قتل کیا تھا)

جمہوریت ملک [illegible] آج
ہر اہلِ وطن کے لئے [illegible]
صد شکر کہ [illegible] ملک میں [illegible]
ہاں کس کی [illegible] ؟

وہ مخلص و خوددار و وفادار تھے گاندھی

تھا قلب وہ آزاد، طبیعت تھی وہ بیباک!
دنیا میں جدھر دیکھئے اک رعب تھا، اک دھاک
باہر سے [illegible] تو اندر سے بھی دل پاک
جس خاک سے اٹھے وہیں پھر ہو بھی گئے خاک

بھارت کے لئے کتنے وفادار تھے گاندھی

برسوں میں یہ اللہ کی ہوتی ہے عنایت
پیدا ہو وہ انسان، کرے دور جو غفلت
ممنونِ کرم ان کا بہرحال ہے بھارت
اب سو گئے [illegible] گاندھی ہو کے رخصت

جب [illegible] تھا [illegible] بیدار تھے گاندھی

اک آدمی [illegible] جو [illegible] اصولوں کا [illegible]
[illegible] عدو سے
لغزش نہ ہوئی [illegible] کی رو سے
رنگین کیا اپنا اصول، اپنے لہو سے

[illegible] اہنسا کے پرستار تھے گاندھی

کچھ اس میں نہیں شک یہ ہے دنیا کا بڑا قتل
یہ ہوش رُبا قتل ہے یہ درد فزا قتل!
قاتل سے بھی کچھ آنکھ ملا کر نہ ہوا قتل
جب ان کو کیا قتل تو جھک کر ہی کیا قتل

جو دل پہ کرے راج، وہ سردار تھے گاندھی

حیرت ہے کہ اپنوں ہی میں ہو جان کا بھوکا
جو خون ہوا اپنا۔ وہی پیاسا ہو لہو کا
شاباش کہ دل توڑا نہ مرکر بھی عدو کا
یوں سامنے آئے کہ وہ اک وار نہ چوکا

دیکھے کوئی۔ دشمن کے بھی دلدار تھے گاندھی

اُف اُٹھ گئی وہ ذات جو تھی نازشِ عالم
بھارت کی ترقی کی تھی خواہش جسے ہر دم
تھی فکر تو یہ فکر تھی، غم تھا تو یہی غم
تھے ہندو و مسلم کی محبت کا وہ سنگم

دونوں کی محبت کے طلبگار تھے گاندھی

اے خاکِ وطن رو، کہ بجھا اب وہ شرارا
تھا جس سے درخشاں تری قسمت کا ستارا
جاں سوز تھا، دلسوز تھا، دل دار و دل آرا!
اب غم میں ہوئی اس کے خموشی بھی گوارا

قدرت کے بڑے فخر کے شہکار تھے گاندھی

انجم عرفانی
شعبۂ اردو
ایم۔ ایل۔ کے ڈگری کالج
بلرام پور (یو۔ پی) ۲۷۱۲۰۱

بن کر بہار آئی ہے، چھبیس جنوری
عزمِ حیات لائی ہے، چھبیس جنوری

گوشے چمن کے پھولوں سے لہکے ہوئے ہیں پھر
منظر سبھی گلابوں سے دہکے ہوئے ہیں پھر
جھونکے ہیں جو ہوا کے وہ مہکے ہوئے ہیں پھر

اے جشنِ لازوال، یہی سلسلہ رہے
اے روزِ بے مثال، یہی سلسلہ رہے
از خواب تا خیال، یہی سلسلہ رہے

خوشبو کی طرح چھائی ہے، چھبیس جنوری
بن کر بہار آئی ہے، چھبیس جنوری

رگ رگ میں آسمائی ہے، چھبیس جنوری
بن کر بہار آئی ہے، چھبیس جنوری

آئی نویدِ جشنِ بہاراں لئے ہوئے
رعنائیٔ حیات کا ساماں لئے ہوئے
آزادیٔ خیال کا عنواں لئے ہوئے

یارب سدا چمن میں یہ رنگِ چمن رہے
تہذیبِ نو بہ نو کا یہ صد پیرہن رہے
ہاں مطلعِ وطن پہ یہ صبحِ وطن رہے

تحفے ہزار لائی ہے چھبیس جنوری
بن کر بہار آئی ہے، چھبیس جنوری!

قسمت سے ہم نے پائی ہے، چھبیس جنوری
بن کر بہار آئی ہے، چھبیس جنوری

ہے نازشِ حیات یہ انسانیت کی عید
اک منتشر گروہ کی ہے قومیت کی عید
یعنی یہ اہلِ ہند کی جمہوریت کی عید

منزل کی سمت یوں ہی رواں قافلہ رہے
زنجیرِ آہنی کی طرح سلسلہ رہے
شانے سے شانہ دل سے ہر اک دل ملا رہے

کس درجہ ہم کو بھائی ہے چھبیس جنوری
بن کر بہار آئی ہے، چھبیس جنوری

دیکھو وہ مسکرائی ہے، چھبیس جنوری
بن کر بہار آئی ہے، چھبیس جنوری

نقشِ تابدار

• قاضی محمد تاج الدین تاج اورنگ آبادی
ایس. دی روڈ، باندرہ، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۵۰

تاریخ شاہکار ہے چھبیس جنوری
پیغامِ اختیار ہے چھبیس جنوری

اہلِ وفا کی یاد دلاتی رہے گی یہ !
وہ نقشِ تابدار ہے چھبیس جنوری

آزادئ وطن ملی قربانیوں کے بعد
وہ عزمِ پائیدار ہے چھبیس جنوری

باغِ وطن کو خون سے سینچا گیا ندیم
کیفیتِ بہار ہے چھبیس جنوری

آزادئ حیات کی تمہید لازوال !
انسانیت شعار ہے چھبیس جنوری

جمہوریت کو اہلِ وطن نے کیا قبول
آئینِ باوقار ہے چھبیس جنوری

ہے احترام اس کے تقاضوں کا لازمی
واللہ شاندار ہے چھبیس جنوری

باغِ وطن پہ کوئی خزاں کا اثر نہیں
گلشن سبزہ زار ہے چھبیس جنوری

تاریخ سازِ قوم د وطن تاج بن گئی
تحریک خوشگوار ہے چھبیس جنوری

غزل

• ضیا زخمی کھامگانوی
صرافہ جونی مسجد، کھام گاؤں
بلڈانہ۔ مہاراشٹر

جب کبھی آئی ہے دل کے ٹوٹ جانے کی صدا
لرزہ بر اندام ہو کر رہ گئی بادِ صبا!

جانے کس احساس نے جھونکا دیا ہے دفعتاً
آتے آتے رک گیا ہونٹوں پہ دل کا مدعا

عدل کی زنجیر کھینچی کام اپنا کرلیا
دسترس میں آپ کی ہے زندگی کا فیصلہ

آؤ کوئی نہر ہی کھودیں گے اب تو شہر میں
ہوگیا تالاب کا پانی بھی اب تو بدمزا !

بارہا اصرار کے پہلو نے لیں انگڑائیاں
آپ جب آہستہ آہستہ ہوئے ہیں لب کشا

آپ ہی کہئے ذرا دل سے جدا کیسے کردں
آپ ہی کا غم ہے مری زندگی کا آسرا

فطرتاً ہی درمیاں کے لوگ ہوتے ہیں خراب
پھر کہیں الجھا نہ دیں یہ معاملہ سلجھا ہوا

کوئی کب تک کہ تسلی پہ جئے گا عمر بھر
ہو چکی زخمی بہت تجدیدِ ضبطِ انتہا!

جمہوریت کا پیغام

• ڈاکٹر ودود قمر
پرتاپگڑھ، یو۔پی

جِلو میں لئے دعوتِ بہار چلو
نظار میں ہے صبحِ زرنگار چلو

برائے دید تماشائے نو بہار چلو
بلند کر کے نگاہِ فلک شکار چلو

ر وہ کام کہ دنیا میں سربلند رہو
لو تو جلوۂ ہستی پہ باوقار چلو

عناد و بغض کی تاریکیاں نہ رہ جائیں
خلوص دل میں، نگاہوں میں پیار لے کے چلو

یک موقعِ عزمِ سفر غنیمت ہے
قت ہاتھ نہ آئے گا بار بار، چلو

شمیمِ زلفِ دوتا سے نفس کو مہکاؤ
منظر میں لے کے فروغِ جمالِ یار چلو

رہا ہے دیارِ سکونِ دل تم کو ! !
رنی ہے تمھیں منزلِ بہار چلو

نقیبِ عظمتِ ہندوستان ہو تم لوگ
تمھیں سے قوم کی ہے عزت و وقار چلو

۔ ایک موڑ پہ تم رہنما کے ساتھ رہو
۔ ایک گام لئے شمعِ جلوہ یار چلو

یہ مانا نفسِ محبت ہے دھندلکوں میں قمر
نئی سحر پہ نہ ہو منجمد غبار چلو

ج

آرزو

• کلیم غازیپوری

زندگی کا درس لے کر ہر نئی افتاد سے !
کھینچ لوں خود ہاتھ اپنا ظلم و استبداد سے

پھول پر گلچیں کا دستِ جور اب بڑھنے نہ دوں!
بیکس و مجبور پر کوئی ستم کرنے نہ دوں

پھونک ڈالوں خود ہی بڑھ کر بجلیوں کا آشیاں
ساری دنیا سے مٹا دوں ظلم کا نام و نشاں !

ایسی اک چھوٹی سی دنیا ہو کہ جس میں رہ سکوں
جس میں رہ کر رات دن انساں کی خدمت کروں

بغض و نفرت کے چراغوں کو بجھا دوں دہر سے
نوعِ انساں کو بچا لوں ظالموں کے قہر سے

اپنی دنیا کو سجا لوں خدمت و اخلاق سے
نیکیوں کا لے کے سرمایہ اٹھوں آفاق سے

جان دے دوں اس وطن پر اور وطن کی شان پر
آنچ میں آنے نہ دوں ہرگز وطن کی آن پر !

فرقہ بندی اور تعصب سے رہوں میں دور دور
میرے دل میں اپنی شہرت کا نہ پیدا ہو غرور

دوسروں کا غم اٹھا لوں اپنے غم کے ساتھ ساتھ
بیکسوں کے سر پہ رکھ دوں مہر اور الفت کا ہاتھ

آرزو چھوٹی ہے اپنی اور تمنا مختصر
جان دے دوں میں کلیم اپنے وطن کے نام پر

۲۵ جنوری ۱۹۸۰ء

• محمد ابراہیم بسمل ایڈوکیٹ، اکولہ
ممبر مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکاڈیمی

یک جا ہوئے تو قوتِ دستِ خدا ہوئے
بکھرے تو ذرّے ذرّے کی صورت ادا ہوئے

بغض و حسد، عداوت و کینہ و دشمنی
اوصاف ہیں زمانے کے، ہم کیا تھے کیا ہوئے

اس وقت جیسے مجھ پہ قیامت گذر گئی
صدیاں سمٹ کے رہ گئیں جب تم جدا ہوئے

ہر رہگذر پہ شمع کی صورت میں جل اٹھے
سجدے حضورِ شوق میں جس جا ادا ہوئے

ہم کو جنابِ شیخ برا نا حساب دیں
کتنے گناہ کر چکے کتنے قضا ہوئے

مرنے کے بعد اور بھی نزدیک آ گئے
سینے میں یاد اور لبوں پر دعا ہوئے

بسمل نے حق پرستوں کی محفل میں جان دی
اہلِ خرد کو کیا ہوا وہ کیوں خفا ہوئے

٭٭٭

• سحر سعیدی
ٹوٹی کی مسجد،
چیلی پورہ، اورنگ آباد

آنکھیں ملیں تو جشن تماشا نہ کر سکا
دل مل گیا تو درد کا شکوہ نہ کر سکا

یاروں نے مجھ کو دیکھا جو دریا میں ڈوبتے
پھر کوئی خودکشی کا ارادہ نہ کر سکا

یہ غم نہیں کہ اور نے چاہا نہیں مجھے
غم یہ ہے تو بھی میری تمنا نہ کر سکا

اس نے تو ہر طرح سے نکالی ہے دشمنی
میں اس کو سارے شہر میں رسوا نہ کر سکا

مکتوب اس کو پیار سے لکھا تو تھا مگر
پہنچاؤں خود ہی جا کے میں ایسا نہ کر سکا

ڈالی تھی اس نے ایک اچٹتی ہوئی نگاہ!
پھر یہ کرم وہ مجھ پہ دوبارہ نہ کر سکا!

بھرتا کوئی اڑان ہی اس کے مکان تک
یہ بھی مرے بدن کا پرندہ نہ کر سکا

آتے ہیں سب نمک ہی چھڑکنے کے واسطے
زخموں کو میرے کوئی بھی اچھا نہ کر سکا

سب مصلحت کی آڑ میں چھپتے رہے سحر
کوئی بھی حق بیانی کا دعویٰ نہ کر سکا

• خیرات ندیم، عثمان پورہ، حیدر آباد

کانٹے حلق میں پڑ گئے شدت کی پیاس سے
کتنے سراب ابلتے رہے ہیں گلاس سے

مانا روش روش پہ بہاروں کا رقص تھا
جسموں کی آنچ بجھ نہ سکی سرد گھاس سے

سارے بدن لباس سے محروم ہو گئے
جھانکا قلندری نے جو زخمی لباس سے

کام آ گئیں حیات کی یہ سربلندیاں
پتھراؤ مجھ پہ ہونے لگا آس پاس سے

خود آج میرا درد عجب کشمکش میں تھا
میرے ہی زخم مجھ کو لگے ناشناس سے

اب تلخیاں ہی صورتِ وجہِ سکون ہیں
وہ دن گئے کہ رہتے تھے ہم بھی اداس سے

اوراقِ بحر و بر پہ ہے تاریخ پھر رقم
طولِ غمِ حیات کے ہر اقتباس سے

نظروں کا حسن حسنِ تجلی بنا رہا
جسموں کے آئینوں کے حسیں انعکاس سے

نقادِ علم و فن ہوں کہ دانشورانِ وقت
آنے لگے ہیں آج نظر بدحواس سے

کچھ سرحدِ جنوں سے بھی آگے نکل گئے
کچھ محوِ گفتگو ہیں ابھی تک قیاس سے

کہتے ہیں لوگ اب بھی ندیم اپنی شاعری
معمورۂ جنوں ہے لبوں کی مٹھاس سے

ںلع وردھا میں روحانی مکتی کے لیے
نرا کے عنوان پر منعقدہ بین الاقوامی اجلاس
موقع پر جو کہ ۳۰ دسمبر ۱۹۷۹ء سے
۱۹۸۰ء تک جاری رہا۔ ریاستی
یٹ جنرل برائے اطلاعات و رابطہ
ے مہاراشٹر کی جانب سے اسی سلسلے میں
ہ پندرہ روزہ لوک راجیہ کا خصوصی نمبر
نڈر اور ڈائری بابت ۱۹۸۰ء آچاریہ
ے کی خدمت میں پیش کی گئی۔

لوک سبھا کے انتخابات: ناسک حلقہ میں رائے دہندگان اپنی باری کا انتظار کرتے ہوئے۔

اکبر علیز کے ایک مزید شاندار ڈپارٹمنٹل اسٹور کا
افتتاح گزشتہ دنوں بمبئی کے مضافات سانتا کروز
میں ہوا۔ زیر نظر تصویر میں سفیر ہند برائے یمن
جناب اسمٰعیل کانگا صاحب رسم افتتاح کے موقع
پر کیک کاٹتے ہوئے۔ قریب ہی اکبر علیز گروپ
آف کمپنیز کے چیرمین جناب فخر الدین خورا کی والا
دیکھے جا سکتے ہیں۔

ہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکاڈیمی کی طرف سے
ر ۱۳ر جنوری ۱۹۸۰ء کو منشی پریم چند پر سیمینا
د ہوا جس میں پروفیسر آل احمد سرور، ڈاکٹر
بیں، ڈاکٹر شمس الرحمٰن فاروقی کے علاوہ
خواجہ احمد عباس اور شری باقر مہدی نے اپنے
لات پڑھے۔ ۱۲ر جنوری کے سیمینار کی صدارت
علی سردار جعفری نے کی۔ اور ۱۳ر جنوری کو
رت کے فرائض پروفیسر آل احمد سرور نے
دیے۔

زیر نظر تصویر میں ڈاکٹر اسحٰق جمخانہ والا،
یر مملکت برائے ہاؤسنگ سیمینار کا افتتاح
ا رہے ہیں آپکے بائیں طرف شری علی سردار جعفری،
وفیسر آل احمد سرور اور ڈاکٹر شمس الرحمٰن فاروقی
ئیں طرف اکاڈیمی کے سکریٹری شری خواجہ عبدالغفور
خواجہ احمد عباس تشریف فرما ہیں۔

۱۳ر جنوری کی شب میں اکاڈیمی کی طرف سے
المالطیفی ہال میں ایک مشاعرہ منعقد کیا گیا جس
کی صدارت شری مجروح سلطان پوری نے کی۔
ڈاکٹر اسحٰق جمخانہ والا نے مشاعرے کا افتتاح
فرمایا۔ زیر نظر تصویر میں صدر مشاعرہ شری مجروح
سلطانپوری اپنی ۳۲ سال پرانی غزل "ترا ہاتھ ہاتھ
میں آگیا..." سنا کر سامعین سے داد و تحسین وصول
کر رہے ہیں۔ زیر نظر تصویر میں (دائیں سے بائیں) خواجہ
عبدالغفور، شریمتی واجدہ تبسم، شریمتی سلمیٰ صدیقی،
شری مجروح سلطان پوری، ڈاکٹر اسحٰق جمخانہ والا
شری سردار جعفری اور شری مظفر شاہجہاں پوری
بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

... محفل میں ... ، ... ، شری ہارون رشید ملبگ، محترمہ ستارہ جعفری، محترمہ رباب جعفری، شری عبدالحمید لوہیرے، نگران صبح امید،
محترمہ قرۃ العین حیدر، شری یاسین احمد، شری عبدالسمیع لوہیرے اور ڈاکٹر عبدالستار دلوی دیکھے جا سکتے ہیں۔

ہری ترقیات کے ماسٹر پلان کی ضرورت
نری ہشوا یڈوانی کے ہاتھوں سیمینار کا افتتاح

ہاراشٹر میں شہری ترقی بابت ۲۰۰۱ء پر ایک سیمینار کا ممبئی میں ۱۵ر
۱۹۸۰ء کو افتتاح ہوا۔ افتتاح کرتے ہوئے شری ہشوا یڈوانی'
ری ترقیات نے اس سلسلے میں پوری ریاست کے لئے ایک ماسٹر پلان
رت پر زور دیا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے موصوف نے شہری انتظامیہ
امی باڈیز کے کردار پر گہرائی سے سوچ بچار کرنا تجویز کیا۔

سیمینار کا انتظام مہاراشٹر معاشی ترقیاتی کونسل نے کیا تھا۔
یڈوانی نے محسوس کیا کہ یہ سوچنے کی بجائے کہ ہر شہر ترقی کر کے مانچسٹر
ر ہو جائے۔ متعلقہ لوگوں کو یہ سوچنا چاہیئے کہ شہروں میں ہر طبقے کو جو
یات سونپی گئی ہیں' وہ کیسے پوری کی جائیں۔ وزیر موصوف نے ہر شہری
میں آبادی منصوبہ بند پیمانے پر بڑھے' اس کی ضرورت پر زور دیا۔
مبئی میں ۴۰ فیصد آبادی جھونپڑ پٹیوں میں رہتی ہے اور جب تک کہ
ں کی ترقی اُمید کے مطابق نہیں ہوگی تو صدی کے اختتام تک اس شہر کی
ڈیڑھ کروڑ تک بڑھ سکتی ہے۔

س سے قبل شری ایم۔ اے مودی' صدر مہاراشٹر معاشی ترقیاتی
نے وفود کا استقبال کیا اور ڈاکٹر بی۔ سی ہلدر نے شکریہ ادا کیا۔

امداد میں اضافہ ـــ
مراٹھواڑہ یونیورسٹی مرکز واقع ناندیڑ

حکومت مہاراشٹر نے مراٹھواڑہ یونیورسٹی کی پوسٹ گریجویٹ تعلیم کے ناندیڑ
قع ضمنی مرکز کی خسارے کی مالی امداد کے کوٹے میں ایک لاکھ روپے تک
ر کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

س کے تحت ایک لاکھ روپے کی مالی امداد سال برائے ۷۹-۱۹۷۸ء
ے ۵۰۰۰۰ روپے کی پیشگی مالی امداد سال برائے ۸۰-۱۹۷۹ء کے لئے
بھی کی جا چکی ہے۔

۷۵-۱۹۷۴ء میں قائم ہونے والے اس ضمنی مرکز کو حکومت نے ایکس
ے فیکٹو منظور دیدی ہے حالانکہ یونیورسٹی گرانٹ کمیشن کی منظوری
اقی ہے۔

چھٹی کے بدلے نقد رقم
ضلع پریشد ملازمین کو فائدہ

حکومت مہاراشٹر نے ہدایت کی ہے کہ سبکدوشی کے وقت غیر استعمال شدہ
چھٹیوں کے بدلے نقد رقم ادا کرنے کے احکامات کا اطلاق مہاراشٹر ضلع
پریشد ڈسٹرکٹ سروسز قوانین بابت ۱۹۶۸ء کے تحت آنے والے ضلع
پریشد ملازمین پر بھی ہوگا۔

وزیر اطلاعات کی افسران سے ملاقات

شری گووندراؤ اڈیک' وزیر اطلاعات' حکومت مہاراشٹر نے ۱۹ر جنوری کو
اپنے دفتر واقع منترالیہ میں محکمۂ اطلاعات کے افسران سے فرداً فرداً ملاقات کی
اور محکمہ کی طرف سے شائع شدہ کتابچوں کا معائنہ کیا۔ آپ نے لوک راجیہ اور
'قومی راج' کی اشاعت پر خاص طور سے اپنی خوشی کا اظہار کیا۔

۱۷ر جنوری ۱۹۸۰ء کو شری اڈیک کو وزیر اطلاعات کا قلمدان سپرد کیا گیا ہے
آپ سے پہلے شری آر۔ اے پاٹل وزیر اطلاعات تھے۔

شری موہن پاٹل' چیف ڈائرکٹر نے محکمہ کی جانب سے شری اڈیک
کی خدمت میں پھولوں کا گلدستہ پیش کیا۔

گورنر کے ہاتھوں ہینڈلوم شو کا افتتاح

زراعت کے بعد ہینڈلوم ایک ایسی صنعت ہے جس میں ۹۰ لاکھ مزدور کام
کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ برآمد کرنے کے معاملے میں بھی یہ صنعت نہایت اہم
مقام رکھتی ہے' اس بات کا اظہار گورنر مہاراشٹر شری صادق علی نے ۱۹ر جنوری
کو ممبئی میں کیا۔

پہلی مرتبہ شہر میں منعقدہ کل ہند ہینڈلوم ایکسپو ۸۰ کا شری صادق علی
کراس میدان میں افتتاح کر رہے تھے۔

شری این۔ ڈی پاٹل' وزیر امداد باہمی نے صدارت کے فرائض انجام دیئے
اس موقع پر ڈاکٹر منگل سین وزیر صنعت حکومت ہریانہ بھی موجود تھے۔

گورنر موصوف نے فرمایا کہ تقریباً ۴۰ لاکھ ہینڈلوم ہیں جن سے ۲۷۰۰
لاکھ میٹر کپڑا ہر سال حاصل کیا جاتا ہے جس کی قیمت ۱۰۰۰ کروڑ روپے ہے۔
ہینڈلوم صنعتیں ملک کی کپڑوں کی ضروریات کا تقریباً ۵۰ فیصد پورا کرتی ہیں
اس کے علاوہ شری صادق علی نے ملک کی تمام ہینڈلوم صنعتوں سے ربط
باہمی پیدا کرنے پر زور دیا۔

اپنے صدارتی خطبہ میں شری پاٹل نے فرمایا کہ ہینڈلوم صنعت کی زیادہ سے
زیادہ حوصلہ افزائی کی جانی چاہیئے اور جدید تکنیک کا استعمال کیا جانا چاہیئے۔

ڈاکٹر این. پی سیشادری، جوائنٹ ڈیولپمنٹ کمشنر (ہینڈلوم) حکومتِ ہند نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا اور شری ایم سبرامنیم سیکریٹری محکمۂ زراعت و امداد باہمی نے شکریہ ادا کیا۔

وزیرِ اعلیٰ نے نیتا جی کو خراجِ عقیدت پیش کیا

وزیرِ اعلیٰ مہاراشٹر شری ایس. جی پوار نے ۲۳ جنوری کو کونسل ہال، ناگپور کے احاطے میں نیتاجی جینتی کے موقع پر نیتاجی سبھاش چندر بوس کی تصویر کی گلپوشی کی اور انھیں خراجِ عقیدت پیش کیا۔

اس سے قبل مہاراشٹر لیجسلیٹو کونسل کے چیرمین شری آر. ایس گوائی نے نیتاجی کی تصویر کو ہار پہنایا. ڈپٹی اسپیکر لیجسلیٹو اسمبلی شری سوریہ کانت ڈونگرے اور ریاستی کابینہ کے ممبران اور دیگر سرکاری افسران نے بھی نیتاجی کو گلہائے عقیدت پیش کئے۔

بقیہ "قندھار میں دستیاب اشرفیاں"

بہر حال ہندوستان کی تاریخ پر زیادہ توجہ سے تحقیقی کام صرف غیر ملکیوں نے ہی کیا ہے. ہندوستانیوں نے حال ہی میں نئے نقطۂ نظر سے تاریخ کا مطالعہ اور تحریر کرنا شروع کیا ہے. اس طرح ہندوستان کی تاریخ کا اب تک صرف چالیس فیصد حصّہ ہی روشنی میں آسکا ہے۔ ابھی ہندوستان کی تاریخ پر کافی توجہ اور سنجیدگی سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔

بقیہ "سیکولر ہندوستان میں اسلامی تعلیمات"

"اسلام اور عصرِ جدید" (اُردو) اور اسلام اینڈ ماڈرن ایج (انگریزی) معیاری جریدے بھی شائع ہوتے ہیں ان میں بھی دنیا کی تہذیب تمدن اور ثقافت پر اسلام کے اثر پر مدلل مضامین شائع ہوتے ہیں اسی ادارہ نے پانچ جلدوں میں دنیا کے مذاہب کی تاریخ شائع کی ہے۔

ادارہ اشاعت دینیات حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی درگاہ کے احاطہ میں قائم ہے اور یہاں سے مختلف موضوعات پر مفید کتب شائع ہوتی رہتی ہیں۔ ہندوستان اتنا وسیع ملک ہے اور ہر صوبہ اتنا بڑا کہ ان میں جو کارہائے نمایاں ہو رہے ہیں. ان کا احاطہ کرنا ناممکن ہے لیکن جتنی بھی معلومات فراہم ہوسکی ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس دیس میں مذہب اور مذہبیات پر کس آزادی اور کس عمدگی سے کام ہو رہا ہے کہ جو ساری دنیا کے لئے مفید ہے۔

* *

ضروری گذارش :

دفتر سے خط وکتابت کرتے وقت 'حوالہ نمبر' ضرور تحریر فرمائیں' جو آپ کے خط یا رسالہ کے ریپر کے اوپر درج ہوتا ہے۔

جواب طلب اُمور کے لئے جوابی خط / لفافہ یا ڈاک ٹکٹ روانہ فرمانے کی زحمت نہ فرمائیں۔

منی آرڈر کوپن پر (جو منی آرڈر فارم کے آخر میں ہوتا ہے) ہمیشہ اپنا نام و پتہ صاف صاف اُردو، مراٹھی، ہندی یا انگریزی میں ضرور تحریر فرمائیں۔

ترسیلِ زر و مراسلت کا پتہ :-

چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز،
گورنمنٹ آف مہاراشٹر،
منترالیہ، بمبئی ۳۲-۴۰۰۰

قومی راج میں شائع شدہ مضامین حوالے کے ساتھ یا بلا حوالہ نقل کئے جاسکتے ہیں، تاہم جس شمارے میں مضمون شامل ہو، اُس کی ایک کاپی چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز کے نام ضرور روانہ کی جائے۔ (ادارہ)
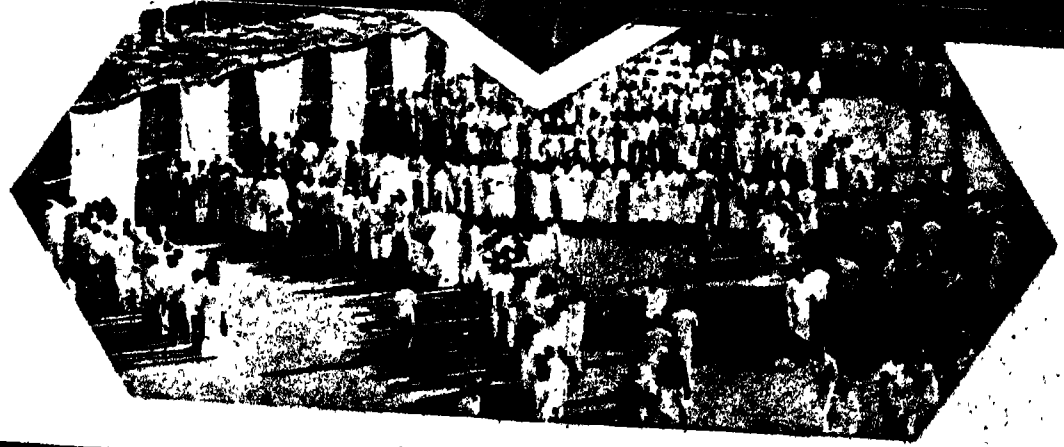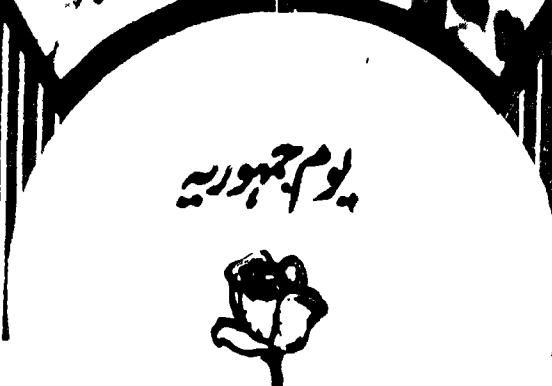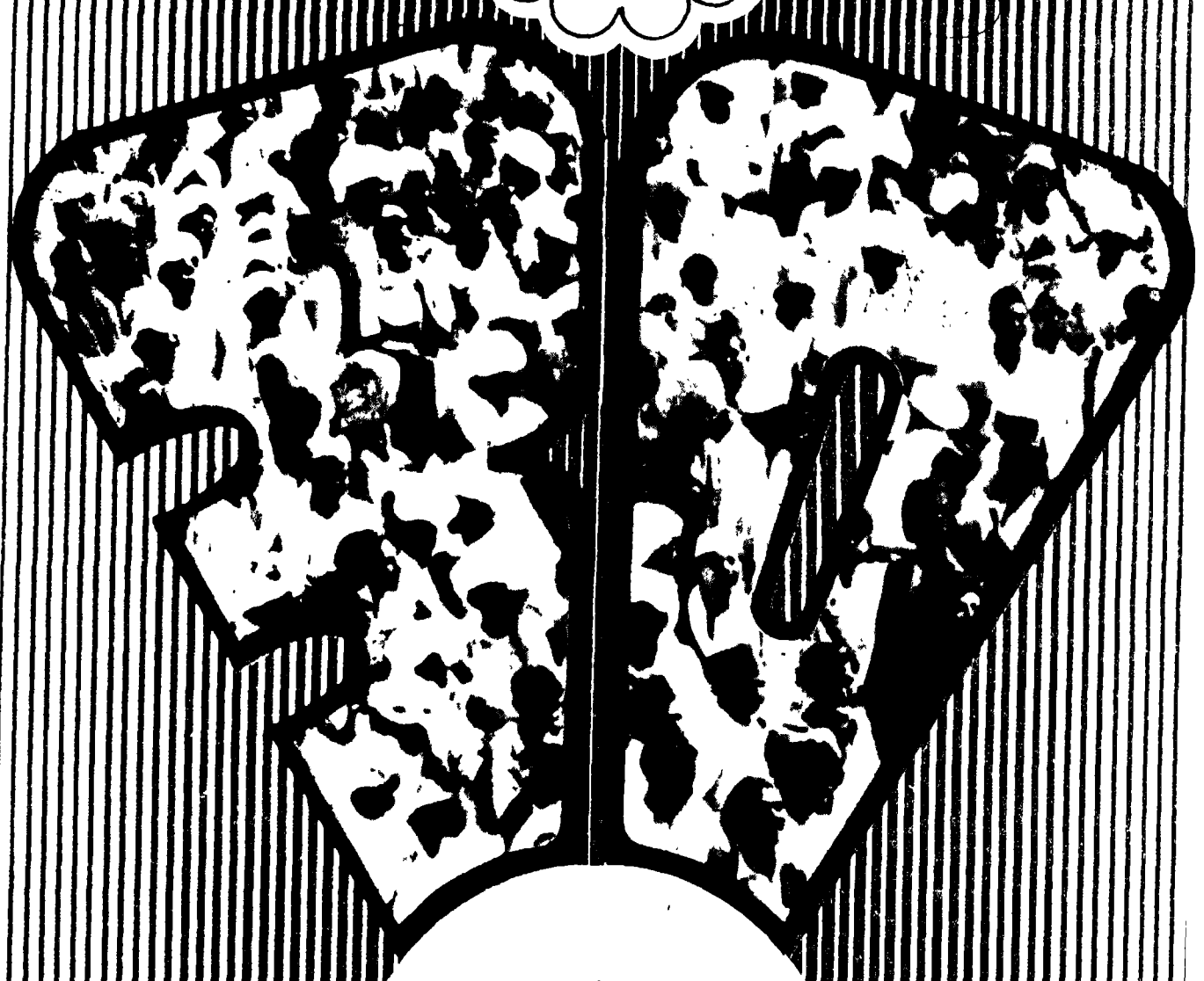
یوم جمہوریہ
10-2-1980

۴۱ ویں یوم جمہوریہ کے موقع پر
مہاراشٹر
ایک بار پھر عہد کرتا ہے

کہ وہ

★ قومی یک جہتی

★ سماجی نابرابری کے خاتمے

★ کمزور طبقہ کی بہبودی کے لئے

اپنی بہترین کاوشیں جاری رکھے گا۔

10-2-80

قومی راج

جلد نمبر ۶ ٭ ۱۰ر فروری ۱۹۸۰ء ٭ شمارہ نمبر ۳
ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ر تاریخ کو شائع ہوتا ہے
سالانہ: دس روپے ٭ فی کاپی: پچاس پیسے

نگراں: خواجہ عبدالغفور (آئی۔اے۔ایس)

ترتیب

صفحہ نمبر

ایسوسی ایٹ ایڈیٹر: ایم۔ ایس۔ راج ماتھر
ایڈیٹر: ریاض احمد خاں
[illegible]

سخنہائے گفتنی

۲۶ر جنوری ۱۹۸۰ء کو ہم نے اپنی جمہوریت کی ۳۱ویں سالگرہ منائی۔ اس موقع پر اگر ہم گذشتہ ۳۰ برسوں پر ایک نظر ڈالیں تو ہمیں اس بات پر فخر محسوس ہوگا کہ ہمارے دیس نے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ دیس کے عوام نے خاطر خواہ ترقی حاصل کی ہے۔ ان تیس ۳۰ برسوں میں وہ علاقے جو بُوند بُوند پانی کو ترستے تھے اب سرسبز و شاداب ہیں۔ لہلہاتی فصلیں اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ ہندوستان ایک عظیم ملک ہے ایک مہان دیس ہے۔

اسی طرح جہاں تک صنعتی ترقی کا تعلق ہے ملک نے ہر شعبے میں ترقی حاصل کی ہے، جس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اب ہمارا ملک بھی ترقی پذیر ملکوں میں ایک صنعتی ملک قرار دیا جانے لگا ہے۔ ملک کے ساتھ ساتھ مختلف ریاستوں نے بھی ترقی کی ہے۔ ریاست مہاراشٹر ملک کی ایک ایسی ریاست ہے جس نے ملک کی ترقی میں بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ یہاں پر زراعتی اور صنعتی ترقی کے ساتھ ہی ساتھ ان شاہراہوں کی تعمیر پر بھی زور دیا گیا ہے جو ریاست میں پھیلے ہوئے دیہاتوں کو ایک دوسرے سے جوڑنے کا کام کر رہی ہیں۔ بغیر ذرائع آمد و رفت کسی بھی علاقے یا مقام کی ترقی ممکن نہیں ہے۔ حکومتِ مہاراشٹر نے اس سمت کافی توجہ دی اور پانچویں پنجسالہ منصوبے کے تحت اس عظیم کام کو ایک حد تک مکمل کرلیا ہے ـــــ 'قومی راج' کے اس شمارے میں سڑکوں کی ترقی کے بارے میں ایک مضمون شامل کیا جارہا ہے۔ پیشہ ورانہ تعلیم اور ریاستی حکومت کے اس سمت اقدامات بھی خاص طور پر توجہ طلب ہیں۔

ہمیں اس بات کی خوشی ہے کہ قارئین 'قومی راج' اپنے تاثرات پیش کرنے میں فیاضی سے کام لیتے ہیں پچھلے دونوں خصوصی شمارے جنگلی جانور نمبر اور بین الاقوامی سال برائے اطفال نمبر بہت زیادہ مقبول ہوئے ہیں اور قارئین کے خطوط کا ایک تانتا بندھا ہوا ہے۔ اُمید ہے کہ یہ شمارہ بھی اپنی روایات برقرار رکھتے ہوئے مقبول عام ہوگا۔

خواجہ عبدالغفور

قارئین کی رائے

• سکندر حمید عرفان. ایم. اے آنرز (اردو)
رفت ریلوے بک اسٹال، کھنڈوہ (ایم. پی)

اپنے دامن میں لوک ناٹک کی امر یادوں کو لئے 'قومی راج' کا شمارہ موصول ہوا۔ مذکورہ شمارہ ہر لحاظ سے انفرادیت کا حامل ہے۔ واجہ عبدالغفور صاحب کی تحریر کردہ سنجیدہ گفتنی کا یہ جملہ حقائق کا سمندر ہی تو ہے۔" ہندوستان کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ ایک ایسے شخص کے لئے لوگوں نے آنسو بہائے جس کے پاس نہ کوئی وزارت تھی اور نہ کوئی عہدہ۔"

مضامین میں خاص طور سے جناب ریاض احمد خاں صاحب کا مضمون 'روتا ہے غم میں پیر فلک بے حساب آج' اور گنیش منتری کا 'جے پرکاش نارائن۔ انقلابی رہنما' قابل مطالعہ ہیں۔

محبوب راہی کی جذباتی کیفیات ان کے شاہکار 'ثبات' سے عیاں ہیں۔ ان کی آواز عصر حاضر کی ہر دھڑکن میں سنی جا سکتی ہے، محسوس کی جا سکتی ہے۔ زیر نظر شمارہ میں موصوف کی غزل نظر سے گزری۔ اتنی پیاری تخلیق پر میری جانب سے برائے کرم ان تک مبارکباد پہنچا دیجئے۔ علاوہ ازیں بحسن الہ آبادی، نیاز علی نیاز اور ڈاکٹر منشاء الرحمن منشاء کی تخلیقات بھی گوارہ ہیں۔ "اللہ کرے زور قلم اور زیادہ"۔ اردو ادب کے لئے آپ کی گرانمایہ کاوشوں پر رشک آتا ہے۔ بہر کیف مبارکباد قبول فرمائیں۔

★

• احمد مرزا (بی۔ اے۔ بی ایڈ)
بوائز اردو ہائی اسکول (آکوٹ) ضلع آکولہ

'قومی راج' کا شمارہ موصول ہوا۔ خصوصی طور پر وزیر اعلیٰ کا پیام 'راج بھاشا' کے سلسلے میں، مقیت صاحب کی غزل، ریاض احمد خاں صاحب کا مضمون 'راج بھاشا کی مختصر تاریخ' بہت پسند آئے۔ اس شمارہ سے یہ بات واضح ہوئی کہ 'قومی راج' اردو مراٹھی زبان و ادب کی بیش بہا خدمت انجام دے رہا ہے۔ اس بے لوث خدمت کے لئے میں اپنی جانب سے حکومت مہاراشٹر کو تہ دل سے مبارکباد

• شیخ عزیز شیخ مجید (ایم اے) اردو (ایم اے تاریخ) بی ایڈ
مدرس ضلع پریشد ہائی اسکول، آکوٹ، ضلع اکولہ (مہاراشٹر)

"راج بھاشا ورش خصوصی شمارہ" نظر نواز ہوا، جو لسانی نقطہ نظر سے اہمیت رکھتا ہے۔ محترمی بشونت کانٹیکر کا مقالہ "زبان اور الفاظ کا استعمال" مادری زبان کی اہمیت اور خوبیوں پر روشنی ڈالتا ہے۔ اسی طرح جناب اشوک آر۔ کیلکر نے بھی اپنے مقالہ "لسانی منصوبہ بندی" میں بہت ہی اہم لسانی تجزیہ اور فلسفیانہ نظریہ پیش کیا ہے مثلاً ان کا آخری فقرہ بہت ہی اہم اور قابل تعریف ہے' وہ لکھتے ہیں

"کوئی اسکول آپ کو شیکسپیئر یا رسل نہیں
بنا سکتا، لیکن آپ کو اس قابل بنا سکتا ہے کہ
آپ شیکسپیئر یا رسل کو سمجھ سکیں۔"

جناب ریاض احمد خاں نے مراٹھی زبان کی ابتداء و ارتقاء کی منازل پیش کر کے مراٹھی زبان کی تاریخ کا خاکہ پیش کیا ہے اور راج بھاشا کی بتدریج ترقی اور اس کے مستقبل پر کافی اچھی روشنی ڈالی ہے۔ نظموں میں متین اچل پوری کی نظم "شام دیوالی" پسند آئی۔ اس طرح یہ شمارہ لسانی نقطہ نظر سے بہت ہی اہم معلومات فراہم کرتا ہے۔

★

• قیصر احمد صدیقی (بی۔ اے آنرز)
۸۴۔ اکبر مینشن، چوتھا منزلہ، روم ۱۸، ایم۔ ایس علی روڈ، بمبئی ۸

قومی راج کا "راج بھاشا نمبر" ملا، شکریہ۔ پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی کہ 'قومی راج' رفتہ رفتہ ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ حالانکہ اس میں تزئین کی اور زیادہ گنجائش ہے۔ اس شمارہ میں وزیر اعلیٰ کا پیغام خاص طور سے غور طلب ہے۔ جس میں انھوں نے مادری زبان کی افادیت و اہمیت کو واضح کیا ہے۔ اسی طرح بشونت کانٹیکر کا مضمون۔ "زبان اور الفاظ کا استعمال" کا پہلا جملہ کہ "بنی نوع آدم کو قدرت کا اعلیٰ ترین عطیہ زبان ہے۔ جو انسان کو دیگر حیوانات سے ممتاز درجہ عطا کرتی ہے۔"
بہت ہی معنی خیز ہے۔ بقول ایک فلسفی کے "جو قوم اپنی زبان اور اپنے بزرگوں کے اعلیٰ اقدار کو بھول جاتی ہے وہ قوم رفتہ رفتہ ختم ہو جاتی ہے۔"
زیادہ کیا عرض کروں ہر مضمون اپنی تعریف آپ ہے۔

★

اپنے فرائض بخوبی اور نیک دلی سے انجام دیجئے

یوم جمہوریہ پر گورنر کا پیغام

گورنر شری صادق علی نے اپنے یوم جمہوریہ کے پیغام میں عوام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وہ اپنے فرائض بہتر طور سے اور صحیح جذبے کے ساتھ نبھائیں تاکہ ملک مضبوط بن سکے۔ آپ نے کہا کہ اگر ملک مضبوط ہوگا تب ہی ہم بہتر، خوشگوار اور عزت دار زندگی گذار سکیں گے۔

پیغام کا متن حسب ذیل ہے:

"یوم جمہوریہ پر میں مہاراشٹر کے عوام کو مبارکباد اور نیک خواہشات پیش کرتا ہوں۔ اس سال ہم 'یوم جمہوریہ' ملک کی لوک سبھا کے ساتویں چناؤ کے فوراً بعد منا رہے ہیں۔ ہر عام چناؤ کا اپنا ایک الگ ماحول ہوتا ہے جس کے بنانے میں مختلف وجوہات کا دخل ہوتا ہے۔ بنیادی بات یہ ہے کہ ہر پانچ سال کے بعد یا اس سے کم عرصہ میں اگر درمیانی مدت کے چناؤ ہوں تو اس موقع پر عوام اپنی رائے کا کھلا اظہار کرتے ہیں اور ایک نئی حکومت وجود میں آتی ہے۔ جمہوریت کا مطلب یہی ہے کہ تمام مرد و خواتین ہی حکومت بناتے ہیں اور ان کی رائے کا احترام کیا جانا چاہیئے جو حکومت بنتی ہے اس کا مقصد عوام کی خدمت کرنا اور ان کی خواہشات پوری کرنا ہوتا ہے۔ ابھی ختم ہونے والے چناؤ میں عوام نے واضح طور پر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے اور ہم سب کو اس کا احترام کرنا چاہیئے۔

باضابطہ اور باشعور جمہوریت سے بڑھ کر دنیا میں اور کچھ نہیں ہے، یہی ہم سب کا نصب العین ہونا چاہیئے۔ جمہوریت سب سے بہتر تمدنی طریقۂ حکومت ہے مگر ساتھ ہی سب سے مشکل بھی۔ یہ کامیاب ہو سکتی ہے بشرطیکہ ہم ٹھیک طور سے کوشش کریں۔

یہ کوشش زندگی کے ہر میدان ــ سیاسی، سماجی، معاشی اور ثقافتی میں ہونی چاہیئے۔ ہم کو ہر شعبہ میں کامیابی حاصل کرنا ہے مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی دیکھنا ہے کہ دیہاتوں اور شہروں میں رہنے والے ہمارے عوام کی بنیادی ضرورتیں بھی پوری ہوں اور کام کے لائق ہر انسان کو کام ملے۔

آج کی دنیا سائنس ٹکنالوجی اور دیگر میدانوں میں زبردست ترقی کر رہی ہے، اور اس سلسلے میں ہندوستان کو بہت سے چیلنجوں کا سامنا کرنا ہے۔ ہمارے عوام خاص طور پر نوجوان مرد و خواتین ان تمام چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے قابل ہیں، بشرطیکہ حکومت، اخبارات، دانشور، ہمارے تعلیمی ادارے اور وہ سب جو ملک کی اقتصادیات کو مستحکم کرنے میں مشغول ہیں، صحیح اور مناسب ڈھنگ سے اپنے فرائض انجام دیں۔ ہم آسانی سے ایک دوسرے پر الزام تراشی کر سکتے ہیں مگر اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ صحیح راستہ یہی ہے کہ ہم سب اور خاص طور پر وہ لوگ جو بہتر زندگی گذار رہے ہیں، جدوجہد جاری رکھیں تاکہ ملک ہر میدان میں ترقی کر سکے۔ اگر ملک مضبوط ہوگا تب ہی ہم باعزت اور خوشحال زندگی بسر کر سکیں گے اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ ہم اپنے فرائض بخوبی اور صحیح جذبے کے ساتھ نبھائیں تاکہ ملک مضبوط بنے۔ نیا سال ہمیں نیک راہ دکھائے، یہ میری دعا ہے۔"
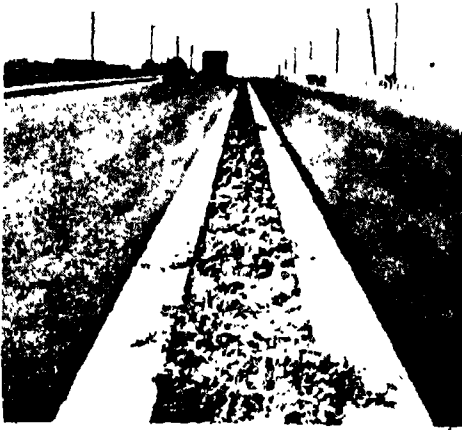
مہاراشٹر میں سڑکوں کی ترقی

۱۹۴۳ء میں ملک میں پہلی مرتبہ سڑکوں کی ترقی کے لیے باقاعدہ کام کیا گیا۔ یہ پروگرام جنگوں کے بعد کے تعمیری پروگراموں کے نام سے جانا جاتا ہے۔
اس کے بعد سے ہی مختلف ریاستی سرکاروں کے چیف انجینیروں نے ناگپور میں ۱۹۴۳ء میں سڑک ترقیاتی منصوبہ بنایا تو اس کے نتیجے میں ناگپور منصوبہ روبعمل ہوا۔

ناگپور منصوبہ کے تحت ہر ایک ریاست نے ضلعی نقشے تیار کیے۔ جن میں موجودہ سڑکوں کو مختلف درجوں کے تحت قومی شاہراہ سے تمع حیاتی سڑکوں مع ریاستی شاہراہوں بڑی ضلعی سڑکوں اور دیگر ضلعی سڑکوں کے ساتھ بتایا گیا ہے۔

مئی ۱۹۵۷ء میں ناگپور منصوبہ کے تحت ٹرانسپورٹ وزارت کی مکمل امداد سے سڑک ترقیاتی کاموں کے نشانوں کو کسی حد تک مختلف ریاستوں کے انجینیروں نے حاصل کیا۔ اور اس کے بعد ۱۹۶۱-۸۱ء کا سڑک ترقیاتی منصوبہ عمل میں آیا۔ اس منصوبہ کو وضع کرتے وقت مندرجہ ذیل باتوں پر خاص توجہ دی گئی۔

(۱) نیم ترقی یافتہ اور غیر ترقی پذیر علاقے کی بشمول جنگلاتی علاقے کی ضروریات کو اور اعلیٰ ترقی یافتہ اور زرعی علاقوں کی ضروریات کو۔ (۲) انتظامیہ ہیڈ کوارٹرز کے مقام زیارت کی جگہیں، صحت افزا مقام، سیاحت کے مراکز، اہم معاشی مراکز، بڑے ریلوے جنکشن اور ریورٹ (۳) ملک کے توجہ اہمیت رکھنے والے مقامات۔
پکی سڑک یا کسی بھی سڑک سے اس مقام کی دوری کا لحاظ رکھتے ہوئے ۱۹۶۱-۸۱ء سڑک ترقیاتی منصوبہ کے تحت سڑکوں کے جال کو آخری صورت دینے کے لیے مندرجہ ذیل مقاصد کو مدنظر رکھا گیا۔

نوعیت		کسی بھی مقام کا زیادہ سے زیادہ فاصلہ (میل)	مابیلج ہر ۱۰۰ اسکوائر میل کا علاقہ
ترقی یافتہ اور زرعی علاقے	۴	۱۲۵	۷۰
نیم ترقی یافتہ علاقہ	۸	۳۲۰	۳۰
غیر ترقی یافتہ اور غیر زرعی علاقے	۱۲	۵۲۰	۱۹

مذکورہ بالا نقشہ سے محض کسی مخصوص موضع تک سڑک تعم

اتنا ضروری نہیں جتنا کہ موضع کے قریب سڑکوں کی تعمیر ضروری معلوم ہوتی ہے

سڑکوں کی حالت :

یکم مئی ۱۹۶۰ء میں ریاست مہاراشٹر کے قیام کے بعد ۲۰۰ کروڑ روپے سڑک ترقیاتی کاموں میں ۳۱ مارچ ۱۹۷۸ء تک خرچ ہوئے۔ ۳۱ر مارچ تک سڑکوں کی تعمیراتی حالت اور لمبائی اس طرح ہے۔

درجہ	سی سی کلومیٹر	بی ٹی کلومیٹر	ڈبلیو بی ایم کلومیٹر	غیر سطحی کلومیٹر
قومی شاہراہ	۱۸۱	۲۷۵۸	۱۰	—
ریاستی شاہراہ	۱۵۹.۵	۵۳۷	۳۶۴۸	۹۹۷
بڑی ضلعی سڑک	۶۶	۳۶۳۴	۱۱۷۴۱	۱۹۰۹۶
دیگر ضلعی سڑک	۴	۶۸۵	۶۸۳۴	۱۶۲۰۰
موضع جاتی سڑک	—	۱۱۶	۴۵۷۴	۲۰۵۳
غیر تعمیر کردہ	—	۹۰	۲۷۴۰	۳۵۹۸۰

مذکورہ بالا نقشے سے ظاہر ہوتا ہے کہ سڑکوں کی لمبائی کے حساب سے ۷۰ فیصد نشانہ حاصل کر لیا گیا ہے۔ لیکن اب تک سطحی سڑکوں کے نشانہ کو ضروری معیار تک نہیں لایا جا سکا ہے۔ اس کے علاوہ برادری ترقیاتی کام اور ریلوں کے تعمیری کام تمام اقسام کی سڑکوں پر مکمل کرنے باقی ہیں۔

فنڈ کا مسئلہ :

۱۹۶۱-۸۱ء سڑک ترقیاتی منصوبہ کو مکمل کرنے کے لیے ۱۸۰۰ کروڑ روپے کا اندازہ ہے۔ فنڈ کی کمی سست رفتاری کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ چھٹے پنج سالہ منصوبے میں سڑک ترقیاتی کاموں کے لیے ۶۴۸ر ۱۷۳ کروڑ روپے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ جبکہ پانچویں پنج سالہ منصوبہ میں یہ رقم ۱۲۲ کروڑ تھی۔ ۱۹۸۱ء قریب ہے اور ۱۸۰۰ کروڑ کے مقابلے میں مہیا رقم ناکافی ہے نیز سڑک ترقیاتی سرگرمیوں کو پنج سالہ منصوبہ میں بہت زیادہ اہمیت نہیں دی گئی۔ اس وجہ سے خاطر خواہ کام انجام نہ پا سکا۔

اقل ترین ضروریات پروگرام :

مختلف آبادی گروپ کے تحت جہاں تک ہو سکے زیادہ سے زیادہ موضع جات کو ایک دوسرے سے جوڑنا ہے۔ پانچویں پنج سالہ منصوبے کے تحت اقل ترین ضروریات پروگرام سرکار کی جانب سے قومی پالیسی کے تحت جاری کیا گیا تھا اور اس کا مقصد ۱۵۰۰ سے زائد نفوس کی آبادی والے موضع کو ہر موسم میں سڑک سے ملانا تھا۔ چھٹے پنج سالہ منصوبہ (۱۹۷۸-۸۳ء) میں تمام موضع جات کو جن میں ۱۵۰۰ سے زائد آبادی ہو جوڑنے کا نشانہ رکھا گیا ہے۔ اور کم از کم ۵۰ فیصد موضع جات ۱۰۰۰-۱۵۰۰ آبادی والے ہیں۔ جہاں تک آبادی مہاراشٹر کا تعلق ہے یہاں کل ۳۶۰۳۳ موضع جات ہیں ان میں سے ۲۲۱۶۴ ایسے ہیں جو جڑے ہوئے نہیں ہیں۔ ان موضع جات کو جوڑنے کے لیے سڑک کی لمبائی ۹۲۹۶۴ کلومیٹر ہے۔ ان موضع جات کو جوڑنے کے لیے لاگت کا اندازہ ۶۹۱ر۲۸ کروڑ روپے کا ہے۔

موضع جاتی سڑکوں پر زور :

چونکہ پہلے ۴ پنج سالہ منصوبوں میں قطعی اور موضع جاتی سڑکوں کی ترقیاتی سرگرمیوں پر زیادہ زور نہیں دیا گیا تھا اس لیے پانچویں اور چھٹے پنج سالہ منصوبے کے دوران مذکورہ درجہ میں آنے والی سڑکوں کے ترقیاتی کاموں کو خاص طور سے اہمیت دی گئی۔

چھٹے منصوبہ کے دوران حاصل کردہ نشانہ اس طرح ہے:

(الف) نئی تعمیرات ۷۵۰ر۱۲ کلومیٹر

(ب) موجودہ سڑکوں کی بہتری ۴۰۰ر۴ "

(ج) نئے پل ۱۴۰ر۱۱

(د) چھوٹی نالیاں ۴۵۰

جبکہ سڑک مواصلات کے مقصد کے لیے ہر موضع کو ایک یونٹ مانا گیا ہے۔ ریاست میں ہر ایک تعلقہ سے تمام موضع جات کو جوڑنے کے لیے ماسٹر منصوبے تیار کیے گئے تاکہ ضلعی سڑک ترقیاتی سالانہ منصوبہ کی تجویز کو آخری شکل دیتے وقت ضلعی منصوبہ بندی اور ترقیاتی کونسلیں سڑکوں کا انتخاب کر سکیں۔ ضلع کا کلکٹر بھی ضمانت روزگار اسکیم کے تحت سڑکوں کے کام کا انتخاب کرتے وقت سڑکوں کے ان جالوں کو مدنظر رکھ سکتا ہے۔ یہ منصوبے تعمیری کاموں کے انتخاب کے وقت علاقائی افسران کے لیے بھی فائدہ مند ہیں۔

قبائلی ضمنی منصوبے :

سرکار نے ریاست میں خصوصی طور سے قبائلی علاقوں کی ترقی کا فیصلہ کیا ہے۔ لہٰذا قبائلی ضمنی منصوبوں پر ۱۹۷۶-۷۷ء سے ہر سال عمل درآمد کیا جاتا ہے۔ جہاں تک سڑک ترقیاتی سرگرمیوں کا مقامی تعلق ہے سڑک ترقیاتی کاموں کے کل فنڈ کا ۲ر۲۲ قبائلی ضمنی منصوبہ کے لیے وقف کیا گیا ہے۔ حالاں کہ ریاست کی کل آبادی کا ۷۰ر۹ حصہ قبائلیوں پر مشتمل ہے۔ اور قبائلی علاقہ ریاست کے کل علاقہ کا ۶ر۱۰ فیصد ہے۔ جہاں تک سڑک کی لمبائی کا تعلق ہے۔ اب تک ۱۳۳۲۵ کلومیٹر لمبی

مرکز [illegible] کی جا چکی ہے جو کہ ۳۱ مارچ ۱۹۷۸ء سے [illegible] ۲۰۰ فی مد ہے۔

صرفہ :

۷۷-۱۹۷۶ء میں قبائلی علاقوں کے سڑک ترقیاتی تعمیری کاموں پر سالانہ خرچ ۱۷ء۹۱۳ کروڑ روپے اور ۷۸-۱۹۷۷ء میں ۶۸ء۵۹۴ کروڑ روپے اور ۷۹-۱۹۷۸ء میں ۶۲ء۱۰۶۴ کروڑ روپے ہے۔ اور ۸۰-۱۹۷۹ء میں ۸۰۰ کروڑ روپے کے خرچ کا اندازہ ہے۔

چونکہ سڑک ترقیاتی کاموں کو کم اہمیت دی گئی تھی اس لیے اب یہ کوشش کی گئی ہے کہ دیگر اہمیت رکھنے والی ترقیاتی سرگرمیوں مثلاً آب پاشی، صنعت وغیرہ سے فنڈ حاصل کیا جائے۔

سرکار نے آب پاشی پروجیکٹوں کے کمانڈ علاقوں میں متعلقہ آب پاشی پروجیکٹوں کی مختص رقم سے سڑکوں کے تعمیری کاموں کو کسی حد تک جاری رکھا ہے۔ اسی طرح ضمانت روزگار اسکیم کے تحت جہاں تک ممکن ہو زیادہ سے زیادہ سڑکوں کی تعمیر کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور اس مقصد کے لیے ۱ کروڑ روپے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

دیکھ بھال اور مرمت :

اچھی سڑکیں نہ ہونے سے بہت زیادہ نقصان ہوتا ہے۔ انڈین روڈ کانگریس نے چند سال قبل بتایا تھا کہ اچھی سڑکوں سے ٹرانسپورٹ خرچ پر کس طرح اثر پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ ۱۹۶۷ء میں روڈ ٹرانسپورٹ ٹیکسیشن انکوائری کمیٹی نے ڈاکٹر وی کیبکر کی سربراہی میں اپنے جائزہ میں بتایا کہ تجارتی موٹر گاڑیوں کو خراب سڑکوں کی وجہ سے ۱۲ پیسے فی میل اور دیگر موٹر کاروں کو ۶ پیسے فی میل نقصان پہنچتا ہے۔ یہ نقصان سڑکوں کی سطحوں کو بہتر بنا کر روکا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ موجودہ پٹرول کی قیمتوں میں اضافہ، تیل، ٹائر، سامان اور دیگر پرزوں کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کی وجہ سے اخراجات میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ سڑکوں کی مرمت کے لیے جتنی رقم کی گنجائش رکھی گئی ہے وہ ناکافی ہے۔ اس لیے ایک کمیٹی اس سلسلے میں تشکیل دی گئی تھی جو کہ اس پر نظر ثانی کرنے کے لیے قائم کی گئی تھی اور اس کمیٹی نے اپنی رپورٹ ۱۹۷۷ء میں پیش کی تھی اس رپورٹ پر سرکار غور و خوض کر رہی ہے۔

اس کمیٹی کی سفارشات کے مطابق مہاراشٹر میں سڑکوں کی مرمت کے لیے کم از کم ۱۳۰۰۰ کلومیٹر پر ۵۰ کروڑ سالانہ خرچ پڑتا ہے۔ سرکار نے مکمل خرچ کے مطالبہ کو پورا نہ کرتے ہوئے ۲۳۰۰ کروڑ روپے ۸۰-۱۹۷۹ء کے لیے مختص کیے ہیں۔ پھر بھی اس [illegible] کوشش کی جا رہی ہے کہ اس مد کی رقم میں اضافہ کیا جا سکے۔

پیشہ ورانہ تعلیم اور ریاستی اقدامات

تعلیمی اصلاح کی سمت پیشہ ورانہ تعلیم کا اقدام بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ جس سے قومی تعمیر کی ضرورتوں کو فوری طور پر پورا کیا جاسکے گا۔ حکومت ہند اور ریاستی حکومت کی جانب سے مقرر کردہ مختلف کمیٹیوں کی سفارشات نیز تعلیمی میدان میں ممتاز ماہرین سے صلاح و مشورے کے بعد حکومت مہاراشٹر نے فیصلہ کیا کہ اعلیٰ ثانوی درجات میں تعلیم حاصل کرنے والے طالب علموں کو ۱۹۷۹-۸۰ء کے تعلیمی سال سے منتخبہ اضلاع کے بعض ایسے اداروں میں جہاں ضروری آلات و سامان موجود ہو پائلٹ بنیادوں پر پیشہ ورانہ نصاب فراہم کرنے کی سہولت بہم پہنچائی جائے۔

اس اسکیم کا نفاذ ۱۹۷۷-۷۸ء سے جاری ہے اور ۱۴ اضلاع کا انتخاب عمل میں آیا ہے۔ جہاں کہ پیشہ ورانہ سروے کیا جائے گا۔ نیز ۱۰+۲+۳ کے دوسرے اسٹیج سے پیشہ ورانہ نصاب روشناس کیا جائے گا۔

اس طرح منتخب سال اور اضلاع مندرجہ ذیل ہیں :-

۱۹۷۸-۷۹ء: بمبئی عظمیٰ، ناشک، اورنگ آباد کولھاپور اور امراوتی

۱۹۷۸-۷۹ء: رتناگری، ناندیڑ، پونے اور چندر پور۔ ۱۹۷۹-۸۰ء: سولاپور، عثمان آباد، قلابہ، تھانے اور ناگپور۔

پیشہ ورانہ نصاب :

حکومت ہند کی مقرر کردہ قومی جائزہ کمیٹی نے معیاری پیشہ ورانہ نصاب کی سفارش کی ہے۔ بہرحال ریاستی حکومت نے پیشہ ورانہ نصاب لاگو کرنے کے لیے بالکل ہی مختلف طریقہ اپنایا ہے۔ محدود بلاک علاقے میں ہنرمندوں کی ضرورت کا پتہ چلانے کے لیے پیشہ ورانہ سروے کی جانب سے ابھی تک تفصیل فراہم نہیں ہوئی ہے اور چونکہ خصوصی پیشوں کے لیے درکار افراد کی نشاندہی ابھی تک نہیں ہو سکی ہے، نیز معیاری نصاب جاری کرنے سے یونیورسٹی میں داخلے سے یکسر محروم رہ سکتے ہیں اس لیے طالب علم کم سے کم پائلٹ تجربات کے آغاز میں اس سے دور رہنے کی کوشش کریں گے۔ کیوں کہ سماج میں ابھی تک دفاتر کی ملازمت اور یونیورسٹی کی تعلیم کی بھی کافی اہمیت ہے۔ اسی لیے یہ سوچا گیا کہ دوہری قسم کے پیشہ ورانہ نصاب کو ہی جاری کیا جائے تاکہ طالب علموں کو کام کی دنیا میں شمولیت کا موقع ملے اور اگر وہ چاہیں تو

خاص علاقوں میں سروے:

کرنے کے لیے
پیشہ ورانہ سروے ہو کہ ان نصابی کتابوں کو شروع
ضروری ہیں چند اضلاع میں شروع بھی ہو چکے ہیں اور قریب قریب مکمل
ہونے والے ہیں۔ بہرحال ریاستی بورڈ برائے ثانوی و اعلیٰ ثانوی تعلیم نے
شروع میں ۱۹ مضامین تیار کئے ہیں جو کہ پانچ مختلف گروپ سے ہیں جیسے
مکینیکل، کمرشل، اگریکلچرل، ہوم سائنس ٹکنالوجی اور فشری۔ ۸۰-۱۹۷۹ء سال
کے دوران ایک اور گروپ جوڑا گیا ہے وہ ہے پیرامیڈیکل گروپ۔
طالب علموں کو ان مضامین میں داخلہ لینے کے لیے راغب کرنے
نیز انھیں ڈگری یا ڈپلومہ سطح پر تعلیم جاری رکھنے کے لائق بنانے کے
لیے ایسے اقدامات کیے جا رہے ہیں کہ انجینیرنگ یا زراعت یا فوڈ ٹکنالوجی
میں ڈگری یا ڈپلومہ میں ترجیح دی جائے گی۔ حکومت ہند پر بھی زور ڈالا گیا ہے
کہ وہ اپرنٹس شپ اسکیم پر کچھ چھوٹ دے تاکہ جو طالب علم دوہری قسم
کے پیشہ ورانہ نصاب مکمل کریں وہ این سی ٹی وی ٹی، نئی دہلی کے منعقد کردہ

رمیانی کورس مکمل کر کے جو کہ کم مدتی ہے یا پھر اعلیٰ تعلیم جاری رکھ
سکیں۔ یعنی انھیں ڈگری کورس میں داخل ہونے کی بھی اجازت ہو۔

اس مقصد کے لیے جو اسکیم اپنائی گئی ہے وہ چھ تعلیمی مضامین
ں سے ہے۔ طالب علموں کو اجازت ہے کہ وہ ایک زبان اور تین اپنی
رضی کے تعلیمی مضامین منتخب کریں۔ دوسری زبان اور ایک اپنی مرضی
کے تعلیمی مضمون کے بدلے میں طالب علموں کو اجازت ہوگی کہ وہ پیشہ ورا
نصاب میں جو سو سو نمبروں کے دو پرچوں پر مشتمل ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ
طالب علم ایسے مضامین بھی پاس کر سکیں گے جن کی انھیں ریاست کی
یونیورسٹیوں میں ضرورت پڑے گی۔ اس طرح انھیں اعلیٰ تعلیم کی جانب
قدم بڑھانے کا موقع بھی ملے گا اور ساتھ ہی اگر وہ کسی پیشے کو اپنانا چاہیں
گے تو اس کی صلاحیت بھی انھیں حاصل ہو سکے گی۔

قومی پالیسی سے الگ یہ پالیسی صرف اس مقصد کے لیے اپنائی
گئی کہ لوگوں پر یہ اثر نہ پڑے کہ یہ نصاب کمتر درجہ کے ہیں اور ان کے
لیے ہیں جو کہ یونیورسٹی تعلیم پوری کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔
ڈھیر سے ڈھیر ٹیکنیکل کورس شروع کرنا ممکن ہو سکے گا۔ جبکہ سماج
میں خاص طور سے فائدہ اٹھانے والوں کو اس کی ضرورت محسوس ہوگی۔

ل امتحان میں شرکت کر سکیں۔ اور اپرینٹس شپ اسکیم کے تحت جس خاص
مون میں عملی کمی رہ گئی ہے اس کو پورا کیا جاسے۔ یہ اقدامات امید
. کہ وقت آنے پر اسکیم کو مقبول بنائیں گے اور طالب علموں کی بڑی تعداد
پیشہ ورانہ تعلیم کی جانب متوجہ کریں گے۔

ثرات :

فی الحال ۷۸ اداروں میں یہ نصاب شروع کیے گئے ہیں۔ جن
۶۵۰۰ طالب علم ہیں۔ اسکیم کی توسیع میں خاص دقت موجودہ ڈھانچے
آلات وغیرہ کی کمی ہے۔ اس مقصد کے لیے مالی امداد کا ایک الگ فالون
گیا ہے۔ اور جدوجہد یہ بھی کی جارہی ہے کہ پیشہ ورانہ تعلیم کے عملی پہلو
بہتر بنایا جاسکے۔ بعض نصاب میں عملی کام ۷۰ فیصد ہوتا ہے اور علمی
صرف ۳۰ فیصد ہوتا ہے۔ کامرس گروپ میں فی طالب علم ایسے
رس کے لیے ۴۰۰ روپے اور دیگر گروپ میں ایک ہزار روپے خرچ
ہے۔

اس مقصد کے لیے فنڈ فراہم کرنے کے سوال پر اسی وقت غور کیا جاسکے گا جبکہ "پائلٹ" درجہ سے یہ اسکیم آگے نکل جائے گی۔ ان کورسوں میں تربیت یافتہ طالب علموں کا پہلا بیچ اعلیٰ ثانوی بورڈ امتحان میں اپریل مئی ۱۹۸۰ء میں شرکت کرے گا اور اس کے بعد چند سالوں تک ان کورسوں کا اثر دیکھا جاتا رہے گا پھر اس کے بعد ہی اسکیم کو بڑے پیمانے پر شروع کیا جائے گا۔

امید کی جاتی ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ ان کورسوں کی مدد سے ریاستی حکومت تعلیم یافتہ بے روزگاروں کے مسائل کو اس ریاست میں حل کرنے میں کامیاب ہو سکے گی۔ ◆

بۂ گذشتہ

میر کے دیوانِ سوم کا مخطوطہ

● ڈاکٹر صفدر آہ

سے گلزارِ ارم' کی تاریخ نکالنے کی بات خلافِ عقل اور بے ثبوت ہے)

لہ نگار نے حاتم، اُستاد الاساتذہ مصحفی، میر انیس کے دادا میر حسن
ریروں میں مذکورہ املے کی غلطیاں بتائی ہیں وہ نہ ان عالمان ادب
یں ہیں نہ ہو سکتی ہیں۔ یہ خوش عقیدگی کی بات نہیں۔ جب تک ان
کے قلم کی معتبر تحریریں سامنے نہ رکھی جائیں' اس موضوع پر کوئی گفتگو
ہ سکتی۔ اگر کوئی مجھ سے کہے کہ مولانا عرشی کی تحریریں مذکورہ املے کی
ں ہیں تو میں اس قسم کا دعویٰ کرنے والے کو صحتِ دماغی سے محروم سمجھوں گا۔
تجلی کے لئے بھی مقالہ نگار کا ارشاد ہے کہ وہ ضخیم کو ذخیم اور مثنوی کو
ی تحریر کرتے تھے۔ تجلّی کی ایک تحریر مخطوطۂ محمود آباد تو اب بھی موجود
اس سے مقالہ نگار صاحب اپنے دعوے کا ثبوت پیش کریں۔
ڈاکٹر اکبر حیدری کا بیان قطعاً غلط ہے کہ کتب خانۂ محمود آباد میں حاتم کا
ہوا کوئی دیوان موجود نہیں ۔ مقالہ نگار کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ حاتم کے
غالب تک سب کے یہاں "اِملا" کی غلطیاں ہیں۔ عرض یہ ہے کہ غلطی
الگ چیز ہے اور سہوِ قلم یا اجتہاد بالکل الگ چیزیں ہیں۔
ان تمام بہکی ہوئی باتوں کے بعد مقالہ نگار خود مخطوطۂ بنارس کے لئے رو
ہے ہیں۔ وہ اپنے زیرِ بحث مضمون کے صفحہ ۱۴ پر کہتے ہیں کہ ان کے مخطوطۂ
نارس میں تواتر کے ساتھ املے کی اتنی غلطیاں ہیں جن کی کوئی معقول توجیہہ سمجھ میں
ہیں آتی۔ یہاں توجیہہ تراشی کی کوئی ضرورت نہیں۔ سیدھی بات یہ
ہے کہ منشئ مخطوطۂ کم علم اور خود مذکورہ مخطوطہ جعلِ محض ہے۔
میر کے دیوانِ سوم کی ایک غزل میں شہر سورت کا اِملا "صورت" درج
ہے ؎

سیر کی ہم نے اُٹھ کے تا صورت
دیکھی ایسی نہ ایک جا صورت

مقالہ نگار کو اس پر اعتراض ہے۔ حالانکہ اس زمانے میں دیسی لفظوں
میں بھی عربی حروف رائج تھے، جیسے 'مِصرا (ایک ذات)' 'معرکہ' (ایک
مقام) میر نے بھی یہی کیا ہے۔ بلکہ اس املے سے لُطفِ معنی بھی پیدا کیا ہے۔
میر کا دیوانِ چہارم لکھنو پہنچنے سے کچھ قبل شروع ہوا تھا اور آصف الدولہ
کے انتقال کے بعد وزیر علی کی پنج ماہی حکومت میں ختم ہوا۔ اس مسلمے کو سب

ہی مانتے ہیں۔ میں نے اس مسلّمے کے اہم پہلو پر اپنی کتاب میں کسی بھی محقق سے
زیادہ روشنی ڈالی ہے۔ مقالہ نگار کی تفریحی فرمائش پر یہ باب از سرِ نو
شروع نہیں کیا جا سکتا۔
آصف الدولہ کی کتخدائی پر میر نے قطعاً کوئی مثنوی فیض آباد نہیں بھیجی
یہ مثنوی میر نے ناگر مل کے چھوٹے لڑکے کشن سنگھ کی کتخدائی پر کہی تھی۔ میر
اس کشن سنگھ سے سخت خفا ہو گئے۔ اسی نے ناگر مل کو دِلی آنے نہیں دیا
اور میر نے ناگر مل کے فرستادہ ایلچی کی حیثیت سے حسام الدین سے جو معاملات
اور شرائط طے کئے تھے وہ بدعہدی کی خاک میں مل گئے۔ اسی بات پر میر نے
ناگر مل ایسے محسن کی چودہ سال کی ملازمت ترک کر دی۔ کشن سنگھ سے نفرت
کی وجہ سے کشن سنگھ کی کتخدائی کی مثنوی کو لکھنو آ کر ترمیم کیا اور اسے مثنوی کتخدائی
آصف الدولہ بنا دیا۔ کلیاتِ میر میں یہ دونوں مثنویاں موجود ہیں اور ان دونوں
کتخدائی کی مثنویوں میں بہت سے شعر اب بھی مشترک ہیں۔

مخطوطۂ بنارس کی تمام مثنویاں لکھنؤ کی کہی ہوئی ہیں۔ لیکن دیوان
ہمیشہ دیوانِ غزلیات کو کہتے ہیں جو حروفِ ہجا کی رو سے ردیف وار ترتیب
دیا گیا ہو۔ شاعر کی دوسری نظمیں بالکل الگ چیز ہیں وہ کہیں بھی لکھی جا سکتی
ہیں۔ 'میر اور میریات' میں، میں نے صرف یہ عرض کیا تھا کہ مخطوطۂ بنارس کی تمام
مثنویاں دیوان چہارم کے زمانے میں کہی گئی ہیں۔ بلکہ ان میں شاید کوئی مثنوی
دیوانِ پنجم کے عہد کی بھی ہو سکتی ہے۔ ان مثنویوں کی جگہ دیوان ششم مکمل ہونے
کے بعد ہے۔
میں نے اپنی کتاب میں مدلّل بحث کے ساتھ شکار نامے کے آخر کے اشعار

بہت لکھنؤ میں رہے گھر چلو ۶

کو الحاقی قرار دیا ہے۔ میں نے ہر محقق سے پہلے ان باتوں کو دریافت کیا جن کی وجہ
سے میر کو لکھنؤ سے شکایت پیدا ہوئی تھی۔ میں نے ان کے کلام سے شہادتیں دیکر
یہ بھی دکھایا کہ حالات کے ساتھ ان کے موڈ میں کیا تبدیلی ہوتی گئی۔ (میر اور
میریات صفحہ ۱۲۳ سے صفحہ ۱۲۹ تک) میر کے مندرجہ الحاقی اشعار ان کی اس
ذہنی حالت کے ترجمان ہو سکتے ہیں جس کا ذکر ان کی غزل "خلقِ خدا ملکِ
خدا" میں ملتا ہے۔ مذکورہ الحاقی مصرع اگر میر ہی کے مانے جائیں تو

یہ کسی اور موقع پر کہے گئے ہوں گے۔ ممکن ہے وہ نظم میرؔ نے مکمّل نہ کی ہو اور یہ مصرع کسی جگہ لکھ کر چھوڑ دیئے ہوں۔ جہاں سے انھیں اُٹھا کر شکار نامے میں شامل کر دیا گیا۔ مگر معقول تر بات یہی ہے کہ یہ مصرع میرؔ کے مصرع نہ تسلیم کئے جائیں۔

میں نے ایک جگہ لکھا ہے۔ "اِملے کی غلطی" اس پر مقالہ نگار نے "کذا" لکھ کر اپنی بصیرت اور فضیلت کا ثبوت دیا ہے۔ اپنی بے حد کم مائیگی کے باوجود یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ عربی الف پر اِمالہ نہیں لگایا جاتا۔ لیکن زبان اہلِ زبان کے لہجہ کی پابند ہے۔ قواعد کی گرفت میں اسے کسی طرح بہ ہمہ جہت نہیں لایا جا سکتا۔ اہلِ زبان "اِملاکی کاپی" نہیں بولیں گے۔ "اِملے کی کاپی" بولیں گے وہ یہ نہیں کہیں گے کہ مُسلمانوں کے "چار مُصلاّ" ہیں۔ وہ کہیں گے مُسلمانوں کے چار مُصلّے ہیں۔ دیسی الفاظ میں بھی امالہ اہلِ زبان کے لہجہ کا تابع ہے۔ مثلاً "کلکتے کے رس گلّے"۔ "پُونے کی گاٹھیا"۔ لیکن "متھرے کے پیڑے" نہیں "متھرا کے پیڑے" بولا جائے گا۔ مقالہ نگار اگر "اِملاکی کاپی" لکھتے ہیں تو اُن کو مُبارک ہو۔ میں تو اِملے کی کاپی" ہی لکھوں گا۔

میرؔ کا ایک شعر ہے ؎

شفق سے ہیں در و دیوار زرد شام و سحر
ہُوا ہے لکھنؤ اس رہگزر میں پیلی بھیت

میں نے عرض کیا تھا کہ یہ شعر اس وقت کا ہے جب ابدالی کے وزیر نے ۱۷۶۳ء میں راجہ ناگر مل اور نجیب الدولہ کو، شجاع الدولہ کو بُلانے کے لئے اودھ بھیجا تھا اور میرؔ اُن کے ساتھ لکھنؤ سے گزر رہے تھے جیسا کہ شعر میں "رہگزر" کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ مقالہ نگار کا ارشاد ہے کہ میں نے شعر میں "سے" کی جگہ "میں" لاکر شعر کو مہمل بنا دیا ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ میری کیا مجال کہ میں میرؔ پر اِصلاح دے سکوں۔ تیسرے دیوان میں یہ شعر "میں" ہی کے ساتھ ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مقالہ نگار محترم "پیلی بھیت" کے معنی نہیں جانتے "بھیت" کے معنی ہیں "دیوار" اور "پیلی بھیت" کے معنی ہوئے 'پیلی دیوار' میرؔ کہتے ہیں کہ سحر و شام، رنگِ شفق سے زرد لکھنؤ اتنا دلکش ہو جاتا ہے کہ راستے میں پیلی دیوار بن جاتا ہے۔ پھر لُطف یہ کہ پیلی بھیت ایک جگہ کا بھی نام ہے۔

اپنی تحریر میں، میں نے "دستخط" کے معنی سگنیچر قرار دیئے ہیں۔ اس خیال کے بے تکلّف ذہن میں آنے کا سبب یہ ہے کہ تا دمِ تصنیف میں نے مخطوطۂ محمودآباد نہیں دیکھا تھا۔ (اس بات کا اعتراف میں نے اپنی تحریر کے پہلے ہی فقرے میں کر لیا ہے۔) ایسی صورت میں دستخط کے رائج اور مرجع معنی سگنیچر سمجھنا کسی کے لئے بھی ناگزیر ہوتا۔ یہ تو مخطوطۂ محمودآباد کے دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس میں تجلّی کے سگنیچر نہیں ہیں۔ لہٰذا موجودہ صورت میں دستخط کے غیر مروجہ معنی "ہاتھ کی تحریر" پر نظر ڈالنا پڑی۔

مخطوطۂ بنارس کے سرورق محمد محسن ملقب بہ زین الدین احمد کی جو تحریر ہے وہ جعل کا بدیہی ثبوت ہے:

۱۔ جیسا عرض کیا گیا ہے اس نسخہ کا جعل ساز اس تحریر کو میرؔ کے بھتیجے کی تحریر سمجھتا تھا لہٰذا اس نے راقم تحریر کے لئے محمد محسن کے ساتھ زین الدین احمد کا عرف نہیں تحریر کیا ہے۔ حالانکہ یہ عرف ان کی ہر تحریر میں جزوِ لازم کی طرح موجود ہے۔

۲۔ نوادر الکملا مشمولہ مخطوطۂ محمودآباد میں ہے کہ انتقال کے وقت میرؔ کو روزانہ ڈیڑھ ڈیڑھ سوا سہال ہوتے تھے۔ ظاہر ہے کہ راقم تحریر محمد محسن المعروف بہ زین الدین احمد اس حقیقت سے واقف تھا۔ لیکن جعلساز نے لکھا ہے کہ میرؔ کا انتقال بہ عارضۂ تپ ہوا۔ اتنے شدید اسہال میں تپ کیا معنی؟

۳۔ مخطوطۂ بنارس کا جعل ساز لکھنؤ اور میرؔ کے قبرستان کی جغرافیہ سے بھی ناواقف تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ:

"اکھاڑۂ بھیم کہ جائے مشہور است در لکھنؤ۔ نزدیک قبرستان، برابر قبور اقرباء مدفون گردند"۔

یعنی لکھنؤ کی مشہور جگہ بھیم کے اکھاڑے میں، قبرستان کے نزدیک، اقرباء کی قبروں کے برابر دفن ہوئے۔

مخطوطۂ محمودآباد کے سرورق کا محرّر لکھتا ہے:

"در اکھاڑۂ بھیم کہ قبرستان مشہور ست۔ نزد قبور اقربائے خویش مدفون شدند"۔

ذرا غور فرمایئے کہ کیا یہ دونوں عبارتیں ایک ہی آدمی کے قلم کی ہو سکتی ہیں؟

۴۔ میرؔ کے سانحۂ ارتحال کے متعلق جو قطعاتِ تاریخ دیوانِ چہارم میں درج ہو چکے ہیں ان کا دیوانِ سوم میں مکرر نقل کرنا سراسر خلافِ عقل اور جعلساز کی کوتہ اندیشی ہے۔ یہ قطعات تاریخ دیوان کے ہر حصّہ میں بار بار درج نہیں ہوں گے۔

۵۔ مخطوطہ دیوانِ چہارم شاہی کتب خانے سے کسی کو دیا گیا تھا جو دہم ربیع الاول کو واپس آیا۔ مہتمم کتب خانہ نے محمد محسن ملقب بہ زین الدین احمد کی تحریر کے بغل میں لکھا۔ "بتاریخ دہم ربیع الاول ۱۲۶۲ھ بجا رسید"۔ جعلساز کو بغیر سمجھے اس تحریر کی نقل بھی ضروری معلوم ہوئی۔ چونکہ جو تھا دیوان دہم کو واپس آیا تھا، اس نے تیسرے دیوان پر نہم ربیع الاول لکھ کر اسی بغلی تحریر کو لکھ دیا۔ میں نے مخطوطۂ بنارس سے نوٹ (جیسا کہ عرض کر چکا ہوں)

بہت کم وقت میں لئے تھے، اسی لئے بغلی تحریر کا "بجار سید" نقل ہونے سے رہ گیا۔ کتاب کی اشاعت کے بعد مخطوطۂ محمود آباد دیکھا تو "بجار سید" کا پتہ چلا اور بغلی تحریر کا مفہوم واضح ہوا۔

مخطوطۂ محمود آباد

(تحریر محمد محسن ملقب بہ زین الدین احمد)

بروز جمعہ بستم ماہ شعبان المکرم وقت شام ۱۲۲۵ھ یک ہزار و دو صد و بست پنجم ہجری بود میر محمد تقی میر تخلص صاحب ایں دیوانِ چہارم در شہر لکھنؤ محلہ ستہٹی بعد طے نہ عشرۂ عمر بجوار رحمتِ ایزدی پیوستند و روز شنبہ بست و یکم ماہ مذکور سنہ الیہ وقت دوپہر در اکھاڑۂ بھیم کہ قبرستان مشہور است۔ نزدیکِ قبور اقربائے خویش مدفون شدند و ہر چہار دیوان خود را کہ ایں دیوانِ چہارم از آں جملہ است محرر سطور محمد محسن المخاطب بہ زین الدین احمد تجاوز اللہ عنہ، و سیانہ در حین حیات خویش بکمال رغبت بحل کردہ وبخشیدند۔ خدا ایش بیا مرزش۔

حررہٗ محمد محسن عفی عنہ، روز جمعہ بست و ہفتم سنہ الیہ لوقت چہار گھڑی روز باقی ماندہ ایں دیوان از دستخط میر حسن علی تجلی داماد میر مغفور است۔

المحررہ محمد محسن عفی عنہ،

محمد تقی میر شاعر کہ بود ؛ مسلم و را تخت و تاج سخن
بہ اقلیم معنی ز ارباب شعر ؛ ستانندہ او بود باج سخن
ز مرگش چو بے نور شد شعر سال نوشتم "بمردہ سراج سخن"
۱۲۲۵ھ

— دیگر —

میر تقی اُستاد فنِ شعر مرد و ز دنیا سوئے عدم شد
گشت چو اشعارش ہمہ بے سر میر تقی اُستاد رفتم شد
۱۲۲۶ھ ۱۲۲۵ھ

بغلی تحریر: دہم ربیع الاول ۱۲۶۲ھ بجار سید

مخطوطۂ بنارس

(تحریر محمد محسن)

دیوان سیوم میر محمد تقی دہلوی میر تخلص

بتاریخ بستم ماہ شعبان روز جمعہ ۱۲۲۵ھ یکہزار و دو صد و بست و پنجم ہجری۔ در سن نود سالگی بہ عارضۂ تپ دو گھڑی روز ماندہ وفات یافتند۔ و در اکھاڑۂ بھیم کہ جائے ست مشہور در لکھنؤ، نزدیک قبرستان۔ برابر قبور اقربا مدفون گردند۔ و روز دفن بست و یکم ماہ مذکور روز شنبہ دوپہر بود۔ پروردگار بہ امرزد و مغفرت نماید۔ آمین آمین۔ محررہ بست و ہفتم شعبان سنہ الیہ روز جمعہ چہار گھڑی روز باقی ماندہ۔

حررہٗ محمد محسن عفی عنہ، چہار دیوان خود را کہ ایں دیوان سیوم از آں جملہ است۔ میر صاحب مرحوم در حیات خود در ثبات عقل بمن بطوع رضائے خود بخشیدند و بحل کردند۔ و ہر چہار دیوان دستخطی میر حسن علی تجلی تخلص کہ داماد میر صاحب و شاعر شیریں کلام بودند

بتاریخ المحررہ محمد محسن عفی عنہ،

محمد تقی میر شاعر کہ بود ؛ مسلم ورا تخت و تاج سخن
بہ اقلیم معنی ز ارباب شعر ؛ ستانندہ او بود باج سخن
ز مرگش چو بے نور شد شعر سال ؛ نوشتم "بمردہ سراج سخن"
۱۲۲۵ھ

— دیگر —

میر تقی استاد فنِ شعر ؛ مرد و ز دنیا سوے عدم شد
گشت چو اشعارش ہمہ بے سر ؛ میر تقی استاد رفتم شد
۱۲۲۶ ۱۲۲۵ھ

بغلی تحریر: بتاریخ نہم ربیع الاول ۱۲۶۲ھ بجار سید

مندرجہ بالا سطور کے مختصر جائزے کی روشنی میں مخطوطاتِ محمود آباد اور بنارس کی عبارتوں کو پڑھیے اور فیصلہ کیجیے کہ کیا یہ دونوں تحریریں کسی ایک ہی دماغ کی تخلیق ہو سکتی ہیں؟

مذکورہ بالا دونوں تحریروں کے عکس جو مطبوعہ عکسوں کی فوٹو کاپی ہیں، دوسرے صفحہ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ ان تحریروں میں بدیہی فرق ہے۔ جسے بہت آسانی سے محسوس کیا جا سکتا ہے۔

مخطوطۂ محمودآباد

(عکسِ تحریرِ تجلی داماد میر تقی)

مخطوطۂ بنارس

(عکسِ تحریرِ منشی)

مخطوطۂ محمودآباد تجلّی کی تحریر ہے یہ مصدق ہے۔ مخطوطۂ بنارس کے لئے بھی یہی دعویٰ کیا جارہا ہے لیکن مخطوطۂ بنارس صاف کسی دوسرے کی آتا ہے۔ جس میں بقول مقالہ نگار قدم قدم پر املے کی غلطیاں بھی ہیں۔ ایسی صورت میں مخطوطۂ بنارس کو جعل سمجھنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہتا۔

مخطوطۂ محمودآباد میں محمد محسن المخاطب بہ زین الدین احمد کی تحریر:

ان تحریروں کا پورا متن صفحۂ سابقہ پر دیا جاچکا ہے۔

مخطوطۂ بنارس میں محمد محسن کے نام سے جعلی تحریر:

اب ان کے خط کا بھی مقابلہ کر لیجئے۔ کیا یہ دونوں تحریریں کسی بھی صورت میں ایک ہی قلم کی مانی جاسکتی ہیں؟
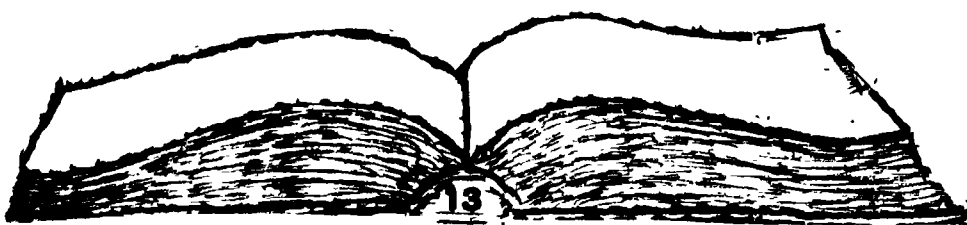
وستانی ادب اور موسیقی میں امیر خسرو کا حصّہ

* مناظر عاشق ہرگانوی

رب جب ہندوستان آئے تو یہاں کی قدیم زبانوں میں سے
ی کہنے لگے وہ سنسکرت، پالی، سندھی، ملتانی، گجراتی سب
کہتے تھے۔ ہندوستانی، ریختہ، موریں اردوئے معلیٰ اور اردو
ہ نام بعد میں مستعمل ہوئے۔
ی وہ مخلوط زبان تھی جو اس زمانے میں شمالی ہند کے عوام
ستعمال کرتے تھے۔

سرو (۷۰۵-۶۵۱ھ) نے بھی اپنے سخن کو ہندوی بتایا ہے
نے اپنے عہد کی ہندوستانی زبانوں کی فہرست مثنوی "نہ سپہر" میں

ہوری و کشمیر و کبر ؛ دھور سمندری، تلنگی و گجر
(ڈوگری) (تامل) (گجراتی)

ری و بنگال و اودھ ؛ دہلی و پیرامنش اندر ہمہ حد
پہاڑی) (اودھی)

روییست زایام کہن ؛ عامہ بہ کارست بہ ہر گونہ سخن

ھوں نے ان سبھی زبانوں سے استفادہ کر کے اپنی مادری زبان
مال کیا۔ ایک جگہ اپنی پدری زبان ترکی اور فارسی پر ہندوی کو
ہوئے کہتے ہیں ؎

ت گفت ہند بہ حجت کہ راجح است
بر پارسی و ترکی از الفاظ خوش گوار

اں کہ ان کے کلام کا بیشتر حصہ فارسی میں ہے اور ان کا پہلا دیوان
بھی فارسی میں ہی تھا۔ اس کے باوجود ترکی اور فارسی پر ہندوی
ی ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں سنسکرت، پراکرت اور بھاشا
صی واقفیت حاصل کرنے کے بعد انھوں نے سنسکرت کو بھی
جیح دی اور یہ کہا کہ اس زبان میں حلاوت اور شیرینی فارسی
ح کم نہیں ہے۔ خسرو ہر طرح کی عصبیت سے پاک تھے اور
ادب سے گہرا لگاؤ محسوس کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی
شاعری میں انھوں نے بعض دل چسپ تجربے بھی کیے ہیں مثلاً
زل کا ایک مصرع فارسی میں ہے تو دوسرا ہندوی میں ؎

شبان ہجراں دراز چوں زلف زمان وصلت چو عمر کوتہ
سکھی پیا کو جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں

ان کے نزدیک عربی میں فارسی لفظ ملانا مستحسن نہیں تھا اسی
طرح فارسی میں ہندوی کا پیوند بھی اصول کے خلاف تھا۔ لیکن عوامی ضرورتوں
کے پیش نظر اپنے اس اصول سے انھوں نے انحراف کیا اور ہر طرح کی
لسانی کھلواڑ یا الٹ پھیر کو جائز رکھا۔

خسرو کے سلسلے میں ہندوی اور ہندوستانی ادب کے ضمن میں یہ
بات دل چسپی سے خالی نہیں کہ ان کے والد ترک اور ماں ہندوستانی نسل سے
تھیں۔ ان کی فطرت نے ماں کا اثر قبول کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان اور
ہندوستانی ادب سے ان کا گہرا لگاؤ تھا۔ مثنوی "نہ سپہر" میں ہندوستان
کا ذکر کرتے ہوئے خسرو کہتے ہیں ؎

ہست مرا مولد و ماوی و وطن

تقریباً پانچ سو اشعار میں خسرو نے ہندوستان کے بادشاہوں کی
ذہانت ان کے مذہبی عقائد علمی استعداد، زبان، رسم و رواج، پرند، موسم
پھل پھول غرض ہر چیز کے بارے میں انتہائی گہرے تاثرات و شدت
احساس سے ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ بادشاہوں اور سرداروں کی شان
میں مرصع قصیدے تصنیف کیے۔ اہل علم کے لیے گہری تاریخی اور فلسفیانہ
موشگافیاں کیں۔ دین داروں اور عاصیوں کے لیے نرم و نازک اور پر اثر غزلیں
کہیں۔ بچوں کے لیے معمے اور دو سخنے، عورتوں کے لیے پہیلیاں، کہہ مکرنیاں
اور بوڑھوں اور محبت کی متوالی دوشیزاؤں کے لیے سیدھے سادے گیت
لکھے، گویا دانشور، مدبر، سپاہی، ندیم شاہی، صوفی، صافی، صاحب
قلم، فلسفی، بذلہ سنج، یعنی اس دور کا معاشرہ جو اعلیٰ ترین کمالات پیش
کر سکتا تھا وہ سب خسرو کی ذات میں جمع ہو گئے تھے۔ ان کی اس متنوع
اور دلفریب شخصیت کی تعمیر و تشکیل میں شاہی دربار کی شان و شوکت
بازار کی رنگینی خانقاہ کا پرسکون اور عارفانہ ماحول اور میدان جنگ
میں ہتھیاروں کی جھنکار، سبھی کا ہاتھ تھا۔

جہاں تک ہندوستانی ادب کا سوال ہے خسرو نے اس وقت
کی رائج زبانوں سے استفادہ کر کے غزل، مثنوی، قصیدہ، رباعی،
تضمین، مستزاد، گیت، پہیلی، معمے، دوہے، ڈھکوسلے، مکرنیاں،

انملیاں، صنائع و بدائع وغیرہ بڑی تعداد میں لکھے ہیں۔ اور سات صدیوں میں یہ ہماری لوک روایت یا لوک ساہتیہ کا حصہ بن گئے ہیں۔ اسی لیے ان کے کلام کو ہندوستانی لوک ساہتیہ کے عام روایت کے تناظر میں دیکھنا چاہیے ؎

از ہر دو بست قند و شکر می ریزد
ہر گاہ بہ دلی کہ "دہی لیہو دہی"

اس میں "لیہو" برج ہے۔ خسرو کا بچپن پٹیالی میں گذرا تھا۔ جو برج کا علاقہ ہے۔ دلی کی زبان پر بھی برج کا اثر رہا ہے ؎

تیلی پسرے کہ می فروشد تیلے
از دست و زباں چوب او واویلے،
خالے بر خش دیدم و گفتم کہ تل است
گفتا کہ برو نیست دریں تل تیلے

چوتھا مصرع کھڑی بولی کے محاورے "ان تلوں میں تیل نہیں" کا محاورہ کا ترجمہ ہے ؎

پنکھا ہو کر میں ڈلی ساقی تیرا چاؤ
منجھ جلتی جنم گیا تیرے لیکھن باؤ

ڈلی، میں، تیرا، جلتی، گیا، تیرے، سب کھڑی بولی کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اور یہ دوہا دیکھئے ؎

گوری سووے سیج پر مکھ پر ڈارے کیس
چل خسرو گھر اپنے رین بھئی چہوں دیس

"ڈارے" اور "بھئی" برج ہیں ۔ بقیہ دوہا کھڑی بولی میں ہے۔
خسرو کی ایک مشہور غزل کا مطلع ہے ؎

زحال مسکیں مکن تغافل درائے نیناں بنائے بتیاں
چو تاب ہجراں ندارم اے جاں نہ لیہو کاہے لگائے چھتیاں

اس غزل کے اشعار میں چھتیاں، بتیاں، رتیاں، پتیاں، کھتیاں نیناں پرانی کھڑی کی جمع ہیں جو ہریانی میں بھی عام تھیں۔ اور اس چوپائی یا رباعی میں ؎

ہندو بچہ بیں کہ عجب حسن دھرے چھے
بر وقت سخن گفتن مکھ پھول جھرے چھے،
گفتم زلب لعل تو یک بوسہ بگیرم
گفتا کہ "ارے رام نرک کائیں کرے چھے

'پھول جھرے' برج ہے اور 'جھرے چھے' 'کرے چھے' راجستھانی ہے۔
خسرو کی پہیلیاں اور ڈھکوسلے کھڑی بولی، برج، اور ہریانی میں ہیں۔ تینچی کی یہ پہیلی دیکھئے ؎

اندر چلمن باہر چلمن بیچ کلیجہ دھڑکے
امیر خسرو یوں کہیں وہ دو دو انگل سرکے

کاجل کی پہیلی ؎

جل کر بنے جل میں رہے :: آنکھوں دیکھا خسرو کہے

اور چراغ کی پہیلی ؎

تیل کا تیل :: کمہار کا ہنڈا
ہاتھی کی سونڈ :: نواب کا جھنڈا

اور یہ ڈھکوسلہ ؎

کھیر پکائی جتن سے اور چرخا دیا جلا
آیا کتا کھا گیا، تو بیٹھی ڈھول بجا

ہندوستانی ادب میں خسرو کے زور قلم کے یہ چند نمونے ہیں۔
خسرو نے اپنی تصنیفات کی ادائیگی کے لیے اپنے زمانے کے موسـ
کو گائیکی سکھائی جن کی خوبیاں بیان سے باہر ہیں۔ جس طرح اردو شاعر
غزل، نظم، مرثیہ، قصیدہ، رباعی، مصنوعی، قطعہ، مسدس وغیرہ ہیں
طرح موسیقی میں بھی دھرپد، خیال، ٹھمری، دادرا، ترانہ، قوالی، ٹپا، ہو
اصناف ہیں۔ دھرپد کی کوکھ سے جنم لینے والی گائیکی 'خیال' ہے۔ خسرو نے د
سے شروع کے الاپ کو یکسر ختم کر دیا اور طویل کویتا کی جگہ صرف ا
اور انترا رہنے دیا۔ اس طرح خیال گائیکی وجود میں آئی۔ ظاہر ہے خیال
کی جگہ سروں کو اولیت دی گئی ہے۔ ایک ماہر فن خیال گاتے وقت
کے اتار چڑھاؤ سے ایسے تصوراتی پیکر تراشتا ہے جس میں زندگی کی تمام
جلوہ گر نظر آتی ہیں۔ ترانہ بھی موسیقی کی ایک صنف ہے۔ جس کے موجد خ
ہیں۔ ترانہ کو دراصل خیال گائیکی کی توسیع کہا جا سکتا ہے۔ چھوٹا خیال گانے
ترانہ شروع ہوتا ہے۔

خسرو نے فارسی موسیقی کو بھی اردو میں رواج دیا ہے اور راگ
کے مطابق بہت سے راگ ایجاد کیے ہیں۔ مثلاً موجیر، ساز گری، ایمن
غزن، زیلف، فرغنہ، سر پرد انجارز، فردوست وغیرہ کے علاوہ قلبانہ
نقش گل، ترانہ، خیال نگار، شہانہ، سوہل اور سیلا وغیرہ بھی خسرو کے
کارنامے ہیں۔ خسرو اپنے عہد کے ایک نامور موسیقار تھے اور ان کی آ
شیریں تھی۔ موسیقی کے ایک مقابلے میں انھوں نے اس فن کے مشہور استا
گوپال کو شکست دی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ طبلہ، ڈھولک اور ستار انہی کی
ہیں۔ مذہبی موسیقی کے سلسلے میں قوالی ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔
غرض ہندوستانی ادب اور موسیقی میں امیر خسرو کے جو کارنامے
کی مثال سات سو سال گذرنے کے بعد بھی نہیں ملتی ؎

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

جے۔ بی۔ ایس۔ ہالڈین ۔ ایک محب وطن سائنسدان

از :۔ اندرجیت لال

جن یورپی عالموں نے ہندوستان کے تمدن ۔ تہذیب اور ادب کو پیار کی نظروں سے دیکھا ہے ان میں ہالڈین کا نام بڑا ممتاز ہے۔ ایسے لوگوں میں شوپن ہار، میکس ملر، میکالے، ایمرسن، اینی بسینٹ ہیوم وغیرہ کے نام لیے جا سکتے ہیں۔ ہالڈین نے ہندوستانی سائنس کو اپنی معلوماتی و تحقیقی نگارشات سے مالا مال کیا۔ عام فہم زبان میں کئی کتابیں لکھیں جو اُن کی اعلیٰ دماغی ذھنی بلندی اور انسان دوستی کی غمازی کرتی ہیں۔ ہالڈین بڑی سلیس اور دل نشیں زبان میں لکھتے تھے۔ انگریزی ان کی مادری زبان تھی۔ اہل زبان کی حیثیت سے انھیں زبان اور محاورہ پر بڑی قدرت حاصل تھی۔ اور دقیق سے دقیق اور پیچیدہ سے پیچیدہ معاملات کو نہایت عام فہم زبان میں انھیں پیش کرنے کا ملکہ حاصل تھا۔ خصوصاً تکنیکی مضامین کو وہ بڑے آسان پیرائے میں بیان کر سکتے تھے۔

آپ کو ہندوستان سے بڑا پیار تھا۔ اسی وجہ سے آپ نے عمر کے آخری سالوں میں (یعنی ۱۹۶۰ء سے) ہندوستان میں شہریت اختیار کر لی۔ اور یکم دسمبر ۱۹۶۴ء تک یعنی اپنے یوم وفات تک یہیں سکونت پذیر رہے۔ پنڈت نہرو آپ کی سائنسی خدمات سے بڑے خوش تھے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جب کبھی ہالڈین نے ہندوستان کی تہذیب و تمدن یا سائنس پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ان کی عقیدت ایک ایک نقطہ سے بالکل عیاں ہوتی تھی۔ آپ کی معرکہ خیز کتاب "سائنس اور ہندوستانی تہذیب" مختلف موضوعات پر بڑی سیر حاصل معلومات پیش کرتی ہے۔ معلومات کے ساتھ ساتھ آپ بڑی بے باکانہ رائے دیتے تھے۔ اپنے ایک مضمون "میرا معمہ" سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو :

"میں نے ایک نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ہندوستانی سائنس میں بڑی سست روی ہے۔ اس کا جواز یہ نہیں کہ ہندوستانی سست ہیں یا کند ذہن ہیں۔ بلکہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہندوستانی بڑے نرم مزاج ہیں۔ وہ ذاتی معاملات پر روزانہ کئی گھنٹے بحث مباحثہ کر لیں گے۔ لیکن تحقیقی معاملات پر بحث کرنا وقت ضائع کرنے کے برابر سمجھیں گے.....

ایسے حالات میں ہندوستان میں زیادہ ضرورت انہماک اور جذبے کی ہے نہ کہ نرم مزاجی و شیریں گفتاری کی۔ مجھے اس معمے کا کوئی حل نہیں سوجھتا، ہاں ایک امید کرتا ہوں کہ جوں جوں ہندوستانی سائنس ترقی پذیر ہوگی۔ یہ معمہ خود بخود حل ہو جائے گا۔" یہ رائے کئی برس پہلے دی گئی تھی۔ اور اب سائنس ترقی پذیر ہونے سے یہ معمہ کچھ حل ہو گیا ہے۔ باقی آئندہ برسوں میں ضرور حل ہو جائے گا۔

ہندوستانی سائنس پر اپنا اظہار خیال کرتے ہوئے ہالڈین ایک جگہ لکھتے ہیں : "سائنس کا علم شاعری کے علم سے بہت مختلف ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اسے مختلف ہونا چاہیے۔ ہمیں اپنے ماحول کے جاننے پہچاننے پرندوں کو اپنے کانوں اور آنکھوں دونوں کے ذریعہ جاننا چاہیئے۔ بلکہ ہمیں ماحول کی جانی پہچانی چیزوں کو زیادہ سے زیادہ اپنے حواس کے ذریعہ جاننا بڑا ضروری ہے۔ ایسی عادت بنا لینا ایک سائنسی عادت سمجھیے۔ سائنس علم کا دوسرا نام ہے اور جو لوگ زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کے متلاشی ہوتے ہیں ان میں ایک طرح کی سائنسی حس پائی جاتی ہے۔ سائنس ایک نظریہ حیات ہے ایک رویہ ہے نہ کہ چند حقائق کے مجموعہ کا دوسرا نام۔

اسی طرح ایک اور جگہ کہتے ہیں : سائنس کا ایک ضروری حصہ علم نہیں بلکہ طریقہ ہے۔ یعنی ایک خاص طریقہ کار جو زیادہ تر سمجھایا نہیں جا سکتا بلکہ عملی طور پر دکھایا جا سکتا ہے تاکہ اچھی طرح ذہن نشین ہو سکے۔ تحقیق دراصل ایک نظم ہے۔ مربوط، مسلسل، جس میں آہنگ، موسیقی، منظر کشی اور خوب صورت سب کچھ ہے۔ لیکن جس طرح ہر شخص شاعر نہیں ہو سکتا ٹھیک اسی طرح ہر شخص

سائنسی تحقیق بھی نہیں کر سکتا ۔ یہاں تک کہ سائنسی طور طریقے بھی جان لینے سے کوئی عظیم انکشاف نہیں ہو سکتا ۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ کچھ سائنسی ضوابط و نظریوں کی پابندی کرتے ہوئے کچھ عظیم سائنسدانوں نے کہیں کہیں اپنا انفرادی ملکہ دکھایا ۔ اور ایسا انفرادی ملکہ بعد میں سائنس کا ایک بہت بڑا اصول ثابت ہوا ۔ اور ایسے اصول کو سائنس کی دنیا میں بڑی خوشی سے قبول کیا گیا ۔ ایسی گرانقدر پر مغز اور معنی خیز رائیں ہالڈین ایسا سائنسداں ہی دے سکتا ہے اور ایسے سائنسدانوں ہی نے نئے نئے انکشافات اور نئے نئے تصورات دیے ہیں بلکہ ایسے سائنسدانوں کو شاعر کا یہ شعر اپنے عقیدت مندوں کے روبرو پڑھنا چاہیئے

شمیم ظلمت دوراں سے جنگ ہے درپیش
جو چاہتے ہو سویرا تو میرے ساتھ چلو

قدم قدم پہ جلاتا چلوں گا دل کے چراغ
جو راستہ ہے اندھیرا تو میرے ساتھ چلو

ہالڈین، جن کا پورا نام ہالڈین جان برڈن سینڈرسن ہے ۔ ۵ نومبر ۱۸۹۲ء کو ایک انگریز ماہر حیاتیات جان اسکاٹ ہالڈین کے ہاں آکسفورڈ میں پیدا ہوئے ۔ اس نے ابتدائی تعلیم رٹین اور آکسفورڈ میں حاصل کی ۔ آکسفورڈ سے ایم اے کیا اور بعد میں پیرس سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ۔ ۱۹۲۲ء سے ۱۹۳۲ء تک آپ کیمبرج یونیورسٹی میں بائیو کیمسٹری کے ریڈر کے عہدہ پر فائز رہے ۔ اس کے بعد چار سال لندن کی جنیٹیکل سوسائٹی کے صدر اور ۱۹۳۷ء سے ۱۹۵۷ء تک لندن یونیورسٹی میں بائیو کیمسٹری کے پروفیسر، اس کے بعد کلکتہ میں اعداد و شمار کے ادارے کے چار سال تک پروفیسر رہے ۔ ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۴ء تک آپ بھوبھانیشور میں جنیٹکس اور بائیو میٹری لیباریٹری کے ڈائرکٹر رہے ۔ دراصل ۱۹۶۰ء کے بعد آپ نے ہندوستانی شہریت اختیار کرلی اور پھر ہندوستان ہی کے ہو کر رہ گئے اور یہیں سے راہیٔ ملک عدم ہوئے ۔

ہالڈین نے تحقیق و تدریس کی بنا پر بڑے اعزاز و انعام حاصل کیے ۔ سب سے پہلا انعام آپ کو ۱۹۳۷ء میں ملا ۔ ۱۹۵۲ء میں رائل سوسائٹی کی طرف سے ڈاروِن تمغہ ۱۹۵۹ء میں ڈارون صدی کا تمغہ اور امریکہ کی نیشنل اکاڈمی آف سائنس کی طرف سے ۱۹۶۱ء میں کمبر تمغہ آپ کو دیا گیا ۔ اٹلی سرکار نے بھی ایک گرانقدر انعام سے آپ کو نوازا ۔ ان سب اعزاز کے علاوہ آکسفورڈ یونیورسٹی نے ہالڈین کو اعزازی ڈی ۔ ایس ۔ سی اور ایڈنبرگ یونیورسٹی نے اعزازی ایل ایل ڈی سے سرفراز کیا ۔

ہالڈین سائنسداں ہونے کے ساتھ ساتھ ذہن کے فلسفی اور شاعر تھے ۔ اور کئی دوسرے موضوعات پر بڑی نظر رکھتے تھے ۔ سماجیات تمدن تاریخ، فلسفہ اور زبانوں پر ان کا بڑا وسیع مطالعہ تھا ۔ یونانی اور لاطینی زبانیں بڑی اچھی طرح جانتے تھے ۔ تنقیدی شعور ان میں بلا کا تھا جس کی وجہ سے جب وہ کوئی رائے دیتے تو وہ بڑی مدلل اثر انگیز اور جاندار ہوتی ۔ کیا عظیم شاعری ترجمہ کی جا سکتی تھی ۔ اس پر ہالڈن لکھتے ہیں : " عظیم شاعری اس وقت ترجمہ کی جا سکتی ہے جب شاعر اور مترجم دونوں ایک طرح کے جذبات کے مالک ہوں ۔ یعنی دونوں کے سوچنے کا ڈھنگ یا فکر و تخیل کا انداز یکساں ہو ۔ " آگے چل کر آپ فرماتے ہیں ۔ " کئی بار ترجمہ اصل سے بھی بہتر ہو جاتا ہے ۔ لیکن ایسا ترجمہ اصل کا بدل نہیں قرار دیا جا سکتا ۔ اس کے باوجود میں یہ کہوں گا کہ اگرچہ ہم کلاسکی زبانوں سے واقف نہ ہوں تو بھی ہمیں ایسے کلاسیکی اور شعری ادب کے تراجم پڑھ لینے چاہیں ۔ قدیم شعراء کے کلام سے زندگی کا ایک گونہ لطف حاصل ہوتا ہے ۔ ہالڈین اس مضمون میں قدیم یونانی شعرا ہومر پیس پلوتارچ وغیرہ کے ادب کو پڑھنے کی سفارش کرتے ہیں ۔ اور فرماتے ہیں کہ اگر ہندوستان اس طرح کے ادیب پیدا کر سکے تو ہندوستان ہی کی نہیں بلکہ انسانیت کی کایا پلٹ سکتی ہے ۔

ہالڈین نے عام فہم اور سلیس انداز میں چند کتابیں لکھی ہیں ۔ قابل ذ جن میں معلوماتی سائنس پر کتابیں خصوصاً قابل ذکر ہیں ۔ ایسی کتابوں میں " سائنس اور رشتگی " " ارتقا کے اسباب " " سائنس اور روزمرہ کی زندگی " " جنگ اور امن میں سائنس " " تولید و تناسل میں نئی شاہراہیں " ، " سائنس کے بڑھتے قدم " " زندگی کیا ہے " " تولید و تناسل کی بائیو کیمسٹری " ہیں ۔ کتابوں کے علاوہ آپ اخبارات و رسائل میں کئی برسوں تک لکھتے رہے اور کئی سائنسی انجمنوں میں خصوصی لیکچر دیتے رہے ۔ ہندوستان میں سائنس کو عوام تک پہنچانے والے آپ ایک بڑے دعویدار ہیں ۔ ہندوستانی رہنماؤں نے آپ کی تحقیق و تبصروں کی بڑی قدر کی اور ہالڈین بھی ہندوستان کی فضا میں آخری برسوں میں بڑے مسرور رہے ۔ آپ کے چست جملے آج بھی ہندوستانی سائنس داں اپنی محفل میں دوہراتے ہیں ۔ انھیں اپنے مضامین میں سموتے ہیں صرف اس لیے کہ ہالڈین بے باکی کے ساتھ ساتھ بڑی زوردار زبان میں اظہار خیال کرتے تھے ۔ ایک فقرے کا لطف آپ بھی لیں جو سائنس داں کی تشریح یوں کرتا ہے : " سائنس داں کو اپنی ناک کتے کی طرح سطح زمین پر رکھنا چاہیے ۔ لیکن استدلال میں اسے خرگوش کا حق ادا کرنا ہوتا ہے ۔ "

ہالڈین نے جن تحقیقی اور سائنسی موضوعات پر کام کیا ہے ان میں حیاتیات ، نباتات ، حکمت (ڈاکٹری) اعداد و شمار کا نظریہ ، ریاضی ، بائیو کیمیا ، فزیالوجی شامل ہیں ۔ بائیو کیمیا میں انزائم پر اس سائنس داں نے کچھ

بقایا صفحہ

عالم حشرات

ایس امین علی
ضلع پریشد ہائی اسکول۔ بالا پور ۴۴۴۳۰۲
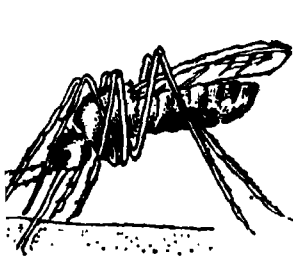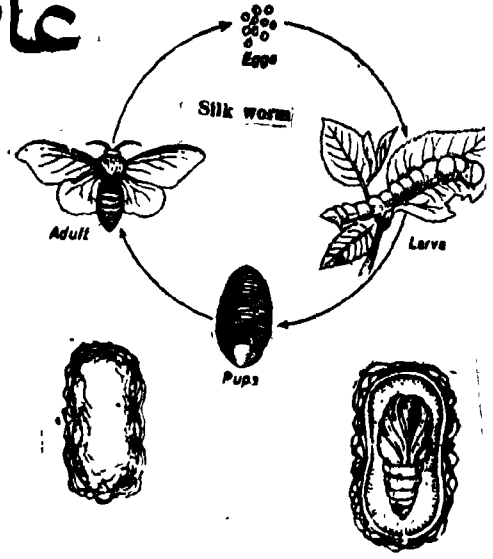
دنیا کا کوئی حصہ کیڑوں (Insects) سے خالی نہیں ہے۔ وہ انتہائی سرد قطبین، انتہائی گرم ریگستانوں، تالابوں، چشموں، ندیوں اور گہرے اور اتھلے کنووں، غاروں اور دریاؤں میں پائے جاتے ہیں۔ وہ سطح زمین پر، زمین کی گہرائیوں اور زمین سے اوپر ہوا میں بھی پائے جاتے ہیں۔

دنیا میں پائے جانے والے جانداروں کو دو بڑی جماعتوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اقلیم نباتاتی (Plant Kingdom) اور اقلیم حیوانی (Animal Kingdom)۔ اقلیم حیوانی کی دو اور بڑی جماعتیں ہیں۔ فقرے یا ریڑھ کی ہڈی والے حیوان (Chordates) اور غیر فقرے یا وہ حیوان جن میں ریڑھ کی ہڈی نہیں ہوتی۔ (Non-chordates) غیر فقریوں کی ایک ذیلی جماعت آرتھروپوڈا (Arthropoda) ہے۔ جھینگے، کیکڑے، بچھو، صدپا، ہزار پا جیسے حیوانات کے علاوہ کیڑے بھی اسی ذیلی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ٹاک تو ڑے (Grass Hoppers) مکھیاں (Flies) جوئیں (Lice) تتلیاں (Butter Flies) بھونرے (Beetles) شہد کی مکھیاں (Bees) ریشم کا کیڑا (Silk Worms) لاک کا کیڑا (Lac Worms) مچھر (Masquito) وغیرہ کیڑوں کی چند مثالیں ہیں۔ کیڑوں کی جسمانی ساخت ان کو ذیلی جماعت آرتھروپوڈا کے دوسرے حیوانات سے ممیز کرتی ہے۔ ان میں ایک جوڑی حساس محاسس یا موچھوں (Antennae) کی ہوتی ہے۔ پیروں کی تین جوڑیاں ہوتی ہیں۔ جسم تین نمایاں حصوں میں منقسم ہوتا ہے۔ سر، سینہ اور شکم اکثر پیروں کی ایک جوڑی ہوتی ہے۔ تمام غیر فقریوں میں صرف کیڑے ہی پرندوں کی طرح اڑ سکتے ہیں۔

انواع کی تعداد کے اعتبار سے کیڑے دوسرے تمام حیوانات کو بہت پیچھے چھوڑتے ہیں۔ تخمیناً دنیا میں حیوانات کی ۱۱،۳۴،۳۲۰ انواع پائی جاتی ہیں۔ جب کہ ان میں سے صرف کیڑوں کی انواع ۸،۵۰،۰۰۰ ہیں۔

کھیتوں اور جنگلوں میں پائے جانے والے کیڑے پودوں اور درختوں کی جڑوں، تنوں، پھولوں اور پھلوں میں بسیرا کرتے ہیں۔ اور ان ہی سے غذا بھی حاصل کرتے ہیں۔ یہ مکانوں، عجائب گھروں، تجربہ گاہوں، یہاں تک کہ پالتو جانوروں اور انسانوں کے جسموں پر بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ ہماری فصلوں، کپڑوں اور فرنیچر کو برباد کر دیتے ہیں۔ ان کی وجہ سے بہت امراض کا انتشار بھی ہوتا ہے۔ تاہم بعض کیڑے ہمارے لیے مفید ہیں۔ یہ ہمارے لیے غذا، کپڑے، ادویات اور بعض مفید اشیا فراہم کرتے ہیں۔

جسامت اور ساخت کے لحاظ سے کیڑوں میں کافی تنوع پا

ہے۔ سب سے چھوٹے کیڑے بعض بھونرے ہیں جن کی جسامت ۰٫۲ ملی میٹر سے ۰٫۵ ملی میٹر تک ہوتی ہے جبکہ Stick Insects نامی کیڑے ۲۵ سینٹی میٹر لمبے ہوتے ہیں۔ کسی زمانے میں ۷۵ سینٹی میٹر تک کے کیڑے پائے جاتے تھے۔ جن کا اب وجود نہیں ہے۔

کیڑوں کے زندگی بسر کرنے کے طریقے، طاقت اور قوت برداشت وغیرہ نے نہ صرف ایک عام شخص کو بلکہ سائنسدانوں کو بھی محو حیرت کر رکھا ہے۔ دوسرے حیوانات کی طرح یہ بچوں کو جنم نہیں دیتے نہ ہی پرندوں کی طرح ان کے انڈوں سے بچے نکلتے ہیں۔ کیڑوں کے انڈوں سے پہلے اِلی کی طرح متحرک لاروا نکلتا ہے۔ پھر یہ بے حس و حرکت پیوپا میں تبدیل ہو جاتا ہے اور بالآخر پیوپا کیڑے کا روپ اختیار کر لیتا ہے۔ انڈا، لاروا، پیوپا اور کیڑا سے چاروں مدارج ایک دوسرے سے ہر لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں Stage Horn نامی بھونرا اپنے وزن کے ۹۰ گنا وزن کو اپنی لمبائی کے ۳۰ گنا فاصلے تک ۲۵ منٹ تک کھینچ سکتا ہے۔ ایک پسو (Flea) جس کے پیر بمشکل ایک ملی میٹر لانبے ہوتے ہیں۔ زمین پر ۳۲ سینٹی میٹر فاصلے تک اور ہوا میں ۲۰ سینٹی میٹر اونچائی تک چھلانگ لگا سکتا ہے۔ اس مناسبت سے اگر آدمی اس کا مقابلہ کرنا چاہے تو اسے ۲۱۲ میٹر لمبی اور ۱۳۷ میٹر اونچی چھلانگ لگانی ہوگی۔ ان میں قوت تولید بھی بہت زیادہ ہوتی ہے مثال کے طور پر مکھی کے ایک جوڑے سے ۶ ماہ کے عرصے میں ۱۹۱,۰۰۰,۰۰۰,۰۰۰,۰۰۰ مکھیاں پیدا ہو جائیں گی۔

کرۂ ارض پر کیڑوں کا وجود ۲۵۰ سے ۵۰۰ ملین سال پیشتر ہوا جبکہ حضرت انسان کو یہ زمین صرف ایک ملین سال سے جانتی ہے۔ شروع شروع میں کیڑے انسان کی ترقی کی راہوں میں حائل ہوئے ہوں گے یا نہیں، اس میں شک کی گنجائش ہے۔ ہو سکتا ہے بعض کیڑے انسان کی غذا بن جاتے ہوں۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں انسان کی تہذیبی اور تمدنی ترقی اس بات پر منحصر تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ اپنے ماحول کو تبدیل کر لے۔ لیکن ہر وہ تبدیلی جو انسان کے لیے مفید تھی۔ کیڑوں کو بھی راس آئی۔ جوں جوں انسان ترقی کرتا گیا، شیر چیتے جیسے خونخوار حیوانات کا خطرہ کم ہوتا گیا۔ لیکن ان کی جگہ آہستہ آہستہ کیڑے لیتے گئے اور انسانی وجود کے لیے چیلنج بنتے گئے۔ جب انسانی آبادی بڑھی تو انسانوں اور پالتو جانوروں کے جسم پر پرورش پانے والے کیڑوں مثلاً جوں، پسو وغیرہ کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ جب دیہاتوں اور شہروں کا پھیلاؤ ہوا تو بیماریوں کے پھیلانے والے مچھر اور مکھیاں بھی بڑھنے لگے۔ اس طرح کیڑے انسان کی ترقی میں ہمیشہ سدِ راہ بنتے رہے۔ اس کی مشکلات میں اضافہ کرتے رہے۔ نقل و حمل کے ذرائع کی آسانی کی وجہ سے کیڑے دنیا کے ایک حصہ سے دوسرے حصے تک انسانوں حیوانوں اور سامان کے ساتھ پہنچنے لگے

جدید علم الحشریات (Entimology) کی ابتدا ۱۶۶۷ء میں ہوئی۔ نامیاتی مادے مثلاً گوشت پھل وغیرہ کھلے چھوڑ دیے جائیں تو وہ سڑنے لگتے ہیں اور ان میں کیڑے پڑ جاتے ہیں۔ ۱۶۶۷ء میں ریڈی نامی سائنسدان نے تجربات کی مدد سے ثابت کیا کہ یہ کیڑے سڑے ہوئے مادے سے خود بخود وجود میں نہیں آتے بلکہ سڑنے کے عمل کے دوران دوسرے کیڑے ان اشیاء پر انڈے دے دیتے ہیں۔ پھر ان انڈوں سے لاروے پیوپے اور آخر میں کیڑے نکلتے ہیں۔ ۱۶۶۸ء میں "مالفی جی" نے ریشم کے کیڑے کی اندرونی ساخت پر ایک مضمون شائع کیا اور پھر اس کے بعد کیڑوں کا باقاعدہ مطالعہ شروع ہو گیا۔ ۱۸۷۹ء میں پیٹرک مین سن" نے بھارت میں دریافت کیا کہ مچھروں کے کاٹنے سے Pilariasis نامی مرض پھیلتا ہے۔ ۱۸۹۸ء میں "رونالڈ راس" نے بھارت میں ہی اینافلس مچھر اور ملیریا کا تعلق دریافت کیا۔ ۱۹۰۰ء میں "والٹر ریڈ" اور اس کے ساتھیوں نے دریافت کیا کہ ایک خاص قسم کے

مچھر ملیریا بخار پھیلاتے ہیں۔ اس طرح کی مسلسل دریافتوں نے کیڑوں کے ذریعہ پھیلنے والے امراض کے ازالے کی راہیں کھول دیں اور ساتھ ہی ساتھ سائنسدانوں میں ان کیڑوں کے بارے میں زیادہ سے زیادہ مطالعہ کا شوق پیدا ہوا۔

بھارت میں ہر سال کم و بیش ۴۰ کروڑ روپیہ کی فصلیں دیمک کی نذر ہو جاتی ہیں۔ دیمک اناج کے ذخیروں، کتابوں، فرنیچر، عمارتوں اور پھل دار درختوں کو بھی نقصان پہنچاتی ہے۔ کیڑوں کی تقریباً پانچ ہزار انواع فصلوں کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ جبکہ دو ہزار انواع کے مچھر انسانوں میں بیماریاں پھیلاتے ہیں۔

سائنس کی ترقی کے ساتھ ساتھ کیڑوں کے متعلق علم (علم الحشریات) کی الگ الگ شاخیں بن گئی ہیں مثلاً طبی علم الحشریات (Medical Entimology) جس میں کیڑوں کی عادات، افعال اور جنسیات انسان سے ان کے تعلق کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور اقتصادی علم الحشریات (Economic Entimology) جس میں اقتصادی اہمیت کے حامل کیڑوں مثلاً ریشم کے کیڑے، شہد کی مکھی اور لاک کے کیڑے وغیرہ کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

صفحہ ۱۸ سے آگے

قوانین وضع کیے جو آج درسی کتابوں کا حصہ بن چکے ہیں۔ آپ نے ایک عنصر کا انکشاف کیا جو پودوں، ننھے ننھے کیڑوں اور چوہوں میں پایا جاتا ہے۔ نزیالوجی میں انھوں نے المونیم کلورائیڈ کے حل سے ایک نئی بات دریافت کی۔ نباتات کے موضوع پر آپ نے ایک پھول دار پودے سے پیدا شدہ پھول کی پتیوں کے رنگ میں تبدیلی پیدا کرنے کا راز معلوم کیا۔ اعداد و شمار میں ہالڈین نے ایک نئی طرز کی گنتی کا ایک ڈھنگ وضع کیا۔ کائنات کی سائنس یا ہیئت کی سائنس میں آپ نے ای۔ اے۔ ملنے (ایک سائنس دان) کے کام کو آگے بڑھایا۔ حکمت میں آپ نے ایک دو بیماریوں کا علاج دریافت کیا۔ حیاتیات میں زندگی کیسے ظہور میں آئی کے مضمون پر آپ نے نئی نئی تحقیقی معلومات دیں۔ پرندوں کی سائنس پر ہالڈین نے پرندوں کے سائز اور ان کے تناسب پر کچھ تحقیقی کام کیا۔

تولید و تناسل کے مضمون پر آپ کا کام واقعی یاد رہے گا۔ یاد رہے کہ سائنسداں مینڈل کے قول کے مطابق کچھ خصوصیات ایک نسل سے دوسری نسل میں بغیر کسی رد و قدح کے چلتی ہیں۔ یہ خصوصیات کچھ ذرات کی بدولت باپ سے بیٹے تک پہنچتی ہیں۔ ان ذرات کو جنین کا نام دے دیجیے۔ ان جنین کی بناوٹ بڑی گنجلک ہوتی ہے۔ ان کا کام ایسا ہی ہے جیسا کیمیا میں جوہر کا۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں جنین ننھے ننھے ٹکڑوں میں محدود جوڑوں میں موجود ہوتے ہیں جنھیں کروموزوم کہتے ہیں۔ ایک طرح کے ایسے کروموزوم باپ سے اور دوسری طرح کے کروموزوم ماں سے نسل تک پہنچتے ہیں۔ اس مضمون میں دلچسپی کا پہلو یہ ہے کہ باپ و ماں کا کتنا کردار رنگ مزاج یہاں تک کہ ذہانت بچوں میں داخل ہو سکتی ہے۔ ان مضمون میں آج سے پہلے کے سائنسدانوں نے اور خود ہالڈین نے بڑا مغز مارا ہے اور یہ موضوع بحث طلب اور دلچسپ ہے بھی،

بہت۔ ہالڈین نے دنیا بھر کی نسلوں کو اپنے مضمون اور تحقیق کے احاطہ میں لے لیا اور بڑے حیرت انگیز نتائج اور نظریے اخذ کیے۔ جو آئندہ سائنس دانوں کو دعوت فکر دیتے رہیں گے۔ اتنی عظیم تحقیق عظیم نگارشات اور عظیم شخصیت کے باوجود ہالڈین کہا کرتے تھے۔

" میں ایک اناڑی ہوں اور یہ کہنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا۔ کبھی بار خیال آتا ہے کہ سو برس کے بعد مجھے کوئی یاد کرے گا یا نہیں"۔ حضرت ہالڈین، آپ کو دنیا اور خصوصاً ہندوستان ضرور یاد رکھے گا۔ بطور انسان اور بطور سائنسداں، کیوں کہ ؎

مت سہل ہمیں جانو، پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں،

ضروری گذارش۔ رقم روانہ کرنیوالے حضرات سے:

منی آرڈر کوپن پر اپنا نام، پتہ اور پنکوڈ نمبر ضرور تحریر فرمایئے۔ عموماً منی آرڈر کوپن پر لوگ اپنا نام و پتہ نہیں لکھتے جس کی وجہ سے شکایتی خطوط آنے پر کافی چھان بین کے بعد پرچہ جاری کرنا، ممکن ہوتا ہے۔ اگر کوپن پر نام و پتہ تحریر ہو تو "قومی راج" فوراً جاری کر دیا جاتا ہے۔ (ادارہ)

نقوش (حصّہ اوّل) مالیگاؤں کے شعرا کا تذکرہ

زباں کا تو الگ مسئلہ رہا انجمؔ !!
سوال بن گئی لہجوں کی بھی کھنک آخر

مالیگاؤں کے ایک خوش فکر جواں سال شاعر اشفاق انجمؔ نے مندرجہ ... شعر میں ایک ٹھوس حقیقت کا اظہار کیا ہے۔ ایک ایسے دور میں جبکہ ...ن اور لہجہ کا یہ حال ہو، کسی علمی، ادبی اور تحقیقی کتاب کا شائع ہونا ...فروخت ہونا تعجب کی بات ہے۔ لیکن علم و ادب کے دیوانے ماننے ...ے نہیں، وہ اپنا کام کر گزرتے ہیں اور ایک دن ان کی دیوانگی رنگ ...تی ہے۔

یہ کتاب "نقوش" مہاراشٹرا اُردو اکیڈمی کے مالی اشتراک سے منظرِ عام ...ئی ہے۔ اکیڈمی کا یہ تعاون حق بجانب ہے۔ ویسے تحقیق، تالیف اور ایڈی...ے کا کام فردِ واحد کا نہیں بلکہ اداروں کا ہے لیکن اگر کوئی فرد یہ کام کرے ...س کی مکمل حوصلہ افزائی سرکار اور عوام دونوں ہی سے ہونی چاہیئے۔

"نقوش" کے مؤلف حفیظ مالیگانوی ایک بزرگ آدمی ہیں۔ انھوں ...ے اپنے نازک کندھوں پر یہ بوجھ جو برداشت کیا ہے وہ حیرت انگیز بات ہے۔ دراصل تحقیقی کام جنون اور محنت دونوں کا متقاضی ہوتا ہے۔ اس ...میں ایسا ٹھوس کام کرنا بہت مشکل ہے۔ لیکن حفیظ صاحب نے یہ کام ...کر دیا ہے۔ یہ ان کے ادبی ذوق کی دلیل اور مالیگاؤں سے محبت کا نتیجہ ہے۔ ...فیظ صاحب نے اپنے مضمون میں ان کے دوست الحاج محمد بشیر ادیبؔ کا ...خصوصیت سے تذکرہ کیا ہے جنھوں نے ان کے شانہ بشانہ محنت کی ہے۔ مواد ...فراہمی کے سلسلہ میں بھی اور روپے پیسے کے معاملے میں بھی۔ بہرحال الحاج بشیر ...بھی مبارکباد کے مستحق ہیں۔

"نقوش" میں مؤلف نے دو چار ہی مضامین میں مالیگاؤں کی تاریخ، ...جغرافیہ، ماضی، حال، تہذیب، تمدن، رہن سہن، پیشہ اور ماحول سب کچھ ...اپنے تئیں پیش کر دیا ہے جس کے مطالعہ سے مالیگاؤں کا ایک خاکہ ہمارے ...ذہن میں اُبھرتا ہے۔ یہ کتاب دراصل مالیگاؤں کے شعراء کے سلسلہ کی پہلی ...جلد ہے۔ اور اس میں ۲۴ بزرگ شعراء کا تعارف اور نمونۂ کلام ہے۔ تذکرہ کی زبان سہل اور عالمانہ شان لئے ہوئے ہے۔ اشعار کا انتخاب بڑی حد تک معیاری ہے۔ ان اشعار سے اس دور کی زبان اور تہذیب کا اندازہ ہوتا ہے۔ کچھ اشعار تو اتنے معیاری ہیں کہ سر دھننے کو جی چاہتا ہے۔ اور چونکہ مالیگاؤں کی ادبی فضاء حیدرآباد اور یوپی کے امتزاج سے بنی ہے اس لئے یہاں کے ادب میں ایک خاص قسم کا ماحول پیدا ہو گیا ہے۔ یہاں دہلی مکتب کی خوش رنگی بھی ملتی ہے اور لکھنوی مکتب کی شیرینی بھی پائی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حیدرآباد کی تہذیب اور وہاں کے لہجے کی بُو باس بھی محسوس ہوتی ہے۔ مالیگاؤں کے موجودہ شعراء کا خمیر بھی اسی ماحول سے اُٹھا ہے شاید اسی لئے یہاں کے شعراء کے کلام کا رنگ و روغن سبھی مکتبِ خیال کے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔

۱۸۸۰ء تا ۱۹۰۰ء تک کے شعراء کا تذکرہ 'نقوش' کے ۱۶۰ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس میں زیادہ تر شعراء کا رنگِ سخن مذہبی اور صوفیانہ ہے۔ اکثر بزرگ عالم فاضل اور گراں قدر خیالات کے حامل ہیں۔ مالیگاؤں کے پہلے صاحبِ دیوان شاعر منشی عبدالکریم خادمؔ اور پہلے عوامی شاعر امبرؔ قریشی اور وہاں کے پہلے نعت گو شاعر منشی محمد شعبانؔ سے لے کر منشی خندانؔ (۱۸۴۵ء تا ۱۹۶۵ء) تک سبھی شعراء قابلِ توجہ ہیں اور حفیظ صاحب نے مالیگاؤں کی ایک بہت ہی اہم اور قابلِ قدر بزرگ ہستی حضرت مولانا برکت علی شاہ صاحب کا تعارف اس دور کے لوگوں سے کروا کے ان کی شخصیت کی شمع پھر سے روشن کر دی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کی شخصیت کی روشنی میں وہ راہیں بھی سجھائی دیں جس کے لوگ متلاشی تھے۔

مالیگاؤں کے شعراء پر "زخم و مرہم" کے بعد "نقوش" ایک ضروری کتاب ہے۔ 'زخم و مرہم' میں جو کمی رہ گئی تھی اس میں پوری ہوئی ہے (یہ مؤلف کا خیال ہے) یہ کتاب نہ صرف مالیگاؤں اور ناشک کی اُردو لائبریریوں میں بلکہ ملک کی ہر لائبریری میں محفوظ رہنی چاہیئے۔

اکبر مرزا کا ٹائٹل اور کتابت قابلِ تعریف ہے۔ سردار پریس کی طباعت اچھی ہے اور قیمت دس روپے گوارا ہے۔ یہ کتاب انصار بکڈپو ۸۴۹ نیا پورہ' مالیگاؤں (ناشک) سے حاصل کی جاسکتی ہے

مؤلف: حفیظ مالیگانوی — تبصرہ نگار: رفیق جعفر

فوری توجہ کیلئے

ہمیشہ "حوالہ نمبر" جو آپ کے پتے کے اوپری حصہ پر درج ہوتا ہے) ضرور تحریر فرمائیں۔ اپنا پتہ صاف لکھیں اور ہندی، مراٹھی یا انگریزی میں بھی تحریر فرمادیں۔

(ادارہ)

ایک ملک اور کتنی زبانیں

MANY LANGUAGES AND ONE NATION
(The Problem of Integration)

زیر تبصرہ کتاب دراصل ڈاکٹر وی. کے. آر. وی. راؤ کے اُن لیکچرس کی کتابی شکل ہے جو انھوں نے مہاتما گاندھی میموریل ریسرچ سینٹر کے زیر اہتمام گذشتہ نوں پیش کئے تھے۔ ہندوستانی پرچار سبھا کا "قومی زبانوں" پر تحقیق اور خصوصاً ہندی اور اُردو کے ملے جلے حسین امتزاج "ہندوستانی" پر بڑا کام ہے — مہاتما گاندھی میموریل ریسرچ سینٹر تقریباً ۱۰ سال سے گاندھی جی کے "ہندوستانی" زبان کے نظریئے اور اس کی تبلیغ میں مصروف کار ہے۔

مذکورہ کتاب سابق وزیر تعلیم ڈاکٹر راؤ کے تین لیکچرس پر مشتمل ہے۔ "قومی زبان" (راشٹر بھاشا) پر ہمارے ہاں اتفاق رائے نہیں ہے۔ بڑی تعداد ہندی کو 'راشٹر بھاشا' مانتی ہے، یہ جواز کہ ہندی اس ملک کی دیگر زبانوں میں سب سے زیادہ بولی، پڑھی اور لکھی جاتی ہے، صحیح بھی ہے۔ کیونکہ ہندی کا پھیلاؤ زیادہ ہے۔ اس کے باوجود ہندی کو عام فہم بنانے کی اور گاندھی جی کے "ہندوستانی" زبان کے نظریئے اور اس کے فروغ کی کوشش بھی ملک کے لئے ایک اہم بات ہے

ڈاکٹر وی. کے. آر. وی. راؤ نے اپنے تجربات و مشاہدات اور اپنے خیالات ایک قومی زبان کے مسئلے پر تین لیکچروں میں پیش کئے ہیں اور ان پر بحث کی ہے پہلے لیکچر میں انھوں نے قومی زبان کے مسئلے پر روشنی ڈالی ہے اور تاریخی حوالوں سے یہ ثبوت بہم پہنچایا ہے کہ ہندوستان میں کسی بھی دور میں صرف ایک ہی زبان نہیں رہی اور سرکاری زبان کے لئے مختلف وقتوں میں مختلف زبانوں کا استعمال عام رہا ہے۔ انھوں نے ہندوستان کی بیشتر زبانوں کے سماج میں نئے تقاضوں اور نئے مسائل کے تحت ایک بھاشا ہونے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ اور اس سلسلے میں گاندھی جی کی "ہندوستانی" کی خواہش کو سراہا ہے اور گاندھی جی کے نظریئے کو ہمارے سامنے رکھا ہے کہ "ہندوستانی" کا فروغ کیونکر ضروری ہے

فاضل مصنف نے خاص طور پر اس بات کا اعادہ کیا ہے کہ آج کی ہندی جو قومی زبان کے طور پر مستعمل ہے، اسے عام فہم بنایا جائے۔ اس سلسلے میں انھوں نے مشورہ دیا ہے کہ ایک زبان سے دوسری زبان میں زیادہ سے زیادہ ترجمہ کا کام کیا جائے۔ اور ان تراجم کے ذریعے ایک دوسرے کو قریب لانے کی کوشش کی جائے۔

کتاب کے آغاز میں مہاتما گاندھی میموریل ریسرچ سینٹر کے ڈائرکٹر ڈاکٹر عبدالستار دلوی نے "ابتدائیہ" میں لکھا ہے کہ تیس سال کا عرصہ ہوا ہمارے ملک کی آزادی کو، لیکن ان تیس برسوں میں ہمارے لسانی مسائل اسقدر پیچیدہ ہوگئے ہیں کہ کوئی حل تو کیا نکلتا، رابطہ کی زبان یا 'قومی زبان' کا مسئلہ الغرض چناں و چنیں میں رہا۔ ڈاکٹر دلوی صاحب نے، جو ایک اچھے ماہر لسانیات ہیں، لسانی مسائل اور قومی زبان کی ضرورت پر مختصر بحث کی ہے۔

سادہ اور بامعنی سرورق، نوّے سے زائد صفحات، عمدہ طباعت، سفید کاغذ اور جیکٹ کور سے مزین اس کتاب میں ڈاکٹر راؤ کے تین اہم اور فکر انگیز مقالات ماہرین لسانیات، ماہرین تعلیم اور قومی زبان کے مباحث سے دلچسپی رکھنے والوں کو دعوتِ فکر دیتے ہیں۔ کتاب کی قیمت نو روپے زیادہ نہیں۔ صاف چھپائی اور اغلاط سے پاک یہ عمدہ کتاب مہاتما گاندھی میموریل ریسرچ سینٹر، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۰۲ سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ کتاب انگریزی میں ہے۔

کتاب کا نام: MANY LANGUAGES AND ONE NATION (The Problem of Integration)

مصنف: ڈاکٹر وی. کے. آر. وی. راؤ

ناشر: مہاتما گاندھی میموریل ریسرچ سینٹر اور لائبریری (ہندوستانی پرچار سبھا)، بمبئی ۴۰۰۰۰۲

قیمت: نو روپے

تبصرہ نگار: عبدالسمیع بوبیرے

تغزل

مرتبہ: یوسف کھتری

ولی دکھنی سے لے کر موجودہ دور کے منتخب ۱۷۲ شعراء کی تقریباً ۳۰۶ غزلیں۔

ساتھ ہی اردو غزل پر مقالات و مضامین کا اشاریہ اور شعرائے کرام کے اصلی نام اور تاریخ پیدائش

قیمت: ۲۳ روپے

ملنے کا پتہ: خیابان پبلی کیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۵۲۳۹، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۰۹

بھارت میں کیا نہیں ہے

• محبوب راہی
گلزاری مسجد، بارسی ٹکلی۔ اکولہ

جنّت کا اک نمونہ جس دیش کی زمیں ہے — جس کا ہر ایک منظر دلچسپ ہے حسیں ہے
ہر شے ہے جس کی پیاری ہر چیز دلنشیں ہے — ہر صبح ہے سہانی ہر شام سرمگیں ہے
سُکھ چین، عیش و راحت جو کچھ بھی ہے یہیں ہے
بھارت میں کیا نہیں ہے بھارت میں کیا نہیں ہے

ہے رام بھی ہمارا رحمٰن بھی ہمارا ! — گیتا بھی ہے ہماری قرآن بھی ہمارا
سچائی دھرم بھی ہے ایمان بھی ہمارا — سچائی ہے خدا بھی بھگوان بھی ہمارا
سچ کے ہیں ہم پجاری سچ پر ہمیں یقیں ہے
بھارت میں کیا نہیں ہے بھارت میں کیا نہیں ہے

یہ پُرسکون جھیلیں یہ گنگناتی ندیاں ! — دشت و جبل کو اپنے نغمے سُناتی ندیاں
ہر موڑ پر مسلسل جادو جگاتی ندیاں ! — یہ پاک و صاف جھرنے یہ آتی جاتی ندیاں
شفاف جن کا پانی امرت ہے انگبیں ہے
بھارت میں کیا نہیں ہے بھارت میں کیا نہیں ہے

بھارت کا ہے محافظ صدیوں سے جو ہمالا — دھرتی پہ سب سے بڑھ کر سب سے بلند و بالا
وہ رفعتوں کا پیکر وہ آن بان والا ! — بھارت کے سب شوالوں کا ایک وہ شوالا
جو چاند کا ہے ساتھی سورج کا ہم نشیں ہے
بھارت میں کیا نہیں ہے بھارت میں کیا نہیں ہے

اکبر، اشوک، پورس، شاہ جہاں، شیوا جی — گوتم، فرید، تلسی، نانک، کبیر، چشتی
نہرو، سبھاش، جوہر، آزاد اور گاندھی — ٹیگور، میر، غالب، اقبال، داغ، حالی
ناموں سے جن کے روشن اس دیش کی جبیں ہے
بھارت میں کیا نہیں ہے بھارت میں کیا نہیں ہے

زیور گلے کا جس کے ہے تاج محل جیسا ! — لہرا رہے ہیں جس کے آنچل میں گنگا جمنا
کانوں میں جس کے بُندے ایلورہ اور اجنتا — راہی بتاؤں کیسے اس دیش میں ہے کیا کیا
سونا اگلنے والی جس دیش کی زمیں ہے
بھارت میں کیا نہیں ہے بھارت میں کیا نہیں ہے

غزلیں

کوثر نظامی
۲۷ رپٹنالا، لکھنؤ - ۳ (یو۔پی)

ڈھلتے رہتے تھے حقیقت میں فسانے کتنے
عمرِ نا پختہ میں تھے خواب سہانے کتنے

فکرِ فردا تو کبھی ہے غمِ امروز کا بار
دیکھو پڑتے ہیں ابھی بوجھ اٹھانے کتنے

کوئی قیمت تو مقرر ہو تبسم کے لئے
یہ تو معلوم ہو، ہیں اشک بہانے کتنے

غمزدہ لوگوں کے ہنسنے پہ تعجب نہ کرو
زخم بھر دیتا ہے یہ وقت نہ جانے کتنے

کوئی سلجھا نہ سکا زلفِ مسائل اب تک
ہم سجاتے ہی رہے آئینہ خانے کتنے

لوگ گلشن پہ دھواں دیکھ کے بادل سمجھے
جل گئے گھر اسی دھوکے میں نہ جانے کتنے

ہم کو پیمانۂ دولت سے نہ ناپا جائے
ہم نے ٹھکرا دیئے دنیا کے خزانے کتنے

جب بھی پرکھا ہے گزرتے ہوئے لمحوں کا مزاج
اک زمانے میں نظر آئے زمانے کتنے

لوگ اک چاند کی تسخیر سمجھتے ہیں کمال
میرے قبضے میں ہیں مہتاب نہ جانے کتنے

ساغر اعظمی
بارہ بنکی، (یو۔پی)

آگ احساس کے دامن میں لگا کر دیکھو
دل جو سونا ہے تو سونے کو تپا کر دیکھو

چوٹ لگ جائے تو کیا ہوتی ہے دل کی حالت
ایک آئینے کو پتھر پہ گرا کر دیکھو

خاک کر دیں گے ہتھیلی یہ زمانے والے
تم محبت کے لئے ہاتھ بڑھا کر دیکھو

نور ہی نور ہر اک سمت نظر آئے گا
کم نگاہی کے چراغوں کو بجھا کر دیکھو

آج کے دور میں اپنوں سے وفا کی امید
چاہو تو ریت کی دیوار اٹھا کر دیکھو

آج کی رات کوئی بت ہی تراشو ساغر
دل ہے کعبہ اسے بتخانہ بنا کر دیکھو

حیات وارثی
باغِ انوار۔ لکھنؤ۔ (یو۔پی)

جہاں کے تلخ حقائق سے جو کبیدہ رہے
وہ جستجوئے مسرت میں آبدیدہ رہے

زمیں سے جن کی جڑیں رابطہ بڑھا نہ سکیں
بہار میں بھی وہ پودے خزاں رسیدہ رہے

جو خود سری میں ترے در کے معترف نہ ہوئے
نہ جانے کتنے دروں پر وہ سر خمیدہ رہے

کھنچا ہوا ہے زمانہ تو اس میں حیرت
بچھڑ کے تجھ سے خود اپنے سے ہم کشیدہ

چکا سکے نہ کبھی قیمت اک تبسم کی!
چمن میں غنچہ و گل پیرہن دریدہ رہے

انھیں نوازا تھا جوہر شناس نظرو
وہ ذرے خاک کے جو آسماں رس

حیات جب غمِ جاناں ہے مقصدِ ہستی
زباں پہ عشرتِ دوراں کا کیوں قصیدہ ر

ارفردہ

عبدالمجید سرور
(مالیگاؤں)

نرم قدموں کی سُنی چاپ تو بارے لیکن
زندگی تونے کئی زخم اُبھارے لیکن

پھر جل تھل ہوئے آنکھوں کے کنارے لیکن
خیر! اوں ہی سہی پانی تھے یہ کھارے لیکن

آسماں تجھ سے گہر بارئ شبنم چاہی
تونے جلتے ہوئے سورج ہی اتارے لیکن

اس کے کوچے سے کئی عمر کا رشتہ نکلا!
سو سو نے تھے سبھی تجھ سکا رے لیکن

رات بستر پہ تھکن ٹوٹ کے روئی کیا کیا
سبز پریوں نے کوئی خواب وارے لیکن

دل ہے وہ پھول جو چٹان پہ تنہا پھولا
اپنی نظروں میں رہے خشک نظارے لیکن

ہے یہ آبادی کہ سایوں کا نگر ہے سرور
چکنی مٹی کے ہر اک سمت ہیں گارے لیکن

شفیع اللہ خان راز اٹاوی

کٹرہ پرول خان، اٹاوہ (یو۔پی)

تڑپ کر جب مری دیوانگی آواز دیتی ہے
کسی پردے میں ہو جلوہ گری آواز دیتی ہے
مجھے احساس یہ ہوتا ہے جیسے تم بلاتے ہو
کچھ اس ڈھب سے تخیل کی پری آواز دیتی ہے

خدا معلوم کتنی شورشیں بیدار ہوتی ہیں
تری تصویر کی جب خامشی آواز دیتی ہے
کسی موسیٰ سے ٹکرانا کوئی آساں نہیں ہوتا
ابھی تک یہ شکستِ سامری آواز دیتی ہے
تری تصویر کے ہونٹوں پہ وہ حسنِ تکلم ہے
یہی محسوس ہوتا ہے ابھی آواز دیتی ہے
اُلٹتا ہوں جو میں اوراقِ تاریخ گلستاں کو
ہزاروں سال کی بے رونقی آواز دیتی ہے
کسی کو کیا خبر ساقی کے دل پر کیا گزرتی ہے
کسی ساغر کی جب لب تشنگی آواز دیتی ہے
گزرتا ہے جدھر سے بیخودی میں کوئی دیوانہ
پکار اٹھتے ہیں رستے ہر گلی آواز دیتی ہے
یہ چھپ کر تم اندھیروں میں کہاں خاموش بیٹھے ہو
چلے آؤ کہ تم کو روشنی آواز دیتی ہے
اُٹھو اے سونے والو نور کا لشکر اُمڈ آیا
سُہانی صبح کی جادوگری آواز دیتی ہے
جو دل خاموش ہوتا ہے تو آہٹ تک نہیں ہوتی
تڑپ رہتی ہے جب تک زندگی آواز دیتی ہے
ابھی تک راز ہر آواز اک شورِ قیامت تھی
یہ دنیا دیکھئے اب کونسی آواز دیتی ہے

مُختار یُونس
۳۱۹۔ اسلام پورہ، مالیگاؤں
ضلع ناشک

پرایا دھن

آنسوؤں کی پالکی میں لو پرایا دھن گیا
کنیا کا تن گیا ماتا پتا کا من گیا

آج نر دھن کی ہتھیلی نوچنے آئے ہیں گدھ
کل جہاں خوشبوں کا ڈیرہ تھا وہی آنگن گیا۔

آج کا ارجن

من کے آنگن کی رنگولی میں لئے ارماں کا رنگ
ایک دوشیزہ کو پایا چُپکے چُپکے اشک ریز

ایک مُدت سے بند ہے دوکان کے شوکیس میں
ویر ارجن مانگتا ہے آج منہ مانگا جہیز

گورنر مہاراشٹر شری صادق علی کھلی جیپ میں کستورچند پارک، ناگپور میں یوم جمہوریہ کے موقع پر پولیس ہوم گارڈز کی مشترکہ پریڈ کے دوران پریڈ کا معائنہ فرما رہے ہیں۔

گورنر مہاراشٹر شری صادق علی نے ۱۹/ جنوری ۱۹۸۰ء کو کراس میدان پر "کل ہند ہینڈ لوم ایکسپو ۸۰ء" نامی نمائش کا افتتاح فرمایا زیر نظر تصویر میں آپ کپڑے کی بنائی کا معائنہ فرما رہے ہیں۔

گورنر مہاراشٹر شری صادق علی ۲۶ جنوری ۱۹۸۰ء کو یوم جمہوریہ کے موقع پر کستورچند پارک ناگپور میں منعقدہ ایک تقریب کے دوران ہوم گارڈز اور فائر بریگیڈ کے افسران کو ان کی اعلیٰ کارکردگی کے صلہ میں میڈل پیش کر رہے ہیں۔
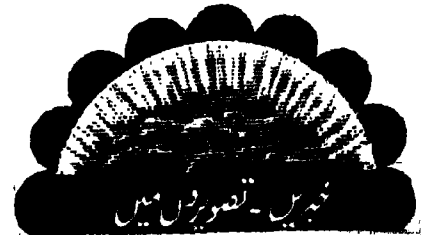
ممبئی مراٹھی پترکار سنگھ کی جانب سے کل ہند اخبارات کی ۲۰۰ویں سالگرہ کی تقریب ۲۹ر جنوری ۱۹۸۰ء کو منائی گئی۔ اسی موقع پر لی گئی تصویر یہ ہے۔

*

ادارہ برائے اپاہج کو
کونسل برائے سماجی خدمات کی جانب سے ۱۵ر جنوری ۱۹۸۰ء کو ایک ہزار روپے کا عطیہ پیش کیا گیا۔
زیر نظر تصویر میں ایک نابینا لڑکی عطیہ کی رقم کا چیک وصول کر رہی ہے۔

فرانس کے صدر مسٹر والیری گسکارڈ۔ڈی اسٹینگ ۲۹؍جنوری کو مہاراشٹر کے دورے پر تشریف لائے۔ اس موقع پر سانتا کروز ہوائی اڈے پر گورنر مہاراشٹر شری صادق علی نے آپ کا استقبال کیا۔

ماگوٹھنا، (ضلع قلابہ) میں "اپٹا۔روہا سیکشن ۱۲" پر ریلوے لائن بچھانے کے کام کا افتتاح ۲؍جنوری ۱۹۸۰ء کو ہوا تھا۔ ریلوے لائن بچھانے کا کام ملک کی مشہور فرم "کوکن کنسٹرکشن" کے ذمے دیا گیا ہے جو بڑے انہماک سے اسے مکمل کرنے کی جد و جہد میں مصروف ہے۔ اس موقع پر منعقدہ تقریب میں (دائیں سے) ڈاکٹر اے۔ اے منشی، پرنسپل مہاراشٹر کالج، شری لیمہ چیف انجینئر (سینٹرل ریلوے)، ڈاکٹر اسحٰق جمخانہ والا، شری گنیسن (چیف ایڈمنسٹریٹو آفیسر سینٹرل ریلوے) اور کوکن کنسٹرکشن کے روح رواں شری یوسف بٹلر بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

۲۶؍جنوری ۱۹۸۰ء کو شیواجی پارک پر منعقدہ پریڈ کا ایک منظر۔
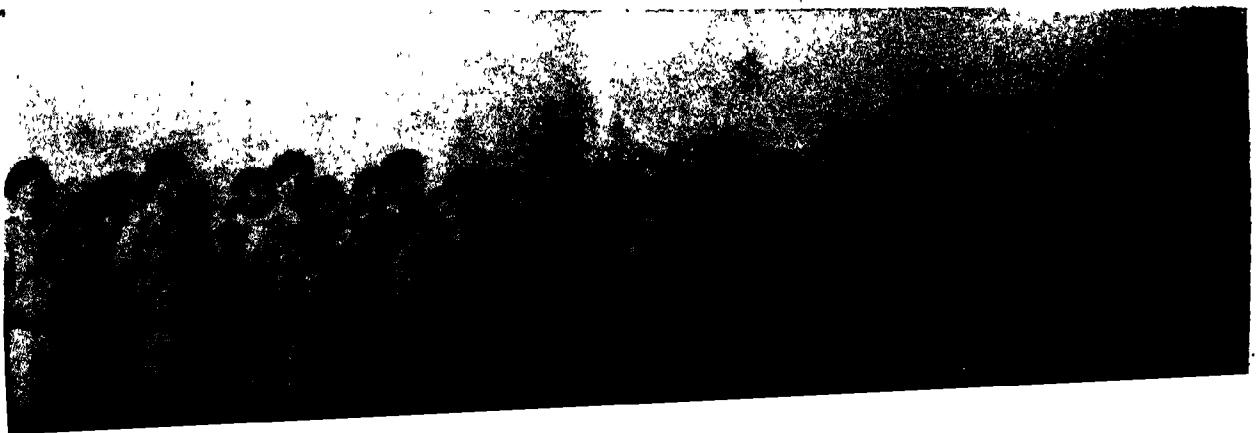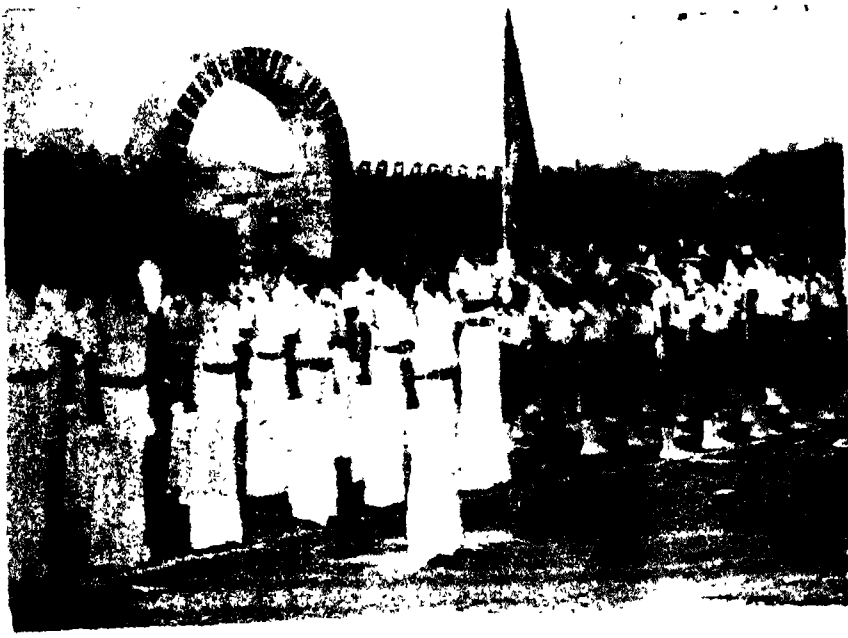
جشنِ بین الاقوامی سالِ اطفال
کے سلسلے میں بمبئی عظمیٰ پولس کی جانب سے
منعقدہ ایک تقریب

◀ پریس کمیشن، حکومت ہند کی جانب سے شری جی۔ بی دھرمادھیکاری، سب ایڈیٹر ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، حکومت مہاراشٹر، کو ایک ہزار روپے کا انعام ملا۔ شری دھرمادھیکاری نے کمیشن کو اپنی تحقیق بابتہ پریس ایکٹ پیش کی تھی۔ زیر نظر تصویر میں ڈائرکٹوریٹ کی جانب سے دیئے گئے استقبالیہ میں شری دھرمادھیکاری اپنے خیالات پیش کر رہے ہیں۔ ایڈیشنل چیف ڈائرکٹر شری ایم۔ ایشور راج ماتھر اور (نیچے کی تصاویر میں) محکمہ کے افسران و دیگر اراکین دیکھے جا سکتے ہیں۔

شہرۂ آفاق 'ہیوی ویٹ چیمپئین' محمد علی کے اعزاز میں انجمن اسلام کی جانب سے ۲۹ رجنوری ۱۹۸۰ء کو ایک استقبالیہ دیا گیا۔ زیر نظر تصویر میں انجمن اسلام کے صدر شری معین الدین حارث خیر مقدمی تقریر کر رہے ہیں اور بائیں سے دائیں شری عزیز احمد بھائی، شری مصطفےٰ فقیہہ، محمد علی، شری مینا بیر بھائی، عبد المجید پاٹکا اور حاجی یوسف مراد تشریف فرما ہیں۔
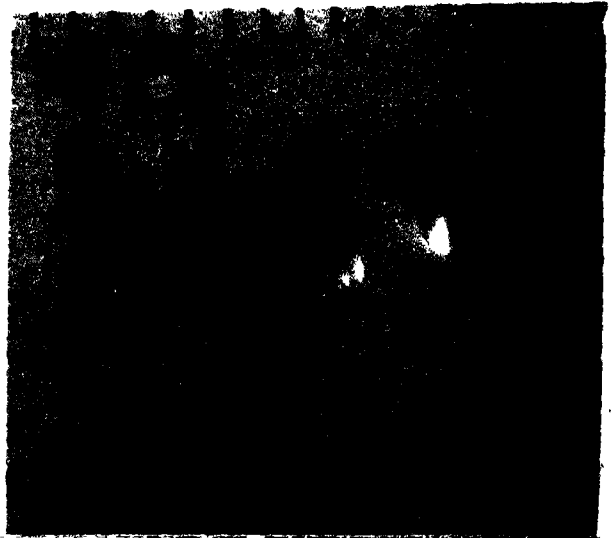
کامٹی میں ۲۷ رجنوری کو دار الکتابت 'بزم غالب' کی جانب سے ایک تہنیتی جلسہ منعقد کیا گیا، زیر نظر تصویر میں ڈاکٹر منشاء الرحمٰن خاں منشاء ادارے کا تعارف کرا رہے ہیں۔

پروگریسیو ویلفیر سوسائٹی، باندرہ (ایسٹ) کے زیرِ اہتمام "پندرھویں صدی" پر ایک سیمینار منعقد کیا گیا تھا۔
اس موقع پر ایک آل انڈیا مشاعرہ کا بھی اہتمام کیا گیا۔ زیرِ نظر تصویر میں ڈاکٹر اے۔ اے منشی، پرنسپل مہاراشٹر کالج، سامعین سے مخاطب ہیں۔

بنگلور کالج، بنگلور کی "بزمِ اُردو" کی جانب سے ۹ فروری کو ایک مجلسِ مذاکرہ منعقد کی گئی۔ اس موقع پر پروفیسر م۔ خ۔ شاذلی نے بزم کے صدر، سید عثمان کو ان کی بہترین کارکردگی پر انعام سے نوازا۔
زیرِ نظر تصویر میں پرنسپل ایم۔ ڈی کلکرنی، صدرِ جلسہ پروفیسر خلیل اللہ اور شری شیخ حسن بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

گذشتہ ماہ، بمبئی میں تیراکی کا ایک مقابلہ ہوا۔ جس میں فتح یاب ہونے والے شری یانگ چن شن اور میرودلا شاستری انعام کے مستحق قرار دیے گئے۔ زیرِ نظر تصویر میں شریمتی کسبیکر، انھیں "سیبی متادام ٹرافی" پیش کر رہی ہیں۔ بائیں طرف بمبئی کے پولس کمشنر شری کسبیکر بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

ریاستی ہندی ڈرامہ مقابلے، 'آندولن' کو پہلا انعام

ریزروبنک ڈرامٹک اینڈ کلچرل کلب بمبئی کو ان کے ڈرامے "آندولن" پر ۱۰۵۰۰ روپے کا پہلا انعام اور سنسکرت ودّیا مندر، پونے کو اس کے ڈرامے "نو پربھات" پر ۷۵۰۰ روپے کا دوسرا انعام ہندی ڈرامہ مقابلوں میں دیا گیا۔ ان مقابلوں کا انعقاد بمبئی میں ڈائریکٹوریٹ آف کلچرل افیئرز حکومت مہاراشٹر نے ۱۹ ویں ریاست مہاراشٹر ناٹیہ مہتسو کے حصّہ کے طور پر کیا تھا۔ تیسرے انعام کا مستحق اُدِشکار، بمبئی کے ڈرامے 'پوسٹر' کو قرار دیا گیا، اور اس ڈرامے کو ۵۰۰۰ روپے کا انعام دیا گیا۔

شری اوما کانت نارنگنے، شری پنڈت مند کے اور ڈاکٹر گھنشیام دیاس نے جج صاحبان کے فرائض انجام دیئے۔

بجلی کے ٹھیکیداروں کے لائسنس منسوخ

مہاراشٹر سرکار کے محکمۂ لائسنسنگ بورڈ، صنعت، بجلی و محنت نے مندرجہ ذیل بجلی کے ٹھیکیداروں کے لائسنس ۱۶ رجنوری ۱۹۸۰ء سے ایک سال کی مدت کے لئے منسوخ کر دیئے ہیں۔

میسرز اشوک الیکٹریکل ورکس، ناگپور، شری سی۔ اے گیڈا، امراوتی، اور میسرز ہوگر الیکٹریکلز، اورنگ آباد۔

مندرجہ ذیل الیکٹریکل سپروائزروں کے پرمٹ اور لائسنس بھی اتنی ہی مدت کے لئے منسوخ کر دیئے گئے ہیں۔

شری رام بھاؤ سپلنوتے، اشوک الیکٹریکلز، ناگپور، شری ڈی۔ سی گپتے اور شری دی۔ ایس باگل، میسرز ہوگر الیکٹریکلز، اورنگ آباد۔ ○○○

قارئین کیلئے ضروری اعلان:

ہماری یہ کوشش ہے کہ اپنے قارئین کو مختلف سرکاری پالیسیوں اور سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر رکھیں۔ تاہم قارئین کو اس میں کچھ نہ کچھ کمی کا احساس ہو سکتا ہے لہذا آپ کی دلچسپی اور معلومات میں مزید اضافے کے خیال سے "سوال و جواب" کا خصوصی صفحہ شائع کیا جاتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس تبادلۂ خیال سے ہمیں اور بھی فائدہ پہنچے گا۔ انفرادی شکایتوں کی اشاعت تو مشکل ہے، البتہ سرکاری پالیسیوں، پروگراموں اور سرگرمیوں سے متعلق آپ کے خطوط، سوالات اور شبہات بخوشی قبول کئے جائیں گے۔ پتہ نوٹ فرمالیں:

ایڈیٹر 'قومی راج'، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، پندرہواں منزلہ، مقابل منترالیہ، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۳۲

ترسیلِ زر و مراسلت کا پتہ:

چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، حکومت مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

THE LOTTERY STORY

You've seen the ad "more prizes, more prize-money..." Now read more about this unprecedented increase.

Maharashtra State Lottery has been effecting regular upward revision of its prize structure due to your overwhelming response.

We have done it again by introducing a new prize structure effective 2nd May 1979-both in the **Main** and **Mini** draws. This new prize structure, with highest upward revision so far, offers more prizes of sizeable amount to more people.

STRIKING FEATURES

More striking feature of the new prize structure is the radical increase in middle level prizes. In each series instead of one prize of Rs. 20,000 there are 2 prizes of Rs. 10,000 each Number of Rs. 5000 prizes has been increased from 1 to 10 and of Rs. 1000 from 5 to 100 Number of the last prize of Rs. 5 has been increased from 30,000 to 40,000 per series.

AIM

Our aim in increasing the prizes of Rs. 1000 is that a much larger number of people should get sizeable prizes which can be useful for meeting their needs.

As many as 20,000 prizes have thus been added to the earlier over a lakh of prizes per series, an increase of 20%. As a result, every main draw now benefits 60,000 more

... and now more prizes, more prize-money.

people. The corresponding increase in the total prize money per main draw amounts to over 16%—a mammoth prize money of Rs. 15,60,000 against the earlier Rs. 13,37,250 This increase of over Rs 2 lakhs combined with the erstwhile common prize of Rs. 2 lakhs (which has since been discontinued) has been distributed among the middle order prizes to enable more people to win substantial amounts per draw.

And there the prize of Rs 1 lakh has been kept unchanged for you.. you can still become a lakhpati

MINI LOTTERY, TOO!

There has been a similar upward revision in the prize structure for Mini Lottery also.

Buy a ticket today. You have a better chance to win—better than ever before!

Maharashtra State Lottery

Issued by the Directorate General of Information & Public Relations.

INTERCOMMUNICATIONS

QAUMI RAJ Regd. No. MH-BY-South-544 *Licence No. 89 for without prepayment of postag*

New Direction To Development Enkindles Hope in Common Man

★ MAHARASHTRA HAS GIVEN NEW VISION, NEW DIRECTION AND NEW DYNAMISM TO THE COUNTRY'S PROGRESS.

★ IN THE CURRENT YEAR, ABOUT RS. 81·50 CRORES TO BE SPENT ON THE EMPLOYMENT GUARANTEE SCHEME, WHICH HAS PROVED A BOON TO THE WEAKER SECTIONS

★ EXTRA PROVISION OF RS 8 CRORES IN THE CURRENT YEAR FOR DRINKING WATER SCHEME

★ PROVISION OF RS 61 LAKHS FOR CONSTRUCTING 61,000 HOUSES FOR THE LANDLESS AND THE SHELTERLESS RURAL WORKERS

★ PURCHASE OF THE ADIVASI PRODUCE WORTH RS 8·25 CRORES FOR ENDING THEIR EXPLOITATION AND LOANS WORTH RS 64 LAKHS TO 54,155 ADIVASIS

★ NUTRITIOUS DIET SCHEME EXTENDED TO ALL PRIMARY SCHOOL CHILDREN IN THE AGE GROUP OF 6 TO 11 YEARS IN THE STATE'S SCARCITY-AFFECTED TALUKAS AND THOSE IN THE ADIVASI SUB-PLAN AREA IN THE CURRENT YEAR, 10 LAKH CHILDREN ARE TO BENEFIT

★ AS A RELIEF TO FARMERS IN PERENNIALLY SCARCITY-AFFECTED AREAS, SOIL CONSERVATION LOANS AMOUNTING TO ABOUT RS 124 CRORES OF NEARLY 10 LAKH FARMERS TO BE REMITTED

★ REHABILITATION OF ABOUT 77,000 FAMILIES FROM AMONG OVER ONE LAKH AFFECTED FAMILIES ON ACCOUNT OF DIFFERENT PROJECTS IN THE STATE.

★ IN THE CURRENT YEAR, ABOUT 2,000 HARIJAN *BASTIS* TO BE PROVIDED ELECTRICITY

★ TO ENABLE DEFAULTER SMALL HOLDERS TO RECEIVE CROP LOANS, REMISSION OF THEIR INTEREST AMOUNTS AND EASY INSTALMENTS FOR THEIR PRINCIPAL LOAN AMOUNTS.

مہاراشٹر ٹورزم ڈیولپمنٹ کارپوریشن کی
کی جانب سے نئی دہلی میں یوم جمہوریہ کی
تقریب میں ۱۲۰۰ طلبہ کو لے جانے کے لئے ایک
خصوصی سفر کا انتظام کیا گیا تھا۔ ۲۲ جنوری
کو بمبئی سینٹرل اسٹیشن پر اس سلسلہ میں منعقدہ
تقریب کے دوران لی گئی اس تصویر میں شریمتی مالتی
تامبے دیدیا، مینیجنگ ڈائرکٹر "ایم. ٹی. ڈی.
سی" طلبہ کو الوداع کہہ رہی ہیں.

جشنِ جمہوریہ کے موقع پر اس سال دھولے
میں سرکاری "آشرم شالا" مانڈوی تعلقہ
اکرانی کے چالیس ادیباسی طلبہ نے روایتی
لباس میں "ماورا" ہولی ناچ پیش کیا. اسی
طرح نیو سٹی ہائی اسکول کے طلبہ نے 'ٹپری'
ناچ پیش کیا
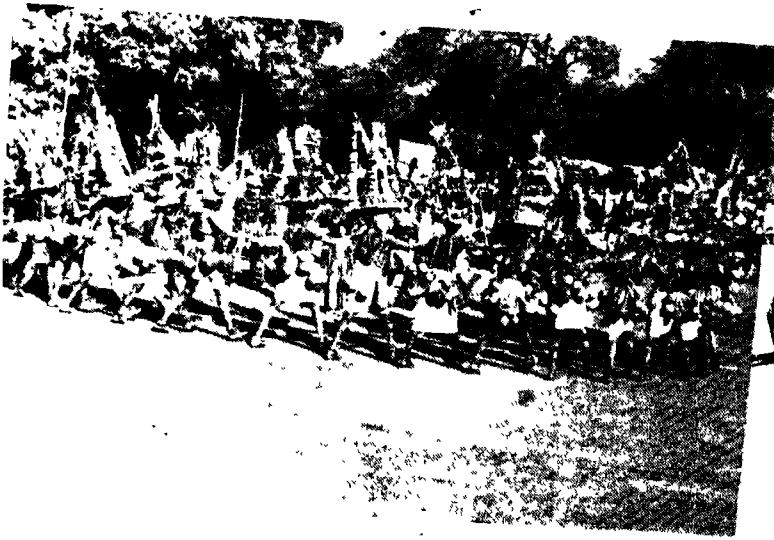
بمبئی عظمیٰ کے پولس کمشنر شری ایم. ایس
کسبیکر کی اہلیہ شریمتی نرملا ایم کسبیکر، سمندری
تیراکی میں کامیاب ہونے والے شری بانگ جن شن
اور کماری مردولا شاستری کو سماجی مقادم ٹرافی
پیش کر رہی ہیں.

MARCH 10, 1980

قومی راج

جلد نمبر ۷ * شمارہ نمبر ۴، ۵

مشترکہ شمارہ ۲۵ فروری اور ۱۰ مارچ ۱۹۸۰ء

ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ: دس روپے ۔ فی کاپی ۵۰ پیسے

نگراں: خواجہ عبدالغفور (آئی۔ اے۔ ایس)

ترتیب

صفحہ نمبر

چیف ایڈیٹر: ایم۔ ایشور راج ماتھر

ایڈیٹر: ریاض احمد خاں

سب ایڈیٹر: عبدالوحید خاں جامعی

مہاراشٹر میں صدر راج

مہاراشٹر میں "صدر راج" کے نفاذ کے بعد گورنر مہاراشٹر، شری صادق علی منزالیہ تشریف لائے، آپ کے
بیں طرف مہاراشٹر کے چیف سکریٹری شری پی. جی گوائی ہیں جنہوں نے منزالیہ کے صدر دروازے پر
پ کا استقبال کیا۔

ملک کی آٹھ دیگر ریاستوں ۔ اتر پردیش، بہار، مدھیہ پردیش، راجستھان، تامل ناڈ. پنجاب، اڑیسہ اور گجرات کے ساتھ مہاراشٹر میں بھی صدر جمہوریہ ہند شری نیلم سنجیوا ریڈی کی جانب سے ۱۷ر فروری ۱۹۸۰ء کی شب میں آئین کی دفعہ ۳۵۶ کے تحت جاری کردہ فرمان کے ذریعہ اسمبلیوں کو تحلیل کر کے صدر راج قائم کر دیا گیا ہے تاکہ ریاستوں میں از سر نو انتخابات کئے جائیں۔ مہاراشٹر میں یہ پہلا موقع ہے جبکہ ریاست میں صدر راج کا نفاذ ہوا ہے۔

ریاست میں صدر راج کے نفاذ کے چند ہی گھنٹوں بعد ۱۸ر فروری کو

گورنر مہاراشٹر شری صادق علی اپنے دفتر منترالیہ میں شری پی۔ جی گوائی، چیف سکریٹری کے ہمراہ تشریف فرما ہیں۔

گورنر مہاراشٹر شری صادق علی نے راج بھون میں چیف سکریٹری شری پی۔ جی گوائی اور دیگر محکموں کے سکریٹریز سے ملاقات کی تاکہ فوری توجہ طلب مسائل کے بارے میں معلومات فراہم کی جاسکیں۔

۱۸ر فروری ۱۹۸۰ء کی صبح ریاست کے سابق وزیراعلیٰ شری شرد پوار نے گورنر مہاراشٹر سے اپنی ملاقات کے دوران فوری توجہ طلب مسائل پر گفتگو کی۔

گورنر مہاراشٹر نے فرمایا کہ آپ ہر روز چند گھنٹوں کے لئے منترالیہ تشریف لایا کریں گے اور اسی اعلان کے مطابق آپ نے ۱۹ر فروری سے منترالیہ تشریف لانا شروع کر دیا ہے۔

شری صادق علی نے کہا کہ مختلف محکموں کے سکریٹریز کے ساتھ ان کی جو میٹنگ ہوئی تھی اس سے انھیں مختلف محکمہ جات کی کارکردگی، درپیش مسائل اور خصوصی توجہ طلب مسائل کے بارے میں اندازہ ہوا ہے۔

گورنر مہاراشٹر، شری صادق علی نے ۱۸ر فروری کو بمبئی کے راج بھون میں مختلف محکموں کے سیکریٹریز سے تبادلۂ خیال کیا۔ زیرِ نظر تصویر میں گورنر کے بائیں طرف چیف سکریٹری شری پی۔ جی گوائی اور دائیں جانب شری کے۔ کے نوکھے، ایڈیشنل چیف سکریٹری بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

ٹری صادق علی نے فرمایا کہ حکومت کا کام حسب معمول انجام پانا چاہئے
سکریٹریز سے اس وقفہ کے دوران پورا پورا تعاون دینے کی خواہش
ی.

ورنر مہاراشٹر نے ۱۹ رفروری کو منترالیہ میں دو گھنٹے صرف کئے. اس
میں آپ نے چیف سکریٹری شری پی. جی گوائی اور دیگر سکریٹریز سے
تبادلۂ خیالات کیا اور فوری توجہ طلب مسائل پر بھی گفتگو کی.

منترالیہ میں آپ کی پہلی مرتبہ آمد پر چیف سکریٹری شری پی. جی گوائی
اور سابق وزیر اعلیٰ کے سکریٹری شری ایس. پی موہنی نے آپ کو خوش
آمدید کہا.

شری اے. این بنرجی، سابق سکریٹری محکمۂ درکس اینڈ ہاؤسنگ
حکومت ہند، گورنر مہاراشٹر کے مشیر کی حیثیت سے منتخب ہوئے ہیں
آپ نے ۲۱ رفروری سے اپنا عہدہ سنبھال لیا ہے.

*

صدر راج کے نفاذ کے بعد شری اے. این. بنرجی کو گورنر مہاراشٹر کا مشیر مقرر کیا گیا ہے. آپ نے
۲۹ رفروری ۱۹۸۰ء کو راج بھون بمبئی میں گورنر مہاراشٹر شری صادق علی سے ملاقات کی. یہ تصویر
اسی موقع کی ہے.

صدر جمہوریہ ہند، شری این سنجیوا ریڈی نے ۲۱ فروری کو بمبئی کے تاج محل ہوٹل میں 'ورلڈ کانگریس آف پیڈیاٹریک سرجری' کا افتتاح کیا۔

نیچے کی تصویر میں:
صدر ہند کی بمبئی میں آمد کے موقع پر گورنر مہاراشٹر، شری صادق علی، سانتا کروز ایئرپورٹ پر آپ کا استقبال کر رہے ہیں۔

صدر ہند کے ہاتھوں پیڈیاٹریک سرجری کانگریس کا افتتاح

صدر جمہوریہ ہند، شری این. سنجیوا ریڈی نے ۲۱ فروری کو بمبئی میں "ورلڈ کانگریس آف پیڈیاٹریک سرجری کا افتتاح فرمایا۔ ہندوستانی و بیرونی مندوبین سے مخاطب ہوتے ہوئے صدر ہند نے فرمایا کہ ہندوستان میں ایسے نومولود بچوں کی تعداد تقریباً تین لاکھ سالانہ ہے، جو اپنی پیدائش کے وقت ہی سے انتہائی لاغر و ناتواں ہوتے ہیں۔ اور کثیر تعداد میں بچے سڑکوں پر ہونے والے حادثات کا شکار ہو کر معذور ہو جاتے ہیں۔

صدر نے فرمایا کہ ہندوستان میں ۱۶۰ میڈیکل کالج اسپتالوں میں سے صرف ۳۱ اسپتالوں میں پیڈیاٹریک سرجری کے شعبے ہیں۔ آپ نے کہا کہ پیڈیاٹریک سرجری کی ترقی کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہئے۔

دیہی علاقوں میں رہنے والے بچوں کی سرجیکل ضروریات کے بارے میں صدر ہند نے تربیت یافتہ کارکنوں اور پرائمری ہیلتھ ڈاکٹروں کی تعداد بڑھانے کا مشورہ دیا تاکہ فوری ضرورت میں بروقت جانچ کر مریضوں کو بڑے اسپتالوں میں منتقل کیا جا سکے۔

صدر نے اس بات کی اُمید ظاہر کی کہ یہ کام بچوں کی صرف طبی دیکھ بھال ہی محدود نہ رہنا چاہئے بلکہ ان کے زمانۂ طالب علمی میں بھی جاری رہنا چاہئے تاکہ وہ کارآمد شہری بن سکیں۔

اپنی تقریر کے دوران مہاراشٹر کے گورنر شری صادق علی نے فرمایا کہ

(باقی صفحہ ۲۰ پر)

ایس۔ ایچ۔ ادی وار بیکر، (ڈائرکٹر نشہ بندی (تعلیم)
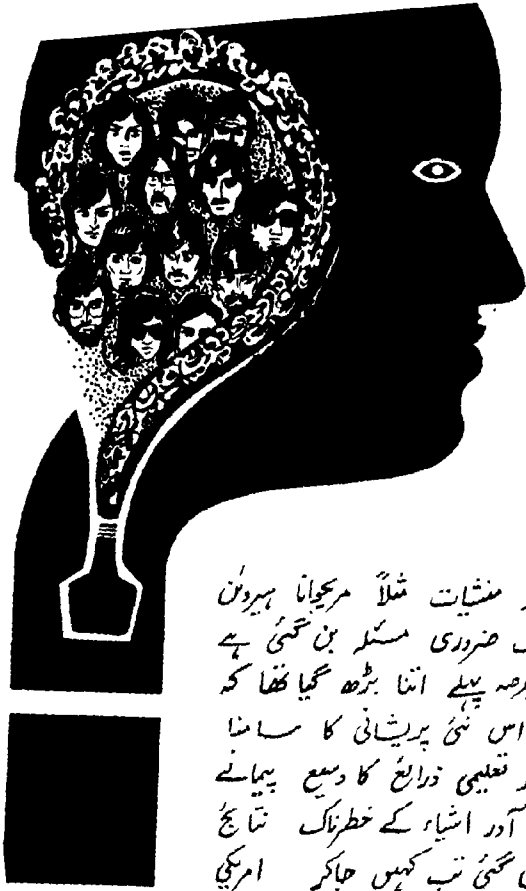
نشہ بندی کی ضرورت

اس بحث سے قطع نظر کہ آیا الکحل یا دیگر منشیات مثلاً مریجوانا ہیروئن وغیرہ زیادہ خطرناک ہیں، دونوں پر پابندی اب ایک ضروری مسئلہ بن گئی ہے امریکہ میں نوعمروں میں نشہ آور ادویات کا استعمال کچھ عرصہ پہلے اتنا بڑھ گیا تھا کہ خود حکومت اور دیگر اداروں کو فکر لاحق ہوگئی کہ اس نئی پریشانی کا سامنا کیسے کیا جائے۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن، اخبارات اور دیگر تعلیمی ذرائع کا وسیع پیمانے پر استعمال کرتے ہوئے والدین اور نوعمر نسل کو نشہ آور اشیاء کے خطرناک نتائج سے آگاہ کیا گیا۔ ساتھ ہی ساتھ قوانین میں سختی کی گئی تب کہیں جاکر امریکی باشندوں میں نشہ آور اشیاء کے استعمال کے خلاف خوف پیدا ہوسکا۔

گزشتہ چند سالوں سے پھر یہی وبا عام ہوئی ہے۔ الکحل سے متعلق قومی ادارہ NATIONAL INSTITUTE OF ALCOHOL ABUSE AND ALCOHOLISM (NIAAA) کے ذریعہ اور چند دیگر ایجنسیوں کے ذریعہ کیے جانے والے سروے کے مطابق نوجوانوں میں شراب کا استعمال تشویش کن حد تک بڑھ گیا ہے۔ امریکہ میں نیشنل کمیشن برائے منشیات و نشہ آور اشیا کی ایک رپورٹ کے مطابق جونیر اور ہائی اسکول کے طلبہ میں الکحل کا استعمال تقریباً ۱۹۷۰ء سے عا ہے۔ اور اب بھی بڑھتا جا رہا ہے۔ ایک اور سروے کے مطابق ہ میں ساتویں جماعت کے ۶۳ فیصد لڑکے اور ۵۴ فیصد لڑکیاں ش کی عادت میں مبتلا پائی گئیں۔ یہی نہیں بلکہ درجہ بدرجہ اس لعنت اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ بارہویں جماعت کے ۹۳ فیصد لڑکے ۸۷ فیصد لڑکیاں شراب کی عادی پائی گئیں۔

ضلع کولھاپور، تعلقہ کاردیر کے نندگا میں نوجوانوں اور بچوں نے "کیر تنکر شبہ" میں شرکت کرنے والے مہمانوں کا گرمجوشم استقبال کیا۔ یہ کیمپ نشے سے پاک ز کی اچھائیوں کو اُجاگر کرنے کے لئے م کیا گیا تھا۔

سانگلی میں نشہ بندی سے متعلق خواتین کا ایک جلسہ ہوا، جس میں خواتین نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

ستارا ضلع میں واقع لکشمی نگر کالونی، کے باشندے جنھوں نے شراب ترک کردی ہے اور اب خوشحال زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس کالونی میں ۱۴۰ خاندان آباد ہیں۔

• امریکہ کی نئی نسل میں شراب کا اس قدر بے جا استعمال بے شک ایک تشویش کی بات ہے۔ لیکن خود ہندوستان میں بھی اس مسئلے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ آف سوشیل سروسز کی ڈاکٹر سوما چٹنس کی یہ رپورٹ قابل توجہ ہے کہ اگر بمبئی کے کالج کے طلبہ میں شراب اور منشیات کے استعمال کو نہیں روکا گیا تو صرف ۲۰ سالوں میں ہی یہاں امریکہ جیسی حالت پیدا ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ بالغوں میں بھی شراب کا بے جا استعمال دیکھا گیا ہے۔ ظاہر ہے جب بالغوں میں نشہ کا بے جا استعمال ہو تو نوجوانوں پر اس کا لازمی اثر ہوگا۔ امریکہ میں اب ایک دوسری صورت پیدا ہو گئی ہے۔ وہ یہ کہ منشیات پر سماجی و دستوری پابندیوں کے باعث امریکی باشندے اب کم مضر نشہ یعنی ہلکی شراب کی جانب راغب ہو گئے ہیں۔ اس طرح وہاں کی انتظامیہ کے لیے یہ بھی ایک سنگین مسئلہ بن گیا ہے۔

قدیم رواج

تاریخی حقائق کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوگی کہ شراب کا استعمال اس وقت سے جاری ہے جب انسان نے سماج کی بنیاد ڈالی تھی۔ نامعلوم وقت سے قدیم تہذیبوں میں شراب کا استعمال ہوتا رہا ہے۔ لیکن منشیات کے استعمال کو کبھی بھی قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا۔ اس کے برعکس ایسے ثبوت ملے ہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت بھی سماج میں منشیات کے استعمال کے خلاف بیداری پھیلانے کی کوشش کی گئی۔ دوسرے لفظوں میں انسانی تاریخ میں ایسا کوئی ثبوت نہیں ملتا جس سے یہ واضح ہو کہ شراب کو چاہے

یا کسی دوسری وجہ سے ضروری سمجھا گیا۔ اس کے برخلاف شراب کی مذمت ہمیشہ عام طور سے کی گئی۔ بلکہ چند قدیم مہذب سماج میں قانونی طور پر شراب اور منشیات کی خرید و فروخت پر پابندی عائد تھی۔

مذکورہ بالا حقائق کے برخلاف آج کے موجودہ زمانے میں شراب کو آداب کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ گزشتہ دو صدیوں میں جنگ کا زمانہ چھوڑ کر شراب سماج کے ایک محدود حلقہ تک عام تھی۔ لیکن بد قسمتی سے دو عالم گیر جنگوں کے دوران شراب کا استعمال مکمل طور سے پورے سماج میں پھیل گیا۔ اس موقع پر ایک ممتاز انگریز خاتون کے مندرجہ ذیل الفاظ قابل توجہ ہیں۔ لندن میں ایک کانفرنس کے دوران موصوفہ نے کہا تھا: "جنگ کے زمانے میں نازیوں کی پیش قدمی روکنے کے لیے ہم نے سڑکوں کے سائن بورڈ اور دیگر نشانات زمین میں دفن کر دیے تھے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد انھیں دوبارہ نکال کر ان کی جگہوں پر لگا دیا گیا۔ لیکن ہم ایک بات بھول گئے کہ جنگ کے دوران ہم نے اپنی اخلاقی قدریں بھی زمین میں دفن کر دی تھیں جنھیں ہم آج تک نہیں نکال پائے ہیں۔ یہ بے شک جنگ سے ہونے والا ایک عظیم نقصان ہے۔" امریکہ میں آج یہ حالت ہے کہ ۱۰ ملین سے زیادہ لوگ شراب کی لعنت میں مبتلا ہیں۔ اور شراب آج امریکیوں کی سماجی زندگی کا ضروری حصہ بن گئی ہے۔

ستارا ضلع میں سونے گاؤں کے مقام پر کسانوں کا ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ اسی موقع پر شراب بندی تحریک کا آغاز بھی کیا گیا۔

زیر نظر تصویر میں ان رضاکاروں کو ہدیۂ تہنیت پیش کیا جا رہا ہے جنھوں نے مذکورہ تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے بھرپور تعاون دیا ہے۔

بارن۔ کوردلی ضلع کولہاپور میں اسکولی بچوں کے لئے کھیلوں کے مقابلے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ ان کھیلوں کی نوعیت تعلیمی تھی جس کا مقصد طلبہ کو نشہ بندی کے فوائد سے روشناس کرانا تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر شراب کسی انسان کی زندگی میں داخل ہو جائے تو اس کے برے نتائج سے نہ صرف اس کا خاندان بلکہ تمام سماج متاثر ہوتا ہے۔ یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ والدین اور بزرگوں کے اخلاق کا راست اثر ان سے چھوٹوں اور نوجوانوں پر پڑتا ہے۔ اپنے ہاتھ میں وہسکی کا گلاس لیے کوئی شخص اپنی متانت کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ الکحل سے اور بھی بہت سے سنگین مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

مسئلہ کا حل :-

ان حالات میں یہ ضروری ہو گیا ہے کہ ہم اپنی انفرادی، خاندانی اور سماجی زندگی کو شراب کے برے نتائج سے بچانے کے لیے شراب مخالف تحریک چلائیں خوش قسمتی سے ہندوستانی سماج بنیادی طور پر شراب اور منشیات سے دور رہا ہے۔ یہ سب ہمارے سنت سادھوؤں قومی رہنماؤں مثلاً مہاتما گاندھی مہاتما پھولے وغیرہ کی زرین تعلیمات کا اثر ہے۔

لیکن دنیا کی کوئی بھی قوم اپنے سیاسی معاشی اور تہذیبی اقدار کو ہمیشہ برقرار نہیں رکھ سکتی۔ آج اس تلخ حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ہندوستانی تہذیب کو بھی شراب اور منشیات سے خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ اس کے لیے صرف بیرونی اثرات کو الزام نہیں دیا جا سکتا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ہندوستانی سماج کی روایتی قدروں کو مزید مستحکم بنانے میں اپنی قوت صرف کریں۔

اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے ریاست مہاراشٹر میں سرکاری اور غیر سرکاری ذرائع نے اپنے تعلیمی اور تشہیری سرگرمیوں کا مرکز سماج کے تمام طبقوں میں بنیادی تہذیبی اصولوں کو دوبارہ اجاگر کرنا بنایا ہے حکومت بھی جہاں ضروری ہوتا ہے، قانونی کارروائی کرتی ہے۔ ڈائرکٹوریٹ برائے نشہ بندی کی کارروائیاں بھی اسی سے متعلق ہیں کہ لوگوں کو یہ ذہن نشین کرایا جائے کہ شراب اور منشیات کے استعمال سے نہ صرف انفرادی اور خاندانی بلکہ سماجی مصیبتیں بھی پیدا ہوتی ہیں۔

نوعمر نسل میں شراب کی پھیلتی ہوئی لعنت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ تو اچھا ہے کہ ہندوستان میں کم از کم عام رجحان شراب کے خلاف ہے، لیکن اگر بالغ عمر افراد میں شراب کی رغبت بڑھ جائے تو نوعمروں کو اس سے باز رکھنے میں مشکل پیش آئے گی۔ شہروں اور صنعتوں کے فروغ سے ہماری قدیم تہذیبی قدریں کم و بیش کمزور ہو گئی ہیں۔ مغرب میں ان حالات میں زبردست سماجی تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ مغرب کی طرح غلطیاں دہرانے کی بجائے ہم اپنے ملک میں صنعتی فروغ میں رکاوٹ ڈالے بغیر منشیات کے استعمال کو قابو میں رکھ سکتے ہیں۔ شراب اور منشیات کو جدید تہذیب کے لیے اشد ضروری سمجھنا غلط ہے۔ ان چیزوں کے بغیر بھی ہر کوئی بہتر جدید اور خوش حال زندگی گذار سکتا ہے اسی لیے ڈائرکٹوریٹ برائے نشہ بندی سنسکار کیندروں اور تفریحی مراکز کو کام میں لاتے ہوئے نوجوان نسل کو اپنے فرصتی لمحات باعزت طور پر گذارنے کی ترغیب دیتی ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ شراب سے ہونے والے نقصانات کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس سلسلے میں شراب سے پیدا ہونے والے مسائل پر قابو پانے کے لیے امریکہ جیسے ملک کو کروڑوں ڈالر خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ جو ہندوستان جیسے غریب ملک کے لیے ممکن نہیں۔ اسی لیے کہتے ہیں "ایک احتیاط، ہزار علاج سے بہتر ہے" کیوں نہ ہم بھی شراب اور منشیات سے پیدا ہونے والے مسائل سے جنگ کے لیے احتیاطی اور تعلیمی تدابیر کو پوری قوت سے کام میں لائیں۔

ضروری گذارش :

دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت 'حوالہ نمبر' ضرور تحریر فرمائیں' جو آپ کے خط یا رسالہ کے ریپر کے اوپر درج ہوتا ہے۔
جواب طلب اُمور کے لئے جوابی خط/ لفافہ یا ڈاک ٹکٹ روانہ فرمانے کی زحمت نہ فرمائیں۔
منی آرڈر کوپن پر (جو منی آرڈر فارم کے آخر میں ہوتا ہے) ہمیشہ اپنا نام و پتہ صاف صاف اُردو، مراٹھی، ہندی یا انگریزی میں ضرور تحریر فرمائیں۔

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ :-

چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز،
گورنمنٹ آف مہاراشٹر،
منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

میں شراب — کیوں نہیں پیتا؟

پروفیسر ایس. کے شبیر ساگر

گذشتہ پندرہ بیس سال کے دوران مہاراشٹر میں شراب نوشی عام ہی نہیں بلکہ ایک فیشن بن گئی ہے۔ یہ کہنا تو مشکل ہے کہ ہندوستان میں انگریزوں کی آمد سے قبل کوئی شخص بھی شراب نہ چھوتا تھا، لیکن ہمیں یہ بھی یادرکھنا چاہئے کہ ایک زمانے میں ہندوستان دنیا بھر میں اس برائی سے بڑی حد تک پاک دیس تھا۔ پیشوا کے زمانے میں سارے پونے میں شراب کی صرف ایک دکان تھی اور اس کی اجازت بھی پونے چھاؤنی میں مقیم انگریزوں کی درخواست پر دی گئی تھی۔ اس کا انکشاف خاص طور پر اولین جدید مراٹھی ادیب اور سماج سدھارک لوک ہت وادی نے کیا ہے۔ برطانوی راج میں بھی شراب کی فروخت پر پابندی تھی۔ پھر آج شراب کا چلن اس قدر کیوں بڑھ گیا ہے؟
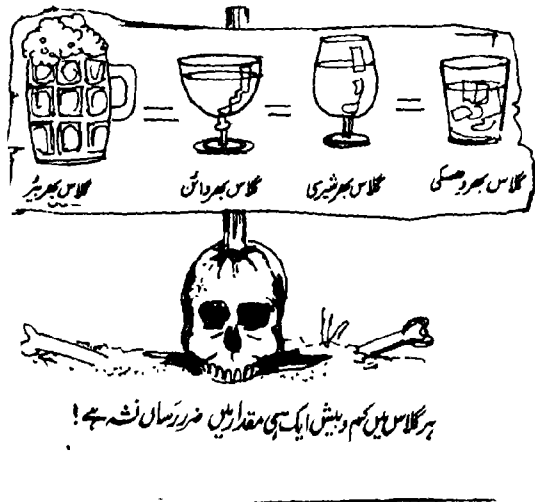
مذبذب پالیسی: میرے خیال میں کانگریس سرکار کی مذبذب پالیسی کے باعث انجانے طور پر یہ بڑھی۔ تقسیم شراب پر پابندی لگانے کے بعد انھوں نے قدرے فراخ دلی سے پرمٹ جاری کئے۔ آجکل کی نادان نوجوان نسل نے اس اجازت سے کچھ اور ہی مطلب نکالا۔ انھوں نے سمجھا کہ اب شراب نوشی میں کوئی برائی نہیں رہی۔ پونے اور بمبئی جیسے ترقی یافتہ شہروں میں تعلیم کی غرض سے رہنے والے امیر والدین کے سپوت اس لت میں پڑ گئے انھیں اب یہ شے بڑی میٹھی لگی جو کبھی "شجرِ ممنوعہ" تھی۔ پھر آخری مرحلہ آیا اور اعلیٰ طبقہ کی پارٹیوں میں شراب کھلے عام پیش کی جانے لگی۔ چند سال پیشتر معزز ہندوستانی حلقوں میں شراب کا کوئی ذکر نہ تھا، لیکن آج یہ نہ صرف (خاص الخاص طبقات میں) قابلِ قدر ہے بلکہ طرۂ امتیاز بن گئی ہے۔

پونے کا ایک واقعہ مجھے یاد ہے جس کی بنا پر شراب اور شراب نوشی

کا رتبہ بڑھا۔ کچھ سال ہوئے پونے کے ایک مالدار ہوٹل مالک نے یہ اشتہار دیا کہ اس کے ہوٹل میں 'بار' یعنی شراب نوشی کا بھی انتظام ہے ۔ انہوں نے اشتہاری اعلان پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ 'بار' کھولنے کے موقع پر جشن منایا۔ آج مجھے یہ بیان کرتے ہوئے بڑی شرم آتی ہے کہ پونے کے ایک معزز اور مالدار شہری اس "رسم افتتاح" کے لئے دستیاب تھے۔ میں بلا جھجک یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس واقعہ سے پونے میں شراب نوشی کی قدر بڑھی۔ اس سے قبل لوگ کہیں کہیں شراب کا شوق ضرور کرتے تھے، لیکن وہ بھی چھپتے چھپاتے۔

سماجی بندش : میرا یہ ذاتی خیال ہے کہ ہندوستان میں جس طرح سماجی طور پر شراب نوشی کو ایک کلنک سمجھا جاتا ہے وہی اس برائی کو روکنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ شراب نوشی کے خلاف مذہبی ممانعت اتنی موثر بکارگر نہیں ہو سکتی جتنی کہ سماجی بندش ہو سکتی ہے۔ کیا شراب نوشی روکنا قطعی ضروری ہے؟ بہت سے دوستوں کا خیال ہے کہ شراب نوشی بڑی معصوم مسرت ہے۔

ماضی میں کچھ دوستوں نے خلوص سے مجھے یہ مشورہ دیا کہ میں کبھی کبھار صحت کے خیال سے اور کبھی کبھار ادبی جوش بڑھانے کی خاطر شراب پی لیا کروں۔ میرے ایک باذوق مداح نے کہا کہ "اگر آپ برابر ایک پیگ نوش کر لیا کریں تو لکھنے کے لئے آپ کا 'موڈ' اچھا رہے گا"۔ ایک دوسرے دوست نے ارشاد فرمایا کہ "اگر آپ اعتدال سے شراب نوشی کریں تو آپ کی عمر بڑھ جائے گی۔ میں آپ کے خیال سے نیز ہمارے قارئین کی خاطر یہ نصیحت کر رہا ہوں"۔

میں نے پہلے مداح کو جواب دیا "میرے دوست! میرے جیسا ادیب الکحل بنا ہی مست رہتا ہے، پھر میں اس علت میں کیوں پڑوں؟" دوسرے صاحب سے میں نے پوچھا "کہ آپ چاہتے ہیں کہ اعتدال سے پیوں۔ لیکن کیا آپ کو یقین ہے کہ میں اس "اعتدال" پر سختی سے قائم رہوں گا؟ غالباً ایسے سب ہی لوگ جنھوں نے خود اپنے آپ کو اور بال بچوں کو برباد کر لیا ہے 'اعتدال' سے ہی شروعات کرتے ہیں اور انجام کار حد سے تجاوز کر جاتے ہیں۔

عمر خیام نے کہا ہے ع

"کیا میں تھا ہوش میں جب کھائی تھی قسم"

ہر عام آدمی ۔ ٹام ۔ ڈک اور ہیری، سے یہ توقع رکھنا بڑی مضحکہ خیز بات ہے کہ وہ حالت نشہ میں بھی اپنے آپ پر قابو رکھے گا۔ اعتدال پسندی کے مبلغ یہی غلطی کرتے ہیں کہ ہر شخص اپنے آپ پر قابو رکھنے کے

گھر آئے مہمان کی "شراب" سے تواضع، فیشن ایبل مہمان نوازی بنتی جا رہی ہے۔

اعتدال پسندی کو مقصد بنانا اور پھر اس میں ناکامی سے بہتر
لہ شراب سے قطعی احتراز کیا جائے۔ مہاراشٹر کے نوجوان جو آجکل
تے ہیں محض 'دکھاوے اور شان' کی غرض سے ایسا کرتے ہیں ان
ں اس کی کوئی خواہش نہیں ہوتی۔ شراب نوشی کی عادت خود
ہے یا ان حضرات کی نقل ہے جو اپنی عادت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔
سط طبقہ ہی میں نہیں بلکہ غریب طبقہ میں تو یہ مے نوشی اور بھی
یا ہی مچاتی ہے۔ ان کی محنت کی کمائی فی الحقیقت اس 'بدعلت'
ہو جاتی ہے۔ غریب بیوی کو خاندان کا بار اُٹھانا پڑتا ہے اور گرہستی
ھ باہر جاکر کام کرنا پڑتا ہے۔

خر پھر کیا کیا جائے؟ کیا لازمی اور مکمل شراب بندی لاگو کی جائے۔
بل عمل ہے۔ اس طرح شراب 'روپوش' ہو جاتی ہے۔ ایک طریقہ
ہے کہ شراب عام آدمی خصوصاً نوجوان اور غریب افراد کے ہاتھ لگے
ہیں۔ لیکن بہترین طریقہ یہ ہے کہ آج ہندوستان میں اسی تصور
دہ کیا جائے کہ شراب نوشی ایک 'کلنک' ہے۔ سماج کی طرف سے
ی 'دھتکار' ہی بہترین شراب بندی ہے۔ لیکن یہ واضح ہے کہ آزاد
یں کانگریس سرکار اور سماج اس میں ناکام ہوا ہے۔
برطانوی راج میں اور اس کے بعد بھی تعلیم یافتہ طبقہ کی یہی بدترین
طی ہے کہ انھوں نے انگریزوں کے سماجی معیار ہی کو اونچا اور اٹل
سمجھا۔ برطانیہ میں شراب نوشی 'اچھی' سمجھی جاتی ہے لہٰذا ہمارے
علیم یافتہ لوگوں نے بھی اِسے جبلتاً قابلِ قدر سمجھا۔ 'جام و شراب'
کی اس 'جھوٹی شان' کو فراموش کردیا جائے تو
پھر کسی شراب بندی قانون کی ضرورت لاحق
نہ ہوگی۔

سماجی طریقۂ کار: حکومت اور سماجی کارکن اس بُرائی کو دُور کرنے کی جد و جہد کرتے ہیں۔ لیکن اس بُرائی کے معاملے میں اُن کے تصوّر اور طریقۂ عمل میں کوئی بنیادی غلطی ہے۔ انھوں نے اسے ایک تہذیبی مسئلے کے بجائے ایک طبّی مسئلہ سمجھا ہے۔ مغرب میں مے نوشی کی عادت کو 'بیماری' سمجھنا ایک فیشن ہے۔ ایسی صورت میں شراب خور خطا اور جُرم سے چھوٹ جاتا ہے۔ ساری ذمہ داری سماجی کارکن اور حکومت پر عائد ہوتی ہے جو اس کی اصلاح کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ ایسے مفکر اور قانون ساز بھی ہیں جو قاتل اور نقب زن کو مجرم نہیں بلکہ مریض سمجھتے ہیں۔ اس بُرائی کے معاملے میں ہمارا نقطۂ نظر اولاً سماجی

ہونا چاہیئے۔ اگر شراب نوشی خاندان کی بھلائی اور شہر کے امن و امان
کے معاملے میں ضرر رساں ہے تو طبّی بنیاد پر اسے نظر انداز نہ کرنا چاہیئے۔
شراب نوشی کے نتائج اولاً خاندان اور پھر کام کے میدان میں ظاہر
ہیں۔ خاندان میں بیوی اور بچے سب سے زیادہ دُکھ اُٹھاتے ہیں۔ آج
بھی بیوی کو مارنا پیٹنا قابلِ سزا جرم نہیں بلکہ شوہر کا حق جوانمردی سمجھا
جاتا ہے۔ کیا ہم توقع کرتے ہیں کہ ایک شراب خور اس حقِ جواں مردی کا
سمجھداری اور احتیاط سے استعمال کرسکتا ہے؟ حالتِ نشہ میں جُرم کا
بدترین رُوپ اس وقت نظر آتا ہے جب کہ مجرم کو حالتِ نشہ میں ہونے
کی بنا پر بے خطا ٹھہرایا جاتا ہے۔ شراب خور سڑک پر جانے والی ایک
شریف عورت کی بے عزتی کرتا ہے اور مجسٹریٹ کے روبرو بیان کرتا
ہے کہ مجھ سے یہ جُرم اس وقت سرزد ہوا جبکہ میں شراب پیئے ہوئے
تھا۔ لیکن میرے خیال میں مجسٹریٹ کو ایسے معاملے میں اُسے دوہرا مجرم
قرار دینا چاہیئے۔

حال ہی میں ہمارے قوانین شراب کا رُخ بھی نرمی کی سمت ہے
آج ہمارے دفتروں میں کئی چپڑاسیوں کے مُنہ سے شراب کی بُو آتی ہے۔
ایک طرف ہم نے درجۂ چہارم کے ملازمین کی تنخواہ اور درجہ میں اضافہ کیا
ہے اور دوسری طرف شراب کی فروخت اور کھپت پر پابندیوں میں نرمی کردی ہے۔
اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دفتری ماحول میں اخلاقی گراوٹ نظر آتی ہے ایسی
باتیں خود بخود بند رہیں جب کہ سماجی طور سے شراب نوشی خواہ عام ہو یا
خِلوت میں بُری سمجھی گئی۔ لیکن بدقسمتی سے معاشرہ کے نام نہاد رہنما
جو ترقی پسند معاشرہ کے بارے میں ناقص تصور رکھتے ہیں، شراب نوشی
کو 'فیشن' بنانے کی فکر میں ہیں۔ شراب نوشی رواج یا فیشن بن جائے
تو پھر کسی بھی پیمانے پر اخلاقی یا نفسیاتی تعلیم اس بُرائی کو روکنے میں
کارگر نہیں ہوسکتی۔

اسلام میں شراب حرام ہے اور شراب نوشی تہذیبی اور اخلاقی گراوٹ
کی علامت۔ شراب نوشی کے خلاف مذہبی ممانعت بھی اتنی مؤثر نہیں
ہوتی جتنی کہ سماجی بندش ہوسکتی ہے۔ ہندوستان میں شراب نوشی
کے خلاف مذہبی ممانعت اور سماجی بندش دونوں ہی موجود ہیں۔
کیا ہندوستان جیسے معاشرہ میں یہ جواز ثقافتی ترقی کی سمت
اقدام سمجھا جاسکتا ہے؟

معیشت پر نشہ بندی کے اثرات

◉ ایل. آر. کے مُنّا تنکر

مہاتما گاندھی کے معاشی اُصول کو اگر صحیح طور سے اپنایا جائے تو نشہ بندی کی ضرورت اور اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح اگر دستور کے رہنما اُصولوں کا مطالعہ کیا جائے تو اس کی اہمیت مزید واضح ہوگی، لیکن جہاںتک آمدنی کا سوال ہے، نشہ بندی ایک فضول مَد معلوم ہوگی۔

ایک مُمتاز ماہر قانون شری جیٹھ ملانی فرماتے ہیں "ہمارے رہنماؤں نے دستور میں کچھ ایسے قوانین مرتب کئے ہیں جو آئندہ ۵۰ تا ۱۰۰ سالوں تک تمام حکومتوں کے لئے رہنما اُصول کی حیثیت رکھتے ہیں..." نشہ بندی سے متعلق قانون میں درج ہے "حکومت کے اہم فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ لوگوں کی صحت اور معیارِ زندگی کو بہتر بنانے کی سعی کرے، خصوصًا نشہ بندی نافذ کرے تاکہ سوائے علاج کے طور پر نشہ آور اشیاء کے استعمال کو، جن سے صحت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، روکا جاسکے۔" شری جیٹھ ملانی کے مطابق "جب مہاتما گاندھی زندہ تھے، تب نشہ بندی دستور میں رہنما اُصول کے طور پر شامل نہیں تھی، کیونکہ مہاتما گاندھی نے اُسے رہنما اُصول کے طور پر شامل کرنے کی کوئی خاص ہدایت نہیں دی تھی۔ دستور کا مسودہ خود گاندھی جی کی زندگی میں شری بی. این. راؤ اور ڈرافٹنگ کمیٹی نے مُرتّب کیا تھا۔"

شراب سے متعلق مذہبی احکامات بھی مبہم ہیں۔ ہندو دھرم کی کتابوں رامائن اور مہابھارت میں شراب سے متعلق اَن گنت حوالے موجود ہیں۔ عیسائیوں میں شراب سماجی زندگی کی اہم ضرورت سمجھی جاتی ہے۔

نشہ بندی سے معیشت پر ہونے والے اثرات بھی غیر یقینی ہیں۔ سی پی. آئی لیڈر شری موہت سین کے مطابق نشہ بندی کے نفاذ سے آمدنی میں کافی بڑا نقصان پیش آسکتا ہے۔ اس کے علاوہ شراب کشید کرنیوالے لوگ، خصوصًا دیہاتوں کے باشندے بیروزگار ہو جائیں گے۔ سی. پی. ایم لیڈر شری جیوتیر باسو نے بھی کم وبیش ایسے ہی خیالات کا اظہار فرمایا تھا حتیٰ کہ انھوں نے اس بات کی بھی نشاندہی کی تھی کہ نشہ بندی کسی ملک میں بھی کامیاب ثابت نہیں ہوئی ہے۔ پلاننگ کمیشن کے ماہرین کا بھی یہی خیال ہے کہ نشہ بندی میں دو مشکلات حائل ہیں، ایک تو آمدنی میں خسارہ، اور دوسرے اس کے نفاذ پر ہونے والے مزید اخراجات۔ اسی لئے ان کا مشورہ ہے کہ نشہ بندی صرف چار سالوں میں نافذ کرنے کے بجائے، حکومت کو چاہئے کہ وہ اس سمت عوام کی رائے ہموار کرنے

ِش کرے، اور مالی نتائج کا مطالعہ کرے۔ اگر نشہ بندی کو جاری
ہیں نافذ کرنے کی کوشش کی گئی تو نتیجہ میں ذرائع آمدنی متاثر
گے اور نقصانات کی تلافی کا کوئی ذریعہ نہیں رہ جائے گا۔ یہ بھی
پش کی جاتی ہے کہ اگر شراب پر محصول، جو کہ تقریباً ۷۵۰ کروڑ روپیہ
نہ لیا جائے تو بھی حکومت کسی اور ٹیکس کے ذریعہ یہ رقم وصول
ستی ہے جبکہ نشہ بندی پر اخراجات کا اندازہ صرف ۲۵۰ سے
روڑ روپے کے درمیان ہے۔ سَری میلنو مسانی کی رائے کے مطابق
ہ بندی کے نفاذ پر سختی سے اصرار کیا گیا تو اس کے نتیجہ میں سالانہ ۳۰
ڑ روپے مالیت کی شراب تیار کرنے والی ۳۰ بڑی شراب ساز صنعتیں
ڑ ہوں گی نیز اس کاروبار سے تعلق رکھنے والے لاکھوں لوگ بیروزگار
جائیں گے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم ایسے اہم ذرائع سے
ہ دھوکر ترقی کی راہ میں رکاوٹ پیدا کریں؟

بین الاقوامی ترقیاتی فنڈ کمیٹی کی رپورٹ

بین الاقوامی ترقیاتی فنڈ کمیٹی کے اراکین جب ہندوستان کے دورہ پر آئے تھے تو انھوں نے شراب سازی کے متعلق کہا تھا کہ چونکہ شراب کی درآمد میں زرِ مبادلہ کا کافی نقصان ہوتا ہے اس لئے مقامی شراب کو زیادہ معیاری اور جدید بنانے پر زور دیا جانا چاہیئے۔ انگور کی پیداوار صرف حیدرآباد تک ہی محدود نہ ہونی چاہیئے بلکہ مناسب آب و ہوا والے علاقوں مثلاً گوا اور کیرالا میں بھی اس کی کاشت کی جانی چاہیئے۔ اگر ایسا ہوا تو ہندوستان جلد ہی بیرونی مہنگی شراب کی درآمد سے چھٹکارا حاصل کر لے گا اور ساتھ ہی اس قابل ہو جائے گا کہ وہ مشرقِ ایشیائی ممالک میں اپنے ملک کی تیار کردہ شراب فروخت کر سکے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مقامی شراب کی کچھ قسمیں ایسی ہیں جو بیرون ملک کے باشندوں کے لئے ذائقہ دار ثابت ہو سکتی ہیں۔ اس لئے مقامی شراب ساز صنعتوں کو ایک مکمل صنعت میں تبدیل کرنے پر زور دیا جانا چاہیئے۔ مذکورہ کمیٹی کی اس رپورٹ کی تائید پارلیمنٹ کی تخمینہ کمیٹی نے بھی کی تھی۔

شراب نوشی کے دو اہم پہلو ہیں۔ اخلاقی گراوٹ اور دوسرے نشہ کی عادت۔ لیکن سب سے زیادہ اہم پہلو جس پر کئی نشہ بندی مخالف ریاستی حکومتیں زور دیتی ہیں، وہ ہے محصول کا نقصان اور نفاذ پر مزید اخراجات۔ ظاہر ہے کہ ملک کی ترقیات کے لئے مالی ذرائع وسیع ہونے چاہئیں، اور شراب بھی ایسا ہی ایک آسان ذریعۂ محصول ہے۔ ایک اخلاقی مسئلہ ضرور ہے کہ اگر شراب پر عائد محصول میں اضافہ ہوتا رہا تو اس کے نتیجہ میں جرائم میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ عام طور سے شراب پر محصول عائد کرنے میں یہ سوچ کر ہچکچاہٹ محسوس کی جاتی ہے کہ نتیجہ میں زیادہ تر عوام کا غریب طبقہ ہی متاثر ہوگا۔

ایک اندازے کے مطابق ایک غریب شخص شراب پر چار روپے خرچ کرتا ہے جس میں سے صرف ایک روپیہ ریاستی خزانے میں جمع ہوتا ہے۔ اس طرح زیادہ منافع شراب سازوں کو ہی ہوتا ہے۔ اگر شراب نوشی کو ایک خاص حد تک قابو میں رکھا جائے یا اسے بالکل ہی ختم کر دیا جائے تو کاموں کی انجام دہی میں بہتری پیدا ہوگی اور معیارِ زندگی بلند ہوگا۔ اس سلسلہ میں جو کوششیں ہو رہی ہیں۔ ان میں ایک طرف تو منشیات کے خلاف تعلیمی پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف نشہ بندی کو بہتر سے بہتر طریقے سے نافذ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

ہندوستان میں مہاتما گاندھی نے مکمل نشہ بندی کی حمایت کرتے ہوئے کہا تھا کہ نشہ بندی ملک کی چار فائدوں یعنی سماجی، سیاسی، اخلاقی اور مادی معیار کی بہتری میں سے ایک ہے۔ آپ نے اس بات پر توجہ دلائی تھی کہ نشہ کی عادت کچھ کم خطرناک نہیں ہے، اگر ہم اس سے چھٹکارا حاصل کر لیں تو نہ صرف یہ کہ ہم کروڑوں روپے بچا سکیں گے بلکہ کئی برائیوں کا خاتمہ بھی ہو جائے گا۔ اب موجودہ حکومت جو مہاتما گاندھی کی راہ پر گامزن

ہے اور اسی راستے ملک کے مسائل حل کرنے میں مصروف ہے، اس بات کی حتی الامکان کوشش کر رہی ہے کہ ملک سے شراب کی لعنت یکسر ختم ہو جائے۔ سابق وزیر اعظم شری مرار جی دیسائی بھی ہمیشہ یہی کہا کرتے تھے کہ نشہ بندی کے سلسلے میں وہ اپنا نظریہ تبدیل کرنے کے لئے تیار نہیں بشرطیکہ کوئی انھیں یقین دلائے کہ نشہ بندی مضر ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ مکمل نشہ بندی یا مکمل چھوٹ دونوں معاملوں میں، عمل آوری کے اثرات کیا ہوں گے؟ امریکہ میں بھی کبھی مکمل نشہ بندی کی کوشش کی گئی تھی لیکن تجربہ نہ صرف ناکامیاب رہا بلکہ غیر سماجی عناصر کو زیادہ سے زیادہ پھلنے پھولنے کا موقع ملا اور آج تک یہی حال ہے۔

جب مکمل نشہ بندی کسی بھی ملک میں کامیاب نہیں ہو سکی تو پھر ہمارے ملک میں کیسے کامیاب ہو سکتی ہے؟ مکمل نشہ بندی نافذ کر دی جائے تب بھی یہ کیسے ممکن ہے کہ ہزاروں لاکھوں شراب کے عادی لوگ اس سے توبہ کر لیں گے؟ زہریلی شراب سے ہونے والی ہلاکتوں کے بارے میں خبریں اکثر ہم اخبارات میں پڑھتے ہیں۔ کیا یہ نشہ بندی نافذ کرنے کا نتیجہ نہیں ہو سکتا؟ یہ سوالات ہیں جو ہمیشہ پوچھے جاتے ہیں۔

مہاراشٹر میں نشہ بندی کا تجربہ آزمایا گیا لیکن ایک حد تک۔ پھر بھی تلخ تجربات سے دوچار ہونے پر آنجہانی وزیر اعلیٰ شری وی۔ پی۔ نائیک کو نشہ بندی پالیسی میں نرم رویہ اپنانے پر مجبور ہونا پڑا۔

حالات کو دیکھتے ہوئے ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگوں کو شراب کی لعنت سے باز رکھنے کے لئے تعلیمی پروپگنڈہ کیا جائے۔ غیر قانونی شراب کی فروخت میں اضافہ محسوس کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ شری شرد پوار نے بھی نشہ بندی قانون میں نرمی اختیار کرنے کا فیصلہ کیا اور

ممنوعہ دنوں میں کمی کر دی تاکہ غیر قانونی شراب کی تجارت پر قابو پایا جا سکے۔ غیر قانونی شراب اور ایکسائز محکمہ میں رشوت خوری، دونوں لعنتوں سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ایک اندازے کے مطابق ریاست کو مرکز سے امداد ملنے کے باوجود محصول میں ۳۰ کروڑ روپے کا خسارہ برداشت کرنا پڑتا ہے اگر مرکز کی جانب سے نقصان کی تلافی بند ہو جائے تو ریاست کو ہونیوالے نقصانات کا اندازہ نہیں لگایا جا سکے گا۔ لہٰذا اگر یہ اندیشہ ہے کہ نشہ بندی سے درمیانی اور مالدار طبقہ سے زیادہ غریب طبقہ کے لوگ متاثر ہوں گے، تو اس مسئلہ کا حل یہی ہے کہ اعلیٰ معیار کی شراب سازی پر زور دیا جائے۔

ملک کی مالی حالت بھی کچھ اچھی نہیں ہے۔ مرکز کو تقریباً ۲۵۰۰ کروڑ روپے کا خسارہ برداشت کرنا پڑا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ اگر درکار سرمایہ کا انتظام نہ ہو سکا تو موجودہ پنجسالہ منصوبہ اور چھٹے پنج سالہ منصوبے میں شامل ترقیاتی پروجیکٹوں پر عمل آوری کے رک جانے کا خدشہ ہے، ایسے سنگین مالی بحران کے دور میں جبکہ افراط زر سے صورت حال اور بھی خراب ہے۔ ماہرین اقتصادیات کا خیال ہے کہ ان حالات میں نشہ بندی کے نفاذ سے ملک کی مالی حالت اور ابتر ہو جائے گی۔ اس لئے اگر کئی ریاستیں مکمل نشہ بندی پالیسی پر نظر ثانی کر رہی ہیں تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔

ایک سنجیدہ عادی شرابی نے کہا "کیا آپ جانتے ہیں کہ اگر وہسکی کے گلاس میں ایک کیڑے کو چھوڑ دیا جائے تو وہ پانچ منٹ میں ہلاک ہو جائے گا۔ ذرا سوچئے تو شراب کے ایک جام سے آپ کے پیٹ کے کتنے کیڑے مرتے ہوں گے ... چلئے ساتھ دیجئے ..... پیج!"

واقعی عقل کی بات ہے ... لیکن جناب شرابی صاحب، ذرا یہ بھی تو سوچئے کہ کیا شراب آپ کو نہیں ہلاک کر سکتی؟"

شراب کی لعنت

— شیبو رائینا

اِس پر کیسے قابو پایا جائے

انگریز راج کی نشانیوں میں سے شراب سب سے بدتر نشانی ہے۔ حالانکہ مغرب کی تہذیب سے ہم بالکل علیحدہ ہیں۔ اس کے باوجود یہ لعنت نہ صرف قائم ہے بلکہ زیادہ تکلیف دہ بنتی جارہی ہے۔ مغرب کے لوگ شراب اس لئے پیتے ہیں کہ یہ اُن کی آب و ہوا کا تقاضہ ہے، شراب اُن کے دسترخوان کی زینت بنتی ہے، اس لئے کہ یہ اُن کے سماجی طور طریقے ہیں، مغربی تہذیب میں رُوحانی سے زیادہ جسمانی شان و شوکت پر توجّہ دی جاتی ہے۔ لیکن ہم ان تمام باتوں سے بالاتر ہیں۔

کیا یہ دُکھ کی بات نہیں کہ شراب، جس کی اجازت نہ ہی مذہب دیتا ہے اور نہ ہی سماج! ہمارے ہموطنوں کو زیادہ سے زیادہ اپنے شکنجے میں کستی جارہی ہے! وید، بائبل، گیتا، گرنتھ صاحب اور تمام مقدس کتابیں اس بُرائی کی مذمت کرتی ہیں۔ قرآن شریف میں بھی کہا گیا ہے:
"انگور کے ہر خوشہ میں شیطان کا گھر ہے۔"

اعلیٰ طبقہ کی ذمّہ داری: ہندوستانی سماج میں گو کہ غریب طبقہ شراب کی لعنت میں مبتلا ہے لیکن سماج کا اعلیٰ طبقہ ہی اس لعنت کا ذمہ دار ہے۔ چونکہ یہ طبقہ معاشی طور پر مستحکم ہے، اس لئے یہ مغربی کھانوں کا دلدادہ ہے اور بد قسمتی سے اپنی اس بُرائی پر پردہ ڈالنے کے قابل ہے۔ غریب لوگ اس طبقہ کی طرح زندگی گذارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ شراب نوشی صرف غریب اور جاہل لوگوں ہی میں عام نہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ مالدار اور تعلیم یافتہ لوگ اپنے جرائم کو سونے کی چمک اور اپنے علمی دباؤ سے چھپا لیتے ہیں اور غریب لوگ اپنی اس کمزوری کو چھپا نہیں سکتے۔

ضلع ستارا میں حال ہی میں ایک نشست ترتیب دی گئی جس میں گاؤں کے رہنے والوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ (دائیں طرف) ریاستی حکومت کی طرف سے فلم دکھائی گئی اور کھیل تماشے کے پروگرام ہوئے جن میں شراب بندی کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا تھا۔

اس لئے حکومت کو چاہئے کہ وہ سماج کے باحیثیت افراد کو سمجھائے اور انھیں قائل کرے کہ وہ اس بدترین لعنت سے توبہ کرلیں۔ یقیناً غریب لوگ بھی خوشی خوشی اسے قبول کریں گے۔

پتہ نہیں شراب نوشی کو کس وجہ سے اچھا سمجھا جاتا ہے۔ شراب معاشی، جسمانی اور دماغی خرابیوں کی جڑ ہے۔ دماغ سوچنے کے قابل نہیں رہتا، جسم میں غیر معمولی تبدیلیاں ہوتی ہیں، روح مجروح ہوتی ہے اور غریب لوگوں میں تو یہ ننگے بدنوں، فاقہ سے کھلے منہ اور بے آسرا سر والوں کی تعداد میں اضافہ کرتی ہے۔

حیرت ہے کہ کس طرح لوگ جن کے خاندان بڑے ہیں، شراب پر پیسہ خرچ کرتے ہیں جبکہ قیمتوں میں اضافہ کے باعث آمدنی کم سے کم ہوتی جا رہی ہے۔ شراب صرف ایک سماجی برائی نہیں۔ گلیڈ اسٹون کے مطابق "بنی نوع انسان کو تاریخ کی عظیم جنگوں، وباؤں اور قحط سے جو تکالیف پہنچتی ہیں ان سب کو یکجا کرنے پر بھی شراب سے جنم لینے والی برائیاں ان سے زیادہ مہلک ہیں۔ کیا کوئی ایسا شخص ہے جس نے اپنی مرغوب میکشی کے بعد جوا نہ کھیلا ہو، سگریٹ نوشی نہ کی ہو، غیر اخلاقی یا غیر سماجی حرکتوں میں ملوث نہ ہوا ہو؟"

حکومت کا فرض: شراب نوشی کے خلاف حکومت نے ہمیشہ آواز اٹھائی ہے۔ متعدد بار اپیلیں جاری کی جاتی ہیں جن میں لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ وہ اس سماجی برائی کو ختم کر دیں۔ لیکن بدقسمتی سے حالات ایسے نہیں ہیں کہ حکومت اس معاملے میں کوئی سخت قدم اٹھا سکے۔ سرکاری ملازمین، خاص طور پر پولس کچھ حد تک اس (باقی صفحہ ۲۲ پر)

غمی اور خوشی سماج کی نظر میں

ہم خود سماج بناتے ہیں اور اپنی سماجی زندگی کو اصولوں کے دائروں میں مقید کرلیتے ہیں. ایسے ایسے قانون بنالیتے ہیں جن پر عمل کرنا، بشرطیکہ ہم کامیاب سماجی زندگی گذار سکیں، اشد ضروری ہوجاتا ہے. اگر ہم خود ہی ان سماجی قوانین کی پروا نہ کرتے ہوئے من مانی کرنا چاہیں تو اپنے سماج میں خود ہم پر انگشت نمائی ہوگی. سماج ہمارا لائحہ عمل ایک حد تک برداشت کریگا اور اس موقع کا منتظر ہوگا جب کہ ہمیں اپنے سماج کی سخت ضرورت محسوس ہو، ایسے مواقع اکثر آتے ہی رہتے ہیں کبھی خوشی کے اور کبھی غم کے.

سماج والے اگر خوشی کے مواقع پر ساتھ نہ دیں تو بات بن جاتی ہے مگر جب کسی المیہ سے واسطہ ہو اور سماج ساتھ نہ دے تو یہی المیہ جان لیوا حد تک کشمکش میں مبتلا کرسکتا ہے. سماج کی تشکیل اسی لئے ہوئی ہے کہ وہ ہر موقع پر، خوشی ہو یا غم، ساتھ دے. خوشی کے موقع پر خوشیاں منائے اور غمی پر غم. یہ دوسرا موقع تو ایسا ہوتا ہے کہ بغیر بانٹے دل و دماغ ہلکے نہیں ہوتے کیونکہ غم بانٹ کر ہی برداشت کئے جاتے ہیں. ورنہ صرف ایک انسان کے غم اتنے ہوتے ہیں کہ اگر سماج ساتھ نہ دے تو وہ اپنا دماغی توازن کھو بیٹھے اور بجائے سماجی زندگی گذارنے کے ویرانے کی راہ لے.

سماج کا وجود اسی لئے عمل میں آیا ہے۔ وہ ہمیں ان باتوں کی طرف متوجہ کرتا ہے جو اچھی سمجھی جاتی ہیں اور جن پر عمل کرنے سے نہ صرف ایک شخص بلکہ اسکے عزیز رشتہ دار، دوست احباب اور پاس پڑوس والے سب ہی مطمئن رہتے ہیں۔ اس طرح ان کے دل میں فاسد خیالات جگہ نہیں پاتے اور سماج ایک عمدہ بندش سمجھی جاتی ہے۔ تمام لوگ بخوشی اپنے آپ کو اس بندش میں باندھنا پسند کرتے ہیں۔ برعکس اس کے اگر ایک شخص بھی سماجی قوانین سے منحرف ہو تو پورا سماج اس کے خلاف ہو جاتا ہے۔

یوں تو سماج میں بہت سی غیر اخلاقی وارداتیں ایک طرح سے برداشت کرلی جاتی ہیں مگر کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جنھیں سماج بظاہر برداشت نہیں کرتا اور چوری چھپے ان پر نکتہ چینی اور انگشت نمائی کی جاتی ہے۔ ہمارے سماج میں مے نوشی کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا کیونکہ سماج کسی ایک مذہب، ایک فرقے یا کسی ایک گروہ کا تو ہوتا نہیں۔ اس میں تو ہر مذہب، ہر فرقہ اور ہر گروہ کے فرد ہوتے ہیں اور ہر شخص کو جب اخلاقی تعلیم کا درس دیا جاتا ہے تو اس میں شراب کو نجس اور شرابی کو لعنتی گردانا جاتا ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ مذہبی کتاب چاہے کسی بھی مذہب کی ہو شراب اور شرابی کو تمام سماجی برائیوں کی جڑ ظاہر کرتی ہے۔ شراب جب جسم میں داخل ہوتی ہے تو سب سے پہلے وہ انسانی دماغ کو ماؤف کر دیتی ہے۔ جس سے انسان پر نشہ کی کیفیت چھا جاتی ہے۔ اور انسان اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے۔ سماج میں رہنے کے لئے یہ انتہائی ضروری ہے کہ انسان ہر وقت اپنے ہوش و حواس قائم رکھے کیونکہ دوسری صورت میں اسے اچھے برے کی تمیز نہیں ہوتی اور وہ نشے کی حالت میں ناشائستہ اور اخلاق سے گری ہوئی حرکات کا مظاہرہ کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی بھی شخص ایسی حرکات کو پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھے گا بلکہ ایک سرے سے اس مے نوش کے وجود ہی سے چھٹکارہ پانے کی کوشش کرے گا۔

ہمارے اپنے ہی سماج میں ایسی بے شمار باتیں مشاہدہ میں آچکی ہیں اور آتی رہتی ہیں جن سے اچھے اور سلجھے ہوئے شہری مے نوشی کو برداشت نہیں کرتے۔ یہ الگ بات ہے کہ موجودہ دور میں سماج بھی حصوں میں بٹ چکی ہے۔ ہر اونچے طبقہ والے اپنے معاشرہ کو مے نوشی سے بلند مقام بخشنا چاہتے ہیں۔ یہ طبقہ کیونکہ زیادہ تر کاروباری قسم کے لوگوں سے بنتا ہے جہاں روپے پیسے کی فراوانی ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اپنے احباب کی خاطر مدارت شراب سے کرتا ہے اور سماج میں اپنے آپ کو اونچا سمجھتا ہے۔ لین دین کے معاملات میں بدیسی ملکوں سے رابطہ قائم کرنے کی غرض سے شراب کو ایک رابطہ تصور کرتا ہے۔ اور اس ملک کو بھی جہاں برائی تک معاشرہ اچھائیوں کے دائرے میں ہے، شراب نوشی کی تلقین کرتا ہے۔ خیر ابھی مان بھی لیا جائے تو کب تک۔ شراب اسی وقت تک حاصل ہو سکتی ہے جب تک کہ جیب میں پیسہ ہو اور افراط سے ہو۔ لوگ اپنی غرض سے اپنی عارضی طلب کے لئے اسی وقت تک ساتھ دیں گے جب تک کہ انھیں بغیر دام کے شراب ملتی رہے اور جیسے ہی جیب خالی ہوگی سب دوست ساتھ چھوڑ دیں گے اور وہ شخص جو اعلیٰ قسم کی ہوٹلوں میں بیٹھ کر شاہ خرچی کیا کرتا تھا بدیسی ملکوں کی عالی شراب سے معمولی قسم کی گھریلو کشید کردہ شراب پر آجائے گا۔ کیونکہ اس کے معدے اور دل و دماغ کو بغیر شراب کے کام کرنے کی عادت نہیں ہوگی۔ وہ مجبوراً بُری سے بُری کشیدہ شراب پر گذارہ کرے گا۔ اور ایسی ایسی حرکات کا محرک ہوگا جسے سماج برداشت نہیں کر پائے گا اور اس شخص کو سماجی

"... سُرخ آب کی طرف لپکنا، لال بھٹی یا سیلابی
ندی کی طرف بڑھنے سے زیادہ خطرناک ہے..."
... آخر الذکر تو صرف جسم فنا کرتے ہیں جبکہ اول الذکر
جسم اور رُوح دونوں کو تباہ کر دیتی ہے۔"

— مہاتما گاندھی

مدگی پھیلانے پر موردِ الزام قرار دے گا۔

اس بات کا احساس شرابی کو بھی ہوتا ہے کہ سماج میں اسے اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا۔ اس لئے وہ خود ہی لوگوں کا سامنا کرنے سے ہٹتا ہے اور سماجی تقریبات سے منہ موڑ لیتا ہے۔ جب انسان خود ہی اپنی سماجی ذمہ داریوں سے منہ موڑنے لگے تو زندگی میں اس کے لئے کوئی کشش باقی نہیں رہتی بلکہ وہ بذاتِ خود اپنے وجود کو سماج پر ایک بوجھ تصور کرنے لگتا ہے۔ بات یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ سماج خود ایسے آدمی کو جسم کا ایک ناکارہ حصہ سمجھ کر اسے جسم سے کاٹ کر پھینک دینا چاہتا ہے۔

ایک عام کہاوت ہے "ایک مینڈک پورے تالاب کو گندہ کر دیتا ہے"، بالکل اسی طرح اگر کسی ایک معاشرہ میں ایک شرابی ہوگا تو وہ تمام معاشرہ کو گندہ کرنے کے لئے کافی ہوگا۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ نشہ کی حالت میں ایک عام شرابی نہ صرف یہ کہ اپنے ملبوسات سے بیگانہ ہو جاتا ہے بلکہ اُسے اپنی زبان پر بھی قابو نہیں رہتا، جو جی میں آتا ہے کہتا ہے چاہے زبان سے گالیاں ہی نکل رہی ہوں مگر یہ گالیاں اس کی فہم سے بالاتر ہوتی ہیں جنھیں سُنکر ایک باہوش آدمی غصّہ سے پاگل ہو سکتا ہے۔ بدکلامی خاص طور سے سماج میں انسان کو ذلیل و خوار کر دیتی ہے، کیونکہ شرابی اپنی زبان پر نشہ کی حالت میں قادر نہیں رہتا، اسی وجہ سے ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔ اور ذلت سے پُر زندگی گذارنے کا عادی بھی!

ایک مے نوش نہ صرف یہ کہ اپنے آپ کو زندگی کی روشنیوں سے محروم کر دیتا ہے بلکہ اپنے کردار سے سماج میں اندھیرا، تعفن اور گھٹن کے بڑھنے میں مدد دیتا ہے۔ جہاں تک اس کی اپنی ذات کا تعلق ہے وہ اسے برداشت کر تا ہے مگر جب سماج کا سوال آتا ہے تو یقیناً سماج میں رہنے والے ہرگز اسے برداشت نہیں کر پاتے اور دو ہی باتوں کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ پہلی تو یہ کہ وہ اپنی شراب پینے کی عادت ترک کر دے اور اگر یہ ممکن نہیں تو سماج سے کنارہ کر لے، ان دونوں باتوں سے سماج میں پھیلنے والی بُرائیاں ختم ہو سکتی ہے۔ مگر اپنی جگہ شرابی ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک پر بھی عمل کرنے سے مجبور ہو جاتا ہے۔ نہ تو وہ شراب نوشی ہی ترک کرتا ہے اور نہ سماج سے مُنہ موڑ سکتا ہے۔ نتیجتاً سماج کو اُسے اور اُسے سماج کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ یہ سلسلہ ازل سے قائم ہے اور تاابد قائم رہے گا۔ ایک دوسرے کے مخالف ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے کے ساتھ رہنے پر مجبور ہیں اور یہ مجبوریاں ابدی ہیں اور ان سے کسی ایک کو بھی چھٹکارہ ممکن نہیں۔

کہ ناے نوش بھی سماج میں رہتا ہے، اس کا بھی گھر ہوتا ہے۔ جہاں بچے ہوتے ہیں، دوست احباب ہوتے ہیں، ان افراد کی نظروں میں مے نوش عزت نہیں پاتا۔ بیوی بچے چونکہ اس کی کمائی سے گذر اوقات کرتے ہیں مگر اس کی شراب نوشی کی عادت سے پریشان سے رہتے ہیں۔ جب صاحبِ خانہ شراب کے نشہ میں گھر میں داخل ہوتا ہے اس وقت سوائے اس کی بیوی کے گھر کے کسی فرد میں اتنی اخلاقی جرأت نہیں ہوتی کہ اس سے بات چیت کر سکے بیوی اسے سہارا دیکر بستر تک لے جاتی ہے۔ کبھی کبھی ایسے مدہوش شخص گھر میں ایک ہنگامہ کھڑا کر دیتے ہیں جس سے گھر کی فضا مکدّر ہو جاتی ہے اس سے ان پر تو کوئی اثر نہیں ہوتا مگر اڑدس پڑدس کے لوگ اس گھر کے افراد سے نفرت سی ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ یہ نفرت انگیز نگاہیں بیوی کے دل پر تیر بن کر برستی ہیں اور جب کبھی اس کی قوتِ برداشت جواب دینے لگتی ہے تو وہ خود اپنے نصیبوں کو روپیٹ کر چُپ سادھ لیتی ہے۔ ادھر بچوں کی پرورش بھی اسی سراسیمگی کے ماحول میں ہوتی ہے جس کا اثر اُن کی زندگی پر بہت بُرا پڑتا ہے۔

حکومتوں نے شراب بندی کے لئے کئی قدم اُٹھائے مگر مکمّل کامیابی آج تک حاصل نہیں ہو سکی ہے۔ شراب کی عادت ترک کرنے کے لئے قوانین کم ہی معاون ثابت ہوئے ہیں۔ ہندوستان کو اس مُضر شئے سے پاک کرنے کے لئے اشد ضرورت ہے اخلاقی تعلیم کی۔ یہ اخلاقی تعلیم گھر گھر تک پہنچانا بھی حکومت کے بس کا کام نہیں ہے۔ اس کی تمامتر ذمہ داری سماجی کارکنوں پر ہے۔ وہی اپنی قابلیت اور صلاحیت سے ایک عام آدمی کو اس سے بچانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

صفحہ ۵ سے آگے

ہمارے ملک میں زیادہ تر اموات ناقص غذا کی وجہ سے ہوتی ہیں دوسرے یہ کہ متعدی بیماریوں سے اس میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ آپ نے کہا کہ موجودہ صورت حال میں پیڈیاٹریک سرجری کی بڑی اہمیت ہے۔

پروفیسر ڈینس بلیرین نے بھی جو پیڈیاٹریک ڈاکٹروں کی تنظیم کی ورلڈ فیڈریشن کے صدر ہیں اس موقع پر تقریر کی۔

ورلڈ کانگریس کے صدر ڈاکٹر آر۔ کے گاندھی نے مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور ڈاکٹر شرمیتی ایس۔ ایس۔ دیشمکھ نے حاضرین کا شکریہ

شراب نوشی کا صحت پر اثر

ایم۔ اقبال

ریاست مہاراشٹر میں نشہ بندی کے نفاذ میں حکومت کو نرم رویہ اختیار کرنا پڑا ہے۔ اس کی اہم وجہ یہ اندیشہ ہے کہ اس معاملے میں سختی برتنے سے کئی دوسرے سماجی جرائم جنم لیں جس کے نتیجہ میں عوام کے اخلاق پر اور بُرا اثر پڑے کیونکہ لوگ شاید اپنی برسوں پُرانی پینے کی عادت پر اچانک کاری ضرب برداشت نہ کرسکیں۔

سگریٹ نوشی کو بھی اب تحریری تنبیہہ کے ساتھ منسلک کردیا گیا ہے جس میں بتایا جاتا ہے کہ سگریٹ نوشی صحت کے لئے مُضر ہے؛ اس میں کوئی شک نہیں کہ سگریٹ نوشی سے سیلانِ قلب متاثر ہوتا ہے اور پھیپھڑوں کے کینسر جیسا خطرناک مرض لاحق ہوسکتا ہے۔ برعکس اس کے شراب نوشی سے جسم کا سارا نظام یعنی بیرونی اور اندرونی اعضاء متاثر ہوتے ہیں۔

سگریٹ نوشی اور شراب نوشی میں اہم فرق یہ ہے کہ اول الذکر سے خرابیٔ صحت کے آثار زندگی میں بہت دیر بعد نظر آتے ہیں جبکہ شراب سے یہ آثار جسم میں الکحل کی مقدار کے لحاظ سے فوری طور پر معلوم ہو جاتے ہیں۔

طبّی نقطۂ نظر سے جسم میں الکحل کی زیادہ مقدار پہنچنے سے جسم کا سارا نظام متاثر ہوتا ہے۔ کم مقدار میں شراب پینے سے بامعدہ خراب ہوتا ہے۔ گیس کی شکایت پیدا ہوتی ہے۔ قے اور تشنگی محسوس ہوتی ہے۔ زیادہ مقدار میں شراب پینے سے جگر متاثر ہوتا ہے، بھوک ختم ہوجاتی ہے۔ اور تے میں خون آنے لگتا ہے جگر کے ساتھ ساتھ دورانِ قلب پر بھی اثر پڑتا ہے جس کے نتیجہ میں عارضۂ قلب کی شکایت پیدا ہوتی ہے اور پوری طرح متاثر ہونے پر جسم کی قوتِ دفاع بے حد کمزور ہوجاتی ہے جس کے نتیجہ میں مہلک بیماریاں خصوصاً تپ دق (T.B.) لاحق ہوجاتی ہے۔

" شراب اور منشیات اُن لوگوں کے اخلاق پر پانی پھیر دیتی ہے جو اس لعنت میں مبتلا ہیں ..."

" .... وہ عورتیں جن کے پتی شرابی ہیں، اچھی طرح جانتی ہیں کہ شراب اُن کے گھر کو کس طرح تباہ کرتی ہے، وہ گھر جو کبھی شانتی کا گہوارہ ہوا کرتا تھا ...."

—— مہاتما گاندھی

شراب نوشی کا سب سے خطرناک اثر نظام اعصاب پر پڑتا ہے۔ اعصاب متاثر ہونے سے دماغی کمزوری، تناؤ اور دائمی کپکپی پیدا ہوتی ہے۔ بیرونی طور پر بات چیت اور چلنے کے انداز میں مسخرا پن پیدا ہوتا ہے۔

ہاتھوں اور پیروں پر کوئی قابو نہیں رہتا اور شرابی کو یہ ہوش نہیں رہتا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ ان حالات میں یہ کوئی تعجب کی بات نہیں اگر کوئی شرابی شراب کے نشہ میں کوئی بھیانک جرم کر بیٹھے۔ نشہ میں مدہوش ڈرائیور ہمیشہ کسی حادثہ کا باعث ہوتا ہے اور اکثر حادثہ میں ملوث افراد کی موت کا ذمہ دار۔ نیشنل سیفٹی کونسل بابت ۱۹۳۸ء کی کمیٹی برائے تحقیقات کیمطابق اگر جسم میں ۱۵ء۔ فیصد الکحل موجود ہو تو یقینی طور پر یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ متعلقہ شخص نشہ میں ہے۔ الکحل کی مذکورہ مقدار عام طور سے ۶ یا ۷ اونس شراب پینے سے بن جاتی ہے۔ کمیٹی آن ڈرائیور نے بھی اس بات سے اتفاق کیا ہے کہ جسم میں ۱۵ء۔ فیصد (۱۵۰ ملی گرام فیصد) الکحل جسم میں موجود رہنے سے دماغی اور جسمانی خلل پیدا ہوتا ہے لہذا یہ مقدار قانونی کارروائی کے لئے بطور شہادت تسلیم کی جانی چاہیئے۔

بہرحال مذکورہ بالا حقائق سے اُمید ہے کہ لوگوں کے دلوں میں شراب کے خلاف کچھ احساسِ بیداری پیدا ہو جو شراب کے جام میں اپنی خوشحال اور صحت مند زندگی کو ڈبو دیتے ہیں اور جان بوجھ کر موت سے کھیلتے رہتے ہیں اور انجام کار لقمۂ اجل بن جاتے ہیں۔

●●

ہزار دل بہہ گئے اِن بوتلوں کے بند پانی میں
پیالوں میں جو ڈوبے پھر نہ اُبھرے زندگانی میں

آغا حشر کاشمیری

بقیہ "شراب کی لعنت..."

لعنت کے جاری رہنے کی ذمّہ دار ہے۔ حکومت کو چاہیئے کہ وہ ایسے افراد کے خلاف سخت تادیبی کارروائی کرے اور شرابی ملازمین کو فوری طور سے برطرف کر دے۔ اسی کے ساتھ، حکومت شراب کو ذریعہ محصول نہ سمجھے، ان اقدامات کے ساتھ فلموں، اجلاس، پروگراموں وغیرہ کے ذریعہ وسیع پیمانے پر پرپگنڈہ کیا جائے تو ہندوستان سے یہ لعنت ختم ہو سکتی ہے اور شراب کے جام صرف انگریزوں تک ہی محدود رہ سکتے ہیں جنھوں نے جاتے جاتے ہمیں یہ مہلک تحفہ دیا تھا۔

●●

حمّال پنچایت

اور حمّال جماعت کے سدھارنے میں پنچایت کے اقدام

یادونانھ تھٹے۔ ایڈیٹر "سادھنا"

حمال پنچایت' پونے شہر پونے میں بھوانی پیٹھ، گرو وار پیٹھ اور دیگر تھوک فروش مارکیٹ کے حلقوں میں قلیوں کا ایک طاقتور ادارہ ہے۔ جسے مشہور سوشل ورکر ڈاکٹر بابا آڈھو نے قائم فرمایا اور پروان چڑھایا۔

شروع شروع میں، اس پنچایت نے "حمالوں" کو مناسب حمالی دلوانے اور دوسرے حفاظتی اقدامات پر توجہ دی۔ چونکہ پنچایت کی لیڈر شپ سماجی خیالات کی حامل ہے، اس لیئے اس نے اپنی ساری توجہ صرف اس طرف رکھی کہ "حمال" اپنی گاڑھی محنت اور پسینے کی کمائی کو مناسب کاموں میں ہی صرف کریں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر بڑھائی گئی حمالی کی رقم کو صحیح مقاصد کے لیے استعمال نہ کیا جاتا تو حمالی کی شرح میں اضافہ ایک بے معنی سی بات ہوکر رہ جاتی۔ کیوں کہ محنت اور پسینے کی کمائی در حقیقت اس کے اور اس کے خاندان کے سدھار کے لیے ہی تو ہے۔ خوش حالی میں اگر مہذب زندگی کی جھلک نہ ہو تو اس سے بے راہ روی پیدا ہوتی ہے۔

پنچایت کے کارکنوں کو جب اس بات کا علم ہوا کہ "حمالی" میں اضافہ شدہ رقموں کو شراب نوشی اور مٹکا جیسے تباہی لانے والے کاموں میں صرف کیا جا رہا ہے تو انھوں نے اس برائیوں کو ختم کرنے کے لیے سوچ بچار اور اقدامات شروع کیے۔

جہالت اور عدم سہولت ان مقاصد کو حاصل کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹیں تھیں۔ اکثر یہ حمال تقدیر، توہم پرستی اور رسم و رواج کے بندھنوں میں جکڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس لیے ضروری تھا کہ حمالوں کو ان لایعنی اور تباہی کی طرف لے جانے والے کاموں سے دور رکھنے کی کوشش کی جائے۔ لہذا اس سلسلے میں حمال پنچایت نے اقدامات کا سلسلہ شروع کیا۔

کیا کوئی شخص سلیٹ اور پنسل کی مدد سے چند لکیریں بنا لینے کے بعد تعلیم یافتہ کہلا سکتا ہے۔ تعلیم کے معنی ہیں زندگی کو بہتر موڑ دینا۔ کسی ذوق سلیم رکھنے والے شخص میں یہ ذوق سلیم اس وقت تک اٹھتا ہے جب وہ اپنے طرز اور نظریۂ زندگی میں تبدیلی لائے۔ رئیہ زندگی میں تبدیلی لانے کے لیے اسے اپنے سوچنے کی صلاحیتوں کو تبدیل کرنا ہوگا۔ اسی طریقہ کار کو توسیع اور ترقی دیکر حمال پنچایت نے اپنے لیے بعض نئی راہیں متعین کیں۔

کشٹاچی بھاکری

کہا جاتا ہے کہ اچھی جسمانی حالت والے اشخاص ہی اچھی سوجھ بوجھ اور باہمت ہوا کرتے ہیں۔ لیکن جسمانی حالت خاص طور پر خوراک پر منحصر ہوتی ہے اس لیے قلیوں کو اچھی سادہ اور غذائیت سے بھرپور غذا ملنی چاہیے۔ ورنہ ان کی جسمانی طاقت قائم نہیں رہ سکتی۔ اسی بنا پر "کشٹاچی بھاکری" (محنت کشوں کی خوراک) نامی ایک باورچی خانے کی ابتدا عمل میں آئی۔ تاکہ حمالوں کو مناسب دام میں غذائیت سے بھرپور کھانا دیا جاسکے۔

غذا کی خوبی کا انحصار مزہ پر نہیں ہوتا۔ مزہ کے علاوہ دوسرے اجزا مثلاً کیلوری، پروٹین، وٹامن، معدنیاتی نمک وغیرہ وہ خاص چیزیں ہیں جن پر غذائیت کی کمی کا یا زیادتی کا انحصار ہوتا ہے۔ "کشٹاچی بھاکری" کا انتظام صرف ملازمین کرتے ہیں اور مناسب قیمت پر غذائیت سے بھرپور کھانا پیش کرتے ہیں تاکہ حمال پنچایت کے ممبران

حمال پنچایت کی عمارت

بھی اچھی ہو اور وہ خود دیکھ ریکھ کرنے کے بھی قابل ہوں۔

الوں کے اہل خاندان کی تندرستی کے لیے شفاخانہ :۔

بعدازاں حمال پنچایت نے کم سے کم قیمت پر اپنے ممبروں کو ائیاں مہیا کرنے کے لیے شفاخانہ کھولا۔ قلیوں کی بیویوں اور بچوں نے اس سہولت سے بہ خوبی فائدہ اٹھایا۔ حمالوں کے بچے ترخارش میں مبتلا رہتے تھے۔ اب وہ اس بیماری سے نجات پا چکے ں۔ علاوہ ازیں یہ تمام "حمال" جو صاف ستھری اور اچھی زندگی سے شکل واقف تھے۔ اب بیماری روک دواؤں کی اہمیت کو سمجھنے اور سوس کرنے لگے ہیں۔ ان حمالوں کی عورتیں لیڈی ڈاکٹروں سے کھل کر ت چیت کرتی ہیں۔ یہ لیڈی ڈاکٹران حمالوں کی عورتوں کو خاندانی منصوبہ ندی کے فوائد سے بھی آگاہ کرتی ہیں۔ چنانچہ اب انہوں کی عورتوں کو یہ پتا علوم ہو چکی ہے کہ میڈیکل سائنس کے ذریعہ استقرار حمل کو روکا جا سکتا ہے بکہ اگر ضرورت ہو تو ختم بھی کیا جا سکتا ہے۔ یہ عورتیں بہت ہی اشتیاق کے ساتھ اب فیملی پلاننگ کے مختلف طریقوں کو سیکھ رہی ہیں۔ "حمالوں" کے بچے عموماً چھوٹی عمر سے ہی معاش کی کوشش میں لگ جاتے ہیں۔

اس طرح وہ تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں اور اپنی پسند کی کسی بھی قسم کی تعلیم جاری نہیں رکھ سکتے۔ پھر بھی عورتیں اس بات سے بہت مطمئن ہیں کہ ان کے بچوں کی صحت کافی بہتر ہو گئی ہے۔ اور خواہ ان کے شوہر برتھ کنٹرول پر عمل درآمد نہ کریں۔ وہ خود خوشی خوشی حمل روک نرکیبیں کروا رہی ہیں۔

قانوناً "حمالوں" کو اب زائد اجرت ملنے لگی ہے۔ لیکن ان کی نصف آمدنی شراب نوشی، مٹکا اور ان جیسی دوسری لعنتوں میں برباد ہو جاتی ہے۔ شراب نوشی کی عادت کی وجہ سے ان کی پریشانیوں اور تکلیفوں کی کوئی انتہا نہیں ہوا کرتی۔ ان کی نگاہوں کے سامنے تاریک مستقبل سایہ کی طرح منڈلاتا رہتا ہے۔ حمال اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ شراب نوشی کی لت بہت ہی خراب عادت ہے جس سے زندگی تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ لیکن جیسے ہی پیسہ ہاتھ میں آتا ہے ان کے لیے شراب نوشی کی خواہش کو روکنا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے۔

عورتوں کو اس بات کا احساس ہے کہ اگر انھیں طبی سائنس کے ذریعہ کچھ مدد مل سکے تو غالباً وہ اپنے آپ کو تباہی سے بچا سکتی ہیں۔ درحقیقت اگر کوئی ۔۔۔ ایماندار شخص ان مجبوریوں کو سمجھ لے تو اس کے لیے بہتر راستہ یہی ہو سکتا ہے کہ سائنس کا سہارا لے۔

چنانچہ انھوں نے اب یہ محسوس کر لیا ہے کہ بڑھتی ہوئی آبادی کے مسائل کو سائنس کے ذریعہ کامیابی کے ساتھ حل کیا جا سکتا ہے۔ اور شادی شدہ جوڑے خود اپنے طور پر خاندانی منصوبہ بندی کو اپنا سکتے ہیں۔ ان کا یہ بھی خیال ہے کہ شراب نوشی کی عادت کو ختم کرنے کے لیے طبی اسکولوں کو چاہیے کہ کچھ طریقے سوچیں اور عام کریں۔

عورتوں نے اسی لیے لیڈی ڈاکٹروں سے ملاقاتیں کیں اور ان کو بتلایا کہ اگر ان کے شوہر شراب نوشی ترک کر دیں تو اس صورت میں بہت زیادہ فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

جب حمال پئے ہوئے ہوتے ہیں تو وہ خود سمجھتے ہیں کہ نہ "پینا" اچھا ہے۔ وہ لوگ جو صنعت و حرفت کے ذریعہ نئے نئے دولت مند بنے ہیں۔ انھوں نے شراب نوشی کو ایک فیشن کی طرح اپنا لیا ہے۔ یہ طبقہ شراب نوشی پر بے تحاشہ رقم خرچ کرتا ہے۔ لیکن حمالوں کی حالت جوں کی توں ہے۔ اس لیے کبھی بھی یہ نہیں سوچتے کہ "شراب نوشی" بری بات کیوں ہے۔

سب لوگ یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ شراب پینا بے وقوفی ہے۔ لیکن وہ اس بات کو نہیں جانتے کہ اس سے چھٹکارا کیسے حاصل کیا جائے یہ ہے وہ مقام جہاں انھیں سائنس کی مدد درکار ہے۔

شراب نوشی کی عادت چھڑانے کے لیے پنچایت کی کوششیں

اگر مریض کو نفسیاتی طور پر مدد دی جائے تو علاج بہت ہی با اثر ہو جاتا ہے۔ حمال پنچایت نے ان افراد کی مدد کرنے کا فیصلہ کیا جو شراب نوشی سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہیں گے۔ حمالوں کی عورتوں کو یہ معلوم کر کے بہت اطمینان ہوا کہ اس تباہ کرنے والی عادت کا علاج بہت آسان اور بے ضرر ہے۔ اکثر خاندانوں میں پورا آوے کا آوا بدل گیا اور حمالوں کے گھر والے خوشی و مسرت سے جھومنے لگے۔ شراب نوش حمالوں نے بھی اس بات کی اچھائی کو محسوس کیا۔ چنانچہ اب وہ بھی اس بات کے خواہش مند ہیں کہ یہ پسندیدہ ماحول ہمیشہ ہی قائم رہے۔

اب شراب نوش حمال ڈاکٹروں کے پاس جانے پر رضامند ہو جاتے ہیں۔ وہ اسپتالوں میں ڈاکٹروں کی زیر نگرانی تین دن گزارنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ تاہم اب بھی ایسے حمال ہیں جو اسپتالوں میں رہنے سے گھبراتے اور جی چراتے ہیں۔ کیوں کہ ان کے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ صرف شدید مریض ہی اسپتالوں میں داخل ہوتے ہیں۔ چند حمال آگے بڑھے اور ہمت کر کے اسپتالوں میں داخلہ لیا تو ان کی دیکھا دیکھی دوسروں کے ڈر دور ہوئے۔ ”حمالوں“ کو شراب نوشی ترک کرنے کے لیے حتی الامکان بہترین طور پر سمجھایا گیا۔

اسپتال میں تین دن تک زیر نگرانی رکھنے کے بعد ڈاکٹر ”اسپردل“ گولیوں کی تعداد اور وقت وغیرہ کا تعین کرتا ہے۔ شراب کے عادی شخص کو دن میں ۲ یا ۳ گولیاں کھانی پڑتی ہیں۔ یہ علاج تین یا چار ماہ تک جاری رہتا ہے۔ ایک اسپردل کی گولی کی قیمت ۳۵ سے ۴۰ پیسے تک ہے۔ یہ گولی شراب پر ہونے والی لاگت کی بہ نسبت بہت ہی کم ہے۔ کیوں کہ ایک شرابی، شراب پر اس سے کہیں زیادہ خرچ کرتا ہے۔ یہ گولی صبح و شام چائے کے وقت دی جاتی ہے۔ اس کی وجہ سے شراب نوش کو صبح کے وقت گولی نگل لینے کے بعد شام کے وقت شراب پینے سے کراہیت محسوس ہونے لگتی ہے۔ اور اگر غلطی سے وہ شراب پی بھی لیتا ہے تو اسے بے انتہا متلی محسوس ہوتی ہے۔

ہر قسم کی عادت، چاہے وہ شراب کی ہو یا کسی دوسری نوعیت کی، ایک نفسیاتی بیماری ہے۔ اس لیے اس کا تجزیہ کسی ماہر نفسیات کے زیر نگرانی ہی کیا جانا چاہیے۔ دوسری بھی بہت سی دوائیں ہیں۔ لیکن ان سب کو بھی ڈاکٹر کے زیر نگرانی ہی دیا جانا چاہیے۔

حمال پنچایت حمالوں کو شراب کی عادت بد سے نجات دلانے کے لیے کوشاں ہے اور وہ اسی طریقۂ علاج کو اپنا کر اپنا فرض انجام دے رہی ہے۔ امید ہے کہ رفتہ رفتہ وہ اس محاذ پر بھی اسی طرح کامیابی حاصل کر لے گی جیسا کہ اس نے خاندانی منصوبہ بندی میں حاصل کی۔ شراب نوشی سے نجات دلانا خاندانی خوش حالی کے نقطۂ نظر سے ایک نہایت ہی اہم پروگرام ہے۔

سوسائٹی میں کچھ غلط خیالات بھی رائج ہیں۔ جو بسا اوقات رکاوٹ ثابت ہوتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی شخص کو کسی ماہر نفسیات سے مشورہ لینے کے لیے کہا جاتا ہے تو وہ خیال کرتا ہے کہ اسے دیوانہ سمجھا جانے لگا ہے۔ علاوہ ازیں بعض لوگ ایسی اخباری خبروں سے بھی متاثر ہوا کرتے ہیں کہ روس میں جداگانہ سیاسی خیالات رکھنے والوں کو دماغی اصلاح گھروں میں سزا کے طور پر بھیج دیا جاتا ہے۔

جس طرح کینسر جیسی بیماری کی روک تھام بہت ہی مشکل کام

(باقی صفحہ ۳۴ پر)

”محنت کی روٹی“۔ مستورات، جوار کی روٹی پکانے میں مصروف ہیں جو کہ حمالوں کی من پسند خوراک ہے۔

"جوہر کی شاعری"

★ پروفیسر یونس اگاسکر

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے اپنی تاسیس سے لے کر انیسویں صدی کے آخر تک جتنی علمی، ادبی، سیاسی اور سماجی شخصیتوں کو جنم دیا ہے، اُن میں مولانا محمد علی جوہر کی ہستی سب سے نمایاں اور جاذبِ نظر ہے۔ ماضیِ قریب کے ممتاز ترین ہندوستانی مسلمان لیڈروں میں صرف دو شخصیتیں ایسی نظر آتی ہیں جنھیں ہم صحیح معنوں میں پہلودار جینس (VERSATILE GENIUS) کہہ سکتے ہیں۔ ایک مولانا ابوالکلام آزاد، دوسرے مولانا محمد علی جوہر۔ دونوں میں کافی مماثلتیں بھی پائی جاتی ہیں۔ دونوں صفِ اوّل کے رہنما، خوش بیان شاعر، انتہائی بے باک صحافی، اعلیٰ پایہ کے مورّخ، مفسّر اور انشاء پرداز تھے۔ 'الہلال' و 'البلاغ' اور 'کامریڈ' و 'ہمدرد' کی فائلیں اس پر گواہ ہیں۔ البتہ دونوں میں مولانا آزادؔ کا علمی مرتبہ بڑا تھا تو مولانا جوہرؔ کا شعری پایہ بلند تھا۔ جوہرؔ کی شاعری اُن کی شخصیت کا جُزوِ لاینفک ہے اور اس اعتبار سے توجہ کے قابل!

محمد علیؔ ۱۸۷۸ء میں ریاست رامپور میں پیدا ہوئے تھے۔ "یہ وہ زمانہ تھا جب گھر گھر مشاعرہ ہوتا تھا۔ داغؔ، امیرؔ، تسلیمؔ، جلالؔ، عروجؔ۔ دہلی اور لکھنؤ کے آسمان سے ٹوٹے ہوئے ستارے رام پور کے آسمان سے نور افشانی کر رہے تھے۔" محمد علی کے بڑے بھائی ذوالفقار علی بھی شاعر تھے۔ داغؔ سے شرفِ تلمذ حاصل تھا اور گوہرؔ تخلص کرتے تھے۔ محمد علی نے بھی بڑے بھائی کی دیکھا دیکھی دس برس کی عمر ہی میں شعر کہنا شروع کر دیا۔ بڑے بھائی انھیں لے کر داغؔ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ داغؔ، چھوٹے محمد علی کی ذہانت و فطانت اور چلبلے پن سے خوش ہوتے اور اکثر اصرار کرتے کہ اس بچے کو ضرور لایا کرو۔ محمد علی بھی داغؔ سے کافی ہِل گئے اور غالباً خاصے گستاخ بھی ہو چکے تھے چنانچہ اپنے ماضی کو دُہراتے ہوئے ایک خط میں اپنے مخصوص چلبلے انداز میں لکھتے ہیں:

"میں نہ صرف شعر و سخن کی گود میں پلا ہوں بلکہ اس کی توند پر کودا ہوں، اُسے ہاتھی بنا کر پیٹھ پر سوار رہا ہوں۔ غرض کوئی بے ادبی یا گستاخی باقی نہیں رہی ہے جو میں نے شعر و ادب کی شان میں نہ کی ہو۔"

گیارہ برس کی عمر میں محمد علی بڑے بھائیوں کے ہمراہ علی گڑھ روانہ کرد
گئے۔ وہاں اسکول کی پڑھائی کے دوران شعر گوئی کا مشغلہ بھی جاری
ایک مرتبہ کسی انعامی مقابلے کے لئے بھی نظم لکھی جس کے جج شبلی نعمانی
اکثر ایسا ہوتا کہ ذوالفقار علی گوہرؔ کوئی نظم لکھ دیتے اور محمد علی اپنے
سے پڑھتے۔ البتہ کالج کی طالب علمی کے زمانے میں محمد علی کے اس جوہر
چمکنے کے مواقع اور راستے ملے۔ زندہ دلانِ کالج کے ساتھ جن میں سجاد
یلدرم اور میر ولایت علی بمبوقؔ شامل تھے، محمد علی شعر و سخن کی محفلوں
بڑھ چڑھ کر حصّہ لینے لگے۔ جب انٹرنس میں تھے تو کسی رئیس کی دعو
کے شکریے میں سجاد حیدر یلدرم اور ایک اور صاحب کے ساتھ مل
ایک نظم تیار کی تھی جو کافی پسند کی گئی۔ ۱۶ اگست ۱۹۱۶ء کو لکھا گ
مکتوب اُس دور کی شعری سرگرمیوں پر خاصی روشنی ڈالتا ہے:

" وہ مُشاعرہ جسے بعدہٗ حسرتؔ (موہانی) نے رونق بخشی
ہم لوگوں کا ہی ایجاد کردہ تھا۔ چودھویں کو بیٹھک ہوا کرتا

تھا اور شمع پیش نہ کی جاتی تھی۔ کرکٹ کا لان جائے مشاعرہ تھا۔ ایک چودھویں کو بارش ہوگئی تو تین چار دن مطلع صاف ہونے کی راہ دیکھ کر یونین ہال میں کیا گیا۔ اُس وقت میں نے ایک غیر طرحی غزل میں اس شعر کا بھی اضافہ کر دیا ؎

فرشِ زمرّدیں نہیں، وہ چاندنی نہیں
لُطفِ مُشاعرہ تو گیا چودھویں کے ساتھ "

بہر طور اُن کا ذوقِ شعر گوئی پروان چڑھتا رہا اور افکارِ موزوں دل و دماغ کی خلوتوں سے نکل کر احباب کی جلوتوں میں آتے رہے۔ اگرچہ شاعری میں رسوم و قیود کے پابند نہ تھے تاہم ابتدائی اشعار میں روایتی انداز اور فرسودہ خیالات کی جھلک نظر آتی ہے اس کے باوجود طبیعت کا بانکپن اور مزاج کا چُلبلاپن ان کے طرز کو نرالا بنا دیتا ہے ؎

خوش قسمتی کے آگے جُھکایا نہ سر کبھی
اس خانماں خراب کو کتنا غرور تھا
میں تیرا گھر سمجھ کے سرِ راہ گر پڑا!
دیکھا جو آنکھ اُٹھا کے تو دروازہ دور تھا

•

یقین آنے کو تو آجائے تیرے عہد و پیماں کا
تری آنکھ اے بُتِ وعدہ شکن کچھ اور کہتی ہے
قضا کس کو نہیں آتی ہے یوں تو سب ہی مرتے ہیں
پر اس مرحوم کی بوئے کفن کچھ اور کہتی ہے!

•

عنبر کا خط ہے کہ دل ہے کسی دلدادہ کا!
کچھ تو ہے تم نے جو مُٹھی میں چُھپا رکھا ہے

•

ارادہ ہے طوافِ کعبہ کا اس آفتِ جاں کا
خدا حافظ مُسلمانو، تمہارے دین و ایماں کا
نہیں معلوم آئی تھی حیا کم بخت کو کس سے
کہ حسرت نے مرے ارمانِ دل میں آکے مُنہ ڈھانکا

اِن اشعار میں روایت کی پاسداری کے علاوہ شعر کی فنّی باریکیوں، زبان و بیان کے نکتوں پر محمد علی کی گہری نگاہ کے ثبوت جا بجا ملتے ہیں۔ داغ کے فن کا سلسلہ محمد علی تک بہ خوبی دراز ہوتا چلا گیا ہے۔

کالج چھوٹا تو ولایت کے لئے رختِ سفر باندھا۔ ذوقِ نظارۂ جمال تو موجود ہی تھا، شاہدانِ اصلی کی بھی مُہتات ہوگئی۔ علی گڑھ کے روایتی اور فرضی معشوق کو بُتِ فرنگی میں بدلتے دیر کیا لگتی لیکن طبیعت کا رجحان تو اب طاعت و زہد کی جانب ہو چکا تھا اس لئے بیل منڈھے نہ چڑھ سکی، انگلستان سے واپسی کے بعد ازدواجی زندگی اور فکرِ قوم نے شعر و شاعری سے غافل سا کر دیا۔ کبھی کبھار کچھ کہا بھی تو وہی قوم کا مرثیہ، جس کی بنا حالی ڈال گئے تھے یا پھر رسمی ستم پیشہ محبوب کے پردے میں مظالمِ فرنگ کی طرف اشارہ کرتے رہے۔ ولایت سے مراجعت کے بعد 'کامریڈ' جاری کیا تھا، اس میں سال دو سال تک دادِ تحریر دیتے رہے اور انگریزی کے عالموں سے اپنے قلم کا لوہا منواتے رہے۔ لیکن ۱۹۱۵ء میں حق گوئی و بے باکی کے 'جرم' میں "کامریڈ" بند اور محمد علی نظر بند ہو گئے۔ فکرِ روزگار سے قدرے فرصت ملی تو طبیعت شعر و سخن کی طرف مائل ہوئی۔ ابتدا میں اپنی مظلومی و بے دست و پائی کا احساس کچھ اتنا شدید تھا کہ بے اختیار نالہ و فریاد کر بیٹھے:

ہوں لاکھ نظر بند، دُعا بند نہیں ہے ؎
اللہ کے بندوں کو نہ اس طرح ستا دیکھ

محمد علی پر اس زمانے میں مذہب کا رنگ گہرا ہوتا جا رہا تھا، اس دور کی شاعری میں وہی رنگ نمایاں ہے ؎

اس طرح سے جینے میں بھی مرنے کا مزا ہے
اس سادگی پہ شوخیِ خونِ شہدا دیکھ
خوفِ غماز، عدالت کا خطر، دار کا ڈر!
ہیں جہاں اتنے وہاں خوفِ خدا اور سہی
حکمِ حاکم نہ سہی مرگِ مفاجات سے کم
مالکُ الملک پہ ایماں کی سزا اور سہی

بقول مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم "زمانہ حکومت کی اصطلاح میں نظر بندی کا تھا لیکن احکم الحاکمین کے اجلاس میں یہ وقت نظر کشائی کا قرار پایا، خوب خوب پتے کی کہنے لگے" مولانا کے قول کی تصدیق میں غالبؔ کی مشہور غزل کے مصرعے ؏

تم خداوند ہی کہلاؤ، خدا اور سہی

پر کہی ہوئی غزل کے یہ دو شعر ملاحظہ ہوں: ؎

بندگی میں تری سہتے ہی ہیں تو کی لپٹیں
چند دن کے لئے دوزخ کی ہوا اور سہی
دین و دل جا ہی چکے جان بھی جاتی ہے تو جائے
ترکشِ کفر میں اِک تیرِ قضا اور سہی!

یہ اشعار نہیں ہیں، ایک خدا پرست سپاہی کا ظلم و جور کے خلاف نشۂ وحدت میں ڈوبا ہوا اعلانِ جنگ ہے۔ بظاہر نظر بند ہیں اور انگریزوں کے غلام

لیکن ان کا جذبۂ ایمانی انھیں تخت و تاج کی اُمید بندھاتا ہے ؎

ہم تک جو دورِ جام پھر آئے تو کیا عجب
یہ بھی نہیں ہے گردشِ چرخِ کہن سے دور

اسی زمانے میں "وفا کے بعد" "قضا کے بعد" والی مشہور و معروف غزل بھی کہی گئی تھی جس کا انقلابی آہنگ اُردو کی شعری تاریخ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے: محمد علی کا رجائی نقطۂ نظر اور غزل کا اُمید پرستانہ و مجاہدانہ لب و لہجہ بھی اُردو شاعری کی قدیم روایت سے بغاوت کرتا نظر آتا ہے ؎

دَورِ حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد
ہے ابتدا ہماری تری انتہا کے بعد
تجھ سے مقابلے کی کسے تاب ہے و لے
میرا لہو بھی خوب ہے تیری حنا کے بعد
قتلِ حسینؓ اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

ذیل کے دو اشعار میں محمد علی کی اپنی جد و جہد اور نصب العین کی تاریخ و تفسیر اور توحید پرستی کا مخصوص انداز جھلکتا ہے ؎

میں کھو کے تری راہ میں سب دولتِ دنیا
سمجھا کہ کچھ اس سے بھی سوا میرے لئے ہے
توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

حق تو یہ ہے کہ مولانا محمد علی جوہرؔ کی ساری کاوشیں حصولِ خوشنودیِ خدا و رسول کے لئے تھیں۔ ان کا دردِ ملّی، اُن کی جہدِ آزادی، اُن کی شاعری، اُن کی اخبار نویسی، اُن کی دوستی، ان کی دشمنی، سب میں یہی زیریں رَو کارفرما رہا کرتی تھی۔ اُن کی ساری زندگی طویل معرکہ آرائی کی مختصر سی داستان ہے۔ حق پرستی کی راہ میں اس جانباز سپاہی کو نت نئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا بیگانے تو بیگانے، اپنوں نے بھی ساتھ چھوڑ دیا مگر مولانا کے پائے ثبات کو لغزش نہیں آئی ؎

کیا ڈر ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے

مولاناؒ کی سیاسی زندگی کی جد و جہد کا یہ حال تھا کہ ان کا ایک قدم وِلنگڈن لاج میں ہوتا تو دوسرا جیل خانے کی کوٹھری میں رہا کرتا تھا۔ وہ ۱۹۲۱ء کے اواخر میں پھر گرفتار کر لئے گئے۔ بیرونی دنیا سے تعلق منقطع ہو جانے کے بعد دو ہی مشغلے تسکینِ قلب کے رہ گئے، یادِ خدا اور مشقِ سخن۔ تلاوتِ قرآن اور سجدہ ہائے نیاز میں اس طرح ڈوب جانے لگے کہ بقولِ خود ع

"معراج کی سی حاصل سجدوں میں ہے کیفیت"

یہ نظر بندی تو نکلی ردِّ سحر!
دیدہ ہائے ہوش اب جا کر کھلے

اور دیدہ ہائے ہوش کے کھلتے ہی محمد علی جوہرؔ کی آنکھوں نے وہ جلوے دیکھے جن کے اژدہام سے بیجاپور کی کال کوٹھری بقعۂ نور بن گئی، دامنِ عقل و خرد تار تار ہو گیا، لامکاں سے بوئے قبائے دوست آنے لگی اور قیدِ تنہائی وصلِ یار میں بدل گئی ؎

یعقوب پر فضول ہوئے لوگ خندہ زن!
یاں لامکاں سے آتی ہے بوئے قبائے دوست

•

تنہائی کے سب دن ہیں، تنہائی کی سب راتیں!
اب ہونے لگیں اُن سے خلوت میں ملاقاتیں

اس دَور کے کلام پر تصوّف اور عشقِ خداوندی میں سرشاری کی کیفیت کا اثر نمایاں ہے۔

جوہرؔ کا کلام ابتدا میں مختلف طریقوں سے چھپ کر تقسیم ہوتا رہا اور اہلِ ذوق قدر دانوں اور شمعِ وحدت و حریت کے پروانوں کی تسکین کا سامان مہیا کرتا رہا۔ ۱۹۲۱ء میں جامعہ ملیہ علی گڑھ نے "عرضِ جوہر" کے نام سے اور ۱۹۲۲ء میں معمولی اضافہ کے بعد "کلامِ جوہر" کے نام سے کتابی شکل میں شائع کیا۔ وہی نسخہ کراچی سے ۱۹۵۰ء میں غالباً دوسری مرتبہ منظرِ عام پر آیا۔ اور پھر دس سال بعد تیسری مرتبہ نئی ترتیب کے ساتھ چھپ کر شائع ہوا۔ اس کے مرتّب کا دعویٰ ہے کہ سب سے صحیح ایڈیشن یہی ہے لیکن حق ہے کہ تسامحات سے پاک نہیں ہے۔

"کلامِ جوہرؔ"، کوئی طویل و ضخیم دیوان نہیں، سو دو سو صفحات کا مجموعہ ہے جس میں پچاس ساٹھ غزلیں، چار پانچ نظمیں اور کچھ متفرق شامل ہیں۔ یہ ہے جوہرؔ کا کُل اندوختۂ دل و سرمایۂ جاں۔ ان کا کلام تصنع اور تکلفات سے پاک ہے کیونکہ ان کی اپنی زندگی اس سے خالی تھی۔ بے باک صداقت اور فطری جوش و خروش پایا جاتا ہے۔ اس میں عشق کی چاشنی بھی ہے لیکن اُن کا محبوب ہندوستان کا بُتِ سیمیں بدن نہیں، ذرّے میں عشق کا جوہر بھرنے والا خلاقِ ازل ہے جو فانی نہیں، باقی ہے، ستمگر نہیں، رحمان و رحیم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جوہرؔ کا رنگِ تغزّل سوز و گداز اور والہانہ ایثار پسندی سے مملوٗ ہے، اس میں سرِ تسلیم خم کرنے اور محبوب کی محبوب رکھنے کا انداز پایا جاتا ہے۔ ذیل میں ان کے ایسے

اشعار درج کئے جاتے ہیں جن سے اُن کی غزل گوئی کا اندازہ ہو سکتا ہے ؎

جنسِ گراں تو تھی نہیں کوئی مگر یہ حال
لائے ہیں ہم بھی رونقِ بازار دیکھ کر !

•

آساں نہ تھا تقربِ شیریں تو کیا ہوا
تیشے کو کوئی رکھ نہ سکا کوہکن سے دور

•

عشق سو وہ تیرا عشق صبر طلب ہے بہت
صبر ہمارا اشعار دیکھئے کب تک رہے

•

گلہ اے دل ابھی سے کرتا ہے ؛ عشق کا دم اسی پہ بھرتا ہے

•

مہمانِ قفس کیا ترے فریاد کریں گے ؛ اتنی بھی نہ اب خاطرِ صیاد کریں گے

•

دل سے ہوتی رہتی ہیں سرگوشیاں ؛ اب یہی اک مشغلہ دن رات ہے

•

جوہر نظرتاً ظرافت پسند اور شوخ طبع انسان تھے ۔ ان کے مزاج کی یہ خصوصیات کبھی کبھی ہمارا غزل سے چھلکے بغیر نہیں رہ سکیں ؎

بعد مرنے کے اٹھے بالیں سے سب خواہان وراثت کے
جسے وہ نیم جاں سمجھے تھے اُس کو سخت جاں پایا

•

جوہر افسوس کہ زنداں میں بھی چکی نہ ملی
قید ہو کر بھی ہوں محتاج پسنہاری ہے

•

پہلو سے دل کو لے کے وہ کہتے ہیں ناز سے
کیا آئیں گھر میں آپ ہی جب میزباں نہ ہو

•

وہ اُستاد داغ کی روایت کے بھی امین تھے ، اس لئے محاورہ اور روزمرہ کے لطف سے بھی ان کا کلام خالی نہیں ہے بلکہ بعض جگہ تو داغ کی طبیعت داری کا اثر جھلکتا ہے ؎

ہے یہاں نام عشق کا لینا ؛ اپنے پیچھے بلا لگا لینا
ایک ہی جام اور یہ سرمستی ؛ ساقیا دیکھ نیں چلا لینا

•

خود ہی بیٹھے ہیں یاں تو اُٹھنے کو ؛ آ گئے دن وہ ناز اُٹھانے کے

•

قلزمِ عشق میں گرا سو گرا ؛ اس کا ڈوبا کہیں اُبھرتا ہے

•

جوہر جیسے حق پرست سپاہی کا راہِ حق میں سر کٹانے والے شہیدِ اعظم امام حسینؑ سے متاثر ہونا بالکل فطری ہے ۔ ان کی غزلوں کے جستہ جستہ اشعار سے امام حسینؑ سے اُن کے قلبی لگاؤ کا پتہ چلتا ہے ۔ انھوں نے کربلا کی تلمیح و علامت اکثر استعمال کی ہے ۔ اُن کا یہ شعر تو زبان زدِ خاص و عام ہے ؎

قتلِ حسینؑ اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

ایک غزل کی ردیف ہی کربلا ہے ۔ ایک نوحہ حسینؑ بھی کہا ہے ۔

جوہر نے نظم کو جولانیِ طبع کے لئے میدان نہیں بنایا تاہم اُن کے مجموعہ میں پانچ چھ نظمیں مل جاتی ہیں جن میں ایک تو وہی نوحہ ہے جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں ، دوسری اپنی جوان بیٹی آمنہ کی علالت کی خبر ملنے پر جیل میں کہی گئی پُر اثر نظم ہے اور تیسرا اخبار "ہمدرد" لکھنؤ کے سابق ایڈیٹر اور "کامریڈ" کے دفتر میں محمد علی کے دستِ راست غلام حسین کا مرثیہ ہے ، جو درد سے لبریز اور تاثر سے بھرپور ہے ۔ اس کے چند شعر ملاحظہ ہوں ؎

ابھی مرنا نہ تھا غلام حسین ؛ کوئی دن اور بھی جیئے ہوتے
کچھ تو انعام حق پرستی کے ؛ ہم غریبوں سے بھی لئے ہوتے
خوب کتنا بہشت کا رستہ ؛ ساتھ ہم کو بھی گر لئے ہوتے
تم تو دل بھی فگار کر کے چلے ؛ زخم ہائے جگر سیے ہوتے

آج جوہر ہیں دل کے فاش فرش
کاش کچھ اور قافیے ہوتے !

عمر کے آخری دور میں محمد علی احباب کی ناعاقبت اندیشی اور ناشکری کی وجہ سے کافی پریشان رہے ۔ عمر بھر تو ان کا یہ انداز رہا کہ ؎

کب دو رضواں سے نہیں سایۂ طوبیٰ درکار
اپنی جنت ہے یہاں چھاؤں میں تلواروں کی

لیکن اپنوں کی بیوفائی اور اضمحلالِ قویٰ نے اس دم خم کو متزلزل کر دیا ۔ ذیابیطس کی دیرینہ شکایت نے بھی زور پکڑا ۔ دل کے دورے بھی پڑنے لگے بقولِ خود ؏

" کہیں آنے کے ہیں نہ جانے کے "

۵ اپریل ۱۹۲۷ء کو تحریر کردہ ایک مکتوب میں اپنے بھائی شوکت علی کو لکھتے ہیں :

بقایا ۳۶ پر
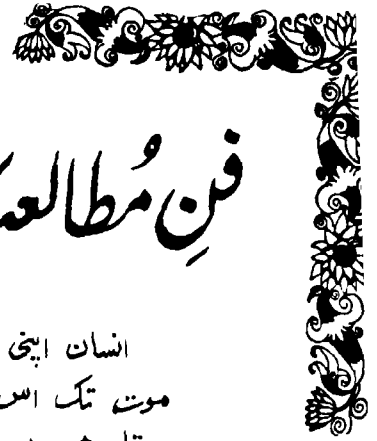
فنِ مُطالعہ کا تاریخی و تشریحی جائزہ

• پروفیسر مجید بیدار حیدرآبادی
مولانا آزاد کالج۔ اورنگ آباد

انسان اپنی زندگی میں مختلف کام انجام دیتا ہے۔ پیدائش سے لے کر موت تک اس کی مصروفیات اور مشغولیات کا سلسلہ جاری و ساری رہتا ہے۔ ہر فرد اپنی دلچسپی اور فطرت کے اعتبار سے اپنی مصروفیات کا سامان فراہم کرتا ہے۔ کوئی سیر و تفریح سے دل بہلاتا ہے۔ کوئی کتب جمع کرکے ذوق کی تسکین حاصل کرتا ہے اور کوئی تجارت یا صنعت میں خود کو مصروف رکھ کر خوشی محسوس کرتا ہے۔ دلچسپی اور مصروفیات کے یہ مختلف کام انسان کی فطرت، معقول پسندی اور مشقت کوشی کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یعنی ہر انسان جو بھی مصروفیت یا مشغلہ اختیار کرتا ہے اس کا مقصد مسرت حاصل کرنا اور خود کو مالامال کرنا ہوتا ہے۔ یہ عمل انسان کبھی دولت سے کرتا ہے، کبھی مسرت سے کرتا ہے اور کبھی مصروفیت سے کرتا ہے۔ لیکن شخصیت کو مالامال کرنے کے لئے دولت، مسرت اور مصروفیت سے زیادہ مشغلہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ انسان کی دلچسپی اور شغل جس قدر پائیدار ہوگا اسی قدر اس کی شخصیت میں نکھار پیدا ہوگا۔

انسان کی شخصیت، کردار اور عمل میں یکسوئی اور ذہن کے تاریک گوشوں کو منور کرنے کے لئے "مطالعے" کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ عام معلومات میں اضافہ کرنے اور فنی و تکنیکی معلومات حاصل کرنے کے لئے بھی 'مطالعہ' کا عمل اختیار کیا جاتا ہے۔ سائنسی، تاریخی، سماجی، مذہبی، ادبی، سیاسی اور ثقافتی ردّ و بدل اور ان کا زندگی میں عمل دخل کے علاوہ ان کی کارفرمائی سے واقفیت کے لئے بھی 'مطالعہ' کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔ انسان کے ذہنی ارتقاء، فکری تغیر، عملی تجربہ، اخلاقی سدھار، شعوری نشوونما اور کردار میں پاکیزگی کے علاوہ فطرت میں سنجیدگی اور شخصیت میں ٹھہراؤ پیدا کرنے کے لئے بھی 'مطالعہ' کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ اس اعتبار سے انسان کی ہر ضرورت کی تکمیل "مطالعہ" کے ذریعہ ہوجاتی ہے۔ اور یہ دنیا کے ہر علم و فن پر اپنی رسائی رکھتا ہے۔ مجموعی اعتبار سے مطالعہ اس لئے ضروری ہے کہ دنیا کے علوم و فنون، صنعت و حرفت، فن اور تکنیک، نیز دنیا کے دیگر تغیر و تبدلات سے آگاہی اسی کے ذریعہ ممکن ہے۔

مطالعہ کا سب سے شاندار پہلو "اضافۂ معلومات" ہے اور اسی کے ذریعہ قوموں کی ترقی و تنزلی اور ان عوامل سے واقفیت ہوسکتی ہے کہ جس کی وجہ سے کوئی قوم پستیوں کا شکار ہوئی۔ مطالعہ کے ذریعہ عروج و زوال، بلندی و پستی قوموں کے معیار اور اصولوں سے آگاہی ممکن ہے۔ اور اسی مطالعہ کے ذریعہ زمین و آسمان، تارے، سیارے، پاتال، حشرات، جانور، چرند، پرند، اور بیشتر ایسی مخلوقات کے بارے میں معلومات حاصل ہوسکتی ہیں، جو عجیب و غریب اصولِ زندگی رکھتے ہیں۔ مطالعہ اس لئے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ اسی کے ذریعہ انسان کے ذہن کی نشوونما ہوتی ہے۔

علوم باطنی اور علومِ ظاہری ہر ایک کی مثبت معلومات "مطالعہ" کے ذریعہ حاصل ہوتی ہیں۔ معلومات کو اکٹھا کرکے ذہنِ انسانی کو فکر انگیز خیالات اور جدّت پسند نظریات سے وابستہ کرنے والا آلۂ خاص مطالعہ ہی ہے اس اعتبار سے مطالعہ اہمیت رکھتا ہے کہ اس کے ذریعہ انسان کو سماجی زندگی کے اصول، اخلاق و تہذیب کے نمونے اور روایت اور بغاوت کے

از کو جانچنے اور پرکھنے کا موقع ملتا ہے۔ مطالعہ ہمہ گیریت کا آئینہ دار ہے
ر اس کے ذریعہ ہمہ گیر معاملات کی یکسوئی ہوتی ہے۔ اسی لئے مطالعہ
ہر طبقہ میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

ترقی یافتہ قوموں کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ وہ قوم کو جدید آلاتِ مطالعہ
سے مالا مال کرنے کے لئے ہر نئے اصول اور ہر نئی تکنیک کو اپناتی ہیں،
نہ مطالعہ کا ذوق عام ہو جائے اور ہر فرد مطالعہ کا شوقین ہو جائے تاکہ
ہالت اور گنوارپن کا خاتمہ ہو سکے۔ مطالعہ کے ذریعہ ہی لاعلمی اور کم
ہمی کو روکا جا سکتا ہے۔

تہذیب، اخلاق اور اصول پسندی کا پھیلاؤ بھی مطالعہ کے ذریعے
ہوتا ہے۔ انسان کی پیچیدہ فطرت میں تغیر و تبدل "مطالعہ" کی دین ہو
ہے۔ قوموں کے رکھ رکھاؤ، رہن سہن اور ارتقائی اصولوں سے واقفیت
کے ذریعہ انسان اپنی تہذیب میں اعتدال پیدا کرتا ہے۔ طبیعت میں اعتدال
رسوچ بچار میں خود اعتمادی مطالعہ کے ذریعہ آتی ہے اور مطالعہ کے
ذریعے ہی انسان نئے نئے نظریات سے واقف ہوتا اور نسل انسانی کو
نئے نظریات دیتا ہے۔

انسانی شعور کی تاریخ بھی مطالعہ سے مربوط ہے۔ ذہنی اور فکری تغیرات
کے لئے جس واسطے کو روبہ کار لایا جاتا ہے" وہ مطالعہ ہی ہے۔ ایک انسان
کی عام ذہنیت میں رفتہ رفتہ ارتقاء مطالعہ کے ذریعہ ہی ہوتا ہے۔ اور
انسان جس قدر مطالعہ سے قریب ہوتا جائے گا اسی قدر اس میں سلیقۂ
حیات پیدا ہوگا۔

قوموں کے عروج و زوال کی داستان کا ربط درحقیقت ان کے
ذوقِ مطالعہ میں کمی و زیادتی سے ہوتا ہے۔ مطالعہ سے انسان جس قدر قریب
ہو جائے گا اسی قدر اس کی ذہنی گرہیں کھلیں گی اور دنیا کی حقیقت اس
پر آشکارا ہو کر اسے دنیا سے استفادہ کرنے کی دعوت دے گی۔ اس کا
ذہن عام ذہنیت سے مختلف ہوتا جائے گا جس کی وجہ سے اس کی سوچ
سمجھ عام افراد سے منفرد اور اس کا رہن سہن، نفاست اور اصول پسندی
سے قریب ہوتے جائیں گے جس کی وجہ سے اس کی زندگی اصولی اور
باشعور ہو جائے گی۔

بیدار ذہنی اور وسیع النظری کی علامتیں بھی انسان میں مطالعہ کے
ذریعہ نمو پاتی ہیں اور انسان کی ذہنی رقابت، جھگڑالو فطرت اور غصہ زیادتی
میں کمی بھی مطالعہ کے ذریعہ ہی ہوتی ہے۔ جبر اور جلد بازی مطالعہ کرنے
والے کا ذہن طاقتور قوتِ ارادی اور بہترین منصفانہ صلاحیتیں رکھتا
ہے۔ اس کی فیصلہ کرنے کی قوت میں حقیقت اور شعور کو دخل ہوتا ہے۔

بکثرت مطالعہ کرنے والا توہمات اور غیر انسانی حرکات سے خوفزدہ نہیں
ہوتا بلکہ ان کی حقیقت تک پہنچنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔

تخلیقی صلاحیتوں کو وسیع بنانے میں مطالعہ کو بہت بڑا دخل ہوتا
ہے۔ وہ تخلیق کار کے ذہن کو نئے نئے گوشوں سے آگاہ کرتا ہے۔ اور
مسائل کو نئے نئے روپ سے سمجھنے اور سمجھانے کی صلاحیت پیدا کرتا
ہے۔ اسی لئے مطالعہ کو ترقی کے لئے ضرورت، ذہن کے لئے تسکین
اور فیصلہ کے لئے سب سے بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔

بیسویں صدی میں 'مطالعہ' کے ذوق کو بڑھانے اور عام ذہن کی
فکری صلاحیت کو اونچا کرنے کے لئے مختلف طریقے اپنائے جا رہے ہیں۔
کتب خانوں کا قیام، دارالمطالعہ کی تشکیل، مختلف معاملات پر کتب کی اشاعت
اور موضوعات اور معاملات کے منفی و مثبت پہلو سے جائزے۔ جدید ذہن
کی فکری اڑان کو بے انتہا صلاحیتوں کا حامل بنا دیا ہے۔ انسان میں مطالعہ
کے ذوق کو عام کرنے کے لئے کتابوں کو خوبصورت اور دلچسپیوں سے بھرپور
بنایا جا رہا ہے تاکہ انسان کے ذہن سے جاہلیت اور تنگ نظری کا خاتمہ
ہو سکے۔

مطالعہ نہ صرف ایک فن ہے بلکہ یہ ایک افادی عمل بھی ہے۔ زندگی کی
ضرورتوں اور مسائل کو سلجھانے کے علاوہ فکری ارتقاء کے لئے انسان کا
ذہن مطالعہ کا محتاج ہوتا ہے۔ اسی لئے مطالعہ کو دنیا کی ترقی کا مبدأ
اور انسانی ذہن کے تصورات و تخیلات کا منبع کہنا بیجا نہیں اور اس کی
فائدہ بخش صلاحیت کی وجہ سے اس کو بے تاج کا حکمراں قرار دیا
جا سکتا ہے۔

علوم و فنون کی ابتدا و ارتقاء کی تاریخ کا جائزہ جس قدر دشوار ہے اس
سے کہیں مشکل عمل مطالعہ کے آغاز کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہے
عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ تحریر کے آغاز کے ساتھ ہی مطالعہ کا آغاز
ہوا۔ لیکن یہ بتانا مشکل امر ہے کہ مطالعہ کا آغاز کس دور سے ہوا۔ تاہم
کچھ ایسی شہادتیں ملتی ہیں جس سے قیاس ہوتا ہے کہ مطالعہ کا آغاز کس
دور میں ہوا ہوگا۔

انسائیکلوپیڈیا آف امریکانا کی تیسویں جلد کے صفحہ ۲۴۹ پر مطالعہ
کے آغاز کے بارے میں مختصر سا اشارہ ملتا ہے۔

چار لاکھ سال قبل مسیح میں انسانوں کے منتشر گروہ شکار سے واپس
لوٹنے کے بعد جنگ اور جنگی افراتفری کے علاوہ، اپنی زندگی کے بارے
میں کچھ اہم معلومات کو اکٹھا کرنے لگے۔ یہ دستاویزات کے خیالات و
تصورات کی تشریح اور مقصد کی درجہ بندی کرتے تھے۔ ان کے یہ خطوط

اور دستاویزات کے دور میں پڑھے جانے لگے، اس طرح مطالعہ یا پڑھنے کا عمل ابتدائی مدارج میں داخل ہوا۔ اس وقت سے اب تک مطالعہ کا عمل جاری ہے۔ اور موجودہ دور میں مطالعہ ذہن اور باشعور انسانوں کی علامت اور ان کی بنیادی ضرورت تصور کیا جاتا ہے۔

اس طرح یہ ثابت ہوتا ہے کہ مطالعہ کا آغاز چار لاکھ سال قبل مسیح میں ہوا اور انسانوں کی قدیم تحریروں، خطوط اور دستاویزات کے مطالعہ سے "پڑھنے" کا آغاز ہوا۔ مطالعہ یا پڑھنے کے لیے انگریزی زبان میں ریڈنگ کا لفظ استعمال ہوتا ہے، جس کے معنی ہیں تخلیق کار کے خیالات کو پڑھنا۔ اس کے علاوہ مطالعہ ایک ایسا دماغی فعل ہے جس کے ذریعے مصنف کے پیش کردہ خیالات کو پڑھ کر ذہنی سکون اور فکری بلندی حاصل کی جاتی ہے۔ اس اعتبار سے مطالعہ کے معنی بڑی گہرائی کی نمائندگی کرتے ہیں۔ مطالعہ یعنی مطبوعہ تحریر اور اشاروں کو پڑھ کر اسے سمجھنا اور ان سے نتائج اخذ کرنا۔ دیگر معنی میں مطالعہ ایک ایسا فائدہ بخش عمل ہے جس کے ذریعہ الفاظ کے معنی پہنائے جاتے، مصنف کے خیالات کو سمجھ کر ان کے اظہار اور عندیہ سے واقفیت کے بعد اس کے بہتر تصورات کو زندگی سے مربوط کیا جاتا ہے۔ اس طرح مطالعہ صرف پڑھنے کا نام ہی نہیں بلکہ سمجھنے اور خیالات کو لاگو کرنے کے مفہوم کو بھی ادا کرتا ہے۔

مطالعہ کو "عمل جاریہ" کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے ذریعہ انسان کے خیالات، تفکرات اور احساسات میں تغیر و تبدل کا عمل جاری رہتا ہے۔ اسی کے مطالعہ کو ہمیشہ جاری و ساری رہتے ہوئے اثر کرنے والا عمل قرار دیا جاتا ہے۔ یعنی ایک کتاب کے مطالعہ کے بعد کوئی ضروری نہیں ہے کہ اس کے بہترین خیالات کے اثرات اسی وقت مرتب ہوں بلکہ اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ طویل عرصہ گذرنے کے بعد بھی ایک کتاب میں پیش کردہ خیالات قاری کے ذہن پر اثرات مرتب کرتے ہیں۔

اس اعتبار سے مطالعہ کی تشریح اس طرح کی جا سکتی ہے کہ مطالعہ تخلیق کار کے خیالات کی اونچ نیچ، اس کی فکر کی بڑائی، اظہار کی ضابطگی و بے ضابطگی کو بتا کر قاری کے ذہن کو سوچنے، سمجھنے اور سنجیدگی پیدا کرنے پر زور دیتا ہے جس کی وجہ سے انسانی ذہن فہم و ادراک سے ہم آہنگ ہو جاتا ہے۔

درحقیقت الفاظ ہی نظریات کے قائم کرنے میں آلات کا کام انجام دیتے ہیں اور ان الفاظ کے ذخیرے کا استعمال کتابوں میں ہوتا ہے اور ان کتابوں کے مطالعہ کے ذریعہ ہی ذخیرۂ الفاظ میں اضافہ مختلف انسانوں کے تجربات زندگی سے آشنائی اور زندگی گذارنے کے لئے منفعت بخش

اصولوں سے واقفیت ہوتی ہے اسی لئے مطالعہ کو "معلومات عامہ" کے حصول کا واحد ذریعہ تصور کیا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے ذہنوں کو سنوارنے اور فکر کو سمجھنے کے لئے مطالعہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

تاریخی اعتبار سے "مطالعہ" لاکھوں سال کی قدامت رکھتا ہے اور اس کی تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ قدیم انسان نے اپنی ضروریات زندگی سے فراغت کے بعد مطالعہ کو روا رکھا۔ لاکھوں کروڑوں سال پہلے جبکہ انسان اپنی غذا اور جسم کے ڈھانکنے کے لئے لباس کے طور پر شکار کو ضروری قرار دیتا تھا اور جانوروں کے شکار کے ذریعہ غذا اور ان کے چمڑے سے لباس کا کام لیتا تھا۔ اس دور میں ہی مطالعہ کے لئے قیمتی نوادرات اکٹھا کرنے کا آغاز ہوا۔

چار لاکھ سال قبل مسیح میں دنیا اور دنیا میں بسنے والے انسان کی زندگی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا کافی دشوار ہے لیکن ان کے کارناموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور کے انسان میں اپنے کارناموں کو محفوظ کرنے کا جذبہ پایا جاتا تھا۔ اس لحاظ سے "مطالعہ" کی تاریخ جس قدر قدیم ہے اسی قدر دستاویز کی تاریخ بھی پرانی ہے۔ دنیا میں سب سے پہلے کارناموں کو محفوظ کرنے کا تصور پیدا ہوا۔ پھر اس کے بعد کے دور میں "مطالعہ" کا رواج ہوا، یعنی مطالعہ ایک ایسا عمل ہے جس کے لئے تحریر یا دستاویز ضروری ہیں ان کے بغیر مطالعہ ناممکن ہے۔

اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف تحریر کا پڑھنا ہی مطالعہ نہیں ہے بلکہ پیچیدہ لکیروں اور بے ربط جملوں کو پڑھ کر غور و خوض کر کے نتائج اخذ کرنا بھی "مطالعہ" میں داخل ہے۔ یہی نہیں بلکہ نقوش اور اعداد کی گنتی کے مطالعہ سے بھی اس فن کی نمائندگی ہوتی ہے۔

فن تاریخ کے آغاز سے پہلے "مطالعہ" کی روایت کا پھیلنا عین ممکن ہے۔ کیونکہ یہ اندازہ ہوتا ہے کہ سب سے پہلے انسان نے غیر ارادی طور پر روا روی میں پڑھنے کا عمل جاری رکھا ہوگا، پھر رفتہ رفتہ اس کی قوت تمیز نے اسے سکھلا دیا ہوگا کہ تحریر کے مختلف انداز مختلف علوم و فنون کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اس طرح اس نے تاریخ، جغرافیہ، عمرانیات، سیاسیات اور سماجیات کے علوم کو مختلف فنون کے انداز میں پرکھنا شروع کیا۔ علوم و فنون کی درجہ بندی اور ان کے شعبوں کے بارے میں معلومات سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلے انسان نے غیر ارادی طور پر مطالعہ کو روا رکھا۔ بے مقصد پڑھتے پڑھتے اسے مقصد کی کھوج مل گئی اور پھر اس نے مقصد کے حصول کے لئے "مطالعہ" کا استعمال شروع کیا۔

بقایا ۳۶ پر
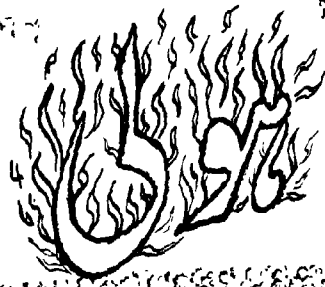
* عثمان خان

ویدک دھرم میں جن تہواروں کو اہمیت دی گئی ہے ان میں ہولی کو بھی ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ رنگ و گلال کے اس تہوار کو نہ صرف مرد عورتیں ہی مناتے ہیں بلکہ جس ذوق و شوق اور جذبے سے بچے اس تہوار کو مناتے ہیں اس کی مثال دنیا کے کسی خطے میں نہیں ملتی۔ دراصل ہولی ایک جذبۂ ایثار کی کہانی ہے جسمیں بہنیں اپنے بھائی کے لئے جان تک دینے سے دریغ نہیں کرتی ہیں۔

ہولی کا تہوار اس وقت منایا جاتا ہے جب بسنت اپنے شباب پر ہوتا ہے اور گرمی کے موسم کا آغاز ہونے لگتا ہے۔ باغوں میں رنگا رنگ پھول کھلتے ہیں اور سارے ماحول پر مستی سی چھائی ہوتی ہے۔ اس تہوار کو سارے دیش واسی مناتے ہیں اور قومی یگانگت کے حسین اور دلفریب منظر دیکھنے میں آتے ہیں۔

ہولی کے ساتھ یہ مذہبی روایت وابستہ ہے کہ ہرکش نامی ایک راجہ کی تپسیا سے خوش ہوکر بھگوان نے اسے یہ یقین دہانی کہ وہ کسی انسان کے ہاتھوں نہیں مر سکے گا۔ اس یقین دہانی سے اس راجہ میں گھمنڈ پیدا ہوگیا اور وہ خود ساختہ بھگوان بن بیٹھا۔ اس کا اپنا ہی بیٹا بھگت پرہلاد اپنے باپ کی اس دلیل سے منحرف ہوگیا۔ اور اپنے باپ کو خدا ماننے پر تیار نہیں ہوا طیش میں آکر ہرکش نے اپنے بیٹے کو سخت سزائیں دیں، اسے گرم لوہے کے ستون سے باندھ دیا۔ پرہلاد اس پر بھی زندہ رہا۔ اس نے اپنے بیٹے کی جان لینے کے دیگر حربے بھی استعمال کئے لیکن جسے خدا رکھے اُسے کون چکھے۔ پرہلاد ہر سزا کو جھیل گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ہرکش کی بہن ہولکا کو بھگوان کی طرف سے یہ تحفہ ملا تھا کہ آگ اُسے جلا نہیں سکتی۔ اس کے پاس ایک خاص چادر تھی۔ اگر وہ چادر اوڑھ لے تو آگ کے شعلے اُسے کسی قسم کا گزند نہیں پہنچا سکتے تھے۔ ہولکا نے بھی بھائی کی طرفداری کی اور پرہلاد کو گود میں بٹھا کر آگ کے شعلوں میں لود گئی، تاکہ آگ پرہلاد کو جلا کر بھسم کر دے۔ لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا، ہولکا آگ میں جل مری اور پرہلاد زندہ سلامت رہا۔ اس واقعہ کی یاد میں ہر سال یہ تہوار منایا جاتا ہے۔ ہولکا کے نام کی مناسبت سے اس تہوار کا نام 'ہولی' پڑا۔ پرانے زمانے میں اس موقع پر یگیہ ہوتے تھے لیکن موجودہ زمانہ میں رات کے وقت لکڑیوں کو جمع کر کے جلانے کی رسم رہ گئی ہے اور وہ بھی محدود پیمانے پر۔

ہولی دراصل گلال اور رنگوں کا تہوار ہے۔ اس موقع پر لوگ اپنی خوشیوں اور مسرتوں کا اظہار ایک دوسرے پر گلال پھینک کر اور رنگ پھینک کر کرتے ہیں۔ اس تہوار کی اہمیت عہدِ مغلیہ میں بھی برقرار رہی۔ اکبر بادشاہ اور بہادر شاہ ظفر اپنی رعایا کے ساتھ ہولی کھیلتے تھے اور اس موقع پر مٹھائیاں بانٹنے کا رواج ہے۔ ہولی کے دن لوگوں کے دلوں سے تمام رنجش اور عداوت دُور ہو جاتی ہے اور وہ ایک دوسرے پر رنگ کی بارش کر کے دشمنی دُور کرتے ہیں۔

عام طور پر اس بات کا یقین کر لیا گیا ہے کہ ہولی کے دن غموں سے نجات ملتی ہے۔ دشمنی، نفرت اور کدُورت کی دیواروں کو توڑ کر آپسی ہم آہنگی کی فضا پیدا کی جاتی ہے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہولی میں نفرت کے جذبات کو ہمیشہ کے لئے جلا کر راکھ بنا دیا جائے اور بسنت رُت کی طرح ہماری زندگی میں بھی خوشیوں کی نئی نئی کونپلیں کھلتی رہیں۔

(صفحہ ۲۵ سے آگے)

ہے اس لیے کہ اس کے بارے میں بھی لوگوں کے ذہن میں غلط خیال جڑ پکڑے ہوئے ہے۔ اسی طرح دماغی بیماریوں کے بارے میں بھی بعض خیالات جڑ پکڑ چکے ہیں۔

کسی بری عادت سے چھٹکارہ پانے کے لیے ایک ماہر نفسیات سے مشورہ لینا یا مشورہ لینے کے لیے جانا بھی مریض کے لیے اکثر پریشانی کا باعث بن جاتا ہے۔

علاج کے طریقوں میں ایلوپیتھی کی طرح ہومیوپیتھی، آیورویدک اور نیچر کیور بھی کارگر طریقے ہیں۔ ان طریقوں میں سے چاہے جو بھی طریقہ استعمال کیا جائے ہمارے نزدیک پسندیدہ ہے۔ بشرطیکہ اس کے ذریعہ کمزور طبقوں کو شراب نوشی کی عادت سے چھٹکارا حاصل ہو۔ اور وہ خوش حالی کی طرف قدم بڑھا سکیں۔

حمال پنچایت اپنے ممبران کو ذہنی طور پر اس بات کے لیے آمادہ کرنے کی کوشش کر رہی ہے کہ وہ اس حقیقت کو تسلیم کر لیں کہ ان کا ذہنی تعاون بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ پنچایت عوام میں بھی ان ہی خیالات کو پیدا کرنے کی کوشش میں ہے۔ اگر نئی زندگی کا آغاز کرنا ہے تو اس کے لیے مکمل انقلابی انداز میں کرنا ہوگا۔ جیسا کہ جے پرکاش نرائن نے بارہا کہا تھا۔ آدمی ہمیشہ اچھائی کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔ لیکن اس سلسلے میں بعض دفعہ اسے سوسائٹی کی مدد درکار ہوتی ہے۔ تاکہ وہ اپنے نیک مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو۔ حمال پنچایت بھی ٹھیک اسی طرح اپنے تمام وسائل کو بروئے کار لا کر ایسا ماحول پیدا کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ جو پنچایت کے اصلاحی نقطۂ نظر کے حصول میں مددگار ثابت ہو

اس مضمون کے ذریعہ مختصراً حمال پنچایت کی کوششوں پر روشنی ڈالنا مقصود ہے۔ جو حمال طبقے کی شراب نوشی جیسی بری عادت سے بچانے اور عادیوں کے طبقہ کی اصلاح کیلئے کی جا رہی ہیں تاکہ حمال صاف ستھری عادت اختیار کر لیں اور بہتر زندگی گذارنے لگیں۔

(ترجمہ :- عبداللہ)

نشہ بندی کو فروغ دینے میں عورتوں اور طلبہ کو خاص موقع حاصل ہے۔ وہ خلوص و محبت سے عادیوں پر اس طرح اثر ڈال سکتے ہیں کہ وہ اس بُری عادت کو چھوڑنے کی نصیحتوں کو سُنیں اور عمل کریں

— مہاتما گاندھی

تبصرہ

• تبصرہ نگار: حسن عباس فطرت

تلیگو افسانے

مترجم: کے. گوپال کرشنا راؤ

صفحات: ۳۵۶ • قیمت: ۱۸ روپے ۲۵ پیسے

ناشر: نیشنل بُک ٹرسٹ، انڈیا، نئی دہلی

نیشنل بُک ٹرسٹ، ہندوستانی زبانوں کے بہترین ادب کو آپس میں منتقل کرنے کا کام پچھلے کئی سال سے کر رہا ہے۔ ساہتیہ اکاڈمی کے بعد اس ادارہ کے قیام نے اس تہذیبی عمل کا دائرہ خاصہ وسیع کر دیا ہے۔ اس انتخاب میں تلیگو ادب کے ستائیس[27] نمائندہ افسانوں کو جگہ دی گئی ہے۔ لیکن قانونی دشواریوں کے باعث اس انتخاب میں کئی بہترین افسانے شامل نہیں کئے جا سکے جس کا مرتب کو افسوس ہے۔ پھر بھی اس میں لطف اندوزی کے لئے بہت کچھ ہے۔ گوپی چند کے افسانے سے اس انتخاب کی شروعات ہوتی ہے۔ اور اختتام نارل چرن جیوی کی کہانی پر ہوتا ہے یہ دونوں افسانہ نگار آندھرا کی دیہاتی کسانی زندگی کی نمائندگی کرتے ہیں۔ کتاب کے آخر میں تمام مصنفین کا مختصر تعارف بھی شامل کر دیا گیا ہے۔

تلیگو مختصر افسانہ کی تاریخ ساٹھ سال سے زائد نہیں۔ گرجاڑا اپّا راؤ کے ہاتھ سے اس کا جنم ہوا۔ لیکن اس مختصر عرصے میں کافی طولانی سفر سے گذرا ہے اور مغربی ادب کے زیر اثر ایک نیا رُوپ اپنا کر اس نے عوام کے دلوں کو موہ لیا ہے۔ شاستری، کنتھلو، نرسنگھ راؤ، ملوری، شیورام، وشواناتھ، ملّادی، سبرہمنیم شاسری اور کرن کمار نے جدید تلیگو افسانے کو زندگی بخشی اور ان کی وساطت سے طرز بیان، موضوع اور زبان کے لحاظ سے اس میں غیر معمولی تبدیلیاں آئی ہیں اور تلیگو کہانی پہلے سے کہیں زیادہ وسیع و بھر پور ہو چکی ہے اور آج اسے قومی و بین الاقوامی زبانوں کی کہانیوں کے مقابلے میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ یہاں ہر دس سال میں تکنیک و مواد میں تبدیلی ہوتی رہی ہے۔

اس انتخاب میں شامل ہر کہانی اپنی ارضیت، ابداع، عصریت، پلاٹ پر قدرت اور کینوس کی وسعت کا نمونہ ہے اور افسانہ نگار کے گہرے مشاہدے، شدّتِ احساس و دلی لگاؤ نے ان میں تھرتھراہٹ پیدا کر دی ہے۔ تکنیک و موضوع کے اعتبار سے اس میں تنوع اور رنگارنگی ملتی ہے۔ جنسی موضوعات کو جنسی کہانی بنانے کے لئے نہیں بلکہ لطیف و دلکش احساسات کو اُبھارنے اور دلوں کے مصنوعی غلافوں کو چاک کرنے کے لئے اپنایا گیا ہے۔ بعض کہانیوں کا اسلوبِ نگارش بہت متجسسانہ اور مسحور کن ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اُردو کا موجودہ قاری کسی افسانے کے عنوان کو دیکھ کر ورق پلٹ دے لیکن اگر اسے پڑھنا شروع کرے گا تو پھر ختم کئے بغیر نہیں رہ سکتا، خواہ زبان سے واہ نہ نکلے مگر دماغ ضرور متاثر ہو گا۔ مثلاً اٹھارویں کہانی کا عنوان ہے "نیولے کی کہانی" یہ صرف کسی نیولے کی دلچسپ کہانی ہی نہیں بلکہ اوّل تا آخر اس میں رحم دلی و شقاوت کے درمیان مصنف نے بڑی خوبصورتی سے ایک خط فاصل کھینچا ہوا ہے اور جو اختتام پر اپنے عُروج کو پہنچ جاتا ہے۔

شری چلم کی کہانی "دوشن گُن" ایک کامیاب فکر و فن کا نمونہ ہے۔ اس میں عورتوں کی سماجی حیثیت پر ہمدردانہ غور و فکر ہے۔ چلم کا فن عورت کا پرستار ہے اور وہ ان پر کوئی معمولی تکلیف دیکھ کر تڑپ اُٹھتا ہے۔ جنس کی بنیاد پر ایک عورت' اذیت کا جس طرح شکار بنتی ہے اس کی وضاحت بہت موثر و خوبصورت انداز میں کی گئی ہے۔

"ناؤ کا سفر" ایک اذیت کوش عاشق سے ایک عورت کے جذباتی لگاؤ کی نفسیاتی تصویر ہے اس کہانی کے مطالعہ کے دوران ایسا لگتا ہے کہ ہم خود بھی ناؤ کی چھت پر لیٹے ہوئے دریا کا سفر کر رہے ہیں۔

زیادہ افسانے دیہی سماج میں پیدا ہونے والے انفرادی و اجتماعی حوادث سے تعلق رکھتے ہیں اور شہری زندگی کی نمائندگی کم ہے لیکن مجموعی طور پر ان کے موضوعات اخلاق انسانی کی وہ قدریں ہیں جن میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ متوسط طبقے کے عام مسائل فطری انداز میں پیش کئے گئے ہیں۔ نوجوانوں کے عشقیہ انداز سے لے کر طبقاتی آویزش سبھی کو موضوع بنایا گیا ہے۔

جدید تلیگو افسانے کے فروغ میں خواتین کا لائق توجہ حصہ ہے۔ اس انتخاب میں جانکی رانی کا "پھر چلے بارات میں" بڑھتے تنہائی کا درد، محرومیت ایک عورت کی خواہش کی تکمیل نہ ہو اور زندگی میں وہی عالم تنہائی باقی رہ جائے۔ اس جذبے کو جس نزاکت سے کہانی کے رُوپ میں بیان کیا گیا ہے اس کے لئے ایک عورت ہی کا قلم درکار تھا۔

"شب بخیر" نیند کی ترسی ہوئی گھریلو عورت کی خود کلامی ہے اس میں ایک عورت نے اپنی زندگی کا پیدائش سے لے کر اب تک ایک انوکھے ڈھنگ سے جائزہ لیا ہے۔ اسے پڑھ کر چھایا دیوی کے فن کا لوہا ماننا پڑتا ہے۔

اُردو کے جدید افسانہ نگاروں کے یہاں موضوع کی یکسانی اور قحط سے اُکتائے ہوئے لوگوں کے لئے تلیگو افسانوں کا یہ انتخاب بہت خوش کُن ہوگا معلوم ہوتا ہے کہ ان افسانہ نگاروں کے یہاں مطالعہ و مشاہدہ دونوں کی افراط ہے اور نفسیات انسانی پر ان کی گہری نظر ہے۔ فنی گرفت اتنی مضبوط ہے کہ بعض کہانیوں میں کہی باتوں سے اَن کہی باتیں زیادہ دلکش محسوس ہوتی ہیں۔

کتابت بہت عمدہ و صحیح ہے حروف واضح ہیں طباعت اچھی ہے۔ کاغذ معمولی ہے پھر بھی اس کا احساس کم ہوتا ہے۔ تجریدی افسانہ اس میں ایک بھی نہیں البتہ علامتوں کا استعمال کہیں کہیں بڑی خوبصورتی سے کیا گیا ہے۔

صفحہ ۲۹ سے آگے

"دو تین لڑکوں کو پڑھا کر پچاس ساٹھ رُوپے ماہوار کما لیا کروں گا امجدی اور لڑکیاں کپڑا سی کر ستّر اسّی پیدا کر لیں گی۔ اُن کو بھی پڑھاتا رہوں گا اور مسجد کے ایک گوشے میں بیٹھ کر قرآن کریم و حدیث شریف پڑھوں گا اور کوئی میرے خیالات سُننا چاہے اُسے سُنا دیا کروں گا۔"

لیکن اس شکستہ دلی اور ناتوانی کے باوجود محمد علی جھکے نہیں تھے۔ گول میز کانفرنس میں قسمت آزمائی کے لئے روانہ ہوئے تو اسٹریچر پر لاد کر جہاز پر سوار کرایا گیا۔ خاکستر میں جو چنگاریاں دبی ہوئی تھیں — انگلستان پہنچتے ہی اعلان کر دیا —"

"آزادی لینے آیا ہوں، یا تو آزادی لے کر جاؤں گا یا اپنی جان اس سرزمین پر دے کر ..."

خدا نے اپنے عاشق کی لاج رکھ لی۔ تقریر کے فوراً بعد سخت بیمار ہو گئے اور دو تین روز زیرِ علاج رہ کر ۵ جنوری ۱۹۳۱ء کو صبح کے وقت اپنے شفیق بھائی اور وفادار بیوی کی گود میں دم توڑ دیا۔

بہارِ خونِ شہادت دکھا گئے جوہر
خزاں میں اور ہے رنگِ شباب دیکھو تو

صفحہ ۳۲ سے آگے

قدیم تحریروں میں کئی علوم ایک ہی فن کے طور پر مستعمل دیکھے گئے ہیں جیسے ارسطو کے نظریۂ اخلاقیات، سیاسیات اور فنِ شاعری کا اظہار ایک ہی نشست میں ہوتا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ قدیم انسان نے علوم کے درمیان فرق روا نہیں رکھا بلکہ مختلف علوم کو ایک مرکز سے مربوط کیا، یہی وجہ ہے کہ قدیم کتابوں میں متعدد علوم کی نمائندگی ایک ہی تحریر کردہ کتاب کے ذریعہ ہوتی ہے۔

تحریر اور مطالعہ میں گہرا ربط ہے۔ تحریریں، ہندسوں، اعداد، نقوش، لکیروں اور بے ربط جملوں میں بھی ہوں گی تو یہ مطالعہ کے لئے گہرائی کا پتہ دیں گی۔ آج کے انسان کی منجملہ ترقی تحریروں کو پڑھ کر اپنی معراج کو پہنچی ہے اس اعتبار سے تحریر پر سرسری نگاہ ڈالنے سے کامیابی نہیں ملتی بلکہ اس کا گہرائی سے جائزہ ہی تحریر کے اندر پوشیدہ راز کو افشا کرتا ہے۔ اور یہی تحریر کو گہرائی سے پڑھ کر اس کے راز کو جاننا "مطالعہ" ہے۔

تاریخی طور پر تشریح کرتے ہوئے محققین اور آثارِ قدیمہ کے ماہرین یہ مانتے ہیں کہ قدیم زمانے میں مطالعہ کا فن بیان اور وعظ و پند کے ذریعے ترقی پاتا رہا۔ لوگ کسی بزرگ کی تقریر سُن کر عمل کرتے اور جب فنِ تحریر کی ایجاد ہوئی تو لاکھوں میں ایک آدھ آدمی کو خدا نے کتاب لکھنے کی صلاحیت دی لیکن طباعت اور کاغذ کی عدم دستیابی کی وجہ سے اسے ایک مخصوص طبقہ ہی پڑھتا اور سمجھتا رہا۔ مطالعہ کا عام ذوق کاغذ کی ایجاد اور چھپائی کے عام ہونے کے بعد ہی شروع ہوا۔ اس سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ تاریخی اعتبار سے 'مطالعہ' قدیم ہونے کے باوجود ترقی کے میدان میں وہ کاغذ کی صنعت اور چھپائی کے فن کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑے رہا۔ اس طرح 'فنِ مطالعہ' کی تاریخ چودھویں صدی سے آگے بڑھتی ہے جب کہ چھپائی کے فن کا آغاز ہوا۔ یہیں سے مطالعے کے پھیلاؤ کا عام چلن ہونے لگا۔

شغلِ مے نوشی ہے خراب، نہ پی!
یہ ہے اِک مستقل عذاب، نہ پی!
مسئلوں سے فرار؟ ـ ناممکن!
خود کو دھوکہ نہ دے، شراب نہ پی۔

بہانہ

کوئی دانہ نہیں ہے کھانے کو
گھر میں فاقہ ہے پورے دو دن سے

مادھوی رو رہی ہے قسمت کو
بلبلاتے ہیں بھوک سے بچے

اس کا شوہر نشے میں دُھت ہو کر
گھر میں آیا ہے آدھی رات گئے

'پاسکل' کا گلابی اڈّہ بھی
روز ہی راستے میں پڑتا ہے

مادھوی دیکھتی ہے اُسکی طرف
سہمی سہمی اُداس نظروں سے

چیخ پڑتا ہے "تم ہی بتلاؤ
دکھ سہوں کب تلک غریبی کے؟

راستے ہی میں مجھ کو لوٹ لیا:
میرے بے رحم سود خواروں نے

میرے خوابوں کا رنگ مت چھینو
غم بھلانے کو تھوڑی پی لی ہے"

جانتا ہے کہ جھوٹ بکتا ہوں
روز پھر بھی بہانے کرتا ہے،

کاش اُس کو، کوئی چھڑا سکتا،
خود فریبی کی اس غلامی سے!

* مختار
۱۷۵-اے۔ موتی شاہ روڈ
خلافت کمپاؤنڈ۔ بمبئی ۲۷

ہولی

• یونس عابدی
سمریا داں بازار ضلع بستی (یوپی)

رنگ برنگی ہولی آئی
جھوم اُٹھے ہم جولی!
آئی رنگ بھری ہولی

آنچل بھیگے پگڑی بھیگی
بھیگے تن من سارے
گورے گورے تن پر برسے
رنگوں کے فوّارے!
ہردے میں رس کی مدرا گھولے
پیاری پیاری بولی
آئی رنگ بھری ہولی

رادھا ناچے موہن ناچے
ناچے گوکل سارا!
پچکاری کی لہر پہ جھوما
پیارا دیش ہمارا!
رنگ برنگے آنچل بھیگے
بھیگی ساری چولی
آئی رنگ بھری ہولی

دیکھو خوشی میں پاؤں نہ بہکے
ہر غنچہ یہ کہہ دے کلی سے
اپنے چمن میں کھل کے مہکے
پھول کے لاکھوں رنگ ہوں لیکن
ایک مہک ہو پیار کی سب کی
کر لو یہیں سے پیار کی بھگتی!
جھوم رہی ہے مستوں کی ٹولی
آئی رنگ بھری ہولی

رنگ بھری شام

مہدی پرتاپگڈھی
معرفت ایگزیکٹو انجینئر، اریگیشن ڈویژن، پرتاپگڈھ (یو۔پی)

آیا پھاگن، لی دوشیزۂ فطرت نے انگڑائی
فصلوں پر آئی ہے جوانی، مہک اُٹھی امرائی!
تھاپ پڑی مردنگ پہ، کر گئے بنسی کے سُر جادو
پاؤں تھرک اُٹھے گوری کے، ناچ اُٹھی انگنائی

•

چھلکا رنگ، اُٹھی پچکاری، فضا ہوئی گلنار
شام ہوئی گلرنگ، قبائے وقت سحر آثار
گیتوں کو مل گئی زباں، نغمات کا دریا جاگا
گاؤں کی دوشیزہ راہوں پر پائلیں ہیں بیدار

•

رشکِ سحر بنتی جاتی ہے، رنگ بھری یہ شام
اس کی رعنائی کے صدقے، عیش و طرب ہیں عام
حق گوئی پرہلاد کی ٹھہری موجبِ فضلُ اللہ
سارے عالم پر ہوتا ہے، فطرت کا اکرام

•

رنگوں کی برسات میں ڈوبا، دردِ غمِ حیات
رامش و نغمہ کی لایا ہے آج کا دن سوغات
مہکے بدن، شفق گوں عارض، اور نشیلی شام
مشکل ہو گیا دل پر قابو، مچل اُٹھے جذبات

میں خوشحال ہوں

(مراٹھی کے عظیم شاعر سنت تکڑوجی مہاراج کی نظم 'या झोपडीत माझ्या' کا منظوم ترجمہ)

• عطاء الرحمٰن طارق
۹/۹۴ فاطمہ بائی بنگلہ، کے. کے روڈ، جیکب سرکل، بمبئی ۴۰۰۰۱۱

قصرِ شاہی میں نہیں مل پایا یک گونہ سکوں !
لے گیا تھا کھینچ کر شاید مجھے میرا جنوں !
پھر بھلا سکھ چین کا حقدار میں ہوتا بھی کیوں ؟
سُکھ مِلا اِس جھونپڑی میں، ہاں میں اب خوشحال ہوں

فرشِ خاکی پر دراز استراحت ہو کے میں
دیکھتا ہوں ماہ و انجم آسماں میں کھو کے میں
حمد کرتا ہوں خدا کی جاگ کر کے سو کے میں
سُکھ مِلا اس جھونپڑی میں ہاں میں اب خوشحال ہوں

مخملیں قالین غالیچے ہیں محلوں کے لئے
شمعیں، قندیلیں سجی ہیں رنگ برنگے ہیں دیئے
اِن سے کیا ہوگا بھلا، انسان کو سُکھ چاہیئے ؟
سُکھ مِلا اس جھونپڑی میں، ہاں میں اب خوش حال ہوں

پاسبانی وہ کریں، یا وہ رکھیں تیکھی نظر
مال و زر لٹنے کا اندیشہ ہو جن کو یا ہو ڈر !
ہے کھُلا میرا یہ در اور میں ہوں بے خوف و خطر
سُکھ ملا اس جھونپڑی میں، ہاں میں اب خوش حال ہوں !

آئیں گے گر آپ تو آنکھیں مجسم منتظر
جا رہے ہیں، "جائیے" ہے آپ کی مرضی اگر
ہر کسی کے واسطے، ہر پل کھُلا ہے میرا - در
سُکھ ملا اس جھونپڑی میں، ہاں میں اب خوش حال ہوں

مجھ کو حاصل ماں کی ممتا، باپ کا سا پیار ہے
اس زمیں کے ذرّے ذرّے میں مرا اسنسار ہے
میری خوش بختی ملائک میں وجہِ تکرار ہے
سُکھ ملا اس جھونپڑی میں، ہاں میں اب خوش حال ہوں

جی راج

دوہرے

• وفا راشدی
۱۵۲۵ - رسول آباد کالونی، احمد آباد - ۳۸۰۰۲۸

اپنے رچائے کھیل پر، کس نے دیا ہے دھیان
گھٹتی بڑھتی چھاؤں کو کیا دیکھے دِنمان

بابا اپنے آپ کو پہلے تو پہچان
کون سرشٹی کار ہے ہو جائیگا گیان

انت کہہ کر آج کو، کل کی ہنسی اُڑائے
تیری ایسی بات پر، مجھ کو رونا آئے

کس کو سہارا دے کوئی، کس سے کرے بیوہار
اُپکار کے بدلے آجکل، ملتا ہے اَپکار

منزل تو ہے سامنے، بٹا ہوا ہے دھیان
پیچ و خم میں راہ کی بھٹک گیا انسان

غزل

• طرفہ قریشی
مومن پورہ۔ ناگپور ۱۸

کرم، کرم ہے مجھے امتیاز ہو کہ نہ ہو
ترا تبسّمِ لبِ دل گداز ہو کہ نہ ہو

مجاز عکسِ حقیقت ہے آگہی کی قسم
حقیقت آئینہ دارِ مجاز ہو کہ نہ ہو

دلِ غریب تو یوں بھی ہے لائقِ تعزیر
اسیرِ حلقۂ زلفِ دراز ہو کہ نہ ہو

ہمیں تو رکھنی ہے اپنے دلِ گداز کی لاج
ترا شباب محبت نواز ہو کہ نہ ہو

میں اپنی انجمنِ شوق گرم رکھوں گا
یہ سوزِ دل مرا مرہونِ ساز ہو کہ نہ ہو

مری جبیں کو ترے آستاں سے نسبت ہے
پسندِ خاطرِ اہلِ نیاز ہو کہ نہ ہو !

وہ سامنے رہیں سجدے میں ہو جبینِ نیاز
نماز اپنی بطرزِ نماز ہو کہ نہ ہو

دلِ غریب تو اپنے عمل کو جاری رکھ
تری فغاں کے اثر میں گداز ہو کہ نہ ہو

غزل تو کہنے کا دعویٰ ہے سب کو اے طرفہ
خیال و فکر میں سوز و گداز ہو کہ نہ ہو

غریبی

• آدم نصرت
۴۰۲۔ چیتنا، جے۔ پی روڈ
اندھیری (ویسٹ) بمبئی ۵۸ ۴۰۰۰

جبر کے دلِ زخمی پہ لگاتی ہے غریبی
دُکھتا ہوا دل اور دُکھاتی ہے غریبی
پردا دلِ انساں سے اُٹھاتی ہے غریبی
ظالم ہے، بڑا ظلم یہ ڈھاتی ہے غریبی

لگ جاتی ہے ٹھوکر تو سنبھل جاتا ہے انساں
موسم کی طرح آپ بدل جاتا ہے انساں
طوفانِ حوادث سے نکل جاتا ہے انساں
انساں کو یوں راس بھی آتی ہے غریبی

کیا چیز غریبی ہے امارت کو دکھا دے
ٹھوکر تو ذرا دولتِ دنیا کو لگا دے
جھکتا نہیں نخوت سے جو سر اُس کو جھکا دے
جس وقت کہ سر اپنا اُٹھاتی ہے غریبی !

مٹی میں ملا دیتی ہے یہ شانِ تکبّر
کس خوبی سے ڈھا دیتی ایوانِ تکبّر
کوسوں نظر آتا نہیں شیطانِ تکبّر
وہ ضربِ تکبّر پہ لگاتی ہے غریبی

کہتے ہیں غریبی جسے انسان کا دل ہے
یہ روح کا مرکز ہے، یہ ایمان کا دل ہے
یہ گنجِ سعادت ہے، یہ عرفان کا دل ہے
اللہ سے بندے کو ملاتی ہے غریبی

یوں آدمی ہو جاتا ہے حیران و پریشاں
سینے سے نکل پڑتا ہے باہر غمِ پنہاں
کچھ اور چمک اُٹھتا ہے پھر گوہرِ ایماں
جب دامنِ بے داغ سجاتی ہے غریبی

یہ موم کے پُتلے کو بنا دیتی ہے آہن
پارس ہے یہ انساں کو بنا دیتی ہے کندن
محراب تصرف میں بنا لیتی ہے مسکن
جینے کے نئے ڈھنگ سکھاتی ہے غریبی

• محمد سحر خضر

۳۸۸. ایم. ایچ. بی کالونی،
آگرہ روڈ، مالیگاؤں (ضلع ناسک)

نہ فکرِ سود، نہ اندیشۂ زیاں دیکھا
ضمیرِ حق نے رُخِ مصلحت کہاں دیکھا؟

وہ دشتِ کرب و بلا ہو کہ نیل کی لہریں!
فضائے دہر نے باطل کو بے نشاں دیکھا

بچو غرور کی آندھی سے ہم نہ کہتے تھے
بکھر گیا گلِ ہستی جہاں تہاں دیکھا؟

گواہ آتشِ نمرود و چاہِ کنعاں ہیں
الم نصیب کو دنیا نے کامراں دیکھا

حسین خوابوں کی تعبیر دیکھ لی ہم نے
دیارِ گلشنِ ہستی دھواں دھواں دیکھا

خرد نہ پا سکی یوسف کی پاک دامانی
جنوں بکھیر گیا کیسی دھجیاں دیکھا؟

بڑھا یا درد نے یوں حوصلہ خضر دل کا!
مصیبتوں نے سدا عزم کو جواں دیکھا

• قمر اعظمی

بُھسا دل

بڑھ کے چومے قدم آگہی نے
جب دیا ساتھ دیوانگی نے

پی لئے اشکِ غم جب خوشی نے
ایک انگڑائی لی زندگی نے

شادمانی کا ماتم نہ ہوتا
غم کو سمجھا نہیں آدمی نے

رحم آتا ہے جہلِ خرد پر
پھونک ڈالے ہیں گھر روشنی نے

دشمنی یار پر خندہ زن ہے
گُل کھلائے ہیں وہ دوستی نے

بچ گیا ان دنوں جو اجل سے
مار ڈالا اُسے زندگی نے

اے قمر شعریت خود ہے شاہد
تجھ کو اپنا لیا شاعری نے

• فاروق نازکی

دور درشن، سرینگر (کشمیر)

شبِ فراق کو اندیشۂ سحر ہوتا!
کسی کی زُلف کا قصّہ بھی مختصر ہوتا

ستارہ وار رہیں بند سے کہی آنکھیں
خود اپنے آپ سے یوں کوئی بیخبر ہوتا

مری حیات مری ذات کے بیاباں میں
میرا ہی نقشِ قدم میرا ہم سفر ہوتا

مرے وجود میں کتنے وجود پنہاں تھے
کسی بھی موڑ پہ احساس ہی اگر ہوتا

مرے قریب کوئی پا شکستہ کیوں رُکتا
میں سنگِ میل نہیں سنگِ رہگذر ہوتا

میں اپنے آپ سے ہارا اگر نہیں ہوتا
کوئی بھی داؤ تمھارا نہ کارگر ہوتا

• کامل چاندپوری

ارمان مرے اشکوں میں ڈھل کیوں نہیں جاتے
کانٹے سے کھٹکتے ہیں نکل کیوں نہیں جاتے

ٹھہرا ہوا پانی ہو تو جم جاتی ہے کائی
طوفان کی موجوں میں بدل کیوں نہیں جاتے

کر دیں نہ کہیں دفن یہ فرسودہ روایات
بوسیدہ عمارت سے نکل کیوں نہیں جاتے

ہے زور اگر ہم میں تو ہم جھرنوں کی مانند
سنگلاخ چٹانوں سے ابل کیوں نہیں جاتے

پوچھوں کبھی مل جائیں اگر شیخ و برہمن
رسّی کی طرح جل گئے بل کیوں نہیں جاتے

کمزور کو ملتا نہیں دنیا میں سہارا!
کب تک یونہی بھٹکو گے سنبھل کیوں نہیں جاتے

جب اس گلِ رعنا نے بلایا ہے تو کامل
کہہ کر کوئی نمکین غزل کیوں نہیں جاتے

طلحہ طابش - پرتاپگڈھ (یوپی)

جانے کس طرح شب و روز بسر میں نے کئے
جانے کس طور سے بیتا ہے یہ گذرا ہوا سال
دیر سے سوچ کے ساگر میں ہوں میں ڈوبا ہوا
میں نئے سال کا کس طرح کروں استقبال

سال جو گذرا ہے مت پوچھو وہ کیسے گذرا!
اس کی روداد بیاں کرنی تو مشکل ہوگی
مجھ پہ افکار و مصائب کا وہ یلغار، نہ پوچھ
کیا نئے سال کے پاس اُن کی بھی منزل ہوگی

مہرباں ہو نہ سکے مجھ پہ گذشتہ شب و روز
درد کی آگ میں جلتے ہوئے دن گذرا ہے
کون جانے مجھے راس آئے نہ آئے نئی صبح
اب نئے سال کی آمد پہ بھی جی ڈرتا ہے

مجھ کو راس آ نہ سکا کوئی سکوں کا لمحہ
طور جینے کا مرے جانئے اب کیا ہوگا
کتنے ناسوروں کو مر مر کے چھپایا تھا مگر
کچھ نئے زخموں کا اب اور اضافہ ہوگا

جس کو حاصل ہو مسرت وہ منائے خوشیاں
اور نئے سال کی آمد پہ چراغاں کر لے!
تیرگی ٹھہری ہو جس کا بھی مقدر تابش
نور سے کیسے بھلا اپنا وہ دامن بھر لے

• حضور سہسوانی
راز منزل -
سہسوان - بدایوں (یو۔پی)

ہمارا ذکر اُن کی داستاں میں
انوکھی بات ہو جیسے جہاں میں

مرے ہی دل میں وہ پوشیدہ نکلا
جسے ڈھونڈا گیا کون و مکاں میں

ہمیشہ داستانِ دل ہماری
بیاں ہوگی محبت کی زباں میں

قدم لے گی یقیناً اس کے منزل
جو شامل ہے ہمارے کارواں میں

وہ خوشبو کی طرح دل میں بسا ہے
نہ آئے گا کسی کے جو گماں میں

جبیں جھکنے لگی ہے خود بخود
کشش کتنی ہے اُن کے آستاں میں

لٹا بیٹھے ہیں دل اب حشر ہو کے
اُلجھنے کیوں بھلا سود و زیاں

حضور اردو کا ادنیٰ تر ہوں
مگر شامل تو ہوں اہلِ زباں

• زاہد الہ آبادی

۱۳۵ - شجاعت گنج، کانپور

لمیدِ بے وفائیٔ دُنیا نہ کیجئے
ں طرح اپنے آپ کو رسوا نہ کیجئے

ترکِ تعلقات گوارا سہی مگر
ترکِ تعلقات کا چرچا نہ کیجئے

ِسم تو کہہ رہا ہے ضروری ہے شغلِ جام
یہ یہ کہہ رہی ہے ایسا نہ کیجئے

شکل اپنی دیکھنے کو ترس جائیے گا آپ
آئینہ توڑنے کا ارادا نہ کیجئے

ر آستاں پہ حضرتِ زاہد جھکا کے سر
بنی جبینِ شوق کو رسوا نہ کیجئے

• بسنت کمار بسنت

۳۹ ٹیڑھی بازار، رکاب گنج، لکھنؤ

ذہن و خرد کو دامِ ہوس سے رہا کرے
مسجد میں جا کے پھر کوئی یادِ خدا کرے

پہلے نگاہِ لطف سے عہدِ وفا کرے
پھر جتنا جی میں آئے وہ جور و جفا کرے

جل کر بجھا کرے کبھی بجھ کر جلا کرے
کیسا شمعِ آرزو یہ تماشہ کیا کرے

ہنس ہنس کے چوٹ کھائیے فطرت ہے عشق کی
اے کاش یوں کوئی ستم ناروا کرے

گمراہ جو ہوں اُن کو رہِ حق پہ کھینچ لائے
رہبر کا کام کاش مرا نقشِ پا کرے

فرقت میں زُلفِ یار کی خوشبو چُرا کے لائے
یوں چھیڑ چھاڑ مجھ سے نہ بادِ صبا کرے

شکوہ تباہیوں کا کرے کیوں کوئی بسنت
رہزن کو راہِ عشق میں جب رہنما کرے

• تنویر عالم جلگانوی

طبیہ کالج، بمبئی ۸

سراب ہے کہ سمندر یہ چھانو لے سائے!
فریب دیتے ہیں پیاسوں کو دوغلے سائے

یقین ہے کوئی سورج ضرور اُبھرے گا
اُلجھ پڑے ہیں اندھیروں سے باؤلے سائے

فصیلِ جسم گرے گی پتہ نہ تھا ہم کو!
گریں گے اپنے ہی سایوں پہ کھوکھلے سائے

یہاں بھی کم تو نہیں ہے تمازتِ حالات
یہاں بھی ڈھونڈ نکالیں گے دل جلے سائے

نظر کے سامنے پھیلا ہے سُرمئی منظر!
لپٹ نہ جائیں اندھیرے سے منچلے سائے

کوئی کتاب اُٹھاؤ، کوئی رسالہ پڑھو
کہاں کہاں نہ مری آنکھ سے ڈھلے سائے

یہ اندھے بہرے، یہ گونگے سہی مگر تنویر
یہ کم نہیں کہ مرے ساتھ ہی چلے سائے

خبریں ۔ تصویروں میں

گورنر مہاراشٹر شری صادق علی نے ۲۶ فروری کو ایرانڈیا آڈیٹوریم میں "سیاحت کے سماجی و معاشی پہلو" کے عنوان پر منعقدہ اجلاس کا افتتاح فرمایا۔ زیر نظر تصویر میں شری جے۔ بی پٹنائک، مرکزی وزیر سیاحت بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

ڈاکٹر نارائن مینن، ایگزیکٹیو ڈائرکٹر، نیشنل ڈرامہ سینٹر، بمبئی، ۲۳ جنوری ۱۹۸۰ء کو جہانگیر آرٹ گیلری میں بیسویں ریاستی آرٹ نمائش (پیشہ ورانہ) کا افتتاح فرما رہے ہیں آپ کے بائیں طرف، صدر جلسہ شری ایس۔ ایس ٹینیکر، سکریٹری، تعلیم بھی تشریف فرما ہیں۔

اس سال ۵۲ سالہ شری منوہر شنکر بھاکر پولس ہیڈ کانسٹبل، جلگاؤں، کو ان کی اعلیٰ کارگذاری پر "صدر پولس میڈل" عطا کیا گیا۔ حال ہی میں ڈسٹرکٹ انفارمیشن سینٹر، جلگاؤں میں منعقدہ تقریب میں شری ایچ۔ کے دیش پانڈے چیف ایگزیکیٹو افسر ضلع پریشد، جلگاؤں نے اس اعزاز پر انھیں ہدیۂ مبارکباد پیش کیا۔ یہ اسی موقع کی تصویر ہے۔

ایک کھادی و دیہی صنعتی نمائش،
پاؤنار، ضلع وردھا میں حال ہی
میں منعقد کی گئی تھی.
زیر نظر تصویر میں اچاریہ ونوبا بھاوے
جنھوں نے اس نمائش کا افتتاح
کیا" شرکاء اجلاس سے خطاب
فرما رہے ہیں. اجلاس کی صدارت
ممتاز سرودیہ رہنما دادا دھرمادھیکاری
نے کی جو اچاریہ ونوبا بھاوے کے
داہنی طرف (کمرے کی طرف پشت
کئے) بیٹھے ہیں.

پونے کے سات پرجوش نوجوان جنھوں نے
سائیکل پر ملک کے تاریخی مقامات کی سیر
کے لئے دورہ شروع کیا ہے، ۲۳ جنوری کو
دہلی پہنچے. حکومت مہاراشٹر کے کمشنر آفس
اور مہاراشٹر انفارمیشن سینٹر دونوں نے مشترکہ
طور پر مذکورہ نوجوانوں کی ہمت افزائی کیلئے
ایک استقبالیہ ترتیب دیا اس موقع پر حاضر
پانچ نوجوانوں کے نام اس طرح ہیں (بائیں سے
دائیں) شری رگھوبیر مورے، شری شنکر منکر،
شری بجرنگ ساسانے، شری ونایک کھاکم،
اور رویندر رہجیب.

انجمن ترقی اردو (شاخ بمبئی) کی جانب سے
انٹر کالیجیٹ تقریری مقابلہ یکم فروری ۱۹۸۰ء
کو مہاراشٹر کالج، بمبئی میں زیر صدارت
جناب مصطفےٰ فقیہہ منعقد ہوا. زیر نظر تصویر میں
پروفیسر یونس اگاسکر، پروفیسر جاوید خاں،
شری مصطفےٰ فقیہہ، مائک پر شری ظہیر عباس
رضوی، جنھوں نے جج کے فرائض انجام دیئے
اور خیابان پبلی کیشنز کی طرف سے انعامات دیئے
خصوصی مہمان تھے جناب فضیل جعفری.

ریاستی خبریں

بین الریاستی مال برداری کے لئے پرمٹ

ٹرانسپورٹ کمشنر بمبئی، ایسے پبلک کیریئر پرمٹ رکھنے والوں سے درخواست طلب کرتا ہے جو کہ مہاراشٹر اور مدھیہ پردیش کے مابین مال برداری کیلئے دونوں ریاستوں کے درمیان باہمی ٹرانسپورٹ معاہدے کے تحت مدھیہ پردیش میں گاڑی چلانے کی خاطر کاؤنٹر دستخط حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ درخواست کنندہ کے لئے مہاراشٹر کا باشندہ ہونا ضروری ہے۔ نیز وہ مہاراشٹر کے کسی بھی ریجنل ٹرانسپورٹ اتھارٹی سے ابتدائی پبلک کیریئر پرمٹ رکھتا ہو۔

مندرج جاتیوں، مندرج قبیلوں اور معاشی طور پر پسماندہ طبقات کیلئے آسامیوں کے تحفظ کا تناسب بالترتیب ٪ ۱۳، ٪ ۷ اور ٪ ۶ ۴ فیصد ہوگا ایسا درخواست کنندہ جس کی خاندانی آمدنی ۴,۸۰۰ سالانہ سے گاڑی خریدتے وقت کم تھی، جواب اس کاؤنٹر دستخط کے لئے درخواست کر سکتا ہے۔ ایسے معاشی طور پر پسماندہ طبقات میں شمار کیا جائے گا، لیکن اس کے لئے خاندانی آمدنی کی محدودکی سند تحصیلدار / میٹرو پولیٹن مجسٹریٹ سے حاصل کر کے درخواست کے ساتھ دینی ہوگی۔ دوسری شرائط سب کے لئے ایک سی ہیں۔

فوقیت ان ڈرائیوروں کو دی جائے گی جنکے پاس مدھیہ پردیش اور مہاراشٹر کے مابین گاڑی چلانے کا مستند لائسنس ہوگا یا جو محض ایک ہی ٹرک کے مالک ہوں گے۔ اور جو کہ پہلے سے دوسری ریاستوں کے کاؤنٹر دستخط، زونل پرمٹ، نیشنل پرمٹ نہیں رکھتے ہوں گے۔ اس کے علاوہ ایسے افراد کو بھی فوقیت دی جائے گی جو کہ یکم جنوری ۱۹۷۳ء سے ۳۱ر دسمبر ۱۹۷۹ء کے درمیان مہاراشٹر اور مدھیہ پردیش کے مابین گاڑی چلانے کا تجربہ عارضی پرمٹوں پر اس مدت کے دوران رکھتے ہوں۔

اگر ایسے درخواست کنندہ جو کہ کاؤنٹر دستخط کے لئے مساوی طور پر اہل ہیں تو اس صورت میں اس شخص کو فوقیت دی جائے گی جسے یکم جنوری ۱۹۷۹ء سے پہلے زیادہ عارضی پرمٹ دیئے گئے ہوں گے۔ لہذا درخواست کرنیوالے افراد کو چاہیئے کہ وہ یکم جنوری سے قبل کے عارضی پرمٹ پیش کریں، اگر ان کے پاس ہوں تو درخواست کے ساتھ افیڈوٹ بھیجنا ضروری ہیں۔

درخواست فارم ٹرانسپورٹ کمشنر کے دفتر واقع بمبئی اور متعلقہ علاقوں کے ریجنل ٹرانسپورٹ افسران کے دفاتر، اسسٹنٹ ریجنل ٹرانسپورٹ افسران کے دفاتر سے یکم مارچ ۱۹۸۰ء سے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

درخواستیں ڈاک کے ذریعہ یا ذاتی طور پر جا کر یا رجسٹرڈ پوسٹ کے ذریعہ ٹرانسپورٹ کمشنر پہلا منزلہ متل چیمبرس نریمان پوائنٹ، بمبئی ۴۰۰۰۲۱ کے پتہ پر ۳۱ر مارچ ۱۹۸۰ء تک بھیجی جا سکتی ہیں۔

ضلع چندر پور کی نشہ بندی پروپیگنڈہ مشنری، کی جانب سے وسیع پیمانے پر شروع کی گئی نشہ بندی تحریک کے سلسلہ میں نیتا جی نگر میں اطباء، وکلاء اور سرکاری عہدیداران کا ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ ناگپور کے شری وامن راؤ گواڈے، اعزازی آرگنائیزر، جلسہ کے اختتام پر سامعین سے خطاب فرما رہے ہیں (بائیں جانب) بچوں اور سرپرستوں کے ایک پروگرام میں بچے ایک آئیٹم پیش کر رہے ہیں۔

مراٹھی ناٹیہ سمیلن

روپاریل کالج، بمبئی میں ۲۳ رفروری کو ایک تین روزہ ڈائمنڈ جوبلی مراٹھی ناٹیہ سمیلن منعقد کیا گیا۔ سمیلن کی صدارت مشہور گلوکار اداکار شری چھوٹا گندھروالنے کی۔ موصوف کی صدارت اس لئے بھی اہم تھی کہ سال "۱۹۸۰ء" مراٹھی میوزیکل تھیٹر کے صد سالہ جشن کے طور پر منایا جا رہا ہے۔ اس پروگرام میں سمپوزیم اور ڈراموں کے مشہور گیت بھی پیش کئے گئے۔

شری پی۔ ایل دیشپانڈے، ممتاز مراٹھی صحافی۔ استقبالیہ کمیٹی کے چیرمین تھے اور مشہور صنعت کار شری بی۔ ایم گوگاٹے، آرگنائزنگ کمیٹی کے صدر تھے۔

ممتاز انڈونیشی خواتین رہنما ہند میں

حال ہی میں انڈونیشیا کی تین ممتاز خواتین رہنما مسز سیتی دھائناح، سجاہریر رکن قومی کمیشن برائے دفاعِ نسواں داہلیہ اول وزیر اعظم، جمہوریہ انڈونیشیا، مسز برورح برید، صدر، انڈونیشین مسلم ویمن آرگنائزیشن "آسیہ"، مسز گیڈ ونگ بیگوس اوکا، لکچرار انگلش اُدیانا اسٹیٹ یونیورسٹی، بالی اور سابق رکن پارلیمنٹ نیز پیروکار مہاتما گاندھی فاؤنڈیشن۔ بالی شانتی سینا، ہندوستان تشریف لائی تھیں۔ ان خواتین نے یہاں روحانی آزادی کے لئے خواتین کی یاترا کے سلسلہ میں بین الاقوامی خواتین کانفرنس میں شرکت کی، جو مہاراشٹر میں وردھا ضلع کے مقام "پاؤنار" میں ۳۰ر دسمبر ۱۹۷۹ء سے یکم جنوری ۱۹۸۰ء تک منعقد ہوئی تھی۔ اس تحریک کے بانی اچاریہ ونوبا بھاوے ہیں۔

ان ممتاز انڈونیشی خواتین کے اعزاز میں میجر نیوز ایجنسی، بمبئی کی جانب سے ۴ر جنوری ۱۹۸۰ء کو انڈونیشی قونصل خانہ، بمبئی میں استقبالیہ دیا گیا۔ رسمی تعارف کے بعد ان خواتین رہنماؤں نے انڈونیشیا میں ۵۰ سالہ تحریک نسواں اور اپنے تجربات پر روشنی ڈالی۔ اس تحریک کی بدولت آج دنیا میں سب سے بڑی مسلم آبادی والے ملک انڈونیشیا میں دستور کی رو سے خواتین کو مردوں کے برابر حقوق حاصل ہیں اور وہ زندگی کے ہر شعبہ میں خوشحالی کی راہ پر گامزن ہیں۔

اس استقبالیہ کے موقع پر لی گئی زیر نظر تصویر میں بائیں سے دائیں مسز راحت عارف، مسز برورح برید، صدر انڈونیشین مسلم ویمن آرگنائزیشن 'آسیہ'۔ مسز سجاہریر، رکن قومی کمیشن، مسز ارشد، اہلیہ انڈونیشی قونصل بمبئی مسز گیڈ ونگ بیگوس اوکا، سابق رکن انڈونیشی پارلیمنٹ اور پیروکار مہاتما گاندھی فاؤنڈیشن اور مس ہیما نائر، فیمینا، بمبئی۔

قارئین کی رائے

★ مشتاق جلیلی
۶۔ اُوشا کنج، جوہو روڈ، جوہو۔ بمبئی ۴۰۰۰۴۹

'قومی راج' کے خاص نمبر واقعی خصوصیت کے حامل ہوتے ہیں خصوصاً بین الاقوامی بچوں کا سال ۱۹۷۹ء کے اختتام پر خصوصی نمبر شائع کرکے آپ نے ایک بہت اہم کام انجام دیا ہے۔ 'قومی راج' کے پڑھنے والوں کی معلومات میں یقیناً ایک اضافہ ہے۔ اس ایک چھوٹے سے پرچے میں یقیناً ایک بہت بڑی دنیا سمٹی ہوئی نظر آرہی ہے۔ خوبصورت ٹائیٹل کے دیکھنے سے ہی پتہ چلتا ہے کہ اس کے اندر کتنا حسن چھپا ہوا ہے اور یہی کشش مجھے بھی اکسا رہی ہے کہ میں بھی کسی بہانے آپ کی اس بزم میں شریک ہو جاؤں۔

خدا کرے 'قومی راج' روز بروز ترقی کرے اور اس کا راج دلوں تک پھیلتا جائے۔

●

★ مُصطفےٰ مومن
ریڈینس ہومیو کلینک، دصی پور، بھولی روڈ۔ دھنباد

'راج بھاشا نمبر' ہر لحاظ سے معیاری اور متنوع ہے۔ 'قومی راج' ترتیب و تزئین کے لحاظ سے بھی انفرادی حیثیت رکھتا ہے۔ خدا کرے ایسے ہی ہمیشہ نکلتا رہے۔

●

★ شان بھارتی۔ ڈاکخانہ: سجوا، دھنباد

صوبہ مہاراشٹر کی تیز گامی کا حال پڑھ کر خوشی ہوئی۔ دو صفحات پر مشتمل شعری حصّہ لائقِ صد آفریں ہے۔ خصوصاً مہدی پرتاپگڑھی اور محبوب راہی کی غزلیں حاصلِ شمارہ ثابت ہوئیں۔

●

★ احمد علی (بی. اے)
۲۰۵/۱۴۱، کٹ گھر، الہ آباد (یو۔پی)

قومی راج (اردو) کا 'جنگلی جانور نمبر' سال گذشتہ کے خصوصی شمارہ کے مقابلے میں خوب تر ہے۔ سرورق دیکھ کر تجسس کا جذبہ پیدا ہوا جس نے مقناطیسی کشش رکھی تھی جس کی وجہ سے شروع سے آخیر تک مطالعہ کیا۔ اور کوئی بے ربطی کا شائبہ نہیں محسوس کیا درند، پرند و چرند سے متعلق مضامین معلومات میں اضافہ کرنے کے ساتھ ساتھ جانداری رکھتے ہیں۔

اس خصوصی شمارہ کے لئے آپ و نیز اہلِ قلم حضرات دلی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اس سلسلہ میں قارئین اور عاشقانِ اردو سے میری مخلصانہ اپیل ہے کہ 'قومی راج' کی توسیعِ اشاعت میں اپنا تعاون عطا کرکے اس جریدۂ اردو کی حسنِ زیبائش میں اضافہ کرتے رہیں۔ اور اس کے مستقبل کو سنواریں۔

●

★ حبیب راحت حباب
۱۱۔ اِملی پورہ اسٹریٹ ۲، کھنڈوہ (ایم۔پی)

قومی راج کا 'یومِ آزادی' تو واقعی آپ نے خوب نکالا ہے۔ ادھر حلقۂ اعزا و اقربا میں اس نمبر کے چرچے ہیں۔ آپ کی محنت و کاوشیں لائقِ تحسین و آفریں ہیں۔ اور ان کی داد نہ دینا کفرانِ نعمت ہوگا۔ بہت بہت مبارکباد۔

جناب سکندر علی وجد، مہدی پرتاپگڑھی اور جلیل ساز کی منظومات بہرنوع امتیازی حیثیت کی حامل ہیں، متاثر کن ہیں۔ سرورق کی مصوری بہت خوب ہے۔ مصور کو مبارکباد۔

●

★ تحریر انجم
معرفت 'اشتراک'۔ قاضی پور خورد، گورکھپور (یو۔پی)

سالِ گذشتہ (۱۹۷۹) کو 'بین الاقوامی سالِ اطفال' قرار دیا تھا۔ ہمارے دیش میں تو جھونپڑی میں رہنے والے عوام کو اس کا احساس بھی نہیں ہوا ہوگا۔ بہرحال بچوں کی نفسیات کے متعلق آپ نے مفید معلومات فراہم کی ہیں وہ قابلِ تحسین ہیں۔ 'اردو میں بچوں کا ادب' بہت پسند آیا۔

'قومی راج' کتابت، طباعت، ترتیب و تزئین ہر لحاظ سے قابلِ ستائش ہے، ہاں ادبی مضامین میں کچھ اور اضافہ کریں تو بہتر

●

اِمسال نئی دہلی میں یوم جمہوریہ کی پریڈ کے موقع پر مہاراشٹر کی جانب سے 'کولی ناچ' کا
نمونہ پیش کیا گیا جس میں شادی کی رسومات کی جھلکیاں پیش کی گئی تھیں۔ یہ دونوں تصاویر
اسی موقع کی ہیں۔
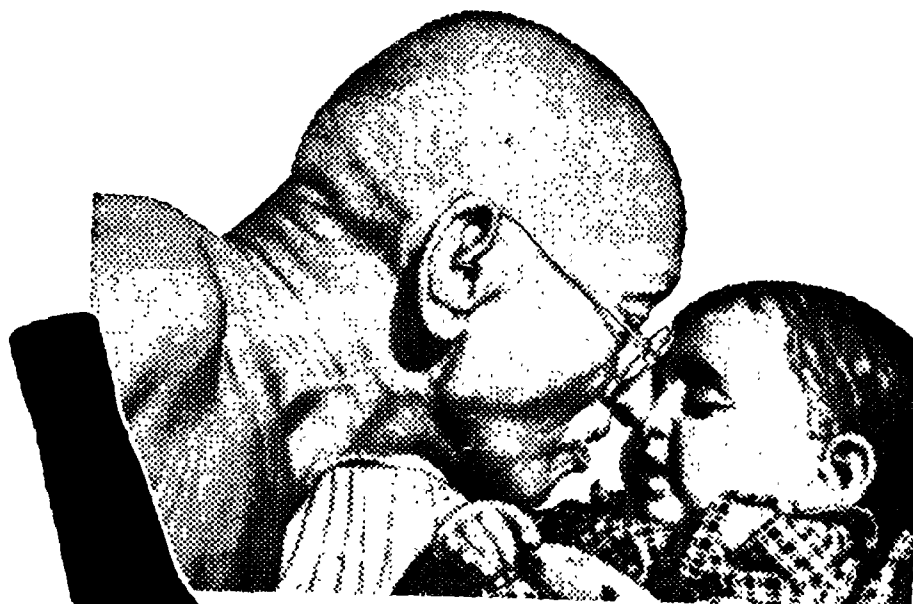
QAUMIRAJ: Regd. No. MH-BY South-544
Licence No. 89 for without prepayment of postage

موہن ماٹل، چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲ نے گورنمنٹ سینٹرل پریس، بمبئی ۴۰۰۰۰۴ میں چھپوا کر شائع کیا

۲۵ مارچ ۱۹۸۰ء
MARCH 25, 1980
قیمت: ۵۰ پیسے

مہاراشٹر کھادی اور ویلیج صنعتی بورڈ کی جانب
سے کاریگروں کے لئے ضمانت روزگار اسکیم
شروع کی گئی ہے۔ اس اسکیم کے تحت کاریگروں
مثلاً کمہاروں کو کل وقتی روزگار فراہم کیا جاتا ہے
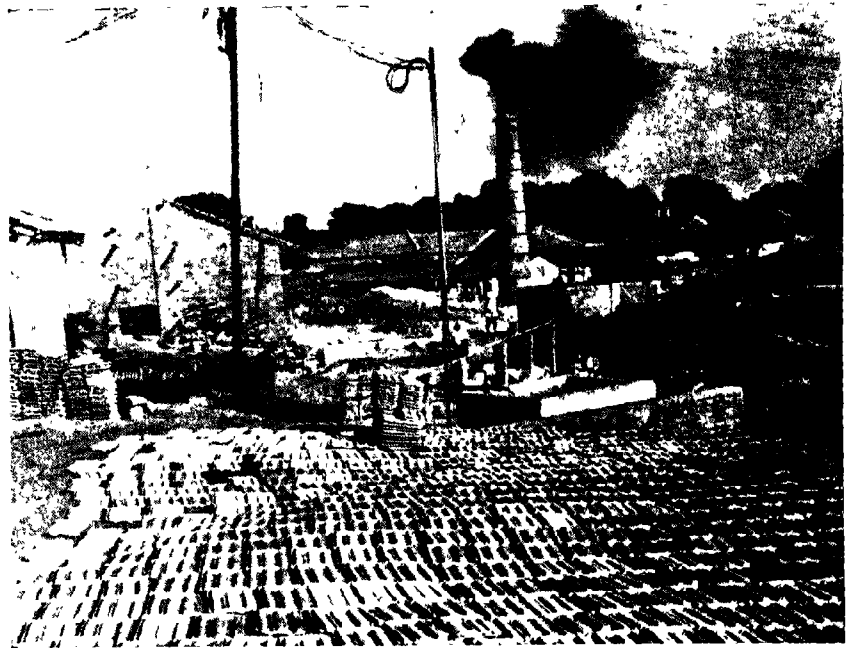
اینٹ اور منگلور ٹائیل کے کارخانے خاص
طور پر چندرپور، بھنڈارہ، ناگپور اور کولہاپور
اضلاع میں قائم ہیں۔ تقریباً ۲۶,۰۶۹ افراد اس
صنعت سے وابستہ ہیں اور ان کارخانوں میں
سالانہ ۱۰۱ء۲۷ لاکھ روپے مالیت کا مال تیار
کیا جاتا ہے۔

چندرپور اور بھنڈارہ اضلاع میں بید اور
بانس کی صنعت کو کافی فروغ حاصل ہے۔

جلد ۷ ؛ ۲۵ مارچ ۱۹۸۰ء ؛ شمارہ ۶
ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے
سالانہ: دس روپے فی پرچہ: پچاس پیسے

نگراں: خواجہ عبدالغفور (آئی۔ اے۔ ایس)

ترتیب

صفحہ نمبر

چیف ایڈیٹر: ایم۔ ایشور راج ماتھر
ایڈیٹر: ریاض احمد خاں
سب ایڈیٹر: عبدالوحید خاں جامعی

قارئین کی رائے

★ **عفت موہانی**

سیتارام پیٹھ، حیدرآباد ۱۲ (اے۔پی)

'قومی راج' برابر موصول ہو رہا ہے۔ عرصہ سے خط لکھنے کا ارادہ تھا مگر پورا نہ ہو سکا۔ پچھلے دو چار منفرد اور مفید پرچے دیکھ کر صبر نہ کر سکی آپ کے عام نمبر ہی اتنے معلوماتی ہوتے ہیں لیکن جو خاص نمبر کسی موضوع پر ہوتے ہیں ان کی تو آب و تاب اور افادیت ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ ہر ورق معلومات کا خزانہ ہے۔ 'قومی راج' کے پڑھنے ہی سے پتہ چلتا ہے کہ مہاراشٹر کے گوشے گوشے میں کیا ہو رہا ہے اور سماجی، معاشی و فلاحی ترقیوں نے کتنے آسمانوں کو چھو لیا ہے...... جنگلی جانور نمبر اس عرصہ میں دو ملے۔ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ بہترین معلوماتی تھے۔ خاص کر شیر کی سماجی زندگی اور کوّے' بہت پسند آئے۔ ہم روزمرّہ کی زندگی میں خاص و عام ہر طرح کی چیزوں سے روشناس ہوتے ہیں لیکن جب تک ان کی صراحت نہ کی جائے ان سے کماحقہٗ واقفیت نہیں ہوتی، 'قومی راج' ہماری زندگی کے ہر شعبہ کی صراحت و تشریح کرتا ہے۔ یہ ملک اور قوم کی بیش بہا خدمت ہے جو کبھی فراموش نہیں کی جا سکتی۔ مزید برآں پرچہ کے مضامین، غزلیں، نظمیں اور تصویری معلومات بھی نہایت جامع، پُرکشش اور سنجیدہ ہوتی ہیں۔ میری خدا سے دعا ہے کہ "قومی راج" دن بدن زیادہ سے زیادہ ترقی کرے۔

★

★ **ڈاکٹر نایاب لکھنوی**

۲۴۸۰۴۹، ساتویں لین، نیا پورہ، مالیگاؤں (ناشک) ۴۲۳۲۰۳

"قومی راج" کا تازہ شمارہ ایک عالمگیر موضوع "بین الاقوامی بچوں کا سال" کے سلسلہ میں خصوصی اشاعت کی صورت میں نظر نواز ہوا۔ بچوں کے تعلق سے ضروری تصاویر اور مضامین نظم و نثر دیکھ کر انتہائی مسرّت ہوئی۔ اس خصوصی نمبر کے ساتھ 'قومی راج' کے کتنے ہی خصوصی نمبروں کی یاد ذہن میں اُبھر آئی۔ مثلاً اقبال نمبر، لوک ناٹیک نمبر، راج بھاشا نمبر، خاص کر جانوروں کے تحفّظ کا نمبر، گویا ۱۹۷۹ء کا سال 'قومی راج' کے نمبروں کا سال رہا۔ ان خصوصی اشاعتوں کے سلسلہ میں نثر و نظم کی فراہمی اور اس کو سلیقہ مندی سے ترتیب دینے میں ادارہ نے جس کاوش اور وسیع النظری سے کام لیا ہے وہ ہر اعتبار سے لائقِ ستائش ہے۔ مضمون "راج بھاشا" جس کو ریاض احمد خاں صاحب نے "مختصر تاریخ" کا عنوان دیا ہے، اپنی مثال آپ ہے، اس کے علاوہ غزلوں اور نظموں کے متعلق تو منظوم مکتوب پیش کر ہی چکا ہوں۔

★

★ **عبدالستار بیدری**

بیگم پیٹھ، سولاپور، ۴۱۳۰۰۱

۱۰ دسمبر ۱۹۷۹ء کا 'قومی راج' نظر نواز ہوا، دیکھنے کے بعد دل باغ باغ ہوا۔ 'قومی راج' کا یہ شمارہ بھی مجھے بے حد پسند آیا۔ صحیح معنوں میں ایک سال سے 'قومی راج' کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ دل چاہتا ہے کہ کاش 'قومی راج' ہفت روزہ ہوتا۔ اس سے پہلے بھی میں نے جنگلی جانور نمبر ۸، پایا تھا۔ قومی راج کی تعریف کرنا گویا سورج کو آئینہ دکھانا ہوگا۔ میں حکومت مہاراشٹر کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

★

★ **محمد زبیر احمد**

جامع مسجد دیسائی گنج (وارسا) ضلع چندرپور، ۴۴۱۲۰۷

'قومی راج' کے لئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ؎

اس ذرّہ کو رہتی ہے وسعت کی ہوس ہر دم
یہ ذرّہ نہیں شاید، سمٹا ہوا صحرا ہے

قابلِ قدر اور قابلِ مبارکباد ہیں وہ تمام صاحبان جو اپنی تمام ترکاوش بروئے کار لاکر اس پرچہ کو قارئین کرام کے دلوں میں لازوال مقام پر کرنے کا باعث بنے، جس کے نتیجہ میں یہ ہر خاص و عام کا مرکز نگاہ بنتا جا رہا ہے۔

۱۹۷۹ء کا آخری شمارہ جو "بین الاقوامی بچوں کا سال" خصوصی شمارہ تھا، کافی پسند آیا۔ جناب اختر محمود نے اپنی نظم میں عصرِ حاضر کے بچوں کی عکاسی بہت خوبصورت پیرائے میں کی۔ اس سے قبل اکتوبر ۱۹۷۹ء کا شمارہ 'لوک ناٹیک نمبر' میں جناب عبدالرؤف ثاقب نے اپنی نظم میں آنجہانی جے پرکاش نارائن کی مکمل تصویر کھینچی ہے، اس کے لئے وہ قابلِ ستائش ہیں۔

آخر میں دعا ہے کہ 'قومی راج' اسی طرح کامیابی و کامرانی کی منازل طے کرتا رہے۔ یقیناً تاریخ کا مورّخ ضرور اس کے کام اور روشن کردار کو تاریخ کی پیشانی پر جگہ دے گا۔ اُمید ہے اس کی شان دن بدن دوبالا ہوتی جائے گی اور یہ مقبولیت کا سورج بن کر چمکے گا۔

★

دیہی بیروزگاری کے مسئلہ کا حل ایک نیا زاویہ
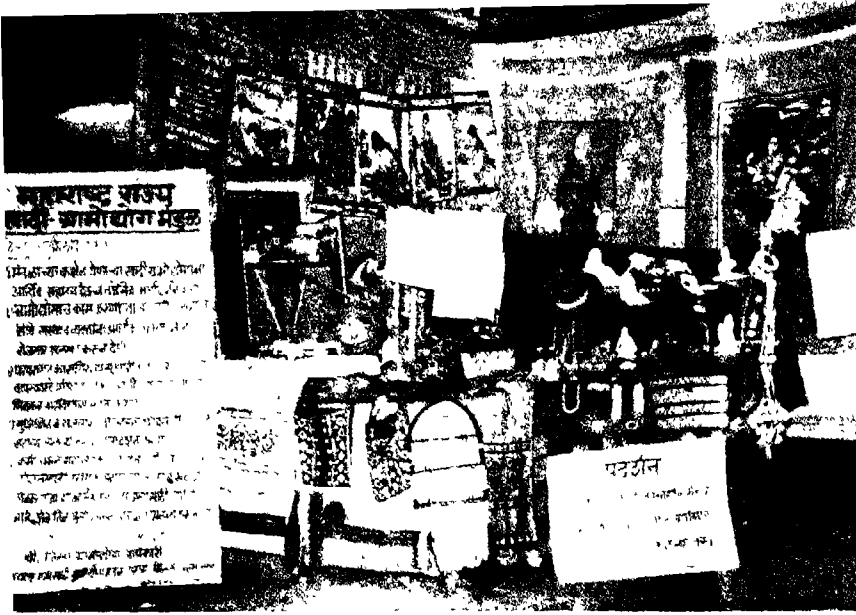
• شیوراج سنگھ شتری ڈپٹی چیف آفیسر، مہاراشٹر اسٹیٹ کھادی اینڈ ولیج انڈسٹریز۔ ۱۹/۲۱، منوہرداس اسٹریٹ، فورٹ، بمبئی۔۱
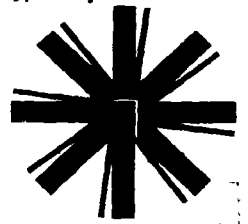
پیش لفظ : دیہی بیروزگاری کے پیچیدہ مسئلہ کو حل کرنے کے مقصد کو مرکزی اور ریاستی حکومتوں نے خصوصی اہمیت دی ہے۔ اس ضمن میں کئی اسکیمیں تیار کی گئی ہیں۔ نیز کئی اقدام بھی اٹھائے گئے ہیں۔ مہاراشٹر کھادی اور دیہی صنعت بورڈ نے ایک نیا منصوبہ تیار کیا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

نیا زاویہ اور ادارہ :

بورڈ نے ایک دستاویز۔ مقاصد تیار کیا ہے۔ اس میں اس نئے زاویہ کا بہ تفصیل ذکر ہے جس کے تحت چھٹویں پنجسالہ منصوبہ کے دوران دیہی صنعتوں کو مزید فروغ دیکر مزید ۵ لاکھ افراد کو روزگار کے ذرائع فراہم کئے جائیں گے۔ موجودہ کاریگروں کی صنعتی پیداوار میں اضافہ کی غرض سے انھیں مزید آلات اور اوزارات، قرضہ کی رقم، کچے مال کی فراہمی نیز تیار شدہ اشیا کی فروخت وغیرہ کا معقول انتظام کیا جائے گا۔ اگر کاریگروں کو مندرجہ بالا سہولتیں دی جائیں تو وہ مزید دو یا تین بیروزگار افراد کو روزگار مہیا کر سکتا ہے۔ اس تصور کو "خودساختہ کاریگر" کہا گیا ہے۔

نیا زاویہ اور اس کا پس منظر :

۷۲-۱۹۷۱ء میں مہاراشٹر کھادی بورڈ نے ایک نئی تحریک شروع کی، جس کو "کاریگر ضمانتی روزگار" اسکیم کہا جاتا ہے۔ اس کے تحت ریاست کے ہر ترقیاتی حلقہ کے لئے ہمہ مقاصد انجمن امداد باہمی قائم کی گئی ہیں، جن کی تعداد ۲۹۴ ہے۔ دیہی صنعتی کاریگر اس انجمن کا رکن بن سکتا ہے بورڈ کی جانب سے اسے خریدنے کی خاطر رکنیت، آلات اور اوزارات کے لئے رقم قرض کے طور پر دی جاتی ہے۔ صنعتی ضروریات کے لئے ضلع کے امداد باہمی بنک سے متعین رقم دی جاتی ہے۔ اس رقم کو وہ حسب ضرورت بنک سے نکال سکتا ہے اور دوبارہ جمع کر سکتا ہے۔ اس طرح وہ صنعتی

پیداوار میں اضافہ کر سکتا ہے۔

مارچ ۱۹۷۸ء کے آخر تک اس تحریک نے جو ترقی کی وہ حسب ذیل ہے:

۱۔ کاریگر اراکین کی تعداد
۲۔ رکنیت کا حصہ خریدنے کی خاطر قرضہ
۳۔ صنعتی ضروریات کے لئے بنک سے متعین رقم۔
۴۔ آمدنی

نئے زاویئے پر عمل درآمد کا طور وطریقہ:

گذشتہ، سال میں اس ضمن میں جو تجربہ حاصل ہوا نیز تنظیم کی جو بنیاد ڈالی گئی انھیں کی بدولت "خود ساختہ کاریگر" کا تصور وجود میں آیا۔ چھٹویں پنج سالہ منصوبے کے دوران کُل کاریگر اراکین میں سے ۱۰۵۰ لاکھ کا انتخاب کیا جائے گا۔ (کل اراکین کی تعداد ۳۰۱۰ لاکھ ہے جن میں ۲۰۶۴ لاکھ دیہاتی علاقوں کے ہیں اور ۰۰۴۶ لاکھ درجہ سوم کے بلدیہ والے شہروں کے ہیں) یہ ۱۰۵۰ لاکھ کاریگر صرف وہی ہوں گے جنھوں نے اپنا صنعتی کاروبار، بنک سے رقم نکالنے اور واپس داخل کرنے کا فرض اور قرضوں کی ادائیگی کی ذمہ داری اطمینان بخش طریقے سے انجام دی ہے۔ ان شرائط کی تکمیل کرنے والے ہر کاریگر کو مزید مالی امداد دی جائے گی جن کی بدولت وہ مزید دو یا تین مقامی بیروزگار افراد کو روزگار دے سکے لہٰذا اس طرح پنجسالہ منصوبے کے دوران مزید تین لاکھ بے روزگار افراد کو روزی کا ذریعہ فراہم ہو سکے گا۔

اس طرح صنعتی پیداوار کی بنیاد مزید وسیع ہوگی۔ اس کی وجہ سے حسب ذیل تین مسائل لازماً حل کرنا ہوں گے:

الف) حسب ضرورت کچے مال کی معقول فراہمی تاکہ مزید افراد کی ضروریات پوری ہو سکے۔

ب) تیار شدہ اشیاء کی فروخت کا معقول انتظام بعوام، سرکاری

مہاراشٹر کی دیہی صنعتوں میں ظروف سازی کو کافی اہمیت حاصل ہے۔ ماہر کاریگر مٹی کے برتن بنانے میں مصروف نظر آرہے ہیں۔

دفاتر نیز غیر سرکاری اداروں کی جانب سے تیار شدہ اشیاء کی خرید کو ترجیح دینا۔

ج۔ سرکار کی جانب سے مختلف اقسام کی پالیسی امداد

مثلاً ان اقسام کے کچے مال جن کی فراہمی صرف سرکاری منظوری سے ہوتی ہے۔ بانس کی صنعت میں لگے ہوئے کاریگروں کو مخصوص قسم کے بانسوں کا معقول تعداد میں دستیاب ہونا یا انہیں تیار کرنے والے کاریگروں کو محکمۂ محصول کی جانب سے رعایتی کرایہ پر زمین حاصل ہونا، لوہاری صنعت کے کاریگروں کو لوہا اور فولاد مقررہ نرخ پر فراہم ہونا ضروری ہے۔ ان ضروریات کا تخمینہ لگایا جا رہا ہے۔

بورڈ نے مندرجہ ذیل پہلوؤں پر عمل شروع کر دیا ہے جس کی تفصیل ب ذیل ہے:

ریگروں کا انتخاب:

ابتداً ہر ضلع کی ایک انجمن امداد باہمی کا انتخاب کیا جائے گا اور کے کاریگر اراکین میں سے ان چنندہ کاریگروں کا انتخاب کیا جائیگا۔ مندرجہ بالا میں واضح کی گئی شرائط پوری کرینگے۔ یہ انتخاب کھادی ڈ ضلع کے امداد باہمی بنک، ضلع کے محکمۂ امداد باہمی اور کھادی ن کے نمائندے مشترکہ طور پر انجام دیں گے۔

یہ کام اس ماہ کے آخر تک مکمل ہونے کی امید ہے، بعد ازاں ایسے یگروں کو مزید مالی امداد دی جائے گی تاکہ وہ مزید بیروزگاروں کو رگار دینے کے فرض کو بخوبی انجام دے سکے۔

کچے مال کی فراہمی اور تیار شدہ اشیاء کی فروخت

۱۔ بورڈ کی جانب سے ہر ضلع میں دو گودام تعمیر کئے جائیں گے تاکہ ترقیاتی حلقہ کی انجمن اپنے اراکین کاریگروں کی صنعتی ضروریات کا معقول انتظام کر سکے۔

۲۔ ہر ضلع کے صدر مقام میں بورڈ کی جانب سے ایک مرکز قائم کیا جائے گا جو کاریگروں کے تیار شدہ مال کی فروخت میں معاون ثابت ہوگا۔

۳۔ ہر ضلع کے لئے ایک مخصوص ادارہ کی تشکیل زیر غور ہے جو مندرجہ بالا فرائض کو انجام دے گا۔

مندرجہ بالا اقدامات کے علاوہ بورڈ نے سرکاری محکمات نیز غیر سرکاری اداروں کی روزمرہ کی ان ضروریات کا تخمینہ لگانے کا کام شروع کیا ہے، جن کی فراہمی دیہی صنعتوں میں کام کرنے والے کاریگروں کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔ مثلاً کوئلے کی کانوں اور فوڈ کارپوریشن جیسے اداروں کو بانس کی ٹوکریاں اور ٹٹیاں بڑے پیمانے پر درکار ہوتی ہیں۔ یہ اشیاء بھنڈارہ اور چندرپور ضلعوں کے لاتعداد کاریگر تیار کرتے ہیں۔ تیار شدہ مال کو خریدار اداروں کی ضروریات سے جوڑنے کے طرائق پر غور و خوض ہو رہا ہے۔

اختتام: کاریگروں کو ضمانتی روزگار فراہم کرنے کی تجویز میں مہاراشٹر کھادی بورڈ پیش قدم رہا ہے۔ حکومت مہاراشٹر نے بھی غیر زراعتی مزدوروں نیز دیگر پسماندہ طبقوں کے لئے ضمانتی روزگار اسکیم شروع کی ہے جو کہ تمام ملک میں اپنی قسم کی پہلی تحریک ہے۔ قومی مفاد کے تئیں کھادی بورڈ کی کاوشیں قابلِ تحسین ہیں۔

**

یوتھ فورم:

'یوتھ فورم' کا مستقل فیچر، کیریر کی رہنمائی، مشہور اشخاص اور نوجوانوں کی رہنمائی کرنے والے اداروں کی سرگرمیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس فیچر میں قوم کی سماجی اور معاشی ترقی میں نوجوانوں کے رول پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ قومی پروگرام میں جیسے جہیز مخالف تحریک، صفائی مہم، چھوت چھات کے خاتمے اور تعلیم کے فروغ پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جاتا ہے۔

اپنے مضامین اس پتے پر مرحمت فرمائیں:
ایڈیٹر "قومی راج"، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، پندرھواں منزلہ، مقابل منترالیہ، ممبئی نمبر ۴۰۰۰۳۲

'شہد مکھی پالن'

زراعتی ادارہ مہابلیشور کی سرگرمیاں

• جی۔ بی۔ گجر
سینئر اسسٹنٹ ڈائرکٹر

مہابلیشور میں قائم ایگریکلچر انسٹی ٹیوٹ، یعنی زراعتی ادارہ ہندوستان میں غالبًا ایسا واحد ادارہ ہے جہاں شہد کی مکھیاں پالنے (BEE KEEPING) کی سائنسی طریقے پر تربیت دی جاتی ہے اور ہندوستان کی سب ہی ریاستوں سے امیدوار یہاں آکر تربیت پاتے ہیں جنھیں تقریبًا ۱۲۰ روپیہ ماہانہ مشاہرہ بھی دیا جاتا ہے۔ بیشتر امیدوار بوٹانی، کیمسٹری اور زولوجی وغیرہ میں گریجویٹ ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ خصوصًا ان پڑھ لوگوں یا ایسے ہی شہد کی مکھیاں پالنے والوں کے لئے عملی تربیت کی غرض سے مختصرالمدت کورس چلائے جاتے ہیں جن میں عملی کام پر زور دیا جاتا ہے۔ اس تحقیقاتی اور تربیتی ادارہ کی بے لوث خدمات اور کوشش سے ہندوستان بھر میں شہد کی مکھیاں پالنے والے فیضیاب ہوئے ہیں اور خصوصًا مغربی خطّہ کے دوسو سے زیادہ دیہاتوں میں سائنسی طریقہ پر شہد کی مکھیاں پالنے کے فن کو بڑھاوا ملا ہے اور وہاں ۲۰۰۰ سے زیادہ شہد کی مکھیاں پالنے والے اشخاص تقریبًا ۶۰،۰۰۰ کیلوگرام شہد تیار کرتے ہیں اس سال یہ ادارہ سلور جوبلی منارہا ہے اس موقع پر اس مضمون میں گزشتہ ۲۵ سال کے دوران اس ادارہ کی مختلف سرگرمیوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

کولھاپور کا ایک پیشہ ور شہد کی مکھیاں پالنے والا شخص شہد کی مکھیوں کی ۴۰۰ شہد گاہوں کی دیکھ بھال کرتا ہے اور ماہانہ تقریبًا ۶۰۰ روپے کماتا ہے۔ مہاراشٹر کے مغربی گھاٹ خطہ میں اور بہت سے اشخاص ہیں جو ۵۰ تا ۱۰۰ شہد گاہوں کی رکھوالی کر کے تقریبًا پانچ سو سے لیکر ایک ہزار روپے تک ماہانہ کما لیتے ہیں۔ مزید برآں سینکڑوں چھوٹے چھوٹے کسانوں نے بھی اپنی معمولی آمدنی کو بڑھانے کے لئے 'بی کیپنگ' کو معاون پیشہ بنالیا ہے۔ فی الحال مغربی گھاٹ خطہ میں تقریبًا ۲۵ گاؤں دو ہزار سے زیادہ غریب خاندان 'شہد مکھی پالن' سے خوب فائدہ
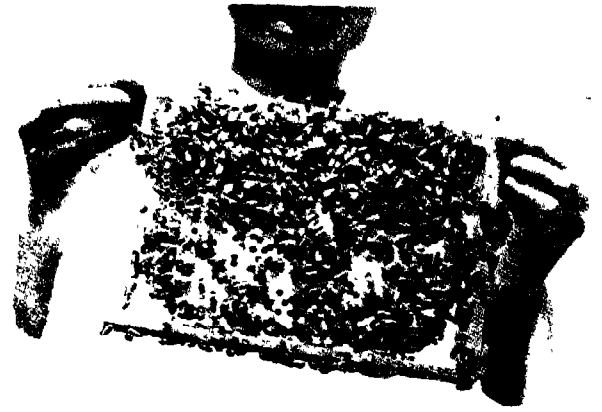
غیر مناسب طریقے سے شہد کشید کرنے کے باعث شہد کی مکھیوں کے گھروں کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ بائیں جانب شہد کی مکھیوں کے گھروں کو نقصان پہنچائے بغیر سائنٹیفک طریقے سے شہد نکالنے کا طریقہ دکھایا گیا ہے۔ دائیں طرف شہد کی مکھیوں کے گھروں کے معائنے کا منظر پیش کیا گیا ہے۔

ہیں اور تقریباً ۶۰۰۰۰ کیلوگرام شہد تیار کر کے سالانہ آٹھ نو لاکھ روپے کما لیتے ہیں۔

اس سلسلے میں زراعتی ادارہ مہابلیشور کی خدمات قابل قدر ہیں۔ جو مغربی گھاٹ پر پُر فضا جگہ واقع ہے۔ شہد کی مکھیاں پالنے کے کام میں اس اولین تحقیقاتی مرکز کا کام سہل نہ تھا۔ حقیقت میں جب یہ مرکز جاری ہوا تو یہاں کے ان پڑھ یا معمولی پڑھے لکھے مقامی باشندے اس جدید مرکز میں قدم رکھتے ہوئے گھبراتے تھے۔ لیکن تحقیقاتی کارکنوں مثلاً ڈاکٹر سی۔ وی۔ ٹھاکر، سینٹرل بی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ پونے اور ڈاکٹر جی۔ بی دیوڈیکر، ڈائرکٹر مہاراشٹر ایسوسی ایشن آف کلٹی ویشن آف سائنس اینڈ آرٹ کی لگاتار مساعی نیز مرکز کے فیلڈ ورکروں کے عملی کام بالآخر بار آور ہوئے اور مہابلیشور کے آس پاس کے کسان آہستہ آہستہ اس جدید طریقے کی طرف مائل ہونے لگے۔ یہی نہیں بلکہ 'شہد مکھی پالن' کی صنعت اضلاع سانگلی، کولہاپور، رتناگیری، پونے، قلابہ اور تھانے تک پھیل گئی جہاں جنگل سدا ہرا بھرا رہتا ہے۔ فی الحال یہاں ۲۰۵۴ شہد کی مکھیاں پالنے والے اشخاص اس کام میں لگے ہیں۔ امید ہے کہ مستقبل قریب میں یہ صنعت چار پانچ گنا ترقی کر جائے گی۔

یہ ادارہ ۱۹۵۱-۵۲ء میں اس وقت بمبئی ویلیج انڈسٹریز کمیٹی نے اولاً شری ایس۔ جی شنڈے کی مساعی سے شروع کیا تھا جو اس وقت شہد مکھی پالن کے علاقائی منتظم تھے۔ ۱۹۵۴-۵۵ء میں باقاعدہ اسٹیٹ کھادی اور ویلیج انڈسٹریز بورڈ کی زیر نگرانی یہ مکمل ادارہ بن گیا۔

پچیس سال کی مختصر مدت میں اس ادارہ نے 'شہد مکھی پالن' میں ریسرچ اور تربیت کے سلسلہ میں نمایاں کام انجام دیا ہے۔ جس کے ذریعہ مہاراشٹر کے مغربی پہاڑی خطہ اور میدانی علاقہ میں جدید طریقے پر شہد مکھی پالن، صنعت کو ترقی دینے میں بڑی مدد ملی۔ ریسرچ کے بڑے حوصلہ افزا نتائج برآمد ہوئے اور کھادی اینڈ ویلیج انڈسٹریز بورڈ نے اپنے 'بی کیپنگ ڈائریکٹوریٹ' کے تحت اس ریسرچ پروگرام کو اپنا لیا تاکہ پورا ملک اس سے مستفید ہو سکے۔

اب یہ ادارہ سینٹرل بی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے ریجنل بی ریسرچ سینٹر کی حیثیت سے مہاراشٹر میں شہد مکھی پالن کی ریسرچ اور ترقی کے مسائل سے متعلق کام انجام دیتا ہے۔

انسٹی ٹیوٹ کے ذمے یہ کام ہیں: (۱) سینٹرل بی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے تعاون سے سائنٹیفک پروگرام کی عمل آوری، (۲) فیلڈ آبزرویشن اسٹیشنوں کا قیام (۳) خطہ میں شہد مکھی پالن اور نباتاتی سروے (۴) مشاہداتی مراکز کے ذریعہ ہر خطہ میں ساز و سامان اور انتظام کی بہتر (۵) شہد کی مکھیوں کی اعلیٰ اقسام کی پرورش (۶) شہد کی مکھیوں میں

۲۵ مارچ ۱۹۸۰ء

می راج

پھیلنے والی بیماریوں اور ان کے لئے مہلک کیڑوں مکوڑوں کا انسداد
(۷) افزائش کی غرض سے زراعتی اور دیگر فصلوں پر تجربات زیرگی۔
(۸) علاقائی تربیتی کورسوں کا انتظام (۹) شہد اور موم کی جانچ کے لئے سہولت کی فراہمی۔

شہد کی مکھی:

مغربی پہاڑی علاقے اور اس سے متصل مشرق میں زراعتی زمینوں کی مذکورہ ادارہ نے مکمل جانچ پڑتال کی ہے۔ شہد کی مکھیوں کے لئے مناسب پودوں کی ۷۵ اقسام کو اعلیٰ بنانے کی کوشش کی گئی۔ فیلڈ آبزرویشن اسٹیشن کے قریب کے علاقوں کے لئے سالانہ نباتاتی ریکارڈ تیار کئے گئے ہیں نیز شہد کی مکھیوں کے پودوں میں اضافہ اور ان کی تقسیم سے متعلق ایک تفصیلی نقشہ تیار کیا گیا ہے۔ ان تمام تفصیلات اکٹھا کرنے کا خاص مقصد شہد کی مکھیوں کی آبادی میں اضافہ، زیادہ سے زیادہ مقدار میں شہد کی حصولیابی اور قلت والے علاقوں میں ان کی تقسیم ہے۔

جہانتک پودوں کا تعلق ہے، ایسے پودے جن پر چار (اکھارا) آٹھ (بی سا) بارہ یا سولہ سالوں میں پھول لگتے ہیں، ان پر کامیاب تجربے کئے گئے ہیں جن کے نتیجہ میں مقامی سطح پر شہد کی حصولیابی اور مکھیوں کی افزائش نسل پر خاطر خواہ اثر پڑا ہے۔ اس سلسلہ میں اکنیٹس آربولیسنس نامی پلانٹ کا ذکر کیا جاسکتا ہے جسے برازیل سے برآمد کرکے جہاں بلیشور میں ۱۹۶۰ میں کامیابی سے استعمال کیا گیا۔ اب اس پودے نے بہت حد تک قدرتی خصوصیات اختیار کرلی ہیں۔ مقامی لوگ اب اسے اپنی جائدادوں پر استعمال کرنے لگے ہیں۔

شہد کی مکھیوں کے لئے مناسب خوراک کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اس تعلق سے ادارہ کی کوششیں قابل داد ہیں۔ خوراکی پودوں کی ۵۰۰ مختلف قسموں پر ادارہ نے تحقیقات کی۔ ادارہ کی جمع کردہ معلومات مذکورہ پودوں کی بہتر افزائش اور بہتر شہد کی حصولیابی کے لئے نہایت اہم ثابت ہوسکتی ہیں۔

اس کے علاوہ ان معلومات کی مدد سے ملاوٹی شہد اور مکھیوں کی نباتاتی خوراک میں زہریلے عناصر کی موجودگی کا بھی پتہ چلایا جاسکتا ہے۔ مخصوص بیماریوں کے علاج کے طور پر کام آنے والے چند خاص قسم کے شہد مثلاً جامبل، گیلا، پیپسا، ہورڈا وغیرہ ان ہی معلومات کا نتیجہ ہیں جو بازار میں دستیاب ہونے لگے ہیں۔

مکھیوں سے پودوں کی زیرگی: مکھیوں سے پودوں کی زیرگی کا تجربہ پیاز، کدو، بیگن، موسمبی، انگور، نارنگی اور اسٹرابیری کے پودوں پر کامیابی سے آزمایا گیا، جس کے نتیجہ میں ان پودوں کی افزائش میں ۵۰ سے ۱۱۰ فیصد اضافہ ہوا، بہ نسبت اُن پودوں کے جنھیں کسی کیڑے کو چھونے نہیں دیا گیا۔

ادارہ کی زیر نگرانی ریاستی محکمۂ زراعت اور سینٹرل بی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے اشتراک سے مذکورہ بالا تجربات عام کھیتوں میں سورج مکھی پر آزمائے گئے۔ وادوج (ضلع ستارا) بھوم اور اُدگیر (ضلع عثمان آباد) میں سورج مکھی پر مکھیوں کے ذریعہ زیرگی کے عملی تجربے سے کسانوں پر یہ واضح ہوگیا کہ اس عمل کے نتیجہ میں تخمی پیداوار میں تقریباً ۲۵۰ فیصد اضافہ ممکن ہے۔ اسی لئے کسانوں میں بھی مکھیوں کے چھتوں کی مانگ بڑھ گئی ہے اور ان کی ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

ادارہ نے ۱۰ سے ۱۲ چھتوں پر مشتمل شہد کی مکھیوں کے گھر کا ایک خاص نمونہ تیار کیا ہے۔ یہ گھر اتنا مضبوط ہے کہ طاقتور سے طاقتور ر بھی اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ایسے گھروں کی وجہ سے توقع ہے کہ کی پیداوار میں بے حد اضافہ ہوگا۔

چھتوں کے نمونے: نیوٹن ٹائپ باکس نمونے کے چھتوں کی بجائے آئی۔ ایس۔ آئی ٹائپ اے نمونے کے چھتے تیار کئے گئے ہیں جن میں شہد مکھیوں کی رہائش اور آمد و رفت کے لئے مزید گنجائش اور آسانیاں کی گئی ہیں۔ اس چھتے کی ڈیزائن انڈین انسٹی ٹیوشن نے تیار کی ہے نئے تبدیل شدہ نمونے کے نتیجہ میں پہلے کی بہ نسبت مقامی سطح پر

پیداوار میں ۵۰ فیصد اضافہ ہوا ہے۔

ساتھ ہی ساتھ شہد کی مکھیوں کی عادات اور طبقات مثلاً رانی اور نر طبقات کو مدنظر رکھتے ہوئے چھتوں میں مزید اصلاحات اور آسانیاں پیدا کی گئی ہیں۔ رانی مکھیوں کی مصنوعی طریقوں سے افزائشِ نسل کے سلسلہ میں بھی مذکورہ ادارہ نے بہترین خدمات انجام دی ہیں۔ ہندوستان میں مصنوعی طریقے سے رانی مکھیوں کی افزائش کا سلسلہ ۵۹-۱۹۵۸ء میں قائم ہوا۔ اب سالانہ ۱۰۰۰ رانی مکھیاں اور تقریباً ۵۰۰ چھتے امداد باہمی انجمنوں کے ذریعہ شہد کی مکھی پالنے والے مقامی لوگوں کو فراہم کئے جاتے ہیں۔ چھتوں کو صاف کرنا اور شہد سے بھرے چھتوں کی دیکھ بھال کرنے کے طریقوں میں اصلاحات سے بھی فی چھتہ شہد کی مقدار میں نہ صرف اضافہ ہوا ہے بلکہ چھتوں کے نقصانات میں بھی کمی واقع ہوئی ہے۔ ان تمام کامیاب اقدامات کو دیکھتے ہوئے چھوٹے کسانوں میں بھی شہد کی مکھیاں پالنے کا شوق پیدا ہوا ہے۔

بیماریوں کی روک تھام: ۱۹۷۰ء میں مہابلیشور کے مقام پر والا اپنی قسم کی ایک مخصوص بیماری کے نتیجہ میں شہد کی مکھیوں کے لئے ایک زبردست خطرہ پیدا ہو گیا۔ ان کی تعداد کئی گنا گھٹ گئی اور شہد کی پیداوار بھی کم ہو کر فی چھتہ ۴ سے ۶ کلوگرام تک رہ گئی۔ اس واقعہ کے بعد ادارہ نے کئی حفاظتی تدابیر عمل میں لائیں اور اس طرح نقصانات پر قابو پانے کی کوشش کی گئی۔ اس قسم کی بیماریوں کے علاج کے لئے شکر کے پانی میں ٹیرامائیسن کا محلول مکھیوں کو خوراک کے طور پر دیا گیا۔ یہ تجربہ درحقیقت کامیاب رہا۔

مہابلیشور میں واقع تین مرکزوں کے علاوہ اس ادارے نے ۱۹۷۷ء میں کولھاپور اور سانگلی کے علاقوں میں چار مزید تجرباتی مراکز قائم کئے، ان مرکزوں میں قائم تمام کے تمام ۲۰۰ چھتے اب تک ہر قسم کی بیماریوں سے محفوظ ہیں۔ اس سلسلے میں ایک احتیاط یہ ہے کہ وباء سے متاثرہ علاقوں سے چھتوں کو دوسری جگہ پر منتقل نہ کیا جائے تو بہتر ہے ایک اہم بات یہ ہے کہ ادارہ نے مکھیوں کو متاثر کرنے والی ایک خاص قسم کی بیماری کا بھی پتہ چلایا ہے جو صرف مخصوص مہینوں میں پھیلتی ہے اس بیماری پر تحقیقات اور اس پر قابو پانے کے طریقے ابھی زیر غور ہیں۔

پرورش: شہد کی مکھیوں کی دیسی نسل کو بڑھاوا دینے کی خاطر ہندوستانی مکھیوں کی مختلف اقسام پر سائنسی تحقیقات کی گئی۔ ان کی پرورش کے طریقے معلوم کئے گئے جس کے نتیجہ میں اب مکھیوں کی ایک اعلیٰ قسم دستیاب ہوئی ہے۔ یہ اعلیٰ قسم کی مکھیاں اب مقامی لوگوں کو فراہم کی جاتی ہیں۔

شہد کی مصنوعات: شہد اور موم کی کیمیاوی خاصیت کو نفع بخش طور پر کام میں لانے کے تعلق سے مذکورہ ادارے کی کوششیں قابلِ تعریف ہیں۔ ان کوششوں کے نتیجہ میں انڈین اسٹینڈرڈ انسٹی ٹیوٹ 'اگمارک' اور مرکزی وزارت صحت کو شہد کے طبعی و کیمیاوی تجزیئے میں بڑی مدد ملی ہے۔ شہد کی حصولیابی اور موم کی تیاری کے لئے نئے طریقے ایجاد کئے گئے۔ ادارے کے مرتب کردہ شہد کی مصنوعات کے یونٹ کا نہ صرف ادارے میں استعمال ہو رہا ہے بلکہ مکھیاں پالنے والوں کی امداد باہمی انجمنیں بھی ریاست بھر میں اس کا استعمال کر رہی ہیں۔

ادارے سے حاصل کردہ معلومات کی بنیاد پر کومب فاؤنڈیشن مل بنایا گیا اور اب فاؤنڈیشن شیٹ بنائے جاتے ہیں، جن کی مانگ نہ صرف مہاراشٹر بلکہ ملک کے علاوہ چند بیرونی ممالک خصوصاً ملیشیا میں بہت زیادہ ہے۔ اس شیٹ کی تیاری میں بھی کئی اصلاحات ہو چکی ہیں۔ یہ شیٹ کچھ باریک ہوتی ہیں لیکن ان کی خاصیت میں کوئی فرق محسوس نہیں کیا گیا۔ جبکہ اس قسم کے شیٹ بنانے میں اخراجات میں ۵۰ فیصد کمی واقع ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ ایسے حالات میں جبکہ عسل کی قلت ہو، شکر کے محلول سے مکھیوں کو خوراک فراہم کرنے کے طریقے آزمائے جا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ چٹانوں پر واقع چھتوں سے شہد حاصل کرتے وقت زرگل پودوں کو جنہیں بیکار سمجھ کر پھینک دیا جاتا ہے' اب دوبارہ کام میں لانے کے تجربے کئے جا رہے ہیں۔ اگر اسمیں کامیابی حاصل ہوئی تو کم از کم ۳۰۰ ایسے بیکار پودوں کو پھر سے استعمال کیا جائے گا۔

اِگ مارکہ: یہ ادارہ اب اگ مارکہ (محکمۂ زراعت، حکومت ہند) کے تحت شہد کے نمونوں کی جانچ اور اگ مارک سرٹیفکیٹ عطا کرنے کا ایک مرکز تسلیم کیا گیا ہے۔ ریاستی بورڈ میں لائے جانے والے ہر قسم کے شہد کی جانچ پڑتال 'اگ مارکہ' معیار کے تحت اب اس ادارے کے سپرد ہے۔

تربیت: مرکزی نحل تحقیقاتی ادارہ کے قیام سے پہلے نحل پروری ادارہ شہد کی مکھیوں کی پرورش کا ایک اعلیٰ تربیتی مرکز ہوا کرتا تھا۔ اب نحل پروری

(بقیہ صفحہ ۲۲ پر)

صنعتوں کے پھیلاؤ کے لئے پُرعزم اقدامات

مہاراشٹر مُلک کے صنعتی نقشے میں ایک اہم مقام رکھتا ہے اور بڑھتی ہوئی صنعتی ترقی میں پیش پیش ہے۔ صنعتوں کے اعداد و شمار پر اگر نظر ڈالی جائے تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے۔

مہاراشٹر میں ملک کی کُل آبادی کا ۹٫۲ فیصد حصّہ یہاں آباد ہے لیکن پُورے ملک میں یہاں صنعتی یونٹوں کا فیصد ۱۲ ہے، جب کہ ملازمت کا فیصد ۲۰٫۴ ہے اور مدّتی سرمایہ کاری کا فیصد ۱۵٫۴ اور پیداوار کا فیصد ۲۴ نیز کارخانوں کی تیارکردہ اشیاء میں شمارکردہ قیمت کا فیصد ۲۴٫۴ ہے یہاں کی معیشت کی خاص بات یہ ہے کہ صنعتوں سے وابستہ مزدوروں کا تناسب یہاں پورے ملک میں سب سے زیادہ ہے۔ اور یہ ریاست صنعتی پیداوار کی فی کس قیمت کے لئے سرِ فہرست ہے کیونکہ ملک میں یہ ۴۹۹٫۵ روپے ہے جبکہ یہاں یہ ۱۳۰۱٫۰ روپے ہے۔ اسی طرح کارخانوں میں یومیہ ملازمت آبادی کے تناسب سے ۱۹۷۴ء میں ہر ایک لاکھ پر ۲,۱۶۸ تھی جبکہ ملک میں یہ تناسب ۱,۰۳۲ تھا۔

حوصلہ افزائی

پچھلے دس پندرہ سالوں میں مرکزی اور ریاستی سرکار کے ترغیبی اقدامات اور ترقیاتی پالیسیوں کے نتیجہ میں نیز دنیا کی ٹیکنالوجیکل ترقیوں کی بنیاد پر نجی سیکٹروں میں صنعت کاری کو بڑھاوا ملا ہے۔

صنعتی ترقی کی بڑھتی ہوئی رفتار کے مطابق ریاستی سرکار کا اہم کام اراضی، پانی اور بجلی کی فراہمی ہے جس میں چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کی حوصلہ افزائی کرنا بھی شامل ہے تاکہ وہ غیر ترقی یافتہ علاقوں میں پھیلیں، جس کی پوری ذمہ داری ریاستی حکومت پر ہے۔

صنعتوں کا پھیلاؤ

مہاراشٹر میں صنعتیں عام طور پر ممبئی، تھانے علاقے میں واقع ہیں۔ ریاست کی صنعتی پھیلاؤ کی پالیسی کے نتیجہ میں صنعتوں کو اراضی، بجلی اور پانی کی فراہمی کی سہولتوں کے ساتھ انھیں ترقی پذیر علاقوں میں قائم کرنے کیلئے اقدام کرنا بے حد ضروری تھا چنانچہ اس کے لئے صنعت کاروں کی حوصلہ افزائی کی گئی کہ وہ ایسے علاقوں میں صنعتیں قائم کریں جہاں صنعتی ترقی کے ضمن میں بہت کم کام ہوا ہے۔ ۱۹۷۳ء میں ریاست میں بڑے اور درمیانہ پیمانے کی صنعتیں اور میٹرو پولیٹن صنعتوں کا فیصد میٹرو پولیٹن علاقوں میں ۷۷

ہوگیا تھا۔ اور چھوٹے پیمانے کی صنعتیں بھی ۱۹۶۱ء میں ٪ ۱۹ء۸۳ میٹروپولیٹن علاقوں میں رجسٹرڈ واقع تھیں، یہ فیصد ۱۹۷۷ء میں گھٹا کر ۷۰ء۷۴ کر دیا گیا تھا۔

متوازن صنعتی پھیلاؤ کی ریاستی حکومت کی پالیسی کے خاص نکات ذیل میں درج ہیں:

بمبئی تھانے میں مزید صنعتی سرگرمیوں کو روکا جائے اور ترقی پذیر علاقوں میں صنعتی پھیلاؤ کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

بڑی زرعی صنعتوں مثلاً کپاس کی گانٹھیں دبانے اور کاتنے وغیرہ میں شکر، تیل کے بیجوں کو پیسنے، ڈیری پیداوار وغیرہ کی حوصلہ افزائی کیلئے جہاں تک ہوسکے سرکاری اور امداد باہمی سیکٹروں میں اقدام۔

معیاری ٹیکنالوجی کے میدان میں، ترقی پذیر علاقوں میں مشترکہ صنعتی سرگرمیوں کو بڑھاوا، نئی صنعتوں کے لئے ترغیبی اقدامات۔ مراعات اور حوصلہ افزائی کر کے گھریلو صنعتوں اور چھوٹی صنعتوں کی دیہی علاقوں میں ترقی۔

تعلیم یافتہ بیروزگاروں کے لئے ذاتی پیشہ اختیار کرنے کا اعلیٰ پیمانے پر پروگرام وضع کرنا۔

ترغیبات: مذکورہ باتوں پر عملی طور سے کام شروع کرنے کے لئے یہ پالیسی اختیار کی گئی ہے:

۱) مناسب ادارہ جاتی ڈھانچے کی تشکیل (۲) حوصلہ افزائی کے لئے اقدامات۔

لہذا ریاستی سطح پر ۱۳ کارپوریشنوں مثلاً میکوم، ایم آئی ڈی سی، ایم ایس ایف سی، وغیرہ کی تشکیل کی گئی، تاکہ صنعتی ترقی کے کاموں کے مختلف پہلوؤں پر توجہ دی جاسکے۔

حوصلہ افزائی کے طور پر ریاستی اور مرکزی حکومتوں نے ریاست کے پسماندہ اور ترقی پذیر علاقوں میں صنعتوں کے قیام کے لئے ذیل کی سہولتیں فراہم کرنے کی پیش کش کی۔

الف) بمبئی، تھانے اور پونے کے علاوہ کسی بھی علاقے میں صنعتوں کے قیام پر ریاستی حکومت کی جانب سے حوصلہ افزائی۔

ب) رتناگیری، اورنگ آباد اور چندرپور، ان تین اضلاع میں مرکزی سرکار کی سرمایہ کاری،

ج) ریاستی حکومت کی سرمایہ کاری کی نئی اسکیم اگر بمبئی، تھانے اور پونے ترقیاتی زون کے علاوہ کسی بھی پسماندہ اضلاع میں صنعت کاری کی جائے جہاں کہ مرکزی امداد بھی مہیا ہے۔

سی کوم نیز ریجنل ڈیولپمنٹ کارپوریشن (آر ڈی سی) ایجنسیوں کے ذریعہ حوصلہ افزائی کا کام شروع کیا گیا۔ نیز بکری ٹیکس پر بنا سود قرض جو کہ مدّنی سرمایہ کاری پر ٪۸ مقرر ہے یا ۵۰ لاکھ پر جو بھی کم ہو ۱۲ سال کی مدّت کے بعد واجب الادا کیا گیا۔

بکری ٹیکس قرض میں ٪۵۰ تبدیلی کی گئی ہے ملازمین مہیا کرنے اور محنت کشوں کی حوصلہ افزائی کی اسکیمیں جاری کی گئی ہیں اور علاقوں کو 'بی' اور 'سی' گروپ میں ان کی ترقی پذیر حالت کے مطابق تقسیم کیا گیا ہے۔ جس میں محنت کشوں کی حوصلہ افزائی کرنے والی صنعتوں کے لئے بکری ٹیکس قرض میں ۵۰ فیصد تک تبدیلی کی گئی ہے اور ملازمت کی تشکیل کرنے والی صنعتوں کو نئے مواقع روزگار مہیا کرنے پر ۱۲۰۰ روپے قرض دینے کی اسکیم وضع کی گئی جس کی مدت 'بی' گروپ کے لئے ۵ اور ۶ سال تک اور 'سی' گروپ کے لئے ۶ سے ۸ سال تک مقرر کر دی گئی ہے۔

بکری ٹیکس قرض کے علاوہ دیگر ترغیبات بھی پیش کی گئیں۔

۱) غیر زرعی اسیسمنٹ ٹیکس اور پانی رائلٹی سے مستثنیٰ۔

۲) الکٹرانی ڈیوٹی کی بازادائیگی مقررہ مدّت کے لئے مہاراشٹرا اسٹیٹ

الیکٹریسٹی بورڈ اور ٹاٹا کی الیکٹریسٹی ٹیریف شرحوں میں فرق۔
۳) ۷۵٪ پروجیکٹ رپورٹ کے اخراجات میں حصہ۔
۴) اسٹورس کی خریداری میں ۳۰٪ سرکاری اسٹورس کے لئے سپلائی کی ضمانت اقل ترین شرح سے۔ ان مراعات کی مدت ۵ سے ۸ سال تک رکھی گئی جو کہ 'بی' اور 'سی' گروپ علاقے پر منحصر ہے۔

ضلعی مراکز: تبدیل شدہ صنعتی پالیسی کی وجہ سے ضلعی صنعتی مراکز وضع کئے گئے تاکہ چھوٹی گرام اور گھریلو صنعتوں کا وکاس کیا جا سکے ایسے مراکز نے ریاست کے تمام اضلاع میں کام کرنا شروع کر دیا ہے۔
۱۹۶۱ء میں ۴۸۶۰ صنعتی یونٹیں چھوٹے پیمانے کے سیکٹر میں مندرج تھیں جبکہ یہ تعداد ۷۸-۱۹۷۷ء میں ۴۷,۶۰۶ ہو گئی۔ ان یونٹوں میں ۱۹۶۱ء میں ۷۰,۹۰۱ ملازمین کام کرتے تھے اور ۱۹۷۸ء میں تقریباً ۷ لاکھ مزدوران چھوٹے پیمانے کی صنعتی یونٹوں سے وابستہ رہے۔ اسی طرح سرمایہ کا تخمینہ بھی بالترتیب ۴۵ کروڑ سے ۳۵۲ کروڑ، پھر بڑھ کر ۱۵,۸۵ کروڑ ہو گیا۔

صنعتی اسٹیٹ اور علاقے: ۶۱-۱۹۶۰ء میں مہاراشٹر ریاست کی تشکیل سے قبل ۱۰ صنعتی اسٹیٹ میں ۱۰۳ صنعتی یونٹیں چلتی تھیں ۷۹-۱۹۷۸ء کے آخر تک ۶۹ صنعتی اسٹیٹ قائم ہوئیں، جن میں ۲,۶۹۹ شیڈ تعمیر کئے گئے اور ۲,۷۹۵ یونٹ کام کرنے لگے۔ جہاں ۳۲,۵۳۴ ملازمین کام کرتے تھے۔ ان میں سے ۶۳٪ صنعتی اسٹیٹ امداد باہمی کی بنیادوں پر چلتے ہیں۔ ۶۳-۱۹۶۲ء میں صنعتی علاقوں کی تعداد ۱۸ تھی جبکہ ۷۸-۱۹۷۷ء میں یہ تعداد ۵۸ ہو گئی، اور ۷۸-۱۹۷۷ء تک ۳,۰۴۸ کارخانے پیداوار میں لگے تھے جن میں ۱,۳۶,۲۸۳ ملازمین کام کرتے تھے۔

برآمد: پچھلے ۱۸ سالوں میں ریاست کی تشکیل کے بعد مہاراشٹر اکسپورٹ تجارت ۱۸۰ کروڑ روپے سے بڑھ کر ۸۰-۱۹۷۹ء میں ۱,۵۱۳ کروڑ روپے ہو گئی۔ یہ رفتار تقریباً ۹۳ فی صد ہے جبکہ کل ہند ترقی کی رفتار ۵۲-۱۹۵۱ء سے ۱۶.۵ فیصد ہے۔ کل ہند برآمد تجارت میں بھی ریاست کا حصہ بڑھ کر ۱۶ فیصد ۶۶-۱۹۶۵ء سے ۲۸ فیصد ۷۸-۱۹۷۷ء میں ہو گیا ہے۔ ●●

مہاراشٹر: دستی کاغذ کی صنعت میں مثالی
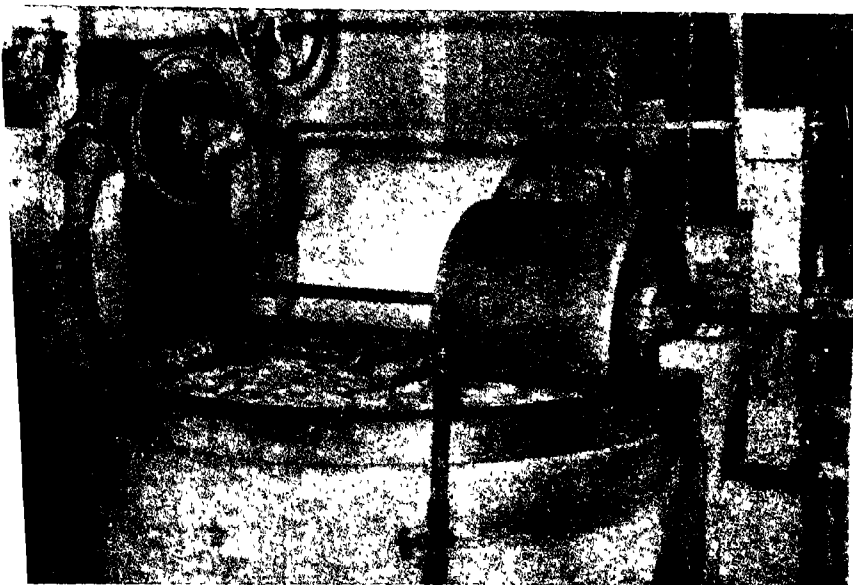
دستی کاغذ، ہاتھ سے تیار کردہ کاغذ سازی کی صنعت میں مہاراشٹر، ملک بھر میں اول ہے۔ پونے میں واقع ریسرچ سینٹر ان کاغذوں کی تیاری کا ایک مثالی مرکز ہے۔ ملک میں تیار کردہ ایسے کاغذ کی کل پیداوار کا ۳۰ فیصد حصہ مہاراشٹر میں تیار ہوتا ہے۔ مذکورہ مرکز پر دستی کاغذ سازی کے تمام مرحلوں میں یعنی خام مال اُبالنے سے لیکر گودا بنانے (جیسا کہ تصویر میں دکھایا گیا ہے) بنانے اور پیکنگ کرنے تک ریسرچ کیا جاتا ہے۔

ظروف سازی ۔ دیہی صنعتوں میں جدید صنعت

ظروف سازی، ہندوستان کی دیہی صنعتوں میں ایک اہم روایتی صنعت ہے۔ کچھ سال پیشتر نئی تکنیک اور خصوصاً "شیلا" نامی پہیہ کی ایجاد سے نہ صرف یہ کہ ظروف سازی میں اضافہ ہوا بلکہ تیار اشیاء کے معیار میں بھی خاطر خواہ بہتری پیدا ہوئی ۔ یہ برتنوں کے چند نمونے ہیں ۔

ذاتی پیشہ کے لئے دیہی نوجوانوں کو لیس کیا جائے گا

ریاست۔ مرکز کی مشترکہ اسکیم سے ۲ لاکھ افراد کو فائدہ

حکومتِ ہند نے ذاتی پیشے کے لئے دیہی نوجوانوں کو تربیت دینے کی قومی اسکیم کا جامع پروگرام وضع کیا ہے۔ جس کے تحت زراعت اور اس سے متعلقہ سرگرمیوں میں کم از کم ۲ لاکھ دیہی نوجوانوں کو ذاتی پیشے کے لئے تربیت دی جائے گی اور ملک کے ہر بلاک سے کم از کم چالیس افراد کو لیا جائے گا۔

ذاتی پیشے کے لئے تربیت کی اسی اسکیم پر عمل درآمد کرنے کے لئے ضلعی صنعتی مراکز کے ہمراہ مختلف محکمہ جات کے افسران اور ماہرین کی مدد سے ضلعی سطح پر ایک کمیٹی وضع کی جائے گی جس میں تمام ترقیاتی محکمہ جات کے افسران شامل ہوں گے۔ اس کمیٹی کی سربراہی جوائنٹ ڈائرکٹر آف انڈسٹریز کم مینجنگ ڈائرکٹر آف ریجنل ڈیولپمنٹ کارپوریشن کریں گے۔ ضلع کے ضلع پریشد چیف ایگزیکٹو افسر جو کہ ضلعی سطح پر دیہی ترقیات کے رابطہ اتھارٹی بھی ہیں اس کمیٹی کے نائب چیرمین اور ضلعی صنعتی مراکز کے جنرل مینجر کمیٹی کے ممبر سکریٹری ہوں گے۔ ضلع کی بہترین بنک کا نمائندہ جس کے ذمہ ضلع کے کریڈٹ پلان کی تیاری کی توقع ہوگی، وہ بھی اس کمیٹی کا ممبر نامزد کیا جائے گا۔

کمیٹی کے خاص کام میں خصوصی تربیتی اسکیموں کی منظوری کے لئے تفصیلات اکٹھا کرنا اور ترقیاتی محکمہ کے ضلعی سطح پر افسر کے ذریعہ ان پر عمل درآمد کروانا ہے۔ تربیت ختم ہونے کے بعد تربیت پانے والوں کی امداد کرنا ہے تاکہ وہ ذاتی پیشہ کھول سکیں۔

ریاستی سطح پر محکمہ صنعت اس اسکیم کی عمل آوری اور کنٹرول کی ذمہ داری سنبھالے گا۔ تمام ترقیاتی محکموں کے سکریٹریز کی ایک کمیٹی، جس کی سربراہی چیف سکریٹری جو کہ محکمہ صنعت اور محنت کے چیرمین اور سکریٹری بھی ہیں کنوینر ہوں گے جو کہ بین محکمہ جاتی رابطہ سے متعلقہ معاملات کا فیصلہ کریں گے۔

اس اسکیم کا خاص مقصد دیہی نوجوانوں کو ٹیکنالوجی اور ضروری لیاقت میں لیس کرنا ہے تاکہ وہ ذاتی پیشہ شروع کر سکیں۔

اسی مقصد کے لئے ملک کے موجودہ تربیتی اداروں کی استعداد کا بھرپور فائدہ اُٹھایا جائے گا۔

تربیت کے دوران عملی کام کروائے جائیں گے اس تربیت کے تمام پر تربیت پانے والوں کو سرکار کی جانب سے مدد دی جائے گی تاکہ وہ اپنی صنعتیں قائم کر سکیں۔ یہ تربیت منتخبہ ٹریڈ یا زرعی یا اس سے متعلقہ سرگرمیوں، چھوٹی صنعتوں اور سروس سیکٹروں سے متعلق ہوگی۔

اس تربیت کی ذمہ داری موجودہ تربیتی اداروں مثلاً گرام سیوک تربیت مراکز، گرام سیویکا تربیت مراکز، کاشتکاروں کے تربیتی مراکز، کرشی وگیان کیندر، زرعی اور دیگر یونیورسٹیاں آئی ٹی آئی اور دیگر رضاکارادارے انجام دیں گے۔

تربیت پانے والوں کے لئے عملی کام اور خود اعتمادی پیدا کرنے کے مواقع فراہم کئے جائیں گے تاکہ وہ اپنا ذاتی پیشہ خود اعتمادی کے ساتھ شروع کر سکیں۔ اُمیدواروں کا انتخاب چھوٹے اور درمیانہ کسانوں کے گروپ، بے زمین زرعی مزدوروں، کاریگروں اور دستکار نیز غریبی سے نیچے خطوط کے افراد میں سے کیا جائے گا۔

اس موقع پر فوقیت مندرج جاتیوں اور مندرج قبیلوں نیز خواتین کو دی جائے گی۔

اس اسکیم کے لئے حکومت ہند نے ۱۰۰ فیصد امداد کی منظوری کی ٹرینی / ہر ماہ کے لئے دیدی ہے اس کے علاوہ تربیت کا خرچ جو کہ روپے ماہانہ فی ٹرینی کے حساب سے متعلقہ اداروں کو دیا جائے گا۔

وہ ساز و سامان اور دیگر اخراجات جو کہ تربیت کے دوران ہوتے ہیں پورے کر سکیں۔ بین الاقوامی دیہی پروگرام کے تحت بہ تربیت پانے والے افراد مالی امداد کے بھی اہل ہیں۔ اور حکومت ہند ان تربیتی اداروں کی ضروریات کے ساز و سامان کے لئے بھی امداد کرے گی۔

مرکزی حکومت اور مرکزی حکومت کے تحت چلائے جانے والے اداروں، تربیتی اداروں اور زرعی یونیورسٹیوں کے لئے ضروری صنعتی ساز و سامان کے لئے مرکز سو فیصد امداد کرتا ہے۔ دیگر اداروں کے لئے مرکز ۵۰ : ۵۰ کی بنیاد پر اخراجات میں مدد کرتا ہے۔

دیہی ترقیات محکمہ میں مرکزی سطح پر پروجیکٹ اسٹیرنگ کمیٹی کی تشکیل کی گئی ہے جو کہ اس اسکیم کے کام کاج کا معائنہ کرے گی اور ریاستی حکومت کو ضروری اصول بھی مہیا کرے گی۔

**

ایک موچی جو کہ کاریگروں کی "روزگار ضمانت انجمن" کا رکن ہے، اپنے کام میں مصروف ہے۔ اس اسکیم کے تحت دی جانے والی امداد کی بدولت ایسے کاریگر اب کم داموں پر خام اشیاء خرید کر زیادہ سے زیادہ مال بنا سکتے ہیں اس طرح ان کی اوسط آمدنی یومیہ چھ روپے تک ہوتی ہے۔
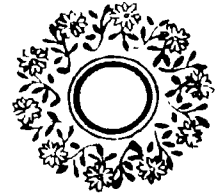
شاہ پور (ضلع تھانے) کے بلاک سازوں کی انجمن سے وابستہ بید اور بانس کا کام کرنے والا ایک کاریگر، اب اسے اوسطاً پانچ روپے یومیہ آمدنی ہو جاتی ہے۔

25-3-80

”سرور ڈنڈا کا دکھنی جھنڈا“

* پرویز یداللہ مہدی
۲۱۹۔ بہرام۔ کھیرواڑی، باندرہ، بمبئی ۵۰

یوں تو دکھنی ادب میں بیشمار شاعروں اور ادیبوں نے اپنے رنگ برنگے جھنڈے گاڑے ہیں لیکن مزاحیہ شاعری کی ”ایورسٹ“ پر ایک جھنڈا سب سے اونچا نظر آتا ہے جس کا پرچم تو دیدہ زیب ہے ہی ڈنڈا بھی قابل دید و قابلِ داد ہے۔ یہ دکھنی زبان کے نامور مزاحیہ شاعر سرور ڈنڈا کا جھنڈا ہے۔ دکھنی زبان وادب میں جھنڈوں پر جھنڈے گاڑھنے والے اس زندہ دل شاعر کو آج سے پندرہ سترہ برس پہلے قدرت نے موت کی جھنڈی دکھاکر ہم سے جُدا کر دیا، لیکن اس کے کلام کی گونج آج تک گونج رہی ہے اور جب تک دکھنی زبان جاننے والوں کا نقّارخانہ سلامت رہے گا یہ آواز گونجتی رہے گی۔

آیئے اب ہم دکھنی زبان کے چٹخارے کا لُطف اُٹھانے کے لیئے سرور ڈنڈا کے کلام کے پنکھ لگاکر دکن کی سیر کو چلیں — سرور ڈنڈا کا تخلص ڈنڈا، ویسے صوتی اعتبار سے بڑا بھونڈا معلوم ہوتا ہے لیکن ڈنڈا اسی ”ڈنڈے“ کے سہارے اپنے مقطعوں میں بڑی بڑی سخن گسترانہ باتیں بھی بڑی آسانی سے کہہ گئے ہیں ؎

جو اچھی بُری مانتے نئیں چپکے اکڑتیں
ایسوں کو صُبوں شام فقط ڈنڈا بجانا

سرور ڈنڈا صرف شاعری ہی میں اپنا ڈنڈا نہیں بجاتے تھے بلکہ عملاً بھی ایک عدد ڈنڈا اپنے ساتھ رکھتے تھے صرف دکھانے کے لئے، یہ ان کے پیشے کی مجبوری تھی۔ غلط مت سمجھئے وہ کوئی سُود خور پٹھان نہیں تھے، وہ ایک ٹیچر تھے۔ اس مناسبت سے وہ اپنا تخلص بجائے ڈنڈا کے مولا بخش بھی رکھ سکتے تھے، کیونکہ استاد کے ڈنڈے کو طالب علموں کی اصطلاح میں مولی بخش بھی کہتے ہیں لیکن سرور ڈنڈا صرف طالب علموں کے اُستاد شاعر نہیں تھے بلکہ عوامی شاعر تھے اور اپنے تخلص ہی کی طرح ان کی شاعری بھی منفرد تھی۔ یعنی کسی تیل پلائے ہوئے ڈنڈے کی طرح ایک دم سیدھی صاف نیچے سے اُوپر تک نہ کوئی بل نہ کوئی پیچ نہ غیر ضروری گھماؤ پھراؤ ایک دم آسان دل سے نکل کر سیدھے دل میں اُتر جانے والی یہی وجہ ہے کہ عوام نے انھیں زندگی ہی میں سر آنکھوں پر بٹھایا۔ اور یہ مرتبۂ بلند ظاہر ہے کسی کسی ہی کو ملتا ہے ورنہ اکثر شاعروں اور ادیبوں کے ساتھ المیہ یہ ہوتا ہے کہ شہرت اور مقبولیت کی سیڑھی لگا کر عوام کے سر آنکھوں پر بیٹھنے کی آرزو دل میں بیچاروں کی حالت بیٹھتے بیٹھتے دن حشر یہ ہوتا ہے کہ خاک کے اُوپر نظر آنے والی مُشتِ خاک یہ کہتے ہوئے تہہ خاک پہنچ جاتی ہے ؎

اے بسا آرزو کہ خاک شُد!

لیکن سرور ڈنڈا کے یوں زندگی ہی میں عوام الناس کے سر آنکھوں پر بٹھاتے ہوئے چڑھ جانے کی وجہ صرف ان کی مزاحیہ شاعری ہی نہیں تھی بلکہ وہ زبان تھی جسے انھوں نے اپنی شاعری کے لئے منتخب کیا۔ سرور ڈنڈا یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ "عوامی زبان" شاعری کے حق میں فائر بریگیڈ کی سیڑھی کے مترادف ہوتی ہے چاہے جتنا اونچا کرتے چلے جایئے سیڑھی کے پہلے زینے کا ربط زمین سے کبھی نہیں ٹوٹتا۔ چنانچہ ڈنڈا دھڑلے کے ساتھ اپنے شعروں میں اونچی اونچی باتیں کہہ جاتے' اور کبھی ان کی کوئی بات کسی 'فاسٹ بولر' کے 'بمپر' کی طرح عوام کے سر پر سے نہیں گزرتی۔

عوامی زبان بظاہر بڑی آسان بڑی سہل معلوم ہوتی ہے لیکن جب کوئی اُسے ضبطِ تحریر میں لانے کی کوشش کرتا ہے تو اس کا اپنا جسمانی نظم و ضبط بگڑنے لگتا ہے۔ تب پتہ چلتا ہے کہ عوامی زبان میں تخلیقِ شعر و ادب کوئی کھیل نہیں اس کے لئے بڑے دل گُردے کی ضرورت ہوتی ہے لیکن سرور ڈنڈا کا کلام پڑھئے تو کہیں بھی یہ احساس نہیں ہوتا کہ انھیں کہیں کسی مرحلے پر کوئی مشکل درپیش آئی ہو بلکہ ہر قدم پر یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان کا دل اور گُردہ ان کے تخلص ہی کی طرح بے حد مضبوط ہے۔

سرور ڈنڈا کا پورا نام غلام سرور خاں تھا۔ یہ کہنے کی قطعی ضرورت نہیں کہ وہ پٹھان تھے۔ البتہ ان کے قریبی احباب کی زبانی سُنا ہے کہ اس پٹھان میں "آن" بہت زیادہ تھی اور "پٹھ پن" بہت کم۔ ویسے لوگ باگ کسی کے متعلق کچھ نہ کچھ اُڑاتے ہی رہتے ہیں لیکن سرور ڈنڈا کی پٹھانی کے تعلق سے دوستوں کا یہ تجزیہ اس واسطے بھی درست معلوم ہوتا ہے کہ اگر سرور ڈنڈا میں واقعی 'پٹھانیت' کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی تو وہ شعر سُنا کر داد وصول نہ کرتے بلکہ سُود وصول کرتے۔ البتہ ڈنڈے کا استعمال دونوں صورتوں میں ہوتا مگر فرق کے ساتھ۔ شاعری کے ڈنڈے کی کشش لوگوں کو اپنی طرف یوں کھینچتی جیسے مقناطیس لوہے کو' جبکہ سودخور کے ڈنڈے کو دیکھ کر ہی لوگوں کی رُوح فنا ہو جاتی۔ اور سرور ڈنڈا نے' برسوں بلکہ صدیوں سے بدنام 'پٹھانی ڈنڈے' کو اپنی شاعری کا لہو پلا کر محبت کی ایسی علامت بنا دیا' جسے بلا لحاظ مذہب و مِلّت دکن کے عوام نے اپنے دل میں جگہ دی۔

سرور ڈنڈا کے کلام کا پورا پورا لُطف اُٹھانے کے لئے دکھنی زبان کو' اس کے مزاج کو' لب و لہجہ کو، مخصوص لفظیات اور اصطلاحات کو سمجھنا ضروری ہے، یہ تفصیل میں جانے کا موقع تو نہیں تاہم دکھنی زبان کی کچھ بنیادی خصوصیات پر روشنی ڈالنا ضروری ہے تاکہ آپ بھی سرور ڈنڈا کے کلام کا تھوڑا بہت لُطف اُٹھا سکیں' دکھنی زبان میں اِسم کی جمع واحد کے آخر میں "آں" بڑھانے سے بنتی ہے جیسے کتاب کی جمع "کتاباں"، گھر کی جمع "گھراں" وغیرہ۔ اگر فاعل جمع مؤنث ہو تو اس کا فعل بھی جمع آتا ہے جیسے کمان کی 'کماناں'، تھیلی کی 'تھیلیاں' وغیرہ۔ یہاں سرور ڈنڈا کا ایک شعر نمونتاً پیش ہے جس میں دکھنی قاعدے کی رُو سے شاعر نے پھول کی جمع 'پھولاں' بنائی ہے ؎

بات کرے تو پھولاں جھڑنا
بات کو منہ پھٹ نکّو رے

دکنی زبان نے سرزمینِ دکن کی جن دوسری مقامی زبانوں کا اثر قبول کیا ان میں مراٹھی، تلگو اور کنڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ البتہ دکنی پر مراٹھی زبان کا اثر نسبتاً زیادہ ہے۔ مثلاً دکنی میں حرفِ تخصیص کے لئے 'چ' استعمال ہوتا ہے جو مراٹھی کا لاحقہ ہے جیسے 'تو ہی' کو 'توچ'، 'ایسا ہی' کو 'ایساچ' وغیرہ۔ اسی ضمن میں سرور ڈنڈا کا ایک شعر ملاحظہ فرمایئے' اس میں شاعر نے نرالا ہی کو دکنی قاعدے کی رُو سے 'نرالاچ' بنایا ہے ؎

قانون نرالاچ ہے محفل میں اُن کی آج
کمزوروں ناتوانوں کو 'اٹ بیٹ' کرانا

بقول نقادانِ ادب' سرور ڈنڈا کی شاعری ان کے اپنے دَور کی سچی آئینہ دار ہے جس میں ان کے گرد و پیش کے ماحول کی ہر تصویر کے خط و خال نمایاں طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر ملاحظہ فرمایئے ان کی مشہور نظم "اِدے نا ما دیشم" کے کچھ بند' واضح ہو کہ اس نظم کا عنوان تلگو زبان میں ہے جسے شاعر نے ٹیپ کے بند کے طور پر استعمال کیا ہے' اور اس کا مطلب ہے 'یہی ہمارا دیش ہے' ؎

سَدا میرے گاؤں پو غربت کا موسم
نہ فاقوں سے فرصت نہ دم میںچ ہے دَم
یاں لنگی بھی گن نیئں داں اُن کو ہے ریشم
اِدے ناما دیشم، اِدے ناما دیشم

جاں جینے پو ٹیکساں جاں مرنے پو ٹیکساں
جاں جنور سے بدتر ہیں بے چارے انساں!
جاں ملنا بی مشکل ہے بیڑی کے دو دَم
اِدے نا ما دیشم، اِدے ناما دیشم

بڑا پاپ ہے یاں کو ہنسنا ہنسانا
سَدا ریت ہے یاں کی رونا رُلانا!
چیچ لڑکو مرئیں گھڑ دو دینگے ریشم
اِدے نا ما دیشم، اِدے ناما دیشم

سرور ڈنڈا کے خیالات، جذبات اور محسوسات بالکل سچے، کھرے اور اسلوب و زبان و بیان بے حد سادہ اور عام فہم ہے ملاحظہ فرمایئے غزل کے دو شعر ؎

دل ناداں سویا مچلتے مچلتے ؛ کریا ناک میں دم سمبھلتے سمبھلتے !
میرے اُمیداں کی میرے ارماناں کی ؛ پتنگ کھا گئی سلگتے سلگتے

سرور ڈنڈا اپنے ہنسی مذاق میں عوام الناس کے جذبات کی بڑے دلچسپ اور اچھوتے رنگ میں ترجمانی کی ہے۔ محبت کی ہٹ ملاحظہ فرمایئے ؎

پی یو، پی یو کی ہٹ نکوّ رے ؛ نکو ایسی ہٹ نکو رے !
میں جو رُو کیا شرم سے بولے ؛ چھوڑ مجے چل ہٹ نکو رے

اگلے شعر میں امن کا پرچار اور جنگ کی مذمت کرتے ہیں ؎

امن کے یاناں امن سے کرنا
ہاتھ میں برچھی لٹ نکوّ رے

سرور ڈنڈا نے ہر ناانصافی کے خلاف آواز اُٹھائی ہے چاہے وہ شخصی ہو، سماجی ہو یا سیاسی، آجکل کی سیاست کی صحیح ترجمانی ملاحظہ فرمایئے ؎

تعریف سیاست کی فقط اتّی ہے یارو
جس کو ملیا موقع اُنے وصول جمانا

اگلے شعر میں آج کے دل بدلو سیاستدانوں کی غیر یقینی کیفیت ملاحظہ فرمایئے ؎

چورستے پو پہنچے جو سیاست کی تو بولتیں
اندھا ہوں مائی باپ مجھے رستہ بتانا

اور ان خود غرض سیاستدانوں کے ہاتھوں غریب جنتا کا حشر اس شعر میں ملاحظہ فرمایئے ؎

نہ مرنے میں شامل نہ جینے میں شامل
کئی سال گذریں لٹکتے لٹکتے

سرور ڈنڈا نے غزل، نظم، گیت، ہر صنف میں خامہ فرسائی کی ہے ملاحظہ فرمایئے ان کا یہ گیت جو انھوں نے دکنی اُردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر اور دکن کے مقبول و ہردلعزیز بادشاہ قلی قطب شاہ کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت کے طور پر پیش کیا ہے ؎

قلی قطب باشا تھے رنگ رنگیلے
رنگ رنگیلے بڑے چھبیلے
بھاگیہ وتی سے لے کو بھاگ متی تک
ممتا کے چاؤں سے مدھر متی تک
بہت مراداں الولے تلولے
قلی قطب باشا تھے رنگ رنگیلے

جنتا کی سیوا میں تن من دھن سے !
کبھی چھن چھن سے کبھی کھن کھن سے
جنتا کی سیوا میں پاپڑ بھی بیلے !
قلی قطب باشا تھے رنگ رنگیلے

سرور ڈنڈا چونکہ بنیادی طور پر عوامی شاعر تھے اسی لئے ان کی مخاطبت ہمیشہ عوام الناس سے رہی ؎

سچی راہ پو کانٹے کانٹے
سچی راہ سے ہٹ نکو رے
سورج بن کو جگ پو چھاجا
چان کے جیا گھٹ نکوّ رے

اب ایک اور غزل کے چند شعر ملاحظہ فرمایئے جن میں شاعر نے سادگی کے ہاتھوں اپنے لُٹ جانے کی واردات قلم بند کی ہے ؎

ہو کے برباد اُن کے ہاتھاں سے
اب بھی ان کا خیال ہے سو ہے
ان کی قسمت میں مرغی اور مچھی
میری قسمت میں دال ہے سو ہے

آخر میں سرور ڈنڈا کی ان دو مشہور نظموں کا ذکر کروں گا جو اپنے سیاسی پس منظر کے باعث حیدرآباد میں بے حد مقبول ہوئی تھیں اور گلی گلی گائی جاتی تھیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب موجودہ صدر جمہوریۂ ہند محترم سنجیوا ریڈی صاحب آندھرا پردیش کے چیف منسٹر ہوا کرتے تھے۔ ملاحظہ فرمایئے پہلی نظم کے دو بند ؎

تمیں آندھرا کے کاماں او سنجیوا ریڈی ماماں
یہ تم کریں سو کاماں، او سنجیوا ریڈی ماماں

اس نظم کا آخری بند تو اس قدر اچھوتا اور چونکا دینے والا ہے کہ بھلائے نہیں بھولتا ؎

پولس کی ڈائری میں، ڈنڈے کی شاعری میں
فُل اسٹاپ ہے نہ کاماں، او سنجیوا ریڈی ماماں

دوسری نظم جو دراصل گیت کے اسٹائل میں ہے اس میں شہر حیدرآباد کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کے سفر کا حال بیان کیا گیا ہے گویا حیدرآباد کی بلدی حدود، کے اندر جتنے بھی سرکاری اور غیر سرکاری دفاتر و فروغ پذیر تھے، ان میں اپنی اپنی اخلاقی، معاشرتی اور

اجی حدود کو متجاوز کرنے والوں کے پول کھولے گئے ہیں۔ اور جس کی زبان
ے ڈنڈا نے یہ گیت نما نظم گوائی ہے وہ عوام کے اس طبقے کا نمائندہ ہے
س کا کام ہی سڑکیں ناپنا گلیوں کی خاک چھاننا ہوتا ہے۔ یہ ایک
نگے والا ہے جو روز سواریوں کو شہر کے ایک کونے سے دوسرے کونے
ے لایا لیجایا کرتا ہے۔ گیت کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے ؎

شاہ پور واڑی سے پہاڑی ۔ میری چلی رے گھوڑا گاڑی
بابو ہو جانا فٹ پاتھ پر
راجہ ہو جانا فٹ پاتھ پر
لالہ ہو جانا فٹ پاتھ پر

پھر گھوڑا گاڑی کے ساتھ گیت بھی آگے بڑھتا ہے ؎

یہ ہے دفتر زراعت
یعنی کسانوں کی بات
جن کو جم کو دیتئیں ہاتھ
بابو ہو جانا فٹ پاتھ پر

یہ ہے سکریٹریٹ
یاں پو کارروائیاں لیٹ
یاں پو ارماں چڑتیں بھینٹ
بابو ہو جانا فٹ پاتھ پر

یہ ہے محکمۂ برقی
جتنا بولے یہ سُرخی
اس کے کاماں سب درفی
بابو ہو جانا فٹ پاتھ پر

یہ ہے اسمبلی کا ہال
یاں پو سیاسی ہیں دلّال
جن کی بجنتی ہوئی کھال
بابو ہو جانا فٹ پاتھ پر

یہ ہے ریڈیو اسٹیشن
یعنی پریوں کا جنکشن
راگ ہوا تال ہیں اَن بَن
بابو ہو جانا فٹ پاتھ پر

یہ ہے دفترِ انصاف
یاں کی ترازو ہو گئی صاف
تل گئی ملزموں کی ناف .... بابو ہو جانا فٹ پاتھ پر

سرور ڈنڈا کے کلام کی یہی خصوصیت ان کی مقبولیت کا راز تھی،
اپنے شُستہ طنز اور شگفتہ مزاح کے توسط سے جہاں ڈنڈا نے سماجی
ناانصافیوں کو للکارا ہے، بر خود غلط سیاستدانوں کے چہروں پر چڑھی
خوبصورت نقاب نوچ کر اُن کے سوئے ہوئے ضمیر کو جھنجوڑنے کی کوشش
کی وہیں اپنی سادہ دلی کے ہاتھوں معاشی اُلجھنوں میں گرفتار عوام الناس
کو اُمید بھی دلائی کہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا مایوسی کے جو بادل وقتی
طور پر اُمڈ آئے ہیں ایک دن ضرور چھٹ جائیں گے لیکن افسوس ان بادلوں
کے چھٹنے سے قبل عوام کو اُمید دلانے والا یہ البیلا شاعر خود موت کی
وادی میں ہمیشہ کے لئے سو گیا ع
خدا اس کی لحد پر شبنم افشانی کرے

چلتے چلتے اتنا اور عرض کر دوں کہ اس مضمون میں جو چیدہ چیدہ شعر
میں نے استعمال کئے ہیں اُنھیں چاول کے وہ چند دانے سمجھئے جنھیں دیکھ کر پوری
دیگ کے پکوان کا اندازہ ہو جاتا ہے لیکن یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ اتنی شاندار
دیگ کا مزیدار پکوان، لقموں کی شکل میں اِدھر اُدھر بکھرا پڑا ہے۔ آج
تک کسی کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ سرور ڈنڈا کے بکھرے ہوئے کلام کو
مجموعے کی شکل دے سکے ۔

خود سرور ڈنڈا کو جانے کی اس قدر جلدی تھی کہ مجموعہ کلام پیش کرنا
تو دور وہ غالباً اسے مُرتّب بھی نہیں کر سکے۔ انھوں نے شاید حج بیت اللہ
شریف سے مشرف ہونے کے بعد یہ پروگرام طے کر رکھا تھا۔ میں سوچتا
ہوں اگر سرور ڈنڈا مجموعہ شائع کرانے کے بعد حج پڑھنے جاتے تو کسی کا
کچھ نہیں بگڑتا بلکہ دکھنی ادب میں ایک قابل قدر مجموعہ کا اضافہ ہو جاتا۔
غالباً سرور ڈنڈا کے زمانہ میں حج کے لئے روانگی سے قبل بیٹا بیٹی کی شادی
کے فرض سے سُبکدوش ہونے کے ساتھ آج کی طرح مجموعۂ کلام بھی چھپوانے
کا رواج نہیں تھا۔ آج تو جس شاعر یا ادیب کو حج کی توفیق ہوتی ہے
وہ روانگی سے قبل اپنا مجموعۂ کلام چھپوا کر مفت تقسیم کر دیتا ہے۔

بہرحال ضرورت اس بات کی ہے کہ کوئی آگے بڑھے اور سرور ڈنڈا
کے کلام کو زیورِ طبع سے آراستہ کر کے دکنی ادب کی اس بجھتی ہوئی لو کو
از سر نو تابندگی و تابندگی بخش دے، ورنہ اپنوں کی بیگانگی اور چاہنے
والوں کی بے اعتنائی کا سرور ڈنڈا ہمیشہ گلہ کرتے رہیں گے ؎

ایسے روشن زمانے میں ڈنڈے
اپنوں اُلفت کا کال ہے سو ہے

• علاء الدین جیناوڑے
۶۳۷۔ شانتی نگر،
چیمبور۔ ممبئی ۴۰۰۰۷۱

نواب مرزاخان داغ دھلوی اس زمانہ کی پیداوار ہیں جبکہ ہندوستان میں مغلیہ حکومت کا چراغِ سحری خاموش ہونے سے پہلے بھڑک اٹھا تھا۔ یہ وہ نازک زمانہ تھا کہ فکرِ فردا اور غمِ دوش ٹوٹتے ہوئے دلوں پر بارِگراں تھے اور ہر شخص ماضی و مستقبل سے بےخبر دمِ حاضر کو غنیمت جان کر زندگی کے مزے لوٹ رہا تھا۔ اس طریقۂ زندگی میں شاہی خاندان کے افراد سب سے آگے تھے۔ لال قلعہ کے در و دیوار سے حسرت و یاس ٹپکنے سے پہلے شعر و سخن کے نغمے بلند ہو رہے تھے۔ مغلیہ حکومت کا آخری تاجدار انتظامِ حکومت میں حصہ لینے کے بجائے اپنے جذبات کو منظوم کرنے میں مصروف تھا۔ نوجوان شہزادوں کی تربیت جنگ کے میدانوں کے بجائے طوائفوں کے کوٹھے پر ہوتی تھی۔ غرض ہر شخص ہوا و ہوس کا پتلا تھا۔

یہ لال قلعہ کا ماحول تھا جب داغ چھ۔ سات کی عمر میں وہاں پہنچے۔ اسی ماحول میں بچپن گزارا، جوان ہوئے۔ ۱۲۷۲ھ میں مرزا فخرو خلفِ بہادر شاہ ابوظفر کی وفات کے بعد ماں کے ساتھ لال قلعہ سے نکلے۔ ۱۲۷۳ھ میں غدر کا عالم آشوب ہنگامہ برپا ہوگیا، جس کے فرو ہونے کے بعد داغ رامپور چلے گئے۔ تقریباً ۲۸ سال کی عمر تک دہلی میں زندگی بسر کی ممکن نہ تھا کہ داغ اس ماحول سے متاثر نہ ہوتے۔ داغ متاثر ہوئے اور خوب متاثر ہوئے بلکہ اس ماحول کی روح داغ کی رگ رگ میں دوڑ رہی تھی

عمر کیونکر نہ بسر کیجئے غافل ہوکر
کہ ملا ہے ہمیں اک قطرۂ دل مے ہوکر

نواب کلب علی خاں کے انتقال کے بعد داغ رامپور سے حیدرآباد آئے جہاں قدردانیوں نے استقبال اور خطابات نے سرفراز کیا۔ پہلے ساڑھے چار سو روپیہ اور پھر چند روز بعد ایک ہزار روپے ماہوار وظیفہ مقرر ہوا۔ جو عمر بھر کی فارغ البالی کی ضمانت تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ داغ کی عیش پرستی و رنگین مزاجی بدستور قائم رہی، بلکہ ضعیفی میں بھی جبکہ ان کی عمر ساٹھ سے متجاوز ہوگئی تھی، دو سو روپے ماہوار پر ایک طوائف اختر جان، ان کے ہاں ملازم تھی تاکہ اس کی اداؤں سے جذبات برانگیختہ ہوتے رہیں اور طبیعت شعر گوئی کی طرف مائل رہے۔

ایسے ماحول اور خوشحالی میں زندگی بسر کرنے کے بعد انسان اگر خوش طبع اور رنگین مزاج نہ ہو تو تعجب کی بات ہوگی۔ نیز یہ کہ جہاں زندگی کٹھن اور دشوار نہیں ہوتی وہاں انسان میں غور و فکر کا مادہ بھی کم ہو جاتا ہے۔ ا[illegible] انسان جذبات و احساسات کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکتا لیکن احسا[illegible] کی تیزی اور خیالات کی فراوانی، تصور کی رنگینی اور جذبات و میلانات گوناگونی اس میں ضرور ہوگی، اور یہی چیزیں شباب کی جان ہیں بلکہ انھ[illegible] چیزوں کا نام شباب ہے۔

چنانچہ داغ کے کلام میں شباب کے دل کی دھڑکنیں، مسرت و خو[illegible] کروٹیں اور شوخی و شرارت کے اشارے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے بہار [illegible] اور رنگینی کی روح اس کی رگ رگ میں دوڑ رہی ہے۔ شراب اس[illegible] گھٹی میں پڑی ہے اور وہ زندگی کی گوناگوں مسرتوں سے خوب لطف [illegible] ہو رہا ہے۔ داغ نہ شباب کو حباب سمجھ کر کفِ افسوس ملتا ہے اور [illegible] عشق و غمِ روزگار کو وبالِ جان و جال گسل سمجھ کر مضمحل و پریشان [illegible]

غ کے نزدیک زندگی ایک مسلسل کیف، ایک فردوس گوش سرود اور دلپسند نغمہ ہے ؎

فسردہ دل کبھی خلوت نہ انجمن میں رہے
بہار ہو کے رہے ہم تو جس چمن میں رہے

غ کو زندگی سے بے حد الفت تھی۔ وہ اس زندگی سے بہت خوش تھا ں مسرت بھرے دل سے کہتا ہے ؎

چاہیں پیئے نشاط سلیماں سے بخت و تخت
مانگیں مسیح و خضر سے عمرِ دراز ہم

•

ساقیا! دے بھی مے روح فزا تھوڑی سی
بے وفا عمر کرے اور وفا تھوڑی سی

•

نغمۂ دلکش ہو تو دم سازِ دمِ عیسیٰ ہے
کبھی آجاتی ہے کانوں میں صدا تھوڑی سی

•

جب داغ کو دنیا کی رنگینیاں اور عیش و طرب کے سامان دل بہلا دینے کے لئے مل جاتے ہیں تو جنت کا تصور بھی اس کے لئے ایک موہوم صورت اختیار کر لیتا ہے ؎

وہ کون سی خوبی ہے جو دنیا میں نہیں ہے
کیا کوئی مکاں کے ہے سوا خلدِ بریں اور!

اگر داغ کے پاس غالب کی طرح متفکرانہ صلاحیتیں ہوتیں تو شاید اس پر زندگی کے کتنی رازہائے سربستہ منکشف ہو جاتے اور ممکن تھا فلسفۂ غالب کی طرح فلسفۂ داغ کی داغ بیل پڑتی اور نقاد و مفکر، داغ کے کلام سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے کہ زندگی سچ مچ ایک کیف و نشاط ہے۔ لیکن اس کو کیا کیجئے کہ شباب کی نظر محدود ہوتی ہے اور وہ دور تک بہت کم دیکھ سکتی ہے۔ چنانچہ شعراء کے متعلق یہ خیال ہے کہ وہ عشقِ مجازی کی زبان میں عشقِ حقیقی کے رموز و نکات بیان کرتے ہیں، اور حسنِ مجازی کے پس پردہ حسنِ مطلق سے دل لگاتے ہیں۔ لیکن جہاں تک داغ کا تعلق ہے یہ احتیاط بہت کم نظر آتی ہے۔ داغ کا معشوق اسی عالمِ ہست و بود کا ایک انسان ہے جس کے سینے میں دل اور دل میں جذبات ہیں۔ جو کبھی داغ کی جدائی سے سوگوار بھی ہوتا ہے اور پھوٹ پھوٹ کر روتا بھی ہے۔ ذیل کے اشعار سے صاف ظاہر ہوگا کہ داغ کا معشوق ارضی ہے سماوی نہیں ؎

کل اُس بُت نے جو پہنی تھی مرٹھنی ساڑھی
پنڈلیاں صاف چمکتی رہیں کندن کی طرح

•

شبِ وعدہ گزر گئی آدھی ؎ اب سنا ہے کہ نیل سر میں پڑا

•

تم کہتے ہو کہ معشوق اطاعت نہیں کرتے
عاشق بھی تو معشوق کے نوکر نہیں ہوتے

•

وہ شرمائی ہوئی آنکھیں وہ گھبرائی ہوئی باتیں
نکل کر گھر سے وہ کھرا ترا امیدواروں میں

•

بلکہ داغ کا معشوق کبھی کبھی بہت ہی شوخ و بیباک بھی ہو جاتا ہے مثلاً ؎

پہلے گالی دی سوال وصل پر!
پھر ہوا ارشاد کیوں کیسی کہی؟

•

کسی کی شرم آلودہ نگاہوں میں یہ شوخی ہے
اسے دیکھا، اُسے دیکھا، اِدھر تاکا اُدھر جھانکا

•

جس کا معشوق چلمن کے پاس کھڑا ہوا تاک جھانک کر رہا ہو، اس کے عشق میں سنجیدگی کہاں سے آئے گی؟ داغ اور عاشقوں کی طرح کوچۂ یار کی خاک چھاننے بہت کم جاتا ہے بلکہ اس کا جذبۂ شوق خود معشوق کو اس کے گھر پر کھینچ لاتا ہے اور وہ اسے قریب پا کر بے تکلف و بے محابا گفتگو کرتے ہوئے گستاخیاں بھی کرنے لگتا ہے جو بعض اوقات حد سے بڑھ جاتی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ داغ کا شباب شعور کے تمام پردوں کو چاک کر کے پھٹا پڑ رہا ہے۔ مثلاً ایسے اشعار ملیں گے ؎

مزا ہے وصل کی شب اس طرح ہوں پیار کی باتیں
ہمارا ہاتھ سینے پر تمہارا ہاتھ گردن میں!

•

گلے شکوے کہاں تک ہوں گے آدھی رات تو گزری
پریشاں ہم بھی ہوتے ہیں پریشاں تم بھی ہوتے ہو

•

دی مؤذن نے شبِ وصل اذاں پچھلی رات!
ہائے کمبخت کو کس وقت خدا یاد آیا!

تم کو ہے وصلِ غیر سے انکار
اور جو ہم نے آکے دیکھ لیا!!

•

ایک اور چیز جو داؔغ کی شاعری میں شبابیات کو نمایاں کرتی ہے وہ ہے زبان کی شوخی اور بے ساختگی! داؔغ کے اندازِ بیان میں ایک عالم، مفکّر، ناصح یا فلسفی کی سنجیدگی نہیں ملے گی۔ جس قسم کے جذبات وخیالات کو داؔغ نے لباسِ شاعری سے آراستہ کیا ہے ان کے لئے زبان اور اُسلوب بیان بھی وہی زیادہ موزوں ومناسب تھے، جنھیں داؔغ نے برتا ہے۔

مثلاً داؔغ کے مندرجۂ ذیل اشعار ملاحظہ ہوں۔ پھڑکتے مضامین ہیں اور پھڑکتی زبان بھی ؎

قیامت ہیں بانکی ادائیں تمھاری
اِدھر آؤ لے لوں بلائیں تمھاری
پھڑک جائے کیونکر نہ انسان سُن کر
رسیلی سُریلی ندائیں تمھاری!

•

اے شیخ جو بتائے مئے عشق کو حرام
اس کو دو لگائے بھگو کر شراب میں

•

ہر ادا مستانہ سر سے پاؤں تک چھائی ہوئی
اُف تری کافر جوانی جوش پر آئی ہوئی!

•

پھر ملاحظہ ہو۔ ذوؔق کا شعر ہے ؎

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّ وبیاں

•

اس میں وہ پاکیزہ خیال پیش کیا ہے، جسے بقول چکبستؔ 'انسانی تہذیب کا معیار سمجھنا چاہئے۔ داؔغ کی نظر بھی اس مضمون پر پڑی لیکن دیکھئے کس پھڑکتی شوخی سے داؔغ نے اسے بیان کیا ہے ؎

پندِ واعظ سُنتے سُنتے کان اپنے بھر گئے
کیا عبادت کو ہمیں ہیں سب فرشتے مر گئے

•

اسی طرح آتشؔ کا شعر ہے ؎

چشمِ نامحرم کو برقِ حُسن کر دیتی تھی بند
دامنِ عصمت ترا آلودگی سے پاک تھا

داؔغ اس خیال کو ایک بازاری شخص کی زبان میں یوں ادا کرتا ہے ؎

ہائے کمبخت وہ کسی بُت کا دمِ نظّارہ!
آنکھ بھر کر ہمیں دیکھے تو بس اندھا ہو جائے

=

ایک مثنوی 'فریادِ داؔغ' اور دو دیوان 'گلزارِ داؔغ' اور 'آفتابِ داؔغ' ۔ حیدر آباد پہنچنے سے پہلے کی تصانیف ہیں۔ حیدر آباد میں تیسرا دیوان 'مہتابِ داغ' تیار ہوا۔ مگر بقول مصنفِ گلِ رعنا 'اس کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسافر بڑی بڑی منزلیں طے کر کے تھک کر کسی مقام پر بیٹھ گیا ہے۔ تاہم مجموعی طور پر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ داؔغ کے کلام میں رنگینی' نشاط اور کیف وسُرور کا ایک دریا موجزن ہے اور ہر موج میں وہ شوخی' شرارت اور بے باکی رقص کر رہی ہے جو دل میں چٹکیاں لیتی ہے اور خواہ وہ انسان کے جذباتِ عالیہ کو جوش میں نہ لائے، لیکن اتنا ضرور ہے کہ کچھ دیر کے لئے انسان دنیا کے رنج وغم کو بھول کر عالمِ شباب کی سرشاری کے مزے لینے لگتا ہے۔ یہی چیز داؔغ کی شاعری کی جان ہے۔ داؔغ کا کلام شروع سے آخر تک شباب اور مستی سے بھرا ہوا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ داؔغ کو شبابیات نے اور شبابیات نے داؔغ کو چمکایا ہے۔

**

صفحہ ۹ سے آگے

ادارے کے اشتراک سے تربیت کا انتظام کمیشن کے ذمہ کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ شہد کی مصنوعات، کومب فاؤنڈیشن اور رانی مکھی کی پرورش کے معاملہ میں خصوصی تربیت دی جاتی ہے۔ نحل پروری کی تعلیم مراٹھی میں دی جاتی ہے۔ بدیسی ماہرین کے لئے اس ادارے میں ریسرچ کی ہر سہولت کا بھی انتظام ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ادارہ نحل پروری نے مہابلیشور اور دیگر سہیادری علاقوں میں نحل پروری کو سائنٹیفک طریقے سے فروغ دینے میں کامیابی حاصل کی ہے لیکن اب تک جو کچھ نتیجہ حاصل ہو سکا ہے وہ اس علاقے کے تناسب سے بہت ہی معمولی ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ تقریباً تمام تحقیقاتی کارروائیاں صرف مہابلیشور کے علاقہ تک ہی محدود ہیں۔ حالانکہ مہاراشٹر میں کولہاپور، سانگلی اور کوکن جیسے کئی وسیع علاقے موجود ہیں جہاں ایسے اقدامات کے کثیر مواقع حاصل ہیں۔ اسی طرح نحل پروری کو امراؤتی، چندرپور، ناندیڑ، دھولے اور پونے کے علاقوں میں بھی فروغ دیا جا سکتا ہے۔

*

”اچھا ہوا کہ حاکم نہ ہوا“

مصنف: عزیز نسین
مترجم: شفیق ستانی
(بی ایس سی)

[قومی راج کے پچھلے شمارے میں عزیز نسین کا ایک تعارف پیش کیا گیا تھا ”اچھا ہوا کہ حاکم نہ ہوا“ عزیز نسین کا ایک شہ پارہ ہے، جس کا فارسی سے اردو میں ترجمہ شائع کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ قارئین پسند کریں گے]

شفیق آغا نے اتنی دفعہ یہ داستان اِس سے اُس سے بیان کی تھی کہ زبد تکرار کرنے کا حوصلہ بھی اُن میں باقی نہ رہا تھا۔ لیکن قہوہ خانے میں بیٹھے ہنسی مذاق کے رسیا' ان کے دوست احباب بھلا کب ماننے والے تھے۔

”شفیق بیگ۔ میرا مَرا مُنہ دیکھو جو وہ قصہ بیان نہ کرو؟“

” اپنے مَرونکی قسم۔ سُنا دو نا“

” بس اب نخرے نہ کرو۔ شروع ہو جاؤ۔ ہاں“

شفیق آغا مجبور ہو گئے کہ ہزارویں دفعہ وہ قصہ بیان کریں۔

” تم لوگ امین آغا ولد عارف بیگ کو تو جانتے ہی ہو گے ؟“

گوشہ و کنار سے کئی صدائیں ایک ساتھ بلند ہوئیں ۔ ”یقیناً کیونکر ممکن ہے اُسے نہ جانتے ہوں ؟“

یہ جناب' اپنے بچپن ہی سے نہایت بیہودہ قسم کے واقع ہوئے تھے۔ سکول میں داخل کئے گئے توجہ نہ دی، کام پر بٹھایا' فرار ہو گئے۔ خلاصہ یہ کہ عارف بیگ جلد ہی سمجھ گئے کہ یہ بچّہ کسی کام کا نہیں ہے۔ اسی سبب سے اُسے کمپلسری ملیٹری ٹریننگ کے لئے بھیج دیا گیا۔ ان کا اعتقاد تھا کہ فوجی ٹریننگ جوانوں کی بُری عادتوں کو چھڑا دیتی ہے اور ان کی اصلاح کر دیتی ہے۔ ہوا بھی ایسا ہی۔ لیکن خدا بخشے عارف بیگ کی عمر نے وفا نہ کی کہ وہ بیٹے لڑکے کو انسان بنا دیکھتے۔ ادھر امین آغا نے ٹریننگ سے چھٹی پائی اُدھر ان کے والد نے اس دنیا سے۔

ایک روز امین آغا میرے پاس آئے اور کہا

”شفیق بیگ۔ تم میرے لئے بجائے باپ کے ہو۔ میں اب تک کچھ بھی نہ بن سکا، اب ارادہ کر رہا ہوں سیاحت شروع کروں۔“

اس کے ان الفاظ کو سُن کر مجھے بڑا تعجب ہوا۔ امین آغا نے اڑوس پڑوس کے شہر نہ دیکھے تھے۔ میں نے کہا۔

” بیٹے۔ آخر کس لیاقت کی بن پر سیاحت اختیار کرنا چاہتے ہو۔

اس نے کندھے اُچکائے۔

”چھوڑیئے بھی۔ اس ملک میں تم جیسوں ہی سے رونق ہے۔

امین آغا اسی روز ایک پارٹی کے ممبر بن گئے۔

مدتیں گذر گئیں۔ غریبی اور ضعیفی نے مجھ پر اتنا دباؤ ڈالا کہ عرصۂ حیات تنگ ہو گیا۔ سوچا چاہے جیسے بھی ہو امین آغا کو تلاش کروں اور اس کی مدد سے کوئی کام حاصل کروں تاکہ بیوی بچوں کا پیٹ پلے۔

تلاش بسیار کے بعد پتہ چلا کہ امین آغا پارٹی کے علاقائی صدر ہو گئے ہیں۔ مارے تعجب کے ششدر رہ گیا۔ ان سے ملنے گیا۔ خیال تھا کہ دیکھتے ہی بغلگیر ہو جائے گا اور عموجان... عموجان کہتے ہوئے مجھے بوسوں میں غرق کر دے گا... لیکن ایک گھنٹہ انتظار کے کمرے میں جمائیاں لینے کے بعد سمجھ میں آیا کہ ایسا کچھ نہیں ہے۔ اجازت ملنے کے بعد جب میں کمرے میں داخل ہوا بھی' تو امین آغا نے بالکل لفٹ نہ دی۔ اس کا ظاہر و باطن بدل چکا تھا اور وہ موٹے شیشوں کی عینک لگائے ایک طویل و عریض میز کے پیچھے براجمان تھا۔

بڑے غرور کے ساتھ میرے سلام کا جواب دیا اور بغیر اس کے کہ مجھے بیٹھنے کو کہے۔ پوچھا

” فرمایئے۔ مجھ سے کوئی کام تھا“

میں اس عجیب و غریب ملاقات سے ایسا دم بخود ہوا کہ یاد ہی نہ رہا کس کام سے آیا ہوں، کوئی اور اگر میری جگہ ہوتا تو شاید اس کو اپنا نام تک یاد نہ رہتا' بمشکل بول سکا۔

” قربان۔ مزاج پرسی کے لئے چلا آیا تھا۔“ (باقی صفحہ ۳۲ پر)

تبصرہ

• تبصرہ نگار، حسن عباس فطرت

رہ نوردِ شوق — سفر نامہ

ڈاکٹر سیّد عابد حسین، مرتبہ صالحہ عابد حسین
مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، نئی دہلی
صفحات: ۱۴۴
قیمت: ۱۴ روپے ۵۰ پیسے

ڈاکٹر سیّد عابد حسین ہمارے ملک کے مایہ ناز سپوت تھے۔ انھوں نے
س خاموشی، لگن اور درد کے ساتھ قوم و وطن کی خدمت کی، اس کی مثال
ہت کم ہے۔ ادب، فلسفہ، تعلیم، تاریخ، تہذیب و اسلامیات میں
ن کی جملہ کاوشیں اُردو ادب میں کلاسیکی حیثیت رکھتی ہیں۔ ملک د
ت کی محبت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور اپنی فکر و عمل سے
خری سانس تک وہ اس کا ثبوت دیتے رہے۔ ان کی زندگی بہت
سادہ اور درویشانہ تھی۔ جرمنی سے فلسفہ میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری لے کر
بلن واپس آئے اور اپنے تئیں جامعہ ملیہ کے لئے وقف کر دیا۔ مالی و مادی
وائد سے قطع نظر وہ مشین کی طرح اپنے کام میں مصروف رہے۔ اعلیٰ پایہ
لی تصانیف کے علاوہ انھوں نے معیاری کتابوں کا ترجمہ کر کے اُردو کے
تزانے کو مالامال کر دیا۔ مہاتما گاندھی اور پنڈت نہرو کی تمام اہم کتابوں
لو اُردو میں منتقل کرنے کا سہرا بھی عابد حسین صاحب ہی کے سر ہے۔

جامعہ ملیہ اور دیگر تعلیمی و تہذیبی مصروفیات سے سبکدوش ہو کر
ستر برس کی عمر میں عابد صاحب نے اپنی دیرینہ خواہش اور تاریخی مہم
کا آغاز کیا اور وہ تھا "اسلام اینڈ ماڈرن ایج سوسائٹی" کا قیام۔ یہ واقعی
بہت مشکل کام تھا لیکن قریبی احباب مثلاً ڈاکٹر ذاکر حسین و خواجہ غلام السیدین
کے منع کرنے پر بھی انھوں نے کسی ہوئی کمر ہمت کو نہ کھولا اور اس کے بارے
میں رائے مشورہ کرنے کے لئے دنیا کے طول طویل سفر پر چل پڑے مغرب
و مشرق کے ہر ملک میں جہاں جہاں اسلامی سینٹرس اور مستشرقین کا پتہ ملا
ڈاکٹر صاحب وہاں پہنچے اور ان لوگوں سے بات چیت کی۔ اس سفر نے ان
کے پروجیکٹ میں جان ڈال دی اور وہ روز بروز ترقی کرتا گیا، آج ان کی
دنیا ... ادارہ اسی جوش و خروش سے مصروفِ عمل ہے۔

اگرچہ ڈاکٹر عابد حسین نے اس کے علاوہ بھی ہندو بیرونِ ہند کا سفر
کیا تھا مگر افسوس کہ وہ کبھی سفر نامہ نویسی کی طرف توجہ نہ دے سکے اور اُردو
ادب ایک قیمتی متاع سے محروم رہ گیا۔ "رہ نوردِ شوق" جو اپنے نام کی معنویت
کے ساتھ عابد صاحب کا سفر نامہ کہلانے کا مستحق ہے مگر اس میں نئی تکنیک
کا استعمال ہوا ہے۔ یہ سفر نامہ ان کی لائق و مشہور بیوی صالحہ عابد حسین
نے اُن ذاتی خطوط سے مُرتّب کیا ہے جو ہر دوسرے تیسرے روز اُن کو اپنے شوہر
کی طرف سے موصول ہوتے تھے۔ ابتدا میں صالحہ عابد حسین نے "ہم سفر"
کے عنوان سے ایک مختصر سفر نامہ اپنے قلم سے لکھا ہے جنوبی ہند و یورپ کے
اس سفر میں میاں بیوی ساتھ تھے اور کئی ماہ تک سیر و سیاحت کرتے رہے
کتاب کے آخری حصہ میں ملیشیا و انڈونیشیا کے سفر کی انگریزی رپورٹ کا
اُردو ترجمہ ہے جو غالباً عابد صاحب نے سوسائٹی کی مجلس میں سُنانے
کے لئے لکھا ہوگا۔

"رہ نوردِ شوق" کا اختتام عابد صاحب کے ایک مضمون "اسلام و
عصرِ جدید" پر ہوتا ہے۔ جو اسلام اینڈ ماڈرن ایج سوسائٹی کے آرگن
"اسلام و عصرِ جدید" کے پہلے شمارے کے لئے لکھا گیا تھا اس کو پڑھنے
سے سوسائٹی کے اغراض و مقاصد کی گہرائی و تفصیل تک رسائی ہو جاتی
ہے۔

اس سفر نامے کی خوبی اس کی حرکی کیفیت ہے۔ خطوط کے قالب میں
آ کر اس کی دلکشی و تاثیر اور بڑھ گئی ہے۔ اس میں مقامات کی جھلک
تو ہے ہی اس سے زیادہ شخصیتوں کی پُر لطف سیر ہو جاتی ہے، اور
بصارت سے زیادہ بصیرت کو مسرّت و آگہی نصیب ہوتی ہے۔ خطوط
میں جو حُزرسی، بے تکلفی، سادگی، شگفتگی اور اپنائیت کی چاشنی ہوتی
ہے یہاں اُبھر کر آئی ہے۔ طباعت و کتابت میں بھی بڑی نزاکت و خوشنمائی
سے کام لیا گیا ہے اور عابد صاحب و صالحہ عابد حسین کی تصویر بھی بہت
عمدہ اور جاذبِ نظر ہے۔

محترمہ صالحہ عابد حسین کے قلم نے "ہم سفر" کو ایک علیحدہ فن پارہ
کی حیثیت دے دی ہے قلم کی روانی و ٹھہراؤ سے قاری بھی اس سفر میں
شریک ہو جاتا ہے۔ اس میں تاریخ، افسانہ، خاکہ نگاری، نفسیات
کا خوبصورت امتزاج ہے اور زندگی کا نمک یعنی مزاح و بذلہ سنجی بھی
قیمت مناسب ہے۔ مکتبہ جامعہ کے منیجر شاہد علی خاں نے اس کی چھپائی
میں جو خصوصی امتیاز برتا ہے اس کے لئے ان کو بھی مبارکباد دینا اچھی
بات ہوگی۔

ڈاکٹر محمد منشاء الرحمن خاں منشاء
۱۱- اسٹار کی ٹاؤن، ناگپور

حرف خاموش ہی صدرشکِ بیاں ٹھہریگا
ہم نہ کہتے تھے یہی غم کی زباں ٹھہرے گا

گردِ بن بن کے اُڑی جاتی ہے منزل دل کی
قافلہ درد کا اب جانے کہاں ٹھہرے گا

کس کو معلوم تھا آلامِ جہاں کے ہاتھوں
دو گھڑی چین سے جینا بھی گراں ٹھہریگا

وہ نگاہیں جہاں کرلیں گی کنارا ہم سے
بس وہیں قافلۂ عمرِ رواں ٹھہرے گا

بڑے ارمان سے پالا تھا ترے غم کو مگر
کیا خبر تھی کہ یہی جی کا زیاں ٹھہرے گا

دل کی پروا نہ مزاجی یہی کہتی ہے کہ یہ
ایک دن شیفتۂ شعلہ رُخاں ٹھہرے گا

یہی عالم رہا پینے کا تو پھر اے رندو
شوقِ مے باعثِ بربادیٔ جاں ٹھہریگا

غمِ انساں کو جو اپنائے گا دل سے منشاء
تا قیامت وہی مقبولِ جہاں ٹھہرے گا

○

• بشر نواز

کچھ تلخ و ترش ہو تو مزہ یاریوں میں ہے
ہر روز کی مٹھاس، ریاکاریوں میں ہے

پچھلی رفاقتوں کے نشاں سارے میٹ دے
وہ اک نئے سفر کی جو تیاریوں میں ہے

محفوظ ساحلوں سے نظر آئے گا کہاں
گرداب جو بہاؤ کی تہہ داریوں میں ہے

آنکھیں ہیں خواب جیسا پیکر لئے ہوئے
اِک موجِ آب جلتی ہوئی کیاریوں میں ہے

درکار ہو لہو تو تکلف روا نہ رکھ...
سُنتے ہیں یہ طلب بھی وفاداریوں میں ہے

خود اپنا درد اپنے لئے بھی ہو ایک راز
یہ بھی محبت کی وضعداریوں میں ہے

○

• ظفر شاہین
معرفت ایم۔ ایم ظفر، نزد عاشور خانہ،
بھڑکل گیٹ، اورنگ آباد (ایم۔ ایس)

اسیرِ وقت تھے، لمحوں کا جال ساتھ رہا
ہم آفتاب تھے، لیکن زوال ساتھ رہا

○

ہمیشہ ساتھ دیا ہے کسی نے کس کا یہاں
اگر رہا تو بس اپنا کمال ساتھ رہا

○

غضب تو یہ ہے کہ اب سرد ہو چلا وہ بھی
وہ ایک دل جو شرر کی مثال ساتھ رہا

○

ہزار راہوں پہ لے آئی زندگی لیکن!
ہر ایک راہ میں تیرا خیال ساتھ رہا

○

ہر ایک شام اُداسی کا روپ تھی شاہین
تمام عمر یہ کیسا ملال ساتھ رہا

○

• حیات وارثی

باغِ انوار۔ لکھنؤ (یو۔پی)

ہمارے دیدہ و دل کا جواب بنتے ہیں
وہ آئینے جو ترا انتخاب بنتے ہیں

وہ جن خیالوں کے پیکر نہ ہم تراش سکے
وہ لاشعور میں گم ہو کے خواب بنتے ہیں

ہے میری ذات سے تیرے وجود کی تکمیل
الگ ہیں، جز ہیں، ملیں تو کتاب بنتے ہیں

نہ رہگزار نہ دوری نہ دھوپ اور نہ نگاہ
بس ایک تشنہ لبی سے سراب بنتے ہیں

جو چھین لیتے ہیں ہونٹوں سے جرأتِ اظہار
وہ ضابطے سببِ انقلاب بنتے ہیں!

وہ لمحے جن میں ترا لمس ہو گیا شامل
غزل کے جام میں ڈھل کر شراب بنتے ہیں

عجیب بات ہے وہ جب بھی روبرو آئے
حیاتؔ اپنے آنسو حجاب بنتے ہیں!

• شوقؔ ماہری

زینب منزل، موگھٹ روڈ
کھنڈوہ ۔ ۴۵۰۰۰۱

دل سے لگائیں حسرتِ دیدار کی طرح
غم کوئی اور ہو تو غمِ یار کی طرح

یارب متاعِ غیرتِ ایماں کی خیر ہو
ہر شخص دیکھتا ہے خریدار کی طرح

دل تک نہ آئی تھی ابھی جلووں کی روشنی
لوگ آئے درمیان میں دیوار کی طرح

یہ احتیاطِ عشق ہے اُن کے دیار میں
دیوانہ وار پھرتے ہیں ہشیار کی طرح

ہم بھی وفورِ شوق میں اس پائے ناز تک
بڑھتے رہے ہیں گیسوئے خمدار کی طرح

یہ کس جفا پرست ستمگر کا شہر ہے
دن بھی گزر رہے ہیں شبِ تار کی طرح

کاندھے پہ شوقؔ دل کا جنازہ لئے ہوئے
پھرتے ہیں مدتوں سے گنہگار کی طرح

• عبدالسلام اظہر

نزد مدرسۂ ملت
محلہ رسول پورہ، مالیگاؤں (ناسک)

منجمد ماحول بے صوت و صدا چاروں طرف
رقص میں پُرہول سناٹا ملا چاروں طرف

اس صدی کا لمحہ لمحہ دوستو برزخ بکف
آگ کے شعلوں سے ہے لکھا ہوا چاروں طرف

باغبانِ لم یزل خوشبو کو دے اذنِ سفر
جستجو کرتی ہے آوارہ صبا چاروں طرف

اتنی سمتیں تھیں کہ منزل تک پہنچ پائے نہ ہم
زاویہ در زاویہ اُلجھاؤ تھا چاروں طرف

ساری قدریں آبدیدہ سب صحیفے دم بخود
سایۂ تشکیک ہے پھیلا ہوا چاروں طرف

توڑ کر نکلی فصیلِ ضبط، لیکن کیا ملا
پھر رہی ہے ٹھوکریں کھاتی دعا چاروں طرف

کس طرح دیکھوں میں اظہرؔ داغِ رخسارِ وجود
آئینے کردار کے ہیں بے ضیا چاروں طرف

خبریں - تصویروں میں

گورنر مہاراشٹر کے مشیر شری اے. این. بنرجی کا ۲۹ رفروری کو سانتا کروز ایرپورٹ پہنچنے پر ایڈیشنل چیف سکریٹری شری موگھے (دائیں سے دوسرے) نے استقبال کیا۔ تصویر میں شری موہن پاٹل، چیف ڈائرکٹر، ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز اور دائیں سرے پر آخر میں شری وی نائر، سکریٹری (ہاؤسنگ)، پبلک ورکس اینڈ ہاؤسنگ ڈپارٹمنٹ بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

شری ایم. ایشور راج ماتھر، حکومت کے پندرہ روزہ جریدہ 'لوک راجیہ' کے چیف ایڈیٹر اور ایڈیشنل چیف ڈائرکٹر، ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز نے گورنر کے مشیر شری اے. این بنرجی سے منترالیہ میں ملاقات کی اور انھیں مذکورہ رسالہ کے چند خصوصی نمبر پیش کئے. شری بنرجی نے جریدے کو کافی سراہا۔

ہندوستانی صحافت کی ۲۰۰ ویں سالگرہ کے سلسلے میں ۲۹ رجنوری کو ریاستی ڈائرکٹوریٹ جنرل برائے اطلاعات و رابطۂ عامّہ کے ریجنل انفارمیشن سینٹر کی جانب سے اورنگ آباد میں ایک سمپوزیم منعقد کیا گیا۔ "مراٹھواڑہ ڈیلی" کے شری ناگناتھ پھوٹے اس موقع پر سامعین سے خطاب فرما رہے ہیں. شرکاء میں دائیں سے بائیں، ساہسترا بھوجنے، ڈپٹی ڈائرکٹر (اطلاعات)، شری اثر فاروقی، شری سدھاکر لوار، ایس. پی مولے اور شانتا رام جوشی دیکھے جا سکتے ہیں۔

گرم ممالک میں "شہد مکھی پالن" پر ریسرچ و تربیت سے متعلق سمپوزیم ۲۷ فروری کو پونے میں تلک سمارک مندر میں منعقد ہوا، جس کا اہتمام سینٹرل بی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ نے کیا تھا۔ سمپوزیم کا افتتاح گورنر مہاراشٹر شری صادق علی نے فرمایا۔ تصویر میں گورنر مہاراشٹر افتتاحیہ تقریر کرتے ہوئے دیکھے جا سکتے ہیں۔ آپ کے ہمراہ شری شیرو بھاؤ لیمئے، چیرمین، ایم۔ ایس۔ کے۔ وی۔ آئی بورڈ، پونے کے میئر شری پانڈورنگ نارا داڈے، سکریٹری، کھادی اینڈ ویلیج انڈسٹریز کمیشن، شری وی۔ رامچندرن اور کمیشن کے چیرمین شری سوم دت دیکھے جا سکتے ہیں۔

صدر کے "جیون رکھشا میڈل" حاصل کرنے والے کمار سریش راجا رام سبکالے کو ڈسٹرکٹ انفارمیشن سینٹر جلگاؤں کی جانب سے استقبالیہ دیا گیا۔ شری ایچ کے دیشپانڈے، چیف ایگزیکیٹو آفیسر، ضلع پریشد جلگاؤں، اس بہادر بچے کو ہدیۂ تہنیت پیش کر رہے ہیں، جس نے بھساول میں ۱۰ اور ۸ سال کے دو بچوں کو ایک نالے میں ڈوبنے سے بچایا تھا۔

صحافیوں کی ایک جماعت نے حال ہی میں ضلع جلگاؤں میں گرنا نہر کے تعمیری کام کا معائنہ کیا۔ صحافیوں کے اس دورہ کا اہتمام ریاستی حکومت کی جانب سے کیا گیا تھا۔

شری وسنت ساٹھے، مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات، ستارا ضلع میں بینونت کوآپریٹو شوگر فیکٹری کے احاطے میں نصب شیواجی مہاراج کے مجسمہ کی نقاب کشائی فرما رہے ہیں۔ موصوف کے بائیں جانب شری وجے سنہہ موہتے۔ پاٹل، فیکٹری کے چیرمین اور آخری سرے پر رکن پارلیمنٹ شری وسنت دادا پاٹل، موجود ہیں۔

۱۸ ویں مہاراشٹر راجیہ ناٹیہ مہوتسو کا افتتاح شری ایل۔ کے گٹنے، جوائنٹ مینجنگ ڈائرکٹر، مہاراشٹر فلم، اسٹیج اینڈ کلچرل کارپوریشن کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ بائیں جانب کی تصویر میں شری گٹنے، روایتی دیا جلا کر مہوتسو کا افتتاح فرما رہے ہیں آپ کے ہمراہ شری کاکا صاحب جادھو، وائس چیرمین، مراٹھی ناٹیہ پریشد اور شری وی ایچ گارگے، سماجی بہبود افسر دیکھے جا سکتے ہیں۔ دائیں جانب ولیشا بائی نارائن گاؤنکر ٹرسٹ کی جانب سے سماجی نربنہ ناچ کا ایک منظر۔

گورنمنٹ پالی ٹیکنک ناگپور میں داخلہ لے چکے ہیں، مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ بذاتِ خود پرنسپل گورنمنٹ پالی ٹیکنک کھام گاؤں / کولھا پور سے پچھلے تعلیمی ادارے کے سربراہوں سے "اعتراض نہیں" سرٹیفکٹ اور نمبروں کے سرٹیفکٹ حاصل کر کے ملاقات کریں۔

پیشہ وارانہ ٹیکس دفتر

ڈپٹی کمشنر آف سیلس ٹیکس (پیشہ ورانہ ٹیکس) بمبئی، اپنا دفتر چھٹا منزلہ، وکریکر بھون مجگاؤں، بمبئی میں قائم کریں گے۔

تینوں اسسٹنٹ کمشنر آف سیلس ٹیکس (پیشہ ورانہ ٹیکس) بمبئی اور شہر بمبئی کے تمام پروفیشن ٹیکس افسران بشمول تھانے اور قلابہ اضلاع براہ راست ڈپٹی کمشنر آف سیلز ٹیکس بمبئی کے تحت کام کریں گے۔ اسسٹنٹ کمشنر آف سیلز ٹیکس (پیشہ ورانہ ٹیکس) اول، بمبئی کا دفتر پہلا منزلہ، وکریکر بھون، مجگاؤں، بمبئی میں ہوگا اور موصوف پیشہ ورانہ ٹیکس کی یونٹ افسران، بمبئی (اے وارڈ) یونٹ ۲، بمبئی (ڈی وارڈ) یونٹ ۳، بمبئی (سی وارڈ) اور یونٹ ۴، بمبئی (بی اور ای وارڈ) کا چارج سنبھالیں گے۔

اسسٹنٹ کمشنر آف سیلز ٹیکس (پیشہ ورانہ ٹیکس) ۲، بمبئی کا ٹیلیکوم انڈسٹریز بلڈنگ، ڈاکٹر ایس. ایس راؤ روڈ، بمبئی میں ہوگا موصوف یونٹ ۵، بمبئی (ایف. جی اور ایچ وارڈ) کے پیشہ ورانہ ٹیکس افسر اور یونٹ ۷ بمبئی (جے سے ٹی وارڈ سوائے جے سے ٹی وارڈ کے ۱، ۱ اور ۲ کے) دونوں واقع ٹیلیکوم انڈسٹریز بلڈنگ، ڈاکٹر ایس. راؤ روڈ، پریل، بمبئی پیشہ ورانہ ٹیکس افسر سروے برانچ، پیشہ ورانہ ٹیکس افسران جے سے ٹی وارڈ، یونٹ ۱، اور ۲) دونوں واقع کوکن بھون، واشی، پیشہ ورانہ ٹیکس افسر تھانے، جانکی نواس، پہلی منزل ڈاکٹر موشے روڈ، تھانے (مغربی) اور پیشہ ورانہ ٹیکس افسر، کلیان چندرا بلڈنگ، بمقابل ریلوے گڈز یارڈ، کلیان، پیشہ ورانہ ٹیکس افسر، قلابہ کوکن بھون، واشی اور پیشہ ورانہ ٹیکس افسر ضلع سنٹرل فشنگ کمپنی، بمقابل سوسائٹی لمیٹیڈ، بلڈنگ پالگھر کا چارج سنبھالیں گے۔

صفحہ ۲۱ سے آگے

امین آغا نے گلا صاف کرتے ہوئے کہا

"شکریہ۔ بہتر ہے جلدی مطلب بیان کریں۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

حواس جمع کرتے ہوئے جواب دیا۔

"دراصل میری مالی حالت اچھی نہیں ہے۔ آیا ہوں مجھے کوئی کام دیں..."

اس نے بات کاٹتے ہوئے پوچھا

"تعلیم کہاں تک ہے؟"

اس سوال سے مجھے سخت تکلیف پہنچی۔

"ہائی اسکول ہوں۔ تیس سال پہلے کا"

غصہ کے ساتھ بولا

"ہائی اسکول بھی کوئی تعلیم ہے۔ اس سے کوئی اچھا کام نہیں مل سکتا۔"

بہت دیر تک شرمندہ کرنے اور سخت سست کہنے کے بعد ایک خط لکھ کر میرے ہاتھ میں تھما دیا۔

"لو۔ میں نے سفارش کر دی ہے ایک صاحب۔ کچھ کام تمھیں دے دیں گے۔۔ خدا حافظ!"

اس کے بعد میری طرف دیکھے بغیر اس نے ایک فائل کا مطالعہ شروع کر دیا اور میں سمجھ گیا کہ اب مجھے اٹھ جانا چاہیئے۔

کمرہ سے باہر آیا۔ کاریڈور میں خط کھول کر پڑھا۔ خط میں کسی کو مخاطب کیا گیا تھا اور سفارش کی گئی تھی کہ حامل نامہ کو کسی اچھی سی اسامی پر تقرر کر دیا جائے۔

چھ ماہ کی مسلسل بھاگ دوڑ کے باوجود ناظمِ اعلیٰ تک رسائی نہ ہو سکی۔ خدا کا شکر ادا کرتا ہوں اور روز و شب کہتا ہوں۔

"الحمدُاللہ! کہ حاکم نہ ہوا!"

مجمع میں سے ایک نے پوچھا،

"اس میں بھلا شکر کی کیا بات ہے"

شفیق آغا نے زیرِ لب مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں دراصل اس صوبے کے باشندوں کی طرف سے شکر ادا کرتا ہوں، کیونکہ اگر میں حاکم ہو گیا ہوتا تو خدا معلوم ان کا کیا حال ہوتا۔"

نیرا اور پام گڑ اعلیٰ پیمانہ کی دیہی صنعت ہے۔ ۱۹۷۸-۷۹ء میں اس صنعت سے ۳۶٫۲۳ لاکھ روپے کی آمدنی حاصل ہوئی۔

QAUMIRAJ : Regd. No. MH-BY South-544 *Licence No. 89 for without prepayment of pos*

یہ مٹی کے بنے ہوئے برتنوں کے عمدہ نمونے، ضلع چندرپور میں بھدراوتی کے مقام پر واقع دیہی صنعتی مرکز میں تیار کئے گئے ہیں۔ یہ نہ صرف مقامی بلکہ بیرونی ممالک کے لوگوں کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔

موہن ماٹل، جوائنٹ ڈائرکٹر، ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، ممبئی نے گورنمنٹ سینٹرل پریس، ممبئی ۴ ...... ۴ میں چھپواکر شائع کیا۔

قومی راج

چھترپتی شیواجی مہاراج
۳۰۰ ویں پُنیہ تیتھی خصوصی نمبر

▲ بھوانی دیوی ۔ پرتاپگڈھ ۔

قارئین کی رائے

- **طرفہ قریشی**

عظیم بکراسٹور، نزد لال اسکول، مومن پورہ، ناگپور ۱۸

'قومی راج' مشترکہ شمارہ ۲۵ر نومبر اور ۱۰ر دسمبر ۱۹۷۹ء نظر نواز ہوا۔ قومی راج کا ہر نیا شمارہ اپنے گذشتہ شماروں سے کچھ نہ کچھ نیا پن لئے ہوتا ہے۔ اس مرتبہ بھی جنگلی جانوروں کے بارے میں معلومات دی گئی ہیں۔ اس کے بعض گوشے انسانی سماج سے بالکل مطابقت رکھتے ہیں، جن سے بڑا سبق اخذ کیا جا سکتا ہے۔ جنگلی جانوروں کی حفاظت اور ان کے اضافے کے سلسلہ میں سرکاری طور پر جو ہدایات دی گئی ہیں، لفظ بہ لفظ میں ان کی تائید میں ہوں۔ غزلوں میں شوق ماہری صاحب کی غزل نے زیادہ متاثر کیا۔ شوق صاحب آئندہ بھی قومی راج کے لئے اپنی تخلیقات ارسال فرماتے رہیں۔ ان کے فکر و فن سے مولانا ماہر القادری (مرحوم) کی نمائندگی آشکار ہے۔ اعجاز صدیقی (مرحوم) کی کتاب "کربِ خودکلامی" پر صحیح تبصرہ کیا گیا ہے۔

★

- **سید اختر الاسلام، ایڈیٹر ہفت روزہ 'میرٹھ میلہ'**

۱۵۸۔ شاہ ناتھن، میرٹھ ۔ ۲۵۰۰۰۲ (یو۔پی)

جلد ۱۷ کا شمارہ نمبر ۲۳ - ۲۲ ملا، شکریہ، طباعت، کاغذ اور مواد کی فراہمی کے اعتبار سے یہ پندرہ روزہ بڑے بڑے ڈائجسٹوں پر بھاری ہے۔ جنگلی جانوروں سے متعلق یہ شمارہ بھی بہت معلوماتی ہے۔ شیر سے متعلق جو معلومات آپ نے بہم پہنچائی ہیں وہ بہت کارآمد اور معلوماتی ہیں۔ گوشۂ غزلیات بھی اچھا ہے۔ جنگلی جانور نمبر پہلے نمبر سے بھی سبقت لے گیا۔ یوم جمہوریہ کی مبارکباد قبول فرمائیں۔

★

- **رفیق خاں، اُردو ٹیچر، اُردو گرلس اسکول،**

پاچورہ، ضلع جلگاؤں (مہاراشٹر)

۱۰ر دسمبر ۱۹۷۹ء کا قومی راج 'جنگلی جانور نمبر' نظر نواز ہوا، جو گذشتہ سال سے بھی زیادہ خوشنما ہے، بچوں نے "خرگوش" کے مضمون کو بہت پسند کیا۔ اللہ تعالیٰ سے ہم سب دعاگو ہیں کہ قومی راج کو عمرِ جاوداں عطا کریں اور دن دونی رات چوگنی ترقی کی راہوں پر گامزن کریں۔

★

- **خیال انصاری**

۷۷۲۔ خوش آمد پورہ، مالیگاؤں (ضلع ناشک) ۴۲۳۲۰۳

آپ کی نگرانی میں 'قومی راج' بلاشبہ مہاراشٹر کا ہر دلعزیز رسالہ بنتا جا رہا ہے۔ یکے بعد دیگرے فکر انگیز نمبر اور خاص شمارے ہر کسی کو متوجہ کر رہے ہیں۔

معیاری غزلیں، عمدہ نگارشات اور معلوماتی نیز صوبائی خبریں، قومی راج کا نہ صرف طرۂ امتیاز ہیں بلکہ آپ کی بے لوث کاوشوں کا ثمرہ ہیں۔

★

- **محمد رضی الدین معظم (بی کام۔ ایل ایل۔بی)**

۸۶۶۔ رحیم منزل، شاہ گنج، حیدرآباد ۔ ۵۰۰۰۰۲ (اے۔پی)

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالبؔ کا ہے اندازِ بیاں اور

غالبؔ کے زمانہ میں اچھے شاعروں کی کمی نہ تھی مگر غالبؔ کی شہرت کوئی حاصل نہ کر سکا۔ ان کے کلام کی بات کچھ اور ہے۔

.... آج رسائل کی کمی نہیں مگر "قومی راج" کا اپنا ایک علیحدہ مقام ہے اس کا انداز سب سے مختلف، اس کا معیار سب سے اعلیٰ۔ قومی راج کے تمام شمارے اُردو ادب میں خصوصیت کے حامل ہیں لیکن 'جنگلی جانور نمبر' جیسے گرانقدر شمارہ کے بعد راج بھاشا نمبر اور ۲۵ر اکتوبر ۱۹۷۹ء کا شمارہ بھی نعمت عظمیٰ ہے۔ ۱۰ر اکتوبر میں ریاض احمد خاں صاحب، شری آر۔ بی جوشی، عبدالوحید خاں اور ایس۔ کانیٹکر کی تخلیقات قابلِ ستائش ہیں۔ جب تک میں 'قومی راج' شائع ہوتا رہے گا اُردو کی مقبولیت بڑھے گی۔ سچ تو یہ ہے کہ اتنا خوبصورت، اتنا پیارا پرچہ کہ دشمن بھی جرأت، سلیقگی اور حُسنِ انتظام کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یقیناً مخلصانہ کوششیں اُردو کے حق میں فالِ نیک ثابت ہوں گی۔

★

- **وقار واثقی**

۱۵۲۵۔ رسول آباد کالونی، احمد آباد ۔ ۳۸۰۰۲۸

'قومی راج'، مستقلاً دیکھتا رہتا ہوں، ہر شمارہ ایک ... رکھتا ہے اس کی مختصر ترین تعریف یہ ہو سکتی ہے کہ 'قو ... گورنمنٹ کے روپے کے صحیح مصرف کی بہترین مثال

★

شیواجی مہاراج - ایک قومی شخصیت

• سیتو مادھوراؤ پاگڑی

شیواجی مہاراج کی زندگی کا اگر جائزہ لیا جائے تو ظاہر ہوگا کہ آپ کی زندگی ایک بامقصد زندگی رہی ہے۔ ہمعصر مورخوں کا یہ خیال کہ شیواجی ایک قومی تحریک کے علمبردار تھے، اور ابتدائی زندگی میں انھوں نے مغلوں کے خلاف جنگ لڑنا اسی لئے طے کیا تھا تاکہ ایک آزاد ریاست قائم کی جا سکے، محض ایک خیال ہے کیونکہ اس سلسلے میں کوئی دستاویزی یا قابلِ یقین ثبوت مہیا نہیں ہے۔ دراصل کسی قومی تحریک نے شیواجی کو جنم نہیں دیا بلکہ شیواجی نے ایک قوم کو جنم دیا۔ یہ شیواجی ہی تھے جن کی مدد سے ایسی طاقتیں ظہور میں آئیں جنھوں نے ۱۸ویں صدی میں ہندوستان کے سیاسی نقشہ کو ہی بدل کر رکھ دیا۔ اورنگزیب کی موت کے ۵۰ سالوں کے اندر ہی مراٹھوں نے رفتہ رفتہ قدم جمانا شروع کئے یہاں تک کہ مغلوں کی حکومت برائے نام رہ گئی اور ہندوستان کا تقریباً نصف حصّہ مراٹھوں کے قبضہ میں آگیا۔ مراٹھوں کا دور کئی عرصہ رہا اور ۱۸۰۳ء میں ان کی شکست کے بعد ہی اقتدار انگریزوں کے ہاتھوں میں چلا گیا۔

۱۷ویں صدی کے درمیان خود اورنگ زیب کے زمانہ میں مغلوں کا زوال شروع ہو چکا تھا جس نے ۱۸ویں صدی میں مغل سلطنت کی بنیادیں ہلا دیں۔

مغلوں کے خلاف شیواجی کی معرکہ آرائی صحیح معنوں میں مادرِ وطن کے باشندوں کی ایک بیرونی طاقت واثہ کے خلاف جدوجہد کہی جا سکتی ہے

یہ جنگ کسی مذہب کے خلاف جنگ نہیں تھی بلکہ طاقت کے نشہ میں چور ایک متعصب حکومت کے خلاف لڑائی تھی۔

شیواجی مہاراج کی زندگی میں جدوجہد کی ابتدا ان ہی عام حالات میں ہوئی، جب ریاست کی سالمیت کو خطرہ پیدا ہوا۔ شہنشاہ اکبر کے زمانے سے مغل توسیع حکومت کی پالیسی اختیار کئے ہوئے تھے۔ دکن کی پانچ سلطنتیں یعنی برار، بیدر، احمد نگر، گولکنڈہ اور بیجاپور بغاوت کا شکار ہوئیں۔ کمزور کو ہٹا کر طاقتور نے اپنا قبضہ جمایا۔ اس تسلسل کے نتیجہ میں پانچ سلطنتوں میں سے احمد نگر، بیجاپور اور گولکنڈہ، صرف یہ تین سلطنتیں باقی رہیں۔

۱۶۰۱ء میں خاندیش مغل سلطنت میں شامل کیا گیا۔ ۱۵۹۶ء میں برار اور ۱۶۰۰ء میں احمد نگر پر پہلے ہی مغلوں کا قبضہ ہو چکا تھا لیکن جانباز سپہ سالار ملک عنبر کی کامیاب پیشقدمی کی بدولت مغلوں کے توسیع پسندانہ اقدامات میں رکاوٹ پیدا ہوئی اور احمد نگر کافی عرصہ تک مغل سلطنت میں شامل نہ ہو سکا۔ ۱۶۲۶ء میں ملک عنبر کا انتقال ہو گیا۔ شیواجی کے پتا شاہ جی نے احمد نگر کو بچانے کی کوشش کی۔ لیکن ان کی جدوجہد زیادہ عرصہ تک نہ چل سکی اور آخر کار ۱۶۳۶ء میں احمد نگر کی خود مختار حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ شاہ جی بیجاپور کے مشہور جاگیر دار ہوئے اور پونے میں اپنی جاگیر کی دیکھ بھال میں مصروف ہو گئے جس کا انتظام بعد ازاں شیواجی نے ۱۶۴۲ء ۔ ۱۶۴۱ء میں سنبھالا۔

۱۶۳۵ء میں ایک معاہدے کی رو سے بیجاپور اور گولکنڈہ پر مغلوں نے بالواسطہ اپنا قبضہ قائم رکھا۔ ان حکومتوں کو نہ صرف پھلنے پھولنے بلکہ جنوب تک توسیع کی اجازت تھی۔ بیس سالوں (۱۶۵۶ء - ۱۶۳۵ء) تک مغلوں اور ان حکومتوں کے درمیان امن و امان قائم رہا۔ پھر بھی دکن پر ایک طاقتور حریف کے قبضہ کے اثرات بیجاپور اور گولکنڈہ کی محبوس ریاستوں میں ظاہر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ دولت اور اقتدار کی لالچ نے کئی ممتاز شخصیتوں کو مغلوں کا غلام بنا دیا تھا۔ جنھوں نے یہ غلامی اختیار کی انھیں نیم خود مختار حکمرانِ سلطنت بنا دیا گیا۔

بیجاپور کی اس گرتی ہوئی حالت کو شیواجی کی نظروں نے بھانپ لیا۔ مغلوں کی اصلیت چھپ نہ سکی۔ دکن کو پورے طور سے مغل سلطنت میں شامل کرنا ہی ان کا اصل مقصد تھا۔

شیواجی کے پتا بیجاپور کے جاگیر دار کی حیثیت سے بنگلور میں مقیم تھے۔ شیواجی پونے میں ان کی جاگیر کا انتظام سنبھالے ہوئے تھے۔ جاگیر کی حفاظت کے لئے شیواجی کے دل میں پونے میں ایک قلعہ تعمیر کرنے کا خیال آیا۔ اس خیال نے شیواجی کی زندگی کو ایک نیا موڑ دیا۔ سپہادری کی پہاڑیوں کے ہیبتناک ماحول میں بے خوفی سے پلے شیواجی، بیجاپور کے جاگیر دار ہونے کے ناطے سیاسی بحران سے بدظن ہو گئے۔ بیجاپور میں ہندوؤں کے

ساتھ ناروا سلوک نے انھیں بے چین کر دیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو بھی شیواجی آزادی کی تمنّا میں بیجاپور کے لئے ایک چیلنج بن چکے ہوتے۔ یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ آزادی کے لئے سودے بازی کی کوئی گنجائش نہیں۔ عام لوگوں کی روایت اور عقیدے سے ہٹ کر خود مختار اور آزادانہ حکمرانی ایک اچھی حکومت کا نعم البدل نہیں ہو سکتی۔

شیواجی نے نہایت احتیاط کے ساتھ اپنی کارروائی شروع کی۔ ۱۶۵۶ء تک انھوں نے جوالی کے علاقہ تک قبضہ کر لیا تھا اور بیجاپور سے کوکن کے راستوں کی ناکہ بندی کر دی تھی۔ اس کے بعد کلیان اور بھیونڈی کے ساحلی علاقوں پر بھی قبضہ ہو گیا۔ کلیان کے مقام پر ۱۶۵۷ء میں شیواجی نے پہلا ہندوستانی بحری بیڑہ تشکیل دیا۔ ۱۶۴۷ء میں مغل۔ بیجاپور جنگ میں پونے کے اضلاع اور کلیان، بھیونڈی مغلوں کے قبضہ میں چلے گئے تھے۔ یہیں سے شیواجی کی جدوجہد نے ایک نیا رُخ لیا۔ وہ اب مغل حکمراں کی رعایا بن گئے۔ بیجاپور کا معاملہ مشکل نہیں تھا۔ بہر طور بیجاپور کے علاقے میں روپوشی اور افضل خاں کے خاتمے کے بعد بھی بیجاپور کے جنگجو سپہ سالار (۱۰ نومبر ۱۶۵۹ء) سے ہمیشہ اپنے آپ کو بیجاپور کا جاگیردار ظاہر کیا۔

مغل سلطنت میں پونے کے شامل ہونے کے بعد شیواجی نادانستہ طور پر مغلوں کی سامراجی سیاست کا شکار ہو گئے۔ شائستہ خاں کی قیادت میں مغلوں نے شیواجی کے پونے اور کلیان کے اضلاع فتح کر لئے۔ لیکن اپنی نااہلی کی بنا پر شائستہ خاں نے شیواجی کے قبضہ میں قلعوں کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ بیجاپور کے عادل شاہ کے جنوبی کوکن کے علاقہ پر شیواجی نے قبضہ جمائے رکھا تھا۔ پھر بھی شیواجی مسلسل کوشش کر رہے تھے کہ اپنے وطن سے مغلوں کو نکال باہر کریں۔ ۱۵ اپریل ۱۶۶۳ء کو پونے میں شائستہ خاں کی رہائش گاہ پر ڈرامائی طور پر شبخون مارا گیا۔ اس کے نتیجہ میں شائستہ خاں کو بنگال بلایا گیا۔ لیکن مغل فوجیں پونے کی سرزمین پر ڈیرہ ڈالے رہیں جبکہ پونے کا علاقہ مکمل طور سے شیواجی کے قبضہ میں تھا۔ شائستہ خاں پر حملہ کے بعد شیواجی نے سورت کی بندرگاہ پر دھاوا بول دیا۔ (جنوری ۱۶۶۴ء)۔

مغل بادشاہ اورنگ زیب نے شیواجی سے مغل سلطنت کو پیدا ہونے والے خطرات کو محسوس کرتے ہوئے اپنے راجپوت سپہ سالار مرزا راجہ جے سنگھ کو یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ تین مہینوں کے اندر ہی شیواجی کے خلاف فیصلہ کن اقدامات کریں (مارچ تا جون ۱۶۶۵ء)

پورندر کے معاہدے کی رو سے (جون ۱۶۶۵ء) شیواجی کو ۳۵ میں سے ۲۳ قلعے اور علاقے جن سے تقریباً ۲۰ لاکھ روپے آمدنی حاصل ہوتی تھی مغلوں کو سونپ دینے پڑے۔ شیواجی کے پاس صرف ۵ لاکھ روپے کی آمدنی کے لائق علاقے رہ گئے۔ اس کے علاوہ جنوبی کوکن (بیجاپور سے علیحدہ) اور کولہاپور میں بالاگھاٹ کے علاقوں پر شیواجی کا قبضہ اس شرط پر منظور کیا گیا کہ وہ ۱۳ سالانہ قسطوں میں ۴۰ لاکھ ہون ادا کرے جس میں سے پہلی قسط فوراً ادا کرنا ہوگی۔ شیواجی کے لڑکے سمبھاجی کو سلطنت کے خادم، منصب دار کا عہدہ دیا گیا۔

شیواجی کو ایسی مشکلات کبھی پیش نہیں آتی تھیں۔ اگر مغل حکمراں شیواجی کو اپنے وطن کا نائب حکمراں تسلیم کرتے تو شاید شیواجی مغل شہنشاہ کو منظور کر لیتے۔ مئی ۱۶۶۶ء میں آگرہ کے دورہ کے موقع پر شیواجی نے دو لاکھ روپیوں کی پیشکش بھی کی، اس شرط پر کہ ان کے علاقے اور قلعے انھیں لوٹا دیئے جائیں۔

اورنگ زیب نے یہ پیشکش مسترد کر دی۔ وہ شیواجی کو مہاراشٹر ہی سے جلاوطن کرنا چاہتے تھے۔ انھوں نے شیواجی کے قبضہ میں موجود باقی ماندہ تمام علاقوں اور قلعوں کو مانگا۔ بدلے میں یہ وعدہ کیا کہ اپنے وطن کے باہر شیواجی اور ان کے مددگاروں کو اعلیٰ منصب عطا کیے جائیں گے۔ شیواجی نے اب جان لیا کہ اورنگ زیب کا خاص منشا انھیں جلاوطن کرنا اور انھیں سیاسی طور پر ختم کرنا تھا۔ شیواجی کی مدافعانہ کارروائی کا پیشگی اندازہ کرتے ہوئے اورنگ زیب نے شیواجی کے خلاف سخت اقدامات کرنے پر غور کرنا شروع کیا جبکہ شیواجی ۱۷ اگست ۱۶۶۶ء کو آگرہ سے فرار ہو گئے۔

تین سالوں تک شیواجی گاہے بگاہے نظر آتے رہے۔ مغلوں کو باہر نکالنا اب ان کا مقصد بن چکا تھا۔ ۱۶۷۰ء میں انھوں نے مغلوں پر ایک کاری ضرب لگائی اور انھیں وطن سے خارج کر دیا۔ ۱۶۷۰ء سے مغلوں کے ساتھ شیواجی کے تعلقات ۱۶۴۰ء سے ۱۶۷۰ء کے درمیان تعلقات سے مختلف رہے۔ ابتدائی زمانہ میں مغل سپہ سالاروں شائستہ خاں، جسونت سنگھ اور جے سنگھ سے ان کی جنگیں ہوئیں۔ اس دوران اورنگ زیب کے اقتدار کو تسلیم کرتے ہوئے وطن پر اپنے قبضہ کی خواہش بھی شدید تھی۔

لیکن ۱۶۷۰ء کے بعد شیواجی نے مغلوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ لڑنے کا فیصلہ کیا۔ اب مغلوں کی حکمرانی تسلیم کرنے کی کوئی گنجائش نہ تھی

وہ چاہتے تھے کہ ان کا ملک بیرونی طاقتوں سے پاک ہو۔ شیواجی نے ان راجپوت سرداروں کو بھی پسند نہیں کیا جنھوں نے مغل حکمرانوں کی باجگذاری قبول کرلی۔ وہ خود ایک چھترپتی بننا چاہتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کی حکومت میں ان کا سکہ چلے، یعنی ہر طرح سے ان کا ملک ایک آزاد ملک ہو۔ ان کے پاس ذرائع نہایت محدود تھے۔ مغلوں کے مقابلے میں طاقت بھی کم تھی۔ ان کی فوج میں زیادہ تر مقامی کسان تھے۔ بحری بیڑے میں بھی ہم وطن شامل تھے جن میں زیادہ تر تعداد کوکن علاقے کے مسلمانوں کی تھی۔ سپہ سالار بھی ہم وطن ہی تھے۔ فوج کو نقد اور باقاعدہ تنخواہیں دی جاتی تھیں۔ منصب داری کا طریقہ نہ تھا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس مراٹھا فوج کی قیادت شیواجی کے ہاتھوں میں تھی جو خود بہادر، جنگجو اور ذہین سپہ سالار تھے۔ مغل سپہ سالار بھی بے شک جانباز اور بہادر تھے لیکن جنگ اور سیاست میں شیواجی کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

۱۶۷۰ء سے ۱۶۸۰ء کے دوران داؤد خاں قریشی، مہابت خاں، بہادر خاں اور دلیر خاں، ان چار مغل سپہ سالاروں نے شیواجی کے خلاف پوری طاقت سے جنگ کی لیکن کامیاب نہیں ہوئے۔ شیواجی نے ان تمام کے چھکے چھڑا دیئے۔

۱۶۷۰ء میں باگ لان میں چلائی گئی تحریک شیواجی کی بے مثال ذہانت کا ثبوت ہے۔ مغلوں کے زمانے میں موجودہ ناشک کئی اضلاع میں بٹا ہوا تھا۔ تعلقہ سٹنہ، سرگنہ، پیلیٹھ، ڈنڈوری اور کلوان تمام بگلان ضلع میں شامل تھے جو کہ صوبہ خاندیش کا ایک حصہ تھا۔ مالیگاؤں بھی گالنہ ضلع کے تحت خاندیش کا حصہ تھا۔ ناشک کے تعلقہ اگت پوری، نند گاؤں، نیھاد، ایولہ اور چندور ضلع سنگمنیر کے تحت احمد نگر میں شامل تھے۔ ۱۶۷۰ء میں ایک لاجواب تحریک کے ذریعہ بگلان کے تمام اہم قلعوں پر شیواجی نے قبضہ کرلیا۔ ٹرمبک، اہوائی، مرکنڈا، کنیرا اور سلہر سب ان کے قبضہ میں آگئے۔ سلہر پر قبضہ سے شیواجی اب گجرات اور خاندیش کے مالا متنوع مغل علاقوں پر حملہ کرنے کے قابل ہوگئے تھے۔ شیواجی کی سرزمین پر احمد نگر سے جنوب کی سمت مغلوں کی پیشقدمی کے لئے ضلع ناشک کے مغربی حصہ میں رکاوٹ کا خطرہ پیدا ہوگیا تھا۔ اس سے پیشتر کہ مغل کوکن میں داخل ہوں یا بھیمہ کے اس پار جنوب کی سمت پیشقدمی کریں، ان کے لئے اب یہ ضروری ہوگیا کہ وہ ناشک۔ بگلان میں مراٹھوں کو وہاں سے ہٹائیں۔ اس مشکل اور پہاڑی علاقوں میں مراٹھا قلعوں کی تعداد کم کرنا مغلوں کے لئے ضروری ہوگیا۔

شیواجی کی اعلیٰ قیادت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ صرف ایک سال (۱۶۷۰) میں شیواجی نے ناشک۔ بگلان پر قبضہ کرلیا۔ جب کہ

راٹھوں کو اس علاقہ سے ہٹانے اور دکن میں داخل ہونے کے لئے مغلوں کو ۱۹ سال لگے (۱۶۸۹)۔ مغلوں نے شیواجی کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنایا تھا لیکن بیجاپور اور گولکنڈہ قبضہ میں ہونے کی وجہ سے سنگین حالات میں بھی شیواجی بیجاپور کو بچانے میں کامیاب رہے۔ اس کے لئے انھوں نے مغلوں کے ماتحت دکن، خاندیش اور گجرات کے علاقوں پر زبردست اور کامیاب حملے کئے۔ یہاں تک کہ مغلوں کے خلاف انھوں نے دکن کی تمام طاقتوں کو بھی یکجا کرنے کی کوشش کی۔ مغلوں کے خلاف سیاست میں بھی شیواجی نے شکست نہیں کھائی۔ بیجاپور میں صف آرائی کے لئے انھوں نے بہادر خاں کو مدد دینے کا وعدہ کیا۔ موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے انھوں نے تاملناڈ اور مرکزی کرناٹک (۱۶۷۷ء جنجی تحریک) بیجاپور سے علیحدہ کر لئے۔ بیجاپور کے خلاف گولکنڈہ کی مدد کی (۱۶۷۷ء) اور مغل سپہ سالار دلیر خاں کے خلاف بیجاپور کا ساتھ دیا (۱۶۷۹ء)۔ جان بوجھ کر یہ افواہ پھیلائی گئی کہ مہابت خاں شیواجی سے مل گیا ہے۔ نتیجہ میں مہابت خاں کو واپس بلا لیا گیا۔ بہادر خاں کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ جب دلیر خاں بیجاپور کا محاصرہ کئے ہوئے تھا، شیواجی دکن پر پے در پے حملے کر رہے تھے۔ شہزادہ معظم، جو اس وقت اورنگ آباد کا گورنر تھا، اورنگ زیب سے شکایت کی کہ دلیر خاں کا محاصرہ کرنا ٹھیک نہیں جبکہ شیواجی کے حملوں سے مغل علاقے محفوظ نہیں ہیں۔ دلیر خاں رسوا ہوا اور اسے بھی بلا لیا گیا۔

مغل سرداروں کی آپسی پھوٹ اور ناچاقی کا شیواجی کو زبردست فائدہ حاصل ہوا۔ لیکن اس سے کہیں زیادہ شیواجی کی اعلیٰ ذہانت اور کامیاب قیادت نے مغلوں کو خاموش کر دیا۔ ہندوستان میں مغل حکومت کی نوعیت سے بھی شیواجی اچھی طرح واقف ہو گئے تھے۔ مراٹھا تاریخ کا مطالعہ کرنے والے طالب علم جانتے ہوں گے کہ شیواجی کی کسی بھی تحریر میں حریفوں کے مذہب کا حوالہ نہیں ہے۔ شیواجی کے کسی بھی خط میں لفظ مسلمان نہیں ملے گا۔ ہمیشہ مغل، ترک، پٹھان، ابی سینیا کہا گیا ہے لیکن مسلمان نہیں۔ اس معاملہ میں مذہب سے زیادہ اخلاقی پہلو پوشیدہ ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

ہندوستان میں بابر نے مغل سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ اس کے بعد مغلوں کی چار نسلیں گذریں لیکن اورنگ زیب نے ہمیشہ اپنے آپ کو ترک سمجھا۔ معاصر عالمگیری اور دیگر دستاویزات دیکھے جائیں تو معلوم ہوگا کہ اورنگ زیب نے ہمیشہ خود کو تورانی اور دوسروں کو ہندوستانی کہا ہے۔ ہندوستانی (ہندستانی باشندے) ہندو اور مسلم دونوں کے بارے میں اورنگ زیب اچھی رائے نہیں رکھتا تھا۔ ایرانی اور ترکی سپاہیوں کے لئے اس کے دل میں قدر تھی۔ اس کی فوج میں ۷۵ فیصدی بیرونی افراد تھے۔ جے سنگھ اور جسونت سنگھ کو چھوڑ کر کسی راجپوت کو اعلیٰ عہدہ نہیں دیا گیا تھا۔ حکومت کے اعلیٰ حکام زیادہ تر ترکی اور ایرانی باشندے تھے۔ ہندوستانی مسلمانوں، جن میں نو مسلم تھے یا وہ جو نسل در نسل سے ہندوستان میں آباد تھے، میں سے بھی بہت ہی کم اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے، ان میں چند کے قابل ذکر نام یہ ہیں:

شائستہ خاں (ایرانی)، محمد جعفر (ایرانی) وزیر اعظم، میر جملہ، آسام کا فاتح (ایرانی)، اسد خاں وزیر اعظم اور اس کا لڑکا ذوالفقار خاں (ترکی)، غازی الدین فیروز جنگ اور اس کا لڑکا نظام الملک (بخارا، مرکزی ایشیا)، اسلام خاں رومی (عراق کا ترکی)، روح اللہ خاں (ایرانی)، سربلند خاں (ایرانی)، قیام الدین اور سرفروش خاں (ایرانی)، اعظم خاں اور ان کے لڑکے (ایرانی)، مختار خاں (سبزوار، فارس)، علی مردان خاں کا فرزند اور لداخ کا فاتح [illegible] خاں (ایرانی)، اور فتح اللہ خاں (ترکی)۔

اس زمانے میں فارسی سرکاری زبان ہوا کرتی تھی بالکل اسی طرح جس طرح انگریزوں کے زمانے میں انگریزی۔ اورنگ زیب کی مادری زبان نہ ہی فارسی تھی اور نہ ہی ترکی۔ وہ ہندوستانی زبان تھی جو بعد میں اردو بنی۔ مغلوں نے ہندوستانی کو کبھی درباری زبان بنانے کا خیال نہیں کیا۔ ان کے لئے یہ صرف بول چال کی زبان تھی۔ اورنگ زیب ہندوستانیوں کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے تھے۔ انھیں اپنے ترکی ہونے پر فخر حاصل تھا۔

اس کے علاوہ، وہ متعصب بھی تھے "اسلام خطرہ میں" کا نعرہ لگا کر اس نے تخت پر قبضہ کیا تھا۔ لگاتار فوجی اقدامات میں ناکامی سے جھلا کر اس نے ہندوؤں پر ظلم کر کے اپنی طاقت کا لوہا منوانا چاہا۔ مندروں کو ڈھانے اور ہندوؤں پر ناقابل برداشت جزیہ عائد کرنے کے احکامات نے ہندوؤں میں بے چینی پیدا کر دی۔ ست نامی باغی اور سکھ ان حالات میں ظہور میں آئے۔ راجپوت بھی رفتہ رفتہ اورنگ زیب کے امتیازی برتاؤ کو محسوس کرنے لگے۔ ان حالات میں یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ شیواجی کی کارروائیاں پورے ملک کی توجہ کا مرکز بن گئیں اور اورنگ زیب کی مخالفت میں شیواجی کی بیباکی نے آگرہ کے لوگوں میں سنسنی پھیلا دی۔ اس کا ثبوت راجستھانی خطوط میں ملتا ہے۔ مغلوں کا ایک عہدیدار اور مورخ بھیم سین شیواجی کی تعریف کرتے ہوئے ہمیشہ اسے بے نظیر سپاہی کہا کرتا تھا۔ شائستہ خاں پر شبخونی حملہ کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے:

"اس سے پہلے کبھی کسی ہندو سردار نے مغل سپہ سالار پر

اس طرح حملہ کی جرأت نہ کی تھی۔"
دی کوی بھوشن، شیواجی کو ہندوؤں کا نجات دہندہ اور ترکوں کا
ثمن کہا کرتا تھا۔

اس طرح شیواجی نے ایک قومی رہنما کی حیثیت اختیار کرلی تھی،
وایک ظالم بیرونی طاقت کے خلاف مصروف جنگ تھا۔ راجپوتوں
کے ساتھ اُن کے تعلقات اچھے تھے۔ بیکانیر کا راؤ کرن، شیواجی کا
وست تھا۔ دابیہ کے شیخ کرن بندیلا ۱۶۶۵ء میں پورندر کے قلعہ میں
شیواجی کی مداخلت کا ملزم قرار دیا گیا تھا۔ کیسری سنگھ راٹھور نے
۱۶۷۹ء میں مغلوں کے حملہ سے شیواجی کو بروقت آگاہ کردیا تھا۔ جے سنگھ
اور ان کا لڑکا شیواجی کے ساتھ ہمدردی کے ساتھ پیش آنے پر معتوب
ہوئے۔ یہ بھی مشہور تھا کہ جسونت سنگھ کی چشم پوشی کی وجہ سے ہی
شیواجی نے شائستہ خاں پر حملہ کیا۔ اس کا ذکر بھیم سین نے کیا ہے، جو
اس وقت جسونت سنگھ کی ملازمت میں تھا۔

شیواجی نے مغل حکومت میں انتشاری قوتوں کا اندازہ لگالیا تھا۔
جوں جوں مغلوں کے خلاف ان کی جدوجہد بڑھتی گئی، انھوں نے محسوس
کیا کہ یہ صرف وطن کی سالمیت کا سوال نہ تھا۔ آہستہ آہستہ اُن کی
جدوجہد عوام کو تباہ کرنے کے در پہ ایک ظالم اقتدار کے خلاف جنگ
کی شکل اختیار کرتی گئی۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے شیواجی کی
تاجپوشی ایک اہم واقعہ تصور کیا جاسکتا ہے۔ ۱۷ویں صدی میں واحد
ہندوستانی کا آزاد ریاست قائم کرنا، ناقابل یقین بات تھی۔ راجپوتوں
کی جائداد اب مغلوں کے ماتحت زمینداری میں تبدیل ہوچکی تھی۔

کیا محض ایکتا کے نام پر ہندوستان اپنے آپ کو قربان کرلے؟ ایک
متعصب حکمران جو اپنی رعایا سے نفرت کرتے ہوئے ان پر ایک ظالم
حکومت مسلط کرنا چاہتا تھا، اگر ایکتا قائم کرتا تو اس سے ہندوستان
کو کیا فائدہ پہنچتا؟ ایکتا بیشک تسلیم کی جاسکتی ہے لیکن غلامی میں نہیں،
ورنہ ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت اور یورپ میں ہٹلر کی حکومت کو
تسلیم کرنے میں بھی کوئی عار نہ ہوتا۔ شیواجی نے اس چیلنج کو منظور کیا...
انھوں نے مغلوں کے خلاف مسلسل جدوجہد کی۔ مغلوں کے خلاف لوگوں
کو غیرت دلائی۔ چھترسال کو کہلا بھیجا "او بہادر سردار! اٹھو اور اپنے
دشمنوں کو زیر کرو۔ جب بھی مغل تم پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنائیں گے، میں
ان کی توجہ ہٹاؤں گا اور ان کے منصوبے کو خاک میں ملا دوں گا بشرطیکہ تم
میری مدد کرو۔"

بہترین منتظم: شیواجی کی حکومت میں تمام مذہب و عقائد کے لوگوں
کو آزادی حاصل تھی۔ فوج اور ملکی انتظامیہ میں صرف سپاہی ہی نہیں بلکہ سب
ہی صحیح معنوں میں قومی جذبہ سے سرشار تھے۔ زندگی کے ہر امور سے
تعلق رکھنے والے اشخاص کو اپنی اہلیت کے مطابق حیثیت حاصل تھی۔
سونوپنت دابر اور رگھوناتھ کورڈے کو اورنگ زیب سے بات چیت
کے لئے بھیجا جاتا تھا۔ گولکنڈہ میں نیراجی راؤجی، بیجاپور میں شام راؤ پانڈے،
بمبئی میں بیلاجی، گوا میں پیتامبر شینوئی کا، شیواجی کے کامیاب نمائندوں
میں شمار ہوتا تھا۔ نیتاجی پالکر، ہمبیر راؤ موہیتے، پرتاب راؤ گجر، مورد
پنت پنگالے، جنگ میں پیش آنے والے مصائب کا بہادری سے سامنا
کیا کرتے تھے۔ درحقیقت خوداعتمادی کا یہی جذبہ شیواجی نے اپنے لوگوں
میں پیدا کیا تھا جس کی وجہ سے مہاراشٹر اورنگ زیب کے حملے (۱۷۰۷-۱۶۸۱ء)
کے بعد سے ۲۵ سالوں تک آزمائشی دور میں ثابت قدم رہ سکا۔

شیواجی نے ہموطنوں کو یہی تعلیم دی کہ وہ اپنا سر ہمیشہ بلند رکھیں، خود
اعتمادی پیدا کریں اور بیرونی حملوں کا بہادری سے سامنا کریں۔ اپنے عوام کی
قابلیت کو سراہنا، نظم و ضبط قائم رکھنا، کسانوں، ضعیف، مرد، عورتوں
اور بچوں کے ساتھ ہمدردی سے پیش آنا۔ شیواجی کے یہ وصف لوگوں کو آج
بھی یاد ہیں۔ شیواجی ایک قومی شخصیت تسلیم کئے جاسکتے ہیں۔ تمام مذاہب
کا احترام، اورنگ زیب کے مذہبی تعصب کو مات کردیتا ہے۔ ہندوؤں پر
جزیہ کی پابندی پر تنقید کرتے ہوئے شیواجی نے اورنگ زیب کو لکھ بھیجا:

"بیشک اسلام اور ہندو دھرم دونوں ہی بھگوان کو پہچاننے
کا ذریعہ ہیں۔ جو کوئی بھی مذہبی تعصب و نفرت کا اظہار کرتا
ہے وہ دراصل خدا کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے۔"

شیواجی نے اورنگ زیب کو سخت تاکید کرتے ہوئے سمجھایا تھا کہ

"مذہبی تعصب کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے وہ صرف اپنی
حکومت کی بربادی کو دعوت دے رہے تھے۔"

۳ر اپریل ۱۶۸۰ء کو شیواجی فوت ہوئے۔ اس عظیم شخصیت کو رخصت
ہوئے ــــ تین صدیاں گذر چکی ہیں اس کے باوجود ان کا پیغام آج بھی
دنیا میں امر ہے۔ تمام مذاہب کے احترام کی اہمیت ظاہر کرکے شیواجی
نہ صرف یہ کہ تاریخ ہند میں قومی رہنما کی حیثیت سے مشہور ہوئے بلکہ وہ
ایک عظیم انسان دوست بھی کہلائے۔ ◆
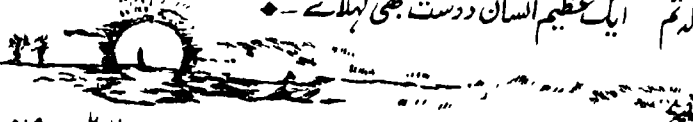
چھترپتی شیواجی مہاراج

• ایم۔ ایشور راج ماتھر

چھترپتی شیواجی مہاراج نے تاجپوشی سے پہلے ضلع رتناگیری کو پوری طرح فتح کرلیا تھا اور راجہ پور اور وینگورلا کی بندرگاہیں ان کے قبضہ میں آچکی تھیں۔ سارا دکنی کوکن شیواجی مہاراج کو اپنا سرتاج مانتا تھا ضلع مغربی قلابہ کا ساحلی حصّہ بھی ان کی ریاست کا حصّہ بن چکا تھا۔ ۱۶۶۵ء کے صلح نامہ کی رو سے جو کچھ علاقہ انھوں نے مغلوں کو دیدیا تھا وہ ۷۲-۱۶۷۰ء کے درمیان فتح کرلیا۔ ۱۶۶۸ء سے مراٹھا فوجیں کاروار کے ساحلی علاقے ہبلی اور بیندور کے علاقوں پر حملے کرتی رہیں، بالآخر ۱۶۷۵ء تک سارا ساحلی علاقہ شیواجی مہاراج کے قبضہ میں آچکا تھا۔ ۷۲-۱۶۷۱ء میں بنگلورہ جو ناشک کے شمال میں واقع تھا اور شمالی کوکن کا کولی علاقہ جس میں جواہر اور رام نگر شامل تھے، مراٹھا فوجوں کے تابع ہوچکے تھے۔ یہ علاقہ تھانے اور سورت کے درمیان واقع تھا۔

شیواجی مہاراج کی حکومت کافی مضبوط ہوچکی تھی ۱۶۷۳ء میں پنہالہ اور ۱۶۷۵ء میں کولہاپوران کی ریاست میں شامل ہوچکے تھے اسی طرح ۱۶۷۵ء تک ان کی سرحد کولہاپور ضلع کے اس پار مغربی کرناٹک تک پھیل چکی تھی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ شیواجی مہاراج نے بڑی بڑی فتوحات حاصل کی تھیں اور ان کے بحری بیڑے کی بھی بڑی دھاک تھی۔ ایک آزاد اور خودمختار تاجدار کی طرح ان کو اپنی رعایا پر موت وزیست کے سارے اختیارات حاصل تھے پھر بھی ان کی حیثیت مغل شہنشاہ کی رعایا، یا ماتحت زمیندار کی سی تھی اور عادل شاہ کی نظروں میں وہ ایک ماتحت جاگیردار کا باغی لڑکا سمجھے جاتے تھے۔ سیاسی طور پر وہ کسی بادشاہ کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتے تھے۔ جب تک کہ ان کی حیثیت ماتحت اور پرجا کی تھی وہ اپنے ماتحتوں اور رعایا سے وفاداری اور جاں نثاری کی کوئی اُمید نہ رکھ سکتے تھے، حالانکہ وہ ان پر حکومت کرتے تھے۔ ان کے وعدے اور احکام کو قانونی نوعیت حاصل نہیں تھی اور نہ وہ صدرِ حکومت مانے جاتے تھے۔ کسی صلح نامے پر وہ پورے اقتدار کے ساتھ دستخط نہیں کر سکتے تھے اور نہ کسی کو قانونی طور پر عطیہ دے سکتے تھے اس لئے یہ ضروری ہوگیا کہ وہ شاہی اقتدار حاصل کریں

بھونسلے خاندان کے عروج سے دوسرے مراٹھا خاندان ان سے حسد کرنے لگے اور شیواجی مہاراج کو اپنے سے برتر ماننے سے انکار کرنے لگے۔ دیگر مراٹھا خاندانوں نے اپنی وفاداری یا تو شہنشاہ اورنگ زیب سے وابستہ کی یا عادل شاہ سے اپنا رشتہ جوڑا۔ اور شیواجی مہاراج کو باغی کہنے لگے۔ اس غلط فہمی کو دُور کرنے کے لئے یہ انتہائی ضروری ہوگیا تھا کہ تاجپوشی کی رسم ادا کر کے ان کی تمام غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جائے رسم تاجپوشی ادا ہوجانے کے بعد شیواجی مہاراج اپنے آپ کو بیجاپور اور گولکنڈہ کے حکمراں سے برابری کے رُتبے سے بات چیت کر سکتے تھے

شیواجی مہاراج کی رسمِ تاجپوشی ادا کرنے کے سلسلہ میں ایک رکاوٹ تھی۔ ہندو شاستروں کی رو سے بادشاہ صرف کشتریہ ہو سکتا تھا اور شیواجی مہاراج کو پنڈت لوگ کشتریہ ماننے سے انکار کر رہے تھے۔ اس رکاوٹ کو دُور کرنے کیلئے بنارس کے مشہور پنڈت اور سنسکرت زبان کے ماہر گگا بھٹ نے یہ ثابت کر دیا کہ بھونسلہ خاندان سوریہ ونشی ہے اور اودے پور کے مہاراجہ کے خاندان سے ان کا براہ راست قدیمی تعلق ہے۔ گگا بھٹ کو شیواجی مہاراج کی

تاجپوشی کی رسم ادا کرنے کے لئے خاص طور پر بنارس سے بلایا گیا

جشنِ تاجپوشی کی تیاریاں :

جشنِ تاجپوشی کی تیاریاں کئی مہینوں تک جاری رہیں۔ ہندو شاستروں کی چھان بین کی گئی اور اودے پور اور امبر کے مہاراجوں کے ہاں سے تاجپوشی کی رسموں کی تمام تفصیلات اکٹھا کی گئیں ہندوستان بھر کے عالم فاضل پنڈتوں کو تاجپوشی کی رسم میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ گیارہ ہزار پنڈت اور ان کے پریوار مدعو تھے، جن کی کل تعداد ۵۰ ہزار تک پہنچ گئی۔ رائے گڈھ میں ان تمام لوگوں کی رہائش اور کھانے پینے کا انتظام نہایت شاندار کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ رسم تاجپوشی میں شرکت کرنے والے بے شمار مہمان جن میں امراء، عظام، مقامی معززین، دوسری ریاستوں کے نمائندے، غیر ملکی تاجر وغیرہ شامل تھے، ان سب کا شایانِ شان انتظام کیا گیا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ تاجپوشی میں شرکت کرنے والے مہمانوں کی تعداد ایک لاکھ سے بڑھ کر تھی لیکن انتظام اتنا شاندار تھا کہ کسی کو شکایت کا کوئی موقع نہ تھا۔

انگریزوں کے سفیر آکسینڈن کے بموجب شیواجی مہاراج تیاریوں میں اس قدر منہمک تھے کہ ان کو دوسرے کاروبارِ سلطنت پر نظر ڈالنے کی فرصت ہی نہ تھی۔

سب سے پہلے شیواجی مہاراج نے اپنے گرو سوامی رام داس کے چرن چھوئے اور اپنی ماں جیجا بائی کا آشیرواد حاصل کیا۔ اس کے بعد وہ تیرتھ یاترا پر نکل پڑے۔ سب سے پہلے وہ ۴ مئی ۱۶۷۴ء میں چپلن گئے اور پرشو رام کے مندر میں خراجِ عقیدت پیش کیا۔ ۱۲ مئی کو راج گڈھ واپس آئے چار دن کے بعد وہ پھر راج گڈھ سے نکل کر بھوانی ماتا کی پوجا کے لئے پرتاپگڈھ آئے۔ بھوانی دیوی کی یہ مورتی شیواجی نے خود استھاپت کی تھی۔ انھوں نے دیوی پر سونے کی چھتری چڑھائی، جس کا وزن ۱/۴ ۱ من تھا۔ وہاں سے ۲۱ مئی کو راج گڈھ واپس آنے کے بعد وہ پھر عبادت میں مصروف ہو گئے اپنے خاندانی پروہت کی زیرِ نگرانی انھوں نے مہادیو، بھوانی اور دیگر دیوی دیوتاؤں کی پرستش کی، جو کئی دنوں تک جاری رہی۔

تاجپوشی کی رسم ادا ہونے سے پہلے یہ ضروری تھا کہ شیواجی مہاراج کو شُدھ کشتری بنایا جائے، چنانچہ ۲۸ مئی کو انھوں نے اپنے، اور اپنے باپ دادا کے گناہوں کے لئے پرائسچت کیا کیونکہ وہ اتنے عرصے تک کشتری طرزِ زندگی کو پوری طرح نہیں اپنا سکے تھے۔ اس کے بعد شری گنگا بھٹ نے ان کی جنیو کی رسم ادا کی۔ جنیو یا یگوپود، شمالی ہند کے کشتریوں کی نشانی ہے۔ دوسرے دن شیواجی مہاراج کی دوبارہ شادی ان کی دو رانیوں سے کشتری رسم و رواج کے مطابق کی گئی تاکہ وہ کشتری رانیوں کی حیثیت سے رسم تاجپوشی میں شرکت کر سکیں۔ جنیو کی رسم بڑے پیمانے پر منائی گئی۔ برہمنوں کو ۱۷،۰۰۰ ہُن دکشنا کے طور پر تقسیم کئے اور اس میں سے گنگا بھٹ ہی کو انفرادی طور پر ۷،۰۰۰ ہُن دیئے گئے

دوسرے دن اپنی اس زندگی میں جو گناہ کئے ہوں، جان بوجھ کر انجانے طریقے پر، ان سب کے لئے پرائسچت کیا۔ شیواجی مہاراج کو علیحدہ سات دھاتوں میں تولا گیا۔ یہ 'تولادان' سونے، چاندی، جست، لوہا، سیسہ اور ٹن کے علاوہ انتہائی مہین کپڑے، کافور، کیلے، سُپاری، جائفل اور دوسرے مسالوں نیز مکھن، چینی، پھل ہمہ اقسام کی ترکاریوں اور پان کو شیواجی مہاراج کے وزن کے برابر

برہمنوں، سادھوؤں، فقیروں اور پہنچے ہوئے بزرگوں کو دان کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ ایک لاکھ ہُن نقد بھی تقسیم کئے گئے۔

اب شیواجی مہاراج کی رسم تاجپوشی کے سلسلے میں جتنے مرحلے تھے صاف ہو چکے تھے۔ ۵ رجون یعنی رسم تاجپوشی سے ایک دن پہلے شیواجی مہاراج نے سارا دن فاقہ کیا اور عبادت میں گذارا۔ علی الصبح اُٹھ کر انھوں نے گنگا جل سے اشنان کیا۔ گگا بھٹ کو ۵۰۰۰ ہُن دکشنا دی اور دوسرے تمام برہمنوں کو ایک ایک اشرفی دی گئی۔

۶ جون ۱۶۷۴ء کو جو تاجپوشی کا دن تھا، علی الصبح اُٹھ کر شیواجی مہاراج نے اشنان کی تیاری شروع کی اور دوسری رسومات میں شرکت کی۔ اس کے بعد اپنے کل دیوتا کی پوجا کی اور اپنے خاندانی پروہت بالم بھٹ اور گگا بھٹ کے پیر چھوئے آشیرواد لیا اور ان دونوں پروہتوں کو زیورات اور کپڑے پیش کئے۔

ہندو راجاؤں کی تاجپوشی کی رسم کے دو اہم اجزاء ہوتے ہیں، ایک ابھیشیک یعنی خاص غسل اور دوسرا چھتر دھرن، یعنی بادشاہ کے اوپر شاہی چھتری کا پھیلایا جانا۔ شیواجی مہاراج سفید کپڑے پہنے ہوئے، پھولوں کی مالا گلے میں ڈالے ہوئے عطر عنبر لگا کر اور صرف سونے کے زیورات پہن کر غسل کی خاص جگہ پہنچے۔ ان کو سونے سے مڑھی ہوئی چوکی پر بٹھایا گیا۔ یہ چوکی دو فٹ لمبی، دو فٹ چوڑی اور دو فٹ اونچی تھی۔ مہارانی سوئرا بائی اُن کے دائیں جانب بٹھائی گئیں اور اُن کی ساڑھی کا آنچل شیواجی مہاراج کے لباس سے گرہ لگا کر باندھ دیا گیا تھا۔ ان دونوں کے پیچھے یوراج شمبھوجی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی کابینہ کے آٹھ وزیر (اشٹ پردھان) شامیانے کے آٹھ کونوں میں سونے کے جگ لے کر جس میں گنگا جل بھرا ہوا تھا تیار کھڑے تھے۔ جوں ہی شیواجی مہاراج اُن کی اہلیہ اور شمبھوجی اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ آٹھوں وزیروں نے گنگا اور دوسری متبرک ندیوں کا پانی سونے کے جگوں سے ان کے سر پر ڈالنا شروع کیا اسی وقت ویدوں کے اشلوک اور موسیقی کی دھیمی دھیمی دُھن بھی شروع ہو چکی تھی۔ سولہ برہمنوں نے جو سفید بلوری کپڑے پہنے ہوئے تھے پانچ سونے کے دیئے سونے کی کشتی میں رکھ کر جلائے اور اُن کی آرتی اُتاری۔

اس رسم کے بعد شیواجی مہاراج نے اپنے کپڑے تبدیل کئے اور شاہی لباس زیب تن کیا۔ یہ لباس گہرے لال رنگ کا تھا اور اس کے اطراف سونے کی کناری لگی ہوئی تھی اور چمکتے ہوئے جواہرات جڑے ہوئے تھے اس کے بعد سونے کے زیورات پہنے پھولوں کی مالائیں اپنے گلے میں ڈالیں اور ایک پلڑی سر پر پہنی جس سے موتیوں کی لڑیاں لٹک رہی تھیں۔ یہ شاہی لباس پہننے کے بعد انھوں نے اپنی تلوار، ڈھال، تیر اور کمان کی پوجا کی۔ برہمنوں اور بزرگوں کی دعائیں لیں۔ نجومیوں نے جو خاص وقت مقرر کیا تھا رسم تاجپوشی کا۔ ٹھیک اسی وقت وہ شاہی سنگھاسن کے کمرے میں پہنچے۔ دربار ہال کو ۳۲ خاص نقوش سے سجایا گیا تھا جو ہندو رواج کے مطابق متبرک مانے جاتے ہیں۔ تخت کے اوپر سونے کی چادر لگائی گئی تھی اور موتیوں کی لڑیاں جھالر کے طور پر لٹک رہی تھیں، سارے ہال میں مخمل کا فرش بچھایا گیا تھا۔ ہال کے بیچوں بیچ ایک بہت ہی شاندار شاہی تخت رکھا ہوا تھا۔ جو کئی مہینوں کی کاوشوں کے بعد تیار کیا گیا تھا۔ سبھاسد کے بیان کے مطابق اس شاہی تخت کو بنانے میں ۳۲ من سونا لگا تھا اور اس کی قیمت ۱۴ لاکھ روپے تھی۔ یہ شاہی تخت آٹھ ستونوں پر ٹکا ہوا تھا اور اس پر ہیرے جواہرات ٹکے ہوئے تھے۔ تخت کے اوپر سونے کے تاروں سے بنائے ہوئے کپڑے کی چادر آویزاں تھی۔ اور موتیوں کی لڑیاں اس کی شان کو دوبالا کر رہی تھیں۔ شاہی تخت پر جو گدے ڈالے گئے تھے وہ مغلیہ شان کی جھلک دکھا رہے تھے۔ نیچے شیر کی چمڑی تھی اور اوپر مخمل۔

تخت کے دونوں طرف اقتدار شاہی اور حکومت کے مختلف نشان اور نقشے سُنہرے بھالوں کی نوکوں سے آویزاں تھے۔ دائیں جانب دو سونے کی مچھلی کے سرے جن کے بڑے بڑے دانت دکھائی دے رہے تھے اور بائیں جانب کئی گھوڑوں کی دُمیں آویزاں تھیں۔ یہ ترکوں کی شاہی شان کی نشانی تھی۔ اس طرح بھالے کے ایک اور سرے پر سونے کی ترازو جس کے دونوں پلڑے برابر تھے اور جو انصاف کی نشانی ہے۔ یہ تمام شاہی نشانیاں مغل دربار سے لی گئی تھیں۔ شاہی محل کے دروازے کے دونوں طرف گھڑوں میں پانی بھر کر رکھا گیا تھا۔ جس کے اوپر آم کے پتے رکھے گئے تھے۔ دو جوان خوبصورت ہاتھی اور دو جوان گھوڑے جن کو سونے اور چاندی سے سجایا گیا تھا کھڑے ہوئے تھے۔ یہ اہتمام ہندو رسم و رواج کے مطابق فال نیک سمجھے جاتے ہیں۔

جونہی شیواجی مہاراج تخت پر بیٹھے، سونے کے کنول کے پھول جن میں قیمتی پتھر جڑے ہوئے تھے اور دوسرے قسم کے سونے اور چاندی کے پھول برسائے گئے۔ سولہ برہمن سُہاگنوں نے اُن کی آرتی اُتاری۔ برہمنوں نے نئی سُریلی آواز میں منتر پڑھ کر بادشاہ کو دُعائیں

دیں۔ مہاراج نے سر کو خم کر کے ان کی دعاؤں کا جواب دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہاں بیٹھے ہوئے تمام مہمانوں نے "شیواجی مہاراج کی جے" کے نعرے لگائے۔ سازندوں نے بدھائیاں دیں۔ ٹھیک اسی وقت شیواجی مہاراج کے تمام قلعوں سے توپیں داغی گئیں۔

گنگا بھٹ نے جو کہ رسم تاجپوشی کی تمام رسومات کے صدر تھے، آگے بڑھ کر شاہی تخت پر سونے کی بنی ہوئی چھتری کھول دی اور شیواجی مہاراج کے تخت پر لگا دی اور ان کو شیوا چھترپتی یعنی آزاد اور خود مختار بادشاہ کے نام سے خطاب کیا۔

اس کے بعد تمام برہمنوں نے آگے بڑھ کر شیواجی مہاراج کو دعائیں دیں اور بدھائی دی۔ انھوں نے نہ صرف وہاں پر مدعو حاضرین کو بلکہ عوام الناس کو بھی بیش بہا دان دیئے۔ یہ دراصل مہادان تھا، جس میں سولہ قسم کے دان شامل تھے جو شاستروں میں بتائے گئے ہیں اس کے بعد تمام وزراء آگے بڑھے اور بادشاہ کو سلام کیا اور مبارکباد دی۔ اس کے جواب میں شیواجی مہاراج نے ان کو مرتبہ کے لحاظ سے خلعت، خطاب، بڑے بڑے عہدوں پر تقرّر اور نقد انعامات کے علاوہ ہاتھی، گھوڑے، ہیرے، جواہرات وغیرہ سے نوازا۔

ٹھیک آٹھ بجے انگریزی سفیر ہنری آکسنیڈن کو نیراجی پنت نے بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ وہ تخت سے تھوڑے فاصلے پر ادب کے ساتھ جھکا اور ایک ہیرے کی انگوٹھی انگریزوں کی جانب سے بطور تحفہ پیش کی۔ شیواجی مہاراج نے ان بدیشی لوگوں کے نمائندوں کو شاہی تخت تک آنے کی اجازت دی اور ان کو حسب مراتب خلعت عطا کی

تاجپوشی کی رسومات ادا ہو جانے کے بعد چھترپتی شیواجی مہاراج تخت سے اُترے اور اپنے سب سے عمدہ گھوڑے پر سوار ہو کر جگدیشور کے مندر کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر وہ اپنے سب سے پسندیدہ ہاتھی پر جسے اس موقع کے لئے خاص طور پر سجایا گیا تھا، سوار ہو کر ایک عظیم الشان جلوس کے ساتھ سارے شہر کی گشت پر نکلے۔ اس جلوس میں سارے فوجی عہدیدار، وزراء، امراء و عظام شامل تھے۔ اس جلوس میں سب سے پہلے جری ٹیکا اور بھگوا جھنڈا جو شیواجی مہاراج کے شاہی اقتدار کی نشانی تھے، دو ہاتھیوں پر سجا کر لے جایا گیا۔ ان دونوں ہاتھیوں کے پیچھے فوج کے جنرل، اپنی اپنی فوجی رجمنٹوں کو لے کر اور اپنے اپنے فوجی جھنڈوں کے ساتھ توپ خانہ اور بینڈ کے ہمراہ جلوس میں چل رہے تھے۔ سارے شہر کو شاندار طریقے پر سجایا گیا تھا۔ شہریوں نے اپنے اپنے گھروں کو رنگ و روغن سے

راج ماتا جیجا بائی کی سمادھی

آراستہ کیا تھا۔ جیسے جیسے جلوس آگے بڑھتا تھا، عورتیں شیوا مہاراج کی آرتی اتارتیں، اور ان پر چاول، پھول اور دوب چڑھاتیں۔ یہ جلوس رائے گڈھ کے سارے شہر میں گھومتا ہوا، تمام مندر میں بھگوان کے درشن کرتا ہوا، اور ہر مندر کو شاہی عطیات سے مال کرتا ہوا محل واپس آیا۔

۷ جون کو یعنی تاجپوشی کے دوسرے دن تمام مدعو سفراء، اور برہمنوں کی خاص ضیافت ترتیب دی گئی تھی، عام رعایا کو تحفے اور دان دیئے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ اس جشن تاجپوشی کا سلسلہ بار تک جاری رہا اور اس عرصہ میں سارے شہر کے لوگوں کو شاہی ضیافت میں مدعو کیا گیا تھا۔ پنڈت اور سنیاسی جو بہت اونچے درجے کے ان کو اس عام ضیافت میں نہیں مدعو کیا گیا تھا۔ عام لوگوں کو تیر لے کر پانچ ہن تک اور عورتوں بچوں کو ایک سے دو ہن تک دکش دیئے گئے۔

تاجپوشی کا جشن ختم ہونے کے بعد ۱۸ جون کو شیواجی مہاراج والدہ جیجا بائی کا انتقال ہو گیا۔ انھوں نے اپنی شخصی جائداد کا اندازہ ۲۵ لاکھ ہن کیا جاتا ہے، شیواجی مہاراج کے لئے چھوڑا۔ سوگ کے دن ختم ہونے کے بعد ڈچ دستاویز کی رُو شیواجی مہاراج ۲۴ ستمبر ۱۶۷۴ء کو تخت پر رونق افروز ہوئے

۱۰ اپریل۔

چھترپتی شیواجی مہاراج - اورنگ زیبؒ کے دربار میں

ریاض احمد خاں

دکن۔ بیجاپور، گولکنڈہ اور ھندوستان کے شمالی علاقوں میں شیواجی کی متواتر فتوحات نے مغلیہ تخت کو فکر و تردّد میں مبتلا کردیا۔ آئے دن اورنگ زیب عالمگیر کے حضور میں شیواجی کے حملوں کی خبریں پہنچتیں، نیز یہ بھی کہ تمام مراٹھا سرداروں نے شیواجی کو اپنا تعاون دینا منظور کرلیا ہے۔ شہنشاہِ وقت کے پاس شیواجی کی فتوحات کو روکنے کے لئے صرف دو ھی راستے نظر آئے۔ اوّل تو یہ کہ شیواجی سمیت تمام مراٹھا سرداروں کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ ھو جس میں مغلوں کی جیت یقینی ھو یا پھر شیواجی کو اس بات پر رضامند کرلیا جائے کہ وہ اپنا دستِ تعاون مغلوں کی طرف بڑھائیں۔

اورنگ زیب یہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ شیواجی سے اگر جنگ چھڑ بھی گئی تو اس جنگ کا اختتام برسوں نہیں ہو پائے گا، کیونکہ شیواجی کے ملکیت میں مغربی سلسلۂ کوہ میں ناقابل تسخیر قلعے تھے جن کا محاصرہ تو کیا جا سکتا تھا مگر وہاں سے شیواجی یا ان کے کسی فوجی دستے کو زیر نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جبکہ شیواجی جن کا بچپن انھیں پہاڑی سلسلوں میں گذرا، ان پُر پیچ راہوں سے بخوبی واقف تھے اس کے برعکس مغل سپاہی نہ تو پہاڑی طریقۂ جنگ جانتے تھے اور نہ ہی ان پہاڑی راستوں سے واقف تھے۔

ان مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے اورنگ زیب عالمگیر نے یہ طے کیا کہ وہ خود ہی شیواجی کی طرف دست تعاون بڑھائیں۔ شیواجی کو اورنگ زیب سے ملانے کی ذمہ داری جے سنگھ کے اوپر ڈالی گئی، جسے جے سنگھ نے بخوشی قبول کر لیا۔ جے سنگھ یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ شیواجی کو مغل بادشاہ کے دربار میں حاضر کرنا معمولی کام نہیں ہے۔ پھر یہ بھی جے سنگھ کو معلوم تھا کہ شیواجی نے پُرندھر معاہدہ کے مطابق اس بات کا اعلان کر دیا تھا کہ نہ تو وہ مغل شہنشاہ کے دربار میں حاضری دے سکیں گے اور نہ ہی دربار سے دیئے گئے کسی منصب کو قبول کریں گے۔ جس کی سب سے پہلی وجہ یہ تھی کہ شیواجی اور ان کے سرداروں کو اورنگ زیب کی سیاسی یقین دہانی پر کم ہی بھروسہ تھا بلکہ وہ تو یہ سمجھتے تھے کہ وقت پر اورنگ زیب ان کے ساتھ ظالمانہ سلوک بھی اختیار کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ شیواجی مغل بادشاہ کے سامنے اپنا سر خم کرنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔

جے سنگھ بھی ان تمام امور کو اچھی طرح سمجھتے تھے اور اسی لئے انھوں نے شیواجی کی منّت و خوشامد کی کہ ان کے مغل دربار میں حاضر ہونے سے صرف مراٹھوں کو سرفرازی حاصل ہوگی بلکہ اس سے دوسرا فائدہ یہ بھی ہوگا کہ ممکن ہے کہ اورنگ زیب انھیں دکن کا حاکم مقرر کر دیں تاکہ مغل تخت کو دکن کی طرف سے کوئی خطرہ نہ رہے۔ شیواجی نہ تو حاکم مقرر ہونا پسند کرتے تھے اور نہ انھیں وائسرائے بننے کا شوق تھا۔ اس لئے شیواجی ایک طویل عرصے تک اسی کشمکش و پیچ میں مبتلا رہے کہ آیا وہ مغل دربار میں حاضر ہوں یا نہ ہوں۔ شیواجی کے رفقاء تو یہاں تک کہنے لگے کہ شیواجی کا دربار میں حاضر ہونا بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ راون کے جنگل میں پھنسنا۔

جے سنگھ چونکہ راجپوت تھے۔ اپنی بات پر اپنی جان دینے کو تیار رہتے، اس لئے انھوں نے شیواجی کو ہر طرح مطمئن کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ شیواجی کو مغل دربار سے آنچ تک نہیں پہنچ سکے گی۔ اور ان کے فرزند کمار رام سنگھ نے ہندو مذہب کے مطابق قسمیں کھا کر شیواجی کو مطمئن کر دیا۔ شیواجی نے جے سنگھ اور رام سنگھ کی باتوں اور ان کی قسم کا تذکرہ اپنے مشیروں سے کیا۔ مشیروں نے بھی شیواجی کو دربار میں حاضر ہونے کی صلاح دی۔

جب مشیروں کے علاوہ درباریوں نے بھی شیواجی کو آگرہ جا کر مغل اورنگ زیب سے ملاقات کرنے کی اجازت دیدی، تب شیواجی نے بڑی دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے اپنی حکومت کو برقرار رکھنے اور منظم طور پر حکومت کے کام کاج چلانے کے لئے کچھ اصول مرتب کئے۔ شیواجی نے اس بات کا بھی اعلان کیا کہ اگر وہ آگرہ سے زیادہ عرصہ تک واپس نہ لوٹیں یا اگر وہ آگرہ میں قید بھی کر دیئے جائیں، اس صورت میں حکومت کا نظام انھیں رہنما اصولوں پر چلتا رہے۔ اپنی والدہ جیجا بائی کو انھوں نے اپنے وزیراعلیٰ مورو پنت اور نیلوجی کونڈ لو کی حفاظت

بن دیا۔ قلعوں کے محافظوں کو چوکنا رہنے کی تاکید کی۔ اور جب تمام تیاریاں مکمل ہو چکیں تب شیواجی نے ہر ایک جگہ کا معائنہ کیا، یہاں تک کہ قلعوں کا خفیہ طور سے بھی معائنہ کیا اور جب ہر طرف سے مطمئن ہو گئے تو سفر کا ارادہ کیا۔

۵ رمارچ ۱۶۶۶ء کو شیواجی نے یہ تاریخی سفر راج گڈھ سے شروع کیا۔ اپنے ساتھ انھوں نے اپنے بڑے بیٹے سمبھوجی اور پانچ اعلیٰ عہدیداروں کو بھی لیا۔ اورنگ زیب کے فرمان کے مطابق خزانۂ دکن سے شیواجی کو زادِ راہ کے بطور ایک لاکھ روپے کی رقم دی گئی اور ساتھ ہی ساتھ جے سنگھ کا بہادر اور جاں نثار سردار غازی بیگ بطور ہمسفر مقرر کیا گیا۔ شیواجی کے ساتھ اپنے لڑکے اور پانچ اعلیٰ عہدیداروں کے علاوہ ایک مختصر سا فوجی دستہ بھی تھا جو ان کی حفاظت کے لئے شریکِ سفر تھا۔

دورانِ سفر شیواجی کو ۵ راپریل کا آگرہ سے لکھا ہوا شاہی مکتوب ملا، جس میں اورنگ زیب نے اس بات پر خوشی ظاہر کی تھی کہ شیواجی نے آگرہ کے لئے سفر شروع کر دیا ہے نیز یہ بھی کہ جلد سے جلد وہ آگرہ آکر مذاکرات کریں اور مغل بادشاہ کی طرف سے تحائف لے کر کامیابی کے ساتھ اپنے گھر واپس لوٹیں۔ اسی مکتوب کے ساتھ شیواجی کو اورنگ زیب کی طرف سے ایک گرانقدر خلعت بھی عطا کی گئی۔ شیواجی کا یہ سفر اتنا بڑا خوشگوار گذر رہا تھا اور وہ اپنے ہمسفروں کے ساتھ کئی کئی منزلیں طے کرتے ہوئے اورنگ آباد پہنچے۔

اورنگ آباد میں شیواجی کے ساتھ ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس سے وقتی طور پر شیواجی کو کافی رنج پہنچا۔ ہوا یہ کہ جب اورنگ آباد کے گورنر صف شکن خاں کے پاس یہ اطلاع پہنچی کہ شیواجی مہاراج مغل بادشاہ اورنگ زیب سے ملاقات کے لئے بادشاہ کے دعوت نامے پر آگرہ جا رہے ہیں تب بھی وہ شیواجی کا استقبال کرنے نہیں گیا بلکہ اپنے بھانجے کو ان کا استقبال کرنے روانہ کیا۔ اس پر شیواجی بجائے گورنر سے ملنے کے اپنے خیمے میں چلے گئے جہاں انھیں ٹھہرنا تھا۔ جب صف شکن خاں کو یہ معلوم ہوا تو وہ بہت پریشان اور شرمندہ ہوا، اور بذاتِ خود پیدل چل کر اپنے افسران کی معیت میں شیواجی سے ملنے ان کے خیمے تک آیا، اور شیواجی کے دل سے اپنی اس کوتاہی کو مٹایا۔ شیواجی دوسرے دن اپنے افسران کے ہمراہ صف شکن خاں کے گھر گئے اور اس طرح دونوں کے دل مطمئن ہوئے۔

اورنگ آباد میں مختصر قیام کے بعد شیواجی نے اپنا آگرہ کا سفر شروع کیا۔ راستے میں انھیں سرکار کی طرف سے ضروری رسد بہم پہنچائی جاتی تھی جس کے لئے شاہی فرمان جاری ہو چکا تھا۔ ۱۱ رمئی کو شیواجی اپنے چھوٹے سے قافلے سمیت آگرہ کے گرد و نواح میں پہنچ گئے۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں پر اورنگ زیب عارضی طور سے حکومت کر رہے تھے، اور آگرہ ہی سے شاہی فرمان جاری کئے جاتے تھے۔

اورنگ زیب نے شاہجہاں کو آگرہ قلعے میں اس وقت تک مقید رکھا تھا جب تک کہ اس کی وفات نہ ہو گئی۔ کیونکہ ۱۲ رمئی کو اورنگ زیب کی سالگرہ بڑی شان و شوکت سے منائی جانے والی تھی جس میں بڑے بڑے راجے، مہاراجے، والیانِ ریاست اور بدیسی سفیر شرکت کرنے والے تھے۔ آگرہ میں سالگرہ منانے کا دوسرا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے مرحوم والد کے مزار پہ حاضری دے کر رعایا کے دل میں اپنی سعادت مندی ظاہر
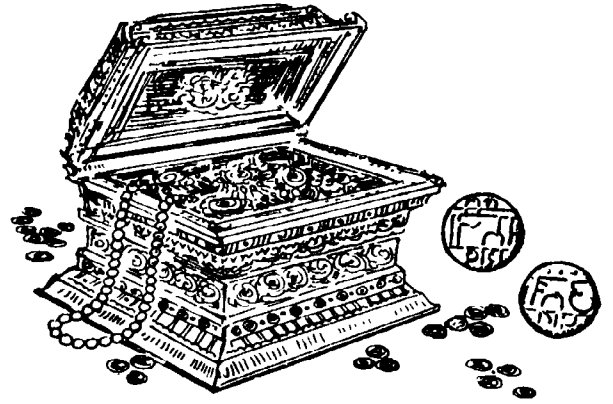
کریں۔ سالگرہ ہی کے دن کیونکہ دہلی سے ۱۱۴ گاڑیوں میں لایا جانیوالا
خزانہ بھی رؤسا اور امراء کے معائنے کے لئے قلعہ میں رکھا جانیوالا تھا
اسی وجہ سے اورنگ زیب نے شیواجی کو اپنے خزانے سے متأثر کرنے کے
لئے ۱۲ مئی ہی کا دن اپنی ملاقات کا طے کیا۔

مگر چونکہ تاریخ میں ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آنا ہی تھا اس لئے
شیواجی کو اس بات کی اطلاع نہ مل سکی اور نہ ہی رام سنگھ ان سے
ملنے آیا۔ ۱۲ مئی کو جب رام سنگھ کو شیواجی کی آگرہ کے گرد و نواح
میں آمد کی اطلاع ملی تو وہ کیونکہ شاہی حکم کے بجالانے میں مصروف تھا
اس لئے شیواجی کی پیشوائی کے لئے اپنے ایک آدمی کو روانہ کیا۔ شیواجی کو یہ
باتیں بڑی ناگوار گذریں۔ اپنی ڈیوٹی ختم کر کے رام سنگھ خود شیواجی سے
ملنے گئے۔ جب شیواجی کی ملاقات رام سنگھ سے ہوئی اس وقت دوپہر
ڈھل چکی تھی اور اورنگ زیب اپنی سالگرہ کا جشن منا کر دیوانِ عام سے اٹھ
کر کچھ وزراء و امراء کے ہمراہ دیوانِ خاص میں جا چکے تھے۔ شیواجی کی دیوانِ
خاص میں ہی اورنگ زیب سے ملاقات طے ہوئی تھی۔ رام سنگھ، شیواجی
کو لے کر دیوانِ خاص میں داخل ہوئے۔

کیونکہ شیواجی دربار کے آداب سے ناواقف تھے اور رام سنگھ
کو بھی موقع نہیں ملا تھا کہ انھیں کچھ اصول بتلائے اور سمجھائے۔ اس
لئے جب شیواجی، شہنشاہ کے دربار میں جو اس وقت دیوانِ خاص میں
ہو رہا تھا پہنچے تو نہ تو شیواجی درباری آداب کے مطابق اورنگ زیب کی
خدمت میں آداب بجالائے اور نہ اورنگ زیب نے شیواجی کی طرف توجہ خاص
دی۔ شیواجی نے اپنی طرف سے اورنگ زیب کی خدمت میں نذرانے کے طور
پر دو ہزار روپے، ایک ہزار مہریں اور پانچ ہزار روپے نچھاور کیلئے پیش
کئے اور اس کے ساتھ ہی اپنے لڑکے کی طرف سے بھی نذرانہ پیش کیا
اس پر بھی اورنگ زیب نے شیواجی کو خوش آمدید تک نہیں کہا۔ جس
کا شیواجی پر بہت اثر ہوا۔ شیواجی کو امید تھی کہ اورنگ زیب
کی طرف سے ان کا شایانِ شان استقبال ہوگا، انھیں خلعت
ملے گی، انھیں مان دیا جائے گا اور تحفے تحائف ملیں گے مگر ایسا
کچھ بھی نہیں ہوا، بلکہ شیواجی کو اس دربار خاص میں تیسری صف
میں کھڑا کیا گیا جہاں پر کہ وہ لوگ کھڑے تھے جو ڈھائی ہزاری یا
ڈیڑھ ہزاری منصب پر فائز تھے۔ شیواجی یہ برداشت نہ کر سکے
مگر جب ان کی نظریں مہاراجہ جسونت سنگھ پر پڑیں تو ان کے غصہ کی انتہا
نہ رہی۔ کیونکہ دیوان خاص میں جسونت سنگھ شیواجی سے اگلی صف
میں کھڑا ہوا تھا، شیواجی، جسونت سنگھ کو شکست دے چکے تھے،
مگر دربارِ اورنگ زیب میں شیواجی کے ہاتھوں شکست خوردہ مہاراجہ
دوسری صف میں کھڑا تھا اور شیواجی تیسری۔ اورنگ زیب کی نظر دل
نے شیواجی کو غصہ میں دیکھ کر رام سنگھ سے دریافت کیا کہ شیواجی
کو کیا تکلیف ہے؟ جب رام سنگھ غصہ کی وجہ پوچھنے شیواجی
کے پاس آئے تو شیواجی نے پُر رعب آواز میں کہا کہ تم نے دیکھا اور
تمھارے بادشاہ نے بھی دیکھا کہ میں طویل عرصہ سے دربار میں کھڑا
ہوں۔ یہ میری توہین کے مترادف ہے۔ اورنگ زیب کو ایک راجہ کے
ساتھ یہ سلوک زیب نہیں دیتا۔ اور پھر بادشاہ کی طرف مخاطب
ہو کر اسی بارعب آواز میں یہ کہا کہ مجھے شہنشاہ کی طرف سے کسی منصب
یا کسی خلعت کی ضرورت نہیں ہے۔ اتنا کہہ کر تخت کو پیٹھ دکھاتے
ہوئے شیواجی دربار خاص میں ایک ستون کے پیچھے چلے گئے اور وہیں
بیٹھ گئے۔

رام سنگھ فوراً شیواجی کی طرف لپکے اور چاہا کہ بادشاہ کی شان
میں جو الفاظ نکل گئے ہیں انھیں معافی نامہ پیش کر کے رفع کر دیں
مگر شیواجی نے رام سنگھ کی ایک بات نہ مانی اور کہا کہ کوئی بھی
مرہٹا راجہ ایسی ذلت سے موت کو گلے لگانا بہتر سمجھے گا۔ شیواجی
نے رام سنگھ سے کہا کہ وہ یا تو انھیں ختم کر دیں یا شیواجی خود اپنے
آپ کو ہلاک کر ڈالیں گے۔ شیواجی نے رام سنگھ سے بارعب آواز
میں کہا کہ تم میرا سر بھی تن سے جدا کر دو گے تب بھی میں اب بادشاہ
کے دربار میں حاضر نہیں ہو سکوں گا۔

رام سنگھ نے اس واقعہ کی اطلاع بادشاہ کو دی۔ اورنگ زیب نے تین معزز سرداروں کو حکم دیا کہ وہ شیواجی کو سمجھائیں۔ انھیں خلعت دیں اور ان کے حضور میں پیش کریں۔ شیواجی نے نہ تو خلعت قبول کی اور نہ ان معزز سرداروں کی بات مانی اور نہ بادشاہ کے سامنے پہنچے۔ مگر رام سنگھ نے بادشاہ سے یہ کہا کہ چونکہ شیواجی دور دراز کا سفر کرکے آج ہی یہاں پہنچے ہیں اس لئے انھیں بخار بھی ہے اور تھکن بھی۔ اس پر اورنگ زیب نے رام سنگھ سے کہا کہ وہ شیواجی کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے جائیں۔ ان کا علاج کرائیں اور انھیں تسلی دیں۔

دوسرے دن بھی شیواجی دربار میں حاضر نہیں ہوئے۔ اورنگ زیب نے رام سنگھ سے جب شیواجی کے بارے میں پوچھا تو رام سنگھ نے بتلایا کہ شیواجی کو آج بھی بخار ہے مگر ان کے صاحبزادے شمبھوجی اورنگ زیب کے حضور میں حاضر ہیں۔ اورنگ زیب نے شمبھوجی کو یک خلعت عطا کی، مگر شیواجی اس کے بعد کبھی اورنگ زیب کے دربار میں حاضر نہیں ہوئے۔

جاری
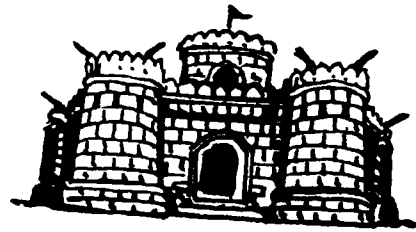
چھترپتی شری
شیواجی مہاراج
کی ۳۰۰ ویں برسی

۳۱ مارچ ۱۹۸۰ء کو قلعہ رائے گڈھ میں چھترپتی شیواجی مہاراج کی ۳۰۰ ویں برسی منائی گئی۔ مہاراشٹر کے کونے کونے سے ہزاروں عقیدت مندوں نے شرکت کی جن میں خواتین بچے اور معمر حضرات تھے۔ سب ہی عقیدتمندوں نے پہاڑ پر چڑھنے کی صعوبتیں اُٹھاکر چھترپتی شیواجی مہاراج کی ۳۰۰ ویں برسی کے موقع پر خراجِ عقیدت پیش کیا۔

وزیراعظم اندرا گاندھی باوجود اپنی مصروفیات کے رائے گڈھ تشریف لائیں اور شیواجی مہاراج کی سمادھی پر پھول چڑھاکر خراجِ عقیدت پیش کیا۔ وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی نے اس موقع پر عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ چھترپتی شیواجی مہاراج کی زندگی جدوجہد کی زندگی تھی، انھوں نے حتی الامکان برائیوں کو ختم کرنے کے لئے اپنی تمام تر طاقت صرف کی۔

وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی نے ۳۱ مارچ ۱۹۸۰ء کو قلعہ میں چھترپتی شیواجی مہاراج کی ۳۰۰ ویں برسی کے موقع پر پھول چڑھاکر انھیں خراجِ عقیدت پیش کیا۔

وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی قلعہ رائے گڈھ میں شریمتی سمترا راجے بھوسلے سے پانچ مختلف دھاتوں سے بنا ہوا ہل وصول کر رہی ہیں، جو شیومدرا پرتھشٹھان کی طرف سے ان کی خدمت میں پیش کیا گیا، وزیراعظم اعلان کیا وہ اس یادگار ہل کو اپنی قیام گاہ میں اس طرح رکھیں گی کہ ہر روز ان سے ملنے والے ہزاروں آدمی اسے دیکھ سکیں اور اس سے خود اعتمادی حاصل کرسکیں
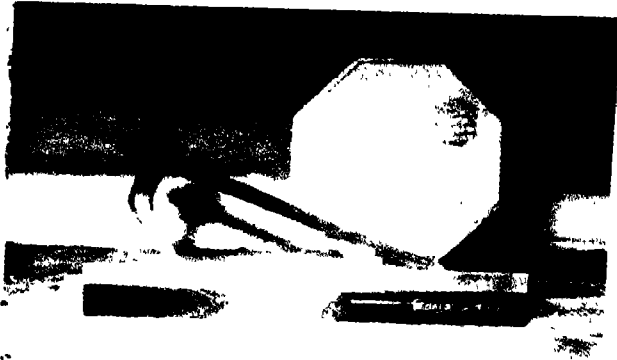
شیوسُدرا پرتشٹھان کی طرف سے تیار کردہ مختلف دھاتوں کا ہل جو ۳۱ مارچ کو قلعہ رائے گڈھ میں وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی کو پیش کیا گیا۔

وزیراعظم نے فرمایا کہ شیواجی مہاراج ہی کی وہ شخصیت تھی جس نے وطن کی آزادی کے لئے مشعل روشن کی اور آزادی کی راہ دکھائی۔ جس طرح چھترپتی شیواجی مہاراج نے تلوار، ڈھال اور تیروکمان سے اپنے مخالفین سے جنگیں کیں اسی طرح ہمیں بھی اب غربت، فرقہ واریت کے خلاف جنگ کرنا ہے۔

وزیراعظم نے آنجہانی پنڈت جواہرلال نہرو کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ پنڈت جی اکثر چھترپتی شیواجی کی دُوراندیشی، صلاح پسندی، منصوبہ بندی کی تعریف کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ چھترپتی شیواجی مہاراج سیکولرازم پر یقین رکھتے تھے۔ اورنگ زیب سے شیواجی مہاراج اس لئے نبرد آزما نہیں ہوئے کہ وہ ایک مسلمان شہنشاہ تھے بلکہ ان کی جنگ اورنگ زیب کے بڑھتے ہوئے مظالم کے خلاف تھی۔

مہاراشٹر کے گورنر شری صادق علی نے بھی اس موقع پر تقریر کی اور چھترپتی شیواجی مہاراج کی سمادھی پر پھول چڑھاکر خراج عقیدت پیش کیا۔

گورنر مہاراشٹر کے مشیر شری لے۔ این بنرجی بھی چھترپتی شیواجی مہاراج کی ۳۰۰ ویں برسی کے موقع پر رائے گڈھ تشریف لے گئے تھے۔

اس موقع پر شریمتی سمترا راجے بھوسلے نے وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی کی خدمت میں پانچ مختلف دھاتوں سے بنا ہوا ہل پیش کیا۔ اسی طرح کا ایک ہل شیواجی مہاراج کو ان کی والدہ راج ماتا جیجابائی نے ان کی تاجپوشی کے وقت دیا تھا۔ جس سے مراد یہ تھی کہ چھترپتی شیواجی مہاراج اپنے درپیش مسائل کو کامیابی کے ساتھ حل کرسکیں۔

اس موقع پر شریمتی دھانوٹے نے چھترپتی شیواجی مہاراج کے سیکولرازم نظام پر مبنی ایک پینٹنگ، وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی کی خدمت میں پیش کی۔

قلعہ رائے گڈھ کے علاوہ ملک کی راجدھانی دلّی اور ملک کے بڑے بڑے شہروں میں بھی چھترپتی شیواجی مہاراج کی ۳۰۰ ویں برسی کے موقع پر جلسے منعقد کئے گئے، جلوس نکالے گئے، چھترپتی شیواجی مہاراج کی زندگی پر مبنی جھلکیاں پیش کی گئیں اور اس طرح ملک کے عوام نے آنجہانی چھترپتی شیواجی مہاراج کو خراج عقیدت پیش کیا۔

۳۱ مارچ ۱۹۸۰ء کو قلعہ رائے گڈھ میں چھترپتی شیواجی مہاراج کی ۳۰۰ ویں برسی کے موقع پر ہزاروں عقیدت مندوں نے حاضری دی۔ وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی اس عظیم اجتماع سے مخاطب ہیں۔

عظیم محبِّ انسانیت۔ چھترپتی شیواجی مہاراج

جی۔ پی گوجر۔ سینئر اسسٹنٹ ڈائرکٹر

شیواجی مہاراج ہماری تاریخ میں سب سے زیادہ شریف النفس اور عظیم انسان دوست حکمراں گذرے ہیں۔ ایک مشہور انگریز مورخ ڈینس کینکین لکھتے ہیں:

"... عیسائی پادریوں سے شیواجی کی ہمدردی عیاں تھی۔ اس کے مقابلے میں پرتگالیوں کے مقبوضہ ہندوستانی علاقوں میں ہندو پنڈتوں سے بیجا سلوک کی داستانیں بھی عام تھیں۔ شیواجی کے دشمن بھی اکثر مسلم علماء مسجدوں اور قرآن کا احترام کرنے پر شیواجی کی تعریف کیا کرتے تھے۔" مسلم مورخ خان خاناں جو ہمیشہ شیواجی کی تذھین کیا کرتا تھا، یہ بات کہنے پر مجبور تھا کہ شیواجی کسی بھی مفتوح علاقے میں داخل ہونے سے پہلے ہمیشہ یہ انتظام کرلیا کرتے تھے کہ کسی بھی مسجد کو نقصان نہ پہنچے۔ اگر کبھی قرآن ساتھ آتا تو اس کا احترام شیواجی بالکل ایسے ہی کیا کرتے جیسے یہ مقدس کتاب خود ان کے مذہب کی ہو۔ مسلمان خواتین گرفتار ہوکر آتیں تو شیواجی ان کے ساتھ بڑے احترام سے پیش آتے اور انہیں اپنے رشتہ داروں کو واپس سپرد کرنے کی کوشش کرتے۔"

اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ جس وقت مہاراشٹر کے عوام دن دہاڑے
کے ہاتھوں ظلم و ستم کا شکار بنے ہوئے تھے اس وقت دکن کے مسلم حکمراں
شیواجی مہاراج کو اپنا ہیرو اور نجات دہندہ تصوّر کرتے تھے۔ ایسا
معلوم ہوتا تھا کہ لوگ ظالم حکمرانوں کے خلاف برسرِ جنگ تھے نہ کہ
ان حکمرانوں کی فوجوں سے لڑ رہے تھے۔ ان حالات کا فائدہ اٹھاتے
ہوئے شیواجی مہاراج نے مہاراشٹر کے عوام کے دلوں میں قومی جذبہ
بیدار کیا۔ وہ تمام سیاسی، سماجی، مذہبی اور بدیسی دشمن طاقتوں
کو یکجا کر کے حبّ الوطنی کے دھارے میں شامل کرنا چاہتے تھے۔
اسی لئے انھوں نے ایک آزاد مراٹھا ریاست قائم کر کے اپنے ہندوی
سوراجیہ کے خواب کو مکمل کیا۔
شیواجی مہاراج کا ہندوی سوراجیہ یا مہاراشٹر دھرما کا تصوّر نہ ہی
اسلام - مخالف اور نہ ہی ہندو دھرم کی حمایت میں تھا۔ اس کا
مطلب تھا تمام مذاہب و عقائد کو آزادی۔ اس میں کوئی شک نہیں
کہ شیواجی ایک کٹّر ہندو تھے۔ شنکر بھگوان کے بھگت تھے۔ تلجاپور کی
بھوانی دیوی ان کی خاندانی دیوی تھیں۔ پرتاپگڑھ میں بھی وہ بھوانی دیوی
کے درشن کو جایا کرتے تھے۔ شیواجی مہاراج مذہب کے سخت پابند
تھے۔ اس کے باوجود یہ ان کی وسیع النظری کا ثبوت ہے کہ فرقہ واریت
کی بنیاد پر حکومت کرنے کا انھوں نے کبھی خیال نہیں کیا۔
شیواجی مہاراج انصاف پسند مزاج کے مالک تھے۔ غریبوں اور مظلوموں
کے ہمدرد اور غم گسار تھے۔ دوستی اور وفاداری کی قدر کرتے تھے، اسی لئے
تاناجی، ملوسرے، باجی پربھو، مرار باجی، لیساجی کانک جیسے کئی
ایک نامور ہندوی سوراجیہ کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے تیار

ہتے تھے۔

شیواجی مہاراج کی حکومت میں اعلیٰ منصب اور عہدے موروثی نہیں ہوا کرتے تھے۔ ملکی خدمات کے صلہ میں نقد انعامات دیئے جاتے تھے۔ راشی اور سنگدل افسران پر کوئی رحم نہیں کیا جاتا تھا۔ انگریزوں بستیوں میں شیواجی نے غلاموں کی تجارت تک ختم کردی تھی۔ سپہ سالاروں اور سپاہیوں کو یکساں عزت دی جاتی تھی۔ سوامی رامداس شیواجی کے بارے میں فرماتے ہیں:

"دنیا میں ان کے جیسا مذہب کی حفاظت اور احترام کرنے والا شاید کوئی نہیں۔ اگر مہاراشٹر میں مذہب زندہ ہے تو یہ ان ہی کی بدولت ہے۔"

شیواجی کی حکومت میں تمام فرقہ کے لوگوں کو صحیح معنوں میں آزادی حاصل تھی۔ وہ اپنی تمام رعایا کے ساتھ یکساں سلوک کرتے تھے۔ مسلمانوں کے ساتھ کوئی امتیازی برتاؤ نہیں کیا جاتا تھا۔ ملکی معاملات میں مذہب کا کوئی دخل نہیں تھا۔ مسجدوں کی بھی حفاظت کی جاتی تھی بلکہ عطیات بھی دیئے جاتے تھے۔ چرچ کے معاملے میں بھی اسی طرح کا برتاؤ کیا جاتا تھا۔

ایک بار سورت میں حملہ کے دوران پرتگالی پادری ریورینڈ امبروس کی درخواست پر شیواجی نے وہاں پر واقع چرچ کی پوری پوری حفاظت کی۔ مسلم بزرگان دین کا بھی شیواجی بے حد احترام کیا کرتے تھے کیلسی کے بابا یاقوت کے وہ معتقد تھے۔ ان کی درگاہ کے لئے شیواجی نے ایک گرانقدر عطیہ منظور کیا تھا جو آج بھی جاری ہے۔

اسلام سے شیواجی کی عقیدت واحترام کا ثبوت کسی اور نے نہیں بلکہ خود اورنگ زیب کے دورِ حکومت کے نامور مورخ اور شیواجی کے سخت مخالف خافی خاں نے دیا ہے۔ دیگر مذاہب وعقائد کے لوگوں سے شیواجی احترام سے پیش آتے تھے برعکس اس کے اورنگ زیب نہایت متعصب واقع ہوئے تھے۔ ہندوؤں پر "جزیہ" عائد کرنے کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے شیواجی نے اورنگ زیب کو لکھا تھا:

"اسلام اور ہندو دھرم دونوں ہی معبود سے اظہارِ عقیدت کے مقدس ذرائع ہیں۔ مذہبی جنون میں آکر جو کوئی بھی مذہبی تعصب کا ارتکاب کرتا ہے وہ درحقیقت خدا کے احکام کی خلاف ورزی کا مجرم ہے۔"

یہ وہ خیالات ہیں جو شیواجی مہاراج کے سیکیولرزم ہونے کی تائید کرتے ہیں۔ جس کا اظہار ۱۷ویں صدی میں کیا گیا تھا۔ آج جب بھی ہم سیکیولرزم کی بات کرتے ہیں، ہم شیواجی مہاراج کے ان گرانقدر خیالات کی تائید کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

شیواجی کے خادموں میں کئی مسلمان بھی تھے جو اہم عہدوں پر فائز تھے اور جنھوں نے شیواجی کے لئے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ ان میں مداری مہتر، میر محمد مستور، سدی سمبال، سدی مصری، سدی ہلال، دولت خاں اور نور خاں کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ شیواجی کے دور میں مسلمان بھی اتنے ہی خوشحال اور آزاد تھے جتنے کہ ہندو۔

شیواجی نے مذہب کو ہمیشہ انسانی عقیدت ونجات کا ذریعہ سمجھا۔ شیواجی مہاراج نے ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ ہم ہر ظلم کے خلاف صف آرا ہوں اور تمام مذاہب وعقائد کا احترام کریں۔ ہم شیواجی مہاراج کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں کہ انھوں نے اشوک، وکرمادتیہ اور اکبر کی قابلِ قدر روایات کو زندہ رکھا۔ ہم ان کی انسان دوستی کو سلام کرتے ہیں۔

چھترپتی شری شیواجی مہاراج

ڈاکٹر اے یو شیخ

شیواجی مہاراج ۱۹ فروری ۱۶۳۰ء میں جنیر کے نزدیک شیونیری کے مقام پر پیدا ہوئے۔ اس وقت دکن سنگین حالات میں گھرا ہوا تھا۔ شیواجی کے پتا شاہ جی راجے عادل شاہ کے سپہ سالار تھے۔ ان حالات میں شیواجی کی پرورش زیادہ تر ان کی ماتا جی نے کی۔ شیونیری میں ان کے ہمدرد اور گھنے جنگلات سے پُر ماحول نے ان کی پوری پوری حفاظت کی۔ شیواجی کی ماتا جیجابائی اور ان کے استاد دادو جی کونڈیو نے شیواجی کو جسمانی اور دماغی طور پر مضبوط ہونے میں مدد دی۔ خودی قائم رکھنے اور عوامی ذمہ داری سمجھنے کی صلاحیت پیدا کی۔ شیواجی کو قدم قدم پر مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن مشکلات سے دوچار ہونے کے بعد بھی ہمیشہ انھوں نے صبر، ثابت قدمی اور ہوشمندی سے کام لیا۔

"تورنا" کا مضبوط قلعہ -
پس منظر میں
"راج گڑھ" کا کچھ حصہ بھی نظر آ رہا ہے -

شیواجی غریبوں اور مظلوموں کے ہمدرد تھے - حب الوطنی اور دوستی کی قدر کرتے تھے - اسی لیے تاناجی باجی پربھو اور دیگر کئی ہستیوں نے خوشی خوشی اپنی جانیں شیواجی کے لیے قربان کردیں - ان کی نظر میں ہر کوئی شخص برابر تھا - اچھوں کی عزت کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ ان کی بحری اور بری فوج میں کئی مسلمان شامل تھے - دولت خاں سدی مستری شیواجی کے بحری سپہ سالاروں میں سے ایک تھے - قاضی حیدر شیواجی کے وکلا میں سے ایک تھے - مداری مہتر جو شیواجی کا محافظ تھا - اور جس نے انھیں آگرہ سے فرار ہونے میں مدد دی تھی - ایک مسلمان ہی تھا - میر محمد شیواجی کا مصور رہا جس نے شیواجی کی کئی تصاویر بنائیں - جو آج بھی پیرس میں آرٹ گیلری کی زینت ہیں - شیواجی کا مقابلہ نہ صرف مغلوں اور عادل شاہوں سے تھا - بلکہ ان کی جنگ دیس مکھوں اور دیسایوں سے بھی تھی - جنھوں نے غیر موجود حکمرانوں کے چاپلوس اور سنگدل صوبیداروں کی پشت پناہی میں دکن میں ہنگامہ مچا رکھا تھا -

سنتوں کی تعلیم :

جب شیواجی بارہ برس کے ہوئے تو ان کے پتا نے اپنی جاگیر میں سے ۳۶ گاؤں جن میں پونے بھی شامل ہے، انھیں سونپ دیے - جوں جوں وہ بڑے ہوتے گئے - دکن کے مزید علاقوں اور ناقابل شکست قلعوں کو فتح کرتے چلے گئے - ان کے پاس طاقت ور بحری اور بری فوج تھی - انتظامیہ کے لیے اشٹ پردھان یعنی آٹھ وزراء پر مشتمل آٹھ رکنی، انتظام کا طریقہ اختیار کیا - چالیس سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے وہ دکن کے ایک بڑے حصے پر قابض ہو چکے تھے - ان کے زمانے میں رام داس سوامی اور تکارام مہاراج کی تعلیمات سے مہاراشٹر کے عوام میں بیداری کی لہر پیدا ہو چکی تھی - بھگتی مارگ کی روایت پر چلتے ہوئے گیانیشور، ایکناتھ اور کبیر جیسے سنت، سادھو اور صوفی کی تحریروں نے مہاراشٹر ہی نہیں بلکہ سارے ہندوستان میں ایک روحانی فضا قائم کی تھی - شیواجی خود بھی ان کے عقیدت مند تھے اور اس روایت کو قائم رکھنے میں جدوجہد کرتے - لیکن مراٹھا علاقوں کی آزادی کا خیال ان کے دل سے کبھی دور نہیں ہوا - مغل بادشاہ اورنگ زیب شیواجی کی باغیانہ سرگرمیوں سے سخت پریشان تھے - چھوٹے بڑے دوسرے حکمراں بھی شیواجی سے خوف زدہ تھے - اس کے باوجود شیواجی نے خود اس بات کو شدت سے محسوس کیا کہ جب تک خود ان کے سر پر تاج نہ ہو وہ ان حکمرانوں کی برابری نہیں کر سکتے - شیواجی کے ساتھی بھی یہی چاہتے تھے کہ شیواجی ایک آزاد حکمراں بنیں - تمام مراٹھا جاگیردار، منصب دار اور بیجاپور کے عادل شاہوں کی بجائے شیواجی کے طرفدار

(باقی صفحہ ۸۷

دیہی صنعتوں کا فروغ

— پربھنی میں سیمینار

آج کل بجلی کا بحران ہونے کی وجہ سے ہر قسم کی صنعت پر شدید اثر پڑا ہے۔ صنعتی پیداوار میں بھی کافی حد تک کمی واقع ہوئی ہے۔ ان حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اب یہ ضروری ہوگیا ہے کہ بجلی کم سے کم استعمال کی جائے اور بجلی کی جگہ قوتِ انسانی سے کام لیا جائے۔

صنعتوں کو پیش آنے والے مسائل اور دیہاتوں میں صنعتوں کے قیام کی اہمیت پر غور کرنے کے لئے مراٹھواڑہ ایگریکلچر یونیورسٹی پربھنی اور مہاراشٹرا اسٹیٹ کھادی اینڈ ویلیج انڈسٹریز بورڈ کے تعاون سے ۲۳ر اور ۲۴ر فروری کو پربھنی میں "دیہی صنعتوں کا فروغ" کے عنوان پر ایک سیمینار منعقد کیا گیا۔ سیمینار کا افتتاح کھادی بورڈ کے چیرمین شری شیرو بھاؤ لیمائے کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ مذکورہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر وی۔ ایس کھسیپے نے صدارت کے فرائض انجام دیئے۔

اس سیمینار میں مہاراشٹر بھر سے آئے ہوئے پروفیسر، دیہی صنعت کار، تاجر، عہدیدار، کاریگر، صنعتی ماہرین، کھادی بورڈ کے افسران، بنک، ایم ڈی سی، کے نمائندوں پر مشتمل ۴۶ افراد نے شرکت کی۔ یہ سیمینار تین وقفوں میں مکمل ہوا اور زیرِ غور مسئلہ پر تفصیلی بحث کی گئی۔ سیمینار کے نتائج پر مبنی سفارشات پیش کرنے کی غرض سے پروفیسر ایم۔ ڈی پادھیائے، شری جینت ودیا، شری گنگا پرشاد جی اگروال اور پروفیسر بی۔ ڈی ایڈکین پر مشتمل ایک ضمنی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ دیہی صنعتوں کو فروغ دینے کی اہمیت پر غور کرتے ہوئے مندرجہ ذیل سفارشات پیش کی گئیں:

۱۔ ایسی مصنوعات جو فی الحال سرمایہ داروں کی اجارہ داری کے تحت صنعتیں تیار کرتی ہیں، جبکہ چھوٹی اور دیہی صنعتیں انھیں بآسانی تیار کرسکتی ہیں، ان پر پابندی عائد کی جائے۔ ابتدائی مرحلہ میں کپڑے کی صنعتوں کی تقسیم کو اولیت دی جائے۔

۲۔ پیداواری علاقوں ہی میں مصنوعات کا استعمال تاکہ مصنوعات کے نقل و حمل اور بجلی کے استعمال پر زیادہ دباؤ نہ پڑسکے۔

۳۔ مناسب تکنیک کے پھیلاؤ اور ترقی میں ریسرچ کی ضرورت پر زور دیا جائے۔

۴۔ قیمتوں میں اضافہ کی بدولت دیہی علاقوں میں مشینوں پر سرمایہ کاری نفع بخش نہیں ہوتی، دیہی صنعتوں کے ذریعے مشینوں پر سرمایہ کاری کو نفع بخش بنانے کے لئے "ترقیاتی سرمایہ کاری" کی تجویز جس کے تحت قرضوں کے بازیابی کی مدت کم از کم ۲۰ سال ہو اور شرح سود ۶ فیصد سے زیادہ نہ ہو۔

۵۔ منتخبہ دیہاتوں میں "بڑھئی گری مرکز" قائم کئے جائیں اور ضروری سازوسامان مہیا کیا جائے۔

۶۔ کیمیائی اور غیر کیمیائی ردّی اشیاء کو قابلِ استعمال بنانا تاکہ ریاست پنجاب کی سطور پر ترقی یافتہ چھوٹی صنعتوں کو خام مال مہیا کیا جاسکے۔

۷۔ دیہی صنعتوں کو خام مال کی قلت کا درپیش مسئلہ حل کرنے کے لئے ردّ مال جیسے ٹینڈر کے ذریعہ حکومت یا نیم سرکاری ادارے نیلام کرتے ہیں، جمع کرنے کے لئے ایک ذخیرہ مرکز بنایا جائے۔ یہ ذخیرہ مرکز صنعتوں کو خام مال فراہم کرنے کا ایک اچھا ذریعہ ثابت ہوسکتے ہیں۔

۸۔ دیہی صنعتوں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے ضلع کے صدر مقام پر خام مال کا ایک گودام قائم کیا جائے۔

۹۔ دیہی صنعتوں کو فروغ دینے کے لئے ضلع میں واقع سرکاری اور نیم سرکاری اداروں کو درکار اشیاء کی فہرست تیار کی جائے تاکہ مصنوعات کی تیاری، فروخت اور خام مال کا بروقت استعمال ہوسکے۔

۱۰۔ زراعتی یونیورسٹیوں میں تحقیقی و تربیتی مراکز قائم کئے جائیں جن کے ذریعہ زراعتی صنعتوں سے وابستہ کام مثلاً زراعتی پیداوار، جانوروں کی افزائشِ نسل، ان کے چارہ وغیرہ کی پلاننگ اور تکمیل انجام پاسکے۔

پربھنی میں ریاستی سرگرمیوں میں عوامی شرکت

ریاستی حکومت کے ڈائرکٹوریٹ برائے اطلاعات و رابطۂ عامہ کے تحت ضلع پربھنی دفتر اطلاعات نے یہاں کے دیہی باشندوں کو سرکاری اقدامات سے روشناس کرانے اور عوامی رابطہ قائم کرنے کی غرض سے حال ہی میں مختلف اقدامات کئے۔ فلم، دیہی نشریات، نمائش، کتابچے اور ریاستی حکومت کے رسائل لوگوں کو دکھائے گئے۔ یہ اہتمام پربھنی کے تین منتخبہ دیہاتوں جوالا یازار، کوندور (دیگراس) اور ڈونگرا کاڑا کے دیہاتوں میں "تشہیر و عوامی رابطہ دن" پروگرام کے تحت کیا گیا۔

(بقایا صفحہ ۳۱ پر)

تبصرہ

تنقیدی شہ پارے

مُصنّف : علیم جہانگیر   ترتیب وانتخاب : قمر اقبال

قیمت : پانچ روپے   ناشر : زاھدہ بیگم

٦-١-٨٩ ، قاضی واڑہ ، اورنگ آباد - ٤٣١٠٠١

کچھ عرصہ سے چند نوجوانوں نے "تنقید" کی طرف توجہ دینا شروع کی ہے ان میں علیم جہانگیر کا نام بھی ہے ، جو گاہے گاہے ہمارے سامنے آتا رہا ہے اب یہ نام ایک کتاب "تنقیدی شہ پارے" کے مصنّف کی حیثیت سے ہمارے سامنے ہے ۔ ان کے ادبی ذوق کو دکن کے ماحول سے جلا ملی ۔ عثمانیہ یونیورسٹی کے طالب علم (گریجویٹ) ہونے کے ناطے انھیں اردو ادب کے ماضی اور حال کو کھنگالنے کا موقع ملا ۔ اور اسی موقع سے فائدہ اٹھا کر انھوں نے تنقید کو ذریعۂ اظہار بنایا اور ادب کے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا ۔ وقتاً فوقتاً یہ مضامین زیور طباعت سے آراستہ بھی ہوتے رہے پھر یہ بکھرے مضامین ، ادارۂ اسٹیٹ اردو اکاڈمی کے تعاون سے یکجا ہو جانے اور "تنقیدی شہ پارے" نامی کتاب کی شکل میں سامنے آ گئے ۔

"تنقیدی شہ پارے" میں کل ۹ مضامین ہیں ۔ یہ مضامین اردو کلاسیکل ادب سے متعلق ہیں ۔ انھوں نے وہی موضوعات چھوئے ہیں جو کہ بار ہا ضبطِ تحریر میں آ چکے ہیں ، لیکن علیم جہانگیر نے اپنے طور پر ان کا تجزیہ کیا ہے اور ان کی تحریریں محنت اور مطالعہ کی نشاندہی کرتی ہیں ۔ ان کے خیالات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ادب کے سنجیدہ قاری ہیں اور ادب برائے زندگی کے قائل ہیں ۔ کہیں کہیں تاریخی حقیقتوں کا ذکر کرتے کرتے انھوں نے اپنی رائے کا اظہار بڑی خوبصورتی سے کیا ہے ۔

علیم جہانگیر کے پاس زبان کی بڑی اہمیت ہے لگتا ہے کہ انھوں نے لسانیات کا بڑا عمیق مطالعہ کیا ہے ۔ چنانچہ اس کتاب کا پہلا مضمون ہی عوامی اور ٹکسالی زبان پر ہے ۔ آگے چل کر انھوں نے دہلی اور لکھنؤ کی زبانوں پر الگ الگ مضامین مدلل دلائل کے ساتھ لکھے ہیں ۔ ان دونوں مضامین میں اُردو زبان اور شاعری کی مختصر تاریخ مرتب ہو گئی ہے ۔ یہ مضامین ادب کے طالب علموں کے لئے مُفید ہیں ۔ انھیں پڑھ کر زبان اور ادب کا ایک واضح تصور ذہن میں اُبھرتا ہے اور زبان کی بتدریج ترقی کھُل کر سامنے آتی ہے بہر حال زبان کے بارے میں چار مضامین ہیں جو اس کتاب کی جان ہیں ان کے علاوہ امیر خسرو ، چکبست ، ڈپٹی نذیر احمد ، پریم چند اور امتیاز علی تاج کی تخلیقات کے کچھ پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے جو اپنی جگہ موزوں ہے ۔ ان مضامین میں علیم جہانگیر تنقید نگار سے بڑھ کر محقق نظر آتے ہیں ۔ ان کا کام قابلِ ستائش ہے ۔

غیاث قریشی کا بنایا ہوا ٹائیٹل بہت ہی عمدہ ہے کاش اُسے طباعت بھی اچھی مِل پاتی ۔ کتابت ، طباعت اور قیمت مناسب ہے ۔

تبصرہ نگار : رفیق جعفر

//////////////////////////////

(صفحہ نمبر ٣٦ سے آگے)

تھے ۔ اس لیۓ شیواجی نے اپنی تاجپوشی کا اعلان کر دیا ۔

تاجپوشی کے لیۓ اعلیٰ پیمانے پر تیاریاں ہونے لگیں ۔ شیواجی رائے گڈھ قلعہ کو سب سے زیادہ پسند کرتے تھے ۔ اسی لیۓ اس قلعہ کو تاجپوشی کے لیے چنا گیا ۔ اس قلعہ میں نئے محل اور ہال بنائے گئے کئی ممتاز مہمانوں کے علاوہ گیارہ ہزار کی تعداد میں برہمن رسم تاجپوشی میں شرکت کے لیۓ جگہ جگہ سے آئے ۔ گنگا بھٹ نے جو اپنے وقت کے ایک عظیم سنسکرت عالم تھے مشورہ دیا کہ شیواجی دیدک طور سے تاج پہنیں ۔ اس بات کو بہ خوشی قبول کرتے ہوئے ان ہی عالم کو سات روزہ رسم انجام دینے کی ذمہ داری سونپی گئی ۔ اس دوران شیواجی کو کئی دفعہ پوجا پاٹ کرنا پڑا ۔

متعدد عظیم ہستیاں ، سربراہان مملکت اور سفراء رائے گڈھ میں مقیم تھے ۔ ان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے نمائندے ہنری آکزینڈا سفیر پرتگال اور جرمانیہ کے نمائندے بھی شامل تھے ۔ انھوں نے رسم تاجپوشی کی تمام تفصیلات درج کی ہیں ۔

تاجپوشی کے بعد شیواجی اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر جلوس کی شکل میں رائے گڈھ میں واقع جگدیشور مندر پہنچے ۔ وہاں سے ہاتھی پر سوار ہو کر اپنے علاقے کا دورہ کیا ۔ وہ اپنے علاقے میں واقع تمام مقدس مقامات مندروں اور درگاہوں پر گئے اور مذہبی رہنما اور غریبوں میں قیمتی تحائف تقسیم کیے ۔

اس طرح پونے کا ایک جاگیردار ایک خود مختار بادشاہ بنا جسے تاریخ میں "ہندوی سوراج کے چھترپتی" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ۔

گورنر مہاراشٹر شری صادق علی راج بھون کے دربار ہال میں تشریف لا رہے ہیں۔ آپ کے بائیں جانب ڈاکٹر اسحٰق جمخانہ والا چیرمین مہاراشٹر اسٹیٹ اُردو اکاڈیمی اور آپ کے داہنی جانب شری خواجہ عبدالغفور ممبر سکریٹری مہاراشٹر اسٹیٹ اُردو اکاڈیمی دیکھے جا سکتے ہیں۔

مہاراشٹر اسٹیٹ اُردو اکاڈیمی کا جلسۂ تقسیم انعامات

گورنر مہاراشٹر شری صادق علی، حاضرین سے خطاب فرما رہے ہیں

حسبِ سابق امسال بھی مہاراشٹر اسٹیٹ اُردو اکاڈیمی کا جلسۂ تقسیم انعامات ۲۳ مارچ ۱۹۸۰ء کو راج بھون بمبئی کے دربار ہال میں منعقد ہوا۔ جس میں گورنر مہاراشٹر شری صادق علی نے بہ نفسِ نفیس شرکت فرمائی اور اُردو کے ادیبوں، شاعروں اور مُصنّفوں کو ان کی بہترین تخلیقات پر انعامات تقسیم کئے۔

دربار ہال میں معزز سامعین (دائیں سے) شری ابراہیم اسمٰعیل، شری ایم۔ البشور راج مانھر، شری راجندر سنگھ بیدی، شریمتی سلمٰی صدیقی، شری انجم رومانی، شری شبّیر احمد راہی، شری فیروز اشرف، شری ہارون رشید علیگ، شری ریاض احمد خاں، شری عبدالمجید سرور، شری ظفر گورکھپوری شریمتی رفیعہ شبنم عابدی اور ڈاکٹر زرینہ ثانی۔

اپنی تقریر میں شری صادق علی نے فرمایا کہ اُردو ادب کی ترقی کے لئے وسیع ذرائع حاصل ہیں وہ اسلئے کہ ملک کی دیگر زبانوں کی طرح اُردو کسی خاص علاقے کی زبان نہیں ہے بلکہ ملک کے ہر حصے میں بولی اور سمجھی جانے والی زبان ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اُردو زبان کی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے کئی ریاستوں نے اُردو اکاڈمیاں قائم کی ہیں جس سے اُردو زبان و ادب کو برابر تعاون ملتا جا رہا ہے۔

شری صادق علی نے اس بات پر زور دیا کہ شعر و نغمہ اور افسانوی ادب کے ساتھ اس دور میں ضرورت ہے کہ دامنِ اُردو کو سائنسی، تکنیکی اور تحقیقی مضامین سے وسیع تر کیا جائے۔

شری صادق علی نے تمام انعام یافتگان کو مبارکباد دی۔

مہاراشٹر اسٹیٹ اُردو اکاڈمی کے چیرمین ڈاکٹر اسحٰق جمخانہ والا نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ اکاڈمی کی تشکیل کے وقت ہی سے مہاراشٹر اسٹیٹ اُردو اکاڈمی' اُردو کے مصنفوں، شاعروں اور ادیبوں کی حوصلہ افزائی کر کے اُردو ادب کی ہمہ جہتی ترقی کے لئے ٹھوس اقدامات کر رہی ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ اکاڈمی کی چیرمین شپ قبول کرنے کے پہلے ہی دن سے اس بات کو واضح کر دیا گیا ہے کہ مہاراشٹر اسٹیٹ اُردو اکاڈمی کسی کا ذاتی ادارہ نہیں ہے اور ہر شخص کو مشورہ دینے کا پورا پورا اختیار حاصل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حکومت مہاراشٹر نے ہر وقت ہر قسم کا تعاون دیا ہے۔

مہاراشٹر اسٹیٹ اُردو اکاڈمی کے ممبر سکریٹری شری خواجہ عبدالغفور نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ممبئی یونیورسٹی میں ماہ مئی تک اُردو چیئر قائم ہو جائے گی۔ آپ نے مہاراشٹر اسٹیٹ اُردو اکاڈمی کی مختلف کارکردگیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ اکاڈمی کا لائحہ عمل اور وسیع کیا جا رہا ہے تاکہ ادب کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی جا سکے۔

گورنر مہاراشٹر شری صادق علی کے ہاتھوں انعامات حاصل کرنے والے:

آخر میں مہاراشٹرا اسٹیٹ اُردو اکاڈیمی کی ممبر شریمتی سلمٰی صدیقی نے انعامات کے لئے منتخب کی جانے والی کتابوں کے سلسلہ میں اکاڈیمی کے طریقۂ کار کی وضاحت کی اور شرکاء کا اکاڈیمی کی طرف سے شکریہ ادا کیا۔

**

(صفحہ ۲۷ سے آگے)

ریاستی سطح پر انتظامات سے لوگوں کو واقف کراتے ہوئے اس تین روزہ پروگرام کے پہلے دن ڈائرکٹوریٹ برائے فلمز کی تیار کردہ چند دستاویزی فلمیں دکھائی گئیں۔ بعد میں "سنت تکارام" نامی فلم کی نمائش کی گئی، جسے تقریباً ۵۰ ہزار باشندوں نے دیکھا۔

دوسرے دن کے پروگرام میں ڈائرکٹوریٹ برائے دیہی نشریات کے "ورندا" ریڈیو سے دن بھر تفریحی پروگرام اور خبریں نشر کی گئیں۔ اس کے علاوہ ریاستی ترقیات پر مبنی ایک نمائش جس کا افتتاح متعلقہ سرپنچ نے کیا، لوگوں نے بہت پسند کی۔ اس نمائش کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ ان علاقوں کے دیہی باشندوں نے ترقیات کے بارے میں معلومات حاصل کیں بلکہ ان ترقیات سے متعلق کتابچے اور فولڈرس بھی انھیں تقسیم کئے گئے۔ حکومت کے رسالے "لوک راجیہ" سے لوگوں کو واقف کرایا گیا اور اس کی خریداری سے متعلق تفصیلات پیش کی گئیں کئی لوگوں نے "لوک راجیہ" کا خریدار بننے میں دلچسپی کا اظہار کیا۔ موقع ہی پر تینتیس خریدار بھی حاصل ہو گئے۔ یہ تین روزہ پروگرام بے حد کامیاب رہا۔ جس میں منتخبہ دیہاتوں کے تقریباً بیس ہزار باشندوں نے بالمشافہ شرکت کی۔

(بائیں سے، شری ریاض احمد خاں، ایڈیٹر "قومی راج"، ڈاکٹر زریبہ نانی، شری فیروز اشرف، شری ہارون رشید علیگ، شری عبدالمجید سرور، شری ظفر گورکھپوری، شری منیر آرزو، شری منیر انجم اور شری نظام الدین نظام، گورنر مہاراشٹر کے ہاتھوں انعام حاصل کرتے ہوئے دیکھے جا سکتے ہیں۔

• حکیم رازی ادیبی
پونے (ایم ایس)

وفاکیش

شب سیاہ کے سینے سے پھر کرن پھوٹی
کسی کی گود میں معصوم پھر ٹہمک اٹھا

ستارے چھونے کی خواہش میں ننھے ہاتھ بڑھے
پئے سلامی کو دھرتی پہ چاند اُتر آیا!

عمل کی دیوی کے ہاتھ میں چاند سورج ہیں
چھپیں گے جا کے پرستارِ شب کہاں آخر

اب اس کے ہاتھ میں ہے تحفۂ سکونِ حیات
کہ جس کی چیخ میں ہر دل کی چیخ شامل ہے

وجود خاطرِ اغیار پہ ہے جس کا گراں
وہ جس کے مالی نے جان نذر کی تبسم پر

بنا ہے بارِ سماعت اُسی کلی کا سخن
پیامِ شوق تجھے تیری رُوح کو گاندھی

ترے حضور گذارش ہے آندرا کا سلام
وطن پرست وفاکیش آج ٹھہرے ہیں

• محبوب راہی
نزد گلزاری مسجد، بارسی ٹکلی،
ضلع اکولہ - (ایم. ایس)

وہ دن یقیناً آئیں گے

آندھیوں سے بھی نہ رُکنے پائیں گے
منزلیں بڑھ بڑھ کے چومیں گی قدم
ہوگی ہر اک دل میں بڑھنے کی لگن
سب ہماری تیز گامی دیکھ کر!
کوئی رہبر جب نہیں مل پائے گا
کاہلی کو روند کر قدموں تلے
سر کچل دیں گے غم و آفات کا
حوصلے ہوں گے ہمارے سر بلند
دیں گے دنیا کو اُخوت کا سبق!
دشمنوں پہ کوئی آفت گر پڑے
بیکس و معذور، مجبور و ضعیف
ہیں جہالت کی جہاں تاریکیاں
ہوں گے ہم ہر بے نوا کے ہم نوا!
جب کوئی مجبور نہ ہوگا یہاں
مفلسی سے دیں گے بھارت کو نجات
زندگی بھر جھوٹ سے رکھیں گے بیر
ظلم سے دنیا مٹانے کے لئے
آئیں گی اِک دن بہاریں آئیں گی!
اپنے اس عزم و یقیں کے فیض سے

جو قدم اُٹھے ہیں بڑھتے جائیں گے
فاصلے خود ہی سمٹتے جائیں گے
ہم نہ رستے میں کہیں سستائیں گے
دیکھتے کے دیکھتے رہ جائیں گے
آپ اپنے راہبر بن جائیں گے
کامرانی کی طرف بڑھ جائیں گے
مشکلوں سے ہم نہیں گھبرائیں گے
ہم ہر اک آفت سے ٹکرا جائیں گے
طور جینے کے اُسے سکھلائیں گے
صدق دل سے اُن کے ہم کام آئیں گے
سب کے ہم درد آشنا بن جائیں گے
علم کی ہم روشنی پھیلائیں گے
ناتوانوں کا عصا بن جائیں گے
آئیں گے وہ دن یقیناً آئیں گے
ہم نہ محنت سے کبھی کترائیں گے
راستی کے ہم زباں بن جائیں گے
ایک دن دنیا سے خود مٹ جائیں گے
بن کھلے غنچے نہ جب مرجھائیں گے
ایک دن ہم کیا سے کیا ہو جائیں گے

ہم نہ رہبر راہی مانیں گے اُنھیں
راستے سے جو ہمیں بھٹکائیں گے

قطعات

ڈاکٹر کنول پرشاد کنول

پریم سدن، دھول پیٹھ،

حیدرآباد (اے پی)

*

ہم تو دشمن کے بھی نہیں دشمن
بے سبب ہم سے بدگماں ہیں لوگ
ہم سراپا خلوص و الفت ہیں
ہم کو پہچانتے کہاں ہیں لوگ

*

غم کی بھٹی میں من بنے کندن!
تجربے سے یہ جانتا ہوں میں
درد جو بے حساب دیتے ہیں
ان کا احسان مانتا ہوں میں

*

مستیوں میں شباب کی گم تھا
شکر ہے جاگنے لگا ہے دل!
بھیڑ پر محفلوں کی مرتا تھا
بھیڑ سے بھاگنے لگا ہے دل

*

آگ میں تپتے ہوئے جوگی سا من
مختلف جینے کا ویسے طور ہے
ایک پردہ ہے مرے تن کا لباس
ہے لفافہ اور، مضموں اور ہے

حکیم عزیز قدوسی

شاہی دواخانہ

نیا بازار۔ کامٹی

نام لیتا ہے حرم کا نہ صنم خانے کا
اب ہے کچھ اور ہی عالم ترے دیوانے کا

جب کیا مبدءِ فیاض نے دل کو پیدا
حسن عنوان بنا عشق کے افسانے کا

خم بہ خم کوئی پیئے جام کو کوئی ترسے
خوب دستور ہے ساقی ترے میخانے کا

جلوہ افشانیٔ حسنِ رخِ زیبا کے نثار
آج چمکا ہے مقدر مرے کاشانے کا

ہو رہا ہے یہ فروغِ مہِ کامل سے عیاں
حسن ہے نام جوانی کے نکھر جانے کا

اُن کی ٹھوکر کو نہ سمجھو مرے مرنے کا سبب
جس نے مارا مجھے انداز تھا ٹھکرانے کا

ہو نہ بگڑے ہوئے حالات سے بد دل اے دوست
ہاں یہی وقت ہے جینے کی قسم کھانے کا

ہاتھ آتا ہے اُنھیں گوہرِ مقصود عزیز
حوصلہ جن میں ہو طوفان سے ٹکرانے کا

• زین العابدین رامش مالیگانوی
۱۳۰۰، محمد زرگاری کی چال، اسلامپورہ، مالیگاؤں

• عبدالمجید ساحر

ہے مہک اس کے لبوں کی جھوم کر ساغر اُٹھا،
اُن لبوں پہ ہونٹ رکھ دے آ اِدھر ساغر اٹھا

زندگی چاہے دیئے آنکھوں کے جھلاتی رہے
چاندنی پی جا، طلوعِ جام کر ساغر اُٹھا

درد مندوں پر کرم کی رات ہے بھاری بہت
ظلمتِ افلاس کی تہ میں اُتر ساغر اٹھا

ملگجے ملبوس کو، شہرِ دل کی وُسعت تنگ ہے
بس! تکلف برطرف دریوزہ گر ساغر اُٹھا

دیر تک یوں انتظارِ بیکسی اچھی نہیں!
دم بہ دم، لمحہ بہ لمحہ، بیشتر ساغر اُٹھا!

خشکیوں میں غرق ہو جاتے ہوں جب اربابِ دل
تو، برستے ابر سے چھاگل نہ بھر ساغر اُٹھا

اس صدی کی کوکھ کتنی بانجھ ہے ساحر نہ پوچھ
کوئی اہلِ دل نہ اُٹھا، سر بسر ساغر اُٹھا

نیند کے شہر میں آوازہ کا پتھر پھینکوں!
کوئی جاگے کہ نہ جاگے میں برابر پھینکوں

زرد پتے ہی بہاروں کا پتہ دیتے ہیں
توڑ کر سوکھے شجر کیسے میں کیونکر پھینکوں

دھوپ سرگرداں ہے سائے کے لئے مدت سے
نوچ کر آج میں ہر سائے کا منظر پھینکوں

دیکھ سکتا نہیں میں، جھیل کے پانی کا سکوت
میری فطرت ہے کہ بیٹھا ہوا کنکر پھینکوں

صبح اترائے پھرے لے کے سنہری چادر
شام کو ضد کہ سیہ رات کا منظر پھینکوں

وقت کیا ہے مری پرواز کے آگے اے دوست
کتنی صدیوں کو میں اک پل میں اٹھا کر پھینکوں

مجھ کو پہلے سے ہی احساس تھا رسوائی کا
ورنہ ممکن تھا ترے نام پہ پتھر پھینکوں

سچ تو یہ ہے کہ میں شاہین نہیں ہوں رامش
مری پرواز زمیں تک ہے میں کیا پر پھینکوں

• منور رتناگیری
۲۶/ پردھان بلڈنگ، ٹینک بندر روڈ، بمبئی

مسرت میں سکونِ زندگی حاصل نہیں ہوتا
جہاں تک اضطرابِ دردِ دل شامل نہیں ہوتا

حقیقت ہے عمل سے زندگی تعمیر ہوتی ہے
وہ انساں کیا ہے جو تدبیر کا قائل نہیں ہوتا

ذہن ماؤف ہوتا ہے زباں گُنگ ہو کے رہتی ہے
ہر اک سے قصۂ غم کہنے کے قابل نہیں ہوتا

عجب طرفہ تماشہ ہے سرِ مقتل یہ دیکھا ہے
جہاں مقتول ہوتا ہے وہاں قاتل نہیں ہوتا

نہ ہو اغیار کی تکلیف کا احساس جس دل میں
وہ دل ہوتا ہے سچ پوچھو تو ہرگز دل نہیں ہوتا

یہ فطری چیز ہے آنکھیں بھی دھوکا کھا ہی جاتی ہیں
چمکنے والا ہر ذرہ مہ کامل نہیں ہوتا

منور میرا دعویٰ ہے نہ ہوتا اس قدر رسوا
اگر انساں خدا کی یاد سے غافل نہیں ہوتا

شیواجی مہاراج کو خراجِ عقیدت

۳۱ مارچ کو چھترپتی شیواجی مہاراج کی ۳۰۰ ویں برسی کے موقع پر شری این. ڈی. سُندرم سرکاری سکریٹری محکمۂ شہری ترقیات اور صحت عامہ نے چھترپتی شیواجی مہاراج کی تصویر کی گلپوشی کر کے انھیں خراجِ عقیدت پیش کیا۔ یہ تقریب منترالیہ میں ہوئی۔

اس موقع پر دیگر افسران اور ریاستی ملازمین نے بھی شیواجی مہاراج کی تصویر پر پھول چڑھائے۔

فلیگ ڈے کمیٹی

آرمڈ فورس فلیگ ڈے کمیٹی نے ایروز سینما میں 'دی برننگ ٹرین' فلم کے چیریٹی پریمیئر شو سے سابق فوجی نوجوانوں اور معذور فوجیوں کے خاندان کی بہبود کے لئے چندہ اکٹھا کیا۔

جسٹس شری ایم. این چندورکر نے اس موقع پر مہمان خصوصی کے فرائض انجام دیئے۔

شری نندلال کلکٹر بمبئی اور آرمڈ فورس فلیگ ڈے کمیٹی کے صدر نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ کمیٹی نے ۳۰۰۰۰ روپے کی رقم اس فلم شو سے حاصل کی ہے۔

شری آر۔ پی آنند، چیرمین فلم شو ضمنی کمیٹی نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا شری وجے جی۔ کلانتری نے شکریہ ادا کیا۔

معذوروں کو پیٹرول سپلائی پر سبسڈی

کمپیٹنٹ افسران کو اختیارات

حکومت ہند کی جانب سے معذور افراد کے لئے جو کہ موٹرائزڈ ٹرائسیکل گاڑیوں کا استعمال کرتے ہیں ان کے لئے پیٹرول / ڈیزل کی سپلائی میں ۵۰ فیصد سبسڈی کی نرمی کی گئی ہے لہٰذا حکومت مہاراشٹر نے بھی مام ۔۔ و بولیٹن شہروں کے سماجی بھلائی کے ڈائرکٹر اور ضلعی سماجی بھلائی افسران نیز تحصیلداروں کو ہدایت کی ہے کہ وہ مستحق معذور افراد ۔۔ کی ۔۔ ضرورت، حاصل کرنے کی کارروائی اس سلسلہ میں شروع کریں۔

اب تک محض تحصیلداروں کو یہ اختیارات تھے کہ وہ مستحق معذور ۔۔ کے لئے اس قسم کی سبسڈی دینے کے لئے مطالبات اکٹھا کریں۔

پی۔ پی۔ ایف کی مقبولیت

ریاستی ڈائرکٹوریٹ آف اسمال سیونگز کی جانب سے جاری کردہ خصوصی مہم کے جواب میں ۳۵،۰۰۰ ٹیکس دینے والے افراد نے مہاراشٹر میں پبلک پراویڈنٹ فنڈ میں نئے اکاؤنٹ کھولے۔

پچھلے مالی سال کے اختتام پر ریاست میں ۴۳،۰۰۰ ڈپازیٹر تھے ۳۱ مارچ تک یہ اکاؤنٹ کھلنے پر تنخواہ پانیوالے پیشہ ور افراد آمدنی ٹیکس اور ویلتھ ٹیکس میں مکمل ایک سال تک رعایتی سہولتیں حاصل کر سکیں گے۔

پاردھیوں کے لئے مکانات کی تعمیر

سرکاری وضاحت

سرکار کی توجہ بعض اخبارات میں شائع شدہ دھوکی موضع کے پاردھیوں کے مکانات کی تعمیر سے متعلق ان خبروں کی جانب مبذول کروائی گئی ہے جو کہ آگ کی وجہ سے تباہ ہو گئے تھے۔

اس سلسلہ میں حکومت وضاحت کرنا چاہتی ہے کہ حادثہ کی خبر ملتے ہی فوری طور پر دھوکی موضع میں سرکار نے تمام ضروری اقدامات اور راحت کے کام کرنا شروع کر دیئے تھے اور پاردھیوں کے ۱۲ خاندانوں کے مکانات جو کہ نذرِ آتش ہو گئے تھے، بنائے جا چکے ہیں۔

جب شری شردپوار، گورنر کے صلاح کار سے ملے تو انھوں نے انھیں حالات سے آگاہ کر دیا تھا۔ موصوف نے یہ تجویز رکھی تھی کہ ان ۱۲ پاردھی خاندانوں کے لئے پکے مکانات تعمیر کئے جائیں جو کہ برباد ہو چکے تھے۔ ان سے یہ بھی کہا گیا تھا کہ جس وقت ۔۔ فنڈ کافی ہوگا تو سرکار وہاں کے تمام شیڈیولڈ کاسٹ اور شیڈیولڈ ٹرائبس غریبوں کے لئے پکے مکانات بڑے پیمانے پر تعمیر کرے گی۔ بہرحال اس بات کو اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ ۱۲ برباد شدہ مکانات کو دوبارہ پکے مکانوں کی صورت میں تعمیر کیا گیا جبکہ دوسرے مندرج جانبوں اور قبیلوں کے غریب افراد اسی کچے مکانوں میں مقیم ہیں اس سے ان لوگوں میں حسد و رشک کا مادہ پیدا ہوا ہوگا۔

بیروزگاری کے قلع قمع کے لئے

چھوٹی صنعتوں کو فروغ دیا جائے

عوام کے خوابوں کو پورا کرنے اور بیروزگاری کے خاتمہ کے لئے گھریلو صنعتوں اور چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کو فروغ دیئے جانے کی سخت ضرورت ہے۔ اس بات کا اظہار شری ڈی. ایم سکھنکر، اسٹیٹ انڈسٹریز سکریٹری

نے ۲۶ مارچ کو ممبئی میں کیا۔

موصوف ۱۹۸۰ء کے لئے صنعتی پالیسی پر مہاراشٹر اکونومک **ڈیولپمنٹ کونسل کے زیر اہتمام ایک سیمینار کا افتتاح کر رہے تھے۔**

سکریٹری، نے مزید بتایا کہ ریاستی حکومت پسماندہ علاقوں میں صنعتوں کے فروغ کی پالیسی کو ہمیشہ بڑھاوا دیتی رہی ہے۔ نیز علاقائی صنعتی توازن کو برقرار رکھنے کی بھی ہمیشہ کوشش کرتی رہی ہے۔ سرکار کا مقصد ذاتی پیشے کو فروغ دینا ہے جو چھوٹے پیمانے کی صنعتوں اور گھریلو صنعتوں کو بڑھاوا دیکر حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اس سے قبل شری سکتھنکر نے کونسل کو اپنے رسالے کے خصوصی نمبر نکالنے پر مبارکباد بھی پیش کی۔

اس سیمینار میں تقریباً ۲۰۰ صنعت کاروں، پیشہ ور منیجروں اور سرکاری عہدیداروں نے حصہ لیا۔

شری وی۔ ڈی چوگلے نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا اور شری بوھوسے نے شکریہ ادا کیا۔

پھُلے کارپوریشن کے نئے چیرمین

حکومت مہاراشٹر نے شری ایس۔ جمبوناتھن سکریٹری محکمۂ سوشیل ویلفیر کلچرل افیئرز، اسپورٹس و ٹورزم کو مہاتما پھلے پسماندہ طبقہ ترقیاتی کارپوریشن کا چیرمین مقرر کردیا ہے۔ یہ تقرری شری اے۔ ایس کستورے کی جگہ پر کی گئی ہے

حکومت نے شری این۔ ایچ ہینوتا ڈائرکٹر آف سوشیل ویلفیر مہاراشٹر اسٹیٹ کو کارپوریشن کے ڈائرکٹر کی حیثیت سے نامزد کیا ہے۔

محنت سے کام کیجئے۔ شری وسنت ساٹھے

شری وسنت ساٹھے مرکزی وزیر برائے انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز نے ممبئی میں ۲۳ مارچ کو چیف سکریٹری اور مختلف سرکاری محکموں کے سکریٹریوں سے سہیادری میں ملاقات کی۔ اور ان سے عوامی مسائل مثلاً نظم و نسق اور ضروری اشیاء کی فراہمی وغیرہ پر تبادلۂ خیال کیا۔

شری ساٹھے نے فرمایا کہ مہاراشٹر اپنے معیاری انتظامیہ کی وجہ سے مشہور ہے چنانچہ انھیں اُمید ہے کہ موجودہ حالات میں بھی عوام کو کسی قسم کی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ انھوں نے فرمایا کہ وہ کسی بھی موقع پر ریاست کے لئے اپنی خدمات دینے کے لئے تیار ہیں۔

پسماندہ طبقے کے افراد کو قانونی امداد کی اسکیم جاری

حکومت مہاراشٹر نے مہاراشٹر کورٹ ایکٹ ۱۹۰۶ء کے تحت پسماندہ طبقے کے افراد کو جن کی سالانہ آمدنی ۳٫۶۰۰ روپے سے کم ہے ۳۱ مارچ ۱۹۸۱ء تک دیوانی اور فوجداری کارروائیوں میں قانونی امداد دینے کی اسکیم جاری رکھی ہے

مہاراشٹر سرکار نے ۳۱ مارچ ۱۹۸۱ء تک دیوانی اور فوجداری کارروائیوں کے لئے مندرج جانبوں کے افراد کو ایذا رسانی کی صورت میں مفت قانونی امداد جاری رکھنے کا بھی فیصلہ کیا ہے۔

قدرتی آفات سے متاثر افراد کیلئے راحت فنڈ میں تبدیلی

حکومت مہاراشٹر نے قدرتی آفتوں سے متاثر افراد کو گھر بنانے کے لئے امداد کے طور پر قرضہ جات دینے نیز مفت امداد کے طور پر رقم دینے کی موجود شرح میں تبدیلی کردی ہے۔

لہٰذا اب یہ امداد یا تو نقد یا جنس کی صورت میں یا نقد یا جنس دو ملاکر دی جائے گی۔ کسی بھی خاندان کو یہ امداد مندرجہ ذیل شرح پر دی

نقد رقم کسی بھی قدرتی آفت کے شکار افراد کو ۲ روپے یومیہ سے نہیں ہوگی، اور اس میں عمر کا لحاظ نہیں رکھا جائے گا نیز اس کی مدت آفتِ ناگہانی کے روز سے ۱۵ دنوں تک دی جائے گی۔

نقد رقم کپڑے برتن یا گھر کے دوسرے ساز و سامان کے لئے روپے فی کس کے حساب سے بھی دی جائے گی اگر کوئی ایسا شخص امداد چاہیئے تو ۵۰۰۰ تک قرضہ جات کی منظوری دی جائے گی اور خصوصی واقعات میں یہ مدد ۶۰۰۰ روپے تک ہو سکتی ہے۔

ذیابیطس انسٹی ٹیوٹ کی نئی عمارت

ایشیاء کا پہلا ذیابیطس انسٹی ٹیوٹ کا "گرہ پرویش" ۱۷ مار ممبئی کے ماہم کاز وے میں شری آر۔ ایس گوائی، چیرمین ودھان پر ہاتھوں عمل میں آیا۔

اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے شری گوائی نے فرمایا کہ یہ ہندو کا پہلا انسٹی ٹیوٹ ہے جو پوری طرح ذیابیطس کی تحقیقات کے انھوں نے اپیل کی کہ زندگی کے ہر شعبے کے لوگوں کو اس انسٹی ٹیو جانب مدد کے لئے بڑھنا چاہیئے۔

ڈاکٹر ایس۔ ایس اجگاؤنکر ایسوسی ایشن کے صدر نے مہمانو کیا۔ شری وی۔ ایس پاگے ریاستی قانون ساز کونسل کے سابق

شری گوائی کا تعارف کرایا۔

مہمان خصوصی شری دیو کمار اگروال، جنھوں نے پانچ لاکھ روپے کا عطیہ دیا ہے، نے انسٹی ٹیوٹ کے انتظام کاروں کی کوششوں کی بہت تعریف کی۔

روسی وفد نے ملٹرون کا دورہ کیا

ڈپٹی منسٹر برائے انسٹرومنٹ ٹکنالوجی، آٹومیشن منیجر اور کنٹرول سسٹم سوویت روس، ہز ایکسیلنسی مسٹر جی آئی کا ولاروف کی سربراہی میں ایک اعلیٰ اختیاری وفد نے ۱۵ مارچ کو ملٹرون کا دورہ کیا۔ اس وفد میں یو ایس ایس آر کی مختلف آلات و مشینی اداروں سے منسلک چھ ماہرین شامل تھے۔ وفد نے ملٹرون کے مینجنگ ڈائرکٹر شری ایس راج گوپال سے تفصیلی گفت و شنید کی۔

وفد ملٹرون کی کارگذاریوں سے کافی متاثر ہوا۔ وفد نے ملٹرون کی اس کاوش کو کافی پسند کیا۔ جو کہ وہ اپنے میدان میں کر رہا ہے اور اس میدان میں روس کی جانب سے ہر ممکن تعاون کی یقین دہانی کرائی تاکہ اس میدان میں دونوں ملکوں کا اشتراک ہو سکے۔

کوئنا ایند کا معائنہ

حکومت مہاراشٹر نے ایک صلاح کار بورڈ کی دوبارہ تشکیل کی ہے جو کہ کوئنا اور دیگر اہم مشینوں بشمول کوئنا پاور ہاؤس اور کوئنا ہائیڈرو الکٹرک پروجیکٹ اسٹیج چار کا، چار سے چھ ماہ کی مدت کے بعد معائنہ کیا کرے گا۔ خصوصاً برسات کے موسم سے قبل۔ جب سے شری بی۔ ایس کیبرے، چیف انجنیئر (ڈی) اور جائنٹ سکریٹری محکمہ آبپاشی، ریٹائر ہو گئے ہیں، وہ کوئنا آرگنائزیشن میں اس کے آغاز یعنی ۱۹۵۰ء سے منسلک تھے۔ ان کی خدمات کی ضرورت کوئنا کنٹرول بورڈ کو پڑے گی۔ اس لئے ان کے ریٹائر ہونے کے باوجود ان کو سول ونگ میں بطور رکن کے جاری رکھا گیا ہے۔

مہاراشٹرا اسٹیٹ الکٹریسٹی بورڈ نے بھی چیف اسٹیشن سپرنٹنڈنٹ کو مہاراشٹرا اسٹیٹ الکٹریسٹی بورڈ واقع پوکھلی پر بطور سربراہ متعین کیا ہے۔ اس لئے ان کو بھی الکٹریکل ایکویمنٹ پر بطور ممبر سکریٹری کے سینئر پاور اسٹیشن سپرنٹنڈنٹ (کوئنا) جو کہ اب تک مہاراشٹرا اسٹیٹ الکٹریسٹی بورڈ واقع پوکھلی کے سربراہ تھے، کی جگہ پر متعین کیا گیا ہے۔

شری این۔ جی مورتی، نظر ثانی شدہ بورڈ برائے صلاح کار کے چیرمین ہیں

بورڈ کے دیگر ممبران یہ ہیں: ڈی۔ کے۔ سی ٹامس، چیرمین سنٹرل واٹر کمیشن اور ایکس آفیشیو سکریٹری، حکومت ہند، نئی دہلی، شری بی ایم مانے، کنسلٹنگ انجنیئر، بمبئی، شری وی۔ آر دیوسکر، سکریٹری، محکمہ آبپاشی یا رکن (ڈی او۔ آر)، سنٹرل واٹر کمیشن، نئی دہلی، شری بی۔ ایس کیبرے، ریٹائرڈ چیف انجنیئر، حکومت مہاراشٹر، چیف انجنیئر (ڈی) اور جائنٹ سکریٹری، محکمہ آبپاشی، منترالیہ، ڈائرکٹر سنٹرل واٹر اور پاور ریسرچ اسٹیشن، کھڑک واسلہ یا ان کے بدلے میں شری بی۔ پنت ڈائرکٹر (سی۔ این۔ ڈی۔ ڈی) سنٹرل واٹر کمیشن، نئی دہلی، دی چیف انجنیئر محکمہ آبپاشی، بمبئی، ڈائرکٹر، مہاراشٹرا انجنیئرنگ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ناسک، سپرنٹنڈنگ انجنیئر، سنٹرل ڈیزائن آرگنائزیشن (ڈی۔ ایچ) ناسک، شری ٹی۔ اے دیوداس، ڈائرکٹر سنٹرل الکٹریسٹی اتھارٹی، نئی دہلی۔ ٹکنیکل ڈائرکٹر (جی او اور ایم) مہاراشٹرا اسٹیٹ الکٹریسٹی بورڈ، بمبئی، چیف انجنیئر (ہائیڈرو) مہاراشٹرا اسٹیٹ الکٹریسٹی بورڈ، بمبئی اور چیف انجنیئر (الکٹ) ہائیڈرو پراجیکٹس، بمبئی۔

سپرنٹنڈنگ انجنیئر کوکن آبپاشی حلقہ، الور اور چیف اسٹیشن سپرنٹنڈنگ (کوئنا) مہاراشٹرا الکٹریسٹی بورڈ پوکھلی بورڈ کے ممبر سکریٹریز ہیں۔

چیرمین کو اختیار ہے کہ وہ دیگر ٹکنیکل افسران کو کمیٹی کے کام کے کسی خصوصی پہلو کے لئے شامل کرے اور وہ اس مقصد کے لئے ضروری ہو۔ معائنہ کے بعد بورڈ اپنی رپورٹ حکومت کو پیش کیا کرے گا۔

ضلع بھنڈارہ میں پانی کی قلت دور کرنے کے لئے اقدام

ضلع بھنڈارہ میں قحط سے متاثرہ موضع جات کو سال برائے ۸۱-۱۹۸۰ء کے دوران پینے کا پانی فراہم کرنے کے لئے ۵۰ دیہی پانی فراہمی اسکیمیں، ۶۰ چھوٹی نل، پانی فراہمی اسکیمیں جاری کرنے نیز ۲۰۰ پاتال کنوئیں اور ۲۵۰ کھلے کنوئیں کھدوانے کی تجویز ہے۔

۵ء۱ لاکھ روپے کی رقم پانی کی قلت کے مسئلہ کے عارضی حل کے لئے فوری اقدام کرنے کی خاطر بلاکوں میں تقسیم کی گئی ہے جس میں بیل گاڑیوں کے ذریعے پانی کی فراہمی کنوؤں کی مزید کھدائی اور نالوں اور ندی کے کناروں پر گڑھے کھودنے کی اسکیمیں شامل ہیں۔ ماحولی انجنیئرنگ بورڈ نے ۵۰ پانی کی قلت سے متاثرہ موضع جات کی چالیس اسکیموں کے سروے کا کام بھی شروع کر دیا ہے۔
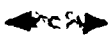
خبریں - تصویروں میں

***

نائب صدر شری ایم. ہدایت اللہ ۱۴ مارچ کو بمبئی تشریف لائے. سانتا کروز ایرپورٹ پر گورنر مہاراشٹر شری صادق علی نے آپ کا استقبال کیا. زیر نظر تصویر میں شری راجا بھاؤ چمبولکر، میئر آف بمبئی بھی دیکھے جا سکتے ہیں.

نائب صدر، شری ایم. ہدایت اللہ نے ۱۵ مارچ کو بمبئی میں "کیم - ٹیک - ۸۰" بین الاقوامی نمائش اور کانگریس کا افتتاح کیا، زیر نظر تصویر میں آپ ایک ماڈل کا معائنہ فرما رہے ہیں.

بمبئی کے کراس میدان میں کھادی و دیہی صنعتی بورڈ کی سلور جوبلی کے موقع پر ایک نمائش کا اہتمام کیا گیا.

گورنر مہاراشٹر شری صادق علی نے ۰،، مارچ کو اس نمائش کا افتتاح کیا. یہ اسی موقع کی تصویر ہے.

گورنر مہاراشٹر کے مشیر شری اشوک ناتھ بنرجی ۲۶ رمارچ کو کھادی و دیہی نمائش دیکھنے کراس میدان تشریف لائے۔ آپ اس موقع پر منعقدہ ایک جلسہ سے خطاب فرما رہے ہیں۔

مہاراشٹر کے چیف سکریٹری شری پی۔ جی گوانی نے ۱۹ رمارچ کو بمبئی جمخانہ میں پارکس اینڈ گارڈنس کے زیر اہتمام منعقدہ پھولوں کی ایک نمائش کا افتتاح کیا۔ اس موقع پر آپ دیا روشن کر رہے ہیں۔

کلاسیکل سنگیت کے سُور رنگ نے مرحوم استاد امیر خاں کی یاد میں بمبئی میں ایک پروگرام منعقد کیا گیا۔ اس موقع پر کمار مہندر ٹوکے نے مرحوم کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے سنگیت پیش کیا۔ آپ کی درد بھری آواز نے سامعین پر جیسے جادو کر دیا۔ زیر نظر تصویر میں سشن جج شری جمشید سنجانا، رام مقادم، ناتھ نیرلکر، کرشنا راؤ روپلیکر، اور دیگر افراد کمار مہندر ٹوکے کی جادو بھری آواز میں کھوئے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔

مہاراشٹر اسٹیٹ اُردو اکاڈیمی نے ریجنل کالج آف ایجوکیشن کے تعاون سے اساتذہ کی رہنمائی کے لئے اُردو میں تعلیمی وسائل کے سلسلے میں ۲۷ مارچ کو انجمن اسلام ہائی اسکول، بمبئی کے وسیع ہال میں ایک نمائش منعقد کی گئی جس کا افتتاح مہاراشٹر اسٹیٹ اُردو اکاڈیمی کے چیرمین ڈاکٹر اسحٰق جمخانہ والا صاحب نے کیا۔ زیرِ نظر تصویر میں ڈاکٹر اسحٰق کے ساتھ شریمتی رضیہ نظام الدین اور مہاراشٹر اسٹیٹ اُردو اکاڈیمی کے سکریٹری شری خواجہ عبدالغفور بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

"اینا کوئین کانٹیسٹ" میں کامیاب خوش قسمت دوشیزہ کو مشہور فلم سٹار اور ینہ آف بمبئی شری دلیپ کمار نے تاج پہنایا۔ مقابلہ تاج محل ہوٹل میں منعقد ہوا تھا

"یووک پرتشٹھان" کے زیرِ اہتمام ۱۱ مارچ ۱۹۸۰ء کو جشنِ سالگرہ' برلا کریڈا کیندر میں منائی گئی۔ جس میں شری موہن پاٹل' چیف ڈائرکٹر، ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، خصوصی مہمان تھے۔ زیرِ نظر تصویر میں آپ سامعین سے خطاب فرما رہے ہیں۔

▲، اِن دو سُتونوں کے پسِ منظر میں نظر آنے والی عمارت، شیونیری میں واقع، چھترپتی شیواجی مہاراج کی جائے پیدائش ہے۔

QAUMIRAJ : Regd. No. MH-BY South-544
Licence No 89 for ' without prepayment of postage'

▲ رائے گڈھ میں ہشت پہلو عمارت میں چھترپتی شیواجی مہاراج کی سمادھی۔

ناشر۔ ڈائرکٹر، ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، ممبئی ۴۰۰۰۳۲ نے

قومی راج
۱۰ مئی ۱۹۸۰ء
10/5/1980
قیمت: ۵۰ پیسے

چھترپتی شیواجی مہاراج، یادگار ٹکٹ

چھترپتی شیواجی مہاراج کی ۳۰۰ ویں برسی کے موقع پر ۲۱ اپریل ۱۹۸۰ء کو محکمۂ ڈاک و تار کی جانب سے ایک خاص رنگین یادگاری ٹکٹ جاری کیا گیا۔ اس کا پورا سائز ۲۹۰ × ۹۱، ۳ سینٹی میٹر ہے اور قیمت تیس پیسے ہے۔

یہ ٹکٹ انڈیا سیکوریٹی پریس میں چھاپا گیا ہے اور اس کی تعداد فی الحال تیس لاکھ ہے۔ اس خوشنما ڈاک ٹکٹ پر چھترپتی شیواجی مہاراج کی تصویر کے پس منظر میں رائے گڑھ قلعہ کی جھلک ہے۔ یادگار ٹکٹ کا مندرجہ بالا عکس اصل سائز سے تقریباً چوگنا ہے۔

قومی راج

جلد ۷ یوم مہاراشٹر خصوصی نمبر شمارہ نمبر ۸، ۹
مشترکہ شمارہ ۲۵ اپریل و ۱۰ مئی ۱۹۸۰ء
ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے
سالانہ: دس روپے فی کاپی: پچاس پیسے
نگراں: خواجہ عبدالغفور (آئی۔ اے۔ ایس)

ترتیب

چیف ایڈیٹر: ایم۔ ایشور راج ماتھر
ایڈیٹر: ریاض احمد خاں
سب ایڈیٹر: عبدالوحید خاں جامعی

سخنہائے گفتنی

ریاست مہاراشٹر کی تشکیل کو ۲۰ سال ہوگئے ہیں اس دوران مہاراشٹر نے صنعت و حرفت، زراعت، تعلیم کے شعبوں کی طرف خاص توجہ دی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج ریاست اس قابل ہوگئی ہے کہ وہ اپنی غذا کا مسئلہ خود حل کرسکے، کیونکہ امسال ۱۰۵ لاکھ ٹن اناج کی پیداوار کا نشانہ مکمل ہوتا نظر آرہا ہے۔ اسی طرح صنعتی اداروں کی روز افزوں ترقی کو دیکھتے ہوئے اس بات کا یقین کیا جاسکتا ہے کہ زراعت کے ساتھ ساتھ ریاست صنعتی پیداوار میں بھی قابل قدر ترقی حاصل کرسکے۔

حالانکہ ریاست مہاراشٹر کا مغربی حصہ چھوٹی بڑی پہاڑیوں پر مشتمل ہے مگر اس علاقہ میں بھی آبپاشی کے لئے کامیاب کوشش جاری ہے اور سال میں دو فصلیں پیدا کرنے کے دیرینہ خواب کی تعبیر نظر آرہی ہے۔ اسی طرح ودربھ میں زراعت کے ساتھ ہی ساتھ صنعتی پروجیکٹوں کی طرف بھی توجہ دی جارہی ہے مراٹھواڑہ کا علاقہ ریاست کا پسماندہ علاقہ تصور کیا جاتا تھا مگر مہاراشٹر کی تشکیل کے بعد ہی اس علاقے پر خاص طور سے توجہ دی گئی اور آج مراٹھواڑہ بھی زراعت اور صنعت و حرفت میں ریاست کے دوسرے علاقوں کے ساتھ قدم بڑھا رہا ہے۔

قومی راج کا یہ خصوصی شمارہ مہاراشٹر کی ہمہ جہت ترقی پر معلوماتی مضامین سے مزین قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ امید ہے کہ اپنی سابقہ روایات کو قائم رکھتے ہوئے یہ شمارہ بھی اپنی انفرادی حیثیت قائم رکھے گا۔

مدیر

نئے سماج کی تعمیر کیلئے مشترکہ جدوجہد

یومِ مہاراشٹر کے موقع پر گورنر کا پیغام

ریاست مہاراشٹر کی ۲۰ ویں سالگرہ کے موقع پر اپنے ایک پیغام میں گورنر مہاراشٹر شری صادق علی نے فرمایا کہ مہاراشٹر اہم کردار انجام دے سکتا ہے بشرطیکہ عوام اپنی طاقت اور قابلیت تعمیری کاموں میں صرف کریں۔

گورنر مہاراشٹر شری صادق علی نے یہ اعتماد ظاہر کیا کہ، مہاراشٹر ملک کے روشن مستقبل کی تعمیر میں ایک اہم اور لازمی کردار ادا کرسکتا ہے بشرطیکہ ہماری تمامتر قوت اور صلاحیت سنجیدگی سے تعمیری کاموں میں صرف کی جائے اور لوگ الگ اور کمزور کرنیوالی باتوں سے دور رہیں۔

آل انڈیا ریڈیو کے بمبئی اسٹیشن سے 'یومِ مہاراشٹر' کے موقع پر اپنے نشری پیغام میں گورنر موصوف نے فرمایا کہ، پرانی نابرابری اور ناانصافی سے پاک ایک نئے سماج کی تعمیر کا کام آسان نہیں ہے' اس کے لئے واضح تصور اور مقصد کے تحت مشترکہ جدوجہد کی ضرورت ہے۔ گورنر کے پیغام کا متن حسب ذیل ہے:

اس سال یکم مئی ہمارے لئے کچھ غیرمعمولی حالات میں آیا ہے۔ فی الحال مہاراشٹر میں صدر راج ہے' جو اس کے لئے ایک بالکل ہی نیا تجربہ ہے۔ بہرحال صدر راج تھوڑی ہی مدت کے لئے ہے اور ہم سب اس وقت کے منتظر ہیں جب کہ ہماری ریاست جلد ہی حسب معمول جمہوری طریقہ کار کے تحت آجائے گی۔ ہماری دلی خواہش اور کوشش یہی ہے کہ الیکشن صاف ستھرے طریقے سے منعقد ہوں اور عوام اپنے نمائندوں کو منتخب کرنے میں آزادی محسوس کریں۔

ملک کی سیاسی زندگی میں خواہ کچھ بھی عارضی تبدیلیاں آئیں' بنیادی مقصد بہرصورت ایک ہی رہتا ہے۔ ہماری سب کی یہی خواہش ہے کہ ایک نئے سماج کی تعمیر کریں جو پرانے سماجی نظام کی خرابیوں' نابرابری اور جبر و زیادتی سے پاک ہو۔ واضح تصور، مستحکم مقصد اور ہمارے عوام کے بھرپور تعاون اور شرکت کے بغیر اس نئے سماج کی تعمیر آسان نہیں ہے۔

یکم مئی ۱۹۶۰ء کو جب مہاراشٹر ایک الگ ریاست کے طور پر عالمِ وجود میں آیا تو اس وقت یہی امید تھی کہ اپنے بنیادی مقاصد کے حصول کے لئے ریاست اور بھی آگے بڑھے گی۔ زراعت، صنعت، تعلیم اور صحت عامہ میں ریاست نے کافی ترقی کی ہے۔ میں اعداد و شمار کی تفصیل بتاکر آپ کو تھکانا نہیں چاہتا۔
جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ صنعت میں بمبئی نے غیرمعمولی ترقی حاصل کی ہے۔ بہرحال شہر میں موجودہ محدود

جگہ میں ترقی غیر محدود نہیں ہو سکتی۔ اس کے سبب نیز دوسری وجوہات کے تحت یہ ضروری تھا کہ اس ترقی کو پوری ریاست میں پھیلا دیا جائے یہ کام ہو رہا ہے مگر اس کی رفتار میں مزید تیزی لانے کی ضرورت ہے۔

ہماری پوری معاشیات میں بعض باتوں نے زراعت کو بہت ہی اہمیت کا حامل بنا دیا ہے۔ دیہی معاشیات میں اب ایک جامع نظریہ ہے جس میں نہ صرف زراعت بلکہ صنعت، انیمل ہسبنڈری، ماہی گیری، جنگلات، نقل و حمل اور مواصلات کے بہتر ذرائع، مناسب صفائی تفریحی سہولتیں اور سماجی خدمات جیسے صحت عامہ اور تعلیم بھی شامل ہے۔ یہی مربوط ترقی ہے جس سے دیہی زندگی پرکشش ہوگی اور بڑے پیمانے پر دیہی عوام کی ہجرت کو روک سکے گی جس سے کہ ہمارے قصبوں اور شہروں کی مشکلات میں اضافہ ہوتا ہے۔ بعض حالات میں ہجرت ضروری بھی ہو جاتی ہے، مگر اس کی بھی ایک حد ہونی چاہیئے

ہماری خواہش ہے کہ مہاراشٹر کی معاشیات کو مستحکم بنیاد پر تعمیر کریں تاکہ یہاں کے ہر شہری مرد اور عورت کو ایک اچھی تہذیبی زندگی فراہم کرنے کا ہمارا بنیادی مقصد پورا ہو سکے۔ یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک کہ ہمارے عوام کے ایک بڑے حصے کو کام اور روزگار فراہم نہیں ہوتا۔ اس سے ان میں خود داری بڑھتی ہے اور وہ اپنی ضروریات بھی پوری کر سکتے ہیں۔ یہی کچھ ہم روزگار ضمانت اسکیم کے تحت اپنے دیہی علاقوں میں کر رہے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی اور بھی کئی اسکیمیں ضروری ہیں جس سے یہ اور آگے بڑھے۔

ایک مسئلہ جو کہ ہم سب کی پریشانی کا باعث ہے وہ ہے ان لوگوں کو مناسب کام فراہم کرنا جنھوں نے تھوڑی بہت تعلیم حاصل کی ہے۔ اس مسئلہ کا کارگر حل یہی ہے کہ شہری اور دیہی علاقوں میں زیادہ سے زیادہ معاشی ترقی کے ساتھ ہی مختلف میدانوں میں سماجی فلاح و بہبود کا کام کیا جائے۔ اس میں مرکز اور ریاست کی متحدہ جدوجہد ضروری ہے۔ آنے والے سالوں میں اس جدوجہد کو کتنا زیادہ سے زیادہ بڑھا سکیں گے، یہی ہمارا خاص مقصد ہوگا۔

جب ہم اپنے چاروں طرف نظر ڈالتے ہیں تو داخلی اور بیرونی اسباب کی بنا پر یہ بہت ہی ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم قومی اتحاد و یکجہتی برقرار رکھیں اور اسے بڑھائیں۔ اس پر ہمیشہ کسی نہ کسی طریقے سے دباؤ پڑتا ہے، کبھی معاشی میدان میں اور کبھی سماجی اور ثقافتی میدان میں۔ اس کی ذمہ داری ہم سب پر آتی ہے خاص طور سے ان پر جنھیں سنجیدہ قسم کی عوامی ذمہ داری پوری کرنی ہو ہے، انھیں دیکھنا چاہیئے کہ یہ تناؤ کم سے کم ہو اور اتحاد و یکجہتی کی قوتوں کو استحکام حاصل ہو۔

ہندوستان کو اس کے موجودہ دورِ ارتقاء میں بہت سے کام پورے کرنے ہیں اور بہت سے چیلنج کا مقابلہ کرنا ہے۔ ہمارے پاس ذہانت اور صلاحیت کی کمی نہیں اور اس میں اضافہ بھی کیا جا سکتا ہے، ہمیں اس میں مقصد کا احساس اور سمت کا تعین کرنا ہوگا۔ اور ملک کے بنیادی معاملات میں اتحاد، فکر و عمل پیدا کرنا ہوگا۔ ملک کا مستقبل بہت روشن ہے اور وہ عالمی معاملات میں اپنا کردار ادا کر سکتا ہے، جو کہ آجکل بڑی نازک صورت اختیار کر رہے مجھے یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ مہاراشٹر ایک اہم اور ضروری ادا کر سکتا ہے بشرطیکہ ہماری تمام تر قوت اور صلاحیت سنجیدگی سے کام میں لگائی جائے اور ہم ان تمام باتوں سے دور رہیں جو کہ ہمیں کمزور کرتی ہیں۔

مہاراشٹر کی ترقی کے بیس سال

• بنود راؤ

ریاست مہاراشٹر کے وجود سے قبل مہاراشٹر کا تصور محض ثقافتی اور جذباتی تھا۔ اس کے دروازے ہر زبان اور ہر تہذیب کے لوگوں کے لئے ہمیشہ سے کھلے تھے آج سے بیس سال قبل جب وزیراعظم جواہر لال نہرو نے مراٹھی بولنے والے عوام کی آواز پر لبیک کہا اور ریاست مہاراشٹر کی بنیاد ڈالی اس وقت ایسے افراد جن کی زبان مراٹھی نہ تھی وہ بھی اس نئی تشکیل کردہ ریاست میں بہ بخیر و خوبی سموئے گئے۔ سرکار نے اس بات کی یقین دہانی کی کہ وہ تمام افراد جو کہ مہاراشٹر میں رہتے ہیں مہاراشٹرین کہلائیں گے۔ اور ان کو مساوی حقوق ملیں گے۔ یہ نہ صرف ریاست بلکہ مراٹھی بولنے والے افراد کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ غیر مراٹھی داں طبقے کو یہ محسوس نہ ہونے دیں کہ وہ یہاں اجنبی اور غیر محفوظ ہیں۔

باعزم اقدامات:

مراٹھی بولنے والوں اور ایسے افراد جن کی زبان مراٹھی نہیں ہے، سب کے ملے جلے تعاون سے معاشی ترقی کے قومی نشانے کو حاصل کرنے کے لئے سرکار نے کئی باعزم اقدامات، بجلی صنعت، آبپاشی اور زراعت کے شعبوں میں اٹھائے۔

مہاراشٹر، ہندوستانی یونین کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ ریاست ہے مگر پھر بھی یہاں کی خاص معیشت زراعت پر مبنی ہے اس وجہ سے زراعت کو یہاں سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے اور یہی وجہ ہے کہ ۱۹۶۱ء میں ۵۵ لاکھ ٹن کی زرعی پیداوار کو باوجود قحط سالی کے جو کہ ۱۹۷۲ء، ۱۹۷۳ء اور ۱۹۷۴ء میں یکے بعد دیگرے رہی ہے اب بڑھا کر دوگنا یعنی ۱۰۵ لاکھ ٹن کر دیا گیا ہے۔ جس میں جدید آبپاشی کے طریقوں کو اختیار کرنے کا بڑا دخل ہے۔ اسی مدت کے دوران بڑے پروجیکٹ مثلاً ہرگھوڑ، گرنا، بیس اور پورنا مکمل کئے گئے اس وجہ سے آج ان مقامات پر جہاں صرف جوار بوئی جاتی تھی دھان کی بوائی کی جاتی ہے اور اسی طرح چاول بونے والے کسان جوار کی بھی فصل حاصل کر سکتے ہیں ضلع قلابہ کے روایتی دھان کو بونے والے کسان آج گیہوں کی فصل بھی حاصل کر لیتے ہیں۔

زرعی پیداوار:

آج کل پانی کے ایک ایک قطرے کے صحیح استعمال اور بارش کے پانی کا ذخیرہ کرنے کے لئے جدوجہد کی جا رہی ہے۔ اس کے علاوہ کسانوں کو اعلیٰ اقسام کے بیج اور کھاد مہیا کئے جاتے ہیں۔

کئی پائلیٹ پروجیکٹ وضع کئے گئے ہیں اور پودوں کے تحفظ کے اقدام کئے گئے ہیں۔ آبپاشی کا فائدہ اٹھانے والوں کو نقد فصلیں اگانے کی ترغیب بھی دی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں چھوٹے اراضی مالکان کو، جن کا تناسب ریاست میں ۶۰ فیصد ہے خاص طور سے سہولتیں فراہم کی گئی ہیں۔ ان اقدامات کی وجہ سے کاشتکاروں میں خود اعتمادی پیدا ہوئی ہے اور وہ زراعت کو اب ایک صنعت سمجھنے لگے ہیں۔

خود کفالتی کی جانب بڑھتے قدم

باوجودیکہ زرعی پیداوار میں اضافہ ہوا ہے بڑھتی ہوئی آبادی نے اس ضمن میں کئے گئے سارے اقدامات کو بے اثر کر دیا ہے، یہی وجہ ہے زرعی پیداوار میں اضافہ پر اور خاندانی منصوبہ بندی پر سختی سے عمل در آمد کرنے پر زور دیا جا رہا ہے۔ ۱۹۹۰ء تک آبپاشی استعداد کی بنا پر

مہاراشٹر میں اناج کی پیداوار کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ ۱۹۶۰ء میں اناج کی پیداوار ۵۵ لاکھ ٹن تھی جو ۱۹۸۰ء میں بڑھ کر ۱۰۵ لاکھ ٹن ہو گئی ہے
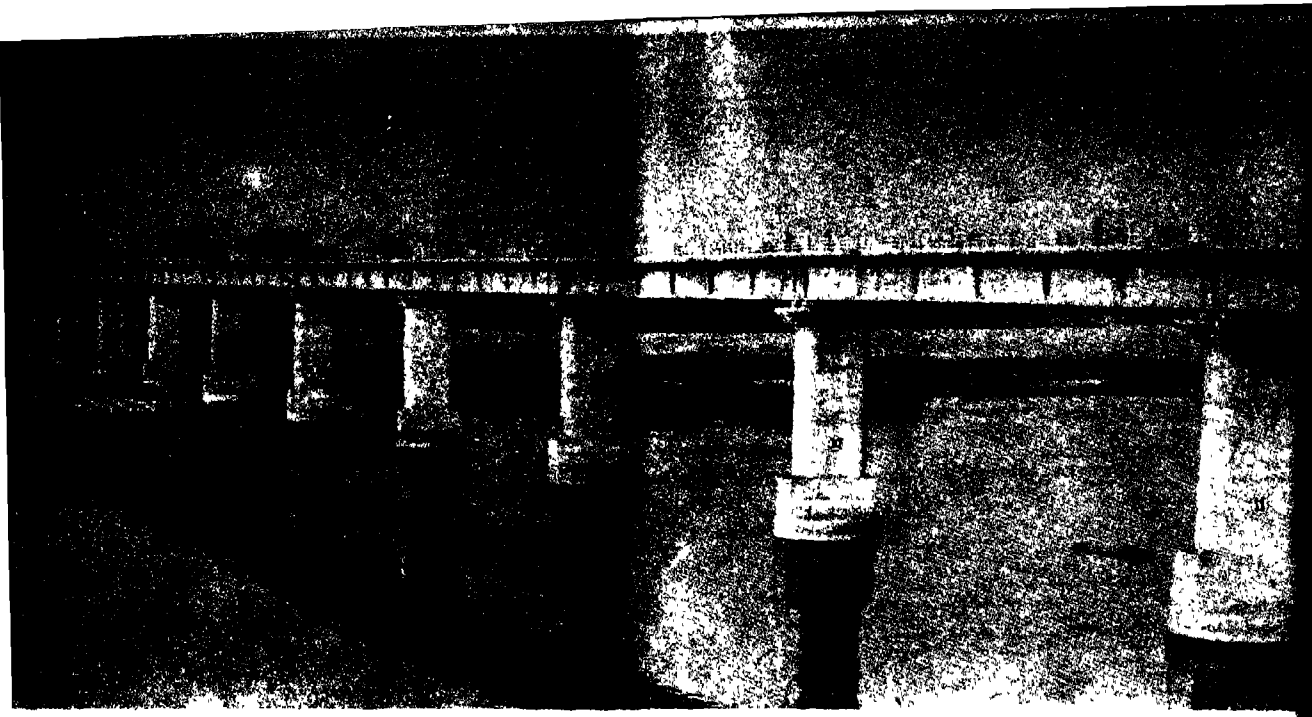
وردھا میں (ضلع بھنڈارہ میں واقع دریائے وین گنگا کے اوپر) تعمیر کردہ سب سے بڑا پل جس کا افتتاح یکم مئی یوم مہاراشٹر کے دن کیا گیا۔ گذشتہ ۲۰ سالوں کے دوران ملک میں نقل و حمل کی ترقیات سے دیہی باشندوں نے اپنی زندگی کو افسردہ خیال کرنا ترک کر دیا ہے۔

پیداوار بڑھ کر ۳۵ء۱۳۰ لاکھ ٹن ہو جانے کی اُمید ہے۔ ٹکنولوجیکل ترقی سے جو بہت زیادہ ممکن ہے اس میں مزید اضافہ کی بھی توقع ہے۔ اس کے علاوہ اناج کے معاملے میں خود کفیل ہونے میں بڑھتی ہوئی آبپاشی استعداد کی مخلوط ربیع جوار کی پیداوار کم مدتی دالوں کی مثلاً تور اور چنے کی پیداوار بڑی حد تک کارگر ثابت ہو گی۔

کاشتکاروں کو اراضی :

اراضی حد بندی قانون کے تحت ۴۷ء۲ لاکھ ہیکٹر فاضل اراضی بے زمین کاشتکاروں میں تقسیم کر دی گئی اس کے علاوہ ریاستی پروگرام وضع کیا گیا جس کی رُو سے کاشتکاروں کو اراضی کا مالک ٹھہرایا گیا اور اس ضمن میں کرایہ داری قانون کے ذریعے پروپرائٹری کے حقوق کا خاتمہ کیا گیا۔

گوٹھن اسکیم : گوٹھن اسکیم کے ذریعے کاشتکاروں اور دیگر افراد کو ۱۹۶۱ء کے بعد سے ۱۰۱٫۶۵۳ مواضع جات میں ۳٫۰۰۰ سے ۶٫۰۰۰ اسکوائر فیٹ اور ۱٫۵۰۰ اسکوائر فٹ فی خاندان کے حساب سے فائدہ پہنچایا گیا دوسرے دس سالہ پروگرام کے تحت (۷۸ - ۱۹۷۷ء) ۶۲۴۳ مواضع جات کو اس کے تحت لیا گیا بے زمین کاشتکاروں کی بحالی کی اسکیم کے تحت ۲۲٫۵۵

خاندانوں کو ۳۵۹۲۸ ہیکٹر اراضی ۸۰-۱۹۷۹ء تک دی گئی جبکہ اس اسکیم کا نفاذ ۶۶ - ۱۹۶۵ء میں کیا گیا تھا۔ ان افراد میں ۸۰ فیصد ادیباسی ہیں۔

سرکار نے سرکاری قبضہ میں اراضی چراگاہوں اور جنگلاتی زمینوں کو مندرج جاتیوں، مندرج قبیلوں، نومیدک قبیلوں، دیمکت جاتیوں اور نو بُدھسٹ یا ایسے افراد جن کی سالانہ آمدنی ۲٫۶۰۰ روپئے سے زیادہ نہیں، کے لئے باضابطہ کرنے کا بھی فیصلہ کیا ہے۔ ۳۱ مارچ ۱۹۸۰ء تک ۵۱٫۰۴۸ افراد کو ۶۹٫۶۵۸ ہیکٹر اراضی دے کر باضابطگی قائم کی گئی۔

متاثرہ افراد کی بحالی :

آبپاشی اور بجلی پروجیکٹوں کی وجہ سے ۱۱۶٫۰۰۰ متاثرہ خاندانوں کو نئے گوٹھنوں میں بحال کیا گیا اور انھیں متبادل اراضی مکانات کی تعمیر اور کاشتکاری کے لئے دی گئی۔ ناگہانی آفتوں سے متاثرہ افراد کو مثلاً ۱۹۶۱ء میں پنشیت ڈیم بریچ ۱۹۶۱ء اور ۱۹۶۶ء میں رتناگیری سائیکلون اور ۱۹۶۷ء میں کوئنا زلزلہ، پھر ۱۹۷۹ء میں وردھا میں سیلاب سے متاثرہ افراد کے لئے فوری امداد بہم پہنچائی گئی اور ان کی بازآبادکاری کے لئے

سڑکوں کی تعمیر سے قصبوں اور ملک کے دیگر مقامات کے درمیان فاصلہ کم ہوتا جا رہا ہے۔ زیرِ نظر تصویر میں ضلع احمد نگر میں واقع ایک دیہی سڑک دیکھی جا سکتی ہے۔

مندرجہ ذیل اقدام کئے گئے۔

بے زمین افراد کے لئے مکانات:

یکم فروری ۱۹۸۰ء تک ۴۹ء۳ لاکھ سے ۴۰ء۳ لاکھ افراد کو ۱۹۷۲ء کی تیار کردہ فہرست کی رُو سے اقل ترین ضروریات پروگرام کے تحت مکانات کے لئے اراضی دی گئی۔ سرکار نے مکانات کی تعمیر کے لئے ۷۵۰ روپے سے ۱۵۰۰ روپے کی تعمیری گرانٹ جاری کی۔ مارچ ۱۹۷۵ء سے ۱۹۸۰ء تک ۵۰۰۰ سے کم آبادی والے قصبوں میں ۱۲ء۳ لاکھ مکانات تعمیر کئے گئے۔

اراضی بہبود کے کام:

پہلی مرتبہ کسانوں کے مفاد کے لئے مفاد پرست مالکانِ اراضی اور قرضان سے تحفظ کی خاطر کھاتے پستکا تقسیم کئے گئے۔ ۶۱ لاکھ کھاتے پستکا ۱۹۷۵ء سے تقسیم کئے جا چکے ہیں۔

اقل ترین شرح اُجرت کھیت میں کام کرنے والے مزدوروں کے لئے ۴ روپے یومیہ سے ۵۰ء۵ روپے کر دی گئی (زون پر انحصار) جس کا نفاذ ۱۹۷۸ء سے کیا گیا۔ اس سے متعلق انسپکٹران کا تقرر کیا گیا جو کہ اراضی مالکان کے ذریعہ قانوناً اس پر عمل درآمد کروا رہے ہیں۔

ادیباسیوں کے لئے ضمنی منصوبہ:

سرکار نے اپریل ۱۹۶۱ء میں قبائلی ضمنی منصوبہ برائے ادیباسی جو کہ ریاست کی کل آبادی کا ۶ فیصد ہیں وضع کیا۔ اس سلسلہ میں قبائلی ترقیاتی کارپوریشن کی جانب سے ادیباسی امداد باہمی کے ذریعہ

۳ کروڑ روپے کے فنڈ میں سے ۸۸ء۱ کروڑ روپے کے قرضہ جات ۸ء۱ لاکھ ادیباسیوں کو ۷۹-۱۹۷۸ء میں اور ۸۷ء۵۷ لاکھ روپے ۶۰۹، ۴۲ ادیباسیوں کو ۸۰-۱۹۷۹ء میں دیئے گئے۔ بیوپاریوں کے استحصال سے بچانے کے لئے کارپوریشن نے ۷۹-۱۹۷۸ء میں ۷ء۱۷ کروڑ روپے کی پیداوار اور ۸۰-۱۹۷۹ء میں ۸ء۲۸ کروڑ روپے کی پیداوار خریدی۔ ادیباسی کسانوں کو ۱۰۰ فیصدی سبسڈی الیکٹرک موٹر پمپ اور تیل کے انجن خریدنے کے لئے اور نصف سبسڈی نصف قرض تعمیری کاموں کے سلسلہ میں حاصل ہیں۔ ڈیڑھ سو پچاس آشرم اسکولوں میں ۴۴۰۰۰ بچے زیرِ تعلیم ہیں۔ پنجم تا دہم جماعت کے طلبہ کے لئے لاجنگ اور بورڈنگ کا بھی انتظام ہے۔ رہائشی اسکولوں میں مستحق طلبہ کو ۴۰ روپے سے ۶۰ روپے ماہانہ وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔ اس دوران مہاراشٹر اراضی محصول کوڈ اور کرایہ داری قوانین (ترمیم) ایکٹ بابت ۱۹۷۴ء اور مہاراشٹر اراضی کی بحالی برائے مندرج قبائل ایکٹ ۱۹۷۴ء کے تحت ۲۱٫۹۶۷ ہیکٹر اراضی ادیباسیوں کو الاٹ کی گئی جس سے وہ اپنے آپ کو غیر قبائل سے الگ محسوس کر رہے تھے آئندہ اس قسم کی تعزیق کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

خاص اقدام: پسماندہ طبقات کی معاشی و سماجی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے قبائلی ضمنی منصوبہ کے خطوط پر ایک جامع منصوبہ وضع کیا گیا۔ اس دوران مہاتما پھلے بیک ورڈ کلاس ڈیولپمنٹ کارپوریشن ترقیاتی پروگراموں کو عملی جامہ پہنا رہا ہے جیسے مرکزی سرکار کی بھی

حاصل ہے مندرج جاتیوں کے شہری حقوق پائمال نہ ہوں، اس سلسلہ میں وجیلنس کمیٹی ہر ضلع میں تشکیل دی گئی اس سے ۶۲-۱۹۶۱ء میں فائدہ اٹھانے والے ۱۳۷ر۸ افراد اب ۸۰-۱۹۷۹ء میں یہ تعداد بڑھ کر ۵۷۷ر۷۶ لاکھ ہوگئی اور خرچ ۵۵ء۳۴ لاکھ روپے کے مقابلہ میں بڑھ کر ۵۳ء۶۴۵ لاکھ روپے ہوگیا ہے۔

ضمانت روزگار اسکیم :

ریاستی ضمانت روزگار اسکیم کے تحت دیہی علاقوں میں عام کام کرنے والے افراد کے لئے روزگار کی بحالی جیسی اعلیٰ اسکیم وضع کی گئی ہے اگر سرکار روزگار فراہم نہیں کر سکتی ہے تو اس صورت میں اسے کام کے متلاشی فرد کو ایک روپیہ یومیہ بھتہ دینا ہوگا۔ روزگار نہ صرف کام دینے والے بلکہ پورے سماج کے لئے مفید ہے کیونکہ اس سے سماج کی چوطرفہ ترقی میں اضافہ ہوتا ہے۔

- ۱۴۰۰ نہروں کے کام، ۵۶۰ چھوٹے آبپاشی تالاب، ۷۵۰ ایرکولنش تالاب، ۷۵۰ دیگر چھوٹے آبپاشی کے کام، ۴۰۰ر۲۰ اراضی تحفظ کے بلاک کے کام بشمول نالا بڈبنگ، ۵۳۰ر۳ اراضی ترقیاتی بلاک کے کام، ۸۰۰ جنگلات لگاؤ مہم کے کام اور ۶۵۰ر۱ سڑکوں کے تعمیری کام وضع کئے گئے اور ۳۱۰۰ کاموں کو ستمبر ۱۹۷۹ء تک مکمل کیا گیا۔ اس سلسلے میں بجٹ میں ۳۶ء۲ کروڑ روپے کی گنجائش رکھی گئی تھی جس میں ضمانت روزگار اسکیم ۵۰ء۸۱ کروڑ روپے سے شروع کی گئی تھی اس اسکیم کے تحت کل خرچ فروری ۱۹۸۰ء تک ۲۰ء۲۹۱ کروڑ روپے آیا ہے۔

مہاراشٹر میں امداد باہمی اداروں کے ذریعے کام شروع کیا گیا ۱۹۷۹ء میں ۲۳ر۵۶ امداد باہمی اداروں نے ۱۳۵ لاکھ ممبران کی تحریک آگے بڑھائی۔

اس وقت ریاستی مارکٹنگ فیڈریشن ۵۰ کروڑ روپے کے سرمائے سے کام کر رہی ہے اور پیداواری صلاحیت ۲۸۷ کروڑ روپے ہے جس میں سے زرعی پیداوار کی مارکٹنگ کی پیداواری صلاحیت ۲۳۲ کروڑ روپے کی ہے۔

کپاس اجارہ داری حصولیابی اسکیم :

اس اسکیم کے تحت ۴۸ لاکھ کوئنٹل کپاس ۶۳ء۱۷۱ کروڑ روپے مالیت کی ۷۹-۱۹۷۸ء میں خریدی گئی تاکہ کپاس پیدا کرنے والوں کے مفاد کی حفاظت کی جاسکے۔ اس کے علاوہ کپاس کے بیجوں سے تیل نکالنے

قومی راج۔

کا کام تجرباتی بنیاد پر امداد باہمی پروسیسنگ آئل ملز کے ذریعے جاری کیا گیا تاکہ کھانے کے تیل کی کمی کو دور کیا جاسکے اور مزید فائدہ کپاس کے کاشتکاروں کو حاصل ہوسکے۔ کپاس کی مقدار منڈی میں بھی زائد ہونے کی وجہ سے مرکزی سرکار نے جنوب مشرقی ایشیائی ممالک اور چین کو ۲۰۰۰۰ر۲۰ اور پھر ۲۰ء۱ لاکھ گانٹھیں برآمد کرنے کی اجازت دیدی۔ جس کی قیمت ۲۳ کروڑ سے ۲۴ کروڑ روپے تک غیر ملکی زر مبادلہ ہے۔

دیہی علاقوں میں زرعی صنعتیں قائم کرنے سے زراعت اور صنعت میں باقاعدہ ربط پیدا ہوا ہے۔ اس میں بمبئی میں پھیلی ہوئی صنعتوں کو غیر ترقی پذیر علاقوں میں پھیلانے کا کام کافی مفید ہوسکتا ہے۔ اس مقصد کے تحت سرکار نے ایم آئی ڈی سی (M I D C) ایم ایس ایف سی ایکم اور میلٹرون نیز دیگر چار ریجنل ڈیولپمنٹ کارپوریشن جیسے ادارے قائم کئے ہیں جو کہ جوکھم اٹھانے والوں کو مختلف پیکج اسکیمیں فراہم کرتے ہیں۔

اس کے نتیجہ میں کیمیکلز مشین ٹولز، الیکٹریکل مشینری اور ٹرانسپورٹ کے سامان کی صنعتیں بڑھ رہی ہیں۔ اس کے علاوہ

ناشک، اورنگ آباد، ناگپور، روہا، تاراپور اور احمد نگر میں بھی صنعتی وکاس ہو رہا ہے۔

ریاست میں بڑی اور درمیانی صنعتیں بتدریج ترقی کرتی گئی ہیں ۱۹۶۱ء میں ان کی تعداد ۹۴۶ تھی جبکہ ۱۹۷۸ء میں ۱۶۷۵ ہوگئی اور ۵ لاکھ زائد ملازمتیں مہیا کی گئیں۔ اس طرح صنعتی پیداوار بھی بڑھی۔ اور درمیانی صنعتوں میں بالترتیب ۴۳۲ کروڑ روپے سے بڑھ کر ...۳ کروڑ اور ۹۱۶ کروڑ سے بڑھ کر ۴۱۰۴ کروڑ روپے ہوگئی۔ چھوٹی صنعتوں کے اندراج میں بھی اضافہ ہوا۔ ۱۹۶۱ء میں یہ تعداد ۴۸۶۰ تھی جب کہ ۱۹۷۸ء میں بڑھ کر ۴۷٫۶۰۶ ہوگئی۔ ان میں ۱۹۷۸ء میں سات لاکھ مزدور کام کرتے تھے جبکہ ۱۹۶۱ء میں یہ تعداد ۷۰۱٫۹ تھی۔ ۶۱-۱۹۶۰ء میں ریاست میں محض ۱۰ صنعتی اسٹیٹ تھیں ۷۹-۱۹۷۸ء میں یہ تعداد ۱۰۳ ہوگئی، ۲٫۷۹۵ کے مقابلے میں ۳۲٫۵۳۴ ملازمین برسر روزگار تھے گئے۔ دیہی علاقوں میں گرام اُدیوگ اور چھوٹی صنعتوں کے قیام پر حوصلہ افزائی اسکیمیں شروع کی گئیں۔

بمبئی تھانے پونے سے کیمیکل پیداوار انجینئرنگ ساز و سامان اور دیگر اشیاء کے لئے ملک کی معیشت میں اعلیٰ مقام لے کر اُبھری۔ بمبئی ہائی اور شمالی بیسن میں آئیل فیلڈ کی وجہ سے نئی کھاد کی یونٹ تھل ویشیت کی وجہ سے مہاراشٹر کی معاشی استعداد میں کافی اضافہ ہوا ہے جس میں ریاست کی پیٹرو کیمیکل یونٹ بھی شامل ہے۔

رتناگیری اور ودربھ کی معدنی دولت اور گہرے سمندر میں ماہی گیری نے بھی نئی راہیں کھول دی ہیں۔

برآمد کی استعداد ۱۸۰ کروڑ روپے سے بڑھ کر ۱۵۱۳ کروڑ روپے پچھلے ۱۸ سالوں میں ہوگئی جس میں ملک کی کل برآمد کا ریاستی حصہ ۲۸ فیصد ہے۔

مناسب اور پختہ سڑکیں صنعتی ترقی کا اٹوٹ حصہ ہیں ریاست میں ایک لاکھ کلومیٹر لمبائی کے مختلف درجوں کی سڑکیں ہیں جو کہ موضع جات کو شاہراہوں سے جوڑتی ہیں جن میں جمبور ٹنویل اور راشٹے مہاشے گھاٹ روڈ ٹنویل۔ پنجی گوا روڈ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

بجلی: ۷۸-۱۹۷۷ء میں مہاراشٹر میں فی کس بجلی کا استعمال ۲۲۲٬۲۱۲ یونٹ تھا جبکہ ملک میں اس کا اوسط فی کس ۱۲۰٬۳۷ تھا۔ یہاں کے انجینئروں کی ستائش ضروری ہے جنھوں نے ۷۷ میگاواٹ سے ۳٬۱۰۶ میگاواٹ بجلی پیداوار میں ۲۰ سالوں کے اند اضافہ کیا اور اگلے پانچ سالوں میں اس کے دوگنے ہونے کی اُمید مگر اس عرصے میں بجلی کے مطالبات بڑھ کر ۳٬۵۰۰ میگاواٹ ہو اس لئے مہاراشٹر اسٹیٹ الیکٹریسٹی بورڈ نے ایک زبردست پر جاری کیا ہے ریاست کی ۹۰ فیصد آبادی بجلی کے استعمال کی سے فیضیاب ہے۔

آبپاشی: آبپاشی کو مہاراشٹر میں زبردست اہمیت ہے کیونکہ ریاست کا ۹۰ فیصد فصل کا علاقہ مانسون کے رحم و کرم پر

برقی پیداوار میں مہاراشٹر بہت آگے ہے جس کی برقی پیداوار پچھلے بیس سالوں میں ۷۷ ایم ڈبلیو سے بڑھ کر ۳٬۱۰۶ ایم ڈبلیو ہوگئی ہے۔

ریاست کے قبائلی علاقوں سے جہالت دور کرنے میں محوری کردار انجام دینے والی کئی آشرم شالاؤں میں سے ایک زیر نظر تصویر میں دیکھی جا سک

۱۹۶۱ء میں آبپاشی استعداد ۱۲،۲۰ لاکھ ہیکٹر تھی ۱۹۷۸ء میں بڑھ کر ۲۳،۴۳ لاکھ ہیکٹر ہوگئی۔ زیر زمین اور سطحی آبپاشی سے فی الحال ۶۱،۰۷ لاکھ ہیکٹر اراضی زیر سینچائی لائی جاتی ہے۔

سرکار نے ایگرو اریگریشن کمیشن مقرر کیا ہے تاکہ آبپاشی استعداد کو مختلف طریقوں سے بڑھایا جا سکے۔

تعلیم: تعلیمی میدان میں مہاراشٹر پیش پیش ہے۔ عام تعلیم پر ۶۶-۱۹۶۵ء میں ۶۰،۳۸ کروڑ روپے خرچ ہوئے تھے، جو کہ بڑھ کر ۷۹-۱۹۷۸ء میں ۲۶۸،۴۰ کروڑ روپے ہوگئے ہیں۔ ۶۱-۱۹۶۰ء کے مقابلے میں ۷۹-۱۹۷۸ء میں پرائمری اسکولوں کی تعداد ۳۴۵۹۴ سے بڑھ کر ۴۹۳۷۴ اور طلبہ کی تعداد ۴۱،۷۸ لاکھ سے بڑھ کر ۸۰،۷۵ لاکھ ہوگئی جبکہ ثانوی اسکولوں کی تعداد ۲،۴۶۸ سے بڑھ کر ۵۹۰۵ طلبہ کی تعداد اس مدت کے دوران ۸۵،۵ لاکھ سے ۲۸،۷۸ لاکھ کالج بھی اب ۹۵ کے مقابلے میں اب ۳۹۵ ہیں، اور ان میں پڑھنے و طلبہ کی تعداد ۸۶،۰۵۰ سے بڑھ کر ۴،۴۸،۸۰ ہوگئی ہے۔ اس علاوہ تکنیکی تعلیم میں مہاراشٹر میں ترقی کی رفتار کافی تیز ہے۔ کئی ت ادارے اور کالج کھلے ہیں۔

مکانات: مہاراشٹر ہاؤسنگ اینڈ ایریا ڈیولپمنٹ اتھارٹی کا ۱۹۷۷ء میں ہوا تاکہ جھونپڑپٹی سدھار بورڈ اور ہاؤسنگ ریپئرز ا کنسٹرکشن بورڈ میں ربط پیدا کیا جائے۔

جھونپڑپٹی میں رہنے والوں کو راحت پہنچائی گئی ان کے۔

مہاراشٹر ہاؤسنگ اینڈ ایریا ڈیولپمنٹ اتھارٹی نے مکانات کی تعمیر کے لئے ریاست کے ۲۶ شہروں میں ایسی جگہوں کا انتخاب کیا ہے جہاں ضروریاتِ زندگی مثلاً پانی، بجلی، سڑکیں، نالہ وغیرہ جیسی سہولیات بھی مہیا ہونگی۔

۲۰،۹۴۰ مکانات تعمیر کئے گئے اور انھیں ۱۹۶۱ پلاٹ تقسیم کئے گئے۔

صحت: صحت عامہ کے میدان میں شہروں سے زیادہ دیہی علاقوں کو فوقیت دی گئی۔ ای ایس آئی ایس کے تحت ۱۰۰۰ روپے ماہانہ تنخواہ پانے والے ملازمین کو لیا گیا۔ کثافت سے تحفظ بورڈ کے ذریعے آبی و ہوائی کثافت کی روک تھام کے لئے اقدامات کئے گئے۔ اکتوبر ۱۹۷۷ء میں جاری کردہ اسکیم کے ذریعہ ہر ایک موضع میں ایک ہیلتھ والنٹیر کی گنجائش رکھی گئی، مہاراشٹر میڈیکل تعلیم میں ملک میں سب سے آگے ہے۔ یہاں ۱۲ میڈیکل کالج ہیں، جہاں ہر سال ۱۵۰۰ ڈاکٹر تعلیم سے فارغ ہوتے ہیں۔ سوامی رامانند تیرتھ دیہی میڈیکل کالج، جو کہ ضلع بیڑ میں امبے جوگی مقام پر ہے، اپنی نوعیت کا واحد کالج ہے جہاں آیورویدک اور ہومیوپیتھی طریقۂ علاج کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے۔

ماہی گیری: ۷۲۰ کلومیٹر ساحلی علاقے کی وجہ سے مہاراشٹر میں ماہی گیری کی سہولتیں عام ہیں۔ آج ماہی گیری سے ۲۳۷،۴۷ ماہی گیروں کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔ جدید تکنیک کی وجہ سے مچھلیوں کی پیداواری صلاحیت جو کہ ۱۹۶۰ء میں ۱،۹۰ لاکھ ٹن تھی ۷۹-۱۹۷۸ء میں بڑھ کر ۳،۸۶ لاکھ ٹن ہوگئی ہے۔ اسٹیٹ فشریز ڈیولپمنٹ کارپوریشن گہرے سمندر ماہی گیری میں ۳۰ (Fathoms) سے بھی بڑھ گئی ہے۔
مہاراشٹر میں جنگلات کا تناسب کم ہے کل اراضی کا صرف ۲۰ فیصد جن میں مختلف اسکیموں اور منصوبوں پر عملی درآمد جاری ہے۔ فی الحال ۴ نیشنل پارک، ۹ گیم سینکچوریز، ۲۰ جنگلاتی پارک ہیں۔ ٹائیگر پروجیکٹ ۱۵۷۱ سکوائر کلومیٹر پر پھیلا ہوا ہے۔ چیتوں کی آبادی ۱۹۷۳ء میں ۲۷ تھی جو کہ ۱۹۷۹ء میں بڑھ کر ۶۳ ہوگئی ہے۔ لائن سفاری پارک میں ۱۲ جانور ہیں جو کہ نیشنل پارک بوریولی کے علاوہ ہیں۔

غریبوں کو مفت قانونی امداد:

مہاراشٹر کے انتظامیہ میں غریبوں کو مفت قانونی امداد کی گنجائش کافی روشن پہلو رکھتی ہے۔ ۱۹ ممبران پر مشتمل ریاستی قانونی امداد او مشورہ بورڈ اس پر عمل درآمد کر رہا ہے۔ ریاستی سرکار نے ۸۰-۱۹۷۹ میں اس ضمن میں ۲۵ لاکھ روپے کی گنجائش رکھی ہے۔

برّی نقل و حمل:

مہاراشٹر اسٹیٹ روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن، پونے، احمد نگر راستے پر ۱۹۴۸ء میں ۳۶ بسیں چلاتی تھی۔ یہ تعداد ۸،۸۶۰ ہوگئی ہے ۴۲ لاکھ مسافر روزانہ ۹،۴۳۲ راستوں سے سفر کرتے ہیں۔ ۶۴،۰۰۰ افراد ملازمت میں لگے ہوئے ہیں۔ آج ایس ٹی کی خدمات دیہی عوام کو ۹۷ فیصد علاقوں میں ۸ کلومیٹر کے اندر اندر مہیا کی

بمبئی میں واقع ریاستی بیمہ اسکیم برائے ملازمین (ایمپلائز اسٹیٹ انشورنس اسکیم (ای ایس آئی ایس) کا دفتر. گذشتہ چند سالوں کے دوران مذکورہ اسکیم کے ذریعہ صحت سے متعلق فائدہ حاصل کرنے والے صنعتی ملازمین کی تعداد میں کافی اضافہ ہوا ہے.

صنعتی تعلقات و انتظامیہ:

مزدوروں کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے مختلف لیبر قوانین وضع کئے گئے ہیں نیز انتظامیہ اور مزدوروں میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی مقدور کوشش کی گئی ہے.

انتظامیہ کو بہتر بنانے کے لئے عہدیداران کی حالت ملازمت میں تیزی پیدا کی گئی ہے تاکہ وہ شہریوں کو بہترین خدمات عطا کریں.
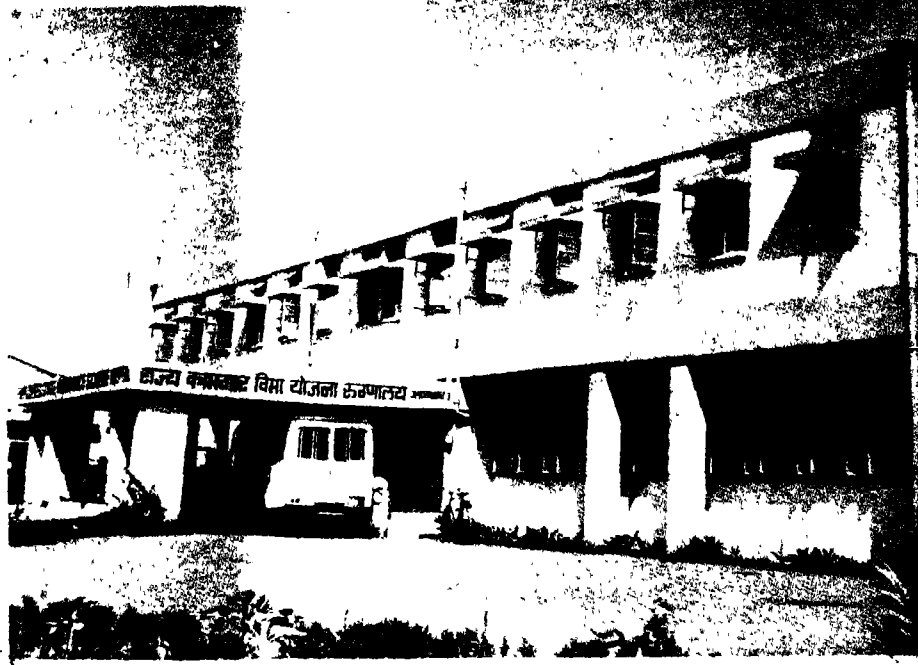
ریاستی پالیسی کے تحت محض چند افراد کے ہاتھوں میں تمام تر سرمایہ اور مواقع نہ چلے جائیں اس کے تدارک کے لئے ہر اس خاندان کے ایک فرد کو جس کی سالانہ آمدنی ۲۴۰۰ روپے سے کم ہے' ملازمت فراہم کی جائے گی. اس کے علاوہ ادیباسی، ہریجن، بے زمین مزدوروں، جھونپڑپٹی میں رہنے والوں اور غریب طلبہ کی بہبود کے لئے اقدامات کئے گئے ہیں.

ہندوستانی دیو مالاؤں کے تحت بھاگیرت' سورگ سے گنگا لایا' اس وجہ سے گنگا کا نام بھاگیرتی کہلایا. مراٹھی میں بھاگیرتھ براتینا ہرکولین اقدامات کے مضمون میں استعمال کیا جاتا ہے' مہاراشٹر میں آج ہم بھاگیرتھ براتینا کو عملی جامہ پہنے ہوئے دیکھ رہے ہیں.

قارئین کے لئے ضروری اعلان:

ہماری یہ خواہش ہے کہ اپنے قارئین کو مختلف سرکاری پالیسیوں اور سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر رکھیں. تاہم قارئین کو اس میں کچھ نہ کچھ کمی کا احساس ہو سکتا ہے لہٰذا آپ کی دلچسپی اور معلومات میں مزید اضافے کے خیال سے "سوال و جواب" کا خصوصی صفحہ شائع کیا جاتا ہے. ہمیں یقین ہے کہ اس تبادلہ خیال سے ہمیں اور بھی فائدہ پہنچے گا. انفرادی شکایتوں کی اشاعت تو مشکل ہے، البتہ سرکاری پالیسیوں' پروگراموں، اور سرگرمیوں سے متعلق آپ کے خطوط، سوالات اور شبہات بخوشی قبول کئے جائیں گے ۔ پتہ نوٹ فرمالیں:

ایڈیٹر "قومی راج" نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ، ۱۵ واں منزلہ، مقابل منترالیہ۔ ممبئی ۳۲-۴۰۰

مہاراشٹر میں آبپاشی کے ضمن میں پچھلی دو دہائی کے دوران بہت کچھ کیا گیا ہے۔ مگر ملک کی زرعی آبپاشی کے تناسب کے مقابلہ میں ابھی یہ بہت کم ہے۔ اسی خصوصی مضمون میں مہاراشٹر میں پچھلی دو دہائی کے دوران آبپاشی ترقی کا جائزہ لیا گیا ہے۔

آبپاشی

غیرمتوقع خشک سالی کی وجہ سے پیداوار حاصل کرنے میں ناکامی کو دور کرنے کے لئے آبپاشی کی اہمیت زرعی پیداوار میں استحکام اور بہتری پیدا کرنے کے لئے بڑھتی جارہی ہے کیونکہ بہتر آبپاشی کے ذریعے، دوہری فصل پیدا کرنے کے امکانات کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ مہاراشٹر جیسی ریاست میں آبپاشی کی اہمیت اور بھی واضح ہوجاتی ہے جہاں کہ تقریباً ۳۵٪ فصلوں کا علاقہ قحط سے متاثر رہتا ہے۔

ریاست مہاراشٹر کی تکمیل کے وقت آبپاشی کا علاقہ تمام ذرائع (بشمول کنواں) سے ۱۲ء۲۰ لاکھ ہیکٹر یا ریاست کے زیر کاشت علاقے کا ۶ء۵% تھا۔ ۷۸ - ۱۹۶۱ء کے دوران یعنی ۱۷ سالوں میں کل آبپاشی علاقہ ۲۵ء۱۱ لاکھ ہیکٹر حصہ مزید زیر آبپاشی لایا گیا جس سے کل آبپاشی علاقہ اب ۴۵ء۲۳ لاکھ ہیکٹر ہو گیا ہے۔ یہ فیصد کل ہند سطح کے ۲۵% کے مقابلہ میں ۹ء۱۱% ہے جو کہ اب بھی کم ہے۔

آبپاشی کے ذرائع کا مطالعہ

پہلی مرتبہ مہاراشٹر میں آبپاشی کے امکانات کا باضابطہ مطالعہ مہاراشٹر آبپاشی کمیشن نے شری ایس۔ جی۔ برمے کی سربراہی میں کیا۔ آبپاشی کی صورت حال پر اپنی رپورٹ پیش کرتے ہوئے کمیشن نے بتایا کہ ۱۴۱ء۶۱ لاکھ ہیکٹر اراضی زیر آب لائی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ دریائی پانی پر ما بین ریاست جھگڑے حل ہونے کی وجہ سے جیسا کہ کرشنا پر ۱۹۷۳ء اور گوداوری پر اس سال کے دوران ہوا مستقبل میں آبپاشی کی سہولتوں کی مزید توسیع کے امکانات ہیں۔

آبپاشی استعداد (سطحی اور زیر زمین ذرائع) کا فی الحال اندازہ ۶۱ء۰۷ لاکھ ہیکٹر اراضی ہے ۶۱ء۵۲ لاکھ ہیکٹر سطحی پانی ذرائع سے اور ۱۸ لاکھ ہیکٹر زیر زمین آبی ذرائع سے بڑے درمیانی اور ریاستی سیکٹر، چھوٹے آبپاشی کے کاموں سے کل آبپاشی استعداد ۴۸ء۹۵ لاکھ ہیکٹر ہے۔ ۱۹۶۰ء میں ریاست کی تکمیل کے وقت آبپاشی استعداد ریاستی سیکٹر سطحی کاموں سے ۳ء۷۶ لاکھ ہیکٹر بھی نہ تھی۔ تیسرے پنج سالہ منصوبہ کے دوران آبپاشی کو خاص طور سے اہمیت دی گئی۔ ۱۹۶۱ء سے ۱۹۸۰ء کے دوران ۱۱۱۶ کروڑ روپے کی رقم مختلف آبپاشی کے کاموں کے لئے مختص کی گئی اور اس طرح آبپاشی کی استعداد میں ۱۳ء۹۳ لاکھ ہیکٹر کا اضافہ کیا گیا جو کہ منصوبوں سے پہلے کی مدت کے مقابلے میں ۴ گنا زیادہ ہیں۔ جون ۱۹۸۰ء تک مجموعی استعداد کا اندازہ ۱۷ء۶۹۵ لاکھ ہیکٹر ہے۔

آبی ذرائع کا از سرِ نو اندازہ

مئی ۱۹۷۹ء میں ۱۲ ممبران پر مشتمل زرعی آبپاشی کمیشن شری اے پی. شندے کی سربراہی میں ریاستی سرکار کی جانب سے وضع کیا گیا تاکہ مختلف عدالتوں سے ملے ایوارڈ کے تحت ذرائع آب کو کام میں لانے کے تمام ممکنہ طریقے جلد از جلد تلاش کئے جا سکیں اور کوکن، ودربھ نیز قبائلی علاقوں میں قحط سے متاثرہ علاقوں کو زیادہ فائدہ پہنچ سکے۔

پچھلی دو دہائی کے دوران نو بڑے پروجیکٹ ویر، گھوڑ، پورنا گرنا، باگھ، اپّر، داہ، کال، پین، اور تلشی مکمل کرائے گئے۔ جن کی وجہ سے ۱۰ مزید پروجیکٹوں کو بھی فائدہ پہنچا ہے ان کے نام ہیں: جائیکواڑی مرحلہ ۱، جائیکواڑی مرحلہ ۲، کُکڑی، بھیما، داجین، مولا، پینچ، سوریہ، اپر گوداوری، کھڑک واسلہ، کرشنا (دھوم)۔

تین پروجیکٹ یعنی اپر گوداوری، جائیکواڑی مرحلہ ۱، ۲ اور مولا جلد مکمل ہونے والے ہیں یعنی زیادہ سے زیادہ ۲ سے ۳ سال کا عرصہ درکار ہے۔ اس مدت کے دوران ۵۵ پروجیکٹ کا آغاز ہوا۔ ۹۰ سے زائد ریاستی سیکٹر چھوٹے آبپاشی پروجیکٹوں میں سے ریاست میں اب تک ان بیس سالوں کے دوران کئی ایک مکمل ہو چکے ہیں، اور ۳۴۰ [illegible] سینچائی اسکیمیں جو کہ آبپاشی ترقیاتی کارپوریشن کے ذریعے جاری کی گئی تھیں۔ مکمل ہو چکی ہیں۔

پھر بھی تقریباً ۳۲،۲۲ لاکھ یا موجودہ استعداد کا ۲/۱ حصہ اب بھی باقی ہے۔ اس سلسلے میں ریاست انٹرنیشنل فائنانشیل اداروں سے بھی مالی امداد حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ مثلاً آئی. ڈی. اے (انٹرنیشنل ڈیولپمنٹ ایسوسی ایشن) اور آئی ایف اے ڈی (انٹرنیشنل فنڈ فار اگریکلچر ڈیولپمنٹ) روم، وغیرہ تاکہ بڑے آبپاشی کے پروجیکٹ کو مکمل کیا جا سکے۔ ان کوششوں کے نتیجہ میں آئی ڈی اے نے جائیکواڑی پروجیکٹ حصہ اوّل اور جائیکواڑی اور پورنا پروجیکٹوں کے کمانڈ ڈیولپمنٹ کے کاموں کیلئے ۳۶ کروڑ روپے بطور قرض دینا منظور کیا ہے قرض جنوری ۱۹۷۸ء سے چار سالوں کیلئے منظور کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ عالمی بنک سے ۶ بڑے آبپاشی پروجیکٹوں یعنی دارنا، بھیما، کُکڑی، بالائی وردھا، بالائی پین گنگا اور دو تجدیدی اسکیمات مو اور گرنا کیلئے مالی امداد کی کوشش کی گئی ہے۔ آئی. ایف. اے. ڈی نے [illegible] کروڑ روپے بھیما پروجیکٹ بشمول اس کے کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ کی منظوری دیدی ہے۔ آئی. ڈی. اے نے ۱۸۶٫۶۰ کروڑ روپے کا قرض باقی ماندہ پانچ پروجیکٹوں کیلئے بشمول کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ اور دو پروجیکٹوں کیلئے دینا منظور کیا ہے اس سلسلہ میں معاہدہ پر جلد ہونے کی امید ہے۔

آبپاشی کا واحد مقصد خشک سالی سے تحفظ ہی نہیں بلکہ خودکفالتی کیلئے زرعی پیداوار میں اضافہ کرنا بھی ہے۔ اس سے زیادہ سے زیادہ کاشتکاروں کو فائدہ پہنچانا ہے۔ اس لئے ہشت ماہی پروگرام وضع کیا گیا ہے۔ جس کے تحت سال بھر پانی مہیا ہونے والے علاقوں کو کم کیا گیا ہے اور جہاں یہ سہولت نہیں ہے وہاں موسمی فصل کو فائدے پہنچے اسلئے کاشتکاروں کو ایک موسم کیلئے آبپاشی کا پانی دینے کی سہولت کی گئی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو آبپاشی کی سہولتوں سے فیضیاب کیا جا سکے اس پالیسی کے تحت بارہ ماہی فصلوں کی پیداوار کے نیصد میں ضلع ناشک کے بالائی گوداوری پروجیکٹ کے مختلف نہروں کی وجہ سے کمی پیدا ہو گئی ہے۔

آبپاشی سہولیتوں کی تیز رفتاری سے ترقی کے علاوہ اس کے زیادہ سے زیادہ استعمال پر بھی سرکار کی توجہ ہے۔ آبپاشی سہولیتوں کا بہتر طور پر استعمال کیا جائے اسی ضمن میں ۶ کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ اتھارٹیز وضع کئے گئے جن کے تحت ۱۲ بڑے پروجیکٹ قائم کئے گئے ہیں۔ تاکہ مختلف محکمہ جات کی مختلف سرگرمیوں میں ربط عامہ پیدا کیا جا سکے۔ عالمی بنک کی امداد سے پانی کے استعمال کو اس طرح زیادہ سے زیادہ توسیع دینا ہے۔

(۱) باندھ سے لے کر کھیتوں تک ایسا نظام آبپاشی اختیار کرنا چاہیئے تاکہ پانی فراہمی علاقوں میں اضافہ ہو سکے اور کاشتکاروں میں خود اعتمادی پیدا ہو سکے۔

(۲) گشتی پانی تقسیم کاری اختیار کی جائے تاکہ کاشتکاروں کو پانی کی فر تاریخ اور وقت کا اندازہ ہو سکے۔

(۳) خریف میں خریف موسم کیلئے یکم جون سے یعنی مانسون سے پہلے آبپا سہولیتیں دینا۔

(۴) پروجیکٹوں کے کمانڈ علاقوں میں زرعی استحکام پیدا کرنا۔

(۵) مختلف دیگر سہولیتیں فراہم کرنا جن میں مارکیٹ یارڈ اور زر ساز و سامان کی فراہمی شامل ہیں۔

مذکورہ بالا بہبودی کاموں کی بنا پر یہ امید کی جا سکتی ہے کہ ز علاقوں کو زیر آبپاشی لایا جا سکے گا اور آبپاشی کے کاموں میں تیز پیدا ہو سکے گی۔

آبپاشی کی استعداد میں اضافہ کے مدنظر یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ سن عیسوی تک .. ۳۵ کروڑ روپے کی رقم خرچ کر کے چوتھے پنج سالہ منصوبہ کے دوران یعنی ۱۹۸۰ء کے بعد سے ۳۲ء۳۲ لاکھ ہیکٹر کے تو کو حاصل کیا جا سکے گا۔
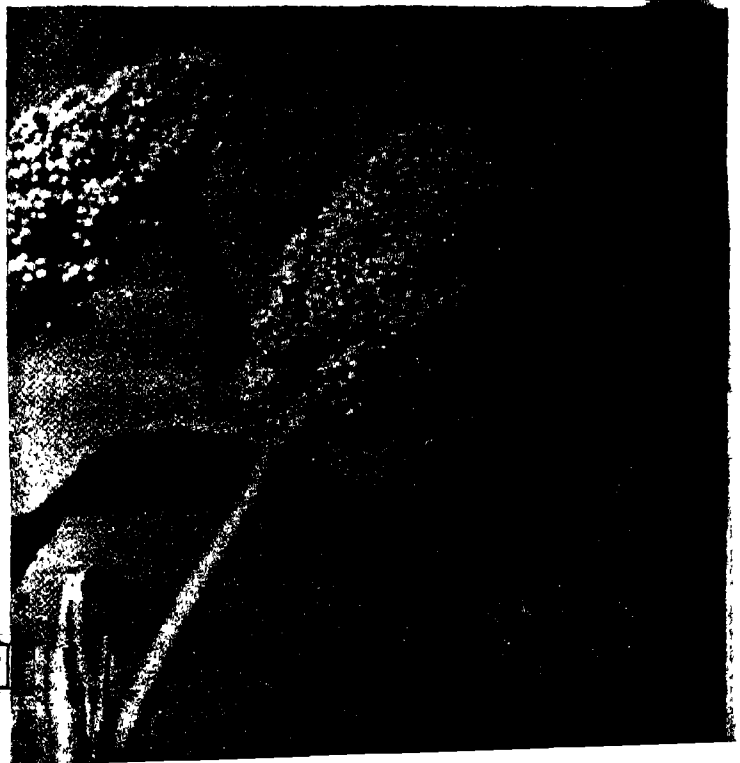
مہاراشٹر میں صنعتیں

ہندوستان کے صنعتی نقشہ میں مہاراشٹر کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ چند سالوں میں مہاراشٹر میں صنعتوں کو جس طرح فروغ حاصل ہوا ہے اس کے پیچھے ریاست اور مرکز کے ترقیاتی منصوبے اور ان پر کامیابی سے عمل آوری کارفرما ہے۔ نیز اس سلسلے میں دنیا بھر میں تکنیکی ترقی، بین الاقوامی اور مقامی مارکیٹ کی تیزی اور نجی اداروں کی جانب سے حوصلہ افزا تعاون بھی صنعتوں کے فروغ کا باعث ہے۔

مہاراشٹر کی آبادی ملک کی کل آبادی کا ۹ر۲ فیصد ہے۔ لیکن ملک کی مجموعی صورت حال کے مقابلے میں یہاں ۱۲ر۱ فیصد صنعتیں ۲۰ر۴ فیصد روزگار، ۱۵ر۴ فیصد مستقل سرمایہ کاری، ۲۴ر۲ فیصد پیداوار، ۶ر۴۲ فیصد منظم سیکٹروں میں کارخانوں کے تیار مال کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ اس سلسلے میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ پورے ملک کی بہ نسبت یہاں صنعتوں میں کام کرنے والے لوگوں کی تعداد زیادہ ہے۔ صنعتی پیداوار میں فی کس قیمت کے معاملے میں بھی ریاست مہاراشٹر ملک بھر میں سرفہرست ہے۔ یہ فی کس قیمت ۱۳۰ر۱ کروڑ روپیہ ہے۔ جبکہ ملک میں یہ قیمت صرف ۵ر۹۹۴ فیصد ہے۔ ۱۹۷۴ء میں یومیہ اجرت پر کارخانوں میں ملازموں کی تعداد کا اوسط ریاست میں ہر لاکھ اشخاص میں ۱۶۸ر۲ تھا۔ جبکہ ملک میں اس تعداد کا اوسط ۳۲ر۱ تھا۔

فیکٹریز ایکٹ بابت ۱۹۴۸ء کے تحت ۱۹۷۱ء میں ۲۳۴۳ کارخانوں میں ۸۰ر۷ لاکھ لوگ برسرروزگار تھے۔ جون ۱۹۸۰ء میں ۵۸۷ر۱۲ کارخانوں میں ملازمین کی تعداد ۱۰ر۷۹ لاکھ تھی۔ اس عرصہ سرمایہ کاری ۱۳۶ کروڑ روپے سے بڑھ کر ۲۳۰ر۲ کروڑ روپیہ اور پیداوار ۳ کروڑ روپے سے بڑھ کر ۷۷ر۶۵ کروڑ روپیہ ہو گئی تھی۔

جہاں تک ریاستی حکومت کا تعلق ہے بڑے پیمانے کی صنعتوں کو فروغ دینے کے لیے حکومت نے تمام ضروری سہولیات مثلاً زمین، پانی بجلی فراہم کرنے کے علاوہ ایسے منصوبہ بھی عمل میں لانے کی کوشش کی جس کے تحت ترقی پذیر علاقوں میں صنعتوں کا پھیلاؤ ہوسکے۔ برعکس اس کے، چھوٹی صنعتوں کے فروغ کی ذمہ داری خود حکومت نے اپنے ہاتھوں میں لی۔ ۱۹۶۱ء میں ریاست میں بڑی اور درمیانی صنعتوں کی تعداد ۹۴۶ اور تعداد ملازمین ۷۹ر۶۱ لاکھ تھی۔ ۱۹۷۸ء میں یہ تعداد بالترتیب ۶۷۵ ر۱ اور ۹۳ر۱۱ لاکھ تھی۔ اسی طرح اس عرصہ میں سرمایہ کاری اور پیداوار بالترتیب ۳۲۴ کروڑ اور ۹۱۶ کروڑ روپیہ سے بڑھ کر ۳۰۰۰ کروڑ اور ۴۱۰ر۴ کروڑ روپیے تک بڑھ چکی تھی۔

نظر ثانی شدہ صنعتی پالیسی کے مطابق تقریباً ۸۰۷ مصنوعات صرف چھوٹی صنعتوں کے لیے محفوظ کردی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں ۵۰,۰۰۰ سے کم آبادی والے علاقوں کے لیے جہاں سرمایہ کاری ایک لاکھ روپے سے کم ہے۔ "بے حد چھوٹی یونٹ" نامی منصوبہ شروع کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ واضح ہوجاتا ہے کہ خصوصاً دیہی علاقوں میں چھوٹی اور ازحد چھوٹی صنعتوں کے فروغ پر ہی زیادہ زور دیا جارہا ہے۔ دیہی علاقوں میں چھوٹی صنعتوں کے قیام اور عمل درآمد کے لیے "ضلع صنعتی مرکز" قائم کیے گئے ہیں جن کے ذریعہ تمام ضروری سہولیات اور تعاون فراہم کیا جاتا ہے ایسے کئی مرکز ریاست کے کئی اضلاع میں قائم کیے جاچکے ہیں۔

۱۹۶۱ء کے خاتمے تک رجسٹرڈ شدہ چھوٹی صنعتوں کی تعداد ۴۰۸ر۶۰ تھی۔ ۱۹۷۸ء کے خاتمے تک یہ تعداد ۳۱ر۹۳۷ر۴ تک پہنچ چکی تھی۔ ۱۹۶۱ء میں ان یونٹوں میں ملازمین کی تعداد ۹۰ر۱ تھی اور ۱۹۷۸ء تک یہ تعداد ۴۷ر۷ لاکھ ہوگئی تھی۔ اسی طرح مذکورہ عرصے میں سرمایہ کاری اور پیداوار بالترتیب ۴۵ کروڑ روپے اور ۳۵ کروڑ روپے سے بڑھ کر ۲۱۳ کروڑ اور ۱۵۹۶ کروڑ روپیہ تک جا پہنچی۔ ۱۹۶۰-۶۱ء میں یعنی ریاست مہاراشٹر کی تشکیل سے قبل ریاست میں صرف ۱۰ صنعتی مرکزوں میں ۱۰۳ صنعتیں جاری تھیں ۱۹۷۸-۷۹ء کے خاتمہ تک ۶۹ صنعتی مرکزوں میں ۲,۶۹۹ شیڈ بنائے گئے۔ ۲,۷۹۵ صنعتیں جاری ہوئیں۔ جن میں ۲۵۳۶ افراد برسر روزگار ہیں۔ نیز ۶۲ صنعتی مرکز امداد باہمی کی بنیاد پر چلائے جارہے ہیں۔ مہاراشٹر صنعتی ترقیاتی کارپوریشن کی تعداد ۱۹۶۱-۶۲ء میں ۱۸ تھی۔ جبکہ ۱۹۷۷-۷۸ء میں ۵۸ کارپوریشن قائم ہوئے ۱۹۷۷-۷۸ء کے دوران مذکورہ کارپوریشن کے علاقوں میں ۸۵ر۰۴۲ر۲۷ لاکھ روپے کے سرمایہ خاص کی بنیاد پر جاری صنعتوں میں تعداد ملازمین ۲۸۳ر۳۶ر۱ تھی۔ اور ان صنعتوں سے ۲۱ر۲۳,۲۰۳ر۱ لاکھ روپے مالیت کی سالانہ پیداوار ہوئی۔ ان ہی علاقوں میں ۱۸۵ صنعتیں زیر تعمیر ہیں۔

صنعتوں کے معاملے میں مہاراشٹر میں بہ خاص طور سے دیکھا گیا ہے کہ زیادہ تر صنعتیں بمبئی تھانے اور پونے کے علاقوں میں واقع ہیں۔ ترقی پذیر علاقوں میں صنعتوں کے قیام کو بڑھاوا دینے کی غرض سے حکومت نے جو اقدام کیے ان کے نتیجہ میں ۱۹۷۳ تک ۸۳ فیصد بڑی اور درمیانی صنعتیں جو میٹروپولیٹن علاقوں میں قائم تھیں ۱۹۷۶ء تک ان کی تعداد کم ہوکر ۷۷ فیصد ہوگئی۔ اسی طرح مذکورہ علاقوں میں ۱۹۶۱ء میں چھوٹی صنعتوں کی تعداد ۸۳ر۱۹ فیصد تھی جبکہ ۱۹۷۷ء میں یہ تعداد کم ہوکر ۴۷ر۷ فیصد ہوگئی۔

• مہاراشٹر میں برآمدی تجارت ۱۹۷۹-۸۰ء میں تقریباً ۱۸۰ کروڑ روپیہ سے بڑھ کر ۱۳۵۱ کروڑ روپے تک ہوچکی تھی۔ دوسرے لفظوں میں اضافہ کا سالانہ اوسط ۱۹۵۱-۵۲ء کے ۵ر۱۶ فیصد کل ہند اوسط کے مقابلے میں ۳۹ فیصد شمار کیا گیا ہے۔ ۱۹۶۵-۶۶ء میں ملک کی کل برآمدی تجارت کے ۱۶ فیصد حصہ کی ریاست مہاراشٹر میں تکمیل ہوتی تھی۔ جو اب ۱۹۷۷-۷۸ء میں بڑھ کر ۲۸ فیصد ہوچکی ہے۔ غیر معمولی مصنوعات کی کل ہند برآمدی تجارت کا ۵۰ فیصد سے زیادہ حصہ ریاستی برآمدی تجارت میں شامل ہے۔ کل ہند سطح پر غیر معمولی مصنوعات کے

برآمدی تجارتی طبقہ اور ریاستی سطح پر مذکورہ طبقہ کا فیصد ۱۷ سے ۹۷ فیصد کے درمیان ہے۔

ادارہ جاتی سہولیات :۔

ریاست میں علاقائی سطح پر واحد اور مجموعی کام انجام دینے والی متعدد خودمختار کارپوریشن قائم ہیں۔ جو صنعتی ترقیات سے متعلق معاملات پر خصوصی توجہ دیتے ہیں۔

یہ کارپوریشنیں مندرجہ ذیل ہیں :۔

(۱) مہاراشٹر انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن (ایم آئی ڈی سی)
(۲) مہاراشٹر اسٹیٹ فنانشیل کارپوریشن (ایم ایس ایف سی)
(۳) مہاراشٹر اسمال اسکیل انڈسٹریز ڈیولپمنٹ کارپوریشن (ایم ایس ایس آئی ڈی سی)
(۴) اسٹیٹ انڈسٹریل انوسٹمنٹ کارپوریشن آف مہاراشٹر (ایس آئی سی اور ایم یا سیکوم)
(۵) مہاراشٹر ایگریکلچرل ڈیولپمنٹ اینڈ فرٹیلائزر پروموشن کارپوریشن (ماافکو) لیمیٹڈ۔
(۶) مہاراشٹر ایگرو انڈسٹریز ڈیولپمنٹ کارپوریشن (ایم اے آئی ڈی سی)
(۷) مہاراشٹر اسٹیٹ ٹیکسٹائل کارپوریشن (ایم ایس ٹی سی)
(۸) مہاراشٹر اسٹیٹ پاورلوم کارپوریشن (ایم ایس پی سی)
(۹) مہاراشٹر اسٹیٹ ہینڈلوم کارپوریشن (ایم ایس ایچ سی)
(۱۰) مہاراشٹر انڈسٹریل اینڈ کمرشیل آئیل سیڈ کارپوریشن
(۱۱) فشریز ڈیولپمنٹ کارپوریشن (ایف ڈی سی)
(۱۲) مہاراشٹر مائننگ کارپوریشن (ایم ایم سی)
(۱۳) مہاراشٹر الیکٹرانک کارپوریشن (میلٹرون)

ان تمام کے علاوہ زراعتی اور چھوٹی صنعتوں کی پیداوار کی برآمدات کو فروغ دینے کی غرض سے ایکسپورٹ کارپوریشن آف مہاراشٹر کا قیام فی الحال حکومت کے زیر غور ہے۔ ساتھ ہی ساتھ علاقائی سطح پر ریاست کے چار علاقوں مراٹھواڑہ، مغربی مہاراشٹر، ودربھ اور کوکن میں بھی علاقائی ترقیاتی کارپوریشن کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔

سہولیات :۔ ریاستی اور مرکزی حکومت نے پسماندہ اور غیر ترقی یافتہ علاقوں میں صنعتوں کے قیام کے لیے کئی سہولیات مہیا کی ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں :۔

(۱) ممبئی تھانے اور پونے کے علاقوں کے سوا تمام علاقوں میں حکومت مہاراشٹر کی جانب سے مختلف نوعیت کی امداد
(۲)۔ رتنا گری اورنگ آباد اور چندر پور کے پسماندہ علاقوں کے لیے مرکز حکومت کی سرمایہ خاص کی امداد

ضمنی ذریعہ معاش کے طور پر بھیڑیں پالنے کا پیشہ اپنانے کے لئے امداد باہمی بنک کسانوں کی مالی ضروریات پوری کرتی ہیں۔ دیہی باشندوں کے کام آگران بنکوں نے مہاراشٹر کے دیہی علاقوں کے کمزور طبقات کی حالت زندگی میں کافی بہتری پیدا کی ہے۔ بیشک یہ بنک دیہاتوں میں سماجی و معاشی ترقیات اور دیہی زندگی کے معیار کو بلند کرنے کا خاص ذریعہ ہیں۔

(۳) ریاستی حکومت کی جانب سے بھی بمبئی، تھانے اور پونے کے علاوہ تمام غیر ترقی یافتہ علاقوں بشمول مرکز کی امداد کے تحت مذکورہ بالا تین علاقوں میں ایسی ہی اسکیم کا اطلاق۔

یہ ایک اہم بات ہے کہ صنعتوں کے فروغ کے ساتھ ساتھ صنعتوں کی خاصیت میں بھی نمایاں تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ مثلاً:

(۱) صنعتوں میں اضافہ، پھیلاؤ، اور تکنیکی ترقی کے لحاظ سے ریاست مہاراشٹر کو ملک کے صنعتی نقشہ میں اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ چھوٹی صنعتوں کے معاملے میں بھی ریاست مہاراشٹر نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔

(۲) آزادی کے بعد خاص طور سے جدید صنعتی پیداوار میں صنعتوں کو فروغ حاصل ہوا ہے۔

(۳) نجی اداروں کے تعاون میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔

(۴) ریاست مہاراشٹر ہی وہ واحد ریاست ہے۔ جہاں شکر اور سوت کتائی کی صنعتوں کے لیے ایک مضبوط امداد باہمی ادارہ قائم ہے۔

(۵) کپڑا اور غذائی اشیاء تیار کرنے والی صنعتیں جو پہلے ...... ہوا کرتی تھیں۔ ان کی جگہ اب کیمیات، دھات، مشینی آلات، بجلی کی مصنوعات اور لاری کے سامان بنانے والی صنعتوں نے حاصل کی ہے۔

(۶) مہاراشٹر کی صنعتوں میں ملازمین کی تعداد کا اوسط ملک بھر سے زیادہ ہے۔

(۷) صنعتی پیداوار کی فی کس مالیت کے لحاظ سے بھی ریاست سرفہرست ہے۔

(۸) ریاست میں صنعتی فروغ کا بنیادی سبب برآمدی تجارت کے معیار میں بہتری ہے جس میں مزید بہتری پیدا ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ کل ہند سطح پر ریاست کا تعاون سب سے زیادہ ہے۔

(۹) پیداواری تقسیم، تکنیکی معیار، فی یونٹ پیداوار، تعداد روزگار اور پیداواری سرمایہ کاری کے تناسب کے لحاظ سے دیگر تمام ریاستوں کے مقابلے میں ریاست مہاراشٹر زیادہ کامیاب ہے۔

(۱۰) ناشک، اورنگ آباد، روہہ، ناگپور، ناراپور اور احمد نگر بھی اب صنعتی مرکز کا مقام حاصل کر چکے ہیں۔

بمبئی ہائی اور شمالی بیسن میں تیل اور علی باغ کے قریب تھال ویشیٹ میں کھاد کی صنعت ریاست میں ترقی یافتہ صنعتوں کا ایک خوش آئند رخ پیش کرتی ہیں۔ ان کی بدولت ریاست میں پٹرول اور کیمیائی یونٹوں کو فروغ حاصل ہوگا۔ ودربھ اور رتناگری میں معدنی صنعت بھی کوئلہ اور لوہے کی صنعتوں کے لیے معاون ثابت ہوں گی۔ اسی طرح گہرے سمندر میں ماہی گیری سے ریاست کے ساحلی علاقوں میں جہاز سازی اور مچھلی سے متعلق صنعتوں کے قیام میں مدد ملے گی۔ آب پاشی میں اضافہ ہونے کی وجہ سے زراعت سے متعلق صنعتی اشیاء مثلاً کاشت کاری آلات، کیمیات، کھاد وغیرہ بنانے والی صنعتوں کو فروغ حاصل ہونے کی توقع ہے۔

جن امداد باہمی بینک گھریلو اشیاء خریدنے کے لئے ضرورتمندوں کو قرض مہیا کرتی ہیں ان بینکوں کے ذریعہ غریب لوگوں کو آسانی سے قرض حاصل ہو جاتا ہے۔

اصلاحاتِ اراضی کا مقصد بہتر زراعت میں بہتری پیدا کرنا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور اہم مقصد زمینداری کے معاملوں میں سماجی انصاف قائم کرنا ہے۔ مہاراشٹر میں، ملک کی دیگر ریاستوں کی بہ نسبت محصولِ اراضی کے انتظامیہ میں کافی فرق ہے۔ ملکیت اراضی یہاں زیادہ تر رعیت داری قسم کی ہے جس کی رو سے اس معاملے میں کاشتکار اور حکومت کے مابین راست لین دین تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مشرقی اضلاع میں مالگذاری، ساحلی علاقوں میں کھوتی اور چند دیگر علاقوں میں جاگیرداری اور انعامی جائیداد کا طریقہ عام ہے۔ لیکن اب یہ تمام طریقے وقتاً فوقتاً قوانین کے ذریعے ختم کر دیئے گئے۔ اس سلسلے میں سب سے بڑا کارنامہ غیرموجود زمینداری کی لعنت کا خاتمہ ہے جو "زمین بنام کاشتکار" کا طریقہ اپنانے کے نتیجہ میں حاصل ہوا ہے۔

اصلاحاتِ اراضی و منصفانہ تقسیم

○ جے. جی کرنڈیکر، ڈپٹی سکریٹری محکمۂ محصول

اصلاحات اراضی کے نتیجہ میں دیہی معیشت میں سماجی و معاشی نابرابری دور کرنے میں مندرجہ ذیل اقدامات نہایت معاون ثابت ہوئے

۱. درمیانی حق ملکیت کا خاتمہ
۲. کرایہ دار۔ کاشتکار کو حق ملکیت
۳. حدبندی اراضی کے ذریعہ نابرابری کا خاتمہ
۴. زمینوں کا انضمام اور ان کی مزید تقسیم کی روک تھام
۵. قبائلیوں کو اراضی کی بازیابی

درمیانی حق ملکیت: تمام انعامی جائیداد مثلاً جاگیر، وتن وغیرہ، ۱۹۴۸ء سے وقتاً فوقتاً ملکیتِ اراضی منسوخی قوانین کے ذریعہ ختم کر دی گئی۔ اس طرح ۲۶ء۵ لاکھ درمیانی حق ملکیت منسوخ ہونے کی وجہ سے ۶۲ء۵۸ لاکھ ہیکٹر اراضی رعیت داری اراضی میں تبدیل ہوئی ۱۳ء۵۰ لاکھ ہیکٹر اراضی سابق مالکان اور قائمی کرایہ داروں وغیرہ واپس کر دی گئی۔ ۱۸ء۷۵ لاکھ ہیکٹر بیکار اور جنگلاتی زمین حکومت قبضہ میں دے دی گئی اور اس میں سے قابلِ کاشت زمین، بے زمین لوگوں میں تقسیم کر دی گئی۔

ان اقدامات کے نتیجہ میں قابل کاشت تمام مالکان اراضی حکومت کو ہی واجب الادا محصولِ اراضی کی ادائیگی لازمی ہوگئی مکانوں کے پلاٹ کا معاملہ بھی اصل قبضہ داروں کے ساتھ طے ہوگا صرف مغربی مہاراشٹر اور مراٹھواڑہ میں دیوستھان انعامی جائیداد رہ گئی ہیں۔

بے زمین افراد کو فاضل زمین کی تقسیم

زمین مالک کاشتکار: بمبئی کرایہ داری و زراعتی زمین ایکٹ بابت ۱۹۴۵ء اور زمین بنام کاشتکار قانون بابت ۱۹۵۶ء کو نفاذ میں لانے کا خاص مقصد کاشتکار کو زمین کے لئے قانونی حفاظت اور اس زمین کا حق ملکیت عطا کرنا ہے۔ اس قانون کی رُو سے تمام زمین پر قابض کرایہ دار، سوائے نابالغ، بیوہ، اپاہج اور فوج میں ملازم افراد کے، اپنی زمین کے خریدار قرار دیئے گئے۔ لہٰذا اب تک ۱۱,۹۲,۶۰۵ ایسے کرایہ دار ۱۳,۹۰,۲۱۵ ہیکٹر اراضی کے مالک تسلیم کئے گئے۔

زمینداروں کو بھی خود کی کھیتی کے لئے زمین رکھنے کا آخری موقع دیا گیا۔ ۳,۶۶,۷۹۳ درخواستوں میں سے ۳,۶۷,۴۹۸ درخواستیں اب تک طے کی جا چکی ہیں اور صرف ۳۵,۵۳۰ معاملات میں زمین داروں کو تقریباً ۱۰۱,۱۴۸ ہیکٹر اراضی رکھنے کی اجازت دی گئی۔ سوائے چند معاملات کے "زمین بنام کاشتکار" پالیسی پر عمل آوری کا کام تقریباً مکمل ہو چکا ہے۔ کرایہ داروں سے زمین کی خریداری کی رقم جو کہ ۵۲.۳۹ کروڑ روپیہ ہے، اب تک وصول کی جا چکی ہے۔ جس میں سے ۵۲.۲۷ کروڑ روپیہ اصل ۱۱ لاکھ مالکان کو دیا جا چکا ہے۔

قابض کرایہ دار: خریداروں کو اپنی زمین کی ملکیت حاصل کرنے کے لئے حکومت نے ۱۹۷۶ء میں ایک اسکیم وضع کی جس کی رُو سے ایسے خریداروں کو تقاوی قرض کی فراہمی منظور کی گئی۔ اس سلسلہ میں چونکہ درج فہرست طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد قرضہ کی قسط کی ادائیگی باقاعدہ ادا کرنے کے قابل نہیں تھے اور اس صورت میں یہ ممکن تھا کہ ان میں سے کئی کو زمین سے ہاتھ دھونا پڑتا، حکومت کی وضع کردہ مذکورہ اسکیم کے تحت انہیں تقریباً ۱۶.۷۷ لاکھ روپیہ بطور تقاوی قرض دیا گیا۔ اس کے علاوہ قبائلی ضمنی منصوبہ والے سبھی علاقوں کے لئے ایک خصوصی اسکیم مرتب کی گئی۔ جس کے تحت دیہاتی خریداروں کو بقایا رقم کی ادائیگی میں مدد دی گئی۔ اس اسکیم کے ذریعہ دی جانے والی مالی امداد قیمت خرید کی رقم کے مساوی جو کل میزان کا چھ گنا کم اور ۱۲ سالانہ قسطوں میں واجب الادا بنا سود قرض کی شکل میں تھی جو قیمت خرید کی بقایا رقم کے مساوی، یعنی کل میزان کا چھ گنا۔ لیکن یہ مالی اعانت صرف دو ہیکٹر قطعۂ اراضی کی خریداری کے لئے مخصوص تھی۔ اس سلسلے میں اب تک ۳۸.۷ لاکھ روپیہ صرف کیا جا چکا ہے۔

قومی راج

حدبندی اراضی : اصلاحاتِ اراضی کے ذریعہ حکومت کی یہ خاص کوشش رہی ہے کہ زمین کی تقسیم کاری میں انصاف کیا جا سکے۔ زراعتی زمینوں پر حدبندی کی تجویز کو سب سے پہلے ۱۹۵۵ء میں "زمین بنام کاشتکار" کے ذریعہ عملی جامہ پہنایا گیا۔ ۱۹۶۱ء میں ایک علیحدہ قانون زرعی زمین پر حدبندی کے لئے منظور کیا گیا۔ اس قانون کی رُو سے آبپاشی زمینوں میں ۷،۲ ہیکٹر سے لے کر ۱۹،۲ ہیکٹر اراضی، سات حدود میں تقسیم خشک فصل کی زمینوں میں ۲۶،۴ سے لے کر ۵۰،۴ ہیکٹر اراضی پر حدبندی عائد کی گئی۔ دیہی علاقوں میں سماجی۔ معاشی ترقی کے لئے جولائی ۱۹۷۲ء میں اصلاحاتِ اراضی کے تحت چند رہنما اصول مرتب کئے گئے۔ ایک نئے ریاستی قانون کی رُو سے حدبندی اراضی میں نرمی لائی گئی۔

حدبندی اراضی قوانین میں ترمیمات کا سب سے اہم حصہ خاندان جس کی اصطلاح یوں کی گئی ہے: شوہر، بیوی، نابالغ لڑکے اور غیر شادی شدہ لڑکیاں' کے قبضہ میں زمین پر حدبندی عائد کرنے سے متعلق ہے۔ افرادِ خاندان کی تمام جائیداد زمین مذکور قانون کی رُو سے یکجا کر کے زائد زمین کا اندازہ کیا جاتا ہے تاکہ اس پر قانونِ حدبندی کا اطلاق کیا جا سکے۔ اگر کوئی خاندان ۵ سے زائد افراد پر مشتمل ہو تو ہر زائد رُکن کے لئے ۱/۵ حدبندی حد زمین پر بشرطیکہ وہ حدبندی حصہ سے دوگنی نہ ہو، چھوٹ دی گئی ہے۔

نظرثانی شدہ حدبندی اراضی اسکیم کے تحت یقینی آبپاشی کی دو فصلوں والی ۲۸،۷ ہیکٹر اراضی اور اسی طرح کی ایک فصل والی ۱۰،۹۲ ہیکٹر اراضی کو قابل حدبندی قرار دیا گیا ہے۔ اسی

عارضی اور غیر یقینی آبپاشی زمین یا یقینی بارش والے علاقوں میں کم بارش والی زمین جس پر دھان کی کاشت کی جاتی ہو ۵۷ء۱۰ ہیکٹر اراضی تک حد بندی کے اطلاق کے قابل کر دی ہے۔ اس کے علاوہ تمام خشک فصل کی زمین کی ۸۵ء۲۱ ہیکٹر تک حد بندی کر دی گئی ہے۔

دوسری اہم ترمیم یہ کی گئی کہ زائد زمین کا اندازہ لگانے کیلئے ایک سرکاری اور دو یا تین غیر سرکاری اراکین پر مشتمل ٹربیونل قائم کئے گئے۔ تعلقہ / بلاک سطح پر ایسے ۳۲۸ ٹربیونل قائم کئے گئے اسی طرح زمین کی تقسیم کے لئے بھی ۳۲۳ ٹربیونل قائم کئے گئے۔ ٹربیونل کی رکنیت میں سے ایک آسامی پسماندہ طبقات کے لئے لازمی طور سے محفوظ کر دی گئی۔ دسمبر ۱۹۷۹ء تک ۸ء۱ لاکھ دعووں کی تحقیقات مکمل کی گئی۔ ۴۔۷ء۳ ہیکٹر اراضی زائد قرار دی گئی اس میں سے جوائنٹ اسٹاک شوگر کمپنیوں کی ۵۱۵ء۳۴ ہیکٹر زمین مہاراشٹرا اسٹیٹ فارمنگ کارپوریشن کو عطا کر دی گئی۔ ۸۰ء۱ لاکھ ہیکٹر زمین ۷۔۰ء۱ لاکھ افراد اور ۷۵ امداد باہمی زراعتی اداروں کے درمیان تقسیم کر دی گئی۔ زائد زمین کی تقسیم میں ۵۰ فیصد زمین درج فہرست اقوام، قبائل، ومکت جاتی، خانہ بدوش اور نو بدھ طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد کے لئے محفوظ کر دی گئی۔

زمین حاصل کرنے والوں کو مالی امداد: زائد زمین حاصل کرنیوالوں کو دیہی پرائمری اداروں کے رکن کی حیثیت سے نامزد کیا جاتا ہے تاکہ انھیں امداد باہمی اداروں اور قومی بینکوں سے زراعتی و دیگر مالی امداد حاصل ہو سکے۔ مالی امداد کی مرکزی اسکیم کے تحت مذکورہ مالکان اراضی کو زراعتی امداد کے بطور بیج، کھاد اور جراثیم کش ادویات وغیرہ کی خریداری کے لئے فی ہیکٹر ۲۵۰ روپیہ کی امداد دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ترقیات اراضی کے تحت ۵۰۰ روپیہ دیا جاتا ہے۔ فی ہیکٹر پچاس فیصد امداد اور ۵۰ فیصد قرض کی شکل میں دیا جاتا ہے۔ ان کاموں کے لئے ۷۹-۱۹۷۶ء تک ۴۷ء۲ کروڑ روپیہ خرچ کیا جا چکا ہے۔

اصل قانون بابت ۱۹۶۱ء کے تحت حدبندی کی ½ زمین یا ۴ء۶ ہیکٹر یا زائد زمین ایک فرد کو دی جاتی ہے۔ سرکاری فاضل زمین کی تقسیم میں بھی تقسیم کی حد ۴ء۶ ہیکٹر ہی مقرر کی گئی ہے۔ بعد ازاں یہ حد کم کر کے ۲ ہیکٹر کر دی گئی تاکہ زیادہ سے زیادہ افراد کو زمین تقسیم کی جا سکے۔ زمین حاصل کرنے والوں میں کئی ایک چونکہ بے زمین زراعتی مزدور ہیں جن کے پاس کھیتی کے لئے نہ بیلوں کی جوڑی ہے اور نہ ہی ضروری ساز و سامان۔

اس کے علاوہ حدبندی شدہ علاقہ میں قبضہ دار کو اپنی پسند کی زمین رکھنے کا اختیار دیا گیا ہے اس لئے اکثر تقسیم کے لئے ملنے والی فاضل زمین معمولی نوعیت کی ہوتی ہے۔ اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے زمین حاصل کرنے والوں کو پہلے دو موسم کے لئے فصلی امداد دی جاتی ہے۔

زمین کا انضمام: ریاست بھر میں ۱۹۵۹ء میں قانون برائے انضمام اراضی اور اس کی تقسیم کی روک تھام کی وجہ سے کئی دیہی اسکیمیں مرتب کی گئیں تاکہ بکھری ہوئی زراعتی زمین کو ایک بلاک میں ضم کر کے کاشتکاری میں بہتری پیدا کی جا سکے۔ اب تک ۲۳۶.۶۹ لاکھ ہیکٹر اراضی پر مشتمل ۳۵,۰۰۰ دیہاتوں میں سے ۱۶,۳۳۶ دیہاتوں میں ۱۹۲ لاکھ ہیکٹر اراضی پر انضمام کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ باقی ماندہ کام ۱۲ سالوں میں مکمل ہو جانے کی توقع ہے۔

ادیباسیوں کے لئے محفوظ زمین: زمین کے سلسلے میں ادیباسیوں کا استحصال کافی عرصہ سے ہوتا رہا ہے۔ پابندیوں کے باوجود ان کی زمین پر اکثر غیر ادیباسی قبضہ کر لیا کرتے تھے۔ اس استحصال کی روک تھام کے لئے مہاراشٹر قانون اراضی محصول اور قانون کرایہ داری (ترمیمی) ایکٹ بابت ۱۹۷۴ء (۳۵ بابت ۱۹۷۴ء) اور مہاراشٹر قانون بازیابی اراضی بہ تحویل درج فہرست قبائل ایکٹ بابت ۱۹۷۴ء (۱۴ بابت ۱۹۷۵ء) منظور کئے گئے۔ اول الذکر قانون کی رُو سے ۶ جولائی ۱۹۷۴ء سے قبل قانون اراضی محصول یا اس وقت زیر عمل متعلقہ قانون کے برخلاف کسی قبائلی فرد کی زمین اگر کسی غیر قبائلی فرد کے قبضہ میں دے دی گئی ہو تو ایسی زمین قبائلی فرد کو واپس دی جائے گی، یعنی یہ واضح کر دیا گیا کہ ریاستی حکومت کی اجازت کے بغیر غیر قبائلی فرد اب کسی قبائلی فرد کی زمین پر قبضہ نہیں کر سکتا۔ دوسرے قانون کی رُو سے جائز طور پر منتقلی یا تبدیلی کے نتیجہ میں یکم اپریل ۱۹۵۷ء اور ۶ جولائی ۱۹۷۴ء کے درمیان اگر کسی قبائلی فرد کی زمین غیر قبائلی کے قبضہ میں چلی گئی ہو تو اس زمین کی قبائلی فرد کو واپسی کرنی ہوگی۔ مذکورہ بالا ان دو اقدامات کے نتیجہ میں ۳۰,۲۵۴ قبائلی طبقات کے لوگوں کو ۳۵,۱۷۳ ہیکٹر اراضی واپس دلائی جا چکی ہے۔

قانون بازیابی اراضی کی دفعہ ۱۴ بابت ۱۹۷۴ء کے تحت ایک ادیباسی یا تو غیر ادیباسی کو زمین کے لگان کی ۴۸ گنا رقم ادا کرے یا اگر غیر ادیباسی نے زمین پر قبضہ کی برقراری کے لئے جو رقم ادا کی ہوگی وہ واپس کرے، ان دونوں میں سے صرف وہی رقم ادا کی جائے گی جو کم ہو۔ اس کے علاوہ غیر ادیباسی قبضہ دار نے زمین کی درستگی پر کچھ خرچ کیا ہو تو وہ بھی ادا کرنا ہوگا۔ رقم کی ادائیگی ۱۲ سالانہ قسطوں میں صرف ۲½ فیصد شرح سود پر ادا کی جا سکتی ہے۔ غریب ادیباسیوں کو اس رقم کی ادائیگی میں مدد کرنے کے لئے ۱۹۷۷ء سے قبائلی ضمنی منصوبہ کے تحت مالی امدادی اسکیم پر عمل کیا جا رہا ہے۔ اس اسکیم کے تحت ادیباسیوں کو زمین کے لگان کے ۲۴ گنا امدادی رقم دی جاتی ہے باقی ماندہ رقم بنا سود قرض کے طور پر مہیا کی جاتی ہے۔ یہ امداد دو ہیکٹر اراضی تک محدود ہے۔ اس طرح اب تک ۶۶,۹۳۷ روپیہ بطور امداد اور ۲۲,۷۵۰ روپیہ بطور قرض دیا جا چکا ہے۔ یہ تمام اقدامات دراصل زمینداری کے خاتمہ، کرایہ دار کاشتکار کو حق ملکیت عطا کرنے اور بے زمین مزدوروں کے ساتھ انصاف کرانے کی جدوجہد ہے جس میں مہاراشٹر سنجیدگی کے ساتھ مصروف ہے۔ ان اقدامات ہی کا نتیجہ ہے کہ آج زراعتی معیشت میں زبردست تبدیلی آ گئی ہے۔ آج کئی کسان زمینوں کے مالک ہیں اور زراعت میں جدید ترقیات پر عمل کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گذشتہ دس سالوں میں ریاست کی زراعتی پیداوار جو کہ ۱۹۶۰ء میں ۵۵ لاکھ ٹن تھی اب بڑھ کر ۱۹۸۰ء میں ۱۰۵ لاکھ ٹن ہو چکی ہے۔ یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ یہ اضافہ کئی دشواریوں مثلاً غیر یقینی برسات، ناقص آبپاشی اور قحط وغیرہ کا سامنا ہونے کے باوجود ہوا ہے۔ لہٰذا اس کے لئے ہمیں کسان برادری کا شکر گذار ہونا چاہیئے جن کی محنت سے آج ریاست خوشحالی کی جانب گامزن ہے۔
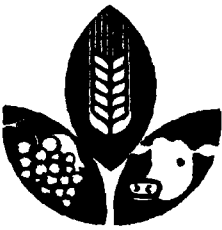
●●

ضروری گذارش۔ رقم روانہ کرنیوالے حضرات سے:

منی آرڈر کوپن پر اپنا نام، پتہ اور پنکوڈ نمبر ضرور تحریر فرمایئے۔ عموماً منی آرڈر کوپن پر لوگ اپنا نام و پتہ نہیں لکھتے جس کی وجہ سے شکایتی خطوط آنے پر کافی چھان بین کے بعد پرچہ جاری کرنا ممکن ہوتا ہے۔ اگر کوپن پر نام و پتہ تحریر ہو تو 'قومی راج' فوراً جاری کر دیا جاتا ہے۔ (ادارہ)

مہاراشٹر میں ضمانتِ روزگار اسکیم

(گووند سہروپ۔ ڈپٹی سکریٹری پلاننگ ڈپارٹمنٹ)

اگرچہ ریاست مہاراشٹر کی دیہی آبادی کا ۸۶ فیصد حصّہ زراعت پیشہ ہے، آبادی کی مناسبت سے ۷۴-۱۹۷۳ء تک صرف ۹ فیصد قابلِ کاشت اراضی پر آبپاشی کی جاتی تھی۔ یہ بھی ایک المناک حقیقت ہے کہ ۲۶ میں سے ۲۲ اضلاع دو یا تین سالوں میں کم از کم ایک بار سوکھے کا شکار ہوتے ہیں اس لئے سال بھر دائمی آبپاشی اور دیہی روزگار کے مواقع نہایت ہی کم ہیں۔ غیرموسمی دنوں میں خاص طور سے تقریباً ۶ ملین زراعتی مزدوروں کے لئے روزگار ایک سنگین مسئلہ بن جاتا ہے۔ پنجسالہ منصوبوں میں متواتر دیہی روزگار کی جانب توجہ دی جاتی ہے لیکن اس کے باوجود بڑھتی ہوئی آبادی کے باعث بے روزگاری میں مزید اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

[illegible] آبپاشی اور زیر استعمال آبپاشی کے درمیان ایک بڑا فرق ہونے کی وجہ سے زراعتی پیداوار میں کافی کمی واقع ہوئی ہے جبکہ اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ریاستی معیشت میں زراعتی پیداوار کا اب نمایاں حصہ ہے۔

۱۹۷۴ء میں ریاستی حکومت نے معیشت کے سلسلہ میں ۱۵ نکاتی پروگرام کا آغاز کیا تھا۔ جس میں خاص طور سے اس بات کی کوشش کی گئی تھی کہ روزگار کے معاملے میں دیہی مزدوروں کو درپیش مشکلات حل کی جاسکیں اور [illegible] تیزی پیدا کی جاسکے۔ [illegible] پروگرام میں سب سے زیادہ اہم منصوبہ ضمانت روزگار اسکیم تھا۔ اس اسکیم کے تحت [illegible] لوگوں کو جو دیہی علاقوں میں اجرت کے عوض محنت کا کام کرنے پر راضی ہو روزگار کی ضمانت دی گئی ہے [illegible] ۶۵-۱۹۶۴ء میں [illegible] تجربات [illegible] منصوبے کے تحت لانے کیلئے کئے گئے تھے۔ جولائی ۱۹۶۹ء میں ان [illegible] منصوبہ بند [illegible] پروگرام پر عمل [illegible] اسکیم کا نفاذ عمل میں آیا۔ نیز اس سلسلے میں مرکزی و ریاستی حکومتوں کی تجاویز [illegible] روزگار [illegible]

فیصلہ جا ہوتے ہیں۔

مذکورہ اسکیم کے نفاذ کے ابتدائی دو سالوں میں (یعنی ۷۴-۱۹۷۲ء) اس اسکیم کے اثرات بہت ہی معمولی تھے کیونکہ ان دو سالوں کے دوران [illegible] کئی علاقے سوکھے سے متاثر ہو گئے تھے جس کی وجہ سے راحت کے کاموں کے لئے دیہی باشندوں کا تعاون حاصل کرنا ضروری تھا۔ اسی لئے جہاں جہاں بھی راحت کے کام کئے جارہے تھے، مذکورہ اسکیم پر عمل روک دینا ضروری ہوگیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مذکورہ دو سالوں کے دوران اس اسکیم پر سالانہ صرف ۲ کروڑ روپیہ خرچ ہوئے۔

۷۵-۱۹۷۴ء میں جو کہ مذکورہ اسکیم پر مؤثر عمل کا پہلا سال ہے متعدد مسائل پیدا ہوئے۔ ۲۰ ستمبر ۱۹۷۴ء کو حکومت نے ایک حکمنامہ جاری کیا جس کے تحت اسکیم پر سنجیدگی سے عمل آوری ضروری قرار دی گئی۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۷۴ء کو ریاستی مجلس قانون ساز کے دونوں ایوانوں کے روبرو تفصیلات پیش کی گئیں جو کہ متفقہ طور پر دونوں ایوانوں نے منظور کیں اور مجلس قانون ساز کی سفارشات کی روشنی میں اسکیم کے نفاذ پر مزید غور و خوض کیا گیا۔

۲۶ جنوری ۱۹۷۹ء سے جو کہ مہاراشٹر روزگار ضمانت ایکٹ بابت ۱۹۷۷ء کے نفاذ کی تاریخ ہے، مذکورہ اسکیم کو قانونی اعانت حاصل ہوئی۔

مذکورہ ایکٹ کے تحت جو ایک خاص فائدہ حاصل ہوا وہ ہے بیروزگاری بھتہ۔ یہ بھتہ دیہی علاقوں میں اس اسکیم کے تحت درج شدہ ہر ایسے بالغ شخص کو دیا جاتا ہے جو کام کا طلبگار ہو اور جسے پندرہ دنوں کے اندر کام مہیا نہ کیا جاسکا ہو۔ اضلاع میں کام کے متلاشی افراد کو زیادہ سے زیادہ روزگار مہیا کرنے کی غرض سے پہلے ہی سے کاموں کا تفصیلی خاکہ تیار کیا جاتا ہے۔ جہاں ضرورت ہو وہاں سروے کئے جاتے ہیں اور ضمانت روزگار اسکیم کے تحت پروجیکٹ کی ابتدائی تیاریاں کی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ کاموں کے خاکہ کی روشنی میں سالانہ عملی منصوبہ بھی تیار کیا جاتا ہے تاکہ مزدوروں کو صحیح جگہ استعمال کر کے پیداواری کاموں کی جلد از جلد تکمیل ہو سکے۔ سروے اور پروگرام پر عمل آوری کے لئے جہاں ضروری ہوا، ادارے بھی قائم کئے گئے ہیں۔

اسی اسکیم کے تحت راحت کے کاموں کے لئے بھی روزگار مہیا کئے گئے۔ قحط زدہ علاقوں میں چونکہ کاموں کی تفصیلات پہلے ہی طے تھیں نیز سروے اور عمل آوری کے لئے ضروری اداروں کا بھی تعاون حاصل تھا اس لئے ضمانت روزگار اسکیم کے تحت مذکورہ علاقوں میں روزگار کا مسئلہ بآسانی حل کیا جاسکا۔ ضمانت روزگار اسکیم کے آغاز

فروری ۱۹۷۹ء تک اس اسکیم کے تحت ہونے والے اخراجات اور مہیا کئے گئے روزگار کی تفصیلات ذیل میں درج ہیں۔

نمبر شمار	سال	بجٹ (کروڑ روپے میں)	اخراجات (کروڑ روپے میں)	مزدور (لاکھ میں) زیادہ سے زیادہ	کم از کم	اوسطاً	ایام کار کے حساب سے فراہم کردہ روزگار
۱	۱۹۷۳-۷۲ء	۲٫۳۶	۱٫۸۸	—	—	—	۰٫۴۵
۲	۱۹۷۴-۷۳ء	۴٫۴۲	۱٫۸۹	—	—	—	۰٫۵۱
۳	۱۹۷۵-۷۴ء	۱۵٫۰۰	۱۳٫۷۲	—	—	—	۴٫۸۱
۴	۱۹۷۶-۷۵ء	۵۰٫۰۰	۳۴٫۴۸	۵٫۳۳	۱٫۹۰	۳٫۳۱	۱۰٫۹۵
۵	۱۹۷۷-۷۶ء	۵۰٫۰۰	۴۹٫۸۸	۷٫۱۶	۲٫۹۴	۴٫۶۱	۱۳٫۳۲
۶	۱۹۷۸-۷۷ء	۵۲٫۵۰	۴۹٫۲۰	۶٫۲۰	۲٫۳۲	۳٫۹۱	۱۱٫۷۳
۷	۱۹۷۹-۷۸ء	۶۵٫۰۰	۶۸٫۶۷	۶٫۹۴	۳٫۵۵	۵٫۴۵	۱۶٫۳۵
۸	۱۹۸۰-۷۹ء	۸۱٫۵۰	۷۱٫۲۸	۶٫[illegible]	۴٫۴۳	۶٫۲۰	۱۸٫۱۵

(فروری ۱۹۸۰ء تک)

اس طرح یہ واضح ہو جاتا ہے کہ فروری ۱۹۸۰ء تک اس اسکیم کے تحت ۲۶۱٫۲۹ کروڑ روپیہ خرچ کیا گیا اور ۷۶٫۲۷ کروڑ روزگار ایام کار پر مشتمل مہیا کئے گئے۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ کل ملازمین میں عورتوں کی تعداد ۵۰ فیصد تھی۔ اسی طرح ۵۰ فیصد سے زیادہ پسماندہ طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد مزدوروں میں شامل تھے۔ کل اخراجات ... فیصد رقم غیر ہنرمندانہ کاموں کی اجرت کے طور پر صرف کی گئی۔

مذکورہ اسکیم میں بہت ہی اہم تعمیری کاموں مثلاً نہر کی کھدائی، چھوٹے پیمانے کی آبپاشی، زراعتی زمین اور ترقیاتِ اراضی کے کام وغیرہ کو پہلے اہمیت دی جاتی ہے۔

مندرجہ ذیل خاکہ میں مذکورہ اسکیم کے آغاز سے ستمبر ۱۹۷۹ء تک مختلف کاموں پر ہونے والے اخراجات کی تفصیل پیش کی گئی ہے:

کام	اخراجات (کروڑ روپیہ میں)	فیصد
آبپاشی	۱۳۳٫۴۶	۵۱٫۸۶
زراعتی زمین و ترقیاتِ اراضی	۶۹٫۶۰	۲۷٫۱۶
جنگلاتی کام	۷٫۸۹	۳٫۰۶
سڑکیں	۳۷٫۵۹	۱۴٫۶۳
دیگر کام	۸٫۴۸	۳٫۲۹
کُل میزان:	۲۵۷٫۳۲	۱۰۰٫۰۰

کسان بیسہ فنڈ بینک سے قرض لے رہے ہیں۔ ایسی بینکیں کسانوں ہی کی قائم کردہ ہیں جو انھیں بچت کی ترغیب دیتی ہیں۔

ضمانت روزگار اسکیم کے تحت ماہانہ وسالانہ مزدور حاضری

ماہ	۱۹۷۵-۷۶	۱۹۷۶-۷۷	۱۹۷۷-۷۸	۱۹۷۸-۷۹	۱۹۷۹-۸۰
اپریل	—	۵,۹۴,۹۷۶	۵,۴۶,۱۲۱	۴,۵۳,۵۶۴	۸,۸۴,۴۰۲
مئی	—	۷,۱۵,۵۷۰	۶,۱۹,۵۲۴	۵۰۲,۰۳۵	۷,۸۳,۶۷۷
جون	—	۵,۸۱,۶۰۸	۵,۶۶,۵۱۰	۴,۲۱,۷۰۷	۷,۷۸,۹۴۲
جولائی	۳,۵۶,۷۴۲	۳,۴۹,۱۹۱	۳,۹۰,۵۵۳	۳,۵۴,۸۶۴	۶,۸۳,۸۶۴
اگست	۲,۷۵,۶۴۶	۳۰۳,۷۷۱	۲,۶۷,۹۱۴	۴,۲۳,۹۵۱	۵,۲۵,۶۵۴
ستمبر	۳,۴۸,۲۹۸	۲,۹۴,۴۹۸	۳,۵۴,۴۸۶	۴,۶۸,۵۸۳	۴,۹۹,۰۴۱
اکتوبر	۲,۷۰,۶۴۵	۲,۶۳,۸۲۲	۳,۴۶,۷۷۹	۳,۹۶,۷۶۶	۴,۴۴,۴۲۰
نومبر	۱,۸۹,۹۶۶	۳,۲۱,۸۷۹	۳,۱۱,۵۹۹	۴,۳۸,۶۰۶	۴,۴۲,۵۷۵
دسمبر	۲,۴۴,۴۸۸	۴,۳۸,۷۱۵	۲,۳۱,۹۷۲	۵,۹۹,۹۰۲	۶,۴۰,۹۷۳
جنوری	۳,۶۳,۵۰۶	۴,۹۰,۱۷۱	۲,۳۱,۵۷۹	۷,۶۸,۴۶۱	۷,۴۳,۶۳۱
فروری	۴,۹۳,۰۹۵	۵,۱۶,۸۲۹	۲,۸۷,۴۳۶	۸۰۹,۵۰۰	۸,۳۱,۸۷۳
مارچ	۵,۳۳,۳۴۸	۵,۹۸,۷۹۶	۴,۳۵,۸۲۱	۸,۹۳,۹۶۹	—
اوسط	۳,۳۰,۶۳۷	۴,۵۵,۸۱۹	۳,۹۰,۸۵۸	۵,۴۵,۱۵۹	۶,۵۹,۹۳۲

اُجرت کے سلسلہ میں ریاستی حکومت نے اس اسکیم کے لئے حکومت ہند کی تجویز کردہ کام کی اُجرت اناج اسکیم منظور کرلی ہے۔ اس کے تحت غیر پیشہ ورانہ کام کرنے والے ملازمین کو کچھ نقد اور کچھ جنس کی صورت میں اُجرت دی جاتی ہے۔ جنس کی صورت میں دی جانے والی اُجرت ہفتہ وارانہ اُجرت کا ۱/۲ ہوتی ہے۔ ضمانتِ روزگار اسکیم کے تحت ۱۹۷۸-۷۹ء کے دوران ۱۰۰۱۴۱۶ ملین ٹن اَناج بطور اُجرت تقسیم کیا گیا۔ ۱۹۷۹-۸۰ء کے دوران فروری ۱۹۸۰ء تک ۱٫۵۵ لاکھ ٹن اناج تقسیم کیا گیا۔

مذکورہ اسکیم میں ستمبر ۱۹۷۹ء تک مختلف قسم کے ۳۱۰۰۰ کام شامل ہیں۔ اس میں بڑے اور درمیانی آبپاشی کے نہروں کی تعمیر کے ۱۴۰۰ مراکز، ۵۶۰۰ چھوٹی آبپاشی تالاب، ۱۷۵۰ پرکولیشن ٹینک، ۷۵۰ دیگر چھوٹے آبپاشی کے کام، ۲۰۴۰۰ زراعتی زمینوں کے کام بشمول نالہ بندی، ۳,۵۳۰ ترقیات اراضی کے کام، ۸۰۰ جنگلاتی کام، ۱۶۵۰ سڑکوں کی تعمیر اور ۱۶۰ دیگر کام شامل ہیں۔

جہاں تک مالی ذرائع کا تعلق ہے، کوشش اس بات کی جاتی ہے کہ زیادہ تر ان ذرائع کو کام میں لایا جائے جو ضمانتِ روزگار اسکیم کے تحت ضمنی یا رضاکارانہ طور پر پیدا کئے گئے ہیں۔ اس کے لئے منصوبہ میں شامل فنڈ یا قومیائے اور امدادِ باہمی بنکوں سے مالی اعانت حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اگر ضمانتِ روزگار اسکیم پر اسی طرح کامیابی سے عمل ہوتا رہا تو آئندہ دو سالوں میں بڑے اور درمیانی آبپاشی پروجیکٹوں کے تحت ۱۰۰۰ نہروں کی تعمیر، ۵۰۰ چھوٹی آبپاشی تالاب، ۱۵۰۰ پرکولیشن ٹینک، ۱۵۰۰۰ تحفظِ زمین اور ترقیات اراضی کے کام، نالہ بندی کے ۵۰۰۰ کام، جنگلات سے متعلق ۵۰۰ کام اور ۳۰۰۰ سڑکوں کی تعمیر کے کام مذکورہ اسکیم کے تحت انجام دیے جا سکیں گے۔

یکم مئی ۱۹۶۰ء کی چند جھلکیاں

★ ریاض احمد خاں

آج سے ۲۰ سال پہلے ہندوستان کے سابق وزیراعظم آنجہانی پنڈت جواہر لال نہرو نے یکم مئی ۱۹۶۰ء کے دن بمبئی کے راج بھون میں ریاست مہاراشٹر کی تشکیل کی۔ اس تقریب کو پُر رونق بنانے کے لئے مہاراشٹر کا نیون سائن سے بنایا ہوا نقشہ تیار کیا گیا تھا جو مخمل کے ایک خوبصورت پردے سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس نقشے کے نیچے ہی ایک برقی بٹن تھا۔ پنڈت نہرو نے راج بھون میں جمع شدہ اربابِ اقتدار، سیاسی رہنما، معزز عمائدین شہر کے اس جم غفیر میں جوکہ خوشیوں سے سرشار ہورہا تھا اور ریاست مہاراشٹر کی تشکیل کے لئے بےچین تھا، کے سامنے برقی بٹن دبایا۔ اور پلک جھپکتے ہی نیون سائن کا مہاراشٹر کا نقشہ منوّر ہوگیا۔ ہر طرف سے مُبارک وسلامت کی خوش آئند آوازوں سے راج بھون گونج اُٹھا، اور اس طرح بخیر و خوبی ریاست مہاراشٹر کی تشکیل عمل میں آئی اور مہاراشٹر میں بسنے والوں کا دیرینہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوا۔

ریاست مہاراشٹر کا قائم ہونا ہی یہاں کے بسنے والے ہر شخص کی دلی خواہش تھی، ہر شخص سے مُراد ہے ہر وہ شخص جو اس ریاست کے شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب، میں کہیں بھی رہتا ہو۔ چاہے کِسی بھی ذات، مِلّت یا طبقہ سے تعلق رکھتا ہو، نصبُ العین ہر شخص کا یہی تھا جو یکم مئی ۶۰ء کو حاصل ہوا۔

ریاست مہاراشٹر کے قیام کا پہلا دن ہر لحاظ سے ایک یادگار دن ثابت ہوا۔ اس دن سورج کی کرنیں آسمان کو منور بھی نہ کرنے پائی تھیں کہ منترالیہ سے ملحق پارک میں ہر دھرم اور ہر مذہب کے ماننے والوں کا ایک یادگار اجتماع ہوا جس میں ہر مذہب کے پیشواؤں نے مہاراشٹر کی ترقی اور مہاراشٹر میں رہنے والے ہر شخص کی خوشحالی کے لئے دعائیں مانگیں۔ اس طرح ریاست مہاراشٹر کی تشکیل کا پہلا دَور شروع ہوا۔ اسی دن شام میں شیواجی پارک کا منظر قابل دید تھا۔ اس قدر آتش بازی بمبئی میں شاید ہی کبھی ہوئی ہو جتنی کہ اس روز ہوئی تھی۔ آتشبازی کے لئے شہر کے نامور آتشبازوں کی خدمات حاصل کی گئی تھیں جنھوں نے بڑے انہماک اور محبت سے آتشبازی کے بہترین مظاہرے پیش کئے اور پورے شیواجی پارک کو بقعۂ نور بنا دیا۔ پھر یہ بھی نہیں کہ دس ۱۵ منٹ میں یہ آتش بازی ختم ہوگئی ہو، ایسا نہیں ہوا بلکہ آتشبازی کے یہ بے مثال نمونے رات ۱۰ بجے تک لوگوں کے دلوں میں اپنی چمک دمک سے جوش و خروش پیدا کرتے رہے۔

دوسری طرف شام ہی سے نہرو پارک، جمہوری میدان، گورنر گارڈن اور بمبئی میں پھیلے ہوئے مختلف پارکوں میں کہیں تماشے منعقد ہوئے کہیں گیت گائے گئے، کہیں ناٹک ہوئے اور کہیں محفلِ رقص و سُرور منعقد ہوئی، غرضیکہ ہر طرف خوشیوں کی لہریں جاری تھیں اور ان لہروں میں ہر شخص اپنے آپ کو مُستغرق پاتا تھا۔ ان خوشیوں میں اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ سمونے کی کوشش کرتا تھا کیونکہ یہ ایک تاریخی دن تھا۔ ریاست مہاراشٹر کی تشکیل ہوئی تھی اور یہ دن دوبارہ لوٹ کر آنے والا نہ تھا۔ ہاں اس دن کی یادیں ہر شخص کے دل میں قائم رہیں گی اور وہ آنکھیں جنھوں نے اس رُوح پرور منظر کو دیکھا ہے ہمیشہ اس کی تازگی اپنے تصور میں محسوس کرتی رہیں گی۔

سرکاری اور غیر سرکاری عمارتوں کو برقی قمقموں سے روشن کیا گیا تھا۔ ہر عمارت چمکتے ہوئے ہیرے کی طرح معلوم ہوتی تھی، منترالیہ کونسل ہال، میونسپل کارپوریشن بلڈنگ، ہائی کورٹ، سر کاؤس جی جہانگیر ہال اور میجسٹک گیسٹ ہاؤس کی شان ہی نرالی تھی۔ ان عمارتوں کی جگمگاہٹ دیکھنے کے لئے نہ صرف بمبئی بلکہ اطراف کے علاقوں سے بھی ہزاروں لوگ آئے تھے۔

اس تقریب کو پوری طرح منانے کے لئے حکومت نے پانچ دن وقف کئے تھے۔ اس وقت کے وزیر اعلیٰ شری یشونت راؤ چوان نے پہلے دن چوپاٹی پر نصب لوکمانیہ تلک اور ولبھ بھائی پٹیل کے مجسموں کی گل پوشی کی۔

مہاراشٹر میں کشتی لڑنا ایک تاریخی کھیل ہے اس موقع پر بھی کے ولبھ بھائی پٹیل اسٹیڈیم میں کشتیوں کے مقابلے ہوئے جنھیں دیکھنے کے لئے وزیر اعلیٰ کے علاوہ بھی کئی معزز لوگ آئے اور محظوظ ہوئے۔

بھلا اس متبرک موقع پر چھترپتی شیواجی مہاراج کی یاد کیونکر تازہ نہ کی جاتی۔ شیونیری، جہاں شیواجی مہاراج کا جنم ہوا تھا وہاں قومی پرچم لہرایا گیا۔ اس موقع پر وزیر اعلیٰ شری یشونت راؤ چوان کی خدمت میں، جنیر کی شری شیوچھترپتی سمارک سمیتی کے چیئرمین شری بالا صاحب ڈیسائی نے ایک یادگار تمغہ پیش کیا۔

مہاراشٹر کے لوگوں کی خوشیوں کو دوبالا کرنے کے لئے آج کی وزیر اعظم ہند شریمتی اندرا گاندھی کو خاص طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ آپ اس تقریب میں شریک ہوئیں اور سب کے ساتھ آپ نے بھی اپنی دلی مسرت کا اظہار کیا۔

روشنی کا نمودار ہونا علامت ہے تیرگی دور ہونے کی، چونکہ ریاست مہاراشٹر کی تشکیل ہو چکی تھی اس لئے نہ صرف بمبئی شہر بلکہ ریاست کا ہر چھوٹا بڑا شہر، گاؤں دیہات اور قصبہ روشنی میں ڈوبا ہوا تھا، ایک طرف شہری اپنے طرز کی خوشیاں منانے میں منہمک تھے تو دوسری طرف دیہات میں بسنے والے تماشے، ناٹک، لاونی، پواڑے کی محفلیں منعقد کر کے اپنے آپ کو خوشیوں کے سپرد کر رہے تھے کیونکہ اب لوگوں کے دلوں میں یقین پیدا ہو چکا تھا کہ مہاراشٹر دیش جنم لے چکا ہے جس کی خواہش رشیوں اور منیوں نے اپنے گیتوں میں کی تھی۔ وہ دیش جنم لے چکا ہے جس کی عظمت کے گیت یہاں کے بسنے والے بچے اور بڑے ہر ایک کی زبان پر صدیوں سے رواں تھے۔ اس لئے خوشیوں اور جگمگاہٹ

پیش کرنے کا موقع مہاراشٹر ریاست کی تشکیل کے ذریعہ حاصل ہوا۔

صدیوں پرانی مہاراشٹر کی ملی جلی تہذیب کے نقوش ریاست مہاراشٹر کے قیام کے بعد سے اور نمایاں ہوتے جارہے ہیں اور مہاراشٹر ہندوستان کی مثالی ریاستوں میں سرفہرست ہونے کا شرف حاصل کرتا جارہا ہے۔

یہاں کی تہذیب و تمدن، یہاں کی زراعتی ترقی، یہاں کی صنعتی ترقی، یہاں کی فنی اور ثقافتی ترقی آپسی اتحاد و اتفاق کا نتیجہ ہے جس سے یہاں کے بسنے والے سبھی لوگوں کو اتفاق ہے۔

قیامِ مہاراشٹر کے وقت حکومت نے کچھ رہنما اصول ترتیب دیئے تھے جن میں سب سے پہلا اصول یہ تھا کہ مہاراشٹر میں بسنے والے اپنے آپ کو صرف ایک قوم کا فرد تصور کریں۔

مہاراشٹر میں جانبداری سے ہرگز کام نہیں لیا جائے گا بلکہ ہر شعبہ میں ذاتی قابلیت کو ترجیح دی جائے گی۔ حکومت ہر قیمت پر صاف ستھرا انتظام قائم کرے گی جس میں ہر شخص کا تحفظ حکومت کی ذمہ داری ہوگا۔

سے سرشار اور منور ہونے کا اس سے اچھا اور اس سے زیادہ مناسب موقع کوئی اور نہیں تھا۔

ہندوستان کی طرح مہاراشٹر بھی ایک رنگا رنگ اور مشترکہ تہذیب کا گہوارہ ہے۔ یہاں ہر مذہب کے ماننے والے بستے ہیں۔ جن میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی قائم ہے۔ یہ ہم آہنگی آج سے نہیں بلکہ اس وقت سے قائم ہے جب سے عرب تاجروں کے چھوٹے چھوٹے جہاز یہاں کے مغربی ساحلوں پر لنگر انداز ہوتے اور ایک دوسرے سے نہ صرف کاروباری رشتہ قائم کرتے بلکہ ایک دوسرے کی تہذیب کو سمجھنے کی کوشش کرتے، ایک دوسرے کے مذہب کو احترام اور عقیدت کی نظروں سے دیکھتے۔ یہ رشتے آہستہ آہستہ بڑھتے چلے گئے اور کئی بدیسی لوگوں نے ہندوستان کے مغربی ساحل پر ہی مستقل سکونت اختیار کرلی۔ ان مستقل سکونت اختیار کرنیوالوں میں پرتگالی بھی تھے، انگریز بھی تھے، ڈچ بھی تھے اور عرب تجار بھی تھے۔

صدیوں سے چلی آنے والی یہ ہم آہنگی آہستہ آہستہ پورے مہاراشٹر کے رگ و ریشہ میں سما گئی اور اس ہم آہنگی کا یہ نتیجہ نکلا کہ مہاراشٹر کی ملی جلی تہذیب کو ایک نئے انداز سے دنیا کے سامنے

آج بھی مہاراشٹر میں انھیں رہنما اُصولوں پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔ جس کی وجہ سے یہاں فرقہ وارانہ ہم آہنگی ہے۔ ہر خوشی اور تہوار کے موقع پر صدیوں پُرانی تہذیب کی جھلک نظر آجاتی ہے جس سے ریاست مہاراشٹر ایک مہان ریاست بن کر اُٹھتی ہے۔

قیام مہاراشٹر کے بعد ہی سے مہاراشٹر کا سفر شروع ہوتا ہے۔ آج سے ۲۰ سال پہلے جو مہاراشٹر کا نقشہ تھا، آج بھی اس کی حدبندی وہی ہے مگر زرعی، تعلیمی و ثقافتی اُمور میں آج کا مہاراشٹر ۲۰ سال پیشتر کے مہاراشٹر سے کئی قدم آگے ہے۔ آگے ہی بڑھ رہا ہے اور اسی تیز رفتاری سے بڑھتا جائے گا۔

**
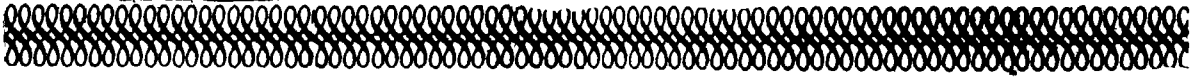
شری آر. ایس گوائی چیرمین اسٹیٹ لیجلیٹو کونسل نے ۱۴ر اپریل کو ۸۹ ویں امبیڈکر جینتی کے موقع پر بمبئی کے کونسل ہال میں ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر کی تصویر کو ہار پہنایا۔

ودربھ میں سیلاب سے پریشان حال لوگوں کی امداد

عوام کے معاملات، یقین دہانی، عوامی فلاح و بہبود کے لئے حکومت کی نگرانی ہی ایسے وقت پر پورے پورے طور سے نگاہ میں آتی ہے۔ ودربھ کا سیلاب، حکومت مہاراشٹر کے نقطۂ نظر سے' آزمائش و امتحان کا وقت تھا۔ مگر ودربھ کے سیلاب زدہ لوگوں کی بازآبادکاری پر حکومت نے بڑی ہمہ تندھی کے ساتھ توجہ دی۔ ان کی بازآبادکاری کے لئے حکومت نے جس بلند پیمانے پر جدوجہد کی اس نے سیلاب زدہ لوگوں کے دلوں میں گھر کرلیا۔ یہ جذبات بہت ہی انمول ہیں۔

اگست ۱۹۷۹ء میں ریاست کے ناگپور ڈویژن میں اکولہ، امراؤتی، وردھا، بلڈانہ، چندرپور، بھنڈارہ، ایوت محل اور ناگپور اضلاع میں بہت زبردست سیلاب آئے۔ جن کی وجہ سے ان آٹھوں اضلاع میں بہت بڑے پیمانے پر جانی و مالی نقصانات ہوئے۔ ان سیلابوں میں ۴۴ افراد ہلاک ہوئے اور تقریباً ۸۰۰۰۷ تباہ و برباد ہوئے اور بہت سے گھر ٹوٹ پھوٹ گئے۔ جس کی وجہ سے تقریباً ۲۰٫۸۵ کروڑ روپے کا نقصان ہوا۔ اس کے علاوہ جملہ ۸٫۷۷ لاکھ روپے قیمتوں والے ۳۱ ہزار جانور مر گئے تقریباً ۳۰۰۰ گاؤں میں ۶۶۰۰۰ کاشتکاروں کی تقریباً ۳ ۹۲ ہزار ۵۰۰ ہیکٹر زمین پر پھیلی ہوئی ۴۴ کروڑ روپے فصل تباہی کی نذر ہوئی۔ اسی طرح تقریباً ۱۳ سو ہیکٹر زمین فصل کی بوائی کے ناقابل اور بنجر ہوگئی جس کی وجہ سے تقریباً ۳۳ لاکھ روپیوں کا نقصان ہوا۔ اسی طرح سرکاری اور ضلع پریشدوں کی ملکیتوں کا تقریباً ۵۰٫۲۰ لاکھ روپے کا نقصان ہوا۔

مگر حکومت نے نہایت بروقت سیلاب زدہ لوگوں کی طرف امداد کا ہاتھ بڑھایا۔ وزیر اعلیٰ، حزب مخالف اور کابینہ کے دیگر ارکان نے پورے سیلابی حلقوں کا معائنہ کیا اور بازآبادکاری کے کاموں کو خود اپنے طور پر انجام دیا۔ آفات خواہ کتنی ہی بڑی ہو، حکومت مہاراشٹر آپ کو سہارا دینے کے لئے ہمیشہ تیار رہے۔ اس دورے سے سیلاب زدہ لوگوں کے دلوں میں ناقابل بیان بھروسہ جاگ اٹھا۔

حکومت نے سیلاب زدہ لوگوں کی بازآبادکاری کے سلسلے میں وقتاً فوقتاً جو فیصلے کئے وہ مختصراً ذیل میں درج ہیں:

مالی امداد: فیصلہ کیا گیا کہ سیلاب زدہ لوگوں کو ہر طرح کی فوری امداد کے ضمن میں' ان کے خاندان کے ہر فرد کو 'ہر روز' ایک روپیہ پچاس پیسے کی شرح سے زیادہ سے زیادہ پندرہ دنوں تک مالی امداد بہم پہنچائی جائے، اور جو کپڑے ہوں یا سیلاب کی نذر ہو گئے ہوں یا تلف شدہ گھریلو استعمال کے سامان اور دیگر ضروری اشیاء کے لئے ہر فرد کو ۲۷٫۵۰ روپے دیئے سیلاب زدہ لوگوں کو پرائیویٹ طور سے ملنے والی امداد کو پیش نظر رکھتے امداد کے سلسلہ میں مندرجہ بالا فیصلہ کیا گیا۔

گھروں کی تعمیر کے لئے مدد: جہاں ہر وقت سیلاب آتا۔ اس وجہ سے وہاں کی آبادی کو دوسری جگہ منتقل کرنا ضروری قرار پا ایسے "بلوزون" میں رہنے والے گھر کے مالکان کو ۱۵۰۰ روپے تک امداد اور ۴۰۰۰ روپے تک بطور قرض دیئے جانے کے احکامات جانب سے صادر کئے گئے۔

جو لوگ میونسپلٹی کی جگہوں پر یا سرکاری جگہوں پر غیر قانونی اور قابض ہیں انھیں بھی مندرجہ بالا امداد کا مستحق قرار دیا گیا۔ کرایہ داروں کو بھی ۴۰۰ روپے تک قرض دینا تجویز کیا گیا۔

'ریڈ زون' میں یعنی بلوزون کے علاقوں کے علاوہ' گھر یا

روپے تک مالی امداد اور گھروں کی مرمّت کے لئے یا گھروں کی دوبارہ تعمیر کے لئے ۴۰۰۰ روپے تک قرض دینے کا انتظام کیا گیا ہے۔ جو گھر مالکان گھر کی مرمّت کے لئے یا اُسے دوبارہ تعمیر کرنے کے لئے تیار نہ ہوں یا جن کی نئی حیثیت نہ ہو، ایسے 'ریڈ زون' کے کرایہ داروں کو ۷۵۰ روپے تک کی مالی امداد اور گھروں کی مرمّت یا دوبارہ تعمیر کرنے والوں کو ۴۰۰۰ روپے کا قرض دینا تجویز کیا گیا ہے۔

سیلاب زدہ لوگوں کے لئے کام : سیلاب زدہ لوگوں کے لئے ضمانتِ روزگار اسکیم کے تحت درج ذیل قسم کے کاموں کا انتظام کرنے کی اجازت دی گئی۔

(الف) گرے ہوئے گھروں کے ملبہ کو اُٹھانے کا کام اسی طرح سیلاب سے متاثر گھروں کی مرمّت یا اُن کی دوبارہ تعمیر کا کام، ان کاموں کو غیر ہنر مند کاموں کے طور پر ہاتھ میں لیا گیا۔

ب) سیلاب سے خراب شدہ جڑے ہوئے راستوں کی مرمّت کا کام۔

ج) پینے کے پانی والے کنوؤں میں سے کائی اور کیچڑ نکالنے کا کام۔

ان کاموں کے عوض ہر روز ۷۰ء۲ روپے اور ایک کیلو گیہوں کے حساب سے دیا جانا طے ہوا۔

کھیتی کے لئے امداد

بیج اور کھاد : چار ہیکٹر سے کم زمین والے کاشتکاروں کو بیج مفت دیا جائے گا اور ۴ یا اس سے زیادہ ہیکٹر زمین والے کاشتکاروں کو بیج اور کھاد قرض کی صورت میں دیئے جائیں گے۔

یہ امداد دوبارہ بوائی کے لئے یا فصل ربیع کی بوائی کے لئے تجویز کی گئی۔

کھیت کے اوزار کی خرید کے لئے امداد : جن کاشتکاروں کے اوزار سیلاب میں بہہ گئے ہوں ایسے سب لوگوں کو اوزار کی دوبارہ خرید کے لئے مبلغ ۳۰۰ روپے تک کی مالی امداد، وزیر اعلیٰ کے امدادی فنڈ سے دی جائے۔

زمین کو دوبارہ بوائی کے قابل بنانے کی کوشش :

سیلاب سے ناقابل ہو جانے والی زمین کو سوائل کنزرویشن ڈپارٹمنٹ کے ذریعہ بوائی کے قابل بنائے جانے کے احکامات جاری کئے گئے۔ اس سلسلے میں فی ہیکٹر ۲۵۰ روپے تک کا خرچ ضمانتِ روزگار اسکیم کی رقم میں سے کیا جائے۔ اس سے جو بھی زیادہ خرچ ہوگا اُسے ۱۵ سالانہ قسطوں میں متعلقہ زمین مالکان کے ذمّے قابلِ وصول قرض خیال کیا جائے گا۔ یہ کام متعلقہ انسپکٹروں، زراعتی افسروں اور سوائل کنزرویشن ڈیپارٹمنٹ کے ہاتھوں انجام دیا جائے۔

مویشی پالن کے لئے امداد : جن کاشتکاروں کی کھیتی اور دودھ دینے والے جانور سیلاب سے بہہ گئے ہوں ان کو ان کی دوبارہ خرید کے سلسلہ میں درج ذیل امداد منظور کی گئی :

جن لوگوں کے پاس ۴ ہیکٹر تک زمین ہے انھیں نقصان کا ۵۰ فیصد لیکن زیادہ سے زیادہ ۵۰۰ روپے تک مالی امداد دینا۔ سیلاب میں اگر ایک بیل یا بیلوں کی ایک جوڑی ختم ہو گئی ہوگی تو دوبارہ خریدنے کے لئے مالی امداد کے علاوہ اور جتنی رقم درکار ہوتی ہے اتنی رقم بطور قرض دینا۔ لیکن قرض کی یہ رقم زیادہ سے زیادہ دو ہزار روپے تک ہوگی۔

دودھ دینے والے جانوروں کی خرید کے لئے بھی مذکورہ بالا اصولوں کے مطابق مدد منظور کی گئی۔

تعلیم کے لئے امداد : جن طلباء کے کورس کی تمام کتابیں سیلاب میں بہہ گئی ہوں گی، ان تمام طلباء کو وہ تمام کتابیں محکمۂ تعلیم کی طرف سے مفت تقسیم کی جائیں اور اس خرچ کو پورا کرنے کے لئے چیف منسٹر کے فنڈ سے مالی امداد دی جائے۔ یہ امداد متعلقہ افسران کی معرفت دی جائے۔

طالب علموں کو تعلیمی وظیفہ دینا : جن لوگوں کے گھر سیلاب سے بہہ گئے ہوں گے یا خاندان کے لئے ضروری فصل تباہ ہو گئی ہوگی، ایسے پرائمری، سیکنڈری اور ہائر سیکنڈری اسکولوں کے تمام طالب علموں کو موجودہ تعلیمی سال کے اختتام تک چیف منسٹر فنڈ سے ہر ماہ ۲۵ روپے تعلیمی وظیفہ دیا جائے گا۔

غلّہ اناج کے لئے قرض : سیلاب سے جن لوگوں کے غلہ اناج برباد ہو گئے ہوں گے ان سب کو حقیقی نقصان کے حساب سے لیکن زیادہ سے زیادہ تین کوئنٹل گیہوں یا جوار سرکاری گودام سے تقاوی قرض کی شکل میں مہیا کیا جائے گا۔ بعد میں اس کی قیمت کم سے کم ۵ قسطوں میں نقد رقم کے

روپے میں وصول کی جائے۔ حقیقتاً جتنا نقصان ہوا ہو اس کا اندازہ لگایا جائے اور اس کے مطابق بہ قرض فیصل شدہ احکامات کی روشنی میں دیا جائے۔

ضلع سیلابی آفیسر کے ہاتھوں یہ مدد دی جائے گی۔

بجلی کی فراہمی: مہاراشٹر اسٹیٹ الیکٹریسٹی بورڈ کی طرف سے سیلاب کے سبب متأثر ہونے والی بجلی کی فراہمی کو دوبارہ بحال کرنے کا اور سیلاب سے تمام خراب ہو جانے والے بجلی کے میٹروں کی بورڈ کی طرف سے مرمّت مفت کئے جانے کا حکم صادر کیا گیا۔

کاروبار کرنے والوں کو دوبارہ بسانے کے لئے امداد: جن لوگوں کا سیلاب کی وجہ سے نقصان ہوا ہے ان پھٹکر بیوپاریوں کو ۲۰۰ روپے تک کی اور بڑے بیوپاریوں کو ۵۰۰ روپے تک کی مالی امداد دی جائے گی۔ اس طرح سے ان کے لئے ۵۰۰۰ روپے تک قرض دینے کا انتظام کیا گیا۔

دیہی کاریگروں کو اوزاروں کے لئے امداد: گاؤں فردیوں کے جن کاریگروں کے اوزار سیلاب کی نذر ہو گئے ہوں ان کو اوزار کی پھر سے خریداری کے سلسلہ میں وزیر اعلیٰ فنڈ سے ۳۰۰ روپے کی نقد مالی امداد دیئے جانے کے احکامات صادر کئے گئے۔ یہ مدد ضلعوں کے کلکٹروں کے ہاتھوں دی جائے گی۔

مچھیروں کو امداد: سیلاب کی وجہ سے جن مچھیروں کے مچھلی پکڑنے کے جال بہہ گئے انھیں ڈپٹی ڈائرکٹر، فشریز، ناگپور کے ذریعے چیف منسٹر فنڈ میں سے ۲۰۰ روپے تک کی مالی امداد اور وزن میں ۲ کیلو نائیلون کے جال دیئے گئے۔

بنکروں کو امداد: سیلاب کی وجہ سے ہینڈلوم یا دوسرے متعلقہ ساز و سامان کے نقصان سے دوچار ہونے والے سبھی بنکروں کو مہاراشٹر اسٹیٹ ہینڈلوم کارپوریشن ناگپور کی معرفت زیادہ سے زیادہ ۶۰۰ روپے تک کے ہینڈلوم اور دوسرے متعلقہ ساز و سامان مہیا کئے جائیں گے۔ اس میں سے ہر بنکر کو نقصان کا ۵۰ فیصد لیکن زیادہ سے زیادہ ۳۰۰ روپے تک کی مالی امداد چیف منسٹر فنڈ سے دینا طے کیا گیا اور باقی ماندہ رقم کو ہینڈلوم کارپوریشن، ناگپور کی طرف سے دیئے قرض شمار کیا جائے گا۔ یہ امداد مہاراشٹر اسٹیٹ ہینڈلوم کارپوریشن ناگپور کی طرف سے دینا منظور کیا گیا۔

ڈیم بنانے کے لئے جن گاؤں قریوں کی زمینیں استعمال میں آئیں

انھیں دی جانے والی امداد: ۱۹۸۵ء کے آس پاس ڈیم سے متأثر ہونے والے گھر اور گاؤں اگر فی الحال 'بلوزون' میں بھی ہوں تب بھی وہاں کے لوگوں کو کسی طرح ہٹنے نہیں دیا جائے گا۔ انھیں تعمیر مکان کے لئے یا گھروں کی مرمّت کے لئے 'ریڈزون' کے لوگوں کی طرح امداد دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے

منتقل ہونے کیلئے امداد: 'بلوزون' والے لوگوں میں سے جنھوں نے پہلے منتقل ہونے کے لئے امداد لینے کے باوجود منتقل نہیں ہوئے وہ بھی اس موقع پر منتقل ہونے کے لئے امداد کے مستحق سمجھے جائیں گے۔ البتہ ان میں سے جن لوگوں نے ۱۹۶۱ء کے بعد مالی امداد لی ہوگی۔ ان کی مبلغ ۲۵۰ روپے کی امدادی رقم کو منتقل کر دیئے جانے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

مکان تعمیری ایجنسی: پُل گاؤں اور ہینگن گھاٹ کے شہروں میں بلوزون' کے سبب ہونے والے نقصان سے متأثر گھروں کے عوض نئے گھروں کی تعمیر کا کام ہاؤسنگ بورڈ اور رفنا نشنل ڈیولپمنٹ کارپوریشن کو سونپ دیا گیا ہے۔ اسی طرح، کم گاؤں، بوئی بوری، امراؤتی، بدنیرا اور مکمل طور سے منتقل کئے جانیوالے دوسرے دس گاؤں میں سے نئے گھروں کی تعمیر کا کام مہاراشٹر ہاؤسنگ اور ترقیاتی بورڈ کو سونپا گیا ہے۔

سیلاب زدہ لوگوں کی دوسری جگہ بازآبادکاری: ایسے چند گاؤں جن کے گھر 'بلوزون' میں ہیں۔ صرف ان ہی سب کو حکومت کی طرف سے دی جانے والی متبادل جگہ پر منتقل کیا جائے۔ جو لوگ 'بلوزون' سے باہر دوسری جگہ جانے کے لئے تیار ہوں صرف ان ہی لوگوں کو حکومت کے احکامات کے مطابق مالی امداد اور قرض دیئے جائیں۔ جہاں کل کا کل گاؤں منتقل کیا جانے والا ہو وہاں نئے گاؤں میں پینے کے پانی کا انتظام حکومت کرے گی۔ اسکول، دواخانہ، چاوڑی، مندر وغیرہ جیسی سبھی سہولتوں کا انتظام اگر پہلے والے گاؤں میں رہا ہو گا تو ساری سہولتیں اس گاؤں میں بھی مہیا کی جائیں گی۔

جن لوگوں کو پُرانے گاؤں سے نئے گاؤں کی طرف منتقل کرنا ضروری ہے۔ ایسے ہر شخص کو اس کے پُرانے گاؤں کے پلاٹ کے رقبہ کے حساب سے ہی نئے گاؤں میں نیا پلاٹ دیا جائے گا۔ اس لئے نئے گاؤں میں پلاٹ کے رقبہ کو اسی حساب سے بنایا گیا۔ لیکن پُرانے گاؤں میں چھوٹے پلاٹ کے مالکان کو بھی اتنا ہی پلاٹ نئے گاؤں میں دیا جائے گا جو مقرر کیا جا چکا ہے۔ مقررہ پلاٹ کا رقبہ حسبِ ذیل حساب سے تجویز کیا گیا:

غیر کاشتکار:

جن کے خاندان میں خواہ کتنے ہی افراد کیوں نہ ہوں، ان کے لئے ۱۵۰۰ مربع فیٹ۔

کاشتکار: ۳۰۰۰ سے ۶۰۰۰ مربع فیٹ تک، یہ تعداد اُن کے افراد کی گنتی کے حساب سے مقرر کی جائے گی۔ نئے گاؤں میں پلاٹوں کی تقسیم قرعہ اندازی کے ذریعے ہو گی۔

بعض ہی گاؤں ایسے ہوں گے جن کے زیادہ سے زیادہ ۷۵ فیصد گھر "ریلو زون" میں آتے ہوں گے صرف ایسے ہی گاؤں کے تمام لوگوں کو دوسری محفوظ جگہ منتقل کیا جائے گا۔

اب تک دی گئی امداد: ناگپور ڈویژن کے سیلاب سے متاثرہ لوگوں کو دوبارہ بسانے کے لئے حکومت کی طرف سے ۳۱ اکتوبر ۱۹۷۹ء تک مالی امداد اور قرض کی شکل میں ۶۸ء۱ کروڑ روپیہ دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ تقریباً ۷۰ء۳ لاکھ روپیہ چیف منسٹر فنڈ میں سے کاریگروں اور کاشتکاروں کو امداد کے طور پر دیا گیا ہے۔ گھروں کی مرمت اور گھروں کی دوبارہ تعمیر

کے لئے ۴۲,۸۰۰ اشخاص کو ۶۳ء۴۰ لاکھ روپے بطور امداد اور ۴۴۲۱ اشخاص کو ۲۶ء۴ لاکھ روپے بطور قرض دیا گیا ہے۔ نادرست کھیتی کی زمین کو کھیتی کے قابل بنانے کے لئے ۴۵۰۰ کاشتکاروں کو ۵۵ء۵ لاکھ روپے کی مالی امداد دی گئی۔ اسی طرح بیج اور کھاد کی خرید کے لئے ۲۹۸۰۰ کاشتکاروں کو ۴۴ء۴۳ لاکھ روپے بطور امداد کے اور ۷۰ء۳۲ لاکھ روپے بطور قرض کے ۱۸,۲۰۰ اشخاص کو دیئے گئے ہیں۔

ترجمہ: عبداللہ عبدالخالق

"یوتھ فورم" کا مستقل فیچر ماہرین کی رہنمائی، مشہور اشخاص اور نوجوانوں کی رہنمائی کرنے والے اداروں کی سرگرمیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس فیچر میں قوم کی سماجی و معاشی ترقی پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ قومی پروگرام میں جیسے جہیز مخالف تحریک، صفائی مہم، چھوت چھات کا خاتمہ اور تعلیم کے فروغ پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جاتا ہے۔

اپنے مضامین اس پتے پر مرحمت فرمائیں:
ایڈیٹر "قومی راج" ۱۵واں منزلہ، نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ، مقابل منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲
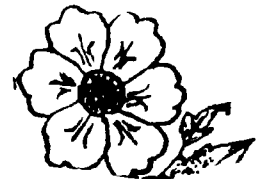
عُلوم و فنون — مُسلم ماہرین کی تخلیقات

مولانا ابراهیم عمادی، ندوی

عرب و هند تعلقات نهایت قدیم هیں، هندوستان میں مُسلمانوں نے علم و فن کو ترقی دی۔ یهاں علمِ هیئت سے متعلق ماهرین اور ان کی تخلیقات کے بارے میں معلومات پیش هیں:

ماہرین کا خیال ہے کہ حضرت مسیحؑ کی پیدائش سے کئی ہزار سال قبل آفتاب تہذیب و تمدن اور ثقافت اول اول مشرقی ممالک میں چمکنا شروع ہوا۔ دریائی وادیاں گہوارہ تمدن بن گئیں۔ ممالک مصر، بابل، ایران، ہند، چین میں وسیع سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ اور انسان ترقی کے منازل طے کرنے لگا۔
(تاریخ تعلیم صد ۲)

مورخین کہتے ہیں :- قدیم ترین ہندوستان میں علوم و فنون کی ابتدا اور ترقی کا دور چھٹی صدی (ق م) سے شروع ہوتا ہے۔

(۱) علم نجوم (جوتش) اور ریاضیات میں پنڈت برہم گپت اور پنڈت دراہ مہر نے ترقی کی راہیں کھولیں۔

(۲) ادویہ اور جڑی بوٹیوں میں واگھ بھٹ نے قرابا دین مرتب کی۔

(۳) سائنس اور علم فن میں آریہ بھٹ پہلا باکمال پنڈت تھا۔ اس کا عہد چھٹی صدی (ق م) گزرا ہے۔

(۴) غار ہائے ایلورہ، اجنتا، باگھ، بدامی، سارناتھ اور دیگر قدیم ترین یادگاریں اسی قدیم ترین دور میں قائم ہوئیں اور یہ سب کام راجہ ہرش کے عہد میں ختم ہو گیا۔

(۵) مشہور فلسفی شاعر کالیداس قریب قریب ۵۴۴ء میں پیدا ہوا۔ یعنی چھٹی صدی عیسوی میں۔

مورخ قاضی صاعد صاحب طبقات الامم (المتوفی ۴۶۲ھ / ۱۰۷۰ء) لکھتے ہیں:

ہندوستان کی قومیں ہر زمانے میں علم و فن کی مالک رہیں یہ ملک ہر زمانے میں علم و فن کی کان اور دانائی و عقلمندی کا سر چشمہ بنا رہا۔

قاضی صاحب اسی قدیم ترین دور کے متعلق لکھتے ہیں:
ان کا علم الٰہی، اللہ تعالیٰ کی توحید اور شرک سے پاک تھا۔ ان کے مختلف فرقے ہیں۔ بعض عالم کے حدوث اور بعض ازلیت کے قائل ہیں:-
(صد ۱۰، ۱۱ - طبع بیروت)

۱۔ راجہ رتن سنگھ محمدی۔ ماہر علم ہیئت، باکمال سائنسداں مرتب حدائق النجوم (۱۸۲۴ء)
۲۔ میر شجاعت علی حیدرآبادی۔ ماہر علم کیمیا، علم کیمیا کی کتابوں کا انگریزی سے ترجمہ کیا۔
۳۔ میر امان دہلوی۔ مترجم ستہ شمسیہ انگریزی سے ترجمہ
۴۔ مولوی غلام حسین۔ مرتب جامع بہادر خانی، ۱۸۳۳ء رکن مجلس اشاعت العلوم، کلکتہ
۵۔ مولوی کرامت حسین جون پوری۔ رکن مجلس اشاعت العلوم (ایشیاٹک سوسائٹی) مرتب :- ماخذ العلوم
۶۔ مولوی عبدالرب، ماہر علم ہیئت۔ لکھنؤ۔ تقریباً ۱۸۳۴ء
۷۔ مولوی کمال الدین حیدر، ماہر علم ہیئت، لکھنؤ تقریباً ۱۸۳۵ء
۸۔ مفتی اسمٰعیل مراد آباد، فلکیات کے ماہر " " ۱۸۳۵ء

قومی راج

۹۔ مولوی رستم علی مرادآبادی، فلکیات کے ماہر، مرتب : زیچ سلیمانی
۱۸۳۵ء

۱۰۔ مولوی تفضل حسین فلکیات کے ماہر لکھنؤ ۱۸۲۲ء

۱۱۔ نواب فخرالدین شمس الامرأ فلکیات کے ماہر حیدرآباد دکن ۱۸۲۳ء

۱۲۔ مولانا وجیہہ الدین، رکن مجلس اشاعت العلوم ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ سنہ ۱۲۴۱ھ سنہ ۱۸۲۳ھ

۱۳۔ مولوی کبیرالدین احمد

چند علمی کتابیں متعلق علم ہیئت :

۱۔ کتاب حدائق النجوم :۔ مرتب :۔ راجہ رتن سنگھ محمدی

راجہ رتن سنگھ محمدی نے کتاب حدائق النجوم فلکیات سے متعلق بڑی تحقیق سے مرتب کرکے لکھنؤ کے دربار میں پیش کی تھی۔ اس کتاب میں مصنف نے جدید اور قدیم دونوں علوم سے متعلق بحثیں پہلو بہ پہلو کی ہیں اور ہر نکتے کی صراحت کی ہے۔ کتاب مستند اور مشہور رہی۔

حدائق النجوم ضخیم کتاب ہے اور دانش وران ہند میں فلکیات پر مستند سمجھی جاتی ہے۔

ماہر علم ہیئت اور فلکیات مولوی کرامت حسین جون پوری ماخذ علوم میں لکھتے ہیں :۔

"خصوصاً کتاب حدائق النجوم فارسی میں مرتب راجہ رتن سنگھ بہت مفید ہے۔ مرحوم نے انگریزی زبان سیکھ کر جدید علم حاصل کیا اور عربی میں تو استعداد کامل رکھتا تھا۔ اور پھر سب اخراجات بھی خود برداشت کیے۔ بڑا آدمی ہو تو ایسا ہو!"

۲۔ کتاب علم کیمیا (کیمسٹری)

میر شجاعت علی حیدرآبادی کو سائنس سے کمال دلچسپی تھی۔ کیمسٹری میں یہ کتاب انگریزی زبان سے ترجمہ کرکے مرتب کی اور شایع کیا۔

۳۔ کتاب ستہ شمسیہ :۔ مختلف نئے علوم پر یہ کتاب ریورنڈ چارلس، مسٹر جونس اور ٹنڈ دگی۔ فریخ (۱۸۱۸ء) کی مرتب کردہ تھی۔ شمس الامراء نواب فخرالدین کے اہتمام سے ۱۲۵۳ھ / ۱۸۲۵ء میر امان دہلوی اور مولوی غلام محی الدین نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا۔

۴۔ جامع بہادرخانی :۔

علم ہیئت پر یہ مستند اور ضخیم کتاب فل اسکیپ سائز (۱۴۷) صفحات پر مشتمل ہے۔ کلکتہ میں چھپی تھی۔ مولوی غلام حسین جون پوری نے اس کتاب کو ۱۸۳۳ء میں مرتب کرکے راجہ احتشام الدولہ مبارز الملک خان بہادر نصرت جنگ راجا جیت سنگھ ٹکاری (بہار) کے دربار میں پیش کی تھی۔

(۵) شمس الہندسہ :۔

شمس الامراء نواب فخرالدین خان نہایت ذی علم اور صاحب ذوق تھے۔ آپ نے اس کتاب کو مرتب کیا۔ ۱۲۴۱ھ / ۱۸۲۴ء

(۶) زیچ سلیمان جاہی :۔

نصیرالدین شاہ، حیدرشاہ، اودھ کے عہد میں شہزادہ سلیمان جاہ دہلی سے لکھنؤ آکر یہیں مقیم ہوگئے۔ مولوی رستم علی مرادآبادی جو علم ہیئت میں کمال رکھتے تھے۔ بڑی کاوشوں اور تحقیق کے ساتھ زیچ سلیمانی مرتب کی۔ اور شہزادہ کے دربار میں پیش کی تھی۔ شہزادہ سلیمان جاہ نے اس علمی خدمت پر ان کی بڑی قدر و منزلت کی۔

۷۔ کتاب فن زراعت :۔

ایک انگریز جو فن زراعت میں ماہر تھا اور اردو زبان بھی اچھی جانتا تھا اس نے اردو میں فن زراعت پر یہ رسالہ لکھا اور دربار میں پیش کیا تھا۔

۸۔ جدید علوم کے انیس[19] رسالوں کا اردو میں ترجمہ :۔

انگریزی میں یہ انیس رسالے، ماہرین فن کے مرتب کردہ تھے۔ شاہان اودھ نے ایک خاص کتب خانہ اور دارالترجمہ قائم کیا تھا ان رسالوں کا دارالترجمہ میں مولوی سید کمال الدین حیدر نے اردو زبان میں ترجمہ کیا۔ چند رسالوں کے نام یہ ہیں :۔

(۱) رسالہ علم ہیئت ڈاکٹر وسن
(۲) رسالہ علوم طبعیہ
(۳) رسالہ قوت مقناطیسی (الیکٹرسٹی)
(۴) رسالہ علم الجراحت
(۵) رسالہ علم المعاد
(۶) رسالہ علم الہوا ء
(۷) رسالہ علم المناظر
(۸) رسالہ مقاصد العلوم

یہ آخری رسالہ بھوپال کے کتب خانے میں موجود ہے۔

عظمتِ کردار

بہار صدیقی بدایونی

آج کل عام مشاہدات میں جو باتیں آئی ہیں۔ ان میں یہ خاص بات ہے کہ انسان تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود بھی اچھے کردار کا حامل نہیں عمدہ سوسائٹی اور اچھی شہرت رکھنے پر بھی انسان میں متعدد خامیاں ضرور ہوتی ہیں آخر کیوں ؟

کہا جاتا ہے کہ آغوش مادر بذات خود ایک مدرسہ ہوتا ہے۔ بچے کی نشو و نما کے ساتھ ساتھ اس کے ذہن و شعور میں بھی پختگی آتی ہے۔ کیوں کہ بچہ ہمیشہ ماں کے نقل و حمل پر نگاہ رکھتا ہے۔ اور یہ فطری بات ہوتی ہے۔ اگر ماں خوش مزاج، بیدار ذہن، شیریں زباں اور مہذب ہوتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ بچہ بھی شیریں زباں، خوش مزاجی اور عمدہ کردار کا حامل نہ ہو۔

آج کے دور میں بدمزاج چڑچڑے اور لڑاکا خصلت نوجوانوں کی کمی نہیں ہے۔ اس کا خاص سبب یہ ہے کہ بچہ اوائل عمری میں بدگوئی اور تلخ کلامی کے ماحول سے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ اور بڑے ہونے تک تو یہ لغویت اس کے دماغ پر اس طرح مسلط ہو جاتی ہے کہ وہ ایک مہذب اور تعلیم یافتہ ماحول میں رہ کر بھی اپنے اس ابتدائی ماحول کو نہیں بھلا سکتا۔ انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ عمدہ تعلیم و تربیت تو حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن خوش مزاجی، بردباری نیک خوئی اور خوش بیانی سے روشناس نہیں ہو پاتا۔ اور وہ اعلیٰ اور معیاری تعلیم رکھنے کے باوجود خلوص و محبت سے بے بہرہ اور کردار کی عظمت سے ناآشنا رہ جاتا ہے۔ موجودہ دور کے ماحول کی مناسبت سے حضرت عروج فریدی بدایونی نے اپنی غزل کے ایک مطلع میں خوب ہی کہا ہے ؎

اور جذبے ہیں مگر جذبۂ ایثار نہیں،
ہم میں کردار تو ہے عظمت کردار نہیں

انسان کے اچھے کردار کا دار و مدار اچھی تربیت اور ماحول پر ہوتا ہے۔ اور اس کی ابتداء گھر کے ماحول سے ہوتی ہے۔ جب گھریلو ماحول سے بچہ نشو و نما پا کر آگے بڑھتا ہے تو رہنمائی کے لئے اس کا ذہن صرف اپنے گھریلو ماحول ہی کو قبول کرتا ہے اور ہر بیرونی بات کو اپنے ہی ماحول کی میزان پر تولتا ہے۔ مثلاً اکثر اوقات اگر والدین کی زبان کچی ہے یا کوئی غیر مہذب طریقہ کار ہے تو باہر بھی وہ اسی کو صحیح سمجھے گا۔ اور اپنے غیر مہذب طور طریق ہی کو وہ اعلیٰ اور افضل جانے گا۔ کیوں کہ وہ تمام باتیں اس کے والدین کے ماحول سے متعلق ہیں۔

دور حاضر کے نوجوانوں میں غیر مہذبانہ طور و طرائق بدرجہ اتم موجود ہیں۔ مثلاً انسان کا خود غرض ہونا۔ فضول کے جواب و سوال اور بے تکے بحث و مباحث کلمات بد (یعنی حرب زبانی) کا ایام و شبانہ ورد ہو جانا بات بات پر گالی گلوج، یا وہ گوئی سنجیدہ ماحول میں خواہ مخواہ کے قہقہے اور بے معنی مذاق، تلون مزاجی اور شرفا کی صحابت میں چڑچڑے پن کا اظہار، وغیرہ وغیرہ

مسلسل بدطینتی و بدمزاجی کے مظاہروں سے نوبت دست و گریباں ہونے تک آجاتی ہے اور جب یہ تمام باتیں اپنی حد سے تجاوز کر جاتی ہیں تو ماحول میں غنڈہ گردی انگڑائی لیتی ہے اور نوبت پولیس تھانے تک آ پہنچتی ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک مہذب گھرانے کا چشم و چراغ جرم کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس

طرح اولاد کے ساتھ ساتھ والدین بھی اس کے اس کردار کے ذمہ دار ٹھہرائے جاتے ہیں۔

سوچنے کا مقام ہے کہ ابتدائی عمر ہی سے، نافرمانی بدمزاجی، تند خوئی اور بدخلقی وغیرہ انسانی خصلت کا جزبن جاتے ہیں۔ کیوں کہ ذہن وشعور کی پختگی تک گھر کا وہی ماحول اس میں جذب ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور یہی تمام باتیں اولاد کو نافرمان، ضدی اور بدکردار بنانے میں ایک اہم رول ادا کرتی ہیں، جس کا نتیجہ ماں باپ دونوں ہی کو بھگتنا پڑتا ہے۔

اب ان ماؤں پر توجہ دیجئے جن کے بگڑنے کا سبب ان کے والدین کا حد سے زیادہ "لاڈ پیار" ہوتا ہے۔ والدین شفقت وایثار کے جذبے سے مغلوب ہوکر لڑکی کی ہر جائز وناجائز ضد پوری کرنے میں بڑا فخر سمجھتے ہیں۔ لڑکیوں کی تلون مزاجی تلخ کلامی کو بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں۔ اور ان کا یہ عمل لڑکیوں میں "ناز برداری" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ گویا والدین لڑکیوں کی ضد پوری کرکے اور ہر غیر مہذب طریقے کو خندہ پیشانی سے برداشت کرکے ان کے ناز اٹھانے کا ثبوت دیتے ہیں۔ بس پھر یہ تمام غیر مہذبانہ عناصر لڑکیوں میں سن بلوغ تک بخوبی سرایت کر جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعد شادی ان سے سسرال کا ماحول بھی پراگندہ ہو جاتا ہے ایسی لڑکیوں سے ان کے شوہر اور ان کے سسرال والے بھی بیزار اور نالاں رہتے ہیں کیوں کہ یہ لڑکیاں سسرال میں بھی اپنی چرب زبانی کے تیر برساتی ہیں ؎

سب شرم وحجابات مٹا دیتی ہے
اطوار یہ ذلت کے سکھا دیتی ہے
کہتے ہیں جسے چرب زبانی اے دوست
انسان کو نظروں سے گرا دیتی ہے

بڑوں کی موجودگی کو نظر انداز کرکے زبان درازی اور تلخ کلامی ماحول میں کشیدگی اور ناقابل برداشت تلخی پیدا ہو جاتی ہے۔ شوہر سے دوبدو تکرار، دیگر افرادِ سسرال کو بات بات پر تلخ جوابات اس بہو کو نظر سے گرا دیتے ہیں۔ یہ باتیں سماج میں کبھی پسند نہیں کی جاتیں۔ اچھی نصیحتیں عمدہ اور مفید مشورے ایسی بہوؤں کے لئے کبھی قابل قبول نہیں ہوتے۔ چنانچہ شوہر یا سسرال سے رشتہ ٹوٹ جاتا ہے یا توڑ لیا جاتا ہے۔ اور پھر یہ لڑکیاں والدین کے سر پڑتی ہیں اور اپنے ماں باپ کے لیے ایک سبق بن جاتی ہیں۔

چنانچہ غیر مہذب لڑکیاں کبھی کامیاب مائیں نہیں بن سکتیں۔

بلکہ اپنی آغوش کے پروردہ بچوں کو وہ ایسا ہی کردار عطا کرتی ہیں کہ جس کی وہ خود ایک جیتی جاگتی تصویر ہوتی ہیں۔ اولاد بڑے ہونے پر پھر وہی تمام حربے اس پر ہی (ماں پر) استعمال کرتی ہے۔

غرض یہ کہ اولادوں کے ان طور وطریق سے والدین کی نوری تمنا ختم ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ اولاد اپنے اجداد کی تصویر ہوتی ہے اور یہی سبب ہے کہ معاشرے ایسی ماؤں کی گمراہ اولاد کو کسی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود کبھی ایسے نوجوان شراب جوئے اور دیگر بری عادتوں کے شکار ہو جاتے ہیں۔ کیوں کہ بچپن سے انھیں کوئی نصیحت حاصل نہیں ہوتی۔ انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ بچے آوارہ زندگی گذارتے ہیں۔ پولیس میں بھی ان کے مشکوک چال چلن کا ریکارڈ درج ہوتا ہے۔ جو ملازمتوں اور شادی بیاہ میں آڑے آتا ہے۔

اس طرح یہ واضح ہے کہ آج کل کا یہ جدیدیت کا ماحول نوجوان طبقہ کو ہر طرح سنبھل جانے کی تلقین کرتا ہے۔ بہت کم لوگ ہیں جو موجودہ روش پر سوچ سمجھ کر گامزن ہیں۔ بلکہ بڑی تعداد ان نوجوانوں کی ہے جو بچپن ہی سے گھر کے غیر مہذب ماحول کا شکار ہیں اس طرح ان کی زندگی بگاڑنے اور سنوارنے میں والدین کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔

قارئین کیلئے ضروری اعلان

'قومی راج' میں "قارئین کی رائے" کا سلسلہ جاری ہے۔

آپ قومی راج میں شائع شدہ کسی بھی مضمون یا کالم پر اپنے خیالات کا اظہار کرسکتے ہیں اور یہ بھی لکھ سکتے ہیں کہ آپ کس قسم کی تخلیقات کو پسند اور کس قسم کی تخلیقات کو ناپسند کرتے ہیں۔

حکومت کی کسی اسکیم پر بھی آپ بحث کرسکتے ہیں اور اس سلسلے میں اپنی تعمیری رائے کا اظہار بھی کرسکتے ہیں۔ بس یہ خیال رکھیئے کہ آپ کا خط ۳۰۰ سے زائد الفاظ پر مشتمل نہ ہو۔ اپنے خطوط آپ اس پتہ پر روانہ فرمائیں:

مدیر، پندرہ روزہ 'قومی راج'، نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ،
۱۵ وال منزلہ، مقابل منترالیہ، ممبئی ۳۲ ۴۰۰

تبصرے

• تبصرہ نگار: عبدالسمیع بوبیرے

ثبات — نتیجۂ فکر: محبوب راہی

قیمت: دس روپے

ملنے کا پتہ: محبوب راہی - بارسی ٹاکلی، ضلع آکولہ. مہاراشٹر

"ثبات" محبوب راہی کا اولین مجموعۂ کلام ہے جو مہاراشٹر اسٹیٹ اُردو اکیڈمی کی مالی اعانت سے شائع ہوا ہے۔ ثبات کے مطالعے سے کہیں بھی بے ثباتی نہیں جھلکتی، اس بات کا اعتراف "اثبات" میں ڈاکٹر مظفر حنفی نے کیا ہے۔ اپنے مقدمہ میں محبوب راہی کے کلام کا محاسبہ کرتے ہوئے اخیر میں ان کے یہ جملے "وہ (محبوب راہی) نئی بات کہتے ہیں کہ ان کے پاس کہنے کے لئے باتیں ہیں، وہ نئے انداز میں کہتے ہیں کہ انھیں کہنے کا سلیقہ ہے اور واقعی نیا شعر کہتے ہیں کہ انھیں معلوم ہے پُرانا کیا ہے"۔ یہ واقعہ ہے کہ ان جملوں میں صداقت ہے، اور اس بات کا ثبوت آپ کو محبوب راہی کے اشعار میں "اثبات" میں ملے گا۔

ہمیں حیرت ہے کہ آکولہ کے بارسی ٹاکلی جیسے غیر معروف اور ادبی لحاظ سے بنجر علاقے" میں 'جدید غزل'' کا علمبردار اور خوش کلام شاعر محبوب راہی کیونکر بہت جلد اپنا مقام بنا سکا۔ لیکن محبوب راہی کا کلام پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ کلام میں آمد ہے، آورد نہیں۔ ان کی جدید غزلیں اچھے ذوق اور شوق کی غمازی کرتی ہیں۔ "اپنے مُنھ" سے ابتداء میں وہ کہتے ہیں "میری سات پُشتوں میں شعر کہنا تو کجا شاید ہی کسی نے کوئی مصرعہ سمجھنے کی بھی سعادت حاصل کی ہو، گویا اس بدعت کی مرتکب میری اپنی ذات واحد ٹھہری"۔ ان جملوں کو پڑھنے کے بعد خوشی ہوتی ہے کہ اپنے ذوق اور شوق کو جس لگن اور ریاضت سے انھوں نے پالا پوسا، آج 'ثبات' کی صورت میں ہم سے دادِ سخن وصول کر رہا ہے۔ محبوب راہی کے اشعار میں چاشنی ہے، ندرت ہے۔ ان کی غزل جدید ضرور ہے لیکن مقصدیت سے فرار نہیں جو عام جدیدیوں یا جتدیوں کا وطیرہ ہے۔ شاعر کا تعارف یا اس کے کلام پر تبصرہ، اس کے اشعار سے بہتر کیا ہو سکتا ہے ملاحظہ فرمایئے ؎

راونوں کے شہر میں بے سود ہے ؛ رام، سیتا اور لچھمن کی تلاش

؎ عصرِ نو ٹکنیک کے گرداب میں ؛ کس قدر مایوس ہے کتنا اداس

؎ پھر مسائل کے یزید آئے ہیں بیعت لینے
گرم پھر معرکۂ کرب و بلا ہے مجھ میں!

•

؎ بھول مت اپنی حیثیت راہی
اپنی حدِ رسا کے اندر چل!

•

؎ گزشتہ کل کے اندھیروں کا تذکرہ کر کے،
سیاہی آج کے ذہنوں میں گھولتے کیوں ہو

•

؎ برف آنگن میں رات بھر برسی ؛ گھر میں جلتے رہے مدام بدن

محبوب راہی کے ان اشعار سے آپ نے ان کا لب و لہجہ، طرزِ بیان، اور ندرتِ خیال کا اندازہ کیا۔ ان کی جدید غزلیں اچھا اضافہ ہیں۔ 'ثبات' محبوب راہی کا نقشِ اول ہے اور اسی رنگ میں جو ان کا خاصہ ہے مستقبل میں بھی اُمید ہے اس سے اور بہتر نقش پیش کریں گے۔

محبوب راہی کا یہ مختصر سا مجموعۂ کلام ایک اور خصوصیت کا حامل ہے۔ بڑی چھان پھٹک کے بعد انھوں نے ایک اچھا انتخاب دیا ہے۔ کہیں بھی سطحی اشعار یا غزل کو دخل نہیں۔ اخیر میں راہی کی یہ جدید غزل ملاحظہ فرمایئے اور سر دھنئے ؎

دھرم بیچے جائیں گے ایمان بیچے جائیں گے
اس مشینی یُگ میں تو بھگوان بیچے جائیں گے
مندروں میں اب بکیں گے وید گیتا کے شلوک
مسجدوں میں بیٹھ کر قرآن بیچے جائیں گے
دن بدن انسانیت کا بھاؤ گرتا جائے گا
کوڑیوں کے مول اب انسان بیچے جائیں گے
ساکھ پُرکھوں کی حویلی کی بچانے کے لئے!
کھیت بیچے جائیں گے کھلیان بیچے جائیں گے
ڈگریاں ان سب کے جسموں پر سجا دی جائینگی
گیان کے بازار میں ودوان بیچے جائیں گے

اُمید ہے محبوب راہی کی یہ پہلی کاوش "ثبات" اُردو حلقوں میں مقبول ہوگی۔ کتابت، طباعت، کاغذ عمدہ اور قیمت مناسب، مندرجہ بالا پتے سے حاصل کیجئے۔
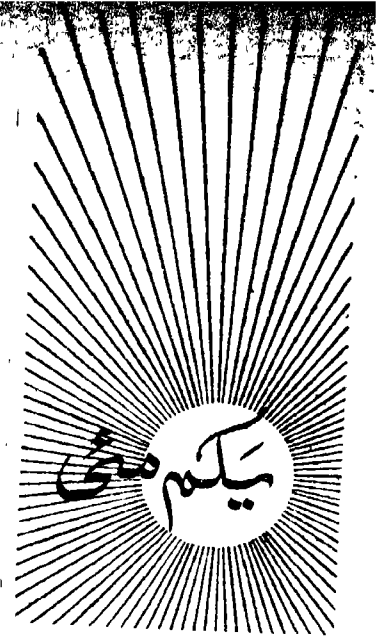
یومِ مہاراشٹر

• عطاء الرحمٰن طارق
۹/۹۴، فاطمہ بائی بنگلہ، کے. کے روڈ،
جیکب سرکل، بمبئی - ۱۱

یکم مئی آگئی مبارک، زہے مقدر زہے مقدر
ہیں آج خاکِ وطن منور، زہے مقدر زہے مقدر

یکم مئی یومِ دوستاں ہے، یکم مئی یومِ دشمناں ہے
ملن کے دو لوں کا ہے یہ اوسر، زہے مقدر زہے مقدر

یکم مئی یومِ پُرمسرت، اُخوتِ عظمتِ ریاست
مہان سدا ہو یہ راشٹر اگر، زہے مقدر زہے مقدر

نہ ہارو ہمت نہ چھوڑو میداں یکم مئی یہ بتا رہی ہے
لڑو، مرو، یا کرو مسخر، زہے مقدر، زہے مقدر

یا آگ برسے یا قہر ٹوٹے، مٹی قلعہ اپنے حوصلوں کا
نہ تھا، نہ ہے، نہ جھکے گا یہ سر، زہے مقدر زہے مقدر

نہ خوف کھاؤ اُتر پڑو تم، یکم مئی دے رہی ہے نعرہ
ہے سامنے آگ کا سمندر، زہے مقدر زہے مقدر

یکم مئی تھی نصیب ہم کو، یکم مئی آج پھر ہے آئی
دعا ہے دیکھیں یکم مئی ہر، زہے مقدر، زہے مقدر

○

• حکیم عزیز قدوسی
شاہی دواخانہ، نیا بازار
کامٹی۔ (ناگپور)

نغمۂ عزم و عمل گاتی ہوئی آئی ہے تیج
زندگی کا راز سمجھاتی ہوئی آئی ہے تیج

راہ میں حائل پہاڑوں کی چٹانیں کاٹ کر
سانپ کی مانند بل کھاتی ہوئی آئی ہے تیج

رُک نہیں سکتے کبھی بڑھتے ہوئے اِسکے قدم
چلتے رہنے کی قسم کھاتی ہوئی آئی ہے تیج

آبشاروں کی صدا سے گونج اٹھی ہے فضا
پتھروں کے دل کو گرماتی ہوئی آئی ہے تیج

موڑ کچھ ایسے بھی آتے ہیں جہاں دیوانہ وار
سر کو چٹانوں سے ٹکراتی ہوئی آئی ہے تیج

جنگلوں کے درمیاں سے پتھروں کے ساز پر
گنگناتی، ناچتی، گاتی ہوئی آئی ہے تیج

آڑی ٹیڑھی چال سے الھڑ حسینہ کی طرح
حُسن کا آئینہ چمکاتی ہوئی آئی ہے تیج

دیکھنے والوں کے دل میں جاگ اُٹھتی ہے اُمنگ
اس طرح آنچل کو لہراتی ہوئی آئی ہے تیج

بے حجابانہ کہیں نکلی ہے سینہ تان کر
اور کہیں دُلہن سی شرماتی ہوئی آئی ہے تیج

اس ادائے دلبری کے کیوں نہ قرباں جایئے
شانِ محبوبی سے اِٹھلاتی ہوئی آئی ہے تیج

تو تلا کا باندھ ہو یا کامٹی کھیری کا باندھ
ہر قدم پر فیض پہنچاتی ہوئی آئی ہے تیج

تھے مرے ہمراہ اسرائیل و غوثی و رسول
دوستوں کے دل کو گرماتی ہوئی آئی ہے تیج

دیکھ کر قدرت کا منظر جھوم اُٹھا دلِ عزیز
بیخودی کا جام چھلکاتی ہوئی آئی ہے تیج

• جاوید وشسٹ

شعبۂ اردو، ذاکر حسین کالج
اجمیری گیٹ، دہلی ۱۱۰۰۰۶

تُلسی کا بِروا

گھر کا شِوالا
آنگن کی شوبھا
ہے کتنا پیارا، تلسی کا بِروا

تُلسی کا بِروا، جیون کی بُوٹی!
ہریالی رُت میں شوبھا انوٹھی
خوشبو کا جھونکا
من ہر دھنک سا
دل ہے دھڑکنا، تلسی کا بِروا

بھگتی کے جل سے سینچے سُہاگن
پوجا کی تھالی دھوپ اور چندن
دوب اور کلاوا
دیپک دلاسا
شردھا ہی شردھا، تلسی کا بِروا

ماتھے پہ دمکے چندن کا ٹیکا
ہے چین دل کا، آرام جی کا
چندا سی بالا
تلسی کی مالا
من کا اُجالا، تلسی کا بِروا

جیون کی بگیا، پھولوں کی کیاری
ہے لاج گھر کی ستونتی ناری

گردھر کی میرا
گوالے کی رادھا
من کی مُرلیا، تلسی کا بِروا

دیوی کا پُوجن ہے آج گھر میں
اور رت جگے کا ہے راج گھر میں
جیون کا میلا
خوشیوں کا ریلا
پربھات بیلا، تلسی کا بِروا

سورج کے رتھ میں جیوتی کلس ہے
گاگر میں دل کی، گیتوں کا رس ہے
پنگھٹ نین کا
درپن گگن کا
درشن سجن کا، تلسی کا بِروا

چھلکائے اُوشا سونے کی پیالی
سندھیا نے ہنس کر بِندیا اٹھا لی
گیتوں کی بیلا
دیپک نویلا
جگنو اکیلا، تلسی کا بِروا

گھر کا شوالا
آنگن کی شوبھا
ہے کتنا پیارا، تلسی کا بِروا

• شبانہ سحر

حریم آذر،
ہریالی، بمبئی ۴۰۰۰۸۳

ہم شناسائی کا اقرار کریں یا نہ کریں
بات اُن سے دمِ گفتار کریں یا نہ کریں

اس طرح شوق کی تکرار کریں یا نہ کریں
ساتھ ہی دل کے [illegible]

خود انا ڈالے گی بُنیادِ صلیب [illegible]
آرزوئے رسن و دار کریں یا نہ کریں

زندگی دھوپ ہے اور چھاؤں [illegible]
مُنہدم سایۂ دیوار کریں یا [illegible]

اپنے جینے سے جو بیزار رہیں ان کو [illegible]
تیز تر وقت کی رفتار کریں یا نہ کریں

اپنے بگڑے ہوئے تہذیب کے ڈھانچے [illegible]
کیا کہیں وقت کے معمار کریں یا نہ کریں

خدمتِ اُردو زباں کیجے شبانہ دن رات
اشتراک آپ سے اغیار کریں یا نہ کریں

۱۰ رمئی ۱۸۰

غزلیں

○ خورشید افسر بسوانی

بسواں ۔ ضلع سیتاپور (یوپی)

پھینک کر میں بھی کوئی فائدہ ۔ دیکھوں
اور پھر دور سے اس پیڑ کا منظر دیکھوں

اب بھی کچھ باقی ہیں یادِ ستمگر کی ساری شکنیں
آج بستر کی ذرا گرد ہٹا کر دیکھوں

پھر چلا سروِ خراماں مرے دل کو چھو لے
پھر لچکتی ہوئی اک شاخِ صنوبر دیکھوں

اک کرب ایک گھٹن لفظوں کی تہذیب میں ہے
کیوں نہ اس غار سے باہر میں اُبھر کر دیکھوں

کوئی شمشیر بکف آئے تو کیا آئے ادھر
میں تو اس شہر میں ہر شخص کو بے سر دیکھوں

رفتہ رفتہ یہ زمیں ساتھ مرا چھوڑ نہ دے
وہ دن آجائے، جدھر جاؤں سمندر دیکھوں

شاید اس طرح میں آجاؤں زمانے سے قریب
آئینہ اپنے سرہانے سے ہٹا کر دیکھوں

زندگی ہے تو مقاماتِ جنوں اور بھی ہیں!
اب اس راہگذر میں تمھیں آفسر دیکھوں

•

○ آفاق احمد فاخری

پوسٹ جلال پور،
ضلع فیض آباد (یو۔پی)

چلنا ہے تو پھر شہرِ ستمگر کی طرف چل
ہر ہاتھ میں اُٹھے ہوئے پتھر کی طرف چل

کیوں قتل کیا جائے ہے ہر شام یہ سورج!
دیکھیں تو ذرا خون سے منظر کی طرف چل

وہ جوش ہے بہت ریت کے ٹیلے پہ پہنچکر
تو بھی تو ذرا گہرے سمندر کی طرف چل!

اِک چائے کی پیالی میں سمٹ آئے مسائل
ان کو جو بھلانا ہو تو دفتر کی طرف چل

مرجائے گا پیپل کی گھنی چھاؤں میں احساس
مت بیٹھ یہاں دھوپ کے لشکر کی طرف چل

سڑکوں پہ اُبھرنے لگے ظلمات کے سائے
آفاق یہ بہتر ہے کہ اب گھر کی طرف چل

★

○ محمد سعد کاوش پرتاپگڈھی

۱۹۔ کولہن ٹولہ، الٰہ آباد ۳

دل کے رِستے ہوئے زخموں کو دکھاؤں کیسے
حال کیا ہے تری فرقت میں بتاؤں کیسے

کوئی مونس، کوئی ہمدم کوئی غمخوار نہ تھا
رات کِس درجہ بھیانک تھی بتاؤں کیسے

اب ہاں خم ہے نہ ساقی ہے نہ پیمانہ ہے
اتنے ویران سے میخانے میں جاؤں کیسے

دل تو افکارِ زمانہ سے نہیں ہے خالی
یہ نگر پھر تری یادوں سے بساؤں کیسے

پہرے سب کو مسرت سے نہیں عاری کاوش
ایسے حالات میں، میں جشن مناؤں کیسے

★

۱۶۔اپریل کو گورنر مہاراشٹر شری صادق علی نے شیو جینتی کے موقع پر شری شیواجی مہاراج کی تصویر پر ہار پھول چڑھا کر خراج عقیدت پیش کیا۔

۳۱۔مارچ کو دلی میں نائب صدر ہند شری ایم ہدایت اللہ نے چھترپتی شیواجی مہاراج کے مجسمہ کو ہار پہنایا۔ زیر نظر تصویر میں (دائیں سے) شری رمیش دالگاؤنکر۔ ڈائرکٹر انفارمیشن سنیٹر اور شری اے۔ آر۔ انتولے۔ ایم پی۔ بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

*

خبریں۔ تصویروں میں

*
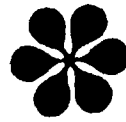
شری گیانی ذیل سنگھ، مرکزی وزیر برائے امور داخلہ نے ۱۳؍اپریل کو راج بھون میں منعقدہ میٹنگ میں گورنر مہاراشٹر شری صادق علی اور انکے مشیر شری اے این: بنرجی کے ساتھ ریاست کی قانون اور نظم کی صورت حال پر تبادلۂ خیال کیا۔ یہ اسی موقع کی تصویر ہے۔

شری سی ایم اسٹیفن مرکزی وزیر برائے مواصلات نے ۱۲ اپریل ۱۹۸۰ء کو سی جے ہال بمبئی میں گورنر مہاراشٹر شری صادق علی کی زیر صدارت منعقدہ تقریب میں چھترپتی شیواجی مہاراج کی ۳۰۰ ویں برسی کے موقع پر خاص یادگاری ڈاک ٹکٹ جاری کیا۔

ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر کی ۸۹ ویں جینتی کے موقع پر ۱۴ اپریل ۱۹۸۰ء کو منترالیہ، بمبئی میں منعقدہ ایک تقریب میں گورنر مہاراشٹر شری صادق علی تقریر کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ ان کے بائیں طرف گورنر کے مشیر شری اے۔ این بنرجی اور ریاست کے چیف سکریٹری شری پی۔ جی گوائی تشریف فرما ہیں۔

گورنر شری صادق علی نے ۱۵ اپریل کو راج بھون میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ یہ کانفرنس ضروری اشیاء کی فراہمی سے متعلق اراکین پارلیمنٹ کی ریاستی سطحی کمیٹی کے پہلے اجلاس کے خاتمے کے بعد منعقد کی گئی تھی۔ گورنر موصوف کے دائیں طرف آپ کے منسٹر شری اے۔ این بنرجی تشریف فرما ہیں۔

شری بابوراؤ ساڈویلکر ڈائرکٹر جے جے اسکول آف آرٹس نے ۵ اپریل کو سولاپور کے شاعر سنت شری شیھاسے مہاراج کی دو سو سالہ پرانی پینٹنگز کا افتتاح کیا۔ زیرنظر تصویر میں (دائیں طرف) شری ایم ایشور راج ماتھر ایڈیشنل چیف ڈائرکٹر اور بائیں طرف شری ایم۔ کے دیشپانڈے بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

ڈسٹرکٹ انفارمیشن سینٹر، پربھنی کے زیر اہتمام بڑے پیمانے پر شیو جینتی منائی گئی۔ مشہور شاعرہ شریمتی شانتا دیوی ناڈدی، نے تقریب کی صدارت فرمائی۔ زیرنظر تصویر میں شیواجی مہاراج کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ان کی تصویر کو ماسٹر پپو، ڈانس ناڈدی، کماری بٹی اور کماری گڈی ناڈوی ہار پہنا رہے ہیں۔

مہاراشٹر کے اراکین پارلیمنٹ سے گورنر کے مشیر شری اے۔ این بنرجی نے خطاب فرمایا۔

یوم مہاراشٹر کے موقع پر، پربھنی میں پولس سنچلن میدان پر منعقدہ تقریب پرچم کشائی میں ضلع ادھیکاری شری ستیش تر پاٹھی، پولس سلامی لیتے ہوئے۔

گذشتہ ماہ مہارانا پرتاپ سنگھ ہال جلگاؤں میں "بزم اردو" ایم۔ جے کالج کے زیر اہتمام ایک سہ لسانی مشاعرہ ترتیب دیا گیا۔ تصویر میں [illegible] بزم اردو کے چیرمین پروفیسر افتخار احمد فخر صاحب غزل سرا ہیں۔ بیٹھے ہوئے (دائیں سے بائیں) جناب غلام رسول (سابق ایم ایل اے) جناب بشیر الدین صاحب (سابق جج) اور مہمان خصوصی محترمہ سادھنا کھولے تمنا صاحبہ۔

ریاستی خبریں

قومی قرض وظائف کی وصولی

حکومت مہاراشٹر نے ڈائرکٹر آف ایجوکیشن، سینٹرل بلڈنگ، پونے نمبر ا کے دفتر میں قومی قرض وظائف کی متعلقہ طلبہ سے وصولی کے سلسلہ میں دو وصولی سیل وضع کئے ہیں۔

حکومت ہند، مستحق طلبہ کو ۶۴-۱۹۶۳ء سے وظائف دیتی ہے۔ قومی قرض، وظائف یافتہ طلبہ کو ان کی اعلیٰ تعلیم کی تکمیل کے بعد روزگار حاصل کرنے کے ایک سال بعد یا وظائف کے خاتمہ کے تین سال کے اندر، جو بھی پہلے ہو، یہ رقم واپس کرنا پڑتی ہے۔ قرض کی اس رقم پر سود نہیں لگایا جاتا ہے مگر قسط میں عہد شکنی کرنے پر پینل سود ۶ فیصد / ۱۰ فیصد لگایا جاتا ہے۔

ایسی صورت میں جبکہ طلبہ قرض کی رقم کی باز ادائگی میں ناکام ہونے ہیں تو یہ رقم اراضی محصول کے بقایا کی صورت میں قرض لینے والے سے وصول کی جاتی ہے۔

طلبہ کو یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ دفتر سے فوری طور پر ضروری تفصیلات کے لئے رجوع کریں، اس دفتر سے رابطہ قائم کرتے وقت قرض یافتہ طلبہ کو چاہیئے کہ وہ اپنے اکاؤنٹ نمبر ضرور تحریر کریں کیونکہ ان کے اکاؤنٹس ڈھونڈنے میں کافی دقت پیش آتی ہے۔ انھیں چاہیئے کہ وہ اپنی (Loan) پاس بک بھی کالجوں سے حاصل کرلیں۔ اگر کالج / ادارہ چھوڑتے وقت انھوں نے نہیں لی تھیں۔

ڈاکٹر امبیڈکر کو خراجِ عقیدت

گورنر مہاراشٹر، شری صادق علی نے ۱۴ اپریل کو ممبئی میں شری بابا صاحب امبیڈکر کی تصویر کی گلپوشی کرتے ہوئے ڈاکٹر امبیڈکر کی ۸۹ ویں برسی کے موقع پر انھیں منترالیہ میں منعقدہ ایک سادی سی تقریب میں خراجِ عقیدت پیش کیا۔

اس موقع پر شری اے۔ این بنرجی، گورنر کے صلاح کار، شری پی۔ جی گوائی، چیف سکریٹری اور کئی دیگر سرکاری عہدیداران موجود تھے۔

کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹیز کو اسٹامپ ڈیوٹی میں رعایت

مہاراشٹر کوآپریٹو سوسائٹیز ایکٹ بابت ۱۹۶۰ء کے سیکشن ۱۶۶ کے ضمنی سیکشن (۱) کے قانون کے مطابق تمام موجودہ احکامات اور حکمناموں کی موقوفی کی بنا پر گورنر مہاراشٹر نے کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹیز کے معاملات میں رہائشی اور غیر رہائشی حصوں کی درجہ بندی ان کے استعمال کے تحت کارپٹ ایریا کی بنیاد پر کرنے کی ہدایت کی ہے۔ ممبئی اسٹامپ ایکٹ بابت ۱۹۵۸ء اور انڈین رجسٹریشن ایکٹ بابت ۱۹۰۸ء کے تحت سودے۔ (جائیداد یعنی عمارت وغیرہ کے سودے) پر بالترتیب اسٹامپ ڈیوٹی اور اندراج فیس سوسائٹیز کے ذریعہ درجہ بندی کے تحت کئے گئے حصوں کی بنیاد پر شمار کئے جائیں گے۔

ممبئی اسٹامپ ایکٹ بابت ۱۹۵۸ء اور انڈین رجسٹریشن ایکٹ بابت ۱۹۰۸ء کے تحت (۱) رہائشی استعمال کے تحت ۱۶۵۰ اسکوائر فیٹ سے زائد کارپٹ ایریا پر تمام معاملات میں پورے طور سے (۲) ۱۶۵۰ اسکوائر فیٹ سے زائد مگر ۱۰۰۰ اسکوائر فیٹ سے کم پر ۶۰ فیصد اسٹامپ اور رجسٹریشن فیس واجب سودے پر جو کہ رہائشی حصہ کے ہر یونٹ کے کارپٹ ایریا پر لگائی جاتی ہے۔

(الف) ان سوسائٹیز کے ذریعہ اراضی کی خرید و سودے سے متعلق

(ب) ایسی سوسائٹیز کے غیر رہائشی حصوں میں (ج) ایسے رہائشی حصوں میں جہاں کارپٹ ایریا یونٹ کے تحت رہائشی استعمال میں ۱۰۰۰ اسکوائر فیٹ سے زائد ہے۔

گورنر نے گذشتہ ۲۴ مارچ سے ان پر لگائی گئی اسٹامپ ڈیوٹی اور واجب الادا رجسٹریشن فیس بھی ختم کردی ہے۔

اسکولی بچوں کا غذائی پروگرام بند نہیں کیا گیا

سرکاری وضاحت

پرائمری اسکولی بچوں کا غذائی پروگرام، جیسا کہ پونے اور ممبئی کے بعض اخباروں میں شائع کیا گیا ہے کہ سرکار کے ذریعہ بند کر دیا گیا ہے، غلط ہے۔ یہ پروگرام نہ صرف بند نہیں کیا گیا ہے بلکہ اسے سال ۸۱-۱۹۸۰ء کے تعلیمی سیشن کے دوران جاری رکھا جائے گا کیونکہ اسے ۸۱-۱۹۸۰ء کے بجٹ میں بھی شامل کر دیا گیا ہے۔

موجودہ حالات اس طرح ہیں:

پرائمری اسکولی بچوں کے لئے جن کی عمریں ۶ سے ۱۱ سال کے درمیان ہیں مہاراشٹر میں ان کے لئے ۶۹-۱۹۶۸ء میں غذائی پروگرام یا دوپہر میں کھانے کا پروگرام جاری کیا گیا تھا۔

اس پروگرام کے ذریعہ جو خورد و نوش کی اشیاء بچوں میں تقسیم کی

جاتی ہیں وہ تغذیہ دار ریڈی میڈ اجناس جو کہ پوشٹک یا سکھدا سے تیار کی جاتی ہیں۔

۲ اکتوبر ۱۹۷۹ء سے سرکار نے اس کے عوض میں دودھ فراہمی کا پروگرام ۱۱۰۰۰ مواضعات میں جاری کیا جس کی بنا پر ۲۵ء۱۰ لاکھ میں سے ۲ء۶۰ لاکھ اسکولی بچوں کو فائدہ پہنچا۔ دودھ پوشٹک اہار یا سکھدا کی تقسیم کاری ایک ماہ میں ۲۰ روز تک ایک سال میں ۲۰۰ دنوں تک یعنی تعطیلات اور اتوار کے دنوں کے علاوہ روزانہ کیجاتی ہے۔ عام طور پر گرمیوں کی چھٹیوں میں ۱۵ اپریل سے اس غذائی تقسیم کاری کا کام بند ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ گرمیوں میں اچھا دودھ نہ ملنے کی شکایات ضلع پریشدوں سے موصول ہونے کی بنا پر دودھ کی تقسیم کاری پر عمل آوری کا کام جو کہ ۲ اکتوبر ۱۹۷۹ء سے جاری کیا گیا تھا بکم اپریل ۱۹۸۰ء سے بند کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس کے باوجود اس بات کی وضاحت کر دی گئی تھی کہ جیسے ہی اچھا دودھ مہیا ہوگا اپریل ۱۹۸۰ء میں ہی جب تک کہ اسکول بند نہیں ہوتے ہیں دودھ کی تقسیم دوبارہ شروع کر دی جائے گی اور بصورت دیگر پوشٹک اہار یا سکھدا پرائمری اسکول کے بچوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ سال برائے ۸۱-۱۹۸۰ء کے لئے ایس ایف بی ہمیشہ کی طرح تعلیمی سال کے ابتداء سے ہی جاری کر دیا جائے گا۔ چنانچہ یہ بات واضح ہوگی کہ یہ پروگرام جاری رکھا جائے گا۔ اور ماضی کی طرح عام تعطیلات میں اسے ملتوی کر دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ ۸۱-۱۹۸۰ء کے بجٹ میں اس کی شمولیت اس بات کی ضامن ہے کہ جیسے ہی اسکول کھلیں گے اسے دوبارہ ہمیشہ کی طرح جاری کیا جائے گا۔

مذکورہ بالا باتوں سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ سرکار پرائمری اسکول کے بچوں میں دودھ پوشٹک اہار یا سکھدا کی تقسیم کاری کا پروگرام جو کہ سابق سرکار نے جاری کیا تھا ختم کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی جیسا کہ بعض اخباروں میں شائع شدہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے۔

انسانی قوت کا استعمال - نوجوانوں سے بات چیت

ایک انوکھا تجرباتی پروجیکٹ مہاراشٹر میں زیر عمل ہے۔ اس کے مقاصد میں انتظامیہ اور نوجوانوں سے متعلقہ مختلف عوامی رجحان کی اسکیموں کے درمیان براہ راست رابطہ قائم کرنا ہے تا کہ تعمیری اور علاقائی ذرائع کی بہتری کے لئے انسانی قوت کے صحیح استعمال کے مسائل کو حل کیا جا سکے۔ ضلع رتناگیری میں فی الحال یہ پروجیکٹ ریاستی حکومت اور وینگورلا اور کنڈل کے ہائی اسکولوں کے سربراہوں کے اشتراک سے جاری کیا گیا ہے جیسا کہ کوکن کے ترقیاتی مسائل کا انسانی قوت کے استعمال اور ذرائع میں رابطہ سے براہ راست تعلق ہے۔ اس لئے اسکول کے حکام نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ریاستی حکومت کی امداد کا فائدہ اٹھایا جائے۔ یہ پروجیکٹ روزگار پر منحصر اسکیموں کی وجہ سے مواصلاتی خلاء کو پر کرنے کے لئے جاری کیا گیا ہے۔

اسکولی حکام نے آگے بڑھ کر کئی سرکاری محکموں سے رابطہ قائم کیا ہے اور ان کی امداد حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

طلبہ کے مسائل کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے طلبہ کا ایک کیمپ ضلع رتناگیری کے مقام وینگورلا میں منعقد کیا گیا۔ جس میں مختلف اسکولوں کے ۵۲ اساتذہ اور ۴۰۰ طلبہ نے شرکت کی۔ اسی طرح کنڈل میں بھی ایک کیمپ منعقد کیا گیا جس میں ۱۵۳ اساتذہ اور ۷۰۰ طلبہ نے سوال و جواب کے پروگرام میں شرکت کی۔

ان کیمپوں میں انتظامیہ اور طلبہ کے درمیان رابطہ کافی فائدہ مند ثابت ہوا اور حکام کو طلبہ کی دشواریاں جاننے اور اسکیموں کی عمل آوری میں کافی مدد ملی۔

انجینئرنگ کالجوں میں آئی ایس سی طلبہ کے داخلے

حکومت مہاراشٹر نے یہ ہدایت کی ہے کہ ۸۰-۱۹۷۹ء تعلیمی سال سے مہاراشٹر کے اداروں کے طلبہ جو کہ انڈین اسکول سرٹیفکیٹ (۱۲ ویں کلاس) یا اس کے مساوی کونسل یا مہاراشٹر کے باہر بورڈ کے ہائر سیکنڈری (۱۲ ویں کلاس) امتحانوں میں بیٹھتے ہیں اور یہ طلبہ جو کہ ریاست کے انجینئرنگ کالجوں میں داخلے کے اہل ہیں انھیں اب ہائر سیکنڈری سرٹیفکیٹ امتحان میں جو کہ مہاراشٹر اسٹیٹ بورڈ آف سیکنڈری اور ہائر سیکنڈری ایجوکیشن کے ذریعہ منعقد کئے جاتے ہیں، کے تین مضامین میں باہر سے بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ انتخاب کے لئے ان مضامین میں طلبہ کی کارکردگی کا اندازہ اب فزکس، کیمسٹری، حساب/بائیلوجی میں حاصل کردہ نمبروں کی بنیاد پر لگایا جائے گا البتہ داخلے کے لئے انھیں کوئی خصوصی رعایت نہیں دی جائے گی۔ ریاست میں اس نئے تین سالہ ڈگری کورس کے لئے جو کہ تمام یونیورسٹیاں ۷۸-۱۹۷۷ء سے چلا رہی ہیں اور ہائر سیکنڈری تعلیمی طریقۂ کار یکساں طور پر نافذ العمل کیا گیا ہے۔

سابق فوجیوں کے ذریعے لئے گئے قرض کے سود پر سبسڈی

حکومت مہاراشٹر نے مہاراشٹر راجیہ سینک بورڈ کی تحویل میں رکھے گئے خصوصی فنڈ سے سابق فوجیوں، جنگ میں مارے گئے جوانوں کی بیواؤں اوران کے لواحقین کو ذاتی پیشہ / امداد باہمی سوسائٹیز کا جوکھم اٹھانے کے لئے بنکوں سے لئے گئے قرض پر لگائے گئے سود کے لئے بعض رعایت اور سبسڈی دینے کی منظوری دے دی ہے۔

یہ رعایات سود کے بوجھ کو کم کرنے کے مدنظر متعلقہ افراد کو دی گئی ہیں تاکہ ایسے اقدام کرنے پر سابق فوجیوں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

ان مراعات کی مختصراً تفصیلات ذیل میں درج ہیں:

سابق فوجی اوران کے لواحقین جنھوں نے چھوٹے پیمانے کی صنعتیں زرعی صنعتیں / امداد باہمی سوسائٹیز قائم کرنے کے لئے جوکھم اٹھانے کے قصد سے بنکوں سے قرض لیا ہے۔

۱) ... ۵ روپے تک قرض: جوکھم اُٹھانے والوں کو سالانہ ۷ فیصد سود واجب الادا ہے۔ بنکوں کے ذریعے لگائے گئے سود کی شرح میں تفاوت اور ۴ فیصد سے تین سال کی مدت کے لئے قرض کی تاریخ سے مہاراشٹر راجیہ سینک بورڈ پونا کے ذریعہ منعقدہ فنڈ سے ادائیگی۔

۲) ... ۵ روپے سے زائد اور ... ۲۵ تک قرضہ جات: بہ شرح سالانہ شرح سے جوکھم اُٹھانے والے پر سود واجب الادا ہے۔ بنکوں کے ذریعہ لگائے گئے سود کی شرح کا فرق اور قرض کی منظوری کی تاریخ سے ۲ سال کی مدت تک ۷ فیصد سالانہ مہاراشٹر راجیہ سینک بورڈ پونے کے ذریعہ منعقدہ فنڈ سے ادائیگی۔

۳) سابق فوجی اوران کے لواحقین سبسڈی کا مطالبہ ڈائرکٹر مہاراشٹر راجیہ سینک بورڈ سے درخواستیں بھیج کر کر سکتے ہیں۔ سبسڈی کی منظوری کے لئے درخواستوں کے ہمراہ بنک کے ذریعہ سرٹیفکٹ جس میں باقاعدگی سے قرض کی بازادائیگی اور قسط دار سود کی ادائیگی شامل ہے، بھیجنا ضروری ہے جو کہ ضلع سینک بورڈ کے ذریعہ پیش کی جاسکتی ہیں۔ جنگ میں مارے گئے جوانوں اوران کی بیواؤں اوران کے لواحقین کے لئے۔

۱) قرض کی رقم پر جو کہ ذاتی دھندے یا مکان کی تعمیر کے لئے دی گئی ہے، بنک سے لگائے گئے سود پر ۵۰ فیصد سبسڈی دی جائیگی۔

۲) متعلقہ اُمیدوار سبسڈی کا مطالبہ سکریٹری کیندریہ سینک بورڈ کے ڈائرکٹر سے راجیہ سینک بورڈ کے ذریعہ درخواستیں پیش کر کے اور قرض کی ادائیگی سے متعلق بنک کے سرٹیفکٹ کے ہمراہ جس میں باقاعدہ سود کی قسط وار ادائیگی بھی شامل ہے۔ ضلع سینک بورڈ کی جانب سے بھیج سکتے ہیں۔

سابق فوجیوں کو یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ ان مراعات کا فائدہ اُٹھائیں اور سود پر سبسڈی نیز ذاتی پیشہ اور امداد باہمی کا جوکھم اُٹھانے کے لئے جو سہولتیں دی گئی ہیں وہ حاصل کریں۔

تفصیلات کے لئے راجیہ / ضلع سینک بورڈ سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔

اسٹامپ اور رجسٹریشن کے تحت رعایات

تبدیل شدہ احکامات کا ۲۰ اپریل سے نفاذ

حکومت مہاراشٹر نے انڈین رجسٹریشن ایکٹ بابت ۱۹۰۸ء اور بمبئی اسٹامپ ایکٹ بابت ۱۹۵۸ء کے تحت امداد باہمی سوسائٹیوں سے متعلق فیس دینے سے مستثنیٰ کرنے والے قوانین کو آسان و جامع بنادیا ہے۔

ان احکامات کا نفاذ ۲۰ اپریل ۱۹۸۰ء سے مانا جائے گا اور یہ سرکاری گزٹ مورخہ ۱۸ مارچ ۱۹۸۰ء میں شائع کردیئے گئے ہیں۔

امداد باہمی ہاؤسنگ سوسائٹیز سے متعلقہ علیحدہ احکامات مہاراشٹر سرکار کے ۲۴ مارچ ۱۹۸۰ء کے گزٹ میں شائع کردیئے گئے ہیں۔

تکنیکل کورس / اداروں میں داخلے

تکنیکل اداروں میں داخلے کے خواہشمند طلبہ کو یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ داخلے سے قبل ریاست کے ان اداروں سے متعلق یہ اطمینان کرلیں کہ یہ تمام ادارے اور کورس ڈائرکٹوریٹ آف تکنیکل ایجوکیشن مہاراشٹر اسٹیٹ کے ذریعہ تسلیم شدہ ہیں یا نہیں۔

تسلیم شدہ اداروں اور ڈپلوما اور ڈگری کورس سے متعلق تفصیلات ڈائرکٹر آف ٹکنیکل ایجوکیشن مہاراشٹر اسٹیٹ، جے جے تکنیکل ہائی اسکول بلڈنگ نمبر ۳، مہاپالیکا مارگ، بمبئی ۴۰۰۰۰۱ سے حاصل کی جاسکتی ہیں اور سرٹیفکٹ کورس سے متعلقہ اداروں کے بارے میں ریجنل ڈپٹی ڈائرکٹر آف تکنیکل ایجوکیشن، بمبئی ریجن ۴۹ کھیرواڑی ویسٹرن ایکسپریس ہائی وے، باندرہ (مشرق) بمبئی ۴۰۰۰۵۱ سے نیز ڈپٹی ڈائرکٹر آف تکنیکل ایجوکیشن ریجنل آفس، پونے / ناگپور / اورنگ آباد سے متعلقہ علاقوں میں قائم اداروں کے بارے میں تفصیلات حاصل کی جاسکتی ہیں۔

شری بی نیل کنٹھ، طلبہ وسامعین سے خطاب کرتے ہوئے۔ تصویر میں دائیں سے بائیں شری عبدالحمید باٹلا، شری معین الدین حارث پرنسپل قادر حسین، مسز نیل کنٹھ، شری بشیر احمد انصاری اور اسٹوڈنٹ جنرل سکریٹری بلال بیگ۔
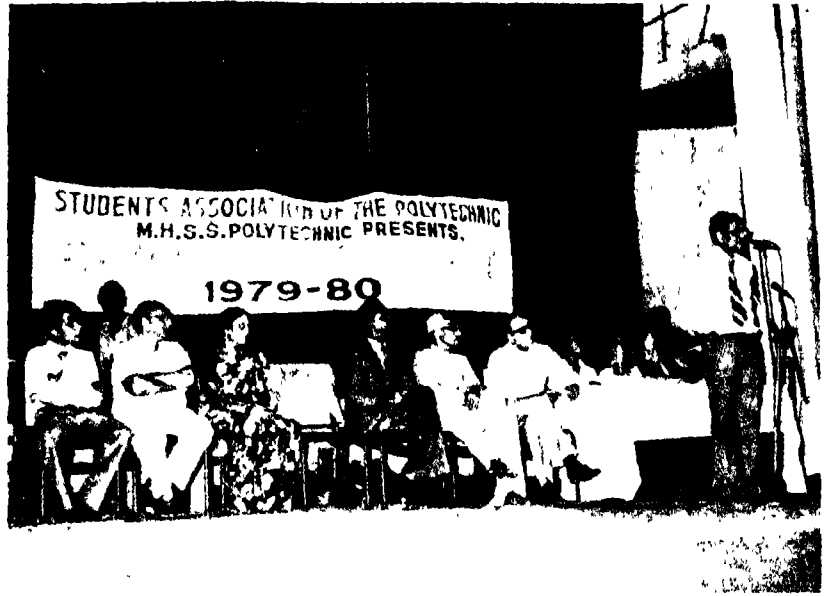
صابو صدیق پولی ٹیکنک کا ۲۲واں سالانہ جشن

۲۸ اپریل سنہ کی شام میں صابو صدیق پالی ٹیکنک کے طلبہ کی طرف سے ۲۲ واں جشن سالانہ [illegible] شاندار طریقہ پر منایا گیا۔

تقریب کے مہمان خصوصی جناب بی نیل کنٹھ (جنرل مینیجر ڈسٹری بیوشن سیمنز انڈیا لمیٹڈ) تھے۔ اور مسز نیل کنٹھ نے انعامات تقسیم کیے۔ پرنسپل قادر حسین نے مہمانوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے اس انسٹی ٹیوٹ کی نوعیت اور انفرادی حیثیت سے متعلق اظہار خیال فرمایا اور جشن سالانہ کی تقریب کا مفہوم واضح کیا۔ پرنسپل صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ ٹیکنیکل اداروں اور صنعتی اداروں میں باہمی تعلق ہونا چاہیے۔ اور بغیر ربط کے ٹیکنیکل تعلیم کی ترقی ناممکن ہے۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ صنعتی ادارے یعنی دیگر ٹیکنیکل اداروں کو اپنائیں۔

شری بی نیل کنٹھ نے اپنی تقریر میں موجودہ سماجی حالات میں صنعتی تعلیم کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ اور یقین دلایا کہ وہ اپنے حلقہ میں اس بات کی وضاحت کریں گے تاکہ ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ اور صنعت میں رابطہ قائم رہے۔

آپ نے صابو صدیق پالی ٹیکنیک کی گوناگوں ترقی پر اساتذہ اور طلبہ کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے اپنی نیک تمناؤں کا اظہار کیا۔

موسیقی اور ڈراموں کے پروگراموں میں ادارہ کے کئی طلبہ نے حصہ لیا۔ دو ڈرامے "اور انسان روتا رہا" اور "انسان مرگیا" پیش کئے گئے۔ "اور انسان روتا رہا" اول انعام کا مستحق رہا۔ ساتھ ساتھ اچھے اداکاروں کو انعامات دیے گئے۔ جن میں عمر انصاری اور بشیر شیخ بھی شامل تھے۔

اس پرمسرت تقریب کا اختتام [illegible] ٹری کمیٹی کے سکریٹری مسٹر افضل خلف نے کیا۔

قارئین کیلئے ضروری اعلان

ہماری یہ کوشش ہے کہ اپنے قارئین کو مختلف سرکاری پالیسیوں اور سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر رکھیں۔ تاہم قارئین کو اس میں کچھ نہ کچھ کمی کا احساس ہوسکتا ہے۔ لہذا آپ کی دلچسپی اور معلومات میں مزید اضافے کے خیال سے "سوال وجواب" کا خصوصی صفحہ شائع کیا جاتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس تبادلۂ خیال سے ہمیں اور بھی فائدہ پہنچے گا۔ انفرادی شکایتوں کی اشاعت تو مشکل ہے، البتہ سرکاری پالیسیوں، پروگراموں اور سرگرمیوں سے متعلق آپ کے خطوط، سوالات اور شبہات بخوشی قبول کئے جائیں گے۔ پتہ نوٹ کر لیجئے:۔

ایڈیٹر "قومی راج" نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، پندرھواں منزلہ، مقابل منترالیہ۔ ممبئی ۴۰۰۰۳۲

چھترپتی شیواجی مہاراج کو ان کی ۳۵۰ ویں جینتی کے موقع پر خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ۱۶؍اپریل ۱۹۸۰ء کو نئی دلی میں ایک شاندار تقریب منعقد ہوئی۔

اس تصویر میں تکونا پارک (شیواجی برج) نئی دلی پر نصب شیواجی مجسمہ کے نیچے بائیں طرف شری گیانی ذیل سنگھ، مرکزی وزیر برائے داخلہ، شیواجی مہاراج کی تصویر کو ہار پہنا رہے ہیں، دائیں طرف حاضرین موجود ہیں۔ شری وسنت ساٹھے، مرکزی وزیر برائے اطلاعات و نشریات بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

اس تقریب کا اہتمام مشترکہ طور پر شیو مدرا پرتشٹھان، بمبئی مقامی شیواجی میموریل کمیٹی اور دہلی میونسپل کارپوریشن نے کیا تھا۔
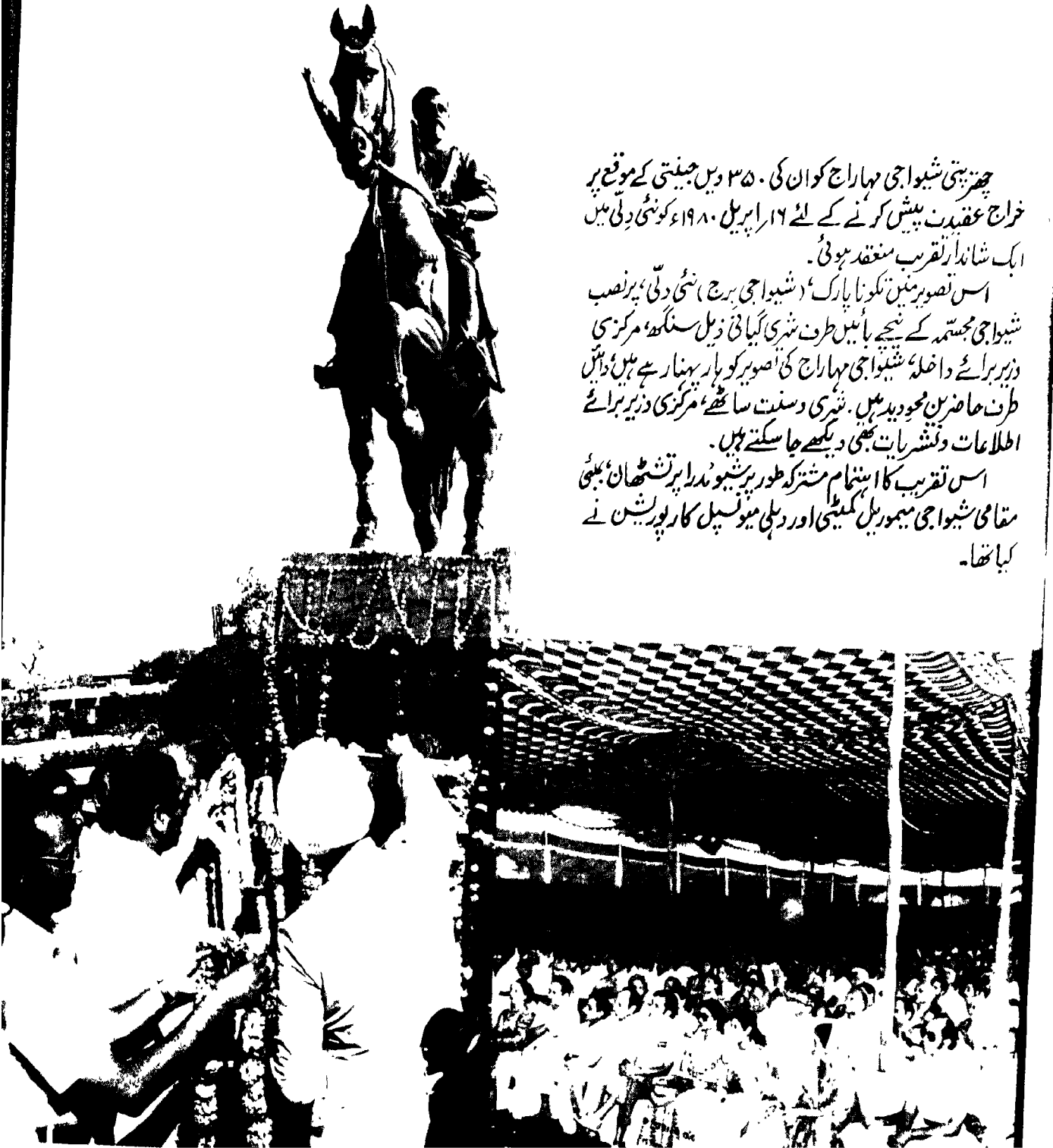
موہن پاٹل، چیف ڈائرکٹر، ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، گورنمنٹ آف مہاراشٹر نے گورنمنٹ سنٹرل پریس، ممبئی میں چھپوا کر شائع کیا۔

قومی راج

۲۵ مئی ۱۹۸۰ء ٭ قیمت: ۵۰ پیسے

25/5/1980
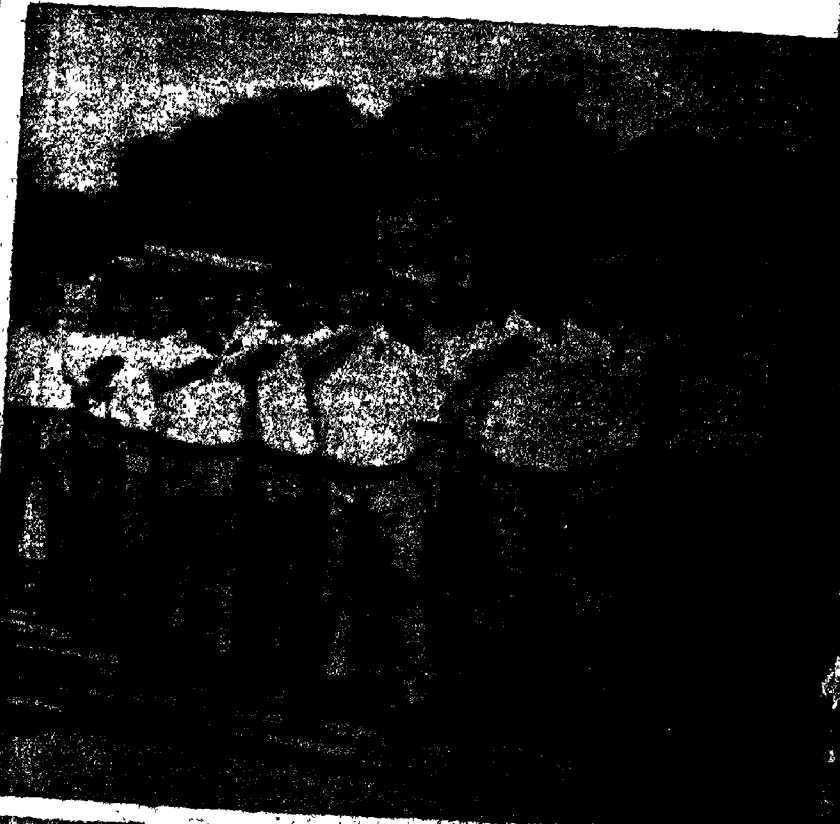
آنجہانی منوہر رائے، اسکوڈرن لیڈر کی بیوہ شریمتی مادھوی منوہر رائے، صدرِ ہند شری این. سنجیوا ریڈی سے "شوریہ چکر" حاصل کررہی ہیں جو اُن کے شوہر کو بعد از مرگ دیا گیا ہے. منوہر رائے ہیلی کوپٹر کے حادثہ میں ہلاک ہوئے تھے'

کرکٹ کے مشہور کھلاڑی سُنیل گاوسکر، صدرِ ہند شری این. سنجیوا ریڈی سے 'پدم بھوشن' ایوارڈ حاصل کررہے ہیں.

یوم مہاراشٹر کے موقع پر دِلّی کے مہاراشٹر انفارمیشن سینٹر کی جانب سے موسیقی کا ایک پروگرام منعقد کیا گیا جس میں شری ارون ملاتے نے غزلیں اور شری ہردے ناتھ منگیشکر نے کولی گیت گائے.

قومی راج

۲۵ر مئی ۱۹۸۰ء

جلد نمبر ۷ ؛ شمارہ نمبر ۱۰

ہر ماہ کی ۱۰ر اور ۲۵ر تاریخ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ: دس روپے فی کاپی: پچاس پیسے

نگراں: خواجہ عبدالغفور (آئی اے ایس)

ترتیب

صفحہ نمبر

سخنہائے گفتنی

قومی راج کی طباعت میں تاخیر کی وجہ سے قارئین کو جو زحمتِ انتظار کرنا پڑ رہی ہے اس کو دور کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ اس بات کی قوی امید ہے کہ ۱۰ر جولائی سے قومی راج اپنی مقررہ تاریخوں پر شائع ہو سکے گا۔ اس کی باقاعدہ اور بروقت طباعت کے لیے گورنمنٹ سنٹرل پریس نے موثر اقدام کئے ہیں۔ اور انھیں اقدام کی بنا پر قارئین کو یقین دہانی کی جا رہی ہے۔

قومی راج کے خصوصی نمبر "جنگلی جانور نمبر" "سال اطفال نمبر" "شراب بندی نمبر"، "شیواجی مہاراج نمبر" اور "یوم مہاراشٹر نمبر" پر قارئین نے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔ اور شائع شدہ مضامین کو بھی انفرادی اہمیت کا حامل قرار دیا۔ جس کے لیے ادارہ ان تمام قارئین کا مشکور ہے۔ یہ بات پہلے بھی کہی جا چکی ہے کہ قومی راج کی مزید ترقی کے لیے آپ کے تعاون اور مفید مشوروں کی ضرورت ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آئندہ بھی آپ کے مفید مشورے قومی راج کو مزید ترقی کی راہوں پر گامزن کرتے رہیں گے۔

[illegible]

سرورق:

۲۰ ویں یوم مہاراشٹر کے موقع پر ریاست بھر میں مختلف پروگرام منعقد کئے گئے جس میں سے چند کی جھلکیاں:
بائیں طرف: شری وسنت ساٹھے، مرکزی وزیر برائے اطلاعات، ناگپور میں پرچم کشائی کرتے ہوئے۔
نیچے: گورنر مہاراشٹر، شری صادق علی شیواجی پارک بمبئی میں منعقدہ پولس اور ہوم گارڈز کی پریڈ کا معائنہ کرتے ہوئے

چیف ایڈیٹر: ایم. ایشور راج ماتھر ؛ ایڈیٹر: ریاض احمد خاں ؛ سب ایڈیٹر: عبدالوحید خاں جامعی

قارئین کی رائے

★ **اسرار انجم**

۱۰ ادمیکس ٹیلرس، گوپی پورہ، مومنا روڈ، سورت

'قومی راج' نظر نواز ہوا۔ مہاراشٹر کے حالات کا احاطہ کئے ہوئے واحد رسالہ لگا۔ ساتھ ہی ادبی گوشوں میں خوشگوار چمک کا احساس ہوا۔ مہاراشٹر کا باشندہ ہوں میں بھی، اس لئے کچھ انسیت زیادہ ہے۔ قومی راج کے لئے نیک خواہشات۔

★

★ **ایم۔ آئی۔ ساجد** (ایم۔اے۔ بی ایڈ) 'ریسرچ اسکالر'

نزدیکی مسجد، کھام گاؤں۔ ۴۴۴۳۰۳ (ضلع بلڈانہ)

بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ 'قومی راج' اپنی ہر ایک اشاعت میں معیاری ہوتا جا رہا ہے۔ بھرپور مضامین، مہاراشٹر کے نئے نئے منصوبے، معلومات سے پُر مواد، منتخب کلام، بہترین تزئین و ترتیب، خصوصی شمارے اور کارآمد موضوعات اس کے علاوہ مہاراشٹر کے باہر کے شعراء کی نگارشات، قابل مبارکباد قدم ہے۔ گو کہ پریس کی مصروفیات کی بنا پر قومی راج دیر سے پہنچتا ہے لیکن مطالعہ کے بعد جی خوش ہو جاتا ہے، اُمید ہے آپ اسی طرح رسالے کو خوبصورت بنائے رکھیں گے۔

★

★ **شفیع اللہ خاں راز آبادی** (ایم۔اے)

ایس۔ این کالج، کٹرہ پُردل خاں۔ اٹاوہ (یو۔پی)

۱۰ فروری کا شمارہ 'قومی راج' نظر نواز ہوا۔ میر کے دیوانِ سوم کا مخطوطہ، از جناب ڈاکٹر صفدر آہ، ہندوستانی ادب اور موسیقی میں امیر خسرو کا حصہ۔ از جناب مناظر عاشق ہرگانوی، بے حد معلوماتی اور مفید ادب پارے ہیں۔ مہاراشٹر کی جھلکیاں دلکش ہیں۔ ایک محبِ وطن سائنس داں اور عالمِ حشرات، اپنی نوعیت کے منفرد، کارآمد اور دلچسپ مضامین ہیں۔

محبوب راہی صاحب کی نظم "بھارت میں کیا نہیں ہے" حب الوطنی سے بھرپور اور وجد آفریں ہے۔ جناب کوثر نظامی، جناب ساغر اعظمی اور جناب حیات وارثی کی غزلیات بہت پسند آئیں، اس کے علاوہ 'قومی راج' کی دیگر تخلیقات بھی حسنِ ادارت کی آئینہ دار ہیں جس کے لئے ادارہ کے تمام ارکان لائقِ صد مبارکباد ہیں۔

★

★ **مقبول ظہیر وارثی**

وارث پورہ، کامٹی۔ ناگپور

'قومی راج' کا بین الاقوامی بچوں کا سال خصوصی نمبر باصرہ نواز ہوا۔ بچوں کے بین الاقوامی سال پر یوں تو تقریباً ملک کے تمام اخبارات اور جرائد نے اپنے خصوصی نمبر پیش کئے، لیکن قومی راج کا خصوصی نمبر سب سے معیاری اور نمایاں ہے بالخصوص تصویریں بڑی دیدہ زیب ہیں۔ "ننھن دن"، سلمان ماہمی صاحب کا تحریر کردہ مضمون، "بچوں کا غذائی مسئلہ"، سردار احمد (علیگ) کا مضمون "اُردو میں بچوں کا ادب" وغیرہ نے اس شمارے میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اختر محمود کی نظم "عصرِ حاضر کے بچے" کافی معیاری ہے۔ غزلیات میں شاطر حکیمی، ڈاکٹر نایاب لکھنوی اور منظور ندیم کی غزلیں کافی پسند آئیں۔ ادارہ قومی راج مبارکباد کا مستحق ہے۔

★

★ **نیاز علی نیاز**۔ چوڑی محل، بالاپور۔ ۴۴۴۳۰۲ ضلع اکولہ (مہاراشٹر)

قومی راج کا "راج بھاشا نمبر" نظر نواز ہوا۔ یوں تو تمام مضامین نہایت معلومات افزا ہیں، مگر 'تحریک مراٹھی ادب دلت ساہتیہ'، 'راج بھاشا کی مختصر تاریخ' اور ڈاکٹر سید عابد حسین' نے بیحد متاثر کیا۔ بابوراؤ پینٹر کی بنائی ہوئی حسین پینٹنگ کا بھی جواب نہیں۔ اب کے ترتیب و تزئین نے ذہن پر بڑے اچھے تاثرات چھوڑے ہیں۔ بلاشبہ یہ خاص نمبر مراٹھی زبان پر کام کرنے والوں کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوگا۔ مبارکباد قبول فرمائیے۔

★

★ **احمد علی**۔ ۲۰۵، کٹگھر۔ شہر الہ آباد (یو۔پی)

'قومی راج' باصرہ نواز ہوا۔ مواد اور زیبائش دونوں لحاظ سے رسالہ نکھرتا جا رہا ہے۔ اس شمارہ میں حصۂ نثر اور نظم دونوں وقیع ہیں بالخصوص علامہ محوی صدیقی (مرحوم) کی نظم بہت معیاری اور پسندیدہ ہے۔ حصۂ نثر میں احمد صدیقی کا مضمون "گاندھی جی اور تلاشِ حق" اچھی کاوش کا نمونہ ہے۔

مہاراشٹر میں کھیل کود سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی

اسپورٹس، فرد اور سوسائٹی دونوں ہی کیلئے ایک لازمی سرگرمی ہے۔ اس سے فرد کی جسمانی صحت و تندرستی بنی رہتی ہے اور اس میں قیادت، وطن دوستی، خود اعتمادی اور باہم یک جہتی سے کام کرنے کی صلاحیت اور خوبیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اسی لئے حکومت کی جانب سے اسپورٹس پر زیادہ توجہ دی جارہی ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ مہاراشٹر میں ۱۹۷۰ء میں علیحدہ ڈائرکٹوریٹ آف اسپورٹس اینڈ یوتھ سروسیز کا قیام عمل میں آیا۔

وسیع تر پروگرام : ڈائرکٹوریٹ نے کئی وسیع تر اسکیمیں بڑے پیمانے پر جاری کی ہیں جن میں حسب ذیل امور شامل ہیں۔ ابتدائی، ثانوی اور کالج سطح پر جسمانی تعلیم، جسمانی تعلیم اور اسپورٹس میں مدرسین کی تربیت، طلبہ کے لئے اسپورٹس، طلبہ اور نوجوانوں کی فلاح و بہبود کی خاطر تنظیمیں مثلاً اسکاؤٹس اینڈ گائڈس، نشنل کیڈٹ کور (این سی سی)، نیشنل سروس اسکیم (این ایس ایس)، نیشنل فزیکل ایفیشینسی ڈرائیو (این پی ای ڈی) اور اسپورٹس اسٹیڈیم کی تعمیرات وغیرہ۔ ڈائرکٹوریٹ مہماتی سرگرمیوں مثلاً کوہ پیمائی اور کشتی وغیرہ کی بھی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

یہ ڈائرکٹوریٹ، اسٹیٹ اسپورٹس کونسل فنڈ، کے توسط سے مختلف اسپورٹس جماعتوں اور اداروں کو امداد بہم پہنچاتا ہے۔ یہ جسمانی تعلیم کے غیر سرکاری کالجوں، یوتھ سینٹروں اور دیگر نوجوانوں کی رضاکار تنظیموں کو مالی امداد دیتا ہے۔ فن کشتی کو ترقی دینے کے لئے بھی مالی امداد دی جاتی ہے۔

ڈائرکٹوریٹ کھیل کود کے مقابلوں مثلاً ہر موسم سرما اور خزاں کے زمانے میں ثانوی اسکولوں کے مقابلے، خواتین کھیل کود مقابلے اور دیہی کھیل کود مقابلوں کا اہتمام کرتا ہے۔ اس کے علاوہ جسمانی تعلیم مدرسین کے لئے یوگا اور رافریشر کورس کا اہتمام کرتا ہے، نیز اسپورٹس ٹیلنٹ رایسرچ اسکالرشپ بھی دیتا ہے۔ سمندر تیراکی مقابلہ بھی ایک نئی ولولہ انگیز تحریک ہے۔

ڈائرکٹوریٹ کو اس کے کاموں میں مدد دینے کے لئے کئی صلاح کار جماعتیں ہیں جن کے نام یہ ہیں: مہاراشٹر اسٹیٹ

اسکولی بچوں کے نصاب میں
جسمانی ورزش
بھی شامل کر لی گئی ہے۔

اسپورٹس کونسل، ریاستی صلاحکار کمیٹیاں برائے این۔ ایس ایس اور این۔ سی۔ سی، اسٹیٹ یوتھ ویلفیر بورڈ اور ضلع سطح پر ملٹی گیم ڈسٹرکٹ اسپورٹس کونسل۔

ڈائرکٹوریٹ کی سرگرمیوں میں توسیع کے پیش نظر اس مقصد کے لئے بجٹ میں مختص رقم بڑھا کر ۳۹۶،۶۹ لاکھ روپے کر دی گئی ہے جبکہ یہ تنظیم کے اوّل سال میں ۱۳۶،۱۳ لاکھ روپے تھی۔ اس سے یقیناً یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت اسپورٹس کو کتنی اہمیت دے رہی ہے۔

اسپورٹس اداروں کو امداد : ڈائرکٹوریٹ ۳۱ منظور شدہ کھیلوں کو فروغ دینے کے لئے اسٹیٹ اسپورٹس کونسل کے فنڈ سے اسپورٹس جماعتوں کو مالی امداد مہیا کرتا ہے۔ حکومت کی جانب سے کونسل کی سفارش پر ہی امداد منظور کی جاتی ہے۔ امداد دینے کے مقاصد میں اسپورٹس کے ساز و سامان کی خریداری اور درستی، ٹورنامینٹس کے انعقاد، نیشنل ٹورنامینٹس میں شرکت، کوچنگ کیمپس اور کھیل کے میدانوں کا سدھار وغیرہ شامل ہیں۔ اس اسکیم کے تحت ۸۰-۱۹۷۹ء میں ۹۵۵ اداروں وغیرہ کو ۴۷،۱۲ لاکھ روپے کی رقم ادا کی گئی۔ ۷۲-۱۹۷۱ء میں یہ رقم ا،۳ لاکھ روپے اور امداد سے فیضیاب ہونے والوں کی تعداد ۵۳ تھی۔

ایسی رضاکارانہ تنظیموں، جمخانوں اور اکھاڑوں کو جو جسمانی تعلیم، کھیل کود اور اسپورٹس میں روایتی ہندوستانی سرگرمیوں کو فروغ دیتے ہیں۔ امداد دیکر صحت مند سوسائٹی کی تعمیر میں ان کے کردار کی سراہنا کی جاتی ہے۔

سوسائٹی رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۶۰ء نیز پبلک ٹرسٹ ایکٹ ۱۹۵۰ء کے تحت درج شدہ اسپورٹس ادارے اسکیم کے مطابق امداد پانے کے مستحق ہیں۔ یہ رقم خاص طور سے تعمیری کام اور جدید ساز و سامان کی خریداری میں صرف کی جاتی ہے اور پچاس فیصد مساوی حصّہ داری کی بنیاد پر دی جاتی ہے۔ ضلع، تعلقہ اور دیہی مقامات پر جمخانوں کو زیادہ سے زیادہ منظور شدہ حد تک بالترتیب ۱۰،۰۰۰ روپے، ۵،۰۰۰ روپے اور ۵۰۰ روپے کی امداد دی جاتی ہے۔ ۸۰-۱۹۷۹ء میں ۸۰ تنظیموں کو ۳،۰۳ لاکھ روپے کی رقم بطور امداد مہیا کی گئی۔ ۷۲-۱۹۷۱ء میں یہ رقم ۹۴،۰ لاکھ روپے اور تنظیموں کی تعداد ۴۸ تھی۔

کھیل کے میدان : کھیل کود کے سلسلہ میں تعلیمی اداروں اور رضاکارانہ تنظیموں کو عموماً کھیل کود کے میدان کی سہولتوں کے معاملے میں دقّت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے ایسے ثانوی اسکولوں اور اسپورٹس اداروں کو جن کے پاس ۰،۸ ہیکٹر

زمین ہموار کرنے، جنگلہ، احاطہ دیوار، ۴۰۰ میٹر راستہ کی تعمیر کی غرض سے تیز پلے گراؤنڈ کے لئے زمین کے حصول یا خریداری کیلئے امداد دی جاتی ہے۔ یہ امداد ۵۰ فیصد برابر حصہ داری کی بنیاد پر دی جاتی ہے اور ضلع، تعلقہ اور دیہی مقامات کے لئے زیادہ سے زیادہ امدادی رقم کی حد بالترتیب ۶۰۰۰ روپے، ۴۰۰۰ روپے اور ۲٫۵۰۰ روپے ہوتی ہے۔

دیہی اور قصباتی علاقوں میں کھیل کود سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کے لئے جدید ترین کھیل میدان سہولتوں کی قطعی ضرورت ہے۔ لہٰذا حکومت نے حال ہی میں ایک اسکیم جاری کی ہے تاکہ تعلقہ اور بلاک سطح پر ایسی ایجنسیوں کو امداد بہم پہنچائی جائے جن کے پاس کم از کم دو ہیکٹر قطعۂ اراضی ہو اور وہ اس پر باقاعدہ پلے گراؤنڈ بنائیں۔

کھلاڑیوں کی ہمت افزائی : کھلاڑیوں کو بھی مالی امداد دی جاتی ہے تاکہ وہ قومی پیمانے پر مقابلوں میں حصہ لے سکیں۔ یہ امداد ۲۱۰ روپے تا ۵۲۰ روپے فی کھلاڑی کے حساب سے دی جاتی ہے۔

ایک دیگر اسکیم کے تحت منترالیہ جیمخانہ کو آل انڈیا سول سروسیز ٹورنامنٹس میں شرکت کے لئے امداد دی جاتی ہے۔

فنِ کشتی کی ترقی : کشتی مہاراشٹر کی ایک روایتی اور مقبول عام سرگرمی ہے، اس فن کو ترقی دینے کے لئے مہاراشٹر راجیہ کشتی گیر پریشد کے سپرد یہ کام کیا گیا ہے کہ وہ ماہر پہلوانوں کیلئے ہر سال معینہ کورس چلائے اور کشتی کے مقابلے کرائے۔ یہ سالانہ کانفرنسیں بھی منعقد کرتی ہے جس میں مختلف وزن رکھنے والے پہلوانوں کے گروپ کے لئے کشتی کے مقابلے بھی کرائے جاتے ہیں۔ ان سالانہ کانفرنسوں میں منتخب ہونے والے پہلوانوں کو وظیفے دیئے جاتے ہیں۔ حکومت کی جانب سے اب تک پہلوانوں کے وزن گروپ کے لحاظ سے ۳۰ روپے تا ۱۵۰ روپے ماہانہ کے حساب سے ۳۳۴ وظیفے منظور کئے گئے ہیں۔

پریشد ریاستی ٹیموں کی نمائندگی کے لئے بھی امداد پاتی ہے، تاکہ وہ قومی پیمانے پر انتخابی مشق اور کوچنگ کیمپ میں شرکت کر سکیں۔ اس کے علاوہ اسے ۵۰ فیصد شرح پر سالانہ انتظامی امداد بھی ملتی ہے۔ ۸۰-۱۹۷۹ء کے لئے ۲۰ روپے ماہانہ کے حساب سے نو وظائف حکومت کی جانب سے نئے پہلوانوں کے لئے منظور کئے گئے ہیں۔

اسٹیڈیم کی تعمیر : ہر ضلع اور حلقہ واری مقام پر اسٹیڈیم کی تعمیر کے لئے ایک اسکیم منظور کی گئی ہے۔ اس کے مطابق زیادہ سے زیادہ بالترتیب دو لاکھ روپے اور ۵ لاکھ روپے کی حد تک مالی امداد دی جاتی ہے۔ اب تک چار حلقہ واری مقامات کو چھوڑ کر ۲۲ مقامات ضلع پر ڈسٹرکٹ اسٹیڈیم کی تعمیر کے لئے امداد منظور کی جا چکی ہے۔ حلقہ واری درجہ پر اسٹیڈیم کے واسطے ممبئی، پونے اور ناگپور کے واسطے امداد منظور کی گئی ہے جہاں یہ اسٹیڈیم پایۂ تکمیل کو پہنچ چکے ہیں۔

ریاستی منصوبہ جات کے لئے مرکزی امداد : مرکزی حکومت کی جانب سے ۵۰ فیصد اور ۲۵ فیصد مالی امداد دی جاتی ہے۔ ریاست میں کھلے اسٹیڈیم، سوئمنگ پول، میدانوں میں فلڈ لائٹ، انڈور اسٹیڈیم، کوچنگ کیمپس، اسپورٹس سامان کی خریداری، دیہی کھیل مراکز، جسمانی تربیتی اداروں میں سہولتوں کی بہتری اور اسپورٹس کمپلیکس کی توسیع و ترقی کے لئے منصوبہ جات زیر عمل لائے جا سکیں۔

ہر سال ثانوی اسکول اسپورٹس مقابلے، دیہی اسپورٹس مقابلے اور زنانہ اسپورٹس مقابلے کرائے جاتے ہیں۔ یہ مقابلے تعلقہ، ضلع حلقہ اور ریاستی سطح پر ہوتے ہیں۔ ریاستی مقابلے میں بہترین کھلاڑیوں اور ٹیموں کا انتخاب کیا جاتا ہے جو قومی سطح پر مقابلوں میں ریاست مہاراشٹر کی نمائندگی کرتے ہیں۔

مہاراشٹر سے ٹیمیں اسکولی قومی مقابلوں، خواتین کے قومی مقابلوں، دیہی اسپورٹس قومی مقابلوں، جونیئر نہرو ہاکی ٹورنامنٹ، سبرتو مکرجی فٹ بال ٹورنامنٹ اور سی۔ کے نائیڈو کرکٹ ٹورنامنٹ میں بھیجی جاتی ہیں۔

سمندری تیراکی مقابلہ : ممبئی میں ہر دوسرے متبادل سال تقریباً ۳۵ کلومیٹر فاصلے تک سمندری تیراکی مقابلے کرائے جاتے ہیں۔ مقابلے میں اول آنے والے تین تیراکوں نیز خواتین مقابلے میں اول آنے والے تیراک کو گولڈ میڈل عطا کئے جاتے ہیں جو ہری ادم آشرم ٹرسٹ نڑیاد (گجرات) کی جانب سے عطا کردہ فنڈ سے دیئے جاتے ہیں۔ اب تک ایسے تین مقابلوں کا انعقاد عمل میں آیا ہے۔

جسمانی تعلیم: جسمانی تعلیم، این۔ ایف سی، پرائمری اور سکنڈری اسکول ٹیچروں کے لئے کورس چلائے جاتے ہیں۔ اضلاع میں مدرسین کے لئے یوگا میں نئے خاص کورس چلائے جاتے ہیں۔

تقسیم وظائف: اسکول کے بچوں اور کالج کے طلباء میں فطری اسپورٹس صلاحیت بڑھانے کے لئے حکومت نے وظائف کے ۲۸۰ سیٹ رکھے ہیں جو دیہی اور شہری علاقوں کے لئے الگ الگ مختص ہیں اور لڑکے و لڑکی دونوں کو ورزشی جانچ میں لیاقت وصلاحیت کی بنیاد پر ماہانہ ۲۰ روپے، ۳۰ روپے اور ۵۰ روپے کے حساب سے دیئے جاتے ہیں۔ مزید برآں ثانوی اسکول طلباء کے لئے مختلف کھیلوں اور اسپورٹس میں مہارت پر ۳۲ وظائف ہیں جو ریاستی سطح پر ثانوی اسکول مقابلوں میں ان کی کارکردگی پر مختص کئے جاتے ہیں۔ ایسے ایک وظیفے کی رقم ۲۵ روپے ماہانہ ہے۔ ان وظائف کی میعاد ۲ سال ہے، البتہ کالج طلباء کے معاملے میں یہ میعاد ایک سال ہے۔

چھترپتی انعامات: کھیل کود کے میدان میں ممتاز مرد و عورت کھلاڑیوں کی عزت افزائی کی غرض سے ہر سال چھترپتی ریاستی ایوارڈز دیئے جاتے ہیں۔ یہ انعامات ۲۵ گیمس میں مردوں اور ۱۵ گیمس میں خواتین کو دیئے جاتے ہیں۔ مزید برآں کھیل اور جسمانی تعلیم کے میدان میں ممتاز کارکنوں کو بھی دو یا تین انعامات سے نوازا جاتا ہے۔

قومی جسمانی کارکردگی مہم مرکزی وزارت تعلیم نے ۱۹۵۹-۶۰ء میں جاری کی تھی تاکہ لوگوں میں صحت و تندرستی کا شعور ابھارا جائے۔ یہ منصوبہ معینہ معیار کامیابی کے ساتھ جسمانی کارکردگی، جانچ کی بعض مدات پر مشتمل ہے۔

تربیتی پروگرام: طلباء کے لئے عموماً اور کھلاڑیوں کے لئے خصوصاً تربیتی مراکز اب تک مہاراشٹر کے چھ اضلاع یعنی ممبئی، ناشک، اورنگ آباد، پونے، امراؤتی اور دھولے میں قائم کئے جا چکے ہیں۔ ناگپور میں بھی ایک مزید مرکز قائم کیا گیا ہے، جہاں نیتاجی سبھاش نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسپورٹس پٹیالہ کی جانب سے کھیل میں تربیت دینے کے لئے کوچ مقرر کئے گئے ہیں۔ حکومت ہر ضلع میں تربیتی مرکز قائم کرنا چاہتی ہے۔ فی الحال ممبئی میں بھی ایک علاقائی تربیتی مرکز قائم کرنے کی تجویز حکومت کے زیر غور ہے۔ ممبئی میں کاندیولی کے مقام پر گورنمنٹ کالج برائے جسمانی تعلیم موجود ہے، جہاں نہ صرف یہ کہ اعلیٰ سہولیات مہیا ہیں بلکہ یہاں بی۔ ایڈ ڈگری کے تحت ایک سالہ جسمانی تعلیم کا ڈگری کورس بھی نصاب میں شامل ہے۔ ممبئی یونیورسٹی سے منسلک مذکورہ کالج میں ہر سال ۱۰۰ طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ جسمانی تعلیم کے غیر سرکاری کالج ناگپور، اورنگ آباد، ایوت محل اور امراؤتی میں موجود ہیں وہاں ۴۰۰ طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

یوتھ ویلفیئر: قومی نصاب تعلیم میں یوتھ ویلفیئر جس کا مقصد عین نوجوانوں کو باشعور زندگی گذارنے کے قابل بنانا ہے، اب ایک ضروری

اور راہم تعلیم کے طور پر شامل ہے۔ نوجوانوں کے مسائل حل کرنے کی غرض سے حکومت نے ۱۹۶۳ء میں ایک یوتھ ویلفیئر بورڈ قائم کیا۔ یونیورسٹی سطح پر بھی حکومت یوتھ ویلفیئر سینٹرس قائم کرنے کی طرف توجہ دے رہی ہے تاکہ طلبہ دیہی صفائی، طبی امداد اور دیگر سماجی امور کے کاموں میں دلچسپی لیں۔ فی الحال بمبئی، ناگپور، پونے، اورنگ آباد اور کولھاپور ان پانچ علاقوں میں یوتھ سینٹرز قائم ہیں۔ ہر یوتھ سینٹر کو حکومت کی جانب سے ۵۰۰۰ روپے کے علاوہ پروجیکٹ گرانٹ بھی دی جاتی ہے۔ یووک برادری، انڈین انسٹی ٹیوٹ آف یوتھ ویلفیئر، ناگپور جیسے اداروں کو بھی اسی طرح کی گرانٹ دی جاتی ہے۔ مرکزی حکومت نے ریاست میں ۱۵ نہرو یووک کیندر کی منظوری دی ہے لیکن ابھی صرف تین ہی قائم کئے جا سکے ہیں۔

پرائمری اور سکنڈری اسکول کے اساتذہ کو خصوصی کورس کے طور پر ماہرین کی زیر نگرانی حب الوطنی کے گیت و ترانے سکھائے جاتے ہیں۔ پھر یہی اساتذہ اپنے اسکولوں میں بچوں کو یہ نغمات سکھاتے ہیں۔ انھیں قومی ترانہ گانے کا ڈھنگ بتاتے ہیں۔ گانے کی تربیت حکومت کی جاری کردہ 'ایک۔ سُر۔ ایک۔ تال' کے تحت دی جاتی ہے۔

اسکاؤٹ اینڈ گائڈ: نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کو اچھا شہری بنانے اور ان کے جسمانی، دماغی اور روحانی کردار میں بہتری پیدا کرنے کی غرض سے اسکاؤٹ اور گائڈ کی تحریک کی بنیاد ڈالی گئی ہے ۷۳-۱۹۷۲ء کے تعلیمی سال سے ہشتم جماعت سے اسکاؤٹ اینڈ گائڈ بطور ترغیبی کورس نصاب تعلیم میں شامل کیا گیا ہے۔ مہاراشٹر اسٹیٹ بھارت اسکاؤٹ اینڈ گائڈ سے تربیت یافتہ اساتذہ کے ذریعہ مذکورہ نصاب کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس ادارہ کو منظور شدہ اخراجات کا ۷۵ فیصد یا خسارہ کی تلافی کی رقم، جو بھی کم ہو بطور گرانٹ دی جاتی ہے۔

نیشنل سروس اسکیم: ۷۰-۱۹۶۹ء میں اس اسکیم کا نفاذ عمل میں آیا۔ اس اسکیم کو پہلے لازمی این سی سی کے متبادل رکھنے کی تجویز تھی لیکن مالی دشواریوں کے باعث اسے صرف چند منتخبہ کالجوں تک محدود کر دیا گیا۔ اس اسکیم کا خاص مقصد یونیورسٹی طلبہ میں قومی شعور اور سماجی ذمہ داریوں کو سمجھنے اور سنبھالنے کی صلاحیت پیدا کرنا ہے۔ اس اسکیم کے اخراجات مرکزی و ریاستی حکومت مل کر ۵ : ۷ کے تناسب سے پورا کرتے ہیں۔ مذکورہ اسکیم میں پلے گراؤنڈ بنانا، جہالت دور کرنے میں مدد دینا، چھوٹی آب پاشی، دیہی سڑکوں کی تعمیر، امداد باہمی، تعلیم بالغان، گندی بستیوں کی صفائی اور ابتدائی طبی امداد کے کاموں کو فروغ دینا شامل ہے۔

عام اور خاص کیمپوں کے ذریعے مذکورہ پروگرام کے تحت یونیورسٹی کے طلبہ اپنی تعلیم کے ساتھ ساتھ سماجی کاموں میں حصّہ لیتے ہیں ریاست میں واقع تمام یونیورسٹیاں اور انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنولوجی پوائی، بمبئی کے زیر اہتمام ۳۸۰ کالج میں یہ اسکیم زیر عمل ہے۔

نیشنل کیڈٹ کارپس (این سی سی): ۴۹-۱۹۴۸ء میں مختلف اسکول اور کالجوں میں قومی سطح پر این سی سی کا نفاذ کیا گیا۔ این سی سی کے خاص مقاصد مندرجہ ذیل ہیں۔

۱) طلبہ میں قیادت اور رفاقت کا جذبہ پیدا کرنا، کھیل کود اور محنتی کاموں میں دلچسپی پیدا کرنا۔

۲) نظم و ضبط اور حالات سے مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا تاکہ ہنگامی حالات میں ان سے مدد لی جا سکے۔

۳) فوج میں اعلیٰ ملازمت حاصل کرنے کے قابل بنانا۔

قلمی معاونین سے گذارش ہے کہ اپنی تخلیقات کے خاتمے پر یا ئینٹ پر اپنا مکمل پتہ، پن کوڈ نمبر کے ساتھ ضرور تحریر فرمائیں۔ مضمون کاغذ کے صرف ایک ہی طرف اور صاف لکھیں اور قلمی نام کے ساتھ اصلی نام بھی تحریر کریں۔ غیر طلبیدہ مضامین کی نقل اپنے پاس ضرور رکھیں۔

متحدہ دیہی توسیعی اسکیم

آزادی ملنے کے بعد ہم نے پچھلے پانچ پنجسالہ پلان پر عمل کر کے ترقیاتی منزل کی طرف قدم بڑھانے کا ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ ترقیاتی پروگراموں پر اگرچہ ٹھوس کام ہو رہا ہے لیکن ایسا لگتا ہے کہ جیسے ہم اب تک سماج کے نچلے طبقات کو بھی پیش قدمی سے ہونیوالے فائدے بہم نہیں پہنچا سکے ہیں۔

مہاراشٹر میں ۷۰ فیصد لوگ زراعتی صنعتوں پر انحصار کرتے ہیں۔ ریاست کے ۸۰ فیصد لوگ دیہاتوں میں رہتے ہیں۔ اس نقطۂ نظر سے ریاست کی ترقی کے معنی ہیں کھیتوں کی ترقی اور کھیتوں کی ترقی کے معنی ہیں دیہات کی ترقی۔ اگر اس فارمولا کو مان لیا جائے تو غلط بھی نہیں ہوگا۔ لیکن اس سے بھی چند قدم آگے بڑھ کر ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ اور جیسا کہ آپ کو بھی معلوم ہے کہ دیہات کی ترقی سماج کے اس حصے کی ترقی ہے جو ہر لحاظ سے نہایت کمزور ہے اور اس حصے کی ترقی کے بغیر سماج کی ترقی بے معنی ہو کر رہ جائے گی۔ اسی لیے چھوٹے اور بہت چھوٹے زمین مالک کاشت کار، دیہی دست کار، کاریگر اور دوسرے درجے سے تعلق رکھنے والی جاتیوں، جماعتوں کے لوگوں کی آمدنی میں اضافہ کیے جانے کے خیال سے ضروری ہے کہ ان کے لیئے زیادہ روزگار کے مواقع بہم پہنچائے جائیں۔ یہی وہ نقطۂ نظر ہے جس کے تحت خاص خاص حصوں میں پیداوار پر مشتمل کام کو فروغ دینا حکومت نے طے کیا ہے۔ اسی پروگرام کو متحدہ دیہی توسیعی اسکیم کا نام دیا گیا ہے۔

اس اسکیم کا خاص مقصد یہ ہے کہ وہ سب مسائل جن کا تعلق دیہاتوں کے کمزور طبقوں سے ہے۔ ان پر مل جل کر، متحدہ طور پر غور و خوض کر کے انھیں ترتیب وار حل کرنے کی کوشش کی جائے۔

توسیعی اسکیم

کمزور طبقوں کی بھلائی کے لیے ریاستی حکومت کئی پروگراموں کو عمل میں لا رہی ہے۔ حکومت کے پروگراموں کا مرکزی نقطہ انھیں حقائق کا ایک حصہ ہے۔ جیسے متحدہ دیہی اسکیم پر عمل درآمد کے ذریعہ انجام دینا مقصد ہے۔

مرکزی حکومت نے چھوٹے کاشت کاروں کی ترقیاتی ایجنسی اکثر سوکھے سے متاثر ہونے والے علاقوں کی بہبودی کے پروگرام اور علاقہ واری ترقیاتی پروگرام کے تحت جن کمزور طبقوں کی بہبودی کا منصوبہ اپنے چھٹے پنج سالہ پلان میں بنایا ہے انھیں منصوبوں کو متحدہ دیہی توسیعی اسکیم کے ذریعہ ریاستی حکومت اپنے ہاتھ میں لے رہی ہے۔

یہ اسکیم سارے ہندوستان میں تقریباً ۳۰۰۰ کمزور طبقوں میں سے ۲۰۰۰ طبقوں کے سلسلے میں بروئے عمل لائی جا رہی ہے۔ مہاراشٹر میں یہ اسکیم ۱۱۶ کمزور طبقوں پر لاگو ہوگی۔

۱۹۷۸-۷۹ء میں حکومت مہاراشٹر نے اس اسکیم پر ۳ کروڑ ۹۲ لاکھ ۸۹ ہزار روپے خرچ کیا۔ اور ۷۰،۰۰۰ لوگوں کو اس کی بدولت فائدہ پہنچایا۔ اس کے علاوہ ۴ کروڑ ۷۶ لاکھ روپیہ بینکوں کے ذریعہ قرض بھی دلایا گیا۔

اسکیم کا فائدہ

(۱) جن کے پاس خشک زمین ۵ ایکڑ سے کم ہے۔ یا جن کے پاس بھرپور پانی حاصل کرنے والی زمین ۲٫۵ ایکڑ سے کم ہے ایسے چھوٹے زمین مالک

(۲) جن کے پاس خشک زمین ۲٫۵ ایکڑ سے کم ہے یا بھرپور پانی حاصل کرتے والی زمین ۱٫۲۵ ایکڑ سے کم ہے۔ بہت ہی چھوٹے زمین مالک کاشت کار اور

(۳) رہائشی مکان کے علاوہ جن کے پاس کسی بھی قسم کی زمین نہیں ہے۔ لیکن جن کی ۵۰ فیصد سے زیادہ پیداوار کھیت مزدوری سے حاصل ہوتی ہے ایسے کھیت مزدوروں کو اس اسکیم سے فائدہ پہنچے گا۔

سوکھے سے متاثر علاقوں میں سے چُنے گئے گروپ

جن کے پاس خشک زمین ۳ ہیکٹر سے کم ہے یا آب پاشی والی زمین ۱٫۵ ہیکٹر سے کم ہے ایسے چھوٹے زمین مالک۔

جن کے پاس خشک زمین ۱٫۵ ہیکٹر سے کم ہے یا آب پاشی والی زمین ۰٫۵ ہیکٹر سے کم ہے۔ ایسے بہت ہی چھوٹے زمین مالک کاشت کار اور

رہائشی مکان کے علاوہ جن ... کسی بھی قسم کی زمین نہیں ہے۔ لیکن جن کی ۵۰ فیصد سے زیادہ ... کھیت مزدوری سے حاصل ہوتی ہے۔ ایسے کھیت مز...

چھوٹے زمین مالک کاشت کاروں کی ترقیاتی ایجنسی کے تحت آنے والے اور علاقہ واری ترقیاتی پروگرام کے تحت آنے والے ۱۷ دوسرے گروپ پر مشتمل کاشت کاروں کو فی شخص ۳۰۰ روپے تک کی مالی امداد ملتی ہے۔ اور سوکھے سے متاثرہ علاقوں والے پروگرام کا فائدہ اٹھانے والے کاشت کاروں کو فی شخص ۴۰۰ روپے تک کی مالی امداد دی جاتی ہے۔ علاقہ واری توسیعی پروگرام کے تحت ۳۰۰۰ روپے تک کی مالی امداد دی جاتی ہے۔ ادیباسیوں کے فائدے کے لیے ان تمام گروپوں سے متعلق مالی امداد کی زیادہ سے زیادہ حد ۵۰۰۰ روپیہ ہے۔

ہاتھ میں لیے جانے والے منصوبے

دیہی توسیع کی متحدہ اسکیم کے تحت درج ذیل منصوبے عمل میں لائے جاتے ہیں اور فائدہ اٹھانے کے خواہشمندوں کو نیچے مذکور طریقے پر مدد دی جاتی ہے۔ منصوبے کا باقیماندہ خرچ مالی امداد دینے والے اداروں سے قرض کی شکل میں ملتا ہے۔

انفرادی فائدے کی اسکیم :-

اس اسکیم میں پانی پہنچانے یا مہیا کرنے کے چھوٹے کاموں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ اس میں کاشتکاروں کا ملکیتی یا ذاتی کنواں، چھچھلے ٹیوب ویل، کنوؤں میں بورنگ کرنا اور انہیں زیادہ گہرا کرنے کا کام، اسی طرح پرانے کنوؤں، رہٹ یا چرخی سے پانی نکالے جانے والے کنوؤں، پمپ سیٹس، الیکٹرک موٹروں، ڈیزل انجنوں، پمپ گھروں کو پھر سے بنانا، پمپوں کے لیے بجلی جاری کرنا۔ وغیرہ شامل ہیں۔

اس کام کے لیے چھوٹے زمین مالکوں کو رقمی خرچ کا زیادہ سے زیادہ ۲۵ فیصد اور چھوٹے زمین مالک کاشتکاروں کو ۱/۳ ۳۳ فی صد مالی مدد دی جاتی ہے۔

اجتماعی پانی فراہمی کا کام :-

اس میں گہرے ٹیوب ویل، بڑے قطر یا گولائی والے اور پمپ بٹھائے گئے کھودے ہوئے کنویں، اسی طرح ندی اور نالوں پر اٹھاؤ آب رسانی اسکیم (لفٹ اریگیشن اسکیم) شامل ہیں۔ اس کے لیے چھوٹے اور بہت چھوٹے زمین مالک کاشتکاروں کو رقمی خرچ کا زیادہ سے زیادہ ۵۰ فیصد مالی مدد دی جاتی ہے۔ اجتماعی پانی فراہمی کے کام کے واسطے مالی مدد کے لیے نیچے مذکور اصول بنائے گئے ہیں۔

ایسے امداد باہمی کے اداروں، پنچایتوں یا کارپوریشنوں یا کاشتکاروں کی جماعتی ملکیت، لیکن چھوٹے اور بہت چھوٹے زمین مالک کاشتکاروں کے واسطے ہی ہونے چاہئیں۔ ایسے اداروں میں چھوٹے اور بہت چھوٹے زمین مالک کاشتکاروں کے برابر برابر ساجھے داری کے حساب سے، ۵۰ فیصد سے زیادہ حصے ہونے چاہئیں۔ اور ایسے کاشتکاروں کے لیے پانی پٹی کے طور پر لگایا جانے والا ٹیکس چھوٹ والی یا سہولت والی شرح کے مطابق لاگو ہونا چاہئے۔

پانی نہ نکلنے والے کنوؤں کو امداد :-

جن کنوؤں میں کھیتوں کی آب پاشی کے لیے پانی نہ نکلا ہو ایسے کنوؤں کے لیے خرچ کے سلسلے میں ...۱ روپے تک کی مالی مدد یا جملہ کیے گئے خرچ کی رقم۔ ان دونوں میں سے جو کم ہو گی وہ دی جائے گی۔

کیمیاوی کھاد :-

چھوٹے اور بہت چھوٹے زمین مالک کاشتکاروں کو پوٹاس اور فاسفورس والی کیمیاوی کھادوں کے لیے خرچ کے حساب سے علی الترتیب ۲۵ فیصد اور ۱/۳ ۳۳ فیصد مالی امداد دی جاتی ہے۔

کھیتی کے بارے میں معلوماتی تجربات

پاؤ ایکڑ سے ڈیڑھ ایکڑ تک زمین پر تجربہ و تعلیم کے لیے استعمال کی جانے والی کھاد کے لیے ..۲ روپیہ تک کی مالی امداد دی جاتی ہے۔

اوزار:

چھوٹے اور بہت چھوٹے زمین مالک کاشت کاروں نے جو بہتر قسم کے اوزار خریدے ہوں ان کی قیمت خرید کا ترتیب وار ۲۵ فیصد اور ۳۳⅓ فی صد مالی مدد دی جاتی ہے۔

ذخیرہ رکھنے والے برتن

چھوٹے اور بہت چھوٹے زمین مالک کاشت کاروں کو اس کے لیے ترتیب وار ۲۵ فیصد اور ۳۳⅓ فیصد مالی مدد دی جاتی ہے۔

زمین کی اصلاح و ترقی اور کھیت والی زمین کی حفاظت

اس اسکیم کے تحت زمین کو ہموار کرنے اور ڈھلوان زمین کے گرد تار باندھنے، زمین کی سطح کو درست کرنے اونچی نیچی زمین کو برابر کرنے، استعمال شدہ یا گندہ پانی کی نکاسی کا بند و بست وغیرہ کرنے کا کام کیا جاتا ہے۔ چھوٹے اور بہت چھوٹے زمین مالک کاشت کاروں کو اس کام کے سلسلے میں ہونے والے خرچ کا علی الترتیب ۲۵ فیصد اور ۳۳⅓ فیصد مالی مدد دی جاتی ہے۔

دیہی توسیع کی متحدہ اسکیم زمین سدھارنے کے بعد بوائی

اس کام کے لیے چھوٹے اور بہت چھوٹے زمین مالک کاشت کاروں کو بالترتیب ۲۵ فیصد اور ۳۳⅓ فیصد مالی امداد دی جاتی ہے۔

دودھ دینے والے مویشیوں کی تقسیم:-

چھوٹے اور بہت چھوٹے زمین مالک کاشت کاروں کو بالترتیب ۲۵ فیصد اور ۳۳⅓ فیصد مالی امداد دی جاتی ہے۔

مخلوط نسل کے بچھڑوں کی پیدائش کی خاص اسکیم:

یہ اسکیم مالی امداد اور قرض کی فراہمی کے ذریعہ عمل میں لائی جاتی ہے۔ اس پروگرام کے تحت مخلوط نسل کے بچھڑوں کو چوتھے مہینے سے ۲۸ ویں مہینے تک چارہ خوراک کے سلسلے میں آنے والے خرچ کا ۵۰ فیصد مالی امداد چھوٹے اور بہت چھوٹے زمین مالک کاشت کاروں کو دی جاتی ہے۔

کھیت مزدوروں کے لیے یہ سلسلہ ۶۶⅔ فیصد ہے۔ مرغیاں، خنزیر، اور بھیڑوں کی پیدائش کے لیے چھوٹے اور بہت چھوٹے زمین مالک کاشت کاروں کو سرمایہ کی رقم کا بالترتیب ۲۵ فیصد اور ۳۳⅓ فیصد مالی امداد دی جاتی ہے۔ باقیماندہ رقم رقوم فراہم کرنے والے اداروں سے حاصل کر کے دی جاتی ہے۔

خنزیر کی پیدائش کے لیے ۳ ماداؤں کی ایک یونٹ پر ۱۷۰۰ روپیہ کا سرمایہ درکار ہوتا ہے۔ اور ۵۰ مرغیوں کی ایک یونٹ پر ۲۲۵ روپیہ لگتا ہے۔ بیس مادہ بھیڑوں اور ایک نر بھیڑ والی یونٹ پر تقریباً ۳۰۰۰ روپیہ کی رقم لگتی ہے۔ مخلوط نسل کے بچھڑوں کے لیے خوراک اور چارے کے لئے ۲۵ مہینوں میں ۲۵۰۰ روپیہ خرچ ہوتا ہے۔

اڑلی کا نجن مقام پر بھارتی زرعی صنعتی ٹرسٹ کے ذریعہ مخلوط نسل کی پیدائش:-

اس مقام پر مصنوعی طور سے حاصل کیا ہوا نطفہ استعمال کر کے مخلوط نسل کے مویشیوں کی پیدائش کا انتظام کیا جاتا ہے۔ ٹرسٹ کی معرفت چنے گئے علاقوں میں چلائے جانے والے مخلوط نسل والے مویشیوں کے لیے مصنوعی نطفوں کے اداروں میں سے ہر کامیاب ادارے کو ۱۵۰ روپیہ کی امداد دی جاتی ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانے والوں کو مصنوعی نطفوں کی سہولت خود ان کے گھر پر عطا

کی جاتی ہے۔

بھیڑوں، بکریوں، خنزیروں، مرغیوں، بطخوں وغیرہ کی تقسیم

چھوٹے اور بہت چھوٹے زمین مالک کاشت کاروں اور کھیت مزدوروں کو اس سلسلے میں علی الترتیب ۲۵ فیصد اور ۳۳ ۱/۳ فیصد مالی امداد دی جاتی ہے۔

پھلوں کے باغات :-

روپائی، کھاد، زمین کی ہمواری، اوزار، احاطہ وغیرہ پر ہوئے خرچ کے لیے چھوٹے اور بہت چھوٹے زمین مالکوں کو علی الترتیب ۲۵ فیصد اور ۳۳ ۱/۳ فیصد مالی امداد دی جاتی ہے۔

مچھلیوں کا کاروبار :-

مچھلی پکڑنے کے جال، نوزائیدہ مچھلیوں (مچھلیوں کے بیج)، کشتیوں کی خرید کے لیے ہر مچھیرے کو فرداً فرداً ۳۳ ۱/۳ اور مچھلی مار کوآپریٹیو سوسائٹی کو خرچ کا ۵۰ فیصد مالی امداد دی جاتی ہے۔

ریشم سازی :-

شہتوت کے درخت کی کاشت، پرورش، دیکھ بھال، حفاظت کے لیے سائبان، ریشم لپیٹنے کی چرخی اور کاشت کاروں کی ٹریننگ کے لیے چھوٹے اور بہت چھوٹے زمین مالک کاشت کاروں کو علی الترتیب ۲۵ فیصد اور ۳۳ ۱/۳ فیصد مالی امداد دی جاتی ہے۔

کھیت کی زمینوں والے درختوں کی دیکھ بھال

کھیت کی زمین پر درخت لگانے کے لیے چھوٹے اور بہت چھوٹے زمین مالک کاشت کاروں کو روپائی پر ہونے والا خرچ ۱۰۰ فیصد مالی امداد کے طور پر دیا جاتا ہے۔

شہد مکھی پالن

شہد کی مکھی پالنے کے لیے بنائے جانے والے صندوق، چھتہ میں سے شہد نکالنے کی مشین وغیرہ کی خرید کے لیے چھوٹے اور بہت چھوٹے زمین مالک کاشت کاروں کو علی الترتیب ۲۵ فیصد اور ۳۳ ۱/۳ فیصد مالی امداد دی جاتی ہے۔

بنیادی سہولت اور مالی امداد کی توسیع

اس پروگرام کے تحت مصنوعی نطفوں کے اداروں کے قیام کے لیے ۱۰۰ فیصد امداد دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ کوآپریٹیو اداروں کو مرکز تبرید (شیت کیندر) کے لیے جملہ خرچ کا ۵۰ فیصد مگر زیادہ سے زیادہ دو لاکھ روپیہ کی امداد دی جاتی ہے۔ کھیت کی پیداوار کو منڈیوں تک پہنچانے کے لیے اور تقسیم کاری کے لیے چھوٹی گاڑیوں جیسے ۳-پہیوں والی ٹیمپو خریدنے کے لیے کوآپریٹیو اداروں کو ۵۰ فیصد مالی امداد دی جاتی ہے۔

اسی طرح سرکاری مالکانہ زمین پر آب پاشی کے قابل رقبہ کے اصولوں پر اور کھیت والی زمین کی حفاظت اور بن نرسری [illegible]

تیار کرنے کے لیے ۱۰ فیصد خرچ کیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ اس پروگرام کے تحت "گرام سیوک ٹریننگ سینٹر"، کاشت کار ٹریننگ سینٹر، زراعتی ٹریننگ سینٹر، زراعتی کالج وغیرہ جگہوں سے فائدہ اٹھانے والے لوگوں اور دیہی کاریگروں کو ٹریننگ کی مفت سہولت حاصل ہے۔ دیہی کاریگروں کو کاروبار شروع کرنے کے لیے سرمایہ کاری پر خرچ ہونے والی رقم کا ۱/۳ ۳۳ فیصد یا ۱۵۰۰ روپیہ ان میں سے جو بھی کم ہو مالی امداد کے طور پر دیا جائے گا۔

مالی مدد

چھوٹے اور بہت چھوٹے زمین مالک کاشت کاروں کو مالی امداد مالی ادارے کا ممبر ہونے کے لیے بغیر سودی رقم، چار حصوں کی قیمت یا ۵۰۰ روپے دی جاتی ہے۔ اسی طرح کاشت کاروں کی خدمت کرنے والے اداروں کے تکنیکی عملے کے انتظامی امور کے لیے مالی امداد دی جاتی ہے۔ یہ مالی امداد پہلے سال ۱۰۰ فیصد دوسرے سال ۷۵ فیصد اور تیسرے سال ۵۰ فیصد کی شرح سے دی جاتی ہے۔

اس اسکیم کے تحت ۷۹-۱۹۷۸ء میں الگ الگ منصوبے پر ہونے والے خرچ کی تفصیل نیچے درج ہے:-

منصوبہ	روپے (لاکھوں میں) (۷۹-۱۹۷۸ء کا خرچ)
سینچائی	۹۹ر۴۹
کھیتی	۹۴ر۱۰۸
مویشی پالن	۵۷ر۱۵۲
دودھ کا کاروبار	۴۳ر۳۴
جنگلات کی دیکھ بھال	۴۹ر۴۱
مچھلی کا کاروبار	۰۸ر۲
کوآپریٹو	۲۳ر۱۱
صنعتی کاروبار	۱۶ر۲

ان اسکیموں سے جنھیں فائدہ حاصل کرنا مقصود ہو ان کو چاہیے کہ متعلقہ گروپ ڈیولپمنٹ آفیسر یا اس اسکیم کے ضلع پراجکٹ آفیسر سے ملاقات کریں۔
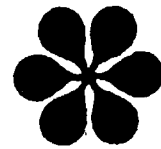
ناشک ضلع کے ادیباسی علاقے میں ایک سڑک - سڑکوں کی تعمیر سے قبائلی علاقوں کی ترقی کی راہیں روشن ہوگئی ہیں۔
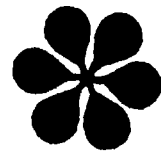
مزدور خیرخواہی بورڈ: ایک قابل فخر کارنامہ

جے۔ کے۔ نائیک ۔ سینیئر نامہ نگار، یونائیٹڈ نیوز آف انڈیا

مزدوروں کی بھلائی کے سلسلے میں مہاراشٹر ہمیشہ پیش پیش رہا ہے۔ ریاستی حکومت کی طرف سے وقتاً فوقتاً نافذ کیے جانے والے ترقی پسندانہ قوانین کے علاوہ مہاراشٹر بہبود خواہ بورڈ کی جانب سے بھی اس بات کی مسلسل کوششیں ہوتی رہی ہیں کہ فیکٹری مزدوروں کی شخصیت و اہمیت میں تمام پہلوؤں سے اضافہ ہوتا رہے۔

ان تمام کوششوں کی پشت پر پچھلے چالیس سال سے یہ عقیدہ کارفرما رہا ہے کہ ہر فیکٹری مزدور اپنے روشن خیالات اور صحت مند دماغ اور توانا جسم کی بدولت رفتہ رفتہ جدید سماج کی تعمیر اور ملک کی صنعتی اور معاشی ترقی کی نشوونما کے لیے ایک قابل قدر بلکہ اہم شخصیت کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس کی ابتدا ۱۹۳۸ء میں انڈین نیشنل کانگریس کی پہلی ہر دلعزیز حکومت کے دور میں شری بی جی کھیر کی رہنمائی میں ہوئی تھی۔ جب بمبئی میں ملک کا اوّل ترین مزدور بھلائی مرکز قائم کیا گیا تھا۔

اس وقت کپڑے کی تیاری ہی ملک کی سب سے بڑی صنعت تھی۔ بمبئی، احمد آباد اور سولاپور، کپڑا ملوں کے مراکز تھے۔ مل مزدور ہی محنت کش طبقہ کی سب سے بڑی جماعت شمار ہوتے تھے۔ کھیر منسٹری کی جانب سے مزدور خیرخواہی محکمہ کا قیام مل مزدوروں کی غریبی، ناخواندگی، شراب نوشی اور جوئے بازی جیسی ناپسندیدہ عادتوں سے چھٹکارہ دلانے کے لیے تھا۔ کیوں کہ یہی سب باتیں تھیں جن کی وجہ سے غرض مند لوگ ان کا استحصال کیا کرتے تھے۔

ابتدا میں مزدور خیرخواہی پروگرام کے تحت اس بات پر زور دیا گیا کہ مزدوروں کے لیے لائبریریاں، سماجی تعلیم، کیرم وغیرہ قسم کے گھروں میں کھیلے جانے والے کھیل اور دیگر تفریحی مشاغل کا انتظام کیا جائے۔ ان تمام سرگرمیوں کا مقصد یہ تھا کہ مزدوروں کو چھٹی کے اوقات میں شراب نوشی، جوابازی جیسی بری عادتوں سے دور رکھا جائے اور انھیں اس بات پر مائل کیا جائے کہ فرصت کے وقتوں میں وہ تعمیری کام کریں۔

رفتہ رفتہ مزدور بھلائی سرگرمیوں کو دوسرے شہروں تک یعنی احمد آباد، شولاپور، پونے، جلگاؤں، دھولیے اور بڑودہ تک وسعت دے دی گئی جو اس وقت ریاست بمبئی ہی کا حصہ تھے۔

ایک اہم قدم

بمبئی لیبر ویلفیر ایکٹ کے تحت ۱۹۵۳ء میں ریاستی حکومت کی جانب سے مزدور خیرخواہی پروگرام کے لیے ایک اہم قدم اٹھایا گیا تھا۔ ایکٹ کے تحت حکومت نے بمبئی لیبر ویلفیر بورڈ قائم کیا اور اس وقت ۵۴ مزدور خیرخواہی مرکز جو موجود تھے ان کا انتظام بورڈ کو سونپ دیا۔ ایکٹ کی دفعات کے تحت فیکٹریوں کے لیے یہ بات ضروری تھی کہ مزدوروں پر عائد کردہ مختلف قسم کے جرمانے اور ان کی غیر ادا کردہ مزدوری کا معاملہ بھی بورڈ کے سپرد کر دیا جائے۔

یہ بات حیرت انگیز ہے کہ مزدور خیرخواہی پروگرام کو ایک نظام کے تحت لانے اور اسے مضبوط بنانے کے لیے حکومت کی

تحریک پر آجرین کا ردعمل ابتداءً منفی رہا۔

جرمانے اور غیر ادا شدہ مزدوری جو بمبئی لیبر ایکٹ، آمدنی کے قانون وسائل سے تعلق رکھنے والی دفعات ہیں۔ ان کے جواز کو بمبئی کی ایک کپڑا مل کے منتظمین نے چیلنج کر دیا تھا۔ سپریم کورٹ نے بھی اس ایکٹ کو کالعدم قرار دے دیا تھا۔ اس کی وجہ سے بورڈ کو مالی بدحالی کا سامنا کرنا پڑا اور نتیجتاً اس کی تمام سرگرمیاں سرد پڑ گئیں۔ لیکن ریاستی حکومت نے فوری طور پر پیش قدمی کی اور بورڈ کی اس مالی بدحالی پر غالب آنے میں معاونت کی۔

ریاستی حکومت نے بھی ۱۹۶۱ء میں بمبئی ویلفیر ایکٹ میں ترمیم کی تاکہ اس کی بعض خامیوں کو دور کیا جا سکے۔ اور بورڈ کے لیے قانونی طور پر آمدنی کا

(اوپر کی تصویر میں) اسکول جانے والے بچوں کے لیے دوپہر کا کھانا، اور سامنے کی تصویر میں عورتوں کے لیے سلائی کی کلاسیس، بورڈ کے بھلائی پروگرام کو اجاگر کرتی ہیں۔ عورتوں کے لیے روزگار مہیا کرنے والی کلاسیس بھی بورڈ نے جاری کر رکھی ہیں۔ اس قسم کی سرگرمیوں کا شمار ادارہ جاتی بھلائی مرکز کے ذیل میں ہوتا ہے۔ جہاں پیشہ ورانہ اور تعلیمی مقصدوں پر زور دیا جاتا ہے۔

برا ذریعہ بحال کیا جا سکے۔ [illegible]

تقریباً ۳۰ مزدور خیر خواہی مراکز جنھیں حکومت براہ راست چلاتی تھی انتظام کی خاطر بورڈ کو منتقل کر دیے گئے۔

راہ نکل آئی

مالی دشواریوں کی وجہ سے بورڈ کی بدحالی جوں کے توں رہی۔ لیکن ۱۹۷۱ء میں مشکلات کی تاریکی میں سے ایک راستہ نکل آیا۔ اس وقت ریاستی حکومت نے ایک اور قانونی ترمیم ہر ششماہی پر تین طرح عطیہ دینا، ۲۵ پیسے ہر مزدور کے لیے اور اس کا دگنا آقا کے لیے اور حکومت کے لیے ان تمام فیکٹریوں کے سلسلے میں عائد کیا جن میں دس یا اس سے زیادہ مزدور کام کرتے ہوں۔

اس سے بورڈ کی مالی حالت کو کافی طاقت مل گئی۔ سنہ ۱۹۷۷ء میں ایک مزید قانون کے ذریعہ سالانہ چندے کی مقدار بڑھا دی گئی۔ اور ہر مزدور کے لیے ایک روپیہ ریاستی حکومت کے لیے دو روپیہ اور مالکان کے لیے ۳ روپیہ دینا مقرر کیا گیا۔

اس وقت پورے مہاراشٹر میں تقریباً ۱۵ لاکھ فیکٹری مزدور اس ایکٹ کے تحت آتے ہیں۔ بورڈ کو ہر سال مزدوروں سے تقریباً ۱۵ لاکھ روپے ریاستی حکومت سے ۳۰ لاکھ اور مالکان کی طرف سے ۴۵ لاکھ روپے ملتے ہیں۔

بورڈ کو اندازاً غیر ادا شدہ مزدوری اور بونس کی جمع شدہ رقم کے حساب سے تقریباً ۱۵ لاکھ روپے سالانہ کی مجموعی رقم ملتی ہے۔ بورڈ کا مزدور خیر خواہی کے لیے سالانہ بجٹ ۲۵ء ۱ کروڑ روپے کے قریب

*

بورڈ نے اپنی مزدور بھلائی سرگرمیوں کو اس خیال کے ساتھ جاری کیا ہے کہ صحیح جسم و دماغ رکھنے والا مزدور ایک خوش حال سماج کی تعمیر اور اقتصادی ترقی کے حصول کے سلسلے میں ایک انمول اثاثہ ہے۔ اسی لیے بورڈ نے مزدوروں کے لیے تفریحی سہولتوں کے ساتھ ساتھ جمخانہ کی تعمیر پر بھی کافی زور دیا ہے۔

**

بورڈ کی جانب سے بھلائی کی [illegible]میوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ادارہ جاتی اور غیر ادارہ جاتی۔ پہلا حصہ جو تعلیمی اور پیشہ ورانہ باتوں پر مشتمل ہے۔ مانٹیسری کلاسوں (یعنی ایسا طریقہ تعلیم جس کے ذریعہ ہر قسم کے لوگوں کو تعلیم دی جاتی ہے) لائبریریوں، اطلاعاتی مراکز، ریڈنگ روم، ٹیلرنگ اور سلائی کی کلاسوں، دستکاری کی کلاسوں)، ورزش گاہوں، مطالعاتی کورس، عورتوں کے لیے روزگار حاصل کرنے میں سہولت بخش ٹریننگ ورکشاپ اسکول کے بچوں کے لیے دوپہر کے کھانے اور اسکاؤٹس کے انتظام پر زور دیتا ہے۔

دوسرے حصے میں تفریحات اور ثقافتی ترقی پر زور دیا گیا ہے۔ اس میں مختلف قسم کے کھیلوں، ادبی مقابلوں، عمل میں لائے جانے والے آرٹس، جیسے ڈانس، ڈرامہ، اور میوزک کا انتظام ہوا کرتا ہے۔

کامگار کریڈا بھون

۱۹۷۱ء میں بورڈ کا پہلا بڑا کارنامہ یہ تھا کہ ۴۰ لاکھ روپیہ کے خرچ سے دادر میں ممبئی گرنی کامگار کریڈا بھون قائم کیا۔ یہ بھون تین ایجنسیوں کے تعاون کی علامت ہے۔ ریاستی حکومت مل مالکان کی ایسوسی ایشن اور ممبئی میونسپل کارپوریشن، جس نے اس مقصد کے لیے زمین عطا کی تھی۔ کریڈا بھون ان باتوں پر مشتمل ہے۔ ایک مستقل اسٹیڈیم جس میں ۶۰۰۰ کھیل دیکھنے والوں کے بیٹھنے کا انتظام ہے۔ ایک فٹ بال میدان، ایک اولمپک کے معیار کا تیرنے کا تالاب (سوئمنگ پول)، ایک اوپن ائیر تھیٹر، ایک بند بیڈمنٹن کورٹ، کشتی کے اکھاڑے اور ایک آراستہ لائبریری۔

اس کے بعد سے بورڈ نے کچھ مکانات تعمیر کیے۔ دو کامگار کلیان بھون کے لئے ممبئی میں اور للت کلا بھون کے لیے ناگپور، سولاپور، اورنگ آباد پربھنی جلگاؤں اور اکولہ میں۔ مزدور بھلائی مراکز کی تعداد اس سال کے مارچ تک ۱۸۴ ہو چکی تھی جبکہ ۷۲-۱۹۷۱ء میں یہ تعداد صرف ۹۲ تھی۔

بورڈ فی الحال فیکٹری مزدوروں کے ۱۲۰۰۰ بچوں کی درجہ غیر معیار کی تعلیمی ضرورت کو پوری کر رہا ہے۔ یہ کام مونٹیسری اسکولوں کے ذریعہ ریاست کے مختلف حصوں میں انجام پا رہے ہیں جن میں ممبئی عظمیٰ میں واقع ۵۷ ادارے شامل ہیں۔

کامگار کلیان نگری

پونے میں پمپری کے قریب بورڈ کا سب سے زیادہ قابل قدر کارنامہ کثیر مقصدی کامگار کلیان نگری پروجیکٹ ہے۔ پمپری چنچوڑ میونسپلٹی نے نہ صرف یہ کہ اس کے لئے ۱۱ ہیکٹر زمین عنایت کی ہے بلکہ ۳۵ لاکھ روپیہ کا گراں قدر عطیہ بھی اس پروجیکٹ کے لئے عطا فرمایا۔ پروجیکٹ کا پہلا مرحلہ ۸۰ لاکھ روپے کے خرچ سے تکمیل کو پہنچا اور اس کا افتتاح پچھلے سال جنوری میں ہوا یہ تعمیر اور پویلین اور ایک بیضاوی شکل کے اسٹیڈیم پر مشتمل ہے۔ جہاں دوڑ[illegible] کرنے والوں کے لئے تیار کی گئی زمین ہے۔ ہندوستانی کھیلوں کے ایک علیحدہ میدان ہے اور اسٹاف کے رہنے کے لئے الگ سے رہائش گاہیں۔

مہاراشٹر کے ممبئی پونے اور چند دیگر شہروں میں صنعتوں کی [illegible] رفتار ترقی کی وجہ سے دیہی علاقوں کے رہنے والے لوگوں نے ر[illegible] گار کی تلاش میں شہری علاقوں کا رخ کیا جس سے گندے رہائ[illegible]

علاقوں کی تعداد بڑھنے لگی ہے کیونکہ مکانوں کے باقاعدہ کرایے گراں قیمت ہونے کی وجہ سے فیکٹری مزدوروں کی پہنچ سے باہر تھے اس لئے ان کو مجبوراً جھونپڑوں میں سکونت اختیار کرنی پڑی۔

بورڈ نے فوراً ہی اس بات کی اہمیت کو محسوس کیا کہ اسے اپنی سرگرمیوں کو ان جھونپڑپٹی والے حلقوں میں شروع کرنا چاہیئے چنانچہ فیکٹری مزدوروں کے لئے اورنگ آباد، پونے اور سولاپور میں اور ان کے اہل وعیال کی تعلیم، صحت، تفریح اور دوسری سہولتوں کے لئے تربیتی ادارے بہم پہنچائے۔

مطالعاتی ٹیم کا مشورہ

۱۹۷۸ء میں بورڈ نے ٹکسٹائل مزدوروں کے لیڈر شری بھائی بھونسلے کی چیرمینی میں ایک مطالعاتی ٹیم مقرر کی تاکہ وہ بورڈ کی سرگرمیوں کو وسیع کرنے اور پھیلانے کے بارے میں مناسب مشورہ دے مطالعاتی ٹیم کی سفارشات کی بنیاد پر ایک پنچ سالہ پلان (۸۳-۱۹۷۸ء) تیار کیا گیا۔ اس پلان پر عملدرآمد کے دوران ۴۴ نئے مزدور بھلائی مراکز کھولنا، بھلائی مرکزوں کے لئے مزید ۱۲ عمارتیں تعمیر کرنا اور ۱۹۸۳ء تک موجودہ ۵ لاکھ کی بجائے تقریباً ۱۰ لاکھ مزدوروں کو ان کے اہل وعیال سمیت رہن سہن کے لئے مزید ایک سو کالونیاں بنانا ان کے پیش نظر تھا۔ پلان پر خرچ کا تخمینہ ۶۲۰ اکروڑ روپے ہے۔

گذشتہ سال فیکٹری مزدوروں میں فیملی پلاننگ کو فروغ دینے کے لئے بورڈ نے ایک نقشہ بھی تیار کیا۔ یہ اسکیم ریاستی اور مرکزی حکومتوں کی جانب سے منظور کرلی گئی ہے۔ اس اسکیم کے لئے اقوام متحدہ کے فنڈ برائے آبادی، تعلیم اور خاندانی بہبودی سے بین الاقوامی لیبر آرگنائزیشن کے توسط سے ایک کروڑ روپے ملنے کی امید ہے۔ آئندہ تین سالوں میں اس پر عملدرآمد کے دوران ۱۲۵ مزدور بھلائی مرکزوں کے ذریعے زیادہ سے زیادہ فیکٹری مزدوروں اور ان کے خاندان تک پہنچنے اور خوشحال زندگی کی خاطر ان تک فیملی پلاننگ کا پیغام پہنچانے کا مقصد پیش نظر ہے یہ مہم تقاریر، دستاویزی فلموں، نمائشوں اور صحت افزا کلینکوں پر مشتمل ہوگی۔

یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ مہاراشٹر لیبر ویلفیئر بورڈ فیکٹری مزدوروں کی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے اور ان کے خاندان میں خوشی اور خوشگواری لانے کے لئے ایک اچھا رول انجام دے رہا ہے۔ مزدور بھلائی کے سلسلے میں مہاراشٹر کی کامیابیوں کو دوسری

بورڈ کی کارکردگی

اس چارٹ کے ذریعہ بورڈ کا گزشتہ پانچ سال کا خاکہ پیش کیا گیا ہے جو اس نے مزدوروں کی بہبودی کے سلسلے میں انجام دیا۔

	پوزیشن ۱۹۷۵ء میں	۳۱ مارچ ۸۰ء کے وقت
لائبریریاں اور معلوماتی مراکز	۲۷	۴۲
شیشو مندر (مانٹیسری)	۱۳۵	۲۱۸
سلائی کلاسیز	۱۱۸	۱۶۹
گورنمنٹ منظور شدہ ٹیلرنگ کلاسیز	۱۷	۳۶
مطالعاتی حلقے	۳۰	۴۶
اوپن ایئر تھیٹر	۴	۸
تیراکی کے تالاب	۱	۲
اسٹیڈیم	۱	۲

ریاستوں یعنی گجرات، مغربی بنگال، تامل ناڈو، آندھرا پردیش، مدھیہ پردیش اور پنجاب میں نمونہ کے طور پر پیش نظر رکھا جارہا ہے۔ چنانچہ ان ریاستوں نے بھی ایسے ہی قوانین بنائے اور ان پر عملدرآمد کے لئے ایسے ہی طور طریقے اپنائے ہیں۔

بورڈ نے پچھلے سال سے ایک انعامی اسکیم بنائی ہے جس کے تحت بہترین مزدور کو انعام عطا کیا جانا مقصود ہے۔ اس نے علاقائی سطحوں پر اسپورٹس منعقد کرنے کا سلسلہ بھی شروع کیا ہے فیکٹری مزدوروں کے ہونہار بچوں کو بورڈ کی جانب سے اسکالرشپ بھی دیئے جاتے ہیں۔

سابق وزیر محنت شری سوشیل کمار شنڈے، بہار اور آندھرا پردیش کے سابق گورنر شری آر۔ڈی۔ بھنڈارے، ممتاز اسٹیج اداکار رہینی ہنگوڈی، گنیش سولنکی، کرشن کانت دلوی، ممتاز اسپورٹس مین رام ناتھ پارکر، سدانند شیٹے (ارجن انعام یافتہ)، مدھو پاٹل، سوہاس کامبلی، شام راؤ ماہلے، کیشو پاٹل (اور یہ دونوں حضرات "چھترپتی انعام" یافتگان ہیں) بورڈ کے ان چند اراکین میں سے ہیں جنھوں نے سماجی زندگی اور اس کے مختلف پہلوؤں کو خوشگوار بنانے کے لئے کوشش کرنے والوں میں مشہور ومعروف ہیں۔

اس بات کی قومی امید کی جانی چاہیئے کہ بورڈ کی مزید ہمت افزائی کی جائے گی۔ زیادہ سرگرمی سے اپنے مشن کو جاری رکھنے کے لئے اسے مزید تعاون ومدد سے نوازا جائے گا

❖❖❖

ریاست کے ۲۶ اضلاع میں سے صرف چار تھانے، بمبئی عظمیٰ، قلابہ، رتناگیری ساحلی خطے ہیں۔ ماہی گیری کے لیے یہی سب سے بڑی دولت ہے۔ اس کے باوجود ریاستی حکومت سنجیدگی سے اس بات کی کوشاں ہے کہ اس نقصان کی تلافی مقامی ذرائع سے پوری کی جا سکے۔ ریاست کا ساحلی علاقہ تقریباً ۷۲۰ کلومیٹر تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ۸۷۰ مربع کلومیٹر خطۂ آب میں جہازوں کے ذریعہ ماہی گیری کی جاتی ہے نیز ۸۰،۰۰۰ ہیکٹر سمندری پانی اور ۲،۷۳ لاکھ ہیکٹر مقامی آبی ذرائع مثلاً تالاب وغیرہ بھی ماہی گیری میں اضافہ کا باعث ہیں۔ ان تمام ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے نیز ماہی گیروں کے حالات زندگی کو بہتر بنانے کی حکومت کی کوششوں کی بدولت گزشتہ ۲۰ سالوں میں ماہی گیری میں زبردست اضافہ ہوا ہے۔ ۱۹۶۰-۶۱ء میں سمندری و مقامی ذرائع سے ماہی گیری کا اوسط بالترتیب ۱،۹۰ لاکھ ٹن اور ۱۰،۰۰۰ ٹن تھا۔ جس میں بتدریج اضافہ ہو کر ۱۹۷۸-۷۹ء میں یہ تعداد بالترتیب ۳،۸۶ لاکھ ٹن اور ۲۳۸۵ ٹن ہو چکی تھی۔ سمندری پانی میں ماہی گیری کے لیے وسیع مواقع ہیں۔ ماہی گیری اب تک صرف خطۂ آب تک محدود ہے جو کہ ۸۷۰۰ کلومیٹر علاقے پر مشتمل ہے۔ اور جس کی گہرائی صفر سے ۵۰ میٹر تک ہے۔ گہرے پانی میں (جس کی گہرائی ۵۰ میٹر تا ۱۹۰ میٹر ہے) ماہی گیری کی کوشش اب تک نہیں کی گئی۔ ایک اندازہ کے مطابق ملکی سمندری پانی میں صفر سے ۵۰ میٹر کی گہرائی تک تھانہ کی جانب ۹۵،۰۰۰ ٹن، بمبئی عظمیٰ کی جانب ۵۷،۰۰۰ ٹن، قلابہ میں ۱۵۴،۰۰۰ ٹن، اور رتناگیری میں ۶۸،۰۰۰ ٹن ماہی گیری کی جا سکتی ہے۔ اس طرح مہاراشٹر اسٹیٹ فشریز ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے تحت کیے جانے والے سروے سے یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ گہرے پانی (صفر تا ۱۹۰ میٹر گہرائی) میں ماہی گیری کے مواقع زیادہ ہیں۔ مذکورہ بالا چاروں اضلاع میں کل ۴۶۱،۰۰۰ ٹن ماہی گیری کی جا سکتی ہے۔ اور یہ بے شک قابل اور جانباز ماہی گیروں کے لیے ایک سنہری موقع سے کم نہیں جو سمندر کی موجوں سے کھیلتے ہوئے تقریباً ۳۵۰،۰۰۰ ٹن تک مچھلیاں حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ کل ہند سمندری ماہی گیری کا ۲۵ فیصد ہے۔

ماہی گیری میں اضافہ کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ مقامی ضرورت پوری ہو گی بلکہ برآمدات میں بھی ترقی ہو سکتی ہے۔ ۱۹۷۸ء میں مہاراشٹر نے ۲۹،۷۱ کروڑ روپے کی مالیت کی ۱۵،۱۳۷ ٹن مچھلیاں برآمد کی تھیں۔

یہ خوشی کی بات ہے کہ ریاستی حکومت کی مرتب کردہ پالیسی میں بھی ماہی گیری پر خاص توجہ دی گئی ہے۔ پچھلے تین پنج سالہ منصوبوں میں نہ صرف ماہی گیری پر ہی زور دیا گیا۔ اور بعد کے سالوں میں ماہی گیر خاندانوں کو مالی امداد بہم پہنچانے کی غرض سے اقدامات طے کیے گئے۔ اس سلسلے میں سب سے اہم بات جس کی جانب حکومت نے خاص توجہ دی وہ ہے تیز رفتار خودکار کشتیاں۔ ماہی گیری کشتیوں میں بھی اصلاح کے لیے اسکیم مرتب کی گئی۔ ان اقدامات کے نتیجے میں پہلے منصوبے کے ختم ہونے تک ۱۱،۲۶ لاکھ ٹن مچھلیاں حاصل کی گئیں جس کے لیے ۶۹۳ خودکار کشتیاں استعمال میں لائی گئیں۔ ۱۹۷۷-۷۸ء میں پانچویں منصوبہ کے اختتام تک مذکورہ کشتیوں کی تعداد ۳،۱۹۲ ہو چکی تھی۔ ۱۹۷۹-۸۰ء میں اس میں مزید اضافہ ہوا۔ اور تعداد ۳۵۵۲ تک پہنچ گئی اور اب بھی توقع ہے کہ مذکورہ کشتیوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ ہوتی جائے گی۔

ماہی گیروں کو خودکار کشتیوں کے لیے حکومت ہند کے تحت نیشنل کوآپریٹیو ڈیولپمنٹ کارپوریشن (این سی ڈی سی) کے ذریعہ مالی امداد دی جاتی ہے۔ فی الحال یہ کارپوریشن اس سلسلے میں ریاستی حکومت کو بطور قرض ۶۰ فیصد اور بطور امداد ۴۰ فیصد مالی اعانت پیش کرتی ہے ریاستی حکومت یہ رقم ماہی گیروں کے امداد باہمی ادارہ کو بطور قرض ۵۵ فیصد، اور بطور امداد ۲۰ فیصد اور سرمایہ خاص میں بطور حصہ داری کے ۲۵ فیصد کی صورت میں تقسیم کرتی ہے۔ قرض کی رقم کی بازیابی کے بعد سرمایہ میں حصہ داری کی ۲۰ فیصد رقم کو دوبارہ امداد میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ اور بقایا ۵ فیصد سرمایہ خاص میں ریاستی حکومت کی حصہ داری کے طور پر ادارہ کے کھاتہ میں جمع رہتا ہے۔ ریاستی حکومت نے یہ طریقہ اس لیے اپنایا ہے تاکہ مالی اعانت کے ساتھ ساتھ کشتیوں پر حق ملکیت بجائے ماہی گیروں کے امداد باہمی ادارہ کے خود انھیں حاصل ہو سکے۔ یہ اسکیم کی مقبولیت کا نتیجہ ہے کہ صرف دو ہی سالوں میں این سی ڈی سی کے ذریعہ ۳۲۵ کشتیاں اس سلسلے میں تقسیم کی گئیں۔ ۱۹۷۹-۸۰ء کے دوران حصہ داری کی شکل میں ریاستی حکومت نے ۳۴ لاکھ روپے کی مالی اعانت کی۔ جبکہ ۱۰۵ خودکار کشتیوں کے لیے مذکورہ کارپوریشن نے ۹۸،۵۹ لاکھ روپے عطا کیا۔ ۱۹۸۰-۸۱ء کے دوران مزید ۷۰ کشتیوں کا نشانہ رکھا گیا ہے جس کے نتیجہ میں ماہی گیری میں مزید ۴،۵ لاکھ ٹن اضافہ ہونے کی توقع ہے۔

ماہی گیری سے منسلک دیگر سہولیات مثلاً مچھلیوں کے لیے سرد خانہ نقل و حمل اور بازار وغیرہ پر بھی حکومت نے خاصی توجہ دی ہے۔ ماہی

جوں کے فائدے کے لیے حکومت امداد باہمی اداروں کو مالی امداد مہیا کرتی
ہے ۔ ۷۶-۱۹۷۵ء کے دوران ریاست میں ۱۸۰۰ ٹن مچھلیاں رکھنے کے
ل ۱۷ برف کارخانے اور سرد خانے تھے ۔ آج ۱۶۱ برف کارخانے (گنجائش
۲٫۹ ٹن) اور سرد خانے جس میں ۶٫۳۹۲ ٹن مچھلیاں رکھی جا سکتی ہیں ،
جود ہیں ۔ امداد باہمی ادارہ کے تحت ۲۵ برف کارخانے اور ۶۰ ٹرانسپورٹ
اڑیاں ہیں ۔ اس کے علاوہ خودکار کشتیوں میں ماہی گیری میں معاون دیگر
شیا مثلاً ، نائیلون جال ، رسیاں فش ہوک اور ڈیزل کی خریداری
کے لیے بھی ریاستی حکومت مالی امداد کرتی ہے ۔ یہ امداد ضلع ، علاقائی
ور ریاستی فشریز کوآپریٹیو اداروں کے ذریعہ مہیا کی جاتی ہے ۔

مقامی ماہی گیری کو فروغ دینے کے لیے ریاست کے مناسب و موزوں
علاقوں میں مچھلیوں کی افزائش نسل کا انتظام کیا گیا ہے اور باقاعدہ پروجیکٹ
بنائے گئے ہیں ۔ اچھی نسل کی مچھلیوں کے انڈے "تجربات افزائش" کے
تحت تیار کیے جاتے ہیں ۔ ہر سال مہاراشٹر کی ۷٫۵۰ کروڑ انڈے کلکتہ
سے خریدنا ہوتے ہیں ۔ جبکہ مقامی ذرائع سے ۳٫۵ کروڑ انڈے دستیاب ہوتے
ہیں ۔ فی الحال ریاست میں مچھلیوں کے ۲۲ افزائشی پروجیکٹ ہیں اور
امید ہے کہ جلد ہی ان کی تعداد ۸۰ تک پہنچ جائے گی ۔ جس کے نتیجہ میں
انڈوں کی پیداوار میں ۲۵ کروڑ کا اضافہ ہوگا ۔

۱۹۸۵ء تک مہاراشٹر کی آبادی میں ۶۰ ملین اضافہ ممکن ہے ۔ اس
کا مطلب یہ ہوا ہے کہ اتنی آبادی کو پروٹین کی مناسب مقدار مہیا کرنے
کے لیے تقریباً ۶٫۴۰ لاکھ ٹن مچھلیاں درکار ہوں گی ۔ لہٰذا یہ واضح ہے
کہ ماہی گیری میں اور اضافہ سرعت سے کیا جانا چاہیے ۔

مہاراشٹر میں ماہی گیری کے لیے مشینی کشتی جس
کے استعمال سے مچھلیوں کی فراہمی میں پچھلے دس
سال میں ۹ فیصد اضافہ ہوا ہے ۔
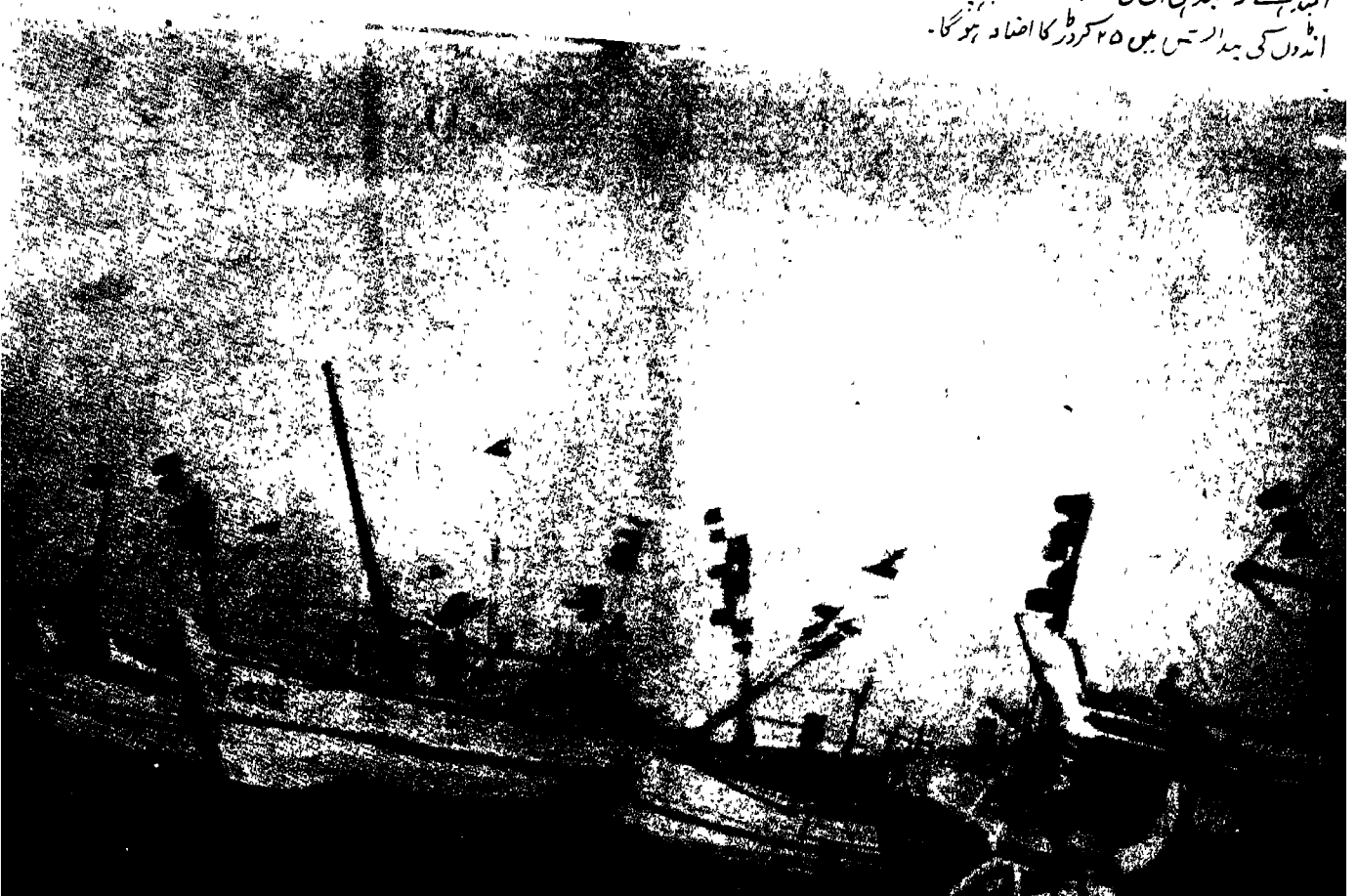
اثر لکھنوی - ایک جامع الکمالات شخصیت

محمد شافع قدوائی
خاتون منزل، حیدر مرزا روڈ، گولہ گنج۔ لکھنؤ (یو-پی)

نواب جعفر علی خان اثرؔ عبقری نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ نسل سالہا سال کی گردش کے بعد خاک کے پردے سے نکل کر زندگی کے افق پر نمودار ہوئی ہے۔ وہ واقعی ایسے انسان تھے جنھیں صحیح معنوں میں "نابغۂ عصر" کہا جا سکتا ہے۔ اثر لکھنوی کی شخصیت بڑی مثبت پہلو ہمہ جہت اور طرحدار تھی۔ کیوں کہ وہ بیک وقت مسلم الثبوت شاعر بھی تھے اور بلند پایہ نقاد بھی۔ انشا پرداز ادیب بھی تھے۔ اور دوسری زبانوں کے معیاری تخلیقات کے شارح یا مترجم بھی۔ اس طرح اثر لکھنوی نے کئی حیثیتوں سے اردو زبان وادب کی آبیاری اپنے خون جگر سے کی۔ اثر نے اپنی شاعری کا آغاز اس وقت سے کیا تھا جب اودھ کی پرکیف شامیں بے کیف ہو چکی تھیں۔ اور انگریزی سامراج کا تسلط قائم ہو چکا تھا۔ زندگی کے ہر شعبہ میں انقلابی تبدیلیاں آرہی تھیں۔ اور قدیم رنگ کی غزل گوئی اپنا بھرم کھو رہی تھی۔ اس پر آشوب دور میں اثر لکھنوی سامنے آئے اور اپنی شاعری میں ماضی کی رعنائی کو فکری گہرائی کے ساتھ سمیٹ کر ایک لطیف رنگ تغزل کی بنیاد ڈالی۔ جس میں بیک وقت ماضی کی رعنائی بھی تھی اور حال کا شعور بھی۔ عصری آگہی بھی تھی اور معنویت بھی۔

❁

اثر لکھنوی چونکہ لکھنؤ اسکول سے تعلق رکھتے تھے۔ لہٰذا ان کی شاعری میں خاص لکھنوی مذاق یعنی خارجیت بھی شامل ہے۔ لیکن یہ پست یا مبتذل نہیں ہے۔ اثر لکھنوی مسلم الثبوت شاعر عزیز لکھنوی کے شاگرد رشید تھے۔ جن کی غزل گوئی کے متعلق کہا جاتا تھا "ان کی غزل کی بنیاد غالب کے نئے تغزل پر رکھی گئی ہے۔" اثر لکھنوی بھی غالب اور میر سے بہت متاثر تھے۔ لیکن وہ خصوصاً میر سے بہت متاثر تھے۔ اس کا اظہار انھوں نے اپنے ایک شعر میں کیا ہے ؎

ریختے میں ہوئے ہر رنگ کے شاعر لیکن
رنگ میں رنگ ہے بس میر تقی میر کا رنگ

چونکہ اثر غالب اور میر سے ذہنی طور پر متاثر تھے۔ لہٰذا ان کے کلام میں وہی غالب جیسا حکیمانہ انداز فکر اور میر کی سی دردمندی ندرت تخیل اور پرکاری شامل ہے۔ اثر لکھنوی نے جملہ اصناف سخن پر طبع آزمائی کی اور اپنی جولانی فکر کا حسین نمونہ پیش کیا ہے۔ لیکن دراصل وہ اردو شاعری کی مقبول ترین صنف "غزل" کے مرد میدان ہیں۔

اثر لکھنوی کی غزلیں حسن خیال معنی آفرینی، پرکاری، اسلوب ندرت تخیل اور اجتہاد فاتر کا نادر مرقع ہیں۔ ان میں بصیرت بھی ہے اور رمزیت بھی۔ اثر کی غزلوں کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں ایک نیا لطیف نشاطیہ رنگ تغزل بدرجہ اتم موجود ہے۔ جس میں ماضی کی رعنائی اور مستقبل کی آگاہی شامل ہے۔ رمزیت، استعارات صنائع بدائع اور زبان و بیان کی خوبی سمیت غزل کے تمام لطیف اور نازک حربوں کو اثر نے اپنے کلام میں بڑی مشاقی اور چابکدستی سے برتا ہے جس سے ان کا لطف دوبالا ہو گیا اور ان کی غزلیں بصیرت و معنویت کی وجہ سے دوآتشہ بن کر رہ گئیں۔ "اثرستان" "بہاراں" اثر کی مرصع غزلوں کے گرانقدر مجموعے ہیں۔ بعد میں اثر کی غزلوں کا انتخاب "نو بہاراں" کے نام سے بھی شائع ہوا تھا۔ اردو کے مشہور صاحب طرز ادیب، انشا پرداز صحافی اور بلند پایہ نقاد مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم نے "نو بہاراں" کے مطالعہ کے بعد ان تاثرات کا اظہار کیا۔

اثر کے نام ایک مکتوب[1] میں رقمطراز ہیں ــ

" نوبہاراں کا کیا کہنا وقت نکال کر ایک ایک شعر بغیر درمیان سے کچھ چھوڑے پڑھتا جاتا ہوں۔ اتنی توجہ کم ہی کسی کتاب کے حصے میں آتی ہے۔ صنہ۲ پر اس شعر نے غضب ہی ڈھا دیا۔ اس سے بڑھ کر شعر تو اس دیوان میں بھی عاشقانہ رنگ میں نہ ملے گا۔

چپ بھی رہتے ہو تو گفتار کا ہوتا ہے گماں
شاذ اس طرز کی شیریں سخنی ہوتی ہے

سبحان اللہ و ماشاء اللہ، تصوف و معرفت کے شعر بھی ایک سے بڑھ کر ایک، اس سلسلے سے الگ بارک اللہ۔ والسلام دعاگو۔

عبدالماجد

اثر کی لکھنوی زبان خاص لکھنؤ کی فصیح و بلیغ زبان ہے۔ اثر کی غزلوں میں زبان کی صفائی کا خاص اہتمام ہے۔ نمونۂ کلام ؎

اتنی ہو مخمور اے چشم جاناں
پھولوں میں تلنے لگے خوش نگاہی

چپ بھی رہتے ہو تو گفتار کا ہوتا ہے گماں
شاذ اس طرز کی شیریں سخنی ہوتی ہے،

ان انکھڑیوں کی مستی افسانہ کہہ رہی ہے
کس مزے سے راز میخانہ کہہ رہی ہے

مجھے برباد تو کرتا ہے لیکن اتنا یاد رکھ
رہے گی مدتوں تیرے ستم کو جستجو میری

کیا جانیے وہ آنکھ ملاتے نہیں ہیں کیوں
یہ کہہ کے " ترا عشق اثر معتبر نہیں "

جھپکی نہیں پلک کہ قیامت گذر گئی
فرصت کبھی جو دی خلش انتظار نے

اللہ رے فریب ترے انتظار کا،
میں اپنے آپ شوق میں دیوانہ ہوگیا

یوں دھڑکتا ہے دل زار اثر راتوں کو
دور یہ جیسے کہیں سینہ زنی ہوتی ہے

ایماں غلط اصول غلط ادعا غلط
انساں کی دلدہی اگر انساں نہ کر سکے

ساتھ ہے حسرتوں کا ایک ہجوم
زندگی کی برات جاتی ہے

نہ دیکھنے کی طرح ہم نے زندگی دیکھی
چراغ بجھنے لگا جب تو روشنی دیکھی،

اس آشیاں کی یاد نہ تڑپائے کیوں اثر
حلقے میں بجلیوں کے جو محصور ہوگیا،

یہ بھی زندگی میں کوئی زندگی کہ ہم
ماضی میں جیتے ہیں غم فردا لیے ہوئے

اثر کا سلام ایسے مذہب کو جس میں
پرستش فقط نفس کی ہورہی ہے

اب ناخدا کے ناز اٹھائے نہ جائیں گے
جس تشنگی کا نام تھا ساحل نہیں رہی

میں اس سے کہہ چلا تھا محبت کا ماجرا
وہ تو کہو کہ بات ادھوری ہی ٹل گئی

میری جانب آتے آتے وہ نگاہ
میری ہی برگشتہ قسمت ہوگئی

محبت کس لیے آسودہ غم ہوتی جاتی ہے
کہ درد دل میں اک لذت تھی جو کم ہوتی جاتی ہے

موج بادہ رنگین ہے اس قدر کہاں رنگین
اس کے لعل لب دیکھو جب وہ مسکراتا ہے

ان اشعار کے مطالعہ کے بعد یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ اثر کی غزلیں تغزل لطف زبان، پختگی، فن، پرکاری اسلوب جذبہ کی تاثیر اور سلامت ذوق کا حسین مرقع ہیں۔ اثر کے عاشقانہ رنگ تغزل پر غالب جیسے حکیمانہ انداز فکر کا اثر غالب ہے۔ غزل کے علاوہ اثر نے قطعات، رباعیات سمیت تمام جملہ اصناف سخن پر طبع آزمائی کی ہے اور اپنی موزوں طبع اور اصابت فکر کا نمونہ پیش کیا ہے۔ "لالہ" اثر لکھنوی کے قطعات اور رباعیات کا گراں قدر مجموعہ ہے جس میں عصری آگہی بھی ہے اور خاص فنی رچاؤ بھی۔ اس طرح اثر لکھنوی آ[illegible] غزل پر ہمیشہ ایک ایسے تابناک اور درخشاں ستارے کی مانند جگمگا[illegible] رہیں گے، جس کی آب و تاب رہتی دنیا تک قائم رہے گی۔

جہاں اثر لکھنوی خوش فکر غزلخواں ہیں وہیں وہ دوسری زبانو[illegible] کی معیاری تخلیقات کے شارح بھی ہیں۔ اثر لکھنوی نہ صرف ار[illegible] فارسی کا ذوق سلیم رکھتے تھے بلکہ وہ کئی غیر ملکی زبانوں پر بھی پورا ع[illegible] رکھتے تھے۔ سب سے پہلے اثر نے ہندوؤں کی مشہور کتاب مقد[illegible] " بھگوت گیتا "، کا منظوم ترجمہ ادبی بلاغت کے ساتھ اردو میں نغم[illegible] جاوید کے نام سے کیا اور قدیم ہند فلسفہ کے تمام اسرار و رموز سے ا[illegible]

[1] منقول از: نیا دور، عبدالماجد دریابادی نمبر ۸۴ء

اہل طبقہ کو روشناس کرانے کی سعادت حاصل کی۔ اثر نے ایشیائی و یوروپی زبانوں کی معیاری منظوم تخلیقات کا ترجمہ بامحاورہ سلیس اردو میں " رنگبست " کے نام سے کیا۔ اثر نے " رنگاری بیگم " کے نام سے ایک فرانسیسی مزاحیہ ڈرامہ کا منظوم ترجمہ کیا۔ اور ایک پولش ڈرامے کو اردو میں " ہلاک فریب " کا لباس فاخرہ عطا کیا اور اردو داں طبقہ سے خراج تحسین وصول کیا۔ اثر نے اردو میں یوروپی زبانوں کی معیاری منظوم تخلیقات کا ترجمہ کرنے کی سعی کی اور اردو زبان کو وسیع سے وسیع تر کرنے میں قابل قدر خدمات انجام دیں۔

اثر لکھنوی کی شاعرانہ عظمت کے ساتھ ساتھ تنقیدی بصیرت بھی پوری طرح مسلم ہے۔ اثر ایک بالغ نظر غیر جانبدار اور شائستہ مذاق ادبی ناقد تھے۔ ان کی تنقید میں بصیرت بھی تھی اور معنویت بھی۔ اردو میں سب سے پہلے سائنٹفک انداز کی تنقیدی بنیاد اثر لکھنوی نے ڈالی۔ اثر کے تنقیدی مضامین میں ایک محققانہ شان بھی پوری طرح جلوہ گر ہے۔ " چھان بین " اور " اثر کے تنقیدی مضامین " اثر لکھنوی کے تنقیدی مضامین کے گراں قدر مجموعے ہیں۔

اثر نے اپنے مضامین میں کلام انیس، کلام اقبال کا پوری طاقت سے دفاع کیا۔ اور ان کے نام نہاد مخالفین کو خاموش ہو جانے پر مجبور کر دیا۔ اس زمانے میں اردو ادب میں فحاشی اور عریانیت ترقی پسندی کے نام پر داخل ہو رہی تھی۔ اثر نے اس کی بڑی شدت سے مخالفت کی۔ حضرت نوح ناروی اور حضرت حسرت موہانی اردو کے مسلم الثبوت شاعر تھے۔ لیکن اس زمانے میں نام نہاد ترقی پسند نقاد لیے زندگی

ان کو شاعر ماننے سے انکار کرتے تھے اور ان کے کلام میں غلطیاں نکالنے کی کوشش کرتے۔ اثر نے ان پرانے شاعروں کے کلام کو ہر وہ ملامت سے بچانے کی کوشش کی۔ فراق گورکھپوری سے اثر کی جو معاصرانہ چشمک رہی اس کی بنیاد یہی تھی۔

تنقید کے ساتھ ساتھ اثر کو ذوق و جستجو کا بہت شوق تھا لہٰذا انھوں نے میر کے کلام کو یکجا کیا اور اس پر ایک جامع و مبسوط شرح لکھی۔ اس میں میر کے کلام کے محاسن کو بڑی خوبی سے اجاگر کیا گیا ہے۔ اثر نے ایک لغت بھی " فرہنگ اثر " کے نام سے مرتب کیا تھا۔

اس طرح اثر لکھنوی کی ذات تنہا سے اردو زبان و ادب کو وہ فیض پہنچا کہ جو ایک انجمن سے بھی ممکن نہ تھا۔

اردو ادب اثر کی گوناگوں گرانقدر خدمات جو انھوں نے مختلف النوع میدانوں میں انجام دیں کی وجہ سے ہمیشہ ان کا رہین منت رہے گا اور اردو ادب کا مورخ بھی اثر کی خدمات کو فراموش نہیں کر سکے گا۔ اثر اردو غزل اور تنقید کے آسمان پر ایک تابناک اور درخشندہ ستارے کی مانند ہمیشہ جگمگاتے رہیں گے اور آنے والی نسلیں اثر کا نام بڑی عزت و احترام سے لیں گی اور انھیں " محسن اردو " کے نام سے یاد کریں گی۔

❀❀❀

قارئین کے لئے ضروری اعلان

ہماری یہ خواہش ہے کہ اپنے قارئین کو مختلف سرکاری پالیسیوں اور سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر رکھیں تاہم قارئین کو ان میں کچھ کمی کا احساس ہو سکتا ہے لہٰذا آپ کی دلچسپی اور معلومات میں مزید اضافے کے خیال سے " قارئین کی رائے " کا خصوصی صفحہ شائع کیا جاتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس تبادلۂ خیال سے ہمیں اور بھی فائدہ پہنچے گا۔ انفرادی شکایتوں کی اشاعت تو مشکل ہے، البتہ سرکاری پالیسیوں، پروگراموں اور سرگرمیوں سے متعلق آپ کے خطوط، سوالات اور شبہات بخوشی قبول کئے جائیں گے پتہ نوٹ فرمالیں:

ایڈیٹر " قومی راج "، نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ، پندرھواں منزلہ، مقابل منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

تبصرے

[قومی راج کے اس صفحہ پر آج بچوں کے ادب پر دستیاب چار عدد کتابوں پر تبصرے کئے جا رہے ہیں۔]

'کٹ کٹ کٹاک' اور 'اللہ میاں پانی بھیجو'

بچوں کے ادب کو آج تک ایک طرح سے نظرانداز کیا جاتا رہا۔ اردو ہ بھی گنتی کے چند ادیب تھے جنھوں نے اس طرف خاص طور سے توجہ ی اور جب تک رہے بچوں کے لئے زیادہ سے زیادہ دلچسپ اور سبق آموز ہانیاں، قصے اور نظمیں لکھتے رہے۔ ۱۹۷۹ء کو بین الاقوامی سالِ اطفال سے منسوب کیا گیا اور اس سال بچوں کے لئے کئی کتابیں شائع ہوئیں۔

مولانا ابراہیم عمادی صاحب نے بچوں کے لئے "اقبالی کہانیوں" کا سلسلہ ہرا "کٹ کٹ کٹاک" جو پہلی جماعت کے لئے ہے اور "اللہ میاں پانی بھیجو" دوسری جماعت کے لئے تصنیف کی ہیں۔

"کٹ کٹ کٹاک" ایک کالی مرغی اور سفید بطخ کی کہانی ہے۔ جیسے جیسے کہانی آگے بڑھتی جاتی ہے بچوں کی دلچسپی بھی بڑھتی جاتی ہے کیونکہ اس کہانی میں طوطا بھی ہے جو پکی پکی جامنیں کھا رہا ہے، بندر بھی ہے جو پکے پکے آم کھا رہا ہے اور ہاتھی بھی ہے جس نے مرغی اور بطخ کو اپنی پیٹھ پر بٹھا کر باغ کی سیر کرائی۔

اسی طرح "اللہ میاں پانی بھیجو" کی کہانی بھی ہر بچے کو موسمِ گرما کا مزہ چکھاتی ہے۔ گرمی سے نہ صرف انسان بلکہ جانور تک ہانپ رہے ہیں۔ احمد، اکبر اور دیگر بچے جھوم جھوم کر "اللہ میاں پانی بھیجو" گا رہے ہیں۔ پھر خوب پانی برستا ہے اور برسات کی سیر کرنے کے لئے بلی، بکری اور بندر بھی اپنی اپنی چھتریاں لیکر نکلتے ہیں۔ گدھا ہیٹ اور برساتی پہن کر ساتھ ہو لیتا ہے۔ لومڑی، خرگوش، اونٹ، ہرن غرضیکہ جنگل کے سبھی جانور برسات سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

مولانا عمادی صاحب کی یہ دونوں تصنیفات بڑی سبق آموز ہیں۔ دونوں کتابوں کی لکھائی اور چھپائی بڑی عمدہ ہے۔ پڑھنے میں بچوں کو ذرا بھی دقت نہیں ہوگی۔

پہلی کتاب کی قیمت ایک روپیہ ۲۰ پیسے اور دوسری کتاب کی ایک روپیہ ۵۰ پیسے ہے جو اقبال بک ڈپو ۱۴، بھنڈی بازار، بمبئی ۳ سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

میری کتاب

"میری کتاب" کے ترتیب کار ہیں ریاض آفندی صاحب جنھوں نے بچوں کے لئے مختلف کارآمد مضامین لکھے ہیں۔ "میری کتاب" میں انھوں نے ۱۶ نظمیں اور ۱۰ کہانیاں شامل کی ہیں۔ یوں تو ہر نظم بڑی پیاری لگتی ہے جس میں ہلکے پھلکے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اور ہمارے ممتاز شاعروں کی تخلیق ہیں مگر ۱۶ویں نظم "بوجھو تو جانیں" بچوں میں بہت زیادہ مقبول ہوگی کیونکہ اس میں منظوم پہیلیاں ہیں اور دوسرے صفحہ پر ان کے جوابات بھی ہیں۔

کہانیاں، بچوں کو اخلاق کا سبق سکھاتی ہیں۔ سب کی سب مزیدار اور دلچسپی لئے ہوئے ہیں۔ "میری کتاب" ہر لحاظ سے ایسی ہے کہ اسے 'میری کتاب' کہتے ہوئے کسی قسم کی جھجک محسوس نہیں ہوتی بلکہ فخریہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ "میری کتاب" ہے۔

بھارت لتھو پریس میں چھپی ہوئی اس کتاب کی قیمت ایک روپیہ ہے جو "کہانی گھر" بی۔۸ پرتاپ نگر، ۲۲۵ لال بہادر شاستری مارگ کرلا (ویسٹ) بمبئی ۔۷ ...۴ سے خریدی جا سکتی ہے۔

سدابہار کہانیاں

سردار عرفان صاحب نے بچوں کے بین الاقوامی سال کے موقع پر "سدابہار کہانیاں" ترتیب دیکر بچوں کی خدمت میں اپنی طرف سے ایک تحفہ پیش کیا ہے۔ سردار عرفان صاحب کی دوررس نظروں نے اس بات کو محسوس کر لیا کہ ہمارے ادب میں سو۔ ڈیڑھ سو سال پہلے چھپی ہوئی کہانیاں ایسی ہیں جو اگر قاعدے سے آسان زبان میں لکھی جائیں تو یہی کہانیاں نہ صرف دلچسپ ثابت ہونگی بلکہ سبق آموز بھی۔ یہ خیال آتے ہی انھوں نے ۹ کہانیوں کو آسان اور سہل زبان کا جامہ بخشا۔ اور ہر کہانی کے لئے جاذبِ نظر اور عنوان سے مناسبت رکھتے ہوئے خاکے تیار کئے اور اس ننھی منی سدابہار کہانیوں کو "امر کہانیاں" بنا دیا ہے۔ کتابت اتنی عمدہ ہے کہ جی خوش ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

کتاب ترتیب دیتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ

ے کہانیاں شریک ہوں جن میں شیر ہو، بندر ہو، سیار ہو، بلی ہو، ہاتھی یا سانپ ہو۔ کیونکہ ہر بچہ انہی جانوروں سے خاص طور سے دلچسپی ںتا ہے۔ سدا بہار کہانیاں، بچے اور بڑے، دونوں کی دلچسپی کو برقرار تی ہیں۔

"سدا بہار کہانیاں" بزمِ اطفال، باندرہ کے زیر اہتمام، نادلیٹی ںرس بمبئی .... ۲۴ میں چھاپی گئی ہے۔ جس کی قابل تعریف تزئین مہرہ خود سردار عرفان کے سر ہے۔

یہ کتاب این۔ یو۔ کتاب گھر ۱۸۔ اے رسی، مولانا شوکت علی روڈ، نزد ۔ جے اسپتال، بمبئی ۸ ۴۰۰۰ اور کہانی گھر کرلا، بمبئی ۷۰ ..... ۴ سے ۔ روپے پچاس پیسے میں حاصل کی جاسکتی ہے۔

(ر۔ا۔خ)

...زل اور شہنشاہِ غزل - مہدی حسن

مرتب: ابراہیم درویش
قیمت: پانچ روپے
: ۴۸۰ - سر جے جے روڈ، دوسرا منزلہ، روم نمبر ۱۱، بمبئی - ۸ ۴۰۰۰

مہدی حسن، پاکستان کے مشہور گلوکار ہیں اور خصوصاً اُردو غزل کو اپنی ۔سے آج ایک عالم میں انھوں نے جو مقبولیت دی ہے، اس سے ہر کوئی ی واقف ہے۔ اُردو والے تو الگ رہے، غیر اُردو داں طبقہ کے افراد بھی ی حسن کی آواز میں اُردو غزل سُننے کے لئے بیتاب رہتے ہیں۔

ابراہیم درویش نے غیر اُردو داں حضرات کے لئے، جنھیں اُردو غزل محبت ہے، اور جو مہدی حسن کے شیدائی ہیں، دیوناگری رسم الخط یہ گلدستۂ غزل مرتب کیا ہے۔ درویش، جن کی مادری زبان اُردو ں ہے پھر بھی اُردو زبان و ادب کے یہ خادم ہیں اور ان کی یہ کوشش ستائش ہے کہ غیر اُردو داں طبقہ میں اُردو کے فروغ کا کام انجام ۔ ہے ہیں۔ پچاس صفحات کے اس چھوٹے سے انتخاب میں درویش صاحب نفسِ غزل، کیا ہے اور کیسے کہی جاتی ہے؟ آسان پیرائے میں بیان ہ۔ اس کے بعد مہدی حسن کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

احمد فراز، رضی ترمذی، تسلیم فاضلی، قتیل شفائی، بہادر شاہ ظفر، فارغ بخاری، فیض احمد فیض، خاطر، غالب، میر، مومن، حالی، جذبی، حسرت موہانی، علامہ اقبال، سلیم گیلانی، ساغر صدیقی، ناظر کاظمی کی منتخب غزلیں ہیں۔ شبداولی کے تحت مشکل الفاظ کے ہندی میں معنی دیئے گئے ہیں۔ کہیں کہیں راگ اور تال بھی مندرج ہیں جو گانوں کے شائقین کی رہنمائی کے لئے ہیں۔

کتاب کا سرورق سادہ ہے۔ نفیس کاغذ اور طباعت دو رنگ میں ہے۔ دیوناگری رسم الخط میں اُردو کو جب بھی پیش کیا جائے، صحتِ الفاظ کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ قتیل شفائی کو قاتل شفائی اور جذبی کو جاذب، یہ اور ایسی ہی کئی غلطیاں کھٹکتی ہیں۔ اُمید ہے کہ دوسرے ایڈیشن میں تصحیح کا خاص خیال رکھا جائے گا۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ غیر اُردو داں طبقہ مبادا کسی غلط لفظ کو ہمیشہ صحیح سمجھ کر ہی ادا کیا کرے گا۔ یہ کتاب مندرجہ بالا پتہ سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

اپنے غیر اُردو داں دوستوں میں جو اُردو غزل یا شاعری کے شیدائی ہیں تقسیم کیجئے۔

.. عبدالسمیع بوہیرے

**

یوتھ فورم

یوتھ فورم کا مستقل فیچر کیریر کی رہنمائی، مشہور اشخاص اور نوجوانوں کی رہنمائی کرنے والے اداروں کی سرگرمیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس فیچر میں قوم کی سماجی و معاشی ترقی پر نوجوانوں کے رول پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ قومی پروگراموں جیسے جہیز مخالف تحریک، صفائی مہم، چھوت چھات کا خاتمہ، اور تعلیم کے فروغ پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جاتا ہے۔

اپنے مضامین اس پتہ پر مرحمت فرمائیں:

ایڈیٹر، قومی راج، نیرا ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ، ۱۵واں منزلہ، مقابل منترالیہ
بمبئی ۴۰۰۰۳۲

غزلیں

• مجیب الرحمٰن بزمی
قصرِ بزمی، رحمت کالونی
ڈورنڈا۔ رانچی۔ ۸۳۴۰۰۲

زخم بنتے ہوئے لمحوں کا جو بھر جائے گا
قافلہ درد کا کچھ دیر ٹھہر جائے گا

آج پھر شہرِ نگاراں سے صدا آتی ہے
تو سلگتے ہوئے صحرا میں کدھر جائیگا

تجھ کو آئینۂ ایام نہ دوں گا ہرگز !
اپنے چہرے کے خد و خال سے ڈر جائیگا

ہر قدم پر مجھے کہتا ہے مری روح کا کرب
پھاند کر جسم کی دیوار کدھر جائے گا

یاد یہ مجھ کو دلایا میری تنہائی نے
دشتِ احساس میں بھٹکے گا تو مر جائیگا

آتشِ ہجر میں جب خوب جلے گا بزمی
یہ تیرا عشق بھی کندن سا نکھر جائے گا

• ریاض احمد ریاض مالیگانوی
۷۰۴، رسول پورہ، مالیگاؤں
ضلع ناسک (مہاراشٹر)

خواب کی بستی تمنا کے نگر کا فرد تھا
جس کی صورت سے نمایاں اس صدی کا درد تھا

گھر سے باہر جھانک آتے روشنی کے قحط میں
چودھویں کا چاند بھی ہم جانتے تھے زرد تھا

آفریں اے ضبطِ غم ورنہ کسے تھی یہ خبر !
دکھ سے مرے انفاس میں آنکھوں کی تہہ تک درد تھا

لوگ تھے مبہوت جانے کیوں لہو کے عکس میں
بات شیشوں کی تھی اور پتھر کا چہرہ زرد تھا

فاش غم کی، کف شکستوں کا وبال پایا جہاں
ہر کوئی دمساز مونس تھا، مرا ہمدرد تھا

جل رہا تھا اس طرح میں انا کی آگ میں
تھی مئی کی دھوپ سر پر جسم لیکن سرد تھا

کیا تمنا کی شعاعیں ہوتیں آنکھوں میں ریاض
جب ہتھیلی میں ہزیمت کی سجی گرد تھا

• جعفر عسکری
۱۔ نوراللہ روڈ
الہ آباد ۲۱۱۰۰۳

شاید کوئی شگوفہ پھوٹے شاید بادِ بہار چلے
ان موہوم امیدوں پر ہی زیست کا کاروبار چلے

کون یہاں کس کو پہچانے سب ہیں شناسا سب ہیں سیانے
شہرِ ہوس کی اِن راہوں پر جو بھی چلے ہشیار چلے

ہر ساعت ہے ایک قیامت جیب و گریباں رہیں سلامت
لحظہ لحظہ بامِ فلک پر اشیاء کا بازار چلے

رہیں دلوں کے طاق فروزاں تیرہ ہے لمحوں کا بیاباں
حدِ نظر تک چاروں جانب وحشت کی تلوار چلے

منزل منزل خوں کا سمندر، پھر بھی دیکھو خشک ہیں ساغر
تشنہ دہانِ شہر کہ در در لے کے رہوں کا غبار چلے

اُس کا خیال اور ہجر کی وحشت جعفر کیسے طے ہو مسافت
کشتیٔ شوق ہو ریگ پہ ٹھہری پھر کیونکر پتوار چلے

• مُقیت اعظمی

اینگلو اردو ہائی اسکول
اقبال روڈ، دھولیہ، ۴۲۴۰۰۱

بے نطق ہی جب اہلِ چمن بولنے لگے
مجبور ہو کے غنچہ دہن بولنے لگے

یادوں کی چھیڑ چھاڑ کا انجام یہ ہوا
خاموش دل کے زخم کہن بولنے لگے

ہاں، چشمِ التفات تری کام کر گئی
مستی میں آ کے تشنہ دہن بولنے لگے

اتنا تو ظرف ہو نگہہِ انتخاب میں
فنکار ہو خموش تو فن بولنے لگے

رازِ شبِ فراق مرا فاش کیوں نہ ہو
بستر کی میرے جب کہ شکن بولنے لگے

معصومیت کے قتل پہ خاموش تھا جہاں
بیچارگی سے دار و رسن بولنے لگے

عزم و یقیں کے ساتھ مجھے دیکھا جب کبھی
سرگوشیوں میں کوہ و دمن بولنے لگے

یہ بھی مقیت شہر میں حیرت کی بات ہے
گونگے بھی مثلِ اہلِ سخن بولنے لگے

• شانؔ بھارتی

پوسٹ سجوا۔ دھنباد (بہار)

ہے کب سے منتظر یہ جادۂ شب
کہاں ہے وہ نگارِ سادۂ شب

تری یادوں کی خوشبو تھی انوکھی
ہمیشہ میں رہا جاں دادۂ شب

یقیں ہر بار کر لیتا ہوں لیکن
عجب کچھ شئے ہے تیرا وعدۂ شب

میں پہنچوں صبح کی منزل پہ کیسے؟
ہے اپنا کارواں اُفتادۂ شب

کہیں کیا، رات کی رانی کرے کیا!
بڑے غصہ میں ہے شہزادۂ شب

• فاروق نازکی

دور درشن۔ سرینگر، کشمیر

مجھے نہ پا کے یہاں مجھ کو رو گیا ہوگا
مجھے یقین ہے ایسا ہی ہو گیا ہوگا

کہاں تلاش کروں میں اسے کہاں ڈھونڈوں
وہ ماہ و سال کے جنگل میں کھو گیا ہوگا

اُگاؤں کیسے اُسے دل کے آبگینے میں
اگر وہ خود کو خلاؤں میں بو گیا ہوگا

چھپا کے آنکھ میں کالے گلاب کا سپنا
لبادہ برف کا اوڑھے وہ سو گیا ہوگا

لکھوں تو کیسے لکھوں لفظ کا نوحہ
وہ حرف حرف میں خنجر چبھو گیا ہوگا

ریاستی خبریں

ئسنسنگ حکام کا تقرر

حکومت مہاراشٹر نے مہاراشٹر مندرج ضروری اشیا ر خوردہ فروش
ارلائسنسنگ حکمنامہ بابت ۱۹۷۹ء کے تحت کولھاپور کے ڈسٹرکٹ
یلائی افسر اور اجناس تقسیم کاری افسران کو ان کے علاقہ میں لائسنسنگ
کام کے اختیارات سونپ دیے ہیں۔

یہ حکمنامہ مہاراشٹر سرکار کے غیر معمولی گزٹ کے حصہ چہارم
اے، میں شائع کر دیا ہے۔

مہاراشٹر لکژری (تعیشات) ٹیکس ۲ کروڑ روپیہ اکٹھا کیا گیا

مہاراشٹر کے لاجنگ ہاؤس اور ہوٹلوں میں لکژریز (تعیشات) پر ٹیکس
کے ذریعہ مالی سال ۱۹۷۹-۸۰ء کے دوران ۲ کروڑ ۱۱ لاکھ روپے کی رقم
اکٹھا کی گئی۔

یہ رقم ۱۹۷۸-۷۹ء کے مقابلے میں دگنی ہے۔ کیوں کہ مذکورہ سال
کے دوران اس مد میں ایک کروڑ ۵ لاکھ روپے کی رقم اکٹھا کی گئی تھی۔ اور
اس سے قبل یہ رقم محض ۹۰ لاکھ روپے تھی۔

شری اشوک دلیبائی سکریٹری (ٹورزم) اور مہاراشٹر ٹورزم ڈیولپمنٹ
کارپوریشن کے مینیجنگ ڈائرکٹر نے حال ہی میں کلکٹوریٹ کا دورہ کیا۔ اور
جائنٹ ڈائرکٹر آف ٹورزم اسسٹنٹ ڈائرکٹر آف ٹورزم اور عملہ کو ان کی
بہترین کارکردگی پر مبارکباد دی۔

چارہ کنٹرول احکام، ضلع بھنڈارہ پر لاگو

ضروری اشیا ر ایکٹ بابت ۱۹۵۵ء کے قوانین کے تحت حکومت
مہاراشٹر نے مہاراشٹر مویشیوں کا چارہ (ٹرانسپورٹ کنٹرول) حکمنامہ بابت
۱۹۸۰ء جاری کر دیا ہے۔ اس حکمنامہ کا نفاذ فوری طور سے ۲۹ر اپریل
۱۹۸۰ء سے ضلع بھنڈارہ میں کیا جائے گا۔

حکمنامہ کے تحت متعلقہ کلکٹر کی اجازت کے بغیر جہاں یہ حکمنامہ
نافذالعمل ہے۔ وہاں سے کسی بھی شخص کو مویشیوں کے چارہ کی نقل و حمل
کرنے کی ریاست کے کسی بھی ضلع میں اجازت نہیں ہے۔

قومی راج

سرکار نے اس سے متعلق پولیس سب انسپکٹر، اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ
انسپکٹر اور ایسے افسران کو جو کہ محکمہ پولیس، غذا و شہری رسد اور محصول بجلی
وغیرہ سے متعلق ہیں اور مذکورہ درجہ کے افسران ہیں۔ چھان بین اور قبضہ کی
ہدایت دے دی ہے۔

یہ حکمنامہ مہاراشٹر سرکار کے غیر معمولی گزٹ مورخہ ۲۹ر اپریل ۱۹۸۰ء
کے حصہ چہارم اے میں شایع کر دیا گیا ہے۔

ضلع پریشد کے ریاستی ملازمین کے عارضی تبادلے کی مدت میں توسیع

گورنر مہاراشٹر نے آج مہاراشٹر ضلع پریشد اور پنچایت سمیتی (ترمیم)
آرڈی ننس بابت ۱۹۸۰ء نافذ کر دیا ہے جس کی رو سے ضلعی ملازمتوں سے
وابستہ بعض سرکاری ملازمین کے عارضی تبادلے (DEPUTATION) کی مدت
میں اور سرکاری ملازمتوں سے وابستہ افراد کی ضلع پریشدوں میں اختیاری
تبادلے کی مدت یا قبل از وقت ریٹائرمنٹ کی مدت میں مزید ایک سال
کے لیے توسیع کر دی ہے۔

اس آرڈی ننس کا نفاذ فوری طور سے کیا گیا ہے اور اسے
مہاراشٹر کے سرکار کے غیر معمولی گزٹ مورخہ ۲۹ر اپریل ۱۹۸۰ء کے حصہ
چہارم میں شائع کر دیا گیا ہے۔

ایم ٹی ڈی سی ٹور سے متعلق معلومات راشن کی دوکانوں سے حاصل کیجئے

مہاراشٹر ٹورزم ڈیولپمنٹ کارپوریشن نے موسم گرما میں مختلف ٹور
کا اہتمام کیا ہے۔ ان سے متعلق تفصیلات اور معلومات کے لئے شہر
کی تمام راشن کی مقرر کردہ دوکانوں اور کارپوریشن کے ٹور ڈویژنوں سے
رجوع کیا جا سکتا ہے۔

مزید تفصیلات ٹور ڈویژن ایم ٹی ڈی سی بمقابل ایل آئی سی
بلڈنگ مادام کاما روڈ بمبئی ۴۰۰۰۲۰ سے یا ٹیلی فون نمبر ۲۴ ۱۷ ۱۳، ۲۴
۲۴۱۷۶۲، اور ۲۴۱۷۸۴ سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

شہری اداروں کی مدت کار میں توسیع

گورنر مہاراشٹر نے ریاست کے ۱۹۲ میونسپل کونسلوں کی مدت کار میں
۳ر نومبر ۱۹۸۰ء تک توسیع کر دی ہے۔

درجہ بندی کے تحت ان کونسلوں کی تعداد یوں ہے :۔ ۱۵ اے کلاس
۲۸ بی کلاس اور ۱۴۹ سی کلاس۔

۲۵ر مئی ۸۰ء

محمد حاجی صابو صدیق ٹکنیکل ہائی اسکول اور جونیئر کالج ــ جشنِ سالانہ

پچھلے دنوں ڈاکٹر الماطیفی ہال میں ادارۂ ہذا کا جشنِ سالانہ زیرِ صدارت جناب کیپٹن ایم۔ ایم حیدری، ڈپٹی ڈائرکٹر ٹکنیکل ایجوکیشن بمبئی ریجن، منعقد کیا گیا۔ جس میں اسکول کے بچوں نے رنگارنگ پروگرام پیش کیا۔

پرنسپل قادر حسین صاحب نے اپنی خیر مقدمی تقریر میں صدرِ جلسہ کا مختصر تعارف پیش کیا۔ بچوں کو خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ؎

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا

مختلف خیال اور مذہب کے لوگ اگر آپسی بھید بھاؤ ترک کر دیں تو دنیا جنت نشان بن سکتی ہے۔ پالی ٹکنیک کے مختلف شعبوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اس سال پارٹ ٹائم ڈپلوما کے کلاس شروع کیے جائیں گے۔ آپ نے سارے پروگرام کو پسند کرتے ہوئے بچوں اور اساتذہ کو دلی مبارکباد پیش کی۔

صدرِ جلسہ کیپٹن ایم۔ ایم حیدری صاحب نے اپنی طالب علمی کے زمانے کا ذکر کرتے ہوئے اپنی ان مشکلات کا ذکر کیا جو عموماً ایک غریب فرد کو جھیلنا پڑتی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ذات پات اور زبان کے جھگڑے میں ہمیں نہیں پڑنا چاہیے اور اندھی تقلید سے ہر شخص کو پرہیز کرنا چاہیے اقبال کے ترانے ؎ سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا کو آپ نے پسند کرتے ہوئے بچوں کو اس پر عمل پیرا ہونے کا مشورہ دیا۔

جناب شیخ اکبر سلیمان صاحب نے پروگرام میں حصہ لینے والے طلبہ کو اپنی جیبِ خاص سے مبلغ ایک سو ایک روپیہ انعام دیا۔ یہ آپ کی طلبہ اور تعلیم سے دلچسپی کی عمدہ مثال ہے۔ ادارۂ مذکور کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کیا گیا۔

نظامت کے فرائض عبدالقیوم خاں نے انجام دیئے اور اسکول کی سالانہ رپورٹ جناب ایم۔ کے پونا والا نے پیش کی۔

موٹر گاڑیوں کے ٹیکس جمع کرنے کے لیے گشتی مراکز،

بمبئی عظمیٰ میں کار، موٹر سائیکل، اسکوٹر کے موٹر گاڑی ٹیکس سے متعلق باندرہ اور چیمبور میں گشتی مراکز کے ذریعہ موٹر گاڑیوں کے ٹیکس اکٹھا کرنے کی جو اسکیم وضع کی گئی ہے اسے ٹیکس دینے والے موٹر مالکان کی جانب سے خاطر خواہ جواب ملا ہے اور اس طرح ریجنل ٹرانسپورٹ دفتروں میں ٹیکس بھرنے والوں کی بھیڑ میں بھی تخفیف ہوئی ہے۔

دو گشتی گاڑیاں ہر مرکز پر بمبئی میونسپل کارپوریشن کے ذریعہ مہیا کی گئی ہیں۔ جو کہ اکتوبر ۱۹۸۷ء سے تمام کام کاج کے دنوں میں ہر ماہ کی پہلی سے دس تاریخ تک صبح ساڑھے دس بجے سے دوپہر ڈھائی بجے تک اس کام کے لیے مامور ہیں۔

اس کے علاوہ نئے ڈرائیونگ لائسنس بھی ان ہی مراکز سے جاری کیے جائیں گے۔ یہ مراکز ہندوستان پٹرولیم پمپ نزد ایس وی روڈ اور پیری روڈ پر نیز چھگن مٹھا پٹرول پمپ نزد سواستک کاٹن ملز کمپاؤنڈ پورا روڈ چیمبور میں قائم کیے گئے ہیں۔

یہ سہولت شری آر واسو دیو ٹرانسپورٹ کمشنر کی گذارش پر دوبارہ بحال کی گئی۔
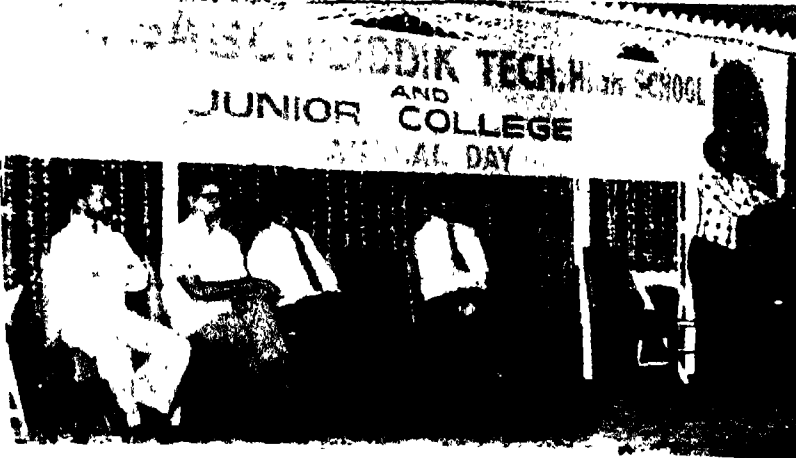
زیرِ نظر تصویر میں بائیں سے دائیں شری رفیق احمد، شری عبدالقیوم، پرنسپل شری قادر حسین، شری ایم۔ کے پونا والا، کیپٹن ایم۔ ایم حیدری (تقریر کرتے ہوئے)

" محفل افسانہ "
بل بھیم کالج ، بیڑ

بزم اردو ادب، بل بھیم آرٹس، سائنس و کامرس کالج بیڑ (مہاراشٹر)
جانب سے بہ تعاون مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکادمی بتاریخ ۹ مارچ
۱۹ء، جلسہ گاہ ضلع پریشد، بیڑ ایک "محفل افسانہ" کا انعقاد عمل میں
ا۔ یہ محفل دو اجلاسوں پر مشتمل تھی اور اپنی انفرادیت کے اعتبار
سے بڑی افادیت اور اہمیت کی حامل تھی۔ دونوں اجلاسوں کی صدارت
سانہ نگار شری سریندر پرکاش نے فرمائی اور نظامت کے فرائض
ری جاوید نے انجام دیے۔ دونوں اجلاسوں میں سامعین کثیر تعداد
ں شوق اور دل چسپی کے ساتھ موجود تھے۔

پہلے اجلاس کا آغاز دن میں ۱۱ بجے ہوا۔ سب سے پہلے شاہ
سین نہری (لیکچرر شعبۂ اردو بل بھیم کالج) نے مہمانوں کا استقبال کیا۔
رمضمون نگاری، تقریر، خوش نویسی اور اردو زبان و ادب کی عام
لومات کے مقابلوں میں اول اور دوم آنے والے کالج کے حسب ذیل
لبہ کو شری سریندر پرکاش کے ہاتھوں نقد انعامات تقسیم کیے گئے

۱۔ محمد مجاہد صدیقی، بی اے (سال دوم) (۲) شیخ سلیم، بی ایس
ی (سال اوّل) (۳) واجد علی خان، بارہویں (سائنس) اور (۴) محمد
عبدالقدیر، بارہویں (سائنس)

پہلے اجلاس میں ڈاکٹر ارتکاز افضل (لیکچرر شعبۂ انگریزی، مراٹھواڑہ
یونیورسٹی، اورنگ آباد دکن) نے اپنا مقالہ پیش کیا جس میں انھوں نے
سریندر پرکاش اور سلام بن رزاق کے ہم عنوان افسانوں "بجوکا" کا موضوعاتی
ور تکنیکی اعتبار سے تجزیہ کیا۔

دوپہر کو دوسرے اجلاس میں سریندر پرکاش، سلام بن رزاق
انور خان، مشتاق مومن، حمید سہروردی اور ظفر خان ناز نے اپنے
افسانے سنائے۔

پروگرام کے اختتام سے پہلے شاہ حسین نہری نے مہاراشٹر اسٹیٹ
اردو اکادمی، افسانہ نگاروں، مہمانوں، کالج کے پرنسپل شری بی۔ بی شندے
معاونین خصوصاً صدر شعبۂ اردو ثریا اقبال قریشی، طلبہ اور سامعین کا
شکریہ ادا کیا۔

انجمن ترقی اردو بیڑ، کی جانب سے
مشاعرہ اور تحریری و تقریری مقابلے

انجمن ترقی اردو بیڑ کے زیر اہتمام بہ تعاون مہاراشٹر اسٹیٹ اردو
اکادمی، بتاریخ ۸ رمارچ ۱۹۸۰ء ملیہ ہائی اسکول، قلعہ بیڑ میں ایک
مشاعرہ منعقد کیا گیا۔ مشاعرے کی صدارت آل انڈیا ریڈیو بمبئی کے شری
جاوید نے فرمائی۔ نظامت کے فرائض انجمن کے معتمد شاہ حسین نہری
نے انجام دیے۔ اس مشاعرے میں مہمان شعرا شری جاوید کے علاوہ زاہد
کمال (پونا)، امان اختر، رؤف انجم اور ارتکاز افضل (اورنگ آباد) تھے میزبان
شعرا میں احسن یوسف زئی، شاہ حسین نہری، حمید سہروردی، غوث محی الدین
سوزاں، ظفر خان ناز اور خواجہ منظور الدین نے شرکت کی۔

اس کے علاوہ انجمن ترقی اردو بیڑ (مہاراشٹر) کی جانب سے شہر کے ڈگری
کالجوں کے طلبہ کے لیے ۱۱ اپریل کو تحریری و تقریری مقابلے منعقد کیے گئے
جس میں شری بنّی کیشر بائی کالج کی بی۔ اے سال آخر کی طالبات مس شمیم بانو
اور مس سیدہ فرزانہ بالترتیب اول آئیں۔ بل بھیم کالج کے طالب علم شیخ سلیم
بی۔ ایس سی (سال اول) دونوں مقابلوں میں دوم آئے۔ انعامات کی
تقسیم ڈاکٹر ارتکاز افضل کے ہاتھوں ہوئی۔

(بائیں سے) شری سریندر پرکاش (مائیک پر) شری جاوید (آل انڈیا ریڈیو بمبئی کے) شری سہیل بیابانی، شری ارتکاز افضل، شری انور خان، شری سلام بن رزاق اور شری مشتاق مومن

شری جی ۔ ایم پارکر، چیف ایگزیکیٹو آفیسر
برائے کھادی اینڈ ولیج انڈسٹریز بورڈ
مہاراشٹرا سٹیٹ انگھر، ضلع قلابہ،
میں کمیونٹی ہال کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے

دمختلف ذات کا ایک شادی شدہ جوڑا،
شری پرکاش بگارے اور ان کی شرمیلی دلہن
تھانے ضلع پریشد کے ایگزیکیٹو آفیسر شری
شوک سنہا کے ہاتھوں اسٹیل کی بنی پانی
کی ایک ٹانکی بطور تحفہ قبول کرتے ہوئے

شاعر و سنت سبھا رائے مہاراج آف سولاپور کی ۲۰ ویں سالگرہ پرانی تصاویر کی نمائش حال ہی میں نئی دہلی، پاناجی، گوا اور بمبئی میں منعقد کی گئی۔ اس نمائش کا اہتمام ریاستی حکومت کے ڈائرکٹوریٹ جنرل اطلاعات و رابطہ عامہ کی جانب سے کیا گیا تھا۔ اوپر دائیں جانب کی تصویر نئی دہلی میں منعقدہ نمائش کی ہے۔ جس میں مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات شری وسنت ساٹھے دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس نمائش کا افتتاح میوزیم کے ڈائرکٹر شری نیل رتن بنرجی نے کیا تھا۔ درمیانی تصویر گوا میں منعقدہ نمائش کی ہے جس کا افتتاح گوا، دمن اور دیو کے وزیر اعلیٰ شری پرتاپ سنگھ رانے کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ اس سے نیچے کی تصویر بمبئی میں منعقدہ نمائش کی ہے، جس کا افتتاح جے جے اسکول آف آرٹس کے ڈائرکٹر

چھوت چھات مٹانے کے لئے ۱۴ اپریل سے یکم مئی ۱۹۸۰
ایک پندھرواڑہ منایا گیا۔

◻ افتتاحی تقریب کے موقع پر ایک انٹر کاسٹ شادی شدہ جوڑ
سولاپور کے کلکٹر شری برھاکر کرندیکر، ناریل اور ہار پیش کر رہے
◻ اوپر دائیں طرف، کولھاپور کے کلکٹر شری آر۔ ایم پریم کما
طرح کے ایک جوڑے کو بدھائی دے رہے ہیں۔
◻ (نیچے) کارپوریشن ہال، بمبئی میں، بمبئی کے میئر شری بابورا
ایک جوڑے کا پھولوں سے استقبال کرتے ہوئے۔

QAUMIRAJ : Regd. No. MH-BY South-544

Licence No. 89 for 'without prepayment of postage'

شری موہن پاٹل، چیف ڈائرکٹر، ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، ممبئی ۴۰۰۰۳۲ نے
گورنمنٹ سینٹرل پریس، ممبئی ۴۰۰۰۰۴ میں چھپوا کر شائع کیا۔

25-6-80

۲۵ رجون ۱۹۸۰ء

قیمت : ۵۰ پیسے

کانگریس (آئی) پارلیمنٹری بورڈ کی جانب سے منظوری پانے کے بعد منتخب وزیراعلیٰ شری اے۔ آر انتولے، ۷ رجون ۱۹۸۰ء کو نئی دہلی سے سانتاکروز پہنچے۔ جہاں آپ کے پارٹی کارکنوں اور خیر خواہوں نے بڑی گرمجوشی سے آپ کو خوش آمدید کہا۔

کونسل ہال، بمبئی میں ۸ رجون ۱۹۸۰ء کو ریاستی قانون ساز اسمبلی کے نئے منتخب ممبران کے اجلاس میں شری اے۔ آر انتولے کو مہاراشٹر کانگریس (آئی) لیجسلیچر پارٹی کا متفقہ طور سے لیڈر منتخب کیا گیا۔ اس موقع پر پارٹی ممبران اور خیر خواہوں نے انھیں ہار پھول پہنا کر مبارکباد دی۔

"منترالیہ اینڈ کونسل ہال رپورٹرس ایسوسی ایشن" کی جانب سے ۹ رجون کو پریس روم، منترالیہ میں وزیراعلیٰ کو استقبالیہ دیا گیا۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں آپ اس عزت افزائی پر شکریہ ادا کر رہے ہیں۔ دائیں سکریٹری کے۔ پی سامک صدر ایسوسی ایشن تشریف فرما ہیں۔

جلد نمبر ۷، شمارہ نمبر ۱۱، ۱۲

مشترکہ شمارہ ۱۰ر جون اور ۲۵ر جون ۱۹۸۰ء

ہر ماہ کی ۱۰ر اور ۲۵ر کو شائع ہوتا ہے

سالانہ: دس روپے ٭ فی کاپی پچاس پیسے

نگراں: خواجہ عبدالغفور (آئی اے ایس)

ترتیب

صفحہ نمبر

چیف ایڈیٹر: ایم۔ ایشور راج ماتھر
ایڈیٹر: ریاض احمد خاں
سب ایڈیٹر: عبدالوحید ... جامعی

سرورق: نئے وزیر اعلیٰ ... ــ آر انتولے جو مہاراشٹر ریاست کی تشکیل کے بعد ساتویں وزیر اعلیٰ ہیں، ۹ر جون ۱۹۸۰ء کو راج بھون، بمبئی میں مہاراشٹر، شری صادق علی کے روبرو حلفِ عہدہ و رازداری لے رہے ہیں۔

آخری سرورق: مہاراشٹر میں حالیہ اسمبلی انتخابات کی چند جھلکیاں، اس انتخاب میں کانگریس (آئی) برسرِ اقتدار آئی۔

قارئین کی رائے

ڈاکٹر ضمیر الحق ضمیر میرٹھی

بی۔ یو۔ ایم۔ ایس (علیگ) فزیشین اینڈ سرجن
رسالڑی گیٹ، پدم پورہ، میرٹھ شہر (یو۔پی)

چھترپتی شیواجی مہاراج پر خصوصی نمبر باصرہ نواز ہوا۔ یکے بعد دیگرے یہ خصوصی شمارے یقیناً آپ کی کاوشوں کا ثمرہ ہیں۔ صرف پندرہ دن کے وقفہ سے آپ لوگ کیا کیا کارہائے نمایاں سرانجام دیتے ہیں، محوِ حیرت ہوں۔ میری جانب سے مبارکباد قبول فرمائیں۔

●

عنایت علی، سب ڈویژن انجینئر

پونا، مکان نمبر ۶/۷۷-۱، محلہ گھٹی۔ اورنگ آباد۔ ۴۳۱۰۰۱

'قومی راج' برابر موصول ہو رہا ہے۔ جس محنت سے آپ حضرات یہ رسالہ شائع کر رہے ہیں اس کے لئے دلی مبارکباد۔ ایک بات جو 'قومی راج' کے اکثر مضامین میں کھٹکتی ہے وہ اکثر انگریزی اور مراٹھی الفاظ اور ناموں کا بے جا استعمال ہے جبکہ اردو میں ان کے متبادل کافی اچھے الفاظ موجود ہیں۔

[اردو کے علاوہ دیگر زبانوں کے الفاظ استعمال کرنے سے اردو کا دامن وسیع ہوتا ہے۔ یہی نظریہ ہے۔ (ادارہ)]

ریاست مہاراشٹر کے اکثر شہر اور گاؤں ایک عظیم تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔ مناسب ہوتا کہ اگر آپ ان شہروں اور مقامات کے بارے میں باتصویر معلوماتی مضامین کا ایک سلسلہ شروع کریں۔ اسی طرح مراٹھی زبان کی نظموں کے ترجمے بھی شائع کریں تاکہ مراٹھی کے شعری ادب سے قارئین کو واقفیت ہو سکے۔

[قومی راج' میں 'ہمارے شہر اور قصبات' نامی ایک سلسلہ شروع کیا گیا تھا جس میں قریب قریب مہاراشٹر کے سب ہی شہروں کے بارے میں نیز ضلع ہیڈ کوارٹرز کے بارے میں اطلاعات فراہم کی جا چکی ہیں۔ مراٹھی نظموں کے منظوم ترجمے قومی راج میں اکثر شائع ہوتے رہتے ہیں۔]

●

★ **یونس عابدی** ۔ سہ باواں بازار، بستی (یو۔پی)

'قومی راج' صوری و معنوی ہر دو اعتبار سے بہت خوب ہے۔ حصۂ نثر و نظم، دونوں ہی مرصع ہیں۔

پروفیسر یونس اگاسکر کا مقالہ 'جوہر کی شاعری' زیرِ نظر شمارے (۱۰ر مارچ ۱۹۸۰ء) کی جان ہے۔ جس کے لئے مصنف و ادارۂ قومی راج دونوں ہی مبارکباد کے مستحق ہیں۔

●

★ **نیاز علی نیاز**

چوڑی محل، بالاپور، ۴۴۴۳۰۲، ضلع اکولہ (مہاراشٹر)

'قومی راج' ۱۰ر اپریل ۱۹۸۰ء کا شمارہ باصرہ نواز ہوا۔ زیرِ نظر شمارہ میں مضمون بعنوان "چھترپتی شیواجی مہاراج۔ اورنگ زیب کے دربار میں" نہایت معلومات افزا ثابت ہوا، کہ اس میں چند اہم نفسیاتی باتوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے ان تاریخی حقائق کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے جن پر غالباً ابھی تک بہت کم لکھا گیا ہے۔

روداد جلسۂ تقسیم انعامات پڑھ کر ہم بلا شبہ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری ریاستی حکومت اردو کے لئے دیگر صوبوں کے مقابلے بہترین رول ادا کر رہی ہے۔ میں انعام یافتگان ادباء و شعراء کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتے ہوئے مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکاڈمی سے اپیل کروں گا کہ علاقہ ودربھ کو بھی خصوصی نمائندگی کے مواقع فراہم کریں۔

●

★ **مہدی پرتاب گڈھی**

معرفت ایکز یکٹیو انجینئر اریگیشن ڈویژن، پرتاب گڈھ (یو۔پی)

'قومی راج' کے مضامین کو پڑھ کر انتظار کی ساری اذیت دور ہو گئی۔ اس بار تو آپ نے کوزہ میں دریا بند کر دیا ہے۔ شراب بندی سے متعلق مختلف مضامین، ہولی سے متعلق نظمیں، 'جوہر کی شاعری' اور 'غالب مطالعہ کا تاریخی و تشریحی جائزہ' بہت اہم تخلیقات ہیں۔ علاوہ بریں غزلوں کی وافر تعداد۔ غرضیکہ تازہ شمارہ کئی معنوں میں اہم ہے۔ حضرت یونس اگاسکر، مجید بیدار، یونس عابدی، وقار واثقی اور ظریف قریشی وغیرہ مبارکباد کے مستحق ہیں جن کی تخلیقات نے اس شمارہ کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ ریاض احمد خاں صاحب کا مضمون 'مے نوش سماج کی نظر میں' خوب ہے اور توجہ طلب ہے۔

●

مراسلت و ترسیلِ زر کا پتہ:
ڈائرکٹوریٹ آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، گورنمنٹ آف مہاراشٹر
منترالیہ، بمبئی ۳۲

خوش حال مہاراشٹر کی تعمیر میں سرگرم تعاون

نئے وزیر اعلیٰ شری عبد الرحمٰن انتولے کی اپیل

مہاراشٹر کے نئے وزیر اعلیٰ شری عبد الرحمٰن انتولے نے ۱۰ جون ۱۹۸۰ء کو شب میں آل انڈیا ریڈیو اور دوردرشن، بمبئی سے نشریہ اپنے اوّلین پالیسی بیان میں لوگوں سے پُرزور اپیل کی کہ وہ حکومت کے ساتھ پوری سرگرمی سے تعاون کریں تاکہ خوش حال مہاراشٹر کی تعمیر کا کام انجام دیا جاسکے۔ وزیر اعلیٰ کے نشریہ بیان کا متن حسب ذیل ہے:

"سب سے اوّل میں یہ اپنا مقدس فرض سمجھتا ہوں کہ اس عزّت افزائی اور وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے ریاست مہاراشٹر کی خدمت کرنے کا موقع دینے پر ہماری عزیز رہنما شریمتی اندرا گاندھی کا تہہ دل سے شکریہ ادا کروں۔ وزیر اعظم نے مجھ پر جس اعتماد کا اظہار کیا ہے وہ میرے لئے باعثِ مسرّت وتقویت ہے۔ اسی کے ساتھ کانگریس (آئی) لیجسلیچر پارٹی کی جانب سے متفقہ حمایت اور مہاراشٹر کے باشندوں کی دعاؤں اور جذبۂ خیر سگالی سے میرا حوصلہ بڑھا ہے۔ اس محبّت اور شفقت پر میرا دل خوشی سے بھر آیا ہے اور اس سے مجھے یقیناً بڑی تقویت اور حوصلہ ملا ہے جس کے بل پر میں عوام کی خدمت اور خصوصًا لاکھوں غریبوں کی بھلائی کا کام انجام دے سکتا ہوں جنھوں نے ہمیں یہ جمہوری اختیار تفویض کیا ہے اور اب انھیں قدرتی طور سے یہی اُمید ہے کہ ان کے ساتھ بہتر سلوک روا رکھا جائے گا اور انتظامیہ زیادہ بامقصد اور فلاحی رُخ پر کارگذار ہوگا۔

شاندار ورثہ:

میں نہایت خلوص سے یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے میرا متفقہ انتخاب ہماری ہر دلعزیز وزیر اعظم کی اعلیٰ سیکیولر قیادت کا مظہر ہے۔ میرا یہ بھی خیال ہے کہ یہ مہاراشٹر کی شاندار روایات کے عین شایان شان ہے جو چھترپتی شیواجی مہاراج نے ہمیں سونپی ہیں، جن کا شمار آج بھی تاریخ کے عظیم سیاستدانوں میں ہوتا ہے۔ ہم سب ہی جانتے ہیں، ان کا شعور، عدل و انصاف، مساوات اور رواداری ذات پات اور عقیدہ سے بالاتر رہی۔ حقیقت میں اقلیتوں کے تئیں ان کی فراخ دلی ہماری ثقافت کی مہر تصدیق ہے جو ہمیں ورثہ میں ملی ہے اور جس سے ہماری ریاست میں سیکیولر طاقتوں کو استحکام ملتا ہے۔

جمہوری فرمان اور اختیار مل جانے کے بعد اب ہمیں پورے انہماک سے انتظامی امور میں لگ جانا چاہیئے، غربت وافلاس کے مسائل حل کرنے کے لئے قدم اُٹھانا چاہیئے اور ریاست اور اس کے باشندوں کی ترقی وخوشحالی کی خاطر زیادہ کارگر طریقۂ کار وضع کرنا چاہیئے۔ اس کام میں کسی بحث وتکرار کی گنجائش نہیں اور ہم اس کام میں ہر فرد، اپوزیشن میں اپنے دوستوں غرض کہ سب ہی کا تعاون چاہتے ہیں۔

۲۰ نکاتی پروگرام:

جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں، ہم نے ۲۰ نکاتی معاشی پروگرام کو پوری قوت سے زیر عمل لانے کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ جس کا اوّلین مقصد غربت کے خلاف جنگ ہے۔ پروگرام کے دیگر مقاصد کے تحت بجلی پیداوار اور امکانی ذرائع آبپاشی سے پورا استفادہ جیسی لازمی ضروریات پوری کرنا ہے تاکہ ریاست میں زرعی وصنعتی بنیاد اور وسیع تر ہوسکے۔ اس پروگرام کا مقصد یہ بھی ہے کہ غریبوں کی حالت سدھاری جائے یعنی انھیں قرض سے چھٹکارا ملے اور بےگھروں کے لئے رہائشی جگہ اور مکانات مہیا کئے جائیں۔ جب یہ جاری کیا گیا تھا تو یہ لوگوں کے لئے ایک نعمت ثابت ہوا تھا اور اب

بھی بہتر مستقبل کا ضامن ہے۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ عالمی طور پر ایسا قابل قدر پروگرام گذشتہ تین سال کے دوران جاری نہیں رکھا گیا اور حکومت نے اُسے ترک کر دیا جو ابھی اقتدار سے الگ ہوئی ہے۔ میری حکومت نے یہ تہیہ کیا ہے کہ اس پروگرام کو مزید بڑھاوا دیا جائے اور فوری فوقیت دے کر اسے زیرِ عمل لایا جائے۔

چھوٹے کسانوں سے بہتر سلوک : حالیہ سالوں میں زرعی پیداوار کے استحکام کے سلسلہ میں ہمیں کچھ کامیابی ملی ہے اور خوشحالی کے گوشے نکلے ہیں۔ پھر بھی دیہی باشندوں اور کسانوں کی خاصی تعداد جن کی کھیتی باڑی کا انحصار بارش پر ہے لہذا چھوٹے اور معمولی کسان ہیں یا خشک سالی سے متاثرہ علاقوں میں رہتے ہیں ان کٹھن قدرتی حالات سے دوچار ہیں۔ کم پیداوار یت، کم آمدنی، کم سرمایہ کاری اور بھاری قرض داری ان کی زندگی کی خصوصیات ہیں۔ میری حکومت کا مقصد یہی ہے کہ سرکاری اقدامات کے ذریعہ اس خراب صورت حال کو سُدھارا جائے۔ ہماری کوشش یہی ہوگی کہ دیہی باشندوں اور کسانوں کو ان کی محنت اور لاگت رقم کا مناسب معاوضہ ملے اور زرعی معیشت کو حسب ضرورت آگے بڑھایا جائے تاکہ موجودہ چیلنج کا مقابلہ کیا جا سکے۔

یہاں میں ضمانت روزگار اسکیم کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں جو دیہی روزگار کے میدان میں ایک مثالی اقدام تھا۔ یہ اسکیم نائیک سرکار نے شروع کی تھی اور مجھے فخر ہے کہ میں بھی اس کا ایک رکن تھا۔ بہر حال یہ اسکیم عمل آوری میں قدرے بے توجہی اور شروع کئے گئے کاموں میں کچھ رکاوٹوں کے باعث آگے نہ بڑھ سکی۔ میں ان مشکلات کو پوری قوت سے دُور کرنا چاہتا ہوں تاکہ وہ اُمیدیں پوری ہو سکیں جو دیہی بے روزگاروں کی حالت سُدھارنے کے بارے میں پیدا ہوئی تھیں۔

بے گھروں کے لئے مکانات : میری حکومت دیہاتوں میں بے گھروں کو رہائشی جگہ اور مکان فراہم کرنے پر پوری توجہ دے گی اور یہ کام زیادہ مستعدی سے انجام دیا جائے گا۔ اسی طرح ریاست مہاراشٹر کے دشوار گذار دیہی علاقوں میں پینے کا پانی مہیا کرنے کے لئے ابھی بہت کچھ کام کرنا ہے۔ اس سے قبل کچھ دیہاتوں میں نل یا ٹیوب ویل کے ذریعہ پانی کی فراہمی کی کوشش شروع کی جا چکی ہے لیکن اب گاؤں اور دُور دراز علاقوں کی چھوٹی بستیوں میں پانی کی فراہمی کے لئے وسیع پیمانے پر اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ میری حکومت اس کام کو اولین ترجیح دیتے ہوئے انجام دینے کی کوشش کرے گی تاکہ آئندہ پانچ سالوں کے اندر یہ مقصد حاصل ہو سکے۔

ہمیں مناسب طریقے پر شہری ترقیات کے مسئلہ پر بھی خاص توجہ دینا ہے۔ اس سلسلے میں یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ بمبئی ایک مالا مال شہر ہے اور ہمارے لئے خاص اہمیت اور قدر و قیمت رکھتا ہے۔ اس کے مفاد اور ترقی پر بھی ہمیں خاص طور سے دھیان دینا ہوگا۔ ہمیں خاص طور سے غریب اور محروم لوگوں کی فکر ہے۔ یہ افراد جو شہر کی صنعتی ترقی کے ضامن اور معاون ہیں، چالوں اور گندی بستیوں میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ یہ ہمارا اولین فرض ہے کہ ہم ان طبقات کو بہتر سہولیات زندگی مہیا کریں۔

شہری علاقوں میں درمیانی طبقہ کے مسائل بھی غور طلب ہیں۔ صنعتی پیداوار میں کمی بھی ہمارے لئے باعث تشویش ہے۔ اس کا نہ صرف سدِ باب کیا جانا چاہئے بلکہ پیداوار میں جلد از جلد اضافہ کی کوشش کی جانی چاہئے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ صنعتی امن قائم ہو۔ لہذا میری حکومت ملازمین اور مالکان کے درمیان تنازعہ دُور کر کے خوشگوار صنعتی ماحول اور باہمی اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کرے گی۔ ہماری کوشش ہوگی کہ منظم، غیر منظم اور غیر محفوظ شعبہ میں مزدوروں کا مفاد پوری طرح محفوظ رہے۔ بمبئی کے علاوہ ریاست کے دیگر حصے بھی صنعتی طور سے فروغ پا رہے ہیں۔ ابھی مجھے یہ اندازہ نہیں ہے کہ حکومت اس معاملے میں کہاں تک مددگار ثابت ہوئی ہے۔ بہر صورت میری پوری کوشش یہی ہوگی کہ اس سلسلہ میں حائل رکاوٹیں دُور ہوں، آسان طریقے اپنائے جائیں، اختیارات کی تقسیم، وعدہ کے مطابق اراضی، قرضے، لائسنس، خام مال، مارکٹنگ سہولیات اور بجلی فراہم ہو، اور یہ تمام کارروائی بسُرعت ہو تاکہ ان لوگوں میں بھروسہ اور اطمینان پیدا ہو سکے۔ پسماندہ علاقوں میں صنعتوں میں اضافہ اور ترقی کے لئے میری حکومت خاص طور سے کوشاں رہے گی اور اس سلسلے میں ٹھوس اقدامات کئے جائیں گے۔ اراضی اور قرضوں کی فراہمی میں مزید رعایت کے علاوہ چھوٹی صنعتوں کے قیام کے سلسلہ میں ہر ممکن مدد دینے کی کوشش کی جائے گی

تاکہ روزگار اور خود روزگار کے مواقع اور بڑھیں۔
مزید برآں عام اشخاص کو فوری مالی امداد مہیا کرنے کے لئے میری حکومت ایک خاص رقم مختص کریگی تاکہ وہ تجارت یا کاروبار میں اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکیں۔

بجلی کی قلت: ریاست میں بجلی کی قلت کا مسئلہ درپیش ہے جس کی وجہ سے زراعت اور صنعتی پیداوار پر اثر پڑا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس معاملے میں حائل مشکلات دور کرنے کے لئے موجودہ ذرائع ہی کافی ہیں۔ لہٰذا میری حکومت بجلی کے شعبہ میں انتظام میں بہتری پیدا کرنے اور فراہمی بڑھانے کی غرض سے موجودہ جنریٹر اور ٹرانسمیٹر پروجیکٹوں کو تیزی سے مکمل کرنے کی کوشش کرے گی نیز ایسے مزید پروجیکٹ شروع کرنے اور انھیں تیزی سے زیرِ عمل لانے کی کوشش کی جائے گی۔

آج عام آدمی کو سب سے زیادہ پریشانی ضروری اشیاء کی قیمتوں کے سلسلے میں لاحق ہے۔ یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ جنتا پارٹی کی بدانتظامی اس کی ذمہ دار ہے۔ بہرحال ہمیں قیمتوں پر قابو پانے کے لئے ہر ممکن اقدامات کرنے کی فکر ہے۔ خاص طور سے اشیاء کی فراہمی قلت کے معاملے میں میری حکومت تمام ضروری اقدامات کرے گی تاکہ ان اشیاء کی دستیابی یقینی ہو سکے چاہے اس کے لئے سخت ترین اقدامات کیوں نہ کرنے پڑیں۔ عوامی تقسیم کاری کے طریقے کو مزید بہتر بنایا جائے گا تاکہ اشیاء کی سپلائی بغیر کسی رکاوٹ کے برابر جاری رہے۔

بدعنوانی اور رشوت خوری مہاراشٹر میں اتنی عام نہیں تھی لیکن مجھے افسوس ہے کہ اب یہ بات نہیں ہے۔ میں انتظامیہ کے ہر شعبے سے رشوت خوری کو ختم کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔ مجھے توقع ہے کہ اس کام میں آپ سب تعاون اور مدد کریں گے۔

پسماندہ طبقات کی بہتری: شریمتی اندرا گاندھی کی قیادت، درج فہرست جاتیوں اور قبائل کے جان و مال اور وقار کی حفاظت اور ان کے حالاتِ زندگی کو سدھارنے کی بہترین ضامن ہے۔ آپ کے واضح نظریات اور طریقۂ کار کے مطابق میری حکومت ایسے اقدامات کرے گی جن کی رو سے مذکورہ طبقات کو ان کی وہ اراضی واپس مل سکے گی جو ان سے زبردستی چھین لی گئی ہو۔ اس کے علاوہ ان کی فلاح و بہبود کی اسکیمات بھی تیزی سے روبہ عمل لائی جائیں گی۔
میری حکومت اقلیتوں کے مختلف طبقات کو درپیش مشکلات کو دور کرنے کی کوشش کرے گی اور ان کی لسانی و تہذیبی ترقی میں مدد کرے گی۔ ہمیں جہاں کہیں بھی ہو، غربت اور سماجی و معاشی ناانصافی کے خلاف لڑنا ہے لیکن صرف سرکاری اقدامات سے ہی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ انتظامیہ کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لئے عوام، چاہے وہ فرداً فرداً کسی بھی سیاسی یا سماجی خیال کے حامل ہوں، سب کی شرکت اور ان کا مکمل تعاون نہایت ضروری ہے۔
ڈاکٹر باباصاحب امبیڈکر کی انسان دوستی، مہاتما جیوتی باپھولے کی تعلیمات، شاہو مہاراج کی اصلاح پسندی اور لوکمانیہ تلک اور دادا بھائی نوروجی کی قابلِ رشک حب الوطنی اور ان سب سے بڑھ کر گاندھی جی، پنڈت نہرو اور مولانا آزاد کے قابلِ قدر نظریات اور اصولوں کی پیروی کرتے ہوئے میں اور میری حکومت "سب کی خیر خواہی اور کسی کے تئیں برائی نہیں" اس جذبہ کے ساتھ ایک خوش حال مہاراشٹر کی تعمیر کا بیڑا اٹھاتے ہیں۔ اس عظیم اور مشکل کام میں، میں آپ سب کے سرگرم تعاون، نیک خواہشات اور دعاؤں کا طالب ہوں۔ میں نہایت عجز و انکساری سے خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے پوری قوت و استقامت بخشے تاکہ میں اس زبردست کام کو تیزی سے بخوبی انجام دے سکوں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

رائے شماری کا نتیجہ!

کانگریس (آئی) حکومت برسر اقتدار

ریاست مہاراشٹر ملک کی دیگر آٹھ ریاستوں کے ہمراہ ۲۸ ؍ اور ۳۱ ؍ مئی ۱۹۸۰ء کو ریاستی اسمبلی میں ۲۸۷ اراکین کے چناؤ کے لئے انتخابات کے دور سے گذری۔ ضلع چندر پور میں سرونا چن (محفوظ) حلقہ کے آزاد اُمیدوار کے کاغذات نامزدگی جانچ کے بعد رَد کئے جانے کی بناء پر حریف اُمیدوار کانگریس (آئی) کے شری پنٹارا ما تلنڈی بلامقابلہ منتخب قرار دیئے گئے۔

۳,۶۳۹ اُمیدواروں نے ۱۲۸۸ اسمبلی نشستوں کے لئے کاغذات نامزدگی داخل کئے تھے جن میں سے نام واپس لینے اور جانچ کی کارروائی کے بعد ۲۸۷ نشستوں کے لئے ۱,۵۳۷ امیدوار باقی رہے۔ ۱۹۷۸ء کے ریاستی انتخابات میں ۴,۰۵۲ نام داخل کئے گئے تھے جن میں سے نام واپس لینے اور جانچ کی کارروائی کے بعد ۱,۸۱۹ اُمیدوار باقی رہے تھے۔

۲۸ ؍ اور ۳۱ ؍ مئی کے انتخابات میں کانگریس (آئی) نے ۲۸۵ اُمیدواروں کو نامزد کیا۔ مذکورہ پارٹی کے دو اُمیدواروں کو جو بیٹھاردی اور مالشیرا حلقوں سے کھڑے ہوئے تھے، تکنیکی اسباب کی بناء پر پارٹی کی نشانی حاصل نہیں ہو سکی۔

قومی راج

دیگر پارٹیاں اور ان کے اُمیدواروں کی تعداد اس طرح تھی — کانگریس (یو) ۱۹۱، بھارتیہ جنتا پارٹی ۱۴۵، جنتا پارٹی (جے پی) ۱۱۰، جنتا (ایس) ۔ (راج نرائن گروپ) ۱۷، جنتا (ایس) چرن سنگھ گروپ ۲۲، کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (مارکسسٹ) ۱۰، اور کسان مزدور پارٹی ۴۰، چھوٹی پارٹیوں کے آزاد اُمیدوار، ری پبلکن پارٹی آف انڈیا کی تین شاخوں کے اور کانگریس (آئی) کے دو اُمیدوار جو بحیثیت آزاد اُمیدوار انتخابات میں شریک ہوئے، باقی ماندہ ۶۹۹ تعداد میں شامل تھے۔ راست مقابلوں میں ۱۶، تین طرفہ مقابلوں میں ۴۵، چو طرفہ مقابلوں میں ۵۷ اور

کیفیت انتخابات

نام پارٹی	تعداد اُمیدوار	کامیاب نشست	اندازاً فیصد
کانگریس (آئی)	۲۸۷	۱۸۵ *	۴۴٫۴۸
کانگریس (یو)	۱۹۱	۴۷	۲۰٫۵۴
بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی)	۱۴۵	۱۴	۹٫۳۷
جنتا نیشنل پارٹی (جے این پی)	۱۱۱	۱۷	۸٫۵۶
جے سی ایس	۲۲	۰	۰٫۱۵
جے آر این	۱۷	۰	۰٫۰۵
سی پی آئی	۱۷	۲	۱٫۲۲
سی پی ایم	۱۰	۲	۰٫۹۳
پی ڈبلیو پی	۴۱	۹	۴٫۱۳
آر پی (کے)	۴۵	۱	۱٫۳۴
آر پی (جی)	۲	۰	۰٫۰۴
آر پی (کے بی)	۳	۰	۰٫۰۱
آر پی آئی	۲۹	۰	۰٫۴۸
ایچ ایم ایس	۵	۰	۰٫۰۳
انڈین یونین مسلم لیگ	۳	۰	۰٫۱۸
دیگر	۶۱۰	۱۰	۸٫۵۰
کل میزان :	۱,۵۳۶	۲۸۷*	—

※ کانگریس (آئی) ایک نشست بلامقابلہ جیتی

زائدمقابلوں میں باقی ماندہ ۱۶۹ حلقے شامل تھے۔

رائے دہندگان کی کُل تعداد ۴۹۱، ۴۶، ۳۷، ۳ تھی۔ جس میں — ۴۷۳، ۸۷، ۲، ۷۲ امرد اور ۱۸، ۵۹، ۶۴، ۱ خواتین شامل ہیں۔

۱۳۸ حلقوں میں ۲۸ مئی کو اور باقی ماندہ ۱۴۹ حلقوں میں ۳۱ مئی کو انتخابات ہوئے۔ ریاستی حکومت نے متعلقہ حلقوں میں ۲۸ اور ۳۱ مئی کے دنوں کو نگوشی ایبل انسٹرومنٹ ایکٹ، بابت ۱۸۱ء کے تحت عام تعطیل قرار دیا تھا۔ کارخانوں، دکانوں اور تجارتی فرموں کے منتظموں سے درخواست کی گئی تھی کہ انتخابات کے دن اپنے ملازمین کو مع تنخواہ چھٹی دیں تاکہ وہ اپنے حق رائے دہی کا استعمال کرسکیں۔ انتخابات مجموعی طور سے پُرامن رہے۔

۲۸ مئی کو جن حلقوں میں انتخابات ہوئے وہاں ووٹوں کی گنتی یکم جون کو ہوئی۔ اسی طرح ۳۱ مئی کو جن حلقوں میں انتخابات ہوئے وہاں ۲ جون کو ووٹوں کی گنتی کی گئی۔ ریاست میں آخری اعداد و شمار اس طرح تھے:

کانگریس (آئی) - ۱۸۶، کانگریس (یو) - ۴۷، جنتا (جے پی) - ۱۷، بھارتیہ جنتا پارٹی - ۱۴، پی۔ ڈبلیو۔ پی - ۹، سی پی آئی - ۲، سی پی ایم - ۲، آر پی آئی (کے) ۱، اور آزاد - ۱۰

مہاراشٹر میں کل تعداد رائے دہندگان ۳۷، ۳ کروڑ تھی جس میں ۷۲، ۱ کروڑ مرد اور ۶۴، ۱ کروڑ خواتین شامل ہیں۔ دیہی علاقوں میں سماج کے تمام طبقات کے افراد نے اپنے حق رائے دہی کا بصد شوق استعمال کیا۔ غریب و امیر، جوان اور بوڑھے، مرد اور خواتین سبھی نے ووٹنگ میں حصہ لیا۔

۲۱ رکنی ریاستی کابینہ — ۱۳ نئے چہرے

وزیراعلیٰ شری اے آر. انتولے نے ۱۴ جون کو اپنی دُو درجاتی ۲۱ رکنی کابینہ کا اعلان کیا۔ کابینہ میں ۱۲ کابینی درجہ کے وزراء اور ۹ وزرائے مملکت شامل ہیں۔

آٹھ کابینی اراکین سابقہ حکومت میں وزارت کے عہدوں پر رہ چکے ہیں۔ ۱۳ نئے چہرے ہیں۔ کابینہ میں تین خواتین بھی ہیں۔ جس میں سے دو کابینی درجہ کی وزراء اور ایک وزیرمملکت ہیں۔

بشمول وزیراعلیٰ بارہ کابینی وزراء میں چھ ریاستی قانون ساز کونسل کے ممبران ہیں اور بقیہ دو کو چھ مہینوں کے اندر کسی بھی ایوان میں منتخب ہونا ہے تمام نو وزرائے مملکت ریاستی قانون ساز اسمبلی کے ممبران ہیں۔

کابینہ میں شہر بمبئی کو تین کابینی وزراء اور ایک وزیر مملکت کے ذریعہ نمائندگی حاصل ہوئی ہے۔ پونے کے لئے ایک کابینی وزیر، مغربی مہاراشٹر (بشمول پونے) کے لئے چار کابینی وزراء اور دو وزراء مملکت، ودربھ کے لئے دو کابینی وزیر اور چار وزراء مملکت، کوکن کے لئے خود وزیر اعلیٰ، دو وزراء مملکت اور مراٹھواڑہ کے لئے دو کابینی وزراء کے ذریعے نمائندگی دی گئی ہے۔

کابینہ میں شری چندرکانت ترپاٹھی سب سے کم عمر (۲۷ سال) اور شری بی جے کھتال سب سے بزرگ (۶۱ سال) ہیں۔ کابینہ میں عمر کا اوسط ۵۰.۶ ہے۔

وزیراعلیٰ سمیت سات وکلاء، ایک ڈاکٹر، دو صحافی، ایک پروفیسر اور ایک ٹیچر ہے۔ کابینہ کے دو اراکین کھیتی کرتے ہیں اور دو مزدور لیڈر ہیں علاوہ ازیں نوجوانوں کی تحریک کے دو کارکن ہیں۔ وزراء میں ۱۴ گریجویٹ اور ان میں سے بارہ ڈبل گریجویٹ ہیں۔

۱۴ جون کو راج بھون، بمبئی میں وزراء نے حلف لیا۔ گورنر مہاراشٹر شری صادق علی نے ایک سادہ سی تقریب میں عہدہ اور رازداری کا حلف اٹھوایا۔

حلف برداری کی تقریب میں وزیراعلیٰ شری اے. آر انتولے لیجسلیٹو کونسل کے چیرمین شری آر. ایس گوائی، تحلیل شدہ اسمبلی کے اسپیکر شری پران لال وورا، چند سابق وزراء، ہائی کورٹ کے جج صاحبان، سفارتی نمائندے اور دیگر ممتاز اشخاص موجود تھے۔

وزیراعلیٰ نے ۱۴ جون کو وزراء کے درمیان محکمے تقسیم کئے۔

گورنر مہاراشٹر، شری صادق علی (بائیں سرے پر) اور وزیراعلیٰ مہاراشٹر شری اے. آر انتولے (درمیان میں) ۱۴ جون ۱۹۸۰ء کو کابینہ کی رسم حلف برداری کے لئے راج بھون، بمبئی کے دربار ہال جاتے ہوئے۔

ریاستی کابینہ

شری اے. آر انتولے :- وزیرِ اعلیٰ — جنرل ایڈمنسٹریشن، داخلہ، اطلاعات و تعلقات عامہ اور دیگر محکمہ جات جو فی الحال تقسیم نہیں کئے گئے ہیں

وزراء :-

	محکمہ جات
۲. شریمتی شالینی تائی پاٹل	: ... محصول اور بازآبادکاری
۳. شری رام راؤ وامن اڈیک	: ... مالیات و شہری ترقیات
۴. شری جواہر لال درڈا	: ... صنعت
۵. ڈاکٹر بلی رام وامن ہیرے	: ... تعلیم، صحت عامہ و خاندانی بہبود
۶. شری بابو راؤ کالے	: ... دیہی ترقیات اور جیل
۷. شری بھیکاجی جیجا باکھتال	: ... آبپاشی، سی. اے. ڈی. اے، خوراک و شہری رسد
۸. شری شیواجی راؤ. بی. پاٹل	: ... عمارات و مواصلات، ڈیری ترقی، مویشی پرورش، ماہی گیری، روزگار، فنی تعلیم و تربیت
۹. شری باباصاحب آننت راؤ بھوسلے	: ... قانون و عدلیہ، محنت اور نقل و حمل
۱۰. شری بھگونت راؤ ایم. گائیکواڑ	: ... زراعت
۱۱. شریمتی پرمیلا بین بھانو شنکر یاگنک	: ... سلم سدھار اور تعمیرِ مکانات، بی. ایم. آر. ڈی. اے، سماجی بہبود اور بہبودیٔ قبائل
۱۲. شری جینت راؤ تلک	: ... انرجی، سیاحت، پروٹوکول، اسپورٹس، یوتھ سروسیز، ثقافتی امور اور قانون سازی امور

وزرائے مملکت :-

۱. شری ابھے سنگھ شاہو مہاراج راجے بھونسلے	: ... داخلہ، آبپاشی، سی اے ڈی اے اور زراعت
۲. شری خان محمد اظہر حسین	: ... محصول، بازآبادکاری اور پروٹوکول
۳. شری سُریش بلی رام دیوتلے	: ... تعلیم، انرجی و دیہی ترقیات
۴. شری ستیش چترویدی	: ... جنگلات، یوتھ سروسیز، صحت عامہ، اسپورٹس، سیاحت، ثقافتی امور، روزگار اور فنی تعلیم
۵. شری دینا ناتھ شیرآپا کاملے	: ... خوراک و شہری رسد، مویشی پرورش، ماہی گیری اور ڈیری ترقی
۶. شریمتی تارابائی نرسنہا ورتک	: ... عمارات و مواصلات، نقل و حمل، سماجی بہبود اور کھار اراضی
۷. شری ایس. این. دیسائی	: ... امدادِ باہمی، صنعت، منصوبہ بندی، اطلاعات و تعلقاتِ عامہ
۸. شری ہری بھاؤ جاگو با نائیک	: ... محنت، مالیات اور قانون سازی امور
۹. شری چندر کانت ترپاٹھی	: ... شہری ترقیات، تعمیرِ مکانات، بی ایم آر ڈی اے، سلم سدھار اور جیل

ہمارے وزیر اعلیٰ
شری اے۔ آر انتولے

○ سری رام ترنکا نند
اسسٹنٹ ایڈیٹر، فری پریس جرنل، ممبئی

کوکن پٹی۔ اُرن سے مالوان تک پھیلی ہوئی سنگلاخ سرزمین ساحل، چھترپتی شیواجی کی ناموری، اولوالعزمی، شجاعت اور کارہائے نمایاں کی آماجگاہ رہی ہے۔ وہ اولین ہندوستانی حکمراں تھے جنھوں نے بحری جنگ کی اہمیت کو سمجھا۔ ایڈمرل انگرے اور دیگر بحری سرداروں کی معیت میں مراٹھا فرمانروا نے جنگی جہازوں اور ملاحوں پر مشتمل لڑاکا بحری بیڑا تیار کیا جو پرتگالیوں کے مقبوضہ قلعوں کا محاصرہ کر کے برابر کی کاری ضرب لگا سکتا تھا۔

حالیہ دور میں ممبئی کی توسیع و ترقی میں کوکن کا بڑا ہاتھ ہے۔ جہاں ے اس کی زبردست صنعت پارچہ بافی اور دوسرے کارخانوں کے لئے ن پاور' فراہم ہوتی ہے۔ کیا یہ حیرت کا مقام نہیں کہ مہاراشٹر بھر میں تمام اضلاع کے مقابلے میں کوکن کے دو اضلاع یعنی قلابہ اور رتناگیری یہ خاص امتیاز حاصل ہے کہ وہاں کی اصل آبادی میں عورتوں کی تعداد دں سے زیادہ ہے۔ مرد دُور ممبئی میں آ کر اپنی محنت اور قوت لگاتے ب تاکہ یہاں صنعت کا پہیہ چلتا رہے۔

خطہ کوکن جغرافیائی طور پر ناہموار زمین، بے شمار ندی، نالوں، کھاڑیوں پتھریلے ساحل کی وجہ سے ریاست کا سب سے زیادہ پسماندہ حصّہ ہا۔ یہ واحد ساحلی پٹی ہے جہاں کوئی قابلِ ذکر ریلوے لائن نہیں۔ سات کے مہینوں میں جب 'اسٹیمر سروس' بند ہو جاتی ہے صرف اسٹیٹ ٹرانسپورٹ بسوں کے ذریعہ ہی بیرونی علاقوں سے اس کا رابطہ قائم رہتا ہے۔ بہرحال ان حالات کی بدولت قدرتاً سرزمین کوکن کے باشندے پختہ عقیدہ، عزم، استقامت، قوتِ برداشت اور صلاحیت و ہمت کے مالک ہیں اور ہر طرح کی قربانی پیش کر سکتے ہیں۔ ان خوبیوں کے ساتھ ان میں خاندانی رشتے بھی مضبوط ہیں۔ کوکن کا باشندہ خواہ اپنے گھر سے کتنا ہی دُور کہیں بھی رہے، اس کا دل سدا اپنے وطن کوکن میں رہتا ہے اور اس کی محنت کا پھل پھر اس کے وطن ضرور پہنچتا ہے۔

آزادی کے بعد پہلی مرتبہ اسی سرزمین کا ایک فرد مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ کی گدی پر بیٹھا ہے۔ اور اس اعلیٰ عہدے پر فائز یہ شخص ہیں، شری عبدالرحمٰن انتولے، جو اس خطے کی تمام جانی پہچانی خصوصیات اور خوبیوں کے حامل ہیں۔ انھوں نے زندگی میں اُبھرنے کے لئے بھاری مشکلات پر قابو پایا اور کبھی کامیابی پر گمراہ نہ ہوئے۔ آج بھی سرزمین وطن سے ان کا فطری رشتہ مضبوط ہے اور وہ اب بھی اسی قدیم روایت کو مانتے ہیں کہ ایک فرد کی محنت مشقت کی کمائی میں خاندان کے سب ہی افراد برابر کے حقدار ہیں۔

تین بھائیوں اور ایک بہن پر مشتمل خاندان میں سب سے چھوٹے شری انتولے پانچ چھ برس کی عمر میں ہی بدقسمتی سے باپ کے سایۂ عاطفت سے محروم ہو گئے۔ ان کا تعلق کسان گھرانہ سے ہے جس کے پاس ضلع قلابہ کے تعلقہ شریوردھن میں واقع امبیٹ گاؤں میں چھوٹا سا فارم اور مکان تھا۔ ان کے دو بڑے بھائی عطاء اللہ اور ثناء اللہ اپنی تعلیم ترک کر کے کمائی میں لگ گئے تاکہ گھر بار کا خرچ چلتا رہے۔ ان کی والدہ زُہرہ بی بھی اپنی دو بھینسوں اور ایک گائے کا دودھ آس پاس کے گاؤں میں بیچ کر جو کچھ پاتیں گھر کے خرچ میں لگا دیتیں۔

ثناء اللہ ان کے منجھلے بھائی ایک سیدھے سادے اور کھرے آدمی ہیں اور ابھی تک ممبئی پورٹ ٹرسٹ ڈریجر "دیکاس" پر کرین ڈرائیور کی

نیت سے کام کرتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ عبدالرحمٰن انتولے اپنے بھائیوں سے الگ ہی واقع ہوا ہے۔ اس کے دل میں بچپن ہی سے پڑھنے لکھنے اور تعلیم یافتہ بننے کا انتہائی شوق تھا۔ وہ اپنی جماعت میں ہمیشہ اوّل آتا رہا۔ لہٰذا دو بڑے بھائیوں نے یہی سوچا کہ اگر ہم تینوں میں کوئی کالج جانے کے قابل ہے تو وہ سب سے چھوٹا ہی ہوسکتا ہے جسے تعلیم کا اس قدر شوق ہے۔ اسی خیال کے مطابق وہ اس مقام سے جہاں وہ ملازم تھے، یعنی عطاء اللہ ایسٹ افریقہ سے اور ثناء اللہ ممبئی سے رقم گھر بھیجتے رہے تاکہ خاندان کی گذر بسر ہوسکے اور ان کا چھوٹا بھائی تعلیم حاصل کرسکے۔ ہائی اسکول کے درجے پر پہنچتے ہی اے۔ آر انتولے ممبئی آکر انجمن اسلام ہائی اسکول میں داخل ہوئے اور اپنے بھائی ثناء اللہ کے ساتھ رہنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد اسمٰعیل یوسف کالج، ممبئی سے گریجویٹ ہوئے اور پھر قانون کی تعلیم کے لئے انگلستان چلے گئے۔ ۱۹۵۳ء میں اے۔ آر انتولے وہاں سے بیرسٹر بن کر واپس وطن آئے اور اس طرح بالآخر خاندان کی مرادیں پوری ہوئیں۔

اس اثناء میں انھوں نے عوامی زندگی میں عملی حصّہ لینا شروع کردیا تھا۔ ابھی وہ ہائی اسکول کے نوعمر طالب علم ہی تھے کہ انھوں نے امبیٹ گاؤں کے ساتھیوں کو جمع کرکے اپنے گاؤں کے لئے ایک جیٹی بنائی تاکہ چھوٹی بڑی کشتیاں وہاں ٹھہر سکیں۔ اس طرح امبیٹ گاؤں کے باشندے دُور دراز جگہ پر اُترنے کی زحمت سے بچ گئے۔ کالج کے زمانۂ تعلیم میں اپنی چھٹیاں امبیٹ تک ایک سڑک بنوانے میں گذارتے۔ انھوں نے کوشش کرکے اپنے گاؤں میں ایک ڈاکخانہ بھی کھلوایا اور اس طرح بیرونی دنیا سے اس گاؤں کا براہ راست رابطہ قائم ہوگیا۔

انگلستان میں قیام کے دوران انھوں نے ہندوستانی نوجوانوں کی جانب سے ایک مظاہرہ میں عملی حصّہ لیا جو روسی سفارتخانہ کے سامنے سوویت انسائیکلوپیڈیا میں مہاتما گاندھی کی شان میں توہین آمیز تحریر شائع کرنے پر احتجاجاً کیا گیا تھا۔ وطن واپس آکر مقامی معاملات میں اور بھی زیادہ حصّہ لینے لگے اور شریوردھن تعلقہ سدھار سمیتی کے ممبر بن گئے۔ انھوں نے ۱۹۵۷ء میں شریوردھن حلقہ سے اسمبلی کا ممبر منتخب ہونے کی بھی کوشش کی مگر اس پہلی کوشش میں کامیاب نہ ہوسکے۔ پھر ۱۹۶۲ء میں دوبارہ کھڑے ہوئے اور کامیاب ہوئے۔ کوکن کے اس لائق نوجوان کانگریسی پر شری نائیک کی نظر پڑ گئی اور انھیں ۱۹۶۷ء میں پہلی مرتبہ ریاستی کابینہ میں لے کر وزیر مملکت برائے قانون و عدلیہ، تعلیم، ماہی گیری اور چھوٹی بندرگاہ بنایا گیا۔ ۱۹۷۲ء میں اسمبلی انتخابات کے بعد انھیں ترقی دے کر کابینی درجہ پر وزیر برائے قانون و عدلیہ اور پبلک ورکس مقرر کیا گیا۔ وہ اس عہدہ پر فائز رہے تاآنکہ کانگریس نے ان کی خدمات حاصل کرلیں، اور انھیں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا جنرل سکریٹری مقرر کیا۔ انھوں نے بخوشی وزارت چھوڑ کر پارٹی سکریٹری کا قدرے حقیر عہدہ قبول کرلیا۔

وزیر کی حیثیت سے شری انتولے نجی طور پر ایمان داری و اخلاق کا اعلیٰ معیار کس طرح قائم رکھتے ہیں اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جب شری انتولے وزیر بنے تو خاندان کی یکجا رہنے کی روایت کے مطابق وہ سب ان کے ساتھ وزارتی بنگلہ میں منتقل ہوگئے۔ لیکن پورے نو سال کے عرصہ میں جب کہ شری انتولے ریاستی وزیر کی حیثیت سے کارگذار رہے نہ تو کبھی ثناء اللہ نے ان سے یہ کہا کہ اپنا اثر و رسوخ استعمال کرکے انھیں پورٹ ٹرسٹ میں ترقی دلائیں اور نہ ہی کبھی شری انتولے نے بڑے بھائی کو پیش کش کی کہ وہ اپنے اعلیٰ اختیار سے کام لے کر انھیں فیض پہنچائیں گے۔ ثناء اللہ نے کہا کہ "یہ ہمارا طریقہ نہیں۔ ہمارا طریقہ تو وہی ہے جو ہماری ماں نے ہمیں سکھایا ہے۔ ہمیں تو یہی سکھایا گیا ہے کہ انسان اپنی تقدیر خود بناتا ہے"۔ شری انتولے پہلی مرتبہ وزیر ہوئے تو دعائیں لینے کے لئے اپنی ماں کے پاس گئے تو انھوں نے بیٹے سے یہی کہا کہ "وہ اس کرسی پر بیٹھ کر صرف عوام کی بھلائی کے لئے کام کرے"۔ اور وہ ہمیشہ اسی نصیحت پر عمل پیرا رہے اس مرتبہ بھی ۹ جون کو پیر کے دن صبح مہاراشٹر کے ساتویں وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے حلف لینے کے لئے راج بھون، ممبئی جانے سے کچھ قبل آپ اوّل اپنی ۹۰ سالہ بوڑھی ماں زہرہ بی کے پاس گئے جو خاص طور سے اس خاندانی مسرّت کے موقع پر شرکت کے لئے امبیٹ گاؤں سے ممبئی آئی تھیں اپنی ماں سے انھوں نے اپنے حق میں یہی دعا کرنے کی درخواست کی کہ ان کی وزارت اعلیٰ سے ہر ایک کو فیض پہنچے۔ بقول صدر ابراہم لنکن "سب کے ساتھ نیکی کسی کے ساتھ بدی نہیں"۔ یہی رہنما اصول شری انتولے کی زندگی میں ہمیشہ کارفرما رہا۔

شری انتولے کی ازدواجی زندگی بھی خوشگوار رہے۔ ان کے چار بچے (تین بیٹیاں اور ایک بیٹا) ہیں۔ ان کی بیگم نرگس بھیونڈی کی رہنے والی ہیں اور ایک مقامی صنعتکار کی بیٹی ہیں۔ ماضی میں جب کبھی سیاسی کاموں سے شری انتولے کو ممبئی سے دُور دہلی یا دوسرے مقامات پر رہنا پڑتا تو ان کے بچے بہیں ان کے بڑے بھائی کی نگرانی میں رہتے۔ مہاجن کمیشن رپورٹ، یوپی ہائی کورٹ اور مجلس قانون ساز کے مابین تنازعہ

ڈپٹی چیف جسٹس کا تقرر، ان موضوعات پر شری انتولے تین کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ ایک اچھے ناقد اور مبصر ہیں اور آپ نے پارلیمانی امور پر بھی مضامین لکھے ہیں۔

شری انتولے ہمیشہ شریمتی اندرا گاندھی، ان کی پالیسی اور پروگرام کے مداح اور حامی رہے۔ وزیراعلیٰ بننے کے بعد اپنے اولین پالیسی بیان میں یہی اعلان کیا کہ ہم نے شریمتی اندرا گاندھی کے ۲۰ نکاتی پروگرام کو زیرِ عمل لانے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ انھیں یقین ہے کہ قوم نیز کمزور طبقات سب ہی کا مستقبل وزیراعظم کے ہاتھوں میں محفوظ ہے۔

ترجمہ: عبدالوحید خاں جامعی

۸ رجون ۱۹۸۰ء کو، کونسل ہال ممبئی میں کانگریس (آئی) لیجسلیچر پارٹی کے ممبران کے اجلاس میں پارٹی لیڈر منتخب ہونے کے بعد نو منتخب وزیراعلیٰ شری اے۔ آر۔ انتولے نے اسی دن راج بھون میں گورنر مہاراشٹر شری صادق علی سے ملاقات کی۔

شری عبدالرحمن انتولے
وزیر اعلیٰ
جنرل ایڈمنسٹریشن، داخلہ، اطلاعات و تعلقات عامہ
اور دیگر محکمہ جات جو فی الحال تقسیم نہیں کئے گئے

شری رام راؤ وامن اڈ اڈیک
وزیر برائے مالیات و شہری ترقیات

وزراء

شریمتی شالینی تائی پاٹل
وزیر برائے محصول اور باز آبادکاری

شری بالوراؤ کالے
وزیر برائے دیہی ترقیات و جیل

ڈاکٹر بلی رام وامن ہیرے
وزیر برائے تعلیم صحت عامہ و خاندانی بہبود

شری جواہر لال درڈا
وزیر برائے صنعت

شری بھیکاجی جیجابا کنھال
وزیر برائے آبپاشی، سی اے ڈی اے،
خوراک و شہری رسد

شری شیواجی راؤ بی. پاٹل
وزیر برائے عمارات و مواصلات، ڈیری ترقی،
مویشی پرورش، ماہی گیری، روزگار اور فنی تعلیم

شری باباصاحب آننت راؤ بھونسلے
وزیر برائے قانون و عدلیہ، محنت اور نقل و حمل

شری بھگونت راؤ ایم. گائیکواڑ
وزیر برائے زراعت

شریمتی پرمیلا بین بھانو شنکر یاگنک
وزیر برائے سدھار اور تعمیر مکانات،
بی. ایم. آر. ڈی. اے، سماجی بہبود، اور
بہبودیٔ قبائل

شری جینت راؤ تلک
وزیر برائے انرجی، سیاحت
پروٹوکول، اسپورٹس، یوتھ سروسیز
ثقافتی امور اور قانون سازی امور

وزرائے مملکت

شری سُریش بلی رام دیوتلے
وزیر مملکت برائے تعلیم، انرجی و دیہی ترقیات

شری خان محمد اظہر حسین
وزیر مملکت برائے محصول، بازآبادکاری
اور پروٹوکول

شری ابھئے سنگھ شاہو مہاراج راجے بھونسلے
وزیر مملکت برائے امور داخلہ،
آبپاشی، سی. اے. ڈی. اے،
اور زراعت

شریمتی تارا بائی نرسنہا ورنکر
وزیر مملکت برائے عمارات و مواصلات
نقل و حمل، سماجی بہبود اور کھارا راضی

شری دینا ناتھ شبرایا کاملے
وزیر مملکت برائے خوراک و شہری رسد
مویشی پرورش، ماہی گیری اور ڈیری ترقی

شری ستیش چترویدی
وزیر مملکت برائے جنگلات، بوتھہ سرد سبز،
صحت عامہ، اسپورٹس، سیاحت و
ثقافتی امور، روزگار اور فنی تعلیم و تربیت

شری ایس. این ڈیسائی
وزیر مملکت برائے امداد باہمی، صنعت، منصوبہ بندی، اطلاعات و تعلقات عامّہ

شری ہری بھاؤ جاگو با نائیک
وزیر مملکت برائے محنت، مالیات اور قانون سازی امور

شری چندر کانت ترپاٹھی
وزیر مملکت برائے شہری ترقیات، تعمیر مکانات، بی.ایم.آر.ڈی.اے، سلم سدھار اور جیل

قارئین کیلئے ضروری اعلان

ہماری یہ کوشش ہے کہ اپنے قارئین کو مختلف سرکاری پالیسیوں اور سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر رکھیں۔ تاہم قارئین کو اس میں کچھ نہ کچھ کمی کا احساس ہو سکتا ہے۔ لہٰذا آپ کی دلچسپی اور معلومات میں مزید اضافے کے خیال سے ''سوال و جواب'' کا خصوصی صفحہ شائع کیا جاتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس تبادلۂ خیال سے ہمیں اور بھی فائدہ پہنچے گا۔ انفرادی شکایتوں کی اشاعت تو مشکل ہے، البتہ سرکاری پالیسیوں، پروگراموں اور سرگرمیوں سے متعلق آپ کے خطوط، سوالات اور شبہات بخوشی قبول کئے جائیں گے۔ پتہ نوٹ فرمالیں:

ایڈیٹر قومی راج، نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ، بندرہواں منزلہ، مقابل منترالیہ، ممبئی - ۴۰۰۰۳۲

ریاستی قانون ساز اسمبلی کے نئے منتخب امیدوار

نمبر	حلقہ کا نام	کُل تعداد رائے دہندگان	ڈالے گئے ووٹ	مسترد ووٹ	کامیاب اُمیدوار	پارٹی	حاصل کردہ ووٹ
۱	ساونت واڑی	۱,۰۰,۶۰۶	۴۲,۸۷۰	۹۳۲	شری شیو رام ساونت بھونسلے	کانگریس (آئی)	۲۱,۱۵۶
۲	وینگورلا	۹۶,۴۱۳	۳۵,۳۶۷	۷۷۹	شری ایس. این ڈیسائی	کانگریس (آئی)	۱۶,۵۲۸
۳	مالوان	۹۴,۹۷۲	۳۵,۷۰۴	۵۴۵	شری کیشو راؤ وینکٹیش رانے	کانگریس (آئی)	۱۴,۵۹۱
۴	دیوگڑھ	۸۳,۹۴۹	۴۵,۶۹۸	۸۹۴	شری راؤتے امر راؤ گنگا رام	کانگریس (آئی)	۱۶,۴۲۳
۵	راجہ پور	۱,۰۲,۱۸۸	۴۵,۱۳۶	۱,۳۶۵	شری تاڑے نارائن سکھا رام	جنتا (جے. پی)	۱۷,۸۷۵
۶	رتنا گیری	۱,۱۰,۶۹	۴۹,۶۰۶	۱,۴۳۸	شریمتی ابھینکر کسم تائی راجندر	بھارتیہ جنتا پارٹی	۱۶,۹۹۶
۷	سنگمیشور	۱,۰۳,۹۹۲	۴۴,۲۳۱	۱,۳۲۹	شری جگ ناتھ راؤ جادھو	جنتا (جے پی)	۲۷,۲۵۲
۸	گوہاگر	۱,۰۰,۴۸۷	۵۳,۴۴۸	۱,۸۴۲	" بینڈل، راجندر سداشیو	کانگریس (آئی)	۲۵,۷۶۷
۹	چپلون	۸۷,۵۴۲	۵۰,۹۰۳	۱,۲۵۳	شری را. رام شنڈے	جنتا (جے پی)	۲۲,۲۴۵
۱۰	کھیڑ	۹۴,۴۸۲	۴۲,۲۷۳	۹۴۲	شری کدم تکارام بابو راؤ	کانگریس (آئی)	۲۴,۳۳۴
۱۱	واپولی	۱,۰۲,۱۲۳	۵۳,۱۲۶	۱,۹۳۱	شری سکپال گنگا رام دولت	جنتا (جے پی)	۲۵,۱۳۰
۱۲	مہاڈ	۹۷,۷۸۱	۵۷,۴۳۰	۲,۱۸۶	" چندر کانت کھاندے راؤ ننبھکر	کانگریس (آئی)	۲۲,۸۷۹
۱۳	شری وردھن	۱,۱۱,۰۹۷	۵۷,۹۹۴	۲,۱۹۵	" رویندر راؤت	کانگریس (آئی)	۳۶,۱۵۷
۱۴	مان گاؤں	۱,۰۲,۷۳۰	۵۴,۴۲۹	۲,۳۲۷	" اشوک سابلے	جنتا (جے پی)	۲۶,۶۶۲
۱۵	پین	۱,۰۶,۴۱۹	۵۹,۸۴۵	۱,۸۲۴	" پاٹل موہن مہادیو	کسان مزدور پارٹی	۳۶,۹۹۶
۱۶	علی باغ	۱,۰۹,۳۱۰	۶۰,۸۱۴	۱,۷۷۹	" دتا پاٹل	کسان مزدور پارٹی	۴۱,۱۹۱
۱۷	پنویل	۱,۱۲,۸۰۸	۵۸,۶۶۱	۲,۰۰۱	" ڈی. بی. پاٹل	کسان مزدور پارٹی	۲۹,۸۱۹
۱۸	خالاپور	۱,۱۷,۷۰۸	۵۶,۲۲۴	۱,۸۲۷	" سورویے تکارام ایکناتھ	کانگریس (آئی)	۲۳,۶۳۵
۱۹	قلابہ	۹۵,۹۹۰	۳۴,۱۹۳	۳۲۱	" او. پی بہل	کانگریس (آئی)	۱۷,۰۹۱
۲۰	عمرکھاڑی	۱,۱۹,۸۶۰	۲۵,۹۷۷	۴۵۷	" کھنڈوانی محمد امین	کانگریس (آئی)	۱۵,۲۹۰
۲۱	ممبادیوی	۱,۰۳,۲۵۱	۳۴,۸۵۴	۳۲۳	" نانو بھائی ایس پٹیل	بھارتیہ جنتا پارٹی	۱۵,۶۴۳
۲۲	کھیت واڑی	۱,۲۰,۱۰۰	۳۹,۳۰۶	۴۱۲	" شرما پریم کمار شنکر دت	" " "	۱۸,۴۷۵
۲۳	اوپیرا ہاؤس	۱,۰۶,۴۹۱	۳۹,۳۱۵	۳۳۱	شریمتی جینوتی بین مہتا	" " "	۲۴,۱۱۳
۲۴	مالابار ہل	۱,۴۰,۰۳۵	۴۴,۹۸۵	۴۱۵	شری بلونت رے. اے	کانگریس (آئی)	۱۹,۴۶۴
۲۵	چنچپوکلی	۱,۱۵,۸۳۴	۳۳,۸۹۹	۴۴۷	" شیخ شمیم احمد	" "	۱۷,۵۱۲
۲۶	ناگپاڑہ	۱,۰۴,۶۶۴	۳۰,۹۸۶	۴۷۷	" سید احمد	" "	۱۷,۹۷۵
۲۷	مجگاؤں	۹۹,۳۴۹	۴۴,۷۲۹	۵۴۷	" آتمارام تکارام عرف بھائی بھونسلے	" "	۱۹,۳۲۷
۲۸	پریل	۱,۲۸,۹۸۱	۵۴,۳۳۱	۶۶۷	" ستیش پینڈنیکر	" "	۲۹,۵۷۵
۲۹	سیوڑی	۱,۲۹,۱۱۴	۵۱,۳۲۸	۵۹۱	" بھاؤراؤ پاٹل	" "	۳۲,۸۷۴
۳۰	ورلی	۱,۱۴,۸۲۸	۴۹,۳۵۸	۵۸۸	" دگھے شرد شنکر	" "	۲۴,۸۴۱
۳۱	نائیگاؤں	۱,۲۱,۷۳۳	۵۴,۱۰۴	۶۷۳	" رام مہاڈک	" "	۲۸,۷۸۴

نمبر شمار	حلقہ کا نام	کل تعداد رائے دہندگان	ڈالے گئے ووٹ	مسترد ووٹ	کامیاب امیدواروں کے نام	پارٹی کا نام	حاصل کردہ ووٹ
۳	دادر	۱,۲۵,۱۲۰	۵۵,۱۰۴	۵۸۰	شریمتی شرلو گوند ٹھاکر	کانگریس (آئی)	۱۸,۴۲۱
۳	ماٹونگا	۱,۲۸,۴۵۸	۵۰,۳۲۹	۷۱۱	ڈاکٹر طوی شبرامنیم	" "	۲۲,۱۸٦
۳	ماہم	۱,۱٦,۷۳۴	۴۸,۳۳۷	٦۵۳	شری پنٹو فریڈرک مائیکل	جنتا (جے پی)	۲۵,۲۵۴
۳	دھاراوی	۱,٦۰,۵۳۲	۵۲,۷٦۷	۷٦۸	" پریہا نند آولے	کانگریس (آئی)	۳۷,۹۷۱
۳٦	باندرہ	۱,۲۴,۰۷۷	۴٦,٦۳۲	۴۹۸	" احمد بی۔ زکریا	" "	۲۲,۴۴۰
۳۷	کھیرواڑی	۱,۲٦,۲۱۵	۴۹,۷۸۱	۵۹۲	" چھیڈا میگھجی ہنسراج	" "	۲۱,۷٦۵
۳۸	ولے پارلے	۱,۳۵,۰۱۳	۴۲,۷۳۸	۴٦۲	" پران لال وورا	جنتا (جے پی)	۲۴,۲۱۵
۳۹	امبولی	۱,۵۳,۷۱۲	۵۸,۲۹٦	٦۸۲	" حفیظ یوسف	کانگریس (آئی)	۲٦,۵۷۲
۴۰	سانتاکروز	۱,۴۳,۳۰۱	۴۹,۵۸۰	٦۸۱	" اوماچین۔ سی۔ ڈی	" "	۲۴,۹۲۸
۴۱	اندھیری	۱,٦۰,۹۸۰	۴۵,۸۳۸	۵۳٦	" چندر کانت ترپاٹھی	" "	۲۵,۰۷۳
۴۲	گورے گاؤں	۱,۳۴,۲۵۳	۴۸,۳۱۹	۴۷۱	" سی۔ ایم شرما	" "	۱۸,۵۳۵
۴۳	ملاڈ	۱,٦۰,۷۷۹	۵۱,۵۱٦	٦۷۱	" پنڈا گلے رام جانکی رام	" "	۲۳,۷۴۷
۴۴	کاندیولی	۱,۵۱,۱٦۱	۵۰,۷۷۳	۷۱٦	" انوپ چند کھیم چند شاہ	" "	۱۹,۷٦۳
۴۵	بوریولی	۱,۷۲,۲۱۹	٦۴,۰۱۴	۵۸۷	" رام نائیک	بھارتیہ جنتا پارٹی	۳۴,۵۱۳
۴٦	ٹرامبے	۱,٦٦,۹٦۷	٦۲,٦۵۱	۷٦۰	شریمتی ڈاکٹر للیتا راؤ	کانگریس (آئی)	۲۷,۹٦۳
۴۷	چیمبور	۱,۳۸,۹۴۱	۵۴,۹۲۵	٦۵۱	شری اڈوانی جستو پرسں رام	بھارتیہ جنتا پارٹی	۲۴,۸۱۰
۴۸	نہرو نگر	۱,۲۷,۹۷۸	۴۷,۳۰٦	۵۴۱	" داداصاحب اننت راؤ بھونسلے	کانگریس (آئی)	۲۱,۲۷٦
۴۹	کرلا	۱,٦۸,۷۷٦	٦۹,۱۴٦	۸۷۳	" دتا سامنت	آزاد	۲۹,۴۱۰
۵۰	گھاٹ کوپر	۱,۴۰,۷۷۴	٦۱,۱۱۸	٦۴۲	ایڈوکیٹ لیلادھر ویاس	کانگریس (آئی)	۲۰,۳۳۱
۵۱	بھانڈوپ	۱,٦۷,۸۴۱	۵۷,۳۸۴	۴۹۲	ڈاکٹر وامن راجمند رشیریکر	" "	۲۴,۳۵۴
۵۲	ملنڈ	۱,٦۳,۲۵۹	٦۳,۵۴۷	٦۴۸	شری ترپوریدی گوری شنکر ستیہ نارائن	" "	۲۷,۵۱۵
۵۳	تھانے	۱,۷۵,۲۳۲	٦۷,٦۱۸	۸۲۵	" کولی کانتی کسن	" "	۳۲,۱۸٦
۵۴	بیلاپور	۱,۷۳,۹۹۴	۴۸,۹۱۷	۱,۰۳۴	" بالاجی کانھوڑ بھگت	" "	۲۸,٦۸۸
۵۵	الہاس نگر	۱,۳۷,۲۱۲	٦۵,۱۱۵	۸٦۴	" ہرچندانی سیتل داس غوب چند	بھارتیہ جنتا پارٹی	۳۵,۱۹۸
۵٦	امبرناتھ	۱,۵۵,۰۰۰	٦٦,٦۱۵	۱,۵٦۵	" پاٹل نکل پنڈلک	کانگریس (آئی)	۳۱,۳٦۵
۵۷	کلیان	۱,۴۳,۳٦۰	٦۹,۷۲۸	۷٦۷	" کپاسے رام چندر گنیش	بھارتیہ جنتا پارٹی	۳۹,۰٦٦
۵۸	مرباد	۱,۰۳,۳٦۱	۵۹,۲۴۳	۱,٦۸۱	" شانتا رام گوپال ڈھونک	کانگریس (آئی)	۳٦,۴۲۲
۵۹	واڑا (ایس ٹی)	۱,۲۷,۰۳۷	۴۱,۴۵۱	۱,۱۹۸	" گوری شنکر ابا	" "	۱٦,۸۷۲
٦۰	بھیونڈی	۱,۵۳,۵۴٦	۷۴,۵۵۹	۱,۸۴۸	" مومن وقار احمد غلام محمد	" "	٦,۷۸۲
٦۱	وسئی	۱,۳۳,۵۷۱	٦۸,۵۰۵	۱,۲۰۵	شریمتی تارابائی نرسنہہ ورتک	" "	۴,٦۲۷
٦۲	پال گھر	۱,۱۰,٦۳۳	۳٦,۸۱۱	۹۱۲	شری دلوی وشنو گوپال	" "	۷,۹۵٦

نمبر شمار	حلقہ کا نام	کل تعداد رائے دہندگان	ڈالے گئے ووٹ	مسترد ووٹ	کامیاب اُمیدواروں کے نام	پارٹی کا نام	حاصل کردہ ووٹ
۶۳	دھانو	۱,۱۸,۳۹۲	۴۴,۲۷۵	۱,۷۸۹	شری کدو مہادیو گوپال	کانگریس (آئی)	۲۵,۵۲۲
۶۴	جوہر (ایس ٹی)	۱,۱۸,۶۰۰	۵۲,۰۶۸	۲,۴۲۸	,, کوم لاہا نوشڈلا	سی پی آئی (ایم)	۲۵,۶۷۱
۶۵	شاہاپور (,, ,,)	۹۹,۲۱۷	۳۲,۲۹۳	۹۵۲	,, برورا مہادو ناگو	کانگریس (یو)	۱۴,۱۵۶
۶۶	اِگت پوری (,,)	۱,۰۹,۸۲۴	۴۸,۵۶۲	۱,۴۳۱	,, گھائے ڈٹھل راؤ گنپت	کانگریس (آئی)	۱۷,۳۸۹
۶۷	ناشک	۱,۴۷,۹۵۳	۷۱,۱۴۱	۹۵۶	,, داورے شانتارام کونڈاجی	آزاد	۲۴,۹۰۰
۶۸	دیولالی	۱,۲۴,۴۲۵	۵۵,۲۹۶	۹۱۴	,, اہیرے بابولال سوما	کانگریس (یو)	۲۸,۸۷۶
۶۹	سنتر	۱,۰۷,۸۴۳	۶۵,۶۶۷	۱,۲۹۰	,, گڈاخ سوئربہ بھان سکھدیو	,, ,,	۴۶,۶۳۹
۷۰	نپھاد	۱,۱۵,۵۰۷	۶۹,۵۲۸	۱,۶۳۲	,, مغل مانوجی راؤ سداشیو	,, ,,	۳۸,۶۱۲
۷۱	ایولہ	۱,۱۱,۸۱۸	۶۴,۸۹۷	۱,۶۲۲	,, پاٹل جناردن دیورام	,,	۲۵,۸۵۱
۷۲	نندگاؤں	۱,۱۸,۷۸۱	۷۲,۷۹۳	۱,۶۲۵	,, دھنڑک جگناتھ مُرلی دھر	کانگریس (آئی)	۳۲,۴۷۳
۷۳	مالیگاؤں	۱,۲۳,۹۰۲	۸۳,۸۹۱	۹۷۵	,, نہال احمد محمد عثمان	جنتا (جے پی)	۴۲,۶۰۴
۷۴	دابھوڑی	۱,۰۱,۸۴۳	۶۹,۶۹۱	۱,۵۹۴	,, کلی رام وامن ہیرے	کانگریس (آئی)	۳۸,۹۰۶
۷۵	چاندوڑ	۱,۰۲,۸۵۵	۵۹,۳۴۴	۱,۳۲۶	,, گائیکواڑ نارائن کاشی رام	,, ,,	۲۲,۰۲۷
۷۶	ڈنڈوری	۱,۰۸,۰۶۳	۵۱,۴۰۳	۱,۲۰۸	,, مہالے ہری شنکر	جنتا (جے پی)	۲۹,۹۹۹
۷۷	سرگنہ (ایس ٹی)	۹۵,۸۵۷	۴۹,۳۶۴	۱,۶۱۸	,, گوت جیوا پانڈو	سی پی آئی (ایم)	۱۸,۱۳۴
۷۸	کلوان (,, ,,)	۱,۰۴,۲۸۹	۴۱,۷۳۰	۱,۱۴۵	,, پوار ارجن نرشی رام	کانگریس (آئی)	۳۰,۴۹۰
۷۹	بگلان	۱,۰۶,۳۸۴	۴۸,۰۰۰	۱,۲۵۹	,, پوار لکشمن توتا رام	,, ,,	۴۳,۱۵۴
۸۰	سکری (ایس ٹی)	۱,۱۸,۴۸۴	۵۰,۴۷۴	۱,۷۵۰	,, مانوسرے سکرام بھوریا	,, ,,	۲۱,۸۰۷
۸۱	نواپور (,, ,,)	۱,۱۵,۹۷۵	۵۴,۵۲۳	۱,۳۸۱	,, گوت مانک راؤ ہوڈلیا	,, ,,	۴۴,۳۵۷
۸۲	نندوربار (,,)	۱,۱۹,۵۶۳	۵۴,۰۱۳	۱,۶۵۷	,, دلوی رمیش پانیہ	,, ,,	۳۷,۱۹۷
۸۳	تالوڈا (,, ,,)	۹۱,۲۱۱	۴۴,۴۱۹	۲,۰۱۳	,, ابھیما نیولورجی دلوی	,, ,,	۲۱,۶۲۵
۸۴	اکرانی (,, ,,)	۸۶,۸۷۹	۴۰,۸۲۷	۲,۱۶۱	,, پاورا رمیش بھائی نتھلیہ	,, ,,	۲۶,۳۰۹
۸۵	شاہاڈے	۱,۱۲,۳۸۸	۷۵,۶۰۳	۲,۰۲۲	,, اناصاحب پی. کے پاٹل	جنتا (جے پی)	۳۲,۱۰۲
۸۶	شرپور	۱,۰۷,۸۲۵	۷۵,۵۰۶	۲,۱۷۳	,, راجپوت اندر سنگھ چندر سنگھ	کانگریس (آئی)	۳۸,۶۹۱
۸۷	سندکھیڑ	۱,۰۳,۵۷۱	۶۰,۷۳۳	۱,۹۰۸	,, پاٹل رنگ راؤ مادھو راؤ	,, ,,	۲۱,۳۲۰
۸۸	کسمبا	۱,۱۰,۵۶۷	۷۳,۲۳۴	۲,۳۷۸	,, روہی داس چھڈا من پاٹل	,, ,,	۳۷,۵۵۰
۸۹	دھولے	۱,۱۴,۵۷۱	۵۹,۶۷۶	۱,۰۰۴	شریمتی اجمیر املا بائی جھگن لال	,, ,,	۲۵,۵۴۱
۹۰	چالیس گاؤں	۱,۲۵,۱۴۳	۵۶,۳۱۴	۱,۶۵۲	شری دنکر دیوان چوان	آزاد	۳۰,۲۸۳
۹۱	پرولا	۱,۲۹,۱۰۱	۶۲,۹۸۴	۱,۷۹۸	,, پاٹل بھاسکر راؤ راجہ رام	آزاد	۲۵,۳۲۶
۹۲	آملنیر	۱,۲۱,۶۶۱	۶۶,۳۶۳	۱,۷۹۳	,, گلاب راؤ وامن راؤ پاٹل	جنتا (جے پی)	۳۶,۱۷۹
۹۳	چوپڑا	۱,۰۲,۳۵۶	۶۱,۶۹۵	۱,۷۳۸	شریمتی شرد چندریکا سریش پاٹل	کانگریس (آئی)	۳۷,۴۳۵

نمبر شمار	حلقہ کا نام	کل تعداد رائے دہندگان	ڈالے گئے ووٹ	مسترد ووٹ	کامیاب امیدواروں کے نام	پارٹی کا نام	حاصل کردہ ووٹ
۹۴	ایرنڈول	۱,۲۰,۲۷۸	۵۱,۷۶۶	۱,۳۸۸	شریمتی واگھ پاروبائی چندربھان	کانگریس (آئی)	۲۴,۱۱۱
۹۵	جلگاؤں	۱,۳۰,۹۴۹	۷۳,۸۰۸	۱,۵۰۶	شری جین سُریش بھیکم چند	" "	۴۳,۸۲۷
۹۶	پاچورہ	۱,۲۳,۳۸۶	۷۰,۰۰۳	۱,۷۲۵	" کرشنا راؤ مہارو پاٹل	" "	۳۷,۶۰۱
۹۷	جامنیر	۱,۱۰,۱۱۰	۶۴,۷۴۳	۱,۷۵۲	" ایشورلال شنکر لال جین	کانگریس (یو)	۳۱,۰۶۸
۹۸	بھساول	۱,۳۰,۵۶۰	۶۱,۴۴۱	۱,۴۴۲	" باگوان ایم یٰسین راج محمد	کانگریس (آئی)	۲۷,۰۴۷
۹۹	یاول	۱,۰۶,۳۵۲	۶۲,۹۶۲	۲,۰۳۵	" مہاجن جیورام تکارام	کانگریس (یو)	۳۰,۵۰۳
۱۰۰	راویر	۱,۰۹,۶۵۷	۶۰,۶۲۶	۱,۶۸۵	" پاٹل رام کرشنا رگھوناتھ	کانگریس (آئی)	۲۶,۵۴۵
۱۰۱	ایدلاباد	۱,۱۳,۲۵۸	۷۳,۶۹۱	۱,۶۳۹	شریمتی پاٹل پرتبھا دیوی سنگھ	" "	۳۵,۳۸۲
۱۰۲	ملکاپور	۱,۰۷,۲۹۸	۶۷,۷۴۶	۱,۵۹۷	شری سنچیتی کسن لال ناتھ مل	بھارتیہ جنتا پارٹی	۲۳,۵۸۱
۱۰۳	بلڈانہ	۱,۱۸,۸۷۳	۷۶,۲۱۳	۱,۶۹۴	" اہیر سکھارام وٹھوبا	کانگریس (آئی)	۳۳,۱۴۳
۱۰۴	چکھلی	۱,۱۹,۳۲۶	۸۶,۳۲۸	۱,۹۳۰	" بھارت راجہ بھاؤ بوندرے	کانگریس (یو)	۳۹,۰۱۲
۱۰۵	سندکھیڑ راجہ	۱,۱۲,۶۸۶	۷۶,۳۰۷	۱,۷۱۱	" شنگنے بھاسکر راؤ سمپت راؤ	کسان مزدور پارٹی	۴۰,۴۲۰
۱۰۶	مہکر	۱,۰۶,۱۲۴	۶۵,۵۷۳	۱,۷۸۱	" سانگلے کسن راؤ تکارام	کانگریس (آئی)	۳۸,۴۸۱
۱۰۷	کھام گاؤں	۱,۲۲,۵۱۰	۶۶,۲۵۴	۱,۴۸۱	" پھنڈکر پانڈورنگ پنڈلک	بھارتیہ جنتا پارٹی	۳۳,۰۰۳
۱۰۸	جالمب	۱,۰۹,۶۲۴	۶۸,۴۵۹	۱,۸۶۱	" ٹاپرے شردھا پربھاکر راؤ	کانگریس (آئی)	۲۸,۰۰۸
۱۰۹	اکوٹ	۱,۰۱,۷۰۵	۶۱,۹۰۶	۱,۲۳۸	" تائیڈے منوہر بھیکاجی	" "	۲۹,۶۱۶
۱۱۰	بورگاؤں منجو	۱,۱۵,۷۳۶	۷۲,۰۴۸	۱,۸۰۲	" دِدیکھر اردن وشنو	" "	۳۱,۴۶۱
۱۱۱	اکولہ	۱,۱۶,۰۲۴	۶۶,۱۹۳	۹۶۲	" خان محمد اظہر حسین خان محمد	" "	۲۸,۰۲۷
۱۱۲	بالاپور	۱,۰۹,۱۸۶	۵۷,۲۵۵	۱,۸۲۷	" کھوڑے پرلہاد راؤ نارائن راؤ	" "	۲۰,۰۳۹
۱۱۳	میڈشی	۹۶,۹۱۶	۶۰,۰۷۲	۱,۶۴۹	" سری زنک رام راؤ جی گوپال راؤ	" "	۴۰,۱۷۳
۱۱۴	واشم	۹۹,۵۸۴	۳۸,۹۴۳	۱,۲۳۷	" ڈھنڈولے رامیشور پربھاتی	" "	۲۴,۶۵۲
۱۱۵	منگرول پیر	۱,۰۷,۷۶۶	۶۱,۷۶۷	۱,۴۵۰	" راٹھوڑ گجدھر رام سنگھ	کانگریس (یو)	۳۵,۹۱۳
۱۱۶	مرتضیٰ پور	۱,۰۶,۱۰۹	۵۷,۰۱۱	۱,۵۸۳	" کنوٹ سریش والجی	کانگریس (آئی)	۱۹,۱۵۲
۱۱۷	کارنجہ	۹۸,۷۳۴	۵۳,۰۱۳	۱,۰۸۴	" اٹھی رام کرشنا گنگارام جی	" "	۲۲,۰۴۵
۱۱۸	دریاپور	۱,۰۲,۰۰۴	۵۴,۴۸۲	۸۴۰	" ڈاکٹر شنکر راؤ کرشن راؤ بوبڑے	" "	۲۷,۲۰۷
۱۱۹	میل گھاٹ (ایس ٹی)	۱,۰۴,۸۳۷	۴۶,۷۲۵	۱,۷۷۸	" نرائن نانو	" "	۳۱,۴۲۰
۱۲۰	اچل پور	۱,۱۳,۶۹۵	۶۳,۴۵۳	۱,۳۲۴	" دیشمکھ سدام عرف امن تاتریہ	کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا	۲۷,۹۸۹
۱۲۱	مورشی	۱,۰۰,۱۴۱	۵۰,۷۱۱	۸۱۶	شریمتی گوکیلا بائی جگناتھ گاونڈے	کانگریس (آئی)	۲۶,۵۶۱
۱۲۲	تیوسا	۹۸,۸۵۸	۵۳,۳۰۰	۱,۱۹۰	شری ٹھاکرے چندرا کانت رام چندر	" "	۲۴,۴۸۰
۱۲۳	وال گاؤں	۱,۰۲,۱۳۳	۵۳,۳۹۹	۹۷۱	" امباداس باپوراؤ عرف بھاؤ صاحب	" "	۲۴,۳۶۳
۱۲۴	امراؤتی	۱,۲۳,۳۵۶	۵۳,۲۶۱	۵۹۸	" بھوئر سریندر چھتر پال	" "	۲۹,۷۱۲

نمبر شمار	حلقہ کا نام	کل تعداد رائے دہندگان	ڈالے گئے ووٹ	مسترد ووٹ	کامیاب امیدواروں کے نام	پارٹی کا نام	حاصل کردہ ووٹ
۱۲۵	بدنیرا	۱,۰۳,۰۸۰	۵۰,۲۱۵	۹۶۷	شری میگھے رام کرشن راؤ	کانگریس (آئی)	۲۶,۳۸۰
۱۲۶	چندور	۹۹,۲۰۲	۵۵,۰۲۹	۹۶۳	〃 شریکر بشونت راؤ گنگا رام جی	〃	۳۲,۷۱۵
۱۲۷	آروی	۱,۲۴,۳۳۱	۷۲,۵۰۲	۱,۳۶۲	〃 چھیڈی والا شیو چند گوردھن داس	〃	۴۴,۸۵۹
۱۲۸	پل گاؤں	۱,۱۴,۸۹۱	۶۱,۲۰۳	۱,۰۷۹	〃 مانک مہادیو راؤ سبانے	〃	۴۱,۶۲۶
۱۲۹	وردھا	۱,۱۹,۰۶۵	۵۹,۰۸۵	۹۹۹	〃 پرمود بھاؤ راؤ جی شنڈے	〃	۳۶,۹۴۲
۱۳۰	ہنگن گھاٹ	۱,۳۲,۵۷۹	۶۷,۹۳۹	۱,۳۵۰	〃 دھن راج لکشمن راؤ کمبھارے	〃	۳۷,۴۱۲
۱۳۱	امریڈ	۱,۱۷,۶۴۵	۵۵,۸۸۵	۱,۶۳۵	〃 ملک بھاؤ صاحب گووند راؤ	〃	۲۲,۱۴۵
۱۳۲	کامٹھی	۱,۲۱,۲۷۷	۴۱,۱۳۹	۶۲۶	〃 سرلش بابو بالی رام جی دیوتالے	〃	۲۶,۰۱۸
۱۳۳	ناگپور	۱,۲۵,۳۳۸	۵۴,۷۸۸	۵۴۳	ایڈوکیٹ ڈونگرے سوریہ کانت جاگوباجی	آر پی آئی (کے)	۲۹,۳۹۷
۱۳۴	ناگپور (مشرقی)	۱,۴۲,۴۹۷	۷۴,۶۰۷	۷۸۶	شری چترویدی ستیش	کانگریس (آئی)	۳۸,۶۲۵
۱۳۵	〃 (جنوبی)	۱,۱۷,۹۳۵	۵۹,۵۷۵	۵۶۶	〃 بنواری لال بھگوان داس	〃	۳۱,۹۶۵
۱۳۶	〃 (مرکزی)	۱,۰۹,۴۰۹	۵۰,۳۶۷	۳۹۹	〃 محمد یعقوب قمر خاں محمد سردار	〃	۲۵,۸۳۸
۱۳۷	〃 (مغربی)	۱,۳۹,۹۰۲	۶۷,۵۵۴	۵۷۷	〃 اواری گیو منچر شاہ	〃	۳۳,۷۷۰
۱۳۸	کلمیشور	۱,۰۹,۲۳۸	۴۳,۱۴۴	۸۹۸	〃 گائیکواڑ بھگونت راؤ مانک راؤ	〃	۳۲,۶۹۲
۱۳۹	کاٹول	۹۸,۱۸۱	۵۹,۴۵۵	۱,۰۰۴	ڈاکٹر شریکانت رامچندر جچکر	〃	۲۶,۵۶۴
۱۴۰	ساؤنیر	۱,۰۶,۲۰۶	۵۶,۶۵۴	۱,۱۴۹	شری نائک رام جی چمن	〃	۲۸,۹۳۲
۱۴۱	رام ٹیک	۱,۱۸,۹۳۶	۵۶,۷۷۲	۱,۳۳۵	〃 تینمبکر مادھو کر گھنشیام راؤ	〃	۲۸,۱۴۰
۱۴۲	تمسر	۱,۰۵,۹۰۸	۶۹,۶۴۶	۱,۲۲۳	〃 کرمورے سبھاش چند نارائن راؤ	〃	۳۴,۹۹۱
۱۴۳	بھنڈارہ	۱,۰۳,۷۴۶	۶۳,۳۸۷	۱,۱۹۱	〃 دلال مادھو راؤ تلسی رام	آزاد	۲۵,۵۷۰
۱۴۴	ادیار	۱,۱۱,۴۲۴	۷۱,۲۰۰	۱,۳۶۱	〃 کاتنے کھلائے رام کرشنا زیبا لجی	کانگریس (یو)	۳۱,۴۸۱
۱۴۵	تیروڑا (ایس سی)	۱,۱۶,۹۱۲	۶۳,۶۹۵	۱,۵۳۹	〃 ڈونگارے سکھدیو وٹھو باجی	کانگریس (آئی)	۳۳,۶۴۱
۱۴۶	گونڈیا	۱,۱۶,۹۶۶	۵۸,۸۷۷	۱,۲۷۱	شریمتی باجپئی راج کماری گوپال نارائن	〃	۴,۸۲۸
۱۴۷	گوریگاؤں	۱,۰۸,۲۷۷	۶۵,۱۰۸	۱,۳۲۴	شری ناگپورے گرجا شنکر سنگھ ہیم راج سنگھ	〃	۹,۶۰۲
۱۴۸	آمگاؤں	۱,۲۱,۵۶۰	۷۶,۷۰۳	۱,۷۶۷	〃 شیونکر مہادیو راؤ سکا جی	بھارتیہ جنتا پارٹی	۸,۵۲۲
۱۴۹	ساکولی	۱,۱۷,۰۴۸	۷۶,۰۸۷	۱,۰۷۰	〃 کنک وار جینت کرشنا مراری	کانگریس (آئی)	۰,۹۵۳
۱۵۰	لاکھندور	۱,۲۲,۳۸۹	۷۲,۲۵۷	۱,۴۱۶	〃 بھیا ہیرالال نتھو مل جی	〃	۷,۰۴۹
۱۵۱	آرموری	۱,۱۰,۴۴۱	۴۷,۶۲۷	۱,۸۲۴	〃 مادوی بابو راؤ نارائن	〃	۱,۳۵۲
۱۵۲	گڈ چرولی	۱,۰۵,۴۲۲	۴۴,۸۰۳	۱,۲۹۷	〃 کواسے ماروتی سائنو	〃	۵,۱۹۲
۱۵۳	سرونچہ (ایس ٹی)	کوئی امیدوار نہیں۔ بلا مقابلہ منتخب			〃 تلنڈی بنٹا راما	〃	—
۱۵۴	راجوڑا	۱,۱۹,۵۷۲	۶۲,۷۳۲	۱,۷۳۷	〃 ماموکلر پربھاکر راؤ باپو راؤ	〃	۱,۲۳۵
۱۵۵	چندرپور	۱,۳۲,۰۲۴	۶۵,۴۱۹	۱,۲۴۶	〃 پنگلیا نریش چیتا لال	〃	۰۴۸

نمبر شمار	حلقہ کا نام	کل تعداد رائے دہندگان	ڈالے گئے ووٹ	مسترد ووٹ	کامیاب امیدواروں کے نام	پارٹی کا نام	حاصل کردہ ووٹ
۱۵۶	ساؤلی	۱,۱۱,۵۲۴	۷۰,۷۱۵	۲,۱۶۳	شری مہادیو لکشمن راؤ تجانے	کانگریس (آئی)	۲۱,۷۲۹
۱۵۷	برمہاپوری	۱,۲۵,۱۱۷	۹۲,۵۳۶	۱,۹۶۹	〃 کھانورکر گھنریش چنتامن	آزاد	۵۷,۲۴۲
۱۵۸	چمور	۱,۲۵,۹۵۲	۸۱,۷۹۱	۲,۱۵۴	شریمتی بجاج یشودھرا بھاگیرات جی	کانگریس (آئی)	۴۴,۲۶۴
۱۵۹	بھدراوتی	۱,۲۴,۰۷۰	۷۲,۱۷۱	۱,۸۱۸	شری دادا صاحب دیوتالے	〃 〃	۳۱,۹۹۹
۱۶۰	والی	۱,۰۵,۹۴۹	۵۶,۴۶۵	۱,۲۶۷	〃 پنگھاتے باپو راؤ ہرباجی	〃 〃	۳۶,۰۵۸
۱۶۱	رالےگاؤں	۱,۱۵,۲۳۳	۴۶,۳۷۹	۸۵۷	〃 دھوروے سداکر راؤ باکارام	〃 〃	۳۸,۵۲۱
۱۶۲	کیلاپور	۹۹,۱۹۳	۵۰,۱۷۸	۱۸۹	〃 موگھے شیواجی شیورام	〃 〃	۴۱,۰۴۸
۱۶۳	ابوت محل	۱,۰۹,۷۸۳	۵۰,۲۹۳	۸۹۸	〃 آپا صاحب پروے کر	〃 〃	۳۵,۸۶۸
۱۶۴	داروہا	۱,۰۶,۵۲۴	۶۳,۹۳۵	۹۰۱	ایڈوکیٹ مندھانا ہریش رامیشور	〃 〃	۲۸,۸۸۱
۱۶۵	ڈگراس	۱,۱۳,۵۶۲	۶۵,۲۰۴	۸۹۲	شری امیدوار نانا بھاؤ نارائن راؤ	〃 〃	۴۷,۴۷۸
۱۶۶	پوسد	۱,۱۰,۲۴۹	۷۸,۹۲۱	۱,۳۶۷	〃 سدھاکر راؤ راجو سنگھ نائیک	〃 〃	۴۸,۳۶۸
۱۶۷	عمرکھاڑی	۱,۰۸,۴۲۹	۷۱,۴۳۷	۱,۲۶۲	〃 دیشمکھ تریمبک راؤ گوپال راؤ	〃 〃	۴۰,۶۹۹
۱۶۸	کنوت	۱,۰۱,۲۲۶	۵۶,۱۱۴	۱,۳۸۲	〃 بجتے کشن راؤ جمپت راؤ	〃 〃	۲۲,۷۲۵
۱۶۹	ہڈگاؤں	۱,۱۲,۶۴۴	۷۱,۶۹۴	۱,۶۰۲	شریمتی پاٹل سُریہ کانت جیونت راؤ	〃 〃	۳۴,۷۱۳
۱۷۰	ناندیڑ	۱,۳۹,۵۲۷	۷۴,۷۸۱	۱,۷۳۵	شری کدم کملی کشور نانا صاحب	کانگریس (یو)	۲۷,۶۵۷
۱۷۱	مڈکھیڈ	۱,۱۷,۷۰۷	۵۶,۱۷۷	۱,۶۶۳	〃 صاحب راؤ ماردکر	کانگریس (آئی)	۳۴,۶۸۰
۱۷۲	بھوکر	۱,۰۸,۵۹۹	۵۴,۲۹۶	۱,۶۳۲	〃 دیش مکھ بالاجی راؤ گوپال راؤ	کانگریس (آئی)	۴۵,۵۸۲
۱۷۳	بلولی	۱,۳۶,۱۲۷	۸۴,۷۲۷	۲,۰۷۰	〃 چوان بلونت راؤ امرت راؤ	کانگریس (آئی)	۶۵,۶۹۳
۱۷۴	مکھیڈ	۱,۲۹,۲۶۲	۶۰,۱۱۲	۱,۰۶۴	〃 راوج گاؤکر ناگناتھ راؤ ستواجی راؤ	کانگریس (یو)	۳۵,۵۶۹
۱۷۵	قندھار	۱,۲۶,۵۵۷	۶۵,۳۵۸	۱,۵۹۵	〃 ایشور راؤ نرائن راؤ بھوسیکر	کانگریس (آئی)	۲۹,۴۲۶
۱۷۶	گنگاکھیڈ	۱,۰۸,۲۳۶	۴۶,۰۸۸	۱,۲۳۰	〃 گائیکواڑ دیانو باہری	کسان مزدور پارٹی	۱۷,۳۹۸
۱۷۷	سنگناپور	۱,۰۵,۷۱۳	۵۲,۵۵۸	۱,۵۷۴	〃 جامکر راؤ صاحب باپو صاحب	کانگریس (آئی)	۳۲,۱۸۴
۱۷۸	پربھنی	۱,۱۴,۳۴۸	۵۲,۸۷۸	۱,۲۹۸	〃 عبدالرحمٰن خاں یوسف خاں	〃 〃	۲۳,۹۱۰
۱۷۹	ابسمت نگر	۱,۲۰,۰۳۹	۶۱,۴۰۸	۱,۴۵۶	〃 دُودھ گاؤنکر گنیش راؤ ناگو راؤ	〃 〃	۲۱,۵۴۸
۱۸۰	کلامنوری	۱,۱۹,۳۲۷	۵۹,۴۶۰	۱,۵۲۹	〃 شری ساتور جنی شنکر راؤ	〃 〃	۲۳,۰۸۸
۱۸۱	ہنگولی	۱,۱۸,۰۸۵	۶۴,۸۲۲	۱,۸۴۸	〃 دیشمکھ صاحب راؤ شنکر راؤ	〃 〃	۳۶,۶۵۲
۱۸۲	جنتور	۱,۱۲,۱۴۵	۵۹,۸۴۷	۱,۷۳۹	〃 بھاملے مانک راؤ کیشو راؤ	〃 〃	۲۳,۸۶۲
۱۸۳	پاتھری	۱,۰۱,۵۵۱	۵۷,۱۱۱	۱,۹۵۶	〃 روڈگاؤنکر دگڑوبا بالاجی	کانگریس (یو)	۲۰,۴۴۲
۱۸۴	پارتور	۱,۱۰,۰۳۳	۵۳,۴۳۴	۱,۵۵۷	〃 بوراڈے رام پرشاد جی وٹھل راؤ	کانگریس (آئی)	۲۳,۸۶۰
۱۸۵	امبڈ	۱,۱۷,۴۹۸	۶۳,۵۳۳	۱,۴۷۶	شری بھال چندر یشونت راؤ	کانگریس (آئی)	۳۴,۰۱۷
۱۸۶	جالنہ	۱,۲۲,۶۹۴	۵۷,۰۶۹	۱,۱۱۷	〃 آتما رام کشن عرف بابو لال داتما رامچندر	〃 〃	۲۵,۲۰۴

نمبر شمار	حلقہ کا نام	کل تعداد رائے دہندگان	ڈالے گئے ووٹ	مسترد ووٹ	کامیاب امیدواروں کے نام	پارٹی کا نام	حاصل کردہ ووٹ
۱۸۷	بدناپور	۱,۲۰,۹۹۷	۵۲,۹۷۵	۲,۱۰۸	شریمتی شکنتلا نندکشور شرما	کانگریس (آئی)	۲۲,۷۳۳
۱۸۸	بھوکردان	۱,۲۰,۳۱۲	۶۶,۶۶۵	۲,۰۰۶	شری رنگناتھ شیوارام پاٹل	کانگریس (یو)	۳۱,۸۸۹
۱۸۹	سلوڑ	۱,۰۲,۵۲۵	۶۳,۹۹۰	۲,۲۰۸	,, مانک راؤ پالوڈکر	کانگریس (یو)	۳۳,۲۹۳
۱۹۰	کنٹر	۱,۲۴,۲۷۱	۶۲,۵۷۹	۱,۹۹۴	,, رائے بھات رنبھا جی	,, ,,	۲۳,۱۴۴
۱۹۱	ویجیپور	۱,۰۹,۶۳۶	۶۱,۸۱۳	۱,۷۳۳	,, ادک گوندراؤ وامن راؤ	,, ,,	۳۱,۰۹۰
۱۹۲	گنگاپور	۱,۳۹,۲۰۱	۵۶,۴۴۴	۲,۴۸۳	,, اشوک راجہ رام پاٹل	کانگریس (آئی)	۲۳,۱۲۶
۱۹۳	اورنگ آباد (مغربی)	۱,۵۴,۲۹۷	۳۰,۵۹۱	۱,۵۰۷	,, عبدالعظیم عبدالحمید	,, ,,	۲۷,۳۰۲
۱۹۴	,, (مشرقی)	۱,۳۴,۳۸۷	۶۳,۹۷۷	۲,۲۹۱	,, اوتارے کیشوراؤ وشوناتھ	,, ,,	۲۳,۳۶۹
۱۹۵	پیتھان	۱,۰۶,۵۵۳	۵۷,۱۶۵	۱,۸۶۴	,, شیواجی صاحب راؤ کالے راؤ	,, ,,	۲۷,۷۳۹
۱۹۶	گیورائی	۱,۱۸,۳۸۹	۷۲,۲۳۴	۲,۷۵۸	,, پوار مہادیو راؤ عرف بپا صاحب شیواجی	کانگریس (یو)	۳۴,۷۹۸
۱۹۷	ماجلگاؤں	۱,۳۷,۴۲۶	۸۳,۶۵۲	۲,۶۳۲	,, گوندراؤ سیتا رام جی ڈاک	,, ,,	۳۶,۲۹۶
۱۹۸	بیڑ	۱,۳۰,۸۸۷	۶۱,۲۹۵	۲,۱۳۶	,, جگتاپ راجندر صاحب راؤ	,, ,,	۲۴,۶۲۶
۱۹۹	آشٹی	۱,۳۹,۳۰۶	۷۱,۴۱۶	۲,۱۳۲	,, ڈونڈے بھیم راؤ انندا	آزاد	۳۶,۰۷۰
۲۰۰	چاؤسل	۱,۳۵,۴۶۶	۶۸,۴۸۵	۲,۷۰۷	,, چاندمل راج مل لوڈھا	کانگریس (یو)	۲۵,۹۶۳
۲۰۱	کیج (ایس سی)	۱,۳۳,۶۶۶	۵۶,۸۶۰	۱,۶۶۵	ایڈوکیٹ سوامی گنگادھر نیل کنٹھ	,, ,,	۳۰,۹۳۷
۲۰۲	ریناپور	۱,۳۱,۰۰۲		۱,۹۵۰	شری منڈے گوپی ناتھ پانڈورنگ	بھارتیہ جنتا پارٹی	۳۸,۴۴۳
۲۰۳	احمدپور	۱,۱۰,۵۶۷	۶۸,۰۰۵	۱,۴۶۲	,, دیش مکھ کشن راؤ نانا صاحب	کسان مزدور پارٹی	۲۳,۱۷۸
۲۰۴	اودگیر	۱,۲۰,۳۲۳	۷۳,۹۹۸	۱,۴۴۶	,, جادھو بالا صاحب کشن راؤ	کانگریس (یو)	۳۳,۲۴۳
۲۰۵	ہر (ایس سی)	۹۶,۹۳۹	۴۶,۸۲۳	۸۶۴	,, کاملے اروند تلسی رام	کانگریس (آئی)	۱۸,۴۶۴
۲۰۶	لاتور	۱,۴۰,۲۶۵	۹۰,۵۹۲	۱,۶۵۴	,, دیشمکھ ویلاس راؤ دگدوجی	,, ,,	۳۸,۱۶۰
۲۰۷	کلمب (ایس سی)	۱,۰۸,۰۸۶	۵۸,۵۶۸	۱,۵۶۶	,, بھونسلے ونائک بادھو	,, ,,	۲۱,۳۸۱
۲۰۸	پرانده	۱,۱۷,۸۵۳	۷۰,۳۷۱	۲,۱۳۴	,, سدیوال چندن سنگھ بابا سنگھ	,, ,,	۲۵,۹۵۰
۲۰۹	عثمان آباد	۱,۱۵,۶۸۵	۷۴,۷۳۴	۱,۵۳۴	,, پاٹل پدم سنگھ باجی راؤ	کانگریس (یو)	۴۰,۳۲۰
۲۱۰	اوسا	۹۶,۶۳۱	۶۰,۱۳۵	۱,۰۹۹	,, اٹگے شیوشنکر اپا وشوناتھ اپا	,, ,,	۲۸,۲۵۸
۲۱۱	نیلنگا	۱,۱۹,۳۱۵	۸۰,۲۷۷	۱,۷۰۷	,, پاٹل شیواجی راؤ بھاؤ راؤ	کانگریس (آئی)	۴۳,۵۵۰
۲۱۲	اومرگا	۱,۱۳,۲۱۸	۷۱,۰۴۹	۱,۳۶۰	,, پاٹل راجہ رام پریم ناتھ	کانگریس (یو)	۳۸,۹۶۸
۲۱۳	تلجاپور	۹۵,۰۸۸	۶۲,۱۸۷	۱,۴۴۶	,, آنورے سدرام اپا ناگپا	کانگریس (آئی)	۳۴,۱۲۱
۲۱۴	اکل کوٹ	۹۸,۲۶۲	۶۲,۷۱۸	۱,۶۶۸	شریمتی مل گونڈا پاروتی گوروننگ اپا	,, ,,	۲۴,۴۸۰
۲۱۵	ساؤتھ سولاپور	۹۷,۲۰۱	۶۵,۰۶۹	۱,۳۱۷	شری پاٹل گوروناتھ شیواپا	جنتا (جے پی)	۳۲,۷۶۸
۲۱۶	سولاپور شہر ساؤتھ	۱,۰۱,۲۸۹	۶۱,۹۹۹	۸۹۶	,, کملے دینا ناتھ شراپا	کانگریس (آئی)	۲۸,۶۳۵
۲۱۷	سولاپور شہر نارتھ	۹۹,۹۰۶	۶۴,۳۱۱	۱,۱۲۴	,, چاکوٹے بابو راؤ چن اپا	کانگریس (یو)	۲۵,۸۷۰

نمبر شمار	حلقہ کا نام	کل تعداد رائے دہندگان	ڈالے گئے ووٹ	مسترد ووٹ	کامیاب امیدواروں کے نام	پارٹی کا نام	حاصل کردہ ووٹ
۲۱۸	سولاپور نارتھ تعلقہ	۱,۰۶,۷۰۱	۵۹,۳۴۳	۱,۱۲۴	شری شندے سوشیل کمار سنبھاجی راؤ	کانگریس (آئی)	۳۲,۵۱۱
۲۱۹	منگل ویڈھا	۱,۰۵,۰۳۱	۵۰,۴۲۳	۱,۴۱۱	شریمتی بوراڈے وِمل گیانوبا	״ ״	۲۷,۴۲۷
۲۲۰	موہول	۱,۰۰,۳۳۲	۷۳,۹۵۵	۱,۴۶۷	شری نمبالکر چندر کانت دتہ جی راؤ	کسان مزدور پارٹی	۲۷,۱۴۳
۲۲۱	بارشی	۱,۰۵,۷۱۸	۶۶,۷۶۶	۱,۷۱۰	״ نرکے بابو راؤ مہادیو	کانگریس (آئی)	۳۲,۴۵۵
۲۲۲	ماڈھا	۱,۱۳,۶۰۲	۶۷,۴۵۶	۱,۸۵۵	״ ساٹھے دھانہ جی گنپت راؤ	״ ״	۲۹,۶۵۹
۲۲۳	پنڈھرپور	۱,۲۱,۳۳۳	۷۷,۹۰۰	۱,۷۴۱	״ پانڈورنگ بھانوداس ڈنگرے	״ ״	۴۰,۱۹۸
۲۲۴	سنگولا	۱,۲۶,۳۴۸	۸۴,۰۰۱	۲,۰۰۰	״ گنپت راؤ انا صاحب دیشمکھ	کسان مزدور پارٹی	۴۸,۲۶۲
۲۲۵	مال شیرس	۱,۲۶,۸۸۷	۹۰,۷۰۴	۲,۷۷۲	״ موہتے پاٹل وجے سنگھ شنکر راؤ	آزاد	۶۴,۰۸۶
۲۲۶	کرمالا	۹۱,۴۰۲	۶۷,۱۰۹	۱,۸۰۰	״ جگتاپ نامدیو راؤ مہادیو راؤ	کانگریس (یو)	۳۰,۰۰۶
۲۲۷	کرجت	۱,۱۰,۷۳۶	۵۰,۳۰۱	۱,۸۴۲	״ نکالجے دگدو سُکھا رام	״ ״	۲۶,۰۳۱
۲۲۸	شری گونڈا	۱,۲۲,۸۱۱	۶۵,۹۳۵	۲,۲۱۸	״ پاچپوتے ببن راؤ بھیکا جی	جنتا (جے پی)	۲۷,۹۹۲
۲۲۹	احمد نگر	۱,۱۸,۸۰۳	۶۶,۰۰۶	۹۵۷	پروفیسر اسیر ایس۔ ایم۔ آئی	کانگریس (آئی)	۳۰,۱۳۲
۲۳۰	ناگپور (نارتھ)	۱,۲۹,۹۷۴	۶۱,۶۵۹	۱,۷۴۱	شری شرکے ماروتی دیورام	״ ״	۳۷,۹۵۸
۲۳۱	پاتھرڈی	۱,۲۱,۲۹۵	۶۶,۷۸۰	۲,۳۱۰	״ ڈھاکنے ببن راؤ دادا با	جنتا (جے پی)	۳۹,۷۱۲
۲۳۲	شیوگاؤں	۱,۰۹,۶۸۰	۵۶,۹۲۳	۱,۹۲۵	״ پھاٹکے سنبھاجی راؤ شنکر راؤ	کانگریس (آئی)	۲۷,۰۲۵
۲۳۳	شری رامپور	۱,۰۲,۴۷۹	۶۵,۴۴۶	۱,۳۲۴	״ مُرکٹے بھانوداس کاشی ناتھ	״ ״	۴۲,۰۹۷
۲۳۴	شرڈی	۹۹,۵۲۵	۵۹,۸۸۳	۱,۶۴۵	״ مہسکے انا صاحب سارنگ دھر	״ ״	۳۷,۱۷۹
۲۳۵	کوپرگاؤں	۱,۰۳,۴۵۱	۷۷,۰۳۳	۱,۷۶۱	״ کولھے شنکر راؤ گینوجی	״ ״	۴۳,۱۶۶
۲۳۶	داہوری (ایس ٹی)	۱,۰۵,۳۷۳	۶۷,۸۳۱	۱,۶۰۳	״ تن پورے پرشاد بابو راؤ	״ ״	۳۴,۶۴۷
۲۳۷	پارنیر	۹۵,۳۷۷	۵۵,۲۱۶	۱,۵۹۱	״ باباصاحب عرف پربھاکر باپا صاحب ٹھوبے	کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا	۱۹,۸۳۶
۲۳۸	سنگمنیر	۱,۱۷,۹۸۶	۷۳,۷۲۰	۱,۳۷۵	״ کھنتال بھیکا جی جیجابا	کانگریس (آئی)	۳۷,۸۸۵
۲۳۹	نگر اکولا (ایس ٹی)	۱,۵۶,۰۵۴	۵۶,۲۰۹	۱,۸۹۸	״ پیچڈ مدھوکر کاشی ناتھ	״ ״	۲۵,۱۸۲
۲۴۰	جنتر	۱,۱۱,۸۰۳	۴۵,۶۵۷	۱,۰۵۷	ایڈوکیٹ دلیپ دھمدھیرے	کانگریس (یو)	۲۸,۴۹۴
۲۴۱	امبے گاؤں	۹۳,۹۶۹	۵۲,۴۲۶	۱,۳۴۷	شری بان کھیلے کسان راؤ بابو راؤ	جنتا (جے پی)	۲۱,۰۵۶
۲۴۲	کھیڈ آلندی	۱,۲۳,۹۴۶	۴۳,۲۳۴	۱,۰۳۳	״ کانڈگے رام جنار دھن	کانگریس (یو)	۸,۹۶۳
۲۴۳	ماول	۱,۱۲,۹۷۴	۶۱,۶۴۳	۱,۶۰۱	״ گاڑے پاٹل بی۔ ایس	کانگریس (آئی)	[illegible]۳,۰۳۳
۲۴۴	مُلشی	۱,۱۵,۶۶۵	۶۰,۸۰۷	۱,۵۸۹	״ نوہے وِدھرا وٹھوبا	کانگریس (یو)	[illegible]۸,۱۵۸
۲۴۵	حویلی	۱,۷۶,۹۱۴	۷۵,۵۸۵	۱,۶۲۲	״ موتی رام پوار	کانگریس (آئی)	۴,۲۱۸
۲۴۶	بوپوڑی	۹۸,۴۶۸	۴۸,۹۶۰	۷۱۷	״ کدم ششی کانت راجا رام	״ ״	۳,۷۵۱
۲۴۷	شیواجی نگر	۱,۴۵,۶۱۵	۷۱,۹۱۶	۹۴۴	״ جوشی انا	بھارتیہ جنتا پارٹی	۶,۲۷۳
۲۴۸	پاروتی (ایس سی)	۱,۴۵,۶۱۰	۶۹,۶۷۶	۹۵۳	״ چوان وسنت راؤ چھوٹے لال	کانگریس (آئی)	۶,۲۳۳

نمبر شمار	حلقہ کا نام	کل تعداد رائے دہندگان	ڈالے گئے ووٹ	مسترد ووٹ	کامیاب امیدواروں کے نام	پارٹی کا نام	حاصل کردہ ووٹ
۲۴۹	قصبہ پیٹھ	۱,۲۰,۸۹۲	۶۶,۹۸۰	۷۱۲	ڈاکٹر لیلے اروند	بھارتیہ جنتا پارٹی	۲۸,۸۵۱
۲۵۰	بھوانی پیٹھ	۱,۲۲,۳۹۰	۵۸,۹۲۲	۶۶۵	شری امین الدین لے۔ اے بین والا	کانگریس (آئی)	۲۷,۵۲۰
۲۵۱	پونے	۱,۲۴,۱۴۸	۶۸,۱۳۸	۱,۰۹۷	" گھلے شیواجی راؤ کرشنا جی	" "	۲۵,۵۴۶
۲۵۲	شرور	۹۸,۱۹۵	۵۸,۴۰۰	۱,۳۹۶	" بالانڈے سوریہ کانت گلاب راؤ	کانگریس (یو)	۳۸,۶۴۸
۲۵۳	ڈونڈ	۱,۳۲,۱۰۰	۵۹,۱۲۳	۱,۵۰۳	" جگدالے پاٹل بالا صاحب	کانگریس (یو)	۲۹,۹۴۴
۲۵۴	اندا پور	۱,۲۰,۱۱۱	۷۸,۹۱۴	۱,۴۶۹	" گھولپ راجندر کمار بابو راؤ	کانگریس (آئی)	۴۱,۶۱۹
۲۵۵	بارامتی	۱,۱۷,۹۰۳	۸۳,۸۴۶	۱,۶۳۸	" پوار شرد چندر گووند راؤ	کانگریس (یو)	۵۴,۹۱۹
۲۵۶	پورندر	۱,۲۵,۳۰۳	۶۶,۱۷۹	۱,۷۶۹	" گونجیر سمبھاجی راؤ رام چندر	" "	۲۳,۹۰۱
۲۵۷	بھور	۹۷,۶۳۸	۶۳,۵۷۱	۱,۶۳۲	" تھوپٹے اننت راؤ نارائن	کانگریس (آئی)	۳۳,۸۵۶
۲۵۸	پلٹن	۱,۰۹,۵۳۲	۷۱,۶۶۸	۱,۵۵۸	" کدم سوریہ جی راؤ شنکر راؤ	کانگریس (یو)	۴۶,۲۱۰
۲۵۹	مان	۱,۱۸,۵۴۲	۶۵,۱۳۷	۱,۹۷۰	" سونا ونے وشنو تاتو با	کانگریس (یو)	۳۲,۳۰۷
۲۶۰	کھٹاؤ	۱,۱۵,۵۴۶	۷۰,۸۷۸	۱,۷۳۹	" پاٹل کیشو راؤ شنکر راؤ	کانگریس (آئی)	۴۰,۱۰۱
۲۶۱	کورے گاؤں	۱,۰۶,۷۲۷	۶۳,۲۹۹	۱,۷۳۸	" جگتاپ شنکر راؤ جیما جی	کانگریس (یو)	۳۴,۸۲۹
۲۶۲	وائی	۹۹,۳۸۳	۶۳,۶۹۳	۱,۱۸۴	" بھونسلے پرتاپ بابو راؤ	" "	۴۲,۴۳۸
۲۶۳	جاولی	۱,۱۱,۹۳۶	۷۲,۹۶۹	۱,۳۲۱	" کدم ڈھونڈی رام بھیکوبا		۳۷,۰۹۵
۲۶۴	ستارا	۱,۱۳,۵۹۵	۷۲,۴۸۸	۱,۳۷۶	" راجے بھونسلے ابھیا سن سا ہو مہاراج	کانگریس (آئی)	۳۶,۰۴۸
۲۶۵	پٹن	۱,۱۲,۷۰۴	۷۴,۱۴۳	۱,۸۴۸	" ویسائی دولت راؤ شری پد راؤ	" "	۴۰,۴۸۳
۲۶۶	کراڈ (نارتھ)	۱,۱۵,۸۵۶	۷۵,۸۶۲	۱,۳۵۶	" پاٹل پانڈورنگ دادا صاحب	کانگریس (یو)	۴۱,۶۵۰
۲۶۷	کراڈ (ساؤتھ)	۱,۱۷,۵۱۳	۷۸,۳۲۷	۱,۳۴۸	" پاٹل ویلاس راؤ بالکرشنا	" "	۴۳,۳۴۸
۲۶۸	شیرالا	۱,۱۸,۵۷۲	۸۳,۰۳۰	۱,۴۷۹	" دیشمکھ شیواجی راؤ بابو صاحب	کانگریس (آئی)	۵۴,۳۷۹
۲۶۹	مالوا	۱,۲۲,۰۰۰	۸۵,۱۰۳	۱,۳۸۹	" پاٹل وشواس راؤ آتما رام	جنتا (جے پی)	۴۰,۷۷۹
۲۷۰	بھیل واڑی	۱,۱۶,۱۲۳	۷۸,۵۱۱	۱,۶۷۱	" چوان سمپت راؤ انا صاحب	کانگریس (آئی)	۳۳,۴۷۶
۲۷۱	سانگلی	۱,۱۰,۴۰۳	۶۷,۰۴۹	۱,۱۷۴	شریمتی شالینی تائی وسنت پاٹل	" "	۲۹,۵۴۲
۲۷۲	میرج	۱,۰۵,۰۴۹	۶۰,۹۵۳	۱,۰۶۰	شری شنڈے موہن راؤ عرف رام سنگھ گنپت راؤ	" "	۳۷,۳۴۳
۲۷۳	تاسگاؤں	۱,۰۵,۱۰۱	۷۱,۵۲۸	۱,۷۳۸	" پاٹل ڈنکر راؤ کرشنا جی	آزاد	۲۵,۲۰۶
۲۷۴	خانپور اٹپاڈی	۱,۲۰,۸۲۲	۷۶,۸۳۳	۱,۸۹۹	" پاٹل ہنومنت راؤ یشونت راؤ	کانگریس (یو)	۳۳,۴۱۶
۲۷۵	کادتھے مہانکال	۱,۰۹,۷۵۶	۵۵,۲۴۶	۱,۴۳۳	" پاٹل وٹھل شری پتی	کانگریس (آئی)	۴۰,۰۳۰
۲۷۶	جت	۱,۱۲,۵۲۴	۴۴,۹۶۱	۱,۴۱۲	" سوہنی جینت ایشور	" "	۲۹,۰۳۶
۲۷۷	شیرول	۱,۱۹,۶۶۴	۹۰,۱۱۹	۱,۵۳۸	" یادھو ڈنکر راؤ	کسان مزدور پارٹی	۴۶,۲۸۸
۲۷۸	اچل کرنجی	۳۱,۹۰۲	۹۱,۹۷۸	۱,۲۲۱	" اوڈے کلپا بابو راؤ	کانگریس (یو)	۴۴,۱۰۴
۲۷۹	وڈگاؤں	۱,۰۵,۱۸۲	۴۵,۵۳۵	[illegible]	" اوالے جیونت گنگا رام	کانگریس (آئی)	۲۹,۷۷۱

شمار	حلقہ کا نام	کل تعداد رائے دہندگان	ڈالے گئے ووٹ	مسترد ووٹ	کامیاب امیدواروں کے نام	پارٹی کا نام	حاصل کردہ ووٹ
۲۸	شاہوواڑی	۱,۰۷,۳۵۸	۵۶,۴۳۷	۱,۶۱۱	شری پاٹل بابا صاحب بشونت	کانگریس (آئی)	۴۴,۸۶۴
۲۸۱	پنہالہ	۹۶,۳۲۶	۶۰,۵۴۵	۱,۲۱۶	،، پاٹل یشونت ایکناتھ	آزاد	۳۴,۸۰۰
۲۸۲	سانگرول	۱,۰۴,۳۵۹	۸۱,۷۹۶	۱,۴۲۱	،، بوندرئے شری پدراؤ شنکر راؤ	کانگریس (یو)	۲۹,۸۷۹
۲۸۳	رادھانگری	۱,۱۶,۴۴۲	۸۶,۰۶۱	۱,۵۰۲	،، ہری بھاؤ رامچندر رکرڈے	کانگریس (آئی)	۳۶,۸۲۰
۲۸۴	کولہاپور	۱,۱۳,۶۱۷	۵۸,۸۲۵	۵۲۷	،، یادھولال صاحب بالا صاحب	،، ،،	۲۱,۷۱۸
۲۸۵	کاروار	۱,۲۲,۳۱۸	۷۱,۲۴۹	۱,۱۲۲	،، کھانولکر ڈی بھاؤ صاحب	،، ،،	۳۳,۳۴۶
۲۸۶	کاگل	۱,۰۰,۵۸۳	۷۲,۰۷۹	۱,۱۳۴	،، گھاٹگے وکرم جے سنگھ راؤ	،، ،،	۴۴,۳۴۸
۲۸۷	گندھنگلیج	۱,۰۴,۳۳۷	۷۳,۸۵۴	۱,۷۶۸	،، گھالی شیولنگا شیو یوگی	،، ،،	۳۱,۳۹۵
۲۸۸	چندگڑھ	۱,۰۷,۱۴۱	۷۷,۶۰۵	۱,۹۱۸	،، چوان پاٹل وٹھل کالوجی راؤ	،، ،،	۳۸,۶۹۵

رسم حلف برداری کی جھلکیاں

وزیر اعلیٰ شری اے۔آر انتولے کی قیادت میں گیارہ وزراء اور ۹ وزراء مملکت کو دربار ہال، راج بھون ممبئی میں ۱۴ر جون کو منعقدہ ایک تقریب میں عہدہ و رازداری کا حلف دلوایا گیا۔ تصویر میں (بائیں سے دائیں) شریمتی شالینی تائی پاٹل، شری رام راؤ اڈک، شری جواہر لال درڈا، شری بابو راؤ کالے اور شری بابا صاحب بھونسلے، گورنر شری صادق علی کے روبرو، وفاداری و رازداری کا حلف اٹھا رہے ہیں۔

ہمارے وزراء اور وزرائے مملکت - تعارف

وزراء

شریمتی شالینی تائی پاٹل

وزیر برائے محصول و بازآبادکاری

آپ ۸ ر اگست ۱۹۳۳ء کو ضلع ستارا میں پیدا ہوئیں - بی اے کے بعد شیواجی یونیورسٹی سے قانون کا امتحان اول درجہ سے کامیاب کیا - وکالت کے پیشے کے علاوہ آپ گزشتہ ۲۵ سالوں سے امداد باہمی تعلیمی اور سماجی میدان میں سرگرم عمل ہیں -

۱۹۵۷ء سے ۱۹۶۲ء تک آپ سانگلی ضلع لوکل بورڈ کی رکن تھیں -

مہاراشٹر پردیش کانگریس کمیٹی کی خواتین کی تنظیم کی سربراہی کر چکی ہیں - ۱۹۷۵ء میں جیجا ماتا فاؤنڈیشن کی بنیاد ڈالی اور دیہی باشندوں کے لیے کم فیس کے عوض طبی سہولیات کی فراہمی کا ایک وسیع منصوبہ عمل میں لانے کی کامیاب کوشش کی - مذکورہ ادارے کے تحت فی الحال سات اسپتال جاری ہو چکے ہیں - اور گیارہ مزید اسپتال مکمل ہونے کے قریب ہیں -

خواتین کے لئے متعدد امداد باہمی اسکیمات آپ نے جاری کی ہیں - آپ لکشمی مہیلا بنک سانگلی ، اندرا سہکاری بنک دادر ، جنتا سہکاری بنک سانگلی ضلع سہکاری بنک کے انتظامیہ میں شامل ہیں - آپ سانگلی حلقہ سے کامیاب ہوئی ہیں -

شری رام راؤ وامن راؤ اڈیک

وزیر برائے مالیات و شہری ترقیات

آپ ماہ ستمبر ۱۹۲۷ء میں موضع کھاناپور ، تعلقہ سری رام پور ، ضلع احمد نگر میں پیدا ہوئے -

اس گاؤں میں ایک بھی اسکول نہ تھا - لہذا آپ نے پاس ہی کے ننھیالی گاؤں میں ابتدائی تعلیم حاصل کی - ۱۹۴۴ء میں ورناکیولر فائنل اگزامی نیشن پاس کیا اور ضلع بھر میں اول رہے - ۱۹۴۷ء میں میٹرک امتحان پاس کیا اور امتیاز کے ساتھ درجہ اول حاصل کیا - ۱۹۵۱ء میں بمبئی یونیورسٹی سے ایل ایل بی امتحان پاس کیا - تعلیم کے پورے عرصہ میں سرکاری وظیفہ پایا -

آپ ۱۹۵۱ء میں پریکٹس شروع کی - آپ ۱۹۵۴ء میں بمبئی میں اینٹی غنڈا فرنٹ کے بانی و صدر رہے -

آپ کئی سال تک ویسٹرن انڈیا ایڈوکیٹس ایسوسی ایشن ، ہائی کورٹ ، بمبئی کے صدر رہے -

گزشتہ بارہ سال سے مہاراشٹر اسٹیٹ لائرس ایسوسی ایشن کے صدر ہیں -

مہاراشٹر کی بار کونسل کے ۱۹۶۳ء سے ۱۹۶۹ء تک اور پھر ۱۹۷۵ء سے ۱۹۷۷ء تک چیرمین رہے - آپ بار کونسل آف انڈیا کے بھی رکن رہے -

آپ نے اکولہ اور پربھنی میں منعقدہ دوسری اور تیسری مہاراشٹر اسٹیٹ لائر کانفرنس کی صدارت کی -

آپ سدھارتھ کالج آف لا بمبئی کے لکچرر رہیں - بمبئی یونیورسٹی کے ایل ایل بی امتحان کے پیپر سیٹر اور اگزامنر بھی رہ چکے ہیں -

آپ ستیہ شودھک سماج مہاراشٹر کے صدر رہے - نیز احمد نگر ضلع فیڈریشن بمبئی کے بھی صدر رہے -

آپ ۱۹۷۴ء سے ۱۹۷۸ء تک ریاست مہاراشٹر کے ایڈوکیٹ جنرل رہے - آپ حکومت مہاراشٹر کے اعزازی مشیر قانونی بھی رہ چکے ہیں -

آپ لاکمیشن مہاراشٹر اسٹیٹ کے چیرمین تھے - نیز غریبوں کے لیے قانونی امداد اور اصلاح بورڈ کے ڈپٹی چیرمین -

آپ بمبئی اور ریاست مہاراشٹر کے دیگر مقامات میں کئی ثقافتی سماجی اور تعلیمی اداروں کے عہدے دار ہیں -

آپ نے دو مرتبہ ہائی کورٹ کے جج کا عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا -

آپ بمبئی پردیش کانگریس کمیٹی کے صدر رہ چکے ہیں - آپ فیکلٹی آف لا بمبئی یونیورسٹی کے رکن رہے -

آپ نے امریکہ اور کینیڈا وغیرہ کا دورہ کیا اور وہاں لکچر دیئے -

آپ جنوری ۱۹۸۰ء ایڈوکیٹ جنرل کے عہدے سے مستعفی ہو گئے اور کانگریس (اندرا) میں شامل ہو گئے -

آپ ایم پی سی سی (آئی) کے نائب صدر اور ایم پی سی سی (آئی) کی مہم

کمیٹی کے چیرمین ہیں۔
شری اڈک ۱۹۷۸ء میں وسنت دادا وزارت میں وزیر برائے آب پاشی سماجی بہبود، قبائلی سدھار اور قانون و عدلیہ تھے۔

شری جواہر لال درڈا

وزیر برائے صنعت

آپ نے ۲ر جولائی ۱۹۲۳ء کو جنم لیا۔ آپ مراٹھی روزنامہ "لوک مت" کے چیف ایڈیٹر ہیں جو ناگپور سے شائع ہوتا ہے۔ آپ نے ۱۹۴۲ء میں تحریک آزادی میں حصہ لیا۔ اور سزائے قید کاٹی۔ آپ کچھ عرصہ تک ایوت محل ضلع کانگریس کمیٹی کے صدر رہے۔ نیز ودربھ پردیش کانگریس کمیٹی کے بھی صدر رہے۔

آپ نے ودربھ میں امداد باہمی، تعمیر مکانات سوسائٹیاں قائم کرنے میں نمایاں حصہ لیا۔ آپ ۱۹۶۵ء سے ۱۹۷۵ء تک مہاراشٹر ہاؤسنگ فائنانس سوسائٹی کے چیرمین رہے۔ آپ آل انڈیا ہاؤسنگ فیڈریشن کے وائس چیرمین اور ورلڈ ہاؤسنگ آرگنائزیشن کے رکن ہیں۔ آپ ایوت محل میں واقع اموک چند کالج کی گورننگ باڈی کے چیرمین رہے۔
شری درڈا ۱۹۷۸ء میں وسنت دادا پاٹل وزارت میں وزیر برائے انرجی تھے۔
شری درڈا ۱۹۷۲ء سے اسٹیٹ لیجسلیٹو کونسل کے ممبر ہیں۔

ڈاکٹر بلی رام وامن ہیرے

وزیر برائے تعلیم، صحت عامہ و خاندانی بہبود

آپ ۱۶ر دسمبر ۱۹۳۱ء کو ناسک ضلع کے مالیگاؤں تعلقہ میں "نیم گاؤں" میں پیدا ہوئے۔
ڈاکٹر ہیرے (ایم بی بی ایس) میڈیکل پریکٹیشنر ہیں اور ٹیبل ٹینس بیڈمنٹن اور والی بال گیم شوق سے کھیلتے ہیں۔
آپ نے کالج کے زمانے میں ناسک ضلع ودیارتھی ادھائے منڈل قائم کیا۔
آپ مالیگاؤں میں گاندھی ودیالیہ اور مہاودیالیہ کی مجلس عاملہ کمیٹی کے ممبر تھے۔ آپ آنجہانی بھاؤ صاحب ہیرے میموریل فنڈ کمیٹی کے صدر، اور ناسک ڈسٹرکٹ سنٹرل کوآپریٹیو بینک کے ڈائرکٹر ہیں۔ آپ ۱۹۷۲ء میں دھباڑی سے ریاستی اسمبلی کے لیے منتخب ہوئے تھے۔ اور ۱۹۷۸ء میں دوبارہ اسی حلقے سے منتخب ہوئے اور وسنت دادا وزارت میں وزیر تعلیم مقرر ہوئے۔
آپ ۱۹۸۰ء میں بھی دبھاڑی حلقے سے منتخب ہوئے۔

شری بابو راؤ کالے

وزیر برائے دیہی ترقیات اور جیل

آپ ۲۵ر اگست ۱۹۲۶ء کو جلگاؤں میں کھارچنا کے مقام پر پیدا ہوئے۔ سویا گاؤں میں تعلیم پائی۔ آپ ایک مجاہد آزادی ہیں۔ ۴۷-۱۹۴۶ء میں آپ مسلح کیمپ میں شامل ہوئے اور حیدرآباد کی آزادی کی جدوجہد کے سلسلے میں سویا گاؤں پولیس اسٹیشن پر حملے میں شامل تھے جس کے نتیجہ میں آپ کو جیل بھیج دیا گیا۔ لیکن وہاں سے بھی آپ فرار ہونے میں کامیاب ہوئے حیدرآباد کی آزادی کے بعد آپ تعلیمی سماجی اور مزدور تحریک میں حصہ لیتے رہے۔ ۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۰ء تک آپ نے حیدرآباد امن کمیٹی کے چیرمین کی حیثیت سے فرائض انجام دیئے۔ ۱۹۵۸ء میں مراٹھواڑہ شکشن پرسارک منڈل کے رکن بنے۔ اجنتا ایجوکیشنل انسٹی ٹیوٹ، نہرو کالج اورنگ آباد کے آپ بانی ہیں۔ اسی کالج اور سویا گاؤں میں واقع آرٹس وکامرس کالج کے چیرمین بھی ہیں۔ امداد باہمی تحریک میں آپ کی خدمات قابل قدر ہیں۔ ۱۹۶۱ء میں آپ نے اورنگ آباد ڈسٹرکٹ کوآپریٹیو لینڈ ڈیولپمنٹ بینک کی بنیاد ڈالی اور ۱۹۶۱ء سے ۱۹۷۲ء تک صدر رہے۔ ۱۹۶۵ء میں ڈسٹرکٹ کوآپریٹیو یارن مل کے چیرمین مقرر ہوئے۔
آپ ایس ٹی ورکرس یونین (انٹک) گورنمنٹ پریس یونین (انٹک) کے صدر اور ۲۰ نکاتی پروگرام کی مجلس عاملہ کے رکن ہیں۔ ۱۹۶۱ء میں ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی کے صدر تھے۔ ۱۹۶۲ء میں سلوڑ حلقے سے اور ۱۹۶۷ء بھوکردن حلقہ سے اسمبلی کا چناؤ جیتا۔ ۱۹۷۱ء میں جالنہ سے لوک سبھا کے لیے منتخب ہوئے۔ فی الحال آپ مہاراشٹر پردیش کانگریس (آئی) کمیٹی کے صدر ہیں۔

شری بھیکاجی جیجا باکھتال

وزیر برائے آبپاشی، سی۔ اے ڈی اے، خوراک اور شہری رسد

آپ سنگمنیر تعلقہ، ضلع احمد نگر میں دھندریال کے مقام پر ۲۶ ۱۹۱۹ء کو پیدا ہوئے۔ بی اے ایل ایل بی تک تعلیم حاصل کی۔ مراٹھی اور انگریزی کے علاوہ اردو سے بھی اچھی واقفیت رکھتے ہیں۔ پیشہ کے اعتبار

آپ وکیل ہیں۔

آپ ایک بہترین سماجی خدمت گار ہیں۔ اور کئی سماجی تنظیموں میں شامل رہے ہیں۔ سنگمنیر میونسپل مزدور یونین کے چیئرمین، سنگمنیر بیڑی مزدور یونین کے مشیر، احمد نگر ضلع ترقیاتی بورڈ کے رکن، سنگمنیر کوآپریٹیو آئل مل اور سنگمنیر اکولہ مارکٹس کمیٹی کے چیئرمین رہ چکے ہیں۔

۱۹۴۲ء میں آزادی کی جدوجہد میں حصہ لیا اور یہیں سے آپ کے سیاسی کردار کی ابتدا ہوئی۔ ۱۹۵۱ء میں فرسٹ کلاس مجسٹریٹ اور سول جج کے عہدوں سے مستعفی ہوئے۔

۱۹۶۲ء کے عام انتخابات میں مہاراشٹر اسمبلی کے لیے منتخب ہوئے اور امداد باہمی، غذا اور شہری سپلائی محکمہ کے ڈپٹی وزیر مقرر ہوئے۔ ۱۹۶۷ء کے عام انتخابات کے بعد کی نئی وزارت میں بھی آپ محکمہ آب پاشی اور زراعت کے ڈپٹی وزیر مقرر ہوئے۔ اکتوبر ۱۹۶۹ء میں کابینی وزیر کی حیثیت سے زراعت، پلاننگ اور اسٹیٹ روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کا محکمہ سنبھالا۔ ۱۹۷۲ء میں سنگمنیر حلقہ سے دوبارہ مہاراشٹر اسمبلی کے لیے منتخب ہوئے۔ فروری ۱۹۷۵ء میں محصول، پلاننگ، قانون و عدلیہ اور اطلاعات و اشتہارات کے محکموں کے ریاستی وزیر بنائے گئے۔ ۱۹۷۶ء میں کابینہ درجے کے وزیر برائے آب پاشی قانون و عدلیہ مقرر ہوئے۔

آپ اس بار بھی سنگمنیر حلقہ سے ریاستی اسمبلی کے چناؤ میں کامیاب ہوئے ہیں۔

شری شیواجی راؤ۔بی۔ پاٹل نیلانگیکر

وزیر برائے عمارات و مواصلات، ڈیری ترقی۔
مویشی پرورش۔ ماہی گیری، روزگار اور
فنی تعلیم و تربیت

آپ ۱۹۳۱ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ناگپور یونیورسٹی سے ایم اے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی۔ آپ ۱۹۵۸ء میں ڈسٹرکٹ لوکل بورڈ کے ممبر اور ۱۹۶۲ء میں تعلقہ کانگریس کمیٹی کے صدر رہ چکے ہیں۔

آپ ۱۹۶۲ء، ۱۹۶۷ء اور ۱۹۷۲ء کے عام انتخابات میں نلنگا حلقہ سے اسمبلی کے لیے منتخب ہوئے۔

آپ ۶۷-۱۹۶۲ء میں ڈسٹرکٹ کانگریس کے صدر رہ چکے ہیں۔
آپ کئی لیجسلیٹو کمیٹیوں اور مہاراشٹر ایجوکیشن نلنگا کے چیئرمین رہ چکے ہیں۔
آپ ۱۹۷۴ء میں نائیک وزارت میں وزیر مملکت برائے محصول باز آبادکاری اور پارلیمانی امور رہ چکے ہیں۔ ۲۱ اپریل ۱۹۷۷ء کو آپ وسنت دادا وزارت میں وزیر آب پاشی مقرر کیے گئے تھے۔

آپ ۱۹۷۸ء کے الیکشن میں نیلنگا حلقہ سے چنے گئے۔ اس وقت آپ وزیر برائے صحت عامہ، خاندانی بہبود اور لیجسلیچر امور کے عہدے پر فائز ہوئے تھے۔

مئی ۱۹۸۰ء میں آپ دوبارہ ریاستی اسمبلی کے لیے منتخب ہوئے۔

شری باباصاحب آنند راؤ بھوسلے

وزیر برائے قانون و عدلیہ،
محنت اور اطلاعات [illegible] و تعلقات

باباصاحب بھوسلے ۱۵ جنوری ۱۹۲۱ء میں ضلع ستارا کے پٹن تعلقہ میں تارلے کے مقام پر پیدا ہوئے۔ آپ ایک کسان خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ قانون داں ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں آپ نے ممبئی یونیورسٹی سے قانون میں ڈگری حاصل کی۔ ڈگری حاصل کرنے کے بعد ستارا ضلع میں ہی ۱۹۵۲ء میں پریکٹس شروع کی اور جلد ہی ایک ممتاز مقام حاصل کر لیا۔

طالب علمی کے زمانے سے ہی آپ آزادی کی جدوجہد میں حصہ لیتے رہے۔ تحریک آزادی میں حصہ لینے کے جرم میں آپ ۱۹۴۱ء اور ۱۹۴۴ء میں دو مرتبہ جیل گئے۔ سانگلی اور کولہاپور کے علاقوں میں گیارہ مہینوں تک آزادی کے لئے خفیہ سرگرمیاں انجام دیں۔ اس کام کی سزا میں ان کی جائداد ضبط کر لی گئی تھی۔ آزادی کے لیے آپ کی مجاہدانہ سرگرمیوں کے اعتراف میں حکومت ہند کی جانب سے آپ کو "تامر پتر" عطا کیا گیا ہے۔

قانون داں بننے کے بعد آپ کانگریس سے منسلک ہو گئے اور پارٹی کے امور میں حصہ لینا شروع کیا۔ کھٹاؤ تعلقہ کانگریس کے صدر، ستارہ ضلع کانگریس کے خزانچی مقرر ہوئے۔ بعد ازاں مہاراشٹر [illegible] کانگریس کمیٹی کے سکریٹری بنے۔

۱۹۶۰ء میں مہاراشٹر میں ریونیو ٹریبونل کے رکن منتخب [illegible] میں اس عہدہ سے استعفیٰ دیا اور ہائی کورٹ میں [illegible] سے پریکٹس شروع کی۔ ۱۹۷۵ء میں اسسٹنٹ [illegible] ہوئے اور دو دفعہ مہاراشٹر بار کونسل میں اکثریتی [illegible]

آپ دینک نیتا [illegible] سانگلی [illegible]
اداریے سے وابستہ ہے۔ آپ [illegible]

جو شائع ہو چکی ہے۔

شری تلسی داس جادھو کی دختر شریمتی کلاوتی آپ کی اہلیہ ہیں۔ شری بھوسلے جو اپنے افراد خاندان میں "ناتیہ" کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ ایک اچھے کہانی نویس بھی ہیں۔ "کوراچی پائیری" نامی مشہور پروگرام جو بمبئی دوردرشن سے پیش کیا جاتا ہے، آپ ہی کا لکھا ہوا ہے۔

شری بھگونت راؤ ایم۔ گائیکواڑ

وزیر برائے زراعت

آپ احمد نگر ضلع کے مقام بارنر میں ۱۱ر جولائی ۱۹۲۰ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کی تعلیم میٹرک تک کی ہے۔ آپ اپنے لڑکپن میں مشہور انقلابی سیناپتی باپٹ سے بہت متاثر تھے۔ آپ ۱۴ سال کی عمر میں قومی تحریک میں شامل ہوئے۔ آپ نے پرائیویٹ ملازمت چھوڑ دی آپ بیس سال سے زیادہ عرصہ سے مزدور تحریک میں سرگرمی سے حصہ لے رہے ہیں۔ آپ کئی لیبر یونینوں کے عہدہ دار ہیں۔

آپ ۱۹۷۵ء میں ناگپور کارپوریشن کے میئر رہ چکے ہیں۔

۱۹۷۸ء میں کلیشور حلقہ اسمبلی سے منتخب ہوئے۔ دوبارہ آپ ۱۹۸۰ء میں ساونیر حلقہ اسمبلی سے ممبر منتخب ہوئے۔

شریمتی پرمیلا بین بھانو شنکر یاگنک

وزیر برائے سلم سدھار اور تعمیر مکانات،
بی ایم آر ڈی اے، سماجی بہبود اور بہبودی قبائل

شریمتی پرمیلا بھانو شنکر یاگنک ۱۱ر جولائی ۱۹۲۱ء کو بمبئی میں پیدا ہوئیں۔ آپ نے انٹر آرٹس تک تعلیم حاصل کی۔

آپ حصول آزادی سے قبل ہی سماجی کاموں اور سیاست میں عملی حصہ لے رہی ہیں۔ آپ نے اودیچیا مہیلا سماج نامی جماعت قائم کی اور اس کی صدر ہیں۔ ۷۱-۱۹۶۴ء کے عرصہ میں آپ خواتین کی انجمن "مہیلا ملن" کی سکریٹری رہیں۔ خواتین کو روزگار مہیا کرنے کی غرض سے "گلال واڑی مہیلا سماج" تنظیم قائم کی۔ اس تنظیم کی سربراہ رہیں اور اس کی جانب سے کئی منصوبے جاری کیے۔

شہر میں کنڈر گارٹن اسکول کھولنے کے سلسلے میں سرگرم حصہ لیا۔ سردویہ ایجوکیشن سوسائٹی کے زیر اہتمام شری نکیتن جیسے ادارہ کی صدر رہیں۔ آپ نے شہری دفاع اور جوان بہبودی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیا۔ شریمتی یاگنک "ہندوستان چھوڑ دو تحریک" کے دوران سرگرم کارکن نیز راشٹریہ سیوا دل کی رکن رہیں۔

۵۴-۱۹۴۵ء کے دوران آپ سی وارڈ مہیلا کانگریس کمیٹی کی صدر رہیں۔ اور بمبئی پردیش کانگریس مہیلا اگھاڑی کی ممبر رہیں۔

۷۰-۱۹۵۴ء کے دوران آپ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی ممبر بھی رہیں۔

آپ ۱۹۷۴ء سے مہاراشٹر ودھان پریشد کی ممبر ہیں۔

شری جینت راؤ تلک

وزیر برائے انرجی، سیاحت، پروٹوکول،
اسپورٹس، یوتھ سروسیز، ثقافتی امور اور
قانون سازی امور

مشہور زمانہ اخبار "کیسری" کے سب ایڈیٹر اور چیف ایڈیٹر کی حیثیت سے آپ نے گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ گوا کی آزادی سے متعلق ۱۹۵۵ء میں آپ نے ایڈ کمیٹی میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ ۱۹۵۶ء میں سمیکتا مہاراشٹر سمیتی میں شامل ہوئے۔ اسی سال مہاراشٹر۔ کرناٹک سرحدی تنازعہ کے سلسلے میں بیلگام میں ستیہ گرہ کرنے پر تین مہینہ کے لیے جیل بھیجے گئے۔

۱۹۵۷ء میں ریاستی مجلس قانون ساز کے چناؤ میں کامیاب ہوئے ۱۹۶۸ء میں راجیہ سبھا کے لیے منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۴ء میں دوبارہ کانگریس کی ٹکٹ پر راجیہ سبھا کے لیے منتخب ہوئے۔

آنجہانی صدر راجندر پرشاد اور وزیر اعظم اندرا گاندھی کے ہمراہ روس کا سفر کیا۔ اس کے علاوہ صحافیوں کے ایک وفد کے صدر کی حیثیت سے روس اور یوگوسلاویہ کا دورہ کیا۔ یورپی ممالک کی حکومتوں کی دعوت پر امریکہ کنیڈا یو کے اور مشرقی جرمنی بھی جا چکے ہیں۔

آپ ایک اچھے مصنف بھی ہیں۔ 'اشی ہی دہلی' اور 'شسکار' یہ دو مشہور کتابیں آپ ہی کی تصنیف کردہ ہیں۔ بے روزگاری سے متعلق ماہرین کی کمیٹی جو "بھگوتی کمیٹی" کے نام سے مشہور ہے۔ رکن رہ چکے ہیں۔ آپ کئی سماجی اداروں مثلاً تلک سمارک ٹرسٹ، رائے گڈھ سمارک منڈل اور اناتھ ہندو مہیلا آشرم وغیرہ کے ٹرسٹی اور چیئرمین ہیں۔

وزرائے مملکت

شری ابھئے سنگھ شاہو مہاراج راجے بھوسلے

وزیر مملکت برائے امور داخلہ، آپ۔ پاشی، سی اے ڈی اے اور زراعت

آپ ۱۶ مئی ۱۹۴۴ء کو مدھیہ پردیش میں دھار کے مقام پر پیدا ہوئے۔ آپ کی تعلیم بی اے تک ہے۔ پیشہ کے لحاظ سے آپ کاشت کار ہیں۔ آپ کو خاص طور سے زراعت سے دلچسپی ہے۔ اور کئی مقامی سماجی تعلیمی اداروں سے وابستہ ہیں۔

آپ ۱۹۷۸ء میں ستارا حلقہ سے ریاستی اسمبلی کے لیے منتخب ہوئے تھے اور ۱۹۸۰ء کے انتخابات میں بھی اسی حلقے سے دوبارہ منتخب ہوئے۔

پروفیسر محمد اظہر حسین خان

وزیر مملکت برائے محصول، بازآبادکاری اور پروٹوکول

۲۰ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو آپ اکولہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اکولہ میں مکمل کی۔ امراؤتی اور ناگپور میں کالج کی تعلیم پائی۔ ایم ایس سی (بوٹنی) کرنے کے بعد آپ شیواجی کالج اکولہ میں شامل ہوئے۔ آپ نہایت ہی ذہین طالب علم رہے اور تمام امتحانات اوّل درجہ میں پاس کیے۔

۱۹۷۴ء میں اکولہ میونسپل کونسل کے لیے منتخب ہوئے۔ فراہمی آب کمیٹی کے چیئرمین مقرر ہوئے اور اس دوران کونسل کے تقاطیر آب پلانٹ کو تکمیل تک پہنچایا۔ ریاستی حکومت کی جانب سے اسٹیٹ یوتھ ویلفیر بورڈ کے رکن مقرر ہوئے۔ اردو ہائی اسکول کی مجلس عاملہ کے نائب صدر بھی آپ رہ چکے ہیں۔

آپ ایک بہترین کھلاڑی بھی ہیں۔ آپ اکولہ ڈسٹرکٹ فٹ بال اینڈ اتھلیٹک ایسوسی ایشن کے رکن ہیں۔ اکولہ حلقہ سے آپ ریاستی اسمبلی کے لیے ۱۹۷۸ء میں منتخب ہوئے اور پبلک ورکس اور ڈیری ترقیات کے محکمہ کے ریاستی وزیر بنائے گئے۔ اب بھی آپ اسی حلقہ سے کامیاب ہوئے ہیں۔

شری نریش بلی رام دیوتلے

وزیر مملکت برائے تعلیم، انرجی و دیہی ترقیات

آپ ۱۶ مارچ ۱۹۴۳ء کو ناگپور میں واقع مقام آشٹہ میں پیدا ہوئے۔ آپ بی اے ایل ایل بی ہیں۔ اور پیشہ کے لحاظ سے کسان ہیں۔

آپ مہاراشٹر شکشن سنستھا کے نائب صدر اور ڈسٹرکٹ اگریکلچرل یونین کے سکریٹری ہیں۔

آپ نے ۱۹۵۹ء میں منعقدہ انڈین اگریکلچرسٹس ریلی میں ودربھ کے کاشت کاروں کی رہنمائی کی۔

آپ ناگپور ضلع زراعتی بورڈ کے رکن اور آئیل گرڈ سوسائٹی کے صدر ہیں۔

آپ نے ۱۹۴۲ء میں تحریک آزادی میں حصہ لیا۔ اور ۲۳ ماہ تک سزائے قید بھگتی۔

یوتھ کانگریس اور اسٹوڈنٹس کانگریس کے ممبر رہے ۶۷-۱۹۶۲ء کے دوران ضلع پریشد کے ممبر رہے۔

۶۶-۱۹۶۳ء کے دوران مہاراشٹر الیکٹرسٹی بورڈ کے ممبر رہے

آپ ۱۹۶۷ء میں امریڈ حلقے سے مہاراشٹر لیجسلیٹو اسمبلی کے لیے منتخب ہوئے۔

آپ دوبارہ ۱۹۸۰ء میں ضلع ناگپور میں واقع کامٹی حلقہ سے منتخب ہوئے ہیں۔

شری ستیش چترویدی

وزیر مملکت برائے جنگلات، یوتھ سروسیز، صحت عامہ، اسپورٹس، سیاحت و ثقافتی امور، روزگار اور فنی تعلیم و تربیت

۱۹۴۶ء میں ضلع آگرہ کے ہولی پور مقام پر پیدا ہوئے۔ ہسلوپ کالج ناگپور سے ایم اے کیا۔ آپ ایک ذہین طالب علم رہ چکے ہیں۔ ایم اے میں آپ نے تاریخ میں گولڈ میڈل حاصل کیا ہے۔ کالج کے دنوں سے ہی آپ ایک ممتاز لیڈر تھے۔ کالج اور یونیورسٹی اسٹوڈنٹ یونین کے آپ صدر تھے۔

۱۹۷۴ء میں مہاراشٹر یوتھ کانگریس ودربھ کے سکریٹری اور بعد میں ایم وائی سی کے جنرل سکریٹری مقرر ہوئے۔ ۱۹۷۸ء میں مہاراشٹر یوتھ کانگریس کے صدر بنے اور فی الحال آپ ایم پی سی (آئی) کے جنرل سکریٹری ہیں۔

۲۵ جون ۱۹۸۰

قومی راج

[illegible] میں منعقدہ نوجوانوں کے عالمی میلے میں ریاست کے نمائندہ کی حیثیت
سے [illegible] کی۔
آپ [illegible] شہری حلقہ سے منتخب ہوئے ہیں۔

شری دینا ناتھ شیرا آیا کا ملے

وزیر مملکت برائے خوراک و شہری رسد،
[illegible] پرورش، ماہی گیری اور ڈیری ترقی

سولاپور ضلع میں واقع بھنڈار کا وتھے کے مقام پر ۱۰ر جون ۱۹۲۲ء
کو آپ کا جنم ہوا۔ آپ ایک درج فہرست قبیلہ خاندان (مہادیو کولی) سے
تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے ورنا کیولر فائنل تک تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۴۲ء میں
[illegible] کا پیشہ اختیار کیا۔ ۱۹۴۵ء میں نوکری چھوڑ کر کانگریس میں شامل ہوئے
اور [illegible] آزادی میں سرگرم عمل ہوئے۔

آپ [illegible] ولاپور تعلقہ کانگریس کمیٹی کے سکریٹری رہے۔ ۱۹۵۲ء میں
اسکول بورڈ کے چیرمین بنے۔ ۶۳ - ۱۹۵۸ء تک ضلع ترقیاتی بورڈ کے
سکریٹری رہے۔ ۶۰ - ۱۹۵۴ء تک ضلع بودک کانگریس کے سکریٹری،
۶۹-۱۹۶۴ء تک سوشلسٹ فارم کے ضلع منتظم اور ۷۵ - ۱۹۷۰ء
تک فارم کے صدر کی حیثیت سے فرائض انجام دیے۔ ۷۲ - ۱۹۶۷ء تک
تعلیمی، زراعتی کمیٹی ضلع پریشد کے چیرمین رہے۔ فی الحال ۱۹۷۲ء سے
انڈوسوویت کلچرل آرگنائزیشن کے سکریٹری ہیں۔ یوتھ کانگریس کے
نمائندے کی حیثیت سے آپ نے سری لنکا ملیشیا اور سنگاپور کا کامیاب
دورہ کیا۔ انڈوسوویت کلچرل آرگنائزیشن کے نمائندے کی حیثیت سے
روس، مشرقی جرمنی، زیکوسلواکیہ اور پولینڈ کا دورہ کر چکے ہیں۔

پچھڑے افراد کی فلاح وبہبود کے لیے آپ کی اعلیٰ خدمات کے
اعتراف میں ۱۹۷۷ء آپ کو "دلت مترا" کا اعزاز عطا کیا گیا۔ ۱۹۷۸ء
سے آپ ضلع کانگریس آئی کمیٹی کے صدر ہیں۔

شریمتی تارا بائی نرسمہا ورتک

وزیر مملکت برائے عمارات و مواصلات،
نقل وحمل، سماجی بہبود اور کھار اراضی

شری تارا بائی ورتک جو کہ بمبئی حلقہ سے چناؤ میں کامیاب ہوئی
ہیں ضلع تھانے میں بوردی کے مقام پر ۱۹ر اگست ۱۹۲۶ء کو پیدا
ہوئیں۔ ابتدائی وثانوی تعلیم بوردی کے نیشنل اسکول میں مکمل کرنے کے
بعد جن کے بانیوں میں آپ کے والد شری آتمارام پنت ساوے بھی ہیں۔ آپ
۱۹۴۴ء میں اس وقت کے لوکل سیلف گورنمنٹ کے وزیر شری گووند
راؤ ورتک عرف انا صاحب ورتک کے صاحبزادے سے بیاہی گئیں۔ اس
طرح انھیں مزید سماجی وسیاسی کاموں میں حصہ لینے کا موقع ملا۔ شادی
کے بعد بھی آپ نے تعلیم جاری رکھی اور ۱۹۴۶ء میں گریجویشن کرلیا۔

ویرار، آگاشی، بھیرا کے علاقوں میں واقع متعدد تعلیمی وسماجی
اداروں سے وابستہ رہی ہیں۔ ویرار میں آپ نے ایک خواتین کی ایک انجمن
قائم کی اور ایک کینڈر گارٹن اسکول جاری کیا۔ اس کے علاوہ آپ مہاراشٹر
و مرکزی حکومت کے متعلقہ سماجی بہبود اداروں میں بھی شامل رہ چکی ہیں۔

۱۹۶۲ء میں آپ ویرار ویلیج پنچایت کی سرپنچ مقرر ہوئیں۔ اسی
عہدہ پر رہتے ہوئے آپ مقامی افراد کی بہبودی کے لیے گرانقدر خدمات
انجام دی ہیں۔ ۱۹۶۷ء میں تھانے ضلع پریشد کے لیے منتخب ہوئیں۔
اور مالیات وصحت کمیٹیوں کی چیرمین مقرر ہوئیں۔ ۱۹۷۲ء سے ۱۹۷۹ء کے
دوران ضلع پریشد کی صدر رہیں۔ اس طرح آپ پہلی خاتون ہیں جسے پورے
مہاراشٹر میں ضلع پریشد کی صدارت کا اعزاز حاصل ہوا۔

شری سیتارام نارائن دیسائی

وزیر مملکت برائے امداد باہمی، صنعت،
منصوبہ بندی، اطلاعات وتعلقات عامہ

آپ ۲۳ر جون ۱۹۲۷ء کو رتنا گیری ضلع میں دالاول کے مقام پر
پیدا ہوئے۔ آپ کی تعلیم ایم اے ایل ایل بی ہے۔ پیشہ کے لحاظ سے
آپ ایک وکیل ہیں۔

آپ نے کوکن کی کل ترقی کے لئے قابل قدر کوششیں کیں۔ خاص
طور سے کودال انڈسٹریل اسٹیٹ کے قائم کرنے میں۔

آپ ۵۲ - ۱۹۵۱ء میں کوکن ڈیولپمنٹ بورڈ کے جائنٹ سکریٹری
رہ چکے ہیں اور ۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۱ء تک کوکن ڈیولپمنٹ پریشد کی ایگزیکیٹو
کمیٹی کے ممبر رہ چکے ہیں۔

آپ دالاول ٹیچرس یونین کے صدر، دالاول ہائی اسکول ٹرسٹ
کے ٹرسٹی، بمبئی ٹینس ایسوسی ایشن کے بانی اور قانونی مشیر ہیں۔

دہنگور لا حلقے سے آپ ۱۹۷۲ء میں ریاستی لیجسلیچر کے لیے منتخب ہوئے۔ آپ لیجسلیچر کی مختلف کمیٹیوں کے ممبر رہ چکے ہیں۔ آپ ۱۹۸۰ء میں ریاستی مجلس قانون ساز کے لیے دوبارہ منتخب ہوئے ہیں۔

شری ہری بھاؤ جاگو باجی نائیک

وزیر مملکت برائے محنت، مالیات
اور قانون سازی امور

آپ یکم جولائی ۱۹۲۸ء کو مدھیہ پردیش میں واقع پندھرنا کے مقام پر پیدا ہوئے۔ آبائی وطن میں ثانوی درجہ کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ نے کامرس کالج ناگپور سے بی کام کیا۔

مزدور تحریک میں آپ نے نمایاں حصہ لیا ہے۔ انٹک اور راشٹریہ مل مزدور سنگھ میں شامل رہ چکے ہیں۔ گزشتہ ۲۵ سالوں سے آپ ٹیکسٹائل یونین میں کام کرتے رہے ہیں۔ ۱۹۷۱ء میں ناگپور کارپوریشن کے میئر منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۰ء میں جنیوا میں منعقدہ بین الاقوامی مزدور اجلاس میں ہندوستانی وفد کے رکن کی حیثیت سے شرکت کی۔ ۱۹۷۸ء سے آپ ایم ایل سی ہیں۔

شری چندر کانت ترپاٹھی

وزیر مملکت برائے شہری ترقیات، تعمیر مکانات،
بی ایم آر ڈی اے، سلم سدھار اور جیل

آپ کا جنم مرزاپور اتر پردیش میں ۱۹۵۳ء میں ہوا۔ آپ ایک عظیم مجاہد آزادی پنڈت جواہر لال نہرو کے مخلص ساتھی کے بیٹے ہیں۔ آپ نے پندرہ سال کی عمر سے ہی سیاست میں قدم رکھا۔ آپ کی تعلیم مرزاپور اور الہ آباد میں ہوئی۔ آپ نے اتر پردیش میں طلبہ کی تحریک میں سرگرم حصہ لیا۔ اور طلبہ کی مختلف انجمنوں کے لیڈر رہے۔

آپ رہنماؤں کی ایما پر خاص طور سے اتر بھارتیوں کی تنظیم کے لیے ممبئی آئے۔

پچھلے لوک سبھا انتخابات میں ایم پی سی سی کی انتخابی مہم کمیٹی کے ممبر تھے۔

۱۹۸۰ء کے عام اسمبلی انتخابات میں شری ترپاٹھی اندھیری حلقہ سے ریاستی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے ہیں۔
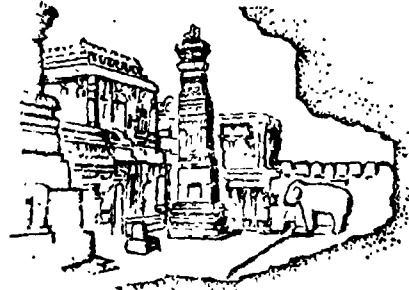
*

• جی۔ این نیوالکر۔ رپورٹر فائنینشل ایکسپریس

مہاراشٹر میں ڈیری ترقی

مہاراشٹر میں گذشتہ ۳۰ سال کے دوران ڈیری ترقی کافی آگے بڑھی ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ کل ۳۱ دیہی دودھ اسکیمیں جاری کی گئیں جن کے تحت سرد کاری صلاحیت ۱۹٫۲۰ لاکھ لیٹر روزانہ ہے نیز ۶۹ چلنگ سینٹرز یعنی سرد خانے ہیں، جن کی سرد کاری صلاحیت ۷٫۵۲ لاکھ لیٹر روزانہ ہے۔ اس طرح باقاعدہ سپلائی اسکیم یا سرد خانے کے ذریعہ ریاست کے تقریباً سبھی علاقے حلقہ میں آجاتے ہیں۔ مزید ۱۱ 'سرد خانے' زیر منصوبہ ہیں۔ ان اسکیموں کے ذریعہ دودھ کی تقسیم کی مقدار بھی ۶۱-۱۹۶۰ء میں دو لاکھ لیٹر روزانہ سے بڑھ کر ۸۰-۱۹۷۹ء میں ۱۰٫۵۰ لاکھ لیٹر روزانہ ہوگئی۔

مہاراشٹر میں ڈیری ترقی پروگرام دوہرے مقصد کے تحت شروع کیا گیا ہے۔ یعنی ایک طرف اس کے ذریعہ کسانوں کو معاون روزگار ملے اور دوسری طرف شہری ضرورت مندوں کو مناسب بھاؤ پر اچھا دودھ فراہم کیا جائے۔ گذشتہ بیس سال کے دوران ممبئی، پونے اور ناگپور وغیرہ کے شہریوں کی جانب سے اچھے دودھ کی بڑھتی ہوئی مانگ کے سبب ریاست میں کسان برادری خصوصاً معمولی کسانوں کے لئے ڈیری ایک معاون پیشہ ثابت ہوا ہے جنھیں زراعت کی آمدنی بڑھانے کی دھن رہتی ہے۔
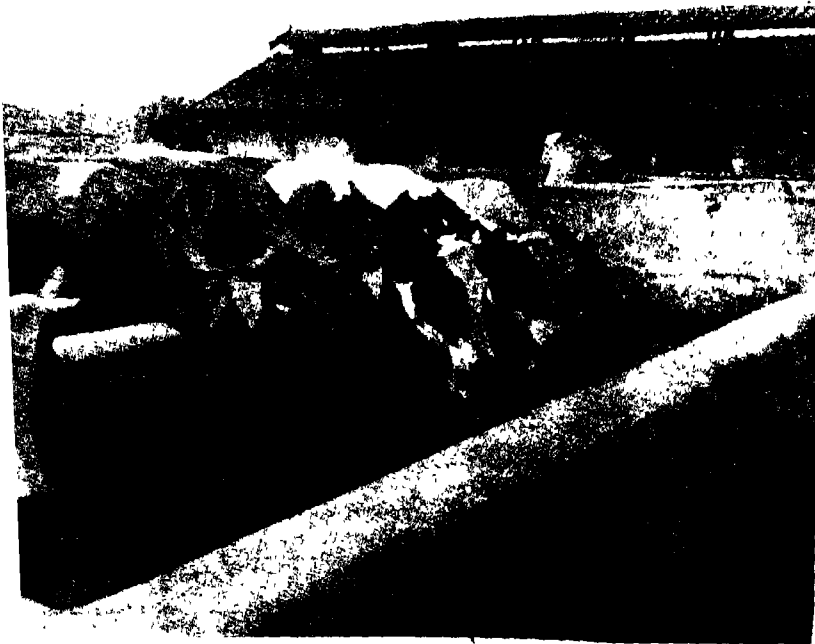
ڈیریوں میں خاص حوض بنائے جاتے ہیں۔ تاکہ مویشی کو پینے کا صاف ستھرا پانی ملے۔

*

سرکاری اقدام : پاسچورائزڈ ، اچھے اور صحت بخش دودھ کی فراہمی کے لئے بڑھتی ہوئی مانگ کو پورا کرنے کی ضرورت کے مدنظر ریاستی حکومت نے مختلف مقامات پر دودھ اسکیمیں جاری کرنے کے سلسلہ میں ابتدا کی، جس کے تحت دودھ اکٹھا کرنے، محفوظ رکھنے اور تقسیم وغیرہ کا کام انجام دیا جاتا ہے۔

بمبئی عظمیٰ دودھ اسکیم ایک زبردست پروگرام ہے جو حکومت مہاراشٹر نے شروع کیا ہے اور آرے، ورلی اور کرلا میں تین ڈیری یونٹ قائم کئے گئے ہیں۔ آرے اور ورلی ڈیری سے مجموعی طور پر دودھ پروسسنگ کی مقدار ۴ لاکھ لیٹر روزانہ، کرلا ڈیری میں ۴ لاکھ لیٹر دودھ روزانہ تیار کیا جاتا ہے۔ فی الحال دس لاکھ لیٹر سے اوپر دودھ شہر میں تقسیم کیا جاتا ہے جبکہ اندازاً ضرورت ۱۷ لاکھ لیٹر سے زیادہ دودھ کی رہتی ہے۔

چوتھی ڈیری جہاں روزانہ چار لاکھ لیٹر دودھ تیار کرنے کی گنجائش ہو، مہاراشٹرا ایگریکلچرل ڈیولپمنٹ فرٹیلائیزر پروموشن کارپوریشن (میفکو) نے بمبئی عظمیٰ کے شمالی مضافات گوریگاؤں میں ۴٫۸۰ کروڑ روپے کی لاگت سے قائم کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ ریاستی حکومت نے اس پروجیکٹ کے لئے اجازت دے دی ہے۔

۱۹۶۰-۶۱ء تک تقسیم دودھ کے سب سے بڑے حلقے بمبئی میں صارفین کی ضروریات آرے ملک کالونی گوریگاؤں، بمبئی سے دستیاب دودھ سے پوری کی جاتی تھیں۔ یہ پبلک سیکٹر اور نجی بیوپاریوں کے درمیان مشترکہ کاروبار تھا، نیز گجرات میں آنند سے بھی دودھ لایا جاتا تھا۔ دیہی علاقوں میں فراہم دودھ کی کھپت کے لئے مارکیٹ نیز دیہی معیشت کو بڑھاوا دینے کی غرض سے حکومت نے ۱۹۶۲ء سے بڑے پیمانے پر اقدامات شروع کئے۔ ابتدا میں دیہی سرکاری دودھ اسکیموں کے تحت بہت کم مقدار میں دودھ جمع ہو پاتا تھا بہرحال ۱۹۷۵-۷۶ء سے مختلف سرکاری دودھ اسکیموں کے تحت جمع کئے جانیوالے دودھ کی مقدار کافی بڑھی۔ ۱۹۶۰-۶۱ء میں روزانہ جمع ہونے والی اوسطاً مقدار ۱۱٫۸۰ لاکھ لیٹر تھی جو ۱۹۷۹-۸۰ء میں بڑھ کر ۳۴٫۹ لاکھ لیٹر ہو گئی۔

سردخانہ کی سہولتیں : زیادہ تر دودھ ریاست کے مختلف حصوں سے جمع کیا جاتا ہے۔ دور دراز دیہاتوں سے دودھ اکٹھا کرتے وقت اسے محفوظ رکھنے کے لئے کافی احتیاط برتنے کی ضرورت ہے، کیونکہ وہاں سے صارفین تک دودھ پہنچنے میں کچھ وقت لگتا ہے۔ جمع کرنے کے دوران کافی مقدار میں برف استعمال کرنے کی ضرورت رہتی ہے تاکہ دودھ ترو تازہ رہے۔ مذکورہ بالا ڈیریوں کے علاوہ حکومت نے کم از کم دس آئس فیکٹریاں قائم کی ہیں جہاں روزانہ کل ۹۰ ٹن مقدار میں برف تیار ہوتی ہے۔ معاون پیشہ کے طور پر ڈیری کی مقبولیت بڑھنے کے ساتھ حکومت نے

دودھ اکٹھا کر کے لے جانے کے لیے ایسے ہنڈے بڑے کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ یہ ہنڈے خریدنے کے لیے کوآپریٹیو ڈیریوں کو خاص امداد دی جاتی ہے

مختلف علاقوں سے دودھ جمع کرنے اور پروسیسنگ کے لئے ڈیری پلانٹ پر پہنچانے کے سلسلے میں سہولتیں فراہم کی ہیں۔ دور دراز مقامات سے لائے جانے والے دودھ کو ٹھنڈا رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ یہ ... تک خراب ہو پائے لہٰذا حکومت نے مختلف مقامات پر ۶۶ سرد خانے قائم کئے ہیں جہاں روزانہ کل ۷،۵۲ لاکھ لیٹر دودھ ٹھنڈا رکھنے کا بندوبست ہے۔ اس طرح دودھ پھٹنے وغیرہ کے باعث نقصان نہیں ہوتا۔ اسی طرح مزید ۱۱ سرد خانوں کا قیام زیر غور ہے۔

کل جمع شدہ دودھ کا بیشتر حصہ صرف بمبئی عظمیٰ میں ہی تقسیم کیا جاتا ہے ریاست کے بقیہ حصوں میں گو سرکاری دودھ اسکیموں کے تحت دودھ تقسیم کرنے کا انتظام کیا گیا ہے، لیکن بہت کم مقدار میں دودھ فروخت ہوتا ہے۔ ۶۱-۱۹۶۰ء میں روزانہ دو لاکھ لیٹر دودھ تقسیم ہوتا تھا۔ یہ مقدار ۸۰-۱۹۷۹ء میں ۱۰،۵۵ لاکھ لیٹر ہو گئی۔

کل جمع شدہ دودھ کا لگ بھگ ۸۸ فیصد حصہ بمبئی عظمیٰ اور قرب و جوار کے قصبات جیسے تھانے، ڈومبیولی، کلیان، الہاس نگر، بھیونڈی اور وسئی میں تقسیم ہوتا ہے۔ ان تمام مقامات پر گریٹر بمبئی ملک اسکیم کے تحت دودھ تقسیم کرنے کا کام ۲۲۵۴ جز وقتی دودھ تقسیم مراکز اور دو کل وقتی تقسیم دودھ مراکز کے ذریعہ انجام دیا جاتا ہے۔ مزید برآں ۱۲۶۸ تقسیم دودھ مراکز مختلف جماعتیں بشمول کوآپریٹو سوسائٹیاں چلاتی ہیں۔ اس طرح نکاس کے معاملے میں فی الحال ۳،۵۲۴ مراکز کام کر رہے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ گذشتہ پانچ سال کے دوران ۱،۲۷۴ مراکز کا اضافہ ہوا ہے۔

مہاراشٹر کے بقیہ حصے میں فی الحال ۱۱،۳۰ لاکھ لیٹر مقدار میں دودھ روزانہ تقسیم کیا جاتا ہے۔ تقسیم کا انتظام سرکاری دودھ اسکیمات اور کوآپریٹو سوسائٹیاں کرتی ہیں۔ سرکاری دودھ اسکیموں کے تحت لاکھ سے زائد صارفین کی ضرورت پوری کی جاتی ہے۔

امدادِ باہمی: مہاراشٹر میں ڈیری ترقی کے کام میں باقاعدہ کوآپریٹو تنظیم بڑی خصوصیت کی حامل ہے اور حصول نقل و حمل پروسیسنگ اور سرکاری ڈیریوں کو دودھ پہنچانے میں معاون

مرکزی گوداموں سے دودھ جمع کیا جارہا ہے۔

دودھ پاسچورائزڈ کرنے والی مشین

ستی سرکار کی پالیسی یہی رہی ہے کہ امداد باہمی اداروں کی حوصلہ
ائی کی جائے تاکہ وہ ڈیری ترقی کے کام میں حصہ لیں، کسانوں کی
پریٹیو سوسائیٹیوں کے ذریعہ دودھ کی پیداوار اور اکٹھا کرنے کا
م انجام دیا جاتا ہے۔ ان سوسائیٹیوں کو اپنے ممبران سے دودھ اکٹھا
نے کا کام سونپا گیا ہے۔ ان سوسائیٹیوں کی مزید حوصلہ افزائی اس
مقصد سے کی جاتی ہے تاکہ وہ دودھ اکٹھا کرنے اور آگے پروسیسنگ
ے لئے مرکزی ڈیریوں کو پہنچانے کے لئے باہم مل کر یونین اور فیڈریشن
الیں۔ بہرحال ایسی سی یونین یا فیڈریشن کی تشکیل ممکن نہیں ہے
جہاں امداد باہمی جماعتیں ٹھیک سے کام نہیں کر رہی ہیں وہاں
سرکاری دودھ اسکیم کے ذریعہ براہ راست سوسائیٹیوں سے دودھ
جمع کیا جاتا ہے یا براہ راست محکمہ واری طور پر اکٹھا کیا جاتا ہے۔
ان سوسائیٹیوں کا ایک سلسلہ ہے جس کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ
مقدار میں دودھ جمع کیا جاتا ہے اور ایسی سوسائیٹیوں کی تعداد
۱۹۶۰-۶۱ء میں ۴۵۰ سے بڑھ کر ۱۹۷۸-۷۹ء میں ۶،۳۰۰ تک پہنچ
گئی ہے۔ ان سوسائیٹیوں کے کام پر نگرانی نیز نئی سوسائیٹیوں کے
قیام کی غرض سے محکمہ "ڈیری ترقی" میں ایک امدادِ باہمی شعبہ قائم
کیا گیا ہے۔ فی الحال دودھ کی کل جمع شدہ مقدار کا ۹۵ فیصد سے زیادہ
حصہ امداد باہمی جماعتوں کے ذریعہ جمع کیا جاتا ہے۔ ان اداروں کے
اراکین کی تعداد ۱۹۶۰-۶۱ء میں صرف ۱۷،۵۰۰ تھی جو اب ۱۹۷۷-۷۸ء
کے اعداد و شمار کے مطابق بڑھ کر ۳،۶۴،۰۰۰ تک پہنچ گئی ہے۔

امداد باہمی جماعتوں کو امداد: حکومت مختلف طریقوں سے
ان امدادِ باہمی جماعتوں کو امداد دیتی ہے۔ امداد باہمی جماعتوں کو انتظامی
امداد دی جاتی ہے تاکہ وہ ابتدائی مراحل میں انتظامی امور سے نپٹ سکیں۔
دودھ قیمت اور کمیشن اجرت برائے خدمت کے علاوہ ان سوسائیٹیوں کو
ترقیاتی امداد بھی دی جاتی ہے۔ ۱۹۷۱ء تک حکومت دودھاری
مویشی اور گاڑیاں خریدنے کے لئے قرض دیتی تھی دودھاری مویشی
خریدنے کے لئے قرض امداد ۱۹۷۱ء سے سرکاری ضمانت پر
اسٹیٹ بنک آف انڈیا اور ڈسٹرکٹ سنٹرل کوآپریٹو بنک کی معرفت
نالندہ، قلابہ اور رتناگیری ضلع میں بہم پہنچائی جاتی ہے۔ اسی طرح
نیشنل کوآپریٹو ڈیولپمنٹ کارپوریشن بھی ان امداد باہمی جماعتوں کو ٹرک
اور ہنڈوں کی خریداری، آئس فیکٹری اور سرد خانوں کے قیام وغیرہ کے لئے
قرض دیتی ہے۔ ریاستی حکومت کی جانب سے سرمایہ حصص بھی منظور کیا

جاتا ہے تاکہ امداد باہمی سوسائیٹیاں نیشنل کوآپریٹو ڈیولپمنٹ کارپوریشن
سے قرض حاصل کر سکیں۔ ایس۔ ایف۔ ڈی۔ اے پروگرام کے تحت
دودھاری جانور مہیا کئے جاتے ہیں۔ توسیع و ترقی ڈیری کی غرض سے ریاستی
سرکار رعایتی داموں پر گابھن بھینسیں مہیا کرتی ہے۔ ایک سال عمر کی بھینس
یا بچھیا ۵۰ روپے کی معمولی قیمت پر مہیا کی جاتی ہے۔ نیز مخلوط النسل بچھیا
نہ نفع نہ نقصان کی بنیاد پر فراہم کی جاتی ہے۔ خاص پیداوار کے خیال سے
اضلاع بیڑ، پربھنی، ناندیڑ اور بلڈانہ میں چالیس سوسائیٹیوں میں سے
ہر ایک کو ۴۰،۰۰۰ روپے کی امداد دی گئی ہے تاکہ وہ دودھ کی جانچ کے
آلات، ہنڈے اور فرنیچر وغیرہ خرید سکیں۔

مزید برآں دو پروجیکٹ بھی منظور کئے گئے ہیں تاکہ امداد باہمی
سوسائیٹیاں گوالوں کو سائنسی معلومات دے سکیں۔ ڈیری سائنس
انسٹی ٹیوٹ، آرے میں وقتاً فوقتاً ٹریننگ کلاسیں چلائی جاتی ہیں تاکہ
گوالوں اور ان کی دیکھ ریکھ والیوں کو تربیت دی جا سکے۔

خواہ سبب کچھ بھی ہو یہ بات پریشان کن ہے کہ گذشتہ دو دہائیوں
کے دوران نمایاں کامیابی کے باوجود ریاست کے سالانہ منصوبہ میں
۱۹۷۷-۷۸ء سے بتدریج ڈیری ترقیات شعبہ کے لئے مختص رقم میں
چھنٹائی کی گئی۔ پانچویں منصوبہ (۱۹۷۴ء - ۱۹۷۹ء) کے لئے ڈیری ترقیاتی
شعبہ کے واسطے ۱۰ کروڑ روپے کی مختص رقم کے مقابلے میں پانچویں منصوبہ
کے اول تین سال کے دوران اصل خرچ ۱۳،۴۷ کروڑ روپے تھا ۱۹۷۸-۷۹ء
کے دوران ڈیری ترقی کے لئے ۶،۱۰ کروڑ روپے کی مختص رقم کے مقابلے میں
مجوزہ مصارف برائے سال ۱۹۷۹-۸۰ء ۶،۵۶ کروڑ روپے تھے۔ اس میں
بھی مزید تخفیف کر کے ریاست کے سالانہ منصوبہ بابت ۱۹۸۰-۸۱ء
میں یہ رقم ۴،۵۵ کروڑ روپے کر دی گئی۔ بڑھتی ہوئی آبادی اور اس کے
نتیجہ میں دودھ کی بڑھتی ہوئی مسلسل مانگ کے مدنظر اس بات کی ضرورت
ہے کہ ریاست کے ڈیری ترقیاتی پروگرام کے لئے مصارف کی رقم بڑھائی
جائے تاکہ ضرورت کو پورا کیا جا سکے۔

❀

حضرت ریاض خیرآبادی

• مولانا ابراہیم عمادی ندوی

"غدر سے لگ بھگ کا زمانہ رہا ہوگا کہ خیرآباد کے مدرسۂ عربیہ سے خرد سال ریاض کی شوخ طبیعت اور چلبلے تخیل نے شعر و سخن میں طبع آزمائی شروع کردی شاعری کی طرف طبعی رجحان اور خداداد قابلیت نے بہت جلد قبولیت عامہ کی سند[1] حاصل کرلی"

زمانہ پرآشوب تھا، لیکن اقلیم شعر و سخن میں ذرا بھی اختلال واقع نہیں ہوا تھا اور کچھ سر پھرے اپنی دھن میں مے ارغوانی کے تصور میں گاتے اور تان پر تان لگاتے چلے ہی جاتے تھے.

اس ماحول اور فضا نے ڈوبتے ہوئے کو تنکے کا سہارا دیدیا، لوگ اس طرف جھکتے گئے اور دل بہلانے لگے، اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس وقت جبکہ دل و دماغ منتشر اور خیالات پراگندہ ہو رہے تھے اگر اہل دل اس طرف توجہ نہ کرتے، تو زبانِ اُردو کا فاتحہ کبھی کا پڑھ لیا گیا ہوتا.

طبیعت کے اس فطری لگاؤ نے ریاض کو بہت جلد آگے بڑھانا شروع کیا، اربابِ سخن اور قدردان اصحاب نے ہاتھوں ہاتھ لیا. سر آنکھوں پر رکھا اور دعائیں دیں۔ اس حوصلہ افزائی نے ریاض کے حوصلے بہت بڑھا دیئے. طبیعتیں سخن فہمی اور سخن آفرینی کی طرف مائل ہوگئیں. مشاعروں میں گرمی پیدا ہوگئی. ریاض کو بھی اُن مشاعروں میں شریک ہونے کا بہت شوق تھا، اور کوئی مشاعرہ ایسا نہ ہوتا تھا جس میں ریاض نہ ہوں، کوئی گلدستہ ایسا نہ تھا جس میں ریاض کی غزل نہ ہو، پیام یار کی طرح ہے اور منشی نثار حسین کی فرمائش ہے، کہ گلدستہ لکھا ہوا رکھا ہے اور تمھاری غزل کا انتظار ہے، آپ نے قلم اٹھایا اور غزل موجود۔

مشقِ سخن بڑھتی رہی، صاف و ستھری ٹکسالی زبان سے تیر و نشتر کا کام کرتے رہے، اور حضرت امیر کے شاگرد ہوئے، اس کے بعد امیر مینائی کے، سخنوروں کی سخن شناسی اور قدردانوں کی قدردانی نے ریاض کی دلدہی کی، ہمت بندھائی، آخر جنوری ۱۸۷۹ء میں حضرت ریاض نے "گلکدۂ ریاض" خیرآباد سے نکالنا شروع کیا۔ گلکدۂ ریاض کا نکلنا تھا کہ ہر طرف دھوم مچ گئی، اساتذۂ وقت نے ہاتھوں ہاتھ لیا، یہانتک حیدرآباد اور رامپور سے قدردانی کا ہاتھ بڑھا.

دربار رامپور میں اس وقت عروج، بحر، منیر، قلق، امیر اور داغ جیسے یگانۂ روزگار شعراء جمع تھے، گلکدۂ ریاض کی اشاعت کے بعد خلد آشیاں نواب کلب علی خاں نے محض قدردانی کے خیال سے حضرت ریاض کو طلب فرماکر خلعت اور زرِ نقد سے ممتاز فرمایا.

حضرت ریاض دربار کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:

"اب یادفرمائی کا سلسلہ شروع ہوگیا، آواز آئی مولینا عبدالحق کو حضور یاد فرماتے ہیں، اسی طرح منیر، داغ اور دیگر حضرات تشریف لے گئے، تیس بتیس کے بعد میرا نمبر آیا. خسخانے میں بیرونی روشنی سے گونہ تکلف ہوتا تھا. میں اس دروازہ پر پہنچا "نگہ روبرو" کی صدا بلند ہوتی تھی. آواز کے ساتھ ہی مجھے سلام کے لیئے جھکنا پڑتا، دربار کے آداب اُستاد مرحوم سے دریافت کر کے نقشِ دل کرچکا تھا، سرکار کی نشست تقریبًا وسط ہال میں مسہری پر تکیوں کے سہارے تھی، ایک صف مسند کے روبرو جنوب میں اُستاد مرحوم سے شروع ہو کر کسی اور پر ختم ہوا دونوں صفوں کے مابین کچھ جگہ چھوٹی ہوئی تھی، جس سے "نگہ روبرو" منزل طے کر کے مجھے نذر دینے مسہری کی طرف بکمال ادب، دست بستہ نیچی نظر کیئے، خسخانہ کی خوشگوار، کم کم روشنی میں سنگ مرمر کے فرش پر سے گذرنا پڑا، نذر پیش کی، قبول ہوئی، واپسی میں بھی رخ آشیاں کی طرف تھا۔ خدا نے بخیر و خوبی منیر کے برابر نشست کی مشکل

---

[1] تذکرۂ آبِ بقا، [2] تذکرۂ آبِ بقا

، زانوشکستہ، دست بستہ، ...چی ...ہے ...ھ ...، ...ہ ...ے ...

نے آنے میں بہت دیر کی"۔ معذرت کے الفاظ ختم ہونے پر داغ سے
مایا، کچھ ہمارا کلام ریاض کو سناؤ"۔ جناب داغ نے اپنی ندامت، سے
یادہ کشیدہ دبلند آواز سے اپنے مخصوص انداز میں سرکار کے اشعار
سنائے، کبھی حضور خود قافیہ و ردیف اور کسی غزل کا مصرعہ داغ صاحب
لو بنا دیتے، جس طرزِ خاص سے داد دی جاتی تھی، اس نے حضور کو اس
قدر لطف اندوز کیا کہ خود حضور اپنے شعر سنانے لگے۔

نواب صاحب نے بہت قدر کی اور چاہا کہ رامپور سے حضرت ریاض اب
واپس نہ جائیں، وظیفہ بھی مقرر ہوگیا، مگر حضرت داغ مرحوم کو تنہا بدان
باتوں کی اطلاع نہ تھی، انھوں نے نواب مرحوم سے فرمایا کہ "دیوان عالم
کی مطبوعہ جلدیں جو اس وقت کتبخانے میں موجود ہیں وہ حضرت ریاض کو
بطور امداد کے مرحمت فرمادی جائیں تو اس سے وہ بہت کافی طور پر نفع
اندوز ہوسکیں گے"۔

داغ مرحوم نے لاعلمی میں یہ تجویز پیش کی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلی تجویز
مسترد ہوگئی اور ریاض رامپور میں اقامت نہ کرسکے، واپسی کے وقت نواب
مرحوم نے دست خاص سے خلعتی دوشالہ ریاض کے زیبِ دوش فرمایا، اس
کے علاوہ اور بھی انعام واکرام دے کر رخصت کیا۔

حضرت ریاض "ریاض الاخبار" ہفتہ وار اور "گلکدۂ ریاض" ماہوار کی وجہ
سے سارے ہندوستان میں مشہور ہوچکے تھے اور اسی زمانے میں شہنشاہ
جارج پنجم ہندوستان میں تشریف لانے والے تھے۔ بڑی شان وشوکت
سے دہلی میں دربار منعقد ہونے والا تھا، حضرت ریاض بھی بحیثیت اڈیٹر
کے مدعو کیے گئے، وہاں اکثر والیان ملک اور سارے ہندوستان کے
بڑے بڑے لوگوں سے حضرت ریاض کی ملاقات ہوئی اور سب نے قدر کی
نگاہ سے دیکھا۔

حضرت ریاض دربار دہلی کے واقعات بڑے مزے لے لیکر بیان
کرتے اور فرماتے ہیں ؎

دربارِ قیصری میں عجب رنگ ڈھنگ ہیں
دہلی ہے اور ہم ہیں بتانِ فرنگ ہیں

اور پھر اپنا دلچسپ قصہ یوں بیان فرماتے ہیں:

ایک دن ہم اور مولوی نظام اللہ مرحوم شام کو پرنس آف ارکاٹ
(مدراس) کے کیمپ میں جا پہنچے، نواب ناظر علی خاں بہادر وہاں پر
موجود تھے، میں صبح ہی کو کچھ ناشتہ کر کے نکلا تھا اور سوء اتفاق سے دن
بھر یوں ہی گذر گیا، خیال تھا کہ نواب ناظر علی خاں بہادر سے جلد رخصت

ذرا دیر میں دسترخوان چنا گیا۔ اور مجھ سے باصرار کہا گیا، شامتِ اعمال میں
نے معذرت ہی چاہی، مولوی نظام اللہ صاحب تو بلا تکلف جا بیٹھے اور میری
طرف مڑکر بھی نہ دیکھا، کہ میں کچھ اشارے ہی سے کہتا "قہر گرسنہ بر جانِ
گرسنہ"، دسترخوان ختم ہوگیا، بعد از طعام جب نشست ہوئی تو میں
نے اجازت چاہی مگر اجازت نہ ملی اور یہ کہہ کر روکا گیا کہ شہر دور ہے
اور رات زیادہ جاچکی ہے"، میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ نظام اللہ مرحوم
نے اپنی مرضی کا اظہار کر دیا۔ اب کیا تھا میں خاموش رہ گیا، ذرا دیر میں
خوابگاہ میں سامان آراستہ ہوگیا، اور لوگ تو میٹھی نیند سو رہے
تھے اور میں بھوک سے کروٹیں بدل رہا تھا معاً یاد آیا کہ متصل کے کمرے
میں کھانے کے برتن اٹھ کر گئے اور میں نے رنگین شیرینی کی طشتریاں
دسترخوان پر چنی ہوئی دیکھی تھیں، اب مجھے قدرے اطمینان ہوا اور آہٹ
لینے لگا کہ مبادا کوئی جاگ تو نہ جائے گا، مگر روشنی دھیمی تھی نفیر خواب
ہر طرف سے بلند ہو رہی تھی۔ میں اٹھا اور دبے پاؤں اس کمرے کی طرف
بڑھا، میز پر ہاتھ سے ٹٹولا۔ ڈلی ہاتھ ہوئی ...ا تھا کہ ... کے ...
اور حلق میں جا کے ایسا اٹکی کہ نہ اگلنے کی نہ نگلنے کی، وہ رنگین شیرینی کی
ڈلی نہ تھی بلکہ صابن کی بٹی تھی۔

صبح کو بعد نماز فجر چائے آگئی اور نبیوں نا سنینے کے لیے بیٹھ گئے
میں نے جو بسکٹ کی طرف ... نواص تو جہ کی تو بزرگ ممدوح نے ایک اور
پیالی بڑھا دی اور فرمایا کہ اب بسکٹ اس میں ڈالے جائیں۔ نظام اللہ
صاحب کو ہنسی آگئی اور آخر سارا بھانڈا پھوٹ گیا۔

حضرت ریاض کے والد بزرگوار مولوی سید طفیل احمد صاحب آگرے
میں کوتوال تھے، وہاں سے گورکھپور تبادلہ ہوگیا، حضرت ریاض بھی گورکھپور
چلے گئے۔ اور تقریباً تمام عمر گورکھپور میں گذاری۔ حکام گورکھپور اور روساء میں
مرحوم ریاض بہت ہی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، ہر چھوٹے بڑے
سے میل ملاپ تھا اور ہر محفل ومجلس میں شریک ہوتے، امرائے میز پوش
اور مولوی سبحان اللہ صاحب سے بہت تعلقات تھے، غرض ریاض نے
وہاں بھی اپنا ایک حلقہ پیدا کر لیا تھا، شعر وسخن کی مجلسیں اکثر منعقد ہوتی
تھیں، ایک موقع پر حضرت ریاض گورکھپور کا یوں ذکر فرماتے ہیں ؎

ریاض اب کیا کریں ہم قصد گورکھپور جانے کا
مقدر میں لکھا ہے خاکِ گورکھپور ہو جانا
وہ گلیاں یاد آتی ہیں جوانی جن میں کھوئی ہے
بڑی حسرت سے دل پر ذکر گورکھپور آتا ہے

مصنف: عزیز نسین
مترجم: شفیق حسن (بی۔ایس۔ای)

بولے تو چاندی - چُپ رہے تو سونا

پیدائش کے بعد، شروع کے مہینوں میں، جیسے ہی وہ چاہتا روئے
ماں مُنہ میں دُودھ ٹھونستے ہوئے کہتی۔
"لا...لا...لا..لولو آرہا ہے، تجھے کھا جائے گا۔"
رات کو جب اس کے رونے کی آواز بلند ہوتی، باپ چلّاتا۔
"بچہ کو چپ کرو۔ میرا سر پھٹا..."
ذرا بڑا ہوا تو ماں باپ برابر حکم دیتے رہتے۔
"اے بچے۔ شور مت کرو، خاموش رہو۔"
اگر کوئی مہمان آجائے تو بُت کی طرح دیوار سے لگ کر بیٹھے اور
اس کی آواز نہ نکلے۔ مہمان نہ بھی آئے تو بھی ساکت اور مودّب رہے،
تاکہ ماں گھر کے کام کاج نپٹا سکے۔
یہ صورت حال پانچویں سال تک جاری رہی۔

جب مدرسہ گیا، جیسے ہی چاہتا کلاس میں کچھ بولے، فوراً
ٹیچر ڈانٹ بتاتے۔
"خاموش۔ بات چیت مت کرو۔"
وہ بہتیری چیزیں نہ جانتا تھا۔ اس کا دل چاہتا پوچھے۔ جواب
ملتا۔ "فضول باتوں میں مت پڑو۔ اپنا سبق یاد کرو۔"
گیارہویں سال تک اسی طور سے گذری۔

جب ہائی اسکول میں داخل ہوا، جیسے ہی منھ کھولتا اس سے
کہتے۔ "تم سے کسی نے نہیں پوچھا۔ خاموش رہو۔"
صبح صف بندی کے وقت ہیڈ ماسٹر ہر روز تکرار کرتے۔
"بولے تو چاندی۔ چُپ رہے تو سونا"
کلاس ٹیچر کہتے
"کہو ایک اُس وقت جب دو سُنو۔ کہ حق نے زبان ایک دی
کان دو۔"
ہمیشہ یہ جملے اس کے کانوں میں گونجتے رہتے۔
"خاموش"
"ساکت"
"زبان مت چلاؤ"
پندرہویں سال تک اسی طرح گذری۔

کالج میں پہنچنے پر یہی جملے ذرا احترام کے ساتھ اُس سے کہے جاتے
"زبان اس طرح ہے دہن میں۔ جیسے کہ کلیدِ گنجِ قارون"
"تا وقت کہ انسان زباں نہ کھولے۔ سب عیب و ہنر اس کے
ڈھکے رہتے ہیں۔"

جب دانش گاہ میں داخل ہوا تو بھی یہی بحث دانشگاہ اور گھر میں
چلتی رہی۔ جب کبھی گھر میں اپنے نقطۂ نظر کا اظہار کرتا۔ ماں کہتی
"جب بڑے بولتے ہوں تو چھوٹوں کو چاہئے خاموشی سے سُنیں۔"
ایک بار اپنی ایک مشکل کے بارے میں اُستاد سے سوال کر بیٹھا۔
اُستاد نے ناراضگی سے جواب دیا۔
"فضول سوال مت کرو"
بالآخر دانشگاہ کا دور بھی اسی طرح گذر گیا۔

محکمہ میں وارد ہوئے۔ سب لوگ کھانے پینے میں لگے تھے۔ یہ
پریشان ہوتا، جیسے ہی چاہتا اعتراض کرے۔ ساتھی کہتے
"ہیش... ساکت"
"خود چکر میں آجاؤ گے"
باس کہتا
"اپنے کام سے کام رکھو۔ جس چیز سے تمہیں تعلق نہیں اس پہ
ٹانگ مت اڑاؤ"
جب شادی ہوئی تو بیوی بولی
"تم دخل مت دو۔ یہ معاملے مردوں سے متعلق نہیں ہیں"

بچے ہوگئے.... عورت اور مرد بزرگ ہونے کے باوجود مجبور
خاموش رہیں۔ بچے کہتے

(باقی صفحہ ۴۸)

تبصرے

• تبصرہ نگار: قاضی افضال حسین
(لکچرر، رانا پرتاب ڈگری کالج، سلطانپور)

"سنگ آشنا" کا شاعر

اس عہد میں حیاتیاتی سطح پر جینے اور اپنے احساس وجذبے کی اہمیت
د کے فکری وجذباتی ارتعاشات سے مکمل ہم آہنگی اور اس کی آگاہی کی
طح پر زندہ رہنے کا فرق نہ صرف یہ کہ افراد کے مابین، طبقہ بندی میں سیاسی
یت رکھتا ہے، بلکہ خود ایک خاص طبقہ جیسے وسیع تر مفہوم میں خالص
طبقہ کہا جاسکتا ہے، اس کے درمیان بھی تفریق وامتیاز کا سبب
ا ہے۔ چنانچہ وہ شعراء اور دیگر فنکار جن کے احساس وشعور کی تہذیب
چھلی صدی کے اقدار وآداب کے زیر اثر ہوئی اور انھوں نے خود کو ان
قدار کی برکات اور ان کی توصیف کے وظیفہ تک محدود کرلیا ہے ان
ک عصری ہیجان، بے یقینی اور شکست خواب کے سے حادثات کی
وح فرسا خبر اب تک نہیں پہنچی۔ اور وہ آج بھی جسمانی طور پر
ہماری صدی میں زندہ رہنے کے باوجود اپنی حیثیت کے اعتبار سے
پچھلی صدی کی ابتدائی دہائیوں کے لوگ ہیں۔

"اقدار واعتقاد" ۔ خواہ سائنس سے متعلق ہوں یا مذہب وفلسفہ
سے ۔ کی شکست اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی بے یقینی، ایک
جذباتی بکھراؤ اور احساسِ محرومی، جس نے اب ہیجان کی شکل اختیار
کرلی ہے، اس عہد کا سب سے بڑا المیہ ہے اور اب یہی المیہ ہمارے
درمیان بحث وتمحیص کا موضوع ہے، مصوری اور شاعری میں
علامت نگاری کی تحریک زار کی شاعری، وجودیت کا فلسفہ، کافکا کے
ناول، یہ سب اس کے ثبوت میں پیش کئے جاسکتے ہیں۔

قیصر الجعفری بھی اس سنگِ گراں سے آشنا ہیں۔ احساس کی سطح
پر دوسرے شعراء کی طرح انھیں بھی اپنے خوابوں کی شکست اور نئے عہد کی
میکانیکیت اور بے رحمی کا احساس شدید ہے چنانچہ اس نئے مجموعے
میں جس موضوع کو سب سے زیادہ برتا گیا ہے وہ احساسِ محرومی ہے ۔
ملاحظہ فرمایئے ؎

ساری شادابی تو پی لی پچھلے سال کے سورج نے
نذر کئے موسم نے ہم کو سوکھے پتوں کے انبار

•

پیاسے رہے جہاں میں، پیاسے گئے جہاں سے
دو بوند بھی نہ پائی اس بحرِ بیکراں سے!

لیکن ان اشعار میں احساسِ محرومی کا اظہار ہے، شکست کا اعتراف
نہیں۔ ایک صحت مند وتوانا (اگرچہ اب تو صحت وتوانائی کا یہ تصور
بھی مضحکہ خیز لگتا ہے) دل ودماغ کا شاعر ہونے کی حیثیت سے قیصر اس
فقدان کی تلافی اپنی ذات کے نہاں خانوں میں تلاش کررہے ہیں اور کبھی
اسی ذات کے حوالے سے اپنے ماضی میں، لیکن جیسا کہ ابھی مذکور ہوا
اب یہ فرد کی اپنی ذات بھی اپنا اعتبار کھوتی جارہی ہے اور غالباً قیصر کو
اپنی یہ تلاش کہیں کہیں خود بھی بے معنی لگنے لگی ہے ؎

میرا وجود ہے مرے ماضی کا مرثیہ!
جو شمع بجھ گئی ہے اسی کا دھواں ہوں میں

پھر بھی اس کا اعتراف کیا جانا چاہیئے کہ اپنے عہد کے اوصاف و
عیوب کو قیصر نے پوری طرح سمجھا ہے اور بڑی حد تک اس ادراک کی
سمت صحیح ہے۔

لیکن شعر گوئی کے لئے فنکار کی حسیت کا عصری ہونا کافی نہیں بلکہ
اس آگہی کا شاعر کی شخصیت میں تحلیل ہوجانا بھی لازمی شرط کی حیثیت
رکھتا ہے کہ اس کے بغیر جذبے یا فکر کا کوئی (SHADE) اپنی منفرد
ذات کے حوالے سے بیان ہی نہیں کیا جاسکتا ہے اور یہی ذاتی حوالے جو
اپنے اظہار کے لئے ایک خاص شعری لسانیات کا بھی مطالبہ کرتے ہیں
ایک ہی عہد کے دو نمائندہ شعراء کے درمیان امتیاز کا موجب بنتے ہیں
اسی بناء پر میر، سودا سے اور غالب، مومن وشیفتہ سے مختلف تھے،
اور ماضی قریب میں فیض، مخدوم اور ہمارے عہد میں ظفر اقبال، منیر نیازی
سے مختلف ہیں۔

قیصر الجعفری اگرچہ بعض غزلوں میں اپنی مخصوص آواز کی بناء پر دوسروں
سے الگ دکھائی پڑتے ہیں لیکن ابھی غالباً ان کی منفرد شخصیت نے اپنے
اظہار کے محاورے (IDIOMS) دریافت نہیں کئے جس سے وہ لسانیات
تشکیل پاتی جو ان کی اپنی آواز کہی جاسکے، اور اس کا سبب بیشتر شمع،
گل، ساغر، جام، پروانہ، خار وغیرہ کی زبان ہی جعفری کا وسیلۂ اظہار
رہی ہے ؎

قیصر چمن میں بادِ خزاں اس طرح چلی ؛ پتوں کے ٹوٹنے کی صدا بھی نہ سن سکے!

پھر بھی ایسی غزلوں کی تعداد خاصی ہے جس میں قیصر کا اپنا منفرد لہجہ بہت واضح طور پر نمایاں ہوا ہے اور اس کی اُمید کی جاتی ہے کہ اپنے اگلے مجموعے کی اشاعت تک (جس کا اشتہار 'سنگ آشنا' کے گرد پوش پر ہے) اپنا ایک منفرد محاورہ پالیں گے جو صرف اور صرف اُن کی آواز ہوگی۔

یادوں کے اُجالے (شعری مجموعہ)

مصنف: روشن لال روشن۔ قیمت: بیس روپے
ناشر: نشاط امروہوی۔ ملنے کا پتہ: بزم میر
۸۹۰ کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی - ۱۱۰۰۰۲

روشن لال روشن، دہلی کے ادبی حلقوں میں کافی مقبول ہیں۔ آپ کا کلام فکر و احساس سے پُر ہے۔ پولیس آفیسر ہونے کے باوجود آپ کے احساس میں نزاکت اور فکر میں گہرائی ہے۔ آپ نے اپنے پیشے کو اپنے ذوق کے قریب آنے نہیں دیا۔ ماضی کی اچھی روایتوں کو آپ نے اپنے فن کا جزو بنایا ہے اور روایت کو قائم رکھنے کے لئے محنت کی ہے، غزل کو آگے بڑھانے کی اپنے تئیں کوشش کی ہے۔

"یادوں کے اُجالے" میں صرف غزلیں ہی ہیں اگر اس کے علاوہ کچھ ہے تو متفرق اشعار۔ 'یادوں کے اُجالے' پڑھنے کے بعد جی چاہتا ہے کہ اسے 'ہوم لائبریری' کی زینت بنالیا جائے اور وقتاً فوقتاً اس مجموعے کو پڑھا جائے۔ شعری تشنگی رکھنے والے قاری کو ان کا کلام مطمئن کرنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔

غزل کے روایتی فارم کو روشن نے تقریباً اپنی ہر غزل میں ملحوظ رکھا ہے، لیکن غزل کے دامن میں اور جو کچھ بھی سمیٹا جا سکتا تھا انھوں نے سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔ ایک ایک مصرعہ سے ان کی محنت اور زبان سے محبت کی جھلک نظر آتی ہے۔ چند مشکل مضامین کو انھوں نے شعر کے سانچے میں بڑی آسانی کے ساتھ ڈھال دیا ہے۔ کہیں جذبے کا اظہار ملتا ہے تو کہیں احساس اور کہیں ناصحانہ انداز۔ روشن لال روشن کی شاعری ایک روشن ذہن کی دین ہے۔ روشن کے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے ؎

فنا سے زندگی مٹتی ہے لیکن
نئی اک زندگی بھی ہے فنا میں

خدا سے محبت کریں گے بھلا کیا
جنھیں آدمی سے محبت نہیں ہے

•

عمر کے ساتھ نہیں عشق کو کوئی نسبت
عشق جس عمر میں ہوتا ہے حسین ہوتا ہے

•

چھُئے ہیں مُسکرا کر یہ بجا ہے
مگر دانتوں پسینہ آگیا ہے

•

پیرہن جھوٹ کے پہناؤ مگر یاد رہے
چھپ نہیں سکتی کسی طرح صداقت کوئی

۱۴۴ صفحات کی اس کتاب میں ایسے کئی اچھے اشعار ملتے ہیں مگر کئی خوبیوں کے باوجود میں آخر میں یہ کہنا چاہوں گا کہ کاش اس مجموعہ میں شامل غزلوں کا انتخاب اچھا ہوتا اور اس کی ترتیب پر نظر ثانی کی جاتی۔ ہر غزل میں اشعار کی نشست کا خیال رکھا جاتا تو بہتر ہوتا۔

تبصرہ نگار: رفیق جعفر

مراسلت و ترسیل زر کا پتہ:
چیف ڈائرکٹر،
ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز،
گورنمنٹ آف مہاراشٹر،
منترالیہ، بمبئی نمبر ۳۲ ۴۰۰۰۰

نغمۂ برشگال

• دلبر عثمانی امروہوی

نیازیان۔ امروہہ (یو۔ پی)

برسات کا موسم آیا ہے گھنگور گھٹا کی چھایا ہے
دل اس کا بھی تڑپایا ہے یوں کوئی ملن کو آیا ہے

یہ بوندیاں چھوٹی چھوٹی سی آکاش سے بادل لایا ہے
تصویر ہے میرے رونے کی دل اُس کا یوں بھر آیا ہے

ہر پتہ سبز درختوں کا اور فرشِ گھاس زمرّد کا
پھر آبِ کوثر کی بارش برسات کا یہ سرمایا ہے

کچھ قطرۂ بارش، کاکُل پر اور کاکُلِ پیچاں اس رُخ پر
مہتاب نکل کر بدلی سے اس شوخ سے یوں شرمایا ہے

جب کالی بدلیا چھائی ہے اک مستی اُس پر آئی ہے
تب مست انکھڑیوں سے اُس نے اک ساغرِ مے پلوایا ہے

بجلی کی کڑک سے وہ ڈر کر کہتے ہیں چھپا لیجے مجھ کو
پھر گھر کر بادل آیا ہے اک اجگر سا لہرایا ہے

گلشن میں سبز پری بن کر سبزے پہ خرامِ ناز کیا
آکاش سے بوندا باندی میں یوں سیمیں بدن چمکایا ہے

قاصد مجھے لینے آیا ہے پرسش پہ یہ کہتا ہے مجھ سے
ہاں ہاں کوئی ہے کوئل بھی اور پپیہا گایا ہے

اِن کالی کالی راتوں میں بدمست فضاؤں سے ہو کر
اُس نے بھی دلبر اک گیت ہمیں کیا فرحتناک سنایا ہے

• بسنت کمار بسنت

۳۹۔ ٹیڑھی بازار، رکاب گنج، لکھنؤ (یو۔ پی)

رسم و رواج عہدِ کہن کے مٹا دیئے
جینے کے عہدِ نو نے سلیقے سکھا دیئے

کون آرہا ہے کس کے لئے تو نے اے نسیم
چُن چُن کے خارِ راہ میں غنچے بچھا دیئے

وہ لوگ جو مٹانے چلے تھے میرا وجود
برقِ تپاں نے اُن کے نشیمن جلا دیئے

یہ تو نہ ہو سکا کہ جلاتا بجھے چراغ
جلتے ہوئے چراغ کسی نے بجھا دیئے

آئے جو میکدے میں تو چھلکے خم و سبو
اُٹھے جو میکدے سے تو شیشے صدا دیئے

ہم سے خفا ہیں لوگ تو اس بات پر بسنت
ذہن و خرد کے ہم نے خزانے لٹا دیئے

*

غزلیں

ڈاکٹر محمد منشاء الرحمٰن خاں منشاء

۱۱۔ اسٹارکی ٹاؤن ، ناگپور

سنگین مرحلوں سے گذرتے رہیں گے لوگ
جینے کے نام پر یونہی مرتے رہیں گے لوگ

بے عملیوں کے عیب چھپانے کے واسطے
الزام بختِ خفتہ پہ دھرتے رہینگے لوگ

لطفِ حیات ہوگا نہ حاصل کبھی انھیں
جب تک غمِ حیات سے ڈرتے رہینگے لوگ

عزم و یقیں کی پُشت پناہی نہ ہو تو پھر
ہو ہو کے ریزہ ریزہ بکھرتے رہینگے لوگ

دامِ ہوس میں ہو کے گرفتار ناکجا
مذموم پستیوں میں اترتے رہینگے لوگ

فکرِ علاج بھی کوئی ہوگی کہ بس یونہی!
شکوے گلے زمانے کے کرتے رہینگے لوگ

منشاؔ یہ دیکھنا ہے کہ آخر کہاں تلک
زندہ حقیقتوں سے مکرتے رہینگے لوگ

*

• جمیل سحرؔ

حریمِ آذر، ہریالی گاؤں، وِکھرولی، بمبئی ۸۳

ظُلمت کدے پہ نور کے بادل برس گئے
سورج کی اک کرن کو مگر ہم ترس گئے

زندانِ غم سے ایسے اسیرانِ ہوس گئے
ساتھ اپنے لیکے ٹوٹا سا تارِ نفس گئے

کھائے فریبِ وقت کے ہاتھوں کچھ اس قدر
کچھ لوگ بستے بستے سرابوں میں بس گئے

اپنوں پہ تبصرے میں کہوں کس طرح یہ بات
مجھ کو انا کے سانپ ملے اور ڈس گئے

مجھ کو یقین وقت کے طوفان کا ہُوا
اُڑ کر ہوا کے ساتھ ہی جب خار و خس گئے

بہہ سائی آگ پھولوں نے پتوں نے اُگلا خون!
فریاد کرنے ان سے جب اہلِ قفس گئے

وہ بھی فریب کا رہی ثابت ہوئے سحرؔ
لے کر جو اپنے ساتھ صدائے جرس گئے

*

• ایم۔ حفاظت بیگ ماہرؔ برہانپوری

۴/۴ اسی بلاک، ونوبا بھاوے نگر
پائپ روڈ، کرلا، بمبئی ۔ ۷۰۰۰۴

میرے داغوں میں نہاں شمس و قمر دیکھے گا کون
یہ نظارہ دل کی آنکھیں کھول کر دیکھے گا کون

اپنی نظروں سے سُلگتا اپنا گھر دیکھے گا کون
تو جدھر جائے گی بربادی ادھر دیکھے گا کون

کس نظارے سے نظر مجروح ہو کر رہ گئی
سن تو سب لیں گے مگر زخمِ نظر دیکھے گا کون

ہم سفر کوئی نہیں جُز تیرے اے گردِ سفر
لیکن اے گردِ سفر تیرا سفر دیکھے گا کون

کچھ تو کہہ دیجیے زباں سے خامشی کس کام کی!
دل میں کیا ہے دل کے اندر جھانک کر دیکھے گا کون

میں ہی راہی میں ہی رہبر میں ہی اپنا راہزن!
کون میری راہ میری رہگذر دیکھے گا کون!

میں تو دیدوں گا زمانے بھر کو ماہرؔ کا پیام
راہ تیری وقت کے پیغامبر دیکھے گا کون

*

ساحل احمد
ٹرنر، ایوننگ کرسچین کالج، الہ آباد

رات گئے تک جاگوں میں
صبح دعا کی سوچوں میں

نیند کی پریاں آتی ہیں
آنکھ جھپکتے دیکھوں میں

ابر کی کشتی آنکھوں میں !
کوئی جزیرہ ڈھونڈوں میں

سب کی ہتھیلی روشن ہے
کس کا چہرہ دیکھوں میں

یاد کی خوشبو ہونٹوں پر ! !
شہر بدن کا ڈھونڈوں میں

کیسی خواہش آنکھوں میں
دھوپ کی چادر اوڑھوں میں

❀

• حفیظ مالیگانوی

سارے ہنگاموں سے بے پروا ہوں میں
بھیڑ میں رہتے ہوئے تنہا ہوں میں

منعکس ہوں آئینہ در آئینہ
سیکڑوں چہروں میں اک چہرا ہوں میں

بیٹھے بیٹھے چھو رہا ہوں آسماں
آج اپنی کھوہ سے نکلا ہوں میں

بے سروسامانیوں کے باوجود
سارے عالم کی خبر رکھتا ہوں میں

چھپ نہیں سکتا کوئی رازِ نہاں
آپ کی دیوار سے اونچا ہوں میں

آج بھی جس سے ٹپکتا ہے لہو
جانیوالی رُت کا وہ سایا ہوں میں

آپ کیا مجھ کو دکھاتے ہیں حفیظ
ایک دنیا دیکھ کر آیا ہوں میں

☆

• شفیع اللہ خاں رآز اٹاوی
کٹرہ پردل خاں۔ اٹاوہ (یو۔پی)

کسی کی یاد میں جب اشکِ غم مچلتے ہیں
تمام رات دیئے حسرتوں کے جلتے ہیں

کرم کی بھیک نہ مانگو ستمگروں سے کبھی
یہ آدمی نہیں پتھر ہیں کب پگھلتے ہیں

یہاں کسی کا نہیں کوئی غمگسار و رفیق
وہاں چراغ سے ابتک چراغ جلتے ہیں

وہاں پہنچ کے ملائک کا ساتھ کیا دیں گے
جب آدمی ہی یہاں آدمی سے جلتے ہیں

کہیں ضرور کوئی بے قرار رہتا ہے
مدام شام و سحر کروٹیں بدلتے ہیں

خزاں کے دور سے مایوس کیوں ہو دیوانو!
ابھی چمن کی ہواؤں کے رُخ بدلتے ہیں

جنھیں عذابِ شبِ غم سمجھ رہے ہو تم
اُن آنسوؤں سے نئے ماہتاب ڈھلتے ہیں

نظر بچا کے جدھر سے بھی میں گذرتا ہوں
مرے فسانے مرے ساتھ ساتھ چلتے ہیں

سنبھل سنبھل کے چلو وادیٔ محبت میں
یہیں سے رآز نئے راستے نکلتے ہیں!

❀

امین تابش

۲۰۳ ۔ ہما ۔ ۷ بنگلہ، جے۔ پی روڈ
اندھیری (ویسٹ) بمبئی نمبر ۵۸

ہو چکے مسمار خوابوں کے نگر
چھوڑیئے اب ماہتابوں کے نگر

خواہشوں کے ریگزاروں کا سفر
ملتے جاتے ہیں سرابوں کے نگر

اپنے ان پیاسے سوالوں کے لئے
ڈھونڈنے نکلے جوابوں کے نگر

ہم ہی تنہا تھے حسابی آدمی!
آ گئے ہیں بے حسابوں کے نگر

اپنے منصوبوں کا حاصل دیکھ لو
یہ رہے خانہ خرابوں کے نگر

سائباں سر پر تنا تھا دھوپ کا
زیرِ پا تھے آفتابوں کے نگر

اب ہے تعبیروں کی تابش جستجو
خواب میں دیکھے تھے خوابوں کے نگر

*

بہجس الہ آبادی

معرفت عارف احمد جی، اینٹاپ ہل،
ورلی، بمبئی ۔ ۴۰۰۰۳۷

کیجئے بیاں کیونکر جورِ آسماں تنہا
سیکڑوں ہیں افسانے اور اک زباں تنہا

خار کو بھی فطرت نے دی جگہ گلستاں میں
گل ہی کو نہیں حاصل حقِ گلستاں تنہا

ساتھ اگر نہ ہم دیتے راستے ہی میں اک دن
تھک کے رہ گیا ہوتا میرِ کارواں تنہا

بے شمار قطروں سے ہے بقا سمندر کی
دیکھنے میں لگتا ہے بحرِ بیکراں تنہا

ختم کی جنھوں نے تیرے در کی تنہائی
ورنہ آج تک ہوتا تیرا آسماں تنہا

اب کسی کی محفل میں ہے وہ سب کے ہونٹوں پہ
آج تک سناتے تھے ہم جو داستاں تنہا

راز دارِ دل نکلی وہ نگاہ بھی بہجس
ہم نے خود کو سمجھا تھا اپنا رازداں تنہا

نظام الدین نظام

۹۴ جی اے ویرانی مارگ، بمبئی ۸

چہرہ ہے تصور کی شرارت سے نظر بھی
سائے کی طرح ساتھ ہی چلتا ہے شجر بھی

سر میں ہے وہی ساغرِ جمشید کا سو
اور پیاس کو درکار ہے اک کاسۂ سر بھی

کردار کی عظمت کا کوئی عکس نہیں ہے
اک چیز مگر پھر بھی ہے تقدیسِ ہنر بھی

یا پیاس کی پریوں کی وہی آنکھ مچو
یا کھیل سرابوں کا ہے صحرا کا سف

زہریلی ہواؤں کا وہ طوفان تو گذرا
اب خون میں اترے گا حرارت کا بھنور بھی

کس موڑ میں کل رات کہا چاند سے
تکتا ہے فلک سے کبھی سینے میں اتر

نظامیہ میں مقصدی نظریہ کی ضرورت"

ـــ وزیراعلیٰ

زالیہ، بمبئی میں ۹ر جون کو حکومت کے سکریٹریوں سے خطاب کرتے ہوئے
شری انتولے نے اپیل کی کہ حکومت کے فیصلوں میں غریبوں کے مفاد
نظر رکھا جائے ۔ اپنی پالیسیوں اور پروگرام کے ذریعے عوام کے دکھ
ور کرنے کی کوشش کی جائے ۔ آپ نے مزید فرمایا کہ سرکاری امور میں
ی اور تعمیری نظریات رہنما اصول کے طور پر شامل ہونے چاہئیں۔
پ نے حکومت کے ذمہ داروں سے پرزور اپیل کی کہ وہ حکومت کی نئی
ل پر سنجیدگی سے عمل آوری کے لئے ان کے ہاتھ مضبوط کریں۔
س سے قبل، وزیراعلیٰ کا استقبال کرتے ہوئے چیف سکریٹری شری
گوائی نے پیش کردہ مقاصد کی حصولیابی کے لئے انتظامیہ مشینری کی
سے آپ کو مکمل تعاون کا یقین دلایا۔

تعمیر کردہ بلڈنگ کے معائنے کے لیے

وزیراعلیٰ کی عہدہ داران کو ہدایت

وزیراعلیٰ شری اے آر انتولے نے بمبئی میں ۱۹ جون کو بلڈنگ ریپیر اینڈ ری
کنسٹرکشن بورڈ کے افسران کو ہدایت دی ہے کہ وہ ویرار میں حال ہی میں تعمیر کردہ
بلڈنگوں کی تعمیر کا معائنہ کریں۔
وزیراعلیٰ کو ان بلڈنگوں کے مکینوں کی جانب سے شکایت ملی ہے کہ بلڈنگ
...میں ناقص مال استعمال کیا گیا ہے۔
وزیراعلیٰ نے فوری طور سے بورڈ کے فلائنگ اسکواڈ کو معائنہ کا حکم دیا ہے۔

قومی راج میں شائع شدہ مواد حوالہ کے ساتھ یا بلا حوالہ نقل کیا جا سکتا ہے۔ تاہم جس شمارے میں یہ مواد شامل ہو اس کی ایک کاپی چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی ۳۲-۴۰۰ کے نام ضرور روانہ فرمائیں۔

(ادارہ)

وزیراعلیٰ کی جانب سے

خیرخواہوں کا شکریہ

وزیراعلیٰ شری اے .آر انتولے نے وزارت اعلیٰ کے عہدہ
پر اپنی تقرری کے سلسلے میں عوام کی جانب سے مبارکباد اور
نیک خواہشات کے لئے اپنے گہرے تشکر کا اظہار کیا ہے۔
وزیراعلیٰ نے کہا کہ مہاراشٹر کے عوام نے جنھیں وزیراعظم
شریمتی اندرا گاندھی کی قیادت پر پورا بھروسہ ہے، مجھے ایک
عظیم ذمہ داری سونپی ہے۔ آپ نے یقین دلایا کہ وہ اپنے ان
فرائض کو کامیابی سے نبھانے کے لئے کوئی کوتاہی نہیں کریں گے۔
آپ نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ لوگوں کی توقعات پہلے سے کہیں
زیادہ بڑھ گئی ہیں۔ یہ بالکل قدرتی ہے کہ لوگ اس بات کی
توقع رکھیں کہ ان کی مشکلات جلد دور ہوں اور ان کے خواب
پورے ہوں۔
آپ نے مزید فرمایا کہ اس کے لئے عوام کا تعاون نہایت
ضروری ہے اور انھیں یقین ہے کہ جو ذمہ داری انھیں سونپی
گئی ہے اسے نبھانے کے لئے عوام کا تعاون اور ان کی نیک
خواہشات ہمیشہ ان کے ساتھ رہیں گی۔

شری ایس ایل لولہ

شری ایل ایس لولہ ۔ سابق چیف سکریٹری گورنمنٹ آف مہاراشٹر نے
۱۷ر جون ۱۹۸۰ء کو بحیثیت آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی وزیراعلیٰ کے سکریٹریٹ میں چارج
لے لیا۔ آپ براہ راست وزیراعلیٰ کی زیرنگرانی کام کریں گے۔

آپ بحیثیت آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی ۲۰ نکاتی پروگرام نیز ۵ نکاتی سماجی و معاشی
پروگرام کی عمل آوری میں نگرانی اور رابطہ کا کام انجام دیں گے ۔ عام شکایات کو
تیزی سے دور کرنے کے لیے متعلقہ شعبے کو مستعد اور زیادہ کارگذار بنائیں گے نیز
بدعنوانی کو دور کرنے کے سلسلے میں آپ مشورے دیں گے ۔ آپ ان تمام فرائض
کے علاوہ وزیراعلیٰ کی طرف سے ان کے ذمے کیے جانے والے دیگر کام بھی انجام
دیں گے۔
شری لولہ کا آفس ٹیلی فون نمبر ۳۹-۲۴۳۲ اور منترالیہ ایکسٹنشن ۱۰۷ ہے۔

جواہر لعل نہرو کو خراج عقیدت

گورنر مہاراشٹر شری صادق علی نے آنجہانی جواہر لعل نہرو کی ۱۶ ویں برسی کے موقع پر ۲۷ مئی کو منترالیہ میں منعقدہ ایک تقریب میں شری جواہر لعل نہرو کی تصویر کو ہار پہنا کر خراج عقیدت پیش کیا۔

ضلع ناگپور میں سیلاب سے متاثرہ افراد کے لئے ۱۵۰ مکانات

کلکٹر ناگپور شری اے ایل یونگیر وار کے ہاتھوں ۱۷ مئی کو ناگپور ضلع میں کونبواڑی، کنہولی، شیرولی اور ناکل گھاٹ کے سیلاب سے متاثرہ افراد کو ۹/۷۵ لاکھ روپئے کی لاگت سے بنائے گئے ۱۵۰ مکانات : ئے گئے۔

کلکٹر نے اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ سیلاب سے متاثرہ ا۔ اد کو چاہیئے کہ ان کی بہبود کی خاطر ریاستی حکومت کی وضع کردہ مختلف اسکیموں سے فائدہ اٹھائیں۔

اینٹ سمنٹ اور ٹائیلز سے تیار کردہ مکانوں پر ۶۵۰۰ روپیے لاگت آئی ہے۔ کل ۳۰۰۰ مکانات ۱/۲۰ کروڑ روپے خرچ کرکے ضلع ناگپور کے ۲۹ متاثرہ موضع جات میں تعمیر کئے گئے ہیں۔

محمود درانی چوک کی افتتاحی تقریب اور مشاعرہ

کرلا، بمبئی میں ۱۴ مئی کو برٹ مارگ اور پانکر مارگ کے چوراہے پر میئر آف بمبئی شری بابوراؤ شیٹے کے ہاتھوں اردو کے مشہور شاعر محمود درانی مرحوم کے نام سے منسوب کیے جانے والے چوک کی افتتاحی تقریب منعقد کی گئی جس کی صدارت علاقے کے میونسپل کونسلر شری کسن شیلار نے کی۔ خصوصی مہمانوں میں شری رام منوہر ترپاٹھی ایم ایل سی، میونسپل کونسلر شری ایکنا تھ کوپرڈے، شری دشرتھ مدھوکنا ورکس کمیٹی کے چیرمین شری جی، بی، دو دیتا، میونسپل کونسلر شری غلام رسول قریشی، شریمتی سگندھارا نے اور محمود درانی میموریل کمیٹی کے چیرمین شری ظفر گورکھپوری شامل تھے۔

بقیہ " بولے تو چاندی - چپ رہے تو سونا "

" بابا - تم ان باتوں کو کیا جانو - بہتر ہے ایک گوشے میں خاموشی سے پڑے رہو "۔

قارئین اکرام۔
آپ سوچتے ہوں گے یہ کوئی افسانوی کردار ہے ؟
نہیں - یہ ایک لحاظ سے میں ہوں - ایک لحاظ سے آپ ہیں اور ایک لحاظ سے ہم سبھی لوگ - کہتے ہیں زمانہ قدیم میں بیویاں، شوہروں کی غذا میں مخصوص جڑی بوٹیاں ڈالتی تھیں اور ان کی زبان بند کر دیتی تھیں۔
کیا آپ نہیں مانتے کہ ہمیں بھی وہی جڑی بوٹیاں کھلائی گئی ہیں ؟
آپ اپنے اوپر نظر ڈالیئے اور دیکھئے کہ کیا آپ زبان رکھتے ہیں ؟
مسلماً نہیں - یقیناً آپ کی زبان بند ہے۔
لطف یہ ہے کہ یہ آدمی بہت سی باتوں میں میری اور آپ کی شبیہ ہے اس کا دل بھی ایک بات کہنے کے لئے پھڑ پھڑاتا رہتا ہے لیکن سبھی اس پر چلاتے ہیں۔
" ساکت ... خاموش .. "
اگر مجھے بولنے کی اجازت ہوتی تو اس سے کہتا
" آزاد ہو، جو دل چاہے کہو - بولو - لیکن تم کہنا کیا چاہتے ہو "
" تم کہ اپنی زندگی کے پہلے روز سے خاموش رہے ہو - تمہارے پاس زبان ہی کہاں ہے جو بولو "

اسی شب انجمن اسلام کرلا ہائی اسکول کے گراونڈ پر یاد محمود منا گئی اور شری ظفر گورکھپوری کی صدارت میں ایک شاندار مشاعرہ منعقد ہوا جس میں شری کیفی اعظمی، جناب شبیر احمد راہی، شری نند کشور نوبڑ اور شری رام منوہر ترپاٹھی ایم ایل سی کے علاوہ، قیصر الجعفری، ضمیر کاظمی نظام الدین نظام، تاجدار تاج، دفا اعظمی، مجاز آشنا اور جمیل شامل تھے۔

کرلا میں ۱۴ مئی کو میئر آف بمبئی شری بابوراؤ شیٹے کے ہاتھوں " محمود درانی چوک " کے افتتاح کے موقع کی تصویر (۱) میئر آف بمبئی شری بابوراؤ شیٹے، اور دیگر شری رام منوہر ترپاٹھی، شری جی بی دوبیا (چیرمین ورکس کمیٹی) شعبان اعظمی کسن شیلار (میونسپل کونسلر) انور اور محمود درانی میموریل کمیٹی اور اردو رائٹرز ویلفیر ایسوسی ایشن کے چیرمین شری ظفر گورکھپوری۔

نئے وزیراعلیٰ شری اے۔ آر انتولے،
حلف نامۂ عہدہ و رازداری پر دستخط کر رہے ہیں۔
۹ رجون ۱۹۸۰ء کو راج بھون، ممبئی کے
دربار ہال میں منعقدہ تقریب میں گورنر مہاراشٹر
شری صادق علی نے آپ سے حلف لیا۔

حلف لینے کے بعد وزیراعلیٰ شری
آر انتولے براہ راست منترالیہ تشریف
لے گئے جہاں چیف سکریٹری شری پی جی گوائی
نے آپ کا استقبال کیا۔ ←

بعد ازاں شری اے۔ آر انتولے نے منترالیہ
میں حکومت کے سکریٹریوں سے خطاب کیا۔
بیگم نرگس انتولے آپ کے ہمراہ تھیں۔ چیف
سکریٹری شری پی۔ جی گوائی اور ایڈیشنل چیف
سکریٹری شری کے۔ کے مولگے بھی حاضر تھے۔

QAUMIRAJ: Regd. No. MH-BY South-54
Licence No. 89 for without prepayment of postage
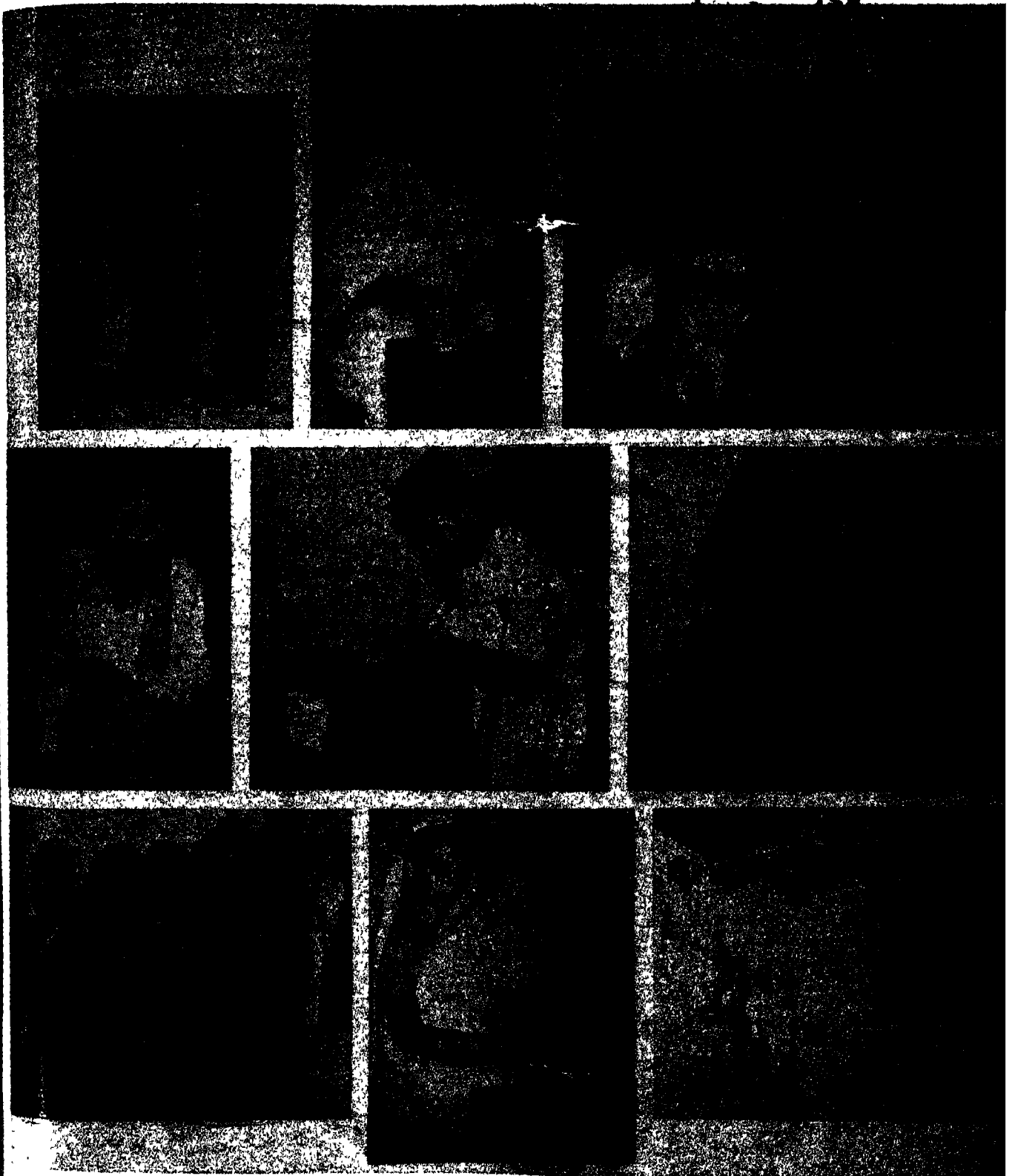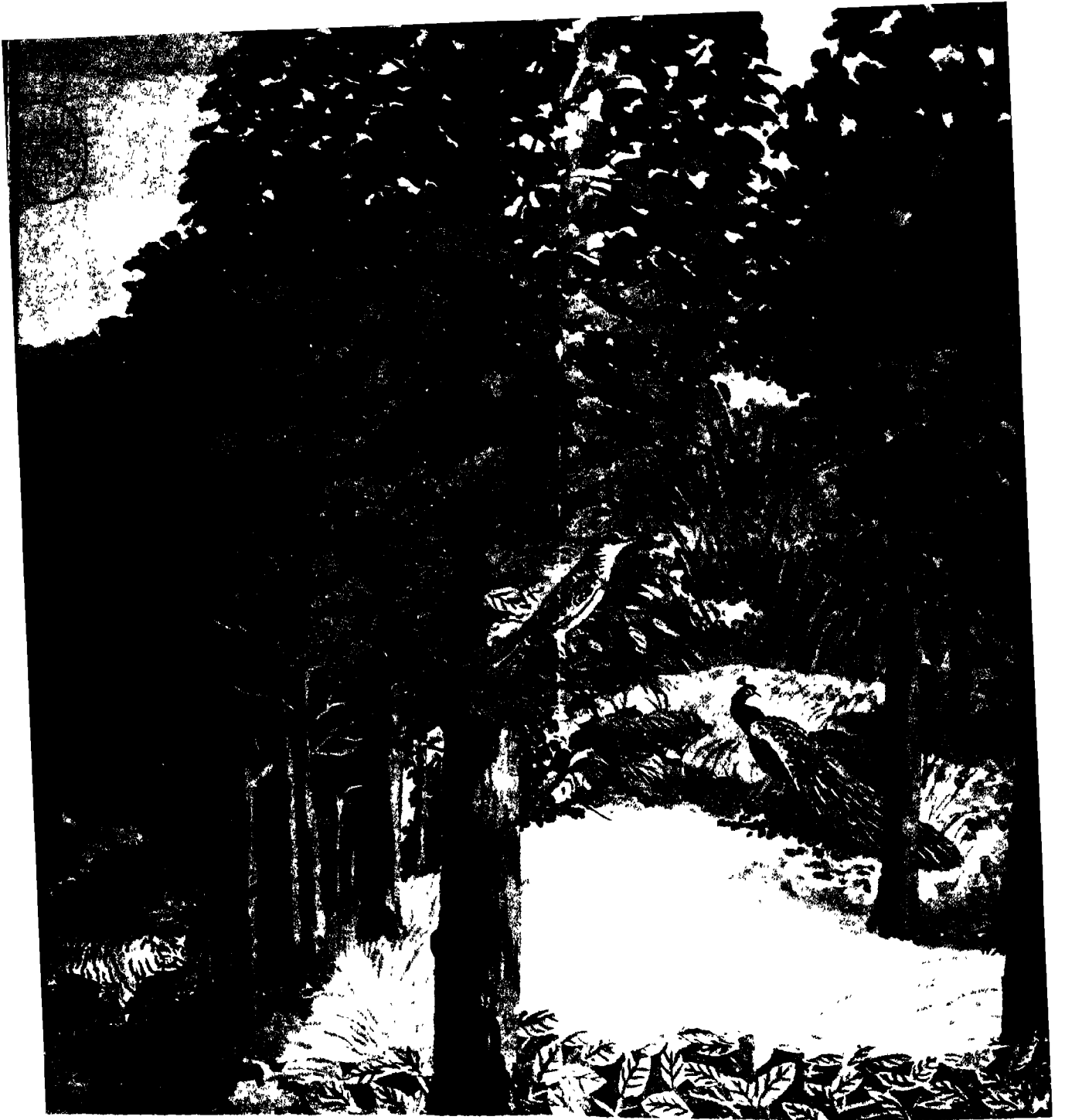
۱۰ جولائی ۱۹۸۰ء قیمت: ۵۰ پیسے

10/7/1980.

ہندوستان کے چوتھے سابق صدر
شری ورہاگیری وینکٹ گیری، بعمر ۸۶ سال،
بروز منگل ۲۴ر جون ۱۹۸۰ء کو اپنی
رہائش گاہ، گیری روڈ، تیاگرایہ نگر
مدراس میں رحلت فرماگئے۔

حکومت ہند نے بزرگ رہنما کی
یاد میں ۲۴ر جون ۱۹۸۰ء سے سات یوم
تک سرکاری طور پر سوگ منانے کا اعلان کیا۔
مزدور تحریک، قانون سازی، پارلیمانی
امور، سفارت اور سیاست کے میدان میں
نامور رہنما اور "بھارت رتن" کی آخری
رسومات ۲۵ر جون ۱۹۸۰ء کو سرکاری طور
پر پورے فوجی اعزاز کے ساتھ ادا کی گئیں۔

قومی راج

۱۰ر جولائی ۱۹۸۰ء

جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۱۳

ہر ماہ کی ۱۰ر اور ۲۵ر تاریخ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ: دس روپے * فی کاپی: پچاس پیسے

نگراں: خواجہ عبدالغفور (آئی۔ اے۔ ایس)

ترتیب

صفحہ نمبر

چیف ایڈیٹر: ایم۔ ایشور راج ماتھر

ایڈیٹر: — ریاض احمد خاں

سب ایڈیٹر: — عبدالوحید خاں جامعی

مہاراشٹر میں ۳۱ واں "وَن مہوتسو" (درخت اگاؤ مہم) منایا جارہا ہے جو کہ قدرتی ماحول میں توازن قائم رکھنے کے لئے اشد ضروری ہے

سرورق کی تصویر میں ایک سرسبز و شاداب جنگل کا منظر۔

- **آغا رشید مرزا دهلوی**

۱/۱۲ ، کانگریس ایگزبیشن روڈ، کلکتہ ، ۷۰۰۰۱۷

'قومی راج' اب اپنے معیار و مقام کے لحاظ سے خواص و عوام کے دلوں پر راج کر رہا ہے کیونکہ وہ عام روش سے ہٹ کر ایک انفرادیت کا حامل ہے۔ ہمارے ملک میں ایسے ادبی رسائل کی بڑی کمی ہے جو عام دلچسپی کے علاوہ روزانہ زندگی سے متعلق روزگار، گھریلو صنعت وغیرہ کارآمد چیزوں کو اہمیت دیں۔ 'قومی راج' کما حقہ وقت کی ان اہم ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ شعر و ادب کا حصہ بھی دلچسپ ہوتا ہے، گویا 'قومی راج' ہر ذوق کی تسکین کا سامان مہیا کرتا ہے۔

اس کی امتیازی خصوصیت اس کے خاص نمبر ہیں، خصوصاً خسرو نمبر، اقبال نمبر، اعلیٰ ادبی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے خاص نمبر بھی انفرادیت کے حامل ہیں۔ اس کارکردگی کے لئے 'قومی راج' کا ادارہ اور اس کے نگراں قابلِ مبارکباد اور صد ستائش ہیں۔

★

- **ڈاکٹر ابن یٰسین قدوسی**

نیا بازار، کامٹی (ناگپور)

'قومی راج' کا ہر شمارہ اپنی جگہ سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے سچ تو یہ ہے کہ اب یہ پرچہ تعریف سے بالاتر ہوتا جا رہا ہے۔ میری نیک تمنائیں 'قومی راج' کے ساتھ ہیں۔

★

- **شفیع اللہ خاں راز (ایم۔اے)**

ایس۔این کالج، کٹرہ پُر دل خاں، اٹاوہ (یو۔پی) ۲۰۶۰۰۱

اللہ نظرِ بد سے بچائے 'قومی راج' تیزی سے ترقی کی راہ پر گامزن ہے ملک میں بہت سے جرائد و رسائل سرکاری سرپرستی میں نکلتے ہیں لیکن 'قومی راج' ان سب میں اپنا منفرد مقام رکھتا ہے یقیناً یہ حسنِ ادارت کا کمال ہے جس کے لئے آپ حضرات مبارکباد کے مستحق ہیں۔

★

- **حکیم عزیز قدوسی**

شاہی دواخانہ، نیا بازار، کامٹی (ناگپور)

'قومی راج' کا "شیواجی مہاراج نمبر" پسند آیا، تمام مضامین وقیع اور جاندار ہیں۔ میری جانب سے مبارکباد قبول فرمائیں۔

★

- **عبد الستار بیدری** ، بیگم پیٹھ، شولاپور

۲۵ر اپریل اور ۱۰ر مئی کا مشترکہ شمارہ 'قومی راج' موصول ہوا پڑھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔

ریاست مہاراشٹر کی تشکیل کے بعد ۲۰ سالوں میں جو ترقی ہوئی یہ شمارہ اس کی صحیح عکاسی کرتا ہے۔ مختلف صنعتوں منصوبوں اور زراعتی ترقی کی سرگرمیوں سے آگاہی ہوئی۔ آئے دن 'قومی راج' قارئین کے دلوں میں اپنی وقعت بڑھا رہا ہے۔

اس رسالے کی ترقی کے لئے جو لوگ اپنا خون پسینہ ایک کر رہے ہیں ان سب کو اور حکومت مہاراشٹر کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

★

- **عتیق احمد عتیق**

نیا پورہ، مالیگاؤں، (ناشک)

"قومی راج" کے بیشتر شماروں کو خصوصی نمبر کی شکل دیدینا، ادب میں ایک طرح کی جدت ہے جو کئی اعتبار سے ملک و ملت کے لئے مفید ہے ہی دوسرے رسائل والوں کے لئے قابلِ تقلید بھی ہے۔ میری طرف سے مبارکباد قبول فرمایئے۔

★

- **نبی جمیل** - دبستانِ جمیل، ۳/۴۳۵، میونسپل کالونی، کھاروڈی مارٹے روڈ، ملاڈ (ویسٹ) بمبئی ۴۰۰۰۹۵

'قومی راج' ۱۰ر مئی ۱۹۸۰ء موصول ہوا، پرچہ خوب سے خوب تر ہو رہا ہے اور معلومات سے پُر۔ اس کی تعریف کرنا چاند کو شمع دکھانے کے مصداق ہوگا۔ دعا ہے کہ آپ کی اور دیگر معاونین کی سرپرستی میں دن دُونی رات چوگنی ترقی کرے۔

★

مجلس قانون ساز کا مشترکہ اجلاس

گورنر مہاراشٹر شری صادق علی کا خطاب

گورنر مہاراشٹر شری صادق علی نے ۳ جولائی ۱۹۸۰ء کو ریاستی مجلس قانون ساز کے مشترکہ اجلاس کا افتتاح کرتے ہوئے اپنی تقریر میں اعلان کیا کہ حکومت وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی کے بیس نکاتی پروگرام پر پھر سے کاربند ہوگی۔ جس سے سماج کے کمزور طبقات کو کافی فائدہ پہنچا تھا۔

آپ کی تقریر کا متن حسب ذیل ہے:-

عالی جناب چیرمین، عالیجناب اسپیکر، معزز ممبران

قانون ساز اسمبلی کے عام چناؤ کے بعد مجلس قانون ساز کے اس پہلے اجلاس میں آپ کا سواگت کرتے ہوئے مجھے خوشی ہوتی ہے! میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔

- مہاراشٹر کی جنتا نے پچھلے چناؤ میں جمہوری ڈھنگ سے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ ذات پات کے بھید بھاؤ پر یقین نہیں رکھتی۔ اس نے ان لوگوں کو چنا ہے جو سبھی طبقوں کی بھلائی چاہتے ہیں۔
- میری سرکار ایک خوشحال مہاراشٹر بنانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ یہ کام وہ "سب کی بھلائی اور کسی کے تئیں برائی نہیں" اس جذبہ سے انجام دے گی۔
- ہماری محترمہ وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی کا ۲۰ نکاتی پروگرام جس سے سماج کے کمزور طبقوں کو کافی فائدہ پہنچا ہے، وہ پھر سے شروع کیا جائے گا۔ اور اس پر موثر ڈھنگ سے عمل کیا جائے گا۔

میری حکومت نے حال ہی میں تین ہفتہ پہلے کاروبار ہاتھ میں لیا ہے۔ اس کے مقاصد اور کام عام لوگوں کی بھلائی کے لئے ہوں گے۔

- جو پروگرام اس سال میری حکومت لینا چاہتی ہے اس کے خاص پہلوؤں کی طرف میں آپ کا دھیان دلانا چاہوں گا۔
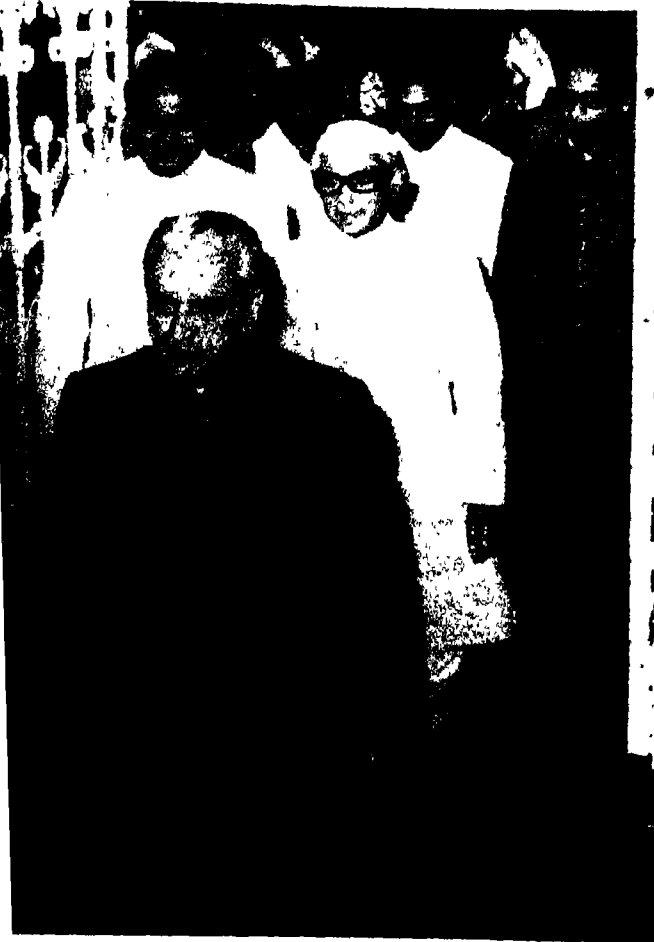
مہاراشٹر حکومت کے ۱۹۸۰-۸۱ء کے سالانہ منصوبہ میں کل ۸۷۷٫۳۲ کروڑ روپے کا خرچ بتایا گیا ہے ۔ اس میں ۸۰-۱۹۷۹ء کے اصل خرچ کے مقابلے میں گیارہ فیصد کا اضافہ ہوا ہے ۔ اور ۸۰-۱۹۷۹ء میں جو خرچ ہونے کا اندازہ ہے اس کے مقابلے میں آٹھ فیصد کا اضافہ ہوا ہے ۔

کھیتی اور اس سے تعلق رکھنے والے دوسرے کام سینچائی ، بجلی میں اضافہ اور جدید ترین ضروری پروگراموں پر زیادہ زور دیا گیا ہے ۔ حکومت کے پروگرام کے کل خرچ میں سے قریب ۱۷٫۰۸ فیصد خرچ کھیتی اور اس سے تعلق رکھنے والے دوسرے کاموں کے لیے ہے ۔ اس میں سے قریب ۹٫۳۵ فیصد خرچ دیہی ترقی کے خاص پروگرام پر کیا جائے گا ۔

اس میں ضمانت روزگار اسکیم بھی شامل ہے ۔ سینچائی اور بجلی ترقیات کے لیے قریب ۵۴٫۰۰ فیصد خرچ کا انتظام کیا گیا ہے ۔ اس میں سے ہی ۱۹٫۵۰ کروڑ روپے ورلڈ بنک کی مدد سے بن رہے بڑے سینچائی منصوبے کیلئے رکھے گئے ہیں ۔

بجلی پیدا کرنے و ٹرانس میشن کے بہت سے پروگراموں کے لیے جن کا کام جاری ہے ۔ آئندہ خرچ کا انتظام کیا گیا ہے ۔ جدید ترین ضروری پروگرام کے لیے قریب ۵۹٫۰۵ کروڑ روپے خرچ کرنے کی گنجائش رکھی گئی ہے ۔

نیا چھٹا پانچ سالہ منصوبہ ۱۹۸۰-۸۱ء سال سے شروع ہو رہا ہے ۔ پلاننگ کمیشن نے ریاستی حکومت سے چھٹا پانچ سالہ منصوبے کا مسودہ بنانے کا کام شروع کرنے کی فرمائش کی ہے ۔ پلاننگ کمیشن نے کچھ ہدایتیں بھیجی ہیں اور ان پروگراموں پر زور دیا ہے جن سے سماج کے کمزور طبقہ کے لوگوں کا بھلا ہو ، مثلاً بے زمین مزدور ، درج فہرست جاتیاں اور قبائل اور دیہی کاریگروں کو روزگار دینے پر بھی کافی زور دیا گیا ہے ۔ اس میں پڑھے لکھے بے روزگار بھی شامل ہیں ۔

میری حکومت نے اس سلسلے میں کام شروع کر دیا ہے ۔ اور امید کی جاتی ہے کہ نیا پانچ سالہ منصوبہ ستمبر ۱۹۸۰ء کے اواخر تک تیار ہو جائے گا ۔

ضمانت روزگار اسکیم جسے ۱۹۷۲ء سے مہاراشٹر میں عمل میں لایا جا رہا ہے اسے کل ہند سطح پر قبول کر لیا گیا ہے ۔

میری حکومت چاہتی ہے کہ اس سلسلے میں جو رکاوٹیں ہیں انھیں ہٹایا جائے اور پروگرام کو زیادہ زوردار اور پر اثر بنایا جائے ۔ ضمانت روزگار اسکیم کے تحت دو لاکھ میٹرک ٹن اناج بانٹا جائے گا ۔

مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام کو ۱۹۸۰-۸۱ میں حکومت کے ۱۴۷ بلاکوں میں پھیلایا جائے گا ۔

میری حکومت چاہتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ کاشت سینچائی کے تحت لائی جائے اور اس کے لیے معقول رقم کا انتظام کیا جائے ۔ اس کے علاوہ ضمانت روزگار اسکیم کے تحت کام دینے کے لیے سینچائی منصوبہ کو ہاتھ میں لیا جا رہا ہے ۔ اس پروگرام کے مطابق مزید ۱۰٫۵ ہیکٹر زمین کو سینچائی کی سہولتیں جون ۱۹۸۱ء تک مل سکیں گی ۔

موجودہ تھین کی کمی کو پورا کرنے کے لیے یہ طے کیا گیا ہے کہ اس خریف موسم میں رعایتی شرح پر پانی دیا جائے ۔

میری حکومت نے کھار زمین کی ہمواری اور رکھ رکھاؤ کی پوری ذمہ داری لے لی ہے ۔ کھار زمین کے بہت سے منصوبے جو پورے ہو چکے ہیں ان میں ہمواری کی فوری ضرورت ہے ۔ یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ اس سال ہمواری کا کام ضمانت روزگار اسکیم کے تحت لیا جائے اور اس کے لئے نئے عملے کا انتظام کیا جائے ۔

حال ہی میں مرکزی پٹرولیم ، کھاد اور کیمیکل کے وزیر نے یہ بیان دیا ہے کہ قلابہ ضلع میں تھال وائشیت کے کھاد پروجیکٹ کو وہاں سے ہٹایا نہیں جائے گا ۔ اس کا میری حکومت سواگت کرتی ہے ۔ یہ پروجیکٹ جلد پورا کیا جائے اس کے لیے میری حکومت ہر ممکن مدد اور سہولت دے گی ۔ تاکہ ریاست میں گیس والے پٹروکیمیکل کارخانے قائم کیے جائیں اور تمام مواقع کا پوری طرح سے فائدہ اٹھایا جائے ۔ اس سلسلے میں میری حکومت مرکزی حکومت سے صلح و مشورہ کرتی رہے گی ۔ اور ہر قسم کی مدد دینے کے لیے تیار رہے گی ۔

میری حکومت خاص کر پچھڑے علاقوں میں صنعتی فروغ میں تیزی لائے گی ۔ اس کے لیے وہ کچھ خاص سہولتیں دے گی جو لوگوں کے لیے حوصلہ افزا ہوں ۔ نئی صنعتی یونٹوں کو قائم کرنے کی کارروائی کو آسان بنایا جائے گا ۔ مزدور طبقے سے اچھے رشتے قائم کرنے کی پوری کوشش کی جائے گی اور جو کام

جھگڑے ہوں انھیں فوراً نپٹایا جائے گا۔ بیمار اور بند کارخانوں کو کھولنے کے لیے بھی کوشش کی جائے گی۔

میری حکومت یہ چاہتی ہے کہ تعلیم یافتہ بے روزگار اور دیہی نوجوانوں کی مدد کی جائے تاکہ وہ بیوپار اور صنعت کے میدان میں اپنے لیے روزگار کے نئے راستے کھول سکیں۔ چھوٹے صنعت کاروں کو معقول مالی امداد دی جائے گی۔ اور مرکزی حکومت نے ٹرائیسیم (TRYSEM) کا جو نیا منصوبہ تیار کیا ہے اس کے لیے دیہی نوجوانوں کو صنعتی ٹریننگ دی جائے گی تاکہ وہ خود اپنا کاروبار قائم کر سکیں۔

مہاراشٹر میں پچھلے سال ۲۱ر۵۰ لاکھ ٹن شکر کی پیداوار ہوئی تھی۔ ۸۰-۱۹۷۹ء میں گھٹ کر ۱۱ر۴۷ لاکھ ٹن رہ گئی ۔ ۸۰-۱۹۷۹ء میں گنے کی کاشت کی زمین میں بھی کمی ہو گئی ۸۰-۱۹۷۹ء کے مقابلے میں ۸۱-۱۹۸۰ء میں زیادہ زمین پر گنے کی کاشت ہونے کی امید ہے۔ ہماری یہ کوشش رہے گی کہ جن بارہ کارخانوں کو لائسنس ملا ہے وہ آنے والے موسم میں ہی شکر تیار کرنا شروع کر دیں۔ سات اور کارخانوں کو لائسنس دینے کا سوال ہمارے سامنے موجود ہے۔ مرکزی حکومت سے اس سلسلے میں بات چیت کی جائے گی۔ یہ بھی تجویز ہے کہ چھٹے پانچ سالہ منصوبہ کے دوران بڑی سے بڑی تعداد میں کوآپریٹیو اسپننگ ملیں کھولی جائیں۔ ان ملوں کو کوآپریٹیو نیشنل ڈیولپمنٹ کارپوریشن کی مدد حاصل ہو گی۔ مرکزی حکومت سے بھی درخواست کی جائے گی کہ وہ اس کام کے لیے مناسب مالی امداد کا انتظام کرے۔

کپاس خریدی اسکیم جاری رکھی گئی ہے۔ مہاراشٹر خام کپاس (خریدی، پروسیسنگ اور فروخت) ایکٹ ۱۹۷۱ء، ۳۰ جون ۱۹۸۰ء کو ختم ہو جاتا ہے۔ ایک آرڈی ننس کے ذریعہ اس کو ایک سال کے لیے بڑھا دیا گیا ہے۔ میری حکومت نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ چھوٹے کسانوں کا کوآپریٹیو کریڈٹ اداروں کی طرف جو قرض باقی ہے اس کی پوری ادائیگی سرکار کرے گی۔ اصل رقم بھی اور سود بھی۔ ایسا کرنے کے بعد چھوٹے کسان پھر سے کوآپریٹیو کریڈٹ اداروں سے قرض لے سکیں گے۔ اس سلسلے میں میری حکومت مرکزی حکومت اور ریزرو بینک سے بات چیت کر رہی ہے۔

اس سال بارش وقت پر شروع ہوئی ہے اور کاشتکاروں نے بوائی کا کام وقت پر شروع کر دیا ہے۔ لیکن حال میں کھاد کی قیمتیں بڑھنے کی وجہ سے کسان اور حکومت کو بھی فکر ہو رہی ہے۔ میری حکومت امید کرتی ہے کہ یونین اگریکلچرل پرائس کمیشن خریف موسم کے لیے سپورٹ اور پروکیورمنٹ قیمتیں جب طے کرے اس وقت کھاد اور پیٹرولیم کی چیزوں کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کو اپنے خیال میں رکھے گا۔ میری حکومت یہ بھی دیکھے گی کہ کسانوں کو جوار اور کپاس کے عمدہ قسم کے بیج ٹھیک مقدار میں مہیا کیا جائے اور اس کے لیے دوسری حکومتوں پر کم سے کم بھروسہ رکھا جائے۔

میری حکومت نے ایک کمیٹی قائم کی ہے جو کسانوں کو وقت پر اور معقول مقدار میں بیج مہیا کرنے کے طور طریقوں پر سوچے گی۔ ایک اور کمیٹی بنائی گئی ہے جس کا مقصد یہ ہو گا کہ کس طرح چھوٹے اور معمولی کسانوں کو خود کفیل کیا جائے۔

گایوں کی مخلوط افزائش نسل کے لیے "آرٹیفشل انسیمی نیشن پروگرام" کے تحت حکومت جاری سال کے دوران ایک سو بارہ مرکز کھولے گی امید ہے کہ ایک مرکز پانچ سالوں میں چار ہزار بچھڑے پیدا کر سکے گا۔ آرے (بمبئی) میں روزانہ چار لاکھ لیٹر دودھ تیاری کی ڈیری اور احمد نگر میں روزانہ ایک لاکھ لیٹر دودھ تیاری کی ڈیری بنانے کا کام چل رہا ہے ۵ر۳۳ کروڑ روپے کی لاگت کا کولہاپور ڈیری پروجیکٹ کا کام چل رہا ہے۔ اس پروجیکٹ کے ذریعہ دو سرد خانے کھولے جائیں گے اور ڈیری کی قوت یومیہ دو لاکھ لیٹر بڑھا دی جائے گی۔ اس کے ساتھ روزانہ بیس ٹن دودھ پاؤڈر تیار کرنے کا کنورژن پلانٹ بھی قائم ہو سکے گا۔

عوام کو روزمرہ کی ضروری اشیا حاصل کرنے میں جن مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ اس سے میری حکومت اچھی طرح واقف ہے۔ اونچی قیمتیں ایک پریشان کن مسئلہ ہے۔ اس لیے میری حکومت ہر ممکن کوشش کرے گی کہ ضروری اشیا آسانی سے مل سکیں۔ اس مقصد سے عوامی تقسیم کاری کے نظام کو زیادہ بہتر بنانے کی کوشش کی جائے گی۔ حکومت یہ بھی کوشش کرے گی کہ عوام کو ضروری اشیا مناسب داموں پر دستیاب ہو سکیں۔ غیر قانونی کام کرنے والے غیر سماجی عناصر

۱۰ر جولائی ۱۹۸۰ء

کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی ۔

مہاراشٹر - کرناٹک سرحدی تنازعہ کے سلسلے میں حکومت کو پورا بھروسہ ہے کہ اس تنازعہ کا مناسب حل تلاش کر لیا جائے گا ۔

"راج بھاشا سال" سے سرکاری امور میں مراٹھی کا زیادہ سے زیادہ استعمال کیا جارہا ہے اور وہ اب وہ دن دور نہیں جب کہ حکومت کا سارا کاروبار مراٹھی میں کیا جائے گا ۔

ممبئی میں کونسل ہال کی تعمیر کا کام تیزی سے چل رہا ہے ۔ اس کے علاوہ ایک نئے ایم - ایل - اے ہوسٹل کی تعمیر کی تجویز بھی حکومت کے زیر غور ہے ۔

گندی بستیوں کے سدھار پر حکومت خاص توجہ دے رہی ہے ۔ اس مقصد سے جاری سال میں معقول انتظام کیا جائے گا ۔

- سماج کے کمزور طبقات کی حالت کو سدھارنے کے مسئلے کو حکومت کافی اہمیت دیتی ہے ۔ ان کے لیے رہائشی مکانات کی تعمیر پر غور کیا جارہا ہے ۔
- اسی طرح ٹوٹے ہوئے مکانات کی مرمت اور تعمیر کے کام بھی تیزی سے مکمل کیے جائیں گے ۔
- درج فہرست جاتی و قبائل کے افراد پر ظلم و ستم کی سختی سے روک تھام کے لیے پہلے ہی ایک مخصوص پولیس فورس قائم کی گئی ہے یہ بات قابل ذکر ہے کہ پچھلے چار مہینوں میں ان لوگوں پر ظلم و ستم کے واقعات میں کافی کمی واقع ہوئی ہے ۔
- پولیس کے لیے مکانات کی تعمیر کے کام کے پروگرام میں توسیع کرنے کی تجویز حکومت کے زیر غور ہے ۔ اس اسکیم میں غیر رہائشی عمارتیں بھی شامل ہیں ۔
- بے زمین اور بے گھر دیہی مزدوروں کو رہائشی مکانات کی تعمیر کے لیے جگہ اور جھونپڑیاں فراہم کرنے کی اسکیم کو بڑھاوا دے کر تیزی سے عمل میں لایا جائے گا ۔ اس اسکیم کا نفاذ ۱۵ ہزار تک آبادی والے 'سی' درجہ کے میونسپل علاقوں میں ہوگا ۔ فی جھونپڑی ۱۵سو روپیہ کی منظور شدہ رقم میں اضافہ کرکے دو ہزار کر دیا گیا ہے ۔ ایسے بے زمین مزدور جنھیں پہلے ڈیڑھ سو روپیہ لاگت کی جھونپڑیاں دی گئی تھیں ۔ اب نئی جھونپڑیوں کے بھی حقدار ہوسکتے ہیں ۔ اس سال تقریباً ۵۳,۶۰۰ جھونپڑیاں بنائی جائیں گی ۔ اور باقی ماندہ ایک لاکھ آٹھ ہزار جھونپڑیاں ۸۳-۱۹۸۲ء تک مکمل ہو جائیں گی ۔ موجودہ جھونپڑیوں کی مرمت کا کام بھی حکومت کے ذمہ ہوگا ۔
- پرائمری تعلیم عام کرنے کے لیے میری حکومت کوشش کرے گی کہ جن علاقوں میں پرائمری تعلیم کی سہولیات مہیا نہیں ہیں وہاں ایسی سہولیات مہیا کی جائیں ۔ اس کے علاوہ یہ تجویز بھی حکومت کے زیر غور ہے کہ ایسی فورس (اسکواڈ) قائم کی جائے جو پرائمری اسکولوں کا اچانک معائنہ کرے ۔
- ادیباسی نوجوانوں کو بھرتی کے لیے لئے جانے والے امتحانوں کے قابل بنانے اور ان میں شرکت کے لیے خصوصی تعلیم کا انتظام کیا جائے گا ۔
- شہروں میں فراہمی آب اسکیمات کو میری حکومت جلد سے جلد مکمل کرنے کی کوشش کرے گی ۔
- نئی ممبئی خصوصاً نہوا شیوا کی ترقی پر میری حکومت خاص توجہ دے گی ۔ وڈالا میں ٹرک ٹرمینل کے مزید سدھار کے بارے میں غور کیا جارہا ہے ۔ اس کے نتیجے میں مرکزی اور جنوبی ممبئی کی سڑکوں پر ٹرک آمد و رفت میں کافی آسانیاں پیدا ہوجائیں گی ۔
- ادیباسی علاقوں میں صحت عامہ کے انتظام میں بہتری پیدا کی جائے گی ۔ بیماریوں کی روک تھام اور علاج کے لیے ضروری سہولیات مہیا کی جائیں گی ۔ میری حکومت ہر ضلع میں سرکاری کاٹیج اسپتال قائم کرنا چاہتی ہے ۔
- دیہی علاقوں میں بھی طبی سہولیات میں بہتری پیدا کی جائے گی ۔ دیہی علاقوں میں طبی خدمات انجام دینے والوں کو مناسب امداد و سہولیات دی جائیں گی ۔
- میری حکومت کو اس بات کی خاص فکر ہے کہ تمام گاؤں اور بستیوں کو پینے کا صاف اور شفاف پانی مہیا ہو ۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ کنویں کھودے جائیں ۔ موجودہ کنووں کی مرمت کی جائے یا انھیں زیادہ گہرا کیا جائے ۔ نئے بور ویل تیار کیے جائیں اور جہاں ممکن ہو بذریعہ پائپ پانی فراہم کیا جائے ۔ ان سب کاموں کے لئے ضلع پریشدوں اور گرام پنچایتوں کو مناسب مالی امداد دی جائے گی ۔
- دیہی علاقوں میں پرائمری مدرسوں کے بچوں کو دوپہر کا کھانا دینے کی اسکیم پر مزید زور دیا جائے گا تاکہ ناقص غذا کے خراب اثرات کا ازالہ کیا جاسکے اور اسکول میں پڑھنے والے بچوں کی تعداد میں اضافہ ہوسکے ۔ جاری سال میں مذکورہ اسکیم کے تحت پرائمری اسکول کے چھ تا گیارہ سال کی عمر کے بارہ لاکھ بچوں کے مستفیض ہونے کی توقع ہے ۔

۱۰ر جولائی ۱۹۸۰ء

- درج فہرست جاتیوں اور قبائل کی فلاح و بہبودی سے متعلق منصوبوں کو تیزی سے عمل میں لایا جائے گا۔
- اس مقصد سے کہ سب کو انصاف ملے میری حکومت نے غریب و نادار افراد کو مفت قانونی امداد دینے کا انتظام کیا ہے۔ میری حکومت چاہتی ہے کہ غریبی کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے ایسے لوگ انصاف سے محروم نہ رہیں۔ اس سلسلے میں مناسب اقدامات کیے جائیں گے۔ میری حکومت کی کوشش ہوگی کہ مذکورہ اسکیم پر ٹھیک طور سے عمل ہوسکے۔
- سرکاری امور میں بجلی کے مسئلے کو فوقیت دی جائے گی۔ نصب شدہ قوت میں ۶۳۰ میگھاواٹ اور ۱۹۸۲ء تک بجلی قوت میں چالیس میگھاواٹ تک اضافہ کرنے کی تجویز زیر غور ہے۔ بجلی کی پیداوار اور مانگ میں توازن قائم رہے گا اور پیداوار میں اضافہ کی بھی گنجائش ہے۔ بجلی کی قوت میں اضافہ کی غرض سے اُجنی پروجیکٹ کی بابت میری حکومت مرکزی حکومت سے منظوری حاصل کرنے کی کوشش میں ہے۔ علاوہ ازیں پارلی میں بھی بجلی کی قوت میں اضافہ کے لیے بھی اسی طرح کی منظوری حاصل کی جائے گی فی الحال یہ دونوں اسکیمات مرکزی حکومت کے زیر غور ہیں۔
- ۱۹۸۰-۸۱ء کے خاتمہ تک ۷۵ فیصد دیہاتوں میں بجلی فراہم کیے جانے کی توقع ہے۔
- جاری اجلاس میں جو ضروری مسودۂ قوانین پیش کیے جائیں گے وہ حسب ذیل ہیں:-

۱۔ مہاراشٹر ولیج پنچایت (مہاراشٹر لیجسلیٹو اسمبلی انتخابات کی بنا پر انتخابات کا مزید عارضی التوار) بل، بابت ۱۹۸۰ء (۱۹۸۰ء کے آرڈی ننس دوم کی ایکٹ میں تبدیلی)

۲۔ مہاراشٹر خالی اراضی (غیر قانونی قبضہ کی روک تھام و بے دخلی) قانون، ۱۹۸۰ء

۳۔ مہاراشٹر ضلع پریشد و پنچایت سمیتی (ترمیمی) قانون ۱۹۸۰ء (۱۹۸۰ء کے چوتھے آرڈی ننس کی ایکٹ میں تبدیلی)

۴۔ مہاراشٹر خام کپاس (حصولیابی، پروسیسنگ اور مارکیٹنگ) (توسیع مدت) قانون ۱۹۸۰ء

۵۔ پنڈھرپور مندروں پر ناجائز سرگرمیوں کی روک تھام (یوجیا پاٹ کے لیے بہتر سہولیات) قانون ۱۹۸۰ء

۶۔ صنعتی تنازعہ جات۔ کارخانوں کے ملازمین کو مہاراشٹر بے کاری بھتہ کی ادائیگی (برائے عارضی مدت) (ترمیمی) قانون ۱۹۸۰ء

۷۔ مہاراشٹر کوآپریٹیو سوسائیٹیز (ترمیمی) قانون ۱۹۸۰ء

۸۔ مہاراشٹر اپروپری ایشن بل ۱۹۸۰ء

۹۔ مہاراشٹر (دوسرا ضمنی) اپروپری ایشن بل ۱۹۸۰ء

- معزز ممبران، اس اجلاس میں آپ کے سامنے بہت ضروری مسائل پیش ہوئے ہیں۔ اس میں بجٹ، ضمنی مانگیں اور دوسرے سرکاری اور غیر سرکاری کام شامل ہیں۔
- آپ کی مدت کارکردگی کے دوران کئی مسائل سامنے آئیں گے۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ ہم سب ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور میل جول کے جذبہ کے ساتھ کام کریں تاکہ قوم کے مفاد کی پوری حفاظت ہو سکے۔ آپ کی تمام کوششیں کامیاب ہوں یہی میری تمنا ہے۔
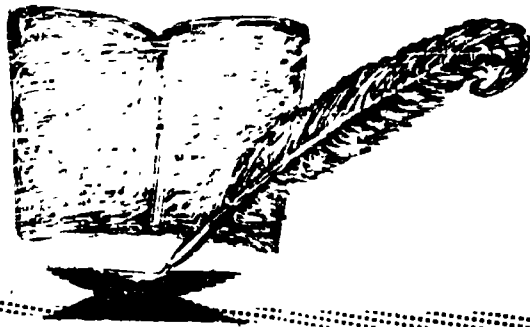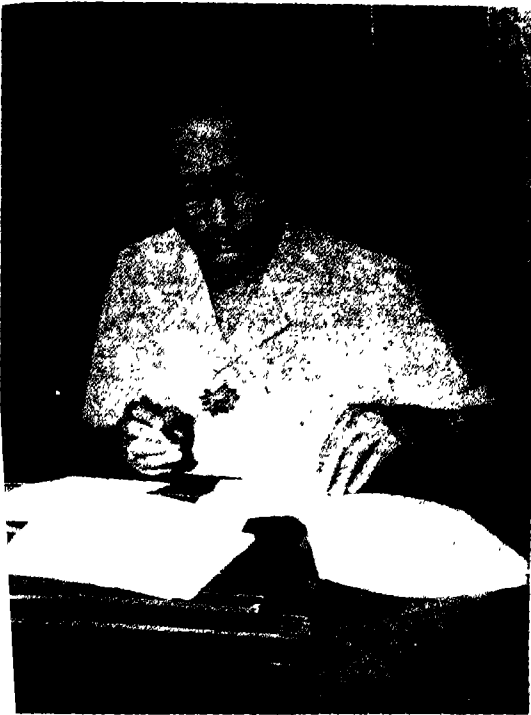
مہاراشٹر بجٹ تخمینہ جات بابت ۸۱-۱۹۸۰

وزیرِ مالیات کا بیان

وزیرِ مالیات شری رام راؤ اڈِک نے ۴ر جولائی ۱۹۸۰ء کو قانون ساز اسمبلی میں ریاستی بجٹ تخمینہ جات بابت ۸۱-۱۹۸۰ء پیش کئے۔ گو کہ مجموعی طور سے یہ خسارے کا بجٹ ہے لیکن اس میں کوئی نیا ٹیکس نہیں تجویز کیا گیا ہے۔ مذکورہ بجٹ میں ۲۷،۲۱٫۰۰ کروڑ روپے کی آمدنی اور ۲۷،۳۰٫۷۲ کروڑ روپے کے اخراجات کا تخمینہ پیش کیا گیا ہے اور اس طرح کُل ۹٫۷۲ کروڑ روپے کا خسارہ بیٹھتا ہے۔ بجٹ کی قابلِ ذکر خصوصیت یہ ہے کہ وزیرِ اعلیٰ شری اے۔ آر انتولے کے پالیسی بیان کے مطابق کمزور طبقات کی فلاح و بہبود کی اسکیمات پر خاص توجہ دی گئی ہے۔

وزیرِ مالیات نے اپنے بیان میں فرمایا:

معزز ممبران کو معلوم ہی ہے کہ 'درمیانی بجٹ' مارچ ۱۹۸۰ء میں پارلیمنٹ میں پیش کیا گیا تھا تاکہ علی الحساب منظوری لے کر حکومت سال رواں کے اول چار ماہ کے لئے جاری اور مجوزہ کاموں پر خرچ کی جرپائی کر سکے اور اس اثنا میں نئی قانون ساز اسمبلی غور و خوض کے بعد کل بجٹ منظور کرے۔ بعد ازاں ہونے والی تبدیلیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے درمیانی بجٹ میں ردوبدل کر کے اب یہ نیا بجٹ مجلس قانون ساز کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔

معاشی حالت: گذشتہ سال زرعتی پیداوار، بجلی پیداوار اور صنعتی پیداوار پر بُرا اثر پڑا۔

صنعتی پیداوار (تیار کردہ مال) کا کل ہند عدد اشاریہ جو ۱۹۷۷ میں ۱۹۷۸ء میں تقریباً ۷ فیصد بڑھا تھا، ۱۹۷۹ء میں صرف ۵

ڑھا۔ تھوک قیمت کا عام اوسطاً کل ہند عدد اشاریہ جو دسمبر ۱۹۷۷ء ور دسمبر ۱۹۷۸ء میں بدستور ۱۸۵ رہا تھا بڑھ کر ۲۲۷ درجہ ہو گیا یعنی تقریباً ۲۳ فیصد اضافہ ہوا۔ عدد اشاریہ برائے مارچ ۱۹۸۰ء اندازاً ۲۳۰٫۲ درجہ ہے۔

صنعتی مزدوروں کے لئے کل ہند صارفین قیمت اشاریہ میں (مبنی ۶۰-۱۹۶۰=۱۰۰) دسمبر ۱۹۷۷ء کے مقابلے میں دسمبر ۱۹۷۸ء میں ۵٫۱ فیصد صافہ ہوا۔ عدد اشاریہ بابت دسمبر ۱۹۷۹ء ۳۷۴ تھا یعنی ۱۱٫۶ فیصد کا اضافہ ہوا۔

اوسطاً شہری صارف قیمت اشاریہ برائے مہاراشٹر (۱۹۷۱ء بنیادی سال) جو ۱۹۷۷ء اور ۱۹۷۸ء میں دونوں سال بدستور ۱۷۲ رہا تھا۔ ۱۹۷۹ء میں ایک دم تقریباً ۸ فیصد بڑھ کر ۱۸۶ ہو گیا۔ ۱۹۷۹ء میں ۲۰۶ تک پہنچ گیا۔ دسمبر ۱۹۷۹ء میں عدد اشاریہ گذشتہ سال کے مقابلے میں ۱۹ فیصد زائد تھا۔ بعد کے مہینوں میں اس میں کمی ہوتی گئی۔ عدد اشاریہ بابت مارچ ۱۹۸۰ء ۲۰۱ درجہ تھا۔ ۱۹۷۸ء میں دیہی مہاراشٹر کے لئے اوسطاً قیمت اشاریہ ۱۶۷ درجہ تھا یعنی ۱۹۷۷ء کے مقابلے میں تقریباً ۲ فیصد کمی ہوئی۔ یہ ۱۹۷۹ء میں پچھلے سال کے مقابلے میں تقریباً ۹ فیصد بڑھ کر ۱۸۲ درجہ تک پہنچ گیا۔ دسمبر ۱۹۷۹ء میں عدد اشاریہ ۲۰۳ درجہ تک پہنچ گیا۔ بعد کے تین ماہ میں کمی واقع ہوئی اور مارچ ۱۹۸۰ء میں ۱۹۰ رہ گیا۔

زراعتی صورت حال:

۸۰-۱۹۷۹ء کا زراعتی موسم بارش میں تاخیر کے سبب مہاراشٹر کے لئے سازگار نہیں رہا۔ ۸۰-۱۹۷۹ء کے دوران ۱۰۴٫۷۵ لاکھ ٹن اناج پیداوار کی توقع ہے۔ یہ ریاست کے محنتی کسانوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ انھوں نے نامساعد موسم کے باوجود یہ کامیابی حاصل کی۔

۸۰-۱۹۷۹ء کے دوران تلہن کی پیداوار اندازاً ۸٫۱۵ لاکھ ٹن بڑھی جب کہ ۷۹-۱۹۷۸ء میں یہ مقدار ۷٫۸۰ لاکھ ٹن ہی تھی۔ کپاس کی پیداوار اندازاً ۱۷٫۳۰ لاکھ گانٹھ بیٹھتی ہے جب کہ ۷۹-۱۹۷۸ء کے دوران یہ ۱۳٫۱۷ لاکھ گانٹھ کے برابر تھی۔ ۸۰-۱۹۷۹ء کے دوران گنے کی پیداوار گھٹ کر ۱۹۵٫۹۷ لاکھ ٹن رہ گئی، جب کہ ۷۹-۱۹۷۸ء میں یہ مقدار ۲۲۴٫۸۲ لاکھ ٹن تھی۔

ریاستی آمدنی: ۷۱-۱۹۷۰ء کی شرح قیمت کے حساب سے قومی آمدنی ۷۷-۱۹۷۶ء کے مقابلے میں ۷۸-۱۹۷۷ء میں ۸٫۲ فیصد اضافہ ہوا۔ یہ ۷۸-۱۹۷۷ء کے مقابلے میں ۷۹-۱۹۷۸ء میں ۴٫۱ فیصد تک بڑھی۔ ۷۸-۱۹۷۷ء میں فی کس آمدنی تقریباً ۶ فیصد اور ۷۹-۱۹۷۸ء میں تقریباً ۲٫۱ فیصد بڑھی۔ ۸۰-۱۹۷۹ء میں قومی آمدنی میں ۳ فیصد کمی واقع ہوئی۔

مہاراشٹر کی ریاستی آمدنی (۶۱-۱۹۶۰ء کی شرح قیمت پر) دو سال میں بالترتیب ۸٫۵ فیصد اور ۳٫۵ فیصد بڑھی۔ فی کس آمدنی میں بھی ۷۸-۱۹۷۷ء میں ۳٫۸ فیصد اور ۷۹-۱۹۷۸ء میں ۱٫۷ فیصد اضافہ ہوا۔ اُمید ہے کہ ۸۰-۱۹۷۹ء میں ریاست کی آمدنی تقریباً ۳ فیصد تک بڑھ جائے گی۔

سالانہ منصوبہ سنہ ۸۱-۱۹۸۰ء: یہ طے کیا گیا ہے کہ چھٹا پانچ سالہ منصوبہ جس کا آغاز ۷۹-۱۹۷۸ء میں ہوا تھا منسوخ کر دیا جائے اور پلاننگ کمیشن کی جانب سے نیا چھٹا پانچ سالہ منصوبہ برائے ۸۵-۱۹۸۰ء جاری کیا جائے۔ مہاراشٹر کے سالانہ منصوبہ بابت ۸۱-۱۹۸۰ء کیلئے سرکاری سطح پر پلاننگ کمیشن کے ساتھ بات چیت کے بعد ۸۰۱٫۲۴ کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ ترقیات کے مختلف شعبوں میں بڑھتی ہوئی ضروریات کے مدنظر اب یہ طے کیا گیا ہے کہ تخمینی مصارف کے لئے ۸۷۷٫۳۳ کروڑ روپے کی رقم رکھی جائے جس میں قبائلی علاقہ ضمنی منصوبہ کے لئے مختص رقم ۴۵٫۳۸ روپے کی رقم بھی شامل ہے۔ شعبہ وار تقسیم یوں ہے:

شعبہ جات:	کروڑ روپے
۱۔ زراعت اور ذیلی خدمات	۶۶٫۶۲
۲۔ امداد باہمی ... ... — ...	۲٫۲۸
۳۔ آبپاشی منصوبہ جات	۱۶۱٫۳۹
۴۔ پاور پروجیکٹ	۳۱۵٫۶۱
۵۔ صنعت و معدنیات	۲۹٫۱۰
۶۔ نقل و حمل اور مواصلات	۶۷٫۱۰
۷۔ سماجی اور اجتماعی خدمات	۱۵۷٫۷۵
۸۔ ضمانتِ روزگار اسکیم	۷۲٫۰۰
۹۔ اقتصادی اور عام خدمات	۵٫۴۸
کل میزان:	۸۷۷٫۳۳

اس میں سے ۱۴۸،۶۷ کروڑ روپے کے مصارف کے لئے عوامی شعبہ کے ادارے مثلاً اسٹیٹ الیکٹریسٹی بورڈ، اسٹیٹ روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن میونسپل کارپوریشن، زیر سرپرستی ریاست انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن وغیرہ رقم دیں گے۔ ۲۰۸،۶۶ کروڑ روپے کی باقی رقم ریاستی حکومت کے بجٹ ذرائع سے پوری کی جائے گی۔

سالانہ منصوبہ میں ایسے پروگراموں پر زور دیا گیا ہے جو زراعت اور ذیلی خدمات سے متعلق ہیں اور ان میں خاص پروگرام برائے دیہی ترقیات، سنچائی منصوبے، پاور ڈیولپمنٹ، اور اقل ترین ضروریات پروگرام شامل ہیں۔ اس منصوبے کی قابلِ ذکر خصوصیات یہ ہیں:

پاور ترقی: اس منصوبہ میں پاور سیکٹر کو بڑی ترجیحت دی گئی ہے تاکہ صنعتی اور زراعتی کاموں کے لئے گنجائش بڑھے۔

۸۰-۱۹۷۹ء میں ۹۶۰ میگاواٹ ممکنہ پیداواری صلاحیت کے مقررہ نشانہ کے مقابلے میں صرف ۴۲۰ میگاواٹ جاری کی جاسکی جس میں سے ۲۱۰ میگاواٹ کا ایک یونٹ ناسک میں اور اتنی ہی صلاحیت کا دوسرا یونٹ بھوساول میں ہے۔ ۸۰-۱۹۷۹ء کے اختتام تک ریاست کے ۷۱،۳۹ فیصد دیہاتوں میں بجلی پہنچائی گئی تھی۔ ۸۱-۱۹۸۰ء میں پاور سیکٹر کے واسطے منصوبہ جاتی مصارف کے لئے ۳۱۵،۶۱ کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ جس میں دیہی بجلی کے لئے ۲۷،۲۲ کروڑ روپے کی رقم شامل ہے۔ یہ زیرِ نظر جملہ مصارف کا تقریباً ۳۶ فیصد ہے۔ مقررہ نشانہ کے لحاظ سے ارادہ یہ ہے کہ اس سال ۶۷۰ میگاواٹ کا انتظام کیا جائے جس میں سے ۲۱۰ میگاواٹ کے دو یونٹ ناشک میں، ۲۱۰ میگاواٹ کا ایک یونٹ پارلی میں اور بیس بیس میگاواٹ کے دو یونٹ کوئنا ڈیم پاور ہاؤس کے لئے ہوں گے۔ ارادہ یہ ہے کہ ۱۴۷۵ دیہاتوں میں بجلی پہنچائی جائے، ۱۴۸۰۰ پمپ سٹ کو بجلی دی جائے، اس میں قبائلی علاقے میں واقع ۲۰۰ دیہات اور ۱۵۰۰ پمپ شامل ہیں، نیز ۱۵۰۰ ہریجن بستیوں میں بجلی پہنچائی جائے۔ امید ہے کہ ۸۴-۱۹۸۳ء کے اختتام تک اس سسٹم میں مزید ۳،۳۷۵ میگاواٹ کا اضافہ ہو جائے گا، اور اس طرح کل امکانی قوت ۶،۴۸۱ میگاواٹ ہو جائے گی۔ اندازہ کے مطابق اس کے بعد بھی فراہمی اور ضرورت کے درمیان ۳،۷۱۹ میگاواٹ کا فرق رہ جائے گا۔ اس فرق کو دور کرنے کی غرض سے ریاستی حکومت نے حکومت ہند سے درخواست کی ہے کہ وہ تھرمل پروجیکٹ، پارلی یونٹ-۴ (۲۱۰ میگاواٹ)، اُجانی (۱۰۰۰ میگاواٹ)، چندر پور اسٹیج III (۵۰۰×۲ میگاواٹ) نیز اُرن میں ۴ مزید گیس ٹربائن یونٹس (ہر ایک ۶۰ میگاواٹ) کے لئے اجازت نامہ دے۔ اگر ان پروجیکٹوں کے لئے اجازت نامہ مل جائے اور یہ جلد ہی جاری ہو جائیں تو فراہمی اور ضرورت کے درمیان فرق کو کچھ حد تک دُور کیا جا سکتا ہے۔

سینچائی منصوبہ جات: رواں سال میں بڑے اور درمیانی سینچائی منصوبوں پر ۱۷۱،۴۷ کروڑ روپے کی رقم لگانے کا ارادہ ہے اس میں توسیع کام کے لئے ضمانتِ روزگار فنڈ کے ۱۰،۳۵ کروڑ روپے شامل ہیں۔ توقع ہے کہ اس طرح مزید ۹۰،۰۰۰ ہیکٹر زمین پر سینچائی کی گنجائش نکل آئے گی اور جون ۱۹۸۱ء تک مجموعی طور سے امکانی قوت سینچائی تقریباً ۱۳،۷۶ لاکھ ہیکٹر ہو جائے گی۔

ریاست میں رواں سینچائی کے لئے امکانات محدود ہیں اور اس وجہ سے چھوٹی آب پاشی کو خاص اہمیت حاصل ہے کئی چھوٹی آبپاشی اسکیمیں شروع کی گئی ہیں تاکہ زراعتی مقاصد سے تیزی سے فراہمی آب کا انتظام کیا جا سکے۔ اس سلسلے میں تعمیر تالاب، بندھارے پرکولیشن ٹینک، اُٹھا آبپاشی، سابق مالگذاری نالابوں کی مرمت و درستگی اور ٹینکوں کی حد کے کام انجام دیئے جاتے ہیں۔ اوپری ذرائع سے چھوٹی آب پاشی کے تحت کل امکانی قوت آب پاشی اندازاً ۲۴،۳۴ لاکھ ہیکٹر ہے۔ جون ۱۹۸۰ تک ۶،۹۹ لاکھ ہیکٹر گنجائش پیدا کی جا چکی ہے۔

چھوٹی آب پاشی اسکیمات

چھوٹی آب پاشی اسکیمات کے لیے ۲۱،۲۰ کروڑ روپیہ وقف کیا گیا ہے۔ ان اسکیمات کے لیے ضمانت روزگار اسکیم فنڈ سے بھی رقم (۲۵ کروڑ روپیہ) لی جائے گی۔ اس کے علاوہ مرکزی د... کے تحت اسکیمات کی رقم (۴،۳۰ کروڑ روپیہ) بھی اس میں شامل کی جائے گی۔ اس طرح ان تمام کاموں میں کل ۵۰ کروڑ روپیہ کا اندازہ لگے گا۔ نتیجہ میں جون ۱۹۸۱ء کے خاتمہ تک گنجائش آب پاشی ۳۹۰۰۰ ہیکٹر اراضی ہو جائے گی۔

زراعت اور متعلقہ خدمات

زراعت اور متعلقہ خدمات کے لیے ۶۶،۶۲ کروڑ روپیہ وقف کیا گیا ہے۔ ۸۱-۱۹۸۰ء کے دوران اناج کی پیداوار کا نشانہ

لاکھ ٹن مقرر کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں دوسری فصلوں کی پیداوار میں تلہن ۹۰۵۵ لاکھ ٹن، کپاس ۱۷ لاکھ گانٹھیں اور گنا ۲۳۵ لاکھ ٹن شامل ہیں۔

صحت عامہ کے کام

صحت عامہ شعبہ میں دیہی علاقوں میں بیماریوں کے علاج اور روک تھام کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔ اس سلسلے میں سالانہ منصوبہ کے لیے مختص ۶۶۹ر۱ کروڑ روپیہ میں سے متعدی بیماریوں کے علاج اور روک تھام کے لیے ۳۶ر۲ کروڑ روپیہ اور قبائلی ضمنی منصوبہ کے لیے ۴ر۱ کروڑ روپیہ میڈیکل کالج عمارات اور اس سے متصل ہسپتالوں کی تعمیر کے لیے ۳ر۴۱ لاکھ روپے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ ریاست مہاراشٹر نے قومی خاندانی منصوبہ اپنایا ہے جس کے تحت ۱ لاکھ حاملہ عورتوں اور ۵ر۷۳۳ لاکھ بچوں کو ٹیکے لگائے جائیں گے۔

شہروں میں آب رسانی

۸۱-۱۹۸۰ء کے دوران چار مزید شہروں میں بذریعہ پائپ آب رسانی اسکیمات کو مکمل کیا جائے گا اور ۳۹ شہروں میں آب رسانی کے نظام میں بہتری پیدا کی جائے گی۔ اس مقصد سے سالانہ منصوبہ میں ۴۳ر۱۰ کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے۔

ناگپور میونسپل کارپوریشن کے پینچ واٹر سپلائی پروجیکٹ کا کام جس کی لاگت ۱۸ر۷ کروڑ روپیہ ہے تیزی سے زیر تکمیل ہے اور توقع ہے کہ جون ۱۹۸۱ء تک اسے مکمل کر لیا جائے گا۔ اس سلسلے میں مذکورہ کارپوریشن کو اب تک ۳۳ر۴ کروڑ روپیہ دیا جا چکا ہے۔ اور کوشش کی جائے گی کہ یہ پروجیکٹ رقم کی کمی کے باعث نامکمل نہ رہ جائے۔

شہر بمبئی میں مربوط فراہمی آب اسکیم کے تحت تقسیم کاری اور نکاسی کے طریقوں میں بہتری پیدا کرنے کے پروگراموں پر اخراجات کے لیے عالمی بنک سے مالی امداد حاصل کی جا رہی ہے۔ ریکن سالانہ منصوبہ میں ۳۵ر۲۱ کروڑ روپیہ بھی رکھا گیا ہے جس میں بھنڈائی ہیڈ ورکس کے مصارف بھی شامل ہیں۔

تھانے، بھیونڈی، ڈومبیولی، کلیان، امبرناتھ اور الہاس نگر ان چھ میونسپل علاقوں میں اور ضلع تھانے کے ۱۰۴ مضافاتی دیہاتوں میں فراہمی آب اور گندے پانی کی نکاسی میں بہتری پیدا کرنے سے متعلق ایک پروجیکٹ ہاتھ میں لیا گیا ہے۔ ۸۶ کروڑ روپے کی لاگت کے اس پروجیکٹ کے لیے جسے عالمی بنک سے بھی امداد دی جا رہی ہے سالانہ منصوبہ میں ۱۴ کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔

دیہی فراہمی آب

دیہی علاقوں میں پینے کے پانی کی فراہمی کے مسئلے کو حکومت نے اپنے تمام پروگراموں میں ترجیح دی ہے۔ حکومت کوشش کر رہی ہے کہ آئندہ پانچ سالوں میں اس مسئلے کو مکمل طور سے حل کر لیا جائے۔ ۸۱-۱۹۸۰ء کے منصوبہ میں فراہمی آب اسکیم کے لیے ۹ر۲۳ کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ہنگامی دیہی فراہمی آب اسکیم کے تحت مرکز سے ۴ کروڑ روپیہ کی مالی امداد کی بھی توقع ہے۔ اس طرح ۸۱-۱۹۸۰ء کے دوران ۵۷۹۴ مزید دیہاتوں کو پانی مہیا کیے جانے کی توقع ہے۔

کھاد کے لیے امداد

پٹرولیم اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ کے باعث حکومت ہند نے نائٹروجن، فاسفیٹک اور پوٹاشیک کھادوں کی قیمتوں میں اضافہ کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں گنے کی فصل کے سوا، ۴ ہیکٹر زراعتی زمینوں کے مالکان کو کھاد کی قیمت کا ۳۳ ۱/۳ فیصد بطور امداد دی جائے گی۔ یہ امداد چھوٹے اور معمولی کسانوں کو اور قبائلی کسانوں کو بھی انھیں فی الحال حاصل امداد کے علاوہ دی جائے گی۔ اس مقصد سے بجٹ میں ۷ کروڑ روپیہ وقف کیا گیا ہے۔

چھوٹے کسانوں کو قرضہ جات

چھوٹے زمیندار جو قرض ادا نہیں کر سکے ہیں۔ ان کی مدد کے لیے حکومت نے طے کیا ہے کہ ۳۰ جون ۱۹۷۹ء تک واجب الادا فصلی قرض کی اصل رقم مع سود ریاستی حکومت متعلقہ امداد باہمی انجمنوں اور قومیائے گئے بنکوں کو ادا کرے گی۔ یہ ادائگی کاشت کاروں کو بطور امداد سمجھی جائے گی۔ اس اقدام کے نتیجہ میں ۱۸ر۷ لاکھ چھوٹے کاشتکار فیضیاب ہوں گے اور اس پر ۴۹ کروڑ روپیہ کے اخراجات کا اندازہ ہے۔ تقریباً ۵۸۰۰۰ کاشت کار جنھوں نے فصل سے متعلق مختلف اسکیمات کے تحت مہاراشٹر اسٹیٹ کوآپریٹیو ڈیولپمنٹ بنک سے قرضے لیے تھے، ان قرضوں سے بری ہو جائیں گے۔ اس لیے کہ حکومت نے ۸ر۱۵ کروڑ روپے اس سلسلے میں مذکورہ بنک کو ادا کرنا طے کیا ہے۔

بے زمینوں کو مکانات

دیہی علاقوں میں بے گھر اور بے زمین افراد کو خالی جگہ اور مکانات کی فراہمی کی ایک اسکیم حکومت کے تحت زیر عمل ہے۔ مکانات کی تعمیر کے لیے رقم کی حد ۱۵۰۰ روپیہ سے بڑھا کر ۲۰۰۰ روپیہ کر دی گئی ہے۔ مذکورہ اسکیم کی 'سی' درجہ میونسپل علاقوں تک جن کی آبادی ۱۵۰۰۰ سے زیادہ نہیں ہے توسیع کر دی گئی ہے۔ مذکورہ

پروگرام کے تحت ان بے زمین افراد کو جنھیں پہلے ۱۵ روپے قیمت کی جھونپڑیاں دی گئی تھیں۔ اب نئے جھونپڑوں کے لیے امداد کے بھی مستحق ہوں گے۔ نیز جھونپڑوں کی مرمت بھی کی جائے گی۔ اس پروگرام کے لیے موجودہ بجٹ میں ۶۴۲۶ کروڑ روپے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

صنعتی فروغ کی اسکیمات

صنعتی فروغ کے لیے "رہنما یونٹ" کے نام سے ایک اسکیم جاری کی جائے گی جس کے تحت صنعتی طور سے پچھڑے تعلقوں اور پنچایت سمیتی علاقوں میں یکم اگست ۱۹۷۹ء کے بعد پہلی دفعہ کسی بڑی صنعت کے قیام کی کوشش کو سراہا جائے گا اور مکمل تعاون دیا جائے گا۔ ان اقدامات کے لیے موجودہ بجٹ میں ۸٫۵۰ کروڑ روپیہ وقف کیا گیا ہے۔

بے روزگاروں کو امداد

بے روزگاروں اور خاص طور سے ریاست کے تعلیم یافتہ بے روزگاروں کو زیادہ سے زیادہ نفع بخش روزگار فراہم کرنے پر حکومت خاص توجہ دے رہی ہے۔ اس سلسلے میں پچھلی اسکیمات میں کچھ تبدیلیاں کرنے کے بعد یہ طے کیا گیا ہے کہ مالی طور پر کمزور طبقات کی ضمن میں نہ آنے والے پسماندہ افراد کو ان کے پروجیکٹ پر جن کی لاگت ۲۵... سے لے کر ایک لاکھ روپے تک ہے، ۵ فیصد شرح کے حساب سے تخمی مالی امداد دی جائے۔ مالی طور سے کمزور طبقات کے لیے تخمی مالی امداد ۷ر۵ فیصد اور دیگر کے لیے ۵ فیصد ہوگی۔ اس کے علاوہ قرض کی رقم پر ایک فیصد شرح سود کی بھی ادائیگی کی جائے گی

کپاس کی حصولیابی

مہاراشٹر خام کپاس قانون بابت ۱۹۷۱ء جس کی مدت ۳۰ جون کو ختم ہوگئی۔ اس میں حکومت ہند کی منظوری سے مزید ایک سال تک توسیع کر دی گئی ہے۔ کپاس خریدی اسکیم میں اور بہتری پیدا کرنے کی غرض سے حکومت ہند اور ریزرو بینک کے مابین صلاح مشورے کے بعد مذکورہ قانون میں چند تبدیلیاں کر کے اسے مزید طویل عرصے تک جاری رکھا جائے گا۔ اس اسکیم میں موجودہ بجٹ میں ۵ کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے۔

شکر کارخانوں کو امداد

۸۰-۱۹۷۹ء کے کرشنگ سیزن کے دوران گنے کی پیداوار میں رکاوٹ کے باعث چند شکر کارخانے بند ہوگئے تھے ان کارخانوں کو مشکلات پر قابو پانے کے لیے حکومت نے مختصر المدت قرضے دیے جانے کی تجویز رکھی تھی۔ اس سلسلے میں ۴٫۰۱ کروڑ روپیہ پہلے ہی تقسیم کیا جا چکا ہے اور مزید دو کروڑ روپیہ کی امداد آئندہ مہینوں میں دینا ہوگی۔

ریاست میں اس وقت سات شکر کارخانے زیر تعمیر ہیں۔ لیکن پروجیکٹ کی لاگت میں اضافہ کے باعث مالی بحران کا شکار ہو گئے ہیں۔ سمپت کمیٹی کی سفارشات پر حکومت ہند نے ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے جس کے نتیجہ میں مرکزی مالی اداروں مثلاً آئی ایف سی آئی وغیرہ سے بھی طویل المدتی امداد کا معاملہ بھی رکا پڑا ہے۔ مذکورہ کمیٹی کی سفارشات کے مطابق رعایتوں کے حقدار بننے کی غرض سے یہ ضروری ہے کہ یہ شکر کارخانے اکتوبر ۱۹۸۰ء تک جاری ہو جائیں۔ حکومت ہند سے اس سلسلے میں بات چیت ہو رہی ہے۔ تب تک معاملہ کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے ریاستی حکومت نے ۱۹ر۲ کروڑ روپیہ تقسیم کر دیا ہے۔ آئندہ مہینوں میں مزید رقم کی ضرورت پیش آئے گی۔

مہنگائی بھتہ میں اضافہ

ریاستی ملازمین اور حکومت کے گرانٹ - ان - ایڈ کے مستحق مقامی اداروں کے ملازمین کے لیے مہنگائی بھتہ کی دو قسطیں یکم فروری ۱۹۸۰ء اور یکم مئی ۱۹۸۰ء سے واجب الادا ہے۔ اس سلسلے میں ۴۴ کروڑ روپیہ کی رقم موجودہ بجٹ میں مختص کی گئی ہے۔

پنشن راحت

پنشن یافتگان کو جو ۳۰ ستمبر ۱۹۷۷ء سے ملازمت سے سبکدوش ہوئے ہیں انھیں یکم اپریل ۱۹۸۰ء سے جاری اضافی قیمتوں کی شرح پر ۴۵ فیصد راحت دی جائے گی جو کہ زیادہ سے زیادہ ۲۲۵ روپیہ ہوگی۔ اسی طرح ۳۰ ستمبر ۱۹۷۷ء کے بعد سبکدوش ہونے والوں کو ۲۵ فیصد یا زیادہ سے زیادہ ۱۲۵ روپیہ بطور پنشن راحت دی جائے گی۔ اس سلسلے میں ۳۲ر۵ کروڑ روپے کی رقم بجٹ میں رکھی گئی ہے۔

دیگر بھلائی اسکیمیں

وزیر اعلیٰ کے پالیسی بیان کے مطابق غریبوں اور کمزور طبقات کی فلاح و بہبودی اسکیمات پر بطور خاص عمل کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں ایک خاص اسکیم مرتب کی جا رہی ہے جس کی رو سے ان اشخاص کو قرضے دلائے جائیں گے جو قرض کے لیے کوئی ضمانت پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ اس طرح مذکورہ افراد چھوٹے بیوپار یا چھوٹی صنعتیں قائم کر کے روزگار حاصل کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔

تعلیمیافتہ بے روزگاروں کو کام

تعلیمیافتہ (گریجویٹ اور ڈپلوما ہولڈر) بے روزگاروں کے لیے جزوقتی کام کی اسکیم جو ۷۹-۱۹۷۸ء سے جاری ہے اس میں اب دفتر روزگار کے جاری رجسٹر میں نام درج ہونے کی مدت درج فہرست ذاتیوں اور قبائل کے لیئے ۴ سال کے بجائے ۲ سال اور دیگر افراد کے لیے ۵ سال کے بجائے ۳ سال کر دی گئی ہے۔

سیلز ٹیکس

حکومت مہاراشٹر سیلز ٹیکس ایکٹ ۱۹۷۹ء کو نافذ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے لیکن اس سلسلے میں مذکورہ ایکٹ کے نفاذ سے پہلے موصولہ اعتراضات اور مشوروں پر بھی غور کیا جائے گا اور ضرورت پڑنے پر مناسب تبدیلیاں بھی کی جائیں گی۔

اناج بصورت اجرت

اناج بصورت اجرت پروگرام کے تحت ضمانت روزگار اسکیم میں شامل مزدوروں کو جنس کی صورت میں اجرت کی ادائیگی کے لیے ۱۸٫۹ کروڑ روپیہ مختص کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں حکومت ہند سے اناج مفت حاصل ہونے کی توقع ہے۔ اس طرح امید ہے کہ بجٹ پر مزید بوجھ نہیں پڑے گا۔ بصورت دیگر ریاستی حکومت کو اپنے ذرائع سے یہ کام بھی کرنا ہوگا جس کے نتیجہ میں حکومت جو کوشش کر رہی ہے کہ خسارہ ۴۵ر۱۵ کروڑ روپیے سے آگے نہ جائے، ممکن نہ ہوگا اور خسارہ مزید بڑھ جائے گا۔

کوئی نیا ٹیکس نہیں

وزیر مالیات نے بجٹ میں خسارہ کی تلافی کے لیے کوئی نیا ٹیکس نہیں تجویز کیا۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے مشورہ دیا کہ حکومت کو واجب الادا رقومات کی وصولی کرکے اور غیر منصوبہ بند اخراجات میں کمی کرکے اس نقصان کی تلافی کی جاسکتی ہے۔

آخر میں ایک خوش حال مہاراشٹر کی تعمیر میں ایوان سے تعاون کی درخواست کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"ہم ۲۰ - نکاتی پروگرام پر عمل آوری طے کر چکے ہیں۔ یہ پروگرام سماج کے کمزور طبقات کی فلاح و بہبودی کا ضامن ہے۔ آیئے ہم سب مل جل کر کوشش کریں کہ ہر شہری کو مساوی سماجی اور معاشی انصاف حاصل ہو جیسا کہ ہمارے دستور کے بانیوں پنڈت جواہر لال نہرو اور ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر نے چاہا تھا۔ آیئے ہم ایک ایسے خوش حال مہاراشٹر کی تعمیر کریں جس میں سماجی و معاشی مساوات قائم ہو۔ لہٰذا ہمارے سامنے موجود ان بہترین مقاصد کی حصولیابی کے لیے میں ایوان سے تعاون کی درخواست کرتا ہوں۔"

-:o:-

بجٹ ایک نظر میں

(کروڑ روپیہ میں)

الف - محصول کھاتہ	
وصولی	۱۹,۲۱٫۹۷
اخراجات	۱۸,۵۷٫۳۹
فاضل (+)	۶۴٫۵۸
ب - اصل کھاتہ (بشمول پبلک اکاؤنٹ)	
وصولی	۷۹۹٫۰۳
اخراجات	۸۷۳٫۳۳
خسارہ (-)	۷۴٫۳۰
ج - کل میزان	
وصولی	۲۷,۲۱٫۰۰
اخراجات	۲۷,۳۰٫۷۲
خسارہ (-)	۹٫۷۲

ون مہوتسو پر

وزیراعلیٰ کی اپیل

مہاراشٹر کے وزیراعلیٰ شری اے. آر انتولے نے عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ ریاست کی جنگلاتی دولت میں اضافہ کے لئے تمام غیر جنگلاتی علاقوں مثلاً فاضل اراضی، غیر کاشتکاری اراضی، سڑکوں کے کنارے، تعلیمی و صنعتی اداروں کے احاطے میں درخت لگائیں۔

۳۱ ویں ون مہوتسو کے موقعہ پر وزیراعلیٰ نے اپنی اپیل میں یہ توقع ظاہر کی کہ اس قومی تعمیری مہم کو کامیاب بنانے میں ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔

شری انتولے نے فرمایا "اس سال ہم ۳۱ واں ون مہوتسو مہاراشٹر میں منا رہے ہیں جو کہ درخت لگانے کا قومی تہوار ہے اس سلسلے میں ون مہوتسو کے بنیادی تصور اور مقصد پر روشنی ڈالنا چاہوں گا جو کہ صحیح معنوں میں غیر جنگلاتی علاقوں میں درختوں کی دولت میں اضافہ کرنے سے متعلق ہے۔ محکمۂ جنگلات، جنگلاتی علاقوں میں وسیع پیمانے پر درخت لگانے کی کوشش میں مصروف ہے۔ لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اگر غیر جنگلاتی علاقہ کا ایک بڑا حصہ بنجر اور بے کار چھوڑ دیا جائے، ون مہوتسو کا اصل مقصد یہی ہے کہ محکمہ جاتی کوششوں میں تعاون کر کے غیر جنگلاتی علاقوں کو باغات سے ڈھانک دیا جائے۔ جس سے ہمارا ماحول اور قدرتی ذرائع محفوظ رہ سکیں۔ ۶ مارچ ۸۰ء کو "عالمی تحفظات ماحول" مہم جاری کرتے ہوئے اس بات پر ہماری وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے بھی زور دیا تھا۔ آپ نے کہا تھا:

"قدرتی ماحول کا تحفظ صرف ایک جذباتی معاملہ نہیں۔ بلکہ یہ ہماری قدیم تہذیب سے تعلق رکھنے والی ایک سچائی کا دوبارہ اعتراف ہے۔ ہندوستانی روایات نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ تمام جاندار، انسان، حیوانات اور نباتات ایک دوسرے سے اس طرح جڑے ہوئے ہیں کہ اگر اس میں سے کسی میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے تو دوسرے اس سے متاثر ہوتے ہیں۔"

مہاراشٹر میں جنگلات پر منحصر علاقہ کل جغرافیائی علاقے کا ۲۰ فیصد ہے اور یہ کبھی نہ تو ریاست میں ٹھیک طرح تقسیم ہوا ہے اور نہ ہی ریاست کے مختلف حصوں میں جنگلات کی یکسانیت پائی جاتی ہے۔ نیشنل فاریسٹ پالیسی کے مطابق جنگلاتی علاقہ کا فیصد کل جغرافیائی علاقے کا ۳۳ فیصد سے کم نہ ہونا چاہیئے۔ آبادی میں اضافہ اور شہروں میں صنعتوں کی توسیع کی وجہ سے جنگلاتی علاقے میں کچھ بھی اضافہ مشکل نظر آتا ہے۔ لیکن ہم چاہیں تو درختوں کی دولت میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ اس کے لئے ہم تمام غیر جنگلاتی علاقے مثلاً فاضل اراضی، غیر زراعتی زمین، سڑکوں کے کنارے، تعلیمی و صنعتی اداروں کے احاطے درخت لگانے کے لئے استعمال کر سکتے ہیں اور یہی کام ہمیں "ون مہوتسو" کے دوران کرنا ہے۔ صحیح معنوں میں یہ ایک قومی تعمیری کام ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہر شہری اس مہم کو کامیاب بنانے کے لئے مکمل تعاون پیش کرے گا۔ صرف زیادہ سے زیادہ درخت لگانا ہی کافی نہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ درخت لگانے کے بعد ان کی دیکھ بھال میں بھی کوئی کمی نہ آئے۔"

ون مہوتسو کی اہمیت

● آر۔ جی۔ مائیدلو
ایڈیٹر لوک راجیہ (انگلش)

"ون مہوتسو" یعنی "درخت اگاؤ مہم" کا آغاز ہمارے ملک میں لگ بھگ ۱۹۵۰ء میں کیا گیا تھا۔ اس مہم کا مقصد درختوں اور جنگلات کی سماجی و قومی اہمیت سے لوگوں کو واقف کرانا ہے۔ آبادی میں اضافہ اور ساتھ ہی ساتھ زراعت اور صنعتی میدانوں میں روز بروز وسعت نے ہماری جنگلاتی دولت کو بری طرح متاثر کیا ہے جس کے نتیجے میں طبعیاتی نظام میں بھی انتشار سا پیدا ہو گیا ہے۔ ان حالات میں ایسے اقدامات ضروری ہیں جن کی مدد سے اس انتشار پر قابو پایا جاسکے۔ قدرتی نظام میں توازن قائم رکھنے کی غرض سے ایک نیشنل فاریسٹ پالیسی اپنائی گئی ہے جس کے تحت یہ ضروری قرار دیا گیا کہ چٹانی اور پہاڑی علاقوں کی ۶۶ فیصد زمین جنگلاتی ہو اور ایسی جنگلاتی زمین کل زمین کی ۳۳ فیصد ہو۔ درختوں اور جنگلات کی کٹائی کے نتیجے میں مہاراشٹر کے کئی دیہاتوں کی زمینی ساخت میں خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ اکثر جگہوں پر گھاس تک نہیں اگتی۔ ایسی بنجر زمینیں کسی کام کی نہیں۔

لہٰذا اب وقت آگیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ علاقوں میں جنگلات لگائے جائیں۔ مہاراشٹر میں جنگلاتی [illegible] فیصد ہے۔ اس میں سے بھی بیشتر حصہ میں غیر قانونی اور اندھا دھند درختوں کی کٹائی اور چرائی کی وجہ سے زمین کی زرخیزی تباہ ہو جاتی ہے۔ لہٰذا جنگلات اور درختوں کی حفاظت نہایت ضروری ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ تمام فاضل زمین پر چاہے وہ سرکاری ہو، دیہات کی ہو، کسی ادارے یا کسی فرد کی ہو، درخت اگائے جائیں۔ یہی "ون مہوتسو" کی اصل اہمیت ہے۔

ہرے بھرے سایہ دار درخت

زیرِ نظر تصویر میں وزیرِ مالیات شری رام راؤ اڈک ۲۲ جون کو مالابار ہل بمبئی میں ایک پودا لگا کر "درخت اگاؤ مہم" کا آغاز کر رہے ہیں۔

مقاصد :

ون مہوتسو کو مقبول بنانے کی غرض سے جو مقاصد اپنائے گئے ہیں ان کے تحت حکومت چاہتی ہے کہ :

۱۔ جنگلاتی علاقوں میں اضافہ کے لیے زیادہ سے زیادہ درخت اگائے جائیں۔

۲۔ غیر قانونی اور اندھا دھند درختوں کی کٹائی کی فوری روک تھام کی جائے اور جنگلاتی زمین پر غیر قانونی قبضہ جات ہٹائے جائیں۔

۳۔ لوگوں کو درخت اگانے کی ترغیب دی جائے۔

۴۔ لوگوں کو زمین کی بناوٹ کی اہمیت سمجھائی جائے تاکہ زمین کی زرخیزی برباد نہ ہو اور اس کی پیداواری صلاحیت قائم رہے

۵۔ مختلف اقسام کے درختوں سے عوام اور نجی مقامات، باغیچے اور سڑکوں کی خوب صورتی بڑھائی جائے۔

۶۔ محکمہ رفاہ عامہ کی مختلف اقسام کے درخت سرکاری عمارتوں، ضلع پریشدوں، ڈاک خانوں، پولیس اسٹیشنوں، عدالتوں وغیرہ کے احاطوں میں لگانے میں مدد کی جائے۔ نیز ریاست کے ایکسپریس ہائی وے اور دیگر سڑکوں کے دونوں اطراف بھی درخت لگائے جائیں۔

۷۔ عمارتی لکڑی، پھل، پھول، جنگلی لکڑی، چارہ اور سایہ دار درخت لگانے میں مدد دی جائے۔ پیپل، برگد اور املی یہ درخت بہت ہی سایہ دار ہوتے ہیں۔ ایسے درخت عوامی مقامات پر لگائے جائیں۔

ون مہوتسو کے دوران ریاستی حکومت نے خصوصی رعایت اور انعامات کا بھی انتظام کیا ہے، مثلاً

۱۔ دیہی باشندوں، کسانوں، گرام پنچایتوں، شہری اداروں اور تعلیمی انجمنوں کو پودوں کے قلم نصف قیمتوں پر دیے جاتے ہیں۔

۲۔ ون مہوتسو کے دوران سرکاری محکموں کو یہ قلم مفت دیے جاتے ہیں۔

۳۔ گرام پنچایتوں، شہری اداروں اور تعلیمی انجمنوں کو ون مہوتسو کے دوران سرکاری فاضل اراضی میں سے ۴ ہیکٹر زمین زمین درخت لگانے کے لیے دی جا سکتی ہے۔ اگر عطا کردہ زمین پر درخت اگائے گئے ہیں تو زائد زمین عطا کی جا سکتی ہے۔ مذکورہ اداروں کو درخت اگانے کے لیے فاضل اراضی دیے جانے کی مندرجہ ذیل شرائط ہیں

۱۔ اراضی کی ملکیت حکومت کے حق میں ہوگی لیکن اس پر لگائے گئے درخت متعلقہ اداروں کی ملکیت ہوں گے۔

بھنڈارہ میں درخت لگاؤ مہم !

اس سال ون مہوتسو کے موقع پر بھنڈارہ میں درخت لگاؤ مہم زور شور سے تیاری کی گئی ہے۔ مختلف اقسام کے درخت بھنڈارہ اور گونڈیا فاریسٹ ڈویژن میں بالترتیب ۱۷۰۰ اور ۱۵۰۰ ہیکٹر اراضی میں لگائے جائیں گے۔ جون سے ستمبر تک ۳۶۵۲ لاکھ ایام کار پر مشتمل اس جنگلاتی کام پر ۱۰۶۵۹ لاکھ روپیہ خرچ کیا جائے گا۔

ب :- اگر درخت اگانے میں ناکامی ہوئی تو اراضی واپس لے لی جائے گی ۔

۴- لگائے گئے درختوں کو جانوروں سے بچانے کے لیے فی ہیکٹر ۱۲۵ روپیہ مناسب احاطہ بندی کے لیے دیا جائے گا۔

۵- اگر تین سال کے بعد بھی پودے اچھی حالت میں رہے تو فی ہیکٹر ۱۲۵ روپیہ کی مزید امداد دی جائے گی ۔ یانی پودا دو روپیہ کے حساب سے دیا جائے گا۔

۶- درخت اگانے کے بہترین نمونوں پر ہر ریونیو ڈویژن کے پہلی دو گرام پنچایتوں کو خوب صورت شیلڈ انعام میں دی جائے گی نیز ضلع سطح پر درختوں کی بہترین دیکھ بھال کے لیے پہلی دو گرام پنچایتوں کو ۵۰۰ اور ۲۰۰ روپے کے نقد انعامات دیے جائیں ۔

مذکورہ بالا شیلڈ اور نقد انعامات درخت لگانے کے تین سال بعد ان کی بہتر حالت دیکھ کر دیے جائیں گے۔

درخت کیسے لگائیے :

موجودہ دور میں تین طرز جنگلات کا نصب العین اپنایا گیا ہے ۔ اس کا مقصد ہے :-

۱- عوام کی بنیادی ضروریات مثلاً عمارتی لکڑی ، جنگلی لکڑی ، چارہ ، پھل اور پھول کی حصولیابی کے لیے مختلف اقسام کے درخت لگانا ۔

۲- قدرتی ماحول کی حفاظت

۳- جانوروں کے لیے چارہ کا انتظام وغیرہ

مذکورہ نصب العین کے تحت اگر نجی زمینوں پر زیادہ سے زیادہ درخت لگائے جائیں تو اس کے چند فائدے یہ ہوں گے :-

۱- زیادہ سے زیادہ علاقہ جنگلاتی بن جائے گا۔
۲- موجودہ جنگلات پر دباؤ کم ہو جائے گا ۔
۳- قدرتی نظام میں توازن پیدا ہوگا ۔
۴- لکڑی کی ضرورت پوری ہوگی ۔
۵- عوام کے دلی اور عملی تعاون سے جنگلاتی علاقوں میں اضافہ ہوگا ۔

جنگلات کی اہمیت :

اب تک جنگلات کا مقصد صرف عمارتی لکڑی ، جنگلی لکڑی چارہ بانس اور دیگر معمولی جنگلاتی پیداوار کی حصولیابی سمجھا جاتا تھا ۔ لیکن جدید نظریہ کے مطابق جنگلات کا مقصد طبعیاتی نظام میں توازن برقرار رکھنا ہے ۔ نائیلون ، ریون وغیرہ لکڑی کے برادے سے بنائے جاتے ہیں ۔ درختوں سے ربر اور کیمیات بھی حاصل کی جاتی ہیں ۔ جاپان میں خاص قسم کا ایندھن بھی لکڑی سے تیار کیا جاتا ہے ۔ اسے خود کار مشینوں میں استعمال کیا جاتا ہے ۔ کانوں اور کنوؤں میں موجود ایندھن ایک دن ختم ہوگا ۔ ان حالات میں صرف جنگلات ہی انسان کے کام آئیں گے ۔ برقی طاقت کے لئے بھی پودے اہم ہیں ۔ درختوں کے پتے سورج کی روشنی جذب کرتے ہیں اور درختوں اور لکڑی سے برقی طاقت پیدا کرتے ہیں ۔ جنگلات کی پیداواری اہمیت کے ساتھ ساتھ ان کی خود کی اہمیت بھی زیادہ ہے ۔ جنگلات بذات خود ایک "دانش گاہ" ہے جس میں ہمیں مختلف اقسام کے پودوں ، درختوں ، اور جانداروں کے بارے میں معلومات ملتی ہیں ۔

درخت اگانے کے لیے موسم باراں نہایت موزوں ہے ۔ ون مہوتسو بھی ٹھیک بارش کے موسم میں منایا جارہا ہے ۔ ہر ضلع میں فورسٹ ڈویژن کے تحت منتخبہ مقامات پر نرسری قائم کی گئی ہیں ۔ جہاں سے درختوں کے مختلف اقسام کے قلم کم قیمتوں اور رعایتی نرخ پر لوگوں اور اداروں کو مہیا کیے جاتے ہیں ۔ اگر ہم میں سے اگر ہر ایک یہ طے کرلے کہ وہ کم از کم ایک درخت اگائے گا یا درخت اگانے میں مدد کرے گا ۔ نیز اُگے درختوں کی اچھی دیکھ بھال ہو تو ہمارے اطراف سرسبز اور شادابی ہماری زندگی میں خوشیاں بکھیرے گی ۔

ایوت محل میں جنگلات

ضمانت روزگار اسکیم کے تحت ضلع ایوت محل کے پانچ پنچایت سمیتی علاقوں یعنی ڈگراس ، پندھرکاودا ، کیلاپور ، ایوت محل اور وانی میں جنگلات کی تعمیر کا کام ۲۸۰ ہیکٹر اراضی پر کیا جائے گا ۔ اس کام کے لئے ۶٫۸۰ لاکھ روپے سے زائد رقم کی گنجائش رکھی گئی ہے ۔

• ترجمہ : عطاء الرحمٰن طارق
۹۴/۹ ۔ فاطمہ بائی بنگلہ کے. کے روڈ، جیکب سرکل ممبئی

• سانے گروجی مہاراج

سچّا دھرم (مراٹھی سے)

جو گمراہی کی جانب گامزن ہیں
سدا بدکاریوں میں جو مگن ہیں
جہاں سے ان کو یکسر تم مٹاؤ — مرے نزدیک سچّا دھرم ہے یہ

نہیں ہے کوئی جن کا اس جہاں میں
جو ہیں مصروف بس آہ و فغاں میں
انھیں سکھ دو انھیں دکھ سے چھڑاؤ — مرے نزدیک سچّا دھرم ہے یہ

سبھی کی دلدہی کرتے رہو تم
ہوں میٹھے بول، جب بھی کچھ کہو تم
یتیموں کی مدد کو دوڑ جاؤ..! — مرے نزدیک سچّا دھرم ہے یہ

اُداسی کا اندھیرا ہو جہاں پر
جہاں ہر سو ہو مایوسی کا منظر
نئی اِک روشنی اُس جا جلاؤ — مرے نزدیک سچّا دھرم ہے یہ

یہ ہے مفہوم، مذہب کا دھرم کا
صداقت کا، حقیقت کا، کرم کا
کہ حق پر جان کی بازی لگاؤ — مرے نزدیک سچّا دھرم ہے یہ

کِسی کو چھیڑنا کیوں؟ کیوں ستانا
نہیں اچھا، گھٹیا پن دکھانا
سبھی سے بھائی جیسے پیش آؤ — مرے نزدیک سچّا دھرم ہے یہ

ہو راحت کی حکومت اس جہاں میں
محبّت اور اُخوت اس جہاں میں
اِسی کو زیست کا مقصد بناؤ! — مرے نزدیک سچّا دھرم ہے یہ

حُبّ الوطنی

• شوقؔ ماہری
زینب منزل، موگھٹ روڈ، کھنڈوہ (ایم پی)

[عظیم عربی شاعر امیر الشعراء احمد شوقی بک کے چار مصرعوں کا منظوم ترجمہ]

جنت میں مجھ کو جو اگر بھیج دیا جائے ⁂ دل میرا وطن ہی کی طرف کھنچتا رہے گا
اللہ کو معلوم ہے اک پل بھی نظر سے ⁂ نقشہ کبھی اوجھل نہ رہا اپنے وطن کا

کب میرا شعور اس کے تصور سے ہے خالی
ہر وقت نگاہوں میں وطن کا ہے نظارا

•

دُعائے شوق

یارب! یہی حُبّ الوطنی ہم کو عطا ہو ⁂ اک شاعرِ عربی کو جو تھی اپنے وطن سے
ہم کو بھی وہی جذبۂ ایثار و وفا دے ⁂ کترائیں نہ ہم اس کے لئے دار و رسن سے

شوقی کی طرح شوق کے دل میں بھی لگا آگ
ہر چیز فرو تر ہو اسے خاکِ وطن سے

غزل

• محبوب راہی
نزد گلزاری مسجد،
پوسٹ بارسی ٹاکلی، اکولہ

جہاں سے جائیں گے ہم جس ڈگر سے گزریں گے
شکستِ ریخت کے منظر نظر سے گزریں گے

مجھے اے ہم نفسو اس گھڑی جگا دینا!
جو روشنی کے مسافر اِدھر سے گزریں گے

ابھی تو عمر پڑی ہے ابھی ہوا کیا ہے
ابھی تو اور بھی طوفان سر سے گزریں گے

ہر ایک دل میں رہیں گے ہم کسک بن کر
مثالِ اشک ہر اک چشمِ تر سے گزریں گے

لئے متاعِ انا ہم قلندروں کی طرح
ہر اک خزینۂ لعل و گہر سے گزریں گے

چلیں گے یونہی سدا رہروانِ راہِ ہوس
تمام عمر یونہی آگ پر سے گزریں گے

ہمارا نام بھی ہوگا کبھی زبانوں پر!
ہمارے نام بھی ہر اک خبر سے گزریں گے

گرفتِ وقت کبھی روک پائے گی نہ ہمیں
طلسمِ شام فسونِ سحر سے گزریں گے

بچا کے دامنِ افکار مصلحت والے
ہمیشہ معرکۂ خیر و شر سے گزریں گے

نظر نظر میں کھلا کر یقیں کے گلشن
ہر ایک دشتِ فریبِ نظر سے گزریں گے

قدم قدم پہ لئے جستجوئے نو کی لگن!
ہر ایک منزلِ عیب و ہنر سے گزریں گے

کوئی گزر نہ سکا جس سے آج تک راہیؔ
ہم اس مقام اسی رہگزر سے گزریں گے

حسّان صدیقی
۱۲۷-اے ۔ سکنڈ ایونیو،
اسمتھ روڈ، الہ آباد ۲

ستم ہی ہم پہ ترا مہرباں ضروری ہے
کہ ہر بہار سے پہلے خزاں ضروری ہے

کسی کے مشقِ ستم کے بنیں گے ہم قابل
کہ ہم پہ جورِ ترا آسماں ضروری ہے

سُنا جو نالۂ بلبل تو بول اُٹھا گلچیں
سُنانا گل کو بھی یہ داستاں ضروری ہے

کوئی غرض ہی نہیں اور سنگِ در سے مجھے
مری جبیں کو ترا آستاں ضروری ہے

طرح طرح کے گلوں سے ہے رونقِ گلشن
بچانا سب کا تجھے باغباں ضروری ہے

کسی زباں میں بتا دُ زبانِ میرؔ کہاں
بیانِ دردؔ کو اُردو زباں ضروری ہے

بلا کے ہے غمِ پنہاں رہا نہیں جاتا!
سکونِ دل کے لئے رازداں ضروری ہے

★

محمد سعد کاوشؔ پرتاپگڈھی
۸/۴ بینک روڈ، الہ آباد (یو۔پی)

اُن کے قریب رہ کے جو لمحے گزر گئے
وہ میری زندگی میں کئی رنگ بھر گئے

ہم تو صلیبِ دار سے ہنس کر گزر گئے
کچھ لوگ آپ اپنے ہی سائے سے ڈر گئے

وہ خلوص ڈھونڈتے پھرتے ہیں در بدر
اس کاروبارِ شوق کے دفتر کدھر گئے

پہنچیں گے کیا وہ منزلِ مقصود تک جناب
جو لوگ راستے ہی میں تھک کر ٹھہر گئے

مجبوریوں نے ہم کو یہ دن بھی دکھائے ہیں
ہم عزم کے پہاڑ تھے لیکن بکھر گئے

کاوشؔ میں مانتا ہوں کہ احباب ہیں مگر
جب وقت آ پڑا تو نہ جانے کدھر گئے

★

• نیاز علی نیازؔ
چوڑی محل، بالاپور
ضلع اکولہ

تیرے اندازِ تغافل کا گِلا بھی کب تک
میرے ہونٹوں پہ یہ کشکول صدا بھی کب تک

فکر یہ ہے کہ بہرحال سحر ہو جائے!
سوچ یہ ہے جلے مٹی کا دیا بھی کب تک

لوگ خود اپنی ستائش پہ اُتر آئے تھے
یہ تماشہ میری نظروں میں رہا بھی کب تک

آخرش ہوش میں آنا تھا اُسے آ ہی گیا
اور پھر دولتِ دنیا کا نشا بھی کب تک

امتحاں ختم کیا ہونے تھے کہ دل ٹوٹ گیا
نیازؔ ناراض رہا ہم سے خدا بھی کب تک

★

گورنر مہاراشٹر، شری صادق علی، ممبئی سٹی ایمبولنس کارپس، کے پچاس سال پورے ہونے پر حال ہی میں ممبئی میں منعقدہ نمائش دیکھ رہے ہیں۔

ڈاکٹر ایم۔ ایس سوامی ناتھن (بائیں سے دوسرے) رکن مرکزی منصوبہ بندی کمیشن نے ۳؍جولائی ۱۹۸۰ء کو منترالیہ، ممبئی میں وزیر اعلیٰ مہاراشٹر، شری اے۔ آر انتولے کے ساتھ مہاراشٹر کے چھٹے پانچ سالہ منصوبہ پر تبادلۂ خیالات کیا۔

شری نرائن اٹھاولے، ایڈیٹر گومنتگ، مراٹھی روزنامہ پاناجی (گوا) کو حال ہی میں منترالیہ، ممبئی میں استقبالیہ دیا گیا۔ زیرِ نظر تصویر میں شری ایس۔ این ڈیسائی، وزیر مملکت برائے اطلاعات اور رابطۂ عامہ، شری نرائن اٹھاولے کو گلدستہ پیش کر رہے ہیں۔ درمیان میں شری مادھو گڈکری، ایڈیٹر ممبئی سکال، تشریف فرما ہیں۔

روس کے قونصل جنرل شری الیکسی جی
کاشیرین نے ۸ جولائی ۱۹۸۰ء کو منترالیہ میں
وزیر اعلیٰ شری اے۔ آر۔ انتولے سے ملاقات کی۔

**

سرحدی گاندھی خان عبدالغفار خان نے
یکم جولائی ۱۹۸۰ء کو پونار آشرم میں اچاریہ
ونوبا بھاوے سے ملاقات کی۔ اس موقع پر
آپ دونوں نے ایک دوسرے سے بغلگیر
ہو کر اپنی خوشی کا اظہار کیا۔

**
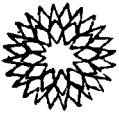
سرحدی گاندھی خان عبدالغفار خان ناگپور
تشریف لائے۔ اس موقع پر وزیر مملکت
برائے محصول و پروٹوکول شری اطہر حسین
خان، ناگپور کے میئر شری اننت ادرایڈیشنل
چیف سکریٹری شری کے بی موگھے نے
آپ کا استقبال کیا۔
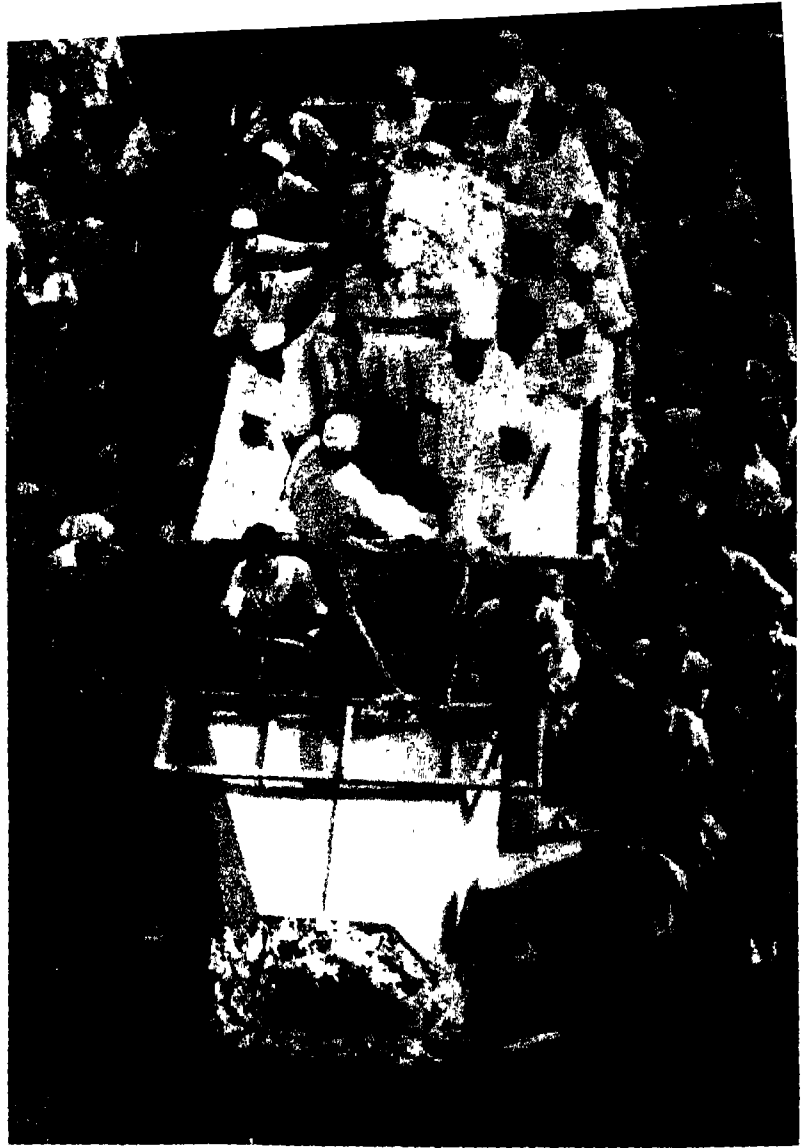
شری سنجے گاندھی کی راکھ، مہاراشٹر میں سپردِ آب کرنے کے لئے بذریعہ طیارہ بمبئی لائی گئی، تصویر میں وزیر اعلیٰ شری اے۔ آر انتولے اُرن (راکھ کا برتن) کانگریس بھون، بمبئی لے جا رہے ہیں۔ شری سنتش چیز ویدی، وزیر مملکت برائے صحت عامہ بھی موجود تھے۔ بائیں جانب شریمتی پرمیلا بین یاگنک، وزیر برائے سماجی بہبود بھی برتن اُٹھائے نظر آ رہی ہیں۔

مختلف مقامات پر شری سنجے گاندھی کی راکھ سپردِ آب

شری سنجے گاندھی کی راکھ، جوپاٹی ساحل، بمبئی پر وزیر اعلیٰ شری اے. آر انتولے نے بہائی

شری سنجے گاندھی کی راکھ سے بھرا ایک راکھدان (اُرن) شری وجے کمار پاٹل، مرکزی نائب وزیر برائے سائنس، ٹیکنالوجی اور اسپیس نے، پنج وٹی ضلع ناسک میں دریائے گوداوری کے 'رام کنڈ' میں رکھ بہائی اس موقع پر شریمتی پرمیلا تائی چوان، صدر ایم. پی. سی. سی (آئی) ڈاکٹر بلی رام ہیرے، وزیر تعلیم و صحت عامہ اور شری بابو راؤ کالے، وزیر دیہی ترقیات بھی موجود تھے.

آنجہانی شری سنجے گاندھی کی راکھ ناگپور کے ریلوے اسٹیشن سے کستورچند پارک، ناگپور میں درشن کے لئے لائی گئی۔ اس موقع کی تصویر میں "ارتھی کلسی" کے قریب وزیر مملکت شری ستیش چترویدی، ساتھ میں شریمتی سروج کھاپرڈے (ایم۔پی) اور ضلع پریشد کے صدر شری رنجیت دیشمکھ بھی اس موقع پر موجود تھے۔
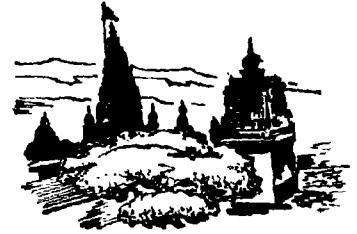
دریائے دھام، واقع پاؤنار، ضلع وردھا مہاراشٹر میں دوسرا مقام ہے جہاں شری سنجے گاندھی کی راکھ بہائی گئی۔ شری ستیش چترویدی وزیر مملکت برائے صحت عامہ، شری اطہر حسین خان، وزیر مملکت برائے محصول، شریمتی سروج کھاپرڈے، ایم پی، اور شری رنجیت دیشمکھ صدر ناگپور ضلع پریشد اس موقع پر حاضر تھے۔

رائے گڈھ میں شیواجی کی "تاجپوشی چھتری کا نقش"

وزیر اعلیٰ کا رائے گڈھ کمپلیکس پر بیان

۳؍ جولائی ۱۹۸۰ء کو وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری اے. آر انتولے کی صدارت میں منترالیہ میں چھترپتی شیواجی مہاراج سیکولر کمپلیکس کمیٹی کی دوسری میٹنگ منعقد ہوئی۔

شری انتولے نے جو کمیٹی کے چیرمین بھی ہیں، شرکاء اجلاس کو یقین دلایا کہ چھترپتی کے تخت کے اوپر چھتری نصب کرنے کے متعلق مختلف مشوروں کو عمل میں لانے کی پوری کوشش کی جائے گی۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ اسی طرح رائے گڈھ کمپلیکس کی ترقی کے لئے بھی مشوروں پر غور کیا جائے گا۔

شری انتولے کا خیال ہے کہ ساخت د ڈیزائن کے لحاظ سے چھتری کا نقش اصل معلوم ہونا چاہیئے۔

اس سے قبل راج ماتا سمترا راجے بھونسلے نے جو کہ ایگزیکٹو چیرمین ہیں، خیال ظاہر کیا کہ چھتری کی ڈیزائن رائے گڈھ قلعہ کی تاریخی اہمیت کے مطابق مناسب ہے اور اس مہینے کے آخر تک سب کمیٹی کے پاس پہنچ جانی چاہئے۔ دیگر مشوروں میں رائے گڈھ کو سیاحی مرکز بنانے اور قلعہ کو خوبصورت بنانے کی تجویزیں شامل ہیں۔

شری بابا صاحب پُرندرے نے وزیر اعلیٰ کی خدمت میں شیواجی مہاراج پر اپنی کتابوں کا ایک سیٹ پیش کیا۔

شری پُرندرے کی زیر قیادت ڈائرکٹر آف آرکیالوجی ڈاکٹر جا مکھیڈکر ممتاز آرکٹیک اور دیگر حضرات پر مشتمل ایک ایکسپرٹ کمیٹی آرکیٹکچرل اور آرکیالوجیکل تفصیلات پر غور کرنے کے لئے تشکیل دی گئی ہے۔

سب کمیٹی نے عوام اور اداروں وغیرہ سے اپیل کی کہ اگر ان کے پاس کاغذات اور غیر طلبیدہ دستاویزات ہوں تو وہ شری وی. جی دلیشمکھ اگریکلچر سکریٹری چھٹا منزلہ، منترالیہ ممبئی ۴۰۰۰۳۲ کے نام پر روانہ کریں۔

شری کے. کے. موگھے ایڈیشنل چیف سکریٹری نے مہمانوں کا خیر مقدم

زیر نظر تصویر میں وزیر اعلیٰ شری اے. آر انتولے، چھترپتی شیواجی مہاراج کی ۳۰۰ ویں برسی منانے کے سلسلے میں تشکیل شدہ کمیٹی سے خطاب فرما رہے ہیں۔ آپ کے دائیں جانب راج ماتا سمترا راجے بھوسلے، اور بائیں جانب ڈاکٹر بلی رام ہیرے، وزیر تعلیم اور شری سُرلش دبونلے، وزیر مملکت برائے تعلیم دیکھے جا سکتے ہیں۔

۱۰ جولائی

قومی راج

بمبئی کے مصروف ترین علاقہ کماٹی پورہ میں مسٹری بلڈنگ ۲ر جولائی کو یکایک منہدم ہوگئی وزیراعلیٰ شری اے ۔آر ۔ انتولے نے فوراً جائے حادثہ پر پہنچ کر حادثہ سے متاثرہ اشخاص سے ملاقات کر کے انھیں تسلی دی ۔ شری بابو راؤ ڈھکنے ایم ۔ ایل ۔ اے اور شری نرنبدر تڑ کے ایم ۔ ایل ۔ سی آپ کے ہمراہ تھے ۔ دائیں جانب منہدم عمارت ۔

کماٹی پورہ میں عمارت گرنے کا حادثہ وزیراعلیٰ شری انتولے نے معائنہ کیا

وزیراعلیٰ شری اے ۔آر ۔ انتولے نے ۲ر جولائی کو کماٹی پورہ بمبئی میں منہدم عمارت کا معائنہ کیا ۔ مہاراشٹر ہاؤسنگ اینڈ ایریا ڈیولپمنٹ اتھارٹی اور بمبئی ہاؤسنگ اور ایریا ڈیولپمنٹ بورڈ کے افسران آپ کے ہمراہ تھے ۔ آپ نے ان عہدے داروں کو ہدایت کی کہ اس بلڈنگ میں مقیم متاثرہ خاندانوں کو متبادل رہائشی جگہ مہیا کی جائے نیز قریب کی عمارتوں کا فوری معائنہ کیا جائے اور ضروری اقدامات کیے جائیں ۔

آپ نے متاثرہ خاندانوں کو وزیراعلیٰ راحت فنڈ سے ایک ہزار روپے بطور مالی امداد دینے کا اعلان کیا ۔

وزیراعلیٰ جے ۔ جے ہسپتال بھی تشریف لے گئے ۔ جہاں آپ نے اس حادثہ میں زخمی ہونے والے افراد سے ملاقات کی اور ان کا حال دریافت کیا ۔ یہ معلوم ہونے پر کہ ادزا خاندان کے پانچوں کے پانچ افراد جن میں تین چھوٹے بچے بھی شامل ہیں ، حادثہ میں زخمی ہوئے ہیں ۔ آپ نے ڈین ، ڈاکٹر ایس ۔ جی ۔ دیودھر کو یہ ہدایت کی کہ ان سب کو ایک جگہ رکھا جائے ۔

وزیراعلیٰ نے ڈین کو یہ بھی بتایا کہ زخمیوں کے کھانے اور علاج وغیرہ پر مقررہ حد سے زیادہ اخراجات وزیراعلیٰ فنڈ سے دیے جائیں گے ۔

وزراء کے زیر نگرانی اضلاع

مہاراشٹر کے کابینی وزراء اور وزراء مملکت کی خصوصی توجہ کے لیے مندرجہ ذیل اضلاع ان کے سپرد کیے گئے ہیں ۔

اضلاع کے نام قوسین میں دیے گئے ہیں ۔

وزراء :۔ شریمتی شالینی تائی وسنت راؤ پاٹل (سانگلی) شری رام راؤ وامن راؤ آڈک (بمبئی و جلگاؤں) شری جواہر لال درڈا (ایوت محل و امراوتی) ڈاکٹر بلی رام وامن ہیرے (ناسک و دھولے) شری بابو راؤ کالے (اورنگ آباد اور پربھنی) شری بھیکا جی جیجابا کھتال (احمد نگر) شری شیواجی راؤ بی پاٹل (عثمان آباد اور ناندیڑ) شری بابا صاحب اننت راؤ بھونسلے (کولہاپور اور بیڑ) شری بھگونت راؤ ایم گائیکواڑ ، (ناگپور) شریمتی پرمیلا بین بھانو شنکر یاگنک (تلابہ) اور شری جینت راؤ مولک (دیو تنے)

وزراء مملکت :۔ شری ابھئے سنگھ شاہو مہاراج راجے بھونسلے (ستارا) شری خان محمد اظہر حسین (اکولہ) شری سریش بلی رام دیو تلے (چندر پور) شری ستیش چترویدی (بلڈانہ) شری دینا ناتھ شیر آپا کامبلے (سولاپور) شریمتی تارا بائی نرسنہا ورتک (تھانے) ، شری ایس این دیسائی (رتناگیری) شری ہری بھاؤ جاگو بانائیک (بھنڈارا) اور شری چندر کانت ترپاٹھی (وردھا)

قومی راج

ممتاز مراٹھی صحافی شری گووند مورلیشور پینڈسے، جوکہ آباپینڈسے کے نام سے مشہور تھے، کے. ای. ایم ہسپتال، بمبئی میں ۲۶ رجون کو انتقال فرما گئے. آپ کی عمر ۶۹ سال تھی. وزیر اعلیٰ شری اے. آر انتولے نے آباپینڈسے کی رہائش گاہ واقع کھیت واڑی، گرگام پر آنجہانی کے آخری درشن کرکے انھیں خراج عقیدت پیش کیا. ڈاکٹر بلی رام ہیرے، وزیر تعلیم، صحت عامہ اور خاندانی بہبود، شری جینت راؤ تلک، وزیر برائے انرجی، سیاحت، پروٹوکول، اسپورٹس، یوتھ سروسیز، ثقافتی و قانونی امور، شری ابھئے سنگھ راجے بھوسلے، وزیر مملکت برائے داخلہ، آبپاشی سی. اے ڈی اے اور زراعت. نیز شری ایس این ڈیسائی، وزیر مملکت برائے امداد باہمی، منصوبہ بندی، اطلاعات و رابطۂ عامہ نے ان کی رحلت پر اپنے تعزیت ناموں میں دلی رنج و غم کا اظہار کیا.

رام ٹیک حادثہ میں عدالتی تحقیقات

حکومت مہاراشٹر نے پولیس تحویل میں رتی رام پوناجی راؤت پر بے جا سختی اور ۴ رجولائی. ۱۹۸۰ء کو رام ٹیک (ناگپور ضلع) میں ان کی موت اور حالات جن کے نتیجہ میں بدنظمی آتش زدگی اور ڈیوٹی پر موجود پولیس افسران پر حملہ کے واقعات ہوئے تھے ان تمام معاملات کی عدالتی تحقیقات کرانے کا فیصلہ کیا ہے. کمیشن آف انکوائری ایکٹ ۱۹۵۲ء کے تحت حکومت ایک انکوائری کمیشن مقرر کرنے والی ہے.

بے روزگاری بھتہ

حکومت مہاراشٹر نے مہاراشٹر بے روزگاری بھتہ ادائیگی برائے کارخانہ ملازمین (برائے عارضی مدت) قانون بابت ۱۹۷۶ء کے ریاست بھر میں نفاذ کی عارضی مدت یکم جولائی. ۱۹۸۰ء سے ۳۱ دسمبر ۱۹۸۰ء تک مقرر کی ہے

اطلاع نامہ غیر معمولی گزٹ مورخہ ۲۶ رجون ۱۹۸۰ء کے حصہ I میں شائع کر دیا گیا ہے.

ریاستی اراکین پارلیمنٹ پر مشتمل سیل

مہاراشٹر کے اراکین پارلیمنٹ سے حالیہ ملاقات کے دوران وزیر اعلیٰ شری نے خود یہ تجویز پیش کی تھی کہ ریاست مہاراشٹر کے مفاد کے پیش نظر ریاست کے علاقوں کے نمائندہ ممبران پارلیمنٹ پر مشتمل ایک سیل قائم کیا جائے جو ریاستی مسائل کا جائزہ لے اور اس سلسلے میں پارلیمنٹ اور مرکزی حکومت سے رجوع کرے.

یہ سیل ریاستی امور پارلیمنٹ اور مرکزی حکومت کے سامنے پیش کرنے کی سعی کرے گی. اس سلسلے میں ایوان کے ممبران کو ریاست سے متعلق تفصیلی اطلاعات دی جائیں گی.

::::::::::

شری سنجے گاندھی، وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی کے جواں سال فرزند، بروز پیر ۲۳ جون ۱۹۸۰ء کو نئی دہلی میں ایک المناک ہوائی حادثہ میں جاں بحق ہو گئے۔ شری سنجے گاندھی، نوجوان نسل کے رہنما رواں تھے۔ آپ رکن پارلیمنٹ اور آل انڈیا کانگریس کمیٹی (آئی) کے جنرل سکریٹری بھی تھے۔ شری سنجے گاندھی کا ۲۴/۶/۱۹۸۰ء کو شانتی وَن، نئی دہلی میں اپنے نانا، پنڈت جواہر لال نہرو کی سمادھی کے قریب انتم سنسکار کیا گیا۔

Now read more about

How you can earn extra income by promoting investments in Small Savings scrips.

Is it possible?

Yes. You can earn this income if you have the desire. You may be in search of a full time rewarding career for yourself or some one else. You may be working in a factory/office or may be a professional. You could be an agent promoting something else. You can earn in addition to your regular job.

What is to be done.

You have to get investment in small savings scrips. You may do it fultim[e] or in spare time. You are your own master. No fixed timing.

What are small savings scrips.

These are the postal national savings scrips. P.P.F. can also be invested in State Bank of India branches.

How good are the small savings scrips.

These are the best and the most popular scrips in the market offerin[g] highest return and cater to all needs of personal investment. Moreover these are widely publicised and well known.

What will you get

Standardised Agency system:— 2.5% commission on 7 yr. National Savings Certificates and 5 yr. time deposits. 1% commission on 2 yr. & 3 yr. time deposits.

Public Provident Fund Agency System:- 1% commission on the amount invested throughout the duration of the Public Provident Fund account

Mahila Pradhan Kshetriya Bachat Yojana (MPKBY) Agency:- Only fo[r] women and organisations 4% commission on the amount of 5 yr. Recurring Deposit account and 10 y[r] Cumulative Time Deposit (CTD) collected and deposited in post office.

How much can you earn:-

Sky is the limit.

For details contact:

Directorate of Small Savings,
New Administrative Building, 8th Floor, Opp. Mantralaya, Bombay. Phone: 232537

Or
Collectorates in the districts

Or
Regional Directors of National Savings

at Bombay—Phone: 250021,
Pune—Phone: 442514
Nagpur—Phone: 25482

Issued by the D.G.I.P.R., Bombay.

Vishpala

پریم چند
خصوصی نمبر
JULY 25, 1980
DR. ZAKIR HUSAIN LIBRARY
JAMIA NAGAR
NEW DELHI

پریم چند کی ہندی تحریر کا عکس

आदम — हौआ, हौआ!

हौआ — क्या है, आदम?

आदम — यहाँ आओ, शीघ्र कुछ हो गया है!

हौआ — (दौड़कर) क्या! कहाँ? (आदम हाबिल के बच्चे की ओर संकेत करता है) ओह! (वह उसके पास जाती है, आदम को भी उसके साथ जाने का साहस होता है) इसकी आँखों को क्या हो गया?

आदम — केवल आँखें नहीं, यह देखो (उसको ठुकराता है)

हौआ — ओ यह न करो, यह जागता क्यों नहीं?

आदम — मालूम नहीं, सो नहीं रहा है।

हौआ — सो नहीं रहा है?

قومی راج

منشی پریم چند خصوصی نمبر

جلد ۷ ٭ ۲۵ جولائی ۱۹۸۰ء ٭ شمارہ نمبر ۱۴

ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ: دس روپے ٭ فی کاپی: پچاس پیسے

نگراں: خواجہ عبدالغفور (آئی۔ اے۔ ایس)

صفحہ نمبر

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ:
چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز
ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز،
گورنمنٹ آف مہاراشٹر
منترالیہ ۔ بمبئی نمبر ۳۲ ۴۰۰

چیف ایڈیٹر: ایم۔ البشور راج ماتھر
ایڈیٹر: ریاض احمد خاں
سب ایڈیٹر: عبدالوحید خاں جامعی

سرورق:۔ اردو ہندی کے شہرہ آفاق ادیب منشی پریم چند۔

پیغامات

گورنر مہاراشٹر، شری صادق علی

ہمارا دیش 'منشی پریم چند صدی' منا رہا ہے۔ منشی پریم چند نے اس زمانے میں جنم لیا جب بھارت ایک نئے مستقبل کے لئے جدوجہد کر رہا تھا اور ایک نئی تحریک کے بیج بوئے جا رہے تھے۔ اس پوری تحریک کا پریم چند نے گہرائی سے مطالعہ کیا۔ صرف مطالعہ ہی نہیں کیا بلکہ اپنے زورِ قلم کا بخوبی استعمال بھی کیا۔

وہ ایک اعلیٰ انسان تھے اور ایک اونچے فلمکار بھی۔ انھوں نے فرد اور سماج دونوں کے مسائل قارئین کے سامنے مناسب ڈھنگ سے پیش کئے۔ انھوں نے ایک 'نئے'، انصاف پسند، آزاد، باعزت اور ذمہ دار انسانیت کا اپنا نظریہ پیش کیا۔ ان کی عام فہم ہندی اور اُردو میں بڑی جان اور مٹھاس تھی جو لوگوں کو اب بھی پیاری ہے۔

بیسویں صدی میں ہمارے ملک نے جو ادب پیدا کیا اور اس کے ذریعہ جو نئی روشنی پھیلی ہے اس میں بے شک 'منشی پریم چند' کا مقام اونچا ہے۔

صادق علی
گورنر مہاراشٹر

وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری اے۔آر۔انتولے

پریم چند نے بڑی خود اعتمادی اور یقین کے ساتھ اپنے زمانے کے سماج کی عکاسی کی ہے۔ انھوں نے اُس زمانے کے حالات کو سمجھنے کے لئے قدیم روایات سے ہٹ کر ایک الگ نظریہ اپنایا۔

پریم چند نے پورے ہندوستانی سماج کے بدلتے حالات میں سماجی شعور کو جس طرح بیدار کیا اور راہ دکھائی اس کے لئے پورا ملک ان کا احسان مند ہے۔ جد وجہد آزادی سے لے کر بے جوڑ شادی، جہالت، بیواؤں اور ہریجنوں کے مسائل، مزدور اور کسانوں کا استحصال وغیرہ ان سب پر انھوں نے کافی لکھا ہے۔

مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ محکمۂ اطلاعات و رابطۂ عامہ کی جانب سے 'پریم چند صدی' کے موقع پر اپنے پندرہ روزہ رسائل 'مہاراشٹر مانس' (ہندی)، 'لوک راجیہ' (مراٹھی، انگریزی، گجراتی، سندھی) اور 'قومی راج' (اردو) کا پریم چند خصوصی نمبر شائع کیا جارہا ہے۔

مجھے پورا یقین ہے کہ محکمۂ اطلاعات و رابطۂ عامہ کے یہ خصوصی نمبر اپنی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے قارئین کو پریم چند سے بخوبی روشناس کریں گے۔

یہ خصوصی نمبر مقبول ہوں یہی میری خواہش ہے۔

(اے۔آر انتولے)

وزیر اعلیٰ مہاراشٹر

شری ایس۔ این ڈیسائی

وزیر مملکت برائے امداد باہمی، صنعت، منصوبہ بندی، اطلاعات و تعلقات عامہ

ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز کے پندرہ روزہ رسائل 'مہاراشٹر مانس' (ہندی)، لوک راجیہ (مراٹھی، انگریزی، گجراتی اور سندھی) اور 'قومی راج' (اردو) کا 'پریم چند خصوصی نمبر' آپ کی خدمت میں پیش ہے۔

ڈائرکٹوریٹ کے ان رسالوں کی اپنی ایک علیحدہ روایت رہی ہے۔ ہم مہاراشٹر ہی نہیں بلکہ ملک کی دیگر ممتاز سماجی، ادبی اور سیاسی شخصیتوں پر خصوصی نمبر نکالتے رہے ہیں جو ریاست میں ہی نہیں بلکہ بیرونِ ریاست بھی مقبول ہوئے ہیں۔

"منشی پریم چند نمبر" بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ مجھے پوری اُمید ہے کہ ریاست اور بیرونِ ریاست کے ادبی ذوق رکھنے والے لوگ اس خصوصی نمبر کا سواگت کریں گے۔

ایس۔ این ڈیسائی

اردو مصنّف منشی پریم چند

ڈاکٹر صفدر آہ آ کلا - گنیش پوری براہ د ی - وڈ (ویسٹرن ریلوے) ۴۰۱۲۰۲

یو۔ پی کے ایک کائستھ خاندان میں پریم چند ۱۸۸۰ء میں پیدا ہوئے۔ اردو اور فارسی ان کو ابتدا ہی سے پڑھائی گئی تھی۔ وہ گاؤں کی بولی کو اپنی بولی اور اردو کو اپنی تہذیب اور مادری زبان سمجھتے تھے۔ گاؤں کا معاشرہ ان میں اپنی دلکش معصومیت اور سادگی کے ساتھ رچا ہوا تھا۔ اور گاؤں کا بھولا پن ہی ان کا مزاج اور فطرت تھی۔

پریم چند نے گاؤں کو خالص گاؤں کے انداز سے سوچا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گاؤں کے متعلق ان کی تحریروں میں ان کی روح بول اٹھتی تھی۔ یہ کہنا بالکل درست ہے کہ پریم چند پہلے مصنف ہیں جو یوپی کے گاؤں اور اس گاؤں میں بسنے والے کرداروں کو ادب میں لائے ہیں۔ شہر کے متعلق ان کی تحریروں میں وہ بات نہیں آتی جو دیہات کے متعلق ان کے بیان میں ہوتی ہے۔

پریم چند ایک اصلاح پسند مصنف تھے۔ انھیں انقلاب پسند نہیں کہا جا سکتا۔ جب ترقی پسند تحریک شروع ہوئی تو ایک روشن خیال بزرگ ادیب کی طرح انھیں کرسیٔ صدارت پر بٹھا دیا گیا۔ انھوں نے اردو افسانے اور فکشن کو ایک نیا طرز دیا۔ لیکن انقلاب کا نعرہ انھوں نے نہیں لگایا۔ وہ اپنے عہد کے مطابق ایک پکے ہندو تھے۔ لیکن ان میں تعصب کہیں نام کو نہ تھا۔ مذہب کے اتباع کے باوجود وہ ایک بھلے آدمی اور انسان دوست تھے۔

گاندھی جی کے وہ دل سے پیرو تھے۔ گاندھی جی کی [illegible] وقتی یا لیسی نہیں تھی [illegible] ایک قابل احترام عقیدہ تھا۔ وہ گاندھی جی کی اقتصادی اسکیم کھدر، دیسی صنعت کو [illegible] تھے اور [illegible] کی سیاسی تنظیم پر دل سے عقیدہ رکھتے تھے۔

گاندھی جی کے خاص وشنو داس کے ساتھ [illegible] کی تحریک آریہ سماج کے بھی پیرو تھے۔ [illegible] مذہبی [illegible] جو [illegible] کی طاقت ان میں آریہ سماج ہی نے پیدا کی۔ ہندو دھرم سے جانے کا راستہ تو ہمیشہ سے تھا۔ لیکن ہندو دھرم میں آنے کا راستہ کبھی نہ تھا۔ آریہ سماج نے سب سے پہلے دوسرے مذہب والوں کی شدھی کر کے انھیں ہندو بنانے کا طریقہ رائج کیا۔ ودھوا وواہ، اچھوت ادھار اور اصنام پرستی کی مخالفت یہ سب باتیں ہندوؤں میں آریہ سماج ہی نے رائج کیں۔ پریم چند ان سب کو مانتے تھے۔

ابتدائی دور کا کیا ذکر پریم چند کے اچھے خاصے مقبول ہو جانے کے بعد بھی ان کو دس پندرہ روپیہ فی افسانہ رسالوں سے معاوضہ ملتا تھا۔ ظاہر ہے اتنی قلیل آمدنی میں بسر اوقات ان کے لیے سخت دشوار ہوتی ہوگی۔ یہ حقیقت ہے کہ ان کی تمام عمر مصائب اور افلاس ہی میں بسر ہوئی۔ لیکن ان مصائب سے ان میں تلخی اور درشتی کی جگہ درد آشنائی پیدا ہوئی جو فنکار کی سب سے بڑی دولت ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ پریم چند [illegible] کے لیے شبلی کو کہنا پڑا:

"پانچ کروڑ مسلمانوں میں اس کا ذکر کی ایسی دل نشین اردو کوئی اور نہیں لکھ سکتا۔"

پریم چند اول سے آخر تک صرف اردو ادیب رہے۔ اردو کے علاوہ وہ کوئی دوسری زبان ادیب کی طرح نہیں لکھ سکتے تھے۔ اقتصادی ضروریات اور ماحول کے اثرات سے انھوں نے ہندی سیکھی۔ لیکن ان کی ہندی ہمیشہ ناقص رہی۔ بہت دن ہوئے ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک ناگری مسودہ میں نے بنارس میں دیکھا تھا۔ حیرت ہوتی ہے کہ اس مسودے میں املے کی غلطیاں موجود تھیں۔ وہ بہت سے بہت ہندی کے ایک خواندہ آدمی تھے۔ ادیب وہ صرف اردو کے تھے۔ خواندہ آدمی اور ادیب میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔

پریم چند اردو ہی میں سوچتے تھے اور اردو ہی میں لکھتے تھے ان کا یہ انداز شروع ہی سے آخر تک رہا۔ ان کے تفکر اور تر فہیم کی ہم آہنگی سے وہ سیاق و سباق پیدا ہوتا ہے جسے پریم چند کا اسٹائل کہا جاتا ہے۔ یہ اسٹائل ناگری لپی میں آکر بھی اپنی انفرادیت کی وجہ سے ہر جگہ پہچانا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے فسانۂ آزاد ناگری کا جامہ پہن کر بھی دور سے فسانۂ آزاد معلوم ہوتا ہے۔

اپنے ہندی مسودے بھی پریم چند بیشتر اردو رسم الخط میں تحریر کرتے تھے۔ اردو تحریر کی عادت ہو جانے کے بعد ہندی تحریر میں خاصی دشواری ہو جاتی ہے۔ اردو جتنی جلدی اور آسانی سے لکھی جا سکتی ہے ہندی نہیں لکھی جا سکتی ہے۔ پھر پریم چند ہندی کے ماہر بھی نہ تھے۔ اپنے آخر وقت میں ایک بار انھوں نے مجھ سے کہا تھا "بھیا مجھے ہندی کہاں آتی ہے"۔ یہ انکسار نہیں اظہار حقیقت تھا۔

ہندی زبان کو اردو رسم الخط میں میرے کئی ایسے دوست لکھتے تھے جو حالات کے تقاضے سے اردو چھوڑ کر ہندی مصنف بنے تھے۔ پنڈت سدرشن مرحوم میرے قریبی دوست تھے۔ وہ اردو کے ایک نامور مصنف تھے۔ ان کے سارے ہندی مسودے آج تک اردو تحریر میں موجود ہیں۔

میں نے خود جب جینتا ہندی میں نکالنا شروع کیا تو بعض وقت جلدی میں ہندی عبارت اردو ہی میں تحریر کر دیتا تھا۔ مالک مطبع بابو سندر لال مرحوم کمپوزنگ میں اسے من و عن ناگری تحریر میں منتقل کروا دیتے تھے۔

پریم چند اور اردو کا رشتہ عجیب و غریب تھا۔ ان کی ادبی ہستی اور اردو ہی پر منحصر تھی۔ اردو کے بغیر وہ اپنے وجود کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اگر کوئی اردو والا ان سے مذاقاً بھی اردو فراموشی کی شکایت کر دیتا تو نرمی کی جگہ ان کے چہرے پر غصے اور کرب کے آثار پیدا ہو جاتے تھے۔ یوں بھی اگر فرض کر لیا جائے کہ ہندو مذہب سے لگاؤ اور حالات کے تقاضے سے کبھی کبھی ان کا رجحان ہندی کی طرف ہو جاتا تھا تب بھی ہم اس تاثر کو ان کا جزو ذات نہیں کہہ سکتے۔ اردو سے انھیں اگر سچا عشق و خلوص نہ ہوتا تو وہ اتنی پر اثر اور حسین اردو نہیں لکھ سکتے تھے جس کی ہم مرتبہ اردو پانچ کروڑ مسلمانوں میں بقول شبلی کوئی نہیں لکھ سکتا تھا۔

ہندی کو پریم چند نے تعقیدوں سے پاک کیا، زبان میں روانی پیدا کی، اسے اردو کے شائستہ ضرب الامثال اور شستہ محاورات سے سجا(یا)۔ ان محاسن کو بعض ہندی والے نقص قرار دیکر پریم چند کی ہندی کو شدھ نہیں مانتے تھے لیکن یہ چند احساس کمتری کے شکار سرپھیروں کی بات ہے۔ فکشن تو پریم چند ہی کے اسٹائل کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ پریم چند کے علاوہ ہندی میں کوئی افسانہ نگار صاحب طرز نہیں ہے۔

یہ بات تو نظر انداز کی نہیں جا سکتی کہ پریم چند کی ہندی تصانیف کا سلسلہ شروع ہونے کے بعد ان کے اردو اسٹائل میں کہیں کہیں ناخوشگواری پیدا ہو گئی ہے۔ رواج اور روش سے مجبور ہو کر انھیں ہندی میں اپنا علم ظاہر کرنے کے لیے غریب سنسکرت لغات ڈھونڈ ڈھونڈ کر بھرتے تھے۔ لفظوں کا یہ نامانوس ماحول ان کی دل نشین اردو کے مضر ہی رہتا تھا۔ یہ بات ان کے اردو افسانوں اور اردو اور ہندی میں لکھے ہوئے افسانوں کے تقابل سے سمجھ میں آ سکتی ہے۔ "کفن" جو ان کا ایک شاہکار افسانہ سمجھا جاتا ہے۔ پر تصنع ہندی اثرات سے متاثر ہوئے بغیر پہلے اردو ہی میں لکھا گیا اور اردو ہی میں چھپا ہوا۔ یہ افسانہ ان کے اسٹائل کا ایک نادر نمونہ ہے۔ میں پریم چند کو افسانہ نگار مانتا ہوں۔ گئودان کے علاوہ ان کا کوئی ناول ان کے معیار کا نہیں۔ گئودان میں بھی صرف گاؤں کا حصہ بے مثال ہے۔ اس ناول میں شہر کا باب میں ایک بھونڈا پیوند ہے۔ جس کا مقصد تجارتی ضرورت کے لیے تعداد صفحات بڑھانے کے علاوہ کچھ اور نہیں ہو سکتا۔

ڈاکٹر مسعود حسن خاں کا یہ مشورہ اردو والوں کے لیے قابل غور ہے جس میں موصوف نے اردو گئودان کو ہندی گئودان کا ترجمہ قرار دیا

ناول کو اردو تصانیف کی فہرست سے خارج کر دیا ہے یہ انوکھا نظریہ ۱۵ دسمبر ۱۹۷۰ء کے ہماری زبان میں شائع ہوا تھا۔ میں نے ہماری زبان ۱۹۷۰ء کے کسی شمارے میں اس کا مختصر سا جواب بھی دیا تھا۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہم جس طرح انگریزی کو اردو میں منتقل کرنے کو ترجمہ کہتے ہیں۔ کیا انھی معنوں میں ہندی سے اردو یا اردو سے ہندی میں منتقلی کو بھی ہم ترجمہ کہہ سکتے ہیں۔ خاص کر کہ اس میں جہاں تحریر کے ساتھ خال خال چند لفظ بدلنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اگر برج بھاشا، اودھی یا میتھلی وغیرہ کو اردو میں منتقل کیا جائے تو بھی اسے ترجمہ کہہ لیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن کھڑی بولی ہندی کو تحریر بدل کر اردو میں لکھنا ترجمہ کسی طرح نہیں ہو سکتا۔

ڈاکٹر مسعود حسن خاں نے بتایا ہے کہ سحر ورما ہندی گؤدان کے مترجم ہیں۔ سحر ورما کا یہ دعویٰ گؤدان ہی کے لیے نہیں پریم چند کے کئی ناولوں کے لیے ہے۔ میری عرض یہ ہے کہ اگر وہ حقیقتاً گؤدان یا پریم چند کے کسی ناول کے ترجمان تھے تو انھوں نے بحیثیت مترجم ان کتابوں پر اپنا نام کیوں نہیں دیا۔ سحر ورما کا یہ بیان ایک مسرتناک کرب ہے۔ میری نظر میں وہ پریم چند کی بعض کتابوں کے مسودہ نویس تھے۔ گؤدان کے بارے میں چونکہ پریم چند سخت علیل تھے لہٰذا تعلقات کی بنا پر اس مسودے میں وہ مشیر بھی بن گئے۔ لیکن مشیر کے معنی مترجم یا شریک قلم ہرگز نہیں ہو سکتے۔ گؤدان، گؤدان ہی کی طرح پریم چند کی تصنیف ہے۔ ترجمہ نہیں۔

آج سے دس سال پہلے ہماری زبان ۸ر جولائی ۱۹۸۰ء میں ڈاکٹر قمر رئیس نے یک بیک لخت افسانوی خط "پریم چند کا مکتوب ڈاکٹر مسعود حسن خاں کے نام" کے عنوان سے تاشقند سے شائع کروایا تھا۔ اس خط میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ ماخذوں کے حوالوں سے محروم ہے اور کسی علمی بحث میں شامل ہونے کے قابل نہیں ہے۔ میں نے خط لکھ کر بصد ادب موصوف سے توضیحات دریافت کیں تو مجھے جواب اس طرح دیے گئے جیسے آپ مجتہد اپنے مقلد کو جواب دیتا ہے۔ میرے لیے موصوف عالی کا اپنے سفید بالوں کے باوجود مقلد بننا باعث فخر ہو سکتا تھا بشرطیکہ یہ جواب میری تحقیقی پیاس بجھا سکتے۔

ڈاکٹر قمر رئیس نے اس مکتوب میں بہت سی بے حوالہ باتوں کے علاوہ صفحہ ۳ پر سطر ۲۴ سے ۲۸ پر زبان پریم چند فرمایا ہے کہ "بھارتی ساہتیہ پریشد کے ناگپور والے اجلاس میں میں نے ہندی اور ہندوستانی کے سلسلے میں مہاتما گاندھی کی تجویز کی کھل کر مخالفت کی تھی"۔ میں اس ناگپور پریشد کے عہد میں ادب کا ایک فعال عنصر تھا۔ ساتھ ہی پریم چند سے بھی واقف ہوں۔ میری نظر میں پریم چند جیسے مخلص گاندھی وادی کی طرف سے گاندھی جی کی کھل کر مخالفت نہ تو امر واقعہ ہے نہ اس بات کا کسی صورت میں امکان ہو سکتا ہے۔

اندازہ ہے کہ اردو کی کساد بازاری اور ہندی والوں کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے اپنی زندگی کے آخری بارہ سال میں پریم چند اپنی تصنیفات کو پہلے ہندی میں اور اس کے بعد اردو میں شائع کرنے لگے تھے۔ یہ کوئی عجیب بات نہیں۔ بیدی کی ایک چادر میلی سی پہلے ہندی میں چھپی۔ کرشن چندر کی بھی شاید ایک کتاب پہلے ہندی میں نکلی۔ عباس کا ناول انقلاب پہلے ہندی میں شائع ہوا۔ گؤدان بھی اسی طرح پہلے ہندی میں نکلا۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ اردو کے یہ نامور مصنف ہندی لیکھک ہو گئے

ہندی سے پریم چند کا تعلق صرف تجارتی تھا جبکہ وہ اردو کو اپنی مادری زبان اور اپنے ادب کا سرچشمہ سمجھتے تھے۔ اردو میں پریم چند اس مرتبے پر تھے کہ ان کا ہم مرتبہ یا قریب المرتبہ کوئی افسانہ نگار نظر نہ آتا تھا۔ اپنی اس منفرد حیثیت کی حفاظت انھیں جان سے زیادہ عزیز تھی۔

پریم چند نے اپنے محبوب اسلامی پیشوا امام حسین پر ایک خوب صورت ڈرامہ کربلا لکھا۔ لیکن مسلمان ڈرامے کا مطلب پارسی ڈرامے کی ایسی لغو اور بیہودہ چیز سمجھتے تھے۔ پریم چند کے مخلص دوستوں نے انھیں مشورہ دیا کہ اس ڈرامے کی اشاعت خلاف مصلحت ہوگی۔ شاید اردو پبلشروں نے بھی پہلو تہی کی۔ لہٰذا ۱۹۲۴ء؎ میں یہ کسی ہندی ناشر کی معرفت ناگری میں شائع کر دیا گیا۔ پھر ۱۹۲۶ء سے ۱۹۲۸ء تک بہ ستر قسطوں میں زمانہ کانپور میں شائع ہوا۔ اردو میں اس کی اشاعت شروع ہوتے ہی مسلمانوں میں ایک ہنگامہ ہو گیا۔ لوگ قلم سنبھال کر پریم چند پر انتقاماً ٹوٹ پڑے۔ ان کے معتقدات کے ساتھ ان کے زبان و بیان پر اعتراضات شروع ہوئے — پریم چند مزاجاً ایک صلح پسند اور ہر دم قسم کے آدمی تھے۔ دیہات میں ان کی پرورش ہوئی تھی۔ وہ چکبست نہ تھے جنھوں نے گلزار نسیم کے معرکے میں مولانا شرر کی آواز بند کر دی تھی۔ اس ہنگامے سے ان کی خود اعتمادی پر بھی

؎ کربلا کی اشاعت کی تاریخیں مجھے ڈاکٹر قمر رئیس سے حاصل ہوئیں جس کے لیے میں موصوف کا ممنون ہوں۔

زیڑا اور انھوں نے سحر ورما ایسے کچھ مشیر بھی بنا لیے۔ جن میں سے بیشتر
ن کے مسودہ نویس تھے۔ اردو میں "کربلا" شاید ۱۹۳۰ء میں شائع ہوا۔
پریم چند کو اپنی ہندی پر سچا طور پر اعتماد نہ تھا۔ اور اس کے لیے وہ سنسکرت داں دوستوں سے صلاح کر لیتے تھے۔ لیکن جہاں تک اردو کا تعلق ہے اس عہد کا کوئی مسلمان یا ہندو ان کے طرز کی نقل بھی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ صرف پریم چند کی گھبراہٹ اور کمزوری تھی کہ انھیں اپنی اردو کے لیے صلاح کاروں کا خیال آیا۔

جہاں تک میرا علم ہے۔ پریم چند کے بنیادی خاکے بیشتر بلکہ تمام تر اردو ہی میں ہوتے تھے اور انھیں خاکوں کی بنا پر ان کا اردو یا ہندی مسودہ تیار ہوتا تھا۔ گئودان کے لیے بھی میں سمجھتا ہوں کہ پہلے گئودان خاکے کی صورت میں اردو ہی میں تیار ہوئی اور اسی کی بنیاد پر ناگری مسودہ خود پریم چند کی زیر نگرانی لکھا گیا۔ گئودان کے مسودے کے وقت جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے پریم چند اتنے علیل تھے کہ وہ اپنی اس بہترین تصنیف کا مسودہ بھی نہیں دیکھ سکے اور سحر ورما نے جا بجا اپنی بد ذوقی سے اسے چوپٹ کیا۔

۱۵ر جون ۱۹۷۱ء کے ہماری زبان میں ڈاکٹر مسعود حسن خاں نے گوداں (ہندی) اور گئودان (اردو) کے چند فقروں کا جو تقابلی تجزیہ کیا ہے اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ پریم چند کا بنیادی خاکہ اردو ہی میں ہوتا تھا جس کی بنیاد پر ان کے ہندی یا اردو مسودے تیار ہوتے تھے ملاحظہ ہو:-

گوداں میں پریم چند کی ہندی	گئودان میں سحر ورما کی اردو
۱۔ اس کا خون کھول رہا تھا۔	اس کا خون ابل رہا تھا
۲۔ روٹیاں پکائیں	روٹیاں بنائیں
۳۔ ایک جون چبینے ہی پر کٹتا تھا	ایک جون چربن ہی پہ کٹتا تھا
۴۔ کومل سنگیت کا گپت دان کر رہی تھی	کومل راگوں کی خفیہ خیرات کر رہی تھی

گوداں بہر حال پریم چند کے اردو خاکے کے مطابق خود پریم چند کی زیر نگرانی لکھی گئی اور گئودان اس وقت لکھی گئی جب وہ بستر مرگ پر پڑے ہوئے تھے اور مسودے کی نگرانی کے قابل نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی ہندی صد فی صد اردو ہے اور سحر ورما کی برہمنوں سے بھری ہوئی اردو کا اردو سے کوئی تعلق نہیں۔

گوداں (ہندی کتاب کا نام) ایک مذہبی اصطلاح ہے جو گو + دان دو سنسکرت لفظوں سے مرکب ہے۔ مفرد لفظ "گو" ہندی میں بھی بہت کم آتا۔ ہندی میں مفرد لفظ کی صورت میں گئو استعمال ہوتا ہے۔ لفظ کی یہ شکل اردو سے بھی مانوس ہے۔ اس لیے خود پریم چند نے اردو کتاب کا نام گئودان رکھا۔ یہ نام اردو ذہن اور مذہبی سنسکرت اصطلاح دونوں سے قریب تھا۔

"تپلے گنے" کے معنی میں "اوکھ" اور "اکھ" کے لیے ڈاکٹر مسعود حسن خاں کا نظریہ محل نظر ہے۔ یہ دونوں لفظ اردو ہندی دونوں میں رائج ہیں۔ یوپی کے مغربی اضلاع میں "اکھ" کا استعمال زیادہ ہے اور مشرقی اضلاع میں "اوکھ" زیادہ بولا جاتا ہے۔ (یہ لفظ فرہنگ آصفیہ اور شبد ساگر دونوں میں ہے)

"ناگوار خاطر ہونے" کے معنی میں "چڑھنا" اور "چڑنا" کے لیے بھی ڈاکٹر مسعود حسن خاں کا ارشاد قابل قبول نہیں۔ یہ دونوں لفظ اردو اور ہندی میں رائج ہیں۔ جن میں "چڑھنا" کا رواج زیادہ ہے۔ "چڑنا" شاید ہی کوئی اہل زبان بولتا ہو۔ فرہنگ آصفیہ نے حاصل مصدر "چڑھ" لکھ کر مصدر میں "چڑنا" ہی لکھ کر چھوڑ دیا۔ عزیز لکھنوی نے اپنے لغت میں دونوں لفظ لکھے ہیں۔ ہندی شبد ساگر میں بھی "چڑھنا" موجود ہے۔

گئودان اور پریم چند کے متعلق ڈاکٹر مسعود حسن خاں کا نظریہ کسی اردو والے نے تسلیم نہیں کیا ہے۔ ابھی بھوپال میں اردو اکیڈمی کے زیر اہتمام دو دن کا ایک سیمینار ہوا تھا۔ ڈاکٹر مسعود حسن خاں خود اس سیمینار میں شریک ہوئے اور اپنا نقطۂ نظر کافی زور دے کر پیش کیا۔ لیکن یہاں بھی تمام ادیبوں نے ان سے اختلاف ہی کیا۔ پریم چند کے صاحبزادے بھی اس سیمینار میں موجود تھے مگر وہ بھی ڈاکٹر صاحب سے اتفاق نہ کر سکے۔

پریم چند نے نگم صاحب مدیر زمانہ کان پور کو ۱۹۱۵ء میں ایک خط نہ جانے کس موڈ میں لکھ دیا تھا جس میں تحریر تھا کہ "اردو نویسی سے کسی ہندو کو کوئی فیض ہوا ہے جو مجھے ہوگا۔" یہ صرف ان کے افلاس زدہ ذہن کی شکست خوردگی تھی۔ وہ غالباً یہ نہ دیکھ سکے کہ ان سے پہلے "رتن ناتھ سرشار" کو اور ان کے عہد میں خود ان کو اردو میں مقبولیت کی انتہا تک جانے سے کون روک سکا ہے۔ اس کے بعد نئے عہد میں کرشن چندر بیدی اور نہ جانے کتنے اردو کے ہندو افسانہ نگار اس اوج پر پہنچ چکے ہیں جہاں دنیا کے بڑے سے بڑے افسانہ نگار کھڑے نظر آتے ہیں۔ پریم چند کی آمدنی ضرور محدود رہی لیکن آج کے ہندو افسانہ نگار تو مالی اعتبار سے بھی خوش حال ہیں۔

کافی دن بیمار رہ کر پریم چند کا انتقال ۱۹۳۶ء میں ہوا۔

●●

پریم چند - اور اُن کے محرکات

★ ایم - ایشور راج ماتھر

پریم چند ہندوستان کے گنے چنے ادیبوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے ہندی اور اردو ادب کے دامن کو وسیع تر کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ منشی پریم چند سے پہلے کہانیاں ہی لکھی جاتی تھیں، افسانے بھی لکھے جاتے تھے۔ ڈرامے بھی لکھے جاتے تھے مگر ان کا مزاج انسانی زندگی کی حقیقتوں سے کوسوں دور رہتا تھا۔ کبھی بادشاہوں کا ذکر کبھی پریوں اور کبھی ناقابل فہم موضوعات جن سے انسانوں کو دور کا بھی واسطہ نہ ہو افسانوں کا عنوان بنتے تھے۔ منشی پریم چند نے ان روایتی افسانوں اور ناولوں کی جگہ مختلف افسانوں اور ناولوں کو اپنا موضوع بنایا اور اس میں وہی کچھ سمونے کی کوشش کی جیسے ہر انسان اپنی روزمرہ کی زندگی میں محسوس کرتا ہے۔ پریم چند نے کبھی بھی کسی افسانے میں یا ناول میں ایسا پلاٹ منتخب نہیں کیا جو انسانی زندگی کی کشمکش سے دور ہو۔

پریم چند ایک حساس اور درد بھرے دل کے مالک تھے اس لئے انھوں نے عوام کی زندگی کا غور سے مطالعہ کیا۔ ان کے دکھ درد اپنے دکھ درد سمجھے اور اس دکھ درد کو انھوں نے کہانیوں اور افسانوں کی شکل دیا۔ ایک عام ہندوستانی دہقان کی ضرورت ہی کیا ہوتی ہے۔ محنت مزدوری کرکے دو وقت کھانا۔ مگر اتنی معمولی ضرورت کو بھی پورا کرنے کے لئے بے انتہا مرحلوں سے گذرنا پڑتا تب جا کر کہیں دو وقت کی روٹی میسر ہوتی۔

پریم چند کو یہ بخوبی معلوم تھا کہ ہندوستان کی ایک بڑی آبادی دیہاتوں میں بسی ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ خود دیہاتی تھے اس لئے انھوں نے دیہاتیوں، کسانوں اور مزدوروں کی زندگی کا بغور مطالعہ کیا اور ان کے حالات سے اپنی کہانیوں کو زندہ جاوید بنا دیا۔

پریم چند نے ہندوستان بھر میں اپنی کہانیوں سے کسانوں اور مزدوروں کی زندگی کو نہایت سے سنہ دل میں پھیلایا۔ جس کا اثر نہ صرف ہندوستانیوں کے دلوں پر ہوا بلکہ بدیسی بھی ان کی تحریروں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ مگر پریم چند کو ایک مایہ ناز ادیب ہونے کی حیثیت سے ہندوستان میں جو اعلیٰ مرتبہ ملنا تھا وہ نہیں ملا۔ پریم چند سب جانتے ہیں کہ افسانوی ادب کے معمار تھے اور افسانوں میں سماجی حقیقت پسندی کا آغاز بھی انھوں نے کیا مگر آج تک پریم چند کی شخصیت کسی نہ کسی وجہ سے دبی رہی۔ کہیں کبھی ایسا نظر نہیں آتا کہ ہندی ادیبوں یا اردو ادیبوں نے پریم چند کے بارے میں بے دھڑک اور بے لوث لکھا ہو۔ پریم چند کی کہانیوں کا مقصد سماج کو غیر انسانی حالات سے پاک کرنا ہے۔ انھوں نے سماج میں اصلاح کی بھی نیت کی اور اپنے قلم کے سہارے اپنے اس نیک مقصد کو عوام کے سامنے پیش کیا وہ کہاں تک اپنے مقصد میں کامیاب رہے اس کا اندازہ تو نہیں لگایا جا سکتا مگر

بات کا ضرور احساس ہوتا ہے کہ پریم چند نے اپنے قلم کی قوت سے
ں کے دل جیت لئے۔

اس بات سے شاید ہی کسی کو انحراف ہو کہ پریم چند نے محنت کش
م کو اپنے افسانوں اور ناولوں کا ہیرو بنا دیا۔ انھوں نے شعوری طور
ب کے ذریعہ عوام کے مسائل کو سمجھنے کی کوشش میں انسان دوستی
رف یہ قدم اٹھایا۔ پریم چند کا زمانہ کوئی زیادہ دور کا زمانہ نہیں ہے
ے کئی ہم عصر آج بھی زندہ ہیں مگر وہ زمانہ انگریزی تسلط کا تھا،
ں حب الوطنی ایک جرم کی حیثیت رکھتی تھی۔ مگر پریم چند نے وطن
طن کے لوگوں کا مفاد پیش پیش رکھا اور حکومت وقت سے کبھی
نہ کی۔ ان کی طبیعت میں یہ باغیانہ عزم دبن ہے سماج کے
گوں کی جن کے بارے میں پریم چند نے لکھا۔ ورنہ انسانی ناطے تو
ں قدر سیدھے سادے اور نیک طبیعت تھے کہ معمولی سا حادثہ
، انھیں پریشان کر دیتا تھا۔

پریم چند کی شخصیت پر تو بہت کچھ لکھا جا چکا ہے مگر اُردو،
ہندی ادب میں پریم چند کی تحریروں یا ان کے فن کے بارے میں
ت کم لکھا گیا ہے۔ حالانکہ پریم چند کی زندگی ایک عام ہندوستانی
زندگی تھی جس میں نہ بناوٹ تھی اور نہ تصنع۔ آج پریم چند کی
صیت پر لکھنے والے تو موجود ہیں مگر ان کے فن کی طرف قلم اٹھانے
ل کی ضرورت ہے جو اپنی بے لاگ تنقید سے پریم چند کی کہانیوں
ے پردہ اٹھا سکیں اور یہ دکھلائیں کہ ان کہانیوں میں جو درد و غم
نہدہ ہے دراصل وہی درد و غم پریم چند کا ہے جسے وہ بحیثیت
م چند اپنے دل میں چھپائے رہے۔ مگر جسے ظاہر کرنے میں انھوں نے
دان'، کے ہوری لال کے منہ میں زبان دی۔ ایثار و قربانی جس
ح ہوری لال نے دی اسے اگر قاری حساس ہے تو سمجھ سکتا ہے کہ
ں پردۂ زنگاری کے پیچھے پریم چند ہی کے جذبات ہیں جو ہوری لال
کر حسن و اخلاق، عدل و انصاف و درگذر اور مساوات کی تصویر
ں کرتا ہے۔ اسی طرح "میدانِ عمل" کا ہیرو امر کانت اپنی حرماں نصیبی
ماں کی ممتا کی تڑپ میں کوئی اور نہیں بلکہ پریم چند ہی نظر آتا ہے۔ پریم چند
بچپن ہی میں ماں کی ممتا سے دور ہو چکے تھے۔ یہ ایسا غم تھا جسے
بجا انھوں نے اپنے ناولوں اور افسانوں میں بانٹ کر ہلکا کرنے کی
شش کی ہے۔ مگر جو غم ایک مرتبہ دل میں جاگزیں ہو جاتا ہے اس کو

بانٹ کر برداشت تو کیا جا سکتا ہے مگر بھلایا نہیں جا سکتا۔

پریم چند نے آنکھیں کھولتے ہی غریبی دیکھی۔ جب کچھ شعور
پایا تب سوتیلی ماں کا جبر اور باپ کی سرد مہری و بے التفاتی کا تجربہ ہوا
اس ماحول میں پریم چند کا بچپن بسر ہوا۔ کیونکہ انھیں زندگی میں دوسروں
کے لئے کام کرنا تھے اس لئے اس ماحول میں بھی انھوں نے گھٹن محسوس
نہیں کی بلکہ باہر کی کھلی فضا میں محرومیوں کا بدل تلاش کر لیا۔ اب اگر
پریم چند کے افسانے دلوں کو متاثر کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ جو کچھ
محرومی بے التفاتی وہ بچپن میں سہہ گئے وہی ان کے دل پر نقش ہو کر رہ گیا۔
جس کا اثر لازمی طور سے ان کی تحریروں سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

پریم چند نے تقریباً تین سو افسانے لکھے اور لگ بھگ ایک درجن
ناول۔ اگر انھیں سلسلہ وار پڑھیں تو ہمارے ملک کی اوائل بیسویں
صدی کے ۳۶ سال کی تاریخ مرتب ہو جاتی ہے۔ گویا پریم چند کے ادب
کی تاریخ ہمارے ملک کی سیاسی اور سماجی تبدیلیوں کی تاریخ ہے
پریم چند نے زندگی کے جو گہرے اور ان مٹ نقوش تیار کئے ہیں ان سے
ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ نقوش آگے کس سمت میں بڑھ رہے ہیں۔
ادیب کا کام زندگی کے استوار راستوں ہی پر قاری کو چلانا نہیں ہے،
بلکہ ان راستوں میں جو کھائیاں یا گڑھے ہوں ان سے بچانا بھی ایک اہم
فرض ہے۔ پریم چند نے اپنی تحریر میں اس بات کا خاص طور سے خیال رکھا
ہے۔ اپنے گرد و پیش کا جائزہ لے کر وہ بڑے مطمئن ہیں۔ پریم چند کے نزدیک
ادب کی بہترین تعریف تنقیدِ حیات ہے۔ چاہے وہ مثالوں کی شکل میں
ہو یا افسانوں کی شکل میں، اسے ہماری حیات کا مبصر ہونا چاہئے۔

وہی ادب موثر ہوتا ہے جس میں ادیب شخصیتوں اور واقعات
کا تجزیہ کرے اور ان اسباب کی جڑیں سماج میں تلاش کرے۔ جتنا
وہ اس مقصد میں کامیاب ہوتا ہے اس کے قلم سے نکلے ہوئے الفاظ اسی
قدر موثر اور اثر انگیز ہوتے ہیں۔ پریم چند کے افسانوں یا ان کے ناولوں
کی یہی خصوصیت ہے کہ وہ نہ صرف پڑھنے والوں کو متاثر کرتے ہیں
بلکہ ایک لافانی نقش چھوڑ جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پریم چند
نے کبھی بغیر تلاش و جستجو کے قلم نہیں اُٹھایا۔ اگر انھیں کسان کے کردار
کو ظاہر کرنا ہے تو انھوں نے پہلے کسان کے معمول میں اپنے آپ کو
سمویا اس کے رکھ رکھاؤ کو پرکھا۔ اس کے لین دین کی باتوں کی طرف
توجہ دی اور جب یہ مکمل حالات معلوم کر لئے گئے تب اپنے قلم کی

لانیاں دکھائیں۔

پریم چند کی کہانیوں میں وہی کچھ ہے جس کا انھوں نے تجربہ کیا ہے یا جس کا تجربہ حاصل کیا ہے۔ سنی سنائی کہاوتوں، قصوں اور داستانوں پر یقین کر کے کبھی نہیں لکھا۔

کسی بھی نامور ادیب کو لے لیجئے اور اس کی شروع کی تصنیفات دیکھئے۔ اس میں یہ کمزوری اور جھول ضرور نظر آئے گا کہ اگر پلاٹ اچھا ہے تو اظہار میں کوتاہی آ گئی ہے۔ اگر الفاظ جامع ہیں تو پلاٹ میں جھول رہ گیا ہے۔ یہی فنی کمزوریاں پریم چند کے ہاں بھی کبھی کبھی نظر آتی ہیں — پریم چند کی شروع شروع کی کہانیاں گو فنی اعتبار سے کمزور ہوں مگر چونکہ پلاٹ کی سچائی اس میں رہتی تھی اور جذبات حقیقت پر مبنی تھے اس وجہ سے قریب قریب ہر کہانی موثر ضرور ثابت ہوئی۔ پریم چند کو خود بھی اپنی فنی کمزوریوں کا احساس تھا اور وہ خود بھی انھیں دور کرنے کی کوشش میں مبتلا رہتے تھے۔ جیسے جیسے وقت گذرتا گیا پریم چند اپنی ان کمزوریوں پر قابو حاصل کرتے گئے اور فنی پختگی آتی گئی۔

جہاں تک زبان کا تعلق ہے پریم چند کی کہانیوں مثلاً "ٹھاکر کا کنواں"، "دکھ دنیا" اور "بڑے بابو" کی زبان ہماری سمجھ سے بالا تر اور مشکل ہے۔ مگر ان کے مقابلے میں "پریم پچیسی"، "پنچایت" کی زبان کافی آسان ہے لکھتے ہیں:

"گھنٹا بھر کے بعد جمن شیخ، الگو چودھری کے پاس آئے اور ان کے گلے لپٹ کر بولے "بھیّا جب سے تم نے میری پنچایت کی ہے میں دل سے تمہارا جانی دشمن تھا۔ مگر آج مجھے معلوم ہوا کہ پنچایت کی مسند پر بیٹھ کر نہ کوئی کسی کا دوست ہوتا ہے اور نہ دشمن۔ انصاف کے سوا اور اسے کچھ نہیں سوجھتا"۔

جیسے جیسے وقت گذرتا گیا پریم چند کے فن میں پختگی آتی گئی، اور ان کی کہانیاں موثر اور پُر اثر ہوتی چلی گئیں کیونکہ وہ زندگی کی حقیقتوں کی عکاسی کرتی ہیں۔ جب کہانیوں میں درد ہو، سچائی ہو اور ہر انسان اسے اپنی آپ بیتی سمجھے تو وہی کہانی کامیاب کہلاتی ہے اس لئے پریم چند وہ عظیم کہانی کار ہیں جن کے ہر ہر لفظ نے ہماری توجہ اپنی طرف مبذول کی ہے اور یہی پریم چند کی کامیابی کی نشانی ہے۔

"... ہماری کسوٹی پر وہ ادب کھرا اُترے گا جس میں تفکر ہو، آزادی کا جذبہ ہو، حُسن کا جوہر ہو، تعمیر کی رُوح ہو، زندگی کی حقیقتوں کی روشنی ہو — جو ہم میں حرکت، ہنگامہ اور بے چینی پیدا کرے۔ سُلائے نہیں، کیونکہ اب زیادہ سونا موت کی علامت ہوگی۔"

پریم چند
ترقی پسند ادیبوں کی کانفرنس ۱۹۳۶ء
خطبۂ صدارت سے

پریم چند - جنگ آزادی کا عظیم مصنّف

• ڈاکٹر خورشید نعمانی ردولوی
۷ حالق فلیٹس، ۱۸۰۔اے، پائپ روڈ، کرلا، ممبئی ۴۰۰۰۷۰

ہندوستان کی جنگ آزادی میں سیاست دانوں، سماجی مصلحین اور مفکرین کے دوش بدوش مصنّفین کا بھی اہم رول رہا ہے۔ ان مصنّفین کی صفِ اوّل میں جنھوں نے ہمارے قلوب کو گرمایا، روح کو تڑپایا اور ہمارے تنِ مُردہ میں روحِ حیات دوڑائی، ایک پریم چند بھی ہیں جن کا نام نامی، تعارف کا محتاج نہیں ہے۔

اس صدی کے شروع میں منشی پریم چند کانپور کے مشہور ماہوار اُردو رسالہ "زمانہ" میں حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے اس کے مخصوص کالم "رفتارِ زمانہ" میں لکھتے تھے۔ اس وقت منشی پریم چند ایک معمولی ٹیچر تھے اور اس دورِ پُرآشوب میں ایک معمولی اسکول ٹیچر کا حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ کرنا اور گورنمنٹ کی پالیسیوں کے خلاف لکھنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔

ایک طرف جبکہ وہ وویکانند، میزینی اور گیری بالڈی کی تصانیف سے مستفید ہو رہے تھے تو دوسری طرف ہندوستان کے عوام کو وہ اپنی تحریر کے تازیانے سے بیدار کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ۱۹۰۷ء میں ان کی پہلی کہانی "دنیا کا سب سے انمول رتن" رسالہ "زمانہ" میں چھپی۔ اس کہانی میں مادرِ وطن کے لوگوں سے اپیل کی گئی تھی کہ ملک کی خدمت کے لیے اور اسے آزاد کرانے کی خاطر اپنا آخری قطرۂ خون بھی بہانے کے لئے تیار ہو جائیں۔ ۱۹۰۹ء میں ایسی ہی پانچ کہانیوں کا مجموعہ "سوزِ وطن" کے نام سے شائع ہوا۔ اس وقت ملک میں تقسیمِ بنگال کی شورش برپا تھی اور کانگریس میں "گرم دل" کی بنیاد پڑ چکی تھی۔ ان پانچوں کہانیوں میں حُبِّ وطن کا ترانہ گایا گیا ہے۔ اس مجموعہ کی اشاعت کے وقت منشی پریم چند ہمیر پور کے ضلع میں سررشتۂ تعلیم میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے عہدے پر تعینات تھے۔ اشاعت کے چند ماہ [illegible] کلکٹر ہمیر پور نے اس کتاب کو پُر از بغاوت قرار دے کر [illegible] کہا "تمہاری کہانیوں میں سڈیشن بھرا ہوا ہے۔ اپنی [illegible] کہ انگریزی عملداری میں ہو۔ مغلوں کا راج ہوتا تو تمہارے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے [illegible] تمہاری [illegible] تم نے انگریزوں کی [illegible]" آخر کار فیصلہ یہ ہوا کہ منشی پریم چند "سوزِ وطن" کی تمام کاپیاں حکومت کے حوالے کر دیں اور آئندہ حکومت سے اجازت لئے بغیر کچھ نہ لکھیں۔ پریم چند کو باقی سات سو کاپیاں حکومت کے سپرد کر دینی پڑیں، جنھیں نذرِ آتش کر دیا گیا۔ اس واقعہ نے پریم چند کے دماغ پر بہت بُرا اثر ڈالا اور انگریزوں سے دشمنی کے جذبے کو یہیں سے فروغ ہوا۔

۱۹۱۲ء میں حبّ الوطنی کے جذبے سے سرشار ہوکر انھوں نے افسانوں کا دوسرا مجموعہ "جلوۂ ایثار" کے نام سے شائع کیا۔ اس کی ہیروئن 'سواما' بیرونی حکومت کو ختم کرنے کے لئے ایک جانباز سپوت کو جنم دینے کی دعا کرتی ہے جو کہ ملک کی آزادی کی خاطر اپنی جان کی بازی لگانے سے بھی دریغ نہ کرے۔ پریم چند کی بعد کی تحریروں میں انگریزی حکومت کے خلاف یہ جذبہ بہت زیادہ ترقی کر گیا ہے۔

پریم چند نے اپنے ناول "گوشۂ عافیت" میں ہندوستانی زمینداروں، جاگیرداروں اور عہدیداروں کے خلاف سخت بیزاری اور برہمی کا اظہار کیا ہے جو انگریزی حکومت کے تحت معصوم و بے گناہ کسانوں کا خون بہانے میں دریغ نہ کرتے تھے۔ جلیانوالہ باغ کے واقعہ نے پریم چند کا سکون درہم برہم کر دیا تھا۔ وہاں کی قتل و غارتگری اور خونریزی سے وہ بہت متاثر ہوئے۔

۱۹۲۰ء کا واقعہ ہے جب کہ تحریک 'عدم تعاون' زوروں پر تھی، مہاتما گاندھی نے گورکھپور کا دورہ کیا اور ایک جلسۂ عام کو خطاب کیا۔ پریم چند لکھتے ہیں:-

"ایسا مجمع میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہ دیکھا تھا، مہاتما جی کے درشنوں کی برکت تھی کہ میرے ایسے مردہ دل آدمی میں بھی جان آگئی۔ اس کے دو ہی چار دن بعد میں نے اپنی بیس سال کی سرکاری ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔" جس واقعہ نے ان کی درس و تدریس کی زندگی کا خاتمہ کیا وہ غیر معمولی طور پر اہم ہے۔ اس کے متعلق پریم چند نے کئی جگہ لکھا ہے۔ "فتح چند کا استعفیٰ اس بنا پر تھا کہ وہ کسی افسر کے سامنے ذلت گوارا نہیں کر سکتے تھے۔"

استعفیٰ کے بعد آزادی کا یہ نڈر سپاہی ملک میں چرخے کی مہم کو مقبول عام بنانے میں مصروف ہوگیا۔ لیکن مالی دشواریوں نے یہاں بھی رکاوٹ پیدا کی اور ان کو مجبوراً مارواڑی ہائی اسکول کانپور میں ہیڈ ماسٹر کی جگہ قبول کرنی پڑی، لیکن یہاں اسکول کے منیجر سے ان کی نہ بنی اور بعد میں وہ کاشی ودیا پیٹھ میں بحیثیت استاد چلے گئے۔

اس کے چند ہی دنوں بعد یو۔پی کی انگریزی حکومت نے انھیں ہندوستانی اکیڈمی، الٰہ آباد کا انتظامی ممبر بنا دیا اور ان کی کتاب "رنگ بھومی" پر اکادمی سے انعام بھی ملا۔ [illegible] رائے بہادر کا خطاب بھی دینے کی پیش کش کی گئی جسے انھوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا [illegible] گورنمنٹ کے بجائے عوام کے بخشے ہوئے خطاب کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ ہندوستانی عوام نے انھیں "اُپنیاس سمراٹ" کا خطاب دیا تھا۔

پریم چند ہندوستان کو کسی نہ کسی صورت سے آزاد دیکھنا چاہتے تھے وہ جہاں بھی رہے قومی تحریک آزادی میں برابر کے حصہ دار رہے۔ ۱۹۳۵ء میں وہ بمبئی بھی آئے، لیکن بمبئی میں ان کی صحت خراب رہنے لگی۔ اس لئے اسی سال بنارس واپس چلے گئے اور بقیہ زندگی وہیں پر گذاری۔

تعصب اور فرقہ واریت کے خلاف:

پریم چند تنگ خیال اور فرقہ پرست ہندو و مسلمان دونوں کے مخالف تھے اور دونوں سے نالاں رہتے تھے۔ تنگ خیال پنڈتوں اور متعصب مولویوں کو ملک کیلئے خطرناک سمجھتے تھے۔ اپنے افسانہ "دیر و حرم" میں انھوں نے دونوں کی قلعی کھولی ہے۔

پریم چند کا تعلق کسی سیاسی پارٹی سے نہ تھا۔ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ جس طرح ممکن ہو ملکی ترقی ہو اور ملک آزاد ہو۔ ایڈیٹر "زمانہ" منشی دیا نرائن نگم کو ایک خط کے جواب میں لکھتے ہیں:

"آپ نے پوچھا ہے کہ میں کس پارٹی میں ہوں۔ میں کسی پارٹی میں نہیں ہوں، اس لئے کہ اس وقت ان دنوں میں کوئی پارٹی عملی کام نہیں کر رہی ہے۔ میں اس آنے والی پارٹی کا ممبر ہوں جو عوام الناس کی سیاسی تعلیم کو اپنا دستور العمل بنائے"

اس کے باوجود کہ ان کا بالواسطہ تعلق کسی پارٹی سے نہ تھا، وہ سیاسی اعتبار سے کانگریس کے حامی تھے، ان کا ناول "میدان عمل" تو گویا پنڈت جواہر لال نہرو کی خود نوشت سوانح عمری "میری کہانی" کی تفسیر ہے۔ دونوں میں حکومت سے جنگ چھڑی ہے اور دیہاتی اصلاح اور کامل آزادی کے گیت گائے جاتے ہیں۔ دونوں میں ہندو مسلمان دوش بدوش جیل جاتے ہیں اور [illegible] میں پکڑ دھکڑ، لاٹھی چارج، جیل خانہ، شورش، فساد اور بلوے [illegible] انقلابی مناظر پیش کرکے ایک [illegible] اور [illegible] رہے تھے، عدم تشدد و ترک موالات اور [illegible] تاریخ اس کے صفحات میں [illegible] دی ہے۔ [illegible] کی [illegible] ہے کہ جیسے اسٹیج پر کھیل یا سی بازیگر کا تماشہ وہ جوش [illegible]

کی تحریر و تقریر میں ہوتا ہے۔

پریم چند پر سیاسی تحریکوں کا زبردست اثر تھا۔ وہ ملک کی سیاسی تحریکوں سے اس قدر متاثر تھے کہ سرکاری ملازمت بھی ترک کر دی تھی۔ پریم چند کے ناولوں اور افسانوں سے بیشمار مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جن سے ان کے سیاسی و سماجی شعور کا پتہ چلتا ہے اور ان سے ان کی سیاسی بصیرت اور بیدار مغزی ظاہر ہوتی ہے۔

۳ جون ۱۹۳۰ء کو منشی پریم چند نے پنڈت بنارسی داس چترویدی ایڈیٹر "وشال بھارت" کلکتہ کے نام ایک خط میں لکھا تھا کہ:

"میری تمنائیں محدود ہیں۔ اس وقت سب سے بڑی آرزو یہ ہے کہ ہم اپنی جنگ آزادی میں کامیاب ہوں میں دولت اور شہرت کا خواہشمند نہیں ہوں۔ کھانے کو بھی مل جاتا ہے۔ موٹر اور بنگلے کی مجھے ہوس نہیں ہے۔ ہاں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ دو چار بلند تصنیف چھوڑ جاؤں، لیکن ان کا مقصد حصول آزادی ہی ہو۔ اپنے دونوں لڑکوں کے لئے میں کوئی منصوبہ نہیں رکھتا۔ صرف یہ چاہتا ہوں کہ وہ ایماندار، مخلص اور مستقل مزاج ہوں۔ عیش پسند، دولت پرست اور خوشامدی اولاد سے مجھے سخت نفرت ہے۔

میں بے حرکت زندگی کو بھی ناپسند کرتا ہوں۔ ادب اور وطن کی خدمت کا مجھے ہمیشہ دھیان ہے۔ یہ ضرور چاہتا ہوں کہ دال روٹی اور معمولی کپڑے میسر ہو جائیں۔"

شرافت، پریم چند کے قلم کی جان اور روح انسانیت کی بیداری کے ہر افسانے کا عنوان ہے۔ یہی ان کی زندگی کا مشن رہا۔ اسی کے لئے وہ جیے اور اسی کے لئے مرے۔ ہندوستان کی آزادی کا خواب ان کے انتقال کے گیارہ سال بعد شرمندۂ تعبیر ہو سکا۔ کاش وہ زندہ ہوتے آزاد فضا میں سانس لیتے۔

پریم چند اردو اور ہندی زبانوں کے درمیان ایک پریم کے جو دوئی کی خلیج کو وحدت کے پل سے پاٹ رہے تھے، وہ اردو زبان کے سنگم کی حیثیت رکھتے تھے اور ہندو مسلمانوں کو شیر و شکر دیکھنا چاہتے تھے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم پریم چند کے ان اصولوں پر ہو جائیں جن کا حصول ان کی زندگی کا نصب العین تھا

"ہمیں حسن کا معیار تبدیل کرنا ہوگا۔ ابھی تک اس کا معیار امیرانہ اور عیش پرورانہ تھا۔ ہمارا آرٹسٹ امراء کے دامن سے وابستہ رہنا چاہتا تھا۔ انہی کی قدردانی پر اس کی ہستی قائم تھی۔ ہمارا ادب شبابیات کا شیدائی ہے اور نہیں جانتا کہ شباب سینہ پر ہاتھ رکھ کر شعر پڑھنے اور صنفِ نازک کی کج ادائیوں کے شکوے کرنے یا اس کی خودپسندیوں اور چونچلوں پر سر دھننے میں نہیں ہے۔ شباب نام ہے آئیڈیل کا، ہمت کا، مشکل پسندی کا۔"

پریم چند
ترقی پسند ادیبوں کی کانفرنس ۱۹۳۶
خطبۂ صدارت سے

ڈاکٹر ایس ۔ جے ۔ آڈکر، ایم اے، پی ایچ ڈی
لینڈ کرمالا ۔ نیو آرٹس اینڈ کامرس کالج کے پیچھے ۔ احمد نگر

ناول نگار ۔ پریم چند

ہندی میں ناول کو اپنیاس کہتے ہیں ۔ منشی صاحب نے اپنے طبعزاد ناولوں کے ذریعہ ادب ہندی کی اس صنف میں جو قابل قدر اضافہ کیا اس کا اعتراف کرتے ہوئے ان کو "اپنیاس سمراٹ" یعنی شہنشاہ ناول کا اعزاز دیا گیا۔ ناول کی طرح ہندی کے افسانوی ادب کو بھی انہوں نے مالا مال کر دیا ۔ یہاں ایک ناول نگار کی حیثیت سے ان کا تعارف کرا دینا مقصود ہے ۔

پریم چند بنارس کے پاس کے لمہی نامی دیہات میں ۳۱ جولائی ۸۰ء کو پیدا ہوئے ۔ ان کے والد کا نام منشی عجائب لال تھا ۔ وہ محکمۂ ڈاک میں کلرک تھے ۔ اس لئے لوگ ان کو منشی کہتے تھے ۔ انھوں نے اپنے بیٹے کا نام دھنپت رائے رکھا تھا ۔ گھر کی غریبی کی وجہ سے ان کی تعلیم باقاعدہ نہ ہو سکی ۔ بنارس کے ایک ہائی اسکول میں پڑھتے وقت وہ ٹیوشن کر کے اپنا اور گھر کا خرچ چلاتے تھے ۔ آگے چل کر ناساز گار حالات کی وجہ سے ان کو بیچ ہی میں تعلیم چھوڑ دینی پڑی اور پیشۂ مدرسی اختیار کرنا پڑا ۔ دوران ملازمت انھوں نے بی اے کا امتحان پاس کیا جس کی وجہ سے ان کی ترقی ہوئی اور وہ اسکولوں کے انسپکٹر بنے ۔ وہ مہاتما گاندھی کی تحریک ترک موالات کا زمانہ تھا ۔ اس تحریک سے وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ انھوں نے اپنی سروس کا استعفیٰ دے دیا اور جنگ آزادی کے سپاہی بنے ۔ اپنی ادبی زندگی کے آغاز میں انھوں نے پریم چند کا نام اختیار کیا اور بعد میں یہی نام ان کی شہرت کا باعث بنا ۔

افسانہ نگار پریم چند

موجودہ صدی کے شروع میں پریم چند نے اردو میں مختصر افسانے کی داغ بیل ڈالی ۔ اس کی ابتدا ان کے افسانے "دنیا کا سب سے انمول رتن" سے ہوئی جو ان کے پہلے مجموعہ "سوز وطن" کا پہلا افسانہ ہے ۔ جس کی اشاعت ۱۹۰۹ء میں ہوئی ۔ اردو افسانوں کا یہ پہلا مجموعہ انگریزی سامراج کے قہر و غضب کا شکار ہوا ۔

ایک نقاد کے الفاظ میں پریم چند کے فن کی ابتدا ہی بغاوت کے شعلوں سے ہوئی ۔ آج ان افسانوں کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ انھیں آخر در خور قہر و عتاب کیوں سمجھا گیا ۔ آج یہ افسانے کم سے کم بے ضرر اور زیادہ سے زیادہ جذباتی معلوم ہوتے ہیں ۔ غالباً ان سب میں موج تہ نشین کی صورت میں پایا جانے والا حب الوطنی، ماضی پرستی کی دھند میں چھپی حریت پسندی اور سماجی تبدیلی کا جذبہ عتاب کا باعث ہوا ۔

پریم چند نے شروع ہی میں اردو افسانے کو مقصدیت اور واقعیت کا رخ دیا جو شروع میں داستانی رنگ و آہنگ، مبالغہ، رنگینی جذبات اور مثالیت پسندی کے غبار میں چھپی ہوئی تھی ۔ منشی صاحب کے افسانے اور ناول ہمیشہ اصلاح خلق پر مبنی ہوتے ہیں ۔ ان کا مقصد شریفانہ جذبات کا برانگیختہ کرنا ہوتا ہے ۔ ان کے افسانوں میں فطرت کا دلچسپ مطالعہ نازک ترین جذبات و احساسات کا بیان ہے ۔ زندگی کے معمولی واقعات

خوبی سے سلجھایا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ ان کے افسانے آپ پڑھیں اور ان کی جادو بیانی اور سحر نگاری کے قائل نہ ہو جائیں۔ ۱۹۳۶ء کے لکھنؤ کے کل ہند ترقی پسند مصنفین کی کانفرنس کی انھوں نے صدارت کی۔ ان کی بیوی شری متی شیورانی کی لکھی "پریم چند گھر میں" اور ان کے بیٹے امرت رائے کی لکھی "قلم کا سپاہی - پریم چند" سے ان کی گھریلو زندگی پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ ۸ر اکتوبر ۱۹۳۶ء کو ان کا انتقال ہوا۔

ہندی ناول: قبل از پریم چند

ہندی افسانوں اور ناول کی عمرِ طفلی میں پریم چند ادبی دنیا میں [illegible] ہوئے۔ اس زمانے کے ادیب دل بہلاؤ ہی کو ادب کا [illegible] مقصد مانتے تھے۔ ان کو اس بات کا مطلق خیال نہیں تھا کہ ادب اور زندگی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ادب زندگی کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ سماج میں جو قدریں مروج ہوتی ہیں ان کا عکس ادب میں پڑتا ہے۔ ادیب اپنے دور کا نباض اور نقاش ہوتا ہے۔ وہ عوام کے دل کی دھڑکنوں کو بھی سنتا ہے اور ان کے اذہان میں پنپتے [illegible] کو بھی دیکھتا ہے۔ پر اس بات کا ان کو بالکل خیال نہیں تھا۔ لکھنؤ کے اپنے ترقی پسند مصنفین کی کانفرنس کے خطبے میں وہ کہتے ہیں: "[illegible] نے جس دور کو ابھی پار کیا ہے اسے زندگی سے کوئی مطلب نہیں تھا۔ ہمارے ناول نگار ایک خیالی دنیا کی تخلیق کرکے اس میں من مانے طلسم باندھا کرتے ہیں کہیں فسانۂ عجائب کی داستان تھی تو کہیں بوستانِ خیال کی اور کہیں چندر کانتا سنتتی کی۔ ادب کا زندگی سے کوئی لگاؤ ہے۔ یہ ماورائے خیال تھا۔ کہانی کہانی ہے اور زندگی زندگی۔ دونوں متضاد ہیں۔"

تب دیوکی نندن کھتری کے طلسمی اور گوپال رام گہمری کے جاسوسی ناولوں کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ علاوہ ازیں بنگلہ کے کئی ناولوں کا ہندی میں ترجمہ ہو چکا تھا۔ ناولوں اور افسانوں میں کردار نگاری کو اہمیت دینے والے پریم چند ہی پہلے فن کار تھے۔ ان کے کردار جاندار معلوم ہوتے ہیں۔ ان کی اپنی شخصیت ہوتی ہے۔ وہ کٹھ پتلی کے جیسے ناول نگار کے اشارے پر ناچنے والے کردار نہیں تھے۔ ناول کے مغربی فن سے وہ بخوبی واقف تھے۔ اسی لیے وہ ہندی ناول کو ایک نیا موڑ دے سکے۔ وہ اس [illegible] جبر، وحشت اور ROMANCE کے محدود دائرے سے نجات دلانے میں مکمل طور پر کامیاب ہوئے۔ تاریخی لحاظ سے بھی ہندی فکشن کی دنیا میں ان کا [illegible] اہمیت رکھتا ہے۔ ہندی کے افسانوی ادب [illegible] تجدید کا اس کو نیا روپ دینے کا سہرا ان کے سر ہے۔ ہندی کے پسماندہ افسانوی ادب کے پس منظر میں ان کا فن کارانہ کمال جاذبِ توجہ ہے۔

پریم چند کا دور ایک انقلابی دور تھا۔ گاندھی جی کی تحریک ترکِ موالات سے ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بیداری کی لہر دوڑ گئی تھی۔ تعلیم یافتہ طبقے میں سماج میں مروج بوسیدہ رواجوں اور رسومات بد کے لیے ایک قسم کی نفرت پیدا ہو گئی تھی۔ ان سب سے پریم چند بہت متاثر ہوئے۔ خاص کر سماج [illegible] بیداری اور بغاوت کے جذبات سے، جن کی عکاسی اچھوتے انداز میں ان کی ناولوں میں ہوئی ہے۔ انھوں نے اپنے ناولوں میں وسیع پیمانے پر ہندوستانی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو پیش کیا ہے۔ ان کے ناولوں کا کینواس (CANVAS) بہت وسیع ہے۔ انھوں نے اپنے قارئین کے سامنے ایک نئی دنیا کی تخلیق کی ہے۔ ان کی اس دنیا میں والیانِ ریاست ہیں۔ زمیندار ہیں۔ بنیا (لیڈر) ہیں زمیندار کے کارندے ہیں۔ داروغہ صاحب ہیں۔ سرمایہ دار ہیں مزدور ہیں ناصح ہیں۔ سماج کے مختلف طبقوں کے نمائندے ہیں۔ ان کی یہ دنیا خیالی نہیں بلکہ حقیقی ہے۔ ان کے ناول گویا ہماری سماجی اور سیاسی جدوجہد کی تاریخ ہیں۔ ان میں فرد اور سماج، کسان اور زمیندار، سرمایہ داروں اور مزدوروں کے بیچ چل رہی سنگھرش کی بے مثال عکاسی ہوئی ہے۔ اب تک ہندی کے ناولوں میں شہری زندگی ہی کی تصویر اتاری جاتی تھی۔ دیہاتی زندگی کی تصویرکشی کرنے والے پریم چند پہلے ناول نگار ہیں۔ اسی طرح معاشی اور سماجی عدم مساوات کی عکاسی کرکے انھوں نے سماج کے پامال اور مظلوم دلت ورگ کے لیے قارئین کے دل میں [illegible] پیدا کی۔ آنے والی پیڑھی میں اس قسم کی ہمدردی پیدا کرنا بہت ضروری تھا۔ پریم چند نے اپنے ناولوں اور افسانوں کے ذریعہ یہ اہم خدمت بدرجۂ اتم انجام دی۔

عام طور پر ان کے ناولوں کی تقسیم اس طرح کی جاتی ہے:

(۱) سماجی: سیوا سدن۔ کایا کلپ۔ نرملا۔ پرتگیا اور غبن

(۲) سیاسی: چوگانِ ہستی اور میدانِ عمل

(۳) دیہاتی زندگی پر مبنی: گوشۂ عافیت اور گئودان

[illegible] طور پر دیکھیں کہ ایک اچھا ناول نگار ہم عصر [illegible] لکھتا ہے اور اس شعور اور آگہی کو فن کے [illegible]

میں ڈھالنے پر بھی قادر رہتا ہے ۔ ایسا ناول نگار زندگی کو ایسے زاویے سے دیکھتا اور دکھاتا ہے جو ہماری بصیرت میں بھی اضافہ کرتا ہے اور ہماری فکر کو بھی مہمیز لگاتا ہے ۔

بازارِ حسن (سیوا سدن)

عورت کی بے راہ روی کے لیے سماج کہاں تک ذمہ دار ہوتا ہے اور طوائف کی زندگی میں سدھار کیسے لایا جا سکتا ہے ۔ یہی اس ناول کے محرکات ہیں ۔ داروغہ کرشن چندر محکمہ پولیس میں ملازم ہو کر بھی رشوت سے دور رہتے ہیں ۔ لیکن جب بیٹی کے بیاہ کا مسئلہ آتا ہے تو لالچ کے جال میں پھنس جاتے ہیں ۔ یہ مرکزی واقعہ ہے جس کے ارد گرد بازارِ حسن کے سارے واقعات گھومتے ہیں ۔ سُمن اس ناول کی ہیروئن ہے ۔ وہ طوائف بن کر دال منڈی میں بیٹھتی ہے ۔ اس کی بے راہ روی بوجہ مجبوری ہے ۔ اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ ایسے ماحول میں رہ کر بھی وہ اپنی عصمت پر آنچ نہیں آنے دیتی ۔ یہ بات غیر فطری لگتی ہے ۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ پریم چند پر آدرش واد کا کتنا غلبہ تھا ۔ دراصل پریم چند کا یہ پہلا ناول ہے ۔ لیکن انھوں نے اس میں زندگی سے جو پیار اور کشش دکھائی ہے اس میں انھوں نے جو نئی روح پھونک دی ہے" سماج کی برائیوں پر حملہ کر کے زندگی کا جو صاف ستھرا روپ ہمارے سامنے پیش کیا ہے اس سے ان کی شخصیت اور تخلیق ادب کے پیچھے کے محرکات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے ۔

غبن

'غبن' پریم چند کا درجۂ اول کا سماجی ناول ہے ۔ اس کا پلاٹ بڑا دلچسپ اور طرزِ ادا دلکش ہے ۔ یہ سماج کے متوسط طبقے کے ایک کنبے کی کہانی ہے ۔ عورتوں کے گہنوں سے پریم پر اس کا پلاٹ مبنی ہے کلکتہ کی شہری زندگی اور پولیس کے کارناموں پر بڑے اچھوتے انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے ۔ رمانا تھ اس ناول کا ہیرو ہے ۔ وہ چنگی میں کلرک ہے جالپا اس کی بیوی ہے جس کو گہنوں سے بہت پریم ہے ۔ ایک بار وہ اپنے پتی سے ایک نئے فیشن کا چندر ہار لانے کو کہتی ہے ۔ رمانا تھ سرکاری رقم کا غبن کر کے اپنی بیوی کے ارمان کو پورا کرتا ہے ۔ اس کی اس بے بسی پر قارئین کو اس کے ساتھ ہمدردی ہوتی ہے ۔ غبن کے پہلے حصہ کے واقعات بڑی تیزی سے پیش آتے ہیں ۔ جس سے کہانی کی رفتار تیز ہوتی ہے ۔ رمانا تھ کے کلکتہ جانے کے لیے ریل پر سوار ہونے تک کا ناول کا حصہ عین فطرت کے مطابق ہے ۔ لیکن بعد میں گڑبڑی شروع ہوتی ہے اور ایسا لگتا ہے کہ ناول نگار جلد بازی کر رہا ہے اور اس پر ناول کو ختم کرنے کی دھن سوار ہوئی ہے ۔ رمانا تھ پر یکایک نازل ہونے والی مصیبتوں کا سلسلہ بھی کم غیر فطری نہیں لگتا ۔ جالپا کی سوجھ بوجھ اور ایک ان پڑھ قصاب کی دردمندی دوسرے حصے کی خصوصیات ہیں ۔

کایا کلپ

" کایا کلپ میں پریم چند (अध्यात्म) ادھیاتم یعنی روحانیت کی طرف متوجہ ہوئے ہیں ۔ اس میں انھوں نے پرلوک کی زندگی کو اپنے ناول کا موضوع بنایا ہے ۔ ان کے اس رجحان کا پتہ ان کی موٹھ جیسی کہانی سے ملتا ہے ۔ لیکن اپنی اس کوشش میں وہ کامیاب نہیں ہوئے ہیں — فلسفیانہ بحث و مباحثے سے یہ ناول خشک نہیں ہوا ہے ۔ اس کے برعکس اس کا پلاٹ بڑا دلچسپ ہے جو ہمیں ایک نئی دنیا میں لے جاتا ہے ۔ اس ناول کے کردار منشی وجر دھر کی جذباتی اور ذہنی حالت کی عکاسی اس قدر یقین آفریں انداز میں ہوئی ہے کہ اس کا جواب نہیں ۔ اس کا راز پریم چند کی جادو بیانی اور سحر نگاری میں مضمر ہے ۔

نرملا

اس ناول میں ہندوستان کی معاشرتی زندگی پر نتیجہ خیز انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے ۔ یہ ایک وکیل صاحب، ان کی بیوی اور بیٹی کا نہایت دلچسپ قصہ ہے ۔ وکیل صاحب گھر سے نکلتے ہیں کچھ سوچ کر اور نتیجہ کچھ اور نکل آتا ہے جس کا بیان خصوصیت سے دلچسپ اور عبرت خیز ہے ۔

پرتگیا

یہ پریم چند کا ایک چھوٹا سا اور معمولی ناول ہے جس میں انھوں نے بیواؤں کے بیاہ کا مسئلہ پیش کیا ہے ۔ بے چاری مظلوم بیواؤں سے ان کو بہت ہمدردی ہے اس لیے سماج کی عدالت میں ان کی حالت کو سدھارنے کے لیے انھوں نے وکالت کی ہے ۔

چوگانِ ہستی

ہندی میں منشی صاحب کا یہ ناول " رنگ بھومی " کے نام سے اس قدر مقبول ہوا کہ نقادوں نے بالاتفاق رائے اسے ہندی کا طبعزاد اور منشی صاحب کا بہترین ناول قرار دیا ہے ۔ انھوں نے اپنے اس شاہ کار کو خود اردو میں ترجمہ کیا ہے ۔ معاشرت کی صحیح مصوری اور کردار نگاری، نکتہ رسی اور فلسفیانہ غور و خوض میں ان کو ید طولیٰ حاصل ہے ا

اس ناول میں ان کی یہ تمام خصوصیات اپنے پورے شباب پر ہیں۔
رنگ بھومی کا پلاٹ شہری اور دیہاتی دونوں زندگیوں پر مبنی ہونے سے اس کا کینواس (CANVAS) اس قدر وسیع ہو گیا ہے کہ اس پر پریم چند آسانی سے دو ناول لکھ سکتے تھے۔ اس میں انھوں نے ہندوستانی زندگی کے ہر رخ اور پہلو کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ مشینی دور (MACHINE AGE) کی وجہ سے زندگی کے ہر شعبہ میں جو انقلاب رونما ہوا ہے اس کا یہاں قدم قدم پر احساس ہوتا ہے۔ اندھا سورداس "رنگ بھومی" کا ہیرو ہے۔ پریم چند کا یہ کردار امر ہو گیا ہے۔ پانڈے پور میں ایک سگریٹ فیکٹری کے قیام سے وہاں کے حالات میں جو تبدیلی واقع ہوئی ہے، اس کی اور مزدوروں کے حقوق کے لیے فیکٹری کے مالک جان سیوک سے سورداس کے تنازعہ کی نقاشی بڑی ہی عمدگی کے ساتھ اس ناول میں ہوئی ہے۔ ہر جگہ ایک پر اثر اور منفرد انداز نمایاں ہے۔
پریم چند ایک ترقی پسند اور انسان دوست ناول نگار تھے سرمایہ دار مزدوروں کا خون چوستے ہیں، ان کے استحصال کے شکار مزدوروں کے طبقے سے ان کو بہت ہمدردی تھی۔ اس استحصال کے لیے انھوں نے سرمایہ داروں کو خوب آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ پریم چند میں جہاں بہت ساری خوبیاں تھیں وہاں ان میں ایک عیب بھی تھا۔ وہ ہے ان کا مبالغہ آمیز طرز تحریر۔ وہ سرمایہ داروں کے دشمن نہیں تھے۔ ان کی عیب جوئی کے پیچھے ان کا مقصد یہ تھا کہ ان کے نقطۂ نظر میں تبدیلی آجائے۔ وہ اگر "رنگ بھومی" کی غیر معمولی وسعت کو محدود کر سکتے تو یہ ان کا بہترین ناول ہوتا۔ اس میں فن کاری بے مثال ہے۔ پھر بھی موجودہ حالت میں یہ ہندی کا ایک اعلیٰ درجہ کا ناول ہے۔

میدان عمل (کرم بھومی)

میدان عمل میں ہماری جد و جہد آزادی کی کہانی ہے۔ پریم چند گاندھی جی کے فلسفے سے یعنی گاندھی واد سے بہت متاثر تھے۔ اپنے اس ناول میں انہوں نے ان کے خیالات کی ترجمانی کی ہے۔ ان کے تعمیری پروگرام مثلاً عوام کی بیداری، قومی یکجہتی اور جنتا یعنی عوام کی فلاح و بہبود کو انھوں نے اس میں اجاگر کیا ہے۔ "رنگ بھومی" ہماری تحریک آزادی کا گراف (GRAPH) ہے۔ میدان عمل میں بھی انھیں واقعات کی تکرار ہوئی ہے۔ بایں ہمہ "کرم بھومی" اور "رنگ بھومی" کی طرز ادا میں کافی فرق ہے۔ "رنگ بھومی" کا کینواس بہت وسیع ہے۔ ریاستی رعایا (پرجا)

سے لے کر جنگی تک ایسا کوئی مسئلہ نہیں جو ناول نگار کی باریک بین نگاہ سے چھوٹا ہو۔ مہاتما گاندھی کی قانون کی خلاف ورزی کی تحریک ملک بھر میں کیسے پھیلی اس کا پتہ کرم بھومی سے چلتا ہے۔ سکھدا (सुखदा) اور کالے خاں "کرم بھومی" کے دو ناقابل فراموش کردار ہیں۔ لالہ سمرکانت کے نقطۂ نظر میں تبدیلی لانے میں پریم چند کامیاب ہوئے ہیں۔

گوشۂ عافیت (پریماشرم)

"پریم چند کسانوں کے کلاکار ہیں۔ جنتا (عوام) کے لیکھک ہیں" جو کہا جاتا ہے اس میں صداقت ہے۔ "گوشۂ عافیت" میں پریم چند شہر سے گاؤں کی طرف مڑ گئے ہیں۔ زمین داری نظام کی قباحتیں دکھ بدلے ہوئے حالات میں وہ کیسے اپنی افادیت کھو بیٹھا ہے یہ دکھانا ان کا مقصود ہے۔ یہ اترپردیش کے لکھن پور نامی دیہات کی کہانی ہے زمانہ قدیم سے چلے آرہے زمین داروں اور کسانوں کے درمیان تنازعہ سنگھرش کا اس میں خاکہ کھینچا گیا ہے۔ گیان شنکر اس ناول کا اہم کردار ہے جو بغیر ہاتھ پیر ہلائے عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنا چاہتا ہے۔ بڑا عہدہ یا اقتدار پانے کی دھن اس پر سوار ہے۔ پریم شنکر، شنکر اور ودیا یہ دوسرے نیک کردار ہیں۔ ہمارے ملک کی آبادی تقریباً ۸۰ فیصد حصہ دیہات میں رہتا ہے۔ ہندوستان کی ترقی گاؤں کی ترقی پر منحصر ہے۔ ان کی حالت میں سدھار لانے کے ان کے دکھ دور کرنے کے لیے پریم شنکر کا پریم اور بھائی چارے کا آدرش بڑا کارآمد ثابت ہوتا ہے۔ کیوں کہ اس آدرش سے متاثر ہو کر ڈاکٹر چوپڑا، بیرسٹر عرفان علی اور تحصیلدار جوالا سنگھ کو ان سے ہمدردی ہونے لگتی ہے۔ گوشۂ عافیت میں زمینداروں کے نقطۂ نظر میں تبدیلی لانے میں پریم چند کامیاب نہیں ہوئے ہیں۔

گئودان

"گئودان" پریم چند کا آخری ناول ہے۔ یہ ان کا شاہکار ہے۔ اس میں انھوں نے دوبارہ گاؤں کا رخ کیا ہے۔ یہ ہوری نامی کسان کی درد بھری کہانی ہے۔ پریم چند کے تخلیق کردہ کرداروں میں وہ امر ہو گیا ہے۔ ہندوستانی کسانوں کی روایتی مقروضیت، اوہام پرستی، اس کی غلط فہمیاں۔ ان سب کا وہ سمبل ہے۔ ان کا مقابلہ کرتے ہوئے وہ مضمحل ہو جاتا ہے پر انسانیت نہیں کھوتا۔ مرتے وقت وہ برہمن کی گائے دان کرنا چاہتا ہے پر کر نہیں پاتا۔

(بقیہ صفحہ ؛

منشی پریم چند اور ترقی پسندی

* آل احمد رحمانی (ایم۔اے۔بی ایڈ)

ادب میں ترقی پسندی کو کسی خاص مسلک، نظریہ یا عقیدہ سے وابستہ کرنا میرے خیال میں سراسر غلطی ہے۔ ترقی پسند ادب کے بانیوں نے بھی کبھی یہ نہیں کہا کہ کوئی ادیب اور فنکار تب ہی ترقی پسند کہلا سکتا ہے جب وہ مارکسی عقائد پر صد فیصدی ایمان لائے۔ لندن میں ہندوستانی ترقی پسند مصنفین کی جو انجمن ۱۹۳۵ء میں قائم ہوئی تھی اس کے منشور میں بھی مارکسزم پر ایمان لانے کی شرط نہیں رکھی گئی تھی۔ اس منشور میں ہندوستانی ادیبوں سے صرف اس بات کا مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ ہندوستانی سماج میں ہونیوالی تبدیلیوں کو اپنے ادب میں جگہ دیں۔ ادب اور فنون کو قدامت پرستی کے اجارے سے نکال کر عوام سے قریب تر لانے کی کوشش کریں اور انہیں زندگی اور واقعیت کا آئینہ دار بنائیں۔

اس مینی فیسٹو میں ترقی پسندی اور قدامت پسندی کی بھی وضاحت کردی گئی تھی وہ سب کچھ جو ہمیں انتشار، نفاق اور اندھی تقلید کی طرف لے جاتا ہے قدامت پسندی ہے اور وہ سب کچھ جو ہم میں تنقیدی صلاحیت پیدا کرتا ہے اتحاد اور یک جہتی کی قوت پیدا کرتا ہے، روایات کو عقل و ادراک کی کسوٹی پر پرکھنے کے لئے اکساتا ہے ترقی پسندی ہے۔

مشہور روسی رہنما ادیب لینن نے ترقی پسندی کی وضاحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ..." زندگی مسلسل حرکت اور ارتقاء کا نام ہے۔ معاشی اور سیاسی نظام میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں اور ان تبدیلیوں کا اثر نہ صرف ادیب کے... موضوعات بلکہ اس کے زاویۂ نگاہ پر بھی پڑتا ہے - اس لئے ہر دور میں ترقی پسندی کے تقاضے بھی بدلتے رہتے ہیں اسی ادیب کے شعور کو صالح اور ترقی پسند کہہ سکتے ہیں جو ایک طرف ماضی سے رشتہ نہ توڑے اور دوسری طرف حال کے تقاضوں کو نظر انداز نہ کرے۔"

اس کا مطلب یہی ہوا کہ وہ ادیب جو اپنے گرد و پیش کی مادی اور متحرک زندگی کو سمجھنے اور اس کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرے، زندگی کو بہتر بنانے کی کوشش کرے، سماج کو ہر قسم کی غلامی، اندھی تقلید، ذات پات اور تفریق سے نجات دلانے کی کوشش کرے، مساوات، حریت اور جمہوری قدروں کو فروغ دے، ظلم و ناانصافی سماجی و معاشی نابرابری کے خلاف نفرت پیدا کرے، امن محبت اور انسان دوستی کی تعلیم دے، مظلوموں کے ساتھ ہمدردی کرے، ایک طرف ماضی سے رشتہ نہ توڑے اور دوسری طرف حال کے تقاضوں کو نظر انداز نہ کرے، ترقی پسند کہلانے کا مستحق ہے۔

اس اعتبار سے منشی پریم چند اردو کے سب سے بڑے ترقی پسند ادیب ہیں۔ پریم چند نے اپنے افسانوں اور ناولوں میں ہمیشہ غریب، پسماندہ، مظلوم و محکوم طبقوں

کے ساتھ ہمدردی دکھائی ہے، اور لوٹ کھسوٹ کرنے والوں ظلم و جبر کرنے والوں کے خلاف شدید نفرت کا اظہار کیا ہے ۔

دراصل پریم چند ایک واقعیت اور حقیقت پسند ادیب تھے ۔ ایسے دور میں جب کہ ہمارا ادب وشنیش محلوں محل سراؤں، حرم سراؤں، اونچی حویلیوں، اندر سبھاؤں، کوہ قاف کی پریوں اور دیوتاؤں کی رومان انگیز داستانیں سنا رہا تھا جن میں زندگی کی کوئی علامت نہ تھی، پریم چند کے توسط سے پہلی بار اُس نے دیہات کے اجڑے ہوئے گھروں کی کہانیاں سنائیں، محنت کش، مظلوم، پسماندہ اور پامال طبقوں کے بنیادی مسائل کی حقیقی تصویریں پیش کیں ۔

۱۹۱۷ء میں روس میں اشتراکی انقلاب آیا۔ لیکن اس سے قبل ہی پریم چند کے یہاں ترقی پسندی کے آثار نظر آتے ہیں - یہ حقیقت ہے کہ ان کی ابتدائی تخلیقات پر رومانیت اور داستان کا اثر پایا جاتا ہے ۔ گاندھی ازم کے زیر اثر ان کے یہاں آدرش واد، اصلاحی و اخلاقی رجحان بھی ملتا ہے - اپنی بعض کہانیوں جیسے ۔عفو، دل کی رانی، وغیرہ میں انہوں نے گاندھی جی کے زیر اثر اہنسا کی تبلیغ کی اور ظلم و تشدد کی مخالفت کی مگر وہ مہاتما گاندھی کی رہنمائی میں زیادہ دور تک نہ چل سکے - دیہاتوں کے اجڑے ہوئے گھروں کے مسائل کی سنگینی نے انہیں یہ احساس کرا دیا کہ ' اہنسا کے ذریعہ یہ حل نہیں ہو سکتے ۔ چنانچہ انہوں نے بعض کہانیوں میں تشدد آمیز طریقہ کی حمایت بھی کی ہے ۔ ان کی ایک کہانی آشیاں برباد' میں ایک کسان خاموشی سے پولیس والوں کا ظلم برداشت کرتا ہے لیکن جب وہ لوگ اس کی بیوی کو برہنہ کر دیتے ہیں تو اس کی غیرت جوش میں آتی ہے اور وہ پولیس والوں سے لڑتے لڑتے اپنی جان گنوا دیتا ہے اسی کے ساتھ گاؤں والے بھی قتل کر دیئے جاتے ہیں ۔ ایک اور کہانی 'قاتل' کا دھرم ویر تشدد کے ذریعہ آزادی حاصل کرنا چاہتا ہے ۔

اپنی زندگی کے آخری دنوں میں پریم چند گاندھی جی کے اثر سے نکل آئے تھے ۔ اور انہوں نے وہ راستہ اختیار کر لیا تھا جو ایک مثبت ، انقلابی اور ترقی پسندانہ راستہ ہے۔

وہ روس کی اقتصادی ترقی اور مساوات کی بنیاد پر سماجی نظام سے بے حد متاثر ہو چکے تھے . یہ کہنا زیاد مناسب ہوگا کہ زندگی کے آخری دنوں میں وہ مارکسز کو ہندوستان کے معاشی اور سماجی مسائل کا حل سمجھے ان کے صاحبزادے سری امرت رائے کے ایک مضمون بھی اس کی تائید ہوتی ہے ۔

" پریم چند اپنی زندگی کی آخری گھڑیوں میں انف ملکیت ، سماج میں بڑھتی ہوئی طبقاتی کشمکش اور ا کر کے نئی غیر طبقاتی انسانیت اور اشتراکی دنیا کی تخا کا سوال ہی پوری طرح ان کے ذہن پر چھایا ہوا تھا۔"

شیورانی اور پریم چند کے درمیان گھر میں مخا مسائل پر جو گفتگو ہوتی تھی اس سے بھی پریم چند کے شعور کی تائید ہوتی ہے . شیورانی نے اپنی ہندی کتا ' پریم چند گھر میں ' میں ان تمام مکالموں کو نقل کیا ہے کتاب میں سے ذیل کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں :۔

شیورانی :۔۔۔ جب سوراج ہو جائیگا تب کیا چور ہو جائیگا ؟

پریم چند : ۔۔۔ چوری تو تھوڑا بہت ہر جگہ جاتا ہے دنیا کا قانون ہو گیا ہے ۔ کہ کمزور کو ستا ز ہاں ایک روس ہے جہاں پر کہ بڑوں کو درست کر دیا گیا ہے ۔ اب وہاں غریبوں ہے ۔ شاید یہاں بھی کچھ دنوں بعد روس جیسا

شیورانی : ۔۔۔ کیا اس کی کچھ امید ہے ؟

پریم چند :۔۔۔ ابھی جلدی اس کی کوئی امید نہیں ۔

شیورانی :۔۔۔ مان لو جلد ہی ہو جائے تب آپ کس کا دیں گے ؟

پریم چند : ۔۔۔ مزدوروں اور کاشتکاروں کا ! میں سب سے کہہ دوں گا کہ میں تو مزدور ہوں چلاتے ہو، میں قلم چلاتا ہوں، ہم دونو میں تو اسی دن کا انتظار کر رہا ہوں ۔

شیورانی : ۔۔۔ تو کیا روس والے یہاں بھی آئیں گے

بقول احتشام حسین ترقی پسند کہلانے کا مستحق ہے۔

"پریم چند اپنے دور کے شعور کے ان پہلوؤں کے ترجمان ہیں جو غلامی پر آزادی کو، قدامت پسندی پر اصلاح کو، تنگ نظری پر بلند نگاہی کو، طبقاتی جبر اور ظلم پر انصاف اور مساوات کو، سامراج یا آمریت پر جمہوریت کو ترجیح دیتے تھے ... ان کا فن مجموعی طور پر پڑھنے والے پر یہی اثر ڈالتا ہے کہ وہ ملک کی عوامی زندگی کو ابھارنے اور بہتر بنانے کے لئے جد وجہد کے ترجمان تھے۔ اس خاص دور حیات میں زندگی کے صرف انھیں تقاضوں کو پورا کرنا ترقی پسندی کی دلیل بن سکتا ہے۔"

ادبی ترقی پسندی کوئی میکانکی عمل نہیں ہے، نہ ریاضی کی طرح دو اور دو چار کا فارمولا ہے اور نہ ایک جامد تصور ہے۔ بلکہ بقول خلیل الرحمٰن اعظمی

"... ایک مسلسل و اضافی عمل ہے جو ماضی کی بہترین روایات اور نئے دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کر کے دریا کی شکل میں جاری رہتا ہے۔"

دریائے زندگی کی روانی کی مختلف کیفیتوں کو جو ادیب اپنی تخلیقات میں پیش کرے وہ اس دور کا حقیقی ترقی پسند ادیب ہے۔ پریم چند کا ادب اپنے عہد کا آئینہ دار ہے۔ اس ادب کے آئینہ میں ہم ... مذہبی، اصلاحی، اخلاقی، معاشی، سماجی اور سیاسی تحریکوں کی ... تصویریں دیکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تخلیقات میں ہمیں ایک تدریجی ارتقاء ملتا ہے جس کی انتہا "سماج واد" ہے۔ جس پر وہ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں [illegible] تھے۔

۔۔۔ روس والے تو یہاں نہیں آئیں گے، بلکہ روس والوں کی طاقت ہم لوگوں میں آجائے گی۔

۔۔۔ وہ لوگ یہاں آتے تو شاید ہمارا کام جلدی ہو جاتا؟

۔۔۔ وہ لوگ یہاں نہیں آئیں گے، ہم ہی لوگوں میں وہ طاقت آئے گی وہی ہمارے سکھ کا دن ہوگا جب یہاں کاشتکاروں اور مزدوروں کی حکومت ہوگی۔

آخری دنوں میں پریم چند کا یہ عقیدہ بن چکا تھا کہ ایک دن ہندوستان کو بھی روس ہی کی طرح سوشلسٹ سماج (Socialist Pattern of Society) دینا ہوگا تب ہی اس ملک سے ذات پات کی تفریق کی لعنت، لوگوں کی بدحالی اور معاشی استحصال کا خاتمہ ہوگا۔ اس سے پریم چند کی بصیرت اور فکر و شعور کی بلندی کا اندازہ ہوتا ہے۔ انقلابی شعور کا عکس ہمیں ان کے آخری دور کے ناولوں، کرم بھومی، گئودان اور منگل سوتر میں ملتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین کرنا چاہئے کہ پریم چند نے مارکسزم کا گہرا مطالعہ نہیں کیا تھا۔ انہوں نے روسی ادیبوں کی تخلیقات کا مطالعہ کیا تھا اور انقلاب روس کے بعد ہونے والی سماجی و معاشی تبدیلیوں کو سنا اور پڑھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں مذہبی، اخلاقی اور اصلاحی قدروں سے ذہنی وابستگی پائی جاتی ہے۔ وہ اپنے ملک کی پرانی سبھیتا کی اچھائیوں کے گن گاتے ہیں اور اسے ترک کرنے پر آمادہ نہیں۔ ان کا طبقاتی شعور جدلیاتی مادیت سے ہم آہنگ نہیں اور نہ ان کا رجحان تاریخ کے مادی شعور سے میل کھاتا ہے۔ لیکن ان خامیوں کی بنیاد پر انہیں قدامت پرست کہنا اور ترقی پسند نہ گردانا سراسر ناانصافی ہے۔ پریم چند نے اپنے دور کے تقاضوں کو ہمیشہ پیش نظر رکھا۔ انہوں نے ادب کو زندگی کے متضاد پہلوؤں کا آئینہ دار بنایا لیکن ہمیشہ ترقی پسند اور صحت مند قدروں کو اپنایا۔ مزدوروں، مظلوم کسانوں، پچھڑے ہوئے لوگوں اور پامال انسانوں کی حمایت کی۔ جو ادیب اپنے دور کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔

پریم چند کا فن اور اُن کا موضوع

ا. احمد صدیقی
۱۶۳ - منہاج پور - الہ آباد (یو-پی)

ہندی زبان میں مشہور و معروف کہانی نویس اور افسانہ نگار امرت رائے کا اپنا انفرادی مقام ہے۔ یہ نامور فن کار مُنشی دھنپت رائے کے فرزند ارجمند ہیں۔ مُنشی دھنپت رائے یا مُنشی پریم چند ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں۔ امرت رائے کے جد امجد کے رکھائے ہوئے نام دھنپت رائے سے عوام کم واقف ہیں۔ یوں کہہ لیجئے کہ ادب کے صاحبِ ذوق یا طالب علم حضرات ہی اس نام سے واقف ہیں لیکن پریم چند کا نام ہر خاص و عام کی زبان پر ہے۔ یہاں تک کہ یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلبہ کے ساتھ ساتھ تعلیم سے نابلد محنت اور مشقت کرکے شکم سیر ہونیوالا مزدور یا کسان اور موجودہ تہذیب و ترقی کو مُنہ چڑھاتا ہوا آج کا رکشا والا بھی اُردو اور ہندی کے اس زندہ جاوید افسانہ نگار اور ناول نگار کے نام سے کماحقہ واقف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فلم بینی اس بڑھتی ہوئی گرانی کے دور میں بھی دل بہلانے کا سب سے کم خرچ اور عمدہ شغل بنا ہوا ہے فلم بینی کے شائقین میں زندگی کے ہر شعبہ کے لوگ ہیں۔ انہیں لوگوں نے کچھ عرصہ قبل "ہیراموتی" اور "گئودان" جیسی صاف ستھری اور ہندوستانی زندگی کی صحیح طور پر عکّاسی کرنیوالی فلمیں دیکھی ہیں۔ ان دونوں فلموں کے اصلی مُصنّف پریم چند ہیں اور حُسنِ اتفاق سے اُن کی کہانی "ہیراموتی" (جوانھوں نے "دو بیلوں کی کہانی" کے عنوان کے تحت لکھی تھی) کا شمار بھی ان کے شاہکار ناول "گئودان" کی طرح ان کے شاہکار افسانوں میں ہوتا ہے۔

ہر ادیب خواہ وہ شاعر ہو، افسانہ نگار ہو یا ناول نگار، اپنے ارد گرد کے ماحول سے اور زندگی کے روز و شب میں پیش آنے والے واقعات و حالات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پریم چند نے جس ماحول میں آنکھیں کھولیں یہ وہ زمانہ تھا جب شہنشاہیت دم توڑ رہی تھی، لوگ ظلم کو اپنا مقدور نہ سمجھ کر اُسے ظلم ہی سمجھتے تھے اور اس کے تدارک کے لئے فہم و ادراک سے کام لینا شروع کر چکے تھے۔ جنگ عظیم کے اثرات انسانی ذہنوں پر چھائے ہوئے تھے لیکن اس جنگ عظیم کے بعد جو لعنتیں انسانیت کی روشن پیشانی پر بدنمائی کا داغ

رہی تھیں، ان کی سیاہی دُور کرنے کے لئے ہر ذی ہوش اور ...
لا آدمی غور وفکر سے کام لینے لگا تھا۔ پریم چند نے اپنے دور کے
مائندہ ادیب کے بطور اس وقت کی سماجی، مذہبی اور اخلاقی
ں کو بغیر کسی پس وپیش اور جھجک کے اپنی تخلیقات کے ذریعہ
دعام کے سامنے پیش کیا تاکہ ان گندگیوں کی بُو لوگ محسوس
یں اور اپنے معاشرہ اور ماحول کو مستقبل میں ان کے ...
رکھنے کے لئے پیش قدمی کر سکیں۔
یم چند نے اپنے افسانوں اور ناولوں میں بلینر عہد ... سماجی
بالخصوص یہاں کے پسماندہ اور محنت کش طبقہ کی بھرپور عکا
. ان کی تخلیقات کا موضوع دفتر کا بابو ہے اور کھیتوں اور
ں پر ایڑی چوٹی کا پسینہ بہاتا ہوا کسان اور مزدور بھی۔ ان
کی زندگی، ان کے احساسات اور ان کے مسائل کو انھوں نے
از میں پیش کیا ہے گویا خود ان کے اندر ان لوگوں کی رُوحیں
ئے کر گئی ہوں اور وہ ایک دفتر کے بابو، کسان اور مزدور کے
پنے مسائل اپنے افسانہ یا ناول کے توسط سے قاری کے سامنے
رہے ہیں۔ ان کے افسانوں اور ناولوں کو پڑھتے وقت قاری
ں کرتا ہے کہ سارے واقعات ایک فطری انداز میں پیش آرہے
ہیں کوئی تصنع اور بناوٹ نہیں محسوس ہوتی یا یہ احساس
ہوتا کہ کوئی واقعہ یا کوئی کردار بھرتی کے طور پر بلاوجہ ٹھونس
ہے۔ ان سب کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ پریم چند
مانی نفسیات کا گہرا مطالعہ کیا تھا یہی وجہ ہے کہ اُس زمانے
ان کے فن میں ایک خاص قسم کی انفرادیت نظر آتی ہے ...
اری طویل قسم کے قصوں اور حکایتوں کے دور سے گذر رہا تھا
قدم رکھ چکی تھی، جب ڈاکٹر نذیر احمد دہلوی اور مولانا عبد الحلیم
ی جیسی اُردو زبان کی جلیل القدر شخصیتیں اُردو کے اولین
نگار کے بطور چرخ ادب پر مانند ماہتاب درخشاں ہوتی ...
یم چند اپنے افسانوں اور ناولوں میں ناصح کے بطور نظر نہیں آتے
بضرور ہے کہ ان کے مطالعہ کے بعد یہ بخوبی سمجھ میں آجاتا ہے کہ دراصل
سے کیا کہنا چاہتے ہیں کیا پیغام دینا چاہتے ہیں اور صفحات کے
نے سیاہ کرنے سے ان کا مقصد کیا ہے۔ مثال کے طور پر وہ اپنے

افسانہ "کفن" کے ذریعہ خود قارئین کو یہ احساس اور یقین تو دلا دیتے ہیں
کہ شراب نوشی بہت بُری لت ہے لیکن اس افسانہ میں براہ راست
انھوں نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ شراب نوشی خباثت کا دوسرا نام ہے۔

ایک فاضل ادیب اپنے معاشرہ اور سماج کی بھرپور عکاسی کرنے کا فن جانتا ہے اور یہ اس کے فن کی بلندی کی دلیل ہے کہ قاری اس کی تخلیق کے مطالعہ کے بعد اس کی مقصدیت یا اُس تحریک کو سمجھ لے جس کے تحت قلم کار نے اپنے قلم کو جنبش دی ہے۔ یہ خوبی پریم چند کے یہاں جا بجا نمایاں ہے۔ "کفن" اور "عیدگاہ" ان کے اسی قسم کے افسانے ہیں۔ متذکرہ افسانے مقصدیت کے علاوہ غور وفکر کی دعوت دیتے ہیں۔ اس مقام پر پہنچ کر ادب کا پارۂ فن انسانی کردار کی نشوونما کی تخم ریزی کرتا ہے اس نظریہ کے تحت یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ پریم چند بلاشبہ "ادب برائے زندگی" کے علمبردار تھے۔

زندگی کی اعلیٰ قدروں کے ... طور پر ... ادیب کہلانے کے مستحق پریم چند نے کرداروں کے انتخاب میں بھی اپنے صف اول کے فن کار ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ انھوں نے اپنی تخلیقات میں حسب ضرورت اچھے اور بُرے دونوں قسم کے کرداروں کو پیش کیا ہے۔ ان کے اچھے کردار نہ مکمل طور پر فرشتے کہے جا سکتے ہیں اور نہ ہی برائیوں کی نمائندگی کرنے والے کردار مکمل طور پر شیطان، بلکہ انھوں نے اپنے کرداروں کے ذریعہ حقیقی زندگی کے انسان پیش کئے ہیں جن میں متضاد خصلتوں کی ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ دراصل یہ حقیقت بھی ہے کہ ہر انسان نہ تو مکمل طور پر بُرا ہوتا ہے اور نہ مکمل طور پر اچھا۔ وہ فرشتہ نہیں محض انسان ہوتا ہے اور انسان سے لغزش ہو جانا فطری امر ہے۔ آدمی کا جامہ زیب تن کئے ہوئے ان کے اچھے کردار نیکی کے ساتھ ساتھ بدی بھی کر بیٹھتے ہیں اور بدی کی نمائندگی کرنے والے کردار کا ذہن بسا اوقات نیکی کی طرف مائل نظر آتا ہے۔ اس فطری اُصول کے تحت انھوں نے اپنے کرداروں سے بیشتر کارہائے نمایاں انجام دلائے ہیں۔ ان کے ناول "غبن" میں خزانچی کا کردار اس کا بین ثبوت ہے۔ زندہ رہنے کی جدوجہد میں خود بھی لگے رہنے کے باوجود خزانچی بابو سماج اور انسانیت کے تئیں اپنے فرائض نہیں بھولتے۔ ان کا دل انسانیت، دردمندی اور ہمدردی کے جذبات سے معمور تھا۔ وقت پڑنے پر

یار ومددگار جوان لڑکی کی شادی کے لئے وہ خود کو ہر طرح سے قربان
ے اپنے گھر کا کر دیتے ہیں۔ اس امید پر کہ اس مقصد سے لیا ہوا مہاجن
ہ خود ادا کر دیں گے' وہ مہاجن جس کی دولت کے "ابین تھے اس
ض اسی نیت کے تحت روپیہ لے لیتے ہیں۔ لڑکی کی شادی ہو جاتی،
روز و فردا کے شکار خزانچی صاحب اپنے لئے ہوئے قرض کی ادائیگی
رہتے ہیں۔ انجام کار وہ غبن کے ملزم گردانے جاتے ہیں اور سزا کے
رار دیئے جاتے ہیں۔ اپنے وقار اور عزت پر آئی ہوئی آنچ سے وہ
تنہ ہو کر روپوش ہو جاتے ہیں کیونکہ سماج کی شکوک و شبہات
ی ان کے وجود کو چھیدتی ہوئی آنکھوں کا سامنا کرنے سے وہ خود کو
ے ہیں لیکن جاتے ہوئے وہ ساری سرگذشت قلمبند کرتے ہوئے
، ماندہ اساس کو قربان کر کے باقی قرض کی ادائیگی کے لئے دے
ں۔ جب سچائی لوگوں کے سامنے آتی ہے تو سب کے سب اس
ان کی یاد میں سر عقیدت اور نذرانہ قلب و نظر پیش کرتے ہیں۔
بنے ناول اور افسانوں میں پریم چند نے اس کا لحاظ رکھا ہے کہ زبان
ت اس قدر دقیق اور معیاری نہ ہو جائے کہ ایک عام پڑھے لکھے
ن کی کہانی، افسانہ یا ناول کے مطالعہ میں دشواری ہو یا وہ محض الفا
ں کی سحر خیزی میں گم ہو کر رہ جائے اور جو کچھ وہ کہنا چاہتے ہیں وہ
در پر ذہن قبول نہ کر سکے۔ ان کی زبان رواں دواں، سلیس با محاورہ
ن ہوتی ہے۔ ایک اچھے اور کامیاب افسانہ نگار اور ناولسٹ کے
ی خوبیاں اشد ضروری ہیں۔

م چند کے افسانے اور ناولوں کے عنوان بھی بہت صحیح اور پرکشش
ں۔ ان کے افسانوں اور ناولوں کو پڑھنے کے بعد یہ اندازہ نہیں
سکتا کہ انھوں نے پہلے ان کا عنوان تجویز کیا ہے اس کے بعد کہانی
ہے یا افسانہ اور ناول لکھنے کے بعد اس کا عنوان تجویز کیا ہے۔ یہ
جا سکتا ہے کہ وہ اپنی عمیق النظری سے ایک یا دو لفظ کے اپنے
ں اپنی پوری کہانی کا ماحصل سمو دیتے ہیں اور یہ چیز اردو کے لئے
طری دین تھی۔
م چند کے بعد اردو زبان میں ناول نویسی اور افسانہ نگاری کا کارواں
ادی اور تیزی سے آگے بڑھا ہے۔ افسانہ نگاری اور ناول نگاری کا مقصد اگر سماج کی صحیح تصویر کشی کے ساتھ ساتھ تعمیری و اصلاحی بھی سمجھ لیا
جائے اور اس کے ساتھ ساتھ زبان و بیان کی خوبصورت ہم آہنگی اور اثر
پذیری کو پذیرائی کے لائق سمجھا جائے تو پریم چند بجا طور پر فن افسانہ نویسی
اور ناول نویسی کے "بابائے فن" کہلانے کے مستحق ہیں ان کی اکثر تصانیف
ہمیں لمحۂ غور و فکر عطا کرتی ہیں اور اس بات پر آمادہ کرتی ہیں کہ دنیا میں
انسانیت و آدمیت نواز اوصاف کا بول بالا ہوگا۔ متذکرہ خصوصیات کے
تحت پریم چند بجا طور پر ایک عظیم فن کار ہیں جن کا فن ہمیشہ زندۂ جاوید
رہے گا۔

ضروری گذارش:

دفتر سے خط وکتابت کرتے وقت 'حوالہ نمبر' ضرور تحریر فرمائیں
جو آپ کے خط یا رسالہ کے ریپر کے اوپر درج ہوتا ہے۔
جواب طلب امور کے لئے جوابی خط / لفافہ یا ڈاک ٹکٹ روانہ فرمانے
کی زحمت نہ فرمائیں۔
منی آرڈر کوپن پر (جو منی آرڈر فارم کے آخر میں ہوتا ہے) ہمیشہ اپنا
نام و پتہ صاف صاف اردو، مراٹھی، ہندی یا انگریزی میں
ضرور تحریر فرمائیں۔

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ:-

چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز،
گورنمنٹ آف مہاراشٹر،
منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

گورکھپور کا مدرسہ، جہاں
پریم چند پڑھتے تھے۔

گورکھپور کا نارمل اسکول
جہاں پریم چند پڑھاتے تھے۔
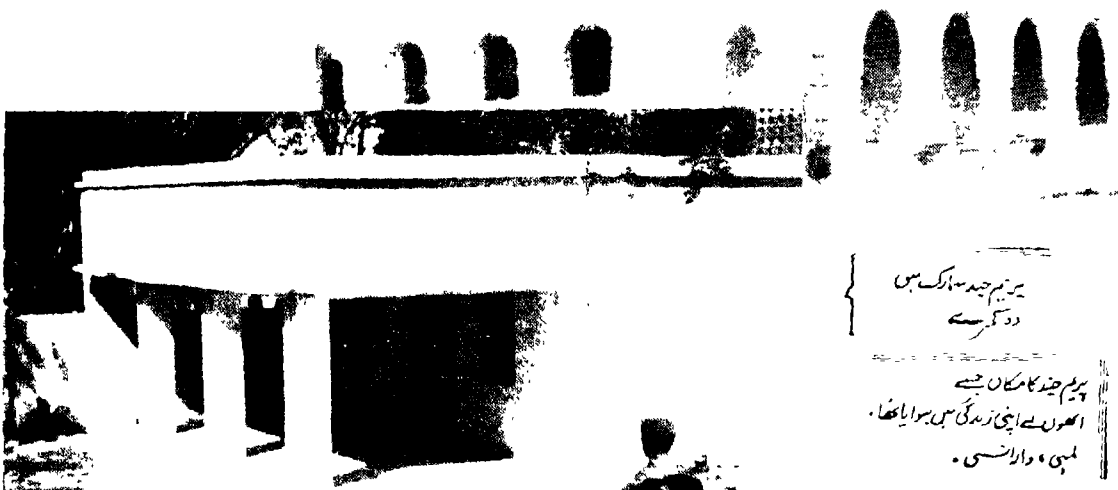
پریم چند سمارک میں
دو کمرے

پریم چند کا مکان جسے
انھوں نے اپنی زندگی میں بنوایا تھا۔
لمہی، وارانسی۔

پریم چند
یادگار تصاویر
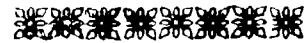
پریم چند اپنی اہلیہ کے ساتھ

پریم چند، رشبھ چرن اور جینندر کمار

امبتا سنے ٹون کے ساتھ معاہدہ پر دستخط کرتے ہوئے۔

پریم چند اپنے اہل و عیال کے ساتھ (کرسی پہ بائیں سے) رام جی، بیٹی کملا، شیورانی دیوی (پیچھے) دونوں لڑکے دھنو (شری پت رائے) اور بنو (امرت رائے)

پریم چند کی اردو تحریر کا عکس

پریم چند ۱۹۲۱ء

پریم چند ۱۹۰۷ء

پریم چند ۱۹۲۴ء

پریم چند۔ آخری لمحات ۱۹۳۶ء

گورکھپور کا وہ مکان
جہاں پریم چند رہتے تھے

پریم چند کا بنوایا ہوا گھر
اور بڑھوا کنواں ۔ آخری نشانیاں

سمارک میں پریم چند کا مجسمہ

سمارک میں رکھی کتابیں اور خطوط
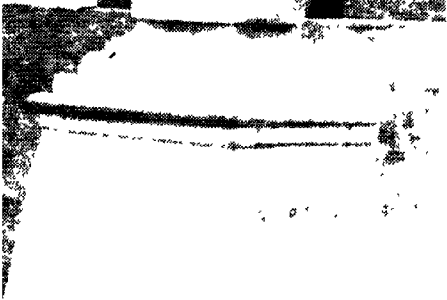
• شاطر حکیمی
ڈاکٹر شیخ کالونی، کامٹی
(ناگپور) مہاراشٹر

قطعات

منشی پریم چند

قدرداں کیوں نہ ہو دنیا ترے شہپاروں کی — مٹ نہیں سکتے کبھی ذہن سے تیرے افکار
نئے ماحول کے افراد گواہی دیں گے — سانس لیتے ہوئے انسان ہیں تیرے کردار

○

ہر تصور کو زندگی بخشی ! — کیف پیدا کیا اثر کے ساتھ
حسن افسانہ بن گئی تفصیل — عیب خوبی بنا ہنر کے ساتھ

○

مصور ہے تو شہر و قصبات کا — قلم ہاتھ آیا حقیقت نگار
فشارِ الم ہو کہ لطفِ نشاط — ترا فن ہے دونوں کا آئینہ دار

○

کس قدر دل پذیر و دلکش ہے — تیرے اظہارِ فکر کا انداز
عہدِ حاضر کے ہر تقاضے نے — تجھ سے پائی متانتِ آواز

○

پریم چند کی افسانہ نگاری

محمد فاروق اعظم
جلگاؤں (مہاراشٹر)

پریم چند کی افسانہ نگاری کے آغاز سے پہلے اُردو ناول نویس یا افسانہ نگار زیادہ تر ایسی داستانیں لکھ رہے تھے جو زندگی اور اس کے ماحول سے ہم آہنگ نہ تھے۔ اس میں شک نہیں کہ پنڈت رتن ناتھ سرشار نے ناول نویسی کا نہ صرف سنگِ بنیاد رکھا تھا بلکہ اس کے عالیشان ایوان کے متعدد خاکے بھی تیار کیے تھے۔ عبدالحلیم شرر نے بھی اس صنف کی بے انتہا خدمت کی تھی، پھر بھی فن افسانہ نگاری ایک انقلابِ عظیم کا منتظر تھا اور وقت ایسی ہمہ گیر شخصیت کی راہ دیکھ رہا تھا جو اس کی کایا پلٹ کر اس کو آخری منزل تک پہنچا دے۔ نبّاضِ فطرت نے یہ خدمت منشی پریم چند سے لی، جو ایسا دل و دماغ لے کر آئے تھے کہ فن افسانہ نگاری کو مالامال کر گئے۔

اردو افسانہ نگاری کی تاریخ بہت مختصر ہے اپنے نصف صدی سے کچھ زیادہ کی مختصر تاریخ میں اس نے فن اور ترقی کی جتنی منزلیں طے کی ہیں اردو کی کسی اور صنف کو نصیب نہ ہوئی۔ افسانہ جب اپنی موجودہ ہیئت ولباس کے ساتھ ایوان اُردو میں داخل ہوا تو اردو کے پاس داستان گوئی اور قصّہ خوانی کی روایتوں کا ایک وافر ذخیرہ اور سرمایہ موجود تھا جو محض تفننِ طبع کے لئے لکھے گئے تھے جن میں جنوں اور پریوں کے سائے تھے اور مافوق الفطرت عناصر سے اس کی بزم سجائی گئی تھی۔ یہ طویل بھی تھے اور تصور و تخیل کے آغوش کے پروردہ بھی۔ لیکن جب داستان کی جگہ افسانوں نے لی تو اس نے زندگی اور اس کی تلخی کو اپنا موضوع بنایا اور عیش و نشاط کی محفل سے نکال کر مقصد آفرینی کے سائے میں پروان چڑھایا اُردو میں پریم چند کے افسانوں کو افسانے کا بچپن اور اس کی حیاتِ نو کا آغاز سمجھنا چاہئے۔

پریم چند بلاشبہ اردو کے سب سے پہلے اور سب سے بڑے افسانہ نگار ہیں۔ سب سے پہلے اس لئے کہ ہمارے ذہن میں مختصر افسانہ یا کہانی کا جو جدید تصوّر ہے وہ سب سے پہلے ہمیں پریم چند نے د[illegible] اور سب سے بڑے اس لئے کہ جن مختلف چیزوں سے کہانی بنتی ہے و[illegible] سب ایک ایک کر کے پریم چند نے ہی ہمیں سکھائی ہے۔ ان کے افسا[illegible] نگاری کے بتیس سال کی عمر میں افسانہ ان ساری منزلوں سے گذرتا ہو[illegible] دکھائی دیتا ہے جسے اس کے فنی زندگی کے موڑ اور سنگ میل کہنا چاہئے پریم چند کا افسانہ' افسانہ نگاری کی ایک مکمل تاریخ ہے۔ وقت اور ماحول کے ت[illegible] تقاضے اور رجحانات، سیاسی، سماجی اور معاشی تحریکیں اور تہلکے ان کے افسان[illegible] میں اپنے پورے رچاؤ اور حسین کے ساتھ جلوہ گر ہیں۔

پریم چند کے افسانوں کا سب سے پہلا مجموعہ "سوزِ وطن" کے نام سے ۱۹۰۹ء میں شائع ہوا۔ پریم چند نے جس وقت لکھنا شرو[illegible] کیا تھا۔ آزادی کی جنگ شروع ہو چکی تھی اس لئے اس زمانے میں انھوں [illegible] جو افسانے لکھے ان میں انقلاب انگیز وطنیت اور ایثار کی ایسی تعلیم [illegible] کہ ان کا ہر افسانہ برطانوی سامراج پر بجلی بن کر گرا نتیجہ یہ ہوا کہ ایوان حکو[illegible]

میں زلزلہ آگیا۔ "سوزِ وطن" ضبط کر کے نذرِ آتش کر دیا گیا اور پریم چند کے آزاد قلم پر پہرہ بٹھانے کی کوشش کی گئی مگر بقول شخصے ؎

اور دبانے سے ابھرے گی گیتوں کی گنجار
پائل چاہے قید ہو لیکن قید نہیں جھنکار

پریم چند کا آزاد قلم کسی مرحلہ پر کسی مرعوبیت کا شکار رہوا نہ اس کی حق و صداقت کی آواز کو دبایا جا سکا۔ ان کے اس قسم کے سیاسی افسانوں میں "بھاڑے کا ٹٹو" "قاتل" "شطرنج کی بازی" قابلِ ذکر ہیں۔ مورخ جب بھی تحریکِ آزادی اور جنگِ آزادی کی تاریخ لکھے گا۔ وہ جہاں گاندھی جی، جواہر لعل نہرو، مولانا آزاد اور علی برادران کو نظر انداز نہیں کر سکتا وہیں منشی پریم چند کو بھی فراموش نہیں کر سکتا۔

پریم چند اپنے عہد کے بڑے ترقی پسند افسانہ نگار تھے۔ ترقی پسند اس معنی میں کہ وہ اصلاحِ معاشرہ اور ترقی کے زبردست حامی تھے۔ وہ خوشگوار تبدیلیوں اور حیات آفریں پیغاموں کے زبردست مبلغ تھے ہندوستانی سماج میں پائی جانے والی توہم پرستی جہالت، ضعیف الاعتقادی، چھوت چھات، اونچ نیچ کے خلاف ہمیشہ اپنی قلم کی جولانیاں دکھاتے رہے لیکن اس خیال کے اظہار میں کبھی خلوص، محبت، نیک نیتی، واقعیت اور حقیقت کے دامن کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ برخلاف اس کے ان کے ہم عصر قلمکار جو ترقی پسند تحریک سے وابستہ تھے جذباتیت کا شکار تھے وہ ادب کے ہر روایت سے بغاوت پر آمادہ تھے وہ بساطِ ادب کو الٹ پلٹ دینا چاہتے تھے۔ جوش کا یہ نعرہ تھا۔

کام ہے میرا تغیر نام ہے میرا شباب
میرا نعرہ انقلاب و انقلاب و انقلاب

اور سردار جعفری نے تو یہاں تک کہا۔

بغاوت میرا مذہب ہے بغاوت دیوتا میرا
بغاوت میرا پیغمبر بغاوت ہے خدا میرا
بغاوت سرسوتی سے لکشمی سے بھیم و ارجن سے
بغاوت دیویوں اور دیوتاؤں کے تمدن سے
بغاوت عقیدت کے دیوتا کا آستانہ ہے
بغاوت عصرِ حاضر کے سپوتوں کا ترانہ ہے

بغاوت اور انقلاب کے سیلِ رواں میں پریم چند کبھی بھی جادۂ اعتدال سے نہیں ہٹے۔ وہ خود ترقی پسند تحریک کے پرجوش رکن تھے مگر ان کے یہاں نہ روایت سے بغاوت ملتی ہے۔ نہ کوئی اصلاحی چیخ ہے نہ کوئی نعرہ بازی ہے، نہ کوئی پھکڑ پن ہے اور نہ کجروی ہے بلکہ محبت، شرافت، اعتدال ان کے قلم کی جان اور روحِ انسانیت کی بیداری ان کے ہر افسانے کا عنوان ہے۔

پریم چند نے "تاریخ" سے پرانے قصوں کو اپنے افسانوں کا عنوان بنایا اس کے ذریعہ وہ ہندوستان کے شاندار ماضی اور اس کی تابناک روایات کو پیش کر کے ہماری رگِ حیات میں برقی لہر دوڑانا چاہتے ہیں۔ اپنے افسانے "وکرمادتیہ کا تیغا" "رانی سارندھا" "راجپوت کی بیٹی" اور "ستی" وغیرہ میں ایثار قربانی وطن پرستی اور جانبازی کی ایسی ہی کہانیاں سنائی ہیں۔

ایک زمانہ تھا کہ ہمارے ادب میں غریبوں اور بے کسوں کا ادب مفقود تھا۔ حسن ہو، بہادری ہو، سچائی ہو یہ سب چیزیں اعلیٰ طبقہ کے لئے مخصوص تھیں۔ ہمارا ادب اور شاعری امرا اور روساء کی داستانوں اور ان کے حریمِ ناز میں ہونے والی عیش کوشیوں کا ترجمان تھا اور لوگوں کا اندازِ فکر کچھ اس قسم کا تھا کہ ؎

بنا ہے عیش تجمل حسین خاں کے لئے

مگر اب زمانہ بدلا ہوا تھا۔ ہر تجمل حسین خاں کے جبر و استبداد کا پردہ ہمارا ادب چاک کر رہا تھا اب ان لوگوں کی قصیدہ خوانی ہو رہی تھی جو باوجود کارآمد ہونے کے اب تک پامال تھے اور کسمپرسی کی زندگی گذار رہے تھے۔ اب معمولی کاشتکار بھی ہمارے ادب میں ارتقاء کا پیشوا تہذیب کا پروردگار بن چکا تھا۔

پریم چند پہلے شخص ہیں جنھوں نے اپنے افسانوں میں دیہات کے بے زبان کسانوں اور کاشتکاروں کو زبان عطا کی۔ ان کو اپنے افسانے کا موضوع بنایا۔ ان کی میلی کچیلی زندگی میں بھی حسن و شرافت ہمدردی، خاکساری، اخلاص و محنت اور ایثار و قربانی کے پہلو کو اجاگر کیا۔

پریم چند خود ایک گاؤں کے چشم و چراغ تھے اسی ماحول میں ان کی ذہنی نشو و نما ہوئی تھی اس لئے ناممکن تھا کہ وہ اپنے گرد و پیش کے ماحول سے متاثر ہوتے۔ انھوں نے اپنی آنکھوں سے جاگیردارانہ نظام کی لعنتوں کو دیکھا تھا۔ غریب کسانوں پر زمینداروں، ساہوکاروں اور مہاجنوں کے فریب کاریوں کا بچشم خود مشاہدہ کیا تھا۔ دیہات کی غربت، جہالت اور گندگی کو دیکھ کر ان کا جی کڑھتا تھا اور حیرت یہ تھی کہ اب تک کسی نے اس

منشی پریم چند خصوصی نمبر

بغہ کی بے بسی اور بدحالی کی طرف نہ توجہ کی تھی اور نہ ہی دیہاتوں کو اپنی
ہی کاوشوں کی جولانگاہ بنایا تھا۔ پریم چند نے گاؤں کی صحیح نمائندگی کرنے
میں پورا پورا حق ادا کر دیا اور ایسے حسین مرقع تیار کئے ہیں کہ جن کی داد نہیں دی
جا سکتی "چوگان ہستی" "میدان عمل" اور "گئودان" کی تو بنیاد ہی دیہاتی زندگی
پر ہے "بیٹی کا دھن" "پچھتاوا" "قربانی" "بانگ سحر" "نبور" "گھاس والی" "نجات" "راہ"
میں ہندوستان کے گاؤں کی زندگی کی بڑی دلکش اور دلآویز تصویریں ملتی ہیں
گاؤں کی زندگی کا کوئی پہلو اور کوئی مسئلہ بھی ان کی سحر طراز قلم کی حسن کاریوں
سے محروم نہیں انھوں نے اپنے مختصر افسانوں میں جس طرح گاؤں کی زندگی
پیش کی ہے اس میں صحیح ہندوستان نظر آتا ہے۔ شہری زندگی کی مرقع نگاری
تو بہتوں نے کی ہے لیکن کھیتوں کی منڈیروں پر کوئی کم ہی چلا ہے۔
پریم چند ان منڈیروں پر سے چلتے ہوئے دیہات کے چوپالوں اور اہیروں
کی جھونپڑیوں میں لیجا کر ایسی منظر کشی کرتے ہیں گویا اٹھا کر وہیں پہنچا۔۔
دیتے ہیں۔ دیہات کی سپاٹ زندگی میں بظاہر دلکشی کا کوئی سامان نہیں
لیکن پریم چند کی قلم کی ادبی جنبش کی بدولت یہی غیر دلکش زندگی اتنی
دلکش اور لطیف بن جاتی ہے کہ ہم اس میں لذت محسوس کرنے لگتے ہیں گو
یہ لذت ایک جذبۂ غم کے پہلو بہ پہلو پیدا ہوتی ہے۔ کسانوں کی زبوں حالی
زمینداروں اور پولیس والوں کی چیرہ دستیوں کا حال پڑھ کر بے اختیار
آنکھیں پُرنم ہو جاتی ہے۔

پریم چند کے افسانوں کی پلاٹ کی رنگا رنگی یہ ہے کہ
اس کو ایک نہیں بیسیوں طریقوں سے دلکش بنایا ہے۔ کبھی سماج کو اصلی
روپ میں لت پت دکھایا ہے کبھی اس کو صاف و شفاف کرکے پیش کرنے
کی کوشش کی ہے کبھی سیٹھوں اور ساہوکاروں اور جاگیرداروں کے کرداروں
کا اونچ نیچ سمجھایا ہے۔ کبھی تاریخ کے پرانے اوراق الٹے ہیں کبھی بزرگوں
کی سنی ہوئی داستانیں سنائی ہیں کبھی وطن پرستی، محبت و اخلاص کے
دل فریب مرقع تیار کئے ہیں کبھی آن اور عزت کی خاطر جانبازی کا سبق
پڑھایا ہے اور کبھی گاؤں کی زندگی کے تمام پہلوؤں کی مصوری کی ہے۔
لیکن ان کا کمال یہ ہے کہ ان تمام افسانوں میں جتنے کردار پیش کئے ہیں وہ
سب جیتے جاگتے گوشت پوست کے انسان ہیں۔ وہ نہ دیوتا ہیں نہ راکشس
ان میں خوبیاں ہے تو برائیاں بھی ہیں خاص خاص حالات و واقعات کے
تحت ان کے احساسات و جذبات میں تبدیلیاں بھی ہوتی ہیں۔ ان کی

گفتگو ہر جگہ مزیدار رہے ایسا کہیں نہیں ہوا کہ لہجہ گنواروں کا ہے اور باتیں
مصنف کی ہیں۔

پریم چند کے افسانوں کا پلاٹ ہمیشہ زندگی سے
قریب رہتا ہے اسی لئے اُن کے افسانوں میں حیاتی سرگرمیوں کی ہمہ رنگی
نظر آتی ہے قصّہ میں شروع سے آخر تک ایک ربطہ قائم رہتا ہے جو
بیچ میں کہیں ٹوٹنے نہیں پاتا انھوں نے صدہا افسانے لکھے مگر کسی کے پلاٹ
میں جھول جھال نہیں ہر ایک اپنی جگہ پر چست ہے "مہارانی کا خواب"
"بیوہ" "چندن ہار" "واردات" "کفن" وغیرہ ان کے مشہور افسانے
ہیں مہارانی کا خواب" ایک طویل افسانہ ہے لیکن طوالت کے
باوجود زبان کی خوبی پلاٹ کی ہمواری اور افسانوی جزئیات میں کہیں
جھول نہیں ہے۔

اگر ایک کامیاب افسانہ نگار کے لئے پر اثر زبان کا
استعمال کرنا لازمی ہے تو پریم چند بلا شبہ ایک کامیاب افسانہ نگار ہیں
ان کی زبان میں ایک لوچ، ایک نرمی اور ایک گھلاوٹ ہے۔ اُن کے الفاظ کی صدا
کانوں میں رس گھولتی معلوم ہوتی ہے۔ اُن کی تحریروں میں ہندی اور فارسی کا حسن
امتزاج ہے مولانا شبلی نے ان کی زبان کے بارے میں لکھا تھا" ان کے
جیسی لطیف اور سنوری ہوئی اردو سات کروڑ مسلمانوں میں کوئی نہیں
لکھتا" مولانا شبلی کا انتقال ۱۹۱۴ء میں ہوا اور پریم چند نے ۱۹۳۶ء میں
وفات پائی اس دوران میں یقیناً ان کا انداز بیان اور بہت کچھ منجھ گیا
ہوگا۔ فراق گورکھپوری نے ان کی زبان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ
"فرانسیسی زبان کی طرح ضرورت سے زیادہ بچی تلی ہوئی ہے اور جرمن
زبان کی طرح اس میں کہیں الجھاؤ نہیں ہے۔ ان کے افسانوں کے مجموعے
"پریم بتیسی" "پریم پچیسی" اور "پریم چالیسی" پڑھئے اور ہندی اردو فارسی کے
خوشگوار آمیزش کا لطف اٹھائیے۔ ان کی تحریر میں آزاد کی رنگینی نہیں
حالی کی خشکی نہیں، غالب کی ظرافت نہیں نذیر احمد کی علمیت نہیں بلکہ
ان کی زبان میں ایک منفرد دلآویز سادگی اور ایک دلربا سنجیدگی ہے
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ خود بخود امنڈے چلے آرہے ہیں اور
اپنے رتبے اور شان کے مطابق خود ہی اپنی نشست تلاش کر لیتے
جذبات نگاری اور کردار نگاری میں پریم چند اپنا ثانی
رکھتے جذبۂ رنج و غم کو پیش کرنے میں وہ ید طولیٰ رکھتے ہیں ا

سوز سے بھری ہوئی کوئی چیز پڑھیئے جس میں انھوں نے درد و محن کو المیہ پیرائے میں بیان کیا ہو نا ممکن ہے کہ پڑھنے والے کی آنکھیں آبگیں نہ ہو جائیں۔ انداز بیان میں غضب کی تاثیر بھری ہوئی ہے۔

پریم چند چونکہ خود درد مند دل لے کر آئے تھے انھیں تمام عمر ناکامیوں سے کام رہا زندگی بھر حالات سے لڑتے رہے اس لئے ان کے اندر سوز و گداز کی جو کیفیت پیدا ہو گئی تھی اس کا صاف عکس ان کی تحریروں میں جلوہ گر ہے۔ درد نے دل پر نقبیں لگائی، پریم چند کا گہر بار قلم جنبش میں آیا اور صفحۂ قرطاس پر آنسو کے موتی بکھر گئے، خوشی، حیرت، غصہ اور استعجاب ہر جذبہ کی ترجمانی پریم چند انتہائی کامیابی سے پیش کرتے ہیں بالخصوص غم و غصہ کے جذبات کے بیان میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتے۔

آج پریم چند کو دنیا سے رخصت ہوئے کوئی چوالیس سال ہو چکے ہیں مگر اردو افسانہ کی دنیا میں کوئی دوسرا پریم چند نہیں پیدا ہو سکا جب تک وہ زندہ رہے اردو افسانہ کی دنیا پر چھائے رہے۔ افسانوی ادب کی قیادت انھیں کے ہاتھ میں رہی جتنے نئے لکھنے والے تھے وہ پریم چند کی تائید یا تقلید میں لکھ رہے تھے۔ علی عباس حسینی، اختر اور ینوی، سہیل عظیم آبادی، اعظم کریوی اور کسی حد تک سدرشن پریم چند ہی کے نقش ثانی ہیں۔ علی عباس حسینی نے خاص طور سے دیہات کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ حسینی نے پریم چند کی بنائی ہوئی ڈگر پر چل کر دیہاتوں کی گلی کوچوں میں پہنچایا۔

نئی پود کے افسانہ نگاروں میں کرشن چندر کے سوا کوئی افسانہ نگار ایسا نہیں جس نے تیزی سے بدلتے ہوئے زمانے اور اسکے تیزی سے بدلتے ہوئے فن کو ہر آن اپنی گرفت میں رکھا ہو۔ کرشن چندر کے افسانہ نگاری کی ابتدا رومانیت، شعریت اور رنگینی سے ہوئی مگر وقت کے تقاضوں کے ساتھ اس میں سیاست، معیشت، نفسیات اور سماجی مسائل بھی کچھ داخل ہو گئے ہیں جس طرح پریم چند کی افسانہ نگاری ایک دور سے شروع ہو کر دوسرے پھر تیسرے اور پھر چوتھے دور کی رہنمائی اسی طرح کرشن چندر نے بھی نئی پود کے لکھنے والوں کو نئی نئی راہیں دکھائی ہیں۔ پریم چند جب تک زندہ رہے اپنے فن کو اپنے ساتھ زندہ رکھا۔ افسانے کا علم انھیں کے ہاتھ میں رہا اور مرنے سے پہلے "کفن" لکھ کر فن افسانہ نگاری میں ایک اور سنگ میل کا اضافہ کر گئے۔

اگرچہ آج ہم ملک کی آزاد فضا میں سانس لے رہے ہیں، ہمارے ملک نے تعلیمی، اقتصادی، معاشی اور سیاسی لحاظ پر بہت کچھ کامیابیاں حاصل کی ہیں مگر جن سنگین مسائل سے پریم چند کے دور کا ہندوستان دوچار تھا وہ لعنتیں آج بھی کی نوں کی توں پائی جاتی ہیں۔ بھوک اور افلاس کا عفریت آج بھی ہمارے سماج پر سایہ فگن ہے۔ طبقہ واریت اور فرقہ واریت کا اژدھا آج بھی اپنی پھنکار سے پوری فضا کو زہر آلود بنائے ہوئے ہے۔ کمزور اور پسماندہ طبقوں کا استحصال آج بھی پوری شدت سے جاری ہے۔ پولیس والوں کی ظلم و زیادتی آج بھی دیہاتوں میں خوف و ہراس پیدا کئے ہوئے ہے۔ مہاجنوں اور ساہوکاروں کے پنجۂ استبداد سے آج بھی غریب کسانوں کو نجات نہیں ملی ہے۔ یہ وہ موضوعات تھے جن کے خلاف منشی پریم چند زندگی بھر اپنی قلم سے جہاد کرتے رہے ملک کو مضبوط و مستحکم، خوشحال و پرامن بنانے کا جو خواب ہمارے اسلاف نے دیکھا تھا اس خواب شرمندۂ تعبیر کرنے کے لئے ہر زبان کے شاعروں، ادیبوں، قلمکاروں کو پریم چند کے مشن کو تیز کرنا ہوگا۔ ان سماجی برائیوں کی طرف اس میں پریم چند نے قدم اٹھایا اور اب پورا ملک ان برائیوں کی بیخ کنی کرنے میں مصروف ہے۔

فوری توجہ کیلئے

ہمیشہ "حوالہ نمبر" (جو آپ کے پتے کے اوپری حصہ پر درج ہوتا ہے) ضرور تحریر فرمائیں۔ اپنا پتہ صاف لکھیں اور ہندی، مراٹھی یا انگریزی میں بھی تحریر فرما دیں۔

ادارہ

منشی پریم چند اور سوزِ وطن

جمیل احمد - ناندیڑ ٹیکسٹائل ملس - ناندیڑ (مہاراشٹرا)

ہماری اردو تنقید کا یہ المیہ رہا ہے کہ وہ غیر جانب دار نہ رہ سکی اگر یہ کسی تخلیق کار کی تعریف کرنے پر آئی تو اس کو آسمان کی بلندی پر پہنچا دیا، اور ایسی تعریف کی کہ وہ ادب میں حرف آخر نظر آئے اور جب کسی کی خامیاں بیان کرنے لگی تو اس تخلیق کار کو صفحۂ قرطاس سے مٹا دیا، یہ تو رہی اردو ادب کے عام نقادوں کی بات، لیکن جو نئی امر ہے کہ منشی پریم چند نے سب سے پہلے افسانے کو اردو سے متعارف کروایا - یا یہ کہہ سکتے ہیں کہ اردو میں افسانے کی داغ بیل ڈالی اور مختصر افسانہ یا کہانی کا جدید تصور ہمیں دیا - اور سب سے پہلے بڑے افسانہ نگار اس لیے مانے جاتے ہیں کہ انھوں نے جس چیز سے کہانی بنتی ہے یہ چیزیں ہمیں سکھائی ہیں - پریم چند کا افسانۂ افسانہ نگاری کی

”ادب محض دل بہلاؤ کی چیز نہیں ہے دل بہلاؤ کے سوا اس کا کچھ اور بھی مقصد ہے - وہ اب محض عشق و عاشقی کے راگ نہیں الاپتا بلکہ حیات کے مسائل پر غور کرتا ہے - ان کا محاسبہ کرتا ہے اور ان کو حل کرتا ہے ....“

نسل کے نقاد ہیں وہ تو بے چارے اردو ادب میں ”تنقید“ کو ایک سرے سے مانتے ہی نہیں - وہ مغربیت سے اس قدر مرعوب ہیں کہ ان کو اپنے ادب کی روایت تہذیب و تمدن ماحول کا کچھ خیال ہی نہیں رہتا، اور اردو کی ہر صنف کو مشکوک نظر سے دیکھتے ہیں - اس کاری ضرب سے منشی پریم چند بھی نہ بچ سکے جو اردو کے پہلے افسانہ نگار تصور کیے جاتے ہیں - (لیکن جدید محقق صادق اپنے مضمون ”اردو کی پہلی کہانی“ میں سر سید احمد خان کو پہلا افسانہ نگار بتاتے ہیں - اور سر سید کا مضمون ”گذرا ہوا زمانہ“ کو اردو کی پہلی کہانی مانتے ہیں -) پریم چند کو اردو کا پہلا افسانہ نگار مانیں یا نہ مانیں ان کی اہمیت کو کوئی ٹھیس نہیں پہنچتی کیوں کہ یہ روایت کی مکمل تاریخ ہے - اس میں جہاں سے افسانے کی ابتدا ہوئی اور افسانہ مختلف مرحلوں سے گذر کر جہاں تک پہنچا اس کی تمام کڑیاں ہم کو پریم چند کے یہاں مل جاتی ہیں - ان کی کہانیوں میں قاری کو اپنے گرد و پیش کی دلکش و مانوس فضا کی بازگشت کا احساس ہوتا ہے یہ کہانیاں بہت ہی سادی سیدھی، بے تکلف صورت میں رہتی ہیں - جو کہ دیہات کے چوپال کے بے لوث ماحول میں اور کھیتوں میں الاؤ کے اردگرد بیٹھ کر کہی اور سنی جا سکتی ہیں - حقیقت یہ ہے کہ پریم چند کی زندگی کا عکس ان کی کہانیوں میں جھلکتا ہے جس میں انھوں نے اپنی طبیعت کی سادگی بے تکلفی اور بے ساختگی کی کیفیتیں نمایاں کر دی ہیں - اسی وجہ سے ان کی

شخصیت کھل کر قاری کے سامنے آجاتی ہے۔ کیوں نہ آئے۔ جب کہ منشی پریم چند کا بچپن الھڑپن، شوخی اور ذہانت سے بھرپور تھا۔ گاؤں کی کھلی فضا میں ہم عمروں کے ساتھ کھیل کود اور نئی شرارتوں میں سرگرم رہتے۔ کھیت میں گھس کر ایکھ توڑنا اور ساتھیوں میں بیٹھ کر کھانا اور ہنسنا، آم کی فصل آئی تو نوعمر لڑکوں کی یہ ٹولی باغ کا چکر کاٹنے لگتی اور پھر پکے آموں کی تلاش میں لگ جاتی۔ اپنے ساتھیوں میں پریم چند کا نشانہ سب سے اچھا تھا۔ کیا مجال کوئی پکا آم نظر آئے اور وہ تین وار کر کے پردہ ڈال سے لوٹ کر زمین پر نہ آجائے، پھر اگر رکھوالا گالیاں دیتا ہے تو دے۔ انھیں آموں سے غرض پیڑوں سے کیا لینا۔ بچپن کے اسی ماحول میں پریم چند کی زندگی کھیل کود اور رمٹر گشتی میں گزری تھی۔ گاؤں میں جتنی طرح کے کھیل رائج تھے پریم چند کو ان سب سے دل چسپی تھی۔ خاص کر کبڈی اور گلی ڈنڈا سے ان کو دلی رغبت تھی۔ اور اس طرح پریم چند کے بچپن کا کہانی کار اسی تجربات سے اپنی کہانیوں کا مواد فراہم کرتا رہا۔ جب پریم چند نے تیرہ برس کی عمر میں پڑھنے کے ساتھ ساتھ لکھنے کی طرف توجہ کی تو ان کا ذہن طلسم اور عیاری کی داستانوں سے تجربے اور فن کی گہرائیوں سے اپنی کہانیوں کے لیے مواد حاصل کر رہا تھا اور اس کی چھاپ پریم چند کے افسانوں میں گہری ملتی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ ان کی کہانیوں میں داستانوں کی رنگینی رومانی اور وجد آفریں تخیلی دنیا کے مرقع بھی ہیں کثرت سے دیکھنے ملتے ہیں۔ اسی بنیاد پر پروفیسر آل احمد سرور، ڈاکٹر لکشمی نرائن لال کو ان کی کہانیوں کے پلاٹ ناقص نظر آتے ہیں۔ جبکہ اپندر ناتھ اشک کے نزدیک پریم چند پلاٹ کے شہنشاہ ہیں۔ خیر۔۔۔ جب پریم چند اپنی تصنیف و تالیف کا آغاز کرنے بیٹھے تو انہوں نے اس داستانی فضا سے ہٹ کر سماجی و سیاسی اور زندگی کے مسائل کو اپنا مقصد بنایا، ان کی پہلی تخلیق جو بچپن کی شرارتوں پر مبنی تھی اور اس کا ماحول اور مواد بھی خالص سماجی حقائق پر مبنی تھا۔ انھوں نے اس کا سبب اس طرح بیان کیا:-

"میرے ایک رشتے کے ماموں
کبھی کبھی ہمارے یہاں آیا کرتے
تھے۔ ادھیڑ ہو گئے تھے۔ لیکن ابھی
تک بن بیاہے تھے۔ پاس میں تھوڑی
سی زمین تھی مکان تھا۔ لیکن گھر
والی کے بغیر سب کچھ سونا تھا۔ اس
لیے گھر پر جی نہ لگتا تھا۔ رشتہ داریوں
میں گھوما کرتے تھے اور سب سے یہی
امید کرتے تھے کہ کوئی ان کی شادی
کرادے اس کے لیے سو دو سو خرچ کرنے کو
بھی تیار تھے۔ آخر انھوں نے وہی
کیا جو بن بیاہے اکثر کیا کرتے ہیں
ایک چمارن کے تیر نظر کے گھائل
ہو گئے۔"

منشی پریم چند نے ماموں کا نام نہیں بتایا، لیکن امرت رائے نے اپنی کتاب (پریم چند: قلم کا سپاہی) میں ان کا نام منشی روپ نرائن بتایا ہے۔ جب اس کی اطلاع گاؤں کے چماروں کو ہوئی تو وہ بہت خفا ہوئے اور ان کو سبق دینے کے لیے آپس میں پنچایت کی۔ اور ایک شام کو انھیں رنگے ہاتھوں پکڑا۔

پریم چند لکھتے ہیں:-

"اگر انھوں نے انکسار دکھایا ہوتا
تو شاید مجھے ہمدردی ہو جاتی لیکن
ان کا وہی دم خم تھا۔ مجھے کھیلتے
یا ناول پڑھتے دیکھ کر بگڑنا اور رعب
جمانا اور پتا جی سے شکایت کرنے کی
دھمکی دینا یہ اب میں کیوں سہنے
لگا؟ اب تو میرے پاس انھیں نیچا دکھانے
کے لیے کافی مسالہ تھا۔ آخر ایک دن
میں یہ سارا واقعہ ڈرامہ کی شکل
میں لکھ ڈالا اور اپنے دوستوں کو سنایا۔
سب کے سب خوب ہنسے، میری ہمت
بڑھ گئی۔ میں نے اسے صاف صاف
لکھ کر وہ کاپی ماموں صاحب کے
سرہانے رکھ دی اور اسکول چلا گیا۔"

ماموں بے چارے بہت شرمندہ ہوئے اور بھاگ کھڑے ہوئے لیکن منشی پریم چند کو اس نئے حربے کی افادیت کا احساس ہو گیا اور یہ

حربہ آگے چل کر پریم چند کی کہانیوں کا لافانی جزُ بن گیا اور یہی حربہ دشمنوں کو زیر کرنے کے لیے کام میں لانے لگے۔ جیسے جیسے جب ان کا سماجی و سیاسی شعور زیادہ بیدار ہونے لگا تو اسی کے ذریعہ سماج اور مذہب کے نام نہاد ٹھیکہ داروں کی پول کھولنا شروع کی۔ اسی حربہ کے ذریعہ پریم چند نے پرنسپل مہاشے کاشی ناتھ کے کارنامے اپنی کہانی "فلسفی کی محبت" میں بیان کیا۔ دوسری کہانی "پنڈت موٹے رام شاستری" کے کردار نے تو غضب ہی ڈھا دیا تھا جس کی وجہ سے پریم چند کو عدالت کی ہوا کھانی پڑی تھی۔ اس نئے حربے کو پریم چند قوم کے حب الوطنی کے جذبات کو ابھارنے کے لیے اپنی کہانیوں کے پہلے مجموعہ "سوزِ وطن" میں استعمال کیا۔ یہ پانچ کہانیوں کا مجموعہ "سوزِ وطن" کے نام سے ۱۹۰۹ء میں زمانہ پریس نے چھاپا تھا۔ "سوزِ وطن" میں جو پانچ افسانے شامل ہیں ان کے عنوان یہ ہیں :-

(۱) دنیا کا سب سے انمول رتن (۲) شیخ مخمور (۳) یہی میرا وطن ہے (۴) صلۂ ماتم (۵) عشق اور حب وطن۔ ان سب افسانوں کی مجموعی ضخامت ۲۰ × ۳۰ کے ½ ۳ سٹر صفحوں سے زیادہ نہیں جس زمانے میں پریم چند کی کتاب "سوزِ وطن" چھپی اس وقت ضلع ہمیرپور میں پریم چند سب ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔ اس زمانے میں وہ اپنے اصلی نام سے نہیں لکھتے تھے۔ بلکہ نواب رائے کے نام سے لکھتے تھے اور یہ مجموعہ بھی اسی نام سے چھپا تھا۔ ہونی کو کون روک سکتا ہے۔ کتاب پر غلطی سے پرنٹر پبلشر کا نام چھپنے سے رہ گیا تھا۔ خفیہ پولیس نے پتہ چلایا تو اس کے ساتھ یہ بات بھی کھل گئی کہ اس کا مصنف کون ہے؟ اس واقعہ کو منشی پریم چند اس طرح بیان کرتے ہیں :

"کتاب کو نکلے چھ مہینے ہو چکے تھے ایک دن رات کو میں اپنے کیمپ میں بیٹھا ہوا تھا کہ کلکٹر صاحب کا پروانہ پہنچا کہ فوراً مجھ سے ملو۔ جاڑے کا موسم تھا۔ میں نے بیل گاڑی جتوائی اور راتوں رات تیس چالیس میل کا سفر طے کر کے دوسرے دن صاحب سے ملا۔ ان کے سامنے "سوزِ وطن" کی ایک جلد رکھی ہوئی تھی۔ صاحب نے مجھ سے پوچھا :

"کیا یہ کتاب تم نے لکھی ہے؟
میں نے کہا "ہاں"۔
صاحب نے ایک ایک کہانی کا مطلب مجھ سے پوچھا اور آخر میں بگڑ کر بولے، تمہاری کہانیوں میں سڈیشن (اشتعال) بھرا ہوا ہے۔ اپنی تقدیر پر خوش ہو کہ انگریزی عملداری ہے، مغلوں کا راج ہوتا تو تمہارے ہاتھ کاٹ ڈالے جاتے۔ تمہاری کہانیاں یکطرفہ ہیں تم نے انگریزی سرکار کی توہین کی ہے۔"

آخر کار نتیجہ یہ ہوا کہ "سوزِ وطن" کی کاپیاں ضبط کر لی گئیں۔ کوئی ... سو کاپیاں بکی تھیں۔ باقی سات سو کو برٹش سرکار نے نذرِ آتش کر ... بات یہیں پر ختم نہیں ہوئی اس فیصلے کے بعد ایک میٹنگ میں طے ہوا کہ ... کتاب میں باغیانہ خیالات اور انقلاب انگیز جذبات تھے۔ لہٰذا ایسے آدمی کو سخت سزا ملنی چاہیے۔ لیکن ڈپٹی انسپکٹر صاحب مدارس بیچ میں پڑنے سے معاملہ ٹھنڈا ہوا اور پریم چند پر یہ پابندی لگا دی گئی وہ کلکٹر صاحب کو دکھائے بغیر کوئی چیز نہیں چھپوا سکتے۔ اس لیے انہوں نے آئندہ کے لیے نواب رائے کا قلمی نام ترک کر دیا اور کچھ عرصہ خاموش رہے۔ لیکن اس طرح سے کام نہیں چل سکتا تھا نہ تو دھنپت رائے (پریم چند) لکھنے سے باز آنے والے تھے اور نہ منشی دیا نرائن نگم ان کو بخش دینے کو ہی تیار تھے۔ پھر کیا نئے نام کی تلاش شروع ہوئی۔ منشی دیا نرائن نگم نے پریم چند نام تجویز کیا، دھنپت رائے کو پسند آیا۔ اس طرح "دکرمادت کا تیغہ" پہلا افسانہ ہے جو پریم چند کے نام سے جنوری ۱۹۱۱ء کے "زمانہ" میں شائع ہوا۔ یہ گویا پریم چند کی افسانہ نگاری میں ایک نئے دور کا آغاز ہے۔ اس دور میں پریم چند نے "رانی سارندا" اور "دکرمادت کا تیغہ" کے علاوہ "سیر درویش" "کرشمہ" "انتقام" "راجہ ہردول" "منزلِ مقصود" "آہ بے کس" "راج ہٹ" وغیرہ کہانیاں لکھیں اور قوم کے سامنے تاریخ، محب قومی اور دردمندی کا تصور پیش کیا۔ "سوزِ وطن" کے افسانوں میں بھی یہی تصور ہے۔ یہ افسانے ہندوستانی زندگی کے قومی احساس کی صحیح ترجمانی کرتے ہیں۔ ان افسانوں کی اہمیت اور ...

منشی پریم چند خصوصی نمبر

کے نقطۂ نظر کی وضاحت "سوزِ وطن" کے چند سطروں کے دیباچہ میں ہی ہوتی ہے جس کی عبارت اس طرح ہے:-

"ہر ایک قوم کا علم و ادب اپنے زمانے کی سچی تصویر ہوتا ہے۔ جو خیالات قوم کے دماغوں کو متحرک کرتے ہیں اور جذبات قوم کے دلوں میں گونجتے ہیں وہ نظم و نثر کے صفحوں میں ایسی صفائی سے نظر آتے ہیں، جیسے آئینہ میں صورت، ہمارے لٹریچر کا ابتدائی دور وہ تھا کہ لوگ غفلت کے نشے میں متوالے ہو رہے تھے۔ اس زمانے کی یادگار بجز عاشقانہ غزلوں اور چند خیالی کہانیوں کے اور کچھ نہیں۔ دوسرا دور اسے سمجھنا چاہیے کہ جب قوم کے نئے اور پرانے خیالات میں زندگی اور موت کی لڑائی شروع ہوئی۔ اور اصلاح و تمدن کی تجویزیں سوچی جانے لگیں۔ اس زمانے کے قصص و حکایات زیادہ تر اصلاح اور تجدید ہی کا پہلو لیے ہوئے ہیں۔ اب ہندوستان کے قومی خیال نے بلوغت کے زینہ پر ایک اور قدم بڑھایا اور حب الوطنی کے جذبات لوگوں میں سر ابھارنے لگے۔ کیونکہ ممکن تھا کہ اس کا اثر ادب پر نہ پڑتا؟ یہ چند کہانیاں اس اثر کا آغاز ہیں اور یقین ہے کہ جوں جوں ہمارے خیال وسیع ہوتے جائیں گے۔ اسی رنگ کے لٹریچر کو روز افزوں فروغ ہوجائیگا۔ ہمارے ملک کو ایسی کتابوں کی اشد ضرورت ہے جو نئی نسل کے جگر پر حب وطن کی عظمت کا نقشہ جمائیں۔"

اس دیباچہ کی روشنی میں صاف عیاں ہے کہ "سوزِ وطن" کو برٹش سرکار کے ہاتھوں نذرِ آتش ہونا چاہیے تھا۔ اگر پرنٹر پبلشر کی غلطی ہو یا نہ ہو۔ کیوں کہ اس طرح ۱۹۱۳ء میں پریم چند کی کہانی "آشیاں برباد" اور افسانوں کا مجموعہ "سمر یاترا" کے ساتھ حکومت کا یہی رویہ رہا تھا — خیر۔ مختصر یہ کہ کوئی بھی کہانی کار منشی پریم چند کے اثر سے بچ نہیں سکتا۔ یہی ان کی بڑائی اور مہانتا ہے۔

یوتھ فورم

[illegible]

پریم چند اور قومی یک جہتی

مقبول ظہیر وارثی
وارث پورہ - کامٹی

ازل سے ہی ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ لکھا جا چکا تھا کہ وہ مختلف مذاہب تہذیب و کلچر کی آماجگاہ رہے۔ چنانچہ کثرت میں وحدت ہماری مشترکہ تہذیب کا خاصہ ہے۔ ہندوستان میں شجر قومیت کی جڑیں کافی گہری اور مضبوط ہیں۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں ہندو اور مسلمانوں نے ہندو مسلم اتحاد اور قومی سالمیت پر اپنی جانیں تک نثار کر دی۔ ہندوستان زمانہ قدیم سے ہی سیکولر نظریات کا حامل رہا۔ لہٰذا اسی اصول و نظریات کے پیش نظر اکبر نے "دین الٰہی" کی داغ بیل ڈالی۔ پھر ہندو مسلم اتحاد کا پودا پھلتا رہا۔ دیگر سنتوں، صوفیوں، شاعروں اور ادیبوں نے حب الوطنی کے ترانے چھیڑ کر ہندوستان کو جنت نشان بنایا اور تمام فرقوں کو قومی یک جہتی کے ہار میں پرو دیا۔ جدید ہندوستان میں قومی یک جہتی اور ہندو مسلم اتحاد کو جلا بخشنے والوں میں ایک نمایاں نام پریم چند کا بھی ہے۔

پریم چند نے جس عہد میں آنکھ کھولی وہ زبردست سیاسی کشمکش کا زمانہ تھا۔ ایک طرف انگریز اپنی پائدار حکومت کی خاطر فرقہ وارانہ نفرت کا بیج بو رہے تھے تو دوسری طرف جنگ آزادی کے قائدین ہندوؤں اور مسلمانوں میں باہمی رفاقت پیدا کرنے کی سعی کر رہے تھے تاکہ ہندو مسلمان دوش بدوش ہو کر انگریزوں کے خلاف نبرد آزما ہو جائیں۔ غلامی کی زنجیریں کٹیں اور آزادی کا سورج نمودار ہو۔ کم و بیش ان ہی مقاصد کے پیش نظر آسمان صحافت پر "الہلال"، "ہمدرد"، "کامریڈ" اور "زمیندار" جیسے اخبارات جنگ کار رہے تھے۔ ان حالات میں پریم چند، گاندھی جی کے بنے بنائے فطری ست آگرہ ہونے کے ناطے کیسے خاموش تماشائی بنے بیٹھے رہ سکتے تھے۔ چنانچہ پریم چند کی اس دور کی تحریروں میں جو کائنات سانس لیتی ہے اس کے ذرہ ذرہ میں قومی یک جہتی کا پیغام لو رافشاں ہے۔ گنگا جمنی تہذیب کا عکس نمایاں ہے

پریم چند ہندو مسلم اتحاد کے سب سے بڑے علم بردار گاندھی جی کے پرستار تھے۔ فکری طور پر وہ گاندھی جی سے وابستہ تھے۔ چنانچہ سب گاندھی جی کی برکتوں کا فیض تھا کہ ان کے تن مردہ میں جان آگئی۔ گاندھی جی سے وابستگی کا نمایاں عکس "چوگان ہستی" میں ملتا ہے۔ ایک نقاد کے خیال میں "چوگان ہستی" کا ہیرو سورداس مہاتما گاندھی کا مختصر ایڈیشن ہے۔ تحریک خلافت کے دنوں جو ہندوؤں اور مسلمانوں میں بھائی چارگی، محبت و یگانگت تھی بعد کے حالات ہندو مسلم اتحاد اتنے کبھی موافق نہ رہے۔ پریم چند اس عظیم الشان ہندو مسلم اتحاد کے مظاہرے سے بھی کافی خوش ہوا کرتے تھے۔ وہ مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی جوہر سے کافی متاثر تھے۔ انھوں نے اپنے مضمون "قحط الرجال" میں (فروری

۱۹۲۱ء) علی برادران کو رام لکھن کی جوڑی لکھا تھا۔ اس وقت کی بہت سی کہانیوں میں پریم چند نے کٹر پنتھی ہندوؤں اور ملاؤں کی قلعی کھولی ہے اس کی وجہ یہ بھی تھی پریم چند دھرم کے ٹھیکیدادوں کی سچی تصویر عوام کے سامنے پیش کرنا چاہتے تھے کہ اس کو دیکھ کر لوگ دھرم کے اصل روپ کو سمجھیں اور ایک دوسرے کے نزدیک آئیں۔ (قلم کا مزدور صہ ۹۹)

جب کوئی ہندو مسلم اتحاد اور قومی یک جہتی کی سمت پیش رفت کرتا تو پریم چند خوشی سے جھوم اٹھتے اور اس کی ہر ممکن تعریف و تحسین کرتے۔ چنانچہ بقول مدن گوپال " خواجہ حسن نظامی نے بھگوان کرشن پر ایک کتاب لکھی۔ پریم چند بہت خوش ہوئے۔ جس طرح ایک مسلمان نے ایک ہندو مہاپرش کو مسلمانوں کے سامنے رکھنے کی کوشش کی اسی طرح پریم چند اسلامی تاریخ کے متعلق ہندی میں لکھنا چاہتے تھے۔ واقعہ کربلا کا ان کے دل پر گہرا اثر تھا۔"

ہر ادیب اپنے عہد کا اور اپنے وطن کا ترجمان ہوتا ہے۔ شیکسپیر برنارڈ شا اور ٹالسٹائی وغیرہ کا مطالعہ کرنے کے بعد ہم ان کے وطن اور ان کے عہد کا عکس ان کے کرداروں میں پاتے ہیں۔ دنیا کا کوئی ادیب اس سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔ پریم چند چونکہ اپنے عہد کے عظیم نباض تھے، ان کے کردار ہندوستانی جلوؤں سے سرشار نظر آتے ہیں۔ بقول محمود نظامی بی اے " پریم چند کے تمام کردار ہندوستانی ماحول کے جیتے جاگتے انسان ہیں۔ جو آپ کے سامنے اسی طرح چلتے پھرتے ہیں جس طرح آپ کو ہر روز اپنے شہروں کی گلیوں اور بازاروں میں ان سے سابقہ پڑتا ہے۔ اسی طرح پریم چند کے افسانوں کی مائیں بہنیں اور بیویاں بالکل وہی ہیں جن کے پاکیزہ جلوؤں سے ہندوستانی گھر معمور ہیں۔" "سوز وطن" کی تمہید میں انھوں نے بذات خود لکھا تھا کہ اب ہندوستان کے قومی خیالات نے بلوغت کے زینے پر ایک قدم بڑھایا ہے اور حب وطن کے جذبات لوگوں کے دلوں میں ابھرنے لگے ہیں۔ ...... ہمارے ملک کو ایسی کتابوں کی اشد ضرورت ہے جو نئی نسل کے جگر پر حب وطن کی عظمت کا نقش جمائیں۔"

"گوشۂ عافیت" کے حاجی پور میں چلے جائیں یا "چوگان ہستی" کے پانڈے پور میں آپ کو وہاں کی پرسکون فضا فرقہ پرست عناصر سے پاک ملے گی۔ وہاں ہندو مسلم کے درمیان کوئی نفرت کی دیوار حائل نہیں ہے۔ ہر طرف ہندو مسلم بھائی بھائی کی رنگت سنائی دیتی ہے دیہات شہروں کے بالمقابل فرقہ واریت سے پاک ہیں۔ ایسے ہی سابرمتی کے کنارے آباد راجپوت نامی گاؤں کے موتی گھاٹ پنگھٹ کو ہندو مسلم اتحاد کا پلیٹ فارم قرار دیتے ہوئے "شہید عشق" میں بڑے خوب صورت پیرائے میں پریم چند نے لکھا ہے: " وہاں کے لوگ ایک قبیلہ کی طرح بود و ماند رکھتے تھے اور ہندو مسلم وغیرہ سب فرقوں کی عورتیں اسی پنگھٹ سے پانی بھرتی تھیں۔ شہروں میں آج کل مختلف فرقوں کے درمیان سم آلود ہوا پائی جاتی ہے۔ بھگوان کی دیا سے اس گاؤں میں اس کا نام و نشان بھی نہیں ملتا تھا۔ بہ حقیقت راج پور کے دیکھنے والوں کو اچھی طرح معلوم ہو جاتی تھی۔ راج پور کا پنگھٹ تمام فرقوں اور مذہبوں کے لیے اتحادی پلیٹ فارم تھا۔"

ہندوستان ایک طرف رام اور کرشن کا دیس ہے تو دوسری طرف چشتی اور نانک کا وطن۔ ہندو مسلمان دونوں ملک کی اکائی ہیں۔ دونوں ہی قومی دھارے سے کٹ کر پھل پھول نہیں سکتے۔ ہندو مسلم اتحاد میں ہی ملک و قوم کی سالمیت ہے۔ پریم چند نے ہندو مسلم اتحاد پر معرکۃ الآرا ناول "پردۂ مجاز" لکھا جس میں انھوں نے صاف صاف کہا کہ نہ مسلمانوں کے لیے دنیا میں کوئی ٹھور ٹھکانہ ہے۔ نہ ہندوؤں کے لیے۔ دونوں اسی دیش میں رہیں گے اور اسی دیس میں مریں گے۔ اس کے علاوہ پردۂ مجاز میں ہندو مسلم اتحاد کی جھلکیاں جابجا ملتی ہیں۔ شہر میں فرقہ وارانہ فساد پھوٹ پڑتا ہے۔ پل ہی پل میں سارا شہر فساد کی آگ میں جھلس جاتا ہے۔ کچھ مسلمان بلوائی جسوانندن کو مار ڈالتے ہیں ادھر دروازے پر جسوانندن کی لاش پڑی ہے اور خواجہ صاحب بیٹھے رو رہے ہیں۔ خواجہ صاحب کہتے ہیں۔" مجھے اپنا بھائی یا بیٹا اتنا عزیز نہ تھا اگر مجھ پر کسی قاتل کا ہاتھ اٹھتا تو جسودانندن اس وار کو اپنی گردن پر لیتا۔..... میں نے ہمیشہ اتحا کی کوشش کی۔ اب بھی یہی ایمان ہے کہ اتحاد سے اس بدنصیب قوم کو نجات ہوگی۔ ... ہم دونوں ایک ہی مکتب میں پڑھے۔ ایک ہی اسکول پر تعلیم پائی۔ ایک ہی میدان میں کھیلے پر کون جانتا تھا کہ اس دوستی کا یہ انجام ہوگا۔"

ہزاروں آندھیاں آئیں ملک کی ساری فضا فرقہ واریت سے مکدر ہو گئی۔ لیکن پریم چند یوں ہی اپنی تحریری کائنات میں قومی یک جہتی اور ہندو مسلم اتحاد کا نغمہ بکھیرتے رہے۔ مصور فطرت خواجہ حسن نظا

کے لفظوں میں " حالات میں اتار چڑھاؤ ہوتے رہتے ہیں۔ دور کا رنگ بدلتا رہتا ہے ایک زمانہ تھا، لوگوں کی طبیعت اتنی بدلی ہوئی تھی کہ سب پر فرقہ دارانہ رنگ سوار تھا۔ کون تھا جو نہ بہکا ہو۔ لیکن پریم چند تو ثابت قدم رہے۔ ان کی نگاہ ویسی ہی صاف رہی اور وہ کسی جھونکے سے نہیں ڈگمگائے۔ " سچ مچ وہ زندگی بھر فرقہ پرستی کے خلاف لڑتے رہے۔ زندگی کے آخری ایام میں بھی وہ اس سے غافل نہ رہے۔ انھوں نے ہر ممکن سعی کی کہ ہندوستانی صحت مند سماج کی تشکیل ہندو مسلم اتحاد کی بنیاد پر ہو۔ بقول ڈاکٹر قمر رئیس " پریم چند ہندوستان کے آدرشوں کو ہندوستان کی قومی یک جہتی اور قومی سالمیت کے لیے اتنا ضروری سمجھتے تھے کہ آخر وقت تک انھوں نے اس میں کسی سمجھوتے کو گوارا نہ کیا اور جب ۱۹۳۵ء اور ۱۹۳۶ء میں اندور اور ناگپور کے ساہتیہ پریشد کے اجلاسوں میں ہندوستانی کی بجائے " ہندی ہندوستانی " کو قومی زبان بنانے کی تجویز منظور ہوئی تو پریم چند نے اس کا ساتھ نہیں دیا اور اس معاملے میں گاندھی جی سے بھی اختلاف کیا۔

صفحہ ۱۸ سے آگے

وہ مجسم بے بسی ولاچاری ہے۔ یہی اس کی زندگی کا سب سے بڑا المیہ ہے ایک نقاد نے " گودان " کو دورِ حاضر کا " مہا کاویہ " کہا ہے۔ مہا کاویہ کی کسوٹی پر وہ نہیں اترے گا۔ پھر بھی مہا کاویہ کا رتبہ اسے حاصل ہوا ہے۔ اس کا ہیرو ہوری جگ جگ سے پامال اور مظلوم انسانیت کا سمبل ہے۔ گوسوامی تلسی داس کا " رام چرت مانس " ہندو تہذیب کا مہا کاویہ ہے تو " گودان " دورِ حاضر کے ہندوستانی سماجی زندگی کا مہا کاویہ ہے۔ تلسی داس جی آدرش وادی تھے تو پریم چند حقیقت پرست تھے۔ آج کے ہندوستان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کی حقیقی تصویر " گودان " کے سوا اور کہیں نہیں دیکھنے کو ملے گی۔

زبان پر ان کو عبور حاصل تھا۔ وہ اردو کی طرف سے ہندی کی طرف آئے۔ اس لیے ان کی ہندی پر اردو کا اثر دکھائی دیتا ہے۔ گاندھی جی کے مطابق اس کو ہندی کی بجائے ہندوستانی کہا جائے تو مناسب ہوگا۔ عام فہم اور سلیس زبان لکھنے میں ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ وہ " فن برائے فن " نہیں۔ بلکہ " فن برائے زندگی " کے قائل تھے۔ وہ ا... میں انفرادیت کے قائل نہیں تھے اس لیے وہ فن کو انفرادیت کی کسو... پر پرکھتے تھے۔ ان کی رائے میں اگر فن حسن کے تئیں ہماری دلچسپ... میں اضافہ کرتا ہے اور روحانی سرور کے حصول کا ذریعہ بنتا ہے تو... سودمند ہے۔

پریم چند انسانیت کے پرستار تھے۔ انھوں نے اپنے سب... گوشۂ عافیت، پرنگیا وغیرہ ناولوں میں سدن (گھر) یا آشرم... قیام کی جو تجویز پیش کی ہے وہ ان کی دلتوں کو اوپر اٹھانے ایک کوشش ہے۔ ہندی کے مشہور ادیب اچاریہ ہزاری پرساد دویدی ان کو عقیدت کے پھول چڑھاتے ہوئے کہتے ہیں:

" پریم چند صدیوں سے پامال اور مظلوم کسانوں کی آواز پردے میں قید ہندوستانی ناری (عورت) کی عظمت کے زبردست وکیل تھے۔ غریبوں اور بے کسوں کی حمایت کے علم بردار تھے، ... تھے۔ "

پریم چند اور ہندوستان کے دیہات

• ... آشنا

پریم چند نے، جن کا انتقال ۱۹۳۶ء میں ہوا، مشکل سے چھپن برس کی عمر پائی۔ ان ۵۶ برسوں کا بیشتر حصہ انھوں نے جدوجہد میں گزارا۔ کبھی اپنے اقتصادی حالات کے خلاف اور کبھی اپنی بیماریوں کے مقابلے میں۔ پھر بھی وہ اتنا کام کر گئے اور اتنا کچھ لکھا کہ فنی اعتبار سے اردو فکشن میں پریم چند کا قد سب سے اونچا نظر آتا ہے۔ ا... نے اپنی مختصر ادبی زندگی کے قریب تیس سال میں تقریباً ۲۵۰ کہانیاں، دس ناول، تین ڈرامے اور بیسیوں مضامین اور انشائیے لکھے۔

حقیقت یہ ہے کہ داستانوں کا دور ختم ہونے کے بعد جب ہم اردو فکشن کا ذکر کرتے ہیں تو سب سے پہلا نام پریم چند ہی کا ہمارے سامنے آتا ہے۔ پچھلے تیس پینتیس برسوں میں اردو ناول اور افسانوں نے ترقی کی بہت سی منزلیں طے کی ہیں مگر اس کے باوجود اب تک سب سے بڑا نام پریم چند ہی کا ہے۔

پریم چند کو کہانی کہنے کا فن قدرت سے عطیے میں ملا تھا۔ اسے انھوں نے اپنی محنت سے سنوارا اور نکھارا۔ آخری ناول گئودان میں ہم اسے اپنے عروج پر دیکھتے ہیں۔ اس کا شمار اردو، ہندی میں ہی نہیں بلکہ تمام ہندوستانی زبانوں کے بہترین ناولوں میں ہوتا ہے۔

پریم چند نے اپنے دور کی زندگی اور اس کے مسائل کا بہت قریب اور سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کیا۔ جو کچھ انھوں نے دیکھا اور محسوس کیا اسے اپنے افسانوں اور ناولوں میں پڑھنے والوں کے سامنے پیش کیا۔ ان کا زمانہ ہماری سیاسی زندگی کا بڑا ہنگامی دور تھا، سول نافرمانی اور عدم تعاون کی تحریکوں سے ہر پڑھے لکھے شہری کی فکر کسی نہ کسی حد تک ضرور متاثر ہوئی تھی۔ پریم چند پر بھی اس کا اثر ہوا اور ۱۹۰۹ء میں کانپور کے "زمانہ پریس" سے ان کے افسانوں کا پہلا مجموعہ سوزِ وطن چھپ کر نکلا تو ضلع ہمیر پور کے کلکٹر نے ... دے اُسے ضبط ... کہانیوں میں بغاوت بھری ہوئی ہے"۔ یہ صرف ابتدا تھی ... کے زمانے میں تو پریم چند مہاتما گاندھی سے اتنے متاثر ہوئے کہ انھوں نے اسکول کی نوکری بھی چھوڑ دی۔ ان کی اس زمانے کی تصنیفات ... تحریکِ آزادی کی ہما ہمی پوری طرح سے دیکھ سکتے ہیں۔

پریم چند کو ان قومی تحریکوں سے صرف سیاست کی حد تک دلچسپی نہ تھی ہماری معاشرتی زندگی میں اس وقت تک جو خرابیاں ... تھیں پریم چند ان سے اچھی طرح آگاہ تھے، اور ان کی ... کہانی اور ناول میں ہمیں اصلاح کی خواہش کارفرما نظر آتی ہے ... وجہ ہے کہ ان کی تحریروں نے ایک پوری نسل کو متاثر کیا ... کے افسانوں کے ادب کا ذخیرہ ہماری ایک بہت ہی قیمتی میراث ہے۔

... میں شک نہیں کہ پریم چند کے زمانے سے لے کر اب تک ہم نے زندگی کے ... میدان میں قدم آگے بڑھائے ہیں مگر ہمارے معاشرتی مسائل بہت حد تک وہی ہیں جو کہ اس وقت تھے۔ اس لیے ان کی کہانیاں کبھی ...

... اہم کے کردار ...

... نظر آتے ہیں۔ اور ... ان پر ...

ی بُرائیوں کے ساتھ انھوں نے زندگی اور فرقہ وارانہ رجحانات
لہ کیا۔ اس کے لئے انھیں بہت سے لوگوں کی مخالفت بھی
ت کرنا پڑی اور بنارس میں کچھ لوگ تو انھیں مار پیٹ کی
ی دے گئے تھے مگر وہ اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ اس واقعہ
انھوں نے اپنی اہلیہ سے جو کچھ کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
د کو بطور ایک ادیب اپنی ذمہ داریوں کا کس قدر احساس تھا
ے الفاظ تھے۔

"یہ دنیا ہی جھگڑے کی جگہ ہے ۔ یہاں گھبرا کر بھاگنے
سے کام نہیں چلتا ۔ یہاں میدان میں ڈٹے رہنا چاہئے۔
... کوئی ادیب اس طرح کی باتوں پر دھیان دے اور
ڈرے تو اپنے خیالات عوام کو دے چکا ۔ میں بالکل
بے فکر رہتا ہوں ۔ نہیں تو کچھ کر ہی نہ پاؤں ..."

ان سب خصوصیات کے علاوہ ایک بات جو پریم چند کو اپنے ہمعصروں
سے بہت زیادہ ممتاز کرتی ہے، وہ ہے ان کی کہانیوں میں دیہات کی
زندگی کا نقشہ ۔ آپ دنیا کے کسی بھی حصے میں چلے جائیں ادیب شہری
رہتا ہے۔ اور اکثر اوقات شہری زندگی کو ہی اپنی تخلیقات کا موضوع
بناتا ہے۔ افسانہ نگار نے اگر گاؤں کو دیکھا بھی ہے تو صرف باہر سے،
دیہات کی رُوح میں اُتر کر وہاں کے دکھ درد کو سمجھنے کے مواقع بہت کم
ان کو ملتے ہیں ۔ اردو، ہندی میں بھی ایسا ہی تھا۔ اور اب بھی بہت
حد تک ایسا ہی ہے ۔ مگر پریم چند کو جب کہانی کے پلاٹ یا کرداروں کی
تلاش ہوتی تو وہ اکثر اوقات شہر سے گاؤں چلے جاتے یا پھر ایسا ہوتا کہ
پلاٹ کا تانا بانا بُنتے وقت وہ شہر اور گاؤں دونوں کو اس میں شامل
کر لیتے ۔ اس میں انھیں آسانی یہ تھی کہ ان کا اپنا لڑکپن گاؤں میں گزرا
تھا۔ ان کے والد منشی عجائب لال حالانکہ ڈاکخانے میں کلرک تھے مگر گھر
کی گزر اوقات کا ایک ذریعہ کھیتی باڑی بھی تھا۔ اس طرح گاؤں کی زندگی
کو انھوں نے بہت قریب سے دیکھا۔ گاؤں کے پیار نے پریم چند سے کئی
کہانیاں اور ناول لکھوائے۔ وہ خود بھی اپنی وضع قطع کے اعتبار سے
بہت زیادہ شہری نہیں لگتے تھے۔

ہندی کے مشہور ادیب جینیندر کمار نے پریم چند سے اپنی پہلی ملاقات
کے تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

"ان کی بڑی گھنی مونچھیں تھیں ۔ پانچ روپے والی لال املی
کی چادر اوڑھے ہوئے تھے جو کافی بوسیدہ اور چکنی تھی۔ بالوں
نے آگے بڑھ کر ماتھے کو کچھ ڈھانپ سا دیا تھا اور ماتھا کافی
چھوٹا معلوم ہوتا تھا۔ سر ضرورت سے زیادہ چھوٹا نظر آتا تھا
کیا جیتے جی پریم چند ان ہی صاحب کو سمجھنا ہوگا؟ اتنی دُور
سے، اتنے اشتیاق کے ساتھ میں اس شخص کا نیاز حاصل
کرنے یہاں آیا تھا۔ ایک بار تو جی میں آیا کہ اگر اپنے ذہن میں
پریم چند کی عظمت کو برقرار رکھنا ہے تو مجھے فوراً وہاں سے
لوٹ جانا چاہئے۔"

ذاتی زندگی میں پریم چند جس طرح تصنّع اور بناوٹ سے دُور رہے
اسی طرح اُن کی تحریروں میں بھی بڑی سادگی ہے ۔ مگر اس سادگی کو سچائی
کے ساتھ ایسا ملا دیا گیا ہے کہ پریم چند کے ناولوں اور افسانوں میں ہمیں
اُتر پردیش کا جیتا جاگتا گاؤں نظر آتا ہے ۔ ان کا قلم ایک ماہر
فوٹو گرافر کے کیمرے کی طرح ہے جو اس انداز سے تصویریں لیتا ہے کہ
پڑھنے والے زندگی کے نئے نئے گوشے دیکھتے ہیں۔ ان تصویروں میں
ہمیں اپنی دیہی زندگی کے سب کردار دیکھنے کو ملتے ہیں ۔ ساہوکار
مندر کا مہنت جو کبھی ساہوکار کا رول بھی ادا کرتا ہے ۔ زمیندار، زمیندار
کے کارندے، غریب کسان اور وہ مفلس ہریجن جن کا گاؤں کی زندگی
معاشرتی زندگی میں کوئی مقام نہیں تھا۔

پریم چند کی تصنیفات کا جائزہ لیتے وقت یہ جان لینا بہت
ضروری ہے کہ سیاسی آزادی کی جدوجہد جب گاؤں میں پہنچی تو
اس کے ساتھ ہی معاشرتی اصلاح کی تحریکیں بھی اُٹھنے لگیں —
درحقیقت قومی آزادی کی جدوجہد اور معاشرتی اصلاح کے نظریات
کا آپس میں گہرا تعلق تھا اور پریم چند کے ناولوں میں ہمیں ان تمام
نظریات کی عکاسی ملتی ہے جو اس وقت ملک کے باشعور طبقے کے
ذہن میں پرورش پا رہے تھے یہ الگ بات ہے کہ پریم چند ان نظریات
کو اپنی کتابوں میں تھوڑے بہت مختلف انداز سے دیکھتے ہیں اور
یہ فرق ان کے ذہنی ارتقاء کا مظہر ہے۔ اپنی تصنیفات میں انھوں نے
ہریجنوں کی حالت دکھائی ہے اور مذہب کی آڑ لے کر ان پر جو ظلم ہوتے
رہے ہیں اپنے کرداروں کی زبان سے ان کے خلاف احتجاج بھی کیا ہے۔

ادل "میدانِ عمل" میں گاؤں کا ایک ہریجن مندر کے درواز
رکھنا سُننے کی کوشش کرتا ہے تو مندر کا پجاری اسے جوتوں سے
ہے ۔ اس پر ایک سماج سیوک شہری احتجاج کرتا ہے۔ اس
یہ کہا اسے مصنف ہی کے نظریات سمجھنا چاہیئے ان الفاظ کی
ے اندازہ ہوتا ہے کہ پریم چند اس ناانصافی کو کس شدت سے
س کرتے تھے ۔ وہ شہری کہتا ہے :

"آپ لوگوں نے ہاتھ کیوں بند کر دیئے، لگائیے خوب کس کس کر، اور جوتوں سے کیا ہوتا ہے، بندوقیں منگائیے اور ان بے دھرموں کا خاتمہ کر دیجئے۔ اور تم دھرم کو ناپاک کرنے والو، تم سب بیٹھ جاؤ اور جتنے جوتے کھا سکو کھاؤ، تمھیں اتنی بھی خبر نہیں کہ یہاں سیٹھ مہاجنوں کے بھگوان رہتے ہیں . . . یہ بھگوان جواہرات کے زیورات پہنتے ہیں۔ موہن بھوگ اور ملائی کھاتے ہیں۔ چیتھڑے پہننے والوں اور ستّو کھانے والوں کی صورت نہیں دیکھنا چاہتے۔"

ہندوستان کا کسان قرض اور توہمات کے بوجھ سے کس قدر دبا ہے اس کی سب سے مکمل تصویر ہمیں ان کے ناول "گئودان" میں ملتی ہے۔ ایک طرف لگان ہے، زمیندار کی بیگار ہے، قرض ہے اور دوسری طرف مذہبی یا سماجی رسوم کے تقاضے ہیں۔ ان ہی تقاضوں کو پورا کرتے کرتے وہ اپنی عمر گزار دیتا ہے، مگر اس جدوجہد میں اس کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ ادھیڑ عمر تک پہنچنے سے پہلے ہی بوڑھا نظر آنے لگتا ہے ۔

"گئودان کا ہیرو ہوری ہے" اس کی زندگی کی سب سے بڑی تمنا ہے کہ وہ اپنے دروازے پر گائے بندھی دیکھے۔ کئی جتنوں سے وہ گائے حاصل بھی کر لیتا ہے۔ مگر وہ بھی اس کے پاس نہیں رہتی۔ بیل خریدنے کے لئے اس نے مہاجن سے تیس روپے قرض لئے سود ملاتے ملاتے ان کے سو ہو گئے۔ اور سو کے بعد دو سو ہو گئے سود در سود کے چکر میں ہوری کی چند بیگھے زمین بھی بک گئی۔ اور وہ کسان سے کھیت مزدور ہو گیا اس کے گھر کی کیا حالت ہوئی وہ بھی دیکھ لیجئے۔

"گوبر نے گھر پہنچ کر وہاں کی حالت دیکھی تو ایسی مایوسی ہوئی کہ اسی وقت واپس ہو جائے۔ گھر کا ایک حصہ گرنے کے قریب تھا۔ دروازے پر صرف ایک بیل بندھا ہوا تھا

وہ بھی ادھ مرا۔ یہ حالت کچھ ہوری ہی کی نہ تھی۔ سارے گاؤں پر یہی مصیبت تھی . . . . دروازوں پر منوں کوڑا کرکٹ جمع ہے۔ بدبو اُڑ رہی ہے۔ مگر ان کی ناک میں نہ بو ہے اور نہ آنکھوں میں نور۔ سرِشام سے دروازہ پر گیدڑ رونے لگتے ہیں۔ مگر کسی کو غم نہیں۔"

یہ تھا پریم چند کے زمانے میں ہندوستان کا گاؤں۔ اس گاؤں کا کسان ساہوکار کی مکاری اور زمیندار کے ظلم کے باوجود یہ سمجھتا تھا کہ یہ سب پچھلے کرموں کا پھل ہے اور یہ بڑی تپسیہ سے ملتا ہے۔ مگر پھر کسان ان سب ناانصافیوں کے خلاف جدوجہد کی اہمیت بھی سمجھنے لگا۔ شعور کی بیداری سے گاؤں کے ٹھہرے ہوئے پانی میں جو چھوٹے چھوٹے طوفان اُٹھنے لگے، انھیں بھی ہم پریم چند کی تصنیفات میں دیکھ سکتے ہیں۔

پریم چند ان کسانوں کے عقیدۂ قضا و قدر کو سمجھتے تھے لیکن وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ یہ مظلوم لوگ ظلم اور بے انصافی کے خلاف آواز اُٹھائیں اور مل کر آواز اٹھائیں۔ وہ جدوجہد کی اہمیت سے واقف تھے۔ انھوں نے خود اپنی ذاتی زندگی کی بہتری کے لئے بچپن ہی سے جدوجہد کی تھی۔ لہٰذا جدوجہد کی ضرورت کے لئے ان کے ادبی کرداروں کے مکالمے محض ڈرامائی باتیں نہیں تھیں بلکہ ایک جاتی لوجھی . . . اعتقاد اور ایمان کا مظہر تھیں۔ آج ہمارے دیہات کے کسان کی حالت کوئی بہت زیادہ تو نہیں بدلی لیکن آج اس میں اقتصادی زندگی کا یہ احساس ہے کہ وہ ہر ظلم اور بے انصافی کو خاموشی سے برداشت نہیں کر سکتا۔ آج اس میں اپنی بات کہنے کی ہمت ہے۔ ظلم کے خلاف احتجاج کرنے کی جرأت ہے اور مہاجن اور مہنت کی چیرہ دستیوں کو روکنے کا حوصلہ بھی ہے۔ ایسے حوصلے کی تعمیر میں جہاں وقت اپنا کام کرتا ہے وہاں ادب بھی اپنی تحریروں سے ایک ایسا صور پھونکتا ہے جس سے خوابیدہ لوگ بیدار ہو جاتے ہیں اور بے زبانوں کو زبان مل جاتی ہے۔ پریم چند کی تحریریں آسانی سے اس زمرے میں شامل کی جا سکتی ہیں۔

پروفیسر رشید احمد صدیقی کے الفاظ میں۔ "پریم چند کا گاؤں . . . ہزاروں سال . . . . کا اعلان . . .

• ڈاکٹر نایاب لکھنوی
۲۴۸/۴۹ ۔ ساتویں لین، نیا پورہ
مالیگاؤں (ناسک)

پیکرِ انسانیت

[مشہور ترقی پسند اہلِ قلم اور افسانہ نگار منشی پریم چند کی یاد میں]

وہ اپنے ساتھ دلِ دردمند لایا تھا
[illegible] و فکر نہایت بلند لایا تھا
اُسے سماج کا غم تھا عزیز ہر غم سے
لگاؤ اُس کو تھا سوچ سے پیار شبنم سے
نشان اس کے فسانوں میں ہے بغاوت کا
کہ شکوہ سنج تھا وہ خونِ آدمیت کا
جو غم نواز ہو، لوگوں کا غم وہ بانٹے بھی
چمن کے پھول بھی پیارے، چمن کے کانٹے بھی
یہ فرق و فصل نشیب و فراز کس کا ہے
رواجِ دہر میں یہ خانہ ساز کس کا ہے
غمِ زمانہ میں تھا خوں چکاں قلم اس کا
بکھیرتا تھا نئی داستاں قلم اس کا
وہ دل تھا اردو کا، ہندی کی آنکھ کا تارا
ہر ایک پارہ ہے اُس کا ادب کا شہ پارہ
وہ ترجماں تھا سارے ستم نصیبوں کا
وہ رہنما تھا ترقی پسند ادیبوں کا
تڑپ تھی اُسکی رگ و پے میں ارتقا کیلئے
سکوں طلب تھا وہ ہر بندۂ خدا کیلئے
چراغِ راہ کی صورت ہیں اس کے افسانے
کتابیں اس کی ہیں انسانیت کے پیمانے
پسینہ جن کا ہے موتی وہ دل شکستہ ہیں
نگاہِ دولت و ثروت میں اک تماشا ہیں
تمام عمر وہ لڑتا رہا زمانے سے
فروغِ مہر تھا اس کے سیاہ خانے سے

یہ سنگریزے کبھی ہوں گے گوہرِ نایاب
کبھی تو ہوگا درخشاں پریم چند کا خواب

پریم چند ۔ اپنے خطوط کی روشنی میں

* ریاض احمد خان

مورخوں کو جب کسی عظیم شخصیت کے بارے میں لکھنا ہوتا ہے تب سب سے پہلے وہ اس شخصیت کے لکھے ہوئے خطوط کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو اپنے ہم عصروں کو لکھے گئے ہوں۔ کیوں کہ خطوط ہی ایسی دستاویز ثابت ہوتے ہیں جن میں وہ شخصیت اپنے حالات، اپنے زمانے کے حالات اور زمانے کے ساتھ ساتھ سیاسی و معاشی حالات پر بے لاگ تبصرہ کرتا ہے۔ اس لیے خطوط کو بہت اہم مقام حاصل ہے۔ حالانکہ پریم چند کی پیدائش کو ابھی تک صرف ایک سو سال ہی ہوئے ہیں۔ تاہم ان کے خطوط جو کہ آج تک دستیاب ہو سکے ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے۔ اپنے ہم عصروں کو پریم چند نے متعدد خطوط لکھے جن میں بابو دیا نرائن نگم، رگھوپتی سہائے فراق گورکھپوری، پنڈت دیا نرائن نگم ایڈیٹر ماہنامہ زمانہ، امتیاز علی تاج ایڈیٹر "کہکشاں"، جینیندر کمار جین وغیرہ ہیں۔ ان کے علاوہ منشی پریم چند نے متعدد ممتاز ادیبوں کو خطوط لکھے ہیں مگر وہ خطوط محفوظ نہ رہ پائے۔

ہندوستان کے اس عظیم ادیب کی زندگی پر روشنی ڈالنے کے لیے جو کچھ بھی خطوط آج تک مل سکے ہیں کافی ہیں۔ اگر وہ خطوط جو منشی پریم چند نے مہاتما گاندھی، پنڈت جواہر لال نہرو، مولانا ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر راجندر پرشاد کے علاوہ بنارسی داس چترویدی، اپیندر ناتھ اشک، وشمبھر ناتھ، مانک لال جوشی کو لکھے تھے، حاصل ہو جاتے تو اس بات کا قوی یقین ہے کہ پریم چند کی زندگی کے متعدد حالات پر سے پردہ اٹھ سکتا تھا۔ پریم چند کے خطوط میں ان کا تحریر کردہ سب سے پہلا خط جو آج تک مل سکا ہے وہ ۱۹۰۵ء کا ہے۔ جو پریم چند نے دیا نرائن نگم کو لکھا تھا۔ ممکن ہے اس سے پہلے بھی کئی خطوط دیا نرائن نگم کو یا اپنے معاصرین کو لکھے گئے ہوں مگر ان کا سراغ نہیں ملتا۔

پریم چند نے سب سے پہلا افسانہ "دنیا کا سب سے انمول رتن" لکھا تھا جس کا موضوع حب الوطنی پر مبنی تھا۔ پریم چند [illegible] خط میں لکھتے ہیں کہ انگریزی دورِ حکومت میں سب سے بڑا جرم حب الوطنی قرار دیا گیا تھا اور کیونکہ وہ خود سرکاری ملازمت اختیار کئے ہوئے تھے اس وجہ سے ان کی حب الوطنی محض نوکری سے سبکدوش [illegible] سکتی تھی بلکہ جیل بھی بھیج سکتی تھی۔ مگر دل کے غبار کو رہ دینے کے لیے ان کے پاس سوائے الفاظ کے پیکر کے اور کوئی دوسرا سہارا بھی تو نہ تھا۔ وہ اپنے ایسے لوگ ا عوام کی بدحالی سے بے چین رہتے اور جب یہ بے چینی ناقابل برداشت ہو جاتی تب وہ قلم اٹھا [illegible] اپنے اندر دل کے غبار کو ہلکا کر لیتے۔ پریم چند کی حب الوطنی "سوزِ وطن" میں نمایاں ہے۔ جیسے ہی "سوزِ وطن" کی

اشاعت ہوئی پریم چند کے پیچھے سرکار کی خفیہ پولیس پڑ گئی اور انکی نگرانی شروع کر دی اور کلکٹر کو رپورٹ کی گئی۔ کلکٹر نے پریم چند کو طلب کیا۔ پریم چند نے اقرار کیا کہ "سوزِ وطن" انھیں کی لکھی ہوئی ہے۔ کلکٹر نے سختی سے منع کیا اور "سوزِ وطن" کی جتنی بھی جلدیں بازیاب ہو سکتی تھیں حاصل کر کے سرکاری تحویل میں دے دیں۔ پریم چند کے دل میں دیس کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس دیس میں بسنے والوں سے انھوں نے ٹوٹ کر محبت کی تھی۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اپنے دل کی آواز کو دبا دیتے اور اپنے جذبات کا خون ہونے دیتے۔ انھوں نے دھنپت رائے سے اپنا نام "پریم چند" رکھ لیا اور سوزِ وطن کا دھنپت رائے آخر وقت تک "پریم چند" کے نام سے اپنے دکھ درد ہندوستانی عوام کو سناتا رہا۔

اپنے ایک خط میں پریم چند لکھتے ہیں کہ جلیاں والا باغ کے قتل عام نے ملک کے لاکھوں آدمیوں میں ایک نئی لہر دوڑا دی تھی۔ وہ خود بھی اس سے بہت متاثر ہوئے۔ جب ترکِ موالات کی تحریک شروع ہوئی تب گاندھی جی گورکھپور آئے۔ غازی میاں کے میدان میں اونچا پلیٹ فارم تیار کیا گیا۔ دو لاکھ لوگوں کا اجتماع تھا۔ آگے لکھتے ہیں کہ مہاتما جی کے درشنوں کی یہ برکت تھی کہ میرے ایسے مردہ دل آدمی میں بھی جان پڑ گئی اور شمع زندگی دمک اٹھی۔ اس اجتماع کے دو چار دن ہی بعد میں نے اپنی بیس سال کی سرکاری ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ پریم چند کے لیے نوکری سے سبکدوشی حاصل کرنا ایک کٹھن مرحلہ تھا۔ کیوں کہ نہ تو وہ گھر کے آسودہ تھے اور نہ ہی ان کے پاس ذاتی املاک تھی کہ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی کفالت کرتے۔ مگر کیوں کہ ان کے دل میں "سیوا" کرنے کی آگ بھڑک رہی تھی اور اس پر گاندھی جی نے ان مظالم کی نشان دہی کی جو انگریز سرکار ہندوستانیوں پر توڑ رہی تھی تو پریم چند جیسا کمزور شخص بھی شیر ہو گیا۔ اور نہ صرف نوکری سے استعفیٰ دے دیا بلکہ اپنے قلم کو تلوار بنا کر میدانِ عمل میں ڈٹ گیا۔

پریم چند اپنے خط میں لکھتے ہیں کہ بمبئی کی ایک فلم کمپنی نے ان کے سیوا سدن کو فلمانے کی پیش کش کی۔ پریم چند نے ساڑھے سات سو روپے لے کر حقوق دے دیے لکھتے ہیں۔ "یہ رقم آناً فاناً ختم ہو گئی۔ ہاتھ بہت تنگ تھا۔ کاغذ والوں کے تقاضے، پریس کے ملازمین کی تنخواہیں اُدھر مکان کا کرایہ ادا نہ کرنے پر قرقی۔" پریم چند کو بمبئی کی ایک دوسری فلم کمپنی نے پیش کش کی کہ وہ آٹھ ہزار روپے سالانہ پر ا[illegible] سٹےٹون میں شامل ہو جائیں۔ لکھتے ہیں: "یہ اچھی پیش کش تھی۔ ہنس" اور "جاگرن" کو جاری رکھنے کا یہی ایک واحد ذریعہ تھا۔ ا[illegible] لاج رکھنے اور اپنے دونوں رسالوں کو جاری رکھنے کی غرض سے یہ پیش[illegible] منظور کرنی پڑی۔"

پریم چند کو فلم نگاری کا کام پسند نہ آیا۔ کیوں کہ فلم بنانے والے [illegible] نہیں جانتے تھے اس لیے پریم چند کو اپنے لکھے ہوئے مناظر کا تر[illegible] انگریزی میں کرنا پڑتا تھا کہ وہ لوگ سمجھ سکیں۔ پھر فلم پروڈیوسر ان کے اس نظریے کے خلاف تھے کہ فلم کو غریبوں کی حالت بہتر بنا[illegible] کے لیے ایک ذریعہ کے طور پر استعمال کیا جائے۔ پریم چند نے فلموں [illegible] بیہودگیوں کو رواج دینے کے خلاف بھی بغاوت کی۔ اس ضمن میں [illegible] ایک دوست کو لکھتے ہیں: "اس میدان میں ناول نگاری کے بادشاہ [illegible] کا مقابلہ فلموں کے بادشاہوں سے ہے۔" آٹھ ماہ بمبئی میں فلمی کا[illegible] کے بعد پریم چند بد دل ہو کر بنارس واپس آ گئے جہاں انھوں [illegible] گئودان مکمل کیا اور اس کی اشاعت کی۔

پریم چند کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ مختلف زبانوں کے مصنفوں [illegible] دوسرے کے قریب آنا چاہیے۔ نیز اس ملک کے ہر زبان کے م[illegible] کا ایک ادارہ بھی ہونا چاہیے۔ انھیں خیالات کی بنا پر بھارتیہ سا[illegible] پریشد وجود میں آیا۔ اس پریشد کا ترجمان پریم چند کا "ہنس"۔ [illegible] کے ایم منشی اور پریم چند مشترکہ ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ رسالے کی ا[illegible] سرسوتی پریس بنارس سے ہوئی۔

پریم چند اپنی کتابوں کی نکاسی کے نت نئے طریقوں پر غو[ر کرتے] تھے اور چاہتے تھے کہ وہ جو کچھ بھی لکھ رہے ہیں عوام انھیں [illegible] مگر اس زمانے میں بھی کتابوں کی نکاسی بڑی مشکل تھی۔ یہی [illegible] اردو میں کتابوں کی خرید کم تھی بلکہ ہندی میں بھی کتابیں کم ہی [illegible] جاتی تھیں۔ اس سلسلے میں پریم چند نے جینندر کمار کے نام ا[یک] خط میں لکھا کہ کتابیں بک نہیں رہی ہیں۔ "پریم کی دیوی" اور [illegible] کے بارے میں ایک ماہ سے اشتہار دیے جا رہے ہیں مگر مشک[ل سے] دس کتابوں کے آرڈر آئے ہیں۔" ایجنٹ کہتا ہے کہ پاک[illegible] اور بالکوں کی کتابوں کی مانگ بڑھ رہی ہے۔ "ہاں یہ ممکن ہے [illegible] "پھانسی" کی کچھ کاپیاں مختلف بک اسٹالوں پر رکھ دی جا[illegible]

کا پیاں تو یک ہی جائیں گی۔" مگر ایسا کرنے میں بھی خاطر خواہ ...
ہو پایا اور کتابوں کی سپلائی کی رفتار بڑی سست رہی۔

اس ضمن میں دیا نرائن نگم کو پریم چند اپنے خط میں کتابوں
اسی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "بھائی سب سے پہلے تو 'پردۂ مجاز
ہ' پر تبصرہ ضرور لکھوائیے۔ ایک اشتہار تو دی ہے ...
کے روانہ کر رہا ہوں۔ جیسے "زمانہ" کے ریڈنگ میٹر کے نیچے ...
میں لکھوا دیجیے۔ "پردۂ مجاز" پر تو میں آپ کی رائے کا مشتاق ہوں
آپ ایک بار سرسری طور سے پڑھ جائیں مگر شاید آپ کو فرصت
ملے گی۔"

منشی پریم چند اپنے ذرائع آمدنی بڑھانے کے لیے
کتابیں بھی تصنیف کرتے تھے اور دیگر مصنفین کی ... میں
انتخاب کیا کرتے تھے۔ انھیں مصنفین کے بارے میں نوٹ
لکھنے میں بڑی دقت پیش آتی تھی اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں۔
مصنفین کے متعلق لکھنا دشوار ہے۔ وجہ یہ کہ اکثر سبق رسالوں سے
لیے گئے ہیں اور رسالوں میں بسا اوقات گمنام اہل قلم آجاتے ہیں
ان کے طرز تحریر یا خصوصیات پر کوئی رائے قائم نہیں کی جا سکتی ...
کی تصانیف ہی ہیں جن پر کچھ لکھا جائے۔ اگر یہ سوچیے کہ مستند لوگوں
کے مضامین ہی لیے جائیں تو نصاب میں خوشنما انتخاب کے ...
شامل کی گئی ہیں ان کی پابندی نہیں ہو پاتی۔ اہل قلم تو خاص خاص ...
موضوع پر مضامین نہیں لکھتے۔ میں پانچویں، چھٹی اور ساتویں کی کتابوں
کے بارے میں اسی کشمکش سے گزر چکا ہوں اور کوشش کی ہے کہ
بڑے بڑے ناموں ہی سے انتخاب کیا جائے۔

پریم چند ناول نگار اور افسانہ نگار تو بنیادی طور سے تھے ہی
مگر ان کی صحافتی کاوشوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ یہ کہنا
بالکل بجا ہوگا کہ پریم چند بلند خیالات صحافی بھی تھے۔ یوں تو ...
اخبارات میں لکھتے رہتے تھے مگر ان کے اپنے "ہنس" اور "جاگرن"
کے کم و بیش تمام مضامین وہ خود ہی لکھا کرتے تھے۔ ان دونوں
رسالوں سے پریم چند کو اس قدر محبت تھی کہ وہ اپنا سب کچھ نیلام ...
دینے پر بھی انھیں بند کرنے کے بارے میں کبھی سوچ بھی نہیں
سکتے تھے۔ بنارسی داس چترویدی کے نام ایک خط میں انھیں دونوں
رسالوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "ہنس کا تو خیر کوئی زیادہ حرج
نہیں ہے۔ لیکن "جاگرن" کے اخراجات ناقابل برداشت ہوتے جا رہے
ہیں۔ میرے دماغ پر یہ بڑا بار ہے۔ تقریباً دو سو روپے مہینے کا نقصان
اٹھانا پڑ رہا ہے۔ یہ کب تک چلے گا۔ ایک مرتبہ اسے جاری کرنے
کی حماقت کر چکنے کے بعد اسے بند کرنے کی ہمت نہیں ہے۔" پریم چند
کے زمانے میں صرف ایک رسالے پر دو سو روپے ماہانہ نقصان بہت
بڑی بات ہے۔ مگر پریم چند جاگرن سے دلی محبت ہونے کی وجہ سے
اس نقصان کو خاطر میں نہیں لاتے اور بڑی جانفشانی کے ساتھ اسے پابندی
وقت کے ساتھ شائع کرتے رہتے۔ وہ چاہتے تھے کہ اگر جاگرن کو کچھ
اشتہار مل جائیں تو نقصان کی تلافی ہو سکے۔ اشتہار نہ ملنے کی صورت
میں دو سو روپے ماہانہ نقصان یعنی ہے جو انھیں ہر حال میں برداشت
کرنا ہے۔ اسی خط میں پریم چند نے مزید لکھا کہ "بنگال کیمیکل والے
خوب اشتہار دیا کرتے ہیں ان سے "جاگرن" کے لیے اشتہار حاصل
کرنے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔ میں آپ کا بہت ممنون ہوں گا اگر
آپ اپنے کسی دوست کی وساطت سے مجھے کچھ اشتہار دلوا دیں۔" اس
کے علاوہ ... بھی ہیں جن کی پٹ سن کی ملیں ہیں یہ لوگ بھی خوب
اشتہار دیا کرتے ہیں۔ ان سے اپیل کیجیے۔ اگر مجھے ماہانہ ایک سو روپے کے
اشتہار بھی مل جائیں تو حالات بہتر ہو سکتے ہیں۔ مجھے اپنی ذاتی ضرورتوں کی
پروا نہیں ہے۔ کتابوں اور کہانیوں وغیرہ سے گزر بسر کا سامان تو ہو ہی جاتا
ہے۔ لیکن ان رسالوں کو کیسے جاری رکھا جائے؟ مسئلہ یہ ہے۔ اگر
مجھ میں ... رسالوں کو بند کرنے کی ہمت ہوتی، میں ان تمام جھنجھٹوں سے
... لیکن یہ ہمت مجھ میں نہیں ہے۔ ایک طرح میں اپنی کمزوری کا
اعتراف کر رہا ہوں۔ جسے اب تک پوری طاقت سے چھپا رہا تھا۔ میں نے
تو آپ کو ... سمجھ کر آپ کے آگے اپنا سینہ چیر کر رکھ رہا ہے اور امید
ہے کہ ... آپ تک ہی رہے گا۔"

پریم چند ایک خوددار ادیب تھے۔ ان کی خودداری نے اپنے مسائل
کے حل کے لیے انہیں دست درازی نہیں سکھائی۔ مگر وہ خدمت جو وہ اپنے
رسائل کے ذریعے انجام دے رہے تھے۔ انھیں مالی پریشانیوں کے باوجود
جاری رکھنا چاہتے تھے۔ اس لیے انھوں نے اپنے مخلص دوست کو
اپنا سینہ چیر کر حقیقت حال کا ... کر دیا اور اس امر کی طرف بھی ہلکا سا
اشارہ کر دیا کہ "یہ راز آپ تک ہی رہے گا۔" کم مائیگی بھی ایک ناکردہ
جرم کی سزا کی طرح ہے جس سے دل میں خوف اور ڈر لگا ہی رہتا ہے۔ جیسا

پریم چند کو اپنے رسائل بند ہو جانے کا خدشہ ۔ یہ باتیں صرف ایک مخلص
رویا نرم درصحافی ہی سے منسوب کی جاسکتی ہیں ۔ ورنہ اشتہار کے
حصول کے لیے اگر پریم چند اپنی خودداری کو بالائے طاق رکھ کر بنگال کیمیکلز
دربرلا ... ہوتے تو ان لوگوں کی کیا مجال تھی کہ وہ "ہنس"
"جاگرن" کے لیے اشتہار نہ دیتے ۔ بلکہ الہ آباد، لکھنؤ، بنارس میں پریم چند
ان رسالوں کے لیے اشتہار کا سوال کرتے تو ان کے رسائل خود کفیل ہونے
کے علاوہ ان کے لیے ایک سہارا بن جاتے جن کی بنا پر وہ اپنی مالی حالت
بھی بہتر بنا سکتے تھے ۔ مگر ان کی خوددار طبیعت نے یہ گوارہ نہیں کیا کہ وہ
اشتہاروں کی حصولیابی کے لیے خود جائیں بلکہ اپنے مخلص دوست کو
مشورہ دیا کہ وہ اپنے دوستوں کی وساطت سے اشتہار حاصل کریں
تاکہ "ہنس" اور "جاگرن" بند نہ ہوں ۔

اپنی ازدواجی زندگی کے بارے میں پریم چند اپنے ایک خط
میں اندرناتھ جی کو لکھتے ہیں کہ "میری شادی شدہ زندگی رومان سے مطلق
بے بہرہ تھی ۔ اس میں کوئی قابل ذکر بات نہیں تھی ۔ میری پہلی بیوی ۱۹۰۲ء
میں انتقال کر گئی ۔ بے چاری بدقسمت اور معمولی شکل و صورت کی عورت
تھی گو کہ اس سے مطمئن نہ تھا تاہم اس سے نباہ کرتا رہا ۔ اس کے بعد
میں نے ایک بال ودھوا سے شادی کر لی اور اس کے ساتھ کافی خوشی
کی زندگی گذاری ۔ اس نے کچھ ادبی ذوق بھی پیدا کر لیا اور کبھی کبھی کہانیاں
لکھ لیتی ہے ۔ وہ نڈر، دلیر اور سمجھوتہ نہ کر لینے والی عورت ہے ۔ اس سے
غلطی ہو جانے کا امکان بھی رہتا ہے اور وہ جذبات سے مغلوب ہو کر
کام کرتی ہے ۔ تحریک عدم تعاون میں شریک ہو کر جیل بھی ہو آئی ہے ۔

میں اس سے خوش ہوں ۔"

اسی خط میں اپنی زندگی کے بارے میں لکھتے ہیں : "زندگی
مسلسل میرے لیے کام ہی رہی ہے ۔ جب میں سرکاری ملازمت میں تھا
اس وقت بھی تمام وقت ادبی مشاغل میں گزارتا تھا ۔ مجھے کام کرنے سے
خوشی حاصل ہوتی ہے ۔ مالی مشکلات سے دوچار ہونے پر افسردگی کے اوقات
بھی آتے ہیں ۔ مگر میں اپنے مقدر سے مطمئن رہا ہوں اور جو کچھ پا رہا ہوں
اس سے کم کا مستحق ہوں ۔ مالی لحاظ سے میں ہمیشہ ناکام رہا ہوں ۔ کاروبار
مجھے آتا نہیں اور ضروریات بنی رہتی ہیں ۔"

اپنے افسانوی کرداروں کے بارے میں لکھتے ہیں "میرے اکثر
کردار حقیقی زندگی سے لیے گئے ہیں ۔ مگر ان کی اصلیت پر پردہ پڑا رہتا ہے ۔
جب تک کردار کی بنیاد حقیقت پر مبنی نہ ہو وہ غیر حقیقی، غیر یقینی اور ناقابل
اعتبار ہوتا ہے ۔"

پریم چند نے خطوط میں اپنی زندگی کے تمام حالات صاف صاف
اور کھلے طور پر بیان کر دیے ہیں جس سے ان کی زندگی ایک کھلی کتاب کی
مانند اجاگر ہو جاتی ہے ۔ اکثر خطوط افسردگی اور مالی پریشانیوں سے پر
ہیں ان اخبار و رسائل کے بارے میں شکوہ شکایات ہیں ۔ جو پریم چند
سے کہانیاں تو لکھوا لیتے تھے ۔ مگر دام دیتے وقت مہینوں دیر کرتے تھے
پریم چند کا زمانہ ان کے لیے سازگار نہیں رہا ۔ ممکن ہے اگر پریم چند کو اس قدر
پریشانیاں نہ ہوتیں تو "گئودان" جیسا ناول اور "کفن" جیسی کہانی عالم
وجود میں نہ آتی ۔

*

ترقی پسند ادیبوں کی کانفرنس (۱۹۳۶ء) کی صدارت اردو کے سب سے بڑے افسانہ نگار، منشی پریم چند نے کی تھی ۔ اس کانفرنس میں جن لوگوں
نے شرکت کی ان میں ڈاکٹر علیم، سجاد ظہیر، فیض احمد فیض، ملک راج آنند، جے پرکاش نرائن، احمد علی، پروفیسر ہیرن مکرجی، ڈاکٹر رشید جہاں، ڈاکٹر
محمود الظفر، مولانا حسرت موہانی، کملا دیوی چٹو پادھیائے، میاں افتخار الدین، جینندر کمار، فراق گورکھپوری، یوسف مہر علی اور اندو لال یاگنک کے نام
خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔

بزرگ ناول نگار امرت لال ناگر نے ایک بار بتایا تھا کہ "اتنی عظیم کانفرنس کے، جس نے اردو اور ہندی ادب کا دھارا ہی موڑ دیا، صدر کی شان یہ
تھی کہ اس کے دونوں جوتوں کا منہ کھلا ہوا تھا جو سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں کو صاف نظر آرہے تھے ۔ یوں تو یہ ایک اتفاق تھا لیکن یہ محض اتفاق
نہیں تھا ۔ کوئی اور کانفرنس ہوتی تو منتظمین یہ تو دیکھ ہی لیتے کہ صدر پڑھا لکھا چاہے ہو یا نہ ہو کم سے کم اس کے جوتے تو پھٹے ہوئے نہ ہوں ۔
یہاں کسی کی اس پر نظر ہی نہ گئی اور جاتی بھی کیسے، کیونکہ اس وقت نوجوانوں کے ذہن میں جس ادب کا تصور تھا اس کا رشتہ تو پھٹے ہوئے جوتے
پہننے والے بلکہ سچ پوچھئے تو ہندوستان کے عوام سے قائم کرنا تھا، ادب کو ڈرائنگ روم اور کافوری شمعوں کی گھٹن سے نکال کر دفتروں، کھیتوں،
کھلیانوں اور کارخانوں میں لے جانا تھا ۔ اردو ادب میں سب سے مضبوط روایت جو ۱۹۳۶ء کی اس کانفرنس نے قائم کی یہی تھی ۔"

(عابد سہیل)

منشی پریم چند خصوصی نمبر

پریم چند اردو کے افسانوی ادب کا رہنما مینار

* سردار احمد (علیگ)، اردو لکچرار
سیڑھی والا گھر کٹرہ شہاب خان - اٹاوہ (یو۔پی) ۲۰۶۰۰۱

پریم چند کے سلسلے میں یہ بات بہت صحیح ہے کہ " وہ ہمارے سالہا سال کے سیاسی، سماجی، تہذیبی، ادبی اور تاریخی ارتقا کی ایک مضبوط کڑی ہیں، جنہیں ایک گھٹتے ہوئے نظام اور گھٹتے ہوئے ماحول نے پیدا کیا لیکن ان کی شخصیت اور ادبی کارناموں کو نظر انداز کر کے ان کے عہد کی تاریخ نہیں لکھی جا سکتی۔" [1]

ردو کے افسانوی ادب کی یہ عظیم الشان شخصیت زندگی کے ہولناک ں سے گذر کر اور تجربات کی صبر آزما بھٹیوں میں تپ کر کتنی نکھر نی سنور گئی اور آزمائشوں میں ہار مانے بغیر اپنے فن کو کس بلندی ے گئی اس حقیقت کو جاننے اور سمجھنے کے لیے اس قطرے کے ے کی داستان اور اس کے فکر و فن کی پہچان کا مطالعہ نہ صرف یں بلکہ سبق آموز اور قابل تقلید ہے۔ معمولی حیثیت کے گھرانے کھیں کھولنے والی اس مایۂ ناز شخصیت نے حالات و مصائب ہین حصاروں کو توڑ کر وقت کے تلاطم خیز سمندر میں سے اپنے ظر کے سفینہ کو سنبھال سنبھال کر ساحل جاودانی و کامرانی سے کیا۔ پریم چند نے افسانوی ادب کو تفریح اور تفنن طبع و داد عیش نگ دائروں سے نکال کر اسے کائنات جیسی وسعت اور حیات جیسا ع عطا کیا۔ انھوں نے ادب کا امیرانہ اور عیش پرورانہ معیار بدلا۔ ردو افسانہ کی دنیا میں پہلے فن کار ہیں جنھوں نے ادب کے افادی ی نہ صرف زور دیا بلکہ اسے برت کر بھی دکھایا۔ انھوں نے ادب تنقید حیات کا کام لیا۔ پریم چند بڑے کھلے ذہن کے ساتھ تے ہیں:۔

" ادب محض بہلاؤ کی چیز نہیں ہے۔ دل بہلاؤ کے سوا اس کا کچھ اور بھی مقصد ہے۔ وہ اب محض عاشقی و عشق کے راگ نہیں الاپتا بلکہ حیات کے مسائل پر غور کرتا ہے اور ان کا محاسبہ کرتا ہے اور ان کو حل کرتا ہے۔" [2]

پریم چند ادب کو سماج کا رہنما مانتے ہیں یہ بات ان کے فنی نظریہ کے سمجھنے میں کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ انھیں یقین ہے کہ:۔

" ادب کا مشن محض نشاط اور محفل آرائی اور تفریح آرائی نہیں ہے۔ اس کا مرتبہ اتنا نہ گرایئے۔ وہ وطنیت اور سیاست کے پیچھے چلنے والی حقیقت نہیں بلکہ ان کے آگے مشعل دکھاتی ہوئی چلنے والی حقیقت ہے۔" [3]

پریم چند کے کام کی عظمت اور ان کے مقام کی اہمیت کا اندازہ صرف اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اردو کا افسانوی ادب ان سے پہلے کیا اور کس حالت میں تھا اور ان کے خون جگر کو پا کر کس گہرائی و گیرائی، وسعت و رفعت کا حامل ہو گیا اور اس آئینہ میں زندگی کی تمام تر تصویریں مقصدیت و افادیت کے رنگ و آہنگ کے ساتھ نظر آنے لگیں۔ پریم چند سے قبل اردو میں مختصر افسانہ لکھنے والے اگرچہ موجود تھے۔ لیکن ادب کو سماج کا آئینہ داربنا کے زندگی کی بھرپور ترجمانی کا حقدار ٹھہرا کر اور اس کے افادی پہلو کی قدر و قیمت

---

[1] :۔ دید و دریافت، از ستار احمد فاروقی صفحہ ۱۳۷
[2] :۔ "ادب کی غرض و غایت" مضمون از: پریم چند، مطبوعہ رسالہ زمانہ، اپریل ۱۹۳۰ء
[3] :۔ ایضاً

۔ منوا کر پریم چند نے جو عظیم کارنامہ انجام دیا اس میں ان کی اولیت اور اہمیت ہمیشہ قائم رہے گی۔

پریم چند کے افسانوں اور ناولوں کے کردار ان کے اپنے جانے پہچانے ہیں۔ جن کے آنسوؤں اور مسکراہٹوں، جن کی آرائش و آلائش، جن کی بلندی و پستی جن کے کرب و طرب اور جن کے مسائل و وسائل سے انھیں گہری واقفیت تھی۔ ان کی کہانیوں کا ماحول وہی ہے جس کی خوشبو ان کی اپنی سانسوں میں رچی بسی ہوئی تھی۔ ان کے فن کی کمند سے ان کے وقت کے ہندوستان کی ہنگامہ خیز زندگی کا کوئی مسئلہ اور موضوع ایسا نہیں ہے جو بچ کے نکل گیا ہو۔ ان کا قلم خلوص کی تاثیر لیے ہوئے ہے مظلوم کا حامی ظالم کا دشمن اور انسانیت کا ترجمان ہے۔ یہ قلم نہ استحصال کرنے والے برہمن اور پنڈت ہی کو بخش سکتا ہے اور نہ ریاکار مولوی و ملا ہی کو آزاد چھوڑتا ہے۔ یہ قلم تمام تعصبات سے پاک تمام تنگ نظریوں سے بلند اور تمام محبتوں اور معصومیتوں سے لبریز ہے۔ پریم چند کے قلم سے نکلا ہوا ہر لفظ ان کی صداقت ان کی تڑپ ان کی حریت پسندی اور بے باکی اور بے خوفی کا زندہ جاوید نقش ہے۔

اردو زبان و ادب کو پریم چند پر ہمیشہ فخر رہے گا۔ پریم چند اصلاً اور بنیادی طور پر اردو ہی کے مایہ ناز ادیب تھے۔ ان کی زبان گنگا جمنا کے سنگم کی طرح حسین اور دو تہذیبوں کی روشنیوں کے اتصال کی طرح دل نشین ہے۔ پریم چند نے اپنے انتقال سے قریب دو برس پہلے ۲۹ دسمبر ۱۹۳۴ء میں "دکھنی بھارت ہندی پرچارنی سبھا" مدراس کے خطبۂ صدارت میں بہت واضح اعلان کیا تھا:۔

"میری ساری زندگی اردو کی خدمت کرتے گذری ہے اور آج جتنی اردو لکھتا ہوں۔ اتنی ہندی نہیں لکھتا۔ اور کائستھ ہونے اور بچپن سے فارسی کی مشق کرنیکی وجہ سے اردو میرے لیے جتنی فطری ہے اتنی ہندی نہیں ہے۔" (ساہتیہ کا اُدیش از پریم چند ص ۵۶)

اردو کے ہر نقاد نے خواہ وہ کسی بھی طبقۂ فکر و خیال سے تعلق ہو، پریم چند کی عظیم شخصیت اور ان کی لازوال خدمت کو اپنے اپنے انداز کے سے خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ صرف دو مثالیں پیش خدمت ہیں۔ مولانا عبدالماجد دریابادی اس طرح رطب اللسان ہیں:

"شرافت پریم چند کے قلم کی جان اور روحِ انسانیت کی بیداری ان کے ہر افسانے کا عنوان ہے۔ ان کے افسانے اس کام کے لیے نہیں کہ نوجوانوں کے نفسانی خیالات کو بھڑکائیں اکسائیں۔ وہ اس غرض کے لیے ہیں کہ روح کی پاکیزگی کو جگائیں۔ منظر کیسا ہی گندہ ہو ان کی نظر انتخاب ہمیشہ انہیں عنصروں کو چن لیتی ہے جو نفس کو نہیں روح کو تڑپا ئیں جذبات کے سفلی نہیں علوی حصے کو گرمائیں اور بدی کی نہیں نیکی کی قوت کو حرکت میں لائیں۔"

سید احتشام حسین نے پریم چند کی حقیقی قدر و قیمت ان الفا میں بیان کی ہے:

"اگر کوئی شخص پریم چند کی حقیقی قدر و قیمت کو سمجھنا چاہتا ہے تو اسے انسان دوستی کے اس بے پناہ طوفان کو دیکھنا چاہیے جو غلاموں مزدوروں، کسانوں، مظلوموں اور اچھوتوں کے لیے ان کے دل میں اٹھ رہا تھا اور ان کے فن کو جد و جہد حیات میں کام آنیوالا ایک نازک مگر مضبوط آلہ بناتا تھا۔"

غرضکہ پریم چند اردو کے افسانوی ادب کے وہ روشن مینا
جن کی رہنمایانہ روشنی میں دوسروں نے اپنے بیڑے پار لگائے
آج بھی اردو ناول و افسانہ کی ہر ترقی اور ہر کروٹ ان کی مر
منت ہے۔

• یونس عابدی
۸۱/۱ ۔ قلی بازار، کانپور (یو۔پی)

پریم سراپا

تھے صورتاً تو شبنم، خو نشتر پریم چند
روتے رہے ہیں حالِ وطن پر پریم چند

تحریر کہہ رہی ہے کہ پہچانتے تھے خوب
حالات و حادثات کے تیور پریم چند

چھیڑا کئے سماج کی دُکھتی ہوئی رگیں
رکھتے رہے سماج پہ نشتر پریم چند

ماحول پر زمانے کے منظر کشی کے ساتھ
کرتے رہے ہیں تبصرہ اکثر پریم چند

ناول کہیں ہیں ان کے تو افسانے ہیں کہیں
پہنچے ہیں کس خلوص سے گھر گھر پریم چند

اہلِ وطن کو دیتے رہے درسِ اتحاد
آزاد و نہرو کے رہے ہمسر پریم چند

تفریق و انتشار کی کاٹا کئے رگیں
تھے اہلِ بغض کے لئے خنجر پریم چند

وہ شخصیت پریم سراپا، کہیں جسے
اندر پریم چند تھے باہر پریم چند

یونس ہر ایک تذکرۂ اہلِ علم پر
آتے رہیں گے یاد برابر پریم چند

اپنی کہانیوں اور افسانوں کے ذریعہ بیداری کا پیام
دینے والے عظیم ہندوستانی قلمکار

منشی پریم چند

جن کی صد سالہ تقریبات سارے ملک میں منائی جا رہی ہیں

زباں پہ نام ہے منشی پریم چند ترا
بلند کام ہے منشی پریم چند ترا

ہر ایک دل میں ترا پریم پایا جاتا ہے
ہر اک غلام ہے منشی پریم چند ترا

سماج واد کا نعرہ ادب کو تو نے دیا
نیا پیام ہے منشی پریم چند ترا

ہر آدمی کو دکھائی دے اپنی شکل اس میں
عجیب جام ہے منشی پریم چند ترا

ترے فسانوں میں ہیں جیتے جاگتے کردار
یہ اہتمام ہے منشی پریم چند ترا

یہ بات سچ ہے کہ علم و ادب کی دنیا میں
بڑا مقام ہے منشی پریم چند ترا

مجیب نے یہی جانا ہر انجمن میں ذکر
یہ احترام ہے منشی پریم چند ترا

*

• مجیب بستوی
سمریاواں بازار، ضلع بستی (یو۔پی)

منشی پریم چند

• اُمید ادیبی
ریٹائرڈ اُردو ٹیچر جت نگر
ساگر ضلع شموگا (کرناٹک)

انسانیت کا یار تھا منشی پریم چند — جنتا کا اعتبار تھا منشی پریم چند
اُردو کا جاں نثار تھا منشی پریم چند — ہندی کا تاجدار تھا منشی پریم چند
ناول کا شہریار تھا منشی پریم چند

اک آہنی دیوار تھا منشی پریم چند — انصاف کا مینار تھا منشی پریم چند
ہاں سچ کا پرستار تھا منشی پریم چند — کردار کا معمار تھا منشی پریم چند
دُکھیوں کا مددگار تھا منشی پریم چند

ہمدرد و مہربان تھا سچا سماج کا — ہر آن وہ حریف رہا سامراج کا
خواہاں نہیں رہا وہ کبھی تخت و تاج کا — ہر فرد مانتا ہے اُسے کل اور آج کا
مفلس کا دوستدار تھا منشی پریم چند

وہ پُشتیبان تھا ہمیشہ غریب کا — مخلص تھا اور یار تھا وہ بدنصیب کا
بیشک عزیز تھا وہ حریف و حبیب کا — پیارا رہا ہمیشہ وہ دُور و قریب کا
اخلاق کا شہکار تھا منشی پریم چند

ہندی بھی کہہ رہی ہے "مرا نگہباں رہا" — اُردو کو ناز ہے کہ "مرا پاسباں رہا"
دونوں کو فخر ہے کہ "سدا ہم زباں رہا" — کچھ بھی ہو پر یہ سچ ہے کہ جادو بیاں رہا
بُستانِ پُر بہار تھا منشی پریم چند

دانا تھا، اہلِ فن تھا، بڑا ہوشمند تھا — مقصد ہر ایک بات کا اس کی بلند تھا
بخشا خدا نے اُسے اِک دلِ دردمند تھا — الفت پسند تھا وہ صداقت پسند تھا
اس دیش کا وفادار تھا منشی پریم چند

اس نے کبھی نہ کام تعصب سے ہے لیا — یکجہتی کا پیام وہ بھارت کو ہے دیا
مزدور کے مقام کو اونچا ہے وہ کیا — اُمید وہ پریم سے اُلفت سے ہے جیا
اُلفت کا ایک دیار تھا منشی پریم چند

پریم چند کی کہانی "دو بیلوں کی جوڑی" پر مبنی "ہیرا موتی" فلم میں آنجہانی بلراج ساہنی

پریم چند کے مشہور ناول "غبن" پر مبنی فلم میں سنیل دت اور ببدوی پرساد

(بشکریہ: بشری فیروز رنگون والا)

MIRAJ : Regd. No. MH-BY South-544 *Licence No. 89 for without prepayment of post*

"जिन्हें धन-वैभव प्यारा है, साहित्य-मंदिर में
उनके लिए स्थान नहीं है।
यहां तो उन उपासकों की ज़रूरत है,
जिन्होंने सेवा को ही अपने जीवन की सार्थकता
मान लिया हो,
जिनके दिल में दर्द की तड़प हो और मुहब्बत
का जोश हो। अपनी इज्ज़त तो अपने हाथ है।
अगर हम सच्चे दिल से समाज की सेवा करेंगे तो
मान, प्रतिष्ठा और प्रसिद्धि, सभी हमारे पाँव
चूमेंगी। फिर मान-प्रतिष्ठा की चिन्ता
हमें क्यों सताये? और उसके
न मिलन से हम निराश क्यों हों?
सेवा में जो आध्यात्मिक आनंद है,
वही हमारा पुरस्कार है। हमें समाज पर अपना
बड़प्पन जताने, उस पर रोब जमाने की हवस क्यों हो?
दूसरों से ज़्यादा आराम के साथ रहने
की इच्छा भी हमें क्यों सताये? हम अमीरों की श्रेणी में
अपनी गिनती क्यों कराते?
हम तो समाज का झंडा लेकर, चलने वाले सिपाही हैं।"

پنڈھرپور میلہ میں زائرین کا جمِ غفیر

ہرسال کی طرح اس سال بھی پنڈھرپور میں "اشاڑھی ایکادشی میلہ" پورے جوش وخروش سے منایا گیا۔ بیرونِ مہاراشٹر اور مہاراشٹر کے کونے کونے سے ہزاروں کی تعداد میں "وارکری" میلہ میں شریک ہوئے۔ ڈنڈی طریقہ سے پھکاہوا میں لہراتے ہوئے وٹھوبا کی جے جے کار گاتے ہوئے زائرین کا ہجوم منزل کی طرف رواں دواں رہا، ان میں سے کتنے ہی پنڈھرپور تک پیدل چل کر آئے۔ اس سال ریاستی حکومت کی جانب سے بیرسٹر بابا صاحب بھوسلے، وزیر قانون وعدلیہ، محنت وٹرانسپورٹ اور ان کی اہلیہ نے (اوپر بائیں جانب کی تصویر میں) وٹھوبا کی پوجا کی۔ وارکریوں نے چندربھاگ ندی میں پوتر اشنان کیا۔ یہاں مذکورہ میلہ کی تصویری جھلکیاں پیش کی گئی ہیں۔

جلد   شمارہ ۱۵ و ۱۶

یومِ آزادی نمبر ۱۹۸۰ء

مشترکہ شمارہ ۱۰ راگست اور ۲۵ راگست ۱۹۸۰ء

ہر ماہ کی ۱۰ راور ۲۵ رتاریخ کو شائع ہوتا ہے
زرِ سالانہ: دس روپے فی پرچہ: پچاس پیسے

نگراں: خواجہ عبدالغفور (آئی اے ایس)

ترتیب

صفحہ نمبر

ترسیلِ زر و مراسلت کا پتہ:
چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز،
گورنمنٹ آف مہاراشٹر،
منترالیہ ـ بمبئی ۴۰۰۰۳۲

چیف ایڈیٹر: ایم ـ ایشور راج ماتھر
ایڈیٹر: ریاض احمد خاں
سب ایڈیٹر: عبدالوحید خاں جامعی

قارئین کی رائے

- **بیکل اُتساھی** ۔ بلرام پور، گونڈہ (یو۔پی)

کل 'قومی راج' مئی کا شمارہ نظر نواز ہوا، جو 'یومِ مہاراشٹر' خصوصی نمبر سے موسوم ہے۔ نہایت دیدہ زیب اور مضامین' منظوم آہنگوں سے مزیّن ہے۔ دن بدن اپنی بلندی کی طرف مائل بہ پرواز ہے۔ سرکاری رسائل میں 'قومی راج' اپنا انفرادی اور امتیازی مقام بنا چکا ہے۔

- **محمد سعد کاوش پرتاپ گڈھی**

معرفت محمد عُبید خاں، ۱۹۔ کولہن ٹولہ، الہ آباد (یو۔پی)

بلا تصنّع مجھے عرض کرنے دیجئے کہ 'قومی راج' کا تازہ شمارہ صوری اور معنوی خوبیوں کے اعتبار سے پچھلے تمام شماروں پر ہر لحاظ سے فوقیت رکھتا ہے۔ پیش نظر خصوصی شمارے میں آپ نے کیا ہی سلیقے سے مہاراشٹر کی ہمہ جہت ترقی پر مفید معلوماتی مضامین پیش کئے ہیں۔ منظومات میں محترم جاوید وِششٹ صاحب کا گیت 'تلسی کا بروا' کا جواب نہیں۔ اس کے علاوہ شبانہ سحر اور خورشید آفسر بسوانی کی غزلوں نے بھی متاثر کیا۔ کیا ہی اچھا رہے اگر آپ اپنے رسالے میں تنقیدی مضامین بھی شائع کرنا شروع کر دیں، اس سے پرچے کی مقبولیت میں یقیناً اضافہ ہوگا۔

- **فیض اللہ فیض**

اے۔ جے سوبانی ہوسٹل، ۹۲۔ ڈاکٹر ڈی۔ این روڈ، ممبئی ۴۰۰۰۰۱

'قومی راج' کا "یومِ مہاراشٹر نمبر" موصول ہوا۔ پڑھنے کے بعد دلی خوشی ہوئی۔ رسالہ بڑا ہی اچھا ہے اور معلوماتی ہے۔ پچھلے دو سال قبل میں نے رسالہ دیکھا تھا اور اس سے زیادہ ہی ترقی کر لی ہے اس رسالے نے۔ میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔

- **مُصطفےٰ جمیل** ۔ انجمن بازار، بالاپور، ضلع آکولہ (ایم۔ایس)

"مہاراشٹر میں کھیل کود سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی" "متحدہ دیہی توسیعی اسکیم" اور "مہاراشٹر میں ماہی گیری" معلوماتی مضامین ہیں۔ غزلیں بھی پسند آئیں' مجیب الرحمٰن بزمی، ریاض مالیگانوی جعفر عسکری، مقیت اعظمی اور شان بھارتی قابلِ مبارکباد ہیں۔ فاروق نازلی کے سبھی شعر پسند آئے۔

- **ڈاکٹر ایم۔ یٰسین قدوسی** (ایم۔اے، پی ایچ۔ڈی)

نیا بازار، پی۔او۔ کامٹی (ناگپور)

"'قومی راج' کا یومِ مہاراشٹر خصوصی نمبر بصد مسرت ہوا۔ ٹائٹل کی تصویریں مہاراشٹر کی ۴۰ سالہ کارکردگی اور ہمہ جہت ترقی کی عکّاس ہیں۔ مضامین معلوماتی ہیں۔ آپ کا مضمون "یکم مئی ۱۹۶۰ء کی چند جھلکیاں" یادوں کو تازگی بخشتا ہے۔ بہار صدیقی بدایونی کا مضمون 'عظمت کردار' ہمیں دعوتِ غور و فکر دیتا ہے۔

بھائی حکیم عزیز قدوسی کی نظم "پینچ ندی" یہاں علمی ادبی حلقوں کے علاوہ مچھلی کے شکاریوں کے لئے کافی دلچسپی کا باعث ہی۔

- **ایم۔ کوٹھیاوی راہی**

قاضی پور خورد، گورکھپور (یو۔پی)

یوں تو آپ کے سبھی شمارے منفرد، معیاری اور بھاری بھرکم ہوتے ہیں' مواد کے اعتبار سے بھی اور کتابت و طباعت کے اعتبار سے بھی۔ آپ لوگ واقعی اس پر بڑی محنت کر رہے ہیں۔ خصوصی شمارہ لائق صد تحسین ہے۔ نظم و نثر سبھی کچھ بہتر ہے۔ مبارکباد قبول فرمائے۔

- ★ **عبدالرحمٰن** ۔ رسول آباد، بھیونڈی

'قومی راج' کا مشترکہ شمارہ نمبر ۵-۴ نقشہ بندی اور اس مُضر اثرات' خوب سے خوب تر ہے۔ جوہر کی شاعری پر جناب گا صاحب کا مضمون بے حد پسند آیا۔ مختار صاحب کا 'بہانہ' اور طارق صاحب کی نظم 'میں خوشحال ہوں' لائق ستائش ہے۔ تازہ شمارہ نمبر ۶ میں دکھنی شاعر سردر ڈنڈا سے متعلق مضمون دلچسپ ہے۔ حضرتِ داغ کی شاعری پر لکھا گیا فیچر پسند آیا۔ پرچہ میں سوال وجواب اور سائنس کی دنیا سے متعلق ایک آ رکھا جائے تو بہتر ہوگا۔

'قومی راج' اردو زبان کی اسی طرح خدمت کرتا رہے' آرزو ہے۔

غریب طبقات کی فلاح وبہبود ہی اولین فرض ہے

یوم آزادی پر وزیر اعلیٰ کا پیغام

شری اے . آر انتولے

آزادی کی تینتیسویں سالگرہ کے موقعہ پر شری اے آر انتولے وزیر اعلیٰ مہاراشٹر نے آل انڈیا ریڈیو کے بمبئی اسٹیشن سے ریاست کے باشندوں کے نام اپنے نشریہ پیغام میں فرمایا کہ " حکومت مہاراشٹر وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی کے بیس نکاتی پروگرام کو جلد سے جلد پوری طرح روبہ عمل لانے کے کام میں ہمہ تن لگ گئی ہے جس سے غریب اور پسماندہ لوگوں کے دلوں میں امید کی نئی کرن روشن ہوگئی ہے. "

شری اے آر انتولے نے حکومت کے زیر نظر مختلف اسکیمات کا ذکر کیا، مثلاً بے روزگار افراد کے لئے نئی اسکیم، تقریباً ۸ لاکھ معمولی کسانوں کے لئے دوبارہ فراہمی سرمایہ، چھوٹے کسانوں کو کھاد کی قیمتوں میں اضافہ پر ۳۳ فیصد رعایت، ضرورت مند لوگوں کو مناسب قیمتوں پر اناج، دال، تیل، شکر اور گڑ جیسی ضروری اشیاء کی فراہمی ۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارا مقصد واضح اور راہ عمل معین ہے ۔ حکومت نے سوچ سمجھ کر یہ راہ اختیار کی ہے تاکہ عوام تک رسائی ہو سکے جنھیں آج غربت وافلاس کے دور میں جینے کے لئے سخت جدوجہد کرنی پڑتی ہے ۔

وزیر اعلیٰ کی تقریر کا متن یہ ہے :-

۹۱

یوم آزادی پر میں آپ کو دلی مبارکباد اور نیک خواہشات پیش کرتا ہوں۔
وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے عہدہ سنبھالنے کے بعد گذشتہ دو ماہ کے دوران مجھے آپ سب کی ان گنت دعائیں ملی ہیں اس لطف و عنایت پر میں آپ کا بہت بہت شکر گذار ہوں۔ میری یقیناً ہمیشہ کوشش رہے گی کہ آپ سب کی خصوصاً غریبوں کی بھلائی کے خاطر کام کروں۔
غریب ہی ہماری سب سے زیادہ توجہ کا طالب ہے۔ ریاستی ذرائع آمدنی میں وہی سب سے اول مالک اور حقدار ہے۔ ہماری رہنما شریمتی اندرا گاندھی کا ۲۰ نکاتی پروگرام اسی مقصد کا حامل ہے۔ غریبوں اور پس ماندہ لوگوں کی نظریں شریمتی اندرا گاندھی ہی پر لگی ہیں اور انھیں بھروسہ ہے کہ وہی انھیں دائمی مصیبتوں غربت و افلاس اور جہالت سے نجات دلا سکتی ہیں۔

مہاتما گاندھی نے تحریک آزادی کی رہنمائی کی تاکہ کمزوروں کو قوی بنائیں اور ان کے دلوں میں خود اعتمادی کا جذبہ پیدا کریں۔ پنڈت نہرو نے سیکولرزم اور سوشلسٹ جمہوریت کا تصور دیا تاکہ قوم میں اتحاد پیدا ہو اور ذات پات سے متاثر سماج بدل کر کمزور طبقات اقلیتوں اور سب کے لئے قابل رشک بن جائے۔

شریمتی اندرا گاندھی نے اپنے سماجی و معاشی پروگرام کے ذریعہ ان لوگوں کے دلوں میں امید کی نئی کرن روشن کر دی ہے۔ جو بصورت دیگر خود اپنے اور اپنے بچوں کے روشن مستقبل سے مایوس ہو چکے تھے۔ موجودہ بحرانی دور میں اسی امید اور بھروسہ کے باعث اتحاد، جمہوریت اور آزادی برقرار رہ سکتی ہے۔
لیکن ان امیدوں کو یقیناً جلد سے جلد پورا کرنے کی ضرورت ہے اس مقصد کے پیش نظر ہمیں سب سے پہلے سماج کے سب سے نچلے طبقے کے افراد یعنی ضعیف، ناتواں، معذور لوگوں، بیواؤں اور یتیموں کا خیال رکھنا ہوگا جن کا کوئی سرپرست ہے اور نہ جن کے پاس گذر بسر کے لئے کوئی ذریعہ ہے۔
اس طرح ہمارا مقصد واضح ہے اور اس کو پانے کے لئے راہ معین۔ ہم نے بالآخر یہی راہ عمل اختیار کی ہے۔ تاکہ عام آدمی تک رسائی ہو سکے جن کے لئے آج غربت و افلاس کے باعث جینا دوبھر ہو گیا ہے۔ ہم نے لاکھوں بے روزگار افراد کی امداد کے لئے ایک نئی اسکیم جاری کی ہے۔ جو ضمانت فراہم نہ کر سکنے کے باعث بنک اور دیگر اداروں سے مالی امداد حاصل کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں میری حکومت نے ایسے افراد کو خواہ تعلیم یافتہ ہوں یا غیر تعلیم یافتہ، امداد کی پیشکش کی ہے تاکہ وہ دیہی یا شہری علاقوں میں اپنا کاروبار، تجارت یا صنعت شروع کر سکیں۔ ایسے کسی بھی فرد کو ۵۰۰ روپے تا ۲،۵۰۰ روپے کی رقم بطور قرض بلا ضمانت ایک فیصد شرح سود پر دی جائے گی۔ ایک کمیٹی کی ہدایت پر ایک افسر درخواست ملنے کے دس دن کے اندر اسے منظور کر کے قرض کی رقم تقسیم کرے گا اس مقصد کے تحت رواں مالیاتی سال کی بقیہ مدت کے لئے ۵ کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے

جہاں تک چھوٹے مالکان زرعی زمین کا تعلق ہے ہم نے انھیں بھی بھاری قرض داری کے بوجھ سے چھٹکارا دلایا ہے۔ ہماری ریاست اور درحقیقت پورے دیس کی معیشت کا انحصار زراعت پر ہی ہے۔ بہتر زراعتی پیداوار کے لئے فوری طور سے کافی رقم کی فراہمی اولین ضرورت ہے۔ لیکن عرصہ سے قرض باقی رہ جانے کے باعث تقریباً آٹھ لاکھ چھوٹے کسان اس امداد سے محروم رہ جاتے۔ لہٰذا میری حکومت نے یہ طے کیا کہ یہ ذریعہ دوبارہ کھولدے تاکہ زراعتی پیداوار کا پہیہ چلتا رہے۔ اس نقطۂ نظر سے ۹ اگست کو مہاراشٹر میں "کرانتی کو "قرض مکتی دن" کی حیثیت سے منایا گیا۔ چھوٹے اور درمیانی کسانوں کے عرصے پرانے بوجھ کو دور کرنے، انھیں آزادی کی سانس لینے اور ان کے دلوں میں نئی صبح کی امید بندھانے کی غرض سے مختلف امداد باہمی اداروں کو ۹۴ کروڑ روپیہ تقسیم کیا گیا۔
اب جبکہ وہ قرض کی فکر سے نجات پا چکے ہیں ان میں خود اعتمادی پیدا کرنے کی خاص ضرورت ہے۔ میری حکومت انھیں خود کفیل بنانے اور ان کی آمدنی میں اضافہ لاتے ہوئے ان میں خود اعتمادی پیدا کرنے کی کوشش کرے گی۔

چھوٹے اور معمولی کسانوں کے لئے فصل کے بیمہ کی اسکیم ابھی زیرغور ہے اس سے ہمارے کسان قدرتی مصائب سے ہونے والے نقصانات سے کافی حد تک محفوظ رہ سکیں گے۔ بنڈنگ پروگرام کی طرح اب کی بار پیداوار میں اضافہ کے لئے ایک پروگرام کے تحت کھیتوں کے لئے کنووں کی فراہمی بھی زیرغور ہے۔

جیسا کہ شاید آپ جانتے ہوں کھاد کی اضافی قیمت کا ۳۳ ۱/۲٪ حکومت بطور امداد ادا کر رہی ہے اس مقصد کے لئے سات کروڑ روپیہ مختص کر دیا گیا ہے۔

صنعتی پیداوار کا دارومدار زیادہ تر مزدوروں اور انتظامیہ کے درمیان پرامن اور خوشگوار تعلقات پر ہے۔ میں مزدوروں کے حقوق کی حفاظت اور ان کے ساتھ بہتر سلوک کے حق میں ہوں۔ لیکن قوم کی ترقی کے لئے پیداوار کا بغیر کسی رکاوٹ کے جاری رہنا بے حد ضروری ہے۔ مزدوروں کے حقوق اور قوم کے مفاد، ان دونوں مقاصد کے پیش نظر ٹریڈ یونین کے لیڈروں اور صنعت کاروں سے تبادلہ خیال کرتا رہا ہوں میں

مجھے بڑھتی ہوئی قیمتوں کا علم ہے۔ ریاست کے کمزور افراد کو ازحد ضروری اشیا مثلاً غلہ، تیل، دالیں، شکر اور گڑ کی مناسب داموں پر فراہمی کے لئے میری حکومت نے ایک اسکیم تشکیل دی ہے اس اسکیم سے لاکھوں افراد کو فائدہ پہونچے گا۔ اس کام پر حکومت کے خزانے سے تقریباً چھ کروڑ روپے خرچ ہوں گے۔ مجھے یقین ہے کہ غریب ترین عوام کی تکالیف دور کرنے میں ہمارے اس مثبت قدم کی آپ حمایت کریں گے۔

آخر میں میں اس مسئلہ کا ذکر کروں گا جس نے ہمیں کافی پریشان کیا ہے اور وہ ہے نظم و نسق کا مسئلہ میں اس مسئلے سے نبرد آزما ہوں جو کہ پچھلے چند سال میں غلط کارروائی کا نتیجہ ہے حالانکہ کم و بیش حالات پرامن ہیں لیکن سماج دشمن عناصر اپنا سر اٹھا رہے ہیں۔ میں آپ کو یقین دلانا چاہوں گا کہ ان عناصر کے ساتھ سختی سے پیش آیا جائے گا۔ سماج میں امن و امان قائم کرنا میری حکومت کا عزم ہے مجھے یقین دلانے دیجئے کہ تشدد چاہے وہ کسی نے بھی برپا کیا ہو اور اس کا مقصد چاہے جو بھی ہو اسے آہنی ہاتھوں سے کچلا جائے گا۔ خصوصی نشہ بندی برانچ اور اینٹی گیمبلنگ اسکواڈ جو رشوت کے اڈے کہے جاتے تھے اب ختم کر دیئے گئے ہیں۔ ان کا کام عام پولس کو سونپ دیا گیا ہے۔ میں نے بیٹ سسٹم یعنی پولس افسروں کا اپنے علاقے میں گشت لگانا دوبارہ نافذ کیا ہے۔ بمبئی شہر میں دن رات اس سسٹم پر عمل کیا جائے گا۔ بعد میں دیگر شہروں میں بھی اسے روبہ عمل لایا جائے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس اقدام سے شہریوں میں تحفظ کا احساس پیدا ہوگا انھیں ڈاکے اور قتل کا خوف نہیں ہوگا۔ عورتوں کے ساتھ بدتمیزی اور بچوں کے اغوا کا خوف بھی دور ہوگا۔

مہاراشٹر سورماؤں کی سرزمین ہے، شیواجی مہاراج مادر وطن کے وہ عظیم سپوت ہیں جو اپنے سیکولر نظریے اور اقلیت کے ساتھ اچھے برتاؤ کے لئے مشہور ہیں۔ ان کی یاد اسی طرح تازہ کی جا سکتی ہے کہ ان کی سیکولر زندگی کی مثال سامنے رکھتے ہوئے سیکولرزم کے نظریہ کو عام کیا جائے اس سلسلہ میں میری حکومت ایک ٹھوس قدم اٹھانے کا ارادہ رکھتی ہے۔

"یوم آزادی" جنگ آزادی میں کام آنے والے شہیدوں کو یاد کرنے کا ایک مقدس موقع ہے اور یہی موقع ہے مہاتما گاندھی اور پنڈت نہرو کی دی ہوئی تعلیمات کے حصول کا جائزہ لینے کا۔ ہم خوش قسمت ہیں کہ ہمیں ہماری وزیراعظم کی قوی اور باعمل رہنمائی حاصل ہے۔ عزم و یقین، بے غرض خدمات اور ذاتی قربانیوں سے ہم اس کام کو کامیابی سے پورا کر سکتے ہیں جو ہمارے سامنے ہے۔ اس عظیم کام کو انجام دینے میں آپ کے تعاون اور دعاؤں کا متمنی ہوں۔ شکریہ

"جے ہند - جے مہاراشٹر"

۲۵ اگست ۸۰ء

کیسری

- زبانِ خلق

(صد سالہ خدمات)

• وائی۔ جی نت سورے

مشہور زمانہ اخبار "کیسری" جس کی سوسالہ سالگرہ اس سال منائی جارہی ہے
ان چند گنے چنے اخباروں میں سے ایک ہے جو ملک کے حالات اور مفاد سے
متعلق گہرا تاثر رکھتے ہیں۔ "کیسری" کی سوسالہ سالگرہ منائے جانے کی قومی اہمیت
یہ ہے کہ وہ تمام پرانی یادیں دوبارہ اجاگر ہونگی جو مذکورہ اخبار کے اجراء
کے احوال اور پھر اس کے نشیب و فراز کے واقعات سے وابستہ ہیں
علاوہ ازیں بانی اخبار لوکمانیہ تلک نے اپنے وقت میں تن من دھن سے
جو قومی خدمات انجام دی تھیں انھیں تکمیل تک پہنچانے کیلئے آج پھر
موجودہ نسل پر واضح ہوگا کہ وہ بھی اسی طرح جدوجہد میں
مصروف ہوجائیں۔

'کیسری' ایک سنسکرت لفظ ہے جس کے معنی ہیں 'شیر ببر'۔ لہذا شروع سے ہی اخبار کے سب سے اوپری سرے پر شیر ببر کی تصویر بطور نشان دی جاتی ہے۔ جس کے نیچے سنسکرت کے دو بیت لکھے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ 'کیسری' نے جاری ہوتے ہی کچھ ہی عرصہ میں شیر دلی کا وہ مظاہرہ کیا کہ انگریز حکمرانوں کی نیندیں حرام ہو گئیں انگریزوں کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ ایک کمزور ہندوستانی کا اخبار ان کی سیاسی طاقت کے خلاف تنقید اور الزام تراشیوں کی اس قدر جرأت کریگا۔ انگریز حکمراں خود سٹپٹا گئے کہ وہ اس اخبار کے ساتھ کیا سلوک کریں جس نے عوام کو نہ صرف بیدار کرنا شروع کیا بلکہ ایک متوازی طاقت بنا دیا۔

بیباک نظریہ: اتنا عرصہ بیتنے کے بعد آج بھی اس اخبار کے بانیوں کے بیباک نظریہ پر حیرت ہوتی ہے۔ یہ وہی عام انقلابیوں کا گروہ تھا، جس نے نیو انگلش اسکول جو کہ ۱۸۸۵ء میں فرگیوسن کالج بنا کی بنیاد ڈالی اور قومی فرض سمجھتے ہوئے اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ ایک ایسا بیباک قومی محاذ قائم کیا جائے جس کے ذریعہ ہندوستانی عوام کی خیالات اور ان کی توقعات کا اظہار ہو سکے۔ یہ صحیح ہے کہ اس زمانے میں ہندوستانی باشندوں کے اور بھی اخبارات تھے جو یا تو علاقائی زبان میں نکلتے تھے یا انگریزی زبان میں لیکن پونے کے ان نوجوان انقلابیوں کے خیال میں یہ تمام اخبار

سماجی اصلاح یا معمولی مسائل تک محدود تھے عوام سے ان کا کم ہی تعلق تھا۔ ان کی تحریر تعلیمیافتہ نئی پود سے تعلق رکھتی تھی جو نئی سیاست سے فیضیاب ہونے کی متوقع تھی۔

'کیسری' کے پہلے شمارہ (۴ر جنوری ۱۸۸۱ء) سے متعلق کچھ کہنے سے قبل نیو انگلش اسکول کے مدرس اور شری تلک کے دیرینہ ساتھی ہری بھاؤ امبیڈکر کے ان الفاظ پر غور کریں جو اس شام کی میٹنگ پر روشنی ڈالتے ہیں جس میں وہ خود حاضر تھے اور یہ میٹنگ 'کیسری' اور 'مراٹھا' کی اشاعت پر غور کرنے کے لئے بلائی گئی تھی۔ آپ فرماتے ہیں:

"عشائیہ کے بعد عوامی مسائل پر گفتگو کا آغاز ہوا۔ شری نامجوشی نے جو انگریزی ہفتہ وار 'دکن اسٹار' نکالتے تھے، اور جو نیو انگلش اسکول سے وابستہ تھے، پونے سے شائع ہونے والے اخبارات کے صحافیوں پر سخت تنقید کرتے ہوئے رائے ظاہر کی کہ شری گیانا پرکاش، کرن، شیواجی اور گیان چکشو، لوگوں کو سماجی اور سیاسی امور سے متعلق واقف کرانے میں اپنے فرائض ٹھیک طرح سے نہیں نبھا پا رہے تھے۔ نتیجہ میں جدید سماجی زندگی میں ایک ایڈیٹر کے کیا فرائض ہیں اس سے متعلق بحث چھڑ گئی، آدھی رات کے قریب مراٹھی اور انگریزی میں دو ہفتہ وار اخبارات کی اشاعت کی تجویز منظور ہوئی۔ اخبار کے ٹائٹل کی بات چلی، تو چپلونکر نے انگریزی اخبار کے لئے 'مراٹھا'، اور مراٹھی اخبار کے لئے 'وکرم' نام تجویز کیا۔ 'مراٹھا' نام پسند کیا گیا لیکن 'وکرم' نام لوگوں کو ٹھیک

لگا۔ اس کے بعد تلک آئے اور انھوں نے 'کیسری' (شیر ببر) نام
کیا اور ساتھ ہی نام کی مناسبت سے چند سنسکرت حوالے دیئے
تفاق رائے سے منظور کر لیا گیا۔

اپنی اشاعت شروع کرنے سے قبل، یہ واضح ہے کہ تلک اور ان
رفقاء برطانوی صحافت کے اعلیٰ معیار سے کافی متاثر تھے۔ 'کیسری'
پہلے شمارہ میں مطبوعہ ایک اہم مضمون میں برطانیہ کے اخبارات
تر انگیزی کی داد ان الفاظ میں دی گئی:

"اس ملک میں پریس کی مضبوط طاقت کے ذریعہ، ہر شعبے میں
سے لے کر ادنیٰ تک اور وزیر اعظم سے لے کر معمولی ملازم تک،
ہر ایک کے کردار پر نظر رکھی جاتی ہے، اسی وجہ سے برطانیہ
اس لائق بنا کہ وہ دعویٰ کر سکے کہ کسی بھی موقع پر کسی قسم کی
ناانصافی طویل عرصہ تک پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔"

بے خوفی سے اعلان کرتے ہوئے کہ 'کیسری' رات کے چوکیدا
مانند ہوگا جو عہدیداروں کو عوامی غم و غصہ کا خوف دلاتا رہے گا،
پورہ اخبار اپنے پہلے اداریہ کے ذریعہ ہی عوامی رائے کا معمار ثابت ہوا۔
اداریہ میں قارئین کو یقین دلایا گیا کہ زیر نظر اخبار ملک کے سیاسی،
سماجی اور معاشی حالات بیباکی سے پیش کرے گا، مراٹھی میں نئے کاموں
مقصدی ادبی تبصروں کی حوصلہ افزائی کرے گا اور سیاسی و عالمی
واقعات پر بھرپور روشنی ڈالے گا۔ آخر میں، بالکل صاف طور پر یہ یقین
دلایا گیا کہ اخبار تمام معاملات غیر جانبداری سے پیش کرے گا اور سچائی
پر مضبوطی سے قائم رہے گا۔

دلیرانہ صحافت: اس اخبار کے جاری ہونے کے ایک یا ۲ سال
میں ہی عوام اور انگریز سرکار کو پتہ چل گیا کہ 'کیسری' کی کچھ حیثیت ضرور
ہے۔ اینگلو-انڈین اخبارات تو کافی پریشان ہوئے، کیونکہ یہ اخبارات
ہمیشہ اس نظریہ کے قائل تھے کہ ہندوستانی اخبارات کا فرض صرف
انگریز حکمرانوں کی دلجوئی کرنا ہے۔ برعکس اس کے تلک 'کیسری' کے
کالموں کے ذریعہ ہر ہفتے اپنے ان نظریوں کی تشہیر کرتے رہے جو عام
آدمی کی بہبود سے گہرا تعلق رکھتے تھے۔ 'کیسری' جیسا کہ اخبار کے پہلے
اداریہ میں کہا گیا تھا، کا بنیادی مقصد "تاریکی میں رہنے والے عوام کے
مفادات کی حفاظت کرنا ہے جو نہیں جانتے کہ ان کے گرد و پیش کیا
ہو رہا ہے اور جنھیں ادبی، سماجی، سیاسی، اخلاقی، مذہبی،
تاریخی اور معاشی قسم کے مضامین کے ذریعہ اپنی روزمرہ زندگی سے

متعلق اُمور کی واقفیت دینے کی ضرورت ہے۔" اسی لئے 'کیسری'
کا رویہ شروع ہی سے جمہوری رہا۔ اس کا مقصد عام تعلیم تھا۔ اس
میں کوئی شک نہیں کہ عام تعلیم سے تلک کی مُراد معنوی اعتبار سے
کہیں زیادہ مختلف تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ قارئین اپنا قومی فرض پورا
کرنے کے لئے بیدار ہو جائیں۔ وہ قارئین میں بیخوفی پیدا کرنا چاہتے
تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ 'کیسری' ایک مرکزی حیثیت حاصل کر لے
جس کے ذریعہ عوامی مسائل کے حل کے لئے عوامی تحریک چلائی جا سکے۔

آزاد سماج میں کسی اخبار کے لئے اس سے بہتر اور کوئی تحریک
نہیں ہو سکتی تھی۔ ہندوستان میں انگریزوں کے آنے سے قبل کوئی
اخبار نہیں نکلتا تھا۔ اسی لئے انگریزوں کے لئے یہ ایک تعجب کی
بات تھی۔ ان کے ملک میں بیباک اخبارات اور صحافت کی روایت
قائم تھی لیکن وہ یہ کیسے برداشت کر سکتے تھے کہ ان کے محکوم ہندوستانی
جنھیں وہ ہر معاملے میں کمتر سمجھتے تھے، ان میں سے کوئی صحافی
ان کے اقدامات کو چیلنج کرے؟ لیکن 'کیسری' نے یہ کر دکھایا۔ اس
سے نہ صرف انگریز حکمراں مشتعل ہوئے بلکہ اینگلو-انڈین اخبارات
بھی سخت ناراض ہوئے۔ تنبیہہ اور بازپرس کے باوجود تلک نے
اپنا کام جاری رکھا۔ اپنے قارئین کی جانب سے حوصلہ افزائی نے تلک
کے حوصلے بڑھائے رکھے اور وہ اپنا قومی فرض نبھاتے چلے گئے۔

کثیر الاشاعت اخبار: ۱۸۸۲ء کے اواخر تک، ہندوستانی
زبانوں میں شائع ہونے والے اخبارات میں 'کیسری' ملک کا سب سے
زیادہ کثیر الاشاعت اخبار بن چکا تھا۔ ایک صاحب نظر انگریز
نیونسن کے مطابق "'کیسری' مقامی زبان مراٹھی میں شائع ہونے
والا وہ پہلا اخبار تھا جس نے تعلیم یافتہ ہندوستانیوں میں قابلِ ذکر مقبولیت
حاصل کی تھی اور اس کی شہرت پورے ملک میں پھیلی ہوئی تھی۔"

انگریز مشاہدین 'کیسری' سے متعلق ایک خاص بات کا اندازہ نہ کر سکے
کہ یہ اخبار نہ صرف لوگ پڑھتے تھے بلکہ پڑھے لکھے لوگ غیر تعلیم یافتہ
ہموطنوں کو پڑھ کر سُناتے تھے۔ 'کیسری' کا مواد موضوع بحث ہوا کرتا
تھا اور عوام اسے ذہن نشین کر لیتے تھے، لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ تلک
'کیسری' میں لکھتے نہیں تھے بلکہ 'کیسری' کے ذریعہ عوام سے گفتگو کرتے
تھے۔ ایک برٹش سول سرونٹ ٹی۔ گرانٹ نے تلک کے بارے میں
لکھا ہے:

"تلک سنسنی پھیلانے کی اسی طرح صلاحیت رکھتے تھے،

پنچایت راج اور دیہی ترقیات

دو دہائی ترقی کا جائزہ

★ شری بالو راؤ کالے (وزیر برائے دیہی ترقیات و جیل)

★ شری بالو راؤ کالے
- وزیر برائے دیہی ترقیات و جیل

یکم مئی ۱۹۶۲ء میں ضلع پریشد اور پنچایت سمیتیاں مہاراشٹر میں قائم کی گئیں تاکہ جمہوریت کی جڑیں مضبوط ہوں دیہی علاقوں میں سماجی و معاشی ترقیات عمل میں آئیں اور لوگوں میں قومی و تعمیری کام کا جذبہ پیدا ہو۔

ضلع پریشد دراصل منتخبہ ادارے ہیں رائج قانون کے مطابق ضلع پریشد کے انتخابات ہر چھ سال بعد ہوتے ہیں۔ ان کا کام اپنی اور حکومت کی دیہی ترقیاتی اسکیمات کو ضلع سطح پر عمل میں لانا ہے۔ ضلع پریشد کے قیام سے دیہی سطح پر جو اقدامات کئے گئے مثلاً زرعی پیداوار میں اضافہ پرائمری اسکولوں کا اجراء، پینے کے پانی کی فراہمی وغیرہ ان کے پیش نظر کہا جاسکتا ہے کہ ضلع پریشد کا قیام بے فائدہ نہیں۔ مہاراشٹر میں ضلع پریشد ۲۵ - پنچایت سمیتیاں ۲۹۶ اور تقریباً ۲۴۰۰۰ دیہی پنچایتیں قائم ہیں۔

ضلع پریشد کے ذریعہ نہ صرف زراعتی ترقیات کے اقدامات عمل میں لائے گئے بلکہ دیہی ترقیاتی اسکیمات مثلاً چھوٹی آبپاشی اسکیمات کے تحت ۱۰۰ ہیکٹر اراضی تک آبپاشی، ۵ لاکھ کی لاگت تک امداد سینچائی کام، خصوصی قوت بخش غذا پروگرام، مربوط علاقائی ترقیاتی اسکیمات وغیرہ پر عمل کی ذمہ داری بھی ضلع پریشد کو سونپی گئی ہے۔ گذشتہ دو دہائیوں سے ضلع پریشد اور پنچایت سمیتیوں کی انتظامی ذمہ داری میں بتدریج اضافہ ہوتا رہا ہے۔ ۱۹۶۳ء - ۱۹۶۴ء میں مذکورہ اداروں کے لیئے ریاست کے سالانہ منصوبہ میں ۵۸ ء۴۰ کروڑ روپیہ مختص کیا گیا تھا جبکہ ۱۹۷۹ء - ۱۹۸۰ء میں یہ رقم ۹۳ء۲۱۳ کروڑ روپیہ کر دی گئی۔ ان دو دہائیوں میں ضلع پریشدوں نے مختلف ترقیاتی امور میں قابلِ ذکر کامیابی حاصل کی ہے۔

اجتماعی ترقیات

دیہی باشندوں کی معاشی اور سماجی بہبود کے لئے ۱۹۵۳ء میں اجتماعی ترقیات پروگرام یا گیا تھا۔ ۱۹۶۲ء تک اس پروگرام کی توسیع پورے مہاراشٹر میں ی گئی۔ مذکورہ پروگرام کا مقصد دیہی علاقوں میں دیہی باشندوں اور مقامی ذرائع کام میں لاتے ہوئے اجتماعی ترقیات پروگرام امیابی سے عمل میں لانا ہے۔ اس پروگرام میں زراعت، مویشی پرورش ت بخش غذا، پینے کے پانی کی فراہمی، تعلیم، چھوٹی آبپاشی، جیسے کام امل ہیں۔ گزشتہ ۲۸ سالوں میں مذکورہ پروگرام کے نتیجہ میں دیہی عاشی حالات میں نمایاں تبدیلی ہوئی ہے۔ ۸۰-۱۹۷۹ء کے دوران س پروگرام پر ۰۰۰، ۶۴۳، ۸۸، ۲۸ روپیہ صرف کیا گیا۔ اسمیں وئی شک نہیں کہ خود دیہی باشندوں نے بھی اس پروگرام میں جسمانی ور مالی تعاون کیا ہے۔

ایک جائزے کے مطابق ستمبر ۱۹۷۸ء تک ضلع پریشد ان میں ۳۴،۲۴۴ پرائمری اسکول قائم ہوئے۔ ۸۰-۱۹۷۹ء کے خاتمہ تک صحت مراکز کی تعداد ۳۷۴ ہو چکی تھی۔ زراعتی پیداوار میں اضافہ کیلئے جو اقدامات کئے گئے ان میں آبپاشی تالاب اور ۱۰۰ ایکڑ اراضی تک آبپاشی کے قابل بند دھارے، ۵ لاکھ روپیہ مالیت کے اٹھاؤ سینچائی اسکیمات تقطیر آب تالاب کی تعمیر وغیرہ شامل ہیں۔ لہذا چھوٹی آبپاشی اسکیمات کے ذریعہ ۸۰-۱۹۷۹ء تک ۲،۸۷۲،۵۰۰ ہیکٹر اراضی قابل آبپاشی بنائی گئی ـــ چھٹے پانچ سالہ منصوبہ کے دوران مزید ۲،۵۶ لاکھ ہیکٹر اراضی قابل آبپاشی بنائے جانے کی توقع ہے۔

پیل موڈ اسکیم

ادیباسی علاقوں میں کسانوں کو تکلیف کا سامنا رہتا ہے۔ برسات کے موسم میں اور اسکے بعد اکثر سانوں کو مالی دشواریاں پیش آتی ہیں اور وہ ساہوکاروں سے اونچی شرح سود پر قرضے لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اس طرح یہ غریب کسان ان ساہوکاروں کے ہتھکنڈوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ قرض دینے کا یہ طریقہ "پیل موڈ" کہلاتا ہے۔

ریاستی حکومت نے ۱۹۶۵ء میں اس تکلیف دہ طریقہ کو ختم کرنے کے لئے بارش کے دوران ادیباسیوں اور کسانوں کو مختصر المدتی زراعتی قرض مہیا کرنے کی اسکیم شروع کی۔ اس اسکیم کو پیل موڈ ایراڈیکیشن اسکیم کہا جاتا ہے۔ اس اسکیم کے تحت فی خاندان ۲۵۰ روپیہ بطور قرض دیا جاتا ہے۔ اسمیں سے ۷۵ فیصد اناج کی صورت میں اور باقی ماندہ ۲۵ فیصد نقد کی صورت میں دیا جاتا ہے۔ ۶۶-۱۹۶۵ء سے ۷۹-۱۹۷۸ء کے دوران ۶۴،۸۰۹،۱ ادیباسی اور ۹۰،۷۹۱ غیر ادیباسی کسانوں کو ۵۵۹،۵۷ لاکھ روپیہ بطور قرض تقسیم کیا گیا۔

محکمہ سماجی بہبود، ثقافتی امور اور کھیل و سیاحت کی جانب سے ۷۹-۱۹۷۸ء کے دوران قبائلی ضمنی منصوبہ بند علاقوں کے ادیباسی کسانوں کے لئے کھواتی قرض کی اسکیم جاری کی گئی۔ قبائلی ترقیاتی کارپوریشن کے ذریعہ قبائلی ضمنی منصوبہ بند حلقوں کے ۴۸ میں سے ۴۴ تعلقوں میں اس اسکیم کو عمل میں لایا گیا۔ باقی ماندہ چار اضلاع یعنی تھانے، قلابہ، ناندیڑ اور چندرپور میں جہاں کھواتی اسکیم روبہ عمل نہیں ہے "پیل موڈ ایراڈیکیشن اسکیم" پر عمل کیا جا رہا ہے۔ چونکہ یہ دونوں اسکیمات ایک جیسی

امراوتی ضلع کے ونگاؤں کے جھونپڑپٹی واسیوں کے لئے بنایا گیا ایک ٹیوب ویل۔
۸۰-۱۹۷۹ء میں ریاست میں ۱۷،۳۱ ٹیوب ویل کا کام شروع کیا گیا جس میں سے ۱۲،۸۴۴ ٹیوب ویل مکمل ہو چکے ہیں اس کام پر ۱۹،۷۳ کروڑ روپے صرف ہوئے۔

ں۔ اسلئے جہاں کھراتی اسکیم رو بہ عمل ہے وہاں پیل موڑ ایرا بیشن اسکیم" کا اطلاق نہیں کیا جاتا ہے۔

یہی فراہمیٔ آب اسکیم

کل ۳۵٫۷۷۸ محصولاتی دیہی علاقوں میں مناسب مقدار میں پینے کے پانی کی فراہمی ل توجہ مسئلہ ہے۔ اس مقصد سے کنوؤں کی کھدائی، تالاب کی تعمیر، جودہ کنوؤں کی گہرائی، بور ویل، بذریعہ پائپ پانی کی سپلائی، وغیرہ ے کام عمل میں لائے جاتے ہیں۔ کنوؤں کی کھدائی کا کام ڈائرکٹر، گراؤنڈ واٹر سروے و ڈیولپمنٹ ایجنسی کے ذریعہ ضلع یشدوں کے تحت کیا جاتا ہے۔ بذریعہ پائپ پانی کی سپلائی اسکیمات ن کی لاگت ایک لاکھ روپیہ تک ہو، ضلع پریشد عمل میں لاتی ہیں۔ ر ایک لاکھ سے زائد لاگت کی اسکیمات کو ریاستی حکومت عمل میں لاتی ہے۔ چھٹے پنج سالہ منصوبہ کی شروعات میں کل ۳۵٫۷۷۸ دیہاتوں سے ۱۸٫۶۰۰ دیہاتوں میں پینے کا پانی مہیا کیا گیا۔ ۱۹۸۵ء تک ریاست نمام دیہاتوں کو پینے کے پانی کی سہولت بہم پہنچانے کا حکومت کا ارادہ ہے۔ مقصد سے چھٹے پنجسالہ منصوبہ میں ۲۲۰ کروڑ روپیہ کی رقم منختص کی ہے۔ ۷۰-۱۹۶۹ء تا ۸۰-۱۹۷۹ء کے دوران بذریعہ پائپ پانی سپلائی، معمولی اور بور ویل جیسے کاموں پر ۱۰۵ کروڑ روپیہ رچ کیا گیا۔ جولائی ۱۹۷۱ء میں گراؤنڈ واٹر سروے ایجنسی قائم کی ں، جو کنوؤں کی کھدائی پینے کے پانی کے کنوؤں کی تعمیر اور کنوؤں گہرائی جیسے کام کی نگرانی کرتی ہے۔ ۸۰-۱۹۷۹ء کے دوران ۱۷٫۰۸۸ ئیں کھودے گئے اور ۱۲۴۶۸ کنوؤں میں پانی کا ذخیرہ کیا گیا۔

امی سطح کی چھوٹی آبپاشی

آبپاشی تالاب اور ۱۰۰ ہیکٹر اراضی۔ یہ آبپاشی کے لئے بندھ دھارے، ماڈ سینچائی، تقطیر آب تالاب وغیرہ جیسے کام جنمیں سے ہر ایک مالیت ۵ لاکھ روپیہ تک ہے، مقامی سطح کی چھوٹی آبپاشی اسکیم ں شامل ہیں۔ ہر ضلع کیلئے ایک چھوٹی آبپاشی ڈویژن قائم ہے۔ سطرح کل ۲۵ چھوٹی آبپاشی ڈویژن قائم ہیں۔ تمام اضلاع کے ے ۱۴۳ چھوٹی آبپاشی ضمنی ڈویژن قائم کئے گئے ہیں۔ ان تمام مول کیلئے ضلع پریشدوں کو ریاستی حکومت مالی سہولت فراہم کرتی ہے۔ ذیل میں ۶۷-۱۹۶۶ء تا ۸۰-۱۹۷۹ء کے دوران چھوٹی آبپاشی کے کاموں کا خاکہ پیش کیا گیا ہے۔

سال	تکمیل شدہ کام	حاصل شدہ صلاحیت آبپاشی (ہیکٹر میں)	اخراجات
۶۷-۱۹۶۶	۱۵۴	۳٫۸۵۹	۲٫۴۹٫۲۰٫۶۰۰
۶۸-۱۹۶۷	۱۹۸	۶٫۶۴۵	۲٫۶۵٫۳۰٫۰۰۰
۶۹-۱۹۶۸	۲۴۵	۷٫۵۸۲	۲٫۴۹٫۶۵٫۰۰۰
۷۰-۱۹۶۹	۲۰۲	۷٫۹۷۰	۳٫۹۹٫۴۴٫۰۰۰
۷۱-۱۹۷۰	۲۶۷	۸٫۸۰۲	۳٫۹۷٫۴۲٫۰۰۰
۷۲-۱۹۷۱	۲۴۱	۱۶٫۱۹۶	۳٫۵۶٫۷۲٫۸۰۰
۷۳-۱۹۷۲	۴۵۰	۶۷٫۱۴۰	۶٫۰۹٫۳۶٫۶۰۰
۷۴-۱۹۷۳	۶۲۱	۲۳٫۲۷۹	۶٫۹۲٫۶۶٫۰۰۰
۷۵-۱۹۷۴	۲۳۱	۲۳٫۴۹۶	۹٫۱۸٫۲۷٫۰۰۰
۷۶-۱۹۷۵	۱۱۲	۴٫۸۶۸	۸٫۱۶٫۳۲٫۰۰۰
۷۷-۱۹۷۶	۳۵۷	۱۵٫۹۷۲	۶٫۷۱٫۷۴٫۰۰۰
۷۸-۱۹۷۷	۳۴۷	۲۴٫۰۰۰	۶٫۷۲٫۲۲٫۰۰۰
۷۹-۱۹۷۸	۳۹۸	۱۰٫۶۷۹	۶٫۸۸٫۶۳٫۰۰۰
۸۰-۱۹۷۹	۴۱۳ (اندازاً)	۱۹٫۴۸۴ (اندازاً)	۷٫۱۴٫۰۳٫۰۰۰

کنوؤں کی کھدائی اور گہرائی کیلئے حکومت نے ۱۹۱ جدید مشینیں مہیا کی ہیں، جنکے استعمال سے کام تیزی سے ممکن ہو پاتا ہے۔ ۷۲-۱۹۷۱ء سے ۸۰-۱۹۷۹ء کے دوران ان مشینوں کے استعمال سے ۲۳٫۹۳٫۹۸۸ کنوئیں گہرے کئے گئے اور ۹۳٫۲۰۰ کنوؤں کو دوبارہ قابلِ استعمال بنایا گیا۔

قوت بخش غذا اسکیم

دیہی علاقوں میں بچوں کی اموات کی روک تھام اور لوگوں کو صحت بخش غذا کی فراہمی کی غرض سے حکومت نے ۶۶-۱۹۶۵ء میں "قوت بخش غذا" پروگرام رضاکارانہ طور پر شروع کیا۔ اس پروگرام کا مقصد تعلیمی ہے۔ جسکے ذریعہ غذائی پیداوار، اسکی حفاظت، استعمال وغیرہ سے متعلق دیہی باشندوں کو معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ منتخبہ دیہاتوں میں واقع اسکولوں اور دیگر اہم مقامات کے احاطوں میں سبزی ترکاری اور پھلوں کے درخت لگائے جاتے ہیں جبکہ منڈل قوت بخش غذا پر منحصر خانہ داری کا مظاہرہ کرتی ہیں اور تیار کرنے سے

ضلع ناندیڑ میں نیر گرمڑے بستی واسیوں کے لئے پانی کے نل کی ایک یوجنا شروع کی گئی (بائیں جانب) بھوجل سروکیشن اور دیکاس نیترن یوجنا " کے تحت اسی ضلع کے گوندے گاؤں میں تعمیر کردہ ایک ٹیوب ویل جس میں ۳۰ لیٹر پانی کی گنجائش ہے ۔

دیہاتوں میں صفائی مہم پر عمل آوری

دیہاتوں میں صَفائی مہم :۔ کیلئے حکومت ضلع پریشدوں کو حاجت خانے، گڑھے، نالے وغیرہ کی تعمیر کیلئے خصوصی گرانٹ دیتی ہے ۔ اس اسکیم کے تحت فضلہ سے کھاد بھی تیار کی جاتی ہے ۔ ۷۵-۷۴ ۱۹ء تا ۳۱ مارچ ۱۹۸۰ء تک ۲۲۰،۱۵ حاجت خانے تعمیر کئے گئے جن پر ۱۱ء۱۸ لاکھ روپیہ خرچ کیا گیا ۔ پونے میں کوٹھراڈ کے مقام پر واقع مہاراشٹر گاندھی سمارک ندھی نے جدید قسم کے حاجت خانوں کی تعمیر کی ایک اسکیم مرتب کی ہے ۔ صفائی (بھنگی مکتی) کے لحاظ سے ان حاجت خانوں کی تعمیر پر خصوصی توجہ دی جارہی ہے ۔ اسکے علاوہ مذکورہ ادارہ پسماندہ اور ادیباسی علاقوں میں تشہیر پروگراموں کے ذریعہ بند حاجت خانوں اور صحت سے متعلق لوگوں کو معلومات بہم پہنچاتا ہے ۔ دیہی باشندوں کو ایسے حاجت خانوں کے نمونے ادارہ کی جانب سے مفت تقسیم کئے جاتے ہیں ۔ یہ ادارہ صَفائی سے متعلق ضلع پریشدوں کے ساتھ تعاون کرتا ہے ۔ اور دیہی صفائی مہم کے سلسلے میں ہیلتھ انسپکٹران کو ضروری تربیت دیتا ہے ۔ حکومت کی جانب سے مذکورہ ادارہ کو بطور امداد ۵۰۰۰ روپیہ دیا جاتا ہے ۔ ۸۰-۱۹۷۹ء سے یہ امداد بڑھاکر ۱۰۰۰۰ روپیہ کردی گئی ہے ۔ ۷۱-۱۹۷۰ء تا ۸۰-۱۹۷۹ء کے دوران مذکورہ ادارے نے ۲۸،۲۵۷ حاجت خانے تعمیر کئے ۔

ضلع پلاننگ و ترقیاتی بورڈ نے متعلقہ اضلاع میں ۸۱-۱۹۸۰ء کے دوران دیہی صفائی مہم کے لئے ۵۰ء۴ لاکھ روپیہ کی رقم مختص کی ہے ۔ جاری سال کے دوران ۷۵۰۰ حاجت خانے تعمیر کئے جانے کی توقع ہے ۔

اسمیں کوئی شک نہیں کہ ضلع پریشدوں اور پنچایت سمیتیوں نے پنچایت راج کی کامیابی اور دیہی باشندوں کے عملی تعاون سے علاقائی ترقی میں نمایاں حصہ لیا ہے اور قابل ذکر کامیابی حاصل کی ہے ۔

★★★

سرورق کی کہانی

★ ایم۔ اقبال

ہندوستان کی آزادی کی تاریخ مرتب کرتے ہوئے ایک انگریز مورخ نے لکھا ہے۔
" اگر آپ کو ہندوستان میں رہنے کا کبھی اتفاق ہو تو آپ کو یہ اندازہ کرنے میں دیر نہیں لگے گی کہ ہندوستانیوں کا جذبہ حب الوطنی اتنا گہرا ہے کہ وہ وطن کے لئے سرفروشی کا صرف لفظی اظہار ہی نہیں کرتے بلکہ عملی مظاہرہ کرنے میں بھی دریغ نہیں کرتے انہیں اپنے وطن کی سالمیت خطرہ میں محسوس ہونے کی دیر ہے۔"

۱۵ اگست کی اہمیت صرف یوم آزادی منانے کی حد تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اسکی اہمیت ہے وہ پیغام جو مجاہدین آزادی نے وطن پر قربان ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے تاریخ کے صفحوں میں محفوظ کر دیا ہے۔ آج بھی اس ۳۳ ویں یوم آزادی کے موقع پر اور ہمیشہ ہی جب کبھی آزادئ ہند کی تاریخ کے صفحات اُلٹے جائینگے تو ہر پڑھنے والے کا سر بھگت سنگھ، راج گرو، چندر شیکھر آزاد، سکھدیو، گوکھلے، تلک، نواب رشید خاں، سعادت خاں، جیسے شہیدانِ وطن کے نام پر عقیدت و احترام سے جھک جائیگا
ویسے تو انگریزوں کا ملک پر تسلط ہوتے ہی لوگوں میں بے چینی پیدا ہو چکی تھی۔ لیکن ۱۹۲۰ء سے ۱۹۴۷ء کا زمانہ درحقیقت حصول آزادی

راج گرو جن کا پورا نام شیورام ہری راج گرو تھا۔ ۱۹۰۸ء میں پونے ضلع میں کھیڑ کے مقام پر پیدا ہوئے۔ جدوجہد آزادی کے زمانہ میں آپ کی ملاقات وارانسی میں چندر شیکھر آزاد، سکھدیو اور بھگت سنگھ سے ہوئی۔ ۱۹۲۸ء میں سائمن کمیشن کے خلاف ایک احتجاجی مظاہرہ میں انقلابی رہنما لالہ لاجپت رائے لاہور میں پولس کے ظلم کا شکار ہو کر چل بسے۔ ان کی موت سے چندر شیکھر آزاد، جو انقلابیوں کے خاص رہنما تھے، طیش میں آگئے اور

قسم کھائی کہ وہ لالہ جی کی موت کا بدلہ لے کر رہیں گے۔ ۱۷ دسمبر ۱۹۲۸ء کو راج گرو اور جے گوپال نے لالہ جی کی موت کے ذمہ دار سکاٹ [illegible] کے بجائے سانڈرس کو مار دیا۔ وہ ایک اور آفیسر [illegible] نکلا۔ اس قتل کا مقدمہ کئی مہینہ چلا۔ اور آخرکار بھگت سنگھ، سکھدیو اور راج گرو کو پھانسی دے دی گئی۔

آزادی بمعنی زندگی اور غلامی بمعنی موت "

یہی وہ الفاظ جو سردار بھگت سنگھ نے تختہ دار پر کہے تھے۔ شہید بھگت سنگھ پنجاب میں لائلپور کے قریب ۱۹۰۵ء میں پیدا ہوئے۔ [illegible] تعلیم کے لئے جب "لالہ لاجپت رائے" [illegible] اس وقت انگریزی راج کے خلاف ہندوستانیوں میں کافی بے چینی پھیل چکی تھی۔ بھگت سنگھ نے صرف ۱۳ سال کی عمر [illegible] تعلیم [illegible]

کی جدوجہد کا ذکر نہ کیا جا سکتا۔ یہی وہ زمانہ ہے جب [illegible] سرفروشانِ وطن نے اپنے خون سے [illegible] اور آزادی حاصل کی۔

جدوجہد میں شامل ہوگئے۔ ۱۹۲۸ء میں ہندوستان سوشلسٹ ریپبلکن ایسوسی ایشن نامی ایک خفیہ تنظیم نے انگریزوں کا ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ اس تنظیم کے روح رواں چندر شیکھر آزاد تھے۔ سردار بھگت سنگھ بھی اس تنظیم میں شامل ہوگئے۔ ۴ر دسمبر ۱۹۲۸ء کو لاہور میں موزنگ نامی مقام پر چندر شیکھر آزاد، راج گرو، سکھدیو، اور سردار بھگت سنگھ نے ایک بینک لوٹنے کا پلان بنایا۔ پلان یہ تھا کہ تین بجے بھگت سنگھ اور پرتاپ سنگھ چار آدمیوں کے بھیس میں بینک میں آئیں گے۔ اسی وقت کالی چرن کا اشارہ پاتے ہی سکھدیو بندوق اور پستول کی نوک پر لوگوں کو قابو میں کرلیں گے اور جے گوپالن روپیہ بھر کر باہر آئیں گے جہاں سے موٹر کے ذریعہ فرار ہونے کا سارا انتظام ہوگا۔

اسی زمانہ میں سائمن کمیشن کے خلاف ہندوستانی سخت احتجاج اور مظاہرہ کر رہے تھے۔ ایک انگریز پولس آفیسر اسکاٹ، لالہ لاجپت رائے کی موت کا بھی ذمہ دار تھا، ہندوستانی مظاہرین پر متواتر ظلم و ستم کرتا جا رہا تھا۔ اسکاٹ کی خونی سرگرمیوں کی خبر جب ان انقلابیوں کے کانوں میں پڑی تو انھوں نے فوراً مصمم ارادہ کرلیا کہ وہ ہندوستانیوں پر ظلم و ستم کا بدلہ اسکاٹ کے خون سے لے کر رہیں گے۔ چنانچہ ۱۵ر دسمبر ۱۹۲۸ء کو چندر شیکھر آزاد، راج گرو، بھگت سنگھ، اور راج گوپالن بندوقوں سے لیس اسکاٹ کی تاک میں رہے۔ لیکن اس روز اسکاٹ دفتر ہی نہیں آیا۔ تیسرے دن اسکاٹ کا ایک معاون پولس آفیسر سانڈرس موٹر سائیکل پر آتا دکھائی دیا۔ انقلابیوں نے اسے ہی اسکاٹ سمجھا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس کے بعد بھگت سنگھ کا نام کئی ایک کارناموں میں لیا جانے لگا۔ بھگت سنگھ نے انگریزوں کے خلاف توڑ پھوڑ کا ایک سلسلہ قائم کر رکھا تھا۔ ۸ر مئی ۱۹۲۹ء کو بھگت سنگھ اور ان کے ایک ساتھی جے گیشور کو چھاپہ مار کر گرفتار کیا گیا اور ان پر قتل و غارت گری کا الزام لگا کر مقدمے چلائے گئے۔ ۲۳ر مارچ ۱۹۳۱ء کو بھگت سنگھ اور ان کے ساتھیوں کو پھانسی دے دی گئی۔

پنڈت نہرو، مہاتما گاندھی، تلک، گوکھلے، مولانا ابوالکلام آزاد، اور دادا بھائی نوروجی جیسی عظیم شخصیتوں نے جدوجہد آزادی کے لئے جہاں سیاسی بصیرت افروزی کا مظاہرہ کیا، وہیں اس ملک کی آزادی کے لئے جان پر کھیل جانے والے سورماؤں میں واسودیو، پرتاپ سنگھ، یوسف مہر علی، بلدیو، نواب رشید خاں، اور سعادت خاں نے عملی جدوجہد کی ایک بے نظیر مثال قائم کی ہے۔

۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء کے دن کی یاد تو ابھی بھی تازہ ہے۔ یہ وہ دن ہے جب ہندوستانیوں کی جدوجہد آزادی رنگ لائی۔ "ہندو مسلم ایک ہو" "ہندو مسلم بھائی بھائی" "جے ہند" "ماؤنٹ بیٹن کی جے" "ماؤنٹ بیٹن اور نہرو ایک ہو" جیسے فلک شگاف نعروں کی گونج میں انگریزوں نے ہندوستانیوں کی حب الوطنی کے سامنے شکست کا اعتراف کرتے ہوئے ہندوستان پر اپنی دو سو سالہ حکومت کے خاتمہ کا اعلان کردیا، لیکن کیا کوئی اس اداسی کو بھلا سکتا ہے جو ۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء کے دن آزاد ہندوستان کا اقتدار سنبھالنے والوں یعنی پنڈت نہرو، ڈاکٹر راجندر پرشاد، سردار ولبھ بھائی پٹیل، راج گوپال اچاری، راجکماری امرت کور، اور مولانا ابوالکلام آزاد کے چہروں سے عیاں تھی۔ وہ غمزدہ تھے اسلئے کہ انھوں نے آزادی کی جنگ تو جیتی لیکن ملک کو آزاد دیکھنے والوں میں وہ بے شمار مجاہدین نہیں تھے جن کی قربانیوں نے ہندوستان کی آزادی کی تاریخ مکمل کردی تھی۔ ★★

قارئین کیلئے ضروری اعلان

آپ قومی راج میں شائع شدہ کسی بھی مضمون یا کالم پر اپنے خیالات کا اظہار کرسکتے ہیں اور یہ بھی لکھ سکتے ہیں کہ آپ کس قسم کی تخلیقات پسند کرتے ہیں اور کس قسم کی تخلیقات کو ناپسند کرتے ہیں۔

حکومت کی کسی اسکیم پر بھی آپ بحث کرسکتے ہیں اور اگر اس سلسلہ میں اپنی تعمیری رائے کا اظہار بھی کرسکتے ہیں۔ بس یہ خیال رکھئے کہ آپ کا خط ۳۰۰ الفاظ سے زائد پر مشتمل نہ ہو۔ اپنے خطوط آپ اس پتہ پر روانہ فرمائیے:

مدیر قومی راج، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، مقابل منترالیہ، ممبئی ۴۰۰۰۳۲

نغمۂ انقلاب

• پروفیسر م۔خ شاذلی
شری شیواجی کالج، قندھار

وندے ماترم

بنگال ہندوستان کا وہ علاقہ ہے جہاں کے باشندے ازمنۂ قدیم سے نہایت سخت جان اور جفاکش رہے ہیں۔ ان کی ان صفات کے پیدا کرنے میں وہاں کے قدرتی حالات کا بھی دخل ہے۔ موسلادھار بارش، زبردست طوفانی دریاؤ کے سیلاب، اور سمندری تلاطم سے ان باشندوں کا آئے دن کا سابقہ ہے چنانچہ انقلابی تحریکوں کے لئے بھی یہ علاقہ ہمیشہ پیش پیش رہا ہے دورِ مُغلیہ سے بیشتر بھی بنگال ہمیشہ جنگ و جدل کی آماجگاہ رہا ہے مُغلوں کے دورِ راج بھی بنگال ہمیشہ کشت و خون سے لالہ زار بنا رہا ہے۔ بنگال کی سرزمین نے نہ صرف سیاسی انقلابی کرداروں کو جنم دیا بلکہ ادب اور فنونِ لطیفہ کے لئے بھی بنگال ایک انقلاب انگیز خِطّہ ثابت ہوا ہے۔ سنگیت، ڈرامہ، شاعری، تاریخ اور سماجی اصلاحات کے تعلق سے بھی بنگال ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔

چنانچہ "وندے ماترم" کے اس انقلابی نغمہ کا سہرا بھی بنگال ہی کے سر ہے۔ جس نے انیسویں صدی کے اواخر میں ہی تمام ہندوستان بلکہ بیرونِ ہند میں بھی ایک انقلابی طوفان برپا کر دیا تھا۔ ناول 'آنند مٹھ' کا یہ گیت اس قدر مشہور ہوا کہ بیشتر لوگ ناول اور ناول کے مصنّف سے بھی پوری طرح واقف نہیں ہیں جیسے کانن ڈائل کا کردار شرلاک ہومز مشہور ہو گیا تھا۔

انیسویں صدی میں بنکم چندر چٹرجی' بنگلہ زبان کا ایک زبردست شاعر اور ناول نگار گذرا ہے۔ بنکم چندر ۲۷ رجون ۱۸۳۸ء کو نیہاٹی کے مقام پر ایک روایتی برہمن خاندان میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے چونکہ ایک کٹر ہندو مذہبی ماحول میں آنکھ کھولی تھی۔ اس لئے آخر دم تک وہی اثرات باقی رہے ان کی تمام تر تصانیف ہندو مذہبی مرکزی خیال کے گرد گھومتی ہیں لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اس قدر روایتی ماحول کے باوجود وہ جدید مغربی افکار سے بے بہرہ نہ تھے۔ اور بنگلہ زبان میں نثر اور خاص طور پر جدید ناول کے لئے بنکم چندر ہی نے زمین تیار کی ہے۔

بنکم چندر کی تعلیم ہُگلی کالج، ریسیڈنسی کالج اور کلکتہ یونیورسٹی میں ہوئی۔ اس جدید مغربی ماحول میں تعلیم حاصل کرنے کے باوجود بنکم چندر میں حبّ الوطنی اور مذہبی وفاداری کا جذبہ کم نہ ہوا، بلکہ تیز تر ہوتا گیا۔ انڈین سول سروس کے تحت وہ ۱۸۵۸ء میں ڈپٹی مجسٹریٹ کے عہدہ پر فائز ہوئے اور ۱۸۹۱ء میں اسی عہدے سے پنشن حاصل کی۔ پنشن کے بعد وہ صرف تین سال زندہ رہے۔ اور ۸ راپریل ۱۸۹۴ء میں فوت ہو گئے۔

زمانۂ شباب میں بنکم چندر چٹرجی نے چند نظمیں کہیں جو اخبار "سمبدھ پربھاکر" میں شائع ہوتی رہیں۔ ۱۸۵۸ء میں انھوں نے "للیتا اومانس" کے نام سے اپنی نظموں کا مجموعہ شائع کیا۔ چونکہ انگریزی زبان پہ کافی عبور حاصل تھا اس لئے ایک ناول "RAJMOHAN'S WIFE" 'راجموہن کی بیوی' کے عنوان سے لکھا جو اخبار 'انڈین فیلڈ' ۱۸۶۴ء میں قسط وار شائع ہوا۔ البتہ ان کا پہلا بنگلہ ناول "درگیش نندینی" کے نام سے شائع ہوا۔ جس میں ایک راجپوت ہیرو اور بنگلہ ہیروئن کے عشق کی داستان کے ساتھ ساتھ جوانمردی اور حادثات سے مقابلے کے خطرناک واقعات ملتے ہیں جو اس دور کی ادبی رومانی تحریک (ROMANTICISM) کی نایاب مثال ہے۔

رابندر ناتھ ٹیگور نے اسی ناول کے تعلق سے کہا تھا "اس نے بنگالی

یک طوفان بخش دیا"۔ یہیں سے بنگالی ناول کی ابتداء ہوتی ہے۔
، بنگلہ ادب کے لئے جس نے مضبوط زمین تیار کر دی۔ اس کے بعد "کپل
۱۸۶۰ء میں شائع ہوا۔ جو خوفناک تانترک روایات کے ماحول میں ایک
ستانِ عشق ہے۔ اسی کے ساتھ "مرالینی" ۱۸۶۹ء میں بنگال پر مسلمانو
حملہ کے پس منظر میں لکھا گیا۔

۱۸۷ء میں بنکم چندر چٹرجی نے اپنا معرکتہ الآراء اخبار "بنگا درشن" شائع
میں بعد کے ناول قسط وار شائع ہوتے رہے۔ ۱۸۷۳ء میں "بشا برکش"
دا جس میں بیوہ کی شادی کے مسئلہ سے بحث کی گئی ہے۔ یہ مسئلہ اس دور
اجی اصلاحات کے زمانہ میں سب سے زیادہ اہم مسئلہ مانا گیا تھا۔ اسی
اندرا" شائع ہوا۔ اور اس کے بعد سے ناولوں کا ایک طویل سلسلہ ہی شروع
"یوگا لنگوریا" (۱۸۷۴ء)، "رادھا رانی اور چندر شیکھر" (۱۸۷۵ء)، "رجنی"
۱ء)، کرشنا کنستراوئیل (۱۸۷۸ء) جس کو مصنف خود ہی ایک عظیم ناول
بتاتے، شائع ہوتے رہے۔ "راج سینہہ" (۱۸۸۱ء) ایک نہایت جذباتی
اقتدار کے ظالمانہ رویہ کے خلاف راجپوت جوانمردی کی رومانی داستان
اور ۱۸۸۲ء میں وہ شہرۂ آفاق ناول "آنند مٹھ" شائع ہوا، جو بظاہر حسب
ن ایسٹ انڈیا کمپنی کی مسلم فوجوں کے خلاف ایک بغاوت کی داستان ہے
حض اس گیت "وندے ماترم" کی وجہ سے یہ ناول مختصر ہونے کے باوجود
ن ہو گیا ہے۔ اس کے بعد "دیوی چودھرانی" ۱۸۸۴ء میں ڈاکہ زنی کے پس منظر
ایک گھریلو ماحول کی کہانی ہے۔ ۱۸۸۶ء میں آخری ناول "سیتا رام"
ع ہوا، جو شوہر اور بیوی کی محبت بھری داستان کے علاوہ مسلم طاقتوں کے
وستم کے خلاف ایک باغیانہ نعرہ بھی ہے۔

ناولوں کے اس دور کے بعد بنکم چندر چٹرجی "بنگا درشن" میں مختلف
یاسی، سائنسی اور تاریخی مضامین لکھتے رہے۔ جو خود اپنی جگہ ایک
ستقل ادبی اور تنقیدی حیثیت رکھتے ہیں۔ جہاں بنکم چندر کے افکار و خیالات
سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔ بعد کی تصانیف میں "کملاکنت" اور "دفتر" ۱۸۸۵ء
ں شائع ہوئے، جس میں ایک افیونچی کا مزاحیہ کردار پیش کیا گیا ہے۔ ان
ناولوں میں سابقہ المیہ انداز سے ہٹ کر کچھ طربیہ انداز بیان اختیار کیا گیا
ہے۔ ۱۸۸۷ء میں "کرشنا چرتر" اور ۱۸۸۸ء میں "دھرم تتو" کے علاوہ
مذہب اور سیاسیات پہ متعدد مضامین شائع ہوتے رہے۔ گویا بنگلہ
ادب میں بنکم چندر کا قلم ایک طوفان تھا جو بڑھتا ہی چلا گیا۔

بنکم چندر چٹرجی سے بیشتر بھی بنگلہ زبان میں ناول لکھے جاتے رہے۔
بنگلہ زبان کا پہلا ناول پیاری چند متر نے "الالیر گھرر دلال" کے نام سے ایک
سماجی ناول لکھا تھا۔ یہ ناول انیسویں صدی کے سماجی حالات کی عکاسی
کے علاوہ سماج پہ گہرا طنز بھی ہے۔ اسی طرح کالی پرسنہ سنہا کا "ہتوم
پیچا رنکشا" ۱۸۶۲ء میں شائع ہوا۔ بھودیب لکھو پادھیہ نے پہلی بار بنگلہ
زبان میں تاریخی ناول کا آغاز کیا۔ لیکن ۱۸۶۵ء میں بنکم چندر نے "درگیش
نندینی" لکھ کر بنگلہ ادب میں ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔ اس کے بعد رابندر ناتھ
ٹیگور میدانِ ادب میں چمکے۔ دراصل انہی دو مصنفین نے بنگلہ ادب کو جلا بخشی
ان کے بعد شرت چندر چٹوپادھیہ، وبھوتی بھوشن بندوپادھیہ وغیرہ مشہور ہوئے
لیکن بنکم چندر اور ٹیگور کو دوام حاصل ہو گیا۔

"آنند مٹھ" سب سے پہلے بنکم چندر چٹرجی کے اخبار "بنگا درشن" میں
قسط وار شائع ہوتا رہا، اور ۱۸۸۲ء میں مکمل ہوا۔ اور اسی سال یعنی ۱۸۸۲ء
میں وہ کتابی شکل میں بھی شائع ہو گیا۔ اس ناول میں مصنف نے اپنی زندگی ہی
میں کئی تبدیلیاں کیں۔ پہلے ایڈیشن میں ابتدائیہ کے بعد پہلے حصہ میں ۲۵ باب
دوسرے میں ۲۰ اور اس طرح کل ناول ۴۶ ابواب پہ مشتمل ۱۵۱ صفحات میں
مکمل ہوا۔ یہ ناول اسی دور میں اس قدر مشہور ہوا اور پسند کیا گیا کیونکہ انیسویں
صدی کے اواخر میں بنگال کے سیاسی اور سماجی حالات سے بے حد مطابقت
رکھتا تھا، اور قوم پرستانہ جذبات اس دور کا اہم تقاضہ تھا۔ چنانچہ مصنف
کی زندگی ہی میں اس کے پانچ ایڈیشن چھپ گئے۔ اس آخری ایڈیشن میں
مصنف نے ابتدائیہ کے علاوہ پہلے حصہ میں ۱۸، دوسرے میں ۱۲ اور
چوتھے میں ۸ ابواب کر کے کل ۴۷ ابواب کو ۲۱۱ صفحات میں مکمل کر دیا۔
بنکم چندر چٹرجی کی موت کے بعد اس ناول کا گیت "وندے ماترم" کو بنگالی
محبانِ وطن نے آزادی کی جد و جہد کے لئے بطور نعرہ استعمال کیا۔ تو اس
ناول کے کئی ایڈیشن چھپے اور ترجمے ہوئے۔ اسی گیت کی بنا پر برٹش سرکار
نے اس ناول پہ پابندی عائد کر دی۔ حالانکہ ناول پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا
ہے کہ دراصل اس میں برٹش سرکار کے خلاف کچھ بھی نہ تھا، جیسا کہ ناول کے
آخری باب سے ظاہر ہے۔

[انگریزوں سے جنگ کے نتیجہ میں سنتان فرقہ کو شکست ہوئی۔
اور سنتان فرقہ کے رہنما ستیہ آنند کو ایک مہاپرش اس طرح
ہدایت دیتا ہے۔]

"تمہارا کام ختم ہو چکا ہے۔ مسلمانوں کی حکومت
ختم ہو چکی ہے ...."

ستیہ آنند: اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کی حکومت ختم ہو چکی ہے۔
لیکن ہندو راج قائم نہ ہو سکا۔ اس وقت کلکتہ میں انگریزوں کا
بول بالا ہے۔"

مہاپرش: اب بھی ہندو راج قائم نہ ہو سکے گا ....

سنتبہ آنند کو شکست کا سخت صدمہ ہے۔ لیکن مہاپرش اس
کے خیالات باغیانہ روش سے ہٹا کر حصولِ علم کی ترغیب دیتا
ہے۔ کیونکہ ملک کی اصل فلاح و بہبود علم میں ہے نہ کہ جنگ میں۔
ش: "...... عوامی تعلیم کے کام میں ہم زیادہ آگے نہیں ہیں۔ دوسرے
ملکوں سے علم حاصل کرنا پڑیگا۔ علم ظاہر میں انگریز بہت آگے ہیں...
انگریزوں کی حکومت میں عوام کو سکھ ملے گا۔ تمام لوگ بلا کسی
دقت کے اپنا دھرم اپنا سکیں گے۔ لہٰذا اے عقلمند! انگریزوں
سے جنگ کرنے کا خیال ترک کرو......"
پل کر وہی مہاپرش کہتے ہیں :

"دشمن کسے کہتے ہیں؟ وہ دشمن کہاں ہیں؟ انگریز تو دوست
حاکم ہے۔ اس کے علاوہ دوسری بات یہ بھی ہے کہ ایسی
طاقت کسی میں بھی نہیں ہے جو جنگ میں انگریزوں کو
شکست دے۔"

ان مکالمات سے اندازہ ہوتا ہے کہ دراصل سنتانوں کی اصل جنگ
غیر ملکی اقتدار سے تھی۔ ناول میں اکثر مقامات پہ انگریزوں سے ہی
ہیں ہوئی ہیں۔ آخری حصہ میں مصنف نے محض جنگ و جدل کرنے
بجائے ہندوستانی عوام کو جدید علم و فن کے حصول کی طرف متوجہ
ہے، جو اس دور کی اہم ضرورت تھی۔ اس کے باوجود محض اس گیت
جہ سے جو ۱۸۸۵ء کے بعد سے تمام ہندوستان میں نعرۂ آزادی بن گیا،
انگریز سرکار نے ناول پہ پابندی عائد کر دی۔ اس کی بڑی وجہ یہ بھی
کہ انگریز سرکار ہندوستانیوں میں قومی بیداری، اقتدار کے خلاف
جہد کے جذبات اور قوم پرستانہ خیالات کو کسی طرح پسند نہ کرتی تھی،
ناول پہ پابندی عائد کرنا ایک قدرتی امر تھا۔ کچھ عرصہ بعد ناول پر سے
ری ہٹالی گئی تھی۔ لیکن ۱۹۳۰ء کے قانون خلاف ورزی کی مہم کے بعد
اب پھر ضبط کر لی گئی۔ البتہ دوسری بار پابندی اس وقت اٹھا لی گئی
کہ کانگریس وزارت کا قیام عمل میں آیا۔

ناول میں جس سنیاسی فرقہ کی جدوجہد کو پیش کیا گیا ہے، وہ بظاہر
آزادی کا مکمل نقشہ ہے لیکن مورخین کا کہنا ہے کہ یہ جدوجہد
دی ۱۸۵۷ء کے ہنگامے سے پیشتر ہو چکی تھی۔ سنیاسیوں کے
کو سنتان کے نام سے جو مذہبی رنگ دے کر پورے ناول میں عظمت
کیفیت پیدا کی گئی ہے وہ مصنف کا اضافہ ہے ورنہ اس دور سے
لے اس طرح کا کوئی مذہبی سنیاسی فرقہ کا وجود نہ تھا، البتہ جس طرح
کاٹ لینڈ میں کوہستانی جانباز (HIGHWAY MAN) شہریوں اور مسافروں

کو لوٹ کر غریب عوام کی امداد کیا کرتے تھے، اسی طرح کے ڈاکوؤں کے ایک
فرقہ کے وجود کا پتہ چلتا ہے۔ مزید برآں ان ڈاکوؤں کا سردار نہ ہی قوم پرستانہ
یا سیاسی تھا اور نہ مذہبی اور اصولی۔ اس میں شک نہیں کہ انھوں نے
متحدہ طور پر اقتدار کے خلاف ٹکر لی تھی۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ان کی جدوجہد
قدرے ظالمانہ اقتدار کے خلاف بغاوت بھی تھی۔ لیکن ان کے مقصد اور طریق
کار میں بنیادی فرق تھا۔ ناول "آنند مٹھ" میں بنکم چندر چیٹرجی نے ان سنتانوں
کے طریق کار کی جس عظمت کو بیان کیا ہے وہ ناول نگار کا اپنا تخیل ہے۔
تاریخ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ مراٹھی کے مشہور مصنف اور اس ناول
کے مترجم شری وار یرکر بھی اسی خیال کے حامی ہیں۔

اس ناول میں زمانہ کا فرق اگر نہ بھی ہو تو کہانی کی صداقت اور جائے عمل
میں کافی اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ سنتانوں کی بغاوت ضلع بھوم
کے اطراف کے علاقہ میں کہیں ہوئی تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ بغاوت پورنیہ
تیرہوت اور دیناپور کے علاقے میں ہوئی ہو۔

سنتانوں کے طریق کار اور کردار و تجزیہ سے ہمیں حب الوطنی اور آزادی
کے تصور کا احساس ہوتا ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ واقعہ تاریخی نہیں
خود بنکم چیٹرجی اس کہانی کو خیالی کہتے رہے ہیں۔ لیکن یہ سچ ہے کہ اس طرح
کی جدوجہد اور بغاوت بنگال میں ہوئی ہے۔ اس کا ثبوت وارن ہیٹنگز
کے خطوط سے بھی ملتا ہے۔ ایک خط میں کچھ اس طرح درج ہے :

"رنگ پور کے اطراف پرگنہ کے سپاہی ساتھ لے کر
کیپٹن ٹامس ایک مشہور عہدیدار نکلا تھا۔ اس پر
تین ہزار ڈاکوؤں نے حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا ہے
حملہ آور سنیاسی تھے۔"

اس کے مجموعۂ خطوط میں سے ایک اور خط میں اس طرح کا مضمون ملتا ہے :

"...... سنیاسیوں کی ایک ٹولی نے پرگنہ کے سپاہیوں
کی ٹکڑی پر حملہ کر کے دو افسروں کے سر قلم کر دیئے ہیں۔
اس میں ایک تمہارے جانے پہچانے کیپٹن ٹامس
بھی تھے......"

"ان میں کچھ بیوپاری بھی ہیں۔ لیکن زیادہ تر لوگ
یاتریوں کی طرح رہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے عام
لوگوں میں ان کی بہت عزت ہے۔"

اس ناول میں ایک دوسرا اہم مسئلہ بھی ہے۔ سنیاس دراصل شیوی
(SHIVAIST) لوگوں کا دھرم ہے۔ وشنو (VISHNUSIT) لوگوں کا نہیں۔
لیکن بنگال میں گوسادی یا برا گی کو عام طور پر سنیاسی یا فقیر کہتے ہیں، چنانچہ

...ندوں نے بھی اپنے خطوط اور رپورٹوں میں 'سنیاسی' کا لفظ ہی استعمال کیا ہے۔ بنکم چندر نے ناول میں ان کو سنیاسی اور انفرادی مکالموں میں ...سوامی" کہا ہے، جس سے عام غلط فہمی یہ ہے کہ وشنو سنیاسی ...ے کئے جا رہے ہیں۔ لیکن ناول میں سنتانوں کا کردار کسی صورت ...یاسی کا کردار نہیں ہے۔ وہ قدرے پڑھے لکھے، جانبازاور فن ...ے کے ماہر ہیں۔ یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ بنکم بابو نے تمام ناول ...اس طرح کے فرقہ یا عقیدہ کو کوئی اہمیت نہیں دی ہے، بلکہ سنتان ...جیسا کہ ناول میں واضح کیا گیا ہے) صرف محبانِ وطن ہیں۔

"مہندر نے دیکھا کہ ڈاکو گانے گاتے رونے لگتا ہے۔
(وہی بندے ماترم کا گیت) مہندر نے تعجب سے پوچھا
"تم سب کون ہو؟"
بھوآنند نے کہا "ہم سب سنتان ہیں"
مہندر: "سنتان سے کیا مطلب؟ کس کی سنتان ہو؟"
بھوآنند: "ماتا کی سنتان ہیں۔"

بنگلہ اور انگریزی میں 'آنند مٹھ' پر لکھے گئے تنقیدی مضامین ملتے ہیں۔ بعض ناقدین کا خیال ہے کہ سر والٹر اسکاٹ کے ناول "اولڈ مورالیٹی" (OLD MORALITY) سے اس ناول کی کافی مطابقت ہے۔ دونوں مصنفین کا نقطۂ نظر بالکل ایک ہے۔ دونوں ظالم اقتدار کی طاقت سے ٹکر لیتے ہیں۔ انیسویں صدی کی آخری دو تین دہائیوں میں انگریزی ادب کا اثر ہندوستان کی مختلف زبانوں کے ادب پر پڑ رہا تھا۔ چنانچہ بعض ناقدین کی رائے میں دراصل بنکم چندر وہ پہلے بنگالی ادیب ہیں جنھوں نے انگریزی طرز کے ناول کی ابتدا کی۔ 'آنند مٹھ' چونکہ بنگلہ زبان میں لکھا گیا ہے۔ اور انگریزی زبان اور تعلیم کے اثرات تیزی سے ہندوستان میں بڑھ رہے تھے، چنانچہ ۱۹۰۶ء میں نریش چندر گپتا نے اس ناول کو انگریزی میں (ABBEY OF BLISS) کے نام سے ترجمہ کر کے شائع کیا۔ اسی زمانہ میں یہ ناول اور خاص طور پر گیت "وندے ماترم" تمام ہندوستان میں تیزی سے پھیل چکا تھا۔ کانگریس کے جلسوں میں یہ گیت قومی ترانہ کی حیثیت میں گایا جانے لگا۔ اسی زمانہ میں مہاراشٹر میں بھی یہ نغمہ اور ناول مشہور ہو گئے۔ چنانچہ 'آنند مٹھ' کا پہلا مراٹھی ترجمہ شیورام گووند بھڑکے نے ۹۸-۱۸۹۷ء میں بڑودہ سے شائع کیا۔ اس کے علاوہ "بھارت گورو" نامی سلسلۂ تصانیف میں واسودیو گووند آپٹے نے ۱۹۲۳ء میں اس ناول کا مراٹھی ترجمہ شائع کیا۔ ایک اور مراٹھی مصنف نہری کلکرنی نے بھی اس کا مراٹھی ترجمہ کیا ہے۔ لیکن اب یہ کتب دستیاب نہیں ہیں۔ اور بیسویں صدی میں ترجمہ کے بعض اصولوں میں بھی فرق پڑ گیا ہے، لہٰذا جدید انداز میں سادہ مراٹھی زبان میں نہری وار یکر نے حال ہی میں 'آنند مٹھ' اور دیگر ناولوں کا ترجمہ کیا ہے جو زیادہ مقبول ہے۔ 'کتاب محل' الہ آباد کی جانب سے اس ناول کا ہندی ترجمہ ۱۹۶۰ء میں شائع ہوا ہے۔ لیکن اس پر دیباچہ یہاں تک کہ مترجم کا نام بھی موجود نہیں ہے۔ لیکن ترجمہ نہایت ادبی ہندی میں کیا گیا ہے۔ راقم الحروف نے اسی ہندی نسخہ سے 'آنند مٹھ' کا ترجمہ اردو میں کیا ہے، جو عنقریب زیورِ طباعت سے آراستہ ہو جائے گا۔

گیت 'وندے ماترم' پانچ بندوں پر مشتمل ہے۔ بنگلہ شاعری کے اعتبار سے علمِ عروض کی ایک نادر مثال ہے۔ یہ گیت انگریزی صنفِ شاعری (LYRIC) کے انداز میں لکھا گیا ہے۔ لیکن مضمون سنجیدہ ہے۔ تشبیہ اور استعارہ کی زبان میں مبالغہ آمیزی سے کام لیا گیا ہے۔ الفاظ کی نشست میں بے انتہا موسیقی اور ترنم کا کمال دکھایا گیا ہے۔ موضوع کے اعتبار سے نہایت جذباتی انداز میں حب الوطنی کا تصور پیش کیا گیا ہے۔ اندازِ بیان میں بدرجۂ اتم اشتعال انگیزی ہے۔ نغمہ پڑھنے یا سننے کے بعد جذبات مچلنے لگتے ہیں۔ گیت کا ایک ایک لفظ پُرزور انداز میں دعوتِ عمل دیتا ہے۔ لیکن اس رزمیہ اندازِ بیان کے باوجود زبان کی شیرینی کو شاعر نے ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ پڑھنے سے زیادہ اس گیت کو نغماتی کیفیت میں سُننا چاہیئے۔

۱۹۰۵ء میں وندے ماترم کے نام سے بنگال میں ایک سیاسی فرقہ بھی قائم ہوا تھا جس سے ٹیگور اچھی طرح واقف تھے۔ چونکہ بنگال کے مسلمان بھی بنگلہ زبان سے اچھی طرح واقف ہیں اس لیے ان کو اس نغمہ میں کوئی غیر اسلامی عنصر محسوس نہ ہوا۔ ۱۹۰۷ء میں تقسیم بنگال کے موقع پر ہندو مسلم جلوس میں اس نغمہ کو اجتماعی طور پر گایا گیا تھا۔ اسی عرصہ میں اروند گھوش نے جو ایک اخبار کے ایڈیٹر بھی تھے اس نغمہ کا انگریزی نظم اور نثر میں ترجمہ کیا۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ ۱۸۸۶ء میں ٹیگور نے اس نغمہ کی لے دی تھی۔ لیکن بنکم چندر کے ایک سوانح نگار اکشے چندر سرکار، بنکم چندر پر لکھتے وقت بیان کرتے ہیں:

"جس وقت 'آنند مٹھ' لکھا جا رہا تھا، شیتل ناتھ مکھوپادھیہ بھی ایک ڈپٹی کلکٹر تھے۔ دونوں پڑوس میں رہتے تھے۔ شام میں وہ اکثر بنکم بابو کے گھر آتے تھے۔ میں بھی اکثر ان کے گھر جایا کرتا تھا، شیتل بابو خوش گلو تھے۔ ہارمونیم لے کر انھوں نے

اس گیت کو ملہار راگ میں گایا تھا۔ سُروں کی مناسبت
اور تال میل پیدا کرنے کے لئے شیتل بابو کی ہدایت کے
مطابق بنکم بابو نے اس گیت میں کئی بار ردّو بدل
کئے ہیں۔"

موسیقی کے ماہرین کا خیال ہے کہ اس نغمہ کو ملہار راگ میں ہی گایا جانا
ب ہے۔ کیونکہ اسی راگ پہ منحصر اس گیت کو موزوں کیا گیا ہے۔ بعض
، نے دیگر راگوں میں گانے کی کوشش کی۔ لیکن وہ کامیاب نہیں ہوئے'
بت کا تاثر بھی باقی نہ رہا۔ آج بھی یہ گیت ملہار راگ میں گایا جاتا ہے۔
۱۸۹۶ء میں رابندر ناتھ ٹیگور نے خود اس نغمہ کو گایا ہے۔ پہلی بار یہ نغمہ
کے ساتھ پیش کیا گیا تھا۔ ٹیگور کی لے کو بے حد پسند کیا گیا۔ ۱۹۰۴ء
ولمبیا مپنی نے اس نغمہ کو ٹیگور کی آواز میں ریکارڈ کر لیا۔ یہ نغمہ ۱۹۰۶ء
ہاراشٹر میں اور ۱۹۰۸ء میں کرناٹک میں مشہور ہوا۔ ۱۹۰۷ء میں
جی کاما (مادام کاما) نے جرمنی میں وندے ماترم کا نعرہ لگایا تھا اور ان
ھنڈے پر دیوناگری میں 'وندے ماترم' لکھا ہوا تھا۔ ۱۹۰۹ء میں مدن
ڈھینگا کو جب پھانسی دی گئی تو اس نے آخری بار مرنے سے پہلے
ے ماترم' ہی کا نعرہ لگایا تھا۔ اسی سال جنیوا میں وندے ماترم کے
سے ایک اخبار بھی نکالا گیا تھا۔ ۱۹۲۲ء میں گوکھلے نے افریقہ میں
ں نعرہ کی گونج پیدا کی۔ ۱۹۳۸ء میں نہرو جی نے اس کو "نعرۂ آزادی"
دیا تھا۔ ۱۹۳۹ء میں گاندھی جی نے کہا تھا کہ یہ نغمہ ہندوستان کے
وں انسانوں کے دلوں میں ہے۔ یہ ہندو مسلم کا نعرہ ہے۔ گویا "وندے
م" محض ایک ناول کا گیت نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک مکمل تاریخ بھی ہے
اس میں سوامی دیانند اور حیدرآباد میں رام چندر راؤ نے اسی گیت
بنا پر حکومت کے کوڑے کھائے۔ اسی گیت کے انداز پہ کئی اور گیت
، لکھے گئے ہیں۔ لیکن خوش قسمتی سے ابھی اصل گیت دستیاب ہے۔
نہ وندے ماترم کے نام پر دوسرے گیت چل پڑتے تھے۔

ابتدائی دور میں جب یہ گیت کافی پسند کیا جا رہا تھا۔ تو مسلمانوں
اس پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ لیکن تقسیم بنگال، مسلم لیگ کے اولین
اور بعد میں ۱۹۱۶ء کے لکھنؤ پیکٹ وغیرہ کے بعد جو حالات پیدا ہوئے
، وقت مسلمانوں کو اس گیت سے کوئی دلچسپی نہ رہی۔ میری ذاتی رائے
ہے کہ یہ محض وقتی سیاسی حالات تھے ورنہ اس انداز کی شاعری اردو
مسلمان شعراء کے پاس ملتی ہے۔ جس پر ہلکی سی نظر ڈالنے کے بعد
، کفر و شرک کا فتوی لگایا جا سکتا ہے۔ جیسے اقبال کہتے ہیں ؎

اس سرزمیں کا مجھ کو ہر ذرّہ دیوتا ہے

قصائد بطور خاص مبالغہ آمیزی کا مخزن رہے ہیں۔ انیس و دبیر کے مراثی
میں مصائبِ حسینؑ جس مبالغہ سے بیان کئے گئے ہیں اس کا تصور نہیں کیا
جا سکتا۔ صوفیائے کرام کی شاعری نے تو تصوف کے پردے میں کیا کیا مبالغہ
آمیزی اور انتہا پسندی نہیں کی ہے! البتہ گیت کے ایک بند میں مسلمانوں
کے خلاف تذکرہ ملتا ہے۔ لیکن اس کی وجہ اس دور کے حالات تھے جس
ماحول کو بنکم چندر نے پیش کیا ہے وہاں ٹکر بنگال کے مسلمان اور انگریز اقتدار
سے تھی، چونکہ ایسٹ انڈیا کمپنی کا زور تھا۔ اس لئے راست مقابلہ ایسٹ
انڈیا کمپنی کی فوج سے تھا جو اتفاق سے مسلم حاکموں سے حاصل کی گئی تھی لہذا
گیت میں مسلمانوں کی مخالفت کا ذکر قدرتی ہے۔ چونکہ آزادی کے پیشتر ہی
اس مسئلہ پہ کافی بحث مباحثے ہو چکے ہیں اس لئے فی الوقت وہ بند گیت
میں شامل نہیں کرتے ہیں۔ اور آج کے دور میں اس کی چنداں ضرورت بھی
نہیں۔ لیکن باقی گیت حب الوطنی اور قوم پرستانہ جذبات سے پُر ہے۔
زورِ زبان و بیان کی بنیاد پر نہایت درجہ اثر انگیز اور متاثر کُن ہے۔

دستور میں قومی ترانہ طے کرتے وقت بھی اس گیت پہ کافی مباحث
ہوئے اور ٹیگور کی نظم "جنا گنا منا" قومی ترانہ کی حیثیت میں قبول کر لی
گئی۔ البتہ یہ گیت حب الوطنی کے بھرپور تصور کے علاوہ مبالغہ آمیزی اور
جذبات انگیزی سے قدرے پاک ہے۔

گیت "وندے ماترم"

[اصل بنگلہ زبان میں، لیکن اس کا کوئی عنوان نہیں دیا گیا ہے۔]

وندے ماترم
سُجلام، سپھلام۔ مَلَ یجا شیتلام
شسیہ شیام لام۔ ماترم ...... وندے ماترم
شُوبھر جیوتسنا پُلکیت یامینی م
پُھلَ کسوُمِیتا دُرُم دَل شوبھینی م
سَہاسینی م، سُومَدھر بھاشینی م
سُکھ دَام، وَردَام۔ ماترم ...... وندے ماترم
سپت کوٹی کنٹھ۔ کَل کَل۔ ننا دکرالے
دوی سپت کوٹی بھوجے دھرت کھر کروالے
اولا کیش ماں۔ اَبِت وَلے
دَھول دھارینی م، نمامی تارینی م
ایپودل دارینی م، ماترم ...... وندے ماترم
تمی ودّیا، تمی دَھرم ہا

ی ہردے ، [illegible]

تواں ہی پران شریرے
واھوتے تمی ماشکتی
ہردے تمی ما بھکتی
تو ماری پرتیما گڑھی ۔ مندرے ، مندرے ۔
...... وندے ماترم

تواں ہی درگا دش پرہرن دھارینی م
کملا کمل دل دہارینی م
وانی ودیا دائنی تمامی تواں
نمامی کملام ، املام ، اتولام
سجلام ، سپھلام ، ماترم ..... وندے ماترم
شیاملام ، سرلام ، سوسمیتام ۔ بھوشیتام
دھرنی م ، بھرنی م ۔ ماترم ...... وندے ماترم

(اُردو ترجمہ)

اے مادرِ وطن ! تجھے میرا سلام
جو ندیوں ، پھل پھول ، صندل کے درختوں والے
پہاڑوں سے آنیوالی خوشبودار ہواؤں سے معمور ہے
جس سے تیرا حسنِ ملیح نکھر آیا ہے
اے ماں ! تجھے میرا سلام
راتیں سفید چاندنی سے روشن ہیں
پھولوں سے لدے ہوئے خوبصورت درخت بہار دے رہے ہیں
جو شیریں خنداں ، شیریں زباں ، مسرت آفریں
اور ہماری آرزوؤں کی تکمیل ہے
اے ماں ! تجھے میرا سلام
تیس کروڑ لوگ بھری آواز سے تیری حمد کرتے ہیں
اُن کے ساٹھ کروڑ ہاتھوں میں شمشیریں تھمی ہیں
اب تجھے کمزور کہنے کی کس میں طاقت ہے ؟
تمام دشمنوں کو فنا کر کے تو ہماری حفاظت کرنے والی ہے
اے ماں ! تجھے میرا سلام

توہی ہمارا علم ، توہی ہمارا دھرم
توہی ہمارا دل ، ہمارا سب کچھ ہے
توہی ہمارے جسم میں ہماری جان ہے

تیری ہی وجہ سے ہمارے بازوؤں میں طاقت ہے
ہمارے دلوں میں روحانیت کی شمع روشن کرنے والی ہے
تمام مندروں کی مورتیاں تیرے ہی روپ ہیں
اے ماں ! تجھے میرا سلام

توہی وہ اسلحہ درگا ہے
تو کنول کے پھول پہ سوا لکشمی ہے
توہی علم دینے والی دیوی سرسوتی ہے
توہی روشنی دینے والی اور پاک ہے
دنیا میں تجھ سا دوسرا کوئی نہیں
ندیوں سے ، پھل پھول سے مزئن
اے ماں ! تجھے میرا سلام
تو نازک ، صاف اور سب کے قریب ہے
کرۂ ارض پہ سب سے زیادہ حسین اور عظیم
اے ماں ! تجھے میرا سلام

★

ضروری گذارش ۔

- دفتر سے خط وکتابت کرتے وقت 'حوالہ نمبر' ضرور تحریر فرمائیں جو آپ کے خط یا رسالہ کے ریپر کے اوپر درج ہوتا ہے ۔
- جواب طلب اُمور کے لئے جوابی خط / لفافہ یا ڈاک ٹکٹ روانہ فرمانے کی زحمت نہ فرمائیں ۔
- منی آرڈر کوپن پر (منی آرڈر فارم کے نچلے حصہ میں) ہمیشہ اپنا نام و پتہ صاف صاف اُردو ، مراٹھی ، ہندی یا انگریزی میں ضرور تحریر فرمائیں ۔

فرہنگ اللغات: ایک تہذیبی سفر کی روداد

* عبداللہ کمال

ہندوستان میں اردو زبان کی لغت کی تاریخ زیادہ پرانی نہیں ہے۔ پھر بھی قدامت کے اعتبار سے مولانا فضل الدین محمد بن قوام کی "بحر الفضائل فی منافع الافاضل" کو اولیت دی جا سکتی ہے۔ یہ کتاب آٹھویں صدی ہجری میں تصنیف کی گئی تھی۔ باوجود اس کے کہ اسے ہم زبان کی لغت نہیں کہہ سکتے اس کی تاریخی اہمیت سے انکار ممکن نہ ہوگا۔

امیر خسرو کی "خالق باری" کی تصنیف کا مقصد مبتدیوں اور طلبہ کو اردو و فارسی سے ملحقہ روشناس کرانا تھا۔ (بیا برادر: آ و رے بھائی / بہ نشیں مادر: بیٹھ ری مائی)

انشا کی "دریائے لطافت" کو اگرچہ لغات کی ذیل میں شامل نہیں کیا جا سکتا، تاہم اس میں زبان کی لغات کا بہت کچھ سرمایہ شامل ہے اور کوئی بھی اردو لغت اس سے بے نیض نہیں گذر سکتی۔

البتہ ملا عبدالواسع ہانسوی کی "غرائب اللغات" غالباً پہلی کتاب ہے، جسے اردو کی ابتدائی لغت کہہ سکتے ہیں۔ اس میں ایسے الفاظ بھی شامل ہیں جو روزمرہ کے محاوروں اور روزمرہ کا احاطہ کرتے ہیں جو عام طور سے اس دور میں بولے سمجھے جاتے تھے۔

اس کے بعد اردو لغت کی تاریخ میں ایک اہم نام سراج الدین علی خان آرزو کی "نوادر الالفاظ" کا آتا ہے۔ اسے بلاشبہ اردو کی دوسری لغت کہا جا سکتا ہے۔ یہ کتاب ملا ہانسوی کی "غرائب اللغات" کی تصحیح اور تتمہ بھی ہے۔ خان آرزو نے اس میں بعض اہم اضافے بھی کیے ہیں۔ اس کتاب میں پہلی بار لسانیاتی تحقیق، تصرفات اور فارسی ہندی کے اشتراک و توانق کی طرف اشارے بھی ملتے ہیں۔

اس کے بعد خان صاحب مولوی سید احمد دہلوی اردو کی ایک مکمل اور جامع لغت "فرہنگ آصفیہ" پیش کرتے ہیں۔ "فرہنگ آصفیہ" کے کچھ حصے ابتدا میں "ارمغان دہلی" کے نام سے بھی بالاقساط شائع ہوتے تھے۔ اس کی پہلی جلد "ہندوستانی اردو لغت" کے نام سے

۱۸۸۷ء میں شائع ہوئی تھی۔ پھر مکمل لغت چار جلدوں میں مرتب کی گئی۔

اسی طرح مولوی نورالحسن نیر کی "نوراللغات" ہے جو ۱۹۲۴ء سے ۱۹۳۱ء کے دوران انتہائی قلیل عرصہ میں شائع ہوئی۔ یہ بھی چار جلدوں پر مشتمل ہے۔

ان کے علاوہ بھی کئی صاحب علم زبان حضرات کی لغات ہیں جو اس بات کا ثبوت بہم پہنچاتی ہیں کہ ایک زندہ زبان کی لغت کا کام کبھی مکمل نہیں ہوتا — اور اردو بھی ایک زندہ زبان ہے۔ اور اس کی نامیاتی قوت ہر لمحہ متحرک اور بیدار ہے — اور یہ زبان کے وسیع سے وسیع تر ہوتے ہوئے افق کا پوری طرح پتہ دے رہی ہے۔

لغت کیا ہے؟

لغت صرف معروف اور غیر معروف الفاظ کے معنی بتانے کا نام نہیں۔ ایسے محض لفظوں کا EBODATA اور CARICATURE بھی نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں، لغت کو کسی حد تک لفظوں کا نسب نامہ کہہ سکتے ہیں۔ کون سا لفظ کس خاندان، کس نسل، کس شہر یا کس ملک سے تعلق رکھتا ہے۔ نجیب الطرفین ہے یا CROSS-BREEDING کا نتیجہ۔ دیسی ہے یا بدیسی۔ اگر بدیسی ہے تو اپنے دیس میں اس کا صحیح روپ، رنگ اور نام کیا تھا۔ جنس کیا تھی، پردیس میں آنے پر کس حد تک راس آئی ہے۔ غیر ملکی دیس میں کس قدر ترقی واقع ہوئی ہے۔ وزن و وقار کا تناسب کیا ہے۔ کس شعبے یا طبقے میں اٹھنا بیٹھنا ہوتا ہے۔ کہاں داخلہ ممنوع ہے وغیرہ۔ کم و بیش اتنی تفصیل سے اس نسب نامہ میں ضرور بحث کی جاتی ہے۔ ایک ایک لفظ کو اچھی طرح چھاننا پھٹکنا پڑتا ہے۔ اس کے لیے مالی وسائل اور دیگر سہولتوں کے علاوہ اس فن سے واقفیت رکھنے والوں کی ایک پوری ٹیم کی ضرورت ہوتی ہے۔ تب کہیں جا کر برسوں کی محنت شاقہ سے ایک لغت تیار ہوتی ہے اور لطف یہ ہے کہ اس کے باوجود یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ یہ ایک مکمل لغت ہے۔ ان تفاصیل کی روشنی میں جب ہم "مہذب اللغات" کا جائزہ لیتے ہیں تو یقین نہیں آتا کہ یہ فرد واحد کا کارنامہ ہو سکتا ہے۔

مہذب لکھنوی صاحب نے اس لغت پر اپنا عمدہ کام کیا ہے۔ ۱۹۷۸ء میں کیا تھا اور سرد و گرم حوادث کے بے شمار نشیب و فراز سے گزرنے کے بعد ۱۹۵۸ء میں اس کی پہلی جلد شائع کی گئی۔ اب تک ۹ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ نویں جلد ۱۹۷۵ء میں شائع ہوئی ہے۔ جس میں ق، ک، گ تک کے مرحلے طے ہو چکے ہیں۔ اس طرح ابھی گ، ل، م، ن، و، ہ اور ی کے الفاظ باقی ہیں۔ ایک بات جو کھٹکتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ ذکر کہیں نہیں ملتا کہ اب تک کتنی تعداد میں الفاظ جمع ہو گئے۔ اگر تمام جلدوں میں تعداد الفاظ بھی درج کی جاتی تو مناسب ہوتا۔

اردو کی پیدائش کے بعد ہندوستان میں اس کے کئی دبستانوں نے اپنے وجود کا اظہار کیا۔ ان میں سے دلی، لکھنؤ، حیدرآباد اور عظیم آباد کے نام اہم ہیں۔ آخر الذکر دبستان (عظیم آباد) زبان کے مزاج و معیار اور روزمرّوں اور محاوروں کے رواج و استعمال کے لحاظ سے لکھنؤ اسکول سے نسبتاً زیادہ قریب ہے۔ اس کا اعتراف "نوراللغات" میں بھی جا بجا ملتا ہے۔ صحت زبان کی سند میں حوالے کے طور پر پیش کیے جانے والے اشعار میں صاحب نوراللغات نے کم و بیش ۲۵ فیصد اشعار صرف شاد عظیم آبادی کے نقل کیے ہیں۔ اس کے باوجود اردو کی قلمرو پر بالعموم دلی اور لکھنؤ ہی کی حکمرانی تسلیم کی گئی ہے۔ انہی دونوں ٹکسالی شہروں کے فصحا نے جو سکے چلائے وہ پورے ہندوستان میں رائج الوقت قرار پائے۔ دلی اور لکھنؤ کی زبان متفقہ طور پر سند مان لی گئی۔ انہی دونوں دبستانوں کے ادبا اور شعرا نے جن الفاظ اور محاورات کو مستند کہا وہ مستند سمجھے گئے اور جنھیں متروک و مردود قرار دیا وہ ٹکسال باہر ہو گئے۔ لیکن —

اردو اب کوئی محدود و محصور زبان نہیں ہے۔ یہ ایک زندہ نامیاتی قوت سے لبریز اور طاقت ور ترین زبان بن چکی ہے۔ اس کی حیثیت اب صرف مقامی یا علاقائی نہیں رہی بڑی حد تک بین المملکتی اور بین الاقوامی ہو گئی ہے۔ اس نے تمام دبستانوں کے حصار توڑ ڈالے ہیں۔ آج ایک کوکن اور تمل ناڈ کے کسی صاحب علم کی زبان کا معیار بھی وہی ہوگا جو یوپی، دلی اور بہار کے کسی پڑھے لکھے شخص کا ہو سکتا ہے کہ اب زبان کا صرف ایک پیمانہ اور ایک ہی معیار ناگزیر ہے۔

"مہذب اللغات" کی تدوین و تالیف میں اس کے مؤلف کے پیش نظر صرف لکھنؤ کے فصحا اور ان کی زبان رہی ہے۔ یہاں تک کہ انھوں نے دلی اور لکھنؤ کے فرق کو بھی ملحوظ رکھا ہے۔ اس کا اعتراف موصوف نے جلد اول کے مقدمہ میں اس طرح کیا ہے۔

"(ایک ایسی لغت) جس میں لکھنؤ کی خاص زبان
محفوظ ہو جائے اور دلی اور لکھنؤ کے تصرفات کا
فرق بھی واضح ہو جائے۔"

چنانچہ مؤلف موصوف نے صرف اور صرف لکھنؤ کی زبان ،
ؔزمرّے اور محاورے یکجا کرنے میں پوری توجہ صرف کی ہے . یہ
دششں اگر اس لحاظ سے مشکور بھی ہے کہ ایک ہی وقت میں صرف
ایک کتاب سے لکھنؤ کی زبان کا صحیح مزاج و معیار اور ایک واضح نقشہ
سامنے آجاتا ہے تو دوسری طرف زبان کی آفاقی وسعتیں اور قدریں بھی محدود
مجروح ہوتی ہیں اور اس کی قوت نامیہ خشک ہو کر ترٹخنے لگتی ہے .

مہذب لکھنوی بنیادی طور پر قدیم رنگِ سخن کے ایک اہم شاعر
بھی ہیں . اس لیے ان کی شاعری میں فصیح اور غیر فصیح الفاظ کا رکھ
رکھاؤ تو واضح دکھائی دیتا ہی ہے . یہی التزام ان کی تالیف کردہ لغت
میں بھی نظر آتا ہے جس کا اظہار موصوف نے " قولِ فیصل ،، کی
دوٹوک اور بے نیام تلوار سے کیا ہے . یہ تلوار بعض جگہ خود مولف کو
بھی مجروح کرتی نظر آتی ہے . لیکن اس شمشیر زنی نے ایک اور رول بھی
ادا کیا ہے . یعنی اس لحاظ سے ہم اگر " مہذب اللغات ،، کی کوئی حیثیت
متعین کرتے ہیں تو اس کے تہذیبی سفر اور اس کی تاریخی اہمیت کو نظر
انداز کرنا ہمارے لئے ممکن نہ ہوگا . اس کا احساس خود مولف کو بھی ہے .
چنانچہ اس کا اظہار جلد ششم کے مقدمے میں ایک جگہ تحریر کرتے ہیں:

" ہمارے لغت کو صرف ایک غیر متعصب تاریخ نویس
کا نمونۂ مشقت سمجھیئے جو تاریخ زبان کا موجودہ "پس و پیش"
آئندہ کے لیے محفوظ کر رہا ہے ."

یہ اور بات ہے کہ ہمیں اس لغت کا مولف صرف " لکھنؤ کی
خاص زبان محفوظ کر دینے کے بعد " غیر متعصب ،، نظر نہیں آتا . اور
نہ ہی ہمیں اس لغت میں زبان کا کوئی قابلِ ذکر " پس و پیش ،، نظر
آتا ہے . جلد ششم اور نہم ہی کو لے لیجیئے جن کی اشاعتوں کا وقفہ
۱۹۶۹ء تا ۱۹۷۵ء ہے . جبکہ اردو زبان میں پس و پیش یا شکست و
ریخت اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی خوشگوار تبدیلیوں کا
سلسلہ کم و بیش ۱۹۳۵ء کے بعد سے شروع ہو چکا تھا اور ۱۹۵۰ء
کے بعد کا زمانہ ان تبدیلیوں کو پوری طرح محسوس کرنے اور قبول کرنے
کا زمانہ تھا . خود لکھنؤ کے ادبا اور شعرا نے زبان میں تبدیلیوں کے ان
اثرات کو بڑی حد تک قبول کر لیا تھا . " مہذب اللغات دور تک
ان اثرات سے محفوظ ہے اور " تاریخ زبان کی موجودہ پس و پیش ،، کے
دعوے سے زبان کے بتدریج ارتقائی سفر کا جو تصور قائم ہوتا ہے
اس کا سراغ اس لغت میں کہیں نہیں ملتا اور ایک لحاظ سے یہ اس
کے حق میں بہتر ہی ہے کہ اس سے اس کی تاریخی تہذیبی اور دستاویزی
حیثیت مستحکم ہوتی ہے اور مولف کی محنت اور جانفشانی کی قدر
بڑھتی ہے . مجھے یقین ہے ، علمی حلقوں میں اس لغت کا گرمجوشی
سے استقبال کیا جائے گا کہ کسی فردِ واحد کے کارنامے کی یہ پذیرائی
یقیناً اسی دادِ قبول کی مستحق ہے .

یُوتھ فورم

' یُوتھ فورم ' کا مستقل فیچر ، کیریر کی رہنمائی کرنے والے اداروں کی سرگرمیوں پر مشتمل ہوتا ہے . اس فیچر میں
قوم کے سماجی ، معاشی ترقی پر نوجوانوں کے رول پر روشنی ڈالی جاتی ہے . قومی پروگرام میں جیسے جہیز مخالف
تحریک ، صفائی مہم ، چھوت چھات کے خاتمے اور تعلیم کے فروغ پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جاتا ہے .

اپنے مضامین اس پتہ پر مرحمت فرمائیں :

ایڈیٹر ' قومی راج ' ، نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ ، ۱۵ واں منزلہ ، مقابل منترالیہ ، ممبئی ۴۰۰۰۳۲

نغمۂ عزمِ نو (گیت)

بیکل اتساہی
بلرام پور۔ گونڈہ (یو۔پی)

[عالیجناب عبدالرحمٰن انتولے صاحب وزیر اعلیٰ مہاراشٹر کی نذر]

کوئی ٹوکے نہ ہم کو ... نہ روکے ڈگر — ہم بڑھے ہیں نئی منزلوں کے لئے

ہر قدم یوں تو رعنائیاں ہیں بہت
راستے میں ابھی کچھ لٹیرے بھی ہیں
مسکراتی ہوئی مشعلوں کے تلے!
کسمساتے ہوئے کچھ اندھیرے بھی ہیں
ہے مگر عزمِ نو اپنا بھی ہمسفر — ہم بڑھے ہیں نئی منزلوں کے لئے

ہیں سسکتی ہوئی شمعیں احساس کی
خونِ دل سے انھیں جگمگانا بھی ہے
ذہن کی ادھ کھلی کھڑکیوں پر ابھی!
چرخ کے چاند تاروں کو لانا بھی ہے
رات سے چھین کر لالہ زارِ سحر — ہم بڑھے ہیں نئی منزلوں کیلئے

اب تو کوئی قدم کیوں اکیلا اٹھے
گر اٹھے تو اٹھے کارواں کے لئے
گر رکے تو بنے عظمتِ ایشیا!
گر بڑھے تو سکونِ جہاں کے لئے
مشکلوں کو بناتے ہوئے رہ گذر — ہم بڑھے ہیں نئی منزلوں کے لئے

سازشوں کا ہر اک آسرا توڑ کر
آندھیاں آئیں تو ان کا رخ موڑ دیں
حادثوں کو تھکن کے حوالے کریں!
دوریوں کو سرِ راہ بھی چھوڑ دیں!
وقت کے سارے فتنوں سے ہو کر نڈر — ہم بڑھے ہیں نئی منزلوں کے لئے

ساتھ ایمان و محنت کا پرچم لئے
گنگناتی ہوئی زندگی بھی چلے
اپنے ہاتھوں میں توقیرِ عالم لئے
سر اٹھائے ہوئے آدمی بھی چلے
روند کر زعمِ صحرائے برق و شرر — ہم بڑھے ہیں نئی منزلوں کے لئے
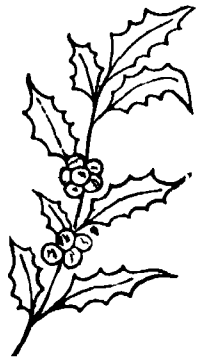
• عزیز الغنی ساحر
نزد آلوک پریس، بھوپال ۱۱

توڑ دینا ہے مصیبت کا ہر اک جال ہمیں
اپنی منزل پہ پہنچنا ہے بہر حال ہمیں

ذہن سے خوف کے سایوں کو ہٹاؤ تو سہی — جذبۂ عزم کی مشعل کو جلاؤ تو سہی
دل کو مضبوط ارادوں سے سجاؤ تو سہی — راستہ ساتھ ہی آئیگا تم آؤ تو سہی
توڑ دینا ہے مصیبت کا ہر اک جال ہمیں
اپنی منزل پہ پہنچنا ہے بہر حال ہمیں

اپنے ہاتھوں میں لئے تیشۂ جذبات چلو — چاک کرتے ہوئے تم پردۂ ظلمات چلو
یہ نہ سوچو کہ کہاں دن ہے کہاں رات چلو — لے کے تکمیل کی تعمیر کی ہر بات چلو
توڑ دینا ہے مصیبت کا ہر اک جال ہمیں
اپنی منزل پہ پہنچنا ہے بہر حال ہمیں

خود کو تفریق مذاہب سے بچائے رکھو — شمع اخلاص و وفا دل میں جلائے رکھو
اتحاد امن کے پرچم کو اٹھائے رکھو — اپنی آواز سے آواز ملائے رکھو !
توڑ دینا ہے مصیبت کا ہر اک جال ہمیں
اپنی منزل پہ پہنچنا ہے بہر حال ہمیں

آج تک جو نہ ہوا کرنا ہے وہ کام ہمیں — سب کو دینا ہے نئی صبح کا پیغام ہمیں
اب نہ روکے گی کوئی گردشِ ایام ہمیں — اب تو کرنی ہے یونہی صبح ہمیں شام ہمیں
توڑ دینا ہے مصیبت کا ہر اک جال ہمیں
اپنی منزل پہ پہنچنا ہے بہر حال ہمیں

کوئی حاسد نہ رہے اور نہ مغرور کوئی — پھر سرِ بزم نہ ہو ظلم کا دستور کوئی !
جا سکے پھر نہ وطن چھوڑ کے مجبور کوئی — ہم کو لانا ہے اسی طرح کا جمہور کوئی
توڑ دینا ہے مصیبت کا ہر اک جال ہمیں
اپنی منزل پہ پہنچنا ہے بہر حال ہمیں

زرعتی گیت

• رام مل چاولہ
۶/۳۴، استان باغ روڈ، دہلی نئی دہلی

اناج اگائیں آؤ اناج اگائیں

گیہوں اور چاول کی پیداوار بڑھائیں ... اناج اگائیں

اپنے دیش کا پانی امرت اور مٹی سونا ہے
خوش ہو کر کاٹیں گے جو محنت کر کے بونا ہے

آؤ اپنے بھارت کو خوشحال بنائیں . اناج اگائیں

کھیتی سے اچھا تو کوئی کام نہیں ہے دوجا
کھیت ہیں اپنے مندر مسجد اور کھیتی ہے پوجا

کرم دھرم ہیں دونوں اس میں کھیتی کو اپنائیں ... اناج اگائیں

لہرائیں چاول کے پودے جھومے گیہوں کی بالی
اپنا سورگ اور اپنی جنت کھیتوں کی ہریالی

کھیتی کر کے اپنے سارے کام بنائیں ... اناج اگائیں

ایک نیا رنگ ہم کو بھارت میں بھرنا ہے
بیس نکاتی منصوبہ پورا کرنا ہے !
اندراجی کے ہاتھوں کو مضبوط بنائیں
اناج اگائیں آؤ اناج اگائیں

"ہمارا دیس"

• عتیق احمد عتیق
نیاپورہ، مالیگاؤں (ضلع ناشک)

دل ہی کیا، جان ہے ہمارا دیس!
جان و ایمان ہے، ہمارا دیس
جس کو کہتے ہیں لوگ ہندوستان
کتنا ذی شان ہے ہمارا دیس
یہاں بستے ہیں بھانت بھانت کے لوگ
کیسا گنجان ہے ہمارا دیس!
شاد و آباد ہیں سبھی قومیں!
ایسا استھان ہے ہمارا دیس
پھیر سکتا ہے کون ان کا دل!!!
جن کا ایمان ہے ہمارا دیس
جاں نثارانِ ملک و ملّت پر
خود بھی قربان ہے ہمارا دیس
اپنی خوشحالی و ترقی کا
خود نگہبان ہے ہمارا دیس
سب پہ بیٹھی ہوئی ہے جس کی دھاک
ایسا بلوان ہے ہمارا دیس
از طفیلِ ابوالکلام آزاد!!
برتر از شان ہے ہمارا دیس
اور باپو نے جو دیا بلیدان
اُس کا فیضان ہے ہمارا دیس!
چاچا نہرو تھے اس کے نام نشاں
ان کی پہچان ہے ہمارا دیس
اب تو جمہوریت کے دم سے عتیق
بھاگیہ وان ہے ہمارا دیس

☆

یومِ آزادی

• شبانہ سحر
۲/۱۰۰، ہریالی ویلیج
وکھرولی، بمبئی ۸۳

مدت کے بعد اُبھرا جو اے نیّرِ وطن!
ہم رنگِ کہکشاں ہے تری ایک ایک کرن

افسردہ مثلِ گل تھے ترے انتظار میں!
آمد سے تیری بڑھ گئی ہر چہرے کی پھبن

بھارت کے گوشے گوشے میں شورِ نوید ہے
گنگ و جمن بھی تیری خوشی میں ہیں موجزن

تو نے اُگائے ذہن میں سورج نئے نئے
بھارت کا ذرّہ ذرّہ ہے تجھ سے ہی ضوفگن

تو نے بلندیوں سے کیا ہم کو روشناس
کر کے سپرد گردشِ ایام کا کفن!

ادراکِ زندگی کا سلیقہ سکھا دیا
پیراہنِ شعور پہ پڑنے نہ دی شکن

تو نے سکھایا ہم کو مساوات کا سبق
تیرے طفیل ایک ہیں اب شیخ و برہمن

رہرو تمام راہ ترقی کے صبح و شام
تجھ کو سلام کرتے ہیں آزادیٔ وطن!

آزادیٔ وطن جو ہمیں راس آگئی!
خوش اپنی زندگی سے شبانہ ہیں مرد و زن

۲۵ راگست ۱۹۸۰ء

وزیراعلیٰ مہاراشٹر شری اے آر انتولے گجراتی اخبار "جنم بھومی" کے ایڈیٹر شری جینتی شکلا کو شال پہنا رہے ہیں۔ یہ تقریب ایڈیٹر موصوف کے اعزاز میں ۹ راگست ۸۰ء کو بمبئی میں منعقد ہوئی تھی
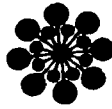
وزیراعلیٰ مہاراشٹر، شری اے آر انتولے ۱۶ راگست ۱۹۸۰ء کو باندرہ، بمبئی میں منعقدہ "عید ملن" تقریب میں خطاب کر رہے ہیں۔ زیر نظر تصویر میں (دائیں سے) شری مصطفےٰ فقیہہ، شری احمد زکریا، گورنر مہاراشٹر، شری صادق علی، شریف آف بمبئی شری دلیپ کمار بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

شریمتی پرمیلا بین یاگنک وزیر برائے سماجی بہبود نے ناناوتی اسپتال بمبئی میں ۱۰ راگست ۸۰ء کو ایک ذیابیطس دواخانہ کا افتتاح کیا یہ اسی موقعہ کی تصویر ہے۔

وزیراعلیٰ شری اے آر انتولے نے حال ہی میں میرج میں میراں صاحب کی درگاہ پر حاضری دی۔ زیر نظر تصویر میں آپ فاتحہ پڑھ رہے ہیں

وزیراعلیٰ مہاراشٹر شری اے آر انتولے نے ۸ اگست ۸۰ء کو بمبئی میں منعقدہ ایک تقریب میں شری وسنت دیشمکھ کی مراٹھی کتاب "انسپکٹر" کا اجرا کیا۔ آپ کے دائیں جانب کتاب کے مصنف شری دیشمکھ اور بائیں جانب میئر ممبئی شری بابو راؤ شیٹھے تشریف فرما ہیں

*

ڈاکٹر (شریمتی) نجمہ ہیبت اللہ ایم۔پی اور شری احمد زکریا ایم۔ایل۔اے کو علی الترتیب راجیہ سبھا اور ریاستی اسمبلی کے لئے منتخب ہونے پر ۱۲ جولائی ۸۰ء کو اوبرائے ٹاورس بمبئی میں انڈو عرب سوسائٹی کی جانب سے استقبالیہ دیا گیا۔ وزیراعلیٰ مہاراشٹر شری اے۔آر۔انتولے نے اس تقریب کی صدارت فرمائی۔ زیر نظر تصویر میں وزیراعلیٰ کی بائیں جانب شری ایچ ایچ اسمٰعیل نائب صدر سوسائٹی، شری احمد زکریا، شریمتی نرگس انتولے، ڈاکٹر رفیق زکریا صدر سوسائٹی اور آپ کے دائیں جانب ڈاکٹر نجمہ ہیبت اللہ اور وزیر مملکت برائے محصول اظہر حسین خاں تشریف فرما ہیں۔

شری وسنت ساٹھے مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات یکم اگست
کو اوبرائے ٹاورس' بمبئی میں مہاراشٹر الیکٹرونکس کارپوریشن (ای. بیلہ. ن)
کے تیار کردہ الٹرا پورٹ ایبل ٹیپ ریکارڈرس کی پہلی پیش کش
شری جواہر لال درڈا' وزیر برائے صنعت کے ہاتھوں وصول
فرما رہے ہیں۔

شری بی جے کھتال وزیر برائے آبپاشی یکم اگست کو
شاہیر آنا بھاؤ ساٹھے کی ۶۰ ویں جینتی کے موقع پر
بمبئی میں منعقدہ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے۔
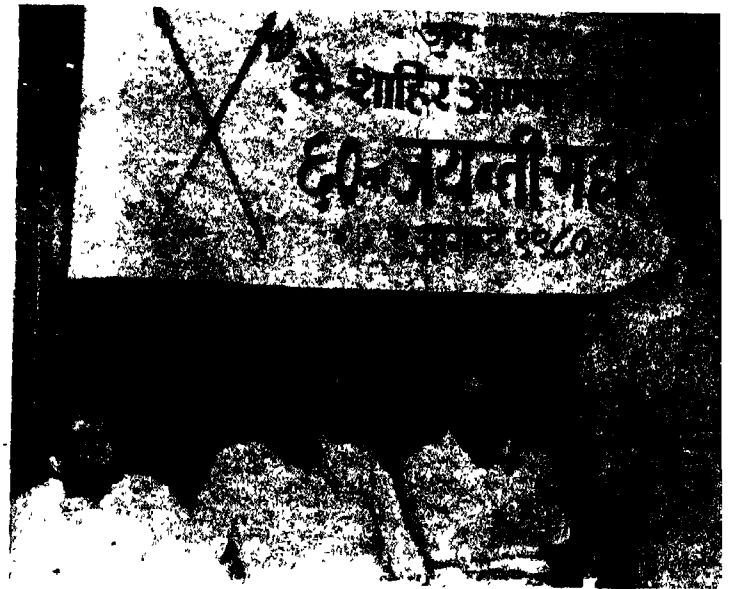
مہاراشٹر سکریٹریٹ اسٹاف ایسوسی ایشن کی جانب
سے ۳۰ جولائی کو منترالیہ ممبئی میں عطیہ خون مہم" جاری
کی گئی ڈاکٹر بلی رام ہیرے وزیر تعلیم نے اس مہم
کا افتتاح کیا یہ اسی موقعہ کی تصویر ہے۔

گورنر مہاراشٹر شری صادق علی نے حال ہی میں ضلع ستارا میں پارگاؤں کے مقام پر گورنمنٹ دودھ ڈیری کے پاسچرائزیشن پلانٹ کا افتتاح کیا بائیں جانب کی تصویر میں گورنر موصوف کے ہمراہ شری شیواجی راؤ پاٹل نیلانگیکر وزیر برائے ڈیری ترقیات اور شری ابھئے سنگھ راجے بھونسلے وزیر مملکت برائے امور داخلہ دیکھے جاسکتے ہیں

پاناجی گوا میں حکومت مہاراشٹر کے مرکز اطلاعات کی جانب سے بال گندھروا کی یاد میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا اس موقعہ پر کلاسیکل مراٹھی ڈراموں کے چند گیت شریمتی جے مالا شیلندر اور کیرتی شلندر نے پیش کئے یہ اسی موقعہ کی تصویر ہے۔

شری رام راؤ ادک وزیر مالیات نے اکردی میں پمپری چنچواڈ میونسپل کونسل کی مجوزہ پرائمری اسکول کی عمارت کی "بھومی پوجا" کی۔

ر اعلیٰ شری اے آر انتولے کی صدارت میں منترالیہ ممبئی میں بین الریاستی
جیکٹ بورڈ مہاراشٹر اور مدھیہ پردیش کا اجلاس ہوا۔ تصویر میں بائیں سے دائیں
شری بی ہزاری لال رگھو بنشی وزیر مملکت برائے آبپاشی ایم پی، نائب یہ
مدھیہ پردیش شری سولنکی مہاراشٹر کے وزیر آبپاشی بی جے کھتال اور
یر اعلیٰ مہاراشٹر شری بھگت سنگھ راجے بھونسلے تشریف فرما ہیں۔

وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری اے آر انتولے منڈائی پونے میں جھنکا بھاکری
سٹال پر تشریف لائے۔ یہ بھاکری مہاراشٹر کے غریب اور محنتی دیہی
مزدوروں کی من بھاتا غذا ہے۔ تصویر میں آپ بھاکری چکھ رہے ہیں۔

گورنر مہاراشٹر کی اہلیہ شریمتی شانتی صادق علی نے ایک پودا لگا کر پمپری جنچواڈ
نیو ٹاؤن شپ ڈیولپمنٹ اتھارٹی کی "درخت اگاؤ مہم" کا افتتاح کیا

شری بی پی منڈل کی زیر صدارت سنٹرل بیک ورڈ کلاسیز کمیشن نے ۲۳ جولائی کو ناگپور کا دورہ کیا اور دو دن میں ۳۵۵ نمائندہ وفود سے ملاقات کر کے پانچ سو
سے زیادہ بیانات وصول کئے۔ زیر نظر تصویر میں دائیں طرف جسٹس آر آر بھولے، شری منڈل، شری نائیک ممبر، شری دولت راؤ بھوسلے اور شری بھگت
برلن افراد سے تبادلۂ خیال کرتے ہوئے دیکھے جا سکتے ہیں۔ بائیں طرف نمائندے جو بیانات پیش کرنے کے لئے یہاں جمع ہوئے تھے۔

وزیراعلیٰ شری اے آر انتولے اور وزیر برائے آبپاشی شری بی جے کھتال ۲۷ جولائی کو وگیان بھون نئی دہلی میں زراعتی اشیاء کی قیمتیں طے کرنے کے بارے میں غور کرنے کے لئے منعقدہ ریاستی وزرائے اعلیٰ کی کانفرنس میں شریک ہوئے زیرِ نظر تصویر میں شری اے آر انتولے کی داہیں طرف شری بھگونت راؤ گائیکواڑ وزیر زراعت اور بائیں طرف شری بی جے کھتال تشریف فرما ہیں

وزیراعلیٰ مہاراشٹر شری اے آر انتولے نے ۱۹ جولائی کو نئی دہلی میں مرکزی وزیر برائے آبپاشی شری عبدالغنی خان چودھری سے ملاقات کی اور مہاراشٹر کے آبپاشی منصوبوں کی امداد کے سلسلے میں ان سے تبادلہ خیال کیا جو منظوری کیلئے مرکز کے سامنے زیرغور ہیں۔

اس سال ایس ایس سی امتحان میں سوملوار ہائی اسکول ناگپور کی طالبہ کماری راجشری کلکرنی اوّل آئی تھیں۔ زیرِ نظر تصویر میں ایک تہنیتی تقریب میں شری دوارکا ناتھ کپور ڈویژنل کمشنر انھیں مبارکباد دے رہے ہیں۔

دکما نیہ تلک کو خراج عقیدت

لوک مانیہ بال گنگادھر تلک کی ۶۰ ویں برسی کے موقع پر یکم اگست کو منترالیہ میں ایک سادہ سی تقریب میں انھیں خراج عقیدت پیش کیا گیا۔

اس موقع پر شری جواہر لال درڈا، وزیر برائے صنعت نے شری تلک کی تصویر کو ہار پہنایا۔

شری بھاؤ راؤ کالے، وزیر برائے دیہی ترقیات، چیف سکریٹری بی. جی گوائی محکموں کے سکریٹریز، افسران اور ملازمین نے بھی تصویر کو گلاب کی کلیاں پیش کیں۔

گلوکار محمد رفیع کی وفات پر وزیر اعلیٰ کا تعزیتی پیغام

وزیر اعلیٰ شری اے. آر. انتولے نے مشہور گلوکار شری محمد رفیع کے اچانک انتقال پر اپنے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔

اپنے تعزیتی پیغام میں وزیر اعلیٰ نے کہا کہ ۳۰ برسوں سے بھی زیادہ مدت تک موسیقی کے چاہنے والوں کے دلوں پر راج کرنے والے مشہور گلوکار شری محمد رفیع کی موت کی خبر سے میرے دل کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔ شری رفیع ۱۹۴۸ء میں باپو کی یہ امر کہانی، نغمہ گا کر عوام میں مقبول ہوئے آپ نے مختلف زبانوں میں گانے گا کر متعدد انعامات حاصل کئے ان کی موت ناقابلِ تلافی نقصان ہے خاص کر فلمی صنعت کے لئے۔

ہسپتال کی خدمات لازمی خدمات

حکومت مہاراشٹر نے صنعتی تنازعہ ایکٹ ۱۹۴۷ء کے تحت ۲۸ جولائی ۱۹۸۰ء سے چھ مہینوں کے لئے ہسپتال کی خدمات کو لازمی خدمات قرار دیا ہے۔

اس سلسلے میں ضروری ہدایات ریاستی حکومت کے گزٹ کے حصّہ ا۔ میں شائع کی گئی ہیں۔

منشی پریم چند صدی تقریبات
لوک راجیہ اور قومی راج کے خصوصی نمبر کا اجراء
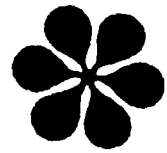
گورنر مہاراشٹر ... صدی تقریبات کے سلسلہ میں ۳۱ جولائی کو راج بھون بمبئی کے دربار ہال میں منعقدہ ایک تقریب میں حکومت کے پندرہ روزہ رسائل مہاراشٹر مانس (ہندی) قومی راج (اردو) لوک راجیہ (مراٹھی، انگریزی، گجراتی، سندھی) کے پریم چند خصوصی نمبر کا اجراء کیا۔ زیر نظر تصویر میں گورنر موصوف کی دائیں طرف وزیر مملکت برائے اطلاعات و رابطہ عامہ شری ایس این ڈیسائی اور بائیں طرف منشی پریم چند شتابدی سمارہ کمیٹی کی نائب صدر شریمتی پربھا راؤ کھڑی ہیں۔

منشی پریم چند شتابدی سمارہ کمیٹی کی جانب سے راج بھون بمبئی کے دربار ہال میں ۳۱ جولائی کو منشی پریم چند صدی تقریبات کا افتتاح کیا گیا۔ گورنر مہاراشٹر شری صادق علی نے صدارت فرمائی۔ اپنی صدارتی تقریر میں گورنر موصوف نے فرمایا کہ منشی پریم چند نے اردو اور ہندی ادب میں عوامی اور دیہاتی زندگی پیش کر کے ادب کو ایک نیا موڑ دیا ہے۔

شری ایس، این ڈیسائی، وزیر مملکت اطلاعات و رابطۂ عامہ نے منشی پریم چند کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے یہ بتایا کہ حکومت مہاراشٹر ہندی اکاڈمی کے قیام کے بارے میں غور کر رہی ہے۔ آپ نے حکومت مہاراشٹر کی جانب سے ۵۰۰۰ ہزار روپے کے انعامات کا اعلان کیا۔

اس موقعہ پر گورنر مہاراشٹر نے حکومت کے رسالوں لوک راجیہ اور قومی راج کے خصوصی نمبرات کا اجراء کیا ڈاک اور تار محکمہ کی جانب سے منشی پریم چند کی یاد میں جاری کئے گئے خصوصی ڈاک ٹکٹوں کا البم گورنر موصوف کو پیش کیا۔

وزیر اعلیٰ شری اے آر انتولے نے اپنے پیغام میں منشی پریم چند صدی تقریبات پر اظہار مسرت فرمایا اور اس کی کامیابی کیلئے نیک خواہشات کا اظہار کیا۔

آخر میں وزیر مملکت شری ڈیسائی نے مہاراشٹر مانس (ہندی)، لوک راجیہ (مراٹھی، انگریزی، گجراتی، سندھی) اور قومی راج کے چیف ایڈیٹر شری الیشور راج ماتھر کو شال پیش کی اور مہاراشٹر مانس ہندی کے ایڈیٹر شری کاشی پرشاد دوبے، قومی راج (اردو) کے ایڈیٹر شری ریاض احمد خان لوک راجیہ مراٹھی کی ایڈیٹر شریمتی دھرما دھیکاری لوک راجیہ (انگریزی) کے ایڈیٹر شری آر جی ماندلو، لوک راجیہ (سندھی) کی ایڈیٹر شریمتی اندرا وانگا ڈکر، لوک راجیہ (گجراتی) کی ایڈیٹر ڈاکٹر چندریکا نانادتی کو پھولوں کا گلدستہ پیش کیا۔

اس تقریب میں مذکورہ کمیٹی کی نائب صدر شریمتی پربھا راؤ کھے اور ڈاکٹر راہی معصوم رضا بھی حاضر تھے۔

○○○○

پین اُجرت کمیٹی کی رپورٹ

منترالیہ میں شری بھاؤ صاحب بھوسلے وزیر محنت قانون و عدلیہ کو اقل ترین اجرت کمیٹی کی طرف سے فاؤنٹن پین بال پین اور ان کے پرزے بنانے والوں سے متعلق ایک رپورٹ ۳۰ جولائی کو پیش کی گئی۔

شری سدا نند دسنت چیئرمین سات رکنی کمیٹی نے جسے ریاستی حکومت نے اکتوبر ۱۹۷۸ء میں تشکیل دیا تھا وزیر موصوف کو رپورٹ پیش کی۔

اندازاً مہاراشٹر میں ۲۵۰ ایسے تاجر ہیں جن میں ۸۰ فیصد بمبئی اعظمیٰ اور مضافاتی صنعتی علاقوں میں آباد ہیں۔ اس تجارت میں ۴۰۰۰ مزدور برسر روزگار ہیں جن میں ۴۰ فیصد عورتیں ہیں۔

میرج میں وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری اے آر انتولے نے اندرا بستی کا دورہ کیا۔ تصویر میں آپ بستی کے واسیوں سے بات چیت کر رہے ہیں۔

جھونپڑ پٹی واسیوں کیلئے تعمیر کردہ نئے مکانات

وزیر اعلیٰ شری اے آر انتولے نے ۱۳ جولائی کو میرج میں جھونپڑ پٹی واسیوں کے لئے بنائے گئے ۵۰۰ مکانات پر مشتمل اندرا نگر کالونی کا معائنہ کیا اور متعلقہ سرکاری عہدہ داروں کو نئی بستی میں موجودہ نلوں اور بیت الخلاؤں کی تعداد بڑھانے کی ہدایت دی۔

میرج میونسپل کونسل نے یہ ۵۰۰ مکانات ۲۶.۵ لاکھ روپے کے مصارف سے تعمیر کئے ہیں اور مزید ۱۰۰ مکانات ۴ لاکھ روپے کے مصارف سے تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

جھونپڑ پٹی کے واسیوں کے لئے اس نئی تعمیر شدہ بستی میں پانی کے نل، بجلی، اسکول، تفریح گاہ اور کھیل کے میدان کی سہولیات مہیا کریں۔

امید ہے کہ ادیان اور دوسری جگہوں کے جھونپڑ پٹی کے واسیوں کو اس اندرا نگر بستی میں بسایا جائے گا۔

شریمتی شالینی تائی پاٹل، وزیر محصول، وزیر اعلیٰ کے ساتھ اس دورہ میں شامل تھیں۔

یہاں تعلقہ ضلع ناسک میں سکھیڑ کے مقام پر گورا نگر بستی۔ اس بستی میں بے زمین اور بے گھر مزدوروں کے لئے ۵۴ مکانات تعمیر کئے گئے ہیں۔ بائیں جانب کی تصویر میں ایک عورت اپنے نئے گھر کے باہر گھر کے کام کاج میں مصروف ہے۔ دائیں جانب کی تصویر میں بستی کے نئے مکانات ہیں۔

▲ گورنر مہاراشٹر، شری صادق علی نے حال ہی میں
ضلع کولہاپور کے تعلقہ ہاٹ کننگلے میں واقع کب نور،
میں ہاؤسنگ کالونی کا رسماً افتتاح فرمایا۔ اس
کالونی کے ہر مکان میں بجلی اور پانی کی فراہمی کا انتظام
ہے۔ اس طرح یہاں کے ۲۱ بے گھر کنبوں کو اپنا اپنا گھر
مل گیا۔ زیر نظر تصویر میں گورنر موصوف، فیتہ کاٹ کر
رسمِ افتتاح ادا کرتے ہوئے اور بائیں طرف نئے مکانات۔

یر اعلیٰ شری اے۔ آر انتولے کے اعزاز میں، اگست
یوالمالطیفی ہال، صابو صدیق انسٹی ٹیوٹ میں
ٹرنیشنل کی جانب سے استقبالیہ جلسہ ہوا۔ یہ
نع کی تصویر ہے اسٹیج پر ڈاکٹر اے۔ آر۔ اندڑے،
، شری اے۔ آر انتولے (تقریر کرتے ہوئے)،
، مہاراشٹر کالج، شری سید اے منشی اور شری
مید بو بیرے، مدیر "صبح امید" دیکھے جا سکتے ہیں۔

وزیر اعلیٰ مہاراشٹر، شری اے۔ آر انتولے، شری
مِہ پرکاش کو بینڈے کو بہترین جسمانی صحت مندی پہ
سال ۱۹۸۰ء کے لئے قابلِ رشک خطاب "بمبئی شری"
دیتے ہوئے۔ ریاستی سطح پر "صحت جسمانی مقابلہ"
کا استھامیہ پینکر۔ نلواڑے جمنازیم نے ۷ / اگست ۸۰ء

جلد نمبر ۷ ٭ ۱۰ ستمبر ۱۹۸۰ء ٭ شمارہ نمبر ۱۷

ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے
سالانہ: دس روپے ٭ فی پرچہ: ۵۰ پیسے
نگراں: خواجہ عبدالغفور (آئی اے ایس)

ترتیب

صفحہ نمبر

سخنہائے گفتنی

'قومی راج' کے "منشی پریم چند - خصوصی نمبر" کے نہ ملنے کی شکایات قارئین کی جانب سے آرہی ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ یہ خصوصی نمبر بروقت قارئین کی خدمت میں روانہ نہیں کیا جاسکا کیونکہ اس سے پہلے ۱۰ر جولائی ۱۹۸۰ء کا شمارہ طبع نہیں ہوسکا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ "منشی پریم چند خصوصی نمبر" (مراٹھی، انگریزی، ہندی، سندھی، گجراتی اور اردو) کا افتتاح گورنر مہاراشٹر مسٹر صادق علی کے مبارک ہاتھوں ۳۱ر جولائی کو راج بھون کے دربار ہال میں ہوا تھا۔ اس وجہ سے ۱۰ر جولائی کا شمارہ وقت پر شائع نہیں ہوسکا اور ارسال نہ کیا جاسکا۔ یقین ہے اب تک یہ دونوں شمارے قارئین کی خدمت میں پہنچ چکے ہوں گے۔

قارئین نے اس بات کو محسوس کیا ہوگا کہ ادبی صفحات میں مزید اضافہ کیا جاتا ہے۔ تاریخی، تحقیقی، ادبی، ثقافتی اور سائنسی مضامین کی عدم وصولی کی وجہ سے 'قومی راج' میں ادبی صفحات کم ہوگئے تھے ہمیں اس قسم کے مضامین کم ہی ملتے ہیں اس لئے گذارش ہے کہ اہل قلم 'قومی راج' کے لئے اس قسم کے مضامین تحریر فرمائیں۔ افسانے یا مختصر افسانے 'قومی راج' میں شائع نہیں کئے جاتے ہیں اس لئے انھیں بھیجنے کی زحمت گوارہ نہ کی جائے۔

قومی راج کے بارے میں اپنی گرانقدر رائے سے نوازئیے (مدیر)

[signature]

چیف ایڈیٹر
ایم - ایشور راج ماتھر

ایڈیٹر
ریاض احمد خاں

سب ایڈیٹر
عبدالوحید خاں جامعی

قارئین کی رائے

سید اختر الاسلام، مدیر "میرٹھ میلہ"
۱۵۸۔ شاہ سخن، میرٹھ (یو۔پی)

۱۰ رجون اور ۲۵ رجون کا مشترکہ شمارہ، اس نقطۂ نظر سے اہم کہا سکتا ہے کہ اس میں آپ نے مہاراشٹر کے وزراء، وزرائے مملکت ریاستی قانون ساز اسمبلی کے لئے منتخب امیدواروں کی جملہ تفصیل، تعارف وغیرہ بہت دلنشیں انداز میں ڈائجسٹ کی ہے آپ کی نمایاں ادبی خدمت ہے۔ اس سے ایک صحت مند تاریخ نقائیذیر ہوتی ہے۔ یادوں کے اجالے، پر تبصرہ بہت تاخیر سے شائع ہوا۔

✶

ڈاکٹر خلیل اللہ خان ایم اے، بی ایڈ (علیگ)، پی۔ ایچ ڈی:
لکچرر گورنمنٹ پالی ٹکنیک کالج، لکھنؤ۔ (یو۔پی)

قومی راج کے ۲۵ مئی ۱۹۸۰ء کے شمارہ میں شائع شدہ "کھیل کود سرگرمیاں" متحدہ دیہی توسیعی اسکیم" سے متعلق مضامین بہت با اثر اور نمایاں ہیں آثر لکھنوی"، کے عنوان سے لکھا گیا مضمون معیاری ہے۔ ان تمام باتوں سے قومی راج کے اونچے معیار کی نشاندہی ہوتی ہے۔
بی مضامین کے لئے زیادہ صفحات کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے ۔ تبصرے" صوبے کے باہر کے نقادوں سے کرائے جائیں تو بہتر ہوگا۔
قومی راج کی طباعت، کتابت اور کاغذ سب اعلیٰ درجہ کا ہے۔ سرورق اک اور تصاویر بھی قابل تعریف ہیں۔ کئی صوبوں کے محکمۂ اطلاعات سے اُردو رسائل میرے پاس آتے ہیں لیکن 'قومی راج'، ہر معنیٰ میں سرفہرست ہے۔

✶

دلاور عثمانی ۔ نیازیان، امروہہ (یو۔پی)

'قومی راج' ۲۵ رجون ۱۹۸۰ء کا شمارہ نظر نواز ہوا۔ یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ آپ نے کوزے میں سمندر بند کر دیا ہے۔ پوری صوبائی مجلس زراء کے حالات اور فوٹو بہت خوب دیئے ہیں اور سونے پر سہاگہ یہ کہ کافی دلچسپ طبع کی ہیں۔ حصۂ نثر و نظم دونوں، صوری و معنوی اعتبار سے بہت معیاری ہیں
آپ کی کاوشیں قابل ستائش ہیں۔

✶

⊙ عطاء الرحمٰن طارق
۹۴/۹، فاطمہ بائی بنگلہ، کے۔ کے روڈ، جیکب سرکل، بمبئی ۴۰۰۰۱۱

ماشاء اللہ! 'قومی راج' عصری جدید شاعری کے رجحانات کی مکمل ترجمانی کر رہا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ایسی جدت کا حامی کہ جس میں صحت مند روایت کا لہو گردش کر رہا ہے۔ جس کے لئے آپ کی ذات اور ادارے کے معاونین کی خدمات لائق ستائش ہیں۔

✶

⊙ نیاز علی نیاز
چوڑی محل، بالاپور۔ ۴۴۴۳۰۲ ضلع اکولہ۔ مہاراشٹر

'قومی راج' کا مشترکہ شمارہ (۱۰ رجون اور ۲۵ رجون ۱۹۸۰ء) موصول ہوا۔ عرب نستین کی تخلیق "بولے تو چاندی نہ بولے تو سونا" (مترجم شفیق حسن خاں) بے حد پسند آئی۔ نیز حسب سابق منظومات کا انتخاب بھی بہت عمدہ ہے۔

✶

• مظفر سعید افروز
مدیر ہفت روزہ 'تاج'، جی۔ این روڈ، کامٹی

ہفت روزہ 'تاج' کے لئے پندرہ روزہ 'قومی راج'، ایک نعمت سے کم نہیں۔ ہر شمارہ اپنی گوناں گوں خصوصیت کے ساتھ موصول ہوتا ہے اور آخری صفحہ ختم کئے بغیر سکون نہیں ملتا۔

✶

• سید نیر جعفری نیر الہ آبادی
۱۷۵۔ اے۔ نہال پور، الہ آباد۔ (یو۔پی)

قومی راج پڑھ کر طبیعت گوناگوں کیفیت سے دوچار ہوئی۔ واقعی ایسے مضامین جس کی اُردو میں یقیناً کمی تھی۔ یہ مضامین دیر تک پندار ذہن میں منڈلاتے رہے اور طبیعت کو اُس کی خوشگوار چبھن محظوظ کرتی رہی۔ واقعی آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

✶

وی۔ پی۔ پی نہیں بھجوائی جاتی ہے۔ زرِ سالانہ بذریعہ منی آرڈر مرحمت فرمائیں۔
(ادارہ)

آبپاشی کے میدان میں ودربھ کی ترقی

مہاراشٹر میں ودربھ کا علاقہ جسے انتظامی سہولت کے لئے ناگپور کا علاقہ کہتے ہیں آٹھ اضلاع پر مشتمل ہے اور ۹۷۵۳۷ مربع کلومیٹر کے رقبے میں پھیلا ہوا ہے جو ریاست کے کل رقبے کا ۳۲ فیصد ہے۔ اس علاقہ کا ۵۴۶۳ فیصد حصّہ زیر کاشت ہے اور باقی جنگل اور پہاڑوں سے بھرا پڑا ہے۔

ریاست کی قابلِ کاشت اراضی کا ایک بڑا حصّہ اسی علاقے میں ہے۔ لہذا ریاست کی زرعی پیداوار میں اس کا ایک اہم مقام ہے اہم فصلوں سے متعلق علاقے کی زیر کاشت اراضی کا فیصد ۷۷-۱۹۷۶ء کے اعداد و شمار کے مطابق کچھ اس طرح ہے۔ دھان ۲۳،۴۳ فیصد، گیہوں ۲۳،۴۰ فیصد، جوار خریف ۴۶،۴۶ فیصد اور کپاس ۶۵ فیصد۔

آبادی اور قابلِ کاشت اراضی کی مناسبت سے پانی کے ذرائع کی تقسیم بڑی ہی غیر متناسب ہے۔ عموماً مغربی حصے کو پانی کافی مقدار میں دستیاب نہیں لیکن جیسے جیسے ہم مشرق کی جانب بڑھتے ہیں حالت بہتر ہوتی جاتی ہے۔ آبپاشی کے بہتر امکانات کو اگر عملی جامہ پہنایا جائے تو اس علاقے میں سبز انقلاب آسکتا ہے۔

کافی عرصے سے ودربھ میں مالگذاری تالاب کا پانی آبپاشی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ تالاب بھنڈارا اور چاندا ضلع میں بنائے گئے ہیں۔ دھان ایک ایسی فصل ہے جو بارش میں تاخیر یا پانی کی قلّت سے بہت متاثر ہوتی ہے۔

تاپی اور گوداوری اِن دو اہم ندیوں کی وادیاں اس علاقے کو گھیرے ہوئے ہیں۔ اور ان دو دریاؤں کے درمیان پانی کی تقسیم کا فیصلہ بالترتیب ۲۱ اور ۷۹ ہے۔ ماسٹر پلان کے مطابق اس علاقے کو گوداوری سے ۵،۸۷۹ ٹی ایم سی اور تاپی سے ۰،۴۵ ۱۰ ٹی ایم سی پانی حاصل ہوتا ہے۔ ماسٹر پلان کے اعداد و شمار کی روشنی میں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس علاقے میں بڑے پروجیکٹوں کے لئے کم از کم ۶۶ فیصد پانی درکار ہوگا اس طرح آبپاشی کی ضرورت ان پروجیکٹوں کے ذریعہ پوری کی جاسکتی ہے۔ گوداوری پانی کا بین الریاستی تنازعہ آبپاشی کی راہ میں حائل رہا۔ اب چونکہ یہ تنازعہ حل ہو چکا ہے۔ اِس علاقے کے عام آدمی کے لئے پانی کے قدرتی ذرائع کے استعمال کے امکانات روشن نظر آتے ہیں۔

اِس کے علاوہ مختلف اضلاع کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے درمیانی پروجیکٹوں کے قیام کے امکانات بھی زیر غور ہیں۔ صرف اس بات کا انتظار ہے کہ بجٹ میں ان کے لئے گنجائش نکل آئے تاکہ اُن کی تکمیل ہو سکے۔ کم آبپاشی والے علاقوں میں بھی ضلع واری چھوٹی اسکیموں کے سلسلے میں اس طرح کے منصوبے بنائے گئے ہیں۔

مستقبل کا ترقیاتی پروگرام ۱۰ بڑے پروجیکٹس، ۱۰۰ درمیانی پروجیکٹس اور کئی چھوٹے پروجیکٹس پر مشتمل ہے۔ یہ طے پایا ہے کہ ۱۹۸۵ء تک تمام بڑے پروجیکٹس اور ۱۹۹۵ء تک تمام چھوٹے پروجیکٹس مکمل کئے جائیں اس صدی کے اواخر تک تینوں پروجیکٹوں کی تکمیل ریاست کا عین مقصد ہے۔

ودربھ اس لحاظ سے خوش قسمت ہے کہ یہاں کے قبائلی علاقے میں کافی مقدار میں پانی دستیاب ہے، ۱۵ بڑے، ۴۴ درمیانی اور ۹۲۶ چھوٹے پروجیکٹس کی تکمیل سے کل ۲،۹۶،۹۵۵ ہیکٹر قبائلی علاقے سیراب ہو سکیں گے۔ ایوت محل کے قبائلی علاقے کے چندر پور میں ۲۰،۸۷۴ ہیکٹر، بھنڈارہ میں ۱۹۹۷۳، امراؤتی میں ۳۲،۶۰۵ اور ناگپور میں ۶۰۱۹۲ ہیکٹر اراضی ان پروجیکٹوں کی تکمیل سے سیراب ہوگی۔ ان پروجیکٹوں پر لاگت کا اندازہ ۴۵۰ کروڑ روپے کا ہے۔ اس علاقے میں سوکھے کے آثار رکھنے والے علاقے زیادہ نہیں ہیں، سوائے بلڈانہ ضلع میں چند علاقوں کے ماسٹر پلان میں درج پروجیکٹس کی تکمیل سے بلڈانہ ۳۲،۷۸ ہیکٹر

(باقی صہ ۳۲ پر)

مہاراشٹر اسٹیٹ فنانشیل کارپوریشن
اور
چھوٹے صنعت کار

* ہومی۔ جے۔ ایچ۔ طالح یار خان۔ چیئرمین مہاراشٹر اسٹیٹ فنانشیل کارپوریشن

چھوٹی صنعتیں ملک کی معیشت میں ایک خاص مقام رکھتی ہیں ملک بھر میں پھیلی ہوئی پانچ سو پچاس ہزار چھوٹی صنعتوں کی یونٹیں ۱۲۰۰۰ کروڑ روپیوں کی مالیت کا سامان بناتی ہیں یہ پیداوار ملک کی صنعتی پیداوار کا چالیس فیصد ہے اور ہندوستانی برآمدات میں ان کا حصہ ۲۵ فیصد ہے۔ ان صنعتوں میں صنعتی روزگار کا فیصد ۸۰ ہے مہاراشٹر میں ۴۰۰۰۰ چھوٹی صنعتوں کی یونٹیں ہیں جن میں سے ۱۷۰۰۰ یونٹوں کو مہاراشٹر اسٹیٹ فنانشیل کارپوریشن (ایم ایس ایف سی) نے ۲۷۰ کروڑ روپوں کی مالی امداد سے نوازا ہے۔

چھوٹے صنعت کاروں کی ایک کثیر تعداد امداد کی طلبگار ہے اور دن بدن ان کی تعداد میں اضافہ ہورہا ہے۔ ریاست بھر میں پھیلے ہوئے ان چھوٹے صنعت کاروں کو زیادہ سے زیادہ امداد فراہم کرنے میں مذکورہ ادارہ پوری کوشش کرتا رہا ہے۔

اس ادارے سے امداد پانے والی ۸۰ فیصد یونٹیں ریاست کے ترقی پذیر پسماندہ اضلاع میں واقع ہیں اور انھیں دی جانے والی مالی امداد ایس۔ ایف سی کی کل امداد کا ۷۵ فیصد ہے۔ ۹۵ فیصد یونٹیں ایسی جنھیں ۵ لاکھ روپوں سے کم کا قرض درکار رہے ان میں سے ۸۲ فیصد ۱ لاکھ یا اس سے کم اور ۶۵ فیصد کو ایک لاکھ یا اس سے کم کا قرض [illegible]ار رہے۔

ایم ایس ایف سی سے امداد پانے والی ۴۰۰۰ [illegible]یں دیہاتوں اور تعلقہ جات میں واقع ہیں اور ان [illegible]سے بے شمار یونٹوں کی ترقی قابل دید ہے۔ ان [illegible]لیقی صلاحیت حیرت انگیز ہے یہ درآمدات [illegible]تبادل پیش کرتی ہیں اور برآمد کے قابل اشیأ [illegible]تی ہیں۔

[illegible]یرت انگیز کامیابی

یہ اندازہ کیا گیا ہے کہ اگر ان چھوٹی یونٹوں کی مناسب [illegible]صلہ افزائی کی گئی تو خام اشیاء اور بجلی کی قلت [illegible] کی کمی، قرض اور لائسنس حاصل کرنے میں تاخیر [illegible]ایسی دیگر دشواریوں کے باوجود یہ یونٹیں غیر معمولی نتائج حاصل کرسکتی ہیں۔

خوش قسمتی سے ان دشواریوں کو حل کرنے میں ایم۔ ایس۔ ایف۔ سی ادارہ ایس آئی سی او ایم، ایم آئی ڈی سی، ایم۔ ایس۔ ایس آئی ڈی سی، ایم ایس ای۔ بی، کے وی آئی بی جیسی معاون تنظیموں کا تعاون حاصل کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔ ان یونٹوں کو سرمایہ بہم پہونچانے کے لئے ایم، ایس ایف سی اپنے عام طریقہ کار سے ہٹ کر ان بینکوں کے ساتھ رابطہ [illegible]ئم کرتی ہے جنھوں نے ان یونٹوں کو زمین کی خرید، فیکٹری کی تعمیر اور پلانٹ اور مشینری کی خاطر ابتدائی سرمایہ شرطیہ قرض کی صورت میں فراہم کیا تھا اس کے علاوہ ایم ایس ایف سی اپنی معاون تنظیموں کی مدد سے ان یونٹوں کے تیار کردہ مال کی فروخت کے سلسلے میں بھی رہنمائی کرتی ہے۔

بیورو برائے صنعتی ترقی

ایم ایس ایف سی نے ایک خاص انڈسٹریل ڈیولپمنٹ بیورو (آئی ڈی بی) تشکیل دیا ہے جو نئے صنعتکاروں کو مشورے دیتا ہے کہ وہ کس قسم کی صنعت کہاں اور کیسے شروع کریں تاکہ آگے چل کر ان کی یونٹ پائیدار بن

ہومی جے ایچ طالح یار خان
چیئرمین ایم۔ ایس۔ ایف۔ سی۔

[illegible]راج

سکے کئی صنعت کار اس بیورو سے مستفید ہو چکے ہیں۔

اس ادارہ نے اپنی اقل ترین قرض کی حد ۱۰،۰۰۰ روپوں سے گھٹا کر ۲
روپے کر دی ہے تاکہ اس کی امداد سے چھوٹے سے چھوٹا صنعت کار بھی فائدہ اٹھا سکے
کمپوزٹ لون اسکیم" نامی ایک خاص اسکیم کے تحت چھوٹے سے چھوٹا صنعت
کار ۲۵۰۰۰ روپے تک قرض معقول شرح سود پر حاصل کر سکتا ہے۔
قرضوں کی منظوری اور ان کی فوری تقسیم کے لئے ایم ایس ایف سی نے طریقہ
کار کو بھی آسان کر دیا ہے۔

اختیارات کی تقسیم

انتظامیہ میں مزید تبدیلی یہ لائی گئی ہے کہ علاقائی دفتروں کی تعداد بڑھا دی گئی
ہے۔ دفتر کی مزید ۱۲ شاخیں کھولی گئی ہیں جنھیں ۵۰،۰۰۰ روپے تک کے قرضے
کی منظوری اور ان کی تقسیم کے اختیارات دیئے گئے ہیں کارپوریشن کے
یہ اقدامات ترقی پذیر اور پس ماندہ علاقوں میں معاشی اعتبار سے کمزور
طبقات کے لئے خصوصاً تعلیم یافتہ بے روزگار تیکنیکی قابلیت یا تجربہ
رکھنے والے چھوٹے سرمایہ دار سائنسدان اور ریاست کے بے شمار نیم شہری
اور دیہی علاقوں کے باشندوں کے لئے ایک نعمت ثابت ہوئے ہیں۔
نجی سرمایہ اسکیم کے تحت درخواست گذار کو اب ہیڈ آفس آنا ضروری نہیں
ان سے متعلق فیصلے علاقائی دفتروں میں یا پھر کارپوریشن کی شاخ ہی میں کئے جاتے
ہیں۔ اس سے وقت محنت اور اخراجات کی بچت ہوتی ہے ٹیکنیکل اسسٹنٹ اسکیم
اور ڈیولپمنٹ فنانس جیسی اسکیمات سے بھی اس قسم کی سہولیات مہیا کی گئی ہیں

مختلف اسکیمات

کمپوزٹ لون اسکیم کے تحت نجی سرمایہ کے مقابل ۲۵۰۰۰ ہزار روپوں تک
قرض دیا جاتا ہے، ۵ سے ۱۰ فیصد تک سرمایہ رکھنے والے تعلیم یافتہ بے روزگاروں
کو ۵۰،۰۰۰ روپوں تک قرض۔ سرمایہ رکھنے والوں اور سائنسدانوں کو ڈیولپمنٹ
فنانس اسکیم کے تحت ایک لاکھ روپوں تک قرض، بغیر کسی تجربے کے
تیکنیکی قابلیت رکھنے والے یا پھر بغیر قابلیت کے تجربہ رکھنے والے افراد جن کے
پاس درکار سرمایہ کا ۱۵ فیصد موجود ہو انھیں ۲ لاکھ روپوں تک قرض۔
تیکنیکی قابلیت رکھنے والوں کو درکار سرمایہ کا ۱۵ فیصد پر ۵ لاکھ روپوں تک قرض
حق ملکیت رکھنے والوں اور ساجھے داروں کو درکار سرمایہ کے ۲۵ فیصد پر ۱۵ لاکھ
روپوں تک قرض، پرائیویٹ یا پبلک لمیٹیڈ کمپنیوں اور رجسٹر شدہ کوآپریٹیو سائٹیوں
کو درکار سرمایہ کے ۲۵ سے ۳۰ فیصد پر ۳۰ لاکھ روپوں تک قرض دیا جاتا ہے
عموماً قرض کی ادائیگی کی مدت دس برس ہے مع التوائے قرض مزید دو برس
سود کی ادائیگی ہر چھ مہینوں سے اور سود کی پہلی قسط پہلے چھ مہینے پورے ہونے پر

قومی راج

واجب الادا ہوتی ہے۔ اس طرح تمام سود ۱۸ مہینوں کی مدت میں وصول کر لیا جاتا ہے
اس کے علاوہ ایم ایس ایف سی رکشا، ٹرک اور لاریوں، اور مسافروں اور مال
بردار کشتیوں کے لئے بھی قرض مہیا کرتا ہے۔ آٹو رکشا کے لئے قرض نہیں دیا جاتا۔
ہندوستان میں نایاب مشینوں کے لئے عالمی بنک کے قرضے اور پانچ برسوں سے زیادہ
پرانی مشینوں کی تجدید کیلئے ایم ایس ایف سی سے قرض مہیا کئے جاتے ہیں۔
ایم ایس ایف سی ہوٹل صنعت کے لئے بھی قرض دیتی ہے جو ملکی اور غیر ملکی
سیاحوں اور کسی حد تک اضلاع کی سیر کرنے والوں کے لئے رہائش کا مسئلہ
بھی حل کرتی ہیں۔ عموماً یہ قرض اضلاع میں کھولے جانے والے چھوٹے ہوٹلوں
کو دیا جاتا ہے۔

روزگار کے ذرائع

روزگار کے ذرائع پیدا کرنا ایم ایس ایف سی کے اہم مقاصد میں شامل ہے۔
اور اس میں اس ادارہ کو قابل ستائش کامیابی بھی حاصل ہوتی ہے ایک اندازے
کے مطابق ایم ایس ایف سی سے امداد پانے والی مختلف یونٹوں میں تقریباً
چار لاکھ افراد نے روزگار پایا۔ ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جیسے جیسے یونٹیں
مضبوط ہوتی جاتی ہیں ان میں کام کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔
ان کام کرنے والوں میں اکثریت ان لوگوں کی ہوتی ہے جو معمولی یا غیر ماہر
مزدور کی حیثیت سے آتے ہیں اور اپنے تجربے اور یونٹوں کی ٹریننگ کی وجہ سے
ان کا شمار ماہر مزدوروں میں ہونے لگتا ہے۔ وہ اس قابل بن جاتے ہیں کہ
نہایت پیچیدہ تیکنیکی کام بڑی مہارت کے ساتھ انجام دیتے ہیں اور معیاری
سامان تیار کرتے ہیں یہ ہمارے لئے ایک قابل فخر امر ہے اور اس سے ثابت
ہوتا ہے کہ ہماری کام کرنے کی صلاحیت کا دنیا کے بہترین کام کرنے والوں کی
صلاحیت سے موازنہ کیا جا سکتا ہے۔

مختلف صنعتوں کی اعانت

یہ ادارہ مختلف صنعتوں مثلاً الیکٹریکل، انجینئرنگ، فارمیسی، دیہی صنعتیں
چاول دال کی چھوٹی ملیں وغیرہ کی مالی اعانت میں پیش پیش رہتا ہے ان صنعتوں
کے علاوہ ہوٹلوں اور ٹرانسپورٹ کی صنعتوں کے لئے اس ادارہ سے دیئے جانے
والے قرضے اس طرح ہیں۔
پسماندہ اضلاع میں ۸½ فیصد شرح پر ترقی یافتہ اضلاع میں ۱۱ فیصد
شرح پر علاوہ ازیں دونوں علاقوں میں دوبارہ سرمایہ کاری کی سہولت اور ریلوے
دار حلقوں یعنی کاریگروں کے لئے صرف ۴ فیصد شرح پر اور علاقہ کے اعتبار
سے KVIC کی جانب سے ۴ تا ۷ فیصد سودی امداد۔

۱۰ ستمبر ۸۰ء

ولی فرد بھی فیضیاب

ندی، شہری اور دیہی علاقوں میں معمولی سے معمولی آدمی کو بھی مذکورہ ادارہ کس فائدہ پہنچاتا ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ ۷۹-۸ئ دوران کل ۱۷۴۶ یونٹوں میں سے ۲۲۳ یونٹوں یا ۱۲ فیصد یونٹوں کو ۱۰۰۰ روپیہ تک بطور قرض تقسیم کیا گیا۔ ۳۵۰ یا ۲۰ فیصد یونٹوں میں ۱۰۰۰ اور ۲۵۰۰۰ روپیہ کے درمیان قرضہ جات تقسیم کئے گئے۔ ۱۲۵۴ (۷۴) یونٹوں میں ۲۵۰۰۰ سے لے کر ۵۰۰۰۰ روپیہ تک قرضہ جات تقسیم کئے گئے۔ ۲۶۲ یا ۱۵ فیصد یونٹوں کو ایک لاکھ روپیہ تک اور ۳۵۰ فیصد یونٹوں کو ۲ لاکھ روپیہ تک قرضہ جات تقسیم کئے گئے۔ اس طرح دورہ سال میں کل ۱۷۴۶ یونٹوں میں سے ۱۴۴۰ یونٹیں یا تقریباً ۸۲.۵۰ فیصد یونٹیں جو مفصل علاقوں میں سماج کے کمزور طبقات کے فائدے کے لئے مصروف کار ہیں۔ مذکورہ ادارہ کی مالی امداد سے فیضیاب ہوتی ہیں۔
سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ان ۱۷۴۶ یونٹوں میں ۱۱۴۵ یونٹیں چھوٹی قسم کی ہیں یعنی زیادہ تر خود روزگار قسم کی۔

دورے : ادارہ اس بات کا انتظار نہیں کرتا کہ چھوٹے صنعتکار ادارہ یا اس کی شاخ میں آئیں بلکہ ادارہ کے افسران خود دورے پر نکلتے ہیں۔ صنعتکاروں یا ان کے نمائندوں سے روبرو تبادلۂ خیالات کرتے ہیں، انکی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور انھیں صلاح و مشورہ دیتے ہیں خاص طور سے اضلاع میں ان دوروں سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ غریب لوگ محسوس کرتے ہیں کہ کوئی ان کے فائدے کے بارے میں بھی غور کرنے والا ہے۔
عام دیکھ بھال کے علاوہ امداد کردہ یونیٹوں کی دوسری ضروریات کا بھی خیال رکھا جاتا ہے۔ کوشش کی جاتی ہے کہ ان یونٹوں کے قرض کے علاوہ دوسرے مسائل بھی حل کئے جا سکیں۔ اس طرح ان یونٹوں کی بروقت مدد کر کے انھیں بند ہونے یا ٹھپ پڑنے کے خطرے سے بچایا جاتا ہے

بیمار صنعتوں کی امداد

اجتماعی رعایتوں کے ذریعہ جس میں توسیع، تجدید اور مشینوں میں توازن رکھنے کے لئے زائد قرضہ جات شامل ہیں۔ بیمار صنعتوں کی مدد کی جاتی ہے۔ ادارہ بیمار صنعتوں کو دوسرے قابل اعتماد اداروں کے سپرد کرنے کی بھی حوصلہ افزائی کرتا ہے بشرطیکہ یہ ادارے بیمار صنعتوں کے تمام مالی و غیر مالی معاملوں کی ذمہ داری قبول کریں اس قسم کی ۵۰ سے زیادہ یونٹیں مذکورہ کارپوریشن کی اعانت سے فیضیاب ہوئی ہیں۔ اور مزید ۵۰ یونٹیں زیر امداد ہیں۔
اگر کوئی صنعت واجب الادا رقموں کی کئی اقساط ادا نہ کرے تو یہ اس کے بیمار ہونے کا پتہ دیتی ہے اس کی کئی وجوہات ہیں مثلاً بدانتظامی ساجھے داروں میں تنازعہ، سرمایہ کی قلت، مزدوروں کا مسئلہ، خام مال اور بجلی کی قلت، تکنیکی خامیاں وغیرہ وغیرہ ایسی کئی "مشکوک" یونٹوں میں ایم ایس ایف سی کے نامزد ڈائرکٹر متعلقہ یونٹوں کی سرگرمیوں کے بارے میں کارپوریشن کو باقاعدہ مطلع کرتے رہتے ہیں۔

بڑی یونٹیں :

اگر پسماندہ علاقوں میں بڑی یونٹوں کے تبادلے کے سلسلے میں حکومت کے اقدامات کامیاب ہوئے تو اس کے نتیجہ میں چھوٹی اور معاون صنعتوں کو جو ایم ایس ایف سی ادارے سے مالی امداد پاتی ہیں ایسے علاقوں میں فروغ حاصل ہو سکے گا۔ اس طرح روزگار کے بھی زیادہ مواقع پیدا ہوں گے۔ اور دیہی کاریگری کو بھی ترقی کا موقع ملے گا۔ اس سلسلے میں یہ ضروری ہے کہ بڑی یونٹیں اور حکومت خود اس بات کا خیال رکھے کہ چھوٹی صنعتوں کو ان کی ضروریات بروقت مہیا ہوں۔
مرکزی حکومت کی نئی صنعتی پالیسی سے جو پلانٹ اور مشنیری کی وسعت سے متعلق ہے چھوٹے پیمانہ کی صنعتوں اور یونٹوں کو آگے آنے اور مذکورہ سہولیات سے فیضیاب ہونے میں مدد ملے گی۔

بروقت اعانت

بروقت اعانت ہی چھوٹے صنعتکاروں کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ اسی لیئے ادارہ کے اعلیٰ اور دیگر عہدہ دار واراکین ہمیشہ کوشش کرتے ہیں کہ درخواستوں پر فوری طور سے غور ہو۔ امداد کی منظوری میں جلدی کی جاتی ہے۔ اور اکثر اوقات منظوری کے آخری مراحل میں ہی صنعتکار کو قبل از وقت آگاہی دی جاتی ہے تاکہ وہ ضروری تیاریاں کر سکے۔ صرف منظوری ہی کافی نہیں بلکہ رقم کی تقسیم اہم سمجھی جاتی ہے کیونکہ رقم ہاتھ میں ہو تو صنعتکار آگے بڑھ سکتا ہے۔ گزشتہ دو تین سالوں سے منظوری سرعت سے ہوتی رہی ہے۔ ۸۵ فیصد کام ہو چکے ہیں اور تقریباً اتنا ہی کام رقم کی تقسیم کا بھی ہوا ہے۔ ضرورتمند اگر پہلے ہی وقت میں تمام تفصیلات ادارہ کو پیش کر چکے ہوتے ہیں تو انھیں بار بار دفتر آنے کی زحمت نہیں دی جاتی۔

(بقایا صفحہ ۳۲ پر)

سرجگدیش چندر بوس

کے سائنسی کارنامے

• محمد رضی الدین معظم
۸۶۶ - رحیم منزل، شاہ گنج،
حیدرآباد ۵۰۰۰۰۲ (اے پی)

۱۹۷۱ء کی بات ہے کہ ایک مشہور فرانسیسی سائنسداں نے فرانسیسی زبان میں ایک کتاب شائع کی، جس میں انھوں نے یہ بتلایا کہ پودوں کی زندگی بھی جانوروں کی زندگی سے مشابہ ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر سبز پودے رات کے وقت کاربن ڈائی آکسائیڈ جذب کرتا ہے اور آکسیجن خارج کرتا ہے اور آپ ہم آکسیجن جذب کرتے ہیں اور کاربن ڈائی آکسائڈ خارج کرتے ہیں۔ اس طرح پودوں کے سانس لینے کا عمل حیوانات کے سانس لینے کے برعکس ہے۔

اس کے علاوہ پودوں میں ایک قسم کا مادہ جو DIGESTIVE FERMENT کہلاتا ہے جو نشاستہ کو شکر میں تبدیل کرتا ہے اور یہ غذا پودے کی نشو و نما کے لئے جمع ہوتا رہتا ہے۔ اور جب یہ کافی مقدار میں جمع ہو جاتا ہے تو غنچے اور شگوفے نمودار ہوتے ہیں۔ پودوں میں رگیں نہیں ہوتیں پھر بھی ان میں حرکت کرنے کی نمایاں قابلیت پائی جاتی ہے۔ آپ نے غالباً دیکھا یا محسوس کیا ہوگا کہ عام طور پر پھولوں کا رُخ سورج کی طرف ہوتا ہے اور جب بارش ہوتی ہے تو یہ نیچے کی طرف جھک جاتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی اور نرم نرم شاخیں جلد جلد بڑھنے لگتی ہیں بعض پودے جیسے SUN-DEW وینس کا مکھی پھندا VENUS FLY-TRAP میں چھوئی موئی کی حرکات بہت ہی نمایاں طور پر محسوس کی جاسکتی ہیں۔ سن ڈیو کے لیس دار پتوں پر جب کوئی مکھی یا کوئی کیڑا بیٹھتا ہے تو اس کے ڈنڈی دار غدود یا گیرے آپس میں بند ہو جاتے ہیں۔ اور اس کو ہڑپ کر جاتے ہیں۔ وینس کے مکھی پھندے کے پتے میں دو حصے ہوتے ہیں اگر ان میں سے کسی ایک حصے کو کوئی کیڑا وغیرہ چھولے تو وہ دونوں حصے آپس میں مل جاتے ہیں اور اس وقت تک نہیں کھلتے جب تک کہ کیڑا پوری طرح ہضم نہ ہو جائے اور اگر آپ چھوئی موئی کے درخت کے قریب ہاتھ لے جائیں یا اس کو چھولیں تو اس کے پتے بند ہونے لگتے ہیں اور اس کی ڈالیاں زمین کی طرف جھک جاتی ہیں۔

موجودہ صدی کے آغاز تک اس بات کا علم کسی کو بھی نہ تھا کہ اس صدی میں ایک ایسے سائنسداں کا ظہور ہوگا۔ جس نے ان مظاہرۂ قدرت کا کافی مشاہدہ کیا اور ایک نرالی بات دریافت کی کہ پودے بھی حسّاس ہوتے ہیں۔ یہ ہندوستان کے مایۂ ناز، ممتاز اور پہلے سائنسداں جگدیش چندر بوس تھے جن پر ہمارا ملک صدیوں تک فخر کر سکے گا۔ ان کی تحقیقات نے سائنس کی دنیا کو اس حقیقت سے روشناس کرایا کہ ہندوستان بھی اعلیٰ تحقیقات اور اچھے کام کے لئے کسی دوسرے ملک سے پیچھے نہیں رہا۔ جگدیش چندر بوس سے پہلے سائنس کی مد کے ہمارا ملک ہندوستان

سر جگدیش چندر بوس (۱۸۵۸ء - ۱۹۳۷ء)

بالکل گمنامی میں تھا لیکن انھوں نے ایسا میدانِ عمل پیدا کر دیا کہ بہت ہی تھوڑے عرصے میں ہندوستان سائنسی تحقیقات کا گہوارہ بن گیا اس لحاظ سے ہم سر جگدیش چندر بوس کو ہندوستان کی حد تک سائنسی بیداری کے لئے مبلغِ اعظم کہہ سکتے ہیں۔

جگدیش چندر بوس نے جب اس نرالی تحقیق کا بیڑا اٹھایا تو اس وقت یہ ادھیڑ عمر کے تھے۔ اور جب وہ بات کرتے تھے تو منہ سے پھول جھڑتے معلوم ہوتے تھے۔ ۱۹۰۰ء میں بوس نے انگلستان میں اپنے انوکھے نتائج سائنسی مجالس SCIENTIFIC ASSOCIATION میں پیش کئے۔ اسی اثنا میں سر جیمس ڈیوار اور لارڈ ریلے کی سفارش پر رائل انسٹی ٹیوشن کے "ڈیوی فرائیڈ کے تجربہ خانہ" میں کام کرنے کا موقع دیا گیا۔ جہاں انھوں نے اپنی اس تحقیق پر کام کیا اور کافی اُمید افزا نتائج برآمد کئے۔ ان کے نتائج لندن کے اخبارات اور رسائل میں شائع کئے گئے۔ پھر انھوں نے ہندوستان واپس آکر اپنی اس تحقیق پر بیس برس سے زائد عرصے تک نہایت جانفشانی سے کام کیا۔ اس وقت ہندوستان کی تقریباً بیس کروڑ آبادی میں صرف وہی یکا و تنہا اپنے خاص تحقیقی مصروفیات پر کام کرتے رہتے۔ ہندوستان بھر میں اس وقت ان کو ایک بھی ایسا فاضل شخص نہ مل سکا جس سے وہ اپنے تجربات سے متعلق تبادلۂ خیال کر سکیں۔ ۱۹۲۶ء میں جب وہ پھر انگلستان گئے تو آکسفورڈ یونیورسٹی میں برٹش ایسوسی ایشن کے سامنے اپنی تحقیق پر ایک دلچسپ اور پُر مغز لکچر دیا اس وقت سامعین میں ممتاز سائنسداں آئین اسٹائن بھی موجود تھے۔ لکچر کے اختتام پر انھوں نے اپنے تاثرات کا اس طرح اظہار کیا

"سر جگدیش چندر بوس کے اعزاز میں مجلس اقوام کے صدر مقام پر ایک مجسمہ استادہ کرنا چاہیئے"

آئین اسٹائن اس قدر کیوں متاثر ہوئے؟ اور بوس کی شہرت تجربہ گاہ سے نکل کر عالمگیر کیوں بنی؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے یہ ثابت کر دکھایا کہ تمام قسم کی حیات ایک ہی ہے۔ واقعی تجربات سے انھوں نے بتایا کہ فولاد اور دوسری دھاتیں بھی محسوس کر سکتی ہیں۔ پودے بھی جذبات رکھتے ہیں اور ہر شئے کے ساتھ زندگی اور موت لگی ہوئی ہے۔

بوس نے نہ صرف تکبیری شیشے کی مدد سے پودوں کا معائنہ کیا بلکہ خود نے نازک سے نازک اور حساس ترین آلات کا ایک مکمل سیٹ ایجاد کیا جس کی مدد سے پودوں کے عضلاتی سلسلہ کا بخوبی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ ان کو لوگ صوفی کہتے ہیں اور وہ صوفی تھے، صوفی جنھیں ہر شئے میں زندگی ہی زندگی نظر آتی ہے۔ اپنے کشف سے انچ کے لاکھویں حصہ تک کا حساب لگایا۔ ان کا تخیل مشرقی تھا مگر ان میں صحت کے ساتھ جانچ پڑتال کرنے کی عادت مغربی سائنسدانوں کی سی تھی۔ تاہم ان کے تجربات ایسے نرالے تھے کہ ان پر یقین کرنا مشکل معلوم ہوتا تھا۔ وہ سائنسی تحقیق سے زیادہ الف لیلی کی داستانیں معلوم ہوتی تھیں۔ چندر بوس ہی کی زبانی سن لیجئے کہ وہ کیا کہتے ہیں:

"اب تک ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ درخت اور پودے ہم سے کسی قسم کا قریبی تعلق نہیں رکھتے کیونکہ اُن کی دنیا بے آواز معلوم ہوتی ہے لیکن اب میں آپ کو دکھا دوں گا کہ یہ بھی حساس اور ذی شعور مخلوق ہے اس میں زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں اور وہ آپ کے سوالوں کا جواب دے سکتی ہیں۔ جب چھوئی موئی کے پودے کو چھو کر صدمہ پہنچایا جاتا ہے تو اس کے پتے آپس میں مل جاتے ہیں اور ڈالیاں زمین کی طرف جھک جاتی ہیں۔ اور ہم نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے جس کی مدد سے چھوئی موئی کے پودے کا ردِ عمل واضح خطوط میں حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے لئے اس کے بند ہونے والے پتے کے ساتھ ایک بیرم لگا دیا گیا تھا تاکہ کاغذ پر اس کے جوابی حرکات ترسیم ہو سکیں۔ لیکن کاغذ پر بیرم کی رگڑ بہت زیادہ تھی اس لئے بیرم کو اس طرح ترتیب دینا پڑا کہ وہ ایک سکنڈ میں ایک

ہزار بار اتھز زار کرے اور ایک موسیقی کا سُر پیدا ہو ہر ہر قلب کی دھڑکن کے ہزارویں حصّہ کا بھی حساب لگا سکتے ہیں۔"

"ہم صرف ایسی اشیا کو دیکھ سکتے ہیں جو سُرخ اور بنفشی شعاعوں کے درمیان ہوتی ہیں۔ برخلاف اس کے پودے بالائے بنفشی شعاعوں کو اور ایسی اثیری امواج کو محسوس کر سکتے ہیں جو ہم تک لاسلکی امواج لاتی ہیں۔"

"یہ بعید از قیاس نہیں ہے کہ پودوں میں جیسی حِس بھی ہوتی ہے۔ یہ بات مجھے اپنے چند تجربات کے دوران معلوم ہوئی۔ جب کوئی پودا اپنے نبضی حرکات کی ترسیم کر رہا ہو، اگر کبھی اس کے قریب جائیں تو اس کی نبضی حرکات میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔ لیکن جب وہ ہٹ جائیں تو پھر اس کی نبض سابقہ کی طرح دھڑکنے لگتی ہے عام طور پر صدمہ پہنچانے کے بارہ منٹ تک پودا متاثر رہتا ہے اس کے بعد اپنی اصلی حالت پہ آجاتا ہے۔"

بوس نے پودوں کی نبض معلوم کرنے کے لئے حیرت انگیز طور پر حسّاس آلات ایجاد کئے۔ پودے کی حرکات نہایت ہی سُست ہوتی ہیں حتیٰ کہ ایک گھونگھا SNAIL کی سُست رفتاری ایک پودے کی بالیدگی سے چھ ہزار گنا زیادہ ہوتی ہے۔ اس کی اوسط بالیدگی ایک سکنڈ میں انچ کے لاکھویں حصے کی برابر ہوتی ہے یعنی اوسطاً وہ ایک انچ ایک لاکھ سکنڈ میں بڑھتا ہے لیکن پودے بہت جلد بڑھتے ہیں۔ مثلاً بانس۔ بانس کا تنہ ۲۴ گھنٹوں میں ۹ تا ۱۲ انچ بڑھتا ہے۔ بوس نے بہت ہی حسّاس متوازن مُرکّب ہیرموں کے ایک نظام سے اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی لیکن جوڑوں پر ناسی رگڑ کی وجہ سے تکبیر صرف دس ہزار گنا ہو کر رہ گئی جو ان کے مقصد کے لئے کافی نہ تھی، پھر انھوں نے ایک واحد مقناطیسی ہیرم کی مدد سے اس کی کوشش کی جو اپنے محور کے گرد ایسا گردش کرتا تھا جیسے اچل مقناطیسی سوئی (ایسی سوئی جس پر زمین کی مقناطیسیت کا کوئی اثر نہیں ہوتا) ہے سوئی سے ملحقہ ایک چھوٹے سے آئینہ کے ذریعہ نور کے ایک دھبّہ کو ایک ڈھولکی پر منعکس کیا گیا۔ جس سے ایک لاکھ سے دس کروڑ گنی تک کی تکبیر حاصل ہوئی۔ اس سے ایک خوردبین کی طاقت میں دس لاکھ سے زیادہ اضافہ ہوگیا۔ انھوں نے اس آلہ کا نام بلند تکبیر جواب نگار CRESCO - GRAPH - بالیدگی کی پیمائش کرنے والا آلہ رکھا۔ اس آلہ کی طاقت کا تصور آپ اس طرح کر سکتے ہیں کہ اگر اس کا تعلق گھونگھے جیسے سُست رفتار جانور سے کر دیا جائے تو وہ اس کے بڑھنے کی شرح کو ایک گھنٹہ میں بیس کروڑ فٹ بتلاتا ہے۔

بوس کہتے ہیں "پودے قلب رکھتے ہیں۔ کریسوگراف ایجاد کرنے سے پہلے مجھے کامل یقین تھا کہ جس طرح خون انسانی قلب کی وجہ سے کھنچتا ہے بالکل اسی طرح پودے کے تنے میں اس کا دباؤ SAP PRESSURE بڑھتا ہے دوسرے الفاظ میں دباؤ مستقل نہیں ہوتا بلکہ جھٹکوں کی سی کیفیت پائی جاتی ہے۔ کریسوگراف نے اس قیاس کی پوری پوری تصدیق کی CYCLAMAN میں اس SAP کی جنبش کی حقیقی شرح ایک سکنڈ میں ایک انچ کے دس لاکھویں حصے کے برابر حاصل ہوئی لیکن جب پتہ کو آلہ کی مقناطیسی سوئی پر رکھا گیا تو پردہ پر روشنی کا دھبّہ ۱۲ سکنڈ میں دس فٹ کی شرح سے آگے پیچھے حرکت کر رہا تھا۔"

بوس نے ایک دوسرا طریقہ بھی ایجاد کیا تھا جس میں اس نے ایک برقی مقناطیسی سوئی لے کر اس کو ایک پودے کے تنے میں ایک ملی میٹر کے دسویں حصے تک پہنچا دی اس کے ساتھ رو پیما GALVA-NOMETER - حرکت کرنے لگا۔ اس کا منشا یہ تھا کہ تنے کو قائم رکھ کر سوئی کو راست دباؤ کے تحت اس کو مس کرنے کا موقع دیں تاکہ نبض کی حرکت کا پتہ لگ جائے۔

ان کے تیار کردہ آلات نہایت ہی حسّاس قسم کے تھے جن سے انھوں نے یہ ثابت کر دکھایا کہ پودے لاسلکی ہیجان کو محسوس کرتے ہیں جو انسانی احساسات کے حدود سے باہر ہے۔ ان کے طریقوں کی وضاحت یہاں ایک مثال سے ہو سکتی ہے۔ انھوں نے ایک چھوئی موئی کے پودے کو ایک گلاس میں رکھا اور اس کو صدموں اور آفتوں سے بچایا تو بظاہر وہ سرسبز و شاداب اور بڑھتا ہوا دکھائی دیا لیکن جب اس کا امتحان لیا گیا تو وہ کاہل ثابت ہوا۔ اس کے بعد وہ اپنے جنگلی بھائی کی طرح لاسلکی ہیجان کو محسوس نہ کر سکا اس کی سُست حرکات کی ترسیم لی گئی جس سے اس میں اور جنگلی چھوئی موئی کے مکمل سُکڑاؤ میں بہت ہی حیرت انگیز فرق پایا گیا۔

سر جگدیش نے ایک پودے کو زہر دے کر دیکھا۔ اس کے تنہ کو برومائیڈ میں داخل کیا پھر جب اس کی نبضی حرکات کا مشاہدہ کیا تو پتہ چلا کہ وہ پودہ زندگی کے لئے جدوجہد کر رہا ہے۔

۱۰ ستمبر ۱۹۸۰ء

نسانی زبان برقی رو کے لئے بہترین موصل ہے اور اس اعتبار سے
ہندوستانی ایک یورپین کی نسبت دوگنی حسّاسیت رکھتا ہے۔
تحقیق سے پتہ چلا کہ تپش، دباؤ اور روشنی کا ردعمل مختلف افراد
تلف نسلوں کے لوگوں پر مختلف ہوتا ہے۔ بعض لوگ ٹینس کے بلے
چراہٹ کی آواز سُن سکتے ہیں اور بعض لوگ ہوا کی روؤں کو خاص
پر محسوس کرتے ہیں اور بعض کے سر میں طوفانِ باد و باراں آنے سے
ے درد محسوس ہوتا ہے۔ چیونٹی بالائی بنفشئی شعاعوں کو محسوس
ہے جو انسانی حساس سے باہر ہے۔ اکثر پرندوں میں مقناطیسی
پائی جاتی ہے۔ جو ان کی انتہائی بلند پروازوں میں رہنمائی کرتی ہے
اسی طرح پودوں کی حسّاسیت کو کئی طرح سے تحقیق کیا گیا تو پتہ چلا
ان کی حِس کی صلاحیت بھی مختلف ہے۔ انھوں نے بتایا کہ اگر کوئی
ل کا ٹکڑا گذرتے ہوئے سورج کے سامنے آجائے تو درخت اُسے فوراً
سوس کرلیتے ہیں۔ درختوں کے اس عمل کو انھوں نے کپکپانا کہا۔ پودے
ڑن کے لئے انسان کی نسبت بہت زیادہ حساس واقع ہوتے ہیں۔ جیسے
بیوفائٹم BIOPHYTUM حسّاس ترین انسانی زبان سے دس گنا زیادہ

حِس رکھتا ہے۔ دوسری طرف پودے اس قسم کی حرکات کے لئے اپنے
جوابی فعل میں بہت سُست ہوتے ہیں۔ جانوروں کو کسی قسم کی چوٹ
کا احساس فوراً نہیں ہوتا بلکہ چوٹ لگنے کے کچھ وقفہ کے بعد ہوتا ہے
جب ہم اپنے پیر میں ایک پن چبھوتے ہیں تو اس کی اطلاع اعصاب
کے ذریعے دماغ تک پہنچتی ہے اور پھر واپس ہوتی ہے۔ اس کے آنے
جانے میں کچھ وقفہ درکار ہوتا ہے۔ ایک مینڈک میں یہ وقفہ سکنڈ کا
سَوواں حصہ ہوتا ہے جب کہ ایک پودے میں یہ ۵۰ گنا زیادہ ہوتا ہے اور
یہ تبدیلی موسم کے ساتھ بڑھتی گھٹتی ہے۔ یعنی گرما میں کم اور سرما
میں زائد ہوتا ہے۔ انھیں تجربات کی بناء پر کسی پودے پر متعدد بار عمل
کریں تو پودہ تھکن محسوس کرتا ہے۔ اس قسم کی تھکن کے باعث یہ وقفہ
جو نوعی وقفہ کہلاتا ہے جلد بڑھتا ہے۔ انھوں نے معلوم کیا کہ خلیوں کا
سلسلہ جس پر سے پودے میں صدمہ منتقل ہوتا ہے انسانی اعصاب
سے بالکلیہ مشابہ ہوتا ہے اور اس طرح پودا بھی اپنے ذہنی شعور کا
اظہار کرتا ہے۔

**

• خواجہ عبدالغفور (آئی اے ایس)

اگر کوئی کنہیا ہو لاہور کا لال بھی ہو تو اس کا کنہیا لال کپور ہونا لازمی ہے
خود ان کا کہنا ہے "بہت [illegible] مجھے۔ اس رعایت سے جانتے ہیں،
اہل زبان سا دل، دماغ تو ہے البتہ جسم رکھتا ہوں" جسمانی طور پر [illegible]
دبلے اور لمبے تڑنگے لیکن اردو ادب کی یہ دیو قامت ہستی، طنز و مزاح، ظرافت
[illegible] اور بذلہ سنجی میں یکتائے زمانہ ہے اور خلیفائی کی وجہ [illegible]
اعلیٰ و ارفع مقام پر قائم و دائم ہے۔

پیدائش ۲۷ر جون ۱۹۱۰ء لائل پور کی ہے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت گاؤں کے پرائمری اسکول میں ہوئی۔ بی۔ اے۔ ڈی اے وی کالج لاہور سے ۱۹۳۲ء میں کیا۔ لطرس [illegible] کو بال کی شناگردی میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم۔ اے انگریزی کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۳۴ء میں لکچرار ہوئے پھر پروفیسر اور پرنسپل۔ ان کے حصہ میں استادی رہی۔ گھریلو زندگی اوسطاً خوش حال اور طبعاً گوشہ نشین۔ انھوں نے زر زمین زن کو نظر اُٹھا کر کبھی نہ دیکھا۔ اپنی ذات سے یہ مجسم ظرافت تھے۔ کہتے تھے کہ زندگی نے اُن کا اور انھوں نے زندگی کا خوب خوب مذاق اڑایا۔ بقول خود، ان میں قنوطیت تھی لیکن رجائیت نہیں۔ مگر اس قنوطیت کو ہم نے کبھی کسی تحریر میں دیکھا اور نہ ان کی تقریروں میں سُنا۔ یہ تو بات بات میں نکتہ پیدا کرنے کے عادی تھے ان کی طرز تحریر شوخی سے بھرپور اور اسلوب شگفتہ طنز سے معمور۔ خود کہتے ہیں۔ "طبیعت ہمیشہ دروغ گوئی اور مبالغہ آمیزی کی جانب راغب رہی ہے۔ مضامین لکھنے کا مقصد محض پگڑی اُچھالنا نہیں اصلاح کی تلقین کرنا ہے۔"

انھوں نے نہ معلوم کیوں اپنی رحلت کی تاریخ ۲۰ر جون ۱۹۶۰ء مقرر کر لی تھی اور "اپنی یاد میں" نوحہ لکھا جس میں صراحت کی لڑکی خامیاں تھیں مرحوم میں اور لکھا کہ اس کا انتقال تو ۱۳ر برس پہلے ہی ہو چکا تھا (یعنی ملک کی تقسیم کے وقت کہ جب وہ ہندوستان منتقل ہوئے تھے) لیکن یہ ایک ایسے انسان تھے جو دو مرتبہ فوت ہوئے — ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔ "میری زندگی کا سب سے بڑا معجزہ ہے کہ میں زندہ ہوں۔"

اپنی شگفتہ تحریروں اور تقریری بذلہ سنجی میں کہیں نہ کہیں سے موت کا ذکر ضرور لاتے۔ ۱۵ر/۱۶ر اپریل ۱۹۸۰ء میں بمبئی آئے اور ہند پاک ادیبوں کے سیمینار میں شرکت کی [illegible] نے ان کو بتایا کہ ماشاءاللہ وہ کافی صحت مند نظر آرہے ہیں۔ اُن کا جواب تھا۔ "ہاں شمع بجھنے سے پہلے بھڑکتی ہے۔"

مارچ ۱۹۸۰ء میں بھی اپنے خط میں مجھے یہی لکھا کہ اگر آپ ۲۷ر جون ۱۹۸۰ء کو میری ستّرھویں سالگرہ کا جشن منانے والے ہیں تو اس کا خرچہ اور نذرانہ مجھے دیجیے تاکہ میں پونے میں اپنا مقبرہ بنالوں۔ قبل از مرگ انھوں نے اپنے لکھنے پڑھنے کی تمام چیزیں قلم کاغذ وغیرہ بند کر دیں اور ان کا آخری مضمون "موت اور زندگی" ہندوستان سماچار میں شائع ہوا

وہ اپنی زندگی کو ایک مسلسل مذاق سے تعبیر کرتے رہے اور کبھی زندگی سے بوریت کا اظہار نہیں کیا۔ ۱۹۳۶ء میں سب سے پہلے کرشن چندر کے افسانہ 'یرقان' کی پیروڈی 'خفقان' کے عنوان سے لکھی۔ ۳۱

۱۰ر ستمبر ۱۹۸۰ء

کے مضامین مسلسل شائع ہوتے رہے " غالب جدید شعراء کی مجلس میں
کار ہے جو ادبی دنیا ۱۹۴۲ء میں شائع ہوا۔ اس کے بعد ان کی تصانیف
ۃ و شائع ہوتی رہیں۔

اُگ و خشت	۱۹۴۲ء	۶۔ نرم گرم	۱۹۵۷ء
نشۂ و ہتنشہ	۱۹۴۴ء	۷۔ گردِ کارواں	۱۹۶۰ء
نے و رباب	۱۹۴۵ء	۸۔ گستاخیاں	۱۹۶۷ء
بِ نشتر	۱۹۴۸ء	۹۔ کامریڈ شیخ چلی	
ے دپر	۱۹۵۲ء		

۱۹۷ء میں انھیں غالب اکاڈمی ایوارڈ بھی ملا۔ لیکن اور طرح سے کوئی
عام و اکرام یا ایوارڈ نہیں ملے۔ اور نہ انھوں نے اس کی طرف دھیان
ر فلم کے دھنی رہے اور علم و ادب کا وہ دھن برساتے رہے کہ
لوگ فیضیاب ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ یہ پیروڈی کے
اور انھوں نے بڑی عمدہ تحریف نگاری کی۔ جن کی مثالیں درج کرنا
ہیں کہ سب ہی نے پڑھا اور لطف اُٹھایا ہے۔
سط وار " لغات الکبور" کے نام سے اردو محاوروں، کہاوتوں، مقولوں
الفاظ کو بھی نئے معنی نئے روپ دیئے جو نہ صرف بامزاح ہیں بلکہ
ہوئے طنز کا بہترین نمونہ بھی ہیں۔ اپنی تحریروں تقریروں کو تمام سب
ل لطیفے چٹکلے اور مزاحیہ اشعار سے چٹخارے دار بناتے تھے۔
ہندی رسم الخط میں اُردو بگڑ کر کیا سے کیا بن جاتی ہے اس کا دلچسپ
پیش کیا ہے۔ " گیارکھاتر" پنڈت آب بل کلام آجاد سے ماجرت کے
" سنہ پکھیے موہ ترم" (شفیقِ محترم) وغیرہ وغیرہ۔ مسٹر خیراندیش
شری شبھ چنتک" کے تحت بھی لطف و لطافت سے بھرپور باتیں
ہیں۔
مستقل کالم کے تحت بالغوں کے لئے پہلی دوسری تیسری کتاب۔
ں و جواب۔ لغات جدید کے علاوہ "ہندوستان سماچار کے" میں
نا چلا گیا" کالم میں کنھیا لال کپور نے سیاسی عنوانات پر بھی قلم اُٹھایا

دریا جھوٹ سو جھوٹ ہے سانچ سانچ سو سانچ ہیں چرن سنگھ کو
اڑا ہے۔ چلے چرن سنگھ ہیرو بننے۔ راج نرائن کا تازہ کارنامہ۔ ان کی
وں کے سب اسیر ہوئے۔ ایران میں آیت اللہ خمینی کو سر منڈاتے ہی
ں سے سابقہ۔ ایک سابق وزیر کی فریاد۔ سیاسی پھلجھڑی۔ جنگ
ے (جنتا کا جن۔ کانگریس کا رس) الفاظ الفاظ الفاظ۔ رہی ہونا ہے
منظورِ ضیا ہونا ہے۔ بجٹ پر تبصرے، اس طرح کے بڑے دلچسپ

عنوان قائم کر کے انھوں نے متنوع موضوعات پر قلم اُٹھایا ہے اور بے لاگ
تبصرہ تنقیص اور تنقید ان کے مشاہدہ کی اساس ہیں چنانچہ ان کی وسیع
النظری نے ان کے انشائیوں کو یکسانیت کے شکار ہونے سے بچایا ہے۔
" برج بانو" ایک ایسی عورت کی کہانی ہے کہ جس کی زبان میں چاشنی
ہے اور شیرینی ہے کہ جو سنتا ہے وہ مذہب و ملت کی قید سے آزاد
ہو کر اس سے عشق کرنے لگتا ہے حتیٰ کہ شہنشاہوں نے بھی اس سے
پیار کیا اور اپنے درباروں میں باعزت مقام عطا کیا۔ زبردست سسپنس
کے بعد یہ برج بانو کا نقاب اُلٹتے ہیں تو اُردو کا روشن اور مسحور کن چہرہ
نظر آتا ہے۔
کہاوتیں دھوکا دیتی ہیں۔ بین الاقوامی مزاحیہ کردار۔ ساس۔ غائب
دماغ پروفیسر۔ بیوی۔ اپنا اپنا تکیہ کلام۔ ڈھیٹ مہمان۔ اشاروں کی
زبان، اپنے آپ پر ہنسنا۔ اگر سوئمبر کی رسم پھر رائج ہو جائے۔ انھیں
آگئیں شوخیاں آتے آتے۔ بڑے ہی پُرلطف اور دلچسپ مضامین
ہیں۔ آکاش وانی سے پنجابی میں مزاحیہ مضامین نشر کئے ہیں۔
' مصیبت سہیڑ لئی دیاہ کروا کے، چھپاواں کس طراں لوکاں تول اپنا
بڑھاپا۔ دیکھ کبیرا رویا۔ پرس نے نشٹ بڑا پایا۔ کم کڈھیا۔ دیر نال آنے
والے۔ وہمی۔ انگور کھٹے ہیں۔ پوشاکاں دے بدل دے فیشن۔ مجبوری'
جھوٹ بولن دی عادت۔ دیاہ تہمے اچ۔ افسر۔ اسی پرنسپل بنے سہرے
اتے سکھیاں واں۔ حال پچھن والے۔ کیڑے کڈھن والے۔ نجات
کی تلاش۔
انداز بیان سادہ دل آویز اور شگفتہ۔ ساتھ ساتھ سنجیدہ اور شوخ
ہمارا کنھیا جسدِ خاکی کے ساتھ ہمارے ساتھ نہیں لیکن اس کی
تخلیقات نہ صرف ہمارے دل و دماغ پر چھائی ہوئی ہیں بلکہ ان کی
شگفتگی اُردو ادب کو زعفران زار بنائے رکھے گی۔

**

فانی اور میر کے کلام میں مماثلت

حیات الانور بالاپوری ، کاغذی پورہ، بالاپور ۴۴۴۳۰۲

فانی کی زندگی مرقع یاس وحرمان تھی۔ کبھی غم معاش ہے لتو کبھی مرگ پدر کا رنج کبھی والدہ کی اچانک موت کا الم ہے تو کبھی لڑکوں کی طرف سے مایوسی اور آخر میں بیوی کے سانحہ ارتحال نے فانی کے لیے احساس غم ہی کو اصل زندگی بنا دیا۔ فانی زندگی اور موت کے درمیان ہمیشہ ٹھوکریں کھاتے رہے۔ جب موت نے آنکھیں دکھائیں تو حیات کی طرف پلٹے اور جب زندگی نے پریشان کیا تو موت کو آواز دی اور شاید اسی حزن وملال کا اثر تھا کہ موافق ذرائع کے باوجود اپنی زندگی کو کامیاب بنانے میں ناکام رہے۔

زندگی سے ہو بیزار فانی اس سے کیا حاصل
موت کو منالو گے جان سے خفا ہو کر (فانی)

فانی کا خیال تھا کہ قسمت کا لکھا اٹل ہوتا ہے۔ تاہم انسان مجبور محض نہیں چنانچہ وہ خود کہتے ہیں ؎

محشر میں جبر دوست سے طالب ہوں درد کا
آیا ہوں اختیار کی تہمت لیے ہوئے

فانی ترے عمل ہمہ تن جبر ہی سہی
سانچے میں اختیار کے ڈھالے ہوئے تو ہیں

فانی کا ہر شعر ان کے راز دروں کا ترجمان ہے۔ ملٹن کی تینوں شرطیں (سادگی۔ اصلیت۔ جوش) ان کے اشعار میں بکثرت موجود ہیں۔

میر اور فانی کے کلام میں مماثلت :

میر اور فانی کی زندگیاں ہر معاملہ میں کچھ اس قدر مشترک ہیں کہ ان کا سمجھنا مشکل ہو گیا ہے۔ میر کو اگر ساکنان اکبر آباد کی بے تہذیب کی شکایت ہے تو فانی اہل وطن سے بیزار تھے۔ میر اگر تنگی معاش کی خاطر دلی گئے تو فانی کو حیدر آباد جانا پڑا جس طرح میر کو قیام لکھنؤ کے دوران سکون میسر نہیں ہوا۔ اسی طرح فانی کو حیدر آباد کی لا بیت سے راحت نصیب نہ ہوئی۔ اگر میر میں خودداری تھی تو فانی بھی اس معاملے میں کچھ پیچھے نہیں تھے۔ دونوں کو اپنی خودداری عزیز تھی اور دونوں مصیبت زدہ اور تنگی معاش کا شکار تھے۔ اس لیے دونوں کے کلام میں مماثلت ضروری ہے۔ میر کے کلام میں آہ وفغاں، مجبوری ونامرادی دنیا کی بے ثباتی فقر وقناعت ان کے کلام کی نمایاں خصوصیات ہیں مثلاً ؎ (میر)

کہا میں نے کتنا ہے گل کا ثبات
کلی نے یہ سن کے تبسم کیا

کھلنا کم کم کلی نے سیکھا ہے
تری آنکھوں کی نیم خوابی سے

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

فانی کی طبیعت بھی اسی سوز وگداز، یاس والم ودرد وکرب کا

…وعہ تھی۔ مگر فانی اس غم کو غمِ جاوداں جانتے ہیں۔ نیز جذبات کی
…زی اور احساسات کی شدت میں وہ میر صاحب سے پیچھے نہیں ہیں ؎

آج ہم پی سکے نہ وہ آنسو
ان کے آگے جو بار بار آیا

زندگی جبر ہے اور جبر کے آثار نہیں
ہائے اس قید کو زنجیر بھی درکار نہیں

کس سے اب درد کی دوا چاہوں
درد اٹھتا ہے لے کے تیرا نام

ہر مسافر سے پوچھ لیتا ہوں
خانہ برباد ہوں کہ خانہ بدوش

دل کو کس دن قرار آیا تھا
تم کسے بے قرار کر کے چلے (فانی)

فانی کی بعض غزلیں میر کے رنگ کی ہیں۔ اور بعض اوقات تو فانی
…میر کا رنگ اتنا چھا جاتا ہے کہ وہ میر صاحب سے بہت قریب نظر
…تے ہیں۔ مثلاً فانی کہتے ہیں ؎

کیا چھپاتے کسی سے حال اپنا
جی ہی جب ہو گیا نڈھال اپنا

جگ سونا ہے تیرے بغیر آنکھوں کا کیا حال ہوا
جب بھی دنیا بستی تھی اب بھی دنیا بستی ہے

باوجود اتنی مماثلت کے فانی میر نہیں۔ فانی کی شاعری کا شروع سے آخر تک ایک ہی رنگ نظر آتا ہے۔ ان کے افکار حزن آمیز فلسفہ یاس انگیز لہجہ اور کیفیتیں زیادہ تر درد انگیز رہی ہیں۔ دورِ حاضر میں اردو غزل کو جتنا سوز و گداز فانی نے بخشا ہے۔ شاید اتنا کسی دوسرے شاعر نے نہیں۔ فانی کے یہاں غم کا احساس اور اس کا اظہار بیان روایتی نہیں بلکہ اس میں ان کا اپنا رنگ، آہنگ، تجزیہ، تجربہ اور زندگی بھر کی واقعیت کارفرما ہے۔ میر صاحب کی طرح فانی رنج و غم سے گھبراتے نہیں بلکہ اسی میں ان کو سکون نصیب ہوتا ہے ؎

غم مجسم نظر آیا تو ہم انساں سمجھے
برق جب جسم سے وابستہ ہوئی جاں سمجھے

میر صاحب جبر کے قائل ہیں۔ مگر فانی کا عقیدہ جبر و اختیار کے درمیان ہے ؎

گناہ گار کی حالت ہے رحم کے قابل
غریب کشمکش جبر و اختیار میں ہے

زندگی جبر ہے اور جبر کے آثار نہیں
ہائے اس قید کو زنجیر بھی درکار نہیں

گلشنِ تصویر میں تھے طائرِ تصویر ہم
کیا کہیں کیوں کر کہیں مجبور بھی آزاد بھی

میر کے اسلوب بیان میں حسرت، سوز و گداز، اثر، دلکشی اور روانی پائی جاتی ہے۔ مگر فانی کے یہاں یہ چیزیں کچھ کم ہیں۔ میر کے کلام میں فلسفہ و حکمت کو دخل نہیں ہے۔ مگر فانی کے کلام میں بکثرت پایا جاتا ہے اور یہی چیز فانی کی شاعری کا نمایاں جوہر ہے ؎

کسی کے غم کی کہانی ہے زندگی فانی
زمانہ ایک فسانہ ہے مرنیوالوں کا

●●

گورنر مہاراشٹر شری صادق علی نے حال ہی میں پونے میں ایک نمائش کا افتتاح کیا جہاں تصاویر کے ذریعہ سو سال پہلے بمبئی شہر کی زندگی کی عکاسی کی گئی ہے زیر نظر تصویر میں گورنر موصوف کے دائیں شری ایم ینذ ممتاز فوٹوگرافر نجہال لالہ دین دیال کے پوتے اور بائیں طرف ان کی بڑی پوتی شریمتی ہیم تاجین ہیں۔

ہریانہ کے وزیر ترقیات و پنچایت شری راؤ رام نارائن نے ۲۷ راگست کو منترالیہ میں مہاراشٹر کے وزیر دیہی ترقیات شری مالوراؤ سکالے سے ملاقات کی یہ اسی موقع کی تصویر ہے

۱۹۸۰ء اولمپک گیمس میں حصہ لینے والے مہاراشٹر کے کھلاڑیوں کو وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری بابا صاحب بھونسلے کے ہاتھوں ۷ ستمبر کو سی سی آئی کلب ہال بمبئی میں اعزازات تقسیم کئے گئے یہ اسی موقعہ کی تصویر ہے۔

شری ستیش چترویدی، وزیر مملکت برائے صحت عامہ حال ہی میں اچانک سینٹرل ریلوے اسٹیشن تشریف لے گئے اور وہاں کچن اور کھانا پکانے کے انتظامات کا معائنہ کیا۔

ضلع بھنڈارہ میں نئے طریقے پر رام ٹیک نہر کی تعمیر کا کام تیزی سے پایۂ تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔ اس طرح یہ نئی نہر ضلع میں مزید... ۱۱ ہیکٹر اراضی پر آبپاشی میں معاون ہوگی۔

وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری اے آر انتولے ۲۵ اگست ۸۰ء کو تاج محل ہوٹل بمبئی میں مہاراشٹر اکنومک ڈیولپمنٹ کونسل کی میٹنگ سے خطاب کرتے ہوئے۔

زیر نظر تصویر میں شری پی وی نرسمہا راؤ مرکزی وزیر برائے امور خارجہ (بائیں سے پہلے) اور وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری اے آر انتولے (درمیان میں) سابق وزیر اعلیٰ مہاراشٹر اور ممبر پارلیمنٹ شری شنکر راؤ چوان (دائیں سے پہلے) کو ان کی ساٹھویں جنم دن پر "ہیرک" رو پہلی نشانی کے ساتھ مبارکباد پیش کر رہے ہیں۔ تہنیتی تقریب برلا ماتو شری سبھا گریہ بمبئی میں منعقد ہوئی تھی۔

شری بابوراؤ کالے وزیر دیہی ترقیات رہائش نے بمبئی میں بی ڈی ڈی چال سنگٹھنا سمنوے سنگھ کے زیر اہتمام سالانہ دن۔ کرایہ دار پریشد سے خطاب فرما رہے ہیں۔

[illegible] شابندھن تہوار کے موقع پر شریمتی [illegible] دیوی
[illegible] مہاراشٹر شری [illegible] کو
[illegible] باندھ رہی ہیں۔

شریمتی اندرا آیپنی سادکار "استری سکھشا سنگھٹنا"
کی جانب سے مہاراشٹر کی وزیر محصول شریمتی شالینی
تائی پاٹل کو ان کے جنم دن پر روایتی طریقے سے مبارکباد
پیش کر رہی ہیں۔

شری اطہر حسین خان وزیر مملکت برائے محصول،
بازآباد کاری و پروٹوکول' انجمن دردِ بحر کے زیر اہتمام ۱۱ر اگست
۱۹۸۰ء کو نیشنل لائبریری ہال باندرہ بمبئی میں منعقدہ عید ملن
میں حاضرین سے خطاب فرما رہے ہیں۔

وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری اے. آر انتولے ۱۵ اگست ۱۹۸۰ء کو یوم آزادی کے موقع پر منترالیہ، ممبئی میں صدر دروازے کے عین سامنے آویزاں چھترپتی شیواجی مہاراج کی پُرشکوہ تصویر کی رسمِ نقاب کشائی ادا کر رہے ہیں۔ آپ کے ساتھ چیف جسٹس شری بی. این دیشمکھ، چیف سکریٹری شری پی. جی گوائی، ریاستی قانون ساز اسمبلی کے اسپیکر شری شرد دیگھے اور چیئرمین ریاستی قانون ساز کونسل شری آر. ایس گوائی دیکھے جا سکتے ہیں۔

مہاراشٹر میں یوم آزادی کی تقریبات

شریمتی اندرا گاندھی کے ہاتھ مضبوط کیجئے (وزیر اعلیٰ)

۳۴ ویں یوم آزادی کے موقع پر مہاراشٹر بھر میں رسم پرچم کشائی، پریڈ اور کلچرل پروگرام منعقد کئے گئے۔ وزیر اعلیٰ شری اے. آر انتولے نے منترالیہ، ممبئی میں پرچم کشائی کی۔ شری انتولے نے معاشی اور سماجی ترقی کے لئے باضابطہ کوششوں کی تلقین کی۔ شریمتی اندرا گاندھی کی پُرزور تائید کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ بیرونی اور اندرونی طور پر چند عناصر شریمتی اندرا گاندھی کی قیادت کو کمزور کرنے کی مذموم کوشش کر رہے ہیں۔

آپ نے مزید فرمایا کہ بڑے ممالک یہ نہیں چاہتے کہ ہندوستان ترقی کرے، کیونکہ انھیں خوف ہے کہ اگر ہندوستان کو آگے بڑھنے کا موقع ملا تو وہ اپنی شاندار روایات کی بنیاد پر ایک عظیم ملک بن جائے گا۔

ممبئی ریجنل کانگریس کمیٹی (آئی) کے صدر شری بھانو شنکر یاگنک نے کانگریس سدن میں پرچم کشائی کی۔ آپ نے عوام سے مہاتما گاندھی کے نظریات پر عمل کرنے کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دینے کی اپیل کی۔

ممبئی کے میئر شری بابوراؤ شیٹے نے میونسپل آفس کے باہر نصب سر فیروز شاہ مہتہ کے مجسمہ کو سیڑھی پر چڑھ کر ہار پہنایا۔

سنٹرل اور ویسٹرن ریلوے نے اپنے طور پر تقریبات منعقد کیں۔ اس موقع پر اسکولوں اور کالجوں میں بھی پروگرام کئے گئے۔

چلڈرنس ایڈ سوسائٹی کی جانب سے منعقدہ تقریب میں ایک انوکھا کلچرل پروگرام پیش کیا گیا۔ اس پروگرام میں جسمانی طور سے معذور زیر تربیت بچوں کو، جنھوں نے سائن کے ووکیشنل ری ہیبی لیٹیشن سینٹر میں اپنا

یوم آزادی پر کونسل ہال پونے میں قومی جھنڈا لہرانے کے بعد گورنر مہاراشٹر شری صادق علی نے سرکاری افسران سے مصافحہ کیا۔

یا۔ اسناد تقسیم کی گئیں اس سے قبل پرچم کشائی کی گئی۔
م سوشیل سروس اور باشعور شامل ہم نے ایک سادہ سی تقر
جس میں عوام کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔
موقع پر شہر کے مختلف حصوں میں شجر کاری مہم کا آغاز کیا گیا۔
تلب ناڈ دیو نے تلسی واڑی میں مہاراشٹر ہینڈی کرافٹ کی
کی نمائش کا اہتمام کیا۔

ناگپور میں ڈسٹرکٹ کلکٹر شری پربھاکر کرانڈیکر نے کلکٹوریٹ میں
ائی کی۔ اس موقع پر ڈسٹرکٹ پولس سپرنٹنڈنٹ شری اروند انعامدار کو
صدر ہند کی طرف سے پولس میڈل ملا، مبارکباد دی گئی۔
اندیڑ میں ڈسٹرکٹ کلکٹر نے پرچم کشائی کی اور بعد میں درخت لگائے

عثمان آباد میں ڈسٹرکٹ کلکٹر شری ٹی۔ پی ڈانگے نے کلکٹوریٹ میں
شائی کی۔
بلڈانہ میں ڈسٹرکٹ کلکٹر شری ادم پرکاش ملہوترا نے ترنگا لہرایا۔
وم گارڈس نے خون کا عطیہ دیا۔
اکولہ میں وزیر مملکت برائے محصول شری اطہر حسین خاں نے کلکٹوریٹ
پرچم کشائی کی۔
بھنڈارہ میں ڈسٹرکٹ کلکٹر شری ایس۔ ایس سوہنی نے جھنڈا لہرایا
پندرہ اگست کے دن مہاراشٹر کے ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹرز میں رسم

کشائی ادا کی گئی۔ بچوں کو مٹھائی تقسیم کی گئی اور کلچرل پروگرام منعقد ہوئے۔
وزیر قانون شری بابا صاحب بھوسلے نے کولہاپور میں کلکٹوریٹ
کے دفتر پر جھنڈا لہرایا۔
کئی پرائمری مدرسوں میں رسم پرچم کشائی ادا کی گئی اور بچوں میں
مٹھائی تقسیم کی گئی۔
وزیر برائے عمارات و مواصلات شری شیواجی راؤ پاٹل نیلانگیکر نے
اورنگ آباد میں رسم پرچم کشائی ادا کی۔
وزیر صنعت شری جواہر لال درڈا نے یوم آزادی کے موقع پر ناگپور
میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے حکومت نے چھوٹے کسانوں اور
کمزور طبقات کی فلاح و بہبود کی کئی اسکیمات مرتب کی ہیں۔
پرچم کشائی کے بعد کمشنر کے دفتر کے احاطے میں منعقدہ تقریب میں
وزیر موصوف نے فرمایا کہ چھوٹے اور درمیانی کسانوں پر کوآپریٹو بنکوں
اور سوسائٹیوں کے ۴۹ کروڑ روپوں کے قرض کی معافی حکومت کا ایک
انقلابی قدم ہے۔

ممبئی پولس کے افراد کو یوم آزادی کے موقع پر انعامات

یوم آزادی کے موقع پر ممبئی پولس کانسٹبلوں اور افسران کو قابل تعریف
خدمات پر صدر ہند کا انڈین پولس میڈل دیا گیا۔ ممبئی کے جن پولس کانسٹبلوں
اور افسران کو یہ اعزاز بخشا گیا وہ درج ذیل ہیں:
شری جی۔ این ابالے، ڈپٹی کمشنر آف پولس، اسپیشل برانچ کو بہترین

اورنگ آباد میں وزیر برائے پبلک ورکس، شری شیواجی راؤ پاٹل نبلانگیکر نے ڈویژنل کمشنر آفس کے احاطے میں قومی جھنڈا لہرایا۔

خدمات پر انڈین پولس میڈل دیا گیا ہے، جنھوں نے عثمان آباد اور تھانے میں پرتشدد ہنگاموں کو فرو کرنے میں اعلیٰ صلاحیت کا مظاہرہ کیا۔ موصوف اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ آف پولس، ناسک، سپرنٹنڈنٹ آف پولس تھانے اور عثمان آباد، ڈپٹی کمشنر آف پولس، پونے اور اسسٹنٹ انسپکٹر جنرل آف پولس بمبئی کے عہدوں پر فائز رہ چکے ہیں۔

شری سریش سی۔ پینڈسے، اسسٹنٹ کمشنر آف پولس، ڈی۔ ڈویژن، بمبئی کو سال کا بہترین سراغ رساں مانا گیا اور انھیں ۱۹۵۷ء میں انڈین پولس میڈل اور ۱۹۶۸ء میں چیف منسٹرز گولڈ میڈل عطا کئے گئے ہیں۔ موصوف ۱۹۴۳ء میں پولس فورس میں شامل ہوئے۔ بمبئی میں قلابہ، دادر، بھوئیواڑہ، دی۔ بی روڈ اور ملنڈ پولس اسٹیشنوں پر خدمات انجام دیں۔ شری پینڈسے سات سال تک کرائم برانچ، سی آئی ڈی میں رہے اور بعد میں اسپیشل برانچ میں اسسٹنٹ کمشنر کے عہدے پر فائز ہوئے۔

شری کاشی ناتھ ذنکر دیگے، انسپکٹر آف پولس، کرائم برانچ (ڈیٹیکشن) بمبئی ۲۲ سال سے پولس فورس میں برسر ملازمت ہیں۔ موصوف نے ۱۵۰ واقعات میں کامیاب سراغ رسانی کی اور مختلف جرائم کی کامیاب تحقیقات پر ۷۰۰۰ روپے سے زیادہ نقد انعامات حاصل کئے۔

ناگپور میں یوم آزادی پر، وزیر صنعت شری جواہر لال درڈا نے ڈویژنل کمشنر آفس کے احاطے میں قومی جھنڈا لہرانے کی رسم ادا کی۔ اس موقع پر ڈویژنل کمشنر شری پنڈلک راؤ گوڈ مشیلوار اور کمشنر آف پولس، شری ایچ سی ایل ۔ اجی حاضر تھے۔

وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری اے آر انتولے نے ۱۵ اگست کو آزادی کے دن مجگاؤں، بمبئی میں "بکری ٹیکس محکمہ" کی تعمیر شدہ نئی عمارت کا افتتاح فرمایا۔ زیرِ نظر تصویر میں شری رام راؤ آدک، وزیر برائے مالیات بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

لحال آپ بھونیواڑہ کے ودھوان دوہرے قتل کیس کی تحقیقات میں
روف ہیں۔

حوالدار سداشیو دھاکوبرب ۱۹۴۷ء میں بمبئی عظمیٰ پولیس میں
زم ہوئے۔ ۱۹۷۰ء سے کرائم برانچ کے ڈیٹیکشن شعبہ میں خدمات
یام دیتے ہوئے سراغرسانی میں اعلیٰ مقام پیدا کیا۔ سو سے زیادہ نقب
نی اور چوری کی وارداتوں کا کامیابی سے سراغ لگایا۔

شری رمیش بی۔ واشی، ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ آف پولس، ۱۹۵۵ء
بں پولس فورس میں آئے، ۱۹۶۴ء میں سی بی آئی، میں شمولیت کے
د بمبئی اور احمدآباد میں خدمات انجام دیں اور متعدد معاشی جرائم کا
تہ لگایا۔ والکاٹ اور ڈونز جیسے مشہورِ عالم اسمگلروں کی گرفتاری میں
بھی آپ نے حصہ لیا۔

●●

یوتھ فورم

یوتھ فورم کا مستقل فیچر کیریئر کی رہنمائی مشہور اشخاص، دیہاتوں کی رہنمائی کرنے والے اداروں کی سرگرمیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس فیچر میں قوم کے سماجی و معاشی ترقی پروگراموں کے رد عمل پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ قومی پروگرام میں جیسے جہیز مخالف تحریک، صفائی مہم، چھوت چھات کے خاتمے اور تعلیم کے فروغ پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جاتا ہے۔

اپنے مضامین اس پتہ پر مرحمت فرمائیں۔

ایڈیٹر "قومی راج" نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ، ۱۵واں منزلہ، مقابل منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

ریاستی خبریں

نزالیہ میں چھتر پتی شیواجی کی شاندار تصویر

یراعلیٰ شری اے آر انتولے نے ۱۵ راگست کو بمبئی میں منترالیہ کے صدر دروازے
ین سامنے چھتر پتی شیواجی مہاراج کی ایک پرشکوہ تصویر کی نقاب
ئی فرمائی.

اس موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے شری انتولے نے فرمایا کہ شیواجی مہاراج ایک لسانی یا مذہبی فرقہ کے فرد نہیں بلکہ ایک "یگ پرش" تھے۔ دنیا میں چند ب پرش گذرے ہیں۔ ہمارے لئے یہ بڑے فخر کی بات ہے کہ ایسا انسان ست اور مذہبی رواداری کا حامل رہنما ہمارے درمیان پیدا ہوا تھا.

وزیراعلیٰ نے اس بات کی ضرورت جتائی کہ ہمیں ایسا کوئی کام نہ کرنا چاہیئے سے شیواجی مہاراج کی شہرت اور وقار کو ٹھیس پہونچے۔ آپ نے یا کہ ریاستی حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ چھتر پتی کے سماجی تصور کا پرچار کر کے رعملی جامہ پہنائے.

اس تقریب میں شری آر ایس گوائی چیرمین ریاستی قانون ساز کونسل، ری شرد دیگھے اسپیکر قانون ساز اسمبلی، شریف آف بمبئی شری دلیپ ار اور سرکاری عہدیداران شریک تھے.

وزیراعلیٰ کی کوششوں سے متنازعہ صنعتیں دوبارہ جاری

انتظامیہ کے نمائندوں اور مزدور یونین کے لیڈروں کے ساتھ وزیراعلیٰ ری اے آر انتولے کی ۲ ستمبر تک گفت و شنید کا مثبت نتیجہ ظاہر وا۔ کیلیکو کیمیکل (پلاسٹک ڈویژن) اور ہندوستان لیور کا صنعتی تنازعہ تعلقہ فریقین کے درمیان باہمی سمجھوتے کے ذریعہ اطمینان بخش طریقے سے حل ہوگیا. ور یہ یونٹیں دو ایک دنوں میں حسب معمول کام کرنے لگیں گی۔ وزیراعلیٰ کی رہائش اہ ورشا پر اس دن صبح ٹھیک میں گفتگو کے آخری دور میں متعلقہ یونٹوں کے نازعہ کا حل تلاش کیا گیا۔ یہ گفتگو کئی گھنٹوں تک جاری رہی.

وزیراعلیٰ کی اس قسم کی مصالحانہ کوششوں کے نتیجہ میں میسرز ویل مین نڈیا تھانے اور سائن گیراج میں جو کافی عرصے سے بند تھے اسی دن سے دبارہ کام شروع کر دیا گیا.

میسرز ویل مین انڈیا کے انتظامیہ نے تنازعہ کا قابل قبول حل ڈھونڈھ کالنے پر وزیراعلیٰ کی انتھک کوششوں کے لئے ان کا شکریہ ادا کیا.

میسرز کیڈبری انڈیا کے انتظامیہ کے نمائندوں اور یونین کے لیڈروں کے ساتھ بھی اطمینان بخش بات چیت ہوئی ہے یہاں کے صنعتی تنازعہ کا حل بھی نکل آیا ہے۔ جن یونٹوں میں اب دوبارہ کام شروع ہوا ہے ان میں مجموعی طور پر کل ، ہزار سے زیادہ مزدور کام کرتے ہیں.

میسرز پریمیئر آٹوموبائلس اور ڈبلیو جی فورج ان دو بند یونٹوں کے مسئلہ پر ۴ ستمبر کو منترالیہ میں بات چیت نتیجہ خیز رہی، وزیراعلیٰ شری اے آر انتولے کی دلچسپی اور ثالثی کوششوں سے ریاست بھر میں صنعتی امن کی خوشگوار فضاء پیدا ہوئی ہے۔ پرامن صنعتی ماحول سے پیداوار میں اضافہ ہوگا اور مزدوروں کی فلاح کی راہ ہموار ہوگی.

وزیراعلیٰ کیساتھ ان مباحثوں میں وزیر صنعت شری جواہرلال درڈا، وزیر محنت شری باباصاحب بھوسلے، وزیر مملکت برائے محنت شری ہری بھاؤ نائک، وزیر مملکت برائے داخلہ امور شری ابھے سنگھ راجے بھونسلے متعلقہ شعبوں کے سکریٹری اور لیبر کمشنر نے حصہ لیا۔ شری ایم این ترٹ کے ایم ایل سی اور سابق وزیر برائے صنعت و مزدور نے مباحثوں میں شرکت کی.

حاجتمندوں کیلئے مالی امداد

ہ کے راحت فنڈ کے لئے ۱٫۲۶ لاکھ روپوں کا عطیہ دیا گیا. یہ رقم وزیر اعلیٰ شری اے آر انتولے کی اپیل پر شری وردھامن استھانک واسی جین شراوک سنگھ کے زیراہتمام ناسک میں ۱۱ راگست کو منعقدہ آچاریہ شری آنند رشی جی کی ۸۰ ویں جینتی تقریب کے موقع پر جمع کی گئی تھی۔ ایک خاص اسکیم کے تحت راحت فنڈ سے حاجتمندوں بوڑھوں، معذوروں اور ایسے اشخاص کو جن کے خاندان میں کوئی کماؤ فرد نہیں ہے، مالی امداد دی جائے گی. مذکورہ تقریب میں وزیراعلیٰ نے بتایا کہ ضرورتمندوں کے سلسلے میں تفصیلات دو تین مہینوں میں حاصل کر لی جائیں گی تاکہ فنڈ کی صحیح ڈھنگ سے تقسیم ہو سکے. وزیراعلیٰ نے مزید کہا کہ مذہب اور فرقہ کے نام پر اٹھائے جانے والے اختلافات کو ختم کیا جائے آپ نے گذارش کی کہ لوگوں کو چاہیئے کہ وہ جین دھرم کی تعلیمات کے مطابق مفلسوں کی اعانت کریں.

اس ۱٫۲۶ لاکھ کے عطیہ میں شری سریش جین ایم ایل اے نے ایک لاکھ، جالنہ کے شری چمپالال سکلیچا نے ۲۱۰۰۰ اور شری رام جی بھائی جالنہ والا نے ۵۰۰۰ روپے دیئے.

شری جواہرلال درڈا وزیر برائے صنعت نے کہا کہ مذہبی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا صحیح طریقہ غریبوں کے حالات زندگی سدھارنا ہے۔ ڈاکٹر بلی رام ہیرے وزیر برائے تعلیم نے ایک کتاب "آنند باغ" کا اجرا کیا. شری شیواجی راؤ پاٹل نیلانگیکر وزیر برائے پبلک ورکس بھی اس موقع پر موجود تھے
ابتدا میں شری دجے راج ابرمیچا نے مہمانوں کا سواگت کیا.

...یری پریس ضروری۔ (وزیراعلیٰ)

...یس کو سماج کے امین کی حیثیت سے کام کرنا چاہیئے۔ پریس پر ایک بڑی
ذمہ داری ہے اور اسے چاہیئے کہ یہ ذمہ داری تعمیری ڈھنگ سے نبھائے"
...ا شری اے آر انتولے نے ۹ اگست کو گجراتی روزنامہ جنم بھومی کے مدیر
جینتی لال شکلا کے عہدے سے سبکدوش ہونے پر منعقدہ جلسۂ تہنیت کی صدارت
...ہوئے ان خیالات کا اظہار فرمایا۔

...مہوریت میں اخبارات کے اہم کردار پر زور دیتے ہوئے آپ نے کہا کہ
...تنقید کو ہمیشہ خوش آمدید کہنا چاہیئے۔ آپ نے شری شکلا کی صحافتی خدمات
...ہتے ہوئے ان کی آئندہ سرگرمی کے لئے جو وہ بڑودہ میں شروع کرنے والے
...میابی کی تمنا ظاہر کی۔ شری جواہر لال درڈا، وزیر صنعت نے اس موقع
...ر تکنیکی اور ظاہری اعتبار سے وقت کے ساتھ پریس میں کافی تبدیلیاں
...یں۔ لیکن پریس کو چاہیئے کہ وہ اپنی روایتی لگن کے ساتھ حکومت اور عوام
...رمیان ایک موثر رابطے کی خدمت انجام دے۔

وزیراعلیٰ نے شری شکلا کو ایک شال اور ۳۱۰۰۰ روپے کا ایک چیک
پیش کیا۔ اس جلسے میں شریمتی پرمیلا یاگنک وزیر برائے سماجی بہبود بھی
موجود تھیں۔

آنکھیں اور گردے۔ ہوم گارڈ کی پیش کش

دو ہزار تین سو پچاس ہوم گارڈس اور شہری دفاع رضاکاروں نے مرنے کے بعد اپنی
آنکھیں بطور عطیہ دینے کے لئے رضامندی دیدی ہے۔ ان میں سے کچھ نے بعد از موت
اپنے گردوں کی بھی پیش کش کی ہے۔

حال ہی میں ہوم گارڈوں نے اکولہ ستارہ، پنڈھر پور، اور بلڈانہ میں آئی
کیمپس چلانے میں سماجی اداروں کی مدد بھی کی ہے۔ انھوں نے ایک میڈیکل چیک
اپ کیمپ کجالہ میں لگایا جہاں ۴۰۰ سے زیادہ دیہات واسیوں نے اس سے فائدہ
اٹھایا۔ احمد نگر میں ہوم گارڈس نے شہریوں سے فاضل دوائیاں اکٹھا کرکے
گاؤں کے غریب اشخاص میں تقسیم کیں۔

اجارہ داری کپاس خریداری اسکیم کے تحت پھلٹن میں کپاس وصولی کی شروعات، شری باباصاحب بھوسلے، وزیر محنت، قانون اور عدلیہ کے
دست مبارک سے ہوئی۔ تصویر میں بائیں طرف وزیر موصوف فروخت کے لئے منڈی میں لائی گئی کپاس ملاحظہ فرمارہے ہیں۔ دائیں طرف شری ابھے سنگھ راجے
بھوسلے، وزیر مملکت برائے امور داخلہ اور شری بالا صاحب پوار، چیرمین آف اسٹیٹ مارکٹنگ فیڈریشن بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

فرقہ وارانہ اور سماج دشمن سرگرمیوں کی روک تھام

آرڈیننس کا نفاذ

گورنر مہاراشٹر نے ایک آرڈیننس جاری کیا ہے تاکہ مہاراشٹر میں فرقہ وارانہ سماج دشمن اور دیگر خطرناک سرگرمیوں کی روک تھام کی جا سکے۔

پچھلے کچھ عرصے سے مہاراشٹر میں قانون اور نظم و ضبط کی صورتحال تشویشناک ہوتی جا رہی ہے اور یہ دیکھا گیا ہے کہ مختلف عناصر بے چینی پھیلانے اور فرقہ وارانہ فسادات کرانے کے درپے ہیں۔ سماج دشمن عناصر کی سرگرمیاں زور پکڑ رہی ہیں۔

حال ہی میں دیگر ریاستوں میں فسادات ہوئے ہیں۔ ریاست مہاراشٹر میں بھی جلگاؤں اور کلیان میں فرقہ وارانہ فسادات ہو چکے ہیں۔ لہٰذا اس ریاست میں ایسے ہنگاموں کی روک تھام اور امن عامہ برقرار رکھنے کے لئے فوری اور مناسب اقدامات کرنا ضروری ہے۔

چونکہ اس قسم کی سنگین صورتحال سے نمٹنے کے لئے عام قوانین کی دفعات ناکافی ہیں اس لئے گورنر مہاراشٹر نے ۲۷ اگست ۱۹۸۰ء کو ایک آرڈیننس بعنوان "مہاراشٹر میں فرقہ وارانہ سماج دشمن اور دیگر خطرناک سرگرمیوں کی روک تھام قانون بابت ۱۹۸۰ء" نافذ کیا ہے اس کے تحت امن عامہ میں جس کی وضاحت آرڈیننس میں موجود ہے کسی طرح سے بھی خلل انداز ہونے والے اشخاص کی احتیاطی نظربندی عمل میں آئیگی۔

مزید برآں بمبئی پولس ایکٹ بابت ۱۹۵۱ء کی دفعہ ۵۶ میں ترمیم کی گئی ہے تاکہ آرڈیننس میں وضاحت کردہ امن و نظم عامہ میں خلل ڈالنے کی کوشش کرنے والے" یا لوگوں کو ضروری اشیاء کی فراہمی کی راہ میں حائل اشخاص کو جس کی وضاحت چور بازاری کی روک تھام اور ضروری اشیاء کی برابر فراہمی قانون بابت ۱۹۸۰ء میں کی گئی ہے تڑی پار کیا جا سکے۔

ضابطہ فوجداری بابت ۱۹۷۳ء کی دفعہ ۱۵۱ میں بھی ترمیم کی گئی ہے تاکہ کسی جوڈیشل مجسٹریٹ کے حکم سے بیک وقت پندرہ اور زیادہ سے زیادہ ۳۰ دنوں تک ایسے گرفتار اشخاص کو حراست میں رکھا جا سکے جن کے بصورت دیگر باہر رہنے سے امن عامہ کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔

یہ آرڈیننس ۲۷ اگست ۱۹۸۰ء کے گزٹ میں شائع کر دیا گیا ہے۔

نئے چیف ڈائرکٹر
شری ایس، جی دیتھنکر

شری ششی کانت گوپی ناتھ دیتھنکر نے آج ۲۸ اگست کو بحیثیت چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز شری ایم آئی آر ماٹھر سے عہدہ کا چارج لے لیا۔ شری ماٹھر اب ایڈیشنل چیف ڈائرکٹر کی حیثیت سے فرائض انجام دیں گے۔

شری دیتھنکر جو ۱۹۶۵ء میں آئی اے ایس منتخب ہوئے تھے محکمہ اطلاعات میں نئے عہدے پر فائز ہونے سے قبل لیبر کمشنر رہ چکے ہیں۔ بحیثیت لیبر کمشنر آپ نے خصوصًا اقل ترین اجرت قانون کی عمل آوری سے متعلق اہم اقدامات کئے۔ تاکہ کھیت مزدوروں کو فائدہ پہونچے

شری دیتھنکر ۹ اگست ۱۹۳۸ء کو پیدا ہوئے آپ نے پونے میں تعلیم حاصل کی اور ماسٹر آف آرٹس کی ڈگری پونے یونیورسٹی سے حاصل کی۔ آپ ۱۹۶۴ء میں آئی اے ایس کیلئے منعقدہ مقابلہ امتحان میں شریک ہوئے اور منتخب ہوگئے۔ آپ ۱۹۶۵ء میں آئی اے ایس بننے کے بعد سے حکومت میں مختلف عہدوں پر فائز رہ چکے ہیں شری دیتھنکر بھنڈارہ کولھاپور دھولے اور وردھا کے کلکٹر اور وزیر اعلیٰ گوا کے سکریٹری کی حیثیت سے تین سال تک فرائض انجام دے چکے ہیں۔

آنجہانی وی پی نائیک کا مجسمہ
وزیر اعلیٰ کے ہاتھوں نقاب کشائی

میری سیاسی زندگی کے محرک مہاتما گاندھی اور پنڈت جواہر لال نہرو ہیں اور شریمتی اندرا گاندھی اور آنجہانی وی پی نائیک نے مزید حوصلہ افزائی کی۔ مہاراشٹر کابینہ میں میری پہلی بار شمولیت اور میرے وزیر اعلیٰ بننے کا اعزاز بھی انھیں کو جاتا ہے۔

ان خیالات کا اظہار وزیر اعلیٰ شری اے۔ آر انتولے نے شری وی پی نائک کی پہلی برسی کے موقعہ پر پوسد سے ۳۵ کلو میٹر دور پوہیلی میں وسنت کوآپریٹو شوگر فیکٹری کے احاطے میں شری وی پی نائیک کے مجسمے کی نقاب کشائی کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ تقریب ۱۸ اگست کو منعقد ہوئی تھی۔

شری انتولے نے کہا کہ شری وی پی نائیک وزیر اعلیٰ ہی نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر وہ انسانیت نواز تھے اور ان کے سینے میں غریبوں کے لئے ایک دردمند دل تھا۔

نائیک پرتشٹھان کے منتظم صدر اور سابق وزیر شری نرہیدر تڑکے نے صدارت کی۔ لیجسلیٹو کونسل کے چیئرمین شری آر۔ ایس گوائی نے اس موقع پر کہا کہ آنجہانی شری وی پی نائیک بحیثیت ایک مثالی انسان ہمیشہ یاد رہیں گے۔

وزیر محصول شریمتی شالینی تائی پاٹل نے کہا کہ وی پی نائیک ودربھ علاقے کی طرف سے مہاراشٹر کے لئے ایک "تحفہ" تھے۔

وزیر صنعت شری جواہر لال درڈا نے کہا کہ آنجہانی شری نائیک کی کوششوں ہی کے نتیجے میں زراعت کو بطور صنعت تسلیم کیا گیا۔

وزیر عمارات و مواصلات شری شیواجی راؤ پاٹل۔ نیلانگیکر اور مہاراشٹر جنتا پارٹی کے صدر شری بابو راؤ ڈھاکنے نے بھی اس موقع پر شری وی پی نائیک کو خراج عقیدت پیش کیا۔

مہاتما گاندھی کی تعلیمات کی روشنی میں منصوبہ بندی

ہمارے تمام فیصلے اور اقدامات غریب ترین عوام کی حفاظت اور ان کی فلاح و بہبودی کے لئے وقف ہوں یہی مہاتما گاندھی کی تعلیمات کا حاصل ہے۔

مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ شری اے۔ آر۔ انتولے نے آج یہاں فرمایا کہ مہاتما گاندھی کا یہ مرکزی خیال ہمیں اقدامات طے کرتے وقت ذہن میں رکھنا چاہیئے وزیر اعلیٰ مہاراشٹر اسٹیٹ پلاننگ بورڈ کی پہلی میٹنگ سے خطاب کر رہے تھے جو بمبئی میں ۳ ستمبر کو منعقد ہوئی تھی۔ اس بورڈ کی تشکیل گذشتہ جون میں آپ کی حکومت برسر اقتدار آنے پر کی گئی تھی۔ وزیر اعلیٰ اس بورڈ کے چیئرمین ہیں

آپ نے مزید فرمایا کہ ملک میں عوام کی ایک کثیر تعداد غریب ہے اور ان غریبوں نے مہاتما گاندھی کی آواز پر ایک ہو کر حصول آزادی کی خاطر ان کی حمایت کی ہے۔ وہ ہماری قوم کے ستون اور جمہوریت کے علمبردار ہیں۔ لہٰذا ہمارا اولین فرض ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ گاندھی جی کے سوراج کے فوائد ان تک پہنچ رہے ہیں یا نہیں عوام کا ایک خاص طبقہ ہی آزادی کے فوائد کے ایک بڑے حصہ سے فیضیاب ہوتا ہے اور غریب طبقات کو ان کے جائز حقوق کبھی نہیں یہ بیشک انصاف و مساوات سے بعید ہے اور ایک بدنما داغ ہے۔

آپ نے مزید فرمایا کہ عاملہ' قانون ساز' اور عدلیہ کو غریبوں کی بہتری کے لئے کام کرنا چاہیئے کیونکہ جمہوری نظام میں غریب ہی آقا ہوتے ہیں۔

ہمارے انتظامی ماہرین اور ماہرین معاشیات مہاتما گاندھی کی تعلیمات کی روح کو سمجھیں اور اپنے فکر و عمل میں انھیں پیش پیش رکھیں۔ ہماری پلاننگ کا مقصد پیداوار میں اضافہ اور اس کی مناسب تقسیم ہونا چاہیئے۔

اس سے قبل بورڈ کے ایگزیکیٹو چیئرمین ڈاکٹر وی سبرامنیم نے بورڈ کی غرض و غایت پر روشنی ڈالی اور چھٹے پنجسالہ منصوبہ کی تشکیل سے متعلق بورڈ کے آئندہ اقدامات بیان کئے۔

بورڈ کے ممبر ڈاکٹر ایم' ایس پٹوردھن نے اس بات پر زور دیا کہ موجودہ ذرائع بڑھائے جائیں اور ان کا بہتر استعمال کیا جائے آپ نے مزید کہا کہ بڑی یونٹوں کو ریاست کے پس ماندہ علاقوں میں قائم کیا جائے۔ ڈاکٹر نروتم شاہ نے غیر متوازن علاقائی کیفیت دور کرنے پر زور دیا۔ ڈاکٹر ایم جے کھداپور نے تعمیر مکانات پروگرام کو آگے بڑھانے کے لئے' گوٹھان پلاننگ" کا مشورہ دیا۔ ڈاکٹر دوشی نے پیداوار میں اضافے اور مزدوروں کی بہتری کے لئے صنعتی امن کی ضرورت پر زور دیا۔ ڈاکٹر شری کانت جیجکر نے فرمایا کہ بجٹ میں تعلیم آرٹ کلچر اور حفظان صحت کے لئے خاصی کم رقم ہے اور یہ کہ دیہی غریبوں

وزیر اعلیٰ کی جانب سے امداد

وزیر اعلیٰ شری اے۔ آر انتولے نے تھیسٹر اکیڈیمی پونے کو کالسکی ناٹک "گھاشی رام کوتوال" برلن انٹرنیشنل تھیٹر فیسٹول اور دیگر یورپی مقامات پر پیش کرنے کے لئے ایک لاکھ روپے کی رقم بطور امداد دی ہے تاکہ وہ سفر خرچ پورا کر سکے۔

وزیر اعلیٰ نے چیف منسٹر فنڈ سے بھی ... ۲۵ روپے کی امداد راج رشی شاہو شکشن پرسارک منڈل عثمان آباد کو دینے کی منظوری دیدی ہے۔

کی فلاح کے لئے اس میں مزید اضافہ کیا جانا ضروری ہے۔

بورڈ کے خصوصی ممبر ڈاکٹر ایم کیو دلوی نے مشورہ دیا کہ زیر تکمیل برقی پروجیکٹوں کو جلد از جلد مکمل کیا جانا چاہئے کیونکہ آئندہ پیداوار کا دارومدار ہماری برقی قوت پر ہے۔ آپ نے ناشک، شولاپور اور دیگر درمیانی طبقہ کے شہروں کے لئے بہتر ذرائع نقل و حمل کا مشورہ دیا

مہاراشٹر کابینہ کے اراکین جنھوں نے میٹنگ میں حصہ لیا ان میں شریمتی شالینی تائی پاٹل، سرو شری رام راؤ ادیک، جواہر لال درڈا، جی بی کھتال، بابو راؤ کالے، شیواجی راؤ پاٹل، سیلانگیکر، سریش دیو تلے، ستیش چتر ویدی، ہری بھاؤ نائیک، کالے گروجی اور شریمتی تارا بائی ورتک شامل ہیں

صفحہ ۔ سے آگے

وصولی: سب سے ضروری اور اہم کام وصولی کا ہے۔ اصل رقم کی وصولی ضروری ہے سود بھی بلا ناغہ ادا ہونا چاہئے اگر بقایا بہت زیادہ ہو تو کوئی بھی مالی ادارہ ٹھیک طرح سے نہیں چل سکے گا۔ ادارہ کے بقایا جات وصول کرنا ہوتا ہی ہے لیکن کوشش کی جاتی ہے کہ لوگوں کو تکلیف نہ پہنچے سنگین معاملوں میں وقت دیا جاتا ہے اور سمجھوتہ سے کام لیا جاتا ہے۔ قانونی چارہ جوئی سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کی جاتی ہے اس کے بجائے بات چیت سے مسئلہ حل کیا جاتا ہے اس کا نتیجہ بھی امید افزا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ادارہ سے امداد پانے والی صنعتوں کی تعداد میں اضافہ کی وجہ سے ابھی ادارہ کے بقایا جات کا فیصد کچھ زیادہ ہے لیکن دیگر اداروں کے بقایہ جات کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔

بقیہ "آبپاشی کے میدان میں ودربھ کی ترقی"

وردھا میں ۱۵۰۰۴۰۰۱۱ ہیکٹر، اکولہ میں ۸۱۴، ۹۱ ہیکٹر، ایوت محل میں ۳۰،۹۶۶ ہیکٹر، امراوتی میں ۱۴،۰۶۷ ہیکٹر، چندرپور میں ۹۱۳، ۶،۰۴ ہیکٹر، ناگپور میں ۵،۱۰۳،۷ ہیکٹر اور بھنڈارہ میں ۳،۸۹،۰۱۹ ہیکٹر اراضی سیراب ہوگی — سیراب ہونے والی کل زمین ۱۶۱، ۲۲، ۲۰ ہیکٹر ہے۔

بقیہ "آندھرا پردیش اردو اکاڈمی"

پانچ پانچسو روپے کے ۹ انعامات

۱۔ بم بہ بم (شاعری) ... ... مظفر حنفی
۲۔ آثار خیر (تنقید) ... ... اختر قادری
۳۔ وجدان (〃) ... ... ڈاکٹر عصمت جاوید
۴۔ یوں سوچا تھا (ناول) ... ... ظفر ادیب
۵۔ نقوش (تذکرہ) ... ... حفیظ مالیگانوی
۶۔ زمیندار کی حویلی (بچوں کا ادب) ... ریاض احمد خاں
۷۔ نئی دھڑکنیں (افسانے) ... ... رعنا الجبار
۸۔ تبسم (طنز و مزاح) ... ... رام لال نابھوی
۹۔ فلمیں کیسے بنتی ہیں (معلومات) ... پریم پال اشک

قارئین کیلئے ضروری اعلان

آپ 'قومی راج' میں شائع شدہ کسی بھی مضمون یا کالم پر اپنے خیالات کا اظہار کرسکتے ہیں اور یہ بھی لکھ سکتے ہیں کہ آپ کس قسم کی تخلیقات پسند کس قسم کی تخلیقات ناپسند کرتے ہیں۔

حکومت کی کسی اسکیم پر آپ بحث بھی کرسکتے ہیں اور اس سلسلے میں اپنی تعمیری رائے کا اظہار بھی کرسکتے ہیں۔ بس یہ خیال رکھئے کہ آپ کا خط ۲۰۰ الفاظ سے زائد پر مشتمل نہ ہو۔ اپنے خطوط آپ اس پتہ پر روانہ فرمائیے:

مدیر، پندرہ روزہ 'قومی راج'، نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ، پندرہواں منزلہ، مقابل منترالیہ، ممبئی نمبر ۴۰۰۰۳۲

ن ہست کمبھ میلے کے موقع پر ۱۰ اگست ۱۹۸۰ء
لم کے قریب ترمبکیشور میں سادھوؤں کے
یہ سجے ہوئے ہاتھی پر نکالی گئی سواری کا منظر'
من ہست میلہ 'پردنی' ہر بارہ سال کے بعد
یا تا ہے اور مہاراشٹر ہی نہیں بلکہ دیس بھر سے
ت مند اس میں شرکت کے لئے آتے ہیں۔ ▼

▲ جین منی آچاریہ ۱۰۰۸، شری آنند رشی جی کی ۸۱ ویں جینتی ما
ہیں ناشک میں شری وردھامن استھانک واسی جین شراوک
کے زیر اہتمام منائی گئی۔ زیر نظر تصویر میں وزیر اعلیٰ شری اے۔آر
اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے۔ ڈائس پر بائیں سے شری آنند
شری شیواجی راؤ پاٹل نیلانگیکر، وزیر برائے عمارات و مواصلات
جواہرلال درڈا، وزیر برائے صنعت اور ڈاکٹر بلی رام ہیرے، وزیر برا
تشریف فرما ہیں۔

کمبھ میلہ میں ترمبکیشور پر کشاورت کنڈ
میں یاتری اشنان کرتے ہوئے ←

QAUMI ... Regd. No. MH-BY South-544 Licence No. 89 for ' without prepayment of p

Now read more about

How you can earn extra income by promoting investments in Small Savings scrips.

Is it possible?

Yes. You can earn this income if you have the desire. You may be in search of a full time rewarding career for yourself or some one else. You may be working in a factory/office or may be a professional. You could be an agent promoting something else. You can earn in addition to your regular job.

What is to be done.

You have to get investment in small savings scrips. You may do it fultime or in spare time. You are your own master, No fixed timing.

What are small savings scrips.

These are the postal national savings scrips. P.P.F. can also be invested in State Bank of India branches.

How good are the small savings scrips.

These are the best and the most popular scrips in the market offering highest return and cater to all needs of personal investment. Moreover these are widely publicised and well known.

What will you get

Standardised Agency system:— 2.5% commission on 7 yr. National Savings Certificates and 5 yr. time deposits. 1% commission on 2 yr. & 3 yr. time deposits.

Public Provident Fund Agency System:- 1% commission on the amount invested throughout the duration of the Public Provident Fund account

Mahila Pradhan Kshetriya Bachat Yojana (MPKBY) Agency:- Only fo women and organisations 4% commission on the amount of 5 yr Recurring Deposit account and 10 Cumulative Time Deposit (CTD) collected and deposited in post office.

How much can you earn:-

Sky is the limit.

For details contact:

Directorate of Small Savings,
New Administrative Building, 8th Floor, Opp. Mantralaya, Bombay. Phone: 232537

Or

Collectorates in the districts

Or

Regional Directors of National Savings
at Bombay—Phone: 250021,
Pune—Phone: 442514
Nagpur—Phone: 25482

Issued by the D.G.I P.R., Bombay.

Vishpala

ایس جی دیتھنکر، چیف ڈائرکٹر، ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، گورنمنٹ آف مہاراشٹر، بمبئی نے

SEPTEMBER 25 1980

۲۵ ستمبر ۱۹۸۰ء

چھوٹے کسانوں کے لئے ۴۹ کروڑ روپے قرض معافی

تقریباً ۸ لاکھ کسانوں کو فائدہ

'جنم اشٹمی' ۔ بھگوان کرشن کا جنم دن' شراون کے مہینے میں پورنیما کے بعد آٹھویں دن، آدھی رات کو' آسمان پر روہنی ستارہ نمودار ہونے پر واقع ہوتا ہے۔ یہ دن

یکم ستمبر کو ہمارا شہر بھر میں بڑے جوش خروش سے منایا گیا۔ ہندوؤں کے نزدیک یہ بڑا اہم دھارمک تہوار ہے۔ شری کرشن جو قید میں پیدا ہوئے تھے' اس لئے اس تہوار کو اس عقیدہ سے منایا جاتا ہے کہ یہ قید جسم میں گیان کی پیدائش ہے جو کہ انسان کو برائیوں سے نجات دلاتی ہے۔ اُپاس، کیرتن بھجن اور کرشن لیلا کے ساتھ یہ تہوار شروع ہوا اور دوسرے دن یعنی ۲ ستمبر "دہی کلا دن" "رادھا کرشن" کی سواریاں نکالی گئیں اور جیسے جمنا کنارے، گوکل میں شری کرشن اور ان کے ساتھی "گووندا"، دہی چرایا کرتے تھے اسی طرح شہر میں جوانوں نے جا بجا، اونچائی پر لٹکی ہنڈیاں' ایک دوسرے کے شانے پر چڑھ کر پھوڑیں۔

زیر نظر تصویر میں واڈیا ہسپتال کا ہے جس میں "سوریہ پرکاش دیا یا گنڈا" کے لڑکے "ہنڈیا" توڑنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

(تصویر۔ بشکریہ ممبئی سما

قومی راج

ے ۲۵ ستمبر ۱۹۸۰ء شمارہ ۱۸

ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

لانہ: دس روپے * فی کاپی: پچاس ۵۰ پیسے

ران: خواجہ عبدالغفور (آئی۔اے۔ایس)

ترتیب

صفحہ نمبر

چیف ایڈیٹر: ایم۔ ایشور راج ماتھر

ایڈیٹر: ریاض احمد خاں

سب ایڈیٹر: عبدالوحید خاں جامعی

سخنہائے گفتنی

حکومت مہاراشٹر کی نئی سرکار نے وزیراعلیٰ شری اے۔آر انتولے کی رہبری میں ۱۶ ستمبر ۱۹۸۰ء کو اپنے سو دن مکمل کرلئے ہیں۔ اِن سو دنوں میں حکومت کی یہ کارروائی قابلِ ذکر ہے کہ اس نے مہاراشٹر میں بسنے والے غریب کسانوں اور غریب کھیت مزدوروں پر سے قرض کی معافی کا اعلان کردیا ہے، قرض کی کُل رقم ۹۴ کروڑ روپے ہے۔ حکومت کے اس اقدام سے نہ صرف ان چھوٹے کسانوں کو اطمینان کا سانس لینا نصیب ہوا ہے بلکہ ان کے دلوں میں زیادہ سے زیادہ محنت کرنے کی بھی خواہش پیدا ہوگئی ہے۔ اب انھیں یکسوئی سے کام کرنا نصیب ہوگا۔ جس سے ریاست کی پیداوار میں اضافہ کے ساتھ ساتھ ان کی زندگی میں خوش حالی و استحکام پیدا ہوگا۔

اگست ۳۰ اور ۳۱ کو نئی دلّی میں نیشنل ڈیولپمنٹ کونسل کا اجلاس ہوا، جس کی صدارت وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے کی۔ مہاراشٹر کے وزیراعلیٰ شری اے۔آر انتولے نے اس موقع پر چند سودمند اسکیموں کے فوری اطلاق پر زور دیا۔ اس شمارے میں وزیراعلیٰ کی مکمل تقریر بھی پیش کی جارہی ہے۔

'قومی راج' کے اس شمارے میں ان مضامین کے علاوہ ادبی مضامین میں 'منظوم ترجمہ رباعیاتِ عمر خیام' اور دیگر مفید اور معلوماتی مضامین یقیناً قارئین پسند فرمائیں گے

خواجہ عبدالغفور

ارئین کی رائے

بُوب راہی
فانہ : بارسی ٹاکلی، (اکولہ) مہاراشٹر ۴۴۴۴۰۱

’قومی راج‘ ۲۵ر مئی ۱۹۸۰ء، مہاراشٹر کی سرکاری پالیسیوں پر سیرحاصل خبریں اور باتصویر معلومات کے ساتھ ساتھ بہترین رشاہکار ادب پارے اپنے دامن میں سمیٹے جلوہ گر ہوا۔
آثر لکھنوی پر محمد شافع قدوائی کا مقالہ بے حد جاندار، معلومات زا اور مدلل ہے۔ شافع صاحب نے آثر لکھنوی کی شاعرانہ عظمتوں کے ساتھ ان کی فکر و بصیرت کے دیگر پہلوؤں پر مثالوں کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ اس مرتبہ بچوں کے ادب پر مشتمل چار کتابوں پر تبصرے شامل ہیں۔ حسب سابق اس بار بھی تمام غزلیں خوبصورت اور جاندار ہیں۔ بالخصوص شان بھارتی کی غزل خوانی کی ندرت، ردیف کی جدت اور زبان و بیان کی فصاحت و بلاغت کی بنا پر اپنے اندر دیرپا تاثر رکھتی ہے۔ شان بھارتی کو اس کامیاب غزل پر دلی مبارکباد۔

✱

محمد رضی الدین معظم (بی۔کام، ایل ایل۔بی)
۸۶۶۔ رحیم منزل، شاہ گنج، حیدرآباد۔ ۵۰۰۰۰۲ (اے۔پی)

’قومی راج‘ کا اجراء اُردو ادب میں نعمت عظمیٰ بن چکا ہے اس کے کئی نمبر اُردو رسائل کی دنیا میں ہلچل پیدا کر چکے ہیں۔ خصوصی ”شراب بندی نمبر“ نے تو کئی زندگیوں کو تباہ ہونے سے بچالیا ہے۔
”قومی راج“ کے مضامین اخلاقی اور ادبی پہلو سے بلند پایہ ہوتے ہیں اس کے علاوہ متعدد تصاویر ہوتی ہیں جو بعض رسائل کی طرح عامیانہ مذاق کی نہیں ہوتیں بلکہ اس کے مضامین کی طرح سے فن کی بہترین مظہر ہوتی ہیں۔ اس سلسلہ میں جناب باضل حمد خاں صاحب اور عبدالوحید خاں جامعی صاحب قابل مبارکباد ہیں جن کی فنکارانہ صلاحیت و مہارت کے باعث بیش بہا مرقع بن جاتا ہے۔

✱

خیال انصاری
۲۷۷۔ خوش آمد پورہ، مالیگاؤں (ناشک) ۴۲۳۲۰۳

قومی راج کے معیار اور ترقی کے تئیں اس سے قبل بھی لکھ چکا ہوں۔ ’قومی راج‘ دن بدن دیدہ زیب اور مقبول ہوتا جارہا ہے۔ آپ سب کو مبارکباد۔

✱

• مومن خاں شوق
اشرف وِلا، ۲۳-۷-۳-۱۱، ملے پلی، حیدرآباد۔ ۵۰۰۰۰۱

”قومی راج“ پہلے سے زیادہ نکھرتا جارہا ہے۔ ۲۵ر جون ۱۹۸۰ء کا شمارہ ہر لحاظ سے خوب سے خوب تر ہے خاص کر ریاستی کابینہ کا تعارف مع تصاویر اور دیگر معلومات نہایت ہی دلکش ہیں جس کے لئے آپ کو اور ’قومی راج‘ کو میری جانب سے اور میرے دوست احباب کی جانب سے مبارکباد۔
غزلیں سب معیاری ہیں۔

✱

• حکیم رازی ادیبی
۵۷۲۔ ساچاپیر اسٹریٹ، پونے ۱

’قومی راج‘ نظر نواز ہوا۔ دن بدن پرچہ کا بڑھتا ہوا معیار دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی۔ ریاستی کابینہ کی مکمل فہرست اور تصویروں کے ساتھ ان کا تعارف بڑا ہی معلوماتی ہے۔
مولانا ابراہیم عمادی ندوی صاحب نے حضرت ریاض خیرآبادی پر بہت خوب لکھا ہے۔
حصۂ نظم بھی بہت جاندار ہے۔ شعراء اور غزلوں کا انتخاب آپ کے ذوق اور پرچے کے معیار کی نشاندہی کرتا ہے۔ واقعی اُردو کے لئے ’قومی راج‘ حقیقت میں ایک مینارۂ نور ہے۔

✱

• جاوید حسن
آدرش انقلابی سوسائٹی، ۸۸/۲۱۴، چمن گنج، کانپور (یو۔پی)

’قومی راج‘ کا ’پریم چند خصوصی نمبر‘ ہمارے حلقۂ احباب میں باصرہ نواز ہوا۔ مبارک ہو کہ انتہائی متوازن اور معیاری مواد سے لبریز ہے۔ خاص طور سے ڈاکٹر صفدر آہ، ایم۔ ایشور راج ماتھر، ریاض احمد خاں، سردار احمد (علیگ) اور مقبول ظہیر دارثی صاحبان کی نگارشات حاصل مطالعہ اور بیش قیمت ہیں۔ تصاویر، پریم چند کی زندگی اور اطراف زندگی کو پیش کرنے میں کامیاب ہیں۔ غالباً اُردو رسائل میں آپ کا اولین نمبر ہے جس کو پڑھ کر کوئی اختلاف کی بات نہیں اُبھرتی اور یہ آپ کے انتخاب کی خوبی ہے۔

مہاراشٹر میں وزیراعلیٰ بنتری اے۔آر انتولے کی زیر قیادت نئی حکومت نے ۹ جون ۱۹۸۰ء کو کام کاج سنبھالا تھا، اور ۱۶ ستمبر ۱۹۸۰ء کو کارگذاری کے سو دن پورے ہوگئے۔ اس مدت میں حکومت نے غریب اور درماندہ لوگوں کی زندگی کو بہتر بنانے سے متعلق کئی اہم فیصلے اور اقدامات کیے۔ اس مضمون میں ان اہم فیصلوں اور اقدامات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

غریب اور عام آدمی کی بہتری اور ترقی

نئی حکومت تیزی سے سرگرم عمل

۹ جون کو عہدہ سنبھالنے کے بعد سے وزیراعلیٰ شری اے۔آر انتولے نے کئی زبردست اور جرأت مندانہ فیصلے کئے۔ تاکہ عام آدمی کے ساتھ بہتر سلوک ہو۔ پالیسی بیان کے مطابق وزیراعلیٰ فوراً ہی نظم ونسق کو بامقصد اور بہتر بنانے کے کام میں ہمہ تن لگ گئے اور ریاست اور اس کے باشندوں کی ترقی کی خاطر ذرائع کو بڑھانے اور کام میں لانے کا کارگر طریقہ وضع کیا۔ بیس نکاتی پروگرام کو تیزی سے روبہ عمل لانے کے لئے اپنی حکومت کے فیصلہ کی توثیق کی جو عام آدمی کے لئے بہتر اور خوشحال مستقبل کا ضامن ہے۔ اس سے غریب اور درماندہ لوگوں کے دلوں میں امید کی نئی کرن پیدا ہوگئی ہے۔

حکومت نے سب سے اول غریب ہی کے مفاد کو اپنے ذہن میں رکھا ہے۔ یہ پورا پروگرام درحقیقت غریبی اور سماجی و معاشی ناانصافی کے خلاف مسلسل جہاد ہے۔ چھوٹے کسانوں کے لئے ۴۹ کروڑ روپے کی معافی کے فیصلہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حکومت زرعی معیشت کو تقویت پہنچانا چاہتی ہے۔ تاکہ چیلنج کا مقابلہ کیا جا سکے۔ مختلف اسکیمات مثلاً کھاد کی اضافی قیمتوں پر ۳۳ فیصد امدادی رعایت، ۱۰ کروڑ روپے سے زیادہ کے مصارف پر شکر اور تیل کی رعایتی قیمت پر تقسیم، مجوزہ سنجے گاندھی نرادھار انوودان یوجنا، نیز خود روزگار کے لئے بیروزگاروں کو ۲،۵۰۰ روپے کی رقم تک بلا سود قرض دینے کی اسکیم، اس بات کا مزید ثبوت ہے کہ حکومت نے غریب اور پسماندہ لوگوں کی حالت سدھارنے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔

۲۵ ستمبر ۱۹۸۰

قومی راج

ٹے کسانوں کو قرض کی معافی

: اس سمت میں یہ ایک
ین اقدام ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ چھوٹے کسانوں کی جانب سے ۳۰ر
۱۹۷۹ء تک باقی فصلی قرض مع سود مالیاتی اداروں کو واپس کر دیا جا
ہرات مندانہ کارروائی سے ۴۹ کروڑ روپے کی حد تک ۱۸ء۷ لاکھ چھوٹے
ول کو فائدہ پہنچا اور انھیں قرض کے بوجھ سے نجات ملی۔
اس اسکیم کے تحت چھوٹا کسان وہ ہے جس کے پاس دو ہیکٹر خشک
نی اراضی (سوکھے سے متاثر علاقوں میں سکتھنکر کمیٹی کی تجویز کے
ابق بہ حد ۳ ہیکٹر ہوگی) ہو اور اس کی غیر زراعتی سالانہ آمدنی ۲۴۰۰
پے سے زیادہ نہ ہو۔

یہ چھوٹے کسان اپنی زمین پر کاشت کے لئے بارش کے رحم وکرم پر
ہتے ہیں۔ ناکافی ذرائع، ناکافی زرعی پیداوار اور قرض کے بڑھتے
ہوئے بوجھ کے باعث انھیں بڑی کٹھنائی کا سامنا کرنا پڑتا۔ زراعتی
پیداوار کو بڑھانے کے لئے وہ نئے قرض حاصل نہ کر سکتے تھے، لہٰذا حکومت
نے یہ طے کیا کہ بقایا قرض مع سود چکا دیا جائے تاکہ حصول سرمایہ
کے لئے نئی راہ کھل جائے۔ اس کارروائی سے زراعتی معیشت کو
تقویت ملے گی اور زراعتی پیداوار کا پہیا چلتا رہے گا۔ انھیں قرضداری

کی فکر و پریشانی سے چھڑانے کے بعد ان میں خود اعتمادی پیدا کرنے
کا سوال خاص اہمیت کا حامل ہے۔

حکومت نے وزیر مالیات کی زیر صدارت ایک کابینہ ضمنی کمیٹی مقرر کی ہے
تاکہ معاون پیشے فراہم کر کے ان چھوٹے کسانوں کی معاشی حالت سدھارنے
کے لئے موثر اقدامات تجویز کرے اور وہ پھر قرضداری کے شیطانی چکر
میں نہ پھنسیں۔

حکومت نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ ۸ء۵ کروڑ روپے کی رقم اسٹیٹ
کو آپریٹو لینڈ ڈیولپمنٹ بنک کو ان غیر ممکن الوصول قرضوں کے سلسلے
میں ادا کر دی جائے جو اس نے حکومت کی زیر سرپرستی پروگرام اور اسکیما
مثلاً تحفظ اراضی اسکیم، ربیع کرشی پروگرام، ادیباسیوں کو قرضہ جات
اسکیم وغیرہ کے تحت ادا کئے تھے۔ اس فیصلہ سے تقریباً ۵۸۰۰۰ کاشتکاروں
کو فائدہ پہنچے گا۔

کاشتکاروں کو متواتر حالت قلت اور ۱۹۷۲ء میں لینڈ ڈیولپمنٹ
بنک کے قرضہ جات کے نئے قاعدے کے مطابق بڑھی ہوئی قرض اقساط کے
باعث قرض اقساط کی ادائگی میں مشکلات پیش آ رہی تھیں۔ لہٰذا لینڈ
ڈیولپمنٹ بنک نے کل ۲۳ کروڑ روپے کے قرضہ جات کی نئی فہرست
تیار کی جو ریاست میں چھوٹے زمینداروں پر واجب الادا ہیں۔ تقریباً
۲ء۵ لاکھ کسانوں کو اس سہولت سے فائدہ پہنچے گا۔

کھاد خریداری کے لئے امداد

: پٹرولیم پروڈکٹس کی قیمتوں
میں حالیہ اضافہ کے باعث مرکزی حکومت نے نائٹروجن، فاسفیٹک
اور پوٹاسی کھاد کی قیمت بڑھا دی ہے۔ اس طرح کاشتکاروں خصوصاً
چار ہیکٹر یا اس سے کم زمین رکھنے والے زمیندار پر بار بڑھ جاتا۔ اس
طرح کھاد کے استعمال میں کمی ہوتی اور بالآخر زراعتی پیداوار بھی
گھٹ جاتی۔ لہٰذا حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ چار ہیکٹر تک زراعتی زمین
کے مالک تمام چھوٹے کسانوں کو اضافی قیمتوں پر ۳۳⅓ فیصد رقم
بطور امداد دی جائے۔ اس سہولت سے ۳۹ لاکھ کسان فیضیاب ہوں گے۔
یہ رعایت گنے کی کاشت میں استعمال ہونے والی کھاد کے لئے
نہیں ہے۔

امداد برائے خود روزگار

اس سال ۲ اکتوبر سے زیر عمل لائی جانے والی ایک اسکیم [illegible] بیروزگار افراد مستفید ہو سکیں گے جو مناسب ضمانت فراہم نہ کر سکنے کی وجہ بینکوں یا مالیاتی اداروں سے مالی امداد حاصل کرنے سے قاصر تھے۔ ایسے بیروزگار افراد کو خواہ وہ تعلیم یافتہ ہوں یا غیر تعلیم یافتہ، دیہی اور شہری علاقوں میں اپنا کاروبار وغیرہ شروع کرنے کے لئے ۵۰۰۰ [illegible] کی امداد بطور قرض دیا جائے گا۔ یہ قرض ۱۰ سال کی مدت میں واپس ادا کرنا ہوگا اور اس پر کوئی سود عائد نہ ہوگا۔ پہلے دو سال کوئی رقم ادا نہ کرنی ہوگی۔ یہ قرض تیزی سے تقسیم کیا جائے گا۔ اس اسکیم کا مقصد یہ ہے کہ یہ نوجوان دس پندرہ روپے یومیہ کما سکیں اور اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکیں۔ جاری سال میں اس اسکیم کے لئے ۵ کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔

قومی تربیتی اسکیم : نا تعلیم یافتہ بیروزگاروں اور دیہی نوجوانوں کو خود کا کاروبار وغیرہ شروع کرنے کی ترغیب اور تربیت دینے کے لئے ریاستی حکومت نے ٹرائی سیم، یعنی نیشنل اسکیم فار ٹریننگ آف رورل یوتھ فار سیلف ایمپلائمنٹ نامی ایک نئی قومی اسکیم اپنائی ہے جو مرکزی حکومت نے جاری کی ہے۔ اس اسکیم کا اولین مقصد دیہی نوجوانوں کو مہارت اور تکنیکی معلومات سے لیس کرنا ہے تاکہ خود روزگار حاصل کرنے کے قابل ہو سکیں اور اس طرح دیہی علاقوں میں بیروزگاری کے مسئلہ کو حل کرنے میں معاون ہوں۔ اس اسکیم کے تحت دیہی نوجوانوں کو ان کے پسندیدہ پیشہ کے لحاظ سے مقررہ مدت تک تربیت دی جائے گی۔ ایسے نوجوانوں کو تربیتی مدت کے دوران ۵۰ تا ۱۰۰ روپے ماہانہ مشاہرہ دیا جائے گا۔ تربیت پوری ہونے کے بعد اسے اپنے کام کے لئے درکار سرمایہ کی رقم کا تیسرا حصہ بطور امداد دیا جائے گا جس کی زیادہ سے زیادہ حد ۳۰۰۰ روپے ہوگی۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا ہے کہ قبائلی اور مندرج جاتی کے نوجوانوں کو بڑی تعداد میں اس اسکیم کے تحت لیا جائے۔ جاری سال میں اس اسکیم کی عمل آوری کے لئے ۱۲ لاکھ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔

قبائلی علاقوں کی صنعتی ترقی کے لئے محکمہ صنعت مناسب سروے کر کے ایک ماسٹر پلان بھی مرتب کرے گا۔

حکومت نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ ڈیولپمنٹ کارپوریشن آف ودربھ لمیٹڈ کے توسط سے بند شیوراج فائن آرٹ لیتھو ورکس، کا گیو اپنے ہاتھ میں لے لیا جائے۔ اس طرح ۴۰ سے زیادہ اشخاص کو ملازمت مل سکے گی۔ قبل ازیں حکومت نے ہیا ٹیکسٹائل یونٹوں اور صنعتوں کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ بہرحال یہ پہلا موقع ہے کہ حکومت نے ایک پریسنگ یونٹ کا انتظام سنبھالا ہے۔

صنعتوں کی حوصلہ افزائی اسکیم

حکومت نے محرک پیکیج اسکیم پر نظر ثانی کی ہے جس کے تحت پسماندہ علاقوں میں قائم صنعتی یونٹوں کو بلا سودی قرض دینے کے بجائے سیلز ٹیکس سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ اس طرح بمبئی، تھانے اور رائے گڑھ میں صنعتوں کے پھیلاؤ میں مدد ملے گی۔ اس نظر ثانی شدہ اسکیم میں پائینیر یونٹ

ی تجویز کے مطابق یکم اگست ۱۹۷۹ء کو پہلی مرتبہ صنعتی طور سے کسی پسماندہ حلقہ یا پنچایت سمیتی علاقے میں قائم ہونے والے صنعتی پروجیکٹ کو جہاں منظم شعبہ میں فی الحقیقت کوئی کاروبار نہ پایا جائے، زیادہ سے زیادہ سہولت دی جائے گی۔ اس سال اس مقصد سے ۸۵۰ کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔

حکومت کی پالیسی یہی ہے کہ سازگار ماحول پیدا کیا جائے جس میں صنعتی سرگرمی بلا رکاوٹ جاری رہے اور پیداوار بڑھتی رہے۔ حکومت یہ بھی خیال رکھے گی کہ مزدور کو اس کا ہر جائز حق ملے لیکن ایسا قوم کی خوش حالی کو نظر انداز کر کے نہ کیا جائے گا۔

اس پالیسی کی روشنی میں وزیر اعلیٰ نے خود منتظمین اور مزدوروں کے نمائندوں سے مفصل بات چیت کر کے کیلیکو کیمیکلز، ہندوستان لیور انڈیا، کیڈبری انڈیا، سائن گیراج اور ڈبلیو. جی فورج وغیرہ جیسے کارخانوں کے پرانے صنعتی تنازعات خوش اسلوبی سے طے کرائے۔

حکومت مہاراشٹر کا کوئی وزیر یا سکریٹری ریاستی سرکار کی کسی کارپوریشن، کمپنی یا ادارہ کا نگراں نہ بن سکے گا۔ یہ سیاسی انتظامی فیصلہ اس تجربہ کے پیش نظر کیا گیا ہے کہ ایک وزیر یا سکریٹری جو کسی کارپوریشن کا چیرمین بھی ہو، کارپوریشن کے کام کے لئے بہت ہی کم وقت دے سکتا ہے اور اس طرح حسب خواہش نگرانی کا فرض انجام نہیں دے سکتا۔ ریاست میں تقریباً ۵۰ کارپوریشنیں ہیں۔

سنجے گاندھی امدادی منصوبہ

سماجی و اقتصادی بہبودی کی بنا پر وزیر اعلیٰ کا ایک اور اہم اقدام

'سنجے گاندھی نرادھار انودان یوجنا' ہے۔ جس کا مقصد نادار اور جسمانی طور سے معذور اشخاص کو مالی امداد دینا ہے۔ حکومت کی جانب سے ہر ایسے فرد کو جس کا کوئی سرپرست نہ ہو ساٹھ روپے ماہانہ دیا جائے گا۔ اس اسکیم میں یہی تصور کارفرما ہے کہ ایک جمہوری حکومت ایسے ناداروں کی سرپرست ہے اور سرکاری خزانے سے سب سے اوّل ان کی مالی امداد واجب ہے۔ یہ اسکیم ۲ر اکتوبر سے جاری ہوگی۔

بے زمین اشخاص کے لئے مکانات

دیہی علاقوں میں بے زمین اور بے گھر افراد کو جگہ اور مکانات فراہم کرنے کی اسکیم کو بے زمین مزدوروں کے حق میں اور زیادہ موثر طریقے سے زیر عمل لانے کی غرض سے حکومت نے تعمیر مکان کے لئے مقررہ رقم کی حد ۱۵۰۰ روپے سے بڑھا کر ۲۰۰۰ روپے کر دی۔ اس اسکیم کو ایسے سی کلاس میونسپل قصبات میں بھی جاری کر دیا گیا ہے جہاں کی آبادی ۱۰۰۰ سے زیادہ نہیں ہے۔ اس پروگرام کے پہلے دور میں جن بے زمین افراد کو ۱۵۰ روپے کی مالیت کے جھونپڑے دیئے گئے تھے وہ بھی اب نئے جھونپڑوں کے لئے امداد کے مستحق ہوں گے۔

فیصلہ کیا گیا ہے کہ ۸۳-۱۹۸۲ء کے اختتام تک لگ بھگ ۳۴۳، ۶۱، ۱ مکانات تعمیر کئے جائیں اور اس اسکیم کے تحت تمام افراد کو فیض پہنچایا جائے۔ اس سلسلہ میں ۹، ۴۶ کروڑ روپیہ ۸۰۰ مکانات کی تعمیر کے لئے جاریہ سال میں مختص کیا گیا ہے۔

بڑھتی ہوئی قیمتوں کی روک تھام

حکومت تقریباً ۲۷۰۰۰ راشن دکانوں اور مناسب قیمت کی دکانوں کے توسط سے فی بالغ ۱۵ کلوگرام اناج اور ۴۲۵ گرام لیوی شکر ۸۵، ۲ فی کلو کے حساب سے تقسیم کرتی ہے۔ اس کے علاوہ فی خاندان ۴ کلوگرام تیل ۳۵، ۸ روپے فی کلو کے حساب سے فروخت کیا جاتا ہے۔ قیمتوں کے حال پر حکومت کی گہری نظر ہے اور ضروری اشیا کی قیمتوں پر قابو پانے کے مناسب اقدامات بھی کئے جا رہے ہیں۔ صارفین کی سہولت کے لئے یہ ہے کہ یکم ستمبر ۱۹۸۰ء سے تین ماہ تک تمام کارڈ رکھنے والوں کو ماہانہ ۳۲۵ گرام زائد شکر ۵ روپے فی کلوگرام کے حساب سے دی جائے۔ اس سے مرکزی حکومت نے کوآپریٹیو شوگر فیکٹریز فیڈریشن سے بات کے بعد کھلے بازار کی ساری شکر ۴۵۰ روپیہ + ۶۸، ۸۲ روپیہ (ایکسائز ڈیوٹی) فی کوئنٹل کے حساب سے حاصل کر لی ہے۔ فی الحال م

اسکواڈ جو کافی بدنام تھے، ختم کر دیئے گئے اور ان کے فرائض عام پولس عملہ کو سونپ دیئے گئے ہیں۔

بیٹ سسٹم، یعنی پولس افسران کا اپنے کوتوالی عملہ کے ساتھ متعلقہ حلقوں میں گشت، دوبارہ جاری کر دیا گیا ہے تاکہ شہریوں میں تحفظ کا احساس پیدا ہو۔ اب انھیں راہ میں لٹنے، چھرا گھونپے جانے، عورتوں سے بدسلوکی اور بچوں کے اغوا کا خوف نہ رہے گا۔

بمبئی میں بیٹ سسٹم کے تحت ۲۴ گھنٹے ڈیوٹی انجام دی جائیگی اور رفتہ رفتہ اسے مہاراشٹر کے بڑے بڑے شہروں میں نافذ کیا جائے گا۔

آئندہ پانچ سالوں میں پولس کانسٹبلوں کے لئے رہائش گاہیں فراہم کرنے کے پروگرام کے تحت بمبئی عظمیٰ، ناگپور اور پونے میں ابتدائی کام شروع کر دیا گیا ہے۔

قومی اور ریاستی شاہراہوں اور دوسری سڑکوں پر بہتر ٹریفک کنٹرول کے لئے ڈپٹی انسپکٹر جنرل آف پولس (ٹریفک) کے تقرر کی تجویز بھی زیر غور ہے۔

ناشک میں پالی ٹیکنک

ناشک میں پالی ٹیکنک : ناشک ضلع اور متصل تھانے ضلع میں صنعتوں کے تیزی سے فروغ پانے کے پیش نظر اولاً ناشک میں سول انجینئرنگ کورس کا ایک پالی ٹیکنک جس میں ۶۰ طلبہ کی گنجائش ہے، قائم کیا گیا ہے۔ دیگر انجینئرنگ کورس اس پالی ٹیکنک میں رفتہ رفتہ جاری

سے جانے والی درآمد شدہ شکر کا بھاؤ بھی ۵۸۰ روپے فی کوئنٹل ہے۔ مٹھائیاں بنانے والے حلوائیوں، مالک دکانداروں، ہوٹل مالکان اور ادویات تیار کرنے والوں کو ۵ روپے کے رعایتی بھاؤ سے شکر مہیا کی جائیگی اور انھیں ہدایت کی جائے گی کہ وہ اپنی اشیاء کی قیمتیں کم کریں۔

اسی طرح درآمد کردہ میٹھا تیل بھی ۸٫۲۵ روپے کے بجائے ۷ روپیہ فی کلوگرام دیا جائے گا۔ اس مقصد سے حکومت کو ۱۰٫۵۳ کروڑ روپیہ کی اعانت کرنی ہوگی۔

.....۲۰ ہزار ٹن درآمد کردہ شکر کے کوٹہ میں سے صرف ۱۲٫۵ ہزار ٹن شکر مل سکی اور گذشتہ دو مہینوں میں ۶٫۵ ہزار ٹن شکر بمبئی میں کارڈ رکھنے والوں کو ۶٫۱۰ روپیہ فی کلوگرام کے حساب سے تقسیم کی گئی، اس شکر کا ماہانہ کوٹہ پانچ یا اس سے کم افراد پر مشتمل خاندان کے لئے ۲ کلوگرام اور چھ اور اس سے زیادہ افراد پر مشتمل خاندان کے لئے ۴ کلوگرام مقرر کیا گیا تھا۔ بمبئی اور تھانے راشننگ علاقے کے باہر دیگر علاقوں میں امداد باہمی اور نجی شکر کارخانوں سے حاصل کردہ تقریباً ۲,۹۶۰ کوئنٹل شکر ۵٫۶۰ روپے فی کلوگرام کے بھاؤ سے فروخت کی گئی، اس کا ماہانہ کوٹہ پانچ یا اس سے کم افراد پر مشتمل خاندان کے لئے ایک کلوگرام اور چھ یا اس سے زیادہ افراد پر مشتمل خاندان کیلئے ۲ کلوگرام مقرر کیا گیا تھا۔

نظم و ضبط

نظم و ضبط : ریاست میں نظم و ضبط کی صورت حال بہتر ہے اور مونر ڈھنگ سے نمٹنے کے لئے اسپیشل پروٹیکشن برانچ اور اینٹی ٹیررسٹ

کئے جائیں گے۔ اس پالی ٹیکنک کا افتتاح وزیر اعلیٰ شری اے۔ آر انتولے نے گذشتہ ماہ اگست میں ۱۱ تاریخ کو کیا تھا۔ اس ادارے میں ادیباسی طلبہ کے لئے مقررہ تعداد سے زیادہ گنجائش رکھی جائے گی کیونکہ یہ قبائلی علاقے میں قائم ہوا ہے۔

کپاس وصولی اجارہ داری اسکیم :

یہ اسکیم ۸۱-۱۹۸۰ء سال کے دوران بھی جاری رکھی گئی ہے تاکہ کپاس کے کاشتکاروں اور صارفین دونوں منافع خور تاجروں کی دست برد سے بدستور محفوظ رہیں۔ حکومت نے کپاس کاشتکاروں کو جائے مقام پر ہی فوراً صد فیصد رقم ادا کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ اسکیم اسی سال ۱۲ اگست ۱۹۸۰ء کو شروع کی گئی ہے اور اس سلسلے میں پھالٹن نگر حلقہ میں ۳۵ خریداری مراکز کھولے گئے ہیں۔ ودربھ، خاندیش اور مراٹھواڑہ میں مناسب وقت خریداری شروع کی جائے گی۔

غذائی پروگرام :

"قوت بخش" غذائی پروگرام یعنی اسکول غذائی پروگرام اور خاص قوت بخش غذائی پروگرام بالترتیب ۶۹-۱۹۶۸ء اور ۷۱-۱۹۷۰ء سے جاری کئے گئے ہیں۔ اس پروگرام کا مقصد ۶ سے ۱۱ سال کی عمر کے اسکول جانے والے بچوں اور اس سے قبل یک سے ۶ سال کی عمر کے بچوں کی صحت بہتر بنانے کے لئے انھیں قوت بخش غذا بہم پہنچانا ہے۔ دوسرا خاص پروگرام ۱۲ قبائلی اضلاع میں شروع کیا گیا ہے اور اس سے ۲,۷۵,۰۰۰ بچے مستفید ہوتے ہیں جب کہ اسکولی غذا کے پروگرام سے دیہی علاقوں میں تقریباً ۱۰ لاکھ بچے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

سال رواں میں مزید ۲ لاکھ بچوں کو اسکول میں غذا فراہم کی جائے گی۔ اس مقصد کے تحت اسکولی غذا پروگرام کے لئے ۶ء۹۵۸ کروڑ روپے غذا فراہمی کے خاص پروگرام کے لئے ۱ء۳۰ کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔

قوت بخش غذائی پروگرام کے علاوہ دیہی بچوں کی صحت سدھار کے لئے ریاستی حکومت کی ایک اور اسکیم مرکز کے زیر سرپرستی ترقی مربوط اسکیم کا جز ہے۔ اس کا مقصد ۶ سال سے کم عمر کے بچوں کو بھر غذا فراہم کر کے ان کی صحت و تندرستی سدھارنا ہے تاکہ ان میں اموات میں تخفیف ہو۔ ان میں اسکول جانے کا شوق بڑھے نیز ... کو اس قابل بنانا ہے کہ وہ بچوں کی صحیح نگہداشت اور پرورش کر سکے۔ یہ اسکیم ۷۶-۱۹۷۵ء سے جاری ہے۔

۸۰-۱۹۷۹ء تک پانچ بلاک، ۴ قبائلی اور ایک دیہی بلاک تھے اور سال رواں میں ۳ دیہی اور ایک قبائلی بلاک کا اضافہ کیا گیا۔ اس طرح ریاست میں مرکز کی زیر سرپرستی مذکورہ مربوط اسکیم کے ۹ بلاک ہیں جن کے لئے سال رواں میں ۱۶ء۶۵ لاکھ روپے مختص کئے گئے ہیں۔

دیہی طبی خدمات :

اس سال بہتر دیہی طبی خدمات ۱۰۳ء۸۰ لاکھ روپے منظور کئے گئے ہیں تاکہ دیہی ہسپتال کھولے

ایسے ہر ہسپتال میں ۳۰ بستر ہوں گے۔ فی الوقت ریاست میں ۶۹ دیہی ہسپتال موجود ہیں۔ نیز تجویز ہے کہ ہر چار پرائمری ہیلتھ سنٹروں میں سے ایک کی گنجائش بڑھا کر ۳۰ مریضوں کے لیئے بستر فراہم کرنے کا انتظام کیا جائے اور اسے مکمل ہسپتال بنا دیا جائے۔ اس کے علاوہ ایک پرائمری ہیلتھ سینٹر کے لیئے سالانہ ادویات کی امداد ۱۲،۰۰۰ سے بڑھا کر ۱۶،۰۰۰، سب سینٹر کی امداد ۲،۰۰۰ سے بڑھا کر ۲،۰۰۰ اور پرائمری یونٹ کو دی جانے والی امداد ۴،۰۰۰ سے بڑھا کر ۶،۰۰۰ روپے کی گئی ہے۔

دیہاتوں میں پینے کے پانی کی فراہمی

حکومت نے دیہاتوں میں پینے کے پانی کی فراہمی کا مسئلہ سب سے مقدم رکھا ہے اور تہیہ کیا ہے کہ یہ مسئلہ پانچ سال کے اندر حل کر دیا جائے۔ سال رواں میں اصل بجٹ تخمینہ میں اس کام کے لئے ۱۴ ۲۲ کروڑ روپے کی گنجائش رکھی گئی تھی۔ بہر حال خصوصاً قلت زدہ علاقوں میں بورکنوؤں کی بڑھتی ہوئی مانگ کے پیش نظر جون۔ جولائی ۱۹۸۰ء میں مذکورہ بالا رقم میں ۴ کروڑ روپے کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اُمید ہے کہ سال ۱۹۸۰-۸۱ء کے دوران ۴۵۷۹ دیہاتوں میں پینے کے پانی کی فراہمی کا انتظام ہو جائے گا۔ بورکنووں اور نل پانی فراہمی اسکیم کی عمل آوری میں مرکزی حکومت ریاستی حکومت کی امداد کرتی ہے۔

مرکز سے یقین دہانی کے ساتھ مزید امداد حاصل کرنے کے لئے ۲۸ر جون ۱۹۸۰ء کو منترالیہ میں وزیر اعلیٰ اور مرکزی وزیر برائے ورکس اور ہاؤسنگ شری پی۔ سی سیٹھی کے درمیان ملاقات ہوئی جس میں طے پایا کہ ۱۴۰۲۵ دیہاتوں کی نظر ثانی شدہ فہرست منظور کرلی جائے۔ البتہ اس سے قبل مرکز کی جانب سے اس کی ضروری جانچ کی جائے گی اور پلاننگ کمیشن سے صلاح ومشورہ کے بعد ضمانتی بنیاد پر مرکزی حصہ مقرر کیا جائے گا۔ اس نئی فہرست میں شامل دیہاتوں میں کام مرکزی حکومت اور ریاستی حکومت مشترکہ طور پر انجام دیں گی۔

ملی جلی شادیوں کے لئے امداد

مختلف جاتیوں کے درمیان شادیوں کے لئے امداد کی اسکیم کے تحت فی الحال اگر دولہا مندرج جاتی کا ہو اور دلہن ہندو ذات کی ہو تو جوڑے کو ۳۰۰ روپے اور اگر دلہن مندرج جاتی کی ہو اور دولہا ہندو ذات کا ہو تو جوڑے کو ۲۰۰ روپوں کی رقم دی جاتی ہے۔ اب حکومت نے اس قسم کے امتیاز کو مٹا کر ایسے ہر معاملے میں رقم بڑھا کر ۲،۰۰۰ روپے دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ عام استقبالیہ کے لئے ۵۰۰ روپے دیئے جائیں گے۔ اس اسکیم کے دائرۂ عمل میں ایک طرف مندرج جاتیوں، قبائل، دیمکت جاتی اور خانہ بدوش قبائل کے افراد اور دوسری طرف ہندو، بُدھ، جین، لنگایت اور سکھ جاتیوں کے افراد کے درمیان ہونے والی شادیاں بھی شامل ہیں۔

پسماندہ طبقات ہوسٹل کے لئے امداد

۱۹۷۸ء میں مراٹھواڑہ میں ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات کے زمانے میں پسماندہ طبقات کے متعدد خاندانوں نے اپنے آبائی مقام کو چھوڑ کر ناندیڑ ضلع کے مختلف گنجان آباد قصبات میں سکونت اختیار کی تھی۔ ان میں سے کئی خاندانوں نے اپنے بچوں کو حکومت سے امداد پانے والے پسماندہ طبقات کے ہوسٹل میں داخل کر دیا تھا۔ ابتدا میں حکومت نے انھیں وقتی طور پر جگہ دی تھی، لیکن اب فیصلہ کیا گیا ہے کہ انھیں مستقل رکھا جائے۔ اس کے علاوہ پندرہ ایسے رضاکار ادارے جنھوں نے فساد زدہ بچوں کو اپنے ہوسٹلوں میں جگہ دی تھی، حکومت انھیں بھی امداد دے گی۔

دی گئی ہے۔
وزیر اعلیٰ کی زیر صدارت ریاستی سطح پر ایک مشاورتی کمیٹی بھی قائم کی گئی ہے جو چھتر پتی شیواجی مہاراج کے سیکولر اور انسانی نظریات کو فروغ دے گی۔ مذکورہ کمیٹی اس سال ۳۰۰ ویں برسی تقریبات کے دوران مختلف اسکیمات شروع کرے گی۔ رائے گڈھ قلعہ میں شاہی تخت کے اوپر ایک چھتری نصب کرنے کا بھی فیصلہ کیا گیا ہے۔

ریاستی منصوبہ بندی بورڈ

اسی طرح وزیر اعلیٰ کی زیر صدارت "اسٹیٹ پلاننگ بورڈ" قائم کیا گیا ہے جو کوشش کرے گا کہ غریب، نادار، ادیباسی اور ہریجن مختلف ترقیاتی اسکیمات سے برابر فیضیاب ہوں۔

اراکین پارلیمنٹ کا خصوصی سیل

مہاراشٹر کے اراکین پارلیمنٹ پر مشتمل ایک مطالعاتی سیل قائم کیا جارہا ہے جو ریاست کے مختلف مسائل کا جائزہ لے کر اس بات کی کوشش کرے گا کہ ریاست سے متعلق اُن اسکیمات کی منظوری جلد سے جلد حاصل کی جائے جو ہنوز مرکز کے زیر غور ہیں۔

اس کے علاوہ جنرل ایڈمنسٹریشن ڈپارٹمنٹ میں ایک خصوصی شعبہ قائم کیا گیا ہے۔ جو وزیر اعلیٰ کے فیصلوں اور مہاراشٹر کے اراکین پارلیمنٹ، ریاستی قانون ساز اسمبلی کے اراکین اور دیگر ممتاز اشخاص سے وزیر اعلیٰ کے وعدوں کو روبہ عمل لانے کے لئے کارروائی کرے گا۔

وزیر اعلیٰ کے دفتر میں ایک سابق چیف سیکریٹری کو بہ حیثیت خصوصی افسر مقرر کیا گیا ہے۔ یہ خاص افسر ریاست میں عوامی شکایات کے ازالہ عامہ اور ۲۰ نکاتی پروگرام کی مؤثر عمل آوری کے مسائل پر فوری توجہ دیگا۔

مہاراشٹر کی حکومت کے یہ چند فیصلے ہیں جو جمہوری اقدار پر یقین و اعتماد اور سماجی و اقتصادی پروگرام کے ذریعہ ایک مستحکم اور خوشحال مہاراشٹر کی تعمیر میں معاون ہونگے یہی ہر ایک کی دیرینہ آرزو ہے۔

پنڈھرپور مندر قانون

پنڈھرپور مندر میں ناجائز سرگرمیوں کے خاتمہ کے قانون بابت ۱۹۸۰ء کو صدر کی منظوری حاصل ہوگئی ہے۔ اس قانون کے تحت یاتریوں کو بہتر سہولیات مہیا کی جائیں گی اور انھیں ناجائز استحصال، ہزیمت، بدسلوکی اور پریشانی سے بچایا جائے گا۔ اس قانون کی رو سے درشن یا کسی خدمت کے لئے زبردستی بھینٹ یا دکشنا وغیرہ مانگنا قابل سزا جرم ہے جس پر چھ ماہ تک کی سزائے قید یا ۵۰۰ روپے جرمانہ یا دونوں سزائیں ایک ساتھ دی جاسکتی ہیں۔ "آشاڑھی ایکادشی" کے دن پنڈھرپور میں جمع ہونے والے لاکھوں یاتریوں کو اس سے فائدہ پہنچا۔

مہاراشٹرا اسٹیٹ فارمنگ کارپوریشن کی سرگرمیوں میں توسیع اور اس کے زیر اثر حلقہ میں کسانوں کے فائدے کے لئے کارپوریشن کے سرمایہ حصص کی رقم میں ایک کروڑ روپے کا اضافہ کیا گیا ہے۔ کارپوریشن کی کارروائی کی نگرانی کے لئے وزیر محصول کی صدارت میں ایک کابینی ضمنی کمیٹی تشکیل

نیشنل ڈیولپمنٹ کونسل کا اجلاس

وزیر اعلیٰ کی تقریر

ملک کے چھٹے پنجسالہ منصوبہ (۸۵-۱۹۸۰ء) کے خاکہ کی منظوری کیلئے ۳۰ اور ۳۱ اگست کو نئی دہلی میں نیشنل ڈیولپمنٹ کونسل کے اجلاس میں وزیر اعلیٰ شری اے. آر انتولے نے اپنی برجستہ فکر انگیز تقریر میں فرمایا کہ عدلیہ پر کچھ بندش ہونی چاہئے تاکہ عدلیہ اصلاح اراضی اور دیگر اہم سماجی معاشی اقدامات میں رکاوٹ نہ بن سکے۔ آپ نے ریاستی ذرائع اور بجٹ کے مناسب استعمال کے لئے پلاننگ کمیشن کے تحت کمیٹیوں کی تشکیل کا بھی مشورہ دیا۔ ایسی کمیٹیاں وزیر منصوبہ بندی اور پلاننگ کمیشن کے ڈپٹی چیرمین کے زیر صدارت بنائی جاسکتی ہیں۔ وزیر اعلیٰ کی تقریر کا متن حسب ذیل ہے:

"سب سے پہلے میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں اپنی ریاست کے تعلق سے نہ تو کوئی مانگوں کی فہرست پیش کروں گا اور نہ ہی ان مانگوں کے لئے اصرار کروں گا، کیونکہ ان باتوں کے لئے موقع جلد ہی آنے والا ہے۔ آج اس اجلاس میں ہمیں قومی سطح پر منصوبہ کے لائحہ عمل

وزیر اعلیٰ مہاراشٹر، شری اے. آر انتولے، تصویر میں دائیں طرف ۳۰ اور ۳۱ اگست کو نئی دہلی میں منعقدہ نیشنل ڈیولپمنٹ کونسل کے اجلاس میں مہاراشٹر کے وزیر مالیات شری رام راؤ آدِک کے ساتھ اور بائیں جانب وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی اور مرکزی وزیر مالیات شری آر. وینکٹ رامن تشریف فرما ہیں۔

قومی راج ۲۵ ستمبر ۱۹۸۰ء

کرنا ہے۔ اس لئے میں صرف قومی مسائل پر ہی گفتگو کرونگا۔

" خاتونِ محترم! ملک کو آگے بڑھانے اور ملک کی معیشت کو نیا بنے کے لئے گذشتہ چھ مہینوں کے دوران ہندوستانی عوام نے آپ کی اکثریت کے ساتھ دوبارہ چُنا۔ لیکن کیا آپ کو یقین ہے کہ وہ جنہیں عوام نے رد کر دیا ہے آپ کو اطمینان سے اپنے فرائض نبھانے دیں گے؟ مجھے شک ہے۔ اس حقیقت کے باوجود کہ لاکھوں کروڑوں نے قوم کی دوبارہ قیادت کے لئے تین سالوں میں ہی آپ کو بلاکر تاریخ عالم میں ایک بے نظیر مثال پیش کی ہے۔ پھر بھی وہ جنہیں عوام نے سطحی اور قطعی طور پر رد کر دیا، سر اُٹھا رہے ہیں اور طرح طرح سے انتشار پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ عوام سے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کرنے کے لئے آپ کو دستوری ضمانت کے مطابق مکمل پانچ سال نہ مل سکیں۔ لیکن مجھے یقین دلانے دیجئے جن لوگوں نے غریبوں کی فلاح و بہبود کی خاطر آپ کو دوبارہ برسرِ اقتدار لایا ہے، وہی آپ کو بغیر کسی رکاوٹ کے پانچ سال کا عرصہ دیں گے، تاکہ وہ پروگرام جن پر آج محنت کی جا رہی ہے روبہ عمل ہوسکیں۔ بس بغیر کسی ہچکچاہٹ کے یہ کہنا چاہوں گا کہ محترمہ! آپ کی موثر قیادت میں ملک تیزی سے ترقی کرے گا۔

" میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں اور جو میرے خیال میں نہایت ضروری بھی ہے کہ محض پلان مرتب کرنے سے کام نہیں بنتا جب تک کہ ماحول سازگار نہ ہو، تاکہ آپ لوگوں کی توقعات پوری کرنے کے قابل ہوسکیں۔ آج یہاں غربت، سوسائٹی کا مالداروں کے زیرِ اثر ہونا اور ہماری سوسائٹی کی خصوصیات کے بارے میں بہت کچھ کہا جا چکا ہے، لیکن محترمہ! کیا میں ہر ایک کی بھلائی کے پیشِ نظر ایک سوال پوچھوں؟ اگر اصلاحِ اراضی کو ملک میں ٹھیک طور سے تحریک نہ مل سکی تو اس کا ذمہ دار کون؟ کیا آپ نے مذکورہ باتوں کو اپنے پروگرام میں اولیت نہیں دی؟ تب کون راہ میں حائل ہوا؟ کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ عام شخص کے مفاد کے لئے جو کچھ بھی اصلاحِ اراضی سے متعلق اقدامات کئے گئے، جن کی ابتدا آپ سے ہوئی، عدلیہ کی وجہ سے ناکام ہوئے اور ہو رہے ہیں، اس کے لئے الزام کسے دیں؟ آپ؟ آپ کی پارٹی؟ یا وہ جو عملی اقدامات میں روڑے اٹکا رہے ہیں؟

پارلیمنٹ کا اختیار : پارلیمنٹری ڈیموکریسی کا مطلب

ہے پارلیمنٹ کو اختیارِ کُل! جس کے بغیر عاملہ آزادانہ اور موثر طور پر کام نہیں کرسکتی، سوائے پارلیمنٹری امور پہ نگرانی کے۔ کوئی عدالت عاملہ کے اُمور میں مداخلت نہیں کرتی۔ اور نہ ہی عدلیہ اصلاحِ اراضی جیسے قانون رد کرتی ہے، جیساکہ انگلستان میں کیا گیا جہاں سے ہم نے اس اقدام کو اپنایا۔ لیکن ہمارے ملک میں یہ ایک تعجب کی بات ہے کہ عدلیہ دستوری ترمیم کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ معمولی قانون کی بات تو الگ رہی۔ مطلب یہ کہ نہ ہی آپ کو برٹش طریقہ

وزیرِاعلیٰ شری اے۔ آر انتولے نے ۲۲ راگست کو 'یوجنا بھون' نئی دہلی میں مرکزی وزیر برائے منصوبہ بندی' شری این ڈی تیواری سے ملاقات کی اور مہاراشٹر کے سالانہ منصوبہ برائے سال (۸۱-۱۹۸۰ء) کے بارے میں تبادلۂ خیال کیا۔

ت کی طرح آزادی ہے اور نہ ہی امریکہ کے صدر راج کی طرح جس
مدر کو اختیار ہے کہ وہ اپنے حلقۂ اختیار میں جو کچھ چاہے کرے۔
ولت حاصل ہے۔ اس طرح محض ہم پارلیمنٹری ڈیموکریسی کے سانچے
س کے خاکے کو ہی اہمیت دیتے رہے ہیں نہ کہ اس کے حقیقی معنوں
وردہ جنھیں عوام نے رد کر دیا، توقع رکھتے ہیں کہ آپ بنا کسی
ذریعہ کے صرف کامیابیاں پیش کریں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ نام نہاد
ینٹری ڈیموکریسی کے قواعد وضوابط کی حد میں بھی اگر آپ فرائض انجام
چاہیں تو یہ شکست خوردہ افراد جنھیں عوام نے چند ہفتوں پہلے
دیا ہے، آپ کو کبھی بھی پُرامن ماحول نہیں دیں گے جو کہ جمہوریت
ملک کے سربراہ کے لئے اشد ضروری ہے۔ کوئی بھی ذی ہوش
ص آپ کو "سیاسی ارادہ" میں ناپختگی کا الزام نہیں دے گا۔
ملک میں بلکہ دنیا بھر میں کوئی لیڈر ہے جو جمہوری سیاسی اصولوں
رقدروں کی مکمل پابندی کرتا ہے اور ان کے مطابق فرائض انجام
تا ہے تو وہ صرف آپ ہیں۔ لیکن سیاسی قدروں کو صرف دستوری
یقہ سے ہی نافذ کیا جا سکتا ہے اور انھیں بیوروکریسی کے ذریعہ ہی
ل میں لایا جا سکتا ہے۔ خاتونِ محترم! میرا مقصد صرف آپ کو آگاہ
رنا ہے۔

قومی مفاد: "اب میں قومی مفاد سے متعلق چند نقاط بیان
کرنا چاہتا ہوں۔ میرا یہ خیال ہے کہ ایسے موقع پر جب کہ میں ملک کے
سب سے مقبول اور سب سے مضبوط رہنما کے سامنے ہوں، یہ کہوں
کہ آئندہ پانچ سال ہمارے لئے آخری موقع ہوگا جو کہ ہندوستانی
عوام ہمیں جمہوری اقدار کی آزمائش کے لئے دیں گے۔ اگر آئندہ
پانچ سالوں میں ہم نے کامیابیاں حاصل نہیں کیں تو مجھے اندیشہ ہے کہ نہ صرف
ملک کا جمہوری نظام بلکہ خود ملک کی آزادی بھی خطرہ میں پڑ جائے گی۔ ہمارے
قرب وجوار کے ملکوں میں جس قسم کی آزادی ہے، جسے ہم اس دور کی نو۔
سامراجیت کہہ سکتے ہیں، نئی دہلی میں بھی لائی جانی چاہئے۔ لیکن آپ
اور آپ کے پتا دونوں نے ملک کے ناموس پر ہر قسم کے حملہ کا سختی سے مقابلہ
کیا، اور نہ صرف ترقی پذیر ممالک کی غیر وابستگی تحریک بلکہ مہاتما گاندھی کی
تعلیمات کے تحت عوام کی معاشی آزادی کے لئے جدوجہد پنڈت جواہر لال
نہرو کی ناقابلِ فراموش خدمت ہے۔
اس لئے میری یہ درخواست ہے کہ ہم دستور کو غریبوں کی بھلائی کا
ذریعہ بنائیں۔ ہمارے ملک میں ہر وہ ادارہ جو اپنے آپ کو جمہوری کہتا ہے

قومی راج

مجوّزہ منصوبہ

ملک کے چھٹے پنجسالہ منصوبہ برائے ۸۵-۱۹۸۰ء کی
خصوصی تفصیلات حسبِ ذیل ہیں:

منصوبہ کی کُل لاگت	—	۵۶,۰۰۰ دا کروڑ روپے
پبلک سیکٹر ...	—	۹۰,۰۰۰ کروڑ روپے
پرائیویٹ سیکٹر ...	—	۶۶,۰۰۰ کروڑ روپے
سالانہ بڑھوتی ...	—	۵ تا ۵.۲ فیصد

نیشنل ڈیولپمنٹ کونسل نے اتفاق رائے سے چھٹے پنجسالہ
منصوبہ برائے ۸۵-۱۹۸۰ء کے مسودہ کو منظور کر لیا۔
اس طرح منصوبہ کی تیاری کا پہلا مرحلہ مکمل ہوا۔ مرکزی
اور ریاستی حکومتوں کو ہدایت کر دی گئی ہے کہ وہ ۱۵ اکتوبر
تک تجاویز کی تفصیلات پیش کریں تاکہ وہ آخری مسودے
میں شامل کی جا سکیں جو ہر ریاستی حکومتوں کو شروع دسمبر میں
بھیجی جائیں گی۔
دسمبر کے آخر یا جنوری میں نیشنل ڈیولپمنٹ کونسل
کی ایک بیٹھک میں دوبارہ مسودہ پر غور کیا جائے گا اور
اسے قطعی شکل دی جائے گی۔

کیا اسے غریبوں کا ہمدرد نہ ہونا چاہئے؟ ملک کی آبادی کا ۷۰ فیصد طبقہ غریب
ہے۔ کیا عاملہ، قانون ساز اور عدلیہ کو ان کا ہمدرد نہیں ہونا چاہئے؟ اگر یہ تمام
غریبوں کی دادرسی نہیں کرتے اور نہ ان کے کام آتے ہیں تو کم از کم اس حد
تک ملک میں کچھ ایسے طریقۂ کار کی ضرورت ہے جس سے غریبوں کے مفاد
کی حفاظت ہو سکے۔ ہمیں ان تینوں باتوں کو ایک ساتھ عمل میں لانا چاہئے
یعنی ایک مؤثر منصوبہ، ایک عمدہ عاملہ، اور ایک دردمند عدلیہ جو غریب
طبقہ کی بھلائی میں مضبوطی سے جمار ہے۔ یہ کہنا ٹھیک نہیں کہ غریب اور
امیر دونوں کو ایک لکڑی سے ہانکا جائے کیونکہ ایسا کرنے سے ممکن ہے اقدامات
غریبوں کے خلاف ثابت ہوں۔
وقت کا یہ بھی تقاضہ ہے کہ ہم سوچیں کہ اس ملک میں یہ سب کیا ہو رہا
ہے؟ پیداوار میں کیوں روڑے اٹکائے جا رہے ہیں؟ مظاہرے کیوں کئے جا رہے
ہیں؟ سنگھرش سمیتیاں کیوں بنائی جا رہی ہیں؟ کیا ان کا یہ مطلب نہیں کہ آپ
کی توجہ ہٹائی جائے اور آپ کو ہندوستانی عوام سے کئے ہوئے وعدوں کو عمل
میں لانے سے روکا جائے؟ کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ بیرونی طاقتیں یہ سوچتی

۲۵ ستمبر ۱۹۸۰ء

ں کہ اگر آپ کو آسانی سے پانچ سال مل جائیں تو جمہوری طور پر آپ وہ سب پہ کر سکیں گی جو کئی ممالک خود مختار طریقے سے بھی حاصل نہ کر سکے؟

خاتونِ محترم! آپ کی قیادت کو ووٹ سے بھی شکست نہ دی جا سکی۔ یپ کو بدنام کرنے اور پریشان کرنے کی بہت کوشش کی گئی۔ اگر آپ یہاں ہیں واس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو ہندوستانی عوام نے یہاں لا کھڑا کیا ہے، اور ہمیں کسی سے یہ سننا نہیں ہے کہ غریب کیا چاہتے ہیں اور ان کے لئے کیا کرنا چاہیئے۔ اس لئے میں آپ سے یہ کہوں گا کہ جنھیں عوام نے رد کر دیا ہے ان کی باتوں پر ہمیں دھیان نہیں دینا چاہیئے۔ جو آپ کے ساتھ تھے جیت گئے اور جو آپ کے ساتھ نہیں تھے، ہار گئے۔ جو بعد میں آپ کے ساتھ ہوئے انھیں بھی واپس ہونا پڑا۔ لہٰذا ہندوستانی عوام یہ جان گئے کہ سیاسی کسوٹی یہی ہے کہ وہ تمام جو شریمتی اندرا گاندھی کے ساتھ ہیں وہی ہندوستانی عوام کے ساتھ ہیں۔ یہ ایک آسان پرکھ ہے جو خود لوگوں نے ڈھونڈ نکالی ہے اور ہمیں اسی کے مطابق کام کرنا چاہیئے۔

آپ کی قیادت نہایت منظم ہے۔ جغرافیائی، تہذیبی اور خصوصاً سیاسی طور سے منظم۔ لہٰذا خاتونِ محترم! یہ میری گذارش ہے کہ چند خاص باتوں کے لئے جن کی تکمیل کی توقع عوام کو آپ سے ہے، ہمیں اپنے آپ کو تیار کرنا چاہیئے۔ آپ ان کے مفاد سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اگر ہم ناکام ہوئے تو لوگ ہمیں سزا دیں گے۔ عوام کسی کو معاف کرنے والے نہیں۔ عوام نے اپنی تمام تر توقعات آپ سے وابستہ کی ہیں۔

غریبوں کی امداد: پانچ سال کے اندر ہی میں سمجھتا ہوں چند خاص کام کئے جانے چاہئیں اور ہمیں سب سے پہلے تہہ سے شروع کرنا چاہیئے۔ آج بھی ہمارے ملک میں غریبوں کو فراموش کیا جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں سب سے پہلے ان کے مفاد پر نظر رکھنی چاہیئے۔ کاغذی کارروائی تو ٹھیک ہے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ اس میں تمام کمزور طبقات کو شامل کیا گیا ہے۔ مہاراشٹر میں ہم نے ایک اسکیم اپنائی ہے جس کے تحت چار یا ۵ افراد پر مشتمل خاندان میں اگر کوئی بھی شخص کماؤ نہیں ہے تو انھیں ۶۰ روپیہ دیا جائے گا۔ سماج میں اگر کوئی شخص غریب پیدا ہوتا ہے تو یہ جمہوری حکومت ہی ہے جو اس کی سرپرستی کرتی ہے۔ خاندانوں کو اس قسم کی امداد خزانے سے سب سے پہلے نکالی جانی چاہیئے۔ مستحق شخص کو بہرحال بھیک مانگنے چھوڑا نہیں جا سکتا۔ اگر وہ معذور ہے، تو میرے خیال میں اسے ضمانت دینی چاہیئے کہ اسے بہتر انسان کی طرح رہنے کے لئے کم از کم روزی فراہم کی جائے گی۔

پھر دیہی علاقوں میں کئی لوگ ہیں جنھیں ہماری اسکیمات کا کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ آج کئی لوگ ایسے ہیں جنھیں امداد کی ضرورت ہے جو اگر انھیں مل جائے تو وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے قابل ہو سکیں گے ہم نے ایک اسکیم شروع کی ہے جس کے تحت اگر کسی دیہات کے تین معزز افراد اس بات کی تصدیق کر دیں کہ فلاں شخص واقعی مستحق ہے تو اسے ۵۰۰ سے ۲،۵۰۰ روپیہ دیا جاتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ شخص اس

وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری اے۔ آر۔ انتولے نیشنل ڈیولپمنٹ کونسل کے نئی دہلی میں منعقدہ اجلاس میں ایک مسئلہ پر بات چیت کر رہے ہیں۔

رقم کو کام میں لاکر ۱۰ سے ۱۵ روپیہ یومیہ کما سکتا ہے. ہم اس سے کوئی حلف یا ضمانت نہیں مانگیں گے. ہم اسے رقم دیں گے. اگر کروڑوں روپے کا نقصان اس لئے ہوا ہے کہ بڑے صنعتکاروں نے جان بوجھ کر اپنا دیوالیہ نکالا ہے تو یہ غریب شخص بھی اس لائق ہے کہ اس کے لئے ہم چھوٹا سا خطرہ مول لیں تاکہ اسے اور اس کی طرح کئی دوسرے دل[illegible] کا مستقبل سنور سکے.

میں پوچھتا ہوں کیا ہم ہر دیہات کو ایک سڑک نہیں دے سکتے؟ کیا ہم ہر گاؤں میں پینے کا پانی مہیا نہیں کر سکتے؟ اگر چند بڑی اسکیموں کو بھی پیچھے چھوڑنا پڑا تو میں سمجھتا ہوں کہ نیشنل کونسل یہ ضرور تسلیم کرے گی کہ ہر دیہات کو صاف و شفاف پینے کا پانی مہیا ہو اور ہر دیہات میں ایک سڑک تعمیر ہو. اگر ہم آزادی کے ۴۳ سال بعد بھی اپنے عوام کو غذا نہیں دے سکتے تو ہمیں کم از کم انھیں پانی تو دینا چاہئے. ہر دیہات میں جہاں کی آبادی چاہے چار ہزار ہو یا چند سو، پینے کے پانی کی سہولت ہونی چاہیئے. یہ کام ۵ سال کے اندر کیا جانا چاہیئے اس قسم کے ہر گاؤں میں ایک سڑک بھی ضروری ہے. اپنی ریاست میں یہ جان کر مجھے بہت دکھ ہوا. اگر سڑک نہ ہو تو پیداوار کو مارکیٹ تک نہیں پہنچایا جا سکتا جس سے مالکوں کو بڑی دقتیں پیش آتی ہیں اور انھیں اپنے مال کی ٹھیک قیمت حاصل نہیں ہوتی. ایسا ضلع دھولے کے ادیباسی علاقوں اور مہاراشٹر کے دیگر مقامات پر ہو رہا ہے.

قبائلی آبادی : ہمارے پاس ایک قبائلی ضمنی منصوبہ ہونا چاہیئے. اگر قبائلی آبادی ایک مشکل خطہ میں واقع ہے تو ہمیں انھیں تمام سہولیات مہیا کرنی چاہئیں. ان کے علیحدہ میڈیکل کالج ہونا چاہئیں. ان طلبہ کا ان سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا جو نسل در نسل اچھی تعلیم حاصل کرتے چلے آرہے ہیں. ان کا پورا ماحول ہی تعلیم یافتہ ہے. ان کے والدین تعلیم یافتہ ہیں جو انھیں سکھا بھی سکتے ہیں. مقابلہ صرف ادیباسی اور ادیباسی یا ہریجن اور ہریجن کے درمیان ہی کیا جا سکتا ہے نہ کہ ادیباسی اور کسی ترقی یافتہ شخص کے درمیان. اس کے لئے ہمیں علیحدہ ادارے قائم کرنا چاہئیں. اگر ہم انھیں اوپر اٹھانا چاہتے ہیں تو یہ ضروری ہے. اگر ان کے لئے ہمیں کچھ زیادہ خرچ کرنا پڑا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں. کیونکہ یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے بے لوث آپ کی حمایت کی ہے.

قومی راج

دیگر قسم کے وہ لوگ ہیں جن کے لئے آپ نے بہت کچھ کیا اور آج وہ آپ کے خلاف زہر اگل رہے ہیں. خاتونِ محترم! آپ محض ایک فرد نہیں. آپ ۱۵ سال سے ایک مکمل ادارہ رہی ہیں. جو کوئی بھی آپ کے ساتھ نہیں وہ اس ملک کے غریب کے ساتھ بھی نہیں. یہی میرا عقیدہ ہے. لہذا ہمیں ان کے لئے کچھ کرنا چاہیئے جو میرے خیال میں سب سے زیادہ مستحق ہیں. اگر آپ یہ نہیں کر سکتیں خاتونِ محترم! تو میں نہیں سمجھتا کہ کوئی دوسرا ایسا کر سکتا ہے. میں یہ ساری باتیں قطعی غیر جانبداری سے کچھ ایسے ڈھنگ سے کر رہا ہوں جو میری نظر میں کبھی کہی جا سکتی ہیں. کیونکہ میرے لئے اپنی زندگی کے سیاسی و سماجی حیثیت سے بہترین سال وہ ہیں جو میں نے گذشتہ ۳ یا ۴ سالوں میں آپ کی رہنمائی میں گذارے ہیں. میں جانتا ہوں کہ آپ دل سے غریبوں کو چاہتی ہیں. اگر ہم آپ کا ساتھ نہ دیں، آپ کے دلی مقصد کو حاصل کرنے میں آپ کی مدد نہ کریں تو ہم جس جگہ ہیں اس کے لائق نہیں. لوگ جانتے ہیں کہ شریمتی اندرا گاندھی جو نہیں کر سکتیں وہ کوئی دوسرا نہیں کر سکتا.

مہاراشٹر کی ضمانت روزگار اسکیم نے آپ کے مسودۂ منصوبہ میں جگہ حاصل کی ہے. میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس پر سارے ملک میں اسی طرح عمل کیا جائے جس طرح مہاراشٹر میں ہم کر رہے ہیں تو یہ دیہی علاقوں کے باشندوں کے حالاتِ زندگی کو بہتر بنانے میں بیحد معاون ثابت ہوگی.

بجٹ کا استعمال : ہماری معیشت کا جہاں تک تعلق ہے دستاویز میں چند مشاہدات اور چند عملی باتیں موجود ہیں. میرے خیال میں ہر حکومت کو ایک کمیٹی ماہرین کی نہیں جن کی رپورٹ یوں ہی جمع کر دی جاتی ہے، بلکہ مشاق لوگوں کی جو معاملہ کو عملی طور سے حل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں تشکیل دینی چاہیئے. ان کمیٹیوں کا کام یہ ہوگا کہ دیکھیں کہ بجٹ برابر ہو. یہ کمیٹیاں پلاننگ کمیشن تشکیل دے جو یہ دیکھے کہ ہم اپنے ذرائع کو کس طرح استعمال کریں. یہ کمیٹی ڈپٹی کمشنر یا کمشنر اور وزیر منصوبہ بندی کے زیر صدارت تشکیل دی جائے. اگر کمیٹی بننی ہے تو مجھے یقین ہے کہ ان کے لئے ذرائع کا سوال کوئی بڑا نہیں ہوگا. ہم نے سفارشات کی ہے اور ایک کمیٹی مقرر کی ہے جو ٹرانسپورٹ کارپوریشن اور اسٹیٹ الیکٹریسٹی بورڈ کے امور کی نگرانی ہے. ان کی رپورٹ سے ہمیں نفع بخش پروجیکٹ کی تیاری میں

۲۵ ستمبر ۱۰

۔ ہمارے ملک میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جن پر ہم بھروسہ
یہ ذمہ داری سونپ سکتے ہیں کہ وہ مختلف اداروں کو نفع بخش
سے چلانے کی صحیح راہ بتائیں۔

ہمارے یہاں کارآمد لوگوں کی کمی نہیں۔ ان میں سے کئی ایک مہارت
ہیں۔ ہم انھیں عرب ممالک اور مشرقِ وسطیٰ کے ممالک میں بھیج
تے ہیں۔ امریکہ اپنے لوگوں کو وہاں بھیجتا ہے۔ وہ لوگ ان ممالک
ستحصال کر رہے ہیں۔ ہم عرب ممالک کی مدد کر سکتے ہیں۔ وہ ہمیں
مبادلہ دیتے ہیں تو اس میں کیا برائی ہے۔ اس سے ہماری معیشت
ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں بہت کچھ کرنا چاہئے۔ ہمیں زر
دلہ ملے تو اس میں کیا برائی ہے؟ ہمیں ایک پروگرام، ایک منصوبہ
انا چاہئے۔ ہمیں دیکھنا چاہئے کہ ہم کس طرح اپنے لوگوں کو زیادہ
سے زیادہ تعداد میں عرب ممالک بھیجیں، کیونکہ ہمارے شہریوں کا
وہاں احترام کیا جاتا ہے۔ ان کی عزت کی جاتی ہے اور ان کی ضرورت
محسوس کی جاتی ہے۔ وہ دنیا کے کسی بھی حصہ میں کسی سے بھی کمتر نہیں
ں۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ ہمارے زرمبادلہ کی معیشت خراب ہوتی
جا رہی ہے۔ اس لئے میرے خیال میں ماہر اور نیم ماہر لوگوں کو بیرونی
ممالک میں بھیجا جانا چاہئے۔

مغربی ایشیا میں ہمارے دوست ممالک جن کی جواہر لال نہرو، مہاتما
گاندھی اور خود آپ بہت مدد کرتی رہی ہیں۔ ۱۹۲۰ء سے کانگریس بھی
عربوں کے مفاد کی حمایت کرتی رہی ہے۔ مہاتما گاندھی نے عربوں کی حمایت
کی اور پنڈت جی نے اس کی مزید وکالت کی۔ آپ بھی اسی راہ پر گامزن ہیں
اگر ہم ان کی حمایت کریں تو اس میں کوئی ہرج نہیں کوئی برائی نہیں۔

خوردنی تیل اور دالوں کے سلسلے میں یہ واضح ہے کہ ان کی قلت ہے،
دو یا تین سالوں میں مزید قلت ہوگی اور اس سلسلے میں جو کچھ ہم کر سکتے
ہیں، کریں۔ ہمیں باہر کے لوگوں پر انحصار نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے
پلاننگ کمیشن اور متعلقہ وزارت نے کوئی مناسب اسکیم مرتب کی تو حکومت
مہاراشٹر کی طرف سے میں یقین دلاتا ہوں کہ ہم پوری سنجیدگی، ایمانداری
اور توجہ سے اس اسکیم کو عمل میں لائیں گے۔ قومی مفاد جو کچھ بھی ہو، قوم
کے لیڈر کی حیثیت سے اس کا فیصلہ آپ کریں گی۔

پبلک سیکٹر: خاتونِ محترم! چند حلقوں میں پبلک سیکٹر کا برا
حال ہو رہا ہے۔ ہمیں پبلک سیکٹر کو کامیاب بنانا ہے۔ ہمیں پبلک سیکٹر
کی معیشت پر بھروسہ ہے۔ یہ سچ ہے کہ پبلک سیکٹر کے ذریعہ عوامی مفاد

کے لئے جدوجہد کرنا آپ کے لئے کوئی نئی بات نہیں۔ کانگریس کے صدر کی
حیثیت سے جب شری نجلنگپا نے فرید آباد کانگریس کے جلسہ میں اپنے خطبۂ
صدارت میں پبلک سیکٹر کی تحقیر کی تو آپ نے ۱۹۶۹ء میں بنگلور میں اے آئی
سی سی کے اجلاس میں ان خیالات کو "بے بنیاد" کہہ کر ان کے نظریہ پر
سخت تنقید کی تھی۔ یہ وہی زمانہ تھا جب نظریہ کی بنیاد پر اور ایک نئے
سوشلسٹ پروگرام کی بنیاد پر کانگریس پہلی بار منقسم ہوئی۔ میرا ماننا یہ
ہے کہ، وہ لوگ جو پرائیویٹ سیکٹر سے منسلک تھے انھیں پبلک
سیکٹر کا انتظام سونپ گیا اور یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے پبلک سیکٹر کو ایک
مذاق بنایا۔

ان لوگوں کو پبلک سیکٹر کا چیرمین بنایا جاتا ہے، انھیں بر نظمی پیدا کرنے
کا موقع دیا جاتا ہے تاکہ وہ دنیا پر ثابت کر دیں کہ پبلک سیکٹر کی معیشت کی
کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یہ کام ہے جو وہ کرتے ہیں۔ اس لئے ریاستوں کو
ہدایت دی جانی چاہئے کہ پبلک سیکٹر اداروں کے منتظم ایسے افراد ہوں
جو پبلک سیکٹر کی روح سے اچھی طرح واقف ہوں۔ اگر ہم ایسا کریں تو یہ
ایک نفع بخش ادارہ بن سکے گا ورنہ نقصان اٹھانا پڑے گا۔ یہی بات ہے
جس کے لئے میں آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔

ہم نے اپنے دستور کی تمہید میں لفظ سوشلزم شامل کیا ہے۔ اسی لئے
وہ لوگ جنھوں نے دستور پر عمل کرنے کا حلف اٹھایا ہے، ان کا فرض ہے کہ
وہ سوشلزم کی راہ اپنائیں۔ ہمیں خود کچھ ایسا انتظام کرنا چاہئے جس
سے ہم اندازہ کر سکیں کہ ہمارے افسران میں سوشلزم کا رجحان کہاں تک
پایا جاتا ہے۔ اگر کوئی افسر پرائیویٹ سیکٹر کے معاملے میں مفاد پرست ہے
تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ایک ایسے شخص کو اختیار دیا گیا جو کام
کو اور خراب کر سکتا ہے۔ ایسے اشخاص اور وہ لوگ جو خدمات عامہ انجام
دیتے ہیں، ان میں سوشلزم کے رجحان کا اندازہ لگاتے ہوئے انھیں
پبلک سروس کمیشن کے ذریعہ ملازمت دی جائے۔ ہمیں اچھی طرح دیکھ
لینا چاہئے کہ یہ لوگ سیکولر نظریہ بھی رکھتے ہیں یا نہیں۔ اس کا اند
اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ وہ کس قسم کے لوگوں سے ملتے جلتے ہیں
جب تک کہ اس خاص پہلو پر غور کرنے کے لئے مناسب انتظام نہ ہو
میں نہیں سمجھتا کہ ہم ریاستی امور ٹھیک طور سے انجام دے سکیں گے
پبلک سیکٹر سے عوام کی کئی توقعات وابستہ ہیں۔ ہم انھیں ناامید نہ
کر سکتے۔

صنعتی امن: اب میں صنعتی امن کے سلسلے میں کچھ کہوں گا صنعتی امن کے لئے یہ ضروری ہے کہ مزدوروں کے مفاد کی مکمل حفاظت کی جائے۔ جو کچھ بھی انھیں ادا کرنا ہے' ادا کر دینا چاہیئے۔ لیکن اس کے لئے قوم کی خوشحالی کو پامال نہیں کیا جا سکتا۔ اگر مزدور کسی ایسی سیاسی پارٹیوں کے تابع ہیں جو آئندہ پانچ سالوں میں بھارت کو برباد کرنا چاہتی ہیں اور مزدور تحریک کو ڈھال بنا رہی ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ صرف سیاسی کھیل ہے نہ کہ صحیح معنوں میں مزدور تحریک!

ہم صرف مزدور تحریک کی حمایت نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ زیادہ پیداوار اور مسلسل پیداوار کی بھی خواہش رکھتے ہیں۔ اس معاملے میں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی مزدور تحریک یا سیاسی پارٹی جو پیداوار میں رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کرے یا اشتعال انگیز سرگرمیوں سے پیداوار رد کرنے کی کوشش کرے تو ہمیں چاہیئے کہ ہم انھیں سخت تاکید کر دیں کہ وہ ایسی سرگرمیاں فی الفور ختم کر دیں۔ مزدوروں کی مدد کے بہانے یا مزدوروں کا محافظ بنا کر اگر کوئی نقصان دہ کارروائیوں میں ملوث نظر آئے تو ہمیں چاہیئے کہ ہم اسے سختی سے کہہ دیں کہ قومی مفاد کے پیش نظر ان حرکات کو ترک کر دیں۔

آخر میں' میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کھیل کود کو اسکول اور کالج میں لازمی قرار دیا جائے۔ اب وقت ہے کہ ہم اس بات پر دھیان دیں، کیونکہ اس دفعہ ایشین گیمس میں چینی کھلاڑیوں نے سونے کے تمغے حاصل کئے اور ہمارے حصے میں صرف کانسے کے تمغے آئے۔ اب ۱۹۸۲ء میں ایشین گیمس ہندوستان میں ہونے والے ہیں۔ شریمتی اندرا گاندھی کی قیادت میں یہاں موجود تمام ریاستی نمائندوں کو عہد کرنا چاہیئے کہ ایشین گیمس کا جہاں تک تعلق ہے' ہر ریاست خاص خاص کھیل کی تربیت کا اہتمام کرے تاکہ ۱۹۸۲ء میں ایشین گیمس کے موقع پر جب بیرونی ممالک کے کھلاڑی دہلی آئیں تو وہ دہلی سے سب کچھ نہ لے جا سکیں۔ میرے خیال میں یہ ضروری ہے کہ ہم ابھی سے کوشش شروع کر دیں تاکہ ۱۹۸۲ء کا ایشین گیمس ہمارے کھلاڑی مرد اور خواتین کے لئے کامیاب ثابت ہو۔

*

یوتھ فورم

یوتھ فورم کا [illegible] کی نمایاں مشہور شخصیات اور نوجوانوں کی رہنمائی کرنے والے اداروں کی تحریروں پر مشتمل ہونا ہے۔ اس [illegible] قومی سماجی، معاشی زندگی پر نوجوانوں کے دل پر گہری ذاتی [illegible] ہے۔ قومی پروگرام میں جیسے جہیز مخالف تحریک، صفائی مہم، چھوت چھات کا خاتمہ اور تعلیم کے فروغ پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جاتا

اپنے مضامین اس پتہ پر مرحمت فرمائیں:

ایڈیٹر قومی راج، نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ، ۱۵ واں منزلہ، مقابل منترالیہ، ممبئی ۴۰۰۰۳۲

ڈاکٹر بلی رام ھیرے
وزیر برائے صحت عامہ و خاندانی بہبود

آبادی - ایک عالمی مسئلہ

خاندانی بہبود میں مہاراشٹر کا حصہ

ڈاکٹر بلی رام ہیرے

بیسویں صدی میں دنیا کی آبادی جس تیزی سے بڑھی ہے اس نے درحقیقت ایک تاریخی ریکارڈ قائم کیا ہے۔ اقوام متحدہ کے گوشوارہ کے مطابق دنیا کی آبادی خاص موڑ پر پہنچ چکی ہے اور اس صدی کے اختتام تک ۵ء۱ فیصد ہوجانے کی توقع ہے۔ اس طرح ایک اندازہ کے مطابق ۲۰۰۰ء میں دنیا کی آبادی ۶۲۰۰ ملین ہوچکی ہوگی۔ اس سلسلے میں ایک اہم مسئلہ جو ہمارے سامنے موجود ہے وہ ہے سماجی و معاشی ترقیات کے باعث شہری۔ دیہی نقل وحمل کے نتیجہ میں شہری آبادی میں زبردست اضافہ۔ آبادی میں اس دھماکہ خیز اضافہ کی سب سے بڑی وجہ شرح اموات و پیدائش کے درمیان وسیع فرق ہے جو متعدی بیماریوں سے جنگ کی ابتدائی کوششوں سے پیدا ہوتا ہے۔ مستقبل میں ان بیماریوں پر مکمل قابو پانے اور چھوٹے خاندان کا رجحان عام ہونے پر یہ خلیج کم سے کم ہوتی جائے گی۔ خاندانی منصوبہ بندی ہی آبادی کے مسئلہ کا حل نہیں۔

عالمی آبادی کے بڑھنے کے رجحان پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جدید دور میں اضافہ کی رفتار نہایت سست رہی ہے۔ ۱۶۵۰ء تک آبادی ۲۰۰ تا ۳۰۰ ملین تک تھی۔ زبردست اضافہ آخری تین صدیوں میں ہوا ہے۔ ۳۰۰ سالوں میں ۱۹۶۲ء تک آبادی ۳ بلین ہوچکی تھی دوسری جنگ عظیم کے بعد اضافہ کی رفتار میں پھر تیزی پیدا ہوئی۔ اور تین صدیوں میں آبادی ۵ گنا ہوگئی۔ افریقہ اور یورپی ممالک میں پیدائش کی شرح میں اضافہ ہوا اور موت کی شرح میں کمی ہوئی۔ موجودہ زمانہ میں یورپی ممالک اور جاپان میں اضافہ کی رفتار سست ہے دنیا کے ترقی یافتہ ممالک جہاں آبادی کا تناسب ۳ : ۲ ہے، و اضافہ کی رفتار تیز گام ہے۔ آئندہ بیس یا چالیس سالوں میں ا علاقوں کی آبادی دوگنی ہوجائے گی۔ آبادی میں سب سے زیادہ رفتار لاطینی امریکہ کا علاقہ ہے۔

مختلف ممالک میں آبادی

مختلف ممالک میں آبادی : ۱۹۶۰ء میں ایشیا کی آبادی ۱٫۷ بلین تھی۔ ۲۰۰۰ء میں یہ ۳٫۴ بلین ہو جائے گی۔ اسی طرح یورپ کی آبادی ۴۰ ملین سے بڑھ کر ایک بلین اور شمالی امریکہ میں ۲۰۰ ملین سے بڑھ کر ۳۳ ملین تک پہنچ جائے گی۔ مختصر یہ کہ عالمی آبادی غیر متوازن رہی ہے۔ ۷ فیصد سطح زمین پر ۱/۲ لوگ آباد ہیں۔ گنجان آبادی مشرقی ایشیا، جنوب مرکزی ایشیا اور شمالی مشرقی یورپ سنہائے متحدہ کے علاقوں میں پائی جاتی ہے۔

ہندوستان کی آبادی (اندازاً)

۱۹۷۹ء تک ہندوستان کی آبادی میں جس رفتار سے اضافہ ہوا ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے :

	سال ۱۹۷۱ء	سال ۱۹۷۹ء
آبادی ...	۵۴۷،۹۴۹،۸۰۹	۶۷۵،۴۴۹،۰۰۰
شرح اضافہ ...	۲٫۴۸٪	۲٫۱٪
کثافت ..	۱۷۳ فی کلومیٹر ۲	۲۰۶ فی کلومیٹر ۲
بی آر ..	۳۶٫۹/۱۰۰۰	۳۵/۱۰۰۰
سی ڈی آر ...	۱۴٫۹/۱۰۰۰	۱۲٫۶/۱۰۰۰

۲۰۰۰ء تک آبادی اندازاً ۹۲۱٫۵ ہزار ہوگی۔

آبادی میں اضافہ سے نہ صرف صحت عامہ پر اثر ہوتا ہے بلکہ قومی پیداوار میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور نتیجہ میں پورا قومی نرنبانی نظام متاثر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ تعلیم، روزگار، صحت، مکان وغیرہ جیسے دیگر مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

خاندانی منصوبہ بندی میں مہاراشٹر کا حصہ

خاندانی منصوبہ بندی بالکل ہی رضاکارانہ طور پر حکومت ایک پالیسی کی صورت میں اپنائے گی۔ اس میں تعلیم، صحت، بچوں کی پیدائش اور ان کی دیکھ بھال، خاندانی بہبود اور پرورش جیسے پروگرام شامل ہوں گے۔ مانع حمل کے تمام طریقوں کو عام کرنے کی کوشش کی جائے گی اور ہر خاندان پر یہ چھوڑا جائے گا کہ وہ کوئی بھی مانع حمل طریقہ اختیار کرے۔

قومی راج

میں خاندانی بہبود پروگرام شہری و دیہی خاندانی بہبود مرکزوں کے ذریعے عمل میں لایا جاتا ہے تحتی کارکنوں میں رضاکار برائے اجتماعی صحت، تربیت یافتہ دائیاں شامل ہیں۔ ۸۰-۱۹۷۹ء میں عوام کے مختلف طبقات کے مابین خاندانی بہبود کا پروگرام بہتر طریقے سے روبہ عمل رہا۔ خاندانی بہبود پروگرام کے ساتھ ساتھ دوران حمل اور بچوں کی صحت سے متعلق سرگرمیاں بھی اپنائی جاتی ہیں۔ توقع ہے کہ ریاست مہاراشٹر میں ۱۹۹۱ء کے خاتمہ تک شرح پیدائش کم ہو کر ہر ۱۰۰۰ آبادی پر ۲۱ ہو جائے گی اور خاندانی بہبود کے زمرے میں جائز جوڑوں کا فیصد ۶۰ ہو جائے گا۔ یہ بیشک ایک مشکل کام ہے، خصوصاً اس لئے کہ گذشتہ

تین سالوں میں اس پروگرام کو سخت ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے لہٰذا اس پروگرام کی توضیح و تشہیر کے لئے زیادہ سخت محنت کی ضرورت ہے۔ تعلیمی سرگرمیاں اور مانع حمل طریقوں مثلاً انٹرا یوٹرائن ڈیوائس، کنونشنل کانٹراسیپٹو وغیرہ عام کرنے کی ضرورت ہے۔ گذشتہ سال کم از کم ۲۲۲۹ تربیتی کیمپ منعقد کئے گئے اور جاری سال میں مزید کیمپ منعقد کئے جانے کی توقع ہے۔

نتائج - (۱۹۷۷ء تک عمل پیرا تعداد آبادی)

	ملک	مہاراشٹر
نسبندی	آبادی ۱۰۰۰/۴۳٫۲	آبادی ۱۰۰۰/۷۶
آئی یو ڈی	آبادی ۱۰۰۰/۱۰٫۶	آبادی ۱۰۰۰/۱۷٫۱
کنونشنل کانٹراسیپٹو	آبادی ۱۰۰۰/۵٫۳	آبادی ۱۰۰۰/۲۷٫۶۳

مذکورہ بالا خاکہ سے یہ واضح ہو جائے گا کہ ریاست مہاراشٹر میں نسبندی کی شرح ۱۰۰۰ آبادی میں زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ اس ریاست میں دیگر بہبود اسکیمات مثلاً ماؤں اور بچوں کو ... سے محفوظ رکھنے کے ٹیکے، ناقص غذائیت کی بناء پر ماؤں اور ... میں پیدا ناتوانی دور کرنے کا علاج اور شیرخوار اور کمسن بچوں کو ... اے کی فراہمی وغیرہ کے نتائج بھی ہمت افزا ہیں۔

ریاست مہاراشٹر کے لئے یہ فخر کی بات ہے کہ ۱۹۶۰ء ... اس ریاست کو خاندانی بہبود پروگرام کی غیر معمولی کامیابی ... قومی انعامات مل چکے ہیں۔

ہیلپر اسکیم :

چونکہ یہ دیکھا گیا تھا کہ وسیع انتظام اور رکنوں کی کثرت کے باوجود مذکورہ پروگرام کے نتائج خاطر خواہ نہیں تھے اس لئے حکومت مہاراشٹر نے اگست ۱۹۶۷ء میں خاندانی منصوبہ بندی کو فروغ دینے کی غرض سے ہیلپر اسکیم شروع کی۔ اس اسکیم کا مقصد عوام کو پروگرام کے بارے میں بتانا اور انھیں پروگرام میں شریک ہونے کے لئے ترغیب دینا ہے۔ حکومت ہند کے طریقۂ کار کے برعکس حکومت مہاراشٹر نے بچت کو مائل کرنے اور مائل کرنے والے دونوں افراد کے فائدے کے لئے استعمال کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ پروگرام کو زیادہ سے زیادہ فروغ حاصل ہو۔

نس بندی کے معاملے میں یہ اسکیم بے حد کامیاب رہی۔ ۶۸-۱۹۶۷ء میں نسبندی پروگرام کو کافی فروغ حاصل رہا۔ اسکیم کی شروعات سے لے کر مارچ ۱۹۷۸ء تک زیادہ سے زیادہ خرچ کے باوجود ۳٫۵۱٫۲۴٫۴۵۴ روپیوں کی بچت ہوئی، جس کی تفصیلات اس طرح ہیں :

ریاستی تفصیلات :

۸۱-۱۹۸۰ء تک اندازاً آبادی ـ ۶۰۴۰۰

اندازاً شرح پیدائش (۱۹۷۸ء) —	۳۰٫۲
اندازاً شرح اموات (۱۹۷۸ء) —	۱۰٫۵
* شرح اضافہ (۱۹۷۱ء-۱۹۶۱ء) —	۲۷٫۵ فیصد
تعداد دیہی خاندانی بہبود مراکز —	۴۱۵
تعداد دیہی ضمنی مراکز —	۱۹۹۶
تعداد شہری خاندانی بہبود مراکز —	۱۵۷
تعداد پوسٹ پارٹم ادارے — —	۴۴
شہری آبادی کا فیصد (۱۹۷۱ء کی مردم شماری) —	۳۱٫۲
خاندانی منصوبہ بندی کے تحت ردکی گئی پیدائش خاندانی بہبود کے کل طریقوں کے نتیجہ میں —	۴۶ لاکھ
سہولت یافتہ جائز جوڑوں کی تعداد —	۱۵٫۳ فیصد
تربیت یافتہ رضاکار برائے اجتماعی صحت —	۱۲۴۸۵
تربیت یافتہ دائیوں کی تعداد — —	۱۴۱۲۲

مدت	ریاست میں کل نسبندی	ادا کردہ معاوضہ کا کل میزان	چند آسامیوں کی منسوخی کی بناء پر بچت	کل بچت
	روپیہ	روپیہ	روپیہ	روپیہ
اگست ۱۹۶۷ء سے مارچ ۱۹۷۸ء	۴۰٫۸۸٫۶۸۷	۵٫۳۵٫۰۹٫۸۶۹	۸٫۸۶٫۳۱٫۳۵۰	۳٫۵۱٫۲۱٫۴۵۴

مانع حمل طریقوں کے عملی نتائج بھی بہتر تھے اور یہ مذکورہ اسکیم کا نتیجہ ہے ۱۹۷۲ء میں حکومت ہند نے اسکیم کا تنقیدی جائزہ لیا اور محسوس کیا کہ اسکیم اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب ہے۔

صرف ہیلپر اسکیم کی وجہ سے ہی ریاست اس قابل ہو سکی کہ ڈاکٹروں اور تحریک دینے والوں کو فیضیاب کر سکے۔

خاندانی منصوبہ بندی، خصوصی تحریک :

۷۹-۱۹۷۸ء کے دوران ملک بھر میں خاندانی بہبود پروگرام کی ناکامی کے بعد ۸۰-۱۹۷۹ء میں ریاستی حکومت نے اپنے ذرائع سے تحریک قبول کرنے والوں، تحریک دینے والوں، طبیب اور نیم طبی افراد کے مابین ۱۶ر ستمبر تا ۱۵ر اکتوبر ۱۹۷۹ء تک تحریک کی مدت کے دوران ۴٫۱ کروڑ روپے کی کل رقم بطور ترغیب خرچ کی۔ اس طرح مذکورہ مدت میں نس بندی کا نشانہ ۱٫۲۸ لاکھ تک جا پہنچا جو کہ متوقع ایک لاکھ نشانہ سے زیادہ تھا۔ خصوصی تحریک کے نتیجہ میں ۸۰-۱۹۷۹ء کے دوران ۲٫۸۶ لاکھ نس بندی کی گئی جو کہ ۲٫۴۶ لاکھ نشانے سے زیادہ تھی۔ ۸۱-۱۹۸۰ء کے دوران نسبندی کے لئے ۲٫۴۶ لاکھ کا نشانہ مقرر کیا گیا ہے۔ جولائی کے آخر تک صرف ۴۷٫۳۸۸ نسبندی آپریشن ہوئے ہیں۔ خاندانی بہبود کے مزید فروغ کے لئے امید ہے کہ اسی طرح کی خصوصی تحریک ستمبر۔ اکتوبر ۱۹۸۰ء کے دوران اپنائی جائے گی۔

★★

مہاراشٹر میں علم طبقات الارض کی تعلیم

• پروفیسر مجید بیدار
مولانا آزاد کالج، اورنگ آباد

زیرِ زمین پائی جانیوالی تمام معدنیات قیمتی ذخائر اور دھاتوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا علم " طبقات الارض" کہلاتا ہے۔ عام طور پر یہ علم زمین کے اندر پائی جانیوالی ان نایاب اشیا، کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے جو انسانی زندگی کے لئے فائدہ پہنچانے کا سبب بنتی ہیں۔ انگریزی زبان میں علم طبقات الارض کو GEOLOGY کہا جاتا ہے۔ بعض مترجمین نے جیالوجی کا ترجمہ 'علمِ ارضیات' بھی لیا ہے اور بعض عام فہم زبان استعمال کرنیوالوں نے اس علم کو پاتال میں پائی جانیوالی اشیاء کا علم قرار دیا ہے۔ مجموعی اعتبار سے طبقات الارض ایک ایسا علم ہے جس میں زمین کے مختلف طبقات میں پائی جانیوالی اشیاء کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور اس کے افادی پہلو کے بارے میں گفتگو کی جاتی ہے۔

قدیم دور سے ہی یہ روایت چلی آرہی ہے کہ زمین سات مختلف طبقات پر مشتمل ہے اور ہر طبقے میں ہزاروں قسم کی معدنیات اور ذخائر موجود ہیں ان ذخائر اور معدنیات کے وجود اور ان کے حصول کے لئے جس علم نے معلومات فراہم کرنے کا بیڑہ اُٹھایا اسے دورِ جدید میں جیالوجی یا علم طبقات الارض کا نام دیا گیا۔ جیالوجی ایک جدید سائنسی علم ہے جو سائنسی اُصولوں، تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں زیرِ زمین پائے جانے والے ذخائر سے بحث کرتا ہے۔ روایتی طور پر اس بات کو قبول کیا گیا ہے کہ زمین کے نیچے کئی قیمتی ذخیرے موجود ہیں۔ ہندوستان کی کئی قدیم کتابوں اور اساطیر یا دیومالاؤں میں زمین کے نیچے پائی جانے والی مخلوقات اور ان کے بارے میں مختلف کہانیاں درج ہیں۔ دورِ قدیم میں چونکہ ذہنِ انسانی صرف قیاسات پر قصہ کہانی لکھنے کو زندگی کی ضرورت سمجھتا تھا اسی لئے دورِ قدیم میں زمین کی اندرونی مخلوقات کے بارے میں قصے کہانیاں لکھی گئیں۔ دورِ جدید میں ان قصے کہانیوں کو غلط ثابت کرتے ہوئے سائنس نے زمین کے نیچے صرف معدنیات،

گرم لاوے اور دھاتیں سیال حالت میں موجود ہونے کا ثبوت پیش کیا۔ زمین کے نیچے پائی جانے والی ان اشیاء کے بارے میں معلومات حاصل ہونے کے بعد سائنس دانوں نے یہ کوشش شروع کر دی کہ کسی طرح یہ معلوم کر لیا جائے کہ زمین پر کسی آلہ کو رکھ کر زمین کے نیچے پائے جانے والے ذخائر کا پتہ لگایا جا سکے۔ آخر کار ان کی کوششوں کو کامیابی نصیب ہوئی اور انھوں نے زمین کے نیچے پائی جانے والی معدنیات اور دھاتوں کے حصول کو آسان بنانے کے علاوہ ان معدنیات اور سیال مادّوں کا تفصیلی مطالعہ شروع کیا جس کے نتیجہ میں علم سائنس ایک نئے علم سے آشنا ہوا، جو جیالوجی یا علم طبقات الارض کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اس طرح یہ علم دورِ جدید کی اہم ضرورتوں کی تکمیل کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ جو زمانہ کے تقاضوں کی پوری تکمیل کرتا ہے۔

طبقات الارض میں معدنیات خاص طور پر کوئلہ، پٹرول، مٹی کا تیل اور پٹرول سے بننے والی تمام اشیاء جیسے ڈیزل اور کروڈ آئیل کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ مختلف دھاتیں مثلاً سونا، چاندی، تانبہ، پیتل، جست اور سیسہ بھی چونکہ زمین سے ہی نکالا جاتا ہے اسی لئے علم طبقات الارض میں ان ذخائر کے بارے میں بحث کی جاتی ہے قیمتی دھاتوں کے علاوہ زمین سے برآمد ہونے والی اہم دھاتوں میں لوہے کا شمار بھی کیا جاتا ہے۔ جس کی سیال حالت زمین دوز طبقات میں پائی جاتی ہے۔ مختلف قسم کی کیمیادی اشیاء بھی زمین کے نیچے پائی جاتی ہیں جن میں زیرِ زمین نکلنے والے لاوے میں شامل شدہ گندھک اور فاسفورس کو بھی شمار کیا جاتا ہے جو آتش فشانوں کے ذریعے زمین کے اندر سے باہر پھوٹ پڑتے ہیں۔ علم طبقات الارض میں ان کیمیادی اشیاء سے بھی بحث کی جاتی ہے۔ مجموعی اعتبار سے طبقات الارض آج کے دور کا ایک اہم اور فائدہ بخش علم ہے جس کے مطالعہ سے انسان جدید ترقیات سے آشنا ہو سکتا ہے۔ جیالوجی یا طبقات الارض کے علم کے ذریعہ زمین پر اور زیرِ زمین پائے جانے والے پتھر اور چٹانوں کے بارے میں بھی علم حاصل کیا جاتا ہے۔ پتھر کی زندگی اور اس کی تاریخ کا مطالعہ بھی علم طبقات الارض میں شامل ہے۔ پتھر کی ساخت، اس کی ابتدائی نوعیت اور اس کے مبدّلہ اشکال کے بارے میں معلومات بھی اس علم کے ذریعہ ہی حاصل کی جاتی ہیں۔ زمین میں پتھروں کا وجود ان کی نشوونما اور ابتدائی حالت سے موجودہ حالت تک پیش آنے والے تغیرات کے بارے میں بھی یہ علم معلومات فراہم کرتا ہے۔ سائنسدانوں نے پتھروں کی زندگی کے بارے میں یہ بتلایا ہے کہ یہ ابتدائی طور پر کنکر کی حالت میں رہتے ہیں پھر ایک طویل عرصہ گذرنے کے بعد یہ کنکر آپس میں مل کر پُرسّم کی نرم چٹانوں میں تبدیل ہوتے ہیں۔ اور رفتہ رفتہ یہ سخت ہو کر چٹان کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اس طرح زمین کے کنکر اپنی ہیئت بدل کر چٹانوں میں تبدیل ہوتے ہیں۔ چٹانوں کے بارے میں تفصیل اور سائنسی جواز علم طبقات الارض کے ذریعے ہی پیش کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ علم زمین کے اندر سے ابھرنے والی چٹانوں کے علاوہ ایسی شفاف چٹانوں کے بارے میں بھی معلومات فراہم کرتا ہے جسے عرف عام میں ابرک کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ قیمتی پتھر جیسے نیلم، پکھراج، یاقوت، زمرد اور عقیق جیسے پتھر زمین سے ہی دستیاب ہوتے ہیں۔ علم طبقات الارض میں ان جواہر کے بارے میں بھی معلومات دی جاتی ہیں۔ شفاف پتھر سنگِ مرمر، سنگِ سُرخ، سنگِ سیاہ، سنگِ خارہ اور سنگ کے علاوہ پتھروں کی ایسی قسموں کے بارے میں بھی معلومات کی جاتی ہیں جو آئینہ جیسی سفیدی کے حامل ہوتے ہیں علم طبقات الارض میں چمکتے ہوئے ریزے اور سیماب جیسی خصوصیات رکھنے والے پتھروں سے بھی معلومات حاصل کی جاتی ہیں۔ زمین سے حاصل ہونے والی معدنیات، قیمتی پتھر اور کیمیادی اشیاء کا حصول اور انھیں انسانی فائدے کے لئے استعمال کرنے کا طریقہ علم طبقات الارض ہر ذی فہم انسان کو سکھایا جاتا ہے تاکہ وہ اس علم کے ذریعہ زندگی میں نکھار پیدا کر سکے۔

علم طبقات الارض کی موجودہ دور میں بڑھتی ہوئی مانگ اور اس کی اہمیت و افادیت کا اندازہ کرتے ہوئے اسے ایک مضمون کی حیثیت سے دنیا کی بیشتر یونیورسٹیوں میں اس کی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے اس کے علاوہ ہندوستان کی مختلف یونیورسٹیوں اور کالجوں میں اس علم کو ایک مضمون کی حیثیت سے پڑھایا جاتا ہے۔ ہندوستان کی مختلف ریاستوں میں اس مضمون کی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے۔ دیگر ریاستوں کے مقابلے میں مہاراشٹر کو بھی یہ فخر حاصل ہے کہ اس ریاست کی سات یونیورسٹیوں سے ملحقہ تقریباً پچیس کالجوں میں سے چند ایک میں علم طبقات الارض کی تعلیم کی سہولت پہنچائی گئی ہے۔

مہاراشٹر میں علم طبقات الارض کی تعلیم ایک جدید اختیاری مضمون کی حیثیت سے چار یونیورسٹیوں میں دی جاتی ہے اس کے علاوہ انجینئرنگ کالجوں میں اس مضمون کو لازمی حیثیت

کی وجہ سے مہاراشٹر کی تین انجینئرنگ یونیورسٹیوں اس مضمون
بی حیثیت حاصل ہے۔ مہاراشٹر میں علوم سائنس اور عمرانیات
لاوہ مختلف زبانوں کی تعلیم دینے والی یونیورسٹیوں میں شیواجی
ٹی کولھاپور، ممبئی یونیورسٹی، ممبئی۔ یونیورسٹی آف پونے، اور
یونیورسٹی میں اس مضمون کو گیارھویں جماعت سے لے کر ایم ایس
اور پی ایچ ڈی تک بطور مضمون پڑھایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ
اور رتناگیری کی ملٹری انجینئرنگ کالجوں میں علم طبقات الارض
بی حیثیت دی گئی ہے۔ آئی۔ ٹی۔ آئی، پوائی میں اس مضمون کا
دہ شعبہ قائم ہے جہاں علم طبقات الارض کی خصوصی ڈگری ایم۔
، دی جاتی ہے۔ مختلف پالی ٹیکنک کالجوں میں بھی اس مضمون
علیم کا بندوبست کیا گیا ہے تاکہ مہاراشٹر کے طالب علم اس جدید
نسی علم سے آگاہی حاصل کر سکیں۔

ممبئی یونیورسٹی سے ملحقہ سینٹ زیویرس کالج ممبئی میں گیارہویں
ایم۔ ایس سی، سے پی ایچ ڈی، تک علم طبقات الارض کی تعلیم
جاتی ہے۔ یونیورسٹی آف پونے کے ملحقہ فرگوسن کالج، واڈیا کالج
پوسٹ گریجویٹ ڈیپارٹمنٹ پونے یونیورسٹی میں اس مضمون کو
ارہویں جماعت سے ایم۔ ایس سی، پی ایچ ڈی تک بطور مضمون
ھایا جاتا ہے۔ شیواجی یونیورسٹی، کولھاپور سے منسلکہ راجہ رام
لج، گوکھلے کالج اور دیانند کالج میں علم طبقات الارض گیارھویں
سے بی۔ ایس سی تک پڑھایا جاتا ہے۔ ناگپور یونیورسٹی سے الحاق
ینے والے کالجوں میں ہنس لاپ کالج، آر دی کالج اور پوسٹ گریجویٹ ڈیپارٹمنٹ
ناگپور میں بھی گیارھویں سے ایم ایس سی تک اس کی تعلیم ہوتی ہے اور پی
ایچ ڈی کی ڈگری بھی دی جاتی ہے۔ اس سال مراٹھواڑہ یونیورسٹی سے

ملحقہ مولانا آزاد کالج اورنگ آباد میں علم طبقات الارض کو بطور مضمون
پڑھانے کا اہتمام کیا گیا ہے جس کی وجہ سے یہ جدید ترین علم مراٹھواڑہ کے
علاقوں میں بھی پڑھایا جانے لگا ہے۔ مہاراشٹر میں اس مضمون کو فروغ دینے
کی پوری کوشش کی جارہی ہے اور آنے والی نسل کو اس علم کے ذریعہ واقفیت
اور جانکاری کے جدید تقاضوں سے آشنا کیا جارہا ہے۔

مہاراشٹر میں علم طبقات الارض کے علاوہ اپلائیڈ جیالوجی کے کورسیس
کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ کورس پونا انجینئرنگ کالج، کراڈ انجینئرنگ
کالج، سانگلی انجینئرنگ کالج، انجینئرنگ کالج اورنگ آباد، وی جے ٹی آئی، امراؤتی انجینئرنگ
کالج، پٹیل کالج ممبئی، ریجنل کالج ناگپور، ملٹری انجینئرنگ کالج پونے، گورنمنٹ
پالی ٹیکنک ممبئی، آئی۔ ٹی۔ آئی، پوائی ممبئی اور گورنمنٹ پالی ٹیکنک ناگپور
میں ان کورسیس کا اہتمام کر کے مہاراشٹر حکومت نے اس ریاست کے طلبہ
کو علم جیالوجی سے واقفیت کے مواقع فراہم کئے ہیں۔

اس مضمون کی اہمیت اس وجہ سے بھی بڑھ جاتی ہے کہ اسے ایک
اختیاری مضمون کی حیثیت سے پڑھنے والے طالب علموں کو روزگار کے بہتر
مواقع دستیاب ہیں۔ مہاراشٹر حکومت نے مختلف علاقوں میں اس مضمون کی
تعلیم کا اہتمام کر کے علم طبقات الارض کی ضرورت اور اہمیت کو پوری طرح
سمجھا ہے اور نئی نسل کو اس مضمون سے واقفیت دلانے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔

قارئین کیلئے ضروری اعلان

آپ قومی راج میں شائع شدہ کسی بھی مضمون یا کالم پر اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے ہیں اور یہ بھی لکھ سکتے ہیں کہ آپ کس قسم کی تخلیقات پسند کرتے ہیں اور کس قسم کی تخلیقات کو ناپسند کرتے ہیں۔

حکومت کی کسی اسکیم پر بھی آپ بحث کر سکتے ہیں اور اگر اس سلسلہ میں اپنی تعمیری رائے کا اظہار بھی کر سکتے ہیں۔ بس یہ خیال رکھئے کہ آپ کا خط ۳۰۰ الفاظ سے زائد پر مشتمل نہ ہو۔ اپنے خطوط آپ اس پتہ پر روانہ فرمائیے:

مدیر "قومی راج"، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، مقابل منترالیہ، ممبئی ۴۰۰۰۳۲

نظوم ترجمہ رباعیاتِ عمر خیام

ڈاکٹر رشید صہبائی
سبھاش نگر، دھولے (ایم ا

مے خوردن من، نہ برائے طرب است
نے بہر فساد و ترکِ دین و ادب است
خواہم کہ بہ بے خودی برآرم نفسے!
مے خوردن و مست بودنم زین سبب است

میں عیش اڑانے کو نہیں پیتا ہوں
میں دین کے ڈھانے کو نہیں پیتا ہوں
رنجور و پریشاں سے تو بے خود اچھا!
میں ہوش میں آنے کو نہیں پیتا ہوں

★

نے لائقِ مسجدم نہ در خورد کنشت
ایزد داند گِل مرا، از چہ سرشت
چوں کافرِ درویشم و چوں قحبہ زشت
نہ دیں و نہ دنیا نہ امیدِ بہشت

مسجد و دیر میں کچھ میرا حسب ہے نہ نسب
غم کا مارا ہوں میں اور رندی ہے میرا مشرب
ہاں وہ درویش ہوں، کافر نہ مسلماں ہوں میں
دین و دنیا سے ہے یارا، نہ ہے جنت کی طلب

★

چوں بادہ خوری ز عقل بیگانہ مشو
مدہوش مباش و جہل را خانہ مشو
خواہی کہ مئے لعل، حلالت باشد
آزار کسے مجو، و دیوانہ مشو! ! !

پیتا ہے تو پی، ہوش و خرد اپنے سنبھال
بیگانہ نہ بن، خود کو جہالت میں نہ ڈال
آزارِ جہاں بن کے، نہ بن بارِ زمیں
ہو جائیگی پھر تجھ پہ مئے سرخ حلال

★

چنداں بخورم شراب کیں بوئے شراب
آید ز تراب چوں روم زیر تراب
تا بر سرِ خاکِ من رسد مخمورے
از بوئے شرابِ من شود مست و خراب

اتنی پلا شراب، دو بالا شباب ہو
مرنے کے بعد بھی میری مٹی شراب ہو
بوئے شراب ایسی چلے میری لحد سے
گزرے ادھر سے رند تو مست و خراب ہو

★

یارب تو کریمی و کریمی کرم است
عاصی ز چہ محروم ز باغِ ارم است
با طاعتم ار بہ بخشی۔ آں نیست کرم
با معصیتم ار بہ بخشی۔ کرم است

یارب یہ تیری شانِ کریمی کیا ہے
زاہد کو تو جنت میں جگہ دیتا ہے
عاصی تیری جنت سے ہے محروم اگر
کہتے ہیں کرم جس کو وہ اک سودا ہے

★

ہر سبزہ کہ بر کنارِ جوئے رستہ است
گویا ز لبِ۔ فرشتہ خوئے رستہ است
پا بر سرِ سبزہ تا۔ بہ خواری ننہی!
کاں سبزہ ز خاکِ لالہ روئے رستہ است

زمیں کے چہرے کا رنگیں نقاب یہ سبزہ
عروسِ ساحلِ جو، پُر شباب یہ سبزہ
کہیں کسی کے یہ قدموں سے یہ پائمال نہ ہو
کہ ہے بہشتِ بریں کا جواب یہ سبزہ

آں قصر کہ بہرام درو جام گرفت
روبہ بچہ کرد، شیر آرام گرفت
بہرام کہ گور می گرفتے دارم!
امروز نگر۔ کہ گور بہرام گرفت

ہے بام و در وہی بہرام کی وہ شان کہاں
سیار و زاغ کا دن رات ہے قیام وہاں
تھا اک زمانہ، تھی بہرام کی گرفت میں قبر!
ہے آج قبر کی، بہرام پر گرفت جہاں!

*

بار یار خوشم، جامِ شراب اولیٰ تر
وز دستِ غمش دیدۂ پُر آب اولیٰ تر
چوں عالمِ دوں و نخواہد کردن!
در عالمِ دوں۔ مست و خراب اولیٰ تر

یار پہلو میں ہو، ہاتھوں میں چھلکتا ساغر
کتنا پُرکیف بہا رِدل میں یہ ہوگا منظر!
کس کو دنیائے دنی سے ہے وفا کی اُمید
یہی ماحول بدلتا ہے ہر اک غم کا اثر

*

من مے خوردم و تنالفاں ازچپ و راست
گویند مخور بادہ کہ دینِ ما عداست!
چوں دانستم کہ مے عدوئے دین است
واللہ بخورم خونِ عدو با کہ رواست

طعنہ دیتے ہیں مجھے میکدہ عدو بیتا ہوں!
مے کو اس واسطے ہیں کہ کے وضو پیتا ہوں
دین و ایمان کی یہ دشمن ہے اگر اے اللہ
دین و ایمان کے ہیں دشمن کا لہو پیتا ہوں

*

بر چہرۂ گل شبنم نوروز خوش است
در صحنِ چمن روئے دل افروز خوش است
ہر دے کہ گذشت۔ ہرچہ گوئی خوش نیست
خوش باش و زدے مگو۔ کہ امروز خوش است

ہر پھول پہ شبنم کو ہنساتی ہے صبا
دلکش ہوئی "نوروز" کی مستانہ ادا!
ہر شاخ پہ گلشن میں جوانی آئی!!!
ہے حال اگر خوش تو غمِ ماضی کیا!

*

چوں عہدہ نمی کند کسے فردا را
حالے خوش کن تو ایں دلِ شیدا را
مے نوش۔ بہ نورِ ماہ۔ اے ماہ کہ ماہ
بسیار بتابد و نیابد مارا!!!

بے چون و چرا عہدِ جوانی کو سنبھال
خوش کر، دلِ شیدا کو مصیبت میں نہ ڈال
مے پی لے کہ یہ چاندنی پھر آئے گی
لیکن یہ شباب آج ہے کر اس کا خیال!

*

خیام از بہر گنہ ایں ماتم چیست
در خوردنِ غم فائدہ بیش و کم چیست
آں را کہ گنہ نکرد غفراں نہ بود!
غفراں ز برائے گنہ آمد غم چیست

خیام گناہوں پہ یہ ماتم کیسا
معصوم اگر تم ہو تو پھر غم کیسا
عم ہوتا ہے بخشش کا گنہگاروں کو
رحمت کے لئے تیرا یہ عالم کیسا

نومی راج

۲۵ ستمبر ۱۹۸۰ء

مراٹھی نظم "उगाता उजाडेल"
• منگیش پڈگاؤکر

طلوعِ زندگی

• عطاء الرحمٰن طارق
۹۴/۹، فاطمہ منزل،
کے کے روڈ، جیکب سرکل بمبئی

یہ قہر آلود، تاریکی ابھی چھٹ جائے گی!
اور تڑپتی شعاعوں کی لہروں سے پو پھٹ جائیگی
اک پلک جھپکنے میں چپکے سے یہ شب کٹ جائیگی
ظلمتوں سے پاک اب ہوگی طلوع اک زندگی

نور میں نہلا کے سارے چرخ نیلی فام کو!
مہر کی خیرات ہر ہر ذرۂ گمنام کو!
جگمگا دے گی مٹا کر آرزوئے خام کو!
ظلمتوں سے پاک اب ہوگی طلوع اک زندگی

گدگدی سوچ ہوا اٹکھیلیاں کرتی ہوئی!
سبزہ سبزہ چومتی، ہر پھول پر مرتی ہوئی!
پوری آزادی سے آزادی کا دم بھرتی ہوئی
ظلمتوں سے پاک اب ہوگی طلوع اک زندگی

بس ابھی سبزے پہ شبنم وہ سماں دکھلائیگی
دیکھ ہیرے کی کنی، اس کی دمک شرمائیگی
گوشے گوشے پر عجب سی کیفیت چھا جائے گی
ظلمتوں سے پاک اب ہوگی طلوع اک زندگی

زندگی کے بحر میں ڈولیں گی خوشیوں کی لہر
محفلیں عیش و طرب کی ہوں گی ہر ہر گام پر
پھر نہ ہوں گی رنج کی گھڑیاں مصیبت کے پہر!
ظلمتوں سے پاک اب ہوگی طلوع اک زندگی

• کرشن بہاری نورؔ
۶۷۰، غوث نگر،
لکھنؤ نمبرا

پلکوں کی اوٹ میں وہ چھپالے گیا مجھے
یعنی نظر نظر سے بچالے گیا مجھے

اب اس کو اپنی ہار کہوں یا کہوں میں جیت
روٹھا ہوا تھا میں وہ منالے گیا مجھے

مدّت سے ایک رات بھی اپنی نہیں ہوئی
ہر شام کوئی آیا اٹھالے گیا مجھے !

اِک جاندار لاش سمجھئے مرا وجود
اب کیا دھرا ہے کوئی چرالے گیا مجھے

دھرتی کا یہ سفر مرا جس دن ہوا تمام
جھونکا ہوا کا آیا اڑالے گیا مجھے

آواگمن کی قید سے کیا چھوٹتا کبھی
بس تیرا پیار تھا جو چھڑالے گیا مجھے

طوفاں کے بعد میں بھی بہت لُٹ سا گیا
دریا پھر اپنے رُخ پہ بہالے گیا مجھے

مدّت کے بعد نورؔ ہنسی لب پہ آئی ہے
وہ اپنا ہم خیال بنالے گیا مجھے

• حکیم رازؔی ادیبی
۵۷۲، ساچا پیرا سٹریٹ، پونے ۱

جب کبھی طور کی وادی سے گذر جاتا ہوں !
روشنی بن کے میں عالم میں بکھر جاتا ہوں

لے کے ہمراہ میں جب ذوقِ نظر جاتا ہوں
ان کا جلوہ نظر آتا ہے، جدھر جاتا ہوں !

جی رہے ہیں غمِ ہستی کے اندھیروں میں جو لوگ
بن کے ان کے لئے میں نورِ سحر جاتا ہوں

جب بھی پاتا ہوں کدورت سے فضائیں مسموم
ساری بستی لئے گنگا میں اُتر جاتا ہوں !

زلفِ گیتی کو سنواروں کہ تری زلفوں کو
بعض اوقات اسی فکر میں مر جاتا ہوں

ذوقِ رفتار اجازت نہیں دیتا پھر بھی
"تیری آواز پہ ہر گام ٹھہر جاتا ہوں"

ظلم سے تنگ بھی آکر نہیں دل [illegible]
لوٹ کر پھر اُسی سفاک کے گھر جاتا ہوں

جب کوئی کرتا ہے انگشت نمائی مجھ پر
حُسنِ یوسف کی طرح دل میں اُتر جاتا ہوں

چاکِ دامن کے رفو کرنے سے فرصت ہے کہاں
دیکھنے اوروں کے کب عیب و ہنر جاتا ہوں

جب کبھی زیر و زبر ہوتی ہے دل کی دنیا
میں تری زلف کے سائے میں ٹھہر جاتا ہوں

زندگی میری فنا ہو نہیں سکتی رازؔی
میں تو دریا ہوں، سمندر میں اُتر جاتا ہوں

• رفیعہ شبنمؔ عابدی
۱۳/۱۷۰، بارہ امام روڈ، بمبئی ۴۰۰۰۰۳

پیاسے ہیں بڑی دیر سے، ہوتی ہے سحر بھی
اے ساقیٔ میخانۂ جاں! کچھ تو اِدھر بھی

یہ خاک کا ذرّہ جو ہے مسجودِ ملائک
مشغولِ تگ و دو بھی ہے، بیزارِ سفر بھی !

اس سے قفس خوب تھا، بہتر تھی اسیری
آزاد بھی ہم ہو گئے، کاٹے گئے پر بھی !

تعمیر ہوئی جب بھی کسی تاج محل کی !
کچلا گیا ہاتھوں کو، اُڑائے گئے سر بھی

اِک آگ کا نقطہ جسے دل کہتی ہے دنیا
شعلہ بھی ہے، شبنم بھی ہے، سورج بھی شرر بھی

شبنم نہ کر افسوس کہ تجھ کو نہیں معلوم
ہے کتنا مقدّس ترا یہ دامنِ تر بھی !

• حق بنارسی

۱۳۲/۲۵۳ - [illegible] پوروہ، کانپور (یو پی)

دل کی شوخی تو ذرا دیکھئے کیا مانگے ہے
آپ سے آپ کی ایک ایک ادا مانگے ہے

غیرتِ عشق بھی دم توڑ چکی ہے شاید
دلِ کم ظرف محبّت کا صلا مانگے ہے

موج زن آگ کا دریا ہے پسِ پردۂ غیب
بانے وہ پیاس کا مارا جو گھٹا مانگے ہے

جس نے آئینۂ خورشید کو بخشی تھی جلا
آج بے نور چراغوں سے ضیا مانگے ہے

آج ہی ادج پہ ہے شدّتِ احساسِ جفا
آج ہی مجھ سے کوئی دادِ وفا مانگے ہے

جانے کیوں صرف مری خاک اُڑانے کیلئے
تیری نا بُدِ نظر بادِ صبا مانگے ہے

کس کی جرأت ہے کہ اپنائے مرا طرزِ جنوں
کون ناکردہ گناہی کی سزا مانگے ہے

عظمتِ کعبہ مُسلّم ہے مگر کیا کیجے !
ذوقِ سجدہ، ترا نقشِ کفِ پا مانگے ہے

دوستو حق کی ذرا بے جگری تو دیکھو
آن کے در پہ میں جینے کی دُعا مانگے ہے

صبا وارثی

باغ انوار، لکھنؤ (یو۔پی)

سے ملنے کے لئے بھیس بدلکر جانا
بہ خانے میں جانا تو سنبھل کر جانا

ایک پروانے کے جل بجھنے کا حاصل معلوم
بزم سے شمع کی مانندِ پگھل کر جانا

مقصد تھا سنور جائیں وفا کی راہیں
رنہ دشوار نہ تھا راہ بدل کر جانا

وادئ لمس میں جا ہو جو مہک سانسوں کی
موجِ صہبا کی طرح جام میں ڈھلکر جانا

نبضِ کونین کی دھڑکن ہے عمل کی آہٹ
میں نے اس راز کو ساحل سے نکل کر جانا

دامنِ فقر میں سایہ ہے جہانگیری کا
لیکن اکبر کی طرح دھوپ میں چل کر جانا

اے صبا اپنے ہی احساس نے بڑھنے نہ دیا
کتنا آسان تھا گردنوں کو کچل کر جانا

• جلیل ساز

مومن پورہ، ناگپور - ۴۴۰۰۱۸

گلشن کی ہو رسوائی۔ یہ کس کو گوارا ہے !
ہر پھول ہمارا ہے، ہر خار ہمارا ہے

آسائشیں ساحل کی اوروں کو مبارک ہوں
اپنے لئے طوفاں کی ہر موج کنارا ہے

اے شکوہ سرایانِ محرومیٔ نظّارہ !
فطرت تو بہر صورت بیتابِ نظارا ہے

یہ کون دبے پاؤں محفل سے چلا اُٹھ کر !
جھانجھر نے صدا دی ہے، پائل نے پکارا ہے

بے نور کیا ہم نے صد ہا مہ و انجم کو
مٹی کا دیا اب تو راتوں کا سہارا ہے

بے دام و درم وقعت اپنوں میں نہ غیروں میں
دورِ اہلِ ہنر بن کے جینے میں خسارا ہے

احباب کا شکوہ کیا ! دنیا سے شکایت کیوں؟
اے ساز ہمیں اپنے احساس نے مارا ہے

مہاراشٹر کے سابق وزیر اعلیٰ آنجہانی شری وی۔ پی۔ نائیک کے قدآور مجسمہ کی رسم نقاب کشائی، وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری اے۔ آر انتولے نے ۱۸ اگست کو پھوپلی، تعلقہ پوسد، ضلع ایوت محل میں ادا کی۔ زیر نظر تصویر میں بائیں سے، شری سدھاکر راؤ نائیک، ایم۔ ایل۔ اے، شریمتی شالینی تائی پاٹل، وزیر محصول، شری این۔ ایم تیڑکے، یم۔ ایل۔ سی اور شری آر۔ ایس گوائی، چیرمین آف اسٹیٹ لیجلیٹو کونسل بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

خبریں - تصویروں میں

وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری اے۔ آر انتولے ۶ ستمبر ۱۹۸۰ء کو منترالیہ، بمبئی میں وزیر اعلیٰ ریلیف فنڈ کے لئے ۲۵ ہزار روپے کا ایک چیک شری زین رنگون والا، مینیجنگ ڈائرکٹر بمبئی مرکنٹائل کوآپریٹو بنک لمیٹڈ بمبئی، سے قبول فرما رہے ہیں۔

اسمال انڈسٹریز سروس انسٹی ٹیوٹ، بمبئی کے زیر اہتمام اسمال انڈسٹریز ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن کی سلور جبلی تقریب ۴ ستمبر کو انڈین مرچنٹس چیمبر ہال، بمبئی میں منعقد ہوئی۔ شری جواہر لال درڈا، وزیر برائے صنعت مہمان خصوصی کی حیثیت سے خطاب فرما رہے ہیں۔ شری ایس۔ این ڈیسائی، وزیر مملکت برائے امداد باہمی دائیں سرے پر تشریف فرما ہیں۔

شری یوگیندر مکوانہ، مرکزی وزیر مملکت برائے امور داخلہ نے ۴ ستمبر کو منترالیہ، ممبئی میں ریاستی سرکار کے افسران سے مہاراشٹر کی مندرج جانبوں متعلق خاص حصہ منصوبہ پہ بات چیت کی۔ شریمتی پرمیلا یاگنک، وزیر برائے سماجی بہبود اور ایڈیشنل چیف سکریٹری، شری کے۔ کے موگھے بھی موجود ہیں

وزیر اعلیٰ مہاراشٹر، شری اے۔ آر انتولے نے مہاراشٹر کے ممبران پارلیمنٹ سے ۱۳ اگست کو 'مہاراشٹر سدن'، نئی دہلی میں ملاقات کی تھی۔ اس تصویر میں بائیں جانب ممبران پارلیمنٹ اور دائیں طرف شری وسنت دادا پاٹل، ایم۔ پی اور سابق وزیر اعلیٰ مہاراشٹر اور شری اے۔ آر انتولے، وزیر اعلیٰ مہاراشٹر تشریف فرما ہیں۔

شری جواہر لال درڈا، وزیر برائے صنعت آل انڈیا مینوفیکچررس ایسوسی ایشن کے مہاراشٹر اسٹیٹ بورڈ کے نویں سالانہ عام اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے۔ یہ اجلاس ۲۲ اگست کو ممبئی میں منعقد ہوا تھا۔

حال ہی میں شری جینت راؤ تلک، وزیر برائے اِنرجی نے دَکن شوگر ٹکنالوجسٹس ایسوسی ایشن کے ۳۰ ویں سالانہ اجلاس کا افتتاح فرمایا۔ زیرِ نظر تصویر میں وزیرِ موصوف افتتاحی تقریر فرما رہے ہیں۔ شریمتی شالینی تائی پاٹل، وزیر برائے محصُول (بائیں سرے پر) اور ڈاکٹر بلی رام ہیرے، وزیرِ تعلیم اور صحتِ عامہ (بائیں سے دوسرے) بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

اسٹیٹ ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز کے ناگپور ڈویژنل انفارمیشن سینٹر کی جانب سے ۱۸ر اگست کو 'تلسی جینتی' منائی گئی۔ اس موقع پر منعقدہ تقریب میں شری رام منوہر ترپاٹھی سابق وزیرِ ریاست برائے اطلاعات، بحیثیت مہمانِ خصوصی، خطاب فرما رہے ہیں۔ دائیں سرے پر شری سنتوش جینز ودی، وزیرِ مملکت برائے ثقافتی اُمور بیٹھے ہیں جنھوں نے 'سمان پتر' تقسیم کئے۔ شری کے پی دوبے، ایڈیٹر 'مہاراشٹر ہانس' (درمیان میں) نے صدارت کی۔

اسٹیٹ ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز کے بیڑ میں واقع ضلع دفترِ اطلاعات نے یومِ آزادی پر مختلف جاتیوں کے درمیان بیاہتا جوڑوں کے اعزاز میں استقبالیہ کا اہتمام کیا۔
بائیں جانب ضلع کلکٹر شری بانوجی راؤ اس موقع پر تقریر کر رہے ہیں۔ ان کے بازو میں صدر ضلع پریشد ڈاکٹر سونا جی راؤ راجنوں اور چیف اگزیکیٹو افسر شری راجیو اگروال بیٹھے ہیں۔ دائیں طرف کلکٹر ایک میاں بیوی کو تحفہ پیش کر رہے ہیں۔

چیف سکریٹری، شری بی جی گوائی ۴؍
ستمبر کو منترالیہ بمبئی میں ریاستی سطح پر مردم
شماری افسران کی یہی تربیتی کانفرنس کا
افتتاح فرمارہے ہیں۔

شری موہن پاٹل، سابق چیف ڈائرکٹر
آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، نئے
چیف ڈائرکٹر، شری ششی کانت دیتھنکر کے
ہاتھوں بطور یادگار 'تحفہ' قبول فرمارہے ہیں

لیبر کمشنر، شری ششی کانت دیتھنکر کے اعزاز میں ۸؍
دفتر لیبر کمشنر کے عملہ کی جانب سے 'الوداعی پارٹی' دی گئی
کی تصویر ہے۔ شری دیتھنکر نے اسی دن چیف ڈائرکٹر، ڈا
آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز' کی حیثیت سے عہدہ

وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری اے آر انتولے نے حال ہی میں پونے میں منعقدہ "کل ہند پولس تیراکی مقابلہ" کے انعامات تقسیم کئے۔ تصویر میں بائیں جانب سنٹرل ریزرو پولس فورس کے افسر، ٹیم چیمپئن شپ ٹرافی لے رہے ہیں۔ شری آر ایل بھنگلے، انسپکٹر جنرل آف پولس بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ دائیں جانب مسز نرگس انتولے، اہلیہ وزیر اعلیٰ، جیتنے والے تیراکوں کو میڈل دے رہی ہیں۔ درمیان میں تیراکی کا منظر۔

شری رام راؤ آدک، وزیر برائے مالیات نے ۲۴ اگست کو ممبئی یوتھ لیڈر آنجہانی سنجے گاندھی کی زندگی سے متعلق تصویروں کی نمائش کا افتتاح کیا۔ زیر نظر تصویر میں آپ تصاویر ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ آپ دائیں شری بی۔ ایم۔ امباگنکر، صدر، ممبئی پردیش کانگریس (آئی) ہیں

"یوم اساتذہ"
مدرسین کو ریاستی انعامات

گورنر مہاراشٹر شری صادق علی نے ۵ ستمبر کو یوم اساتذہ کے موقع پر راج بھون ممبئی میں منعقدہ ایک تقریب میں فرمایا کہ ہر فرد کو تعلیم دینا دیش کا اولین فرض ہے کیونکہ ہم جس نئے طرز کے ہندوستان کی تعمیر کرنے جا رہے ہیں اس کا دارومدار اس تعلیم پر ہے جو ہمارے کالجوں اور اسکولوں میں دی جاتی ہے۔

گورنر موصوف نے مزید فرمایا کہ تعلیمی نصاب برابر بدلتا رہا ہے اس سلسلے میں نئے خیالات و نظریات اکثر سامنے آتے رہتے ہیں بہر صورت تعلیم کے معیار روز بروز بڑھتے جا رہے ہیں جس سے اساتذہ پر ایک بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

مشہور استاد اور مثالی استاد آنجہانی ڈاکٹر رادھا کرشنن کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے گورنر موصوف نے اساتذہ سے اپیل کی کہ وہ اپنے کام کو درس گاہوں کی چہار دیواری تک ہی محدود نہ رکھیں۔

گورنر موصوف نے ممبئی [illegible] کی معلمہ مس شہزادی حکیم [illegible] بہاری لال دوشی [illegible] ایوارڈ ملنے پر مبارکباد دی۔

اس موقع پر گورنر موصوف نے ۴۱ اساتذہ کو ریاستی انعامات برائے سال ۸۰-۱۹۷۹ء تقسیم کئے۔ ان میں ۱۸ پرائمری، ۱۵ سکنڈری، ۲ [illegible] اساتذہ اور ۶ یونیورسٹی کے اساتذہ ہیں۔

مہاراشٹر اسٹیٹ لیجسلیٹو اسمبلی کے اسپیکر شری شرد دیگھے بھی اس تہنیتی تقریب میں موجود تھے۔

اپنی استقبالیہ تقریر میں وزیر برائے تعلیم ڈاکٹر بلی رام ہیرے نے فرمایا کہ ریاستی حکومت ممبئی میں "شکشک کلیان بھون" قائم کرنے پر غور کر رہی ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ نوجوانوں کی شخصیت کو سنوارنے میں سماج ہمیشہ اساتذہ کا دست نگر رہے گا۔

اساتذہ کی عزت افزائی

وزیر اعلیٰ شری اے. آر انتولے نے ۵ ستمبر کو نیشنل ٹیچرس ویلفیر کے زیر اہتمام میٹرو سینما میں منعقدہ ایک اجلاس سے خطاب کرتے

گورنر مہاراشٹر، شری صادق علی، شریمتی کُسم وٹھل ابھنکر، ہیڈ [illegible] رجنا دیوی بالیہ، ناسک کو ۵ ستمبر کو ممبئی میں منعقدہ "یوم مدرسین" میں ریاستی انعام دے رہے ہیں۔ دائیں سرے پر شری [illegible] اسسٹنٹ [illegible] ہیں۔ انھیں بھی یہ انعام ملا ہے۔

اساتذہ اوران کے خاندان کی بہبودی کی ضرورت پر زور دیا۔ آپ نے فرمایا کہ مہاتما گاندھی، پنڈت جواہر لال نہرو اور شریمتی اندرا گاندھی کی سرپرستی میں تعلیم کے میدان میں زبردست ترقی ہوئی ہے اور نتیجہ میں تعلیم اب کسی خاص ذات یا طبقہ کے لئے مخصوص نہیں رہ گئی ہے۔ اب عوام میں سماجی، معاشی اور تہذیبی حقوق سے متعلق بیداری پیدا ہوگئی ہے۔

اس موقعہ پر وزیر اعلیٰ نے ممبئی عظمیٰ کے ۶ مدرسین کو مبارکباد دی اور انھیں شال اور ناریل بطور تحفہ پیش کیا۔ ان مدرسین کے نام یہ ہیں:

شری ایس۔ اے مکھرجی ولسن کالج، ڈاکٹر ٹی۔ بی پریرا، ممبئی یونیورسٹی شری پی۔ بی بھڈکمکر، ہیڈ ماسٹر موہن انگلش اسکول، شری وی۔ ڈی رام جری، سوشل سروس لیگ اسکول، شری سی۔ کے دینگس کر، گرانٹ روڈ میونسپل اسکول اور شری این۔ وی کنٹے۔

قومی انعام یافتگان

قومی ایوارڈ برائے مدرسین پانے والوں میں مہاراشٹر کے پرائمری اسکول کے ۵ اور سیکنڈری اسکول کے ۵ اساتذہ بھی شامل ہیں۔ ابتدائی مدرسین کے نام درج ذیل ہیں:

شریمتی شانتا گوپال جوشی، ہیڈ ٹیچر، سٹی آف لاس اینجلس اسکول ممبئی شری نکارام داجی کرہاڈے، اسسٹنٹ ٹیچر گرودیو رویندر ناتھ ٹیگور دیا نکیتن، پونے۔ شری بھال چندر سنبھاجی سونا دنے، اسسٹنٹ ٹیچر ضلع پریشد پرائمری اسکول کسبے وانے، ناشک۔ شری مدھوکر ناگو راؤ شرنگا پوار ہیڈ ماسٹر ادنیوار دروازہ پرائمری اسکول، ناگپور اور شری رام چندر وشنو پنتھ والکاڈے، اسسٹنٹ ٹیچر پرائمری اسکول، لونار بلڈانہ۔

سیکنڈری اسکول ٹیچرس کے نام حسب ذیل ہیں:

شری سدھاکر بال کرشنا پربھو، ہیڈ ماسٹر ایم۔ آر۔ بی سبھا ہندی مدھیا مک ودیالیہ، پونے۔ شریمتی شہزادی عبدالرحیم حکیم، ہیڈ مسٹریس، درسوا دیلفیر ایسوسی ایشن ہائی اسکول، ممبئی۔ شری بہرن لال ملننکر جوشی، پرنسپل شری ایم۔ ایم پیوپلس اون اسکول، ممبئی۔ شری بابو راؤ ماروت راؤ، ہیڈ ماسٹر، سی پی اینڈ برار ہائر سیکنڈری اسکول، ناگپور اور شری داداصاحب بلونت پاٹل، ہیڈ ماسٹر مہاراشٹر ہائی اسکول، کولھاپور۔

یوم اقوام متحدہ کے موقع پر۔

اسکولس اور کالجس کے طلبہ کے لئے مضمون نویسی کا مقابلہ

یوم اقوام متحدہ کے موقع پر ایک مضمون نویسی کا مقابلہ ممبئی عظمیٰ میں اسکولس اور کالجس کے طلبہ کے لئے ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز کی طرف سے رکھا گیا ہے۔ ساتویں تا بارہویں جماعت کے اسکولی طلبا اس مقابلے میں حصہ لے سکیں گے۔ کالج کے طلبہ علیحدہ طور سے اس میں شرکت کر سکتے ہیں۔

اسکولی طلبہ کے لئے تین انعامات بالترتیب ۵۰ روپے ۲۵ روپے اور ۱۵ روپے کے، پہلے تین نمبروں پر آنے والوں کو دیئے جائیں گے۔ دس روپے کے دس ہمت افزائی کے انعامات اس کے علاوہ دیئے جائیں گے۔

کالج طلبہ کے لئے دو انعامات بالترتیب ۷۵ روپے اور ۵۰ روپے کے دیئے جائیں گے۔ اس کے علاوہ پانچ ہمت افزائی کے انعامات ہوں گے۔

مضمون نویسی کے عنوانات دونوں جماعتوں کے لئے اس طرح ہیں:

(۱) اقوام متحدہ کی سرگرمیاں (۲) انسانی حقوق (۳) عالمی امن (۴) یونیسف (۵) عالمی صحت۔

داخلے وصول ہونے کی آخری تاریخ ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۰ء ہے۔ مضمون کم از کم ۱۰۰۰ الفاظ پر مشتمل ہو، اور صفحہ کے صرف ایک طرف لکھا ہوا ہونا چاہیئے۔ مقابلہ میں حصہ لینے والوں کو چاہیئے کہ وہ ایک علیحدہ کاغذ کے صفحہ پر طالب علم کا نام، جماعت یا تعلیمی سال، مضمون کا عنوان، مضمون کی زبان، ادارے کا نام، پرنسپل کے دستخط یا ادارے کے نگران کے دستخط کے ساتھ مکمل کر کے ڈپٹی ڈائرکٹر (ایکزبیشن)

ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، ۱۵ ویں منزل، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، مقابل منترالیہ، ممبئی ۴۰۰۰۳۲ کے پتہ پر ارسال کریں۔

وزیر اعلیٰ کے عوام سے وعدے

ریاستی حکومت نے آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی برائے سیکریٹریٹ، شری ایل۔ ایس للّہ کی زیر صدارت ایک کمیٹی مقرر کی ہے جو وزیر اعلیٰ کے مختلف بیانوں میں عوام سے کئے گئے وعدوں کو عملاً پورا کرنے کے پیش نظر ضروری کارروائی کریگی۔

وزیر اعلیٰ کی یقین دہانیوں کو باقاعدگی سے اور بسرعت روبہ عمل لانے کے لئے کمیٹی کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ متعلقہ محکموں کے سکریٹریوں اور نگرانوں کو بلا کر متعلقہ معاملوں پر صلاح مشورہ کرے۔ شری وینکٹ چاری، حکومت کے جائنٹ سیکریٹری، اس کمیٹی کے ممبر سیکریٹری ہوں گے۔

پولس فورس مضبوط بنانے کیلئے حکومت کے اقدامات

... میں نظم ونسق کو مضبوط اور عوام کی توقع کے مطابق بنانے کے لئے
مہاراشٹر نے مفصل اقدامات کئے ہیں. ان اقدامات کے تحت
عظمیٰ میں جاری ' بیٹ سسٹم ' پر سختی سے عمل کیا جائے گا. اور کوئی
بور میں بھی اس کا اطلاق کیا جائے گا. بمبئی عظمیٰ، پونے اور ناگپور
اف پولس کو تو الیوں پر پولس انسپکٹر کے درجہ پر ... بطۂ عامہ
ن مقرر کئے جائیں گے. ایک اور اسٹیٹ ریزرو پولس گروپ
جائے گا. مزید ایک ریجنل پولس ٹریننگ اسکول اور ایک
ٹیکنیکل ٹریننگ اسکول قائم کیا جائے گا. ریجنل پولس ٹریننگ
ں میں مزید گنجائش بڑھائی جائے گی. بمبئی عظمیٰ میں سی آئی
...دار متحرک کر دیا جائے گا. ریلوے پولس فورس دوبارہ منظم
جائے گی. اور ایک اسپیشل آئی. جی. پی کا زائد عہدہ قائم کیا جائے گا.
ام اقدامات پر اخراجات کا اندازہ ۱۱ کروڑ روپوں کے قریب ہے.

بیٹ سسٹم : بمبئی عظمیٰ میں دن رات مستعد رہنے والے کل
۲۱ بیٹ ہیں. (۱۰۸ بیٹ پہلے ہی شروع کئے جا چکے ہیں) راست
فون لائن کے ساتھ مستقل پولس چوکیوں کا قیام بھی بیٹ سسٹم
مل ہے. بیٹ سسٹم پونے اور ناگپور میں بھی نافذ کئے جانے
... زیر غور ہے.

شکایات کی سنوائی : پولس انسپکٹر کے عہدہ کے مساوی
... عہدہ بمبئی عظمیٰ کے تمام پولس اسٹیشنوں پر مقرر کئے
جائیں گے جو سادہ لباس میں ہوں گے. یہ افسران پولس اسٹیشن پر
آنے والے افراد سے ملیں گے، ان کی شکایات سنیں گے اور انھیں اپنے
طور پر دور کرنے کی کوشش کریں گے. بمبئی عظمیٰ میں پبلک ریلیشنز آفیسر
کی ۵۰ آسامیاں تشکیل دی جائیں گی. کسی مرکزی مقام پر ۳ پولس
افسران، ۳ پولس اسٹیشنوں کے لئے شفٹوں میں ۲۴ گھنٹے کام
کریں گے. یہ طریقہ کار پونے اور ناگپور میں بھی عمل میں لایا جائے گا.

زائد ایس آر پی ایف گروپ : ریاست میں نظم ونسق کی برقراری
اور ہنگامی حالات سے نمٹنے کے لئے زائد اسٹیٹ ریزرو پولس فورس تشکیل
دی جائے گی.

نئے تربیتی مدارس : پونے ضلع کے پرندھر مقام پر پولس کانسٹبلوں
کی تربیت کے لئے ایک نیا ٹریننگ اسکول اور بمبئی کے دیتر نانگر میں ...

وزیر اعلیٰ مہاراشٹر، شری اے. آر انتولے نے ۵ ستمبر ۱۹۸۰ء کو
منترالیہ، بمبئی میں پولس حوالداروں کے مسائل اور تکالیف کے بارے
میں باہمی بات چیت کے لئے ایک میٹنگ طلب کی تھی. اس موقع
پر لی گئی تصویر میں وزیر اعلیٰ کے ساتھ، وزیر مملکت برائے امور داخلہ
شری ابھئے سنگھ راجے بھوسلے اور (درمیان میں) ہوم سیکریٹری
شری بی. جی ساٹوی بھی دیکھے جا سکتے ہیں.

ڈیٹیکٹیو ٹریننگ اسکول جاری کیا جائیگا۔ موجودہ تربیتی اسکولوں کی گنجائش میں اضافہ کیا جائے گا۔

سی آئی ڈی کی مستعدی: ممبئی سی آئی ڈی کو مستعد بنانے کے لئے انھیں مزید ۱۶ کاریں فراہم کی جائیں گی تاکہ وہ جرائم کا انسداد کرسکے

ریلوے پولس فورس کی دوبارہ تنظیم: ریلوے سے متعلق مزید ہونے والے تمام قسم کے جرائم سے نمٹنے کے لئے ایک خود مختار ڈی۔آئی۔ جی ریلوے کا عہدہ تشکیل دیا جائے گا۔ اب تک جرائم اور ریلوے دونوں کے لئے صرف ایک ڈی۔آئی۔جی مقرر تھا۔ دو علیحدہ ریلوے پولس ڈسٹرکٹ بنائے جائیں گے جن کا صدر مقام ممبئی اور پونے میں ہوگا۔ ابھی تک اس قسم کا صرف ایک ڈسٹرکٹ پونے میں واقع ہے اسی طرح پونے ریلوے کے موجودہ ۲ سب ڈیویژنوں کو چار حصوں میں تقسیم کیا جائے گا جن کے صدر مقام پونے، کلیان، دادر (ممبئی)، اور ممبئی سنٹرل (ممبئی) میں قائم ہوں گے۔

بوربولی میں ایک نیا ریلوے پولس اسٹیشن بنایا جائے گا۔ ایک پی آئی - دو پی ایس آئی اور چھ غیر مسلح ہیڈ کانسٹبلوں پر مشتمل ایک

وزیر اعلیٰ کی پولس کانسٹبلوں سے گفتگو

وزیر اعلیٰ شری اے۔ آر انتولے نے ۶ ستمبر کو منترالیہ میں تین گھنٹوں سے زیادہ وقت پولس حوالداروں اور سب انسپکٹروں کے ساتھ بات چیت میں گذارا۔ تاکہ ان کے مسائل اور حالات ملازمت کے بارے میں جانکاری حاصل کریں۔

یہ پہلا موقع ہے کہ جب کسی وزیر اعلیٰ نے پولس فورس میں سب سے نچلے درجہ کے ملازم تک سے راست ملاقات کی اور ان کی مشکلات جاننے کی کوشش کی۔ موصوف نے سب سے پہلے سب انسپکٹروں (تقریباً ۸۰) اور بعد میں پولس جمعیت کے مختلف شعبوں سے آئے ہوئے کانسٹبل نمائندوں سے ملاقات کی۔ یوم آزادی پر شری انتولے نے پولس انسپکٹروں سے ملاقات کی تھی۔

وزیر اعلیٰ نے بات چیت کے دوران مہاراشٹر پولس کرمچاری سنگھٹن کو تسلیم کرنے کی بابت اپنی آمادگی کا اظہار کیا اس سلسلے میں ابتدائی کارروائیاں دو یا تین ہفتوں میں مکمل ہوجائیں گی۔ اس بیٹھک میں اظہار خیال کرنے والے تقریباً ہر کانسٹبل نے ایسی نشست کی شروعات کرنے پر شری اے۔ آر انتولے کا شکریہ ادا کیا۔ سنگھٹن کو تسلیم کئے جانے کی موصوف کی رضامندی کے اظہار پر بھی ان لوگوں نے آپ کا شکریہ ادا کیا۔ اس موقع پر خواتین پولس کے نمائندے بھی موجود تھے۔

اپنے افتتاحی بیان میں وزیر اعلیٰ نے فرمایا کہ پولس کو امن وضبط، لاء اینڈ آرڈر قائم رکھنے کا اہم کام انجام دینا پڑتا ہے اس لئے ان کی فلاح و بہبودی کی طرف توجہ دینا بھی لازمی ہے۔ آپ نے کہا کہ مالی دشواریوں کے باوجود وہ کوشش کریں گے کہ آئندہ بجٹ میں اس مد میں مزید گنجائش نکالی جائے۔

ایک سینیر سب انسپکٹر شری سیتھا من کدم نے سب انسپکٹروں کی وزیر اعلیٰ کے ساتھ بیٹھک کی صدارت کی جبکہ شریمتی آشا کاڈنکر نے حوالداروں کی میٹنگ کی صدارت کی۔ اس بیٹھک میں شری ابھے سنگھ راجے بھونسلے، وزیر مملکت برائے امور داخلہ اور شری پی جی سالوی ہوم سیکریٹری بھی موجود تھے۔

وزیر اعلیٰ شری اے۔ آر انتولے نے اسی دن افسران کی بیٹھک میں پولس کے سب انسپکٹروں، انسپکٹروں، اسسٹنٹ کمشنروں اور دیگر عہدیداران کے مسائل اور ان کی تکالیف غور او رہمدردی سے سنیں۔ اس موقع پر شری اے۔ آر انتولے نے فرمایا کہ مشترکہ مستقل جمعیت پولس (ممبئی عظمیٰ پولس اور مفصل پولس کا انضمام) کے معاملہ میں تیزی سے کارروائی کی جائے گی۔ اس بیٹھک میں بعد ازاں ان عہدیداروں کے مختلف مسائل مثلاً ترقی، مختلف بھتے، رخصت، سفری رعایت، پنشن کی جلد منظوری، جی پی فنڈ وغیرہ پر بھی تفصیلی بات چیت ہوئی۔ اس بیٹھک میں بھی شری پی جی سالوی ہوم سیکریٹری اور دیگر عہدیداران محکمہ جات حاضر تھے۔

۔ اسکواڈ متعلقہ حلقوں میں نگرانی کے لئے مقرر کیا جائے گا۔ یہ
پونے اور بمبئی ریلوے ڈسٹرکٹ میں بمبئی پونے کے درمیان چلنے
ں گاڑیوں پر بھی نگرانی رکھے گا۔ ایک سنٹرل کنٹرول روم دادر
ائم کیا جائے گا۔ جو ۲۴ گھنٹے ڈیوٹی انجام دے گا۔ یہاں ۳
ں آئی اور ۳ غیر مسلح کانسٹبل مقرر ہوں گے۔ جو ریلوں سے متعلق
یر کارروائی کریں گے۔

ریلوے پلیٹ فارموں پر مسافروں کو فوری امداد پہنچانے کے لئے
۲ غیر مسلح وردی پوش ہیڈ کانسٹبل اور ۴۵ غیر مسلح کانسٹبل
ضافہ سے موجودہ وردی پوش کانسٹبلوں کی تعداد بڑھائی
ئے گی۔

خصوصاً رات کے وقت پیش آنے والے ریلوے املاک سے متعلق
م کے انسداد کے لئے مجوزہ پونے اور بمبئی ریلوے اضلاع چلنے میں رات میں
نے والی گاڑیوں میں مسلح حفاظتی دستے تعینات کئے جائیں گے۔ اس سلسلے
ں ۱۴۸ یو۔ ایچ۔ سی اور ۲۴۲ مسلح پولس کانسٹبلوں کی آسامیاں پیدا
جائیں گی۔

سپیشل آئی جی پی: جرائم کی روک تھام، پولس کی نگرانی بہتری

[illegible] اور پولس کی تنظیم نو کے سلسلہ میں موجودہ آئی۔ جی۔ پی کی [illegible] لئے
ایک اور [illegible] سپیشل آئی جی پی کا عہدہ تشکیل دیا جائے گا۔

وزیر اعلیٰ سے متعلق غلط رپورٹ کی تردید

چند اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ وزیر اعلیٰ شری
اے۔ آر۔ انتولے نے میسرز ہندوستان لیور کے ملازمین کو دھمکی
دی تھی کہ اگر وہ کام پر حاضر نہ ہوں گے تو انھیں احتیاطی نظر
بندی قانون کے تحت گرفتار کر لیا جائے گا۔

یہ رپورٹ قطعی بے بنیاد اور غلط ہے۔

وزیر اعلیٰ نے انتظامیہ اور مزدوروں کے لیڈروں سے محض
اپیل کی تھی کہ قومی مفاد کے پیش نظر اپنے تنازعہ کو ختم کر دیں
اور جلد از جلد فیکٹری میں دوبارہ کام شروع کریں۔

فرقہ وارانہ واقعات سے سختی سے نمٹا جائے

وزیر اعلیٰ کی ہدایت

فرقہ وارانہ [illegible] امن و امان کی برقراری کے [illegible]
میں [illegible] ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ، پولس کمشنران اور سپرنٹنڈنٹس کی
ایک [illegible] کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ شری اے۔ آر۔ انتولے نے کہا کہ
فرقہ وارانہ کشیدگی پھیلانے والی ہر تحریک کا سختی سے سد باب کیا جائے۔
آپ نے افسران کو ہدایت دی کہ ان افراد کے ساتھ جو فرقہ وارانہ کشیدگی کو ہوا
دیتے ہیں، بلا لحاظ سیاسی و انفرادی حیثیت کے، سختی سے پیش آیا جائے۔
وزیر اعلیٰ نے فرمایا کہ سماج میں کچھ عناصر ایسے ہیں جو فرقہ پرستی کے بل بوتے پر
پنپتے ہیں۔ لہٰذا ایسے سماج دشمن عناصر پر مستقل نظر رکھی جانی چاہئے۔

آپ نے افسران کو ہدایت دی کہ فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی فضا قائم کرنے
کے لئے مؤثر اور ٹھوس اقدامات کریں اور فرقہ وارانہ کشیدگی کی متوقع صورت
حال سے نمٹنے کے لئے بر وقت اقدامات کی حتی الامکان کوشش کریں۔
موصوف نے مزید فرمایا کہ کوئی بھی پولس تنظیم اپنے انتظام میں اس وقت
تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ انٹیلی جنس کے ذریعہ صورت حال
کا پہلے سے اندازہ نہ لگا لے اور مستعد ہو جائے۔

وزیر اعلیٰ نے مشورہ دیا کہ ہر گاؤں، شہر اور محلے کا ایک معینہ مدت کے بعد
جائزہ لیا جائے اور جہاں کوئی ناخوشگوار واقعہ نہ ہوا ہو اور جہاں مکمل فرقہ وارانہ
ہم آہنگی پائی جاتی ہو، اُسے مناسب انعام سے نوازا جائے۔

آپ نے فرمایا کہ اُن افسران کو جن پر فرقہ وارانہ کشیدگی کی روک تھام
اور خاتمے کی ذمہ داری ہے، غیر متعصب ذہن کا مالک اور سیکیولر نظریات
کا حامل ہونا چاہئے اور انھیں اس قابل ہونا چاہئے کہ وہ ان عناصر کے
ساتھ سختی سے پیش آئیں جو سماجی ہم آہنگی برباد کرنے کی کوشش کرتے
ہیں۔ "آج ہی ہوشیار رہیے تاکہ کل کوئی ناخوشگوار واقعہ نہ پیش آئے۔"
وزیر اعلیٰ نے فرمایا۔

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹس، پولس کمشنران اور سپرنٹنڈنس نے وزیر اعلیٰ کو یقین
دلایا کہ ریاست میں امن و امان برقرار رکھنے کے لئے ریاست کے کسی بھی
حصہ میں فرقہ وارانہ کشیدگی کو سختی سے فرو کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں
رکھیں گے۔

شری کے۔ کے موگھے، ایڈیشنل چیف سیکریٹری، شری پی۔ جی سالو
ہوم سیکریٹری، شری آر۔ ایل بھنگے انسپکٹر جنرل آف پولس اور دیگر
افسران کانفرنس میں شریک تھے۔

ی بی۔ جی کھنال وزیر برائے شہری رسد اور شری ایس۔ پی موہا
ری سول سپلائز ڈپارٹمنٹ نے بھی اس کانفرنس میں ضروری
کی ذخیرہ اندوزی اور نفع خوری جیسی بدعنوانیوں کی روک تھام
ی اقدامات پر گفتگو کی۔

اندانی بہبود پروگرام میں حصّہ لیجئے

— وزیر اعلیٰ کی اپیل

زیر اعلیٰ شری اے۔ آر انتولے نے عوام سے اپیل کی ہے کہ فرد، سماج
کی ترقی کے لئے، ذات، مذہب اور سیاست سے بالاتر ہوکر
ی بہبود پروگرام میں بھرپور حصہ لیں۔
ومی خاندانی بہبود پندھرواڑے کے موقع پر وزیر اعلیٰ نے آل انڈیا
اور دور درشن سے اپنے نشریہ میں فرمایا کہ بڑے اور غیر محدود
ن میں بچوں کی صحت و تندرستی اور تعلیم و تربیت کی ٹھیک سے
بھال نہیں ہو پاتی، نتیجتاً پورا خاندان خوشیوں سے محروم رہتا ہے
طرح اگر کسی ملک کی آبادی ایک خاص حد سے تجاوز کر جائے تو
کو بنیادی ضروریات بھی فراہم کرنا دشوار ہو جاتا ہے اور اس طرح
کا معیار زندگی گھٹتا ہے اور غریبی پھیلتی ہے۔
آپ نے فرمایا کہ خاندانی بہبود پروگرام ترقیاتی اسکیموں کا ایک
حصہ ہے۔ فرد، سماج اور ملک کی ترقی اسی وقت ممکن ہے جبکہ
س پروگرام کو کامیابی کے ساتھ زیر عمل لائیں۔
آپ نے کہا کہ اس پروگرام کو محض سرکاری کام نہ سمجھا جائے بلکہ
ر اس پروگرام میں پوری سرگرمی سے شرکت کرے۔

شکر کی قیمت سے متعلق غلط رپورٹ

— ریاستی وزیر کی وضاحت

حال ہی میں بعض اخباروں میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ مہاراشٹر کے
یر مملکت برائے شہری ترقی اور جیل شری چندر کانت ترپاٹھی نے
پردیش کے وزیر اعلیٰ شری وشوناتھ پرتاپ سنگھ کو بتایا کہ مہاراشٹر میں
شکر ۱۸ روپے فی کلو فروخت ہو رہی ہے۔
اس سلسلے میں شری ترپاٹھی نے وضاحت کی کہ انھوں نے اس
ہم کی کوئی بات لکھنؤ میں اترپردیش کے وزیر اعلیٰ سے ملاقات کے دوران
ہیں کہی اور نہ ہی کسی دوسری جگہ آپ نے ایسا کہا ہے۔
وزیر موصوف کے مطابق یہ خبر بے بنیاد ہے۔

کونسل کے لئے نامزد اراکین

گورنر مہاراشٹر نے شری رکھاب چند کلیان مل شرما، سردار
پرشن رلہن سنگھ کالسی، شری پرشورام مارو تی چوان اور
شری انت کرشن راؤ پاٹل کو مہاراشٹر لیجسلیٹو کونسل کے لئے نامزد
کیا ہے۔ ان میں سے پہلے تین کو کونسل میں میعاد ختم ہونے پر تین
سبکدوش اراکین کی جگہ مقرر کیا گیا ہے۔ جبکہ شری پاٹل،
ریاستی اسمبلی کے لئے شری صاحب راؤ دیشمکھ کے منتخب
ہونے پر ان کی خالی جگہ کے لئے نامزد کئے گئے ہیں۔

پسماندہ طلبہ سے فیس وصول کرنے پر سخت کارروائی

حکومت مہاراشٹر نے اُن تعلیمی اداروں کے خلاف سخت کارروائی کرنے
کا فیصلہ کیا ہے جو پسماندہ طبقات کے طلبہ سے فیس وصول کرتے ہیں جنھیں
حکومت کی اسکیم کے تحت بلا لحاظ ان کی سالانہ آمدنی کے ہر سطح پر مفت تعلیم
دی جاتی ہے۔
یہ رعایت ۱۹۶۹ء سے مندرج ذاتوں، مندرج قبائل، خانہ بدوش
قبائل، ویمکت جاتی اور نو بدھوں کو دی جا رہی ہے۔
وہ ادارے جو ایسے طلبہ سے فیس لیتے ہیں اور سال کے آخر میں متعلقہ
اتھارٹی سے رقم وصول ہونے پر طلبہ کو فیس لوٹاتے ہیں ان کے خلاف بھی
کارروائی کی جائے گی۔

ضروری اشیاء کے پوشیدہ ذخیرے

حکومت کی کارروائی

حکومت ضروری اشیاء کی قیمتوں کو قابو میں رکھنے اور غیر قانونی
ذخیروں کو باہر لانے کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہی ہے۔
ذخیرہ اندوزوں کے غیر قانونی ذخیروں کو پکڑنے کے لئے حکومت نے اطلاع
دینے والوں کے لئے نقد انعامات کا اعلان کیا ہے۔
پولس کی چھاپہ مار پارٹی یا سول سپلائز ڈپارٹمنٹ کے ملازمین کو بھی
نقد انعامات دیئے جائیں گے
مخبر اور چھاپہ مار پارٹی کے لئے انعام کی رقم ضبط شدہ مال کی قیمت کے
دس فیصد کے برابر ہوگی اور بہر صورت یہ رقم ۱۰،۰۰۰ روپے سے زیادہ نہیں ہوگی
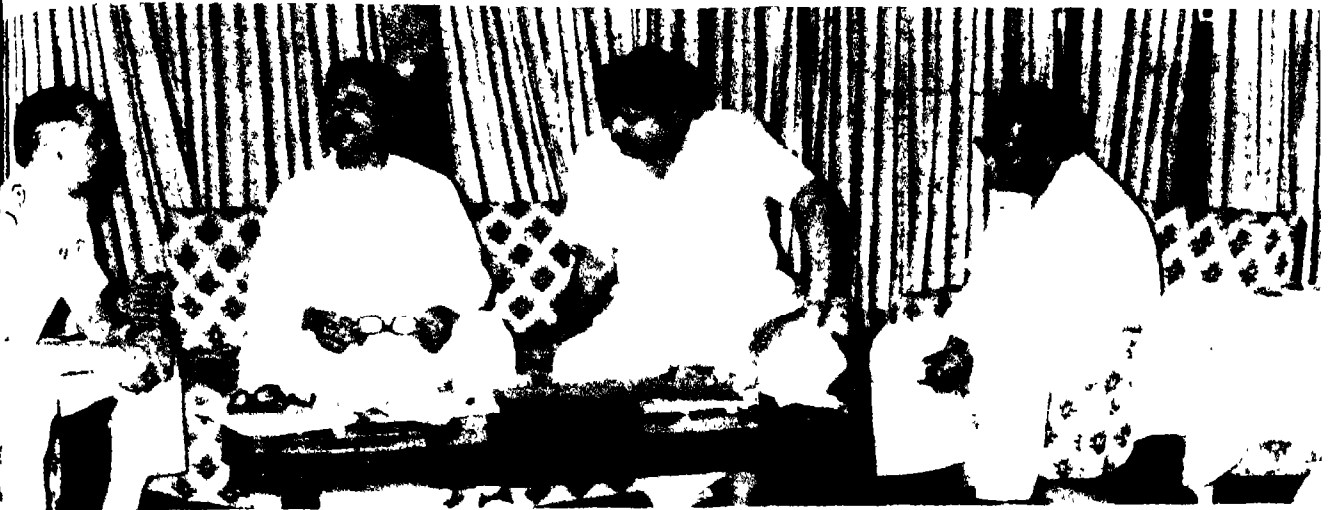
شری بی شنکر راؤ آنند مرکزی وزیر تعلیم "ایشین گیمس ۱۹۸۲ء" کے بارے میں ریاستی حکومت اور رنبوی کے افسران سے تبادلۂ خیالات کر رہے ہیں۔ زیر نظر تصویر میں شری ستیش چندر ویدی، وزیر مملکت برائے اسپورٹس، ڈی۔ ای۔ سی بارڈوزا، فلیگ آفیسر کمانڈر انچارج، ویسٹرن نیول کمانڈ، شری سربدھر ہاٹے، سیکریٹری، سوشیل ویلفیر ڈپارٹمنٹ اور شری ایس۔ جی دیشمکر چیف ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز نظر آرہے ہیں۔

...پارٹمنٹ فنڈ سلپ

...نٹنڈنٹ جنرل نے ۰۸۰۹۷۹ ۱۹۷۹ء کے پراویڈنٹ فنڈ سلپ متعلقہ ...لے سربراہوں کو بھیج دیئے ہیں تاکہ وہ سلپ ممبران کو تقسیم کئے ...۔ گزیٹیڈ افسران کے سلپ براہ راست متعلقہ افسران کو بھیج دیئے ...

وزیر اعلیٰ فنڈ میں ۲۵،۰۰۰ روپیہ کا عطیہ

وزیر اعلیٰ شری اے۔ آر انتولے نے ممبئی مرکنٹائل کوآپریٹیو بینک کے ملازمین کی جانب سے وزیر اعلیٰ فنڈ کے لئے ۲۵،۰۰۰ روپیہ کا عطیہ دینے پر شکریہ ادا کیا۔ بنک کے منیجنگ ڈائرکٹر شری زین رنگون والا نے ۶ ستمبر کو اس رقم کا چیک وزیر اعلیٰ کو پیش کیا تھا۔

اس موقع پر منترالیہ میں بنک کے چیرمین شری حسینی ایس ڈاکٹر بھی موجود تھے۔

...ق چیف ڈائرکٹر شری ایم۔ آر پاٹل

ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز کے ...ملازمین نے ۴ ستمبر کو منترالیہ کے پریس ویو تھیٹر میں منعقدہ ایک ...تقریب میں شری موہن پاٹل کو جنھوں نے دو سال سے زائد عرصہ ...کی بحیثیت چیف ڈائرکٹر فرائض انجام دیئے، بڑی گرمجوشی ...اخلاص و محبت کے ساتھ الوداع کہا اور اسی جذبہ کے ساتھ ...نئے چیف ڈائرکٹر شری ششی کانت دیشمکر کو خوش آمدید کہا۔

اس موقع پر شری ایم۔ آئی۔ آر ماتھر ایڈیشنل چیف ڈائرکٹر، شری ...ب جامدار، ڈائرکٹر برائے فلمز، شری ایم کے دلنیا بڑے ڈپٹی ڈائرکٹر ...(پلاننگ) اور شری ایس۔ جی ساہستر بھوجنے ڈپٹی ڈائرکٹر (نیوز) ...نے مختصر تقاریر میں شری موہن پاٹل کی حسن کارکردگی اور عملے کے ...چھوٹے بڑے فرد کے ساتھ رفیقانہ سلوک کو سراہا اور نئے چیف ڈائرکٹر ...ششی کانت دیشمکر سے خوش آئند توقعات وابستہ ...کیں۔

ترسیلِ زر و مراسلت کا پتہ :-

چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز،
ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز،
گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ۔ ممبئی نمبر ۴۰۰۰۳۲

UMIRAJ : Regd. No. MH-BY South-544 *Licence No. 89 for ' without prepayment of pos*

Maharashtras' fight against proverty and social injustice

- Debt relief amounting to Rs. 49 crores to benefit about 8 lakh small holders and reimbursement of Rs. 8·15 crores to the State Co-operative Land Development Bank to free 58,000 farmers from deb
- Rescheduling of loan amounting to Rs. 23 crores to benefit 2·50 lakh farmers.
- Subsidy towards increased cost of fertilisers.

FOR EDUCATED UNEMPLOYED

- Seed money assistance scheme and unemployme promotion programme modified to provide employment to the educated unemployed·
- The special capital intensive scheme operating only in selected areas now extended to units set up in undeveloped areas; additional concessions to units migrating to Taluka and Panchayat level.
- Drinking water supply to all villages in next five years and to 4,579 villages during the current year.
- Priority to improving the quality of life of slumdwelers
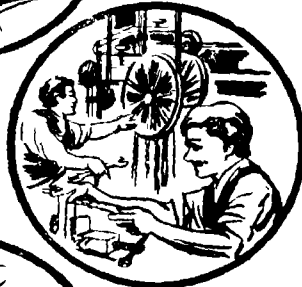
To achieve all this....effective implementation of the 20 Point Programme.

K. CHANDU

Directorate General of Information and Public Relations, Government of Maharashtra, Mantralaya, Bombay - 400 032.

ایس۔جی۔ دیھنکر، چیف ڈائرکٹر، ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، حکومت مہاراشٹر، منترالیہ، ممبئی ۴۰۰۰۳۲ نے

گورنمنٹ سینٹرل پریس، بمبئی ۴ ... میں چھپوا کر شائع کیا۔

قومی راج
۱۰ اکتوبر ۱۹۸۰ء

نے میں،
ال ہی میں منعقدہ
لاب کے
پھولوں کی
نمائش کی جھلکیاں

چمن کی زیب و زینت گلاب، اسی کی طرح پُر مہک،
شہنشاہ جہانگیر کی چہیتی بیگم نور جہاں کی دریافت
"عطرِ جہانگیر"، سب ہی اس کے گرویدہ ہیں، پھر طبی لحاظ
سے فرحت بخش اور اکسیر "گلقند" بھی گلاب کے پھولوں
ہی سے تیار کیا جاتا ہے، یہی نہیں بلکہ "گلاب" بیرونی
سکہ کمانے کا بھی بڑا ذریعہ ہے، جس کی آج ہمارے
دیس کو شدید ضرورت ہے۔
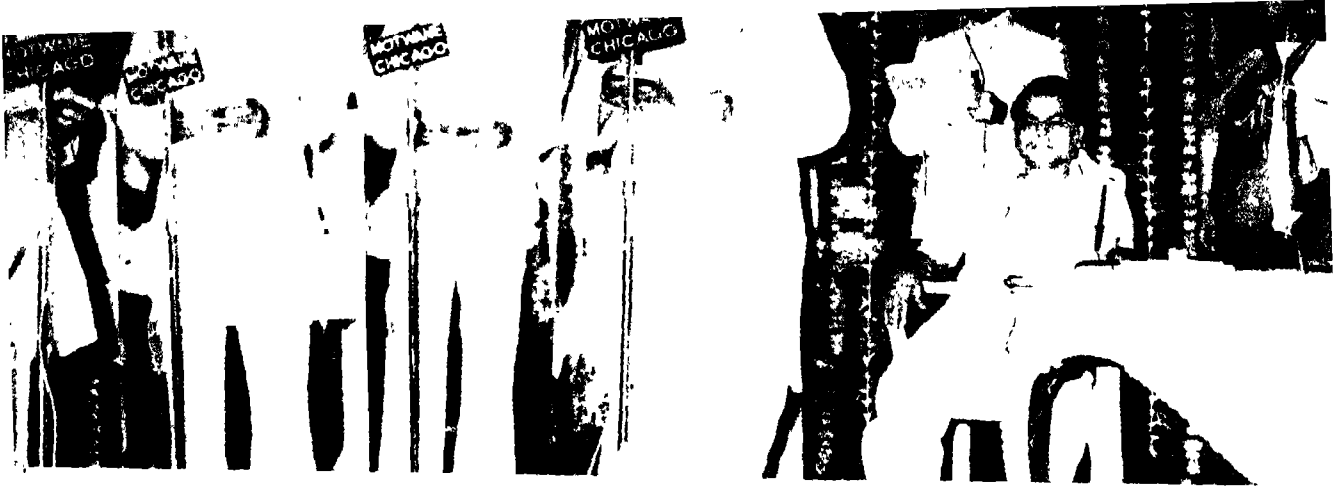
چار نئے وزراء نے ۲۵ ستمبر ۱۹۸۰ء کو شام میں راج بھون، بمبئی کے دربار ہال میں منعقدہ سادہ تقریب میں حلف اُٹھایا۔ زیر نظر تصویر میں گورنر مہاراشٹر، شری صادق علی؛ ان وزیروں (دائیں سے بائیں) شری این. ایم تڑکے، شری سروپ سنگھ نائک، شری نانا بھاؤ ایمبڈوار اور شری رمانند آولے، سے حلف عہدہ اور رازداری لے رہے ہیں۔ وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری اے. آر انتولے گورنر مہاراشٹر کے پاس ہی بیٹھے ہیں۔ اس موقع پر شرمتی شالینی تائی پاٹل، وزیر برائے محصول اور بازآبادکاری، شری بابا راؤ کالے وزیر برائے دیہی ترقیات، وزیر اعلیٰ کے دیگر کابینی رفقاء کار، شری نتر دیکھے اسپیکر لیجسلیٹو اسمبلی، شری اے. جی پوار، ڈپٹی چیرمین لیجسلیٹو کونسل، شری بی. ام پاٹل، صدر بمبئی پردیش کانگریس کمیٹی (آئی) اور دیگر حضرات بھی موجود تھے۔

قومی راج

ہرماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے — سالانہ: دس روپے ۞ فی کاپی: ۵۰ پیسے

جلد نمبر ۷ ✦ ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۰ء ✦ شمارہ نمبر ۱۹

نگراں: خواجہ عبدالغفور (آئی۔اے ایس)

ترتیب

صفحہ نمبر

چیف ایڈیٹر: ایم. ایشور راج ماتھر
ایڈیٹر: ریاض احمد خاں
سب ایڈیٹر: عبدالوحید خاں جامعی

قارئین کی رائے

شاہد حکیمی
ڈاکٹر شیخ بنکر کالونی، کامٹی ۔ ضلع ناگپور

قومی راج "منشی پریم چند خصوصی نمبر" نظر نواز ہوا۔ پیغامات میں آنجہانی کی پوری زندگی سمٹ کر آگئی ہے۔ تحریر کی پختگی، مضمون آرائی، کردار نگاری کا جاذب قلب و نظر انداز، شگفتگی، ذوقِ مطالعہ کی آنکھوں کو روشنی دے گیا۔

مرحوم ڈاکٹر صفدر آہ، جناب ڈاکٹر آذر اور ماہر صاحب نے آنجہانی کی خامیاں، خوبیوں کا ایراد فرما کر تنقیدی قدروں کا حق ادا کر دیا۔

باقی .. مضامین تعریف و توصیف، اخذ و اقتباس کی سرحد ... سے گذرتے نظر آئے۔ بجائے ذاتی رائے کا اظہار کرتے ہو ... دل جھجکتے کیوں ہیں۔ خطوط کے آئینہ میں آنجہانی کی ... تصویریں نظر آئیں۔ اگر ایسا نہیں کیا جاتا تو منشی پریم چند ... حیات دھندلا رہ جاتا۔

ادارۂ قومی راج نے جس محنت و کاوش کے ساتھ نمبر ترتیب دیا ہے قابلِ مبارکباد ہے اور دوسروں کے لئے قابلِ رشک ہے۔

فیضی احسنت ازیں عشق کہ دوراں امروز
گرم داروز تو ہنگامۂ رسوائی را!

★

★ **جی۔ اے خان شاداں**
ہیڈ رو انسپکٹر کی، ڈی۔ ایم کوارٹر نمبر تھرڈ 'اے' ۲۵/۹۸
ناتھ نگر (شمالی)، ۴۲۳۱۱۰۶، پیٹھن (مہاراشٹر)

۱۰ر جولائی ۱۹۸۰ء کا "قومی راج" دستیاب ہوا۔ اس شمارے میں "دن مہونسو کی اہمیت" (جناب آر۔ جی مائیدیو) کا مضمون بے حد پسند آیا اور سرورق کی تصویر میں ایک سرسبز و شاداب جنگل کا منظر کششِ عقل رکھتا ہے۔ دل کو موہ لیتا ہے۔

★

★ **مُحمّد سعد کاوش پرتاپگڈھی**
معرفت ڈاکٹر ظلِ حسنین، ۵۱۲۔ اے، راجہ پور، الہ آباد، ۲۱۱۰۰۲

۱۰ر جولائی ۱۹۸۰ء کا قومی راج' موصول ہوا۔ اس بار کا شمارہ صوری و معنوی دونوں اعتبار سے بہت ہی اچھا ہے۔ رسالہ روز بروز آپ کی ادارت میں نکھرتا ہی جا رہا ہے اور خوب سے خوب تر کی جستجو میں مسلسل ترقی کے منازل بڑی تیزی کے ساتھ طے کر رہا ہے میں نے شروع ہی سے یہ محسوس کیا ہے کہ یہ رسالہ عام روش سے ہٹ کر اپنی منفرد راہ اختیار کئے ہوئے ہے جو نہ صرف معیاری غزلوں نظموں تک ہی محدود ہے بلکہ اس رسالہ کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ یہ روزمرّہ کی زندگی سے متعلق نہایت مفید اور معلوماتی مضامین شائع کرتا ہے۔ اس قسم کے رسالے اردو میں نایاب ہیں۔

آپ نے رسالہ کو جو ایک جدید سمت دی ہے یہ اردو زبان پر آپ کا بہت بڑا احسان ہے اور اس سے آپ کی بلا کی مدیرانہ صلاحیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ زیرِ نظر شمارے میں شری آر۔ جی مائیدیو کا مضمون 'دن مہونسو کی اہمیت' کافی معلوماتی ہے۔ حصّۂ نظم میں محبوب راہی اور حسّان صدیقی کی غزلوں نے بے حد متاثر کیا۔

★

★ **سیّد جعفر علی عمران**
سیّد پورہ، بالاپور ۔ ضلع اکولہ (مہاراشٹر)

یومِ آزادی پر مشتمل شمارہ نظر نواز ہوا۔ تمام مضامین بہترین ہیں۔ "سرورق کی کہانی" میں شری ایم۔ اقبال اگر عظیم مجاہدِ آزادی 'مولانا محمد علی جوہر' کا ذکر کر دیتے تو مضمون کی تشنگی جاتی رہتی۔ تمام نظمیں عمدہ ہیں۔ "خبریں تصویروں میں" سے حالات پر اچھی روشنی پڑتی ہے۔

★

★ **مقبُول ظہیر وارثی** (بی۔ ایس سی)
وارث پورہ، کامٹی (مہاراشٹر)

قومی راج کا 'منشی پریم چند خصوصی نمبر' باصرہ نواز ہوا۔ خوبصورتی و دیدہ زیبی کا کیا کہنا۔ مضامین بڑے معیاری، حصّہ جریدے کے 'پریم چند نمبر' پر بھاری ۔ سرورق لاجواب' تصاویر کمیاب، عکسی تحریر' خاص نمبر کی دین ہے۔ ڈاکٹر صفدر آہ کا مضمون فکر و عمل کے نئے دریچے کھولتا ہے۔ ریاض احمد خاں صاحب، محمد فاروق اعظمی صاحب' جمیل احمد صاحب اور سردار احمد (علیگ) صاحب کی تحریریں رس گھولتی ہیں۔ دیگر نظمیں اور قطعات بھی خوب ہیں دل کی عمیق گہرائیوں سے مبارکباد قبول فرمائیے۔

چار نئے وزیر ریاستی کابینہ میں شامل

وزیراعلیٰ نے ۲۴ ستمبر کو ممبئی میں اعلان کیا کہ چار نئے وزراء کو ریاستی کابینہ میں شامل کئے گئے ہیں۔ ان میں سے تین کابینی درجے کے اور ایک وزیر مملکت ہیں۔

نئے وزیروں کے نام یہ ہیں: شری این ایم تڑکے ایم ایل سی، شری سروپ سنگھ نائک ایم۔ ایل۔ اے، شری نانا بھاؤ امبیڈوار اور شری پریم آنند آولے، یہ دونوں ایم۔ ایل۔ اے ہیں۔ پہلے تین کابینی وزیر ہیں اور آخری شری آولے وزیر مملکت ہیں۔
شری سروپ سنگھ نائک مندرج قبیلہ اور شری آولے مندرج جاتی کے فرد ہیں
گورنر شری صادق علی نے ۲۵ ستمبر شام کو راج بھون ممبئی میں منعقدہ تقریب میں ان وزیروں سے عہدہ اور رازداری کا حلف لیا۔
ان وزراء کی شمولیت سے ریاستی کابینہ میں اراکین کی کل تعداد ۲۵ ہو گئی ہے۔ ان میں سے ۱۵ کابینی وزیر اور ۱۰ وزیر مملکت ہیں۔ وزیراعلیٰ نے ان نئے وزیروں کو حسب ذیل عہدے دیئے ہیں:

شری این۔ ایم تڑکے:	وزیر برائے منصوبہ بندی، امداد باہمی، محنت اور قانون سازی امور
شری سروپ سنگھ نائک:	وزیر برائے قبائلی بہبودی، سیاحت اور سماجی بہبود
شری نانا بھاؤ امبیڈوار:	وزیر برائے جنگلات اور عمارت روزگار اسکیم
شری پریم آنند آولے:	وزیر مملکت برائے ہاؤسنگ، جھونپڑپٹی سدھار، چھوٹی بچت، پنشن اور جیل

اس لیے ان میں موجودہ وزیروں اور وزیر مملکت کو تفویض کردہ عہدوں میں حسب ذیل حد تک تبدیلی ہوئی:

وزراء	محکمہ
شری رام راؤ وامن راؤ آدک:	مالیات، چھوٹی بچت، پنشن، شہری ترقیات اور بی۔ ایم۔ آر۔ ڈی (چھوٹی بچت اور پنشن کی شمولیت کی غرض سے تبدیلی کی گئی)۔
شریمتی پرمیلا بھانو شنکر یاگنک:	جھونپڑپٹی سدھار اور ہاؤسنگ
شری جیونت راؤ تلک:	انرجی، پروٹوکول، اسپورٹس، یوتھ سروسز اور کلچرل افیرس
وزیر مملکت	
شری چندر کانت ترپاٹھی:	شہری ترقی۔ بی۔ ایم۔ آر۔ ڈی۔ اے اور مالیات۔

مہاراشٹر کابینہ کے نئے وزراء کا تعارف

ری این۔ایم تڑکے :

تاریخ پیدائش : ۲ر نومبر ۱۹۲۰ء
تعلیم : بی۔اے (آنرز)، ایل۔ایل بی
آپ حسب ذیل تنظیموں کے عہدیدار رہے :
مدھیہ پردیش اسٹوڈنٹس کانگریس کے جنرل سیکریٹری اور بعد
ل صدر، آل انڈیا اسٹوڈنٹس کانگریس کے آرگنائزنگ سیکریٹری،
ھیہ پردیش نیشنل یونین آف اسٹوڈنٹ کے کنوینر، نیشنل یونین آف
ٹوڈنٹس کے کل ہند اجلاس کی اسٹیرنگ کمیٹی کے چیرمین، ودربھ یوتھ
نگریس کے کنوینر اور ناگپور پردیش کانگریس کمیٹی کی یوتھ ونگ کے
یکریٹری۔ ۱۹۴۲ء کی تحریکِ آزادی میں حصہ لیا اور جیل گئے

"مزدوروں کے مسائل" سے آپ کو خاص دلچسپی ہے۔ آپ راشٹریہ مزدور سنگھ ناگپور اور بالارپور پیپر مل مزدور سبھا سنگھ کے صدر رہے۔ اس کے علاوہ اور کئی مزدور تنظیموں کے عہدیدار رہ چکے ہیں۔

آپ نے ۱۹۵۶ء میں جنیوا میں منعقدہ آئی۔ایل۔او کانفرنس میں ہندوستانی مزدوروں کی نمائندگی کی۔ ۱۹۵۶ء ہی میں آکسفورڈ میں دولتِ مشترکہ ممالک کی "صنعتوں میں انسانی تعلقات" کے موضوع پر منعقدہ مطالعاتی کانفرنس میں شرکت کی۔ روس، چیکوسلواکیہ، یوگوسلاویہ، ڈنمارک، مغربی جرمنی اور برِاعظم کے دیگر ممالک کا معلوماتی دورہ کیا۔

آپ تعلیمی مسائل سے بھی گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ آپ ناگپور یونیورسٹی کورٹ کے ممبر رہ چکے ہیں۔

ریاست مہاراشٹر کی پہلی کابینہ میں آپ نائب وزیر برائے دیہی ترقیات تھے۔

۱۹۶۲ء کے عام انتخابات میں آپ ناگپور ضلع کے ساؤنیر حلقۂ انتخاب سے مہاراشٹر لیجسلیٹو اسمبلی کے لئے چنے گئے اور آنجہانی شری ایم۔ایس کنموار کی کابینہ میں نائب وزیر برائے دیہی ترقیات مقرر کئے گئے تھے۔

۱۹۶۷ء کے عام انتخابات میں بھی اسی حلقۂ انتخاب سے آپ دوبارہ چنے گئے۔

۱۹۷۲ء میں بھی آپ اسی حلقۂ انتخاب سے ریاستی اسمبلی کیلئے چنے گئے تھے۔ پچھلی وزارت میں آپ وزیر برائے محنت اور دیہی ترقیات مقرر ہوئے۔ شری ایس۔بی چوان کی زیرِ قیادت کابینہ میں بھی آپ بحیثیت وزیر شامل کئے گئے تھے۔ حال ہی میں آپ کو مہاراشٹر لیجسلیٹو کونسل کے لئے نامزد کیا گیا ہے۔ شری اے۔آر انتولے کی کابینہ میں آپ کو وزیر برائے صنعت، محنت، بجلی، پرنٹنگ پریس اور قانون سازی امور مقرر کیا گیا ہے۔

شری سُروپ سِنگھ نائیک

آپ نے ۱۰ ستمبر ۱۹۳۸ء کو نواپور تعلقہ کے نوا گاؤں (دھیاے) میں جنم لیا۔ ایس۔ ایس۔ سی تک تعلیم حاصل کی۔ مراٹھی کے علاوہ آپ ہندی گجراتی اور انگریزی بھی جانتے ہیں۔

آپ کانگریس پارٹی کے ایک سرگرم کارکن ہیں۔ آپ نے ادیباسیوں کی فلاح و بہبود کے لئے کافی کام کیا ہے۔ ایک آشرم، اسکول کے ڈائرکٹر دھولے ضلع خرید و فروخت یونین کے نائب صدر، نوا گاؤں وکاس کاریہ سیوا سنگھ کے چیرمین اور نواپور تعلقہ شکشن پرسارک منڈل کے ممبر رہ چکے ہیں۔

چند سال تک آپ دھولے ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی کے سکریٹری بھی رہ چکے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ شکویل گروپ دیہی پنچایت کے سرپنچ اور ضلع پریشد کے ممبر رہ چکے ہیں۔

سب سے اول ۱۹۷۲ء میں ریاستی اسمبلی کے لئے نواپور کے محفوظ حلقۂ انتخاب سے ریاستی اسمبلی کے لئے چنے گئے۔ ۱۹۷۷ء میں نندربار کے محفوظ حلقۂ انتخاب سے لوک سبھا کے لئے چنے گئے اور اسی حلقۂ انتخاب سے ۱۹۸۰ء کے درمیانی انتخابات میں لوک سبھا کے لئے دوبارہ چنے گئے۔

شری نانا بھاؤ ایمبیڈوار

آپ الوت محل ضلع کے رہیگاؤں پنچایت سمیتی کے انتر گاؤں کے رہنے والے ہیں۔

زمانۂ طالب علمی ہی سے شری جمیوننت راؤ دھوتے سے آپ کے قریبی تعلقات رہے۔

آپ سیاست میں ۱۹۶۲ء سے سرگرم حصہ لے رہے ہیں۔ پہلے آپ ناردرڈ بلاک کے سرگرم کارکن رہے اور بعد ازاں رہنما ہوئے۔ آگے چل کر آپ کانگریس (آئی) میں شامل ہو گئے۔

آپ ۱۹۶۵ء کی جنگل ستیہ گرہ اور زراعتی یونیورسٹی تحریک میں پیش پیش تھے۔ اس تحریک میں شرکت کی بنا پر آپ نے جیل کی سزا بھگتی۔ ۱۹۶۲ء میں آپ الوت محل ضلع پریشد کے لئے چنے گئے۔ آپ ایک سرگرم کارکن کی حیثیت سے شہرت رکھتے ہیں۔

۱۹۷۸ء میں آپ دگراس حلقۂ انتخاب سے ریاستی اسمبلی کے لئے پہلی بار منتخب ہوئے۔ اس مدت میں آپ نے ضمانتِ روزگار اسکیم کے چیرمین کی حیثیت سے خدمت انجام دی۔

اسی حلقۂ انتخاب سے آپ ۱۹۸۰ء میں اسمبلی کے لئے دوبارہ چنے گئے۔

تونی راج

ن نہا ا میٹ ہےں اے۔ آپ انہوں نے ہاموں بے ڈولی کے لئے گھر ازراد کے لئے ۔ باقی آتی بستی کے افسات کے نیچے کی اس تصویر میں
مبانب ۔ راہلی ۔ سانحہ ن اٹھئے ۔ سنگھ راج بھو سلے، وزیرِ مملکت برائے امورِ داخلہ دیکھے جا سکتے ہیں ۔ بائیں جانب بستی کا ایک منظر

خدمت انجام دی ہے ۔ ممبئی میونسپل کارپوریشن میں بہ حیثیت کارپوریٹر آپ نے خصوصاً اپنے علاقے کے مسائل کے لئے آواز اٹھائی اور ان کے حل کے لئے پوری لگن سے کوشش کی ۔

پیشے کے اعتبار سے آپ وکیل ہیں اور ضرورت مند افراد کو آپ نے قانونی امداد بھی دی ۔

آپ ممبئی میونسپل ایجوکیشن کمیٹی کے چیرمین رہ چکے ہیں ۔ ریاست کی لیجسلیٹو اسمبلی میں دھاراوی حلقۂ انتخاب، جو جھونپڑ پٹی سے بھرا پڑا ہے، کی نمائندگی کرتے ہیں ۔ جھونپڑ پٹی واسیوں کے مفاد اور بھلائی کی خاطر آپ نے ہمیشہ پُرزور کوشش کی ہے ۔

انے طویل عرصے تک خصوصاً نوجوانوں کی بہتری کے لئے سماجی

۱۰۰ دِن - پیہم سرگرمِ عمل

وزیرِ اعلیٰ مہاراشٹر، شری اے۔ آر انتولے

• ایل۔ کے منا تکر، نامہ نگار خصوصی 'اکنامک ٹائمز' بمبئی

عہدہ سنبھالنے کے بعد سَو دن کی مختصر مدت میں مہاراشٹر کے وزیرِ اعلیٰ شری اے۔ آر انتولے کی پیہم سرگرمیوں اور کارناموں کی رُوداد بڑی خوش آئند ہے۔ شری انتولے نے جو فعال اور جامع پروگرام جاری کیا ہے، وہ آنجہانی جواہر لال نہرو کے قابلِ قدر نظریات کے مطابق مرتب کیا گیا ہے جن کی جمہوری فطرت و خصلت، تحمل و بُرد باری، حکمتِ عملی اور حوشِ عمل کو وزیرِ اعلیٰ نے بخوبی اپنا لیا ہے۔

شریمتی اندرا گاندھی کے سچے پیروکار کی حیثیت سے شری انتولے نے درماندہ اور پچھڑے لوگوں کو اوپر اُٹھانے کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ غریب اور مظلوم انسانوں سے انھیں دِلی ہمدردی ہے اور اُن کی خدمت اور رہبری ہی ان کا نصب العین اور جزوِ ایمان ہے۔

شری انتولے نے یہ عہدہ اسی نیک مقصد اور جذبہ سے سنبھالا تاکہ ان پریشان اور خستہ حال لوگوں کو راحت پہنچائیں اور اُن انتخابی وعدوں کو پورا کریں جو انھوں نے عوام سے کئے تھے۔ ان کے کردار میں یہ خوبی بھی ہمیشہ نمایاں رہی ہے کہ جس لمحہ انھیں یہ احساس ہو گا کہ لوگوں کے حقیر خدمت گذار کی حیثیت سے وہ سب کام نہیں کر پا رہے ہیں جس کا انھوں نے وعدہ کیا ہے تو انھیں اپنے عہدہ سے دست بردار ہونے میں ذرا بھی تامل نہ ہو گا۔ وزیرِ اعلیٰ نے اب ہر طرح سے لیس ہو کر ہریجن، ادیباسی اور دیگر پسماندہ طبقات کی معاشی دشواریوں کو دُور کرنے کے لئے قدم اُٹھایا ہے جو ریاست کی ۵.۵ کروڑ آبادی کا ستّر فیصد حصّہ ہیں۔

قرض معافی: ریاست مہاراشٹر کے طول و عرض میں پھیلے دیہی اور شہری علاقوں کے درمیان معاشی فرق سے شری انتولے پوری طرح باخبر ہیں۔ لہٰذا انھوں نے ابتدا ہی سے یہ طے کیا کہ دیہات اور شہر کی بحث یا علاقائی جذبات میں پڑ کر سرکاری قوت ضائع نہ کی جائے اور حقیقت حال پر پوری توجہ دی جائے۔ دیہی غریبوں کی حالت سُدھارنے کے لئے شری انتولے نے یہ فیصلہ کیا کہ خستہ حال کسانوں کو قرض سے چھٹکارہ دلایا جائے۔ لہٰذا ابتدا ہی میں چھوٹے اور کسانوں پر جن کی تعداد ۸ لاکھ سے اوپر ہے، ۴۹ کروڑ روپے کا قرض منسوخ کر دیا گیا۔ حالانکہ اس فیصلہ پر دیس بھر میں سرکاری اور سیاسی حلقوں میں بڑی لے دے ہوئی اور ریزرو بنک آف انڈیا جیسے مرکزی مالیاتی ادارہ جات سے بھی ٹکراؤ کرنا پڑی۔ لیکن وزیرِ اعلیٰ فیصلہ پر جمے رہے۔ انھیں یقین تھا کہ خواہ اس پر کتنی ہی نکتہ چینی کی جائے ان کا فیصلہ غلط نہیں نکل سکتا۔ بالآخر شری انتولے ہی کا فیصلہ صحیح نکلا جبکہ مرکز نے قرض معافی کے فیصلہ پر اپنی مہر تصدیق ثبت کر دی۔ اس فیصلہ سے مہاراشٹر میں خشک کھیتی باڑی میں لگے کسانوں کو یقیناً بڑی تقویت پہنچے گی۔

ریاست کے کم و بیش ۸ تعلقہ جات میں خشک کھیتی باڑی عام طور سے کی جاتی ہے جو بسا اوقات خشک سالی سے متاثر رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں قرض معافی کا بس یہی آخری فیصلہ نہیں ہے ریاست میں زراعت کی ترقی اور بہتری کے لئے سلسلہ وار فیصلے اقدامات کئے جائیں گے۔

ہمدردانہ رویّہ

ضلع ستارا کے دورہ میں ۸ ستمبر کو کچھ ادراگوں نے وزیراعلیٰ شری اے. آر انتولے کو اپنی شکایات سُنائیں۔

شری ہریش چندر رام جی دلوی نے اول درجہ میں بی. اے پاس کیا اور گولڈ میڈل بھی حاصل کیا تھا. انھوں نے ستارا کے سینچائی پروجیکٹ بورڈ میں ملازمت کے لئے درخواست دی. گو وہاں ایک جگہ خالی تھی مگر کچھ تکنیکی دشواری کی بناء پر وہ انھیں نہ مل سکی تھی. انھوں نے یہی رام کہانی وزیراعلیٰ کو سُنائی۔ وزیراعلیٰ کو اطمینان ہوگیا کہ یہ نوجوان ضروری لیاقت کا حامل ہے نیز جگہ بھی خالی تھی. محض ایک تکنیکی رکاوٹ راہ میں حائل ہوئی. شری انتولے نے اس موقع پر فوراً ستارا سینچائی پروجیکٹ بورڈ کے نام حکم صادر کردیا کہ اس نوجوان کو ہر صورت کھپایا جائے۔ اس پر شری ہریش چندر کی مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔

پبلک ورکس ڈپارٹمنٹ کے ستارا، سانگلی، کولہاپور حلقہ میں ملازم ۵۲ اشخاص بیکار یا نوکری سے محروم ہوگئے، حالانکہ وہ ۹ سال سے مسلسل برسر خدمت تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان اشخاص کو اس علاقہ میں ۱۹۷۱ء میں لوئر ڈویژن کلرک کی حیثیت سے مقرر کیا گیا تھا. انھیں ایمپلائمنٹ ایکسچینج نیز سوشل ویلفیئر ڈپارٹمنٹ کی جانب سے مناسب سفارشات اور بھرتی کی شرائط پوری کرنے پر ہی مقرر کیا گیا تھا بہرحال اورنگ آباد میں لوئر سروس ریکروٹمنٹ بورڈ نے از سر نو ان آسامیوں کے لئے اشتہار دیا نیز ۵۲ منتخب افراد کی فہرست بھی سپرنٹنڈنگ انجینئر کے پاس بھیجی۔ ان ۵۲ لوئر ڈویژن کلرکوں نے یہ محسوس کیا کہ اس کارروائی کی وجہ سے وہ اپنی ملازمت سے الگ کردیئے جائیں گے. لہٰذا انھوں نے یہ گذارش کی کہ قانون کی رو سے ان کا معاملہ طے سمجھا جائے. ان کی درخواست سروس ریکروٹمنٹ بورڈ کو پیش کی گئی، لیکن اس نے ردکردی. پھر انھوں نے بورڈ کے اشتہار کے جواب میں درخواست بھیجی. لیکن یہ دونوں درخواستیں قبول نہیں کی گئیں اور ۵۲ منتخب افراد کی فہرست محکمہ کو بھیج دی گئی۔ نتیجتاً ۹ سال کی ملازمت کے بعد وہ سب کے سب بے روزگار ہو گئے۔

ان اشخاص نے سرکٹ ہاؤس ستارہ میں وزیراعلیٰ سے ملاقات کی اور اپنی بپتا انھیں سُنائی۔ ہمدردی سے ان کی باتیں سُننے کے بعد وزیراعلیٰ نے اسی جگہ فوراً یہ حکم صادر فرمایا کہ لوئر سروس ریکروٹمنٹ بورڈ کی فہرست معطل رکھی جائے اور ان سب ۵۲ اشخاص کو فی الحال ملازمت سے علیحدہ نہ کیا جائے. انھوں نے یہ بھی یقین دلایا کہ وہ اس معاملہ پر ریکروٹمنٹ بورڈ کے چیرمین سے بھی گفتگو کریں گے۔

صنعتی امن : عزت کے محاذ پر کوئی جدوجہد اُس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک کہ صنعتی پیداوار اور زراعتی پیداوار کے سلسلہ میں مشکلات کو دور کرکے صورتِ حال کو سازگار نہ بنایا جائے۔ اس مقصد کے تحت وزیراعلیٰ ہڑتال زدہ اور بند صنعتی کارخانوں کو دوبارہ کھلوانے کے کام میں ہمہ تن لگ گئے. اپنے ہمدردانہ اور مصالحانہ رویہ کے باعث شری انتولے اس میدان میں بھی کامیاب رہے. آپ نے پرمیئر آٹوموبائلز اور کیڈبری جیسے بڑے کارخانوں سے بات چیت کی اور بالآخر ممبئی. پونے صنعتی حلقے میں لگ بھگ ۲۴ کارخانے جاری کروائے۔ اس سے ایک لاکھ سے زیادہ صنعتی مزدوروں کو راحت نصیب ہوئی جو کئی مہینوں سے کارخانوں میں ہڑتال اور تالہ بندی کے باعث سخت پریشان تھے۔

شری انتولے نے صنعتی امن قائم کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہے اور وہ آجر اور مزدور کے درمیان خوشگوار تعلقات استوار کرا کے ہی دم لیں گے. اس طرح ہند میں صنعتی لحاظ سے رہنما ریاست مہاراشٹر میں سرمایہ کاری اور صنعتی ترقی کے لئے اور بھی زیادہ سازگار ماحول پیدا ہوگا۔

قانون و امن : عہدہ سنبھالنے کے تین مہینے کے مختصر عرصہ کے دوران نظم و ضبط کے معاملے میں آپ کی کارروائی سب سے نمایاں اقدام ہے جو انھوں نے ریاستی پولس کو زیادہ سے زیادہ مستعد بنانے کے لئے کئی کرو

روپے کی لاگت کے منصوبہ پر روشنی ڈالی۔ پولس انتظامیہ کی تنظیم نو اور محکمۂ داخلہ میں تجربہ کار پولس افسران کے زیر سرپرستی قائم معاون شعبوں کی توسیع کا ذکر کرتے ہوئے وزیراعلیٰ نے بتایا کہ صنعتی امن و امان کا ماحول صنعتی امن کی برقراری کے لئے اشد ضروری ہے شہریوں کے دلوں میں بازار، بسوں یا ریلوں میں سفر کرتے وقت غنڈوں، اسمگلروں یا سماجی مجرموں کا خوف نہ رہنا چاہئے۔

شکایات کا فوری اِزالہ

۹ ستمبر کو ستارا کے دورہ پر جب وزیراعلیٰ شری اے۔ آر۔ انتولے سرکٹ ہاؤس پہنچے، تو کئی غریب اشخاص وزیراعلیٰ کی غرباء سے ہمدردی اور ان کے حسن سلوک سے متاثر ہوکر اپنی فریادیں لئے ان کے انتظار میں کھڑے ہوئے تھے۔

ان میں سے ایک شریمتی سونو بائی بال کرشنا براڈکر ہیں جو ٹھکر تعلقہ کرہ کے ڈھوں کی رہنے والی ہیں۔ وزیراعلیٰ کو بتایا کہ ۱۱ نومبر کو ایک ایس۔ ٹی بس نے دھکا دیکر اس کے چھوٹے سے بورڈنگ ہاؤس کو، جو کہ اس کا واحد ذریعۂ معاش تھا، تہس نہس کر دیا تھا۔ حادثہ کے ساڑھے پانچ مہینوں کے بعد ایس۔ ٹی عہدیداروں نے اسے ۰۰۰۰ روپے ہرجانہ دیا۔ لیکن پچھلے چھ ماہ کے عرصہ میں اس کا نقصان اس سے کافی زیادہ تھا۔ وہ نہایت تکلیف میں تھی۔ وزیراعلیٰ نے اس خاتون کی عرضداشت کو ہمدردی سے سنا۔ اور منتری بابا صاحب بھوسلے، وزیر ٹرانسپورٹ کو مشورہ دیا کہ مذکورہ خاتون کے نقصان اور تکلیف کی پوری پوری تلافی کردی جائے تاکہ یہ خاتون اپنا بورڈنگ ہاؤس دوبارہ شروع کرسکے۔ مزید یہ کہ اس میں سے ۰۰۰۰ روپیہ وصول ہوگئے۔ شریمتی سونو بائی جسے اپنی کوئی غلطی نہ ہونے پر بھی ۶ مہینوں تک تکلیف اٹھانی پڑی، وزیراعلیٰ کی اس پیشکش سے مطمئن ہوگئیں۔

دوسری درخواست لذار شریمتی بیکو بائی مہادو شندے، ساکن ملہار پیٹھ، ایک معمر خاتون ہیں۔ ان کا بیٹا پہلے فوج میں تھا اور بعد میں پولس فورس میں شامل ہوا، ۱۰ سال پہلے وہ انتقال کرگیا۔ لیکن ان دس سالوں کے دوران بار بار درخواست بھیجنے پر بھی اسے پنشن یا بھی نہیں دی گئی۔ اس کا ایک بیٹا بھی ہے جو ایس۔ ٹی میں ملازم ہے لیکن وہ اپنی بوڑھی ماں کی دیکھ بھال نہیں کرتا۔ ان حالات میں وہ غریب بڑی کسمپرسی میں زندگی گذار رہی ہے۔ وزیراعلیٰ اس معمر خاتون کی بپتا سن کر بہت دلگیر ہوئے اور اسی وقت ستارا کے ڈسٹرکٹ پولس ہیڈ کوارٹر کے نام یہ حکم صادر کیا کہ مذکورہ خاتون کے کاغذات دیکھ کر اس معاملہ میں فوری کارروائی کی جائے۔ اسی اثناء میں آپ نے وزیراعلیٰ فنڈ سے اس خاتون کو بطور عطیہ ۰۰۰۰ روپے کی رقم دینے کی منظوری دی اسی وقت چیک تیار کر کے شریمتی بیلو بائی کے حوالے کر دیا گیا۔ شری ایس ایم شناگری، ڈسٹرکٹ پولس ہیڈ کو آپ نے یہ ہدایت کی کہ وہ خیال رکھیں کہ مذکورہ خاتون کو دی گئی رقم کا صحیح استعمال ہو۔

اس کے بعد کمبیرے گاؤں پولس اسٹیشن کے دو حوالدار شری سکھا رام آنند راؤ مادھے اور گلاب راؤ گیانو مانے، نے وزیراعلیٰ کے روبرو پیش ہوکر بتایا کہ ایک مبینہ جرم کی پاداش میں انھیں تین سال سے معطل رکھا گیا ہے لیکن محکمہ واری تحقیقات جو چھ ماہ میں ہی شروع ہونی چاہیئے تھی ابھی تک شروع نہیں کی گئی ہے۔ اس وجہ سے ان کے بال بچوں کو بڑی مصیبت جھیلنا پڑ رہی ہے۔ یہ تمام پراویڈنٹ فنڈ بھی انھوں نے اپنی گذر اوقات کے لئے نکلوالیا ہے۔ اور اب یہ حالت تھی کہ انھیں اپنے گھر کے برتن بھی بیچنے پڑے ہیں۔ وزیراعلیٰ نے ان کی شکایت بھی ہمدردی سے سنی اور ان کے ساتھ اس سلوک پر اپنی ناخوشی کا اظہار کیا۔ آپ نے ڈسٹرکٹ پولس ہیڈ کو ہدایت کی کہ ان دونوں کو ملازمت پر بحال کیا جائے۔ اسی وقت حکم صادر کر دیا گیا اور دونوں حوالداروں نے دوبارہ اپنی ڈیوٹی سنبھال لی۔

شری انتولے نے یہ بھی حکم دیا کہ معطلی کی مدت کا سارا بقایا انھیں فوراً ادا کیا جائے۔ اس کے علاوہ آپ نے پونے ڈویژنل ہیڈ کو ہدایت کی کہ وہ جلد از جلد اس بات کا پتہ چلائیں کہ مذکورہ حوالداروں کے خلاف انکوائری شروع نہ کرنے کا ذمہ دار کون ہے؟

(آر۔ جی ماںڈیو (مراٹھی سے ترجمہ)

، سلسلے میں اوپر سے نیچے درجہ تک تمام خامیوں کو پوری احتیاط کے
تھ دور کیا جا رہا ہے۔ پولس عملہ کو دفتری لیت ولعل، کوتاہی، تاخیر
رشوت خوری جیسی لعنتوں سے پاک رکھنے کے لئے وزیر اعلیٰ نے
مداد قمار بازی اور نشہ بندی عملہ کو ختم کر دیا ہے۔ یہ فیصلہ چھوٹے
ے جرائم سے متاثرہ بمبئی کی گلیوں اور سڑکوں پر وزیر اعلیٰ کے رات
ت بھر کے دورہ کا نتیجہ ہے۔ انھوں نے پولس کی مسلسل نگرانی اور
افظ قانون کی کوتاہیوں پر نظر رکھنے کے لئے "بیٹ سسٹم" شروع
یا مجلس قانون ساز کے مونسون اجلاس میں مالی معاملات کی بحث
ے دوران موصوف نے اپنی جوابی تقریر میں مہاراشٹر اسمبلی کو یقین دلایا
ہ ہمارا اولین فرض لوگوں کے دلوں سے خوف وہراس دور کرنا ہے۔
ر سماجی عناصر، بے ایمان تاجر، کالا بازاری کرنے والے تاجروں،
للاوں اور ان کے ساتھیوں سے نمٹنے کے لئے پولس کو احتیاطی حراست
کا اختیار دیا گیا ہے لیکن سیاسی چالبازوں سے نمٹنے کے لئے علیحدہ
طریقہ اپنانا ہوگا۔

بہتر پالیسی : ریاست کے صدر مقامات پر پالیسی ساز طریقہ کار کو بھی فراموش نہیں کیا گیا ہے۔ پالیسی، پروگراموں اور عملہ کار پر نظر ثانی اور رد و بدل کی کارروائی پورے زور سے جاری ہے۔ اپنی نوعیت کا ایک انفرادی منصوبہ بندی ادارہ مہاراشٹر میں ریاستی ترقیاتی منصوبوں سے متعلق معاشی رہنمائی کے لئے تشکیل دیا گیا ہے اس خیال سے کہ ریاستی کارپوریشن اور عوامی ادارے غیر ضروری سرکاری مداخلت سے بچے رہیں اور آزادانہ طور سے کام کر سکیں۔ وزراء اور سکریٹریوں کو ان میں کوئی عہدہ قبول کرنے کی ممانعت کر دی۔ یہ بے شک ایک بیباکانہ اور جرأت مندانہ فیصلہ ہے۔ یہ سب کچھ شری اے۔ آر انتولے کی جدت پسندی، دلچسپی اور اس معاملے میں ایک مثال قائم کرنے کے جذبہ کا نتیجہ ہے۔ ریاستی انتظامیہ میں اسی طرح کے مثالی اقدامات سے مہاراشٹر کی معیشت کو فروغ حاصل ہونا یقینی ہے

ضروری اشیاء : جہاں تک ضروری اشیاء کی عوامی طریقے تقسیم کا تعلق ہے، یہ واضح ہے کہ سرکاری طور پر حتی المقدور کوشش کی جارہی ہے کہ وہ تمام اشیاء جو حکومت فراہم کرنے کے قابل ہے اور خصوصاً تہواروں کے موقعوں پر شکر عوام کو اور خصوصاً غریب طبقہ کو دستیاب ہوسکے۔

قومی راج

وزیر اعلیٰ نے بجا فرمایا ہے کہ ان کی حکومت نے عوام کی توقعات کو پورا کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ دیانتداری سے کام کرتے ہوئے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ نئی حکومت واقعی کچھ کر دکھانا چاہتی ہے۔ وہ عوامی مسائل سے چشم پوشی نہیں برت سکتی بلکہ اس نے لوگوں کا اعتماد حاصل کر کے یہ دکھایا ہے کہ وہ کیا کر سکتی ہے اور کیا نہیں کر سکتی۔ یہی وہ تصور ہے جسے بنیاد بنا کر شری انتولے رفتہ رفتہ لیکن پورے یقین کے ساتھ نئے مہاراشٹر کی تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔

۲۰ نکاتی پروگرام : شری انتولے کی قیادت میں یہ اصول اپنایا گیا ہے کہ ریاست کے ذرائع پر اولین حق غریب عوام کا ہے۔ یہ اصول ۲۰ نکاتی پروگرام سے لیا گیا ہے جس کا خاص مقصد غربت کے خلاف جہاد ہے۔ وزیر اعلیٰ نے ۲۰ نکاتی پروگرام کو بحیثیت 'مین کارڈ' کے اپنایا اور اپنے مختلف عوامی اعلانات کے ذریعہ سماجی معاشی ترقی کا سنگ بنیاد قرار دیا۔ انہی سطور پر عمل کرتے ہوئے "سنجے گاندھی نرادھار انودان یوجنا" جاری کی گئی ہے۔ یہ یوجنا گاندھی جینتی کے مبارک موقع پر ۲ اکتوبر سے مہاراشٹر میں نافذ العمل ہوگی باپو جی کی ہمیشہ یہی تمنا رہی کہ کوئی دکھی نہ رہے۔ اسی مقصد کو مذکورہ یوجنا کا نصب العین بنایا گیا ہے۔

یہ اسکیم ان لوگوں کے فائدہ کے لئے ہے جو بوڑھے اور ضعیف ہیں یا کسی شدید جسمانی معذوری یا لاعلاج بیماری میں مبتلا ہیں اور ان کا کوئی سرپرست نہیں ہے۔ بیوہ عورتیں، جو ۱۰ سال سے کم عمر کے بچوں کی پرورش کرتی ہیں اور ان کا کوئی سرپرست بھی نہیں ہے، وہ بھی اس اسکیم سے فیضیاب ہوں گی۔ اس اسکیم کا مقصد یہ بتانا ہے کہ جمہوری حکومت دراصل لاچاروں کی سرپرست ہے اور خزانہ سے ان کی اعانت سب سے مقدم ہے۔ مختلف طبقات کے افراد جن کی مہاراشٹر میں مدت رہائش ۱۵ سال سے کم نہیں ہے، مالی اعانت کے مستحق ہوں گے۔

وہ لوگ جو خود روزگار طریقہ سے کام شروع کرنا چاہتے ہیں یا شروع کر چکے ہیں۔ انھیں بلاسود ۲،۵۰۰ روپیہ تک قرضہ دیا جائے گا وزیر اعلیٰ کا مقصد صنعت میں نئے افراد، خصوصاً اوسط آمدنی والے لوگوں کو اپنے حسب خواہش پیشہ کو تجارتی ڈھنگ سے چلاتے ہوئے خود کفیل بنانے کی غرض سے عام ذریعہ سے یا خاص فنڈ سے ان کو ضروری امداد مہیا کرنا ہے۔

ـیبـ اشخاص کو راحت : وزیراعلیٰ نے غریب اور معاشی

ـسے کمزور طبقہ کے افراد کی فلاح و بہبودی کی کئی اسکیمات مرتب ہیں. کسانوں کو پبلک سیکٹر کے زراعتی اداروں سے مناسب ول پر بہتر بیجوں کی فراہمی کے علاوہ شری انتولے کے ذہن میں یہ ـیب آئی کہ کیوں نہ کھیتی باڑی کو ان لوگوں کے لئے مزید منفعت ـشں تجارت بنا دیا جائے جو بیچارے ریاست کے اندرونی ں علاقوں میں واقع زمین کے چند ٹکڑوں سے بمشکل روزی کمارہے ہیں. کھاد ـہ زراعت کی سب سے اہم ضرورت ہے، قیمتوں میں اضافہ کی وجہ سے ایک مخصوص امداد کے ذریعہ تقسیم ہوگی جس سے مہاراشٹر کے ۲۷ لھ کسان فیضیاب ہوں گے.

مختلف مقاصد پر مبنی پروگراموں میں جو شری انتولے نے غریب در کمزور طبقات کو خراب ماحول سے نکالنے کے لئے شروع کئے ہیں. ـب سے زیادہ اہم جھونپڑ پٹی کے باشندوں کو جو بمبئی میں ۲۵ سے ۳۰ لاکھ ہیں بہتر ماحول میں بسانا ہے. وہ دن گئے جب حکومت شہری ترقیات کے تحت جھونپڑوں کو محض درست کرنا کافی سمجھتی تھی. اب حقیقت میں بی ایم آر ڈی اور محکمۂ شہری ترقیات کے زیر غور چار یا پانچ اسکیمات میں جو روبہ عمل آنے والی ہیں.

بارش ختم ہو چکی ہے اور حکومت ایک اسکیم کو جلد ہی عمل میں لانا چاہتی ہے جس کے نتیجہ میں، جیسا کہ پریس گلڈ آف انڈیا کے اجلاس میں شری انتولے نے توقع ظاہر کی ہے، بڑے پیمانے پر تعمیر مکانات کا سلسلہ شروع کیا جائے گا. بمبئی اور مہاراشٹر کے دیگر مقامات پر مقیم غریب جھونپڑ پٹی باسیوں کے لئے پختہ مکانات تعمیر کئے جائیں گے.

چھوٹے اور درمیانی کسانوں کو قرض مکتی کے علاوہ شری انتولے کی حکومت نے مذکورہ کسانوں کی فصلوں کے بیمہ کی اسکیم مرتب کی ہے اس کے نتیجہ میں قدرتی مصائب سے انھیں پہنچنے والے نقصانات کی کچھ تلافی ہو سکے گی. یہ اسکیم تکمیل کے آخری مراحل میں ہے. حکومت نے چھوٹے کسانوں کو پہلے ہی کھاد کی اضافی قیمتوں کا ۳۳ ۱/۳ فیصد حصہ بطور امداد تقسیم کیا ہے اور اس کے لئے ۲ کروڑ روپے کی رقم مختص کر دی گئی ہے.

سیکولر روایت : مہاتما گاندھی، لوکمانیہ تلک، جواہر لال نہرو

کی رہنمائی میں ہماری جدوجہد آزادی کے حقیقی مقصد کے پیش نظر اور انیسویں اور بیسویں صدی میں مہاتما پھلے جیسے بیشمار رہنماؤں کی سماجی اصلاحات کی تحریکوں کو مدنظر رکھتے ہوئے وزیراعلیٰ شری اے. آر. انتولے نے سیکولر نظریات کو نہ صرف برقرار رکھنے بلکہ انھیں فروغ دینے کا فیصلہ کیا ہے. سیکولرزم کو عام کرنا ہی اپنا مقصد قرار دیتے ہوئے وزیراعلیٰ نے مہاراشٹر کے عوام کے سامنے چھترپتی شیواجی کی مثال پیش کی ہے کہ وہ ملک کے عظیم سپوتوں میں سے ایک تھے جو اقلیتوں کے ساتھ اپنے سیکولر نظریہ کے تحت بڑی رواداری سے پیش آتے تھے.

شیواجی کی مثالی زندگی پر مبنی سیکولرزم کے اصولوں کی ترویج بیشک شیواجی مہاراج کے شایان شان خراجِ عقیدت کہی جا سکتی ہے. اس سلسلے میں ایک ٹھوس اسکیم جلد ہی عمل میں لائی جانیوالی ہے.

وزیراعلیٰ قانون اور عدلیہ کے ذہین طالبعلم رہے ہیں. اسی لئے وہ بار بار کہتے رہے ہیں کہ دستور کو غریبوں کی فلاح و بہبود کا آلۂ کار ہونا چاہئے. بنیادی حقوق اور رہنمایانہ اصولوں کے موضوع پر ہر عوامی محاذ سے اظہار خیال کرتے ہوئے شری انتولے نے ہمیشہ یہی کہا ہے کہ اگر ہندوستانی عوام کی اکثریت غریب ہے تو عاملہ، قانون ساز اور عدلیہ حتیٰ کہ چوتھی طاقت (یعنی پریس)، کو بھی چاہئے کہ وہ اسی کے مطابق نیا نظریہ اور طریقۂ کار اختیار کریں تاکہ پارلیمنٹری جمہوریت سے غریب ہر پہلو سے فیضیاب ہوں.

○○

فوری توجہ کیلئے

"مہینہ" حوالہ نمبر" (جو آپ کے پتے کے اوپری حصہ پر درج ہوتا ہے) ضرور تحریر فرمائیں. اپنا پتہ صاف لکھیں اور ہندی، مراٹھی یا انگریزی میں بھی تحریر فرمادیں.

(ادارہ)

بے سہارا افراد کیلئے
سنجے گاندھی امدادی منصوبہ

وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی کی قیادت نے غریب اور مظلوم لوگوں کے دلوں میں اُمید کی نئی کرن روشن کردی ہے۔ وزیراعلیٰ مہاراشٹر شری اے۔آر انتولے نے بھی بار بار یہ بات جتائی ہے کہ ریاست کے ذرائع آمدنی میں اولین حقدار غریب ہی ہیں۔ وہ بڑی تندھی سے ۲۰ نکاتی پروگرام زیرِعمل لارہے ہیں جس کا بنیادی مقصد غربت کے خلاف جہاد ہے۔ اس مقصد کے مطابق سماجی ومعاشی بہبودی کے لئے ایک اہم اقدام "سنجے گاندھی نرادھار انودان یوجنا" ہے۔ جو قوم کے پتا مہاتما گاندھی کے جنم دن ۲ اکتوبر سے زیرِعمل لائی جائے گی، جن کی ہمیشہ یہی تمنا رہی کہ ایک بھی شخص دُکھی نہ رہے۔

یہ اسکیم ایسے اشخاص کے لئے ہے جو بُڑھاپے، یا کسی سخت جسمانی نقص یا لاعلاج بیماری کی وجہ سے لاچار اور مجبور ہو گئے ہوں اور ان کا کوئی وارث نہ ہو۔ ایسی بیوہ عورتیں بھی اس اسکیم سے مدد پائیں گی جنھیں دس سال سے کم عمر بچوں کی پرورش کرنا ہے اور ان کا کوئی وَلی وارث نہیں ہے۔

اس اسکیم کے پیچھے یہی تصور کارفرما ہے کہ جمہوری حکومت ایسے بے سہارا لوگوں کی سرپرست ہے اور اُن کی امداد سرکاری خزانے پر سب سے پہلے واجب ہے۔

مستحق اشخاص :

ایسے اشخاص جو کم سے کم ۱۵ سال سے ریاست مہاراشٹر میں سکونت پذیر ہوں مالی امداد پانے کے مستحق ہوں گے۔

اُن کے چار زُمرے یہ ہیں :

(الف) بوڑھے اور ناتواں اشخاص یعنی ساٹھ سال سے اوپر عمر کی عورتیں اور ۶۵ سال سے اوپر عمر کے مرد جو بُڑھاپے کی وجہ سے لاچار ہو گئے ہوں اور اسی لئے اپنی گذربسر کے لئے کچھ کما نہ سکتے ہوں۔

(ب) ایسے اشخاص جو کسی جسمانی معذوری جیسے اندھے پن، یا کسی شدید قسم کے جسمانی یا دماغی روگ جیسے فالج، جذام، دِق اور کینسر میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اپنی روزی کمانے کے قابل نہ ہوں۔

(ج) ایسی بیوہ عورتیں جن کا مالی طور سے کوئی ولی وارث نہیں اور جو اس قابل نہیں ہیں کہ اپنے دس برس سے کم عمر بچے کی پرورش کرسکیں

(د) ایسے بچے یعنی ۱۶ سال سے کم عمر کے لڑکے اور ۱۸ سال سے کم لڑکیاں جو مذکورہ بالا (الف)، (ب) اور (ج) زمرہ میں درج اشخاص دستِ نگر ہوں اور اُن کے ساتھ رہتے ہوں۔

شرائطِ اہلیت :

ان چار خاص زُمروں میں شامل اشخاص حسب ذیل شرائط کے تحت مالی امداد حاصل کرنے کے مستحق ہیں :

۱) وہ کسی ایسے ادارے یا گھر میں مقیم نہ ہو جسے حکومت، رضاکار تنظیم، خیراتی جماعت یا لوکل اتھارٹی چلاتی ہو۔

۲) وہ پیشہ ور بھکاری نہ ہو۔

۳) وہ کم سے کم پندرہ سال سے ریاست مہاراشٹر کا باشندہ ہو

۴) وہ شخص کا کوئی ایسا رشتہ دار مثلاً بیٹا، بیٹے کا بیٹا، بیوی، جس کی عمر ۱۸ سال یا اس سے اوپر ہو، نہ رکھتا ہو جو اسے مالی امداد دے سکے۔

۵) وہ کوئی منقولہ یا غیر منقولہ جائداد نہ رکھتا ہو اور اس کا کوئی ذریعہ آمدنی نہ ہو۔

ایسی منقولہ یا غیر منقولہ جائداد جس سے کسی آمدنی یا منافع کا امکان نہ ہو، ذریعۂ آمدنی نہیں سمجھی جائے گی۔ مثال کے طور پر اس متعلقہ شخص کے پاس مکان یا جھونپڑا تو ہے لیکن اسے کرایہ وغیرہ کی صورت میں اس سے کوئی آمدنی نہیں ہوتی، تو یہ جائداد ذریعۂ آمدنی نہ سمجھی جائیگی۔

حقیقت میں ایک ایسا بے سہارا شخص بس جی رہا ہے اور رشتہ داروں کی جانب سے نقد جنس وغیرہ کی شکل میں خیرات یا گرسنگی ترشی سے گذر بسر کر لیتا ہے محض اس بنا پر اس اسکیم کے تحت امداد پانے سے محروم نہیں رکھا گیا ہے۔

مالی امداد: مالی امداد کی رقم یکساں طور پر ماہانہ ۶۰ روپے فی کس ہوگی۔ بہر حال ایسی صورت میں جبکہ یکجا رہنے والے ایک خاندان میں دو سے زیادہ بے سہارا یا جسمانی طور سے معذور افراد ہوں، تو اس خاندان کے لئے مجموعی طور پر واجبی کل امداد کی رقم ماہانہ ۱۵۰ روپے سے زیادہ نہ ہوگی۔

مالی امداد دو قسم کی ہے یعنی 'مالی امداد تا حیات' اور 'مالی امداد برائے محدود مدّت'، محدود مدّت کی امداد مقررہ میعاد کے لئے ہوگی، اور اس وقت بند کردی جائے گی جبکہ رشتہ دار کی عمر ۱۸ سال کی ہوجائے یا رشتہ دار یعنی بیٹا، بیٹے کا بیٹا، خاوند/بیوی' بے سہارا فرد کو امداد دینا شروع کردے، یا بیماری یا معذوری دور ہوجائے یا بیوہ کی دوسری شادی ہوجائے۔

درخواست دینے کا طریقہ: مالی امداد کے لئے مقررہ فارم پر دو نقلوں سمیت درخواست اس علاقے کے جہاں درخواست گذار رہتا ہے' تلاٹھی، یا گرام سیوک/معاون گرام سیوک یا تحصیلدار کو دی جائے۔ استحقاق کی شرائط کے تحت بطور ثبوت متعلقہ دستاویز اور سرٹیفکیٹ بھی درخواست کے ساتھ منسلک ہونا چاہئیں۔ درخواست گذار ایسی دستاویز اور سرٹیفکیٹ (دو کاپیاں) حسب ذیل عہدیداران سے حاصل کر سکتے ہیں:

(الف) عمر سرٹیفکیٹ ... اسکول لیونگ سرٹیفکیٹ، یا میونسپلٹی یا گرام پنچایت کے رجسٹر برائے اندراج پیدائش سے مصدقہ نقل۔ ان کاغذات کے نہ ہونے پر کسی سرکاری میڈیکل افسر سے حاصل کردہ عمر کا سرٹیفکیٹ بھی کافی ہوگا۔

ب) معذوری/بیماری سرٹیفکیٹ ... سول سرجن، گزیٹیڈ میڈیکل افسر یا میونسپلٹی، پرائمری ہیلتھ سینٹر یا یونٹ سے وابستہ میڈیکل افسر۔

ج) آمدنی/جائداد سرٹیفکیٹ ... تلاٹھی، تحصیلدار یا گرام [illegible]ک/معاون گرام [illegible]ک۔

د) مفلسی سرٹیفکیٹ ... تلاٹھی، گرام سیوک یا معاون گرام سیوک یا ریاستی، مرکزی حکومت کا گزیٹیڈ افسر۔

ه) گداگر نہیں ہے، اس کی بابت سرٹیفکیٹ ... تلاٹھی، تحصیلدار یا گرام سیوک/معاون گرام سیوک، یا ریاستی، مرکزی حکومت کا گزیٹیڈ افسر۔

و) کسی سرکاری، غیر سرکاری یا خیراتی ادارہ یا شالہ میں مقیم نہ ہو، اس کا تصدیق نامہ ... تلاٹھی، تحصیلدار، گرام سیوک/معاون گرام سیوک، ریاستی یا مرکزی حکومت کا گزیٹیڈ افسر۔

ز) مقامِ رہائش کا تصدیق نامہ ... تلاٹھی، تحصیلدار، گرام سیوک/معاون گرام سیوک یا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ۔

مالی امداد کی تقسیم :

مالی امداد حکومت کے مقرر کردہ پانچ غیر سرکاری عہدیداران پر مشتمل ایک کمیٹی منظور کریگی۔ ان میں سے ایک نامزد چیرمین ہوگا اور متعلقہ تحصیلدار سکریٹری ہوگا۔

ہر کارپوریشن اور اوّل درجہ میونسپلٹی علاقہ کے لئے مذکورہ بالا طرز کی ایک کمیٹی مذکورہ علاقوں میں واقع ہر لیجسلیٹیو اسمبلی حلقۂ انتخاب کے لئے مقرر ہوگی۔

مستحق افراد کو مالی امداد کی تقسیم بذریعہ منی آرڈر تحصیلدار کی جانب سے ہر ماہ کی ۲۶ تاریخ کو ہوگی تاکہ انھیں آئندہ ماہ کی ۳ تاریخ تک رقم مل سکے۔ منی آرڈر کے اخراجات حکومت برداشت کرے گی۔ "تاحیات مالی امداد" کے لئے متعلقہ فرد کو سال میں ایک بار تحصیلدار کو مطلع کرنا ہوگا کہ وہ حیات ہے اور یہ کہ اس کے مستحق ہونے کی صورت حال اور اس کے گھریلو بند وغیرہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ معینہ مدت کی امداد کے لئے بھی متعلقہ فرد کو یہی معلومات ہر چھ ماہ میں ہم پہنچانا ہوں گی۔ اگر وہ شخص کسی دوسری ریاست میں منتقل ہو جائے تو مالی امداد فی الفور بند کر دی جائے گی۔

تحصیلدار کا یہ فرض ہوگا کہ وہ مالی امداد سے متعلق موصولہ تمام درخواستوں پر زیادہ سے زیادہ دو ہفتوں میں تمام کارروائی مکمل کر لے۔

کمیٹی کے دیئے گئے فیصلہ کے خلاف اپیل پر ریاستی حکومت کے نامزد کردہ سرکاری و غیر سرکاری عہدیداران پر مشتمل ریاستی سطح کی کمیٹی غور کرے گی، اس کمیٹی کا فیصلہ قطعی و آخری ہوگا۔

موت پر اطلاع :

اگر ایسا مستحق شخص فوت ہو جائے اور اگر وہ گرام پنچایت علاقہ کا باشندہ ہے تو ویلیج آفیسر اور اگر میونسپلٹی علاقے کا ہے تو میونسپل اتھارٹی کو اس بات کی فوری اطلاع تحصیلدار کو دینی ہوگی۔ تحصیلدار اسے مالی امداد کے رجسٹر میں نوٹ کرنے کے بعد امداد فی الفور منسوخ کر دے گا۔

مخصوص معاملوں میں مستحق شخص کی موت کے بعد مالی امداد کا بقایا موت کی تاریخ تک اس کے پسماندگان کو مثلاً بیوی یا کوئی دوسرا رشتہ دار جیسے بیٹا یا بیٹے کا بیٹا جس کی عمر ۱۸ برس سے کم ہے، اور کوئی بھی برسر کار نہیں ہے، یا ان کی کوئی مستقل آمدنی نہیں ہے، دیا جائے گا۔

اس اسکیم کے تحت مالی امداد کی منظوری کا اختیار کلّی طور پر حکومت کو ہے اور متعلقہ عہدیدار کی جانب سے کوئی وجہ بتائے بغیر امداد نامنظور یا منسوخ کی جا سکتی ہے۔ منظوری دینے والے متعلقہ عہدیدار کے فیصلہ کے خلاف کسی بھی قانونی عدالت سے رجوع نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی کسی قانونی عدالت میں اس سلسلہ میں مقدمہ دائر کیا جا سکتا ہے۔

اس اسکیم کے تحت مالی امداد کسی ضابطۂ قانون کی رُو سے نہیں ہوگی۔ لیکن اگر مالی امداد کی منظوری کسی خامی یا غلط بیانی کی گئی ہو تو قابل منسوخ ہوگی۔ موجودہ اندازہ کے مطابق ...... اشخاص اس مالی اعانت کے مستحق ہوں گے۔ اس سلسلے میں چھ ماہ کے لئے ۴ کروڑ روپیہ کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

یوتھ فورم

'یوتھ فورم' کا مستقل فیچر کیریئر کی رہنمائی، مشہور اشخاص اور نوجوانوں کی رہنمائی کرنے والے اداروں کی سرگرمیوں پر مشتمل ہوتا ہے اس فیچر میں قوم کی سماجی اور معاشی ترقی میں نوجوانوں کے رول پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ قومی پروگرام میں جیسے جہیز مخالف تحریک، صفائی مہم، چھوت چھات کا خاتمہ اور تعلیم کے فروغ پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جاتا ہے۔

اپنے مضامین اس پتہ پر رحمت فرمائیں :
ایڈیٹر "قومی راج" نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ پندرھواں منزلہ،
مقابل منترالیہ، بمبئی ۳۲ ...۴۰۰

* مرزا حفاظت بیگ
دنو بھاوے نگر، سی بلاک
پائپ روڈ، کرلا، ممبئی۔

مُدرّس اور اس کی ذمّہ داری

زندگی کے اس کشمکش کے دور میں جبکہ ہر چیز ترقی کی طرف مائل ہے۔ بے چارہ ٹیچر دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔ اس افراتفری میں جو حشر تعلیمی درسگاہوں کا ہو رہا ہے وہ عبرت کا ایک عجیب و غریب مرقع ہے۔ چونکہ آج کا اُستاد صرف اُستاد نہیں رہا۔ وہ سیاستداں بھی ہے۔ ٹیوٹر بھی ہے۔ تاجر بھی ہے۔ تعلیم کے علاوہ اس کو ہر چیز سے دلچسپی ہے۔
میں اکثر سوچتا ہوں کہ موجودہ دور میں اُستاد کا کیا رول ہونا چاہئے چونکہ ایک اُستاد کی اہمیت اور ذمّہ داریاں دوسرے طبقے کے مقابلے میں زیادہ بڑھ جاتی ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ اگر اس تباہ حال دنیا کو کبھی سکون میسّر ہوا تو اُستاد ہی کے سایۂ عاطفت میں ہوا ہے۔ میرے ذہن میں وہ کمزوریاں اور خامیاں بھی ہیں جن میں آج کا مدرّس مُبتلا ہے۔

مدرّس جب تک یہ خیال کرے گا کہ میرا فرض صرف درسی کتب کی تعلیم دینا ہے، تو میرا دعویٰ ہے کہ اس کے طالب علم زندگی بھر تک مودّب نہ ہو سکیں گے۔ ایسی صورت میں وہ اُستاد کہلانے کا مستحق بھی نہیں رہے گا۔ کیونکہ اُستاد کا فرض اخلاقی، تعلیمی اور جسمانی قویٰ کی نشوونما کرنا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ زمانۂ حال میں طلبہ کی اخلاقی تعلیم نظرانداز ہو رہی ہے۔

یہ کہاوت مشہور ہے کہ "گرو بن تپ نہیں، شاہ بن پت نہیں، اُستاد بن مت نہیں"۔ اس لئے مدرّس کو چاہیئے کہ پہلے اپنے آپ کو خوب اچھی طرح سنوار لے۔ چونکہ اس کی حرکات و سکنات، اقوال و کردار، افعال و اعمال، عادات و اطوار اور خصائل ایسی ہوں کہ بچوں پر اچھا اثر پڑے چونکہ بچوں میں تقلید کا مادہ ہوتا ہے۔ کامل اُستاد کی زیر تربیت ایک معصوم بچہ کی مثال ایسی ہے جیسے کمہار کے چاک پر خمیر کی ہوئی مٹی۔ وہ جس طرح کی شکل چاہتا ہے اس مٹی سے تیار کر لیتا ہے۔ اسی طرح اپنے فن میں ماہر مدرّس بھی اپنے طلبہ کو جس اخلاقی سانچے میں ڈھالنا چاہتے ہیں ڈھال لیتے ہیں۔

آپ نے یہ ضرب المثل بھی سُنی ہوگی کہ ماں باپ تو بچّہ کو عرش سے فرش پر لاتے ہیں لیکن اُستاد اسے زیورِ علم سے آراستہ کر کے فرش سے عرش تک پہنچا دیتے ہیں

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ موجودہ زمانہ میں اُستاد کی ما[illegible] اتنی پست ہو چکی ہے کہ اس کا گذارہ بھی مشکل سے ہ[illegible] اگر وہ اپنے اندر اپنی شخصیت اور اپنے فرض کا احسا[illegible] تو ممکن ہے خدا اس کے وقار کو قائم رکھنے کے ایسے ذر[illegible] جس کی بدولت وہ خوش حال زندگی گذار سکے۔ لیکن بات کا ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں اور بلند درجے کو بھول[illegible] نے اپنے پاک دامن پر ٹیوشن اور تجارت کا سیاہ دا[illegible] جس کی وجہ سے وہ اپنے فرائض میں کوتاہی کرتا ہے۔ نتیج[illegible] دنیا بھی جاتی ہے اور آخرت بھی جاتی ہے۔ کسی مصرف[illegible] جاتا۔ وہ خود بھی بدنام ہوتا ہے اور اپنے باوقار فرض[illegible] ساتھیوں کو بھی بدنام کرتا ہے۔ جب حکومت سے نیا گ[illegible] کا مطالبہ پورا ہو جاتا ہے۔ اس وقت بھی وہ ٹیوشن کی [illegible] مبتلا رہتا ہے۔ چونکہ وہ اس کا عادی ہو جاتا ہے اس [illegible] میں ہر دلعزیز ہوتا ہے اور نہ سماج میں!

حکومت بھی اور لوگ بھی دونوں دیدہ ور ہیں، سد[illegible] کہ تعلیم کا معیار کس قدر گر گیا ہے۔ اگر تمام اساتذہ اپ[illegible]

سمجھ لیں اور یہ بھی جان لیں کہ ہم قوم کے معمار ہیں، بھرپور
۔جب تعلیم کا معیار بلند ہو جائے گا تو حکومت بھی گھٹنے
گی اور اساتذہ کے تمام مطالبات منظور کرنے کے لئے مجبور
۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر تعلیم کا معیار بڑھ جائے گا تو دنیا
قت مدرس کو پامال نہیں کر سکتی۔ ہر طرف سے مدرس کی
آوازیں بلند ہوں گی۔ اگر آجکل کے مدرسین اس طرز عمل
تو یقیناً دنیا بھر میں ان کی پوجا ہو گی۔ چونکہ اُستاد کا احترام
ضروری ہے۔ جہاں سماج کو استاد کے متعلق اپنے فرائض
ا چاہیئے وہاں استاد کو بھی قوم کی تعمیر میں گرمجوشی کے ساتھ
ا چاہیئے۔ اسی میں ملک و قوم کی بھلائی ہے۔ فرض شناسی
ائیوں کو بآسانی دور کر سکتی ہے تاکہ اس کی زندگی
بینار، اس کا کردار قابلِ احترام اور اس کی پاکیزہ
ل راہ ہو۔

، دفتروں اور کارخانوں میں کام کرنے والے ملازموں کی
جانچ پڑتال ہوتی ہے۔ ان کے کاموں کا کم و بیش روزانہ جائزہ
۔ لیکن مدرسین کے کاموں کا اتنی سختی سے جائزہ نہیں
ہی ان سے سختی سے بازپرس کی جاتی ہے۔ اس کے کام کا
کی اپنی ضمیر کی آواز پر ہے۔

جب ہم کہتے ہیں کہ اُستاد قوم کا معمار ہوتا ہے تو اس کے فرائض کی ادائیگیاں عظیم ترین ذمہ داری کی بلندیوں کو چھوتی ہیں۔

موجودہ زمانہ اندھا دھند تقلید کا زمانہ نہیں ہے۔ اب زمانہ بدل گیا ہے۔ لوگوں میں سوجھ بوجھ کا مادہ پیدا ہو گیا ہے۔ وہ لکیر کے فقیر نہیں رہے۔ آج بت پرستی کی جگہ اوصاف پرستی نے لے لی ہے۔ ان حالات میں اساتذہ کو خود سوچنا چاہیئے کہ ہم اپنی پرانی عزت و توقیر کو کس طرح بحال اور قائم رکھ سکتے ہیں۔

لہذا جو شخص بھی اُستاد بننے کا خواہاں ہے اُسے یہ سوچ لینا چاہیئے کہ میں معمار قوم بننے جا رہا ہوں۔ مجھے سختیوں اور تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لوگوں کی کڑوی کسیلی باتیں بھی سننا پڑیں گی۔ اگر یہ تمام باتیں اس کا دل گوارہ کرے تو وہ معمار قوم کہلانے اور بننے کا مستحق ہے، ورنہ اسے چاہیئے کہ وہ اس مقدس اور اہم پیشے سے کنارہ کشی اختیار کر لے۔

قارئین کیلئے ضروری اعلان

ہماری کوشش ہے کہ اپنے قارئین کو مختلف سرکاری پالیسیوں اور سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر رکھیں۔ تاہم قارئین کو اس میں کچھ نہ کچھ کمی کا احساس ہو سکتا ہے لہذا آپ کی دلچسپی اور معلومات میں اضافہ [illegible] خیال ہے "سوال و جواب" کا خصوصی صفحہ شائع کیا جائے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس تبادلۂ خیال سے ہمیں اور بھی فائدہ پہنچے گا۔ انفرادی نوعیت [illegible] کی [illegible] ہے۔ البتہ سرکاری پالیسیوں، پروگراموں اور سرگرمیوں سے متعلق آپ کے خطوط، سوالات اور شبہات بخوشی قبول کئے جائیں گے۔

پتہ نوٹ فرمالیں:

ایڈیٹر قومی راج، نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ، [illegible]
مقابل منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

رياض احمد تمال

تنہائی زادے

شفیع اللہ خاں رازؔ اٹاوی' دورِ حاضر کے ان شعراء کی صف میں ہیں جنھوں نے نام و نمود کی تمنّا کے بغیر ہی ادب کی خدمت اپنا فرض سمجھ لیا ہے۔ کم و بیش پچھلے ۲۵ برسوں سے رازؔ اس صنفِ ادب کی تخلیق میں مصروف ہیں۔ ان ۲۵ برسوں میں ادبی حلقوں میں انھوں نے اپنی شاعرانہ انفرادیت منوالی ہے۔

غزل گوئی کی تاریخ بھی اردو ادب کے ساتھ ساتھ شروع ہوتی ہے اور جس طرح ان صدیوں میں ادب میں نکھار آتا گیا اسی طرح غزل میں بھی نئے نئے خیالات، نئے نئے الفاظ، نئی نئی تراکیب استعمال ہونے لگیں اور غزل صنفِ ادب میں وہ مقام حاصل کر چکی ہے جو اس کی تنہائی جا سکتی ہے۔ رازؔ نے غزلوں کی طرف زیادہ توجہ دی حالانکہ ان کے اس مجموعہ میں رُباعیات بھی شامل ہیں مگر رنگ غزل کا انداز ہی نکھرا ہوا۔

رازؔ کو اس بات کا احساس ہے کہ ایک دور میں غزل جام و مینا، گُل و بُلبل، حُسن و عشق کی پُرفریب وادیوں میں بھٹکتی رہی' زندگی کا اس سے دور دور تک واسطہ نہ رہا تھا اور تعجب کی بات یہ ہے کہ یہی دور کو غزل کے عروج کا دور بھی مانا گیا ہے۔ مگر رازؔ نے اس روایتی ڈگر کو چھوڑ دیا اور وہ انداز اپنایا جس میں غزل موجودہ دور کے کرب کو الفاظ کے پیکر میں اُجاگر کر سکے۔ رازؔ اس میں نمایاں طور سے کامیاب نظر آتے ہیں۔ انھوں نے الفاظ کے انتخاب میں بے شک محنت کی ہے اور اسی طرح اپنے اسلوب بیان پر بھی احاطہ کئے ہوئے ہیں جس سے کسی بھی مصرع میں کمی، جھول یا ہلکا پن محسوس نہیں ہوتا۔ بلکہ رازؔ کے کئی اشعار تو ایسے ہیں جنھیں پڑھنے کے بعد یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ شاید ان کا اندازِ بیان اور خیالات کی پرواز ان شعراء سے بھی آگے بڑھی ہوئی ہے جن کے کچھ اشعار زبان زد ہو چکے ہیں۔

شفیع اللہ خاں رازؔ اٹاوی نے اپنے اس مجموعہ کلام کا انتساب "ان فنکاروں کے نام کیا ہے جنھیں گمنامی کے اندھیروں نے ڈس لیا ہے"۔ رازؔ کے اس انتساب ہی سے قارئین اس شاعر کے تیور اور اس کی تخلیق سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔

نشورؔ واحدی صاحب نے ' [illegible] کہ [illegible] کے تحت اپنے خیالات کا اس طرح اظہار کیا ہے کہ رازؔ [illegible] کے نابل [illegible] فرزند ہیں۔ [illegible] صاحب نے رازؔ کی شاعری کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ مرزا احمد صاحب (علیگ) نے "رازؔ اپنی غزلوں کے آئینہ میں" لکھ کر رازؔ کی [illegible] اور شاعرانہ عظمت کو نمایاں کیا ہے۔ ان کے علاوہ [illegible] صاحب اور امان اللہ خاں شیروانی صاحب نے بھی رازؔ کی شاعری پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ "رازؔ کی بات" مختصر ہوتی ہے [illegible] رازؔ نے بڑے اختصار سے کام لے کر رازؔ کی بات کہہ دی۔

"تنہائی زادے" اتر پردیش اردو اکاڈمی کے مالی تعاون سے لیتھو برقی پریس نئی سڑک کانپور سے چھپی' خوشنما ٹائٹل صفحہ اور خوبصورت کتابت و ترتیب نے اس مجموعے کی انفرادیت میں اضافہ کر دیا ہے۔ سات روپے میں رازؔ کے 'تنہائی زادے' شبلو نرائن کالج کٹرہ پورل خاں اٹاوہ سے خرید یا منگوائی جا سکتی ہے۔

ماہنامہ 'فلم سنسار' کا مُشاعرہ نمبر

ممبئی سے کئی ماہنامے شائع ہو رہے ہیں۔ جن میں [illegible] 'شاعر' اور 'صبحِ اُمید' نے بڑی کامیابی اور بڑی کاوشوں سے ادبی سفر کے ۵۰ سال مکمل کر لئے ہیں انھیں ماہناموں میں "فلم سنسار" بھی ہے جس نے اپنی ادبی زندگی کے ۲۴ سال مکمل کر لئے ہیں اور اب ۲۵ ویں سال میں قدم رکھ رہا ہے۔ 'شاعر' یا 'صبحِ اُمید' یا دیگر ماہناموں کے مقابلے میں 'فلم سنسار' کے پاس وسائل کی کمی کے باوجود ۲۴ سال مکمل کر لینا جوئے شیر لانے کم نہیں ہے۔ ۲۵ ویں سالِ اشاعت میں اس ماہنامے نے اپنا ایک یادگار مجموعۂ کلام 'مشاعرہ' نمبر شائع کیا ہے۔

"مشاعرہ" نمبر میں ۸۷ شعراء کی مختصر سوانح کے ساتھ ان کا کلام بھی بڑے اہتمام سے شائع کیا گیا ہے۔ اسی طرح آرٹ پیپر پر شعراء کی تصاویر شائع کر کے اس نمبر کی [illegible] کو [illegible] ہے۔ اس میں [illegible] ہے [illegible] بیت ناک [illegible] ہے۔ [illegible] فلم سنسار نے [illegible] سے اپنی کوششوں کو جاری رکھا ہے۔ 'مشاعرہ' نمبر نکال کر اردو ادب میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے۔ 'سنسار' کے مدیر ایم۔ عالم صاحب نہ صرف ایک تجربہ کار ادیب ہیں بلکہ ان میں وہ تمام خصوصیات جو ایک رسالہ کو کامیابی سے چلانے کے

(باقی صفحہ ۳۲ پر)

دیوتائے امن

• محمد غوث محی الدین (م۔ غ سوزاں)
محلہ عزیز پورہ، ضلع بیدر۔ ۴۳۱۱۲۲

(۱)

یوم گاندھی پھر پیام امن لے کر آگیا
پھر سحر جاگی، وہ لو آیا ہے پیغام حیات
پھر صبا بردوش پیغام محبت آگیا
عندلیبان چمن ہیں مطمئن صیاد سے
سہمی کلیوں کے لبوں پر مسکراہٹ آگئی
منتشر شیرازۂ ملی تھا، یکجا کر دیا!
برہمن و شیخ کو قومی ترانہ دے دیا
دے دیا سکھ جین سب اپنا وطن کے واسطے
ہاں، اہنسا سے یہ آزادی کا زینہ آگیا

امن کی آئی گھڑی پھر ابر رحمت چھاگیا
پھر ہوا لبریز امیدوں کا یوں جام حیات
امن و یکجہتی کے لئے جام محبت آگیا
طائران گلستاں بے خوف برق و باد سے
گل کے رخساروں پہ جیسے کہ تراوٹ آگئی
مغرب و مشرق دکن دلی تھا یکجا کر دیا
آخرش اپنے وطن کا آستانہ دیدیا
اس کا جینا، اس کا مرنا تھا وطن کے واسطے
ہم کو آزادی سے جینے کا سلیقہ آگیا

(۲)

آگیا سہمی ہوئی کلیوں کے لب پر ارتعاش
جامۂ انسانیت از دست انساں تار تار
ہے مقام شرم کہ انسانیت ہے شرمسار
اپنے ہاتھوں اپنے باپو کا کیا خوں حیف حیف
چھین ڈالے دیویوں کے کس قدر تو نے سہاگ
بلبلاتے چیختے چلاتے بچوں کی صدا
پاک طینت دیویوں کی عصمتیں لوٹی گئیں
کھیل کر یوں خون کی ہولی سرخرو ہوتا ہے تو
شعلہ زن شعلہ فشاں بھارت ہے تیری ذات سے
غنچہ و گل کو، عنادل کو پریشاں کر دیا!
نام گاندھی کا کبھی دنیا سے مٹ سکتا نہیں

رنگ گل، رنگ شفق اے کاش ہو نہ پاش پاش
دیوتائے امن، اے ظالم، تشدد کا شکار
ڈوب مر، ہا شرم سے، کچھ شرم کر، وہ نابکار
دیس کا ہر فرد غم میں رو رہا خوں حیف حیف
جن کے قلب مضطرب پر لوٹتے ہیں جیسے ناگ
دل ہلا دیتی ہے ان معصوم ننھوں کی صدا
نیک خصلت بیبیوں کی راحتیں لوٹی گئیں
تف ہے تجھ پر ہند کی یوں آبرو کھوتا ہے تو
مل گیا امن و اماں مٹی میں تیرے ہاتھ سے
گلستان ہند کو صد حیف ویراں کر دیا
قوم پر مرتا ہے جو ہرگز وہ مر سکتا نہیں

(۴)

بھائیو، آؤ! کہ باندھیں آج پیمان وفا
آؤ آپس میں رہیں ہم امن سے اور پیار سے
آؤ بھارت کو بنائیں آج رشک گلستاں
آؤ سوزاں پھر لکھیں اک داستان گل فشاں

جان سے خدمت وطن کی ہو، یہ ہے شان وفا
آؤ کہ ہم تم رہیں پھر ہند میں سرشار سے
بخش دیں پیار و محبت کی اسے نیرنگیاں
جس کا عنواں ہو محبت پیار کا ہندوستاں

امن و یکجہتی کا یہ ہندوستاں جنت نشاں
یہ مرا ہندوستاں ہے یہ مرا ہندوستاں

*

سچائی کا پجاری

• محبوب راہی
نزد گلزاری مسجد،
پوسٹ بارسی ٹاکلی
ضلع اکولہ (ایم ایس)

نغمہ چھیڑا بیداری کا سوتوں کو جگایا باپو نے
ہر انساں کو آزادی کا احساس دلایا باپو نے

نے کر ہتھیار اہنسا کے ٹکرائے بدیسی طاقت سے
اور سامراج کے پنجے سے بھارت کو چھڑایا باپو نے

زنجیرِ غلامی سے جو تھے ہم سب سرتاپا جکڑے ہوئے
بھارت کی جنتا کو اس سے آزاد کرایا باپو نے

تھا دھرم کرم کا پاس انھیں سچائی پر وشواس انھیں
دنیا بھر میں سچائی کا جھنڈا لہرایا باپو نے

جو چھوت چھات کی لعنت تھی بھارت میں صدیوں سے پھیلی
اس بیماری اس لعنت کو بھارت سے مٹایا باپو نے

کلیان اچھوتوں کا بھی کیا اک نام ہریجن ان کو دیا
دنیا کی نگاہوں میں ان کا سمّان بڑھایا باپو نے

یہ کہہ کے خدا کی نظروں میں سارے انسان برابر ہیں
ہر بھید بھاؤ ہر ذات پات کا فرق مٹایا باپو نے

ذلّت والوں کو عزت دی، نفرت والوں کو چاہت دی
روتوں کو ہنسایا باپو نے گرتوں کو اٹھایا باپو نے

آرام سے اپنا منہ موڑا ہر راحت سے ناطہ توڑا
سکھ ہم کو پہنچانے کے لئے دکھ درد اٹھایا باپو نے

افکار و نظر کے پھول کھلائے باغِ وطن کے پودوں میں
کردار و عمل کے غنچوں سے بھارت کو سجایا باپو نے

ہندو، مسلم، سکھ عیسائی ہیں آپس میں بھائی بھائی
سب کو مل جل کر رہنے کا اک سبق سکھایا باپو نے

"ہے رام" کہا اور اپنی جاں سچائی پر کر دی قربان
سچائی کی دیوی پر خود کو بلیدان چڑھایا باپو نے

ہر ایک قدم پر جس نے کی اربابِ وطن کی راہبری
بھٹکے ہوئے ہر اک راہی کو رستہ دکھلایا باپو نے

قطعات

• وقار ثاقب
۱۵۲۵۔ رسول آباد کالونی
احمد آباد ۲۸

اک جوشِ تہہ آب کا ہے کس سے
تنظیم کا گرداب رکا ہے کس سے
مغرور زمانے کی کوئی طاقت ہو
تاریخ کا سیلاب رکا ہے کس سے

✶

سادہ ہے قتل نامہ، کوئی دستخط نہ مہر
حیرت زدہ ہوں ہاتھ میں محضر لیے ہو[ئے]
ملتی نہیں زمین بھی ہے دفن کیا کروں
انسانیت کی لاش ہوں سر پر لیے ہو[ئے]

✶

حیرت ہے دہریوں میں، روحانیت کی باتیں
ابلیس کر رہا ہے، انسانیت کی باتیں
ہشیار اہلِ عالم رکھنا قدم سنبھل [کے]
ہیں آمروں کے لب پر جمہوریت کی باتیں

✶

بیکار ڈالیوں پہ نہ چپکاؤ اب انھیں
بادِ خزاں کے زور سے جو پتے جھڑ گئے
جڑ میں اگر ہے جان تو پھوٹیں گی کونپلیں
ورنہ قدم وہ جمتے نہیں جو اکھڑ گئے

✶

کرۂ ارض ہاتھ میں لے کر
چاند کی سیر کو چلا ہوں میں
کامیابی سے دل لرزتا ہے
کہہ نہ بیٹھوں کہیں خدا ہوں میں

✶

۱۰ ار اکتوبر ۱۰

غزلیں

فہ قریشی

ن پورہ، ناگپور نمبر ۱۸

ں کانٹوں سے محبت کی نظر ہے
سے بہت اچھی بیاباں کی سحر ہے

ل ہے بہاروں کا، جو گلشن کا جگر ہے
ز! اُسی پھول پہ گلچیں کی نظر ہے

ی کی طرف میرے ہمہ وقت نظر ہے
و! اس سے، یہ اللہ کا گھر ہے

کا ہے اُفق، بن کے مسرت کا پیامی
ایدیہ مری شب کی دعاؤں کا اثر ہے

کا اگر کوئی تو افسانہ بنے گا
نہ کر بات کہ دیوار میں در ہے

ہیں کس سے ترے چہرۂ خوش رنگ کو تشبیہ
کلی بھی ہیں ترے شگفتہ تو وہ گل تر ہے

! یہاں آیا ہے تو رکھ اپنی زبان بند
کہ یہ منبر نہیں میخانے کا در ہے

اب کانوں میں آتی نہیں آوازِ عنادل
ہر شاخِ چمن ان دِنوں بے برگ و ثمر ہے

ہے یہاں تازگی افسردہ دِلوں کو
تری راہ گزر، راہ گزر ہے!

کیا رنگ ہے کیا روپ ہے یہ کون بتائے
وہ دل میں رہا کرتا ہے اتنی تو خبر ہے

نہ کے نقائص نہ گنا، اپنی طرف دیکھ
دور میں ہر عیب مرے دوست ہنر ہے

ں راج

○ تسنیم فاروقی

"خیمہ"، سی ۱۸۴/۲۹۲
تلسی داس مارگ، گورنمنٹ ایورویدک
ہاسپٹل کارنر - لکھنؤ نمبر ۳

ہم کب یہ چاہتے ہیں کہ رُسوا کریں تمھیں!
عادت سی ہو گئی ہے کہ دیکھا کریں تمھیں

مل جائیں زندگی سے جو کچھ دن کی فرصتیں
تنہائیوں میں بیٹھ کے پُوجا کریں تمھیں

دن رات مشغلہ ہے کہ ہم اپنے آپ میں
اس طرح ڈوب جائیں کہ ڈھونڈا کریں تمھیں

اب جو بھی اپنے جُرمِ محبت کی ہو سزا
ہم اتنا چاہتے ہیں کہ چاہا کریں تمھیں

مٹنا ہمیں پسند تباہی ہمیں قبول!
تم بھی خدا نہیں ہو کہ سجدا کریں تمھیں

ہم بوالہوس نہیں ہیں کہ آنکھوں کی بھیڑ میں
تم بک رہے ہو اور خریدا کریں تمھیں!

مدت کے بعد آئے ہو لمحوں کی چھاؤں میں
کس کس طرح سے پیار کریں کیا کریں تمھیں

آئے ہو میکدے میں جو تسنیم کم پیو!
کچھ لوگ چاہتے ہیں کہ رسوا کریں تمھیں

• عتیق صدیقی

۲۰/۴۱/۱، باغ قاضی
لکھنؤ نمبر ۳ (یو۔پی)

جو مصلحت کے شہر میں نیلام ہو گئے
وہ مقصدِ حیات میں ناکام ہو گئے

دستِ ہوس نے توڑا محبت کا آئینہ
ہم اہلِ عشق مفت میں بدنام ہو گئے

ساقی کی التفاتِ نظر کا یہ فیض ہے
ہم بھی حریفِ گردشِ ایام ہو گئے

جن کی ضیاء سے بزمِ تمنا تھی ضوفشاں
خاموش وہ چراغ سرِ شام ہو گئے

ہم خود ہی مُڑ گئے رسن و دار کی طرف
جب راستے وفا کے رہِ عام ہو گئے

اُٹھتی ہیں تم پہ شہرِ نگاراں میں انگلیاں
تم بھی عتیق شاعرِ بدنام ہو گئے۔

○

* دلبر عثمانی امروھوی
نیازبان، امروہہ، (یو۔پی)

بیمارِ غم کو نیند نہ آئی تمام رات
سوتی رہی تمام خدائی تمام رات

دیتے رہے ہیں اشک دُہائی تمام رات
دل کی لگی کسی نے بجھائی تمام رات

ایسے وہ محوِ خواب سرِ شام سے ہوئے
اُن تک ہوئی نہ اپنی رسائی تمام رات

مست انکھڑیوں کو دیکھتے ہی ہوش اُڑ گئے
مے بار بار ایسے پلائی تمام رات

شوخی سے یان دینا کسی کا نظر میں تھا
یاد آئے ہم کو دستِ حنائی تمام رات

ہم نے سُنا ہے محفلِ اغیار میں حضور!
کرتے رہے ہماری بُرائی تمام رات

فرقت کی رات آپ نہ آئے تو کیا ہُوا
دُلہن بنی ہے اپنی تنہائی تمام رات

آہ و بکا سے میری، پڑوسی نہ سو سکے
اُٹھتا رہا ہے دردِ جُدائی تمام رات

تم نے دلبر اپنی وہ فرقت کی داستاں
اُن کو شبِ وصال سُنائی تمام رات

• حامد جعفری

کوئی منزل ہی نہ تھی کوئی بھی غمخوار نہ تھا
بچھڑے اُن سے تو زمانے میں کہیں پیار نہ تھا

جذبِ دل کی وہ سزا پائی کہ پھر میرے بعد
کوئی منصور تو کیا سلسلۂ دار نہ تھا!

پھر شہرِ بے مہر کی وہ جانکاہ دھوپ تھی
سایۂ زلف تھا سایۂ دیوار نہ تھا

ہر نایک ایک تصور ہر نفس ایک ہی نام
اس عنایت کا ابھی دل تو سزاوار نہ تھا

عشق رُسوا پھرا دانش کی گذرگاہوں میں
میں تھا، فرہاد کا کوئی بھی طرفدار نہ تھا

نہ کہیں مصر کے منعم تھے نہ یوسف کا جمال
داؤں پر تھا دلِ خستہ تو خریدار نہ تھا

چشمِ نرگس کے اشارے پہ گنوا دیتے حیات
یوں بھی کب زندہ تھے مرنا کوئی دشوار نہ تھا

• نیاز علی نیاز
جوڑی محل، بالاپور نمبر ۴۴۴۳۰۲
ضلع اکولہ

آجکل امتحاں باغبانوں کا ہے
دورِ بھی کونپلوں کی اُٹھانوں کا ہے

اُن سے ترکِ تعلق کی سوچی تو ہے
اور تعلق پُرانے زمانوں کا ہے

گھر ہمارے چلیں آپ کو فکر کیوں
آپ کا گھر تو اونچی مچانوں کا ہے

اتنی ہمدردیاں بے سبب تو نہیں
کچھ ارادہ میرے مہربانوں کا ہے

اے سمندر میں گرتے ہوئے بادلو
کچھ پتہ تم کو سوکھی زبانوں کا ہے

یراعلیٰ مہاراشٹر شری اے. آر انتولے
ہی میں ایک ساڑی اور بلاؤز پیس
ہیدوں کے خاندان کو تحفتاً پیش کی
بر ۱۹۴۲ء کو ضلع ستارا کے مقام
یں انگریزی پولس کی گولی بار میں ہلاک
تھے. شری بابا صاحب کھوسلے وزیر
انون و عدلیہ اور محنت نیز شری ابھے
اجے بھوسلے، وزیر مملکت برائے امور
تصویر میں بالترتیب ادپر سرے پر پہلے
سرے) بھی اس موقع پر موجود تھے.

خبریں - تصویروں میں

شری بابا صاحب بھوسلے (پگڑی پہنے ہوئے)
وزیر برائے قانون و عدلیہ اور محنت نے دگاؤں راجوری
ضلع بیڑ میں ۸۰۶۴ لاکھ روپے کی لاگت کی نل
پانی فراہمی اسکیم کا افتتاح کیا اس اسکیم سے تقریباً
۷۰۰۰ باشندوں کو راحت ملے گی.
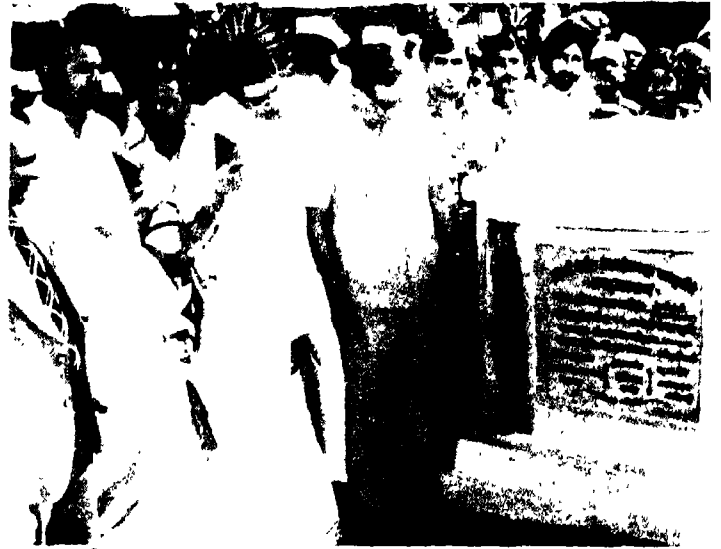
شری رام راؤ اڈک، وزیر برائے مالیات
حال ہی میں پالدھی، تعلقہ ارانڈول، ضلع
گاؤں میں بے گھر کھیتی مزدوروں کے لئے
سنگ کالونی کا افتتاح فرمایا. زیر نظر تصویر
شری سریش جین، ایم ایل اے جلگاؤں،
بتی بارہ نائی داگھ، ایم ایل اے (ارانڈول)،
بتی پرتیبھا تائی پاٹل، ایم. ایل اے (ارانڈول)
ضلع کلکٹر شری این رام راؤ بھی دیکھے جا سکتے ہیں
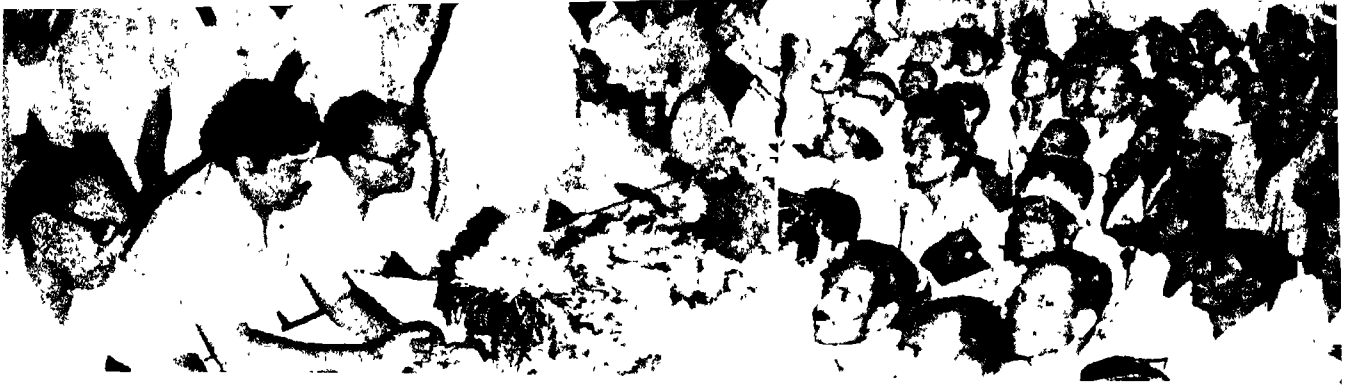
شری وسنت ساٹھے، مرکزی وزیر برائے اطلاعات
ونشریات نے ۱۴ ستمبر کو ناگپور میں شیواجی نائن
آرٹس اینڈ لینھو ورکس کے دوبارہ کھولے
جانے کا اعلان کیا۔ زیر نظر تصویر میں بائیں
جانب وزیر موصوف افتتاحیہ تقریر کر رہے
ہیں۔ شری ساٹھے کے دائیں طرف شری ہری
بھاؤ نائک، وزیر مملکت برائے محنت اور
سینئر بیتر زیدی، وزیر مملکت برائے صحت
عامہ بیٹھے ہیں تصویر میں دائیں جانب
سامعین ورکر بیٹھے ہیں۔

...کا انسٹی ٹیوٹ ممبئی کے زیر اہتمام
...میں برلا ماتوشری آڈیٹوریم میں راجستھانی
...رنس کی ...ل منعقد ہوئی زیر نظر تصویر
...میں مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے شریک
...تن جنیز زیدی، وزیر مملکت برائے صحت عامہ
...ال فرما رہے ہیں۔

شری ششی کانت دیتھنکر، چیف ڈائرکٹر
...رکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک
...یشنز نے (بائیں سے تیسرے) ۱۵ ستمبر کو منترالیہ
...ی میں ٹیلیفون سروس سینٹر کا افتتاح کیا۔
...ی دیتھنکر کے بائیں بازو شری ونسنٹ
...ا منیجر ممبئی ٹیلیفون اور شری ایم۔ آئی۔ آر
...ہ تشریف فرما ہیں۔
ج

…ر تصویر میں شریمتی پرمیلا یاگنک، وزیر
…اجی بہبود، ۸ ستمبر کو بمبئی میں منعقدہ
…میں پتیہ اشلوک اہلیہ بائی ہولکر کی
…د مالا پہنا رہی ہیں۔ اس تقریب کا
…اس نامور خاتون رہنما کی ۱۸۵ ویں
…کے موقع پر مہاراشٹرا دھانگر سماج
…ب سے کیا گیا تھا

سانگلی کے دورے میں وزیر اعلیٰ مہاراشٹر
شری اے۔ آر انتولے نے بذات خود میرج
میں ''۲۰۔ نکاتی پروگرام'' کے تحت ''اندرا
گاندھی نگر کالونی'' میں بے گھر لوگوں کے لئے
بنائے گئے مکانات کے تعمیراتی کام کا معائنہ
کیا۔ ریاستی حکومت نے ہدایت کی ہے کہ
اس پروگرام کے تحت تعمیر کئے جانیوالے
مکانات پختہ اور پائیدار ہوں۔ بائیں سے
پرشریمتی شالینی تائی پاٹل، وزیر برائے محصول
نظر آرہی ہیں۔ دائیں طرف شری موہن راؤ
شنڈے، ایم۔ایل۔اے اور صدر بلدیہ
ڈاکٹر بھوسلے، وزیر اعلیٰ سے تعمیرات کے
بارے میں بات کرتے ہوئے۔

بین الاقوامی سطح پر منعقدہ ڈرائنگ مقابلہ میں
''پریذیڈنٹ گولڈ میڈل'' حاصل کرنیوالے ہونہار مصور
کمار سنیل چودھری (مالیگاؤں) کو حال ہی میں
ڈسٹرکٹ انفارمیشن سینٹر، ناسک کی جانب سے
منعقدہ تہنیتی تقریب میں مبارکباد دی گئی۔ زیر نظر
تصویر میں ڈاکٹر بلی رام ہیرے، وزیر برائے تعلیم،
شری کمار سنیل چودھری کو گلدستہ تہنیت پیش
کر رہے ہیں اور شری جینت راؤ ملک، وزیر
برائے اسریٰ محو دید ہیں۔
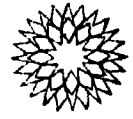
وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری اے. آر انتولے نے حال ہی میں ڈاکٹر پرکاش پاٹل کی ادارت میں نکلنے والے مراٹھی ہفت روزہ "سنجے سندیش" کا افتتاح فرمایا۔ زیر نظر تصویر میں دائیں سے بائیں شری ایس. این ڈیسائی وزیر مملکت برائے اطلاعات و رابطۂ عامہ اور بائیں جانب مذکورہ جریدہ کے ایڈیٹر ڈاکٹر پرکاش ہیں۔

۲۸ ستمبر ۱۹۸۰ء کی شب میں اردو سنسار کی جانب سے مہاراشٹر کالج ہال میں امریکہ، برطانیہ اور کینیڈا کے مشاعروں میں شرکت کے لئے جانے والے شعراء کے اعزاز میں ایک مشاعرے کا اہتمام کیا گیا جس کی صدارت پروڈیوسر ڈائرکٹر شری راما نند ساگر نے کی اور رسم افتتاح شری شام کشن نگم صاحب نے انجام دی۔ زیر نظر تصویر میں شری بیکل اتساہی کلام سناتے ہوئے۔ نظامت شری انجم رومانی نے کی۔ اسٹیج پر (دائیں سے) شری کیفی اعظمی، شری انجم رومانی، شریمتی مینا قاضی، شری ہلال رامپوری، شری جواہر لال جی منون، شری حسن کمال اور شری عزیز قیسی تشریف فرما ہیں۔

۱۰ر اکتوبر ۱۹۸۰ء

آل انڈیا سندھی کانگریس . کریس کونسل
کی سربراہی میں سندھی طبقہ کے رہنماؤں نے
وزیراعلیٰ مہاراشٹر شری اے. آر. انتولے سے منترا
لیہ واقع ان کے دفتر میں ملاقات کی. وزیراعلیٰ
نے سندھی طبقہ کی تاجرانہ صلاحیتوں، متحمل
مزاجی اور ذہانت کی تعریف کی. تصویر میں
وزیراعلیٰ کے ساتھ بائیں سے شری سری ایس.
آہوجا، سیکریٹری جنرل، شری سی. ایل میر
چندانی، سیکریٹری، کونسل کے لیڈر شری
یوسف حفیظ ایم. ایل. اے اور جنرل سیکریٹری
ایم. پی. سی. سی (آئی) کھڑے ہیں.

شری باباصاحب بھوسلے، وزیر برائے محنت
کم ترین اُجرت کمیٹی برائے ظروف سازی صنعت
کے چیئرمین شری گجانن لوکرے سے ان کی تیار کردہ
رپورٹ وصول فرما رہے ہیں جو وزیر موصوف کو منترالیہ
میں ۲۷ اگست ۱۹۸۰ء کو پیش کی گئی. زیر نظر
تصویر میں وزیر مملکت برائے صنعت شری ایچ.
کے نائیک بھی دیکھے جا سکتے ہیں.

وزیر مملکت برائے امداد باہمی، صنعت،
منصوبہ بندی، اطلاعات و رابطۂ عامہ شری
ایس. این ڈیسائی، بیلگام مراٹھی پترکار سنگھ
کی چوتھی سالگرہ کے موقع پر بیلگام میں منعقدہ
اجلاس سے خطاب فرما رہے ہیں. اس اجلاس
کی صدارت مشہور صنعتکار شری بی. ایم گوگٹے
نے کی تھی.

حال ہی میں وزیر برائے پبلک ورکس، شری شواجی راؤ پاٹل نیلانگیکر نے پاونی کے قریب وین گنگا ندی پر ۲۵ء۱ کروڑ روپے کی لاگت سے تیار کردہ پل کا افتتاح کیا۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں بائیں جانب شری سریش بھاؤ دیولے، وزیر مملکت برائے تعلیم شریمتی تارا بائی ورتک، وزیر مملکت برائے پبلک ورکس اور شری شیواجی راؤ وزیر برائے پبلک ورکس دیکھے جا سکتے ہیں۔ تصویر میں دائیں جانب وہ پل ہے جو تین اضلاع یعنی بھنڈارہ، چندر پور اور ناگپور کے ساتھ تین ریاستوں یعنی مہاراشٹر، مدھیہ پردیش اور آندھرا پردیش کو جوڑتا ہے

وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری اے۔ آر۔ انتولے نے حال ہی میں کراڈ میں ۸ کروڑ روپے کی لاگت کے کرشنا چیریٹیبل ٹرسٹ ہسپتال پروجیکٹ کا دورہ کیا اور ہسپتال کے مختلف شعبوں میں ہو رہی کارکردگی کا معائنہ کیا۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں وزیر اعلیٰ کے دائیں جانب، وزیر مملکت برائے امور داخلہ شری ابھئے سنگھ راجے بھوسلے دیکھے جا سکتے ہیں۔
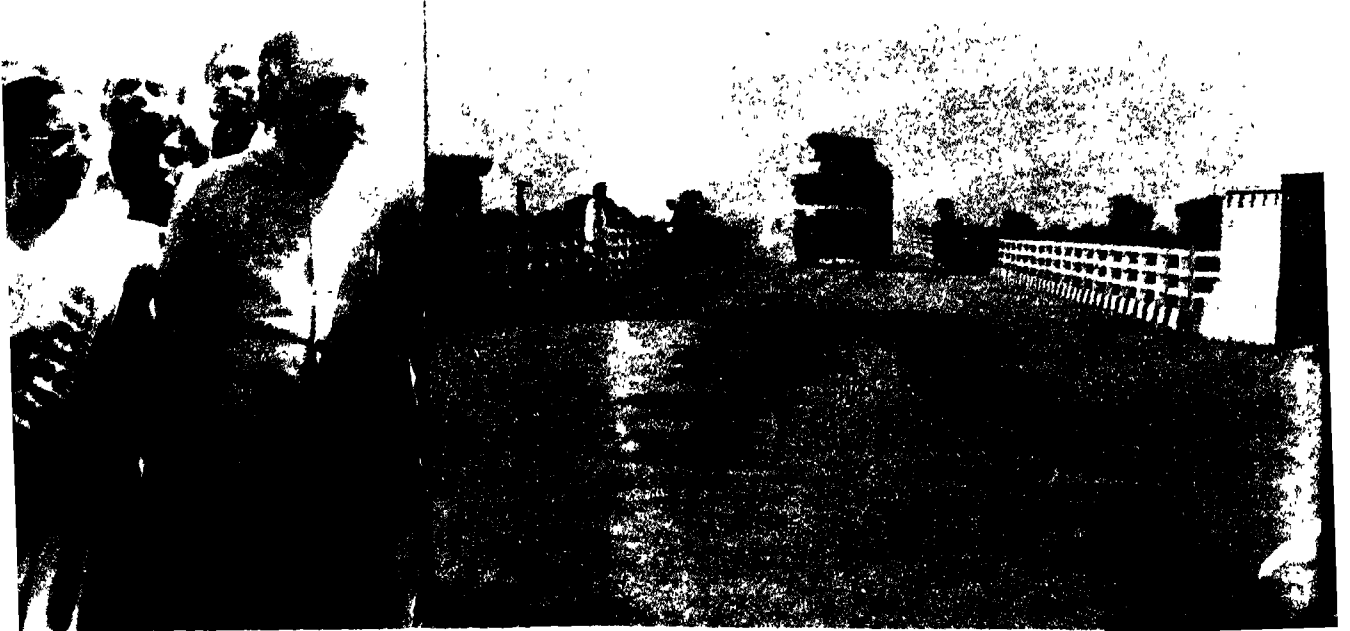
جیواجی راؤ پاٹل نیلا نگیکر وزیر نے
نے عثمان آباد میں یوم آزادی کی ایک
مجاہدین آزادی کو " سنمان پتر" تقسیم
سی موقع کی تصویر ہے۔

ری جینت راؤ ٹلک، وزیر برائے انرجی نے حال ہی میں پونے کے پولس پریڈ گراؤنڈ میں انٹر اسٹیٹ الیکٹریسٹی بورڈ کبڈی ٹورنامنٹ " کا
فتتاح کیا تھا۔ زیرِ نظر تصویر میں بائیں جانب وزیر موصوف ناریل توڑ کر رسمِ افتتاح ادا فرما رہے ہیں۔ شری ایس۔ این مشرا، چیئرمین
م۔ایس۔ای۔بی۔ پاس کھڑے ہیں۔ دائیں جانب مہاراشٹرا اور مدھیا پردیش ٹیموں کے درمیان مقابلے کا ایک منظر۔

بستی خبریں

روزگار کے لئے قرض
اکتوبر سے اسکیم جاری

مہاراشٹر نے بے روزگاروں، قلیل آمدنی والوں اور ضرورتمند
ں کاروبار شروع کرنے کے لئے قرض دینے کی ایک اسکیم منظور کی
ہم ۲ راکتوبر سے نافذ العمل ہوگی۔ اس اسکیم کے لئے ۵ کروڑ روپے
لی گئی ہے۔

سکیم کے تحت بطور قرض بے روزگاروں، قلیل آمدنی والے ضرورتمند
کے سلسلے میں ضروری ضمانت پیش کرنے سے قاصر ہیں انہیں
بار شروع کرنے کے لئے ۲،۵۰۰ روپے تک قرض دیا جائیگا۔
ی پیشہ یا کاروبار مثلاً بڑھئی، موچی، لوہار یا کوئی چھوٹا کاروبا
زمت / چھوٹی صنعت وغیرہ، جیسے کہ پھل فروش، سبزی فروش
یا کھانے کا اسٹال، ٹوکری بنانا، جھاڑو بنانا، بیتی سامان
سٹو کی مرمت وغیرہ پیشے سے متعلق افراد اس اسکیم کے زمرے
ں کوئی بھی شخص جو صاحب روزگار کے تحت رجسٹرڈ یا بے روزگار
لے امپلائمنٹ ایکس چینج میں نام درج کرایا ہو یا ہے۔ ... مزدور
شتکار یا بے روزگار افراد / قلیل آمدنی والے افراد اور ضرورتمند
اپنے ذاتی کاروبار کے لئے مالی امداد چاہتے ہیں اور اگر وہ مہاراشٹر
ال سے زیادہ عرصہ سے قیام پذیر ہیں اس قرض کے مستحق ہوں گے۔
مستحق افراد میں ان اشخاص کو ترجیح دی جائے گی ... کہ
ں کوئی کفالت شخص نہیں ہے۔

ں کی رقم متعلقہ شخص کے حسب خواہش پیشہ کی مالی ضرورت
نظر منظور کی جائے گی۔ یہ قرض بنا سود ہوگا اور باضابطہ اقسا
ت قرض ملنے کی تاریخ سے لے کر دو سال تک ہوگی۔ اس کے
ی وصولی آٹھ مساوی سالانہ اقساط پر کی جائے گی۔
سلسلہ میں مقررہ درخواست فارم متعلقہ تحصیلدار کو پیش کرنا
واست پر ممبران لوک سبھا / راجیہ سبھا / لیجسلیٹو اسمبلی کا کوئی
ل کے عہدیدار، ضلع پریشد، چیرمین / ممبر آف پنچایت سمیتی اور
ہدیداران اور ممبر میونسپل کارپوریشن / کاؤنسلز جنھیں گزیٹڈ
مانا گیا ہے، کی سفارش ضروری ہے۔

خاندانی بہبود پروگرام پر فرض سمجھ کر عمل کیجئے

——— وزیر اعلیٰ شری اے۔ آر انتولے کی اپیل

خاندانی بہبود پروگرام سے متعلق ۲۷ ستمبر کو بمبئی میں منعقدہ ایک
کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری اے۔ آر انتولے
نے فرمایا کہ مذہب یا ... سیاست کے نام پر خاندانی منصوبہ بندی کی
مخالفت کرنا انتہائی نامناسب ہے۔ خاندانی بہبود تمام بنی نوع انسان
کی فلاح کے لئے ہے۔ لہٰذا مذہب یا سیاست کی آڑ میں ... اس
کی راہ میں دشواریاں حائل نہ کی جائیں۔ آپ نے شہریوں سے اپیل کی
اور خاندانی منصوبہ بندی پروگرام پر ایک مذہبی فرض کی طرح عمل کریں۔

آپ نے کانفرنس میں موجود ضلع پریشد افسران، غیر سرکاری افسران
اور کلکٹران سے خاندانی منصوبہ بندی پروگرام میں تعاون کی اپیل کی۔

ڈاکٹر ملی رام بہیرے وزیر برائے صحت عامہ اور خاندانی بہبود نے
اپنی صدارتی تقریر میں مشورہ دیا کہ دیہی اور نیم شہری علاقوں میں مردوں
کی نس بندی کو عام کیا جائے کیونکہ عورتوں کی نس بندی کے مقابلے میں
یہ ایک سادہ اور آسان طریقہ ہے۔ آپ نے بتایا کہ اگست ۱۹۸۰ء
تک ۶۲،۰۰۰ نس بندیوں میں سے ۵۸،۰۰۰ عورتوں کی نسبندی
کی گئی۔

وزیر صحت نے مرکز کی طرف سے خاندانی بہبود کے خاص پروگرام کے
تحت مقررہ افراد کو دیئے جانے والے معاوضہ کے علاوہ ریاستی فنڈ سے
نسبندی کرانے والوں، ترغیب دینے والوں، ڈاکٹروں اور نیم طبی
پیشہ افراد کو بھی معاوضہ دینے کا اعلان کیا۔ یہ معاوضہ یکم اکتوبر سے
۳۱ راکتوبر ۱۹۸۰ء تک ہی دیا جائے گا۔ موجودہ معاوضہ کے علاوہ
نسبندی کرانے والے ہر مرد کو ۵۰ روپے، ترغیب دینے والے کو ۱۰ روپے
ڈاکٹر کو ۳ روپے، نرس کو ۵۰ پیسے، اٹینڈنٹ یا ڈرائیور کو ۲۵ پیسے
فی کیس دیئے جائیں گے۔

وزیر موصوف نے مزید فرمایا کہ خاندانی بہبود پروگرام میں نس بندی
کے علاوہ بے اولاد والدین کو صلاح و مشورہ بھی دیئے جائیں گے اور
اس پروگرام کی کامیابی کے لئے عوام کو صحیح ترغیب و تعلیم دینے کی
غرض سے گذشتہ سال جو ۲،۲۲۹ اورینٹیشن ٹریننگ کیمپ شروع
کئے گئے تھے سالِ رواں میں بھی جاری رکھے جائیں گے۔

اس سے قبل وزیر برائے محصول شریمتی شالینی تائی پاٹل نے یقین

ساتھ ہم میں محصول محکمہ پوری طرح تعاون کرے گا۔
ڈاکٹر رجیندرا کا پڑے، ڈائرکٹر آف ہیلتھ سروسیز نے خاندانی منصوبہ بندی پروگرام کی کارکردگی کا جائزہ پیش کیا۔
اس کانفرنس میں ضلع پریشد کے صدر، ہیلتھ کمیٹی کے چیرمین، ایگزیکیٹو افسران، میئر، میونسپل کمشنر، ڈویژنل کمشنر اور طلباء ان میں شامل تھے۔

[illegible] برائے دیہی ترقی، شہری سدھارن [illegible] برائے تعلیم اور شہری ہری بھاؤ نائیک، وزیر مملکت برائے [illegible] بھی موجود تھے۔
شری سنیش چندر دیدی وزیر مملکت برائے صحت عامہ نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

خاندانی منصوبہ بندی پروگرام
وزیر صحت کی ڈاکٹروں سے اپیل

وزیر برائے صحت عامہ اور خاندانی بہبود ڈاکٹر بلی رام ہیرے نے [illegible] میڈیکل ایسوسی ایشن اور مہاراشٹر کی نیشنل [illegible] ایسوسی ایشن کی جانب سے [illegible] منعقدہ ۲۷ ستمبر سے خطاب کرتے ہوئے طبی پیشہ افراد سے اپیل کی کہ وہ خاندانی بہبود پروگرام کے ساتھ تعاون کریں۔
ڈاکٹر ہیرے نے فرمایا کہ عوام میں ڈاکٹروں کو [illegible] حاصل ہے [illegible] اپنی [illegible] علاوہ [illegible] معاملوں میں بھی ڈاکٹر سے صلاح و مشورہ کرتے ہیں۔ لہٰذا عوام کو چھوٹے خاندان کی [illegible] میں دوسروں کے مقابلے میں ڈاکٹر زیادہ اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ [illegible] نے ڈاکٹروں کو مشورہ دیا کہ وہ [illegible] میں [illegible] کا دورہ کریں اور وہاں خاندانی منصوبہ بندی کے کیمپ لگائیں۔ طبی پیشہ افراد خاندانی بہبود پروگرام کو کامیاب بنانے میں [illegible] ہو سکتے ہیں۔
ماہر جنسیات ڈاکٹر بی۔ این۔ پرندھرے نے مشورہ دیا کہ عورتوں کی نس بندی بچے کی پیدائش کے فوراً بعد ہو تو زیادہ اچھا ہے کیونکہ طبی لحاظ سے بہت مناسب وقت ہے۔
ڈاکٹر (شریمتی) بانو کویاجی نے کہا کہ صرف [illegible] کے ذریعے نسبندی، بڑھتی ہوئی آبادی کے مسئلہ کا حل نہیں کیونکہ اس کے لئے ماہر تربیت یافتہ ڈاکٹر درکار ہیں۔ آپ نے طبی پیشہ افراد سے اپیل

کی اور [illegible] کی طرف سے [illegible] کمیونٹی ہیلتھ والنٹیرز [illegible] کو کامیاب بنائیں۔
شری سنیش چندر دیدی، وزیر مملکت برائے [illegible] وی۔ ٹی۔ چاری سیکریٹری ہیلتھ اور کمشنر فیملی ویلفیئر نے کانفرنس میں شرکت کی۔

شری سوریندر ایس۔ ساہنی
نئے ایڈیشنل ہوم سیکریٹری

انسپکٹر جنرل شری سوریندر ایس۔ ساہنی کو بطور ایڈیشنل سکریٹری محکمۂ داخلہ مقرر کیا گیا ہے۔ یہ ایک نیا عہدہ ہے۔ آپ نے ۲۲ ستمبر کو عہدہ کا چارج لیا۔
اس سے قبل آپ مہاراشٹرا سٹیٹ الیکٹریسٹی بورڈ ممبئی کے ڈائرکٹر ویجیلنس اور سکوریٹی تھے۔
شری ساہنی ۱۹۵۰ء میں انڈین پولس سروس میں آئے۔ عثمان آباد اور اکولہ میں اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ آف پولس کے فرائض انجام دیئے۔ ۱۹۶۲-۶۳ء میں آپ ڈپٹی کمشنر آف پولس رہے۔ سی بی آئی اور سینٹرل ریزرو پولس میں اہم عہدوں پر فرائض انجام دیئے۔ اس کے علاوہ آپ ڈی۔ آئی۔ جی اور پرنسپل پولس ٹریننگ اسکول ناسک، ڈی۔ آئی۔ جی برائے ٹریننگ اینڈ اسپیشل یونٹس اور ریجنل ڈی۔ آئی۔ جی برائے اورنگ آباد رہے۔
شری ساہنی پہلے آئی۔ پی۔ ایس ہیں جنھیں ہوم سیکریٹری بنایا گیا ہے۔

مراٹھی ڈراموں کے مقابلے

مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ شری اے۔ آر انتولے نے دہلی مہاراشٹریہ ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی کے زیر اہتمام دہلی کے مہاراشٹر رنگایتن میں ۲۹ ستمبر کو مراٹھی ڈراموں کے نویں مقابلہ کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ دیوالی، گنیش اتسو یا یوم مہاراشٹر جیسے موقعوں پر دہلی اور آس پاس کے اطراف میں مقیم مراٹھی بولنے والوں کو یکجا کرنے میں حکومت مہاراشٹر تنظیم کے ساتھ پورا پورا تعاون کرے گی۔
شری ونی۔ این گاڈگل، ایم پی اور دہلی مہاراشٹریہ ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی کے چیرمین کے مطابق مہاراشٹر رنگایتن آڈیٹوریم

سنجے گاندھی اسکیموں کا عثمان آباد میں آغاز

عثمان آباد میں شری شیواجی راؤ پاٹل نیلانگیکر، وزیر برائے رفاہ عامہ نے ۳ر اکتوبر کو "سنجے گاندھی نرادھار انودان یوجنا" اور "سنجے گاندھی سوادھین یوجنا" کا آغاز کیا۔ ان اسکیموں کے تحت آپ نے ۱۰ بے سہارا افراد کو ساٹھ ساٹھ روپے اور دو تعلیم یافتہ بے روزگاروں کو دو ہزار روپے دیئے۔

بعد ازاں آپ نے مرکز کی جانب سے شروع کردہ ٹرائیسم اسکیم کا افتتاح کیا جس کے تحت دیہی نوجوانوں کو ذاتی روزگار شروع کرنے میں مدد دی جاتی ہے۔

ہینڈلوم کپڑے پر ۲۰ فیصد رعایت

حکومت مہاراشٹر نے امسال دیوالی کے موقع پر صارفین کو ہینڈلوم کپڑوں کی خریدی پر ۲۰ فیصد رعایت دینے کے لئے ۴۰ لاکھ روپے منظور کئے ہیں۔

یہ مخصوص رعایت مندرجہ ذیل اداروں اور ان کی ایجنسیوں سے یہاں حاصل ہو گی:

مہاراشٹر اسٹیٹ ہینڈلومس کارپوریشن ناگپور، دی ودربھ ایرین سینٹرل کوآپریٹو سوسائٹی ناگپور، دی ویسٹرن مہاراشٹر ویورس سینٹرل کوآپریٹو ایسوسی ایشن، سولاپور، پرائمری ہینڈلوم ویورس کوآپریٹو سوسائٹیز، مراٹھواڑہ کھندر یہ وِنکار سہکاری سنستھا، ناندیڑ، مہاراشٹر اسٹیٹ ہینڈلوم کوآپریٹو فیڈریشن، ممبئی، مہاراشٹر اسمال اسکیل انڈسٹریز ڈیولپمنٹ کارپوریشن اور ڈیولپمنٹ کارپوریشن آف ودربھ، ناگپور۔

تعلیمی سہولت

حکومت مہاراشٹر نے دوسری جنگ عظیم میں حصہ لینے والے سابق فوجیوں کے بچوں کو دی جانے والی تعلیمی سہولت ۸۱-۱۹۸۰ء کے تعلیمی سال کے لئے جاری رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ○○

بقیہ "تبصرے"

درکار ہیں، بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ انھوں نے جس نفاست سے "مث شائع کیا ہے یہ ان کے تجربۂ صحافت کی عکاسی کرتا ہے۔ "مشاع انفرادیت اس امر سے اور بڑھ جاتی ہے کہ قابل مدیر نے ادبی لط ذخیرہ بھی قارئین کے سامنے پیش کر دیا ہے۔

اس خصوصی نمبر کی خاص بات یہ ہے کہ قلم سنسار نے آسما سخن پر چمکنے دمکنے والے شعراء کا سہارا نہیں لیا بلکہ "مشاعرہ ہندوستان کے طول و عرض پر پھیلے ہوئے چھوٹے اور بڑے " اور گمنام تمام شعراء کو جمع کر کے ادب میں ایک ایسی جگمگاہ کر دی ہے جس کی ٹھنڈی اور دل موہ لینے والی روشنی دائم و

اپنے اداریہ میں تجربہ کار مدیر نے نہایت خفیف اشاروں م کیا ہے کہ اردو ہی میں شعراء کی بہتات کیوں ہے؟ اردو مدیران غمزوں سے گذرنا ہی پڑتا ہے، جس کی شکایت کس سے کی ج

"قلم سنسار" کے سر اس بات کا بھی سہرا ہے کہ وہ اپنے میں ہندوستان کے کئی مقامات پر ہونے والی نشستوں کی ساتھ شعراء کا کلام بھی شائع کرتا رہا ہے۔ اکثر رسائل ایسا کرن کے خلاف سمجھتے ہیں مگر "قلم سنسار" نے اسے ہی اپنی "شان" سمجھ ایسے گمنام شعراء کو متعارف کیا جو آج مشاعروں کی محفلوں میں "ش بنے ہوئے ہیں۔

"مشاعرہ" خصوصی نمبر کی قیمت ۱۵ روپے ہے، جو کچھ زیا ہے مگر اس دور میں جبکہ ہر چیز گراں اور ناپید ہے، ۱۵ روپے نہیں سمجھی جائے گی۔ اگر بجائے لیتھو کے یہ نمبر آفسیٹ پر ط منزل طے کرتا تو ۱۵ روپے قیمت مناسب تھی۔ بہرحال "قلم سن کوشش قابل ستائش اور قابلِ احترام ہے اور مبارکباد کی مست "مشاعرہ نمبر" مدیر "قلم سنسار" سنسار پبلشنگ ہاؤس، ا مولی شاہ روڈ، بائیکلہ، ممبئی ۴۰۰۰۲۷ سے خریدا یا منگوایا ج

امدادی منصوبہ
ور بے سہارا افراد کیلئے
ایک نعمت ہے ۔

* مہاتما پھلے بیک ورڈ کلاسیز ڈولپمنٹ کارپوریشن۔
* سنجے گاندھی سواوُلمبن یوجنا
* بے گھروں کے لئے گھر

نوراتری تقریبات کا آغاز ہوا۔ نوراتری ہندوؤں کا اہم تہوار ہے۔ دس دنوں کی ان تقریبات ...

ی برنیکی کی فتح کی علامت ہے۔ زیر نظر تصویر میں شیر پر سوار درگا دیوی کو بدی کی علامت راکشس پر کاسوئر سے سردآر ماد کھایا گیا ہے۔ دس دنوں کی یہ تقریبات دسہرے کے دن ختم ہوتی ہیں

ن کا آغاز کرنے کے لئے جو بڑے مبارک دن ہیں ان میں سے دسہرے کا دن بھی ایک ہے

قومی راج

۲۵ اکتوبر ۱۹۸۰ء

جلد نمبر ۷

شمارہ نمبر ۲

ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

زرِ سالانہ: دس روپے ٭ فی پرچہ: پچاس پیسے

نگراں: خواجہ عبدالغفور (آئی۔ اے۔ ایس)

ترتیب

چیف ایڈیٹر: ایم۔ ایشور راج ماتھر

ایڈیٹر: ریاض احمد خاں

سب ایڈیٹر: عبدالوحید خاں جامی

ترسیلِ زر و مراسلت کا پتہ: چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، گورنمنٹ آف مہاراشٹر۔ سچیوالیہ، ممبئی ۳۲ ۴۰۰

قارئین کی رائے

- **طرفہ قریشی** ـ مومن پورہ ، ناگپور ۱۸

'قومی راج' برابر پہنچ رہا ہے ۔ ۱۰ر جولائی ۱۹۸۰ء کا شمارہ بھی نظر نواز ہوا ۔ ہر شمارہ اپنے اندر ندرت رکھتا ہے ۔ تصاویر کا اہتمام تو رسالہ کی جان ہوتا ہے ۔ زیر نظر شمارے میں بھی جو تصویریں دی گئی ہیں نہایت صاف اور جاذبِ نظر ہیں ۔ بالخصوص گورنر مہاراشٹر شری صادق علی صاحب اور ہندوستان کے چوتھے سابق صدر آنجہانی شری وی ۔ وی گری کے فوٹو بلاکس بار بار اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں ۔

'قومی راج' کے ذریعہ مہاراشٹر سرکار کی کارکردگی کا ہر مہینہ علم ہوتا ہے ۔ مہاراشٹر سرکار عوام کے لئے جو کام کر رہی ہے وہ انتہائی مستحسن و قابلِ مبارکباد ہے ۔ غزلیں بھی کافی جاندار ہیں ۔ جناب حسّان صدیقی الہ آبادی نے اپنے اس شعر میں بڑی نیچرل بات کہی ہے ؎

بلا کہے غمِ پنہاں ۔ رہا نہیں جاتا !
سکونِ دل کے لئے رازداں ضروری ہے

جناب نیاز علی صاحب نیازؔ بالاپوری کی غزل کا مقطع ؎

امتحاں ختم کیا ہونے تھے کہ دل ٹوٹ گئے
نیازؔ ناراض رہا ہم سے خدا بھی کبتک

کس بحر میں ہے اور اس کے دونوں مصرعوں کی تقطیع کن ارکان کے ساتھ ہوگی سمجھ میں نہیں آتا ۔ بہرحال قومی راج ہر طرف پسند کیا جا رہا ہے ۔

✻

- **محبوب راہی** ایم ۔ اے (ریسرچ اسکالر)

پوسٹ بارسی ٹاکلی اکولہ ۴۴۴۴۰۱ (ایم ۔ ایس)

قومی راج کا 'پریم چند خصوصی نمبر' ملا ۔ اسے دیکھ کر میں انتہائی یقین و اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آپ 'قومی راج' کو سجانے سنوارنے والے خصوصی نمبر نکالنے میں ایکسپرٹ کا درجہ حاصل کر چکے ہیں ۔ قومی راج کے تمام 'خاص نمبر' ہندوستان کے دیگر اردو رسائل کے نمبروں سے ہر اعتبار سے نمایاں اور ممتاز ہوتے ہیں ۔ 'پریم چند نمبر' نے تو اپنے تمام سابقہ ریکارڈ توڑ دیئے اور ایک نئی خوشگوار اور تابناک مثال قائم کر دی کہ "اسے کہتے ہیں خصوصی نمبر!"

پریم چند پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے یہ نمبر بیحد مفید و معاون ثابت ہوگا ۔ کیونکہ اس میں شامل مضامین پریم چند جی کی زندگی کے تمام گوشوں پر بھرپور مواد پیش کرتے ہیں ۔ ڈاکٹر صفدر آہ ، آہ (جو اپنا مضمون دیکھنے کے لئے دنیا میں نہیں رہے) **کا مضمون خاصے کی چیز ہے ۔** باقی مضامین میں اگر ہر ایک کی خصوصیت اور اہمیت کا تذکرہ کرنے بیٹھوں تو فہرست میں شامل تمام نام مجھے گنوانے پڑیں گے اور یہ تاثراتی خط ایک مضمون کا درجہ حاصل کرے گا ۔ مختصر یوں سمجھئے کہ جو ذرہ جس جگہ ہے وہیں آفتاب ہے ۔ جبکہ انھیں ذرے بھی نہیں کہا جا سکتا سبھی آفتاب کی طرح تاباں اور درخشاں ہیں ۔ یار لوگ چاپلوسی سے تعبیر کریں گے ورنہ یہ ضرور لکھتا کہ آپ کا مضمون " پریم چند خطوط کی روشنی میں " ایک خاص انفرادیت رکھتا ہے ۔ منظومات سبھی خوب ہیں اور تصاویر کی تعریف کرنا میرے بس سے باہر ہے ایسی ایسی یادگار تصاویر اس خوبی سے آپ نے ترتیب دی ہیں کہ بیساختہ واہ نکل گئی ۔ پھر ہر صفحہ پر فوٹو بلاک کے طور پر پریم جی کی خواب و زریں کی تصویر ایک نئے ہلال میں ندرت لئے ! خوب سوجھتی ہے بھئی آپ لوگوں کو ۔ پریم چند کی کہانیوں پر بنی فلمی تصویریں شائقین فلم کی دلچسپی کا مرکز بنی ہوئی ہیں ۔ غرض کہ اس نمبر میں وہ سب کچھ ہے جو کسی خاص نمبر میں ہونا چاہئے اور اکثر نہیں ہوتا ۔ اس خوبصورت ، یادگار ، تاریخی اور دستاویزی نمبر کی پیشکش کے لئے ادارہ 'قومی راج' کے تمام اراکین مبارکباد کے مستحق ہیں ۔ خدائے برتر و برتر بھی ایسے کئی نمبر نکالنے کی آپ لوگوں کو توفیق اور استطاعت بخشے ۔ کف افسوس مل رہا ہوں کہ اس نمبر میں میں کیوں شریک نہیں ہوا ۔

✻

- **امین بیسودوی**

پوسٹ بیسودہ ، تعلقہ دریاپور ، ضلع امراؤتی (ایم ایس)

۱۰ر جولائی کا شمارہ "قومی راج" اور "پریم چند نمبر" پڑھ کر ذہن کی ساری اذیتیں دور ہو گئیں ۔ ۱۰ر جولائی کا شمارہ سرورق کے لحاظ سے سکون بخش ہے ۔ جناب محبوب راہیؔ اور نیاز علی نیازؔ کے شعری احساساتِ لطیف نے بیحد متاثر کیا ۔ میری جانب سے راہیؔ صاحب اور نیازؔ صاحب تک مبارکباد پہنچا دیجئے ۔

'پریم چند نمبر' میں شامل تمام مضامین بے حد دلچسپ اور معلوماتی ہیں ، کس کس کی تعریف کی جائے ؟ مذکورہ شمارہ ہر لحاظ سے انفرادیت کا حامل ہے ۔ اردو ادب کے لئے آپ کی گرانمایہ کاوش پر رشک آتا ہے ۔ جس طرح آپ ادبی ، معلوماتی و تحقیقی تخلیقات کر رہے ہیں اس کے لئے آپ اور آپکے معاونین واقعی قابلِ مبا[رکباد ہیں]

وزیراعظم کا دو روزہ دورۂ بمبئی

ماحول کو صاف ستھرا رکھئے، بچّوں کو شریمتی اندرا گاندھی کی نصیحت

وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی ۱۰ر اکتوبر کو شہر کے دو روزہ دورے پر بمبئی تشریف لائیں۔ سانتا کروز ہوائی اڈے پر گورنر شری صادق علی، وزیراعلیٰ شری اے. آر انتولے، شریف بمبئی شری دلیپ کمار اور دیگر اشخاص نے آپ کا خیرمقدم کیا۔ ہوائی اڈے کے باہر آپ نے عوام سے خطاب کیا۔ اس سے قبل شری انتولے نے آپ سے سرکاری حکام کا تعارف کرایا۔

سانتا کروز سے باندرہ تک ہزاروں لوگ سڑکوں پر شریمتی اندرا گاندھی کو خوش آمدید کہنے کے لئے قطار در قطار کھڑے تھے۔ وہاں آپ نے سب سے پہلے نیشنل سوسائٹی فار کلین سٹیز کے پروگرام کا افتتاح فرمایا۔ مشرقی باندرہ کی جھونپڑپٹی کے ہزار ہا بچے چلڈرن کمپلیکس میں جمع تھے۔ وزیراعظم نے بچوں کو نصیحت کی کہ وہ ماحول کو صاف ستھرا رکھیں تاکہ صحت و تندرستی ٹھیک رہے اور بیماریاں نہ پھیلنے پائیں۔ بچوں کو چاہئے کہ وہ بچپن میں پڑی ہوئی اچھی عادتیں کبھی نہ بھولیں۔ آپ نے بتایا کہ بعض افریقی قبائل میں یہ روایت چلی آرہی ہے کہ برادری میں پیدا ہونے والے ہر بچے کے لئے ایک پودا لگایا جاتا ہے۔ اگر ہندوستان میں بھی یہی روایت اختیار کی جائے تو اس سے لوگوں کو بڑا فائدہ پہنچے گا۔

آپ نے بچوں سے کہا کہ وہ یہ بات یاد رکھیں کہ مختلف مذاہب اور ذات کے سب ہی لوگ ہندہی کے بچے ہیں، انھیں ایک دوسرے کی عزت کرنی چاہئے تاکہ سماج مضبوط ہو۔

آپ نے شہروں میں رضاکار جماعتوں کے کاموں کی تعریف کرتے

وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی ۱۱ر اکتوبر کو راج بھون میں پیرا پلیجک پروجیکٹ (داشی) کی سنگ بنیاد تختی کی نقاب کشائی کرتے ہوئے۔ گورنر مہاراشٹر شری صادق علی بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

ہوئے انھیں ہدایت کی کہ وہ حکومت کے ساتھ ساتھ کام کریں تاکہ اور زیادہ تعمیری کام ہو سکے۔

اس موقع پر گورنر شری صادق علی اور وزیر اعلیٰ شری اے. آر انتولے نے بھی خطاب کیا۔

اس تقریب کے فوراً ہی بعد شریمتی اندرا گاندھی نے ہیما کلا کیندر کی جانب سے ہومی بھابھا آڈی ٹوریم، قلابہ میں "دی رائز آف دی آئیڈیل چائلڈ" نامی ڈانس ڈرامہ پروگرام میں شرکت کی۔ یہاں آپ نے کیندر کی سلور جوبلی پیش کش ڈانس ڈرامہ کے افتتاح کے طور پر پیتل کا روایتی دیپ روشن کیا اور ہر ایک کلاکار کو سووینیر پیش کیا۔

وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے ۱۱ر اکتوبر کو راج بھون، ممبئی کے دربار ہال میں منعقدہ تقریب میں واشی میں واقع نئے ہیرا لیجیل ہوم پروجیکٹ کی سنگ بنیاد تختی کی نقاب کشائی کی۔

بعد ازاں شریمتی گاندھی نے راج بھون میں مہاراشٹر کانگریس (آئی) کے ممبران قانون ساز اسمبلی اور ممبران قانون ساز کونسل کے اجلاس سے خطاب کیا۔ سہ پہر میں آپ نے مجگاؤں گودی پر منعقدہ تقریب میں دو ساحلی پلیٹ فارم جاری کئے، جو آئل اینڈ نیچرل گیس کمیشن کے لئے بنائے گئے ہیں۔

شام کے وقت شریمتی گاندھی نے ممبئی کے شہرۂ آفاق نریمان پوائنٹ کمپلیکس پر نیشنل سینٹر فار پرفارمنگ آرٹس کے ٹاٹا تھیٹر کا افتتاح کیا۔ اس موقع پر اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ماضی میں کلاکار فی الحقیقت کبھی آزاد نہیں رہے، لہٰذا اس مرکز کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ کلاکاروں کو یہ آزادی ملے۔

شری جے. آر ڈی ٹاٹا نے حاضرین کا خیر مقدم کیا۔ گورنر شری صادق علی اور وزیر اعلیٰ شری اے. آر انتولے نے بھی اس موقع پر اظہار خیال کیا۔

وزیر اعظم، بسم اللہ خاں کی نغمہ سرائی اور شریمتی یمنی کرشنا مورتی کے رقص 'بھارت ناٹیم' سے محظوظ ہوئیں۔

ڈاکٹر نرائن مینن، ایگزیکیٹو ڈائرکٹر (این سی پی اے) نے شکریہ ادا کیا۔

۱۲ر اکتوبر کو سانتا کروز ہوائی اڈے سے رخصت کے وقت گورنر شری صادق علی و شریمتی صادق علی، وزیر اعلیٰ شری اے. آر انتولے و شریمتی انتولے، میئر شری بابو راؤ شیٹے، شریف ممبئی شری دلیپ کمار، ریاستی کابینہ کے اراکین اور بڑی تعداد میں دیگر حاضرین نے آپ کو الوداع کہا۔

قومی راج

وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے اس دستاویز پر دستخط کر کے مہاراشٹر میں قائم کئے جانے والے ادارہ کا نام 'اندرا گاندھی پرتبھا پرتشٹھان' رکھنے کی منظوری دے دی۔

پرتبھا پرتشٹھان

وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے ۱۱ر اکتوبر کو راج بھون، ممبئی میں ایک دستاویز پر دستخط ثبت کر کے ادب و آرٹ میں ہونہار افراد کی حوصلہ افزائی کی خاطر حکومت مہاراشٹر کی جانب سے قائم کئے جانے والے ٹرسٹ کا نام "اندرا گاندھی پرتبھا پرتشٹھان" رکھنے کی منظوری دی۔

ٹرسٹ کے تحت ہر سال ۴۰-۳۰ با صلاحیت افراد کی اس ۵۰ لاکھ روپے کی رقم میں سے اعانت کی جائے گی جو ٹرسٹ کی ۵ کروڑ روپے کی رقم پر بطور سود جمع ہوگی۔

وزیر اعلیٰ شری اے. آر انتولے نے ادب و آرٹ کے میدان میں متعلقہ اشخاص سے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ وہ اندرا گاندھی پرتبھا پرتشٹھان، مہاراشٹر کی تشکیل، تنظیم اور طریقۂ عمل وغیرہ کے بارے میں اپنی رائے اور مشورہ سے مطلع کریں جو حکومت مہاراشٹر نے قائم کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ پرتشٹھان اس مقصد کے پیش نظر قائم کیا جا رہا ہے کہ ادب اور فنون لطیفہ مثلاً صحافت، علمی، موسیقی، رقص، ڈرامہ اور فوٹوگرافی وغیرہ کے میدان میں ذہین اور مستحق افراد کی قدر شناسی اور حوصلہ افزائی کی جائے۔ اسی لئے وزیر اعلیٰ کی دلی خواہش ہے کہ دلچسپی رکھنے والے سب ہی لوگ اس باب میں اپنے قابل قدر مشورے اور تجاویز پیش کریں اور یہ ادارہ عوامی رخ پر کام کرے۔

اس سلسلہ میں تجاویز شری دینش دیسائی، سوشیل اینڈ کا سیکریٹری ٹو چیف منسٹر، منترالیہ، ممبئی ۴۰۰۰۳۲ کو بھیجی جا سکتی ہیں۔

وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی جب ۱۰ اکتوبر کو بمبئی کے دو روزہ دورہ پر سانتا کروز ہوائی اڈے پر اتریں تو گورنر شری صادق علی اور وزیر اعلیٰ شری اے. آر انتولے نے آپ کا خیر مقدم کیا۔

عظم شریمتی گاندھی ۱۱ اکتوبر کو راج بھون میں نسیم نقاب
ا کر رہے سے فسل مرض فالج کے بارے میں دریافت کرتی
ر اعلیٰ شری اے. آر انتولے آپ کے ہمراہ ہیں۔

وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی ۱۰ اکتوبر کو چلڈرنس کمپلیکس باندرہ میں نیشنل سوسائٹی فار کلین سٹیز انڈیا کے زیر اہتمام "اچھے شہری" عنوان پر منعقدہ پروگرام کا افتتاح کرتے ہوئے۔ شریمتی علی یاور جنگ صدر نیشنل سوسائٹی فار کلین سٹیز، گورنر شری صادق علی اور وزیر اعلیٰ شری اے. آر انتولے بھی دیکھے جا سکتے ہیں
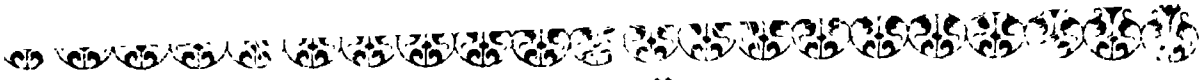
پسماندہ طبقات کا خوش آئند مستقبل

مہاتما پھلے ترقیاتی کارپوریشن برائے پسماندہ طبقات کی قابلِ قدر سرگرمیاں

* اروِن کمار نِنواڈے

ہمارے سماج میں طبقۂ بالا کی بہ نسبت پسماندہ طبقات کے ساتھ نسلوں سے سماجی بے انصافی ہوتی رہی ہے۔ وہ ترقیات کے مواقع سے بھی محروم رہے ہیں۔ ملک آزاد ہونے کے بعد ان طبقات کی فلاح و بہبودی کی ذمہ داری ہمارے سماج اور ہماری حکومت کے سر آگئی ہے۔ انہیں سماجی انصاف دلانا اور ترقیات کے مواقع فراہم کرنا حکومت نے اپنا اولین فرض سمجھا ہے اور اسی غرض سے حکومت نے مہاراشٹر میں ۱۰ جولائی ۱۹۷۸ء کو مہاتما پھلے ترقیاتی کارپوریشن برائے پسماندہ طبقات قائم کیا۔

اسس کارپوریشن کا قیام سماج کی تعمیر نو کی طرف ایک نیا قدم ہے۔ اس کارپوریشن کو مہاتما جیوتی با پھلے جیسی نامور ہستی کے نام سے منسوب کیا گیا ہے، جن کی ذلت اور فراموش کردہ طبقات کی فلاح و بہبودی کے لئے جد و جہد سے ہر کوئی واقف ہے۔ یہ کارپوریشن حکومت مہاراشٹر نے کمپنی ایکٹ ۱۹۵۶ء کے تحت قائم کی ہے۔ کارپوریشن کا حاصل ۲۵ء۶ کروڑ روپیہ ہے جس میں ریاستی حکومت اور ہند کا تناسب ۴۹ : ۵۱ ہے۔ ریاستی حکومت [illegible] پسماندہ طبقات جن میں [illegible]، نو بدھ، منڈ

شری شسی کانت ہتینکر (جو اس وقت کلکٹر ضلع وردھا تھے) نے مہاتما پھلے بیک ورڈ کلاسیز ڈیولپمنٹ کارپوریشن اور قومیائے بنکوں کی جانب سے کل ۹۳,۷۵۰ روپے کی رقم بطور قرض پسماندہ طبقات کے غریب، ضرورتمند نوجوانوں کو "خود ذاتی کاروبار" شروع کرنے کے لئے تقسیم کی۔ زیرِ نظر تصویر میں موصوف ایسے ہی ایک ضرورت مند نوجوان کو امدادی رقم دے رہے ہیں۔

شری جینت راؤ تلک، وزیر برائے انرجی نے ۱۵ ستمبر کو شہرور مارکیٹ یارڈ میں مہاتما پھلے بیک ورڈ کلاسیز ڈیولپمنٹ کارپوریشن اور قومیائے ہوئے بنکوں کی جانب سے سات لاکھ روپے بطور قرض پسماندہ طبقات کے ضرورتمند افراد کو تقسیم کئے۔ شریمتی تارا بائی ورتک، وزیر مملکت برائے سماجی بہبود نے اس تقریب کی صدارت کی، اس موقع پر شری دشواس دیشمکھ، مذکورہ کارپوریشن کے ریجنل مینیجر اور ڈاکٹر گنگادھر سارولکر، سماتا رکشک دل کے منتظم بھی موجود تھے۔

لمت جاتی اور خانہ بدوش قبائل شامل ہیں، کی معاشی بہتری کے ئے یہ کارپوریشن مختلف اسکیمات اور پروگرام ترتیب دیتی ہے۔

ان اسکیمات پر عمل آوری کے لئے کارپوریشن کے تحت ریاست ، علاقائی اور ضلع سطح پر دفاتر قائم کئے گئے ہیں۔ کارپوریشن کے م کا خاص مقصد ایسے اداروں کے ساتھ جو پسماندہ طبقات کی بہتری وئی منصوبہ رکھتے ہیں، رابطہ قائم کرنا اور مالی و دیگر اعانت کے بعد ان کے منصوبوں کو عمل میں لانے کے لئے تعاون کرنا ہے۔

رپوریشن کے کام :

کارپوریشن کے خاص کاموں میں ضرورتمندوں فع بخش کاروبار میں تعاون کرنا اور ان کی رہنمائی کرنا ہے کارپوریشن ، ضرورتمندوں کے لئے اسکیمات مرتب کرتی ہے ، درخواست مع سناد کے بنکوں کو پیش کرتی ہے اور ان کی منظوری کے لئے کوشش کرتی ہے۔ جن معاملات میں بنک قرض منظور کرتی ہے، انھیں کچھ رقم مہیا کرتی ہے۔ منظوری سے پہلے بھی درپیش مشکلات رفع کرنے کی کارپوریشن کوشش کرتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں بنک اور امیدواروں کے درمیان کسی بھی معاملے میں کارپوریشن ایک رابطہ کا کام انجام دیتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ غیر بنک اور نان۔ کمانڈ علاقوں میں سودی امداد نیز ڈی۔ آر آئی، اسکیم پر عملدرآمد میں تعاون پیش کرتی ہے۔

گذشتہ سال کے کام :

جون ۱۹۷۹ء سے جون ۱۹۸۰ء تک کارپوریشن کے ذریعہ ۶۲۳۵ اشخاص کو خود۔ روزگار کے سلسلہ میں مالی اداروں سے قرض مہیا کیا گیا۔ اس معاملے میں بنک سے ۱۹۲،۴۳ لاکھ روپیہ تقسیم کیا گیا۔ ان میں سے چند معاملات میں کارپوریشن نے ۵۶،۴ لاکھ روپیہ تقسیم کیا۔ بنکوں اور

کارپوریشن کی جانب سے یہ امداد، دودھ ڈیری، مویشی پرورش، مرغی خانہ، بیل گاڑیاں، ٹریکٹر، گوبر گیس پلانٹ، جھاڑو بنانے، اینٹیں بنانا، بیکری، چٹائی اور بانس کی مصنوعات، چھاپہ خانے، رسی بنانا، کھادی، آٹا ملیں، جوتا بنانے، کارپینٹری، ٹرک، ٹیکسی، ٹیمپو، آٹو رکشا، لاؤڈ اسپیکر، بینڈ پارٹی، ٹیلرنگ، کپڑے کی دکان، جنرل اور کرانہ اسٹورس وغیرہ جیسے کاموں کے لئے تقسیم کی گئی۔

گذشتہ سات مہینوں میں کارپوریشن نے بنکوں کے ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے ۲۵ء۲ کروڑ روپیہ استعمال میں لایا۔

کارپوریشن نے پسماندہ طبقات میں کاروباری ذہن کے اشخاص کے فائدے کے لئے متعدد اسکیمات مرتب کی ہیں۔ جس میں محدود مالی امداد اسکیم زیادہ اہم ہے۔

محدود مالی امداد اسکیم: کئی بار باہمت تاجروں کی تجاویز محدود رقم کی غیر دستیابی کی وجہ سے بنکوں میں ملتوی کر دی جاتی ہیں ظاہر ہے کہ پروجیکٹ کی کل لاگت پر ۷۵ سے ۸۰ فیصد بنک قرض

شری رمیش ماسوجی پگارے

شری رمیش ماسوجی پگارے ساکن گوریگاؤں (بمبئی) ایک بیروزگار نوجوان تھا۔ افراد پر مشتمل اس کے خاندان کا بڑی مشکل سے گذر بسر ہوتا تھا۔ رمیش لاؤڈ اسپیکر اور پنڈال کی سجاوٹ کا کام جانتا تھا۔ وہ اپنا خود کا کاروبار شروع کرنے کے لئے کارپوریشن سے

کارپوریشن نے گوریگاؤں کی مہاراشٹر بنک سے اُسے ۳،۱۱۵ بطور قرض دلوایا۔ اس کے علاوہ اپنی جانب سے ۸۳۰ رقم بھی فراہم کی۔ آج رمیش خود اپنا لاؤڈ اسپیکر اور پنڈال کا دھندا کرتا ہے۔ اب وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اس ترقی کے لئے ہمیشہ کارپوریشن کو یاد کرتا ہے۔

شری شام راؤ جادھو

۱۱ سالہ شام راؤ جادھو کے خاندان میں کوئی کماؤ شخص نہ ہونے کی وجہ سے اُسے سخت محنت مزدوری کا پیشہ اختیار کرنا پڑا۔ غربت کی وجہ سے وہ اسکول بھی نہ جا سکا۔

کارپوریشن سے اس نے مدد مانگی اور برتن بیچنے کا دھندا شروع کرنے کے لئے قرض کا مطالبہ کیا۔ اسٹیٹ بنک کی سانتا کروز شاخ نے کارپوریشن کی ایماء پر ۵۰۰ روپے کا قرض دینا منظور کیا۔ آج جادھو برتن فروخت کرتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس کاروبار میں اُسے اپنے پیشتر پیشے سے زیادہ منافع حاصل ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے آپ کو کارپوریشن کا ممنون سمجھتا ہے۔
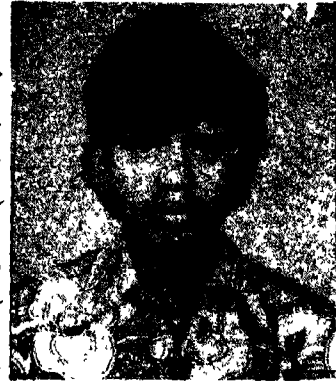
شری چرنداس بھیکو کامبلے

شری چرنداس کامبلے نے ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کرنے کے بعد پورے سامان سے آراستہ دواخانہ جاری کیا۔ لیکن اس کے ذرائع نہ تھے۔ کارپوریشن نے اس کی یہ مشکل حل کی۔ تعلیمیافتہ بیروزگار کی منظوری کی ایک اسکیم کے تحت یونائیٹیڈ کمرشیل بنک سے روپیہ دلوایا۔ اس رقم سے ڈاکٹر کامبلے نے بی۔ ڈی۔ ڈی ورلی میں اپنا دواخانہ شروع کیا۔ وہ ہمیشہ کارپوریشن کا ادا کرتا ہے جس کی کوششوں سے اس کا خواب شرمندہ

شریمتی الگا بائی پوار

شریمتی الگا بائی پوار، ساتنا کروز میں رہتی ہے۔ وہ ایک غیر تعلیم یافتہ گھریلو قسم کی عورت ہے۔ کچھ عرصہ پہلے چھوٹے موٹے کام کر کے اپنا گذر بسر کیا کرتی تھی۔ نو افراد پر مشتمل اس کے اس بڑے خاندان کا گذارہ خاندان کی قلیل آمدنی میں اس گرانی کے دور میں بڑی مشکل سے ہوتا تھا۔ الگا بائی پوار ٹوکری اور جھاڑو بنانا جانتی ہے۔ جب اسے پتہ چلا کہ مہاتما پھلے کارپوریشن برائے پسماندہ طبقات اس جیسے غریبوں کے لئے باب فیض ہے تو وہ خوشی سے پھولی نہ سمائی۔ فوراً ہی وہ مالی امداد کے لئے کارپوریشن کے پاس پہنچی۔ کارپوریشن نے بلا تاخیر اسٹیٹ بنک کی ساتنا کروز شاخ سے اس کے لئے بطور قرض ۵۰۰ روپے کا انتظام کیا۔ آج الگا بائی ٹوکریاں اور جھاڑو بنانے کا کاروبار کرتی ہے اور اس کے ذریعہ اپنے قبل کے کام سے زیادہ پیسہ کماتی ہے۔ آج وہ بہت خوش ہے کہ کارپوریشن نے اسے مشکلات سے نجات دلوائی۔

مہیا کرتی ہے اور باقی ماندہ رقم کا انتظام امیدوار کو کرنا ہوتا ہے۔ لیکن کئی بار اس رقم کی فراہمی میں امیدوار ناکام ہو جاتے ہیں۔ اس لئے پسماندہ طبقات میں کاروبار کرنے کے خواہشمند افراد کو کارپوریشن یہ محدود رقم مہیا کرتی ہے۔ شروع میں کارپوریشن پروجیکٹ کی کل لاگت پر ۱۰ فیصد رقم مہیا کرتی تھی۔ لیکن پسماندہ طبقات کی مشکلات کو دیکھتے ہوئے ایک لاکھ روپیہ سرمایہ کی رقم تک ۲۰ فیصد محدود رقم فراہم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ایک لاکھ روپے سے زیادہ رقم پر ۱۰ فیصد ہی محدود رقم دی جائے گی۔ محدود رقم بنک سے قرض کی منظوری کے بعد ہی ادا کی جاتی ہے۔ یہ رقم قرض خواہ کے کھاتے میں جمع کر دی جاتی ہے۔ کارپوریشن اس رقم پر ۴ فیصد سود لیتی ہے۔ پہلے قرض کی رقم ادا ہونے کے بعد کارپوریشن کی رقم ادا کرنی ہوتی ہے اور یہ انھیں اقساط پر واپس کی جاتی ہے جو قرض خواہ اپنے متعلقہ ادارہ کو قرض واپس کرنے میں حاصل کر چکا ہوتا ہے۔

سودی امداد: امیدواروں کے فائدہ کے لئے کارپوریشن سودی امداد بھی دیتی ہے۔ اس اسکیم کے تحت امیدواروں کو ایک مقررہ شرح سود قرض پر ادا کرنا ہوتا ہے اور اگر شرح میں اضافہ ہو تو یہ اضافہ کارپوریشن برداشت کرتی ہے۔ مثال کے طور پر ۲۵,۰۰۰ روپے تک قرض پر ۴ فیصد سود ادا کرنا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ زائد سود کی رقم کارپوریشن ادا کرتی ہے۔ اسطرح ایک لاکھ روپے تک ۹ فیصد سود خود امیدوار اور اس سے زیادہ سود کارپوریشن ادا کرتی ہے۔ ضروری بات یہ ہے کہ سودی امداد تاخیر سے قسط کی ادائیگی کی بنا پر بنک کے جرمانے کی رقم پر نہیں دی جاتی۔ بنک کا کل سود ادا کرنے کے بعد ہی کارپوریشن سے سودی امداد کے لئے امیدوار رجوع ہو سکتا ہے۔

چیسیز کی تقسیم: ٹرک ٹرانسپورٹ بزنس ایک نفع بخش کاروبار ہے۔ لیکن کمپنی سے ٹرک کے چیسیز حاصل کرنے کے لئے کافی انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے کارپوریشن نے میسرز ٹیلکو (TELCO) سے چیسیز سپلائی کرنے کا انتظام کیا ہے۔

شری پرکاش گوپال متواندکر

۲۷ سالہ نوجوان شری پرکاش گوپال متواندکر نے بی اے پارٹ I تک تعلیم حاصل کی۔ چھ سال تک ملازمت بھی کی۔ لیکن وہ اپنا ذاتی کاروبار کرنا چاہتا تھا۔ اسے کارڈ کی چھپائی کے کام کی پوری جانکاری تھی۔ یہ کاروبار شروع کرنے کیلئے اس نے کارپوریشن سے مالی امداد طلب کی۔ کارپوریشن نے ۶۷۵ روپے محدود رقم کے علاوہ اسٹیٹ بنک کے ذریعہ ۲۵۰۰ روپے بطور قرض اسے دلوائے۔ پرکاش نے گورےگاؤں ہی میں یہ کاروبار شروع کیا ہے اور اس کے خاندان کے چار فرد بھی اس کی مدد کرتے ہیں۔ وہ اب مطمئن ہے کہ کارپوریشن کی مدد سے وہ ایک نئی راہ پر گامزن ہے۔

شریمتی وندنا سوناونے

شریمتی وندنا سوناونے، ایک گھریلو عورت ہے، ۱۱ مئی ۱۹۸۰ء کو کارپوریشن نے اس خاتون کو "وندنا جنرل اسٹور" نامی دکان کھولنے میں مدد کی۔ علی باغ میں واقع اس دکان میں کٹلری، پلاسٹک کی اشیاء، اسکول کی کتابیں وغیرہ فروخت ہوتی ہیں۔

شریمتی سوناونے ضلع دھولے کے ساکری تعلقہ میں کا سارے گاؤں کی رہنے والی ہیں۔ شادی کے بعد وہ پتی کے ہمراہ ضلع قلابہ کے علی باغ میں منتقل ہوئیں۔ ۱۹۷۴ء میں انہوں نے ایس ایس سی، پاس کیا۔ اس کے پتی نے بھی علی باغ میں سرکاری ملازمت کرتے ہوئے ایم۔ اے تک تعلیم حاصل کی۔

شریمتی سوناونے کو، مہاتما پھلے کارپوریشن برائے پسماندہ طبقات کی جانب سے خود روزگار کیلئے پسماندہ طبقات کے افراد کو دی جانے والی امداد کا علم ہوا تو اس نے بھی اس اسکیم سے فائدہ اُٹھانے کا ارادہ کیا۔ اس کے پاس ۵۰۰۰ روپیہ تھا۔ کارپوریشن نے بنک آف انڈیا کی علی باغ شاخ سے اس کے لئے ۲۵۰۰۰ روپے ۴ فیصد سالانہ شرحِ سود پر قرض کا انتظام کیا۔ اس سلسلے میں بنک کے اسسٹنٹ منیجر شری جوشی اور علی باغ میں کارپوریشن کے افسر شری نائیڈو نے اس کی بڑی مدد کی۔

شریمتی سوناونے، نے میونسپل کونسل کے مینا بازار میں ۸۰۰۰ روپے ڈپازٹ اور ۵۰ء۸۵ روپیہ ماہانہ کرایہ پر ایک دُکان حاصل کی۔ آج اس کی دکان "وندنا جنرل اسٹور" سے یومیہ ۱۰۰ سے ۱۲۵ روپے تک کی آمدنی ہو جاتی ہے۔ ہر ماہ وہ ۶۲۵ روپے بنک کو قرض کی واپسی کے لئے ادا کرتی ہے۔ ابتک وہ تین اقساط دے چکی ہے اور ۳۷ اقساط باقی ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ فی الحال بڑھتی ہوئی قیمتوں کے باعث اور نقل و حمل کے اخراجات میں اضافہ کی وجہ سے نفع زیادہ نہیں ملتا پھر بھی اسے یقین ہے کہ وہ اپنی سخت محنت سے کاروبار کو کامیاب بنائے گی۔

شریمتی سوناونے کہتی ہیں کہ گھریلو قسم کی تمام عورتوں کو چاہیئے کہ وہ اپنا وقت یونہی ضائع کرنے کے بجائے حکومت کی مختلف اسکیمات کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنی خاندانی آمدنی کو بڑھائیں۔

شریمتی سوناونے (دائیں سے دوسری) اپنی دکان میں ایک گاہک کو آفس نائل فروخت کر رہی ہیں۔

ڈی۔ آر۔ آئی فنڈ:

کارپوریشن ریاست کے چار بڑے بنکوں سے سرکاری ضمانت پر ۷۷ء۶ کروڑ روپے حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ یہ رقم غیر بنک اور ریان۔ کمانڈ علاقوں میں پانچ سال تک استعمال میں لائی جائیگی۔ اس سلسلہ میں ایک اسکیم کے تحت شہری علاقوں میں مزدور طبقات کے ایسے افراد جن کی سالانہ آمدنی ۲۰۰۰ روپیہ سے زیادہ نہیں اور دیہی علاقوں کے افراد جن کی سالانہ آمدنی ۳۰۰۰ روپے سے زیادہ نہیں انھیں قرض فراہم کیا جائے گا۔ معین کردہ سرمایہ کی رقم ۵ ہزار روپے اور زیر استعمال سرمایہ کی رقم ۱۵۰۰ روپے مقرر ہے۔ اس اسکیم کے تحت ۴ فیصد سود لیا جاتا ہے۔ فنڈ میں اضافے کے لئے بھی متعلقہ بنکوں کے ساتھ ضروری کارروائی کی جارہی ہے۔

تعلیم یافتہ بیروزگاروں کے لئے کارپوریشن تربیت کا انتظام کرتی ہے جنھیں تربیت حاصل ہونے کے بعد سرکاری اور نیم سرکاری اسامیوں میں جو مناسب اُمیدوار نہ ملنے کے باعث خالی رہتی ہیں، ملازمت دی جاتی ہے۔ ۱۹۷۸ - ۷۹ء میں اسی طرح کی ایک تربیتی کلاس چلائی گئی اور دوسری ۱۹۷۹ - ۸۰ء میں چلائی گئی۔

بنک سہولت: یاد رہے کہ کارپوریشن کوئی مالی ادارہ نہیں بلکہ یہ ایک ترقیاتی ادارہ ہے۔ دراصل اس کارپوریشن کا خاص مقصد

شریمتی بایاجابائی پانڈورنگ مانے

۳۵ سالہ شریمتی بایاجابائی پانڈورنگ مانے کاندیولی کے ہنومان نگر میں رہتی ہے۔ اس کے خاندان میں کوئی کماؤ فرد نہیں ہے وہ بھاجی ترکاری بیچتی ہے۔ لیکن آمدنی قلیل ہونے کی وجہ سے اس کے خاندان کی بڑی مشکل سے گذر بسر ہوتی تھی۔ اپنے کاروبار کو بڑھانے کے لئے اس نے کارپوریشن سے امداد طلب کی۔ کارپوریشن نے گورےگاؤں میں بینک آف انڈیا کے ذریعہ ۲۰۰۰ روپے بطور قرض اُسے فراہم کئے اس رقم سے وہ آج بھاجی ترکاری کا زیادہ مال لاکر بیچتی ہے نتیجہ میں اُسے منافع بھی زیادہ ملتا ہے۔ آج وہ ہمیشہ کارپوریشن کی تعریف کرتی ہے جس کی کوششوں سے یہ ممکن ہو سکا۔

پسماندہ طبقات کی معاشی بہتری میں معاون اسکیمات کے عملدرآمد میں حائل مشکلات دور کرنا ہے تاکہ معاشی ترقی کے اقدامات سُرعت سے انجام پا سکیں۔

اس کارپوریشن نے پسماندہ طبقات کی ایک بڑی مشکل کو حل کیا ہے۔ **وہ مشکل یہ تھی کہ ایسے طبقات قرض حاصل کرنے کیلئے محدود رقم بھی مہیا کرنے کے قابل نہ تھے۔ اس کے علاوہ یہ** کارپوریشن مالی اداروں اور مستفید اشخاص کے درمیان محرک ذریعہ سمجھا جا سکتا ہے۔ کارپوریشن نے اسمال انڈسٹریز سروس انسٹیٹوٹ (S/S/I)، ڈسٹرکٹ انڈسٹریز سینٹر، بینکوں اور دیگر ایجنسیوں کے اشتراک سے کئی اسکیمات مرتب کی ہیں۔ حقیقت ہے کہ مالی ادارے اور بینک بھی کارپوریشن کے مددگار ہیں۔ اب کارپوریشن خاندانی بہبود پر مبنی ایسے پروگرام مرتب کر رہی ہے جس کے ذریعہ پسماندہ طبقات میں بیروزگار اور نیم روزگار افراد کو روزگار کے مواقع حاصل ہو سکیں۔

مُشکلات : کارپوریشن کا مقصد بینک کے متبادل کاروبار کرنا نہیں بلکہ سماج کے کمزور طبقات کو بینک کی سہولتوں سے فیضیاب کرنے میں مدد کرنا ہے۔ کارپوریشن کے لئے منزل کی راہ ہموار نہیں بلکہ مشکلات سے پُر ہے۔ چند مشکلات کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے :

بہت زیادہ احتیاط، ضمانت پر اصرار (ڈی۔ آر۔ آئی معاملہ میں بھی)، نامناسب اسٹاف کی وجہ سے قرض کی فراہمی میں دشواری اور بازیابی میں بے حد کمی، صرف منتخبہ دیہاتوں میں قرض کی سہولت، کمانڈ ایریا میں واقع کئی دیہاتوں کو اس کا مستحق نہیں سمجھا گیا ہے غریب و پسماندہ طبقات کے افراد کے ساتھ بینکوں کا سلوک، ان مشکلات کو متعلقہ اداروں کے ساتھ وقتاً فوقتاً بات چیت اور تعاون کے ذریعہ دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

ویسے تو کارپوریشن خود ہی اپنے طور سے سماج کے سب سے غریب شخص کی بھی معاشی بہتری کے لئے سماجی نابرابری دور کرنے کے نقطۂ نظر سے کوشش کرتی ہے۔ لیکن یہ ایک بڑا زبردست کام ہونے کی وجہ سے جلد سے جلد پورا ہونے کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ یہ کام صرف کارپوریشن کے ذریعہ پورا نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے مالی اداروں اور خود پسماندہ طبقات کا تعاون بھی نہایت ضروری ہے۔ پسماندہ طبقات جن کے لئے فائدہ مند اسکیمات مرتب کی گئی ہیں، خود آگے آئیں اور ان اسکیمات سے فائدہ اُٹھائیں تاکہ ان کی معاشی حالت بہتر بن سکے اور ہمارے درمیان سے سماجی نابرابری دور ہو۔

مہاتما پھلے بیک ورڈ کلاسیز ڈیولپمنٹ کارپوریشن کی جانب سے امداد حاصل کر کے اس نوجوان نے اس رقم سے "بال پین ریفلنگ" کا کام شروع کیا۔

سنجے گاندھی، خود روزگار منصوبہ،

بلاسود، بلا ضمانت قرض

(سنجے گاندھی سوائملمبن یوجنا)

ریاستی حکومت نے غریب افراد کی فلاح و بہبود کو دھیان میں رکھتے ہوئے ایسے بے روزگار اور نیم۔روزگار ضرورتمند افراد کے لئے ایک مثالی اسکیم جاری کی ہے جو بینکوں یا دیگر مالی اداروں سے کوئی ضمانت پیش نہ کرنے کی بناء پر قرض حاصل نہیں کرسکتے۔ اس اسکیم کے نتیجہ میں ایسے بے روزگار نوجوان اپنے پیروں پر کھڑے ہوسکتے ہیں اور اپنا ذاتی کاروبار شروع کرسکتے ہیں۔

اس اسکیم کے تحت ۲۵۰۰ روپے تک قرض ان ضرورتمند افراد کو دیا جائے گا جو قرض حاصل کرنے کیلئے ضمانت پیش کرنے سے قاصر ہیں تاکہ وہ کسی پیشہ / کاروبار / چھوٹی صنعت کی صورت میں اپنا ذاتی کاروبار شروع کرکے روزی کماسکیں۔

ایسا کوئی کام جسے کوئی شخص اختیار کرنا چاہتا ہے وہ اس کا خاندانی پیشہ مثلاً بڑھئی، موچی، لوہار کا پیشہ، چھوٹا موٹا دھندہ / تجارت ملازمت / چھوٹی صنعت / پھل، سبزی فروخت کرنا / پھیری کرنا / چائے یا کھانے کا اسٹال چلانا / ٹوکری بنانا / جھاڑو بنانا / رسی بنانا / سائیکل، اسٹو وغیرہ کی مرمت کرنا وغیرہ ہوسکتا ہے۔

کوئی بھی شخص جو کام کے لئے ضمانت روزگار اسکیم کے تحت رجسٹرڈ ہو، یا کوئی بے روزگار شخص جس کا نام دفتر روزگار میں درج ہو، یا بے زمین مزدور یا چھوٹے کسان جو نفع بخش روزگار حاصل کرنے کے لئے مذکورہ بالا پیشوں میں سے کسی پیشہ، کام یا پیداوار کے ذریعے جس کی مارکیٹ میں مانگ ہو، اپنا ذاتی کاروبار شروع کرنا چاہتے ہوں، مذکورہ اسکیم کے تحت قرض حاصل کرنے کے اہل ہوں گے، بشرطیکہ وہ ریاست مہاراشٹر میں ۱۵ سال سے سکونت پذیر ہوں۔ تمام مستحق افراد میں اُن اشخاص کو ترجیح دی جائے گی جن کے خاندان میں باضابطہ برسرِ روزگار کوئی بھی کماؤ شخص نہیں ہے۔

ضروری قرض کی رقم جو درخواست گذار کے لئے منظور کی جائیگی اس کا انحصار درخواست گذار کے حسبِ خواہش پیشہ / کاروبار کی مالی ضرورت پر ہوگا۔

مذکورہ اسکیم کے تحت قرض حاصل کرنے کے لئے اُمیدوار کو مقررہ درخواست فارم مکمل کرکے بھیجنا ہوگا۔ یہ درخواست مقامی تحصیلدار کو پیش کرنا ہوگی جس پر "کمپیٹنٹ اتھارٹی" یعنی مقامی ایم۔ پی / ایم ایل اے / ایم ایل سی / ضلع پریشد ممبر یا کارکن / پنچایت سمیتی کا ممبر یا صدر / میونسپل کارپوریشن یا کونسل کا ممبر یا کارکن میں سے کسی کی سفارش ہونی چاہیئے۔

قرض کی منظوری کے لئے غیر سرکاری۔عہدیداروں کی ایک کمیٹی ہر تعلقہ اور شہری سطح پر جہاں ۱۹۷۱ء کی مردم شماری کے مطابق ایک لاکھ سے زائد آبادی ہے قائم ہوگی۔ تحصیلدار اس کمیٹی میں سیکریٹری کے فرائض انجام دے گا۔

قرض کی رقم متعلقہ درخواست گذار کو شخصی ضمانت پیش کرنے پر مہیا کی جائے گی۔ قرض بذریعہ چیک / ڈرافٹ یا نقد کی صورت میں درخواست گذار کی حسب خواہش دیا جائے گا۔ اس اسکیم کے تحت دیا جانے والا قرض بلاسود ہوگا اور باضابطہ التوائے قرض کی مدت، قرض ملنے کی تاریخ سے لے کر دو سال تک ہوگی۔ اس مدت کے بعد قرض کی وصولی آٹھ مساوی سالانہ اقساط میں کی جائے گی۔ لیکن قرضدار اگر چاہے تو اس سے کم عرصہ میں قرض ادا کرسکتا ہے۔

ے گاندھی نرادھار انودان یوجنا
اور
ے گاندھی سواؤلمبن یوجنا

وزیراعلیٰ مہاراشٹر شری اے۔آر انتولے نے ان یوجناؤں کا ۲راکتوبر ۱۹۸۰ء کو مہاتما گاندھی جینتی کے دن' کاؤس جی جہانگیر ہال' بمبئی میں افتتاح کیا۔اس موقع پر آپ نے ان منصوبوں کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔

زیراعلیٰ مہاراشٹر شری اے۔آر انتولے نے مندرجہ بالا یوجناؤں کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا کہ فخر ت ہے کہ آج تک جن لوگوں کے بارے میں کسی نے بھی نہیں سوچا تھا، ان کے بارے ہاراشٹر نے سوچنا شروع کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہندوستان کی ۷۰۔۸۰ فیصد آبادی غریب ہے ں سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ غریب کی بات ہی کو جمہوریت سمجھا جائے۔ اور ں جمہوریت صرف غریبوں ہی کی بھلائی کے لئے کوشاں رہے۔ وزیراعلیٰ کی تقریر کا متن ب ذیل ہے:

اگر جمہوریت میں حکومت عام آدمی کی ترجمانی کرتی ہے تو اس کے لئے وہ کرنا ضروری ہوجاتا ہے جو عام آدمی چاہتا ہے۔ لوگوں کی ضرورت کیا ہے، اُن کے احساسات کیا ہیں یہ خیال کہ ہم لوگوں سے بہتر سمجھتے ہیں نہ صرف غیر جمہوری ہے بلکہ ایسا سوچنا ایک بُزدلانہ حرکت ہوگی۔ آج بھی ہمارے ملک میں کروڑوں لوگ ایسے ہیں جو صبح اُٹھنے کے بعد اور رات کو سونے سے قبل بھوک اور روٹی کے بارے میں سوچتے ہیں۔ صبح سوچتے ہیں کہ دن کس طرح گذرے گا اور رات کو سوتے وقت یہ اُمید کرتے ہیں کہ دوسری صبح جب ہوگی تو وہ اُن کے لئے خوشگوار پیام لے آئیگی، ان کی زندگی میں ایک اچھی فضا پیدا کرے گی۔

ریت میں عام آدمی چناؤ میں جسے چاہتا ہے اُسے اپنا نمائندہ بناکر ۔ان نمائندوں کا فرض ہے کہ وہ عوام کے متعلق سوچیں اور ان سات کی صحیح صحیح ترجمانی کریں۔
سنجے گاندھی نرادھار انودان یوجنا' اور سنجے گاندھی سواؤلمبن ، بارے میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔ میں نے کئی جگہوں پر یہ کہا ہے ستان میں ستر سے اسّی فیصد لوگ غریب ہیں۔ ہمارے ملک ۷۰۔۸۰ فیصد لوگ غریب ہیں تو یہ مان لینا چاہیئے کہ ہماری

جمہوریت میں غریب کے مفاد کو ہی جمہوریت سمجھا جائے۔ ہماری جمہوریت صرف غریبوں کی فلاح کے لئے کوشاں رہے' لیکن آج کیا ہو رہا ہے؟ جو ۷۰ فیصد لوگ چاہتے ہیں وہ نہیں ہو رہا ہے اور جو ۲۵-۳۰ فیصد لوگ چاہتے ہیں وہی جمہوریت کے نام پر کیا جارہا ہے۔

انگریزی جمہوریت ہمارے لئے مثال نہیں:

ہم انگریزی جمہوریت کی بات کرتے ہیں، لیکن ہم یہ نہیں سمجھتے کہ

ان کے یہاں ۷۰۔۸۰ فیصد لوگ دولت مند ہیں جبکہ ہمارے یہاں ۷۰۔۸۰ فیصد لوگ غریب ہیں۔ زمین آسمان کا فرق ہے۔ اُس ملک کی جمہوریت جہاں ۷۰۔۸۰ فیصد لوگ دولت مند ہیں ایک غریب ملک میں نہیں چل سکتی۔ اگر ہم اپنے ملک کی جمہوریت کو انگریزی جمہوریت کی طرح چلانا چاہیں تو ہمیں اس کے مطابق سماج کو بھی بنانا ہوگا۔ آج ہمارا سماج ایسا نہیں ہے۔ انگریزی جمہوریت تو ہندوستان جیسے ملکوں کو غلام بنا کر پھلی پھولی ہے۔ لیکن ہم فخر کرتے ہیں کہ وہ ہماری پیرنٹ ڈیموکریسی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اپنی زندگی کے ۷۰۰ سالوں میں انگریزی جمہوریت ۵۰۰ سال تک غریب ملکوں کو غلام رکھ کر پامال کرکے پھلی پھولی ہے اور اس کے باوجود ہم اسے ایک آدرش جمہوریت تصور کرتے ہیں۔

ہم اگر اُسے آدرش جمہوریت خیال کرتے ہیں تو ہمیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ہندوستان کی آج تک کی جو غلامی تھی وہ بھی مثالی تھی۔ ایک جمہوری ملک دوسرے جمہوری ملک کو غلام نہیں بنا سکتا۔ اگر وہ دوسرے ملک کو غلام بنا کر رکھتا ہے تو وہ جمہوریت پر چلنے والا ملک نہیں ہے وہ جمہوریت کے نام پر دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کا کام کرتا ہے۔

جمہوریت گاندھی جی کی نظر میں:

اسی لئے مہاتما گاندھی نے ہندوستان کے لئے جس جمہوریت کا تصور کیا تھا وہ جمہوریت بالکل نئی الگ اور انوکھی ہے۔ انھوں نے گرام راجیہ کی کلپنا کی تھی۔ انگریزوں کی چوکھٹ میں بیٹھنے والی جمہوریت نہیں تھی۔ مہاتما گاندھی نے کہا تھا کہ ہندوستان میں آزادی کے بعد جو جمہوریت قائم ہوگی اُسے غریبوں کی بھلائی کا ہتھیار بننا پڑے گا۔ پچھلے ۳۰۔۳۵ سالوں سے ہمارے یہاں جمہوریت ہے، لیکن اسے جو شکل اختیار کرنی چاہئے تھی وہ ابھی تک نہیں کر پائی ہے۔ میرے خیال میں وہ جمہوریت صحیح جمہوریت ہے جو لوگوں کی حالت کو ٹھیک سے سمجھے، ان کی مشکلات کو دور کرنے کی کوشش کرے۔ جنتا کی جو آرزوئیں ہیں، تمنائیں ہیں انھیں وہ پورا کرے۔ وہ بنیادی حقوق جو انگریزوں کے یہاں چلتے ہیں یہاں نہیں چل سکتے۔ وہاں بنیادی حقوق سے ۷۰ فیصد لوگ مستفید ہوتے ہیں۔ اُس ملک میں عوام کی ایک کثیر تعداد ان حقوق سے فائدہ اُٹھانے کے قابل ہے لیکن ہمارے ملک میں ان حقوق سے ۷۵ فیصد لوگ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ ہمارے دیش میں بنیادی حق تو روٹی ہے۔ مہاتما گاندھی نے کہا تھا کہ بھوکے آدمی سے پوچھو اس کا اَن داتا کون ہے تو وہ روٹی کا ٹکڑا تمھارے سامنے رکھے گا اور کہے گا کہ "اَن داتا یہ ہے"؛

بھوکا آدمی خدا کو بھی نہیں یاد کر سکتا۔ ہر مذہب میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اگر کھانا تیار ہے اور عبادت کا وقت ہو گیا ہو تو پہلے کھانا کھا پھر خدا کو یاد کرو۔

رہنما اُصولوں کی اہمیت:

پنڈت جواہر لال نہرو اور ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر نے ہندوستان کا دستور عام آدمی کے حق میں مرتب کرنے کی کوشش کی تھی۔ بڑی کوشش کے بعد اس دستور میں 'ڈائریکٹیو پرنسپلس آف اسٹیٹ پالیسی' (ریاستی پالیسی کے رہنما اُصول) کو رکھا تھا۔ انھوں نے سوچ سمجھ کر عام آدمی کو نظروں کے سامنے رکھا تھا۔ اس کی ضرورتوں کو پیش نظر رکھا تھا انھوں نے کہا تھا کہ ہمارے ڈائریکٹیو پرنسپلس ڈائرکٹ کرنے والے ہوں گے۔ حکومت جو بھی پالیسی اختیار کرے گی اسے ڈائریکٹ کرنے والے ڈائریکٹیو پرنسپلس ہوں گے۔

بات بہت آسان ہے، جس نے انگریزی کی ۲-۴ کتابیں پڑھی ہیں وہ سمجھتا ہے کہ ڈائریکٹیو کا مطلب کیا ہوتا ہے، پرنسپلس کا مطلب کیا ہوتا ہے اور اسٹیٹ پالیسی کا مطلب کیا ہوتا ہے لیکن اتنی سیدھی سی بات بھی سپریم کورٹ کی سمجھ میں نہیں آئی بلکہ اس نے اس کا الگ مطلب نکالا۔ سپریم کورٹ نے کہا کہ ڈائریکٹیو پرنسپلس تو دستور کے صفحوں کی زینت بڑھانے کے لئے رکھے گئے ہیں غریب آدمی کی زندگی میں انقلاب لانے کے لئے نہیں۔ وہ تو صرف اسے دکھانے کے لئے ہیں خوش کرنے کے لئے ہیں۔ اس کا بھلا کرنے کے لئے تھوڑے رکھے گئے ہیں؟ لیکن دوستو! ڈاکٹر امبیڈکر نے ان اُصولوں کو زینت بنا کر نہیں رکھا تھا۔ انھوں نے ان اصولوں کو اس لئے شامل کیا تھا کہ ان سے غریب آدمی کو فائدہ پہنچے۔

عدلیہ قابلِ احترام:

جوڈیشری یعنی عدلیہ کے لئے میرے دل میں بڑی عزت ہے میں جمہوریت میں یقین رکھنے والا آدمی ہوں، میں جمہوریت میں عدلیہ کے مقام سے واقف ہوں اور اس سلسلے میں، میں نے عدلیہ کا کافی مطالعہ بھی کیا ہے۔ سپریم کورٹ کا کام یہ ہے کہ دو آدمیوں کے

ڑا ہوا ہے تو وہ فیصلہ کرے تاکہ جھگڑا مٹ جائے۔ ایک طرف
ہیں دوسری طرف سو ہیں۔ تنازعہ اٹھ کھڑا ہوا تو سپریم کورٹ
ا ہے۔ لیکن اگر ایک طرف ہندوستان کے تمام غریب عوام
ری طرف ہندوستان کے تمام دولت مند ہیں تو پھر ان کا
پریم کورٹ سے نہیں نمٹایا جاسکتا۔ اس جھگڑے سے عام
یہ ہی نمٹا جا سکتا ہے۔ اس معاملے میں عام آدمی کا ہتھیار
ہے کیونکہ یہ ایک سیاسی جھگڑا ہے اور جمہوریت میں وہ
ے جو سیاست کی بنیاد پر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، صرف عوام
ریعہ نمٹائے جاسکتے ہیں یہ کورٹ کے بس کی بات نہیں۔
منٹل رائٹس یعنی بنیادی حقوق اور ڈائرکٹیو پرنسپلس کا
یاسی و جمہوری جھگڑا ہے اور یہ جھگڑا سپریم کورٹ کے دائرۂ
ہر ہے۔ اس کا حل عوام کے ووٹوں کے ذریعہ تلاش کیا جاسکتا
، وامان سے، جمہوریت کے عدم تشدد کے راستے پر چل کر بیلٹ
بیلٹ پیپر کے ذریعہ تلاش کیا جاسکتا ہے۔
تک ڈائرکٹیو پرنسپلس آف اسٹیٹ پالیسی کو فنڈامنٹل رائٹس
لے میں اونچا درجہ نہیں دیا جائے گا اس وقت تک ہندوستان کی
غریب آدمی کی طرف نہیں جھک سکتی۔ سرکار چاہے غریب آدمی
کے لئے کوئی قانون بنائے، اس کی زندگی سدھارنے کے لئے
اٹھائے، چاہے جو بھی کرے۔ اس مسئلے پر میں نے کافی غور و خوض
ر بہت کچھ لکھا بھی ہے۔ اگر کوئی چاہے تو آج بھی پڑھ سکتا ہے
وضوع پر آج سے ۱۵ سال پہلے، دس سال پہلے اور ۷ سال پہلے
یا لکھا ہے۔

ی کی جمہوریت:

ن کہہ سکتا ہے کہ فرانس میں جمہوریت نہیں ہے۔ فرانس میں جمہوریت
، فرانس کے دستور نے، دستور کی ترجمانی کرنے کا حق وہاں کی عدالت
د نہیں کیا ہے۔ انھوں نے ہم سے زیادہ عقلمندی کی بات کی ہے
سلے میں ایک مثال دینا چاہوں گا۔ فرض کیجئے کہ اگر ہمارے
ئے عدلیہ شری بابا صاحب بھوسلے جو یہاں میرے پاس بیٹھے
ئی خط بحیثیت وزیر اعلیٰ مجھے لکھتے ہیں اور اگر میں اس خط کے
ں کی بات کو پوری طرح نہیں سمجھ سکتا تو اس بارے میں، میں وزیر
ر بندرنٹر کے سے رجوع نہیں کروں گا۔ میں تو بھوسلے صاحب ہی
چھوں گا۔ ان سے پوچھوں گا کہ بھائی جان! تمھاری بات کا
مطلب کیا؟' اسی طرح ہندوستان کا دستور ملک کی پارلیمنٹ نے
بنایا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ عوام کے نمائندوں ہی سے پوچھا جاسکتا
ہے، کسی اور سے نہیں۔ اس کے علاوہ دستور کی ترجمانی کرنے کا دعویٰ
کس کا ہے۔ ہمارا یا ان سپریم کورٹ کے جج صاحبان کا، جن کا عام آدمی
کی زندگی سے کوئی واسطہ نہیں۔ میں سوچ سمجھ کر کہتا ہوں کہ اگر دستور
کی ترجمانی کا حق سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے پاس ہی رہا تو ہندوستان
کی جمہوریت غریب آدمی کے لئے کبھی فائدہ مند ثابت نہیں ہوگی۔

انوکھی بات:

آج ہم جس آدمی کو ۲۴ سو، ۲۵ سو روپے دینے جارہے ہیں
اس کے پاس رہن رکھنے کے لئے کوئی زمین نہیں ہے نہ کوئی شخص
اس کی ضمانت دے رہا ہے اور نہ ہی اس سے کوئی سود لیا جائے گا۔
کوئی عقلمند آدمی ہائی کورٹ میں چلا جائے اور کہے کہ انتولے حکومت
نے جو بات شروع کی ہے وہ تو انوکھی ہے، انہونی ہے، تاریخ میں
اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ حکومت کنگال کو بلا سود قرض دینے
جارہی ہے۔ معیشت میں یہ کس قسم کی دخل اندازی ہے؟ تو شاید
کورٹ اس یوجنا ہی کو رد کردے۔

عام آدمی کی نمائندگی مفقود:

انگریزوں کے یہاں تحریری دستور نہیں ہے اس لئے وہاں دستور
کے معنی اخذ کرنے کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہاں
قانون کی ترجمانی وہاں کی عدلیہ کرتی ہے۔ لیکن ایسا کرتے ہوئے وہ
ان لوگوں کی ترجمانی کرتی ہے جو وہاں کے سماج کا بڑا طبقہ ہے۔ لیکن
ہندوستان کی عدلیہ کے ذریعہ ہندوستان کے بڑے طبقے یعنی
غریب کی ترجمانی نہیں ہوتی، کیونکہ ہماری عدلیہ میں عام آدمی کو
کوئی مقام نہیں ملا ہے۔ اس لئے کہ اس کے پاس نہ کوئی تعلیم ہے
نہ تربیت۔ اس کی کوئی اہمیت نہیں۔
آج اس موقع پر میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ہم چاہے جتنی بھی کوشش
کریں، جب تک عدلیہ کا نقطۂ نظر عام آدمی کے حق میں نہیں ہوگا،
ہندوستان کی جمہوریت ۷۰ فیصد غریبوں کے لئے سود مند نہیں
ہوسکتی۔ اس سلسلے میں میرے دل میں کوئی شک نہیں ہے۔

نیا قدم: ہمیں فخر ہے کہ جن لوگوں کے بارے میں آج

کسی نے بھی نہیں سوچا تھا ان کے بارے میں مہاراشٹر حکومت
سوچنا شروع کیا ہے۔ بے سہارا آدمی کے بارے میں۔ اس کا
قصور ہے؟ کوئی کہاں جنم لے، کیا اس کے اختیار میں ہے؟ ایک
فص کروڑپتی کے گھر پیدا ہوتا ہے اور اس کے پاس کروڑوں روپے
جاتے ہیں۔ یہ ایک ایکسیڈنٹ آف برتھ (پیدائشی اتفاق) ہے کہ
آدمی فقیر، اندھے یا اپاہج کے یہاں پیدا ہوتا ہے اس کے پاس
ب دمڑی بھی نہیں ہوتی۔ ایسے بے چارے کا کیا قصور ہے؟ جمہور
ں ان لوگوں کا خیال کرنا سماج کی ذمّہ داری بن جاتی ہے۔ انھیں
گے بڑھنے کی پوری سہولت ملنی چاہئے۔ حکومت سماج کی ٹرسٹی
وتی ہے، اس ٹرسٹی کا فرض ہے کہ وہ سماج کے ہر طبقے کی، تمام افرا
ی ضرورتوں کو پورا کرنے کی ذمّہ داری قبول کرے۔ مجھے اس بات کی
خوشی ہے کہ آج ہم مہاتما گاندھی کے یوم پیدائش کے موقع پر غریب
و پریشان حال افراد کا خیال کر رہے ہیں۔ آج مہاتما گاندھی کی روح
کو سکون میسر آیا ہے کیونکہ جس آزاد ہندوستان کا خواب انھوں نے
دیکھا تھا اُسے پورا کرنے کے لئے ہم اندرا گاندھی کی رہنمائی میں یہ پہلا
قدم اُٹھا رہے ہیں۔

سنجے گاندھی کی یاد میں:

اس یوجنا کو ہم سنجے گاندھی کے نام سے منسوب کر رہے ہیں۔ سنجے گاندھی
پر کافی نکتہ چینی ہوتی رہی ہے۔ یہ تنقید وہی لوگ کرتے تھے جو نہرو اور
اندرا گاندھی کے خلاف تنقید کرتے تھے۔ یہ بات ہم کو اور آپ کو سمجھنا
چاہئے اُن کا منشاء غریبوں کے خیرخواہ کو سماج میں بدنام کرنا تھا۔
میں سنجے گاندھی کو قریب سے جانتا ہوں، میں نے ان کے ساتھ نزدیک
رہ کر کام کیا ہے۔ وہ غریب آدمی کے دوست تھے۔ بڑے ہی سیکولر
شخص تھے۔ وہ کشادہ دل اور وسیع النظر تھے۔ اگر آج وہ زندہ ہوتے تو
ہم ان کے ہی ہاتھوں سے اس یوجنا کا افتتاح کراتے۔ ہمارے درمیان وہ
آج نہیں ہیں اس لئے ان کے نام سے اس یوجنا کو شروع کر رہے ہیں۔
آج سنجے گاندھی نرادھار انودان یوجنا اور سنجے گاندھی سواولمبن انودان
یوجنا کا مُبارک افتتاح ہو رہا ہے۔

دیگر یوجنائیں زیرِ غور:

ابھی ہمیں بہت ساری یوجنائیں ہاتھ میں لینی ہیں۔ اپنے سماج
میں ذرا سا حصّہ اگر ہم غریب آدمی کے لئے نکالتے ہیں تو غریبوں کے حق میں
ہم بہت ساری یوجنائیں شروع کر سکتے ہیں۔ غریبوں کو دیہات میں پینے
کے پانی کی دشواری ہے۔ ہمارا پہلا فرض ہے کہ ہم انھیں پانی فراہم کریں۔
اگر ان کا کوئی ذریعۂ معاش نہیں ہے تو ہم ان کے لئے ایسا کوئی بندوبست
کریں کہ وہ اپنے لئے دو وقت کی روٹی کا انتظام کر سکیں۔ اور اگر وہ کام
کرنے کے قابل نہیں تو ہم ان کے مُنہ تک روٹی کا ٹکڑا پہنچائیں۔ جذبۂ
رحم کے تحت نہیں بلکہ اس لئے کہ یہ اُن کا حق ہے۔ جو ہم میں پیدا ہوا
ہے، اس سرزمین پر پیدا ہوا ہے وہ بھوکا نہیں رہے گا خود کفیل ہو کر
جئے گا اور خودداری کے ساتھ جئے گا۔ اگر وہ کفیل ہو کر جینے کی سکت نہیں
رکھتا تو ہم اپنے طور پر اس کے گھر جا کر اس کی مدد کریں اور کہیں کہ یہ تمھارا
حصّہ ہے، اس کے لئے تمھیں التجا کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ بڑے افسوس
کی بات ہے کہ آج مہاتما گاندھی کی پیدائش کے دن جب ہم ایک نیک
کام کر رہے ہیں تو حزب مخالف ہمارے خلاف مورچے نکال رہے ہیں
یہ دو اصولوں کا فرق ہے۔ یہ دو اُصولوں کی لڑائی ہے۔ ہم غریب کی فلاح
کے لئے قدم اٹھا رہے ہیں اور ہمارے مخالف بھائی ہماری مخالفت
نہیں بلکہ غریبوں کی مخالفت کر رہے ہیں۔

کامیابی کی کوشش:

ہماری یہ دونوں یوجنائیں اپنی قسم کی نئی یوجنائیں ہیں۔ میں
ان کا افتتاح کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتا ہوں۔ ہم نے اسمبلی
کے ہر حلقے میں کمیٹی بنائی ہے جو فیصلہ کرے گی کہ نرادھار کون ہے کیسے
اس اسکیم کے تحت امداد دی جائے۔ میں ذمہ داروں سے گذارش کرتا
ہوں کہ وہ اس یوجنا کو کامیاب بنانے کے لئے پد یاترا کریں۔ گھر گھر
جائیں۔ جھونپڑ پٹیوں میں جائیں۔ ان لوگوں کے پاس جائیں جو سڑک
کے کنارے بسیرا کرتے ہیں۔ کُھلا آسمان جن کی چھت ہے اور زمین
جن کے لئے فرش ہے۔ ان سے کہیں کہ ہم تمھارے لئے اندرا گاندھی کی
طرف سے پیغام لائے ہیں، خوشی کا سندیش لائے ہیں۔ ایک اُمید لے کر
اندرا جی کا نمائندہ بن کر آئے ہیں۔ وہ دن چلے گئے جب آپ مفلسی کی
وجہ سے کسی کا منہ تکا کرتے تھے اور آپ کو کوئی ایک پیسہ بھی نہیں
دیتا تھا۔ اندرا گاندھی نے آپ کو منی آرڈر بھیجا ہے، جنھیں آپ نے
حکومت کی باگ ڈور دوبارہ سونپی ہے انھوں نے پہلے آپ کو دل میں
رکھا ہے اور آپ کا خیال کیا ہے۔

چنانچہ میں آپ سب سے درخواست کروں گا کہ اس یوجنا کو عمل
میں لانے کے لئے کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں۔ پد یاترا کریں، ہفتہ منائیں،

جلوس نکالیں۔ وہ جلوس غریب آدمی کی سیوا کے لئے ہونا چاہئے۔ ہمارے جلوس میں اور حزب مخالف کے جلوس میں فرق ہونا چاہئے۔ ہمارا جلوس غریب کی سیوا کے لئے ہے اور حزب مخالف کا غریبوں کے مفاد کے خلاف ہے۔ ہماری یہ کوشش ہوگی کہ ان یوجناؤں کے ذریعہ کسی نااہل اور غلط شخص کو پیسہ نہ ملے۔ بلکہ صرف حقدار تک ہی اس کا حق پہنچے۔

اِندرا گاندھی کی یوجنا:

یہ یوجنا اندرا گاندھی کی یوجنا ہے۔ سنجے گاندھی کے نام پر ہم نے اسے شروع کیا ہے۔ اس کی کامیابی پر ہمیں پورا بھروسہ ہے۔ جو نیک اور اچھے کام کریں گے وہی اس یوجنا کی کمیٹی میں رہیں گے۔ سنجے گاندھی اور اندرا گاندھی پر تنقید کرنے والے اس کمیٹی میں نہیں رہیں گے۔ اس لئے کہ ہم اس یوجنا کو پوری طرح سے کامیاب بنانا چاہتے ہیں۔ میں نے اجلاس میں ایک مرتبہ کہا تھا کہ ہم اتنے گئے گذرے نہیں ہیں کہ جنھوں نے اندراجی اور سنجے گاندھی کا مذاق اڑایا ہے ان سے یہ کہیں کہ اس یوجنا کو زیر عمل لانے میں ہماری مدد کریں۔ لوگوں نے ہمیں کام کرنے کے لئے حکومت سونپی ہے ہم اپنا کام ان لوگوں کی مدد سے پورا کریں گے جن پر ہمیں بھروسہ ہے۔ جنھیں اندرا گاندھی کے پروگرام پر بھروسہ ہے چاہے وہ آزاد خیال کا کیوں نہ ہو۔ اس کی ہم اس کام میں بخوشی مدد لیں گے بشرطیکہ اسے ہمارے پروگرام پر بھروسہ ہونا چاہئے۔

مجھے یقین ہے کہ ہندوستان اور مہاراشٹر کے عوام ہماری تائید کریں گے۔ میں ایک بار پھر آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ غریبوں میں جائیں۔ حزب مخالف نہ تو خود کچھ کرتے ہیں اور نہ ہی ہمیں کچھ کرنے دینا چاہتے ہیں اور یہ رویہ ملک کے لئے مفید نہیں۔ میں ان سے درخواست کروں گا کہ اگر آپ کچھ کر نہیں سکتے تو نہ سہی لیکن کم از کم آپ چپ تو رہیے ہمیں ان لوگوں سے لڑ کر اپنا وقت برباد نہیں کرنا ہے۔ مجھے فکر لاحق ہے کہ ۵ سال کی مدت میں اتنے سارے کام کیسے ہوں گے۔ کام کا پہاڑ پڑا ہے۔ وہ لوگ چاہیں گے کہ آپ کو لڑائیں، اور آپ کا وقت برباد ہو ہمیں ان کے اس داؤ کا شکار نہیں بننا ہے۔ وہ اگر سامنے آتے ہیں تو مسکرا کر ہمیں الگ ہٹنا چاہئے اور آگے بڑھنا چاہئے۔ مجھے یقین ہے کہ جب تک بمبئی اور مہاراشٹر کا عام آدمی آپ کے ساتھ ہے حزب مخالف چاہے جس قدر شور مچائے سب بے اثر ہوگا۔

عام آدمی کی بولی: میری صاف گوئی سے حزب مخالف ناراض ہوگی

وہ کہتے ہیں کہ انتولے نے اب سخت زبان استعمال کرنا شروع کیا ہے۔ میں عام آدمی کی بولی بولتا ہوں۔ جو عام آدمی بولتا ہے وہ میں خوب سمجھتا ہوں اور جو میں بولتا ہوں وہ عام آدمی خوب سمجھتا ہے۔ اب اگر حزب مخالف میری بات سمجھنے سے قاصر ہے تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ جھونپڑوں میں جا کر غریبوں سے پوچھو کہ انتولے کیا کہتا ہے، وہ بتائیں گے کہ انتولے نے جو کہا ہے وہی صحیح ہے۔ انتولے اندرا گاندھی کے، غریبوں کے پروگرام کی بات کرتا ہے اور وہ ہمیں بھاتی ہے۔ کچھ لوگ

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ستارا میں انتولے نے شری یشونت راؤ چوہان پر سخت تنقید کی۔ میں نے جو کچھ بھی کہا وہ ستر اسی ہزار کے مجمع میں کہا، وہ میں نے ستارا کراڈ میں کہا، شریوردھن اور مروڈ میں نہیں کہا۔ اگر وہ میری بات سے ناراض ہوتے تو ستر ہزار کا مجمع مجھے واپس لوٹنے نہیں دیتا۔ ہمیں عوام کے ساتھ مل کر رہنا ہے جب تک وہ ہمارے ساتھ ہیں کوئی فکر کی بات نہیں۔

غریب کا دوست:

میں نے حال ہی میں سولاپور کا دورہ کیا تھا، ہزاروں لاکھوں لوگ جلسے میں آئے تھے۔ کیوں آئے تھے؟ اس لئے نہیں کہ انتولے بڑا آدمی ہے۔ انتولے کو پورا احساس ہے کہ وہ چھوٹا آدمی ہے لیکن وہ پوری طرح جانتا ہے کہ لوگ یہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ انتولے اندرا گاندھی کا پیرو ہے، سپاہی ہے، ان کے پروگرام پر دل سے بھروسہ کرتا ہے اور اسے عمل میں لانے کے لئے دل سے کوشش کرتا ہے۔ مشکل وقتوں میں اس نے اندراجی کا ساتھ دیا ہے۔

اس لئے غریب آدمی مجھ سے ملنے آتا ہے، مجھے سننے آتا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ انتولے، اندرا گاندھی کی تعریف اس لئے نہیں کر رہا ہے کہ وہ وزیر اعلیٰ ہے، وہ تو اس وقت بھی ان کی تعریف کرتا تھا جب ان پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹے تھے۔ مطلب یہ کہ انتولے، اندرا گاندھی کی پالیسی اور پروگرام کو دل سے چاہنے والا آدمی ہے۔ اس لئے وہ غریب کا دوست ہے۔

جنتا اِندراجی کے ساتھ:

لہٰذا میں آپ سے گذارش کروں گا کہ ہمارے اس پروگرام کی آوری میں ہمارا ساتھ دیں۔ یقین کیجئے کہ جب تک میں اندرا گاندھی کے پروگرام کو عمل میں لاتا ہوں اس وقت تک لوگ میرا ساتھ

"سنجے گاندھی نرادھار نوردان یوجنا"
اور سنجے گاندھی سوا روزگار یوجنا کے افتتاح
کے وقت

وزیر اعلیٰ ایک ضعیفہ کو امدادی رقم
دیتے ہوئے۔
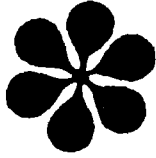
وہ کسی کے ساتھ نہیں ہیں صرف اندرا گاندھی کے ساتھ ہیں۔ گاندھی کے ساتھ ہیں ان کے ساتھ جتنا ہے اور جو اندرا گاندھی کے ساتھ نہیں جتنا ان کے ساتھ نہیں ہے۔

میں آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ جوش و خروش سے اتنی بڑی تعداد میں یہاں آئے ہیں چاہوں گا کہ آپ اپنے محلے میں گھر گھر جا کر لوگوں کو ان یوجناؤں سے واقف کرائیں اور ان کی عمل آوری میں حکومت کی مدد کریں — میں ان دونوں یوجناؤں کا افتتاح کرتا ہوں۔

جے ہند۔ جے مہاراشٹرا

یوتھ فورم

'یوتھ فورم' کا مستقل فیچر کیریر کی رہنمائی کرنے والے اداروں کی سرگرمیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس فیچر میں قوم کی سماجی، معاشی ترقی میں نوجوانوں کے رول پر روشنی ڈالی جاتی ہے قومی پروگرام میں جیسے جہیز مخالف تحریک، صفائی مہم، چھوت چھات کے خاتمے اور تعلیم کے فروغ پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جاتا ہے۔

اپنے مضامین اس پتہ پر مرحمت فرمائیں:
ایڈیٹر 'قومی راج'، نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ، ۱۵ واں منزلہ، مقابل منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

گاؤں، کھیت، کھلیان اور
اردو شاعری

• محمد متین — محلہ قاصد پورہ، ڈاکخانہ اچلپور شہر، ضلع امراؤتی

جس طرح دیہات کی مٹی کی سوندھی سوندھی مہک، دھان کے کھیتوں کی خوشبو، جانوروں کے گلوں میں بجتی گھنٹیوں کی مترنم آواز اور دیہی لوگوں کی زندگی کا البیلا انداز فنی زمانہ اُردو افسانہ نگاروں کی توجہ کا مرکز رہے ہیں اسی طرح دیہاتی زندگی کے رنگارنگ پہلوؤں نے اُردو شاعروں کو بھی ہر دور میں متاثر کیا ہے اور انھوں نے دیہات کے ان رنگارنگ موضوعات پر بڑی خوبصورت نظمیں تخلیق کی ہیں۔

رے مثنوی گو شاعر میر حسن، مثنوی معراج المضامین میں
نے والی دیہاتی عورتوں کی سج دھج کی تصویر سنگھار کی تمام تر
کے ساتھ اس طرح پیش کرتے ہیں کہ اس تصویر کی رنگینی
سات میں لوحِ فلک پر نمودار ہونے والی ست رنگی کمان
دل کو چھو لیتی ہے ؎

غضب ڈھاتی ہے زیور کی سجاوٹ
ہمیلیں، توڑے، چھلے، بچھوے، انوٹ
نمایاں پان کی ہونٹوں پہ سُرخی
وہ اور پاؤں میں ہاتھوں میں مہندی

کے یہاں کچھ مثنویوں میں دیہاتی زندگی کی جھانکیاں اپنے
نگ میں ملتی ہیں ؎

ار چھپّر کہیں چماروں کے ؛ وہ بھی ٹوٹے گرے بچاروں کے
رحلو آگے تو نہیں ہے کچھ ؛ دھندسا اور جو نہیں ہے کچھ
وئی ٹوٹی کوئی حویلی ہے ؛ وہ بھی میداں میں اکیلی ہے

دوگیت تو دیہاتی زندگی کے لئے ایک درپن کی سی حیثیت
ا جس میں اس زندگی کے تمام گنگا جمنی پہلو جلوہ گر ہیں:

گھٹ پر پنیاں بھرن کو آئی ؛ پنہاری
پنگھٹ پر

روپ انوکھا سج دھج نیاری
مدھ بھری انکھیاں ہیں متواری
سُندر مورت پیاری پیاری
پنگھٹ پر . . . . . .

(اختر شیرانی)

بن میں جھولوں پر لہرائے
اودے سُرخ سُنہری آنچل
بجتی پایل ہنستا جھومر
گوری آجا گائیں ملہار

(زبیر رضوی)

پھر ساون من بھاون آیا ؛ آیا مورا بیر
آیا بیرن مورا رے
پھر ساون من بھاون آیا

(میراجی)

برہ اور ملن کی خزاں و بہار سی کیفیات کا ذکر ہو یا برکھا رُت اور بسنت رُت کی سوغات کا تذکرہ، اُردو گیتوں نے ان رنگارنگ موضوعات کی آئینہ داری بڑی خوبصورتی کے ساتھ کی ہے ؎

بھاگ سُہاگ پیا سنگ بھاگو

سب چریاں ہم نوری
سُرکھ چُنریا اُوڑھاؤ نہ سجنی
تن میں آگ لگوری
بن سیّاں دیہہ سُلگت موری

(امانت)

سکھیوں سی چنچل دوپہریں
کھٹّی میٹھی چھاؤں
پِل کی سیٹی بن میں گونجے
چھن سے ٹوٹے گاؤں
بھولی بسری یادیں برسیں دن ہو جائے گیلا
موسم ..... !
موسم چھیل چھبیلا

(ندا فاضلی)

دیواروں کو دیپوں کی ور مالائیں پہنا دو
جن رستوں سے ساجن آئیں اُن پر پھول بچھا دو

(زبیر رضوی)

پانی بھرن کو جاؤں کیسے   چھیڑ کرے گردھاری
کیسر رنگ بھرے گاگر میں   ٹھاڑ لیے پچکاری
پانی بھرن کو جاؤں کیسے !

(مقبول احمد پوری)

کسان کو اپنی زمین اور اپنے جانوروں سے بڑی محبت ہوتی ہے خود بھی مقدور بھر محنت کرتا ہے اور اپنے بیلوں سے بھی خوب کام لیتا ہے تب کہیں فصل لہراتی ہے ؎

دنیا کی ہر دولت ہم سے
کھانے کی ہر نعمت ہم سے
دیتے ہیں جسموں کو طاقت
تیری شکتی میرا بَل !
چل میرے گورے چل چل چل

(عرش ملسیانی)

اِن کے علاوہ حفیظ جالندھری، الطاف مشہدی، سلام مچھلی شہری، قتیل شفائی وغیرہ کے گیتوں میں بھی دیہاتی زندگی اپنا جلوۂ صد رنگ دکھاتی ہے۔

احمد ندیم قاسمی کے یہاں دیہاتی زندگی کی سچی تصویریں نہ صرف [illegible]

زندگی اپنے پورے کھردرے پن اور ساری خوبصورتی کے ساتھ اپنی بہار دکھاتی ہے۔

ان کی نظم "تھپکی" میں ایک کسان عورت اپنے شوہر سے اس طرح مخاطب ہے کہ اس کی نوا میں کپاس کے پھولوں کی سی نرمی بھی ہے اور تپتے ہوئے سُرخ لوہے کی گرمی بھی ؎

میرے بالوں میں سرسوں کے تارے
میرے ہاتھوں میں گندم کے خوشے
میری جھولی میں مکّی کے دانے
میرے دل میں محبت کے توشے
جُھٹپٹے تک ابھی ہاتھ تیرے
ہَل کی ہتھی سے ہٹنے نہ پائیں
مانگ کی طرح سیدھی سیاریں
آڑی لیکوں سے کٹنے نہ پائیں !

میرے پیارے تری انگلیوں نے
کتنے دانوں سے دھرتی سجائی
اور دانوں کو سکّے بنا کر
تیرے مالک نے ڈفلی بجائی

ہائے میں نے یہ کیا کہہ دیا ہے
کوئی سُنتا نہ ہو میرا دولہا
آنسوؤں کی کہانی میں کیسے
چمچمانے لگا سُرخ لوہا

جوش ملیح آبادی نے اپنی نظموں میں دیہاتی زندگی کو لطیف خیالات کی ملائمت اور مترنم الفاظ کی خوبصورت ترتیب کے ساتھ اس چابکدستی سے پیش کیا ہے گویا کسی نے ست رنگے ریشمی دھاگوں میں سچّے موتی پرو کر بیش قیمت مالائیں سجا دی ہوں ؎

کیا دلکشی بیاں ہو گلرنگ جھاڑیوں کی
ترشی ہوئی ہیں راہیں جن میں سے گاڑیوں کی

اِن جھاڑیوں کے اندر میری نظر پڑی ہے
دوشیزہ اِک کمر تک ڈوبی ہوئی کھڑی ہے
سرشار جھاڑیوں کے نغمے سُنا رہی ہے
محرابِ رنگ و بو میں شمعیں جلا رہی ہے

گاؤں، کھیت، کھلیان اور
اردو شاعری

• محمد منین – محلہ قاصد پورہ، ڈاکخانہ اچلپور شہر، ضلع امراؤتی

جس طرح دیہات کی مٹی کی سوندھی سوندھی مہک، دھان کے کھیتوں کی خوشبو، جانوروں کے گاؤں میں بجتی گھنٹیوں کی مترنم آواز اور دیہی لوگوں کی زندگی کا البیلا انداز فی زمانہ اردو افسانہ نگاروں کی توجہ کا مرکز رہے ہیں اسی طرح دیہاتی زندگی کے رنگارنگ پہلوؤں نے اردو شاعروں کو بھی ہر دور میں متاثر کیا ہے اور انھوں نے دیہات کے ان رنگارنگ موضوعات پر بڑی خوبصورت نظمیں تخلیق کی ہیں۔

ہمارے مثنوی گو شاعر میر حسن، مثنوی معراج المضامین میں رہنے والی دیہاتی عورتوں کی سج دھج کی تصویر سنگھار کی تمام تر نن کے ساتھ اس طرح پیش کرتے ہیں کہ اس تصویر کی رنگینی برسات میں لوحِ فلک پر نمودار ہونے والی ست رنگی کمان ح دل کو چھو لیتی ہے ؎

غضب ڈھاتی ہے زیور کی سجاوٹ
ہمیلیں، توڑے، چھلّے، بچھوے، انوٹ
نمایاں پان کی ہونٹوں پہ سرخی
وہاں پاؤں میں ہاتھوں میں مہندی

میر کے یہاں کچھ مثنویوں میں دیہاتی زندگی کی جھانکیاں اپنے رنگ میں ملتی ہیں ؎

چار چھپر کہیں چماروں کے ؛ وہ بھی ٹوٹے گرے بچاروں کے
پھر چلو آگے تو نہیں ہے کچھ ؛ دھندسا اور جو کہیں ہے کچھ
پھوٹی ٹوٹی کوئی حویلی ہے ؛ وہ بھی میداں میں اکیلی ہے

اردو گیت تو دیہاتی زندگی کے لئے ایک درپن کی سی حیثیت رکھتے ہیں جس میں اس زندگی کے تمام گنگا جمنی پہلو جلوہ گر ہیں:

پنگھٹ پر پنیاں بھرن کو آئی
پنہاری
پنگھٹ پر

روپ انوکھا سج دھج نیاری
مدھ بھری انکھیاں ہیں متواری
سندر مورت پیاری پیاری
پنگھٹ پر ... .

(اختر شیرانی)

بن میں جھولوں پر لہرائے
اوڑھے سرخ سنہری آنچل
بجتی پایل ہنستا جھومر
گوری آجا گائیں ملہار

(زبیر رضوی)

پھر ساون من بھاون آیا   آیا مورا بیر
آیا بیرن مورا رے
پھر ساون من بھاون آیا

(میراجی)

برہ اور ملن کی خزاں و بہار سی کیفیات کا ذکر ہو یا برکھا رُت اور بسنت رُت کی سوغات کا تذکرہ، اردو گیتوں نے ان رنگارنگ موضوعات کی آئینہ داری بڑی خوبصورتی کے ساتھ کی ہے ؎

بھاگ سہاگ پیا سنگ بھاگو

سب چنریاں ہم توری
سُرکھ چُنریا اُدرھاؤ نہ سجنی
تن میں آگ لگوری
بن سَیّاں دیہد سُلگت موری

(امانت)

سکھیوں سی چنچل دوپہریں
کھٹّی میٹھی چھاؤں
ریل کی سیٹی بن میں گونجے
چھن سے ٹوٹے گاؤں
بھولی بسری یادیں برسیں دن ہوجائے گیلا
موسم ..... !
موسم چھیل چھبیلا

(ندا فاضلی)

دیواروں کو دیپوں کی وَر مالائیں پہنا دو
جن رستوں سے ساجن آئیں اُن پر پھول بچھا دو

(زبیر رضوی)

پانی بھرن کو جاؤں کیسے　　چھیڑ کرے گردھاری
کیسر رنگ بھرے گاگر میں　　ٹھاڑ لیے پچکاری
پانی بھرن کو جاؤں کیسے !

(مقبول احمد پوری)

کسان کو اپنی زمین اور اپنے جانوروں سے بڑی محبت ہوتی ہے وہ خود بھی مقدور بھر محنت کرتا ہے اور اپنے بیلوں سے بھی خوب کام لیتا ہے تب کہیں فصل لہراتی ہے ؎

دنیا کی ہر دولت ہم سے
کھانے کی ہر نعمت ہم سے
دیتے ہیں جسموں کو طاقت
تیری شکتی میرا بَل !
چل میرے گورے چل چل چل

(عرش ملسیانی)

اِن کے علاوہ حفیظ جالندھری ، الطاف مشہدی ، سلام مچھلی شہری ، قتیل شفائی وغیرہ کے گیتوں میں بھی دیہاتی زندگی اپنا جلوۂ صد رنگ دکھاتی ہے۔

احمد ندیم قاسمی کے یہاں دیہاتی زندگی کی سچی تصویریں نہ صرف ان کے افسانوں میں [illegible] زندگی اپنے پورے کھردرے پن اور ساری خوبصورتی کے ساتھ اپنی بہار دکھاتی ہے۔

ان کی نظم "تھپکی" میں ایک کسان عورت اپنے شوہر سے اس طرح مخاطب ہے کہ اس کی ندا میں کپاس کے پھولوں کی سی نرمی بھی ہے اور تپتے ہوئے سُرخ لوہے کی گرمی بھی ؎

میرے بالوں میں سرسوں کے تارے
میرے ہاتھوں میں گندم کے خوشے
میری جھولی میں مکّی کے دانے
میرے دل میں محبت کے توشے
جھٹپٹے تک ابھی ہاتھ تیرے
ہَل کی ہتھی سے ہٹنے نہ پائیں
مانگ کی طرح سیدھی سیاریں
آڑی لیکوں سے کٹنے نہ پائیں !
میرے پیارے تری انگلیوں نے
کتنے دانوں سے دھرتی سجائی
اور دانوں کو سِکّے بنا کر
تیرے مالک نے ڈفلی بجائی
ہائے میں نے یہ کیا کہہ دیا ہے
کوئی سُنتا نہ ہو میرا دوہا
آنسوؤں کی کہانی میں کیسے
جھنجھنانے لگا سُرخ لوہا

جوشؔ ملیح آبادی نے اپنی نظموں میں دیہاتی زندگی کو لطیف خیالات کی ملائمت اور مترنم الفاظ کی خوبصورت ترتیب کے ساتھ اس چابکدستی سے پیش کیا ہے گویا کسی نے ست رنگے ریشمی دھاگوں میں سچے موتی پرو کر بیش قیمت مالائیں سجادی ہوں ؎

کیا دلکشی بیاں ہو گلرنگ جھاڑیوں کی
ترشی ہوئی ہیں راہیں جن میں سے گاڑیوں کی
اِن جھاڑیوں کے اندر میری نظر پڑی ہے
دوشیزہ اِک گلرنگ ڈوبی ہوئی کھڑی ہے
سرشار جھاڑیوں کے نغمے سُنا رہی ہے
محرابِ رنگ و بُو میں شمعیں جلا رہی ہے

ٹیکا نہیں جبیں پہ نیلم جڑا ہوا ہے
اِک ہار سا گلے میں ترچھا پڑا ہوا ہے
(رُوحِ شام)

جوش کے یہاں موضوعات میں بڑا تنوع پایا جاتا ہے۔ ان کی طویل نظم "کسان" میں اس کے رفیق 'ہل' کی مکمل تعریف ہے ؎

کون ہل، ظلمت شکن قندیلِ بزمِ آب و گِل
قصرِ گلشن کا دریچہ سینۂ گیتی کا دل
خوش نما شہروں کا بانی رازِ فطرت کا سُراغ
خاندانی تیغِ جوہردار کا چشم و چراغ
دھار پر جس کی چمن پرور شگوفوں کا نظام
شامِ زیرِ ارض کو صبحِ درخشاں کا پیام
ڈوبتا ہے خاک میں جو روح دوڑاتا ہوا
مضمحل ذرّوں کی موسیقی کو چونکاتا ہوا
جس کے چھو جاتے ہی مثلِ نازنین مہ جبیں
کروٹوں پر کروٹیں لیتی ہے لیلائے زمیں
پردہ ہائے خاک ہو جاتے ہیں جس سے چاک چاک
مُسکرا کر اپنی چادر کو ہٹا دیتی ہے خاک
جس کی تابش میں درخشانی ہلالِ عید کی
خاک کے مایوس مطلع پر کرن اُمید کی
جس کا مَس خاشاک میں بنتا ہے اِک چادر حسین
جس کا لوہا مان کر سونا اُگلتی ہے زمین

جوش کے لہجے میں گھن گرج ضرور ہے لیکن یہ وہ گھن گرج میں ہے جو سنگلاخ چٹانوں کے باہمی ٹکراؤ سے پیدا ہو کر سماعت کو متزلزل کرتی ہے بلکہ یہ گھن گرج شدید ترین ساسات کی وادی سے نکل کر لطیف خیالات اور مترنم الفاظ ں موسیقی سے ہم آہنگ ہو جاتی ہے۔ جوش کی شاعری کا یہ ایک م وصف ہے کہ ان کے یہاں گہرے گرم رنگ آنکھوں میں بھتے نہیں ہیں بلکہ قوسِ قزح کے رنگوں کی طرح بھلے لگتے ہیں۔
نظم "گرمی اور دیہاتی بازار" کے کینوس پر جوش نے گاؤں ں تپتی دوپہر میں بازار کی چہل پہل اور سرگرمیوں کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے ؎

دوپہر، بازار کا دن گاؤں کی خلقت کا شور
خون کی پیاسی شعاعیں روح فرسا لُو کا زور
آگ کی رو کاروبارِ زندگی کا پیچ و تاب
تُند شعلے، سرخ ذرے، گرم جھونکے، آفتاب
شور، ہلچل، غلغلہ، ہیجان، لُو، گرمی، غبار
بیل، گھوڑے، بکریاں، بھیڑیں قطار اندر قطار
مکھیوں کی بھنبھناہٹ، گڑ کی بو، مرچوں کی دھانس
خربزے، آلو، کھلی، گیہوں، کدو، تربوز، گھانس
دھوپ کی شدّت، ہوا کی یورشیں، گرمی کی رَو
کملیوں پر سرخ چاول ٹاٹ کے ٹکڑوں پہ جَو
گرم ذرّوں کے شدائد، جھکڑوں کی سختیاں
جھکڑوں میں کھانستے بوڑھوں کی چلموں کا دھواں
ماؤں کے کاندھوں پہ بچے گردنیں ڈالے ہوئے
بھوک کی آنکھوں کے تارے پیاس کے پالے ہوئے
سر پہ کافر دھوپ جیسے رُوح پر عکسِ گناہ
تیز کرنیں جیسے بوڑھے سود خوروں کی نگاہ

کھُردرے ہاتھوں سے سنورنے والی دیہاتی زندگی کا ہمارے ترقی پسند شاعر سردار جعفری نے اس خوبصورتی اور سادگی کے ساتھ نقشہ کھینچا ہے کہ لگتا ہے یہ نظم نہیں کسی مصوّر کا ایک حسین شاہکار ہے ؎

یہ سیدھے سادے غریب انسان نیکیوں کے مجسّمے ہیں
یہ خلقتوں کے خدا یہ تخلیق کے پیمبر
جو اپنے ہاتھوں کے کھُردرے پن سے زندگی کو سنوارتے ہیں
لوہار کے گھن کے نیچے لوہے کی شکل تبدیل ہو رہی ہے
کمہار کا چاک چل رہا ہے
صراحیاں رقص کر رہی ہیں
سفید آٹا سیاہ چکی سے راگ بن کر نکل رہا ہے
سُنہرے چولہوں میں آگ کے پھول کھِل رہے ہیں
پتیلیاں گنگنا رہی ہیں
دھوئیں سے کالے توے بھی چنگاریوں کے ہونٹوں سے ہنس رہے ہیں
دوپٹے آنگن میں ڈوریوں پر ٹنگے ہوئے ہیں
اور ان کے آنچل سے دھانی بوندیں ٹپک رہی ہیں
سُنہری پگڈنڈیوں کے دل پر

سیاہ لہنگوں کی سرخ گوٹیں مچل رہی ہیں

آج اکثر لوگ دیہاتوں کی مٹی سے اپنا رشتہ توڑ کر جگمگاتے شہروں میں جا جا کر بس رہے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ وہ گاؤں کی زندگی سے بیزار ہو چکے ہیں بلکہ یہ لوگ محض اپنے پیٹ کی خاطر، دو وقت کی روٹی کی خاطر اپنی زمین، اپنا گاؤں اپنا گھر آنگن چھوڑنے کے لئے مجبور ہیں۔ معاشی زبوں حالی کے اس المناک پہلو کو دیکھ کر علامہ اقبال نے اپنی برہمی کا اظہار یوں کیا تھا

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

درحقیقت آج کے مشینی دور میں بھی دیہاتی زندگی کے حسنِ سادگی پن کی کشش کم نہیں ہوئی ہے ؎

تمہارا شہر کیا اس کا بدل دے پائے گا ہم کو!
ہم اپنے گاؤں کی گلیوں میں ساون چھوڑ آئے ہیں
(والی آسی)

گاؤں کا سونا چھو کر دیکھوں پھر سے
ہونٹوں کے دو پھول چرا کر آجاؤں
(عبدالرحیم نشتر)

ان کے آنے کی تاریخ
دنگل تھا جب گاؤں میں
(ندا فاضلی)

گو کہ بڑھتا چلا ہے نیا آدمی
لوٹنا چاہتا ہے نیا آدمی
(متین اچلپوری)

شہر کے دھواں دھواں اور پرشور ماحول میں نیا آدمی حبس دم ہے۔ شہر کی ٹھوکروں اور تلخ تجربات نے اسے اندر سے نڈھال کر دیا ہے اس کے لبوں پہ جو تبسم ہے وہ مشینی ہے۔ وہ اس مشینی ماحول کی گھٹن سے نکل کر صاف ستھری کھلی فضا میں اطمینان سے بیٹھ کر گہری گہری سانسیں لینا چاہتا ہے۔ وہ محض عمر کاٹنا نہیں چاہتا بلکہ زندگی جینا چاہتا ہے، بھرپور اور شاداب زندگی!

اسی لئے شہر کی ٹھوکروں کا نشانہ بن کر اندر سے ٹوٹا ہوا گاؤں کا بیٹا جب واپس لوٹتا ہے تو اس کی مسرت اور اطمینان کا عالم ہی کچھ اور ہوتا ہے:

جس سے بس اپنی گزری ابھی
آخری پل تھا وہ
اب

مرا گاؤں نزدیک ہے
بیٹھ کر آج چوپال میں
شہر کی تلخیوں کی ہر اک داستاں
گاؤں کے دوستوں کو سناؤں گا میں
آج سوتے میں بھی مسکراؤں گا میں
(متین اچلپوری)

متین کی شاعری میں بقول حیدر بیابانی "گاؤں کی مٹی کی سوندھی باس، دھان کے کھیتوں کی تازگی بخش ہریالی، تحفتاً دیئے ہوئے رومال کی محبت آمیز خوشبو اور گوری کی پائلوں کے ڈر لئے جیسے البیلے انداز کے بیانات دلچسپ اور سحر انگیز پہلو لئے ہوئے ہیں جنھیں سن کر اور پڑھ کر دل فرصت کے وہی رات دن ڈھونڈنے لگتا ہے جہاں بیٹھے بیٹھے صرف تصورِ جاناں ہی کیا جائے ؎

مرا یہ ریشمی رومال لے جاؤ
یہ خوشبوؤں بسا رومال جس کا رنگ دھانی ہے
تمہارے شہر میں مہکا کرے گا دھان کے اک کھیت کی صورت!

مرا یہ ریشمی رومال لے جاؤ
ملائم ریشمی رومال جس کا رنگ دھانی ہے
مرے معصوم سے جذبات کی یہ فصل ہے گویا
رچی ہے اس کے دھانی رنگ میں تھی مری بے پایاں الفت کی
بڑی بے مہر شہروں کی ہوائیں ہیں
جلن ہونے لگے آنکھوں میں جب بھی ان ہواؤں سے
اسے آنکھوں پہ رکھ لینا ......
مرے ہمدم!
سنبھالے رکھنا میری اس نشانی کو
(ریشمی رومال)

"گھر آنگن" مرحوم جاں نثار اختر کا گلدستۂ رباعیات ہے۔ کے دیباچے میں کرشن چندر نے لکھا کہ "شاعر اپنے کھوئے ہوئے گھر کی میں ہے وہ کنکریٹ کے کڑے حصاروں میں اپنے آنگن کی سوندھی کو ڈھونڈتا ہے اور شہر کی سڑکوں پر اپنے گاؤں کی گلیوں کے موڑ کرتا ہے ؎

جاتے ہوئے وہ پیار سے کہنا میرا
ہر رات تو سپنوں میں نظر آئے گی

اور اس کا بڑے ناز سے اتنا کہنا
کہ میرے بنا نیند کبھی آ جائے گی؟
چولھے پہ پکاتے ہوئے روٹی، ایکبار
چھکا لگا تو پڑ گئے ہیں چھالے
پھر بھی انہی ہاتھوں سے وہ کپڑے دھوئے
اور خود ہی نچوڑ، الگنی پہ ڈالے

اُدھر ساجن شہر کی پُرشور سڑکوں پر اپنے گاؤں کے موڑ یاد کرتے ہیں اور اِدھر گھنگھور گھٹاؤں والا موسم ہے اور برہن اپنے پیا کی راہ میں آنکھیں بچھائے بیٹھی ہے ؎

گھر آئی ہیں گھومتی گھٹائیں گھنگھور
آنگن میں مچا رہی ہے پُروائی شور
اب لوٹ کے آ جاؤ کہ دن گن گن کے
ساجن! مری اُنگلیوں کے دُکھنے لگے پور

محشر عنایتی کی رباعیات کا مجموعہ "دیہات رس" کے نام سے شائع ہوا ہے ان رباعیوں میں گاؤں کی گوری کے احساسات اور مصروفیات کا ذکر ملتا ہے ؎

جاگے تو قیامت سی جگاتی جائے
چپکے سے تو گنگناتی جائے
بادل کی گرج میں جیسے دھیرے دھیرے
جوگن کوئی بانسری بجاتی جائے

اسی طرح بدیع الزماں خاور نے اپنے مجموعۂ کلام کا نام 'امرائی' رکھا ہے۔ ان کے اس مجموعۂ کلام میں آموں کے بور کی مہک جیسی دلنواز کیفیت رکھنے والی پیاری پیاری نظمیں جا بجا ملتی ہیں مثلاً "امرائی"، "آرزو"، 'گڈریا' اور 'کھلونوں کا شہزادہ' وغیرہ:

جس کو چھوتی ہوئی بہنے والی ندی گنگنایا کرے چاندنی رات میں
جس کے اطراف کی خوشنما وادیاں سبزہ زاروں سے ڈھک جائیں برسات میں
گھر ہو کوکن کے اک ایسے دیہات میں
گرمیوں کے حسیں ساز پر کوئلیں گیت امرائیوں کے سنایا کریں
بیل گاڑی کے دامن میں اُڑتے ہوئے شہر سے میرے احباب آیا کریں
گاؤں میں جشنِ غالب منایا کریں

(آرزو)

سلیمان خطیب نے دیہاتی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اپنا موضوعِ سخن بنایا اور اس زندگی کی ایسی سچی تصویریں دکھائی ہیں کہ یہ تصویریں سانس لیتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں ؎

میں کنواری چھوریاں کی ایک لمبی سانس ہوں
دودلاں میں چبھنے والی ایک ننگی پھانس ہوں
ہاتھ میں جنگل کے ہوں تقدیر کی ٹیڑھی لکیر
کچا پکا وعدہ ہوں میں مٹتی مٹتی آس ہوں

(پگڈنڈی)

پانی نھاٹے، میں بھی نھاٹوں
مڑی مڑی کو امرت بانٹوں
چاند کے سر کی کھرپی لے کو
دھان کی بالی ہلّو کاٹوں
مِٹّھا مِٹّھا موٹ کا پانی
موٹ چلاتوں ہلّو ہلّو!

(موٹ کا پانی)

سلیمان خطیب! جن کے طلوع ہوتے ہوئے سورج کی د
کے سے نرم گرم لہجے میں ہریالی کے لمس کی سی ملائمت اور شگفتگی
اور حدِّ نگاہ تک پھیلے ہوئے اونچے پربت کا سا بلند حوصلہ بھی
چلّو کھیتاں ہمے بلاتے ہیں.....

میں پسینے کے ہیرے بیروں گا
تو بھی موتیاں کے کھیتاں کاٹے گی
پھر بجائے گا تالیاں پیپل
اپنی گھرسی میں مجھمی ناچے گی

نوّے سورج کے سنگ چلنا ہے
کالے راتاں کو بھولنا اچھّا
اپنی محنت کا ٹکڑا کھانے کو
پھٹّی کمبل میں ڈولنا اچھا
ابھی کھیتاں مرے سلامت ہے
ابھی رَسٹے میں میرے طاقت ہے

"نوّے سورج کے سنگ" قدم سے قدم ملا کر چلنے کی با
اس حوصلے کے ساتھ کرتا ہے کہ دل میں خوابیدہ اُمنگیں انگڑا
لگتی ہیں ؎

کاٹو کھیتاں کاٹو رے
گھر گھر روٹی باٹو رے ...

(باقی صفحہ ۴۴ پر)

• ڈاکٹر نایاب لکھنوی
۲۴۸/ ۷ویں گلی، نیاپورہ، مالیگاؤں
(ناسک)

آنجہانی پنڈت جواہر لال نہرو کی

یاد میں

گوہرِ بے بہا

مشرق و مغرب میں ہے شُہرت جواہر لال کی
ہے دِلوں میں آج بھی عظمت جواہر لال کی!

نام اس کا ہے امر بھارت کی آزادی کے ساتھ
کام آئی سعئ حُرّیت جواہر لال کی!!!

داخلِ زنداں رہا برسوں وطن کے واسطے
زینتِ تاریخ ہے ہمّت جواہر لال کی

رہنما اقوامِ عالم کے تھے اُس کے معترف
تھی مُسلّم دانش و حِکمت جواہر لال کی

وہ سیاست کے خزانے میں تھا دُرِّ بے بہا
کوئی دے سکتا نہ تھا قیمت جواہر لال کی

اُس کے ذہن و فِکر کی باپُو نے کی تھی تربیت
جگمگاتی کیوں نہ پھر فِطرت جواہر لال کی

اُس کے سینے میں نہاں سارے جہاں کا درد تھا
بے کراں تھی اس لئے وسعت جواہر لال کی

ہیچ تھا اس کی نظر میں دبدبہ انگریز کا
شخصیت تھی جیسے اِک ہیبت جواہر لال کی

پیار دنیا بھر کے بچّوں سے کیا بے امتیاز
کِس قدر معصوم تھی سیرت جواہر لال کی

گلشنِ عالم میں تھا دل کش وہ مانندِ گلاب
بھا گئی ہر ایک کو رنگت جواہر لال کی

نعرۂ آزادئ کامل کیا اس نے بلند
پا گئے نایاب ہم دولت جواہر لال کی

قطعاتِ عید

• بہار صدیقی بدایونی
سینیئر اے . ٹی . او، ویسٹرن ریلوے
کوٹہ جنکشن، راجستھان
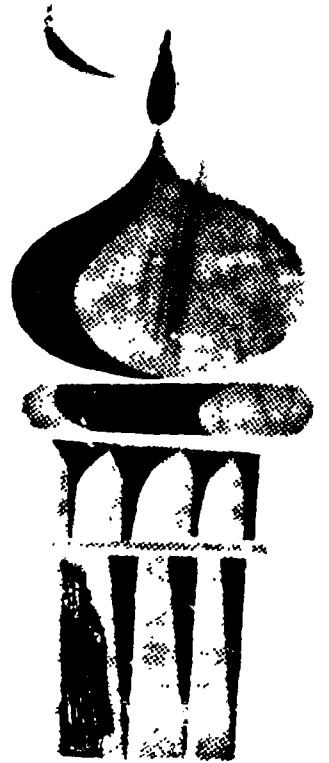
تو ہے پیغام ہر مسرت کا
راحتِ دل پیام تیرا ہے
تجھ کو معلوم کیا ہلالِ عید
عید افکار و غم کا ڈیرا ہے

چھائی ہے ہولناک تاریکی
ابرِ غم کس قدر گھنیرا ہے
حاملِ یاس و غم ہے صبحِ طرب
یہ مری عید کا سویرا ہے

تم ہلالِ عید بن کر آسکو
کاش پوری دل کی یہ اُمید ہو
آشنائے غم ہے ورنہ ہر خوشی
تم جو آجاؤ تو اپنی عید ہو

اب تصور میں بات کرتے ہیں
ہائے یہ بیکسوں کی مجبوری
شاق گزری ہے کس قدر ہم پر
عید پر اقربا کی یہ دوری

سر جھکائے اداس بیٹھی ہے
شاخ پر مضطرب سی اِک بلبل
عید پر فرقتِ چمن میں بہار
چاک داماں ہے ہر کلی ہر گل

ماضی کا ورق میرے اُلٹتا اے کاش
یہ وقت مسرت ہی میں کٹتا اے کاش
احباب و اعزہ وہ وطن کی عیدیں
گزرا ہوا ہر لمحہ پلٹتا اے کاش

دل میں وہی راحت کا خزانہ ہوتا
وہ شامِ وطن وقت سہانا ہوتا
ہمراہ اقارب کے مناتے ہم عید
اے کاش وہی گزرا زمانہ ہوتا

وار
وشنی
کا

★ مسہدی پرتاپگڈھی
پرتاپ گڈھ (یوپی)

ہر در و بام پر چراغاں ہے
ہر روش رو کشِ بہاراں ہے
اک اک لمحہ کیف ساماں ہے
محل کیا جھونپڑی بھی خنداں ہے
کتنی سرشار ہے فضائے چمن
جگمگاتا ہے آج سارا وطن

ہے سیاہی پہ روشنی غالب
غم کے لمحوں پر ہے خوشی غالب
دشمنی پر ہے دوستی غالب
بے دلی پر ہے زندگی غالب
ایسے لمحوں کو جاوداں کر لیں
جذبۂ زندگی جواں کر لیں !

بھول کر زندگی کا ہر آزار!
توڑ کر درد و غم کے سارے حصار
روشنی کا منائیں ہم تہوار!
دھوئیں نفرت کی تیرگی کا غبار
ذہن و دل کی مٹائیں تاریکی !
تاکہ چہروں پہ آئے برنائی !

ہر طرف نور، ہر طرف خوشبو
اپنی دھرتی جگائے ہے جادو
ہر طرف ہے مسرتوں کی نمو،
انگنت دیپ، انگنت جگنو
منظرِ زندگی ہے قابلِ دید!
کاش کہ ہو امر یہ روزِ سعید

۲۵ اکتوبر ۱۹۸۰ء

• منشاء الرحمٰن منشاء
۱۱۔ اسٹار کی ٹاؤن ۔ ناگپور ۲

کتنا رنگین کتنا سُندر جلوہ ہے دیوالی کا
جس کو دیکھو جان و دل سے شیدا ہے دیوالی کا

جیون میں جو پھیلتا ہے اس سے ظاہر ہوتی ہے
کوچہ کوچہ ہنگامہ سا برپا ہے دیوالی کا

ہر اک اپنے اپنے طور سے اس کو منانے میں ہے مگن
آنگن آنگن محفل محفل چرچا ہے دیوالی کا

سچ تو یہ ہے سچائی کی وجے کا یہ ہے اک تیوہار
تہواروں میں تبھی تو اونچا رُتبہ ہے دیوالی کا

جگ مگ جھلمل دیپ کی اوٹ میں ہنستے گاتے چہرے
کوئی دیکھے منظر کیسا پیارا ہے دیوالی کا!

یوں تو باغوں میں بھی بہاریں رنگ دکھاتی ہیں لیکن
سب سے انوکھا سب سے نرالا نقشہ ہے دیوالی کا

دِل کی گہرائی سے منشاؔ نے جو کہے ہیں یہ اشعار
مِتروں کی خدمت میں یہ اک تحفہ ہے دیوالی کا

نومی راج

• محمد عثمان اوجؔ اعظمی
چریاکوٹ،
اعظم گڑھ (یو۔پی)

فکرِ بہزاد کبھی جذبۂ مانی ہو جا!
سنگ تکتے جسم میں شیشے کی جوانی ہو جا

آگ کے سامنے بہتا ہوا پانی ہو جا
ہر زلیخا کے لئے یوسفِ ثانی ہو جا

خون کے رنگ پہ مہندی کا گماں گذرے ہے
ضبط کی آنکھ سے اشکوں کی روانی ہو جا

اے مرے شعر تو آئینہ حالات نہ بن
چلتی پھرتی کسی مہوش کی کہانی ہو جا

زہرِ غم چاٹ کہ ہر دور میں جینا ہے تجھے
زندگانی کی تمنا ہے تو فانی ہو جا!

دوستوں سے جو کبھی دادِ وفا لینی ہو
آپ ہی اپنے لئے دشمنِ جانی ہو جا

اس سے پہلے کہ تجھے اوجؔ مٹائے کوئی
جادۂ منزلِ مقصد کی نشانی ہو جا

غزلیں

ار انجم
ہ، مومنا واڑ، سورت (گجرات)

درد ہے تنہائی کی تنہائی ہے
مجھ کو یہ کس موڑ پہ لے آئی ہے

کیسی خوشیوں نے مری آج سزا پائی ہے
دھوپ غم کی مرے آنگن میں اتر آئی ہے

ہی بار تمھیں مل کے یہ محسوس ہوا
سے جیسے مری برسوں کی شناسائی ہے

اُس طرف شہر میں پھر آگ لگی ہے شاید
کچھ خبر ایسی دھواں بن کے ہوا لائی ہے

فریبوں سے نکل پائیں گے کیسے اپنے؟
طرف اپنی اَنا کی ہی کوئی کھائی ہے

کل جسے دیکھ کے ہوتا تھا بہاروں کا گماں
اُسی چہرہ پہ سیہ پرت سی اِک چھائی ہے

ہم مُردہ سے کسی گوشۂ دل میں انجم
آرزوئیں جلا کر آگ سی دہکائی ہے

*

• سُبحان انجم
حق منزل، جونا فائل،
کھام گاؤں (مہاراشٹر)

کتنا ہمدرد ہے خوابوں سے جگانے والا
میرے بنتے ہوئے نقشوں کو مٹانے والا

زندگی زخم نہ دے پھر کوئی انعام نہ دے
اب نہیں کوئی مرا بوجھ اُٹھانے والا

دل شکن بات پہ ہر کوئی بچھڑ جائے گا
کتنی اُلجھن میں ہے رشتوں کو نبھانے والا

اپنی پہچان کو ترسے گا ہمارا چہرہ
اور جھنجلائے گا آئینہ دکھانیوالا

مصلحت جیسے زباں بند کئے دیتی ہے
رُک گیا ہے ترا پیغام سُنانیوالا

آئینہ بن کے مرے سامنے آیا ہے مگر
ٹوٹ جائے نہ کہیں عکس دکھانے والا

میرے ہر راز کو پھیلائے گا محفل محفل
اپنے احباب کے حالات سُنانے والا

وہ بھی محفوظ نہیں کانچ کے گھر میں انجم
میری گرتی ہوئی دیوار گرانے والا!

• عبدالسلام اظہر مالیگانوی
نزد مدرسۂ ملت، رسول پورہ
مالیگاؤں (ناسک)

احساس کا وہ بوجھ ہے ننھی سی جان پر
ہو جائے ریزہ ریزہ جو رکھ دوں چٹان پر

الفاظ گم دعاؤں کے، اور ذہن منتشر
اپنا لہو اچھالئے اب آسمان پر

ننگی حقیقتوں کا جزیرہ دکھاؤں گا
زحمت نہ ہو تو آیئے میرے مکان پر

اِک چھت کے نیچے رہ کے بھی اک دوسرے کا خوف
آسیب کا ہے سایہ مرے خاندان پر

اب وحشتوں کو دعوتِ شبخوں نہ دیجیئے
ابرِ لہو برس چکا شہرِ امان پر

اظہار کے وہ زاویئے ذہنوں کو بخش دے
روحوں کی چیخ کو جو اُبھارے زبان پر

اظہر بصیرتوں کے پروں سے اُڑا ہوں میں
حیرت ہے کیوں زمین کو میری اُڑان پر

۲۵ اکتوبر ۱۹۸۰ء

بے گھروں کیلئے گھر

بیس نکاتی پروگرام کے تحت ریاستی حکومت نے عوام کی بہبود کے لئے جو سماجی و معاشی اقدامات کئے ہیں ان میں سب سے اہم اقدام بے گھر اور بے زمین افراد کو گھروں کے لئے جگہ کی فراہمی اور ان جگہوں پر بہتر گھروں کی تعمیر ہے۔ ۱۹۷۵ء سے اقل ترین ضروریات پروگرام کے تحت حکومت اس اسکیم پر عمل کر رہی ہے۔

تعمیری اخراجات کی حد میں اضافہ :

ابتداء میں ایک جھونپڑے کی تعمیر پر خرچ کی جانے والی رقم ۱۵۰ روپے متعین کی گئی تھی۔ بعد ازاں بے زمین مزدوروں اور محنت کشوں کے حق میں اس سکیم کو مزید مؤثر بنانے کے لئے وقتاً فوقتاً اس رقم میں اضافہ ہوتا رہا۔ سنہ ۱۹۸۰ء سے حکومت نے اس رقم کو ۱,۵۰۰ روپے سے بڑھا کر ۲,۰۰۰ روپے کیا ہے۔ اس میں ۳۰۰ روپیہ ضمانت روزگار اسکیم کے تحت شامل کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ پہلے سے تعمیر شدہ جھونپڑے جن کی لاگت ۷۵۰ روپے فی جھونپڑہ سے زیادہ نہ آئی ہو اور جو یا تو گر گئے ہوں یا خستہ حالت میں ہوں ان جھونپڑوں کو بھی ۲,۰۰۰ روپے تک امداد دینے کا حکومت نے فیصلہ کیا ہے۔ حکومت کے اس فیصلے کے تحت ۲۵,۵۵۶ جھونپڑے از سر نو تعمیر کئے جائیں گے اور خستہ حال جھونپڑوں کی مرمت کی جائیگی۔

اس اسکیم کے تحت کل ۴,۸۵,۲۵۳ بے زمین مزدوروں کو جھونپڑوں کی فراہمی کے لئے مستحق قرار دیا گیا تھا۔ ان میں سے ۳,۸۴,۸۹۰ کو اگست ۱۹۸۰ء کے اواخر تک جگہ فراہم کی جا چکی ہے۔

مارچ ۱۹۸۰ء تک تقریباً ۳,۶۰,۲۰۴ جھونپڑے تعمیر کئے جا چکے ہیں مزید ۱,۰۰,۵۴ جھونپڑے زیر تعمیر ہیں۔

اس اسکیم کو 'سی' درجہ کے میونسپل قصبات تک جن کی آبادی ۱۵,۰۰۰ ہے، وسعت دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں ۱۲,۲۹۴ مستحق افراد کو نہ صرف مکان کے لئے جگہ دی جائے گی بلکہ انھیں جھونپڑے بھی بنا دیئے جائیں گے۔

اس طرح ۸۳-۱۹۸۲ء کے اختتام تک ۱,۶۱,۷۴۲ جھونپڑے تعمیر کئے جائیں گے اس کے علاوہ ۱,۱۱,۶۴ بے زمین مزدوروں ۱۵,۰۰۰ تک آبادی والے 'سی' درجہ میونسپل علاقہ کے مزدوروں کو مکانات کے لئے جگہ فراہم کرنا ہے۔

تین سالوں میں تکمیل :

حکومت نے جھونپڑوں کی تعمیر جس پر اخراجات کا اندازہ ۲۹ کروڑ روپیہ ہے۔ ۸۳-۱۹۸۲ء تک مکمل کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس سلسلہ میں جاریہ مالی سال ۵۳,۸۰۰ جھونپڑوں کی تعمیر کے لئے ۹.۴۶ کروڑ روپیہ مختص کیا گیا باقی ماندہ سالوں میں ۱,۰۷,۹۴۳ جھونپڑے تعمیر کئے جائیں گے

بہتر اور معیاری :

مذکورہ اسکیم کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ جھونپڑے بنانے کی غرض سے ایک خصوصی معیار اپنایا گیا ہے۔ نئے جھونپڑے ایسے ہوں گے کہ نہ صرف خوبصورت ہوں گے بلکہ مضبوط بھی ہوں گے۔ مکانات کی تعمیر کے ساتھ ساتھ گھروں کے احاطے میں شجر کاری پروگرام بھی زیر عمل لایا جا رہا ہے۔

امدادی ذریعۂ معاش :

جھونپڑوں میں پینے کا پانی مہیا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس اسکیم کو ترقیاتی ادارہ برائے چھوٹے کسان کے ساتھ جوڑنے کی بھی کوشش کی جا رہی ہے جس کے تحت مکینوں کو امدادی ذریعۂ معاش کے طور پر دودھ دینے والی گائیں بھی دی جائیں گی

قومی راج

۲۵ راکتوبر ۱۹۸۰ء

دستور غریبوں کی بہتری کا ترجمان ہونا چاہئے
قانون دانوں سے وزیر اعلیٰ شری اے۔ آر انتولے کا خطاب

وزیر اعلیٰ شری اے آر انتولے نے ۵ [illegible] کو کمیٹی میں وکلاء کے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہندوستان میں نہ تو پارلیمانی طرز کی جمہوریت ہے اور نہ ہی صدارتی جمہوریت، اور ہنوز ان دونوں ہی کی خامیاں ہمیں درپیش ہیں۔ اگر ہمارے ملک میں جمہوریت کو باقی رکھنا ہے تو یہی وقت ہے کہ ماہرین قانون اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کریں اور اس ناموافق صورت حال کی اصلاح کی مخلصانہ کوشش کریں۔

انہوں نے مزید فرمایا کہ دستور کو غریبوں کی ترجمانی کرنا چاہیئے [illegible] عدالتوں اور وکلاء کو بھی یہی نکتہ نظر اختیار کرنا چاہئے [illegible] کے ۷۰ فیصد غریب عوام مایوس، پریشان اور [illegible] ہماری جمہوریت ہی خطرہ میں پڑ جائے گی۔ ہمیں [illegible] جمہوریت اپنانی چاہیئے جو یا تو کلی طور پر پارلیمانی ہو یا [illegible]

[illegible] قانون دانوں سے درخواست کی [illegible]

[illegible]

[illegible] شری اے [illegible] ایم۔ ایل۔ اے [illegible]

[illegible] اعلیٰ اور ان کی کابینہ کے اراکین [illegible]

[illegible] وزیر برائے [illegible] شری [illegible] وزیر برائے قانون و عدلیہ [illegible] وزیر مملکت برائے [illegible] اطلاعات و رابطۂ عامہ نے بھی جن کا تعلق [illegible] سے ہے اس موقع پر تقریر کی۔

ممتاز وکیل شری [illegible] کے۔ جے سنگھانی نے مہمان خصوصی کا تعارف کرایا اور ان کی گلپوشی کی۔

شری جے۔ ایس تردیدی ایم۔ ایل۔ اے نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

میونسپل انتخابات میں عمر کی حد - آرڈی نینس کا اجراء

گورنر مہاراشٹر نے ایک آرڈی نینس جاری کیا ہے جس کے تحت کارپوریشن اور کونسلوں کے سلسلے میں میونسپل انتخابات کے لئے رائے دہندہ کی عمر کی حال [illegible] میں مقرر کردہ حد ۱۸ سال کی بجائے حسب سابق ۲۱ سال برقرار رکھی گئی ہے۔ یہ آرڈی نینس جس کا نام مہاراشٹر میونسپل کارپوریشن و میونسپلٹیز (ترمیمی) آرڈی نینس بابت ۱۹۸۰ء ہے، فوری طور پر نافذ العمل ہوگا۔ اس آرڈی نینس کے تحت ممبئی میونسپل کارپوریشن ایکٹ، ممبئی پراونشل میونسپل کارپوریشن ایکٹ ۱۹۴۹ء، ناگپور سٹی کارپوریشن ایکٹ ۱۹۴۸ء اور مہاراشٹر میونسپلٹیز ایکٹ ۱۹۶۵ء میں بھی مناسب ترمیم کی گئی ہے۔

چھٹے پنجسالہ منصوبے کے لئے مالی وسائل — کمیٹی کا قیام

حکومت مہاراشٹر نے ریاست کے چھٹے پنج سالہ منصوبہ کے لئے مالی وسائل بڑھانے کی ضرورت کے مدنظر ماہرین پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی [illegible] ڈاکٹر ایم۔ کیو دلوی، یو این ڈی پی ایڈوائزر پلاننگ کمیشن [illegible] کمیٹی کے چیرمین ہیں۔ دیگر ممبران یہ ہیں: ڈاکٹر نروتم شاہ اور ڈاکٹر ایس۔ آر جچکر، ایم ایل اے (اراکین اسٹیٹ پلاننگ بورڈ، ممبئی) احمد آباد کے شری ایس۔ کے گنگوپادھیائے اور شری پی۔ ڈی کسیکر [illegible] نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف بینک مینجمنٹ، ممبئی (دونوں ریٹائرڈ آئی اے ایس) شری وی [illegible] اسپیشل سیکریٹری فنانس ڈپارٹمنٹ [illegible] ڈی۔ ایس گوڑبولے ڈپٹی سیکریٹری فنانس ڈپارٹمنٹ اس کمیٹی کے سکریٹری ہیں۔

یہ کمیٹی ریاست میں ٹیکس نظام کا جائزہ لے گی اور اس مناسب تبدیلیوں کے علاوہ ترقیاتی منصوبوں کے لئے مزید ذرائع آمدنی مہیا کرنے کے لئے نئے ٹیکس عائد کرنے کے بارے میں مشورہ دے گی۔

کمیٹی مہاراشٹر سیلز ٹیکس ایکٹ بابت ۱۹۷۹ء (جو نافذ العمل نہیں ہے) کو صارفین و تاجر دونوں ہی کی خاطر [illegible] کرنے کے لئے جدید اور سہل بنانے پر غور کریگی۔

پبلک سیکٹر میں خصوصاً مہاراشٹر اسٹیٹ الکٹریسٹی بورڈ اسٹیٹ روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کے کاموں کی تفتیش کرے گی اس کے علاوہ یہ کمیٹی فارم سیکٹر میں ٹیکس، سرمایہ اور [illegible] وغیرہ جیسی کا متبادل ذریعہ محصول، رضاکارانہ بچت اور دیگر مالی [illegible] کرنے کے امکانات کا بھی جائزہ لے گی۔

سال رواں کے آخر تک کمیٹی کو اپنی رپورٹ پیش [illegible]

بھنڈارہ پبلک ورکس ڈویژن نے ۱۸،۱۱ا
روپے کی لاگت سے ایک پوری طرح ساز و سامان
لیس گشتی ورکشاپ حاصل کیا ہے۔ راستے میں خرا
ہونیوالی گاڑیوں کی فوری مرمت اسی جگہ ان ور
میں کی جاتی ہے۔ تصویر میں اس گشتی ورکشاپ کا ا
حصہ دکھایا گیا ہے۔

ناگپور میں اُردو کوچنگ کلاس کا افتتاح

ودربھ ساہتیہ سنگھ سیتا برڈی، ناگپور کے گنڈاری ہال میں ۲۰ر ستمبر کو اُردو کوچنگ کلاس کے چوتھے بیچ کا افتتاح ڈاکٹر جی۔ ایم۔ کلکرنی۔ ایس۔ بی سٹی کالج کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ شہر ناگپور کے خالص غیر اُردو داں علاقہ میں ودربھ ساہتیہ سنگھ سیتا برڈی ناگپور اور مہاراشٹرا اسٹیٹ اردو اکیڈمی کے تعاون سے غیر اُردو داں حضرات کے لئے اُردو کوچنگ کلاس کے تین بیچ کامیابی سے اختتام پذیر ہو چکے ہیں۔

اس موقع پر منعقدہ تقریب میں ڈاکٹر کلکرنی نے اُردو زبان کی اہمیت پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے اُردو کو خالصتاً ہندوستانی اور قومی زبان قرار دیا۔ شری آشٹی کر، صدر ودربھ ساہتیہ سنگھ اور ڈین، آرٹس فیکلٹی ناگپور یونیورسٹی نے خطبۂ صدارت میں اُردو کوچنگ کلاس کی افادیت و اہمیت پر روشنی ڈالی اور اس سلسلہ میں ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا۔

اس موقع پر ڈاکٹر منشاء الرحمٰن منشاء، رکن مہاراشٹر اسٹیٹ اُردو اکیڈمی، محمد خضر، مدیر ایجوکیشنل ٹائمز، ڈاکٹر راؤ ڈین، ڈینٹل کالج ناگپور، پروفیسر شریمتی سالبیکر، ڈاکٹر ندیم الرحمٰن ایوب انصاری اور دیگر معززین و اکابرین موجود تھے۔ اُردو کوچنگ کلاسیز روزانہ شام کو ½ ۷ بجے سے ½ ۸ بجے شب تک شری محمد قمر حیات کے زیر اہتمام چلائی جاتی ہیں۔

بقیہ "اُردو شاعری"

آنکھ سے آنسو پوچھیں گے ... جگ میں خوشیاں با
خون پسینہ بہریں گے ... چاند ستارے کاٹیں۔
کاٹو کھیتاں کاٹو رے
گھر گھر روٹی بانٹو رے

مختصراً یہ کہ جس طرح شہری زندگی کی اضطرابی کیفیات کا جوار بھاٹا اُردو شاعری میں جذب ہے اسی طرح گاؤں حسین اور پُرسکون زندگی کی روح بھی اس میں رچی بسی ہے

ہینڈلوم بنکروں کو مالی امداد

ہینڈلوم بنکروں کو ساز و سامان کی خریداری کے لئے فیصد قرض اور ۷۵ فیصد امداد کی شکل میں مالی امداد دی کی اسکیم حکومت مہاراشٹر نے ۳۱ر مارچ ۱۹۸۱ء تک جاری رکھی ہے۔

وزیراعلیٰ شری اے. آر انتولے (بائیں جانب) سولاپور میں ۲۷ ستمبر کو ضلع سولاپور کے ارلے۔ دیراگ مقام پر ۷٫۵۰ کروڑ روپے کی لاگت سے قائم شدہ بھوگاوتی کوآپریٹو شکر فیکٹری کے پہلے بائلر میں ایندھن ڈال رہے ہیں۔ دائیں جانب شری بابا صاحب بھوسلے وزیر برائے قانون و عدلیہ اپنی اہلیہ کے ساتھ پوجا کر رہے ہیں وزیراعلیٰ شری اے۔آر انتولے اور شری تلسی داس جادھو ایم ایل اے ... کے جبڑیلی دیکھے جا سکتے ہیں۔

خبریں ۔ تصویروں میں

ڈاکٹر بلی رام ہیرے، وزیر برائے صحت عامہ و تعلیم نے حال ہی میں ضلع ناگپور کے ولاپور نامی مقام پر ۵٫۲۵ لاکھ روپے کی لاگت سے تعمیر کردہ ۳۸ بستروں پر مشتمل اسپتال کا افتتاح کیا۔ زیر نظر تصویر میں بائیں جانب وزیر موصوف اجلاس سے خطاب فرما رہے ہیں۔ آپ کے دائیں جانب شری سنتیش بالوڈوکلے وزیر مملکت بھی تشریف فرما ہیں۔

شریمتی شالینی تائی پاٹل، وزیر برائے محصول و بازآبادکاری نے لوناولہ میں
متوسط طبقے کے سیاحوں کے لئے تعمیر کردہ "شاہانی ہالی ڈے ہوم" کا ۱۹ ستمبر کو افتتاح فرمایا

شریمتی شالینی تائی پاٹل، وزیر برائے محصول و بازآبادکاری، اسٹیٹ فارمنگ کارپوریشن کے ایک کھیتی کے طریقۂ کار کا مشاہدہ کر رہی ہیں

قبائلی ضمنی منصوبہ کے تحت حال ہی میں جلگاؤں ضلع میں یاول تعلقہ کے ہری پورہ گاؤں میں ادیباسیوں کو مویشی اور مالی امداد فراہم کی گئی۔ زیر نظر تصویر میں اسی منصوبہ کے تحت شری بابوراؤ کالے وزیر برائے دیہی ترقیات ایک ادیباسی شری رباب تڑوی کو بیلوں کی ایک جوڑی عنایت فرما رہے ہیں

ری شیواجی راؤ پاٹل نیلا نگیکر، وزیر برائے تکنیکی تعلیم نے حال ہی میں دستکاری تربیت سے متعلق متعدد ریاستوں کے ڈائرکٹران کی ایک
ہ کانفرنس کا افتتاح کیا۔ یہ اسی موقع کی تصویر ہے۔

*

شری پریما نند آولے، وزیر مملکت برائے جیل،
اورنگ آباد میں جیل کے احاطے میں پودا لگا رہے ہیں۔

شری ایس. این دلیسائی، وزیر مملکت برائے
مداد باہمی، رتنا گیری میں سنجے گاندھی نرادھار انودان یوجنا کے تحت
یک مفلس کو امداد دیتے ہوئے۔

بی راج

شری رام راؤ اڈِک وزیر مالیات مملکت جسٹس
ر کے بی این ...یدیا کی تصنیف "لائٹ آف جسٹس" کی اشاعت
اعلان کرتے ہوئے ۔

شری جواہر لال درڈا وزیر برائے صنعت ایوت محل میں
ایس . ٹی ڈویژنل آفس کا افتتاح کر رہے ہیں ۔ شری بی ۔ اے ھوسلے
وزیر برائے ٹرانسپورٹ اور شری نانا بھاؤ امبیڈوار وزیر برائے جنگلات
آپ کے ساتھ نظر آ رہے ہیں ۔

شری سنیتش جیز ویدی وزیر مملکت برائے ثقافتی امور
[illegible] میں بالڈ انہ میں [illegible] لے گئے تھے ۔ [illegible]
[illegible] کی [illegible] ۔

Money Plants Grow At The Post Office

Most fruitful Postal Savings Schemes offering highest interest, security and other benefits

Why Postal Saving

A Post Office Saving Scheme offers highest interest. Your amount is safe and secure. You get attractive concessions in Income Tax and wealth Tax on your investment.

Which Scrip to Select

The 7-Year National Savings Certificates (V Issue) offers highest rate of interest —10.75% Compound or 14.4% Simple interest. Your investment of Rs. 100 brings you back more than double amount of Rs. 204.50 on maturity. You can invest as much as you like. There is no limit. Certificates can be cashed at any Post Office.

A Banyan Tree

Postal Saving is truly a Banyan Tree! Make your life happier under its thick Shadow. Drop in at a Post Office today or contact any Small Savings Agent.

For more details contact:

- **Directorate of Small Savings.** New Administrative Building, 8th Floor, Bombay 400032. Tel. No 232537
- **Nearest Post Office**
- **Assistant Director of Small Savings** c/o District Collectorate.

SCRIP THAT MAKES MONEY MORE THAN DOUBLE: 7-YEAR NATIONAL SAVINGS CERTIFICATES (V ISSUE)

DGIPR/SS/1-(4)/80-81/Eng

شری رام راؤ آدک' وزیر مالیات مہاراشٹر نے ممبئی میں جسٹس شری بی۔ این۔ دیدیا کی تصنیف "لا آف اسٹس" کی اشاعت کا اعلان کرتے ہوئے۔

شری جواہر لال درڈا وزیر برائے صنعت' الیوت محل میں ایس۔ ٹی ڈویژنل آفس کا افتتاح کر رہے ہیں۔ شری بی۔ اے بھوسلے وزیر برائے ٹرانسپورٹ اور شری نانا بھاؤ ایمبڈوار وزیر برائے جنگلات آپ کے ساتھ نظر آ رہے ہیں۔

شری ستیش چترویدی' وزیر مملکت برائے ثقافتی ا...
... ہی میں بائڈ انڈ میں ... ہو دہار ... لے گئے تھے۔
... کی ... ہے۔

Money Plants Grow At The Post Office

Most fruitful Postal Savings Schemes offering highest interest, security and other benefits

Why Postal Saving
A Post Office Saving Scheme offers highest interest. Your amount is safe and secure. You get attractive concessions in Income Tax and wealth Tax on your investment.

Which Scrip to Select
The 7-Year National Savings Certificates (V Issue) offers highest rate of interest —10.75% Compound or 14.4% Simple interest Your investment of Rs 100 brings you back more than double amount of Rs. 204.50 on maturity. You can invest as much as you like There is no limit. Certificates can be cashed at any Post Office.

A Banyan Tree
Postal Saving is truly a Banyan Tree! Make your life happier under its thick Shadow Drop in at a Post Office today or contact any Small Savings Agent.

For more details contact:
- ○ **Directorate of Small Savings,** New Administrative Building, 8th Floor, Bombay 400032, Tel No 232537
- ○ **Nearest Post Office**
- ○ **Assistant Director of Small Savings** c/o District Collectorate.

SCRIP THAT MAKES MONEY MORE THAN DOUBLE: 7-YEAR NATIONAL SAVINGS CERTIFICATES (V ISSUE)

DGIPB/SS/1-(4)/80-81/Eng

haven't yet joined Public Provident Fund: either you don't know about it or you don't care for money!

Over 1·25 Lakh Tax Payers in Maharashtra have already saved on taxes.

1

Ideal for businessmen, professionals and salaried people alike.

2

Reduction in taxable income under section 80(c) of I. T. Act.

3

Wealth Tax exemption over and above the limit of Rs 1 1/2 lakh.

4

8 % Tax Free compound interest.

5

Unique flexibility of depositing any am from Rs. 100/-to R 30,000 in a year.

6

Tax rebate availabl the deposite made the accounts of wi and minor children.

7

Not attachable by a court of law.

Hurry! Open an account in the current financial year in any of the branches of State Bank of India or its subsidiaries or any Head Post Office. For keeping your account alive, you need to invest only Rs. 100/- per year.

For details contact:

Directorate of Small Savings
New Administrative Building, Opp. Mantralaya, Bombay 400 032.
Tel: 232537.
or collectorate in Districts, S.B.I. branches and its subsidiaries, Head post offices, Regional Directors National Savings, P P.F. Agents.

Small Savings.

Life can be less taxing and more fun...with P P

IIRP/88/6—(1)/80-81/Bng

گاندھی

ھارانودان یوجنا

،بے سہارا اور معذور افراد کیلئے

ہمت

رِ اعظم شریمتی اندرا گاندھی کی قیادت نے غریب عوام
ید کی ایک کرن جگائی ہے اور وزیر اعلیٰ شری اے. آر
جنھوں نے بارہا یہ جتایا ہے کہ ریاست کے
ر غریبوں کا پہلا حق ہے، ۲۰ نکاتی پروگرام کو تیزی سے
یں لا رہے ہیں، جس کا مقصد غریبی سے جہاد ہے۔
اس مقصد کے تحت ریاستی حکومت نے جو سماجی
منی اقدامات کیے ہیں ان میں سے "سنجے گاندھی
ھارانودان یوجنا" ایک ہے۔ یہ یوجنا ریاست مہاراشٹر
۲ اکتوبر کو مہاتما گاندھی کے یوم پیدائش کے موقع پر نافذ
ئی۔

ائیں طرف کی مندرجہ تصویروں میں وزیر اعلیٰ شری اے. آر انتولے
، بے سہارا عورت اور ایک بے سہارا نابینا کو مالی امداد دیتے
ئے دیکھے جا سکتے ہیں۔ نیچے کی تصویر میں وہ افراد دیکھے
سکتے ہیں جنھیں اس اسکیم کے تحت امداد حاصل ہوئی ہے۔

राष्ट्रपित्याला प्रणाम !
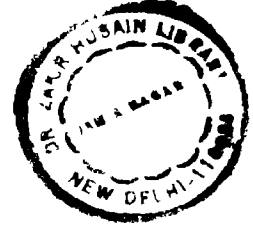
पंतप्रधान इंदिरा गांधींच्या प्रेरणेने राष्ट्रपिता गांधीजींचे स्वप्न होत आहे साकार ! मुख्य मंत्री ए. आर. अंतुले यांच्या नेतृत्वाखाली महाराष्ट्राचा समृद्ध होण्याचा निर्धार !

- छोट्या शेतकऱ्यांना ४९ कोटी रुपयांहून अधिक कर्जमाफी.
- निराधार, अपंग व विधवा यांच्या कल्याणासाठी 'संजय गांधी निराधार योजना.'
- खत खरेदीसाठी शेतकऱ्यांना अर्थसहाय्य.
- स्वयंरोजगारासाठी २५०० रुपयांपर्यंत तारणाशिवाय बिनव्याजी कर्ज.
- ग्रामीण युवकांसाठी स्वयंरोजगार प्रशिक्षण.
- घरकुले बांधण्याच्या खर्चाच्या मर्यादेत १५०० रुपयांवरून २००० रुपयांपर्यंत वाढ.
- जीवनावश्यक वस्तूंचे रास्त दराच्या दुकानातून वाटप.
- कापूस एकाधिकार खरेदी योजना.
- आंतर जातीय विवाहासाठी २००० रुपयांपर्यंत सहाय्य.
- पाच वर्षांत प्रत्येक गावासाठी पाणी पुरवठा.

माहिती व जनसंपर्क महासंचालनालय, मंत्रालय, मुंबई-४०००३२ द्वारा प्रकाशित.

مراٹھی ناٹک ہراول ناٹیہ چاریہ
دشنوداس امرت بھادے

چاریہ بلونت پانڈورنگ
۔اناصاحب کرلوسکر

ناٹیہ چاریہ گووند بلال دیول

ناٹیہ چاریہ، شری پد کرشنا کولہاٹکر

ناٹیہ چاریہ کرشنا جی پربھاکر عرف کاکاصاحب کھاڈلکر

سنگیت، ناٹک کی
ور ہستیاں

ناٹیہ چاریہ، رام گنیش گڈکری

قومی راج

مراٹھی سنگیت ناٹک خصوصی نمبر

مشترکہ شمارہ - ۱۰ر نومبر اور ۲۵ر نومبر ۱۹۸۰ء

سالانہ : دس روپے

فی کاپی : پچاس پیسے

جلد ۷ ہر ماہ کی ۱۰ر اور ۲۵ر تاریخ کو شائع ہوتا ہے شمارہ نمبر ۲۱، ۲۲

فہرست

چیف ایڈیٹر : ششی کانت دیتھنکر

مینجنگ ایڈیٹر : ایم. ایشور راج ماتھر

نگراں : خواجہ عبد الغفور

ایڈیٹر : ریاض احمد خاں

سب ایڈیٹر : عبد الوحید خاں جامعی

قارئین کی رائے

عتیق صدیقی
۲۰/۴۱، باغ قاضی، لکھنؤ نمبر ۳ (یو پی)
'قومی راج' اپنے انداز کا واحد پرچہ ہے جو سرکاری خبرنامہ ہوتے ہوئے ادبی اعتبار سے اتنا وقیع ہے۔
اس علمی اور ادبی خدمت کے لئے حکومتِ مہاراشٹر اور اراکینِ ادارہ 'قومی راج' مبارکباد کے مستحق ہیں۔

*

ایم۔ اے۔ رزّاق
اُردو مڈل اسکول، گھاٹ لاڑکی، ضلع امراؤتی (مہاراشٹر)
'قومی راج' کا یوم آزادی نمبر پڑھا۔ بہت پسند آیا۔ عبداللہ کمال صاحب کا معلوماتی مضمون "مہذب اللغات" - ایک تہذیبی سفر کی روداد" پڑھ کر زبان سے بے ساختہ واہ، واہ نکلی۔ "زراعتی گیت" (کامل چاندپوری)، "۱۵ راگست پر" عزیز عبدالغنی ساحر بھی بے حد پسند آئے۔

*

وقار واثقی
۱۵۲۵، رسول آباد، احمد آباد - ۳۸۰۰۲۲
'قومی راج' ممبئی کی سیاسی تنظیم کا بہترین آئینہ دار ہی نہیں بلکہ مہاراشٹر کی مختلف تہذیبی اور ثقافتی سرگرمیوں کا واحد نمائندہ بھی ہے۔
خدا جانے کون ایسا بدذوق ہوگا جو قومی راج کے خصوصی شمارے کو محفوظ نہ رکھتا ہو۔
پریم چند نمبر ایک ادبی دستاویز ہے۔ اس خصوصی شمارے پر آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

*

* **حکیم عزیز قدوسی**
شاہی دواخانہ، نیا بازار، کامٹی، ناگپور
پریم چند نمبر باصرہ نواز ہوا۔ تمام مضامین اچھے ہیں۔ پریم چند کی حیات اور ادبی خدمات کو ہر پہلو سے اجاگر کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ لکھنے والے مبارکباد کے مستحق ہیں۔
قومی راج زندہ باد!

* **مرزا رسول بیگ - نیشنل ویلفیر سوسائٹی**
مولانا آزاد نگر - ناندیڑ ۴۳۱۶۰۲
قومی راج ہر پندرہ روز کو ایک نئی صبح لے کر آتا ہے 'قومی راج' کا مطالعہ ہماری لائبریری کے تمام اراکین بڑی دلچسپی سے کرتے ہیں یہ رسالہ سب کا پسندیدہ اور معیاری ہوگیا ہے۔ پڑھنے سے دل کو ایسا احساس ہو رہا ہے کہ اس رسالہ کی بدولت اُردو زبان اپنے شباب پر آرہی ہے۔
قومی راج کا 'یوم مہاراشٹر' خصوصی نمبر بہت پسند آیا۔ خداوند قدوس سے دعاگو ہوں کہ 'قومی راج' کو عروج اور شہرت عطا کریں۔

*

* **اشفاق انجم ایم۔ اے۔ بی ایڈ**
۷۴۹۔ نیا پورہ، مالیگاؤں۔ ضلع ناشک
"پریم چند نمبر" موصول ہوا۔
اس کے تعلق سے بس اتنا ہی کہوں گا کہ،
"پریم چند نمبر"
پریم چند کو
بھرپور خراج عقیدت ہے۔
مبارکباد قبول فرمایئے۔

*

* **مہدی پرتاپگڈھی**
ارّی گیشن ڈویژن - پرتاپ گڑھ (یو۔پی)
چند عام شماروں کے بعد آپ ایک خاص نمبر نکال دیتے ہیں۔ اپنی سابقہ روایات کے مطابق منشی پریم چند خصوصی نمبر" مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے اور تصاویر کے اضافہ نے اس نمبر کی قدر و قیمت اور بڑھادی ہے۔ مضامین مختصر مگر معلوماتی ہیں۔ آپ نے اپنے مضمون میں اگر منشی پریم چند کے کچھ مکمل خطوط شامل کرلئے ہوتے تو انھیں سمجھنے میں اور آسانی ہوتی، پھر بھی آپ کا مضمون بڑا جاندار ہے۔

*

* **عطاءالرحمٰن طارق**
۹/۹۴ - فاطمہ بنگلہ، کے۔ کے رو ڈ، حبیب سرکل، ممبئی ۴۰۰۰۱۱
"منشی پریم چند" پر دستاویزی نمبر دیکھ کر بے ساختہ داد دینے کو جی چاہا۔

مراٹھی اسٹیج موسیقی کا تاریخی جائزہ

★ وی ۔ آر ۔ اتھاولے

مراٹھی اسٹیج موسیقی چونکہ مراٹھی ڈراموں سے وابستہ ہے۔ اسلئے دونوں کی ابتدا تقریباً ایک ہی وقت تسلیم کی جاتی ہے۔ مراٹھی ڈراموں کی ابتدا ایک اندازہ کے مطابق ۱۸۴۳ء میں وشنوداس بھاوے کے پورانا میں اکھیانہ خیال پر مبنی سیتا سوئمبر سے ہوئی جبکہ حالیہ تحقیقات کے مطابق ان کی ابتدا ۱۸۱۸ء میں گوا کے مقام پر ہوئی۔ بہرحال ایک صدی سے مراٹھی اسٹیج موسیقی اور مراٹھی ڈرامہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ رہ کر تماشبینوں کو محظوظ کرتے رہے ہیں۔ اب خود گانا ٹیک۔ اداکار اور ہدایت کاروں نے اسٹیج موسیقی کو نئے نئے طرز سے پیش کرنا شروع کیا ہے۔ جس کے نتیجے میں اس فن کافی سدھار واقع ہوا ہے۔ ان تبدیلیوں اور تماشبینوں پر ان کے اثرات کا جائزہ لیا جائے تو ہمیں کامیابی اور مستقبل میں رہنمائی کا اندازہ ہو سکے گا۔

اسٹیج موسیقی لازمی طور پر ڈراموں کیلئے استعمال ہوتی ہے۔ نہ پوری کلاسیکی کہی جاسکتی ہے اور نہ ہی عام دھن۔ بس دونوں کے بان اس کا مقام ہے۔ صحیح معنوں میں اس موسیقی کا استعمال خصوصاً دل میں جذباتی مناظر و واقعات میں جان پیدا کرنے کیلئے کیا جاتا ہے

۱۸ء میں اسٹیج موسیقی

اسٹیج موسیقی کا ابتدائی دور (۱۸۱۸ یا ۱۸۴۳ سے شروع ہو کر) ۱۸۸۰ء تک رہا ہے اور اس لمی انا صاحب کرلوسکر کے سنگیت شکنتلا ناٹک سے ہے جو اس وقت ع کیا گیا تھا۔ شروع شروع میں موسیقی بے مزہ محسوس ہوتی تھی۔ ڈرامے لمہ اکھیانہ طرز کے ہوا کرتے تھے اسلئے صرف ستر دھار ہی گاتے جاتے ۔ موصوف نے اسمیں تبدیلی پیدا کی اور ڈرامے میں مناظر کی مناسبت سے یقی میں مختلف طرزوں کو ترتیب دیا۔ اس زمانہ میں کلاسیکی موسیقی میں دھرپد اور کیرتن کی دھنیں پسند کی جاتی تھیں کیرتن کیلئے اونچی آواز کی ضرورت ہوتی تھی جس کیلئے موسیقاروں کو باقاعدہ تربیت حاصل کرنی ہوتی تھی۔ مہاراشٹر میں چند موسیقاروں نے ایسی تربیت حاصل کی تھی اسکے علاوہ لاونی جو تماشوں میں رقاصوں کو پیش کرتے ہوئے گایا جاتا ہے اور بیٹھکی جسے بیٹھ کر گایا جاتا ہے" بھی مقبول تھے۔

ان سب میں کیرتن کہی سب سے زیادہ مقبول تھے۔ ان کی دو قسمیں ہیں۔ ورکری اور نرادی۔ پہلی قسم ظاہری حالت کا اظہار کرتی ہے جبکہ دوسری قسم جسے ہری داسی کیرتن بھی کہا جاتا ہے، موسیقی کا صحیح روپ ہے کیرتن کرنے کے دوران اکھیانہ پیش کیا جاتا تھا۔ اس طرح اکھیانہ اداکاری اور موسیقی دونوں کا سنگم ہوا کرتا تھا۔

کیرتن دراصل یک نفری اسٹیج موسیقی کا پیش خیمہ ہے۔ شاید اسی وجہ سے وشنوداس بھاوے نے موسیقی کا سارا بوجھ سوتر دھارا پر ڈال دیا۔ اس طرح سوتر دھارا کیرتن کر سے متاثر ہو کر ظہور میں آئی۔ یہاں یہ بتانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ بال کرشنا بوا اچل کرانجی کر کی سوانح عمری میں کہا گیا ہے کہ کلاسیکی موسیقی کا مطالعہ کرنے کی غرض سے گوالیار جانے سے قبل وہ خود اکھیانہ روایت پر قائم تھے اور انھوں نے امرچند واڑی کر ٹروپ کے ساتھ پورانا اکھیانہ میں سوتر دھارا کا کردار کیا تھا۔ اس طرح یہ واضح ہو جاتا ہے کہ پورانا ڈراموں میں سوتر دھارا کا کردار وہی کرتے تھے جنھیں کیرتن کر پر مہارت حاصل ہوتی تھی۔

کیرتن کر میں کلاسیکی دھرو پدا سے لیکر لوگ گیت شامل ہے۔ لیکن تماشبینوں کے مزاج میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ کلاسیکی دھرو پدا اور لوک سنگیت (ننگہ، ادی، ڈنڈی وغیرہ) دونوں کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ ان کی جگہ ہلکی، دھن (للت) نے قدم جمانا شروع کیا۔ لاؤنی اور ٹھمری کی مدھر دھنیں تان کی لے پرٹیہ کی تھاپ کو کیرتن کروں نے بھی اپنایا۔ مثال کے طور پر ایک مشہور کیرتن کر، نارائن بوا گوگٹے نے اپنے پتا دیواجی بوا سے تھاپ سیکھی۔ دیواجی نے دھر کے دیواجی بوا سے یہ فن سیکھا اور مہاراشٹر میں خیال کے مقبول ہونے سے پیشتر اسے مشہور کیا۔ نارائن بوا کی طرز کافی مقبول ہوئی یہاں تک کہ ۱۸۸۰ء میں تھاپ پر مبنی لاؤنی یا اس طرز سے گیت پورانا ڈراموں کے سوتر دھار اور کیرتن کروں نے بھی پیش کئے۔

سنگیت شکنتلا (۱۸۸۰) اور اسکے بعد اسٹیج موسیقی کا دوسرا دور اناصاحب کرلوسکر کے سنگیت شکنتلا سے شروع ہوتا ہے جو تقریباً ۵ برس قائم رہا۔ سوتر دھارا طرز کی موسیقی میں مشکل یہ تھی کہ یہ و[illegible] اداکاروں کی اداکاری سے غیر متعلق ہوا کرتی تھی۔ شاید ہدایت کاروں کی کوشش بھی یہی ہوگی کہ دیگر اداکار بھی دھن اپنائیں لیکن چونکہ اس زمانہ میں گائیک اداکاروں کی کمی تھی اسلئے سنگیت کا سارا بوجھ سوتر دھارا پر ڈالدیا گیا تاکہ دیگر اداکاروں کے بے سرے گیتوں سے کیرتن کر[illegible] میں خرابی پیدا نہ ہو۔ یہ صورتحال بغیر کسی تبدیلی کے وشنوداس بھاوے کے زمانہ سے لیکر ۱۸۸۰ء تک قائم رہی۔ اسکے بعد اناصاحب کرلوسکر منظر عام پر آئے۔

اناصاحب کرلوسکر کی سوانح حیات میں بتایا گیا ہے کہ واجد علی کے ڈرامہ اندر سبھا جسمیں لکھنؤ کے مشہور رقاص اور موسیقار[illegible] نے حصہ لیا تھا، کی زبردست کامیابی دیکھ کر انھیں دلچسپی پیدا ہو[illegible] آپ نے کرناٹک موسیقی سے بھی واقفیت حاصل کی جسمیں گائیک اداکار خود سنگیت پر یجیتک اور دیگر ناٹکوں میں حصہ لیا کرتے مہاراشٹر میں مناسب تعداد میں گائیک اداکار نہ ملنے کی وجہ سے اس قسم کی کوششیں کامیاب نہ ہوسکیں۔ لیکن اناصاحب نے د[illegible] گائیک اداکار بالکو بانا ٹیکر اور مورو با واگھولیکر کی مدد سے [illegible] موسیقی میں تبدیلی کی۔ کچھ عرصہ بعد ایک اور بہت ہی مانے ہوئے اداکار بھاؤ راؤ کولہاٹکر بھی آپ کی پارٹی میں شریک ہو گئے۔ اسکے [illegible]

شری بھاؤ راؤ کولہاٹکر

میں کرلوسکر سنگیت منڈلی کا تقریباً ۲۵ سالوں تک اسٹیج موسیقی پر غلبہ رہا۔

بالکوبا ناٹیکر بہت اچھے گلوکار تھے۔ موروبا داگھوییکر کرتن کرنے میں ماہر ہونے سے بہت اونچی آواز سے گانے میں مشہور تھے۔ آپ نے بھی چند سال لاگھوتی منڈلی میں گذارے۔ اناصاحب کی کرناٹک موسیقی میں دلچسپی کے نتیجہ میں سنگیت شکنتلا میں کرناٹک طرز کی موسیقی پر مبنی کئی عمدہ درد بھرے گیت پیش کئے گئے۔ لیکن اسٹیج پر ہری داس کرتن طرز کے گیتوں میں بدل دیئے جانے کی وجہ سے کرناٹک طرز معدوم ہو جایا کرتی تھی۔

اس سنگیت میں خاص بات یہ تھی کہ ادا ہونے والے الفاظ پر اس کا خاص اثر ہوتا تھا۔ تان، کھٹکا اور مرکی صرف لے ہی نہیں تھے بلکہ ان کی مدد سے الفاظ کی ادائیگی میں شاعرانہ ترنم پیدا ہو جاتا تھا۔ ریہرسل کے دوران کردنانا چھاوے جیسے منجھے ہوئے ہدایت کار اس پر کئی کئی بار مشق کرایا کرتے تھے۔ بالکوبا ناٹیکر موسیقار ہونے کی حیثیت سے دھن پر زیادہ زور دیا کرتے تھے اسلئے کئی بار اخبار میں تنقید کا نشانہ بنے۔ جب بھاؤ راؤ کولہاٹکر اس گروپ میں شامل ہوئے تو چونکہ وہ خود کرتن کر اور لاؤنی طرز میں خاصی مہارت رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ ان کی آواز بھی بہت اونچی تھی اور بڑودہ کے مانے ہوئے موسیقاروں کی صحبت میں رہے تھے ان تمام اسباب کی بنا پر سنگیت سوبھدرا کیلئے انھوں نے جو میوزک دی انہیں کلاسیکی پد، راگ، ہری داسی سنگیت، کرناٹکی طرز، ٹھمری، لاؤنی، اور تھاپ وغیرہ شامل ہے۔

اس زمانہ کی چند اور خاص باتیں قابلِ ذکر ہیں۔ بال کرشنا بوا اچل کرنجیکر گوالیار سے ہندوستانی کلاسیکی موسیقی میں تربیت حاصل کرنے کے بعد مہاراشٹر لوٹے، ۱۸۹۵ء میں استاد الله دیا خاں بھی مہاراشٹر آئے اور یہیں سکونت اختیار کی۔ بمبئی میں بھنڈی بازار گھرانہ نے موسیقی میں ایک اہم مقام حاصل کیا۔ پرانے زمانہ میں کرتن کر ہی سنگیت کار ہوا کرتے تھے اور وہی سنگیت میں رہنمائی بھی کرتے تھے۔ ان کے بعد گائیک اداکاروں نے جگہ لے لی۔ کرلوسکر کے سنگیت میں اس وقت بھی للت کا رنگ چھایا ہوا تھا حالانکہ نارائن بوا ٹھونگرے اور پانڈوبا یوتشکر نے راگ پر مبنی اسٹیج موسیقی پیش کرنے کی کافی کوشش کی۔ ایک نئی بات ہونے کی وجہ سے شروع شروع میں یہ کوشش کچھ حد تک مقبول ہوئی۔ لیکن تماشبینوں کے مزاج کے موافق نہ ہونے کی وجہ سے بہت کم عرصے تک کامیاب رہی۔

وقت کے ساتھ ساتھ اسٹیج موسیقی صرف پسِ پردہ تک محدود ہوتی چلی گئی۔ گائیک۔ اداکاروں نے بھی صرف فن اداکاری پر ہی زیادہ دھیان دینا شروع کیا۔ تیز تانوں اور ڈرامائی انداز نے سامعین کو کافی متاثر کیا۔

شری وی۔وی کھارے کی تصنیف کردہ "سنگیت ناٹک کرشنا کا سرورق۔ اس ناٹک کے خاص اداکار گوندراؤ ٹیمبے اور شنکرراؤ سرنائک تھے۔

بھاؤ راؤ نے خود کرلوسکر کے سادہ سنگیت میں تبدیلی کی۔ آپ نے آ اصولوں کو شامل کیا اور ہری داسی طرز کے سیدھے سادھے پد دا کے استعمال کو عام کیا۔ ان کا یہ تجربہ اس قدر کامیاب ہوا کہ اسے موسیقی کی ایک طرز کی طرح اپنایا جانے لگا۔

شری پدکرشنا کولہاٹکر نے اردو ڈراموں میں موسیقی کی نئی ڈگر کرنے کی کوشش کی لیکن یہ زیادہ کامیاب نہ ہو سکی۔ گوکہ یہ ایک

سی بات تھی لیکن اس کی اصلیت بھاؤ طرز پر ہی قائم رہی۔ کچھ دنوں ایک نیا رجحان دیکھا گیا۔ اداکار زیادہ سے زیادہ سُر پر مبنی موسیقی جانب راغب ہوتے چلے گئے۔ بھاؤ راؤ کی طرز کچھ عرصہ تک برقرار ، لیکن بعد میں خود وہ بھی سُر طرز کی موسیقی کو پسند کرنے لگے۔ اس طرز ، موسیقار سب سے آگے اسٹیج کی طرف رُخ کئے بیٹھتے اور گائیک ۔

اکار تالیوں پر موزوں اداکاری کے جوہر دکھا کر تماشبینوں سے داد وصول تے۔ اسمیں ہری داسی موسیقی کی بنیاد قائم رہی۔ لیکن چاہے یہ ٹھنڈی، ی، کرناٹکی 'پد'، اُردو نغمے یا کلاسیکل راگ رہا ہو، موسیقی میں تان اور ماپ کے ساتھ اونچے سے پر گائے جانے والے گیت عوام میں زیادہ سے زیادہ مقبول ہوتے چلے گئے۔

بھاؤ راؤ کوہاٹکر نے ۱۹۰۱ء میں وفات پائی۔ لیکن ان کی بنائی ہوئی دھنیں تقریباً ایک صدی تک اسی طرح مشہور رہیں۔ کرشنا گورے۔ نانا صاحب جوگلیکر، دتو پنت ہلیالکر وغیرہ بھاؤ راؤ کی طرزوں کو ہی استعمال کرتے رہے۔ اسی دوران ایک ناخوشگوار بات یہ ہوئی کہ گائیک۔ اداکار اب موسیقی میں مداخلت کرنے لگے۔ نتیجہ میں ناٹک کی مناسبت سے پیش کردہ موسیقی میں توازن بگڑنے لگا۔ ناٹک کی بجائے موسیقی اب گائیک۔ اداکاروں کو اداکاری کی مناسبت سے دی جانے لگی۔ گوندراؤ ٹیمبے کے تاثرات کے مطابق جو انھوں نے "جیون ویاسنگ" میں پیش کئے ہیں "چٹان جیسے الفاظ کے اطراف قانون کے جھاڑ جھنکار پھیل گئے"۔

انیسویں صدی کا ابتدائی دور

یہ وہ زمانہ تھا جس میں مراٹھی اسٹیج موسیقی میں رد و بدل کی شروعات ہوئی۔ اس معاملہ میں دو مشہور زمانہ گائیک

گائیک اداکار بال گندھرو، نسوانی فن اداکاری میں ایک دلفریب انداز۔

ریتی جیوتسنا بائی بھولے

شری کیشوراؤ بھوسلے

۔ اداکار بال گندھروا اور کیشوراؤ بھوسلے پیش پیش رہے ہیں ۔ ان کے علاوہ موسیقی میں بھی بھاسکر بوا باکھلے کا نام لیا جاتا ہے ۔ جوانی کے دور میں بھاسکر بوا کرلوسکر منڈلی کیلئے کام کرتے تھے لیکن بعد میں کلاسیکل سنگیت میں تربیت حاصل کرنے کی غرض سے علیحدہ ہو گئے ۔ ابتدا میں فیض محمد خان کے ساتھ ریاض شروع کیا ۔ گوالیار کے گائیکی میں استائی اور انترا کی ملاوٹ سے راگ تیار کرنے کا فن سیکھا ۔ نتھن خان سے خیال (مدھم سُر) کے بدھاتا کا بول ہ ا نگا کے ذریعے استعال کا گر سیکھا ۔ استاد اللہ دیا خاں کے زیر تربیت تان کے صحیح استعمال سے واقفیت حاصل کی ۔ گوند راؤ ٹیمبے نے "جیون دیا سنگ" میں ان تمام باتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بھاسکر بوا باکھلے کی موسیقی ان تمام باتوں سے بیحد متاثر ہوئی ۔

بھاسکر بوا بھاکھلے نے جلد ہی آگرہ طرز کی جانکاری حاصل کر لی ۔ گھرانہ میں "بول" اور مدھم لے کی مناسبت سے الفاظ ادا کئے جاتے تھے ۔ اسی طرح ایک ہی لائن کئی کئی ڈھنگ سے گائی جاتی تھی ۔ الاپ گو کہ کم تھے لیکن کے ہم وزن ۔ بندش کو مدھم لے میں ٹھمری یا خیال کے انداز پر گایا جاتا تھا عام طور پر بندش ٹھمریاں رقص کے ساتھ پیش ہوتی تھیں اور ان میں تو کا خاص انداز ہوتا تھا ۔ مختصر یہ کہ آگرہ گھرانہ طرز میں سُر اور شبد کے وزن رہتا تھا ۔

بال گندھروا نے جو کہ ایک گائیک ۔ اداکار تھے اس موسیقی میں تر کیلئے بھاسکر بوا سے رہنمائی حاصل کی ۔ اس موسیقی میں جو جذباتی طرز تھا ، اتفاق سے بال گندھروا کے زنانی کرداروں سے خاصی مطابقت رکھتا تھا اور خود ان کی پُر کیف آواز کے ساتھ اس کا میل بڑا مناسب معلوم ہوتا تھا ۔ اسیطرح ایک دوسرے ۔ مشہور اداکار کیشوراؤ بھوسلے نے جا بیکر بوا سے تربیت حاصل کی ۔ لیکن جب وہ استاد اللہ دیا خاں سے رہنمائی حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا تو اس نے "اکلویا" کا طریقہ اپنایا ، یعنی استاد کے ایک شاگرد سے تعلیم حاصل کی ۔ کیشوراؤ بھوسلے نے رام کرشن بوا واز سے موسیقی سیکھی اور مردانہ کرداروں سے مطابقت رکھتی ہوئی طرزیں بنائیں ۔

بھاسکر بوا بھاکلے کی موسیقی سے گوندراؤ ٹیمبے بہت متاثر تھے اسکے علاوہ اس زمانہ کے مشہور ٹھمری اور کجری گانے والے ، خصوصاً گوہر کے پورب انگا انداز پر تو تقریباً فدا تھے ۱۹۱۱ء میں کھاڈیلکر کے "مان اپمان" گوونداراؤ ٹیمبے کی موسیقی میں یہ خاص طرز بہت واضح تھی ۔ بال گندھروا طرزوں میں بھی پورا پورا انصاف کیا گیا اور خود انھوں نے ہر گیت میں جذبہ کو واضح کرنے والی دھنیں بنائیں ۔

۱۹۱۷ء میں ماسٹر دینا ناتھ (منگیشکر) تھیٹر کی دنیا میں آئے ۔ انھوں رام کرشنا بوا واز سے تعلیم حاصل کی اور پنڈت سکھدیو پرشاد سے پنجاب پٹیالہ طرز کی تربیت حاصل کی ۔ ماسٹر دینا ناتھ کا فن بے مثال تھا ۔ ان کی آواز ہی نہ صرف اچھی تھی ۔ بلکہ موسیقی میں ان کا مطالعہ بھی گہرا تھا ۔ ان دھنوں کی ترتیب نے تماشبینوں پر جیسے جادو کر دیا تھا اور بہت جلد تھیٹر کی دنیا میں مشہور ہو گئے ۔

اس زمانے کے ابتدائی دور میں اسٹیج موسیقی سُر اور شبد کو جاننے کے قابل ہوئی تھی ۔ اسمیں للت (یعنی معمولی ۔ کلاسیکی) اثر ہوتا تھا مدھم لے خاص طور سے اس طرز کے عین مطابق ہوا کرتی تھی ۔ لیکن اسکی کے ساتھ ساتھ گائیک ۔ اداکاروں نے اسکی خاصیت سے غفلت برتنی شروع کر دی ۔ ان کے مطابق اسٹیج موسیقی ہندی چیز اس پر مبنی مراٹھی خیال بن گئی ۔ الفاظ کی جگہ دھنوں کو اہمیت حاصل ہونے لگی ۔ اس طرح اسٹیج سے

، دھیرے کلاسیکی بنتی چلی گئی۔ لیکن چونکہ یہ بالکل ہی کلاسیکی نہ
ں وجہ سے راگ ختم کی طرز اس میں نہیں لائی جا سکی۔ ایک وقت
یا جب اسٹیج گانوں میں کسی نہ کسی ڈھنگ سے راگ کو بھی شامل کیا
رشن راؤ فلمبریکر نے کچھ حد تک اور ان کے بعد گوند راؤ ٹیمبے نے الفا
ربات کے مطابق اور گانوں میں الفاظ کو اہمیت دینے والی موسیقی
، دی نند کمار، اور بیٹھو ر دھن نامی یہ دو ناٹک ان کوششوں کا بہترین
تھے۔

۱۹اء کے بعد۔ ۱۹۲۵ء کے قریب قریب مراٹھی ادب میں گیتوں نے
یا۔ تامبے اور تکادے جیسے کویوں نے گائے جانے کے لائق کویتائیں
۔ روی کرن منڈل کی کویتاؤں نے اس کوشش میں اور اضافہ کیا۔
یافتہ تماشبین حلقہ نے اسٹیج گیتوں میں یہ ادبی انداز بیحد پسند کیا۔
خان جیسے کلاسیکل سنگیت کار نے گوند راج کی مُرلی سنگیت میں
ں کی اور اس طرح بھاؤ گیت کی نئی موسیقی ظہور میں آئی۔ شبد وں
بصورت انداز سے پیش کرنے کا ذریعہ بن گئے۔ جی۔ این جوشی نے ٹیمبے
یتاؤں کو سنگیت میں ڈھالنے کی کوشش کی اور یہ تجربہ نہایت کامیا
۔ جب کیشو راؤ بھولے نے جیوتسنا بائی سے اندھ لیا نی شالا میں بھاؤ گیت
تو اسٹیج موسیقی میں ایک نیا دور شروع ہوا۔ تیس چالیس کے آخر آخر
د ماسٹر دینا ناتھ اور بال گندھروا کا اثر قائم رہا۔ لیکن ان کے متوازی
ور لہر چل نکلی۔ تماشبینوں نے اننت کانیکر کے گیتوں کو جیوتسنا بائی بھولے
انوں کی صورت میں بے حد پسند کیا۔ بھاؤ گیتوں میں جذبات کے رد کے
ر کیلئے ایک ایک لائن کو مختلف انداز سے گایا جاتا تھا۔ اس سے قبل
اسٹیج موسیقی میں بھاؤ صاحب کو لہاٹکر یا بالکو با ناٹیکر (ہری داسی طرز) تمام
درت میں خوبصورت دُھنیں بنایا کرتے تھے۔ بھاؤ گیتوں میں بھی یہی
ل کچھ بدل کر اپنایا جاتا تھا۔
اس طرح ۱۸۸۰ء سے ۱۹۴۵ء تک مراٹھی اسٹیج موسیقی مختلف مرحلوں
گذرتی رہی۔ پہلے ہری داسی، بعد میں خیال، پھر ٹھمری اور آخر میں بھاؤ
ئے طرزیں اپنائی گئیں۔

۱۹اء تا ۱۹۵۷ء ۱۹۴۳ء میں ایک اہم واقعہ ہوا۔ ڈاکٹر بھالے راؤ
کی جانب سے مراٹھی ناٹک شتابدی منعقد کئے جانے
سنگیت ڈرامے کی ناکامیابی کا اندیشہ جاتا رہا۔ گائیک۔ اداکاروں نے
نگیت ڈرامے شروع کئے۔ — بال گندھروا کو جو اس وقت ۶۰ سال
عمر کو پہنچ چکے تھے، اپنے مشہور کردار میں دیکھنے کیلئے تماشبین امڈ
ے۔ ان ناٹکوں کی موسیقی پرانی روایت پر قائم تھی لیکن اس وقت
ی راج

بھی کافی مقبول رہی۔ ۱۹۴۳ء سے ۱۹۴۷ء تک بال گندھروا کے کامیاب
ڈراموں جیسے سبھدرا، شاردا، سن شایک لزلہ مان اپمان، سوئمور،
ودیا دھرن، ایکاتچ پیالہ وغیرہ کو دوبارہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی۔
ان تیس سالوں میں دو لہریں متوازی چلتی رہیں۔ ایک روایتی
سنگیت ڈرامہ اور دوسرا جدید مثلاً جیوتسنا بائی بھولے اور بھاؤ گیت
پر مبنی ناٹک ان ڈراموں میں مانے ہوئے ڈرامہ نویسوں مثلاً پی کے اترے
(جگ کلئے منہلے) دیالی گھر اینر) ایم، جی رانگنیکر (روایتی ملکھے گھر ہر
سیوا) بھانا لادی ادسری، ڈھکتی آئی ہلے، وی دار تی (رانی چاباغ)
سی، وی مراٹھے (ہوتا جی بال) جی، بی ڈانڈیکر (رادھا مانی) پی، ایل
دیشپانڈے (عملدار) اور دیگر کئی شامل ہیں۔ ان ڈراموں سے بھاؤ گیت

ماسٹر دینا ناتھ، گوتم کے کردار میں، اور گنپت راؤ موہیتے اہلیہ کے
کردار میں —
ناٹک: 'برہم کماری' کا ایک منظر

روایت کو اور تقویت پہنچی۔

۱۹۵۷ء اور اسکے بعد

۱۹۵۷ء سے اسٹیج موسیقی روائتی یا بنیادی گیت دونوں طرزوں سے دور ہوتی چلی گئی ناٹک شتابدی کے بعد سے تمام قدیم طرزوں کو موسیقی میں سمو دیا گیا۔ اس طرح کرتن کر (جیسے ڈنڈی، ساکی، اوی) خیال، ٹھمری، ٹپا ترانہ، غزل، کجری، ابھنگا، بھجن، لیجھنے گیت، دو۔ نفری گیت، رقص شعروشاعری غرض یہ کہ تمام روایتوں کو اسٹیج موسیقی میں شامل کیا گیا۔ پنڈت جگناتھ (۱۹۶۰ء) سورن تولہ (۱۹۶۰ء) متسیاگندھ (۱۹۶۴ء)، مدان چی منجری (۱۹۶۵ء) جے جے گوری شنکر (۱۹۶۶ء)، پریتی سنگم (۱۹۶۸) میرا مدھرا (۱۹۷۱ء)، دیوا دینا گھری دھاولا (۱۹۷۱ء) جیسے ماہرین نے ناٹکوں کی موسیقی میں مختلف اقسام کو یکجا کرنے کی کوشش کی۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس دور میں اصل ناٹک کے اطراف موسیقی کے ذریعہ ناٹک کے مرکزی خیال کا تانا بانا بننے کی کوشش کی گئی۔ مندرجہ بالا (۱۹۶۳ء) بیجو (۱۹۶۶ء) میگھ ملہار (۱۹۶۷ء)، کٹیار کالجیت گھسلی (۱۹۶۷ء) دھنیاتے گیانی کلا (۱۹۶۸ء) رنگت رنگلا شری رنگ (۱۹۷۰ء) سوار سمردتی (۱۹۷۲ء) اس رجحان کا پتہ دیتے ہیں۔

اسکے باوجود ان ناٹکوں کی موسیقی (خصوصاً سنگیت ناٹک) بنیادی طور پر قدیم زمانہ کی موسیقی سے علیحدہ نہیں ہوتی تھی۔ پیش کرنے کا طریقہ بھی تقریباً وہی پرانا رہا۔ ناٹک کے موضوع میں تو تبدیلی ہوتی رہی لیکن موسیقی کی طرز وہی بال گندھروا، کیشوراؤ بھوسلے اور ماسٹر دینا ناتھ کی طرز جیسی رہی۔

صرف "لیکورے اور نڈ جھالی" ایسی مثال ہے جسمیں موسیقی مائی نیر یپڈی یا شاید میوزک ڈائرکٹر جتیندر ابھیشکی کے وطن گوا کے لوک ناٹک کی موسیقی سے مستعار لی گئی تھی۔ اسمیں گیت اکثر تماشبین کے مزاج کے موافق ہوا کرتے تھے صحیح معنوں میں سُر ہوتے تھے لیکن موسیقی نہیں ہوتی تھی۔ گیت گائے تو جاتے تھے لیکن موسیقی کی دھن سے مطابقت نہیں رکھ پاتے تھے۔ دیول کے ناٹک "شاردا" "بیں دکاتو، اصول (دھن کی طرز پر الفاظ کی پرترنم ادائیگی کا اصول)، کی مانگ عام ہوئی۔ یہ طرز واقعی قابل تعریف تھی کیونکہ یہ ایک نیا تجربہ تھا۔ دوسری اہم تبدیلی جس کا ذکر کیا جا سکتا ہے وہ ہے گھاشی رام کوتوال (۱۹۷۲ء) اور "عجیب نیلائے ور تولا جا" (۱۹۷۳ء) کی موسیقی میں جو بھاسکر چندرا دارکر نے ترتیب دی تھی، لوک طرزوں کا کامیاب استعمال۔

اشک راناڈے اور بھاسکر چندرا دارکر جیسے موسیقاروں نے اسٹیج موسیقی کی ایک نئی تعریف پیش کی۔ ان کے مطابق نظم جیسے سنگیت میں ڈھالا جائے ضروری نہیں کہ وہ اسٹیج موسیقی کا لازمی جزو بنے۔ اگر دھونی ندا، سُر اور آلات موسیقی کے ساتھ استعمال سے جو "شور" پیدا ہوتا ہے اس سے اگر ناٹک کے کسی منظر میں تاثر پیدا ہوتا ہے تو اسے اسٹیج موسیقی کہا جا سکتا ہے۔ آجکل اسٹیج موسیقی میں یہی رجحان عام ہے۔

بہرحال مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ بہ بھاسکر بوا بکھلے کا بول آ کے ساتھ خیال اور ٹیمبے کی دریافت پورب انگا اسٹیج موسیقی کیلئے موز ثابت ہوئی۔ یہ واضح ہے کہ ٹھمری کا اصل تعلق جذبات سے ہوتا ہے۔ سے وقت کے ساتھ ساتھ اس طرز کیلئے آواز کی خاصیت سے لاپروا برتی جانے لگی۔ آرٹسٹ زیادہ تر کلاسیکی طرز کی جانب مائل ہوتے ان کی رائے میں راگ کی سختی سے پابندی ضروری نہیں تھی اسلئے ا نے اسمیں تبدیلی کی وہ بالکل بھول گئے کہ ٹھمری داسں طرز میں اثر کرتن کرنے کیلئے ضروری آواز کی خاصیت سے قائم ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ ٹھمری داسں طرز دوبارہ لائی جائے بلکہ سمجھنا چاہئیے کہ اسٹیج موسیقی میں ناٹیہ کی زیادہ اہمیت ہوتی ہے۔ مو لوازمات صرف اس اہمیت کو بڑھاتے ہیں۔ ٹھمری اسٹیج سے زیادہ رہی ہے اور الاپ، "تان" اور بول اس کے ستون رہے ہیں۔ گو ٹیمبے نے اس اہمیت کو سمجھا اور اگر ان کے بتلائے اصول اور بہتر طر اپنائے جاتے تو یقین ہے کہ اسٹیج، موسیقی میں ایک ایسا توازن پیدا جس کے ذریعہ گیتوں کی مدد سے ناٹک کے جذباتی کردار کو واضح کر مدد ملتی۔ لیکن ایسا نہیں ہوا اور ۱۹۵۷ء کے بعد سے اسٹیج موسیقی میں قابل ذکر تبدیلی نہیں آئی ہے۔

(یہ مضمون شکریہ کے ساتھ نیشنل سینٹر فار پرفارمنگ آرٹ کے رسالہ جون ۱۹۷۶ء سے لیا گیا)

قومی راج میں شائع شدہ مضامین حوالے کے باحوالہ نقل کئے جا سکتے ہیں" تا" جس شمارے میں مضمون شامل ہو اس کی ایک کاپی چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز کے نام ضرور روانہ کی جائے۔
(ادارہ)

مراٹھی ناٹیہ سنگیت

ہندوستانی منظوم ڈرامہ میں نیا موڑ

★ موھن ناڈکرنی

مہاراشٹر دیگر باتوں کے علاوہ اسٹیج سنگیت کی ترویج و ترقی میں ایک محور کی حیثیت رکھتا ھے۔ ناٹیہ سنگیت، جسے عرف عام میں 'پد' کہا جاتا ھے، مہاراشٹر میں سب سے مقبول گیت مانا جاتا ھے۔ اس کے بعد بھاؤ گیت آتا ھے۔

۳۱ اکتوبر ۱۹۸۰ء میں بلونت پانڈورنگ عرف انّا صاحب کرلوسکر کے سنگیت ناٹک "شکنتلا" کے بعد جسے اب تقریباً ایک صدی بیت چکی ھے، مراٹھی اسٹیج سنگیت کا آغاز ھوا۔ یہ کہا جاسکتا ھے کہ اسٹیج کے ذریعہ دراصل انّا صاحب نے اپنی کوشش سے ھندوستانی سنگیت کو ایک نیا موڑ دیا۔ انّا صاحب کرناٹک سے تعلق رکھتے تھے، تعلیم، شاعری اور ڈرامہ نویسی کے ساتھ ساتھ اداکاری میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ سنگیت کے تعلق سے ان کی محنت کو دیکھتے ھوئے انھیں مراٹھی سنگیت ناٹک کا بانی مانا جاسکتا ھے۔

وسیع دائرۂ اثر: کرلوسکر کے سنگیت کا دائرۂ اثر نہایت وسیع ہے۔ اُن کے لکھے ہوئے گیتوں میں ساکی، ڈنڈی، لاونی طرز کے علاوہ ہندوستانی اور کرناٹک سنگیت کی جھلک بھی پائی جاتی ہے۔ شکنتلا، رام راجیہ ویوگا اور سبھدرا میں پیش کیے گئے ان کے گیت اسٹیج کے شوقینوں کے مزاج سے نہ صرف مطابقت رکھتے ہیں۔ بلکہ ان میں پوشیدہ بہترین سنگیت کار ہونے کی اہلیت کا ثبوت بھی پیش کرتے ہیں۔

سُبھدرا میں کرلوسکر کے سنگیت میں ہندوستانی اور کرناٹک سنگیت کی مقبولیت پر حیرت نہ ہونی چاہیئے، اس لئے کہ گوالیار کے ال گائیکی کو تمام بمبئی میں متعارف کرانے والے بال کرشنا بوا اچل کرنجی سے کرلوسکر نے رہنمائی حاصل کی تھی۔

مختلف خیال گھرانوں کے عام ہونے کے بعد، کرلوسکر نے بھی اپنی سنگیت کو مقبول عام کرنے کی سمت توجہ دی۔ اس مقصد سے نھوں نے مشہور گائیک اداکاروں مثلاً مورو باوا گھولیکر، بالکو باما اور بھاؤ راؤ کولہاٹکر کو، جنھیں مراٹھی اسٹیج سنگیت کے "تین پوتر ستون" کہا جاتا ہے، اپنی ناٹک کمپنی میں شامل کیا۔

مُشکلات: کرلوسکر کے پیدا کردہ نئے رجحانات سے کئی مشکلات ان کے سامنے آئیں۔ سب سے پہلے پانڈو باگرو (یا دتیشورکر) نے جو دھرو پد اور دھمر کے ماہر تھے، انھیں للکارا۔ اس کے بعد مادھو نارائن پاٹنکر نے پارسی، گجراتی گیتوں اور اُردو قوالیوں کے ذریعہ سستی طرزوں کو عام کرنے کی کوشش کی۔ پھر شری پدکرشنا کولہاٹکر نے بھی اپنے ناٹکوں 'ویر تانیہ' اور 'موک نائیک' کے ذریعہ پارسی، گجراتی اور اُردو طرزوں کو پیش کرنے کی کوشش کی۔ ان سب کے باوجود، کرلوسکر کی اپنی دھنوں نے ان تمام مشکلات پر قابو پا لیا۔ حتیٰ کہ فلم میوزک کے درمیان سے بھی گذر کر ناٹک سنگیت کی اہمیت اوّل تیس سالوں سے پچاس سالوں تک برقرار رہی۔

مراٹھی پدوں کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مہاراشٹر میں ۷۵ سال سے **کسی بھی کلاسیکی سنگیت میں** ایک یا دو پد شامل کئے بغیر گیت مکمل نہیں ہو پاتا۔ یہاں تک کہ ملمانوں میں کلاسیکل سنگیت کے ماہر عبدالکریم خاں اور مانجی خاں بھی مراٹھی پدوں کو بخوشی گایا کرتے تھے۔

مختصر یہ کہ کرلوسکر مراٹھی اسٹیج کے ہراول ہیں۔ لیکن ان کی مقبولیت کا اعزاز پدوں کے گانے والے گائیک۔ اداکاروں اور سنگیت کاروں کو ملنا چاہیئے۔ ذیل میں مراٹھی ناٹیہ سنگیت کی قدیم روایت کو اسی شان و شوکت سے برقرار رکھنے والی چند نامور ہستیوں کی تصاویر پیش کی جا رہی ہیں:

بھاسکر بوا بھاکھلے (۱۸۶۰-۱۹۲۱):- مشہور و معروف ماہرِ سنگیت، جن کے گیتوں میں گوالیار، آگرہ اور انزاولی، جے پور گھرانوں کی بھرپور جھلک ہوتی تھی۔ آپ ایک منجھے اداکار اور سنگیت کار بھی تھے۔ آپ نے گووند راؤ ٹیمبے، بال گندھروا اور ماسٹر کرشنا راؤ کی اداکاری کے جوہر کو سنگیت سے نمایاں کیا۔ 'سومبر' جیسے ناٹکوں میں راگ دری پر مبنی انکا سنگیت دائمی یادگار بن چکا ہے

رام کرسنا بوا وزے (۱۸۷۱ - ۱۹۴۳) :- ہندوستانی سنگیت کے ممتاز کلاکار جنھوں نے وینکٹیشن ہنڈھرکر کی للت کلادرش منڈلی کے ڈراموں کے لیئے سنگیت دیا تھا۔ نیز آپ ایک مانے ہوئے گائیک اداکار تھے۔ وازبوا نے مشہور گائیک اداکار کیشوراؤ بھوسلے اور دینا ناتھ منگیشکر کو بھی تربیت دی تھی۔

❀❀❀

کیشوراؤ بھوسلے :- ممتاز میوزک ڈائرکٹر، مصنف اور تنقید نگار جنھیں پربھات فلمز میں سنگیت سے سب سے پہلے اور بعد میں رانگنیکر کے ڈراموں میں سنگیت سے شہرت حاصل ہوئی۔

گووندراؤ ٹیمبے (۱۸۸۱ - ۱۹۵۵) - ایک عظیم اداکار، سنگیت کار، ڈرامہ نویس، مصنف اور تنقید نگار جنھوں نے کھاڈیلکر کی پیش کش 'مان اپمان' میں اپنے سنگیت کا جادو جگا کر مراٹھی ناٹیہ سنگیت کی ترویج و ترقی میں ایک مقام بنایا۔ آپ کو ہارمونیم پر لاجواب عبور حاصل تھا۔

❀❀❀

ماسٹر کرشنا راؤ (۱۸۹۸-۱۹۷۴) :- گائیک، اداکار اور اسٹیج اور فلم سنگیت کار کی حیثیت سے شہرت پائی۔ گندھرو سنگیت منڈلی اور رانگنیکر کے ڈراموں کے ذریعہ ناٹیہ سنگیت کے فروغ میں نمایاں حصہ لیا۔

بالَ گندھرو (۱۸۸۸- ۱۹۶۷) : ''نٹ سمراٹ'' کے نام سے مشہور ہوئے۔ اداکار کی حیثیت سے نسوانی اداکاری میں فن کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ اور مراٹھی سنگیت ناٹیہ میں کافی اثر پیدا کیا۔

سوائی گندھرو (۱۸۸۶- ۱۹۵۲) کرانہ گھرانہ کے مانے ہوئے فن عبدالکریم خاں کے ہونہار شاگرد۔ گائیک۔ اداکار کی حیثیت نامور ہوئے اور بعد میں اپنی طرز کو مقبول بنایا۔

ہیرابائی بڑودیکر (۱۹۰۵) : ۔کرانہ گھرانہ میں ماہر مغنی جوانی کے دور میں گائیکا۔ اداکارہ کی حیثیت سے اپنے فن 'سنگیت' کو سنوارا۔ آپ کی طرز ابھی بھی مشہور ہے۔

دینا ناتھ منگیشکر (۱۹۰۰- ۱۹۴۲) اپنے سنگیت کے ذریعہ ہندوستانی، کرناٹک اور پارسی دھنوں کو عام کیا۔ اس کے علاوہ بلونت سنگیت منڈلی کے ڈراموں کے ذریعہ لوک روایتوں کو اُجاگر کیا۔

چھوٹا گندھرو: ممتاز گائیک۔ اداکار، جنھوں نے سونمبرا اور دیگر ڈراموں کے ذریعہ ناٹیہ سنگیت کو فروغ دیا۔

وسنت راؤ دیشپانڈے: آج کے مقبول ترین گائیک۔ اداکار، کٹیار کالجت گھسلی، میں لاجواب اداکاری کی۔

رام داس کامت: "متسیہ گندھ" اور "یا با قی آ ئی دیو یا ئی" جیسے ڈراموں میں گائیک اداکار کی حیثیت سے شہرت پائی۔

رام مراٹھے: کلاسیکی موسیقی کے اُستاد ماسٹر کرشن راؤ کے شاگرد۔ پہلے فلموں میں بچہ اداکار رہے اور بعد میں بحیثیت گائیک اداکار کئی مراٹھی ڈراموں میں اداکاری کی۔

مانک ورما: مشہور کلاسیکی گائیکہ۔ ناٹیہ سنگیت میں بھی مہارت رکھتی ہیں۔

جیوتسنا بھولے (۱۹۱۳): ک
کی بیٹی۔ کلاسیکی سنگیت کی ماہر، م
میں اُستاد ۔ رانگنیکر کے ڈراموں '
اور 'ایک ہوتا مہاتارا' میں بحیثیت
اداکارہ سنگیت کو ایک نیا موڑ

آشا بھوسلے: دینا ناتھ منگیشکر کی بیٹی۔
اور مشہور پلے بیک سنگر ۔ اپنے آنجہانی پتا
کے گائے ہوئے پدوں کو گانے میں مشہور ہیں

پرشاد ساوکر: پُرانے زمانے کے مشہور
گائک ۔ اداکار، آنجہانی رگھوبیر ساوکر
کے بیٹے ۔ 'پنڈت راج جگناتھ' اور کئی
ڈراموں میں قابلِ تعریف اداکاری کی۔

جتیندر ابھیشیکی: آج کے زمانہ کے مشہور سنگیت کار۔ اسٹیج
سنگیت کو نئی راہ دکھائی۔ ان کے فن کی جھلک 'متسیہ گندھا' 'یایاتی
آنی دیویانی'، 'کٹیا' اور 'لیکورے اوندجھالی' جیسے ڈراموں سے واضح ہے۔

کمار گندھرو (۱۹۲۴) مشہور زمانہ کلاسیکی سنگیت ک
کی اسٹیج موسیقی میں اپنی طرز کو ڈھال کر نام کمایا۔

۱۸۸۰ء کے بعد کی ناٹک منڈلیاں

* سُمنت جوشی

۱۸۸۰ء سے قبل الاٹیکر ہندو ناٹک منڈلی، اچل کرنجی ناٹک منڈلی، سانگلی کر ہندو ناٹک منڈلی، بونبکر ناٹک منڈلی اور دیگر ناٹک منڈلیاں قائم تھیں۔ لیکن کرلوسکر سنگیت ناٹک منڈلی' کے قیام اور پہلے سنگیت ناٹک 'شکنتلا' پیش ہونے کے بعد مراٹھی سنگیت ناٹکوں کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔

کرلوسکر ناٹک منڈلی کے بعد کئی اور ناٹک منڈلیاں بھی بنیں لیکن چند سالوں کے بعد یہ منڈلیاں آپسی نا اتفاقی کی بنا پر ختم ہوگئیں۔

ذیل میں کرلوسکر سنگیت ناٹک منڈلی کے بعد قائم کی گئی چند مخصوص ناٹک منڈلیوں کی فہرست درج ہے:

* کرلوسکر سنگیت ناٹک منڈلی - ۱۸۸۰ء، اناصاحب کرلوسکر (سبھدرا، مان اپمان)
* گندھروا ناٹک منڈلی - ۱۹۱۳ء، بال گندھرو گنپت راؤ بودس۔ گووندراؤ ٹیمبے (سوئمور)
* شیوراج سنگیت ناٹک منڈلی - ۱۹۱۴ء، گووندراؤ ٹیمبے (سیدھا سنسار (ہندی))
* بلونت سنگیت ناٹک منڈلی - ۱۹۱۸ء، چنتامن راؤ کولہٹکر کرشنا راؤ کولہاپورے، ماسٹر دینا ناتھ (بھاؤبندھن اور رنا وندکھی)

کرلوسکر ناٹک منڈلی بند ہونے کے بعد نانا صاحب چیپکر نے ۱۹۲۵ء میں اور کرشنا راؤ کولہاپورے نے ۱۹۳۴ء میں اس منڈلی کو اسی نام سے دوبارہ جاری کرنے کی کوشش کی۔ ۱۹۳۸ء میں ایس۔ بی مجمدار کی موت کے بعد اس کے اجراء کے تمام امکانات ختم ہو گئے، کیونکہ ایس۔ بی مجمدار کے نام اس منڈلی کے جملہ حقوق

محفوظ تھے۔

* سودیشی ہتنک منڈلی ۔ ۱۸۹۴ء، جنو بھاؤ نمبالکر (شاردا' اور 'کنج وہار')
* للت کلادرشن ناٹک منڈلی ۔ ۱۹۰۸ء، کیشوراؤ بھوسلے اور دیگرافراد (راکھشسی' اور 'مہتو کانکشا')
* کیسر سنگیت ناٹک منڈلی ۔ ۱۹۲۱ء، وانو پنت بھوسلے
* بھوسلے سنگیت ناٹک منڈلی ۔ ۱۹۲۳ء، رام بھاؤ کلاونی (رام رحیم)
* ناٹیہ کلا پرورتک سنگیت ناٹک منڈلی ۔ ۱۸۹۶ء، پٹوردھن' کیلکر، مراٹھے، لائبیر بھاٹے ہوا۔
* آنند ولاس ناٹک منڈلی ۔ ۱۹۱۴ء، دیرکر برادران (میونسپلٹی)
* نوتن سنگیت ناٹک منڈلی ۔ ۱۹۱۴ء، سوائی گندھروا (دنور)
* سرسوتی ناٹک منڈلی ۔ ۱۹۲۱ء، کرشنا راؤ پٹ ٹرے (آہنکار)
* آنند سنگیت ناٹک منڈلی ۔ ۱۹۲۳ء، انا صاحب شرگو پیکر (گوکل چاچور)
* یشونت ناٹک منڈلی ۔ ۲۴-۱۹۲۳ء، شنکر راؤ سرنائیک
* رنگ بودھیچو ناٹک سماج ۔ ۱۹۲۴ء، رگھو ویر ساورکر (سنشیہ کالول)
* بال موہن سنگیت ناٹک منڈلی ۔ ۱۹۲۸ء، داموّنا جوشی (سورگا در سواری)
* ارونودیا ناٹک منڈلی ۔ ۱۹۲۹ء، نانا صاحب گوکھلے (گرنی والا)
* نوتن سنگیت ودیالیہ ناٹیہ شاکھا ۔ ۱۹۲۹ء، ہیرابائی بڑودیکر (شیواجی لاشاہ)
* سلوچنا ناٹک منڈلی ۔ ۱۹۳۳ء، سلوچنا پالکر
* راجہ رام سنگیت منڈلی ۔ ۱۹۳۹ء، گنگا دھر پنت لونڈھے (پریم سنیاس)
* ناٹیہ نکیتن ۔ ۱۹۴۱ء، ایم. جی رانگنیکر (کل ودھو)
* کلاوہار ۔ ۱۹۴۳ء، ناگیش جوشی (دیومانوس)
* للت کلا کنج ۔ ۱۹۴۳ء، چنتامن راؤ کولہاٹکر (یدھ چیا ساولیا)
* پربھاکر ناٹیہ مندر ۔ ۱۹۴۹ء، دامو ناما لونکر (اُدھار آسن وار)
* دکشھی نی سوبودھ ناٹک منڈلی
* ناٹیہ کلا درشا ناٹک منڈلی
* ناٹیہ کلا پرسارک سنگیت منڈلی
* ناٹیہ درشا ناٹک منڈلی
* بھارت ناٹیہ کلا سنگیت منڈلی
* بھارت بھوشن ناٹک منڈلی
* ممبئی کرناٹک منڈلی ۔ ۱۸۹۷ء، بابا جی دولت رانے ۔ چار برسوں کے بعد اس کا نام بدل کر راجہ پورکر ناٹک منڈلی رکھا گیا (سنت تکارام)
* رماکانت سنگیت منڈلی
* للت کلا سمور دھک ناٹک منڈلی
* شری لکشمی کانت پراسادک سنگیت منڈلی

یہ فہرست ۱۹۵۰ء تک کی ہے ۔ ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۵ء کا زمانہ مراٹھی تھیٹر کے لئے بڑا خراب رہا. آجکل مراٹھی تھیٹر میں دوبارہ جان پیدا ہوئی ہے. اب ناٹک منڈلیوں کی جگہ ناٹیہ سنستھاؤں نے لے لی ہے ۔ اور زیادہ تر نثری ڈرامے مقبول ہو رہے ہیں . (مذکورہ بالا فہرست میں پہلے منڈلی کا نام، پھر اس کے بانی کا نام اور آخر میں قوسین میں اس منڈلی کے مشہور ڈرامے کا نام درج ہے .)

انّا صاحب کرلوسکر کے یادگار ڈرامے

• گیانیشور ناڈکرنی

انّا صاحب کرلوسکر نے تقریباً سَو سال قبل ۳۱ اکتوبر ۱۸۸۰ء کی شب کو پُونے کے آنندو بھاؤ تھیٹر میں کالیداس کے ابھی گیانا شکنتلم کو مراٹھی میں اسٹیج کیا۔ بیلگام کے ایک فاضل محقق کے۔ بی مراٹھے کے مطابق اس سے قبل ایک اور ادارے نے جس سے انّا صاحب کرلوسکر بھی منسلک تھے، یہ ناٹک بیلگام میں پیش کیا تھا۔ یہ انکشاف سَنگیت شاکنتل (شکنتلا) کے پہلی مرتبہ اسٹیج کئے جانے کی تاریخ کے متعلق ایک قضیہ کھڑا کرتا ہے، پھر بھی کرلوسکر کے اولین ڈرامہ کی صَدسالہ تقریبات کی اہمیت اس سے اثرانداز نہیں ہوتی، کیونکہ "سَنگیت شکنتل" پہلا مقبول کلاسیکل ڈرامہ مانا گیا ہے۔

مراٹھی کا پہلا ڈرامہ : ہم جسے مراٹھی کا پہلا ڈرامہ تصور کرتے ہیں وشنو داس بھاوے کا "سیتا سویمبر" ہے جو ۱۸۴۳ء میں سانگلی میں اسٹیج کیا گیا تھا۔ بھاوے اور کرلوسکر کی کاوشوں و اصل میں کافی مماثلت نظر آتی ہے۔ بھاوے کی ابتدائی کوششوں کے مقابلے میں کرلوسکر کا سَنگیت ناٹک ادب اور کردار نگاری کے لحاظ سے کافی سُلجھا ہوا ہے۔ بھاوے کی پیدائش و پرورش سانگلی میں ہوئی تھی انھیں کرناٹک کے عوامی تھیٹر (یکشاگنا) دیکھنے کے مواقع ہاتھ آئے۔ یکشاگنا تھیٹر کے ڈراموں کے رقص و نغمات کا اثر بھاوے کے ڈراموں پر نمایاں ہے۔ بھاوے مہاراشٹر کے لوک۔ تھیٹر دشاازتار (جو یکشاگنا سے منسلک تھا) اور للت سے بھی متاثر ہوئے تھے۔ کرلوسکر کرناٹک کے مقام گرل ہسّر میں پیدا ہوئے تھے اور وہ بھی یکشاگنا سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ باضابطہ ڈرامہ نویسی شروع کرنے سے قبل کرلوسکر نے اپنے وقت کی گشتی ناٹک کمپنیوں کے لئے بھاوے طرز کے بے شمار اکھیان لکھے تھے۔ اکھیان لکھنے کے لئے شعر موزوں کرنے کی صلاحیت ضروری ہے اور کرلوسکر مراٹھی اور کنڑ میں شعر کہنے پر پوری قدرت رکھتے تھے۔

"سنگیت شکنتل" اور اس کے بعد "سنگیت سُبھدرا" کے گیتوں کی دھنوں کی تلاش میں انھوں نے اُنیسویں صدی کی آخری دہائیوں میں حاصل ہندوستانی موسیقی کے ذخیروں کو ٹٹولا تھا۔ انھوں نے نہ صرف کلاسیکل ہندوستانی سنگیت، کرناٹک سنگیت اور لوک سنگیت (مثلاً لاونی) سے استفادہ کیا بلکہ مہاراشٹر کے سنت کویوں اور ۱۸ ویں صدی کے پنت کویوں کی منظوم تخلیقات سے بھی استفادہ کیا۔

سنگیت سُبھدرا پر اپنے تحقیقی مقالے میں ڈاکٹر وی۔ ڈی۔ کلکرنی نے موسیقی اور شاعری کے ان حوالوں کا دلچسپ تذکرہ پیش کیا ہے جن سے کرلوسکر نے اپنے دوسرے شہرت یافتہ سنگیت ناٹک کی تیاری میں مدد لی تھی۔

ناٹک کے ترجمے : اُن دِنوں سنسکرت ڈراموں کا ترجمہ کرنا ایک عظیم کارنامہ تصور کیا جاتا تھا۔ اوال انگراجی کے وقت مہاراشٹر کے دانشوروں کی رائے میں انگریزوں کے اقتدار کا راز ان کے ذخیرۂ علم

ہ تھے۔

سودیشی چنتک منڈلی ۔ ۱۸۹۴ء ، جنو بھاؤ کمبالکر (شاردا اور کنج وہار)

للت کلادرشن ناٹک منڈلی ۔ ۱۹۰۸ء ، کیشوراؤ بھوسلے اور دیگر افراد (راکھشی اور مہتو کانکشا)

* کیسر سنگیت ناٹک منڈلی ۔ ۱۹۲۱ء ، داتو پنت بھوسلے
* بھوسلے سنگیت ناٹک منڈلی ۔ ۱۹۲۳ء ، رام بھاؤ کلادنی (رام رحیم)
* ناٹیہ کلا پرورتک سنگیت ناٹک منڈلی ۔ ۱۸۹۶ء ، پٹوردھن کیلکر ، مراٹھے ، لائنبر بھاٹے بوا۔
* آنند ولاس ناٹک منڈلی ۔ ۱۹۱۴ء ، ویرکر برادران (میونسپلٹی)
* نوتن سنگیت ناٹک منڈلی ۔ ۱۹۱۴ء ، سوائی گندھروا (دونور)
* سرسوتی ناٹک منڈلی ۔ ۱۹۲۱ء ، کرشنا راؤ بٹ ڑے (آہنکار)
* آنند سنگیت ناٹک منڈلی ۔ ۱۹۲۳ء ، انّا صاحب شر گوپیکر (گوکل چاچور)
* لیشونت ناٹک منڈلی ۔ ۲۴-۱۹۲۳ء ، شنکر راؤ سرنائیک
* رنگ بودھیچو ناٹک سماج ۔ ۱۹۲۴ء ، رگھوویر ساورکر (سنشیہ کالول)
* بال موہن سنگیت ناٹک منڈلی ۔ ۱۹۲۸ء ، داموتنا جوشی (سورگا در سواری)
* اردونودیا ناٹک منڈلی ۔ ۱۹۲۹ء ، نانا صاحب گوکھلے (اگرنی دالا)
* نوتن سنگیت و دیالیہ ناٹیہ شاکھا ۔ ۱۹۲۹ء ، ہیرا بائی بڑودیکر (شیواجی لاشاہ)
* سلوچنا ناٹک منڈلی ۔ ۱۹۳۳ء ، سلوچنا پالکر
* راجہ رام سنگیت منڈلی ۔ ۱۹۳۹ء ، گنگا دھر پنت لونڈھے (پریم سنیاس)
* ناٹیہ نکیتن ۔ ۱۹۴۱ء ، ایم۔ جی رانگنیکر (کُل ودھو)
* کلا وِلاس ۔ ۱۹۴۳ء ، ناگیش جوشی (دیوما نوس)
* للت کلا کنج ۔ ۱۹۴۳ء ، چنتامن راؤ کولہاٹکر (یدھ چیا ساولیا)

* پربھاکر ناٹیہ مندر ۔ ۱۹۴۹ء ، دامو نامالونکر (اُدھار آسن وار)
* دکشھی نی سوبودھ ناٹک منڈلی
* ناٹیہ کلادرشا ناٹک منڈلی
* ناٹیہ کلا پرسارک سنگیت منڈلی
* ناٹیہ درشا ناٹک منڈلی
* بھارت ناٹیہ کلا سنگیت منڈلی
* بھارت بھوشن ناٹک منڈلی
* ممبئی کرناٹک منڈلی ۔ ۱۸۹۷ء ، بابا جی دولت راتے ۔ چار برسوں کے بعد اس کا نام بدل کر راجہ پور کرناٹک منڈلی رکھا گیا (سنت تکارام)
* رماکانت سنگیت منڈلی
* للت کلا سمور دھک ناٹک منڈلی
* شری لکشمی کانت پراسادک سنگیت منڈلی

یہ فہرست ۱۹۵۰ء تک کی ہے ۔ ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۵ء کا زمانہ مراٹھی تھیٹر کے لئے بڑا خراب رہا۔ آجکل مراٹھی تھیٹر میں دوبارہ جان پیدا ہوئی ہے ۔ اب ناٹک منڈلیوں کی جگہ ناٹیہ سنستھاؤں نے لے لی ہے ۔ اور زیادہ تر نثری ڈرامے مقبول ہو رہے ہیں ۔ (مذکورہ بالا فہرست میں پہلے منڈلی کا نام ، پھر اس کے بانی کا نام اور آخر میں قوسین میں اس منڈلی کے مشہور ڈرامے کا نام درج ہے ۔)

انّا صاحب کرلوسکر کے یادگار ڈرامے

• گیا نیشور ناڈکرنی

انّا صاحب کرلوسکر نے تقریباً سو سال قبل ۳۱ اکتوبر ۱۸۸۰ء کی شب کو پونے کے آنند وبھاؤ تھیٹر میں کالیداس کے ابھی گیانا شکنتلم کو مراٹھی میں اسٹیج کیا۔ بیلگام کے ایک فاضل محقق کے. بی مراٹھے کے مطابق اس سے قبل ایک اور ادارے نے جس سے انّا صاحب کرلوسکر بھی منسلک تھے، یہ ناٹک بیلگام میں پیش کیا تھا۔ یہ انکشاف سنگیت شاکنتل (شکنتلا) کے پہلی مرتبہ اسٹیج کئے جانے کی تاریخ کے متعلق ایک قضیہ کھڑا کرتا ہے، پھر بھی کرلوسکر کے اولین ڈرامہ کی صدسالہ تقریبات کی اہمیت اس سے اثرانداز نہیں ہوتی، کیونکہ " سنگیت شکنتل" پہلا مقبول کلاسیکل ڈرامہ مانا گیا ہے۔

مراٹھی کا پہلا ڈرامہ : ہم جسے مراٹھی کا پہلا ڈرامہ تصور کرتے ہیں، وشنو داس بھاوے کا "سیتا سویمبر" ہے جو ۱۸۴۳ء میں سانگلی میں اسٹیج کیا گیا تھا۔ بھاوے اور کرلوسکر کی کاوشوں و حاصل میں کافی مماثلت نظر آتی ہے۔ بھاوے کی ابتدائی کوششوں کے مقابلے میں کرلوسکر کا سنگیت ناٹک ادب اور کردار نگاری کے لحاظ سے کافی سلجھا ہوا ہے۔ بھاوے کی پیدائش و پرورش سانگلی میں ہوئی تھی انھیں کرناٹک کے عوامی تھیٹر (یکشاگنا) دیکھنے کے مواقع ہاتھ آئے۔ یکشاگنا تھیٹر کے ڈراموں کے رقص و نغمات کا اثر بھاوے کے ڈراموں پر نمایاں ہے۔ بھاوے مہاراشٹر کے لوک تھیٹر دشاوتار (جو یکشاگنا سے منسلک تھا) اور للت سے بھی متاثر ہوئے تھے۔ کرلوسکر کرناٹک کے مقام گرل ہسر میں پیدا ہوئے تھے اور وہ بھی یکشاگنا سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ باضابطہ ڈرامہ نویسی شروع کرنے سے قبل کرلوسکر نے اپنے وقت کی گشتی ناٹک کمپنیوں کے لئے بھاوے طرز کے بے شمار اکھیان لکھے تھے۔ اکھیان لکھنے کے لئے شعر موزوں کرنے کی صلاحیت ضروری ہے اور کرلوسکر مراٹھی اور کنڑ میں شعر کہنے پر پوری قدرت رکھتے تھے۔

"سنگیت شکنتل" اور اس کے بعد "سنگیت سبھدرا" کے گیتوں کی دھنوں کی تلاش میں انھوں نے انیسویں صدی کی آخری دہائیوں میں حاصل ہندوستانی موسیقی کے ذخیروں کو ٹٹولا تھا۔ انھوں نے نہ صرف کلاسیکل ہندوستانی سنگیت، کرناٹک سنگیت اور لوک سنگیت (مثلاً لاونی) سے استفادہ کیا بلکہ مہاراشٹر کے سنت کویوں اور ۱۸ ویں صدی کے پنت کویوں کی منظوم تخلیقات سے بھی استفادہ کیا۔

سنگیت سبھدرا پر اپنے تحقیقی مقالے میں ڈاکٹر وی. ڈی. کلکرنی نے موسیقی اور شاعری کے ان حوالوں کا دلچسپ تذکرہ پیش کیا ہے جن سے کرلوسکر نے اپنے دوسرے شہرت یافتہ سنگیت ناٹک کی تیاری میں مدد لی تھی۔

ناٹک کے ترجمے : ان دنوں سنسکرت ڈراموں کا ترجمہ کرنا ایک عظیم کارنامہ تصور کیا جاتا تھا۔ اوائل انگراجی کے وقت مہاراشٹر کے دانشوروں کی رائے میں انگریزوں کے اقتدار کا راز ان کے ذخیرۂ علم

چھپا ہوا تھا. لہٰذا ان پر برتری حاصل کرنے کے لئے ان کے علوم سے
بہت ضروری تھی. لہٰذا دانشوروں کے ایک طبقے نے انگریزی پر
حاصل کیا اور مغربی علوم وفنون سے روشناس ہوئے بعض
بسران نے شیکسپئر کے تمام ڈراموں کا مراٹھی میں ترجمہ کرنا شروع
اور ۲۰ ویں صدی کے آغاز سے قبل شیکسپئر کے تمام ڈراموں کا
ٹھی میں ترجمہ ہو چکا تھا یا مراٹھی میں تبدیل کیا گیا تھا. ان میں
ے بہت کم ڈرامے اسٹیج کئے گئے.

اندازہ ہے کہ کرلوسکر اور اُن کے خاص ساتھی گووند بلّال دیول
ے اسی جذبہ کے تحت سنسکرت ڈراموں کو مراٹھی میں ڈھالنے کی
وشش کی، کرلوسکر نے سنسکرت ڈراموں کو بڑی کامیابی کے ساتھ مؤثر
راز میں مراٹھی میں ڈھالا ہے. وہ بہت سوچ سمجھ کر ڈراموں کا
نتخاب کرتے تھے. اوّل تو وہ ان کے منتخب شدہ ڈرامے سنسکرت
ب کے کلاسیکی شاہکار ہوتے تھے اور دوسرے ان ڈراموں میں
ہانی کا عنصر مضبوط ہوا کرتا تھا. جس کی وجہ سے ناظرین ڈرامہ دیکھنے
ں پوری طرح کھو جاتے تھے. خیالی کردار، کرشمے اور رومان سنگیت
اٹک کی تیاری میں اہم اجزاء مانے جاتے تھے. ان میں انتہائی
رجہ کا المیہ نہیں ہوتا تھا. غم و فراق کی تلافی وصل کی مسرّت سے
ی جاتی تھی. عشق باوقار ڈھنگ سے پروان چڑھتا تھا اور صرف
اگہانی آفات سے اس میں خلل بتایا جاتا تھا.

شکنتلا کی انگشتری کا واقعہ سنسکرت ڈرامے کی جان ہے لیکن
مراٹھی ڈرامے میں ہیروئین کی زندگی کو نیا موڑ دینے والے اس واقعہ
میں وہ بات نہیں پیدا کی جا سکی.

چھے ناٹک کے عناصر: کرلوسکر نے سنسکرت ڈراموں کی "دو طا
کشش" کو اپنے ڈراموں میں بڑی خوبی سے استعمال کیا. یہاں
کشش کے لفظ کو وسیع معنوں میں استعمال کیا گیا ہے. سنسکرت
مراٹھی لفظ ادبھوت سے اس کے معنی واضح ہو جاتے ہیں. کرلوسکر
کے نزدیک ایک اچھی کہانی ایک اچھے ناٹک کی پہلی ضرورت تھی
سنگیت شکنتل اور اس سے کہیں زیادہ "سنگیت سبھدرا"
(جو ترجمہ نہیں بلکہ آزادانہ تخلیق ہے) اس کا ثبوت ہیں. سنگیت
شکنتل میں کرلوسکر نے ناظرین کے تجسّس کو کبھی ختم ہونے نہیں
دیا. انھوں نے ناظرین میں اگلے منظر سے متعلق دلچسپی قائم رکھی،
یہاں تک کہ نارد اپنا پہلا گیت بھی ادھورا چھوڑتا ہے اور ارجن
کو سبھدرا کی شادی سے متعلق منصوبہ بتاتا ہے.

اِس ڈرامے میں ایسے واقعات بھی ہیں جو بچوں کی کہانی کا حصہ
معلوم ہوتے ہیں. اس میں شیکسپئر کے انداز کی کامیڈی بھی پائی
جاتی ہے.

سب سے پہلے پروفیسر گنگا دھر گاڈگل نے یہ بات سامنے لائی کہ
کرلوسکر کہانی کے دیو مالائی عنصر کو قابلِ قبول بنانے کے لئے کہانی
کے کرداروں کو ۱۸۸۰ء کے آس پاس خوشحال مراٹھی خاندان کے
طرز زندگی سے مطابقت رکھتے ہوئے پیش کرتے تھے. یہی وجہ ہے کہ
کرشنا اور بلرام کے کردار مہابھارت دَور سے کہیں زیادہ انیسویں صدی
کے مہاراشٹر سے میل کھاتے ہیں. اس ڈرامے میں جب کہانی صرف دو
کرداروں کے سہارے آگے بڑھتی ہے تو کرلوسکر کیرتن کا ڈھنگ
اپناتے ہیں. سنگیت شکنتل اور سنگیت سبھدرا ان دونوں ناٹکوں
کی زبان ایک کیرتن کار کی زبان کی طرح زیادہ مگر بااثر ہے. اُن کے مکالمے
اور گیتوں کی دھنیں آج بھی ہمیں متحیّر کرتی ہیں.

گوناگوں شخصیت: انّا صاحب کرلوسکر گوناگوں شخصیت کے مالک
تھے. وہ پونے میں سرکاری کلرک تھے. 'سنگیت شکنتل' کو جب پہلی
مرتبہ اسٹیج کیا گیا، اس وقت کرلوسکر ناٹک منڈلی کے حصّہ دار
اور منیجر شنکر راؤ مجمدار نے 'شکنتلا' کا کردار ادا کیا تھا. چوں کہ
مجمدار گانا نہیں جانتے تھے اس لئے شکنتلا کے کردار کے لئے گیت
نہیں رکھے گئے. کئی سالوں بعد یہ کردار بالو راؤ کولہاٹکر نے ادا
کرنا شروع کیا. کرلوسکر نے بدلتے ہوئے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے
دیول کو خاص طور پر گیت لکھنے کے لئے مدعو کیا. دیول نے کرلوسکر
ہی کے انداز میں گیت لکھے.

کرلوسکر اور پھر دیول نے مراٹھی سنگیت ناٹک کی بنیاد رکھی. انھوں
نے مراٹھی تھیٹر کو ایک نئی اور پائیدار زندگی عطا کی ہے. اس روایت
کو قائم رکھنے کی عملی کوشش ہی دراصل مراٹھی ڈراموں کی شتابدی
تقریبات کا مقصدِ عین ہونا چاہئے.

**

شریمان سیٹھ وٹھوبا کھنڈپا گلوے
انا صاحب کرلوسکر کے مداح

تمباکو گلی، پونے میں شری گلوے کی حویلی
انا صاحب کرلوسکر نے "سنگیت شاکنتل" اسی حویلی میں لکھی
اور یہیں اس کے ریہرسل منعقد ہوئے۔

آنجہانی شری ہری بھاؤ آپٹے کی
"سنت سکھو" کے سرورق کا عکس

खबाई नाटक.

دو نامور اداکار نسوانی کردار میں

شری کیشوراؤ بھوسلے
"دامنی" کے کردار میں

بال گندھروا "سنگیت شاکنتل" میں شکنتلا کے کردار میں

پروفیسر کیرو نانا چھترے
ممتاز اسکالر اور انا صاحب کرلوسکر کے
گہرے دوست

مشہور اداکار نانا صاحب جوگ لیکر
منیجر، کرلوسکر سنگیت منڈلی.

آل انڈیا مراٹھی ڈرامہ کانفرنس کے اوّلین صدر
آنجہانی شری گنیش شری کرشنا عرف دادا صاحب کھاپرڈے
یہ کانفرنس ۱۹۰۵ء میں بمبئی میں منعقد ہوئی تھی

اداکار و گلوکار
شری جنتو بواگرد

.داس بھاٹے، سپرداپہ کے "لوک دھرتی" ناٹک سے

ر دار ←

مدرا" میں بال گندھروا (سبھدرا) اور گووندراؤ ٹیمبے ▼

اداکار و گلوکار شری بال کوبا ناٹیکر،
جنھوں نے سب سے پہلے انا صاحب کرلوسکر کے ناٹک "شاکنتل"
میں 'کنوا' کا کردار ادا کیا.

گندھروا ناٹک منڈلی کی پیش کش
"سوئمبر" میں گنپت راؤ بودس
(شری کرشنا) اور بال گندھروا (رکمنی)
کے کردار میں

کرلوسکر سنگیت منڈلی کے "مان اپمان" میں، بال گندھروا
مدد بھاؤ رانا ڈے اور دائیں جانب سرے پر گنپت راؤ بوڈس

"سونے چاکلس" کا ایک منظر
یہ ناٹک شری بی۔ وی۔ واریرکر نے لکھا تھا
اور اسے "للت کلا ورشا" نے پیش کیا تھا۔

کر منڈلی کی پیشکش "شاکنتل" میں
نت (موروبا داکھولیکر)
وشنک (گوپال راؤ داتے)
ششیہ (آنا صاحب کرلوسکر) اور
لمنتلا (شنکر راؤ جمدار)

گندھروا ناٹک منڈلی کی پیشکش
"مینکا" ناٹک کا ایک منظر

بلونت سنگیت منڈلی کی پیشکش اور
رام گنیش گڈکری کے لکھے ناٹک "راج سنیاس"
میں شری کرشنا راؤ کولہاپورے اور
ماسٹر دینا ناتھ، سنوانی کردار میں.

کرلوسکر سنگیت منڈلی کی پیشکش "مان
شری بالا صاحب جوگ لیکر اور بال گندھ

ناٹیہ چاریہ شری جی۔ بی۔ دیول کے لکھے ناٹک "مرچھ کٹک"
میں نٹ سمراٹ بال گندھروا اور سدو بھاؤ راناڈے۔ یہ ناٹک
گندھروا منڈلی نے پیش کیا تھا۔

سوائی کرداا میں بال گندھروا کی من موہنی تسلک

"سوبھدرا" میں بال گندھروا

شریمتی سندربائی جادھو
"ایکچ پیالہ" میں نغمہ سرا

رام گنیش گڈکری کے لکھے اور گندھروا ناٹک منڈلی کے پیش کرد
"ایکچ پیالہ" میں شری پنڈھرپورکر بوا اور ماسٹر کرشنا راؤ

گندھروا ناٹک منڈلی کی پیش کش
"ایکچ پیالہ" میں بال گندھروا
(سندھو)، ماسٹر کرشنا راؤ،
پنڈھرپورکر بوا، اور دیودھر تلی رام

शहा–शिवाजी.

شری وائی این ٹپ نس کے تصنیف کردہ ناٹک "شاہ شیواجی" کے سرورق
کا عکس اس ناٹک میں شری کیشوراؤ بھوسلے نے شری شیواجی مہاراج
کا کردار ادا کیا۔

شری وائی۔ این ٹپ نس

ماسٹر دینا ناتھ
مان ایمان" میں دھریہ دھر کے روپ میں

اداکار و گلوکار ماسٹر دینا ناتھ' نسوانی کردار بھی ادا کرتے تھے۔ ایسے اداکار کو بال بھی بڑھانا پڑتے تھے، جیسا کہ اس تصویر سے عیاں ہے۔

شریمتی جئے مالا شلیدر اور شری جے رام شلیدر
سنگیت ناٹک "مان اپمان" میں

شری رام مراٹھے اور شریمتی کلاوتی
ودیادھر گوکھلے کے سنگیت ناٹک
"جئے جئے گوری شنکر" میں

شریمتی
مدھوونتی ڈانڈیکر
"سورن تلا"
ناٹک میں
جو
ودیادھر گوکھلے
نے لکھا تھا

سنگیت "سوبھدرا" میں نارد (نوتن پینڈھارکر) اور
ارجن (پرساد ساؤکار)

گلوکار، اداکارہ شریمتی وِمل کرناٹکی
"مدناچی منجری" میں کا نفو

شریمتی شہاسنی مولگاؤنکر نے "سوبھدرا"
اور "مان اپمان" وغیرہ ناٹکوں میں "سولو" (ایک پاتری)
پیش کیا. نیچے کی تصویر میں سوبھدرا کا ایک منظر

یکم جنوری ۱۹۰۸ء میں آنجہانی کیشوراؤ بھوسلے نے للت کلا درشا قائم کیا ان کے بعد اس ناٹک شالہ کو پہلے آنجہانی باپو صاحب پنڈھارکر اور بعد میں ان کے لڑکے شری بال چندر پنڈھارکر (بائیں جانب کی تصویر) نے جاری رکھا۔

اس ناٹک شالہ نے سب سے اوّل "ایک کردار، ایک منظر" کی تکنیک کامیابی سے اسٹیج پر پیش کی نیز یہ ناٹک شالہ وقت کی پابندی اور اسٹیج کی سجاوٹ میں بھی مشہور رہا ہے۔

آشا لتا "منسیا گندھ" میں

شری نوتن پنڈھارکر عرف ماسٹر اننت دا بیلے نارد کے مخصوص کردار میں

سنگیت "سوبھدرا" میں نارد (نوتن پینڈھارکر) اور
ارجن (پرساد ساؤکار)

گلوکار، اداکارہ شریمتی وِمل کرنا...
"مدناچی منجری" میں کا...

شریمتی شہاسنی مولگاؤنکر نے "سوبھدرا"
اور "مان اپمان" وغیرہ ناٹکوں میں "سولو" (ایکپاتری)
پیش کیا۔ نیچے کی تصویر میں سوبھدرا کا ایک منظر

یکم جنوری ۱۹۰۸ء میں آنجہانی کیشوراؤ
بھوسلے نے للت کلا درشا قائم کیا
ان کے بعد اس ناٹک شالہ کو پہلے آنجہانی
باپو صاحب پنڈھارکر اور بعد میں ان کے
لڑکے شری بال چندر پنڈھارکر دبائیں
جانب کی تصویر نے جاری رکھا۔
اس ناٹک شالہ نے سب سے اوّل
"ایک کردار، ایک منظر" کی تکنیک کامیابی
سے اسٹیج پر پیش کی نیز یہ ناٹک شالہ وقت
کی پابندی اور اسٹیج کی سجاوٹ میں بھی
مشہور رہا ہے۔

آشالتا "منسیا گندھ" میں

شری نوتن پندھارکر عرف ماسٹر انت دا بھلے
نارد کے مخصوص کردار میں

شری بھرگورام اچریکر' سنگیت ناٹک "مان ایمان" میں
"دھیریہ دھر" کے کردار میں.

شری پرکاش گھانگریکر' مہانند' میں

شریمتی رجنی جوشی سنگیت' سُبھدرا" میں.

* دیواکر گند ھے

مراٹھی سنگیت رنگ بھومی پر نئی روشنی

شری وِدّیادھر گوکھلے، مراٹھی روزنامہ "لوک ستّہ" کے مدیر ہیں۔ شری گوکھلے "رنگ شاردا پرتشٹھان" نامی ادارہ کے ذریعہ مراٹھی منظوم فنِ تمثیل کی نمایاں خدمت انجام دے رہے ہیں اور آپ ہی اس کا پرچم بلند رکھنے میں پیش پیش ہیں۔
اس انٹرویو میں جو ڈرامہ ناقد شری دیواکر گندھے کی کاوش ہے، شری گوکھلے نے اس فنِ تمثیل کے اسباب کا جائزہ لے کر اس کے احیاء کے لئے کارآمد مشورے دیئے ہیں۔

شری ودیادھر گوکھلے کے کامیاب منظوم ڈرامہ 'پنڈت راج جگن ناتھ' کا ایک منظر:

۔ دائیں سے بائیں شری وشوا ناتھ باگل (جگن ناتھ) فیاض (لون گیکا) اور جگن ناتھ سوانی (شاہجہاں)

شری ودیا دھر گو

"مراٹھی سنگیت رنگ بھومی" یعنی مراٹھی منظوم فنِ تمثیل، سَو سالہ شاندار روایات کا مالک ہے۔ اس عرصہ کے دوران انا صاحب کرلوسکر کے 'شاکنتل' اور 'سبھدرا'، شری پد کولہاٹکر کے 'موک نائک' کے۔ پی کھاڈلکر کے 'مان اپمان' اور 'سویمبر'، جی۔ بی دیول کے 'شاردا'، رام گنیش گاڈکری کے 'ایکچ پیالہ' 'بھاؤ بندھن' اور 'پنیہ پربھاؤ'، ویر وامن راؤ جوشی کے 'رن دندبھی'، ماما وریکر کے 'ستنے چے غلام'، اور اچاریہ اترے کے 'اُدیا چا سنسار' جیسے بے مثال سنگیت ناٹکوں کا سلسلہ نظر آتا ہے۔ ایسے شاندار ورثہ کے مالک مراٹھی سنگیت ناٹک کی حالت آج ایسی نہیں جسے اطمینان بخش کہا جا سکے۔ مراٹھی سنگیت ناٹک کے سنہرے دور کو یاد کرتے ہوئے اس کی موجودہ حالت اور گمنامی پر خاموش رہ جانا کٹھن ہے۔ لہٰذا میں نے مشہور ڈرامہ نویس صحافی اور ادیب شری ودیا دھر گوکھلے سے بات چیت کی تاکہ مراٹھی سنگیت ناٹک کے زوال پر ان کے خیالات معلوم کروں۔ آج شری گوکھلے ہی ایسے شخص ہیں جنھوں نے مراٹھی سنگیت ناٹک کا پرچم بلند کر رکھا ہے۔ فی الحال غالباً صرف وہی واحد مراٹھی سنگیت ڈرامہ نویس ہیں۔ اس موقع پر مراٹھی سنگیت ناٹک کے میدان میں وسنت کانیٹکر کے 'موہنی متسیہ گندھا'، وی۔ وی شرواڈکر کے 'ایاتی انی دیویانی' اور پرشوتم داروہکر کے 'کٹیار کالجات گھسلی' کا حصہ اور اہمیت بھی قابل ذکر ہے۔ لیکن ودیا دھر گوکھلے لگاتار ناٹک پر ناٹک لکھنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ لہٰذا میں نے یہ مناسب سمجھا کہ آج مراٹھی سنگیت ناٹک کے موضوع پر ان کے خیالات معلوم کروں۔

سنگیت ناٹک ۔ تجارت نہیں:

شری گوکھلے نے یہ تسلیم کیا کہ آج مراٹھی سنگیت ناٹک کی حالت ایسی نہیں جسے اطمینان بخش کہا جا سکے۔ یہ کمزور اور ناتواں ہے۔ ایک ادیب کے نقطۂ نظر سے اظہار خیال کرتے ہوئے شری گوکھلے نے مراٹھی سنگیت اسٹیج کو مجموعی لحاظ سے پرکھا۔ آپ نے بیان کیا کہ پرانے مراٹھی سنگیت ناٹک بھی نفع بخش نہ تھے۔ بسا اوقات ان میں سے کچھ کو اسٹیج پر پیش کرنے پر نقصان ہی اٹھانا پڑتا تھا۔ بہرصورت سنگیت ناٹک کو تجارت نہیں سمجھنا چاہئے۔ ایسے ناٹک پیش کرنے میں بعض اوقات نفع ہو سکتا ہے گو یہ بھی زیادہ نہیں ہوتا، لیکن پروڈیوسروں اور ٹھیکیداروں کو آمدنی کے اندر خرچ پورا کرنا دو بھر ہوتا ہے۔ اپنے بیان کے ثبوت میں میں
کی تیاری پر اخراجات کا حساب پیش کر سکتا ہوں۔ لیکن
کی چنداں ضرورت نہیں۔

اس خیال کی مزید وضاحت کرتے ہوئے شری گوکھلے
کہ گذشتہ بیس سال میں ۱۵ سنگیت ناٹک بھی ایسے نہیں
ایک بھی سو مرتبہ دکھایا گیا ہو۔ سال بھر میں مشکل سے ایک
پیش کیا جاتا ہے اور اسے بھی سو مرتبہ پیش کرنے کا اعزاز
گذشتہ بیس سال میں مشکل سے پندرہ نئے مراٹھی سنگیت
ہیں جو اسٹیج پر خوب چلے۔ اگر میں ۱۹۶۰ء سے ایسے کامیاب
نام گنواؤں تو ان میں 'سورن تلا'، 'مندار مالا'، 'پنڈت راج'
جے گوری شنکر، مادنا چی منجری، سور سمراگنی جیسے ناٹک
جو سب کے سب میں نے ہی لکھے تھے۔ دیگر میں کٹیار
ایاتی انی دیویانی، متسیہ گندھا، رِتھے بندھ ریشما چے، گو
گاتی گیا نیشور، گوکل چا چور۔ یہ ہے کل فہرست۔

اس بیان پر میں نے انھیں یاد دلایا کہ اس پندرہ نا
میں کل چھ سنگیت ناٹک ایسے ہیں جو آپ نے لکھے ہیں
سے دریافت کیا کہ کیا یہ مراٹھی سنگیت ناٹک کی ترقی
شگون ہے؟

'ترا جو سے توڑیا بھگوان' (شری گوکھلے کے 'سوریہ نلا' کا گجراتی ترجمہ) کا ایک منظر۔ یہ ناٹک 'رنگ شاردا پرتشٹھان' ادارہ نے گجراتی اسٹیج پر پیش کیا۔ اس میں مہیش بھٹ اور مدھوونتی ڈانڈیکر نے خاص کردار ادا کیا۔

صورت حال خوش آئند نہیں :

انھوں نے برجستہ جواب دیا " یقیناً نہیں "۔ میرے خیال میں یہ بات قابلِ تعریف نہیں قابلِ ملامت ہے۔ اس کا مطلب تو یہی نکلتا ہے کہ چند ہی ادیب ایسے ہیں جو مراٹھی سنگیت ناٹک لکھ سکتے ہیں یہ کوئی خوش آئند بات نہیں۔ گذشتہ دو دہوں میں چند ہی سنگیت ناٹک نظر آتے ہیں۔ یہ صورت حال پیدا نہ ہوتی اگر سنگیت ناٹک نفع بخش کاروبار ہوتا۔ منڈی میں وہی مال چلتا ہے جو نفع بخش ہو۔ ایک کسان وہی فصل اگاتا ہے جس سے نفع ہو۔ ایک کلاتھ مرچنٹ وہی کپڑا رکھتا ہے جس پر اسے منافع ملے۔ چاہے کتنی ہی اچھی پیٹھنی اور 'نوگزی ساڑیاں' ہوں وہ زیادہ تعداد میں نہیں بکتیں۔ اُن کی مانگ بہت ہی کم ہوتی ہے اور تاجران کا اسٹاک محدود ہی رکھتا ہے۔ اسی طرح ایک کسان جوار کے مقابلے میں زیادہ گنّا پیدا کرنا چاہتا ہے، کیونکہ گنّے کی فصل سے زیادہ نفع ملتا ہے۔

شری گوکھلے نے اسی لمحہ مزید کہا کہ بہرحال اس کا یہ مطلب نہیں کہ جوار، گنّے سے کمتر ہے یا پیٹھنی اور 'نوگزی ساڑی'، چھ گزی ساڑی سے ادنیٰ ہے۔ البتہ پیٹھنی اور نوگزی ساڑی کا رواج کم ہوگیا ہے، ہمیں فی الحال یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ سنگیت ناٹک اتنی آمدنی حاصل کرنے کے قابل ہے جس سے اس کا خرچ پورا ہوسکے۔

سنگیت ناٹک کی مانگ :

میرے اس سوال پر کہ آج سنگیت ناٹک کیوں نہیں لکھے جاتے، شری گوکھلے نے فرمایا کہ ادیب سنگیت ناٹک اس وجہ سے نہیں لکھتے کیونکہ پروڈیوسران سے ایسے ناٹک نہیں طلب کرتے۔ یہ ایک شیطانی چکر ہے۔ پروڈیوسر اس لئے ایسے ناٹک نہیں چاہتے کیونکہ یہ ان کے لئے نفع بخش نہیں ہوتے۔ بلاشبہ ہمارے یہاں ایسے چند ادیب ضرور ہیں جو اصول کا پاس کرتے ہیں۔ نامدار ادیب سنگیت ناٹک لکھنے

'رنگ شاردا' نے ہندی ناظرین کی خاطر ہندی میں "سوبھدرا" ناٹک کئی مقامات پر پیش کیا۔ اس ناٹک کے منظر میں شری کاشی ناتھ گھانیکر؟ اور میڈھا واگلے خاص کردار ادا کرتے ہوئے۔

'مدنا جی منجری' کا ایک منظر۔ اس ناٹک میں سب ہی خاتون اداکار تھیں۔

تصویر میں بائیں سے دائیں: مدھوونتی ڈانڈیکر (منجری) اور کا تھویٹر (لیلاوتی)

کی طرف اس لئے مائل نہیں ہوتے کیونکہ ایسے ناٹکوں سے نہ دولت ملتی ہے نہ شہرت۔ اس طرح یہ چکر پورا ہوجاتا ہے۔ ایسے حالات میں کون نئے فن کاروں کو لے کر سنگیت ناٹک اسٹیج پر پیش کرنے کا خطرہ مول لے گا؟ پروڈیوسر محفوظ راستہ اختیار کرتا ہے اور ایسے ناٹکوں میں صرف مانے ہوئے فن کاروں کو لیتا ہے۔ وہ تجربہ کرنے کے لئے آمادہ نہیں۔ وہ اس گھِسی پِٹی راہ ہی پر چلتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ شیطانی چکر ٹوٹ نہیں سکا۔ قدرتی طور سے آج سنگیت ناٹک پانچ مرد اور پانچ ناری کلاکاروں کے گرد گھومتا ہے۔ وہی اس کے ستون ہوتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں 'نثری ڈرامہ' میں درجنوں نئے فن کار آرہے ہیں۔ اس طرح سنگیت ناٹک لکھنے والے پر سخت پابندیاں عائد ہوجاتی ہیں۔ اسے صرف ایسے گانے والے بڑے کلاکار ہی کو پیش نظر رکھنا پڑتا ہے جو دستیاب ہو، پھر وہ ناٹک لکھتا ہے۔ اس طرح ادیب موضوع کے انتخاب اور مضمون کے سلسلے میں سخت پابند رہتا ہے۔ اگر میں پہلے ہی کیرتی شیلیدار کو اپنے ذہن میں نہ رکھتا تو کبھی اپنا ناٹک 'سورسمرادنی' نہ لکھ پاتا۔

میں نے ان سے پوچھا "کیا ہم اس شیطانی چکر کو کہیں سے توڑ نہیں سکتے؟"

عوامی دور:

سنری گوکھلے نے فرمایا کہ ہاں' اسے ضرور توڑا جا سکتا ہے۔ میں مایوس نہیں ہوں۔ یہ زمانہ عوام کا ہے' جنتا کا ہے۔ سنگیت ناٹک کلا گانے اور راگ پر مبنی ہے۔ موجودہ دور میں اسے زندہ رکھنا ایک مشکل کام ہے۔ آپ یہ حقیقت فراموش نہیں کر سکتے کہ ایسے ناٹکوں کے شائق اور سرپرست گنے چنے ہیں۔ آپ یہ جانتے ہی ہیں کہ شکیلہ بانو بھوپالی کی قوالیوں کے مقابلے میں 'کمار گندھروا' دیکھنے والوں کی تعداد کتنی کم رہتی۔ موخرالذکر کے ناظرین خاص خاص لوگ ہی ہوتے ہیں۔ مجھے پورا یقین کہ صرف ایسے پروڈیوسر ہی' خواہ ان کی تعداد کتنی ہی کم کیوں نہ ہو مرا سنگیت ناٹک کو محفوظ رکھ سکتے ہیں اور ترقی دے سکتے ہیں جو یہ سمجھتے کہ سنگیت ناٹک بیوپار نہیں ہے۔ اسی بنا پر میں مایوس نہیں ہوں کے علاوہ فن کاروں کی نئی نسل میں باصلاحیت فن کار ہیں جنھیں سنگیت ناٹک سے دلی لگاؤ ہے۔ وہ اپنے طریقے پر نئی قسم کے سنگیت ناٹک

رنگ شاردا پرتشٹھان

"رنگ شاردا پرتشٹھان" سنگیت اور سنگیت ناٹک کے لئے وقف یہ ادارہ آتما صاحب کرلوسکر کے جنم دن ... اپریل ۱۹۷۰ء کو قائم ہوا تھا۔ شری دریا دھر گوکھلے اس ادارہ کے روح رواں ہیں۔

اس ادارہ کا مقصد یہ ہے کہ مراٹھی سنگیت ناٹک کی پرانی شان پھر بحال کی جائے۔ یہ ادارہ 'سورن تلا'، 'مندار مالا'، 'مدنا چی منجری' (یہ تینوں ناٹک شری گوکھلے کے لکھے ہوئے ہیں) اور پرانے کلاسیکل ناٹک یعنی سوبھدرا، 'مان ایمان'، 'سن شئے کالول'، 'مرچھکٹک'، 'پنڈیر بھاؤ'، 'شاردا'، 'سوشن ارجن یدھ'، 'پریم سنیاس' اور 'ورن ونڈو' بھی پیش کر چکا ہے۔

یہ ادارہ نئے فن کاروں کو سامنے لاتا ہے اور انھیں تربیت دیتا ہے۔ مراٹھی سنگیت ناٹک دوسری ہندوستانی زبانوں میں ترجمہ کرا کے انھیں اسٹیج پر پیش کرتا ہے۔ اسی طرح دوسری زبانوں کے ناٹک مراٹھی میں ترجمہ کروا کر پیش کرتا ہے۔

'سوبھدرا' ناٹک اس کے پدوں سمیت ہندی میں ترجمہ کیا گیا اور اسٹیج پر پیش کیا گیا۔ 'سورن تلا' ناٹک اور اس کے پدوں کا گجراتی میں ترجمہ بعنوان 'نزاجو سے توڑیا بھگوان' بھی گجراتی اسٹیج پر پیش کیا گیا۔

تخلیق کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ بعض پہلوؤں سے میرے جیسے ڈرامہ نویس ان کے طریقۂ کار سے متفق نہ ہوں، لیکن ان کی کوششوں نے میرے دل میں امید کی کرن روشن کر دی ہے۔

آپ نے بیان کیا کہ آج مراٹھی سنگیت دیکھنے والے شائقین الگ ہی ذوق رکھتے ہیں۔ پچھلے تیس سال کے دوران مراٹھی سنگیت ناٹک کی دنیا میں کئی تحریکوں کو دیکھ کر مجھے بہت کچھ جانکاری ملی ہے۔ یہ شائقین ایسے سنگیت ناٹک پسند نہیں کریں گے جن میں محض سنگیت ہی سنگیت کی بھرمار ہو۔ اسی لئے نئی نسل میں گنے چنے لوگ ہی ایسے ہیں جو سنگیت ناٹک کی سرپرستی کریں۔ پرانے قدر دانوں اور سرپرستوں میں سے کئی ہر سال بڑھاپے کے سبب جدا ہو جاتے ہیں۔ اس طرح فی الحال مختلف توقعات کے ساتھ سنگیت ناٹک کے شائقین اور ناظرین مخلوط ہیں۔ لیکن یہ عبوری دور ہے۔ اگر خلوص سے کوشش جاری رہی تو ہمارے ناظرین میں حقیقی سنگیت ناٹک کے لئے ذوق و شوق پیدا کرنا ممکن ہوگا۔

حکومت کی سرگرمی:

حکومت مہاراشٹر کے سنگیت ناٹک مقابلے اور ناٹیہ پرشِکشن پرکھی اسکیم کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے شری گوکھلے نے فرمایا کہ یہ دونوں کوششیں بڑی قابل تعریف ہیں۔ محض اس بنا پر کہ آج یہ کامیاب نہیں ہیں، انھیں ترک کر دینا حماقت ہوگی۔

میرے اس سوال پر کہ مراٹھی اسٹیج پر موسیقی خصوصاً 'لیکورے اُدّنڈ جھالی'، گھاشی رام کوتوال' وغیرہ میں سنگیت کے سلسلے میں نئے نئے تجربات رونما ہو رہے ہیں، آپ نے بیان کیا کہ 'برنبہ چِتر بائیکا'، 'لیکورے'، 'گھاشی رام'، 'کائے واٹیل تے'، 'سورسمرادنی'، وغیرہ ناٹکوں میں نئے طرز کی سنگیت دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ حقیقت میں یہ ایسی طرز ہے جو ان ناٹکوں کے نفس مضمون سے زیادہ ہم آہنگ ہے۔ بلاشبہ یہ کوشش بھی نقائص سے خالی نہیں، لیکن یہ قدم یقیناً صحیح سمت میں اٹھایا گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ان کوششوں کی وجہ سے سنگیت ناٹک پرانا مقام پھر سے حاصل کریگا۔ نئے سنگیت ناٹک نویسوں کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ نئی چیزیں کھوکھلے ماحول سے نہیں بلکہ ان روایات اور ورثہ کی بنا پر تخلیق ہوتی ہیں جو ہم نے پرکھوں سے پایا ہے۔ اس سلسلے میں نئے ڈرامہ نگاروں کو چاہئے کہ وہ سوبھدر، سن شئے کالول، مان ایمان اور سوئمبر جیسے قدیم کلاسیکل ناٹکوں کا گہرائی میں مطالعہ کریں جو بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ افسوس کا مقام ہے کہ ان لوگوں ہی نے ہمارے اس بیش قیمت ورثہ کو نظر انداز کر دیا ہے جو نئے سنگیت ناٹک کی خدمت انجام دینا چاہتے ہیں۔

میں نے شری گوکھلے سے دریافت کیا کہ آپ کے خیال میں سنگیت ناٹک کی تعریف کیا ہے؟ اس پر آپ نے جواب دیا کہ اس موضوع پر بہت کچھ کہا جا سکتا ہے، لیکن مختصر الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ سنگیت ناٹک آغاز سے انجام تک موسیقی کے ماحول میں ڈوبا رہتا ہے۔ اس میں ہر ایک لفظ اور ہر ایک لمحہ موسیقی آمیز ہوتا ہے۔ ایسے ناٹک میں 'اصل کہانی'، اصل کردار اور ان کے درمیان اصل موضوع پر بحث و تکرار سب ہی موسیقی پر مائل ہوتے ہیں۔ گانوں

کی تعداد قابلِ لحاظ نہیں ۔ ہو سکتا ہے کہ ایک گیت بھی نہ ہو ۔ لیکن ایسے ناٹکوں میں اہمیت ماحول ہی کو حاصل ہوتی ہے ۔

نثری اور منظوم ڈرامہ میں فرق :

نثری اور منظوم ڈرامہ کے درمیان امتیاز پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ نے بتایا کہ دونوں ڈرامہ کے عام زمرہ میں ہی آتے ہیں ۔ لیکن انھیں پیش کرنے کے ڈھنگ میں بنیادی فرق ہے ۔ ممتاز مراٹھی ناٹک نویس شری پی ۔ ایل دیشپانڈے نے اس فرق کی اس طرح تشریح کی ہے ' ہُتو۔تو۔تو اور ' لنگڑی ' ، دونوں میدانی کھیل ہیں جس سے کھلاڑیوں کو خوشی و مسرت ملتی ہے اور ان کی صحت بہتر ہوتی ہے ۔ لیکن ان دونوں کے قواعد الگ الگ ہیں ۔ ایک کھیل میں کھلاڑی اپنے دونوں پاؤں آزادی سے استعمال کرتا ہے اور دوسرے میں اسے ایک ہی پاؤں پر اپنا توازن برقرار رکھنا پڑتا ہے ۔ اگر کھلاڑی ' ہُتو۔تو ' ' لنگڑی ' کے انداز میں کھیلنا شروع کر دے تو یہ مضحکہ خیز بات ہوگی ۔ یہی اصول نثری اور منظوم ڈراموں میں کارفرما ہوتا ہے ۔

شری گوکھلے نے آج کل بعض سنگیت ناٹکوں میں پلے بیک گانے کے رواج کو ناپسند کیا اور فرمایا کہ اس طرح یقیناً روایتی سنگیت ناٹک کو نقصان پہنچے گا ۔ موجودہ مراٹھی ناٹک نویسوں میں شری وی ۔ ڈی ۔ شرواڈکر ، شری پی ۔ ایل دیشپانڈے اور کوی شری وسنت باپٹ مراٹھی اسٹیج کے لئے سنگیت ناٹک پیش کر سکتے ہیں ۔

بہترین سنگیت ناٹک

۱۹۶۰ء سے یعنی گذشتہ بیس سال کے دوران اور اسٹیج پر کامیاب رہنے والے مراٹھی سنگیت ناٹک کی تعداد کل ۲۰ ہے جن کے نام یہ ہیں :

سوین تلا ، مندار مالا ، پنڈت راج جگن ناتھ ، جے گوری شنکر ، مدنا چی منجری ، سورن سمرادنی ، کٹیار کالجات گھسلی ، آیا لی آلی دیویانی ، متسیہ گندھا ، جے جے دھونی ، گیتا گاتی گیانیشور ، گوکل چا چور ، اور گورا کمبھار میں پہلے چھ ناٹک شری وِدیادھر گوکھلے کے ہیں ۔

اُمید ہے کہ مراٹھی سنگیت ناٹک کے مستقبل کے بارے میں شری گوکھلے کے ان واضح خیالات سے مراٹھی سنگیت رنگ منچ کے شیدائیوں اور بہی خواہوں کے دلوں میں نیا جذبہ پیدا ہوگا اور وہ اس شاندار ورثہ کے تحفظ اور ترقی کے لئے کچھ کریں گے ۔ ◆

قارئین کے لئے ضروری اعلان

ہماری یہ کوشش ہے کہ اپنے قارئین کو مختلف سرکاری پالیسیوں اور سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر رکھیں ۔ تاہم قارئین کو اس میں کچھ نہ کچھ کمی کا احساس ہو سکتا ہے ، لہٰذا آپ کی دلچسپی اور معلومات میں مزید اضافے کے خیال سے " سوال و جواب " کا خصوصی صفحہ شائع کیا جاتا ہے ، ہمیں یقین ہے کہ اس تبادلۂ خیال سے ہمیں اور بھی فائدہ پہنچے گا ۔ انفرادی شکایتوں کی اشاعت تو مشکل ہے ، البتہ سرکاری پالیسیوں ، پروگراموں اور سرگرمیوں سے متعلق آپ کے خطوط ، سوالات اور شبہات بخوشی قبول کئے جائیں گے ۔

پتہ نوٹ فرمالیں :

ایڈیٹر ' قومی راج ' ، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ ، پندرہواں منزلہ مقابل منترالیہ ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

ریاستی مقابلہ برائے مراٹھی سنگیت ناٹک

ریاست مہاراشٹر کی تشکیل سے قبل مراٹھی ڈرامہ مقابلے اس وقت ذولسانی ریاست بمبئی میں منعقد ہوا کرتے تھے۔ بہرحال سنگیت ناٹک کے لئے کوئی الگ مقابلہ نہ ہوتا تھا۔ اس کے باوجود بعض ادارے مراٹھی ڈرامہ کے عام مقابلہ میں سنگیت ناٹک کی شرکت کے لئے درخواستیں بھیجا کرتے تھے۔ ایسے اداروں میں چند کے نام یہ ہیں: گوا ہند و اسوسی ایشن، سوشل کلب، ناٹیہ کلوپاسک اور رنجن کلامندر وغیرہ۔ اس طرح سنگیت ناٹک کے لئے الگ مقابلہ منعقد کرانے کی مانگ بڑھی۔ لہذا حکومت نے ۱۹۶۹ء سے اس قسم کا مقابلہ منعقد کرنا شروع کیا

گذشتہ دس سال کے عرصہ میں ۱۰۳ مراٹھی سنگیت ناٹک مقابلوں میں اسٹیج پر پیش کئے گئے۔ لیکن ان میں سے بڑی تعداد ایسے ناٹکوں کی ہے جو کئی سالوں سے مسلسل مراٹھی سنگیت ناٹک اسٹیج پر دکھائے جا رہے ہیں، ان کے نام یہ ہیں:

سوبھدر، سن شیے کلول، مان اپمان، شاردا، لگنا چی بیڑی، اور دیوما نس وغیرہ۔ دھیرے دھیرے مراٹھی سنگیت ناٹک کے علیحدہ مقابلے سے حوصلہ افزائی کے باعث نئے ادیبوں نے بھی سنگیت ناٹک لکھنا شروع کئے۔ لیکن ایسے نئے اور اصل سنگیت ناٹکوں کی تعداد پھر بھی کم ہی رہی۔ ریاست مہاراشٹر کی تشکیل کے بعد مراٹھی سنگیت ناٹکوں کے لئے خاص انعام رکھا گیا۔ جن گلوکاروں نے اس وقت یہ انعامات حاصل کئے وہ آج مراٹھی پیشہ ورانہ سنگیت اسٹیج پر نمایاں اور مقبول ہیں۔ ان میں سے قابل ذکر چند نام یہ ہیں: رام داس کامت، آشالتا وابگاؤنکر، کاشو بیڑا اور رکنیکر وغیرہ۔ سنگیت ناٹک مقابلے جاری ہونے کے بعد ان کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہوا، جس کا اظہار حسب ذیل ناموں سے بخوبی ہوتا ہے:

نرائن بوڈس، مدھوونتی ڈانڈیکر، کسم شنڈے، منوہر چندورکر، چندرکانت کولی، واسو دیو جوشی، سنتش بوڈس، اروند پلگاؤنکر، ٹھومبرے، چندرکانت کالے، پرکاش گھانگریکر، سوہن مونے، موہن دلشپانڈے اور پربھاکر کرندیکر وغیرہ۔ یہ تمام فن کار سنگیت اسٹیج پر سرگرم ہیں۔

مقابلے کے ذریعہ نئے ادیب بھی میدان میں آئے ہیں، جن کے نام یہ ہیں: کسم شنڈے، رام پورکر، گووندا پھالے، بال گوالی، سنجیو شنڈے، مادھو کلکرنی، کشور کاکڑے، آئی. اے جوشی، مالتی بائی ڈانڈیکر، منوہر روکڑے، جے کمار بھساری اور نین ساٹھے وغیرہ۔

ان مقابلوں میں شریک ہونے والے نئے مراٹھی سنگیت ناٹکوں اور ان کے لکھنے والوں کے نام یہ ہیں: امر پالی (ڈاکٹر سنجیو شنڈے) آنند میگھ ابھالی (مادھو کلکرنی) گانوزیچ ساٹھی (کشور کمار کاکڑے) ہے وشواچی مازے گھر (ہنومنت آتما رام جوشی) ہیا جی دیہی بیاجی ڈولا (سنبھا جی پی رانے) ہے سوہن گنگ چے (ڈاکٹر ڈبلیو. ایس دیشپانڈے) جے دیو (گووند راؤ ٹیمبے) لاؤنی بھلی ابھنگا لا (جگدیش دیوی) مانندوری (منوہر روکڑے) میرا کے پربھاؤ (شنکر ایچ. جادھو) ناچ تو نیتشورا (جے کمار بھساری) پیالہ ایکیج پرنیچا (شنکر داس کلکرنی) سنگیت پنڈلک (باباجی راؤ رانے) ساکار سوپن (نرملا ساٹھے) پڑنا نو بندھا چیا (کے. بی پال نیتکر) سنسکار (اروند پوار) سنگیت ملنا ہیا (منوہر پول کموار) اور وِٹوبلی مدھو ملنانے یا (بال گوائی)۔

مشہور و معروف

مراٹھی سنگیت ناٹک

(سنہ ۱۸۸۰ء — سنہ ۱۹۳۲ء)

۱۸۸۰ء	شکنتل	بلونت پانڈورنگ عرف انا صاحب کرلوسکر
۱۸۸۲ء	سبھدرا	انا صاحب کرلوسکر
۱۸۸۴ء	رام راجیہ دیوگ	انا صاحب کرلوسکر
۱۸۸۴ء	اندر سبھا	وشنو دیو نارائن ڈونگرے
۱۸۸۷ء	مرچا کٹک	گووند بلّال دیول
۱۸۹۱ء	وکرم ششی کلا	مادھو راؤ پٹنکر
۱۸۹۲ء	دیوت ونود	پنڈورنگ گوپال گرو، یونیشورکر
۱۸۹۳ء	شپ سمبھرم	گووند بلّال دیول
۱۸۹۶ء	ویر تنیہ نیائے	شری پید کرشنا کولہاٹکر
۱۸۹۹ء	شاردا	گووند بلّال دیول
۱۹۰۱ء	مونک نائیک	شری پید کرشنا کولہاٹکر
۱۹۰۵ء	داماجی	واسو دیو نیل کنٹھ اگاتے
۱۹۰۸ء	پریم شدھن	شری پید کرشنا کولہاٹکر
۱۹۰۸ء	کنج وہاری	بھارگو وٹھل واریرکر
۱۹۱۱ء	سنت سکھو	ہری نارائن آپٹے
۱۹۱۱ء	سنت تکارام	باباجی دولت راؤ رانے
۱۹۱۱ء	مان اپمان	کرشناجی پربھاکر کھاڈ بلکر
۱۹۱۳ء	ودیا ہرن	کرشناجی پربھاکر کھاڈ بلکر
۱۹۱۳ء	اکھشسی مہتو کانکشا	ویر وامن راؤ جوشی
۱۹۱۵ء	مہاشندا	واسو دیو نیل کنٹھ اگاتے
۱۹۱۶ء	سن شہ کلول	گووند بلال دیول
۱۹۱۶ء	سوئمبر / سوامبور	کرشناجی پربھاکر کھاڈلکر
۱۹۱۷ء	چتر وچنا	واسو دیو شاستری کھارے
۱۹۱۷ء	کرشن کن چن	واسو دیو شاستری کھارے
۱۹۱۸ء	ہاچ مولاچا باپ	بھارگو وٹھل واریرکر
۱۹۱۹ء	ایچ پیالہ	رام گنیش گڈکری
۱۹۱۹ء	سنیاشاچا سنسار	بھارگو وٹھل واریرکر
۱۹۲۰ء	آتما تیج	این۔ آر بمن گاؤنکر

۱۹۱ء	دروپدی	کرشنا جی پربھاکر کھاڈیلکر
۱۹۱ء	بھاؤ بندھن	رام گنیش گڈکری
۱۹۱ء	اُگرامنگل	واسودیو شاستری کھارے
۱۹۱ء	شاہا شیواجی	بشونت نارائن پٹنس
۱۹ء	راج سنیاس	رام گنیش گڈکری
۱۹ء	سٹے چے غلام	بھارگو وٹھل وارینکر
۱۹۱ء	ترنگا چیا دارات	بھارگو وٹھل وارینکر
۱۹۲ء	آشا نراشا	بشونت نارائن پٹنس
۱۹۲ء	پٹوردھن	گووند سداشیو ٹیمبے
۱۹۲ء	ورونچنا	گووند سداشیو ٹیمبے
۱۹۲ء	کرشن ارجن یدھ	این. سی. کیلکر
۱۹۲ء	نندکمار	وٹھل سیتا رام گرجر
۱۹۲ء	استھانک سوراجیہ	مادھو نارائن جوشی
۱۹۲ء	سوبھاگیہ لکشمی	ایس. اے. شکلا
۱۹۲ء	مینکا	کرشنا جی پربھاکر کھاڈیلکر
۱۹۲ء	شری	نرہر گنیش کمیٹا نورکر
۱۹۲ء	شکہ کنٹیار	بشونت نارائن پٹنس
۱۹۲ء	رنادُندوبھی	ویر وامن راؤ جوشی
۱۹۲۷ء	سینہہ چا چھایا	ایس. اے. شکلا
۱۹۲۸ء	سنت تلسی داس	گووند سداشیو ٹیمبے
۱۹۲۸ء	ودھی لکھت	وسنت شانتا رام ڈیسائی
۱۹۲۸ء	ودھو پریکشا	شریپد کرشنا کولہاٹکر
۱۹۲۸ء	ورہاڈ چا پاٹل	مدھو نارائن جوشی
۱۹۳۰ء	میرا بائی	ایس. اے. شکلا
۱۹۳۱ء	سجن	نرہر گنیش کمیٹا نورکر
۱۹۳۱ء	سنت کنہوپاترا	این. وی. کلکرنی
۱۹۳۱ء	سنیاس تا کھڈکا	ونائیک دامودر ساورکر
۱۹۳۲ء	سونے چا کلس	بھارگو وٹھل واریرکر
۱۹۳۲ء	یوگنتر	این. ایس. پھڈکے
۱۹۳۲ء	ساوتری	کرشنا جی پربھاکر کھاڈیلکر
۱۹۳۳ء	گوکل چا چور	جی. آر. شرگوپیکر
۱۹۳۳ء	ستیہ گرہی	ایس. اے. شکلا
۱۹۳۳ء	امرت سدھی	وسنت شانتا رام ڈیسائی

۲۵ نومبر ۱۹۸۰ء

ی راج

میرا کے گیت

* ڈاکٹر حُمیرہ جلیلی
جلیل منزل، سلطان پورہ
حیدرآباد، (اے۔پی)

جو میں ایسا جانتی کہ پیت کیے دُکھ ہوئے * نگر ڈھنڈورا پیٹتی کہ پیت نہ کیجو کوئے

जो मैं ऐसा जानती कि पित किये दुख होय
नगर ढंढोरा पीटती कि पित न किजो कोय

کوئل کی کوک، پپیہے کی ہوک، چکور کی وارفتگی اور پروانے کی شیفتگی نے جب سُر اور تال سے مزیّن الفاظ کا لباس پہنا تو وہ میرا کے گیت بن گئے۔ صدیوں کی گرد میرا کے گیتوں کی کشش اور اثر انگیزی کو دُھندلا نہ سکی، جب کہ وقت کے تیز دھاروں نے میرا کی حقیقی زندگی کو بہت کچھ ہم سے دور کردیا ہے۔ ہندی کی اس شہرۂ آفاق شاعرہ کے اطراف روایات نے ایک ایسا جال بُنا ہوا ہے جس میں اُلجھ کر اس کے حالاتِ زندگی تقریباً معدوم ہوگئے تھے لیکن محققین نے اپنی کوششوں اور مُستند ذرائع سے میرا کی زندگی کے بکھرے اوراق کو یکجا کرنے کی سعی کی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر صفدر آہ سیتاپوری بتاتے ہیں کہ میرا کا جنم راجپوتانہ کی ریاست میڑتا کے راجہ وِیرم دیو کے چھوٹے بھائی رتن سنگھ کے یہاں ہوا۔ میکالیف اور دیگر محققین میرا کا سن پیدائش ۱۵۰۴ء بتاتے ہیں جب کہ ڈاکٹر صفدر آہ کا خیال ہے کہ میرا ۱۴۹۸ء میں پیدا ہوئی۔

سارے مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ میرا کی شادی ۱۵۱۶ء میں چتوڑ کے رانا سانگا کے راج کنور بھوج سے ہوئی جب کرشن جی سے میرا بائی کی ذہنی وابستگی کے محرکات کے تعلق سے پھر دو رائیں ہیں محققین کی ایک بڑی تعداد کہتی ہے کہ بچپن میں میرا کے

استفسار پر جب ماں نے کرشن جی کی مورت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ تیرا دولھا ہے تو میرا اسی وقت سے گردھر ناگر کو اپنا پتی سمجھنے لگی جب کہ چند مورخین بتاتے ہیں کہ جب میرا کی عمر پانچ سال کی تھی تو انھیں ایک بابا نے گوپال جی کی مورتی دی اور وہ اس مورتی سے

متاثر ہوئی کہ اسی کی ہو رہی بہرحال میرا کی زندگی کے ابتدائی مراحل پر ہی
وہ موڑ آگیا جس نے اس سے پھولوں کی سیج چھڑا کر دکھ درد سے بھرا
کانٹوں کا بستر بچھا دیا۔ محلوں کے عیش و آرام کو چھین کر جنگل بیابانوں
کی ویرانی سپرد کر دی تھی اور جب میرا سسرال آئی تو اس کے ہاتھوں ہی میں
نہیں دل میں بھی گردھر ناگر کی مورت آباد تھی۔ اس نے بھوج راج
کو اپنا شوہر ماننے سے انکار کر دیا اور کرشن کا مندر بنا کر دن رات
انہیں کے گیت گانے لگی محلوں کی سرگرمیوں سے اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی
سادھوؤں سنتوں کی صحبت میں ہی اس کے دکھے دل کو تسکین ملتی تھی۔
اپنے اکثر گیتوں میں میرا نے خود ہی اعتراف کر لیا ہے کہ اب اسے سادھوؤں کی
صحبت ہی بھاتی ہے رشتے داروں سے اس نے ناطہ توڑ لیا ہے اور گردھر ناگر
کے آگے ناچنے میں اب اسے ذرا بھی لاج نہیں محسوس ہوتی۔

मातपिता परिवार सूंरेरही तिनका तोड़

(ماں باپ، سارے خاندان سے میں رشتہ توڑ رہی ہوں)

साधु संगत मैंह राजी, भई कुटुंब सों न्यारी

(سادھوؤں کے ساتھ میرا دل خوش رہتا ہے اسی لئے میں اپنے رشتے داروں
سے الگ ہو گئی ہوں)

मैं गिरधर आगे नाचूंगी

(میں گردھر کے سامنے ناچوں گی)

میرا اور بھوج راج کے درمیان تلخیاں اس قدر بڑھیں کہ آخرکار
بھوج راج نے میرا کی زندگی کے خاتمے کی ٹھان لی اور ایک بار پٹاری میں
سانپ رکھ کر میرا کے یہاں بھیج دیا اور جب یہ حربہ کارگر نہ ہوا تو دوسری مرتبہ
زہر کا پیالہ بھیجا۔ ان دو واقعات کو میرا نے اپنے کلام میں اس طرح پیش کیا ہے۔

सांप पिटारो राणा भेज्यो
मीरा हाथ दियो जाय
न्हाय धोय जब देखन लागी
सालिगराम गई पाय
जहर का प्याला राणा भेज्यो
अमरित दियो बनाय
न्हाय धोय जब पीवन लागी,
अमर हो गई जाय।

نومی راج

۱۵۲۱ء، ۱۵۲۳ء کے قریب بھوج راج کا انتقال ہو گیا۔ اور
راناسانگا کی وفات کے بعد میرا کا سوتیلا دیور رتن سنگھ میواڑ کا راجہ
ہوا رتن سنگھ اور پھر اس کے قتل کے بعد بکرماجیت نے میرا پر عرصہ حیات
تنگ کیا۔ آخرکار میرا اپنے چچا کے پاس میڑتا چلی گئی۔ لیکن خود میرا
کے اصول اور نظریات اس کے مائیکے میں بھی راستے کے رکاوٹ بن گئے
اور وہ یاترا پر روانہ ہو گئی۔ پہلے وہ ورندا بن پہنچی لیکن یہاں بھی سکون دل
میسر نہ آیا اس لئے وہ دوارکا چلی گئی اور پھر باقی عمر تیرتھ یاترا میں ہی
گذار دی تقریباً پچاس سال تک شیریں و پرسوز گیت سناتے سناتے بالآخر
۱۵۶۵ء میں ساز زندگی ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا اور میرا
(میں گردھر کے گھر جاؤں)

मैं गिरधर के घर जाऊं

کہتی ہوئی اس دار فانی سے کوچ کر گئی۔
میرا کے کلام کا سوز و گداز تو لوازمات شاعری کے لئے تھا اور نہ روایات
کی پیروی کے لئے بلکہ یہ خود اسی کے ٹوٹے ہوئے دل کی بین تھی اس کی
بے لوث عقیدت کی تڑپ تھی سلگتے ہوئے آنسوؤں کی حرارت اور سرد
آہوں کی چبھن تھی جو اس کے گیتوں میں ڈھل کر ایک زمانے کو اپنی جانب
کھینچے لئے جاتی ہے۔ یہ میرا کے جذبات کی شدت اور خلوص ہی ہے
جو آج بھی اس کے گیت زخمی دلوں کے لئے مرہم بن جاتے اور بے چین
روحوں کو سکون و قرار سے ہمکنار کر دیتے ہیں یوں تو ہندی شاعری
میں جذبات کا اظہار عورت کی جانب سے کیا جاتا ہے ہی لیکن جب
خود ایک برہن اپنی سانسوں کے دھاگے میں آنسوؤں کی مالا پرو کر
اپنے مالک کے قدموں پر نچھاور کرتی ہے تو اس کے گیت زیادہ حقیقت
سے قریب زیادہ جاندار اور زیادہ پراثر بن جاتے ہیں ملاحظہ کیجئے

रसबिन दुखन लागे नैन
बते तुम बिछुरे पिव प्यारे कबहूं न पायो चैन
बद सुनत मेरी छतियां कांपे, मीठे लागे बैन
एकटकी पंथ निहारूं भई छमासी रैन
रह बिथा कासों कहूं सजनी, बह गई करवत ऐन
रा के प्रभु कबरे मिलोगे, दुख मेटन सुख देन

۸ نومبر ۲۵

(تمھارے دیدار کے بغیر میری آنکھیں دکھنے لگی ہیں۔ پیا!
جب سے تم بچھڑے ہو مجھے چین نہیں ملا۔ اب تو تمھارا نام سن کر ہی دل
کانپ جاتا ہے اور ایسے میں فریاد سی لگتی ہے۔ میں ٹکٹکی لگائے تمھارا
راستہ دیکھ رہی ہوں، فراق کی رات بڑی طویل ہوتی ہے۔ سجنی آخر
ہجر کا یہ دکھ کسے سناؤں۔ میرا کے پربھو کب ملوگے۔ کب دکھ مٹاؤگے
اور کب سکھ دوگے)

जोगिया से प्रीत किया दुख होई
प्रीत किया सुख न मोरी सजनी जोगी
मीत न कोई
रात दिवस कल नाहिं परत है तुम
मिलियां बिन मोई
ऐसी सूरत या जग मोंही फेरि न देखी
सोई
मीरा के प्रभु कब रे मिलोगे मिलियां
प्रमाद होई

(جوگی سے دل لگا کر دکھ ہی حاصل ہوا، سجنی کوئی جوگی اپنا دوست
نہیں محبت کبھی سکھ نہیں دے گی۔ تمھاری جدائی کے دکھ میں رات دن
میں بے قرار رہتی ہوں۔ تمام دنیا کو موہ لینے والی ایسی صورت میں نے آج
تک نہیں دیکھی۔ میرا کے پربھو کب ملوگے اب وصال ہی میری خوشی کا
واحد ذریعہ ہے)

یہ سچ ہے کہ ہندی حزنیہ شاعری میں میرا کو سب سے اونچا مقام حاصل
ہے لیکن یہ سمجھا جائے کہ میرا کے کلام میں صرف ہجر و فراق کی تڑپ ہے
اور کچھ نہیں تو یہ میرا کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔ گو کہ سوز و گداز میرا کی
شاعری کا بنیادی عنصر ہے لیکن اس کے علاوہ بھی اس کی شاعری کے مختلف
قابل ذکر پہلو ہیں جنھیں نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً میرا نے اپنے کئی
گیتوں میں کرشن کنہیا کا سراپا پیش کیا ہے۔ یوں تو سورداس اور
تلسی داس نے سراپا نگاری کے میدان میں اپنے قلم کے خوب خوب
جوہر دکھلائے ہیں اور تشبیہات و استعارات کی مدد سے بال کرشن
اور رام کی نہایت حسین تصویریں پیش کی ہیں۔ اب یہ تو کہنا مبالغہ ہوگا
کہ میرا سراپا نگاری میں ان دونوں شعراء سے کہیں زیادہ بہتر ہے ہاں
قومی راج

یہ ضرور ہے کہ میرا کے پاس شاعرانہ کمال نہ سہی لیکن جذبہ صادق ضرور
ہے۔ اور کیونکہ تشبیہات و استعارات کی پرپیچ وادیوں سے میرا کو
کوئی خاص دلچسپی نہیں اسلئے میرا کی سراپا نگاری مبالغہ
سے دور ہونے کی بنا پر حقیقت سے زیادہ قریب ہو گئی ہے اور
جب وہ کرشن کنہیا کے سراپا کا ذکر کرتی ہے تو ہمارے سامنے میرا
کے گردھر ناگر کی نہایت واضح تصویر آ جاتی ہے میرا کی سراپا نگاری
کے تعلق سے بلا تکلف کہا جا سکتا ہے کہ اس میں مصور کے قلم کی رنگینی
بھی ہے اور شاعرہ کے تخیل کی حرارت بھی۔ اسلئے میرا کے پیش کئے ہوئے
سراپا ہم کو زیادہ جاندار محسوس ہوتے ہیں

जबसे मोहि नंदनंदन दृष्टि पड्यो माई
तबसे परलोक लोक कछु ना सोहाई
मोरन की चंद्रकला सीस मुकुट सोहै
केसर को तिलक भाल तीन लोक मोहै
कुंडल की अलक झलक कपोलन पर
छाई
मनो मीन सरवर तजि मकर मिलन
आई
कुटिल भृकुटि तिलक भाल चितवन में
टौना
खंजन अरु मधुप मीन भूले मृग छौना
सुंदर अति नासिका सुग्रीव तीन रेखा
नटवर प्रभु भेष धरे रूप अति बिसेखा
अधर बिंब अरुन मधुर मंद हांसी
दसन दमक दाड़िम दुति चमके चपला सी
छुद्र घंटिकनी अनूप धुनि सोहाई
गिरधर के अंग अंग मीरा बलि जाई

(جب سے نند کے بیٹے پر میری نظر پڑی ہے تب سے مجھے دنیا
کی کوئی چیز بھلی نہیں لگتی۔ ان کے سر پر مور پنکھ کا تاج سجا ہوا ہے اور

۲۵ر نومبر ۱۹۸۰

، پرزعفران کا تلک لگا ہے ۔ کانوں میں کونڈل
ے ہیں ان کی چمک گالوں کو اور بھی روشن کرتی ہے
کے ابرو خمدار ہیں اور چتون میں ایسا جادو ہے کہ
بچی چڑیا، بھنورے، مچھلیاں اور ہرن کے بچے رشک
تے ہیں کرشن کی نازک خوب صورت گردن میں تین
کا ہار پڑا ہے ان کے لب کندور کے پھل کی طرح سرخ
بن پر میٹھی میٹھی مسکراہٹ بہت بھلی لگتی ہے کرشن کی
ہیں گلابی ہیں اور دانتوں میں بجلی جیسی چمک ہے ۔ کمر
کردھنی کی چھوٹی چھوٹی گھنٹیوں کی آواز بڑی پیاری لگتی
. میرا تو گردھر کے انگ انگ پر قربان جاتی ہے ۔)

میرا کے یہاں تی کات نگاری اور منظر نگاری کے بھی
ت عمدہ نمونے موجود ہیں۔ مثال کے طور پر اپنے ایک گیت
ں میرا بتاتی ہے کہ " ایک بار ایک گوالن بندرا بن کی گلیوں
سے آواز لگاتی گذر رہی تھی دفعتا اس کی نظر کرشن کنہیا پر
ں اور جیسے ہی کرشن کنہیا پر اس کی نظر پڑی وہ اپنی سدھ بدھ
ول گئی اور بجائے دہی لو دہی کے پکارنے لگی شیام سلونا
شیام سلونا" اس واقعے کو میرا نے اتنے دلچسپ انداز میں
شن کیا ہے کہ ایک لحظ کے لئے محسوس ہوتا کہ ہم خود بندرا بن
پہنچ گئے ہیں اور یہ پر لطف واقعہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ
رہے ہیں۔ اسی طرح میرا نے اپنے اکثر گیتوں میں بندرا بن کی
صبح کا منظر، ساون کی آمد، اور بارش کا منظر نہایت پرکاری سے
پیش کیا ہے "بارہ ماسہ" کی طرز میں بھی میرا کے گیت مل جاتے ہیں
ہندی کے اکثر شعرا نے بڑے سحر کے "بارہ ماسہ" لکھے ہیں جن میں
ہندستان کے بارہ موسموں میں برہن پر گذرنے والی کیفیت کو پیش کیا گیا ہے
میرا کا "بارہ ماسہ" فن کے لحاظ سے کوئی اعلیٰ درجے کی چیز نہیں ہے
لیکن پڑھنے کے قابل ضرور ہے ۔ اپنے کئی گیتوں میں میرا نے ہولی کا منظر
پیش کیا ہے اور اس موضوع پر میرا کے گیت قابل لحاظ ہیں گلال :
عنبر کے رنگین مرغولے، مختلف سازوں کی مشترکہ لے، کرشن کنہیا کا گاؤں
کے نوجوانوں کے ساتھ ملکر ایک پر عنبر و گلال کی بارش کرنا ،
گوپیوں کا ہنس ہنس کر تالیاں بجانا ۔ یہ سب چیزیں میرا نے نہایت
خوب صورتی سے پیش کی ہیں ۔ اس ضمن میں ایک خاص بات یہ ہے کہ
میرا کی ہولی کے گیت گو کہ مختصر ہیں لیکن اثر انگیزی میں بھرپور ہیں اب

یل میں پہلے بندرا بن کی گوالن کی میتھوری کا واقعہ پھر ہولی کا منظر پیش ہے :

या ब्रज में कछु देख्यो री टोना
ले मटकी सिर चली गुजरिया
आगे मिले बाबा नंदजी के छोना
दधि को नाम बिसर गयो प्यारी
ले लेहु री कोई श्याम सलोना
बिन्द्राबन की कुंज गलिन में
आँख लगाय गयो मनमोहना
मीरां के प्रभु गिरधर नागर
सुंदर श्याम सुघर रस लोना

د برن کی گلیوں میں کیسا سحر ہے ۔ دہی والی سر پر مٹکی رکھ
چلی اور سامنے نظر آ گئے نندجی کے لال کرشن کنہیا ۔ وہ پیاری
دہی والی دہی پکارنا بھول گئی اور آواز دینے لگی شیام سلونا
لے لو ۔ بندرا بن کی گلیوں میں من موہن نظر ملا گئے ہیں میرا کے
پربھو سانولے رنگ کے اور سڈول ہیں ۔)

होली खेलत हैं गिरधारी
मुरली चंग बजत डफ न्यारो
संग जुवति ब्रजनारी
चंदन केसर छिरकत मोहन
अपने हाथ बिहारी
भरि भरि मूठि गुलाल लाल
चहुं देत सबन पर डारी
छैल छबीले नवल कान्हा संग श्यामा
प्राण पियारी
गावत चार धमार राग तहं दै दै
कल करतारी

۲۵ نومبر ۱۹۸۰ء

(گردھاری برنج میں ہولی کھیل رہے ہیں۔ برنج کی کم سن لڑکیاں اور چھیل چھبیلے نوجوان انکے ساتھ ہیں موہن پیارے خود اپنے ہاتھو سے سب پر صندل اور زعفران چھڑک رہے ہیں اور لڑکوں کے ساتھ مل کر تالیاں بجا بجا کر، چار دھمار، راگ الاپ رہے ہیں)

گو رشد و ہدایت میراؔ کی زندگی کا نصب العین نہیں لیکن بھگتی کال کے عام شعراء کی طرح میرا کے یہاں بھی دنیا سے بیزارگی کی کیفیت ملتی ہے چنانچہ اپنے گیتوں میں خاص طور پر میراؔ نے دنیا کی ناپائیداری اور بے ثباتی کا ذکر کرتے ہوئے تلقین کی ہے کہ یہ ساری چمک دمک پل بھر کی ہے دنیا کی یہ رنگینی ایک سراب ہے اس کے پیچھے مت بھاگو۔ عاقبت سدھارنا ہو تو دنیا کے اس عیش و آرام سے دل مت لگاؤ کہ ان کی مدت پل بھر کی ہے ابدی مسرت تو بس خدا کی صحبت میں ہے بس اسی سے لو لگاؤ۔

ज्ञान चौसर मंडी चौहटे, सुरत पासा
सार

(یہ دنیا جو سر کی بازی ہے اسے خدا سے لو لگا کر ہی جیتا جا سکتا ہے۔)

अरे कायाने गर्व न कीजे अंते
धरानी के खासे
हाथी ने घोडा माल खजाना काई
न आवे साथ
सत्संगमी वे घडीमां मुक्ति वेद घरे
के सखि
बाई मीरा कहे प्रभु गिरधर नागर
हरि चरणो चित सुख

(اپنے جسم پر تو غرور مت کر کیونکہ اسے ایک دن خاک ہی میں مل جانا ہے، ہاتھی، گھوڑے مال و دولت کچھ تیرے ساتھ نہیں جائے گا۔ بس صالح صحبت ہی تیری نجات کا ذریعہ ہے۔ اسلئے میراؔ بائی کہتی ہے تو خدا سے لو لگا۔)

بہر حال اپنے کلام کی گوناگوں خصوصیات کے علاوہ میراؔ کے عقیدت کی شدت، جذبہ کی گہرائی، خلوص کی قوت اور سوز و گداز کی تپش ہے کہ میراؔ کو اس دنیائے فانی سے کوچ کئے صدیاں گذریں مگر آج بھی اس کے گیت گلِ تر کی طرح شاداب ہیں۔

یوتھ فورم

'یوتھ فورم' کا مستقل فیچر کیریر کی رہنمائی، مشہور اشخاص اور نوجوانوں کی رہنمائی کرنے والے اداروں کی سرگرمیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس فیچر میں قوم کی سماجی، معاشی ترقی پر نوجوانوں کے رول پر روشنی ڈالی جاتی ہے تو دو پروگرام میں جیسے جہیز مخالف تحریک، صفائی مہم، چھوت چھات کا خاتمہ، تعلیم کا فروغ پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جاتا ہے۔

اپنے مضامین اس پتے پر مرحمت فرمائیں:

ایڈیٹر 'قومی راج' نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ' ۱۵ واں منزلہ، مقابل منترالیہ۔ بمبئی نمبر ۳۲ ۴۰۰۰

★ ایم۔ اقبال

سہ۔لسانی مشاعرہ

(اُردو۔ ہندی۔ مراٹھی)

سووینئر

مُرتبہ نگر پریشد، ناندیڑ

سہ۔لسانی مشاعرے (اُردو۔ مراٹھی۔ ہندی) سووینئر ان کوششوں
ہے جو شاذ و نادر نمودار ہوتا ہے۔ ناندیڑ ضلع کی خوش نصیبی ہے
نقام فانی بدایونی، سکندر علی وجد، یوسف ناظم، شمیم زبیری،
ابویوسف، رفعت نواز جیسے ممتاز ادباء، شعراء اور مقررین
نے سکونت رہا ہے۔
اُردو کے علاوہ یہاں مراٹھی اور ہندی ادب کی بھی ترقی و ترویج
پورے پورے مواقع حاصل رہے ہیں. نگر پریشد ناندیڑ کی جانب سے
کردہ یہ خوبصورت اور جامع سووینئر سہ لسانی مشاعرہ میں شرکت
نے والے اُردو، ہندی اور مراٹھی شاعروں کا نہ صرف متناسب تعارف
کرتا ہے بلکہ ناندیڑ میں اُردو، ہندی اور مراٹھی ادب کی سرگرمیوں
نہایت ہی عمدہ جائزہ بھی اس میں موجود ہے۔
ہندی حصہ میں مراٹھواڑہ میں ہندی بھاشا کے عروج کی تاریخ کا
ل جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ زبان نہایت سلیس اور عام فہم استعمال
گئی ہے، اس لئے معمولی ہندی جاننے والا بھی پوری طرح لطف اندوز
سکتا ہے۔ کوی سمیلن میں شرکت کرنے والے ہندی شعراء جن میں
ری نربھے ہاتھرسی، برکھا رانی، اندومتی اندو، وشوا ناتھ وملیش
بھن جھن، گوند ویاس، اوم پرکاش ادتیہ، نشانت کیتو، مایا گوند،
شیل چترویدی، رام رکھ منہر اور شری عبدالغفار جیسے ملک کے
مانے ہوئے کوی شامل ہیں، محتاجِ تعارف نہیں پھر بھی ناندیڑ
ضلع میں ۱۹۷۷ء سے کوی سمیلن کی جائزہ رپورٹ کے ساتھ سا

ان کویوں کا تعارف کچھ اس انداز سے کیا گیا ہے کہ مضمون کا رنگ
کچھ اور نکھر آیا ہے۔
مراٹھی میں سات صفحات پر مشتمل ناندیڑ ضلع کی دھارمک اہمیت
پر بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے۔ لیکھک کا اندازِ بیان اتنا دلچسپ
ہے کہ پڑھنے والا نہ صرف محو ہو جاتا ہے بلکہ یوں محسوس کرتا ہے
جیسے وہ خود اس ضلع میں واقع پوتر گوداوری، آشرم، گپھاؤں، مٹھوں اور
مندروں کی سیر کر رہا ہے۔ آزادی سے قبل اور آزادی کے بعد کے تاریخی
حالات کا جائزہ، ناندیڑ کی اہمیت کو اور واضح کرتا ہے۔ اسی اعتبار سے
اس ضلع میں مراٹھی ادب اور خصوصاً مراٹھی میں شعر و سخن سے متعلق
سرگرمیوں کا جائزہ بھی ایک مکمل تاریخ سے کم نہیں۔

یہ خوبصورت اور ضخیم سووینئر ہر صورت سے ایک جامع سہ لسانی ادبی
و علمی کتاب ہے۔ بلدیہ ناندیڑ اور معاون ادارہ اس کے لئے قابلِ مبارکباد ہیں

***

ضروری گذارش —

- دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت حوالہ نمبر ضرور تحریر فرمائیں جو آپ کے خط یا رسالہ کے ریپر کے اوپر درج ہوتا ہے۔
- جواب طلب امور کے لئے جوابی خط / لفافہ یا ڈاک ٹکٹ روانہ فرمانے کی زحمت [illegible] فرمائیں۔
- منی آرڈر کرتے وقت منی آرڈر فارم کے نچلے حصے میں، ہمیشہ اپنا نام، پتہ صاف صاف اردو، مراٹھی، ہندی یا انگریزی میں خوش خط تحریر فرمائیں۔

* ادیبؔ مالیگانوی
شوکت پریس، ۶۰۶ نیاپورہ
مالیگاؤں، ضلع ناشک

سازِ شکستہ

(مشہور اہلِ قلم ڈاکٹر صفدرؔ آہؔ سیتاپوری مرحوم کی یاد میں)

داغ ہے کتنے دلوں کا ڈاکٹر صفدرؔ کی موت
موت، اِک خود آشنا کی، ایک دانشور کی موت

خدمتِ علم و ادب تھا جس کا مقصودِ حیات
یہ ہے اس فنکار کی، اس صاحبِ جوہر کی موت

جس نے خوش ہو کر کیا ہے خیر مقدم موت کا
رشک کے قابل بھی ہے اُس "مومنِ برتر" کی موت

زندگی بھر انجمن میں رہ کے جو تنہا رہا!
اس مفکر، فلسفی، شاعر، سخن پرور کی موت

عمر بھر جس نے کیا اللہ کے بندوں سے پیار
اُس سراپا درد، اس اخلاص کے پیکر کی موت

مطمئن ہو دل، تو پھر کیا شہر کیا دشت و جبل
کر گئی یہ راز افشا آہؔ سے گوہر کی موت

ہے مرے لب پر دعائے مغفرت جاری ادیبؔ
مرقدِ مرحوم کو ہو سایۂ رحمت نصیب

*

• شبیر احمد قرارؔ
احمد سیلر ہائی اسکول،
ڈیمکر روڈ، بمبئی ۴۰۰۰۰۸

وہ سبق ہوں کہ کئی بار پڑھایا جاؤں!
میں کوئی خواب نہیں ہوں کہ بھلایا جاؤں

یہ تمنا ہے کہ گونجوں کبھی پربت پربت
یہ مقدر ہے کہ بستی ہی میں گایا جاؤں

دوستوں سے کبھی حقیقت کو چھپا لیتا ہوں
کھل کے ہنس دوں تو کئی بار رُلایا جاؤں

ورنہ پچھتاؤں گا گلدان کی زینت بن کر
لالہ زاروں سے بہت دور اُگایا جاؤں

تیرا اُترا ہوا چہرہ نہیں دیکھا جاتا
یوں ستم کر کہ فقط میں ہی ستایا جاؤں

پھر وہی "چاہ" کہ کلیوں پہ برس کر دیکھوں
پھر وہی "سوچ" کہ بادل نہ بنایا جاؤں

اپنی ہستی پہ قرارؔ اُن کا گماں ہوتا ہے
اُن کی سانسوں میں کبھی میں بھی تو پایا جاؤں

• ڈاکٹر محمد منشاء الرحمن خاں منشاء
(ناگپور)

مشورۂ نیک

اپنے سرسبز و حسیں باغ کو ویراں نہ کرو!
جانتے بوجھتے بربادی کے ساماں نہ کرو

وحشتِ شوق دکھانے کے کئی میداں ہیں
اپنے ہاتوں ہی سے چاک اپنے گریباں نہ کرو

لوگ پہلے ہی سے ہیں جورِ زمانہ کے شکار
اب انھیں اور ہراساں و پریشاں نہ کرو

درد میں جس کے سبب اور اضافہ ہو جائے
بھول کر ایسی غلط کوششِ درماں نہ کرو

آبرو دھرتی کی قائم اسی انسان سے ہے
خاک اور خون میں انسان کو غلطاں نہ کرو

اپنی ہی زیست کے پیچیدہ مسائل ہیں بہت
دوستو تذکرۂ گیسوئے پیچاں نہ کرو

منشاؔ جس بات سے حرف آتا ہے فن پر یارو
کسی پہلو کسی صورت کسی عنواں نہ کرو

نوی راج

غزلیں

• غنی اعجاز
مومن پورہ، اکولہ

بجلی کی زد میں ایک میرا آشیاں نہیں
وہ کونسی زمیں ہے جہاں آسماں نہیں

بلبل کو غم ہے گل کے نگہباں نہیں رہے
گلچیں ہے خوش کہ اب کوئی دامن کشاں نہیں

منزل کا ملنا ذوقِ تجسس کی موت ہے
اچھا ہے جو حیات مری کامراں نہیں

یہ تو نہیں کہ چشم توجہ ہٹا لیا
نامہرباں تو ہیں وہ اگر مہرباں نہیں

یہ اپنے اپنے طرزِ تکلم کی بات ہے!
گل محوِ گفتگو ہیں گو منہ میں زباں نہیں

• مہر ظہیر
۴۵۔ قمر بلڈنگ 5/A صدیق لین، ممبئی ۸

کس طرح جینا ہے اندازہ لگے
سبزہ پانی پہ اُگے تازہ لگے

نام کے پردے کے پیچھے آدمی
زندگی بر اپنی آوازہ لگے

رنگ جو کھا مدعا بر آئے گا
چکنی باتوں کا اگر غازہ لگے

ایک بھی چہرہ نہیں ہے مستقل
دوستی چہروں کا خمیازہ لگے

یاد کو آغوش وا کرنی پڑی
میری بیچینی ہی غمازہ لگے

بے گھری کے کونے کونے سے ظہیرؔ
آسماں ہی گھر کا دروازہ لگے!

۲۵ نومبر ۱۹۸۰ء

• واجد سحری
A-۱۳، طبیہ کالج قرول باغ
نئی دہلی ۵

سوُرج کی جو کرِنوں کو جسم اپنا چٹاتا ہے
سَایہ کا نہیں وہ تو احساس کا مارا ہے

آئینہ ہوں ہیں ایسا ہے عکسِ جہاں جسمیں
آنکھیں ہی پڑھتی ہیں چہروں پہ جو لکھا ہے

دامانِ دریدہ بھی تصویر ہے اندر کی
شیشے میں پسِ دل کا منظر نظر آتا ہے

دیکھو تو میں دھرتی پر چلتا ہوں بہت جھُک کر
سوچو تو مرا قد کہسار سے اُونچا ہے

جھونکو نہیں ہوا کے بھی سُنتا ہوں صدا تیری
خاموش فضائیں بھی تیرا لبَ و لہجہ ہے

دامن ہیں گُلابوں کے ہیں پنکھ بھی تتلی کے
اُڑتے ہوئے رنگوں کا خوشبو میں بسیرا ہے

سُولی پہ چڑھایا ہے نیزوں پہ اُچھالو بھی
واجد کی وفا کا یہ اعزاز ادھورا ہے

مراٹھی سنگیت ناٹک

★ منصُور احمد منصوؔر بجنوری
یسین بیکری اسٹور، اکرولی روڈ
اَپنا نگر، کاندیولی، ممبئی نمبر ۴۰۰۱۰۱

کئے سَو سال پوُرے مرہٹی سَنگیت ناٹک نے
دعا ہے عمر اس کی اور بڑھتی جائے دنیا میں
نگاہ و دِل کو اس نے تازگی منصوُرؔ بخشی ہے
تعجّب کیا، اگر یہ جانِ فن کہلائے دنیا میں

★

پسندیدہ بزرگوں، نوجوانوں، نونہالوں کا
اندھیری رات میں یہ کام کرتا ہے اُجالوں کا
یہی خوبی تو ہے اس مرہٹی سنگیت ناٹک کی
یہ فوراً پیش کر دیتا ہے حل مشکل سوالوں کا

دسہرہ عید ملن

مورخہ ۲۳ اکتوبر ۸۰ء بروز جمعرات سات بجے شام محمد حاجی صابو صدیق پالی ٹیکنیک ۸، شیفرڈ روڈ کے سبزہ زار پہ دسہرہ عید ملن کی خوشگوار تقریب منعقد کی گئی۔

اس تقریب میں جناب شیواجی راؤ پاٹل وزیر برائے فنی تعلیم و تربیت مہاراشٹر اسٹیٹ بحیثیت مہمان خصوصی مدعو تھے۔ جشن کی صدارت جناب معین الدین حارث صاحب صدر انجمن اسلام نے فرمائی۔ اس کے علاوہ معززین شہر اور طلباء کے والدین کی کثیر تعداد جلسہ میں شریک تھی۔

پرنسپل قادر حسین صاحب نے اپنی استقبالیہ تقریر میں حاضرین جلسہ کو دسہرہ عید ملن کی مبارکباد پیش کی اور ملک کی ترقی کے لئے مختلف فرقوں میں محبت اور ہم آہنگی کے جذبہ کو ضروری قرار دیا۔

جناب شیواجی راؤ پاٹل صاحب نے ادارہ کی اس کوشش کی تعریف کی اور کہا کہ ایسے جلسے جلوس ہمارے ملک کی تہذیب کا حصہ ہیں اور قیام امن کے ضامن ہیں۔

دسہرہ۔ عید ملن کے موقع پر لی گئی تصویر: دائیں سے بائیں۔ جناب جی. ایس کڈو صاحب، ڈائرکٹر ٹکنیکل ایجوکیشن، شری شیواجی راؤ پاٹل وزیر فنی تعلیم و تربیت مہاراشٹر، جناب معین الدین حارث صاحب صدر انجمن اسلام اور جناب پرنسپل قادر حسین صاحب

آپ نے ادارہ کی ترقی کے لئے نیک خواہش ظاہر کی اور حکومت کی طرف سے بھرپور تعاون کا یقین دلایا۔

جشن میں یونس ملک اینڈ پارٹی نے گیتوں اور غزلوں سے پر رنگا رنگ پروگرام پیش کیا۔

۸ر نومبر کی شام کو تھانے مسلم ایکتا کمیٹی کے زیر اہتمام "عید دیوالی ملن" پروگرام میں وزیر مملکت برائے سماجی بہبود شریمتی تارا بائی ورتک بطور مہمان خصوصی تقریر کرتے ہوئے۔ اس جلسہ کی صدارت جناب یوسف حافظ صاحب نے انجام دی۔ زیر نظر تصویر میں ڈاکٹر ایم۔ او شیخ ایڈیٹر شو و معن، ایم ایل اے شری کانتی کولی۔ شری بی ایس دیشمکھ ایڈوکیٹ شکنتلا پرانجپے اور شری سلمان ماہمی نظر آ رہے ہیں۔

صابو صدیق پالی ٹیکنک میں مختصر کورس کا انعقاد

صابو صدیق پالی ٹیکنک شیفرڈ روڈ بمبئی ۸ کے زیراہتمام ایک سہ روزہ کورس بعنوان "پالی ٹیکنکس کے لیبارٹریز میں تدریسی ارتقاء" کا افتتاح مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۸۰ء بروز بدھ ۱۱ بجے صبح جناب جی۔ ایس کڈو صاحب ڈائریکٹر آف ٹیکنیکل ایجوکیشن مہاراشٹر اسٹیٹ کے ہاتھوں عمل میں آیا۔

جناب فیض جدن والا صاحب مینجنگ ڈائریکٹر انڈین اسٹنڈرڈ میٹل کمپنی و ایکزیکیٹو چیئرمین ٹیکنیکل بورڈ انجمن اسلام نے جلسہ کی صدارت کی۔ جناب معین الدین حارث صاحب صدر انجمن اسلام، جناب عبدالمجید پارکر سکریٹری انجمن اسلام، جناب اسحق جمخانہ والا صاحب سابق وزیر مہاراشٹر اسٹیٹ، جناب مصطفےٰ فقیہ صاحب نائب صدر انجمن اسلام اور دیگر عہدیداران انجمن اسلام اور شہر بمبئی کے پالی ٹیکنکس کے پرنسپل صاحبان اور بورڈ آف ٹیکنیکل ایجوکیشن مہاراشٹر اسٹیٹ کے معزز عہدیداران بھی موجود تھے۔

استقبالیہ تقریر میں پرنسپل قادر حسین صاحب نے کورس کے مقصد اور اس کی افادیت پر روشنی ڈالی۔

جناب جی ایس کڈو صاحب نے اپنی افتتاحی تقریر میں صابو صدیق پالی ٹیکنک کے اس اقدام کو سراہا اور کورس کی کامیابی کے لئے نیک خواہشات کا اظہار فرمایا۔

جناب فیض جدن والا صاحب نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا کہ ٹیکنیکل اداروں سے فارغ ہونے والے طلباء کے لئے ایسے کورس کے انعقاد سے ان کے عملی کام کے شعور میں اضافہ ہوگا۔

اس موقع پر کورس کے دوران مختلف سیشن میں اساتذہ صاحبان کو لیبارٹری میں دی جانے والی معلومات اور تجربہ گاہوں میں درپیش مشکلات کے باوجود حاصل وسائل کو استعمال کرتے ہوئے بہتر سے بہتر کارکردگی کی انجام دہی کے طریقوں سے واقف کرایا گیا تاکہ وہ طلباء کو نہ صرف مضمون کی تصیوری اور اس کے اصولوں سے واقف کرائیں بلکہ ان میں تجسس (انکوائری) ٹیم ورک، لیڈرشپ، رپورٹ رائٹنگ وغیرہ جیسی دیگر صلاحیتیں بھی اجاگر کریں اور اپنے طریقہ تعلیم کو موثر و بامقصد بنائیں۔

اس کورس میں شہر بمبئی کے سات پالی ٹیکنیکس کے کل (36) لیکچرار صاحبان نے حصہ لیا اور یہ ٹیکنیکل ٹیچرس ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ بھوپال کے قابل پروفیسر صاحبان کے زیر نگرانی ۱۲، ۱۳ اور ۱۴ نومبر تک جاری رہا۔

کورس کا اختتام ایک مختصر تقریب پر ہوا جس میں اس سے ہونے والے فائدوں پر مختلف پالی ٹیکنیکس کے مختلف لیکچرار صاحبان نے اظہار خیال کیا۔

جناب آئی کے دربار صاحب صدر شعبہ الیکٹریکل انجنیرنگ صابو صدیق پالی ٹیکنک نے تمام شرکاء کا شکریہ ادا کیا۔

سہ روزہ مختصر کورس کے جلسہ افتتاح کے وقت لی گئی تصویر: دائیں سے بائیں۔ جناب جی۔ ایس کڈو، ڈائرکٹر ٹکنیکل ایجوکیشن (تقریر کرتے ہوئے)، شری آئی۔ کے دربار (کنوینر)، پرنسپل قادر حسین صاحب، پروفیسر بالو صاحب (ٹکنیکل ٹیچرس ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، بھوپال)، جناب معین الدین حارث صاحب، صدر انجمن اسلام، جناب مصطفےٰ فقیہ صاحب، جناب فیض جدن والا صاحب اور جناب ڈاکٹر اسحاق جمخانہ والا صاحب (سابق وزیر مہاراشٹر)

کنوُمنی (بالکوبا)
شکنتلا (شنکرراؤ مجمدار)
پریمبودا (بھاؤراؤ کولہاٹکر)

آنجہانی اناّ صاحب کرلوسکر کے پہلے سنگیت ناٹک "شاکنتل" کے مناظر

شکنتلا - اپنی سہیلیوں کے ساتھ

Licence No. 89 for without prepayment of postage
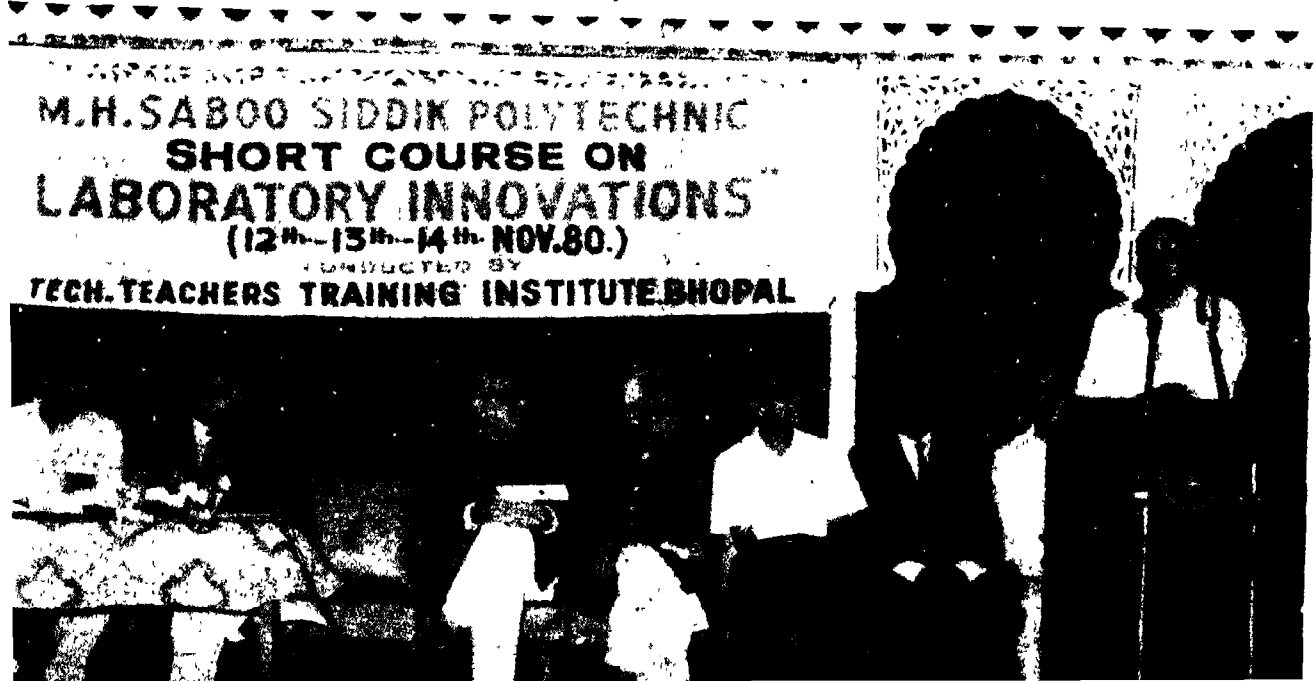
سرورق ۱
بال گندھروا، سنگیت ناٹک میں رُکمنی کا کردار ادا کرتے ہوئے
بال گندھروا، ایسے نسوانی میں ماہر تھے جس سے انھیں شہرت ملی۔
سرورق ۲
بال گندھروا، شاہانہ پوشاک

اِن تصاویر کے جملہ حقوقِ اشاعت آرٹسٹ، شری گوپال دیو کو حاصل ہیں اور دوبارہ کے لئے ان کی تحریری اجازت ضروری ہے۔

شائع کردہ: شری ششی کانت دیشمکھ، ڈائرکٹر جنرل، ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز،
حکومت مہاراشٹر، منترالیہ۔ بمبئی نمبر ۴۰۰۰۳۲
مطبوعہ گورنمنٹ سنٹرل پریس، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۰۴
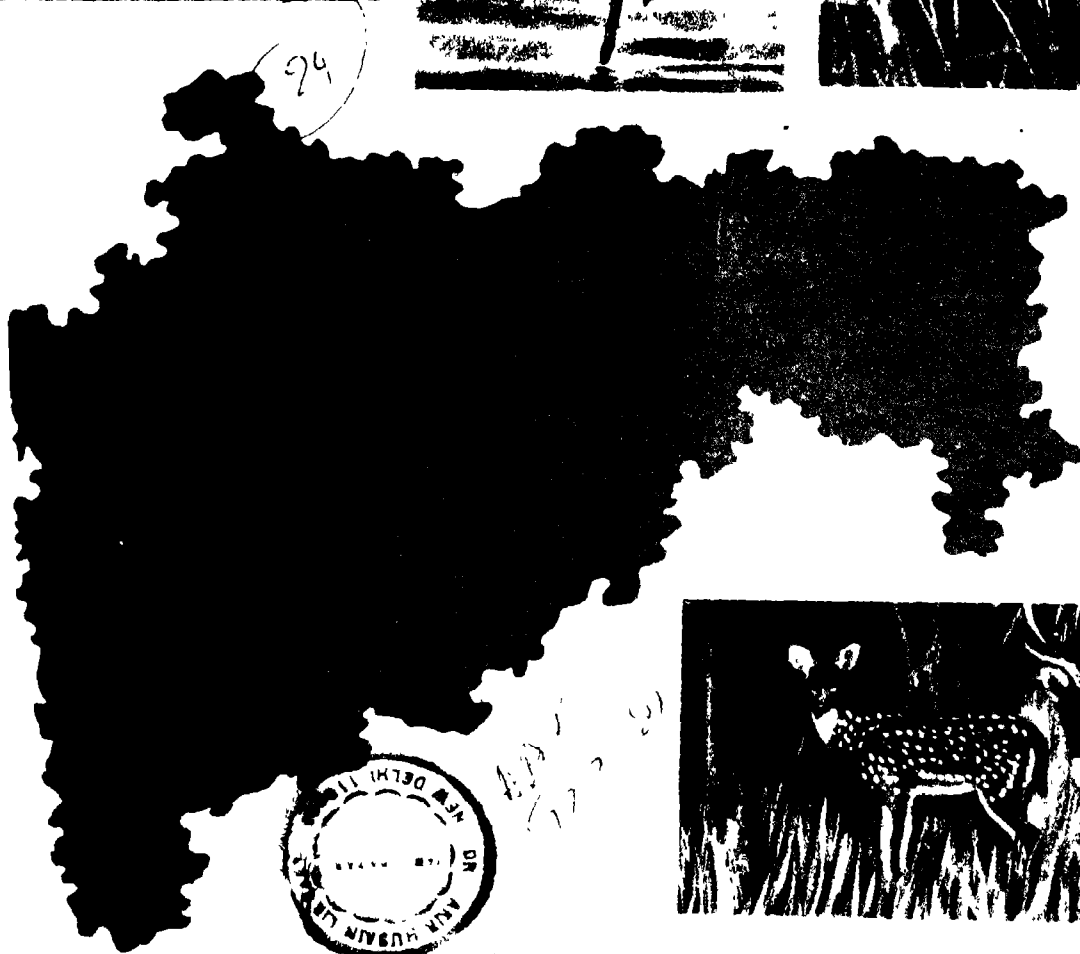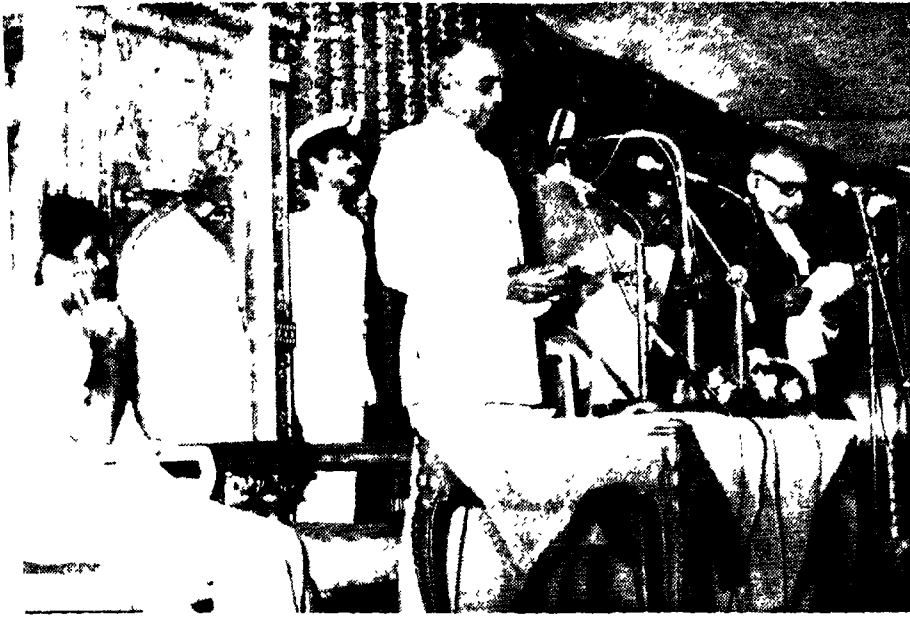
گورنر مہاراشٹر، شری صادق علی تامل ناڈو منتقل کر دیئے گئے اور ان کی جگہ ایئر چیف مارشل شری ادم پرکاش مہرا (ریٹائرڈ) مہاراشٹر کے گورنر مقرر ہو گئے۔ نئے گورنر نے ۳ر نومبر کو عہدہ سنبھالا۔ اوپر کی تصویر راج بھون، بمبئی میں بحیثیت گورنر شری او۔ پی مہرا سے اس وقت بمبئی ہائیکورٹ کے چیف جسٹس، شری بی۔ این دیشمکھ، عہدہ کا حلف لے رہے ہیں۔ شری مہرا نے حلفِ عہدہ و رازداری، بزبان انگریزی خدا کا نام لے کر اٹھایا۔ وزیر اعلیٰ شری اے۔ آر انتولے بائیں سرے پر تشریف فرما ہیں۔ چیف سکریٹری، شری پد ماکر گوائی چیف جسٹس کے پیچھے نظر آرہے ہیں
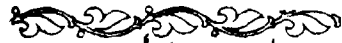
رخصت ہونے والے گورنر شری صادق علی کو اسی دن راج بھون، بمبئی میں منعقدہ تقریب میں گورنر تامل ناڈو کا عہدہ سنبھالنے کے لئے روانہ ہونے سے قبل بڑی گرمجوشی سے الوداع کہا گیا۔ زیر نظر تصویر میں شری اے۔ آر انتولے، شری صادق علی کو ہار پہنا رہے ہیں۔ شریمتی شانتی پاس ہی تشریف فرما ہیں۔ وزیر اعلیٰ کے رفقائے کابینہ میئر بمبئی، شری بابوراؤ شیبٹھے، اراکین قونصل خانہ، اعلیٰ سرکاری افسران اور دیگر ممتاز حضرات اس موقع پر موجود تھے۔

جنگلی جانوروں کے تحفّظ میں تعاوُن کیجئے

وزیراعظم کا پیغام

وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی نے 'انڈین بورڈ فار وائلڈ لائف' کے صدر کی حیثیت سے جنگلی جانوروں کے ہفتہ کے آغاز پر مہاراشٹر کے لوگوں کے نام اپنے پیغام میں ان سے یہ اپیل کی کہ جنگلی جانوروں کے تحفظ کے کام میں پوری طرح تعاون کریں۔

وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی کے پیغام کا متن حسب ذیل ہے:

"اس امر پر توجہ دینا عین مناسب ہے کہ کائنات کی دوسری ذی حیات چیزوں خصوصًا فطری حالت میں نباتات اور عمومًا جنگلی جانوروں کے تئیں انسان کو اس کے فرض اور ذمے داری کا پوری طرح احساس دلایا جائے۔

بہت سے لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ خود انسان کی بقا کے لئے جنگلی جانوروں کی اصل قدر و قیمت کیا ہے۔ انسان جس کرۂ ارض میں جیتا ہے وہ مختلف ذی حیات عناصر پودوں، جانوروں اور خود انسان ہی سے مل کر بنا ہے۔ دنیا میں ہر شئے باہم ایک دوسرے سے وابستہ ہے اور سب کا آپس میں ایک دوسرے پر دار و مدار ہے۔ جنگلی جانوروں کی حفاظت کرکے دراصل ہم تمام جانداروں اور خود اپنی زندگی کو سازگار بناتے ہیں۔

جنگلی جانوروں کے تحفّظ اور اس سلسلے میں عام لوگوں کی تعلیم و تربیت کو حکومت بڑی اہمیت دیتی ہے۔ انڈین بورڈ فار وائلڈ لائف کے صدر کی حیثیت سے میں سب لوگوں سے یہ اپیل کرتی ہوں کہ وہ ہماری کوششوں میں پوری طرح تعاون کریں۔"

اندرا گاندھی
وزیر اعظم

بیش قیمت ورثہ کی حفاظت کا عہد

وزیر اعلیٰ کا پیغام

وزیر اعلیٰ، شری اے. آر انتولے نے ۶ر دسمبر سے منائے جانے والے جنگلی جانوروں کے ہفتہ کے موقع پر لوگوں سے پُر زور اپیل کی کہ وہ اس بیش قیمت ورثہ کی حفاظت کا عہد اور اس کے لئے پوری کوشش کریں۔
آپ کے پیغام کا متن یہ ہے:

"خوش قسمتی سے ہمارا ملک جنگلات اور جنگلی جانوروں کی شکل میں انمول قدرتی دولت کا مالک ہے۔ ریاست مہاراشٹر میں بھی ہمہ اقسام کے جنگلی جانور ہیں یہاں ۳۵ اقسام کے دودھی جانور، ۴۶۰ اقسام کے پرندے، ۸۷ اقسام کے رینگنے والے جانور، ۳۲ قسم کے خشکی اور تری میں رہنے والے جانور اور ۱۸ قسم کی مچھلیاں (گیم فش) ہیں۔ خود ہماری اپنی بقا کے لئے اس جاندار قدرتی دولت کی حفاظت لازمی ہے۔ درحقیقت کل نسل انسانی کی بقا کا بڑی حد تک انحصار اس قدرتی ماحول میں توازن پر ہے لیکن انسان یہ سب کچھ بھول کر اس نظام حیات میں اندھا دُھند دخل اندازی کرتا ہے۔ ماضی میں لوگ دوسرے جانداروں سے اُنس و محبت رکھتے تھے۔ ایک عرصہ سے یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ انسان جنگلی جانوروں کو ان کے قدرتی ماحول سے محروم کررہا ہے اور اس طرح قدرت کے توازن کو بگاڑرہا ہے۔ انسان کی اس دست برد سے بعض اقسام کمیاب اور چند اقسام قریب قریب نابود ہوتی جارہی ہیں۔ اس بیش قیمت قدرتی دولت کی بربادی ہمارے لئے نقصان دہ ہے۔ اور ہمارا یہ اولین فرض ہے کہ اس کی حفاظت کریں۔

حکومت اپنی جگہ جنگلی جانوروں اور ان کے مامن کے تحفظ و ترقی کے لئے پوری کوشش کررہی ہے۔ ہماری وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی تحفظِ حیوانات اور تحفظ قدرتی ماحول کے پروگرام کو بڑی اہمیت دیتی ہیں۔

حکومت مہاراشٹر ۶ر سے ۱۲ر دسمبر ۱۹۸۰ء تک 'جنگلی جانوروں کا ہفتہ' منارہی ہے۔ اس موقع پر ہمیں یہ عہد کرنا چاہیئے کہ ہم اس بیش قیمت ورثہ کی حفاظت کی پوری پوری کوشش کریں گے۔"

اے. آر انتولے
(وزیر اعلیٰ)
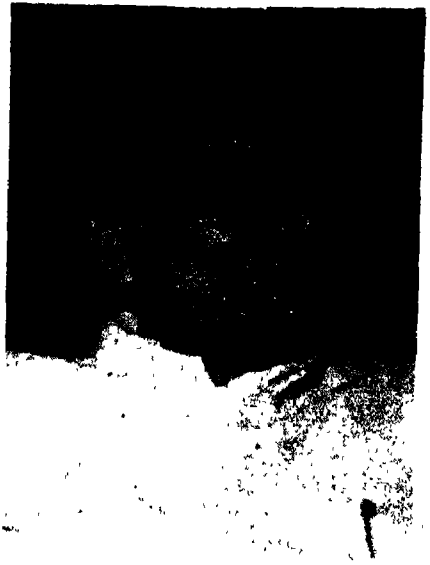
جنگلی جانوروں کی حفاظت
عوامی اور اجتماعی کوششیں ضروری

وزیر جنگلات کا پیغام

شری نانا بھاؤ امبدار، وزیر برائے جنگلات نے مہاراشٹر میں ۶ر دسمبر سے منائے جانے والے "جنگلی جانوروں کے ہفتہ" کے موقع پر لوگوں سے گذارش کی کہ وہ اس حقیقت کو ذہن نشین کرلیں کہ قومی فلاح و بہبود اور خوشحالی کے مقصد سے جنگلی جانوروں کے تحفظ' یہی نہیں بلکہ قدرتی دین کے تحفظ کا کام سب کی اجتماعی کوششوں ہی سے سرانجام پاسکتا ہے۔

آپ کے پیغام کا متن یہ ہے:

"فیاض قدرت نے اس عظیم ملک کو جنگلات، نباتات اور حیوانات کی صورت میں شاندار عطیہ دیا ہے۔ لیکن تخریب کاری کے نتیجہ میں سرسبز جنگل اُجڑتے جارہے ہیں اور ان کے جانور معدوم ہوتے جارہے ہیں۔ اب ہمیں اس قدرتی توازن کو برقرار رکھنے کا احساس ہوچلا ہے آدمی کی دست برد، غارت گری، بےحسی اور جہالت کے سبب ہمارا یہ بیش قیمت ورثہ برباد ہورہا ہے۔ یہ بڑے افسوس اور تشویش کی بات ہے کہ مہاراشٹر کے بعض علاقوں یعنی مغربی مہاراشٹر اور مراٹھواڑہ میں جنگلی جانور معدوم ہوتے جارہے ہیں اور عظیم ہندوستانی تغدار (GREAT INDIAN BUSTARD) اور کالا مرگ نایاب ہورہے ہیں۔

حکومت جنگلی جانوروں کی شکل میں اس ورثہ کی حفاظت کے لئے مسلسل سخت کوشش کررہی ہے، لیکن حکومت کی یہ کوشش اس وقت تک بارآور نہ ہوں گی جب تک کہ عوام میں اس ورثہ کی حفاظت کا شدید احساس پیدا نہ ہو اور وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ جنگلی جانور بڑی معاشی قدر و قیمت رکھتے ہیں اور خود انسان کی فلاح و بہبود کا لازمی ذریعہ ہیں۔ جنگل پرانیوں کی حفاظت کے لئے گو قانون اور نفاذِ عمل ضروری ہیں' لیکن اس مقصد کے لئے محض یہی کافی نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی موثر پرچار، تعلیم و تربیت اور صحیح خطوط پر رائے عامہ ہموار کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنے جنگلات اور ان میں رہنے والے جانوروں کی زندگی کی بحالی سے ہر شہری کو گہری دلچسپی ہونا چاہیئے۔ ہمارے

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

• علاءالدین جینا بڑے

۶۳۷۔ شانتی نگر، جمبور، بمبئی ۴۰۰۰۷۱

قومی راج کا "منشی پریم چند خصوصی نمبر" پڑھنے کے بعد کئی بار چاہا کہ آپ کو کچھ لکھوں اور اس نمبر کے چند نمایاں نقوش پر اظہار خیال کروں، لیکن ہر تحریک عدیم الفرصتی کی نظر ہوتی رہی حتیٰ کہ کل عید کے روز ۱۰ ستمبر کا شمارہ فرصت سے دیکھنے کا اتفاق ہوا اور پریم چند نمبر کی یاد ایک بار پھر تازہ ہو گئی۔

منشی پریم چند خصوصی نمبر صوری و معنوی اعتبار سے انفرادی حیثیت رکھتا ہے۔ ویسے "منشی پریم چند" پر متعدد نمبر نکل چکے ہیں اور متعدد کتابیں لکھی جا چکی ہیں، مواد میں کوئی نیا پن نہیں رہتا لیکن اس میں جدت اور دلکشی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اسے انوکھے انداز سے برتا جاتا ہے۔ اس نمبر کے جملہ قلم کاروں کی تحریروں میں یہ انوکھا پن پایا جاتا ہے۔

ڈاکٹر صفدر آہ کا مضمون قابل لحاظ ہونے کے ساتھ ساتھ اب ایک یادگار بن کر رہ گیا ہے۔ آپ نے بجا طور پر اسے اوّلین درجہ دیا ہے۔

دیگر مضامین میں شری ایم۔ ایشور راج ماتھر، ڈاکٹر خورشید نعمانی، شری اکبر رحمانی، شری احمد صدیقی اور شری ریاض احمد خاں کے مضامین انداز نظر کے اس بانکپن کے حامل ہیں جس سے مضمون عام سطح سے بلند ہو کر قاری کے دل و دماغ پر مرتسم ہو جاتا ہے۔ اس بلند پایہ نمبر کی اشاعت پر میں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

اس خامہ فرسائی کا محرک، جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے، ۱۰ ستمبر کا شمارہ ہے جس کے سرکاری مضامین اچھے ہیں اور آنجہانی کنھیا لال کپور پر خواجہ عبدالغفور صاحب کا مضمون قابل تعریف ہے اس شمارے میں جو بات مجھے خصوصیت سے پسند آئی اور اس تحریر کی محرک ہوئی وہ یہ ہے کہ آپ نے غزلوں کو جدید اور روایتی دو شقوں میں تقسیم کر کے انھیں آمنے سامنے دو صفحوں پر پیش کر دیا ہے اور جدید غزلوں پر ابھرتے سورج کی علامت اور روایتی انداز کی غزلوں کو مرصع جو کھٹے میں بند ہو جانے کا اشارہ دیا ہے جو بڑا ہی معنی خیز ہے۔

آپ کی توجہ ایسی ہی رہی تو ہر نقش ثانی نقش اول سے بہتر ہوتا رہے گا۔

✶

• عطاء الرحمٰن طارق

۹/۹۴، فاطمہ بائی بنگلہ، کے۔ کے روڈ، جیکب سرکل، بمبئی ۴۰۰۰۱۱

ملک کے کونے کونے سے متفرق اہل قلم کے "قارئین کی رائے" میں "قومی راج" کے لئے تعریفی خطوط پڑھ کر شک نہیں رہ جاتا کہ قومی راج نے ترقی اور زبردست ترقی کی ہے۔ میرے خیال میں قومی راج کو ابھی ترقی کی کتنی ہی منازل طے کرنی ہیں، میری طرف سے مبارکباد اب تک کی کامیابی پر اور مزید کامیابی کے لئے دلی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

✶

• شبانہ سحر

حریم آذر، ہریالی ویلیج، وکھرولی، بمبئی ۔ ۴۰۰۰۸۳

قومی راج کا آزادی نمبر، ہر لحاظ سے پسند آیا۔ عزت مآب شری اے۔ آر انتولے صاحب کا بیان "غریب طبقات کی فلاح و بہبود ہی اوّلین فرض ہے" قابل ستائش ہے۔ شری بابو راؤ کالے کا مضمون "پنچایت راج اور دیہی ترقیات" بے حد معلوماتی ہے۔ اس کے علاوہ سرورق اور سرورق سے متعلق کہانی (تحریر کردہ شری ایم۔ اقبال) قابل تعریف ہے۔ اسی طرح پروفیسر شاذلی صاحب کا مقالہ "وندے ماترم" اور عبداللہ کمال کا مضمون "مہذب اللغات" حضرت بیکل اتساہی کی نظم قابل تعریف ہے۔

✶

• مصطفےٰ جمیل

انجمن بازار، بالاپور، ضلع اکولہ (مہاراشٹر) ۴۴۴۳۰۲

"یوم آزادی نمبر" ملا، تمام مضامین ایک سے بڑھ کر ایک۔ قومی راج کو حسین سے حسین تر بنانے میں آپ سب کی محنت واقعی مبارکباد ہے۔ میری ناقص رائے ہے کہ آپ ہر ماہ ایک مستقل صفحہ "مہاراشٹر کے ادباء و شعراء" کے عنوان سے شائع فرمائیں تو بڑا کام ہوگا۔ اس طرح گمنامی کے غاروں میں آپ کو کئی چاند اور ستارے ملیں گے۔ امید ہے کہ دیگر قارئین بھی میری اس رائے سے اتفاق کریں گے۔

میری دعا ہے کہ "قومی راج" مزید ترقی کرتا رہے اور آپ اسی طرح اس کے حسن کو نکھارتے رہیں۔

قومی راج

جلد نمبر ۷ ⁂ ۱۰ دسمبر ۱۹۸۰ء ⁂ شمارہ نمبر ۲۳
ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے
سالانہ: دس روپے   فی کاپی: پچاس ۵۰ پیسے

ترتیب

چیف ایڈیٹر: شسی کانت بھیتھنکر   نگران: خواجہ عبد الغفور
مینجنگ ایڈیٹر: ایم. ایشوراج ماتھر   ایڈیٹر: ریاض احمد خاں
سب ایڈیٹر: عبد الوحید خاں جامی

بادشاہ شیر اور ہماری قومی دولت چیتوں کی حفاظت ہمارا اولین فرض ہے۔ اگر شیر یا چیتا کسی پالتو جانور کو ہلاک کر ڈالے تو حکومت مندرجہ ذیل طریقہ سے نقد اس کی تلافی کرتی ہے:

گائے یا بیل ۔ بازار نرخ کا نصف ۸۰۰ روپے کی حد تک

بھینس ۔ بازار نرخ کا نصف ۲۰۰ ا روپے کی حد تک

بھیڑ، بکری ۔ بازار نرخ کا نصف ۷۵ روپے کی حد تک

اگر کسی پالتو جانور کو شیر یا چیتے نے ہلاک کیا ہو تو ہلاک شدہ ر کے مالک کو واقعہ کے ۸ گھنٹے کے اندر کسی قریبی ماتحتی فارسٹ ہ سے رجوع کرنا ہوتا ہے تاکہ پنچنامہ تیار کیا جا سکے۔ اس کے ڈویژنل فارسٹ آفیسر باقی کارروائی انجام دیتا ہے۔

د) جانوروں کی ٹرافیاں رکھنے والوں کے لئے مِلکیت کا لازمی تصدیق نامہ

وروں کے شوقین: ایکٹ کے فہرست اوّل اور فہرست دوم کے ثانی میں درج جانوروں میں سے کوئی بھی جانور ملکیت کے تصدیق نامہ بغیر تحویل میں رکھنا، یا اس کی ٹرافی بنانا یا اس کی کھال رکھنا جرم ہے ۴۲) لہٰذا اگر کسی کے پاس مذکورہ جانوروں میں سے کوئی جانور، یا کھال ہو تو مِلکیت کا تصدیق نامہ حاصل کرنا اس کے لئے لازمی ہے۔ دفعہ ۴۳ کے تحت جانور کی ٹرافی فروخت کرنا ممنوع ہے۔ اس میں یا ہے کہ تصدیق نامۂ ملکیت کے بغیر، سوائے نگرانِ اعلیٰ برائے جنگلات یا تسلیم شدہ عہدہ دار کی قبل از وقت اجازت کے کسی بھی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ

(الف) فروخت کرے، فروخت کے لئے دوسرے کو دے، تحفتاً دے یا دیگر طریقہ سے منتقل کرے ایسے جنگلی جانور جو فہرست اول اور دوم کے حصۂ ثانی میں درج ہیں یا برسرِ تحویل ایسے جانور جو فہرست اوّل اور فہرست دوم کے حصۂ ثانی میں درج ہیں یا مذکورہ قسم کا کوئی بھی برسرِ تحویل جانور یا جانور کی ٹرافی، گوشت وغیرہ ۔

ب) جانور کے جسم کے کچھ حصّہ یا پورے جانور سے کوئی شے تیار کرے۔

ج) مذکورہ جانور کی ٹرافی رکھے یا اسے بنانے کے لئے دے۔

ی) بغرض تجارت ۔ بنا لائسنس جانور کی ٹرافی یا اس سے حاصل کردہ کسی شے کا کاروبار ممنوع ہے۔ (دفعہ ۴۴)

ا) بنا لائسنس کے حسبِ ذیل کاروبار ممنوع ہیں:

★ ا) جانور سے حاصل کردہ کسی بھی شے کی تیاری یا کاروبار

ب) پوست انبازی

ج) ٹرافی کا کاروبار

د) جانور پکڑنے کا کاروبار

ہ) گوشت کا کاروبار

ی) کسی بھی طعام خانہ میں گوشت پکانا یا کھلانا غیر قانونی ہے۔

طعام خانے سے مُراد ہوٹل، ریسٹورنٹ یا کوئی بھی ایسی جگہ جہاں بلیسہ ادا کرنے پر کھانا دیا جاتا ہے چاہے یہ ادائیگی مذکورہ کھانے کیلئے نا بحرد ہو یا رہنے سہنے کے اخراجات میں شامل ہو۔

۲) جانوروں سے حاصل کردہ شے سے متعلق کاروبار کرنے والوں، جانور پکڑنے ٹرافی سے متعلق کاروبار کرنے والوں اور ہر پوست انباری کے لئے لازمی ہے کہ اس قانون کے نفاذ کے پندرہ دنوں کے اندر جانور سے متعلق تمام اشیاء جو اس کی تحویل میں ہیں" نگرانِ اعلیٰ برائے جنگلات یا تسلیم شدہ عہدیدار کے روبرو ظاہر کرے" جو بتائی گئی تمام اشیاء پر شناختی نشان لگا دیا کریں گے۔

★ لائسنس یافتگان کے لئے ضروری ہے کہ وہ تفصیلات کا ریکارڈ رکھیں اور نگرانِ اعلیٰ برائے جنگلات یا تسلیم شدہ عہدیدار کو اپنے کاروبار سے وقتاً فوقتاً آگاہ کرتے رہیں اور معائنہ کے لئے طلب کرنے پر ریکارڈ پیش کریں۔ (دفعہ ۴۷)۔ دفعہ ۴۴ کی ضمنی دفعہ (۲) کے تحت ڈیکلریشن کی منظوری

غیر کوئی بھی لائسنس یافتہ شخص اپنی نگرانی، تحویل یا قبضہ میں جانور سے حاصل کردہ شے، ٹرافی وغیرہ اگر وائلڈ لائف (پروٹیکشن) ایکٹ ۱۹۷۲ء کے خلاف حاصل کئے ہوں، نہیں رکھ سکتا۔

★ اس ایکٹ کے تحت مناسب اجازت کے بغیر دفعہ ۴۸ کی رو سے کسی بھی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ کوئی جنگلی جانور رکھے، ... کرے، اپنی نگرانی، تحویل یا قبضہ میں رکھے یا فروخت کرے، ... لئے دے، یا فہرست اوّل اور فہرست دوم کے حصۂ ثانی میں درج جانور ... تبادلہ کرے، یا جانور سے متعلق کوئی شے، ٹرافی یا گوشت رکھے، کھال میں بھُس بھرے یا مکمل جانور یا اس کے کسی حصے سے کوئی شے ... کرے۔

★ دفعہ ۴۹ کی رو سے کسی بھی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ وائلڈ لائف (پروٹیکشن) ایکٹ ۱۹۷۲ء کے تحت منظور کردہ بیوپاری یا اشخاص کے سوا کسی اور سے کوئی اسیر جانور، جنگلی جانور، سوائے موذی جانور کے یا جانور سے حاصل کردہ کوئی شئے یا ٹرافی خریدے یا حاصل کرے۔

★ بغیر کسی معقول وجہ کے اگر کوئی شخص کوئی بھی شئے جیسے ... کے لئے پیش کرنا لازمی ہے، پیش نہ کرے تو مذکورہ ایکٹ کی دفعہ ۵۰ کے تحت مُجرم قرار دیا جائے گا۔
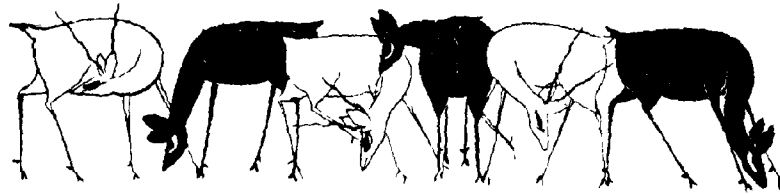
★ حکومت ہند کے مجریہ احکام کے مطابق جنگلی جانوروں / اشیاء سے متعلق کسی بھی کاروبار کے لئے لائسنس نہیں دیئے جا سکتے۔

ف، قانون کے تحت ثبوت : ایکٹ کی دفعہ ۵۰ کے تحت جس شخص کے قبضہ، تحویل یا نگرانی میں کوئی جانور، شے، گوشت یا ٹرافی ہے، اُسے تصدیق پیش کرنا لازمی ہے، ورنہ ایسے شخص کو غیر قانونی اشیاء رکھنے کا مُجرم قرار دیا جا سکتا ہے۔

✖✖✖✖✖

یُوتھ فورم

"یُوتھ فورم" کا مستقل فیچر، کیریر کی رہنمائی، مشہور اشخاص اور نوجوانوں کی رہنمائی کرنے والے اداروں کی سرگرمیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس فیچر میں قوم کی سماجی اور معاشی ترقی میں نوجوانوں کے رول پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ قومی پروگرام میں جیسے جہیز مخالف تحریک، صفائی مُہم، چھوت چھات کے خاتمے اور تعلیم کے فروغ پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جاتا ہے۔

اپنے مضامین اس پتے پر مرحمت فرمائیں:

ایڈیٹر "قومی راج"، نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ، پندرھواں منزلہ، مقابل منترالیہ، ممبئی نمبر ۴۰۰۰۳۲

* ایس. ایم سلیم
۱۷۵. اے. خلافت ہاؤس کمپاؤنڈ
موتی شاہ روڈ، بمبئی ۴۰۰۰۲۷

جنگلوں کی رونق

ہماری مہاراشٹر سرکار ۶ اکتوبر سے ۱۲ دسمبر تک ہر سال "جنگلی جانوروں کے تحفظ کا ہفتہ" مناتی ہے۔ اس طرح لوگوں کو یاد دلایا جاتا ہے کہ وہ جنگلی جانوروں کی اہمیت کو سمجھیں، اندھا دھند شکار کرکے ان کو ختم نہ کریں۔ "جنگلی جانور" قدرت کا عطا کردہ بیش قیمت عطیہ ہیں ان کے دم سے جنگلوں میں رونق ہے اور یہ رونق برقرار رہنا چاہئے۔

ہونے ... نایاب ... ہے۔ اس نایاب ... کی حالت ... ہے

دیکھئے تو صبح سویرے سویرے چڑیوں کی چہچہاہٹ کتنی بھلی لگتی
گر یہ پرندے نہ ہوں تو ماحول کتنا سونا سونا سا لگے گا۔ شہر
ل ہوں، ہرے بھرے علاقے ہوں یا دیہات کا پرسکون ماحول،
رنگے، طرح طرح کے پرندوں کی وجہ سے کتنا پیارا لگتا ہے۔
ستان میں بے شمار پرندے ہیں ان کی بے شمار نسلیں ہیں۔
ساتھ ہی ہر سال دور دراز کے علاقوں سے کتنے ہی پرندے
ستان میں آتے ہیں مثلاً

بابی: سردی کے موسم میں علی پور کے چڑیا گھر کے باغیچے میں
ے جھنڈ، ہزاروں کی تعداد میں آتے ہیں جو سارے دن باغیچے
میں رہتے ہیں اور رات کو قریب ہی بسیرا کرتے ہیں ان میں
سے آنے والی سفید رنگ کی مرغابیاں بھی ہوتی ہیں اور سائبیریا
ے والی سفید مرغابیاں بھی۔
ہندوستان میں گلابی رنگ کی مرغابیاں جن کو سرخاب کہتے ہیں، بہت
ت ہوتی ہیں، عموماً جھیل کے دلدلی علاقوں میں پائی جاتی ہیں۔ زیادہ
ے علاقوں میں نظر آتی ہیں۔ گھنے جنگلوں میں پانی کے قریب ان کا
بڑا دلفریب منظر پیش کرتا ہے۔ ان میں ایک خاص نسل جس کو
ٹ بل' (SPOT BILL) کہتے ہیں اس پر سرخ سرخ گول دائرے
ج

سارس: لمبی چونچ اور لمبی گردن کے ساتھ ہی لمبی لمبی ٹانگوں والا یہ پرندہ تالاب یا ندی کے کنارے گھنی گھاس میں رہنے والا پرندہ، پانی کے اوپر ہی گھاس پھوس جمع کر کے اپنا گھونسلہ بناتا ہے اسی میں انڈے دیتا ہے۔ اس کے بچے انڈوں سے نکل کر پہلے اطراف کے قدرتی نظاروں کا جائزہ لیتے ہیں اور اس کے بعد بلا تکلف پانی میں کود پڑتے ہیں بالکل اسی طرح جیسے مرغی کے بچے انڈوں سے نکلتے ہی چگنا شروع کر دیتے ہیں۔ سارس کے بچے پانی میں اپنی غذا تلاش کرنے لگتے ہیں، جونہی خطرے کا احساس ہوتا ہے یہ ساکن ہو جاتے ہیں اور کوئی حرکت نہیں کرتے جس سے یہ کسی ناگہانی حملہ سے محفوظ ہو جاتے ہیں اور اسی طرح خطروں سے کھیلتے ہوئے پروان چڑھتے ہیں ان میں بھی رنگا رنگ قسمیں ہیں۔

تغدار: تغدار ہندوستان میں ہی پایا جانے والا خاص پرندہ ہے۔ جو راجستھان کے ریگستانی علاقوں کے سبزہ زاروں کے گرد اور مہاراشٹر کے سرسبز و شاداب جنگلوں میں نظر آتا ہے۔ اس کی نسل مفقود ہوتی جا رہی ہے۔ دوسرے پرندوں کے مقابلے میں یہ بڑا اور وزن دار ہوتا ہے۔ آبادی کے قریب کھیتوں کے آس پاس، کھلی جگہوں میں چہل قدمی کرتا نظر آتا ہے اس کی چال ڈھال شاہانہ انداز کی ہے۔ گردن لمبی ہوتی ہے۔ دور سے مور سے مشابہ نظر آتا ہے، پاؤں مور کی طرح مگر مضبوط ہوتے ہیں پر رنگین۔ اس کا وزن ۱۵ تا ۲۰ کیلو تک ہوتا ہے۔ اس کا گوشت لذیذ اور مقوی ہوتا ہے اس لئے شکاری اسے شوق سے کھاتے ہیں جس کی وجہ سے اس کی نسل ختم ہو رہی ہے۔ موجودہ "قانون تحفظ جنگلی جانوراں" کے تحت اس کا شکار ممنوع ہے۔ اس کا شکار کرنے والے کو چھ ماہ کی قید اور ۵ سو روپے جرمانہ بھی ہو سکتا ہے۔

سبزی خور ہوتے ہوئے بھی تغدار، سانپ اور چوہوں کو مار ڈالتا ہے اس طرح کھیتوں کو نقصان پہنچانے والے جانوروں کا دشمن اور کھیتوں کا رکھوالا ہے۔ سرورق پر اس کی تصویر بھی موجود ہے۔

اس طرح مختلف اقسام کے پرندوں کے ساتھ ہی ایسے خوبصورت جانور ہیں جو ہندوستان کے جنگلوں میں اب خال خال نظر آتے ہیں مثلاً

جنگلی بھینسہ: عموماً چھ فٹ لمبا ہوتا ہے۔ بہت وزن دار، بھاری بھرکم، غصہ والا جانور ہے۔ یہ جنوبی ہند کی طرف زیادہ پایا جاتا ہے۔ شمالی ہند کے علاقوں میں بھی نظر آجاتا ہے وہاں اس کو MITHON کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اب اس نسل کے جانور مہاراشٹر اور آسام کے سرسبز پہاڑوں اور جنگلوں میں خال خال ہی نظر آتے ہیں۔ عام بھینسہ کے مقابلہ میں زیادہ بڑا ہوتا ہے اور کئی گنا زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔ ایک ساتھ کئی ہوں تو شیر کی ہمت بھی نہیں پڑتی ہے کہ وہ کسی کا شکار کرے کیونکہ یہ اپنی نوک دار سینگ اور

ے کے سبب شیر کا مقابلہ کرنے سے بھی نہیں ڈرتے۔

[چیـ]تل: ہرنوں کی نسل سے تعلق رکھنے والا چوپایہ، جس کی [کئی ق]سمیں ہیں۔ ان میں سے ایک قسم ایسی ہوتی ہے جس کی کھال [پر] گول دائرے ہوتے ہیں اور یہ دنیا کا خوبصورت جانور مانا جاتا ہے [...]ل خال ہی نظر آتا ہے۔ جب کہ پہلے پورے ہندوستان کے [جنگلو]ں میں اس کے جھنڈ کے جھنڈ نظر آتے تھے۔ شکاریوں کے اندھا دھند [شکار] نے ان کو بہت نقصان پہنچایا ہے اور اب مہاراشٹر، آسام اور جنوبی [ہند کے] جنگلوں میں سبزہ زاروں کے قریب کہیں کہیں نظر آتے ہیں۔

چیتا

یہ چھوٹے قد کا اور کم وزن کا خوبصورت درندہ، شیر کی نسل سے تعلق رکھنے والا، بہت چالاک اور ہوشیار شکاری درندہ ہے۔ درخت پر شکار سمیت جست لگانے میں ماہر ہے چونکہ اس کا وزن کم ہوتا ہے اس لئے یہ اپنا شکار بڑی مہارت اور کامیابی سے حاصل کرتا ہے اور بے حد تیز رفتار بھی ہے۔ عموماً اس کا وزن ۵۰ سے ۷۵ کیلو کے قریب ہوتا ہے مگر عادتاً یہ کافی گندا جانور ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کے پنجے زہریلے ہوتے ہیں یہ دن میں گھنے درختوں کے اوپر یا محفوظ مسکن میں رہتا ہے اور زیادہ تر رات کو شکار کی تلاش میں نکلتا ہے۔ اس کی نسل بھی مفقود ہوتی جارہی ہے اس کی کھال بہت خوبصورت ہوتی ہے۔

لنگور: لمبی دم، کالے سفید اور چاکلیٹی رنگ کے بڑے بڑے بالوں والا لنگور جس کا منہ کالا ہوتا ہے۔ مغربی گھاٹ میں کرناٹک سے کیرالا تک پایا جاتا ہے۔ عام لنگوروں کے مقابلے میں اس کی طاقت کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔ لمبی چھلانگ لگانے میں ماہر ہے۔ گھنے جنگلوں میں رہنا پسند کرتا ہے۔

محکمہ ڈاک و تار نے وقتاً فوقتاً جانوروں سے
متعلق بڑے خوبصورت ٹکٹ جاری کیے ہیں۔ نمونتاً
چند ٹکٹوں کے عکس پیش کیے گئے ہیں۔
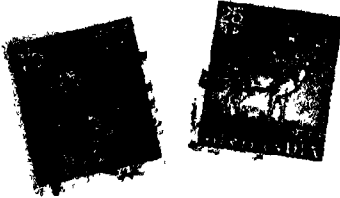
ان خوبصورت انواع و اقسام کے جانوروں کے تحفظ کے قانون کے
ساتھ ہی حکومت نے جنگلی جانوروں کی حفاظت کے لئے قدرتی ماحول
کے مطابق ان کے لیے نیشنل پارک اور سنکچریاں بنائی ہیں تاکہ ان کی
نسل پروان چڑھے۔ اس سلسلے میں مہاراشٹر میں چار نیشنل پارک اور دس
سنکچریاں ہیں جہاں قدرتی ماحول میں جنگلی جانوروں کو رکھا جاتا ہے اور ان
کی پرورش کی جاتی ہے۔ ان کو دیکھنے کے لئے خصوصی اسٹیشن ویگن اور جیپ
گاڑیاں ہیں۔ جن میں سوار ہو کر ان کو کچھ دور سے آزادی کے ساتھ زندگی
گذارتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے

ن ر

چھوٹے اور درمیانی اخبارات کی پہلی کانفرنس

دیہی اخبارات کی حوصلہ افزائی

حکومت مہاراشٹر نے ریاست میں غریبوں کو جو آبادی کا ۷۰ فیصد حصہ ہیں، منصوبہ بندی کا مرکزی نقطہ قرار دیا ہے۔ اسی نظریہ کے مطابق حکومت میدانِ صحافت میں چھوٹے اور درمیانی درجہ کے اخبارات کو مرکزی نقطہ قرار دے کر ان کے مسائل اور مشکلات کو حتی الامکان حل کرنے کی مقدور بھر کوشش کرے گی۔ وزیراعلیٰ شری اے۔ آر۔ انتولے نے ۳۰؍ اکتوبر کو ہوٹل اوبرائے ٹاورس، بمبئی میں مہاراشٹر کے چھوٹے اور درمیانی درجہ کے اخبارات کے مدیروں کی دوروزہ کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے اس امر کی یقین دہانی کی۔

کانفرنس میں شریک ایڈیٹر حضرات

وزیراعلیٰ مہاراشٹر شری اے۔ آر۔ انتولے، ایک لیدر بیگ بطور تحفہ دے رہے ہیں۔ آپ کے ہمراہ شری وسنت کالے اور شری برج لال پاٹل ہیں۔

وزیراعلیٰ مہاراشٹر، شری اے۔ آر۔ انتولے افتتاحیہ تقریر فرمارہے ہیں۔

شری انتولے نے فرمایا کہ چھوٹے اور درمیانی درجہ کے اخبارات صحیح معنوں میں ہمارے دیہی علاقوں کے عوام کی نمائندگی اور ترجمانی کرتے ہیں۔ ان کو قوت پہنچانا۔ حقیقت میں ہمارے جمہوری نظام کو مضبوط بنانے کے مترادف ہے۔ آپ نے مندوبین سے گذارش کی کہ وہ اس دو روزہ کانفرنس میں چند ذیلی کمیٹیوں کے توسط سے اپنے مسائل اور مشکلات پر سرے سے غور کر کے حکومت کے سامنے پیش کریں تاکہ وہ اس معاملہ میں فوری کارروائی کر سکے۔

وزیراعلیٰ نے مزید فرمایا کہ چھوٹے اور درمیانی اخبارات کے مدیروں کے ساتھ اس طرح تبادلہ خیال اخبارات نیز حکومت دونوں ہی کے لئے سودمند ہوگا۔ اس قسم کی کانفرنسیں وقفہ وقفہ سے منعقد ہوتی رہنا چاہئیں تاکہ حکومت اور اخبارات کے درمیان قریبی تعلق قائم رہے جس سے ہماری جمہوریت کو بڑی حد تک تقویت پہنچے گی۔ آج وقت کا تقاضا یہی ہے کہ ریاست میں ایسی فضا قائم کی جائے جو سماجی، معاشی اور سیاسی ترقی کے لئے سازگار ہو۔ چھوٹے اور درمیانی درجہ کے اخبارات کو چاہیئے کہ وہ دیہی علاقوں کے ذہین و باصلاحیت اشخاص کو اُبھار کر سامنے لائیں تاکہ وہ بھی دیس کی ترقی کی جدوجہد میں مقدور بھر اپنا حصہ ادا کر سکیں۔ ہمارے ملک میں بڑے اخبارات کے ذریعہ سے رائے عامہ منکشف ہوتی ہے۔ اس رجحان کو بدلنے کی ضرورت ہے تاکہ چھوٹے اور درمیانی اخبارات جو لوگوں کے نمائندہ ہیں، رائے عامہ کے ترجمان بن جائیں۔

وزیراعلیٰ نے بتایا کہ ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز نے حال ہی میں ایک 'سیل' قائم کیا ہے جہاں اخبارات میں شائع ہونے والی شکایات اور مشوروں پر خاص طور سے دھیان دیا جا کر ان کے لئے فوری کارروائی کی جائے گی۔

وزیراعلیٰ نے سوینئر بیگ مدیران، شری برج لال پاٹل، ایڈوکیٹ اشوک نیلے، پنڈلک راؤ میگھے، نریندر ہلال، رنگا دیدیا اور شری شانتا داتی کو دیئے۔ بعد ازاں یہ بیگ سب ہی مندوبین کو تقسیم کئے۔

شری پریم چند ورما، صدر آل انڈیا اسمال اینڈ میڈیم نیوز پیپرز فیڈریشن نے 'مہمان خصوصی' کی حیثیت سے خطاب کرتے ہوئے کانفرنس کے انعقاد پر حکومت مہاراشٹر کی تعریف کی۔ آپ نے فرمایا کہ ملک میں چھوٹے اور درمیانی درجہ کے اخبارات کی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ ان کی ایسی شاندار کانفرنس منعقد ہوئی ہے۔ مہاراشٹر کے وزیراعلیٰ نے ریاست میں چھوٹے اور درمیانی درجہ کے اخبارات کی اعانت کا ہاتھ بڑھایا ہے۔ اُمید ہے کہ یہ اخبارات اس موقع سے پورا پورا اُٹھائیں گے اور اپنی حالت بہتر بنائیں گے۔

شری ورما نے کچھ عرصہ پیشتر پیش کردہ 'چندا کمیٹی' کی رپورٹ کا ذکر کیا جس میں یہ سفارش کی گئی ہے کہ ریاست کے ذرائع آمدنی سے کم ایک فیصد حصہ پبلسٹی پر صرف کیا جائے۔ آپ نے اُمید ظاہر کی کہ اگر اس سفارش کے مطابق ان اخبارات کی ترقی کے لئے رقم دی جائے تو ان کو کافی تقویت حاصل ہوگی۔

آغاز پر ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز شری کانت دیشمکھ نے ان اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی جو کانفرنس کے انعقاد کے پیش نظر تھے۔ آپ نے فرمایا کہ چھوٹے

رعائتیں

کانفرنس کے دوران وزیر اعلیٰ شری اے. آر. انتولے نے یقین دلایا کہ:

ریاستی حکومت کے اشتہاری بجٹ میں ایک بڑا حصہ، تقریباً ۶۰ سے ۷۰ فیصد چھوٹے اور درمیانی اخبارات کے لئے مختص کیا جائے گا۔

چھوٹے اور درمیانی اخبارات کے نمائندوں کے لئے بذریعہ ایس. ٹی سفر کے فاصلے کی حد ۸۰۰ / ۴ کلومیٹر سے بڑھا کر ۶۰۰ کلومیٹر کر دی جائے گی. متعلقہ رعایتی اجازت نامے اب ڈسٹرکٹ ایس. ٹی ہیڈ کوارٹر کے بجائے، ایس. ٹی ڈپو ہی سے جاری کئے جائیں گے۔

چھوٹے اور درمیانی اخبارات کے ساتھ رابطہ قائم رکھنے کی غرض سے ریاستی ڈائرکٹوریٹ جنرل' اطلاعات و رابطۂ عامہ کے تحت دفاتر دیگر ضروری مقامات پر قائم کئے جائیں گے۔

حکومت پتر کار بھون کے لئے تمام اضلاع میں مفت اراضی فراہم کرے گی نیز بھون کی تعمیر کے لئے مالی اعانت کریگی

میانی اخبارات کمزور طبقات سے تعلق رکھتے ہیں. ریاستی سرکار نے رشتہ کچھ عرصہ میں کمزور طبقات کو اوپر اٹھانے کے لئے متعدد اقدامات کئے ہیں۔

آپ نے بتایا کہ حکومت نے پریس کلب' بمبئی کے کرایہ کی بقایا رقم منسوخ کر دی اور اراضی دی ہے. ناشک میں واقع 'پتر کار بھون' کو بھی اسی قسم کی امداد دی گئی ہے۔

شری دیتھنکر نے مہاراشٹر میں صحافت کے میدان میں شری بالا صاحب ام بھیکر کے رہنمایانہ کردار نیز مہاتما گاندھی، مہاتما پھلے اور بابا صاحب بیڈکر کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے یہ امید ظاہر کی کہ چھوٹے اور درمیانی خبارات ان اعلیٰ روایات کی پیروی کریں گے۔

شروع میں وزیر اعلیٰ نے نندا دیپ روشن کر کے کانفرنس کا افتتاح لیا. کارروائی کا آغاز سنت گیانیشور کے گیت 'پسائے دان' سے ہوا۔

شریمتی چارو شیلا پٹ وردھن 'ٹی. وی. نیوز ریڈر' نے یہ پروگرام رتیب دیا۔

شری وسنت کانے، ایڈیٹر روزنامہ 'سندھیا'، پونے، نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

شری ایس. این دیسائی، وزیر مملکت برائے اطلاعات اور شری کے. کے موگھے ایڈیشنل چیف سکریٹری بھی حاضر تھے۔

۳۱ اکتوبر کو اختتامیہ اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت شری ایس. این دیسائی، وزیر مملکت برائے اطلاعات نے فرمائی. اس موقع پر تین سب کمیٹیوں یعنی' ضابطۂ اخلاق سب کمیٹی' اخبارات اور حکومت کے درمیان رابطہ سب کمیٹی' اور 'ترقی پذیر ملک میں صحافت' سب کمیٹی کی جانب سے متفقہ طور پر تقریباً ۳۵ سفارشات حکومت کو پیش کی گئیں۔

شری برج لال پاٹل' شری بھائی مدانے اور شری وسنت کانے ان تین سب کمیٹیوں کے صدر تھے. انھوں نے سب کمیٹیوں کی کارروائی میں رہنمائی کی. تمام اضلاع کے نمائندے بھی ان کمیٹیوں میں لئے گئے تھے۔

بحث کے اختتام پر شری بھائی مدانے اور شری وسنت کانے نے یہ خیال ظاہر کیا کہ اس کانفرنس کے توسط سے اضلاع کے اخبارات سرکار کے قریب آ گئے ہیں. انھوں نے اس کانفرنس کے انعقاد کے

اس موقع پر پیش کردہ تفریحی پروگرام کا ایک منظر

یہ میں سبقت پر وزیراعلیٰ شری اے۔ آر۔ انتولے کو مبارکباد دی
ین دلایا کہ حکومت کے ساتھ اپنے اختلافات کا خیال نہ کرتے
ئے مدیران، ان اسکیموں کی مناسب حمایت اور پرچار کریں گے
متولے سرکار مفاد عامہ کی خاطر شروع کرے گی۔
انھوں نے مزید فرمایا کہ اس کانفرنس کی بڑی کامیابی یہ ہے کہ اس
توسط سے ریاستی حکومت کے مختلف محکموں کے سکریٹریان او
ٹے اور درمیانی اخبارات کے مدیران کے درمیان رشتہ قائم
یا ہے۔
وزیر مملکت برائے اطلاعات شری ایس۔ این دیسائی نے افتتاحی
ریر میں فرمایا کہ چھوٹے اور درمیانی اخبارات کو ناانصافیوں کے
ف آواز بلند کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ
کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ سماج کے کمزور طبقات کی فلاح و بہبود کی
ے لیئے شروع کی گئی سرکاری اسکیمات کو عوام تک پہنچائیں۔
آپ نے مزید فرمایا کہ حکومت کا رویہ چھوٹے اور درمیانی اخبارات
ے ساتھ ہمدردانہ ہے۔ اور اگر پولیس کی طرف سے چھوٹے اور درمیانی
بارات کے صحافیوں اور مدیروں کے ساتھ ناروا سلوک کے واقعات
امنے لائے جائیں تو حکومت اس سلسلے میں ضرور کارروائی کرے گی۔
آپ نے وزیراعلیٰ شری اے۔ آر۔ انتولے کی یقین دہانی کو دہراتے
وئے کہا کہ چھوٹے اور درمیانی اخباروں کے وقار کو کسی طرح ٹھیس
ہیں پہنچائی جائے گی۔ نیز یہ کہ انھیں امداد دینے کا مطلب ان پر
حسان جتانا نہیں ہے۔ آپ نے بتایا کہ حال ہی میں ریاستی حکومت
کی قائم کردہ شریمتی اندرا گاندھی پرتبھا پرتشٹھان، کے ذریعہ ان صحافیوں
کو امداد دی جائے گی جنھوں نے سماج کی خدمت کے لیئے اپنے آپ کو
وقف کر دیا ہے۔
آپ نے یقین دلایا کہ سب کمیٹیوں کی تجاویز کا حکومت بغور مطالعہ
کرے گی اور اس سلسلے میں مناسب اقدامات کرے گی۔

شری دیسائی نے ڈائرکٹر جنرل برائے اطلاعات و رابطہ عامہ،
شری ششی کانت دبھنکر اور ان کے عملہ کو اس دو روزہ کانفرنس کو
کامیاب بنانے پر مبارکباد دی۔ آپ نے خصوصی طور سے وزیراعلیٰ کی
توقعات کو عوام تک پہنچانے اور عوامی فلاح و بہبود کی سرکاری اسکیما
کو عام کرنے میں شری دبھنکر کی کوششوں کو سراہا۔
شری ششی کانت دبھنکر، ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ

پبلک ریلیشنز نے اپنی تقریر میں اس کانفرنس کو کامیاب بنانے
پر ایڈیٹروں کا شکریہ ادا کیا۔
آپ نے فرمایا کہ یہ کانفرنس چھوٹے اور درمیانی اخبارات اور
اسسٹنٹ ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز کو
ایک دوسرے کے قریب لانے میں یقیناً معاون ہوئی ہے۔ آپ نے
اس کانفرنس کو کامیاب بنانے میں مختلف محکمہ جات کی جانب سے
تعاونِ عمل کو سراہا۔
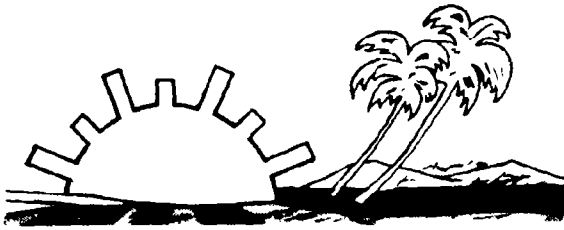
پرتبھا پرتشٹھان کا رجسٹریشن

'اندرا گاندھی پرتشٹھان' کا پبلک ٹرسٹ کی حیثیت
سے باقاعدہ اندراج ۱۸ نومبر ۱۹۸۰ء کو چیریٹی کمشنر، ممبئی کے
ذریعہ عمل میں آیا۔
اس کا اندراج نمبر ای۔ ۷۸۴۹ (E - 7849) ممبئی ہے
پرتشٹھان کو مختلف اشخاص اور سماجی اداروں کی
جانب سے عطیات ملنا شروع ہو گئے ہیں۔ اب تک ان
اداروں کی جانب سے ۳۰،۰۰۰ روپے کی رقم موصول ہو چکی
ہے۔
پرتشٹھان نے فنڈ اکٹھا کرنے کی غرض سے اپریل ۱۹۸۱ء میں
۳ یک روزہ "محدود اُوور" کرکٹ میچ کرانے کا فیصلہ کیا ہے
سابق کیپٹن، شری اجیت واڈیکر اور آنریری سیکریٹری
پرتشٹھان، شری سُدرشن آریا کو ان میچوں کے سلسلے میں
انتظام کا کام سونپا گیا ہے۔

نئے گورنر - شری او۔ پی مہرا کا تعارف

ایر چیف مارشل اوم پرکاش مہرا (ریٹائرڈ) لاہور میں ۱۹ جنوری ۱۹۱۹ء کو پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں تعلیم پائی اور پنجاب یونیورسٹی سے تاریخ میں آپ نے ایم۔ اے کا امتحان ۵ ویں امتیازی نمبر سے پاس کیا۔ زمانۂ طالب علمی میں آپ کالج ہسٹری سوسائٹی کے نائب صدر اور سینئر کلب کالج کے رکن رہے۔

۳۰ نومبر ۱۹۴۰ء کو انڈین ایرفورس میں جنرل ڈیوٹی (پائیلٹ برانچ) میں آپ کی تقرری ہوئی۔ ۴۷-۱۹۴۶ء کے دوران جوائنٹ چیف آف اسٹاف (آسٹریلیا) میں بحیثیت آئی۔ اے۔ ایف نمائندہ آسٹریلیا بھیجے گئے۔ آپ نے مختلف اعلیٰ اور اہم عہدوں پر فرائض انجام دیئے اور ترقی پاکر جنوری ۱۹۷۳ء میں چیف آف دی ایر اسٹاف مقرر کئے گئے ایر چیف مارشل کے عہدہ پر آپ پوری مدت یعنی تین سال تک کارگذار رہے اور ۳۱ مارچ ۱۹۷۶ء کو ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔

اپنی ملازمت کے دوران آپ نے ڈیفینس سروسیز اسٹاف کورٹ (کوئٹہ) اور پوسٹ گریجویٹ اسکول آف انٹرنیشنل اسٹڈیز، پٹسبرگ یونیورسٹی میں شرکت کی۔ آپ نے دفاع، ریسرچ اور ترقیاتی تنظیم سے متعلق انسٹی ٹیوٹ آف آرمامنٹ ٹیکنالوجی کے ڈین کی حیثیت سے تقرباً تین سال تک نمایاں خدمات انجام دیں۔

چیف آف دی ایر اسٹاف بننے سے قبل آپ ڈھائی سال تک ہندوستان ایروناٹک لمیٹڈ کے چیرمین تھے اور اس دوران تقریباً چھ ماہ تک ایر اسٹاف چیف اور مذکورہ ادارہ کے چیرمین، دونوں عہدوں پر ایک ساتھ کارگذار رہے۔

آپ ایک بہترین کھلاڑی ہیں اور کھیلوں سے متعلق قومی اور بین الاقوامی سطح پر تنظیم سے وابستہ رہے ہیں۔ آپ انڈین اولمپک ایسوسی ایشن اور ایشین گیمز فیڈریشن کے صدر رہ چکے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ ایسوسی ایشن آف نیشنل اولمپک کمیٹی، سولیڈیریٹی کمیشن کی ایگزیکیٹو کمیٹی کے ممبر بھی تھے۔ ایروناٹیکل سوسائٹی آف انڈیا کے رکن اور اس کے بعد تین سال تک صدر رہ چکے ہیں۔

آپ نے سرکاری اور انفرادی حیثیت سے مختلف بیرونی ممالک کا دورہ کیا جن میں آسٹریلیا، بنگلہ دیش، بھوٹان، برما، کناڈا، مصر، جرمنی، ہالینڈ، ہانگ کانگ، انڈونیشیا، ایران، جاپان، کویت، ملیشیا، پورٹوریکو، سری لنکا، سوئیڈن، الامارات العربیۃ المتحدہ (یو۔ اے۔ ای)، یو۔ کے اور امریکہ شامل ہیں۔

آپ کے محبوب مشغلے گولف اور باغبانی ہیں۔

سنیہ مہرا، آپ کی اہلیہ ہیں۔ آپ کے تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔

جنوری ۱۹۶۸ء میں آپ کو پرم وششٹ سیوا میڈل اور جنوری ۱۹۷۷ء میں پدم وبھوشن کے اعزازات سے نوازا گیا۔

*

بقیہ "وزیر جنگلات کا پیغام"

بزرگ جنگلات اور وہاں رہنے والے جانوروں سے بڑی محبت رکھتے تھے۔ ہمارا قدیم فلسفہ اور تہذیب جنگلات کے پرسکون قدرتی ماحول اور رعنائی سے متاثر ہوئے۔

لہذا ہمیں پوری طرح سے یہ حقیقت ذہن نشین کرلینی چاہئے کہ قومی فلاح و بہبود اور خوشحالی کی خاطر جنگلی جانوروں کی حفاظت، یہی نہیں بلکہ اس قدرتی عطیہ کی حفاظت کا کام ہم سب کی اجتماعی کوششوں ہی سے سرانجام پا سکتا ہے۔

شری وردھن انتخابات میں وزیر اعلیٰ کی زبردست کامیابی

وزیراعلیٰ مہاراشٹر، شری اے. آر انتولے نے شری وردھن حلقۂ انتخاب
اسمبلی کے ضمنی انتخابات میں اپنی کامیابی پر عوام کا شکریہ ادا کرتے
ئے کہا "یہ شریمتی اندرا گاندھی کی غیر متنازعہ قیادت کی حمایت میں
م کا واضح فیصلہ ہے. یہ بیشک موصوفہ کی سیکولر پالیسیوں اور
ر دھرما سمبھوؑ" کے اصول کی کامیابی کا ثبوت ہے. نیز ملک کے
دہندگان کے ذریعہ گذشتہ جنوری اور جون میں موصوفہ کو سونپے گئے
ار کا اعادہ ہے تاکہ خاتون محترم ذوق و شوق سے حتی المقدور غریب عوام
ملاح کے لئے اقدامات کرسکیں.

ہر اقدام ناداروں کی بہتری کے مقصد سے قریب ہونا چاہیئے. جمہوریت
یکولرزم اور سوشلزم، تمام اسی مقصد کے حصول کا ذریعہ ہیں. یہ کہنے
ضرورت نہیں کہ غریبوں کی بھلائی کے پروگرام پر سُرعت سے عمل
ی کے لئے جمہوری نظام میں بھی تبدیلی لائی جانی چاہیئے. چاہے
ہما کیوں نہ ہو.

انتخابات میں زبردست ووٹنگ اور ۸۵ فیصد ووٹوں سے
میابی دراصل رائے دہندگان کا واضح اعلان ہے کہ قوم کی رہنما
یر اعظم شریمتی اندرا گاندھی بلا تاخیر مکمل عزم و ارادے سے اہم اقداما
مول پارلیمانی جمہوریت کی صدارتی طرز حکومت میں تبدیلی، طے کریں.
نتا پارٹی الیکشن منیجر شری مدھو دنڈوتے ایم. پی اور دیگر مخالف رہنماؤں
پارٹیوں نے کہا اس انتخاب میں اس مسئلہ کو نہیں اٹھایا تھا.

اس کامیابی نے گذشتہ جون ۱۹۸۰ء سے برسر اقتدار ہونے
ن میری حکومت کے، عام آدمی کی فلاح و بہبود سے متعلق پالیسیوں
پروگراموں پر عوام نے اپنی پُرجوش مہر تصدیق ثبت کی ہے. یہ
یا نیک شگون ہے جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ناداروں
بہتری سے متعلق یہ اور ایسے دیگر پروگرام اور پالیسیاں آئندہ پانچ
لوں تک بے خطر اپنائی جائیں.

میں اس حلقۂ انتخاب کے رائے دہندگان کا تہِ دل سے
ربۂ خلوص و محنت کے اظہار کے لئے شکریہ ادا کرتا ہوں ساتھ
ی راج

ہی ان ہزاروں ورکروں کا بھی شکر گذار ہوں جنھوں نے رات دن
میری کامیابی کے لئے محنت کی.

شری وردھن میں شری اے. آر انتولے کے حامیوں نے فتح کا جشن
دھوم دھام سے منایا اور ایک زبردست جلوس نکالا جس میں

وزیر اعلیٰ شری اے. آر انتولے، ایم. ایل. اے کی حیثیت سے
حلف اٹھا رہے ہیں. یہ تقریب ۲۷ نومبر کو منعقد ہوئی تھی. شری
شرد دیگھے، اسپیکر ریاستی اسمبلی بھی تشریف فرما ہیں

تمام ذات و مذاہب کے لوگوں نے شرکت کی. ممتاز شرکاء جلوس میں وزیر اعلیٰ کی اہلیہ شریمتی نرگس انتولے، شری چندر کانت دیشمکھ ایم. ایل. اے، شری روبندر راؤت، سابق ایم. ایل. اے اور بہت سے لوگ شامل تھے.

وزیر اعلیٰ نے عوام کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا "اچھا کام شروع کرنے سے پہلے "شری" کہا جاتا ہے اور مجھے خوشی ہے کہ "شریوردھن" سے جس میں پہلا لفظ "شری" ہے، ہی میرا انتخاب عمل میں آیا ہے اور اسی لئے میں اسے اپنے کام کی شروعات سمجھتا ہوں."

سوماجی مندر کے مقام پر اپنے حامیوں کے ایک جلسۂ عام میں آپ نے کہا "آپ سبھوں نے کوکن علاقہ کی ترقی کی ذمّہ داری مجھ پر ڈالی ہے. اس ذمّہ داری کو بخوبی نبھانے کے لئے میں آپ کی نیک خواہشات کا متمنی ہوں."

بازو میں: وزیر اعلیٰ شری اے. آر. انتولے، شریوردھن میں اپنے وطن امبیٹ میں اپنا ووٹ ڈالتے ہوئے. (نیچے) الیکشن میں زبردست کامیابی کے بعد شری انتولے اور شریمتی نرگس انتولے کا جلوس نکالا گیا.

وزیراعلیٰ شری اے. آر انتولے شری وردھن اسمبلی حلقۂ انتخاب سے
۸٫۶۴ ووٹوں کی غالب اکثریت سے کامیاب ہوئے. اس سے
آپ ۱۹۶۲ء، ۱۹۶۷ء اور ۱۹۷۲ء میں بھی اکثریتی ووٹوں سے
حلقۂ انتخاب سے منتخب ہو چکے ہیں. لیکن اس بار بحیثیت
علیٰ آپ نے انتخابات میں حصہ لیا اور اپنے تمام حریفوں کو شکست
مشترکہ مخالف پارٹی امیدوار شری ڈی. ڈبلیو کھانولیکر کے ساتھ
ہ تمام امیدواروں کی ضمانتیں ضبط ہو گئیں.

یہ ضمنی انتخاب کانگریس (آئی) ایم. ایل. اے شری رویندر
ت کے استعفیٰ کے نتیجہ میں ان کی خالی نشست پُر کرنے کے لئے
ر نومبر کو منعقد ہوا تھا. شری راؤت نے وزیراعلیٰ کی خاطر
کے عہدہ سنبھالنے سے مقررہ چھ ماہ کی مدت کے اندر اسمبلی میں
ہیں منتخب کئے جانے کے لئے استعفیٰ دیا تھا.

شری وردھن حلقۂ انتخاب، شری وردھن، مروڈ اور مہسلہ تعلقہ جات
وکہ سابقہ ریاست بمبئی میں انضمام سے قبل ریاست جنجیرہ کے
ّے تھے) نیز من گاؤں تعلقہ کے نواحی علاقہ پر مشتمل ہے اس حلقے میں
ٹروں کی تعداد ۱۰۲٫۱۱۱ ہے. ان میں سے دو تہائی عورتیں ہیں.

نتائج کی تفصیلات یوں ہیں: حلقۂ انتخاب - شری وردھن،
عداد رائے دہندگان - ۱۰۲٫۱۱۱ کل ڈالے گئے ووٹ - ۸۷٫۷۶۷
ئز ووٹ - ۸۴٫۲۱۴، مسترد ووٹ - ۳٫۵۵۳

شری اے. آر انتولے (کانگریس آئی) —— ۷۲٫۸۹۷
دتا جی راؤ کھانولیکر (جنتا) —— ۸٫۰۵۴
کرتار سنگھ گنیش تھاٹے (آزاد) — ۱٫۰۹۶
بھگوان سنگھ (آزاد) —— ۸۴۶
دینیش پانڈورنگ پائی (آزاد) —— ۵۸۴
رام کرشن سوپن راؤ زینڈے (آزاد) — ۴۲۷
لکشمن کیول رام تلریجا (آزاد) —— ۳۱۰.

موخرالذکر چھ کی ضمانتیں ضبط ہو گئیں. کانگریس (آئی) کی نشست
بحال رہی. مہاراشٹر میں ایوت محل کے مقام پر بھی ضمنی انتخابات
میں کانگریس (آئی) فاتح رہی. اس پارٹی کی امیدوار شریمتی وجیہ
جمبونت راؤ دھوتے نے اپنے حریف شری وشواس بال کرشنا گھوئی کھیڑکر
(کانگریس یو) کے مقابلہ میں ۳٫۶۰۵ ووٹوں سے کامیاب رہیں. نتائج
کی تفصیلات حسب ذیل ہیں:

حلقۂ انتخاب : ایوت محل - تعداد رائے دہندگان : ۱۰۱٫۱۷۱
کل ڈالے گئے ووٹ : ۶۰٫۴۱۰ جائز ووٹ : ۵۹٫۶۴۵
مسترد ووٹ : ۷۶۵

شریمتی وجیہ جمبونت راؤ دھوتے (کانگریس آئی) - ۳۰٫۸۲۶
شری وشواس بالکرشنا گھوئی کھیڑکر (کانگریس یو) - ۲۷٫۲۲۱
بیجو بھگوان سادھو سرام (لوک دل) — ۶۵۵
نیتاجی سیتارام کنکے (آزاد) — ۵۰۵
سدھاکر بی زادے (آزاد) — ۲۷۴
رام راؤ وامن راؤ سپکال (آزاد) — ۹۰
وامن گنپت ارکوڈے (آزاد) — ۷۴

آخری پانچ امیدواروں کی ضمانتیں ضبط ہو گئیں. کانگریس آئی کے
امیدوار کی نشست برقرار رہی.

راج بھون میں وزیراعلیٰ کو استقبالیہ

وزیراعلیٰ شری اے. آر انتولے کو راج بھون میں ۲۵ نومبر
کو ایک استقبالیہ دیا گیا. گورنر کے اے. ڈی. سی نے آپ کا
استقبال کیا اور گورنر کا تہنیتی پیغام پیش کیا. آپ کے ہمراہ آپ
کی اہلیہ شریمتی نرگس. انتولے. شری رویندر راؤت اور دو
بیٹیاں تھیں.

اس موقع پر وزیر برائے تعاون اور محنت، شری این. ایم تڑکے،
شری جواہرلال درڈا، وزیر برائے صنعت، شری ایس این ڈیسائی
وزیر مملکت برائے تعاون، اطلاعات و رابطۂ عامہ شری چندرکانت
تری پاٹھی وزیر مملکت برائے دیہی ترقیات کا ایم. ایل. اے اور
تامل ناڈو سے آئے ہوئے آٹھ عورتوں پر مشتمل ایک وفد نے بھی
وزیراعلیٰ شری اے. آر انتولے کو مبارکباد دی.

خواتین کے اس وفد نے مردل اور شری وردھن کی انتخابی مہموں میں
وزیراعلیٰ کی حمایت میں گرمجوشی سے حصہ لیا تھا. اس وفد میں شریمتی زینت
شرف الدین، تامل ناڈو اسٹیٹ کانگریس آئی خواتین کے ونگ کی کنوینر،
ونگ کی سکریٹری کوکیلا صوامی ناتھن اور سروج چنگل رائے کے علاوہ دیگر
۵ خواتین شامل تھیں.

۲۵ رنومبر کو مروڈ میں وزیراعلیٰ کا ایک رتھ میں جلوس نکالا گیا۔ آپ کے ساتھ آپ کی اہلیہ شریمتی نرگس انتولے بھی تھیں۔ عوام کی کثیر تعداد اس جلوس میں شریک تھی۔ ممتاز اشخاص میں شری یوسف حافظ، کوکن ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے شری بھیسے، سبھاپتی شری وی. ڈی مہاترے، شری بھائی ڈانڈیکر وغیرہ شامل تھے۔

یہیں ایک جلسۂ عام میں وزیراعلیٰ نے عظیم الشان کامیابی کے لئے عوام کا شکریہ ادا کیا۔ مروڈ تعلقہ یووک کانگریس نے موصوف کو سونے کا ۶۰ گرام وزنی ایک "ہاتھ" اور تقریباً آدھا کلوگرام وزنی چاندی کی ایک طشتری پیش کی۔ وزیراعلیٰ کو پھولوں کے ہاروں سے ڈھانک دیا گیا تھا۔

گوریگاؤں میں منعقدہ ایک تہنیتی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے کوکن کی ترقیات کے سلسلہ میں عوام سے اپیل کی کہ وہ اپنے تفرقات مٹا کر اس علاقہ کی ترقیاتی اسکیمات کو روبہ عمل لانے میں حصہ لیں۔ آپ نے کہا کہ جلد ہی منگاؤں تعلقہ میں امبرلے کے مقام پر ۱۵ سے ۲۰ کروڑ روپے کی لاگت سے ۱۷۰۰ سے ۱۹۰۰ ایکڑ زمین پر مکمل سازوسامان سے آراستہ ایک اسپتال قائم کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ ممبئی۔ گوا، قومی شاہراہ کو مزید چوڑا کیا جائے گا اور موجودہ موڑوں کو درست کیا جائے گا۔ نیز تین بڑے پل۔ ممبئی۔ اورن۔ کرنجا۔ ریواس اور ریوڈنڈا۔ سالو کے کاموں کو تیزی سے مکمل کیا جائیگا تاکہ نقل و حمل میں مزید آسانیاں پیدا ہوں۔

وزیراعلیٰ نے ۲۵ رنومبر کو عوام کے ایک زبردست ہجوم کے ساتھ اپنے حلقۂ انتخاب کا دورہ کیا اور شخصی طور پر لوگوں سے ملاقات کرکے اپنی کامیابی پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ شریمتی نرگس انتولے بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ تمام لوگوں نے آپ کا پُرجوش استقبال کیا اور پھولوں کے ہار پہنائے۔

اوپر: شریوردھن میں ایک بوتھ پر خواتین ووٹروں کی قطار

درمیان: ایک ضعیف عورت کو ووٹ ڈالنے کے لئے ڈولی میں لے جایا جارہا ہے۔

نیچے: ووٹوں کی گنتی کے مقام کے باہر نتائج جاننے کے لئے بیتاب لوگوں کا مجمع۔

بمبئی ہاسپٹالیٹی کمیٹی اور دیگر ۸۲ انجمنوں کی طرف سے ۲۵ نومبر کو ہوٹل اوبرائے شیرٹن میں وزیراعلیٰ کو استقبالیہ دیا گیا۔ استقبالیہ میں تقریر کرتے ہوئے وزیراعلیٰ نے کہا کہ ہمارے ملک میں پارلیمنٹ صحیح معنوں میں خودمختار نہیں ہے اور یہ کہ عدلیہ کی حکمرانی کا کافی دخل ہے۔ عوام کے ذریعہ منتخب ہونے کے باوجود پارلیمنٹ کے منظور کردہ کئی قوانین عدالتوں میں نامنظور کر دیئے جاتے ہیں۔

آپ نے کہا کہ غریب عوام کی فلاح و بہبود کے پروگرام سرعت سے عمل میں لانے کے لئے عوام نے موجودہ پارلیمانی طرز حکومت میں تبدیلی لائے جانے کی بابت فیصلہ دیا ہے۔ عوام کا یہ فیصلہ وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی کی قیادت اور غریبوں کی بہبودی سے متعلق ان کے پروگرام اور پالیسیوں کی حمایت کا ثبوت ہے۔

چھترپتی شیواجی نے ہندوی سوراج کے نظریہ پر عمل کر کے عوامی یکجہتی کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ بعد میں ہمارے قومی رہنما مہاتما گاندھی نے ملک کو آزادی دلا کر اس کام کو آگے بڑھایا۔ مہاتما گاندھی نے غریبوں اور کمزور طبقات کے مفاد کا ہمیشہ خیال رکھا۔ اب موجودہ ریاستی حکومت نے بھی اپنے تمام منصوبوں میں غریبوں کے مفاد کو مقدم رکھا ہے۔

شری وردھن کے ضمنی انتخابات کے نتائج کا اعلان ہوتے ہی مبارکبادی کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا۔ اوپر کی تصویر: وزیراعلیٰ اور ان کی اہلیہ کی ۲۴ نومبر کو راج بھون میں آمد کے موقع کی ہے۔ وزیر مملکت برائے اطلاعات و رابطۂ عامہ شری ایس۔ ن۔ بیسانی نے آپ کا استقبال کیا۔ درمیان کی تصویر میں وزیراعلیٰ اپنے حامیوں کے درمیان جنھوں نے آپ کا پرجوش استقبال کیا۔ نیچے کی تصویر میں وزیراعلیٰ بمبئی میں، بمبئی ہاسپٹالیٹی کمیٹی اور ۸۲ دیگر اداروں کے زیر اہتمام ۲۵ نومبر کو منعقدہ ایک تہنیتی جلسہ سے خطاب فرما رہے ہیں۔

مراٹھی سنگیت ناٹیہ کی صدسالہ تقریبات' پونے کے 'تلک سمارک مندر' میں ۳۱ اکتوبر کو منعقد ہوئیں، جس کا افتتاح شریمتی ہیرا بائی باڈوڈیکر نے کیا۔ اس موقع پر کئی نامور اسٹیج آرٹسٹوں کو اعزازات دیئے گئے۔ زیر نظر تصویر میں وزیر برائے انرجی' شری جینت راؤ تلک کے ہاتھوں (بائیں سے دائیں) شریمتی ہیرا بائی باڈوڈیکر، شری چھوٹا گندھروا اور شری بال چندرا پنڈھارکر اعزازات وصول کر رہے ہیں۔

مراٹھی سنگیت ناٹیہ کی صدسالہ تقریبات

مراٹھی سنگیت ناٹیہ کی، جس کی ابتدا انّا صاحب کرلوسکر نے کی تھی اس سال صدسالہ تقریبات منائی جارہی ہیں۔ یہ تقریبات ۳۱ اکتوبر سے پونے اور نئی دہلی میں اور ۱۳ نومبر سے بمبئی میں جاری ہیں۔ ریاستی حکومت کے پندرہ روزہ رسالہ "لوک راجیہ" نے اس موقعہ پر ایک خصوصی شمارہ شائع کیا۔ ۱۳ نومبر کو وزیر اعلیٰ شری ملے۔ آر انتولے نے اس خصوصی شمارہ کا اجراء کیا۔ یہ تقریبات ریاستی حکومت اور کل ہند مراٹھی ناٹیہ پریشد کے زیر اہتمام بمبئی میں راجہ شیواجی ودیالیہ کے احاطہ میں خصوصی طور پر تعمیر کردہ ناٹیہ منچ میں منعقد ہوئیں۔

وزیراعلیٰ شری اے۔ آر۔ انتولے، نے نئی دہلی میں مراٹھی ڈراموں کے مقابلہ کا افتتاح فرمایا۔ یہ تقریب مہاراشٹر ایجوکیشنل اینڈ کلچرل ایسوسی ایشن کے زیراہتمام منعقد ہوئی۔ زیرنظر تصویر میں بائیں سرے پر ہربرٹ وِٹل راؤ گاڈگل کھڑے ہیں۔

نئی دہلی میں مراٹھی ناٹیہ تقریبات:

نئی دہلی میں واقع مہاراشٹر انفارمیشن سینٹر کی جانب سے اس سلسلے میں ۳۱ راکتوبر سے تقریبات شروع ہوئیں۔ شری نانا بھاؤ ایمبڈوار، وزیر برائے جنگلات نے تقریبات کا افتتاح کیا اور اس موقع پر "سنگیت موئور" شری کے۔ پی۔ کھاڈلکر کا مشہور و معروف ڈرامہ پونے کے کلاکار سہاکاری سنستھا نے پیش کیا۔

یکم نومبر کو اسی ادارے نے شری ودیا دھر گوکھلے کا ڈرامہ "سُور سمرادنی" پیش کیا۔ ۲ر اور ۳ر نومبر کو ممبئی کے ناٹیہ سمن نے "اشو میدھ" اور "ازون نادنانت مي" ڈرامے پیش کئے۔

۵ر نومبر کو رنگ بھومی کے دن شریمتی سُمن دھرمادھیکری نے شری رنگناتھ کلکرنی کا لکھا ڈرامہ (ایک پنتری پرلوگ) میرا آکاش (ہندی ترجمہ شرد جوشی) پیش کیا۔ اس موقع پر مرکزی وزراء شری وسنت ساٹھے اور شری ایس۔ بی چوان، مغربی بنگال کے وزیر شری بھوانی مکرجی، برطانیہ کے لئے ہندوستان کے سابق ہائی کمشنر شری این۔ جی گورے، سابق نائب وزیراعظم شری وائی۔ بی چوان، اراکینِ پارلیمنٹ اور دیگر ممتاز ہستیاں موجود تھیں۔

وزیر جنگلات شری نانا بھاؤ ایمبڈوار تقریبات کا افتتاح فرما رہے ہیں جو نئی دہلی میں مہاراشٹر انفارمیشن سینٹر کے زیراہتمام ۳۱ راکتوبر منعقد ہوئیں۔

وزیراعلیٰ مہاراشٹر شری اے. آر. انتولے، ریاستی حکومت کے پندرہ روزہ رسالہ "لوک راجیہ" کے خصوصی نمبر کا اجراء فرما رہے ہیں۔ یہ تقریب ۱۳ نومبر کو ممبئی میں مہاتما جیوتی راؤ پھولے شیواجی ودیالیہ میں منعقد ہوئی تھی۔

تصویر میں دائیں سرے سے شری ششی کانت دیتھنکر، ڈائرکٹر جنرل، اطلاعات و رابطۂ عامہ اور میئر شری بابو راؤ شیٹھے بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ شریمتی نرگس انتولے، وزیراعلیٰ شری اے آر انتولے کے بائیں جانب تشریف فرما ہیں۔

ممبئی میں کرلوسکر رنگ مندر میں جسے شری رگھو ویر تل شیلکر اور شری رہانیکر منڈاولے نے تعمیر کیا تھا، ۱۳ نومبر کو بھاؤ راؤ کولھٹکر اسٹیج پر "نندی" گایا گیا۔ شری واجی بھنتا واڈیکر نے مہمانوں کا استقبال کیا۔ اس موقع پر وزیراعلیٰ شری اے. آر انتولے اور ان کی اہلیہ کے علاوہ شری ششی کانت دیتھنکر، ڈائرکٹر جنرل، اطلاعات و رابطۂ عامہ، شری دینیش دیسائی، وزیر اعلیٰ کے سکریٹری برائے ثقافتی امور، شری شر بدھر راتھے، سکریٹری برائے ثقافتی امور، بیرسٹر وٹھل راؤ گاڈگل اور کئی دوسرے اصحاب موجود تھے۔

تقریبات کا افتتاح کرتے ہوئے وزیراعلیٰ نے صد سالہ تقریبات کو سراہا اور بتایا کہ اندرا گاندھی پرتبھا پرتشٹھان کے تحت ڈرامہ نویسوں اور آرٹسٹوں کو امداد دی جاتی ہے۔ آپ نے اس موقع پر وزیراعلیٰ فنڈ سے ناٹیہ پریشد کو ۵۰۰۰۰ روپے دیئے جانے کا اعلان کیا۔ وزیراعلیٰ نے اس تقریب میں حکومت کے پندرہ روزہ رسالہ "لوک راجیہ" کے خصوصی نمبر کا اجراء بھی کیا۔ اس موقع پر چند مشہور پرانے مراٹھی ڈرامے بھی پیش کئے گئے۔

سنگیت کاروں کو اسکالرشپ :

گذشتہ جون میں انتخابی کمیٹی کی سفارش پر ریاستی حکومت نے منتخبہ سنگیت کاروں کو دو سال کے لئے ۱۲ اسکالرشپ عطا کئے ہیں۔ اسکالرشپ کی رقم ۲۵۰ روپے ماہانہ جولائی ۱۹۸۰ء سے منظور کی گئی ہے۔

قارئین کے لئے ضروری اعلان

ہماری یہ خواہش ہے کہ اپنے قارئین کو مختلف سرکاری پالیسیوں اور سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر رکھیں۔ تاہم قارئین کو اس میں کچھ نہ کچھ کمی کا احساس ہو سکتا ہے لہذا آپ کی دلچسپی اور معلومات میں مزید اضافے کے خیال سے "قارئین کی رائے"، کا خصوصی صفحہ شائع کیا جاتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس تبادلۂ خیال سے ہمیں اور بھی فائدہ پہنچے گا۔ انفرادی شکایتوں کی اشاعت تو مشکل ہے، البتہ سرکاری پالیسیوں، پروگراموں اور سرگرمیوں سے متعلق آپ کے خطوط، سوالات اور شبہات بخوشی قبول کئے جائیں گے۔ پتہ نوٹ فرمالیں :

ایڈیٹر "قومی راج" نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ، پندرھواں منزلہ، مقابل منترالیہ، ممبئی ۴۰۰۰۳۲

حکومتِ مہاراشٹر کے جریدوں اور مطبع خانوں کو امتیازی اعزاز

حکومت مہاراشٹر کے پندرہ روزہ رسالہ 'لوک راجیہ' (مراٹھی) کے یکم اکتوبر ۱۹۷۹ء کی اشاعت 'راج بھاشا خصوصی نمبر' کو "ہفتہ وار و پندرہ روزہ رسائل ــ ہندوستانی زبان" کے تحت بہترین طباعت و ڈیزائن پر دیئے جانے والے ۲۱ ویں نیشنل ایوارڈ کی تقسیم کے موقع پر پہلا انعام دیا گیا۔ اس سے قبل ۱۹۷۴ء میں سنت مہاویر خصوصی نمبر پر بھی مذکورہ جریدہ کو پہلا انعام دیا جا چکا ہے۔

لوک راجیہ (انگریزی) کے آزادی نمبر' اگست ۱۹۷۶ء کو ۱۸ ویں نیشنل ایوارڈ کے موقع پر پہلا انعام ملا تھا۔ ریاستی حکومت کے ہندی رسالہ 'مہاراشٹر مانس' کو بھی خواتین خصوصی نمبر کے لئے پہلا انعام دیا گیا تھا۔

چھوٹی بچت یونٹ کے پندرہ روزہ رسالے 'الپ بچت' کو ۱۹۷۴ء میں انٹرنیشنل ویمن ایر اور ۱۹۷۶ء میں ڈیکیڈس آف پروگریس کے خصوصی نمبرات پر دوئم انعامات ملے تھے۔ اب اس رسالہ کی اشاعت بند ہو چکی ہے۔

ریاستی حکومت کے پریس کو پہلا انعام (لوک راجیہ - مراٹھی، شمارہ یکم اکتوبر ۷۹ء) اور دو اعزازی سرٹیفکیٹ بالترتیب اردو اکیڈمی کے رسالہ 'نورس' (اردو) کے دسمبر ۱۹۷۹ء کے شمارہ کے لئے اور ڈائرکٹر پرنٹنگ اینڈ اسٹیشنری' مہاراشٹر اسٹیٹ (بمبئی) کے شائع کردہ انسائیکلوپیڈیا مراٹھی وشوکوش (جلد ۸) کے لئے دیئے گئے۔

اب تک حکومت مہاراشٹر کے پریس نے بہترین طباعت اور ڈیزائن کے لئے ۳۲ انعامات حاصل کئے ہیں۔ مہاراشٹر میں سرکاری طباعت میں تبدیلیاں لائی جا رہی ہیں۔ مثال کے طور پر حکومت مہاراشٹر کے شائع کردہ کلینڈروں کے ذریعہ مہاراشٹر کی تہذیب و تمدن کو اجاگر کیا گیا ہے

مہاراشٹر میں آٹھ سرکاری مطبع خانے ہیں جو پورے ساز و سامان سے لیس ہیں اور ان میں تقریباً ۴٫۵۰۰ افراد ملازمت کرتے ہیں۔ ان مطبع خانوں میں لاٹری ٹکٹوں سے لے کر مراٹھی انسائیکلوپیڈیا کی طباعت کی جاتی ہے۔ طباعت ۷ زبانوں میں کی جاتی ہے۔ ان مطبع خانوں میں فن طباعت و سجاوٹ کو ماہرانہ انداز میں پیش کیا جاتا ہے جس کے ذریعہ مہاراشٹر کی تہذیبی روایتوں کی تشہیر کی جاتی ہے۔

بہترین طباعت و ڈیزائن کے لئے دیئے جانے والے نیشنل ایوارڈ ۲۹ نومبر ۱۹۸۰ء کو ۲۱ ویں تقسیم انعامات کے موقع پر صدر جمہوریہ شری نیلم سنجیوا ریڈی کے ہاتھوں ایک شاندار تقریب میں وگیان بھون، نئی دہلی میں تقسیم کئے گئے۔

صدر ہند، شری نیلم سنجیوا ریڈی کے ہاتھوں 'لوک راجیہ' (مراٹھی) کی اعلیٰ طباعت کے سلسلے میں ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، حکومت مہاراشٹر کو دیا جانے والا اوّل انعام' شریمتی تارا دھرما دھیکاری' اسسٹنٹ ڈائرکٹر اور مدیرہ "لوک راجیہ" (مراٹھی) وصول فرما رہی ہیں

گوا میں مہاراشٹر انفارمیشن سینٹر کی توسیع

شری ششی کانت دیتھنکر، ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز نے اپنے گوا کے حالیہ دورہ کے دوران، گوا کے سابق وزیر اعلیٰ آنجہانی دیانند بنڈوڈکر کی یاد میں منعقدہ مراٹھی کے مشہور مصنف و ڈرامہ نگار پی. ایل دیشپانڈے کے سہ روزہ لیکچر کی اختتامیہ تقریب کی صدارت کی۔

گوا کے صحافیوں نے آپ کا پُرجوش استقبال کیا۔ اس موقع پر آپ نے گوا اور مہاراشٹر کے مابین سماجی و ثقافتی تعلقات کو سراہا اور ان کے مزید استحکام کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے یہ انکشاف کیا کہ اس مقصد کے لئے گوا میں مہاراشٹر انفارمیشن سینٹر کو وسعت دی جائیگی تاکہ دونوں ریاستوں کے لوگوں کو ایک دوسرے سے زیادہ سے زیادہ قریب لایا جاسکے۔

آپ نے مزید فرمایا کہ سینٹر کو دی گئی حالیہ جگہ ناکافی ہے لہذا سینٹر کی خاطر بہتر اور حسب ضرورت اراضی حاصل کرنے کے لئے حکومت گوا سے رابطہ قائم کیا جارہا ہے۔ اس موقع پر آپ نے یہ اطلاع بھی دی کہ حکومت مہاراشٹر کے مختلف دفاتر کو یکجا کرنے کے لئے گوا میں مہاراشٹر بھون، تعمیر کیا جائے گا۔

آپ نے سینٹر میں کارکردگی کا معائنہ کیا اور اطمینان کا اظہار کیا سینٹر کی سرگرمیوں کو بڑھانے سے متعلق آپ نے مشورے بھی دیئے۔ آپ نے فرمایا کہ مراٹھی سنگیت ناٹک کی صد سالہ تقریبات کے سلسلے میں مہاراشٹر انفارمیشن سینٹر پنجم میں ایک "مہوتسو" منعقد کریگا جس میں بعض منتخب مراٹھی سنگیت ناٹک پیش کئے جائیں گے۔

شری دیتھنکر نے گوا کے وزیر اعلیٰ شری پرتاپ سنگھ رانے سے بھی ملاقات کی اور ان سے مہاراشٹر انفارمیشن سینٹر کی کارکردگی اور مہاراشٹر بھون کے قیام سے متعلق تبادلۂ خیالات کیا۔

آپ اپنی بیگم کے ہمراہ گوا کے سابق وزیر اعلیٰ آنجہانی شری دیانند باندوڈکر کی سمادھی پر گئے اور گلہائے عقیدت پیش کئے۔

شری دیتھنکر اور شریمتی دیتھنکر گوا کے سابق وزیر اعلیٰ آنجہانی دیانند بنڈوڈکر کی سمادھی پر گلہائے عقیدت پیش کرتے ہوئے

شری ششی کانت دیتھنکر، گوا کے وزیر اعلیٰ شری پرتاپ سنگھ رانے سے تبادلۂ خیالات کرتے ہوئے۔

شری پی. ایل دیشپانڈے کی عزت افزائی کی تقریب کا ایک منظر

تبصرہ

تبصرہ نگار : خواجہ عبدالغفور

آخری کتاب

مُصنّف فکر تونسوی

ناشر: آہلوالیہ بک ڈپو، نیو رُہتک روڈ، نئی دہلی

خدا نہ کرے کہ یہ فکرؔ تونسوی کی آخری کتاب ہو یا اُردو زبان کی کتاب آخری ہو۔ ہمیں تو ابھی بہت کچھ سُننا ہے۔ پڑھنا ہے۔ لطف اندوز ہونا ہے ان سے سیکھنا ہے کہ آخر کتاب کس طرح چھاپی جاتی ہے۔

ہمیں جاننا ہے کہ اپنے آپ کو کس طرح اور کہاں تلاش کیا جائے خاوندوں کی قلت کا احوال اکلوتی بیوی کی داستان اور اس طرح کی بیسیوں باتیں روزِ روشن کی طرح پیش کرتے ہیں۔

پہلی بار اس گرانقدر عطیہ کے صفحے پلٹانے پر جملہ غیر محفوظ حقوق سے لے کر قیمت و انتساب سب ہی دلچسپ نظر آئے لیکن جب پانچویں صفحہ پر "اندر پڑھیئے" کا عنوان دیکھا اور اس کے تحت۔ فکر کون ہے ۔ نریندر لوتھر

قصہ کتاب چھاپنے کا

اپنی تلاش میں

پڑھتا گیا تو کچھ دیر کے لئے خیال ہوا کہ لیجئے یہ فکرؔ تونسوی نے جدید شاعری کی جدّت اور بدعت کسی نئے ڈھنگ اور نئے رُوپ سے شروع کی ہے ۔ لگا کہ سب ہی آزاد نظم کے مصرعے ہیں اور اپنی اپنی جگہ ترشے ہوئے ہیرے کی طرح چمک رہے ہیں ۔ دعوتِ فکر دے رہے ہیں ۔ اور جب "اوٹ پٹانگ" پر نظر پڑی تو یقین ہو گیا کہ فی الواقعی اوٹ پٹانگ ہے مگر وہ اوٹ پٹانگ نہیں جس کا سر ہوتا ہے نہ ٹانگ بلکہ یہ تو گنجلک ہے۔

فکر نام کے فکر ہیں انھیں تفکرات سے دور کا بھی واسطہ نہیں البتہ ان کی فکر وہ ہے کہ جو دانش کے ساتھ بندھی ہوتی ہے اور جس کو ہم فکر و دانش کہتے ہیں اس کے سہارے یہ طنز و مزاح لگتا ہے اور مزاح کبھی طنز یہ نہیں ہوتا۔ زیادہ تر اپنی اکلوتی بیوی کا مذاق اُڑاتے ہیں (محض کاغذ پر اصلی زندگی میں تو یہ اس کی جرأت کرتے نہیں پائے گئے) اور یہ بھی مانتے ہیں کہ وہ اکلوتی اس لئے ہے کہ اوروں کی طرح یہ خیالی دنیا میں اور بیویاں نہیں پالتے اور نہ کسی اور عورت کو منہ لگاتے ہیں۔ اپنی بیوی کے اس مقولے کے قائل ہیں کہ وہی عورت حسین ہے جو تھوڑی آمدنی میں بڑا گھر چلا سکے۔ یہ اس بات کو نہیں مانتے کہ بہت ساری بیویاں ایسی ہیں کہ جنھوں نے اپنے مردوں کو لکھ پتی بنا دیا۔

جی ہاں لکھپتی، جب کہ وہ پہلے کروڑ پتی تھے ۔ بعض ایسے بھی ہیں کہ جو بلا تامل کہتے ہیں کہ ان کی بے حساب دولت ان کی بیوی کی بدولت ہے اس لئے کہ وہ جو بھی اور جتنا بھی کماتے ہیں وہ بیوی کے خرچ بلکہ فضول خرچی کی وجہ سے پورا نہیں ہوتا اس لئے وہ زیادہ سے زیادہ محنت و مشقت سے اپنی کمائی بڑھاتے جاتے ہیں۔

بیوی کے ساتھ ان کی نوک جھونک بہت دلچسپ ہوتی ہے — مجتبیٰ حسین کے مہمان بن کر آنے پر وہ ناراضگی سے کہتی ہیں ۔ ہاں ہاں، زندگی بھر آپ اس گھر میں کوئی کام کی چیز بھی لائے ہیں، فکرؔ اپنی فکری اُپج سے جواب دیتے ہیں ۔ "کیوں نہیں مثلاً تمھیں لایا تھا"۔ لیجئے بیوی ایک تو چیز ہو کر رہ گئی دوسرے کام کی چیز۔ اب گھر میں اور کیا چاہیئے ۔ فکر کو اپنے راجپوت ہونے پر ناز ہے ۔ لہٰذا ان کا مسلک ہے کہ جو منہ سے نکل گیا اس پر ستی ہو جائیں گے ۔ یہ بھی مانتے ہیں کہ ان کے والد نے کبھی تلوار کی شکل تک نہیں دیکھی عمر بھر ان کے ہاتھ میں ترازو رہا اور انھوں نے ترازو چھوڑ کر قلم پکڑ لیا ہے۔

فکرؔ مدتوں سے پیاز کے چھلکے چھیلتے رہے ہیں ۔ لوگوں کو ہنساتے ہیں لیکن پیاز کے چھیلنے سے ان کے ڈرامے کے آنسو بہتے ہیں۔ اس طرح پر یہ دوسروں کی پول کھولتے ہیں ان کو بے نقاب کرتے ہیں ان کے بہروپ کو اُتار کر اصلی رُوپ دکھاتے ہیں جو فی الحقیقت ستم ظریفی ہے اور ان کی ظرافت اس کا صحیح صحیح نمونہ اور مظہر ہے۔

ان کی ستم ظریفی کی انتہا تو یہ ہے کہ اپنے نام سے نقاب کا کام لیا ہے وہ جو کچھ ہیں سو ہیں نام تو ان کی صفت ہے اور اس صفت سے کام لیکر یہ ایسے کام کر جاتے ہیں کہ جن سے ان کا نام روشن تر ہوتا جا رہا ہے، ہماری دعائیں ہیں کہ ان کی فکر اتنی بلند ہو کہ یہ ڈھیر ساری آخری کتابیں لکھتے جائیں لکھتے رہیں اور ان کا زورِ قلم زیادہ ہی ہوتا رہے۔
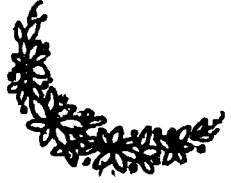
• تسنیم فاروقی
سی ۱۸۴/۲۹۲، تلسی داس مارگ،
ہاسپٹل کارنر، لکھنؤ۔ ۴

وحشت بڑھی تھی زلف گرہ گیر دیکھ کے
دیوانے محوِ رقص ہیں زنجیر دیکھ کے

دل کو ترے خطوط سے ہے ربطِ بے پناہ
راتیں گذار دیں تری تحریر دیکھ کے

جیسے کوئی گناہ ہو اک حرفِ آرزو
ان کو گریز ہے مجھے دلگیر دیکھ کے

ٹوٹا نہیں ہے اب بھی وفاؤں کا سلسلہ
زلفیں سنوار لو مری زنجیر دیکھ کے

کچھ پتھروں کے سائے میں دو دل اسیر ہیں
سنو دکھ ہوئے ہیں تاج کی تعمیر دیکھ کے

نظروں سے کچھ حسین فسانے گذر گئے
لب پر ترے بہار کی تحریر دیکھ کے

کیا ہو گئے شکستِ سلاسل کے حوصلے
خاموش کیوں ہو پاؤں کی زنجیر دیکھ کے

مایوسیوں میں ضبط کا یارا نہیں رہا!
آنسو نکل پڑے تری تصویر دیکھ کے

تسنیم میکشی کا تصوّر بدل گیا
ساقی کے التفات میں تاخیر دیکھ کے

• حیات وارثی
باغِ انوار، لکھنؤ۔

کتابِ زیست سمجھنے کا جو ارادہ کرے
وہ تجرباتِ گذشتہ سے استفادہ کرے

جو شخص چاہے کہ منزل کو اپنی جادہ کرے
قیام تھوڑا کرے اور سفر زیادہ کرے

سمیٹ سکتا ہے بکھری ہوئی مسرت کو
جو اپنے دامنِ احساس کو کشادہ کرے

جو زندگی کی حقیقت سے چاہتا ہو فرار
فسانہ بن کے جئے، خود کو نذرِ بادہ کرے

طلب ہے گل کی تو خاروں سے اجتناب نہ کر
وہ جس کو چاہے اسی پر ستم زیادہ کرے

اسیر ہو نہیں سکتا ہے پیار کا جذبہ
یہ وہ عمل ہے جو انسان بے ارادہ کرے

حیات خواب ہے اور خواب کی حقیقت کیا
تمھیں بتاؤ کہ پھر کوئی کیسے وعدہ کرے

• نذیر فتحپوری
۸۳۔ یروڈا۔ پونے ۶

بجھ گیا دن تو چراغِ مہ و اختر جاگے
"رات آئی تو اجالوں کے پیمبر جاگے"

راحتیں دے کے جو ہم درد کے خوگر جاگے
سچ تو یہ ہے کہ زمانے کے مقدر جاگے

اونگھتی رات کے خوابوں کا بھرم ٹوٹ گیا
صبح کی گود میں جب نور کے پیکر جاگے

درد کی تند ہواؤں نے اٹھائے طوفان
دل میں ہلچل ہوئی آنکھوں کے سمندر جاگے

حسن تو بک گیا بازار کی زینت بن کر
قید میں یوسفِ کنعاں کے مقدر جاگے

دن کے ضوپاش اجالوں سے جو لپٹے تھے تمام
شب کی تاریک دشاؤں کے وہ اژدر جاگے
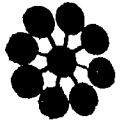
غزلیں

• دیا پرشاد [illegible]
انڈر سکریٹری، ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ
ڈاکٹر ڈی سلوا روڈ، دادر، بمبئی ۴۰۰۰۲۸

دیر و کعبہ میں کلیسا میں ہے جلوہ ان کا
کونسی جا ہے جہاں پر نہیں چرچا ان کا

سرنگوں چرخِ ستمگار ہے ان کے آگے
اوج پر آج چمکتا ہے ستارہ ان کا

ہو کے بیہوش ہزاروں نہ زمیں پر گرتے
ہٹ کے بے پردہ نہ کرتا انھیں پردہ ان کا

دیکھتے دیکھتے وہ ہو گئے کیا سے کیا کچھ
دیکھنے والو! ذرا دیکھو تماشہ ان کا

منزلِ عشق کے دیکھے ہیں ہزاروں رہرو
کوئی سر بر نہ ہوا جو ہوا شیدا ان کا

کیا ضیاؔ بار صفائی ہے خدا کی قدرت
چاند مبہوت ہو گر دیکھ لے چہرہ ان کا

قتلِ عشّاق کو کیا ہو تیغ و خنجر کی حاجت
خلق کہتی ہے کہ کافی ہے اشارہ ان کا

تھا کسی وقت ہمارا بھی قلمرو لیکن
کشورِ قلب پہ اب ہو گیا قبضہ ان کا

ان سے امیدِ وفا کی ہے ہنر کیا معنی
اب وہ پہلی سی طبیعت ہے نہ شیوا ان کا

• سکندر حمید عرفان ایم۔اے
معرفت ریلوے بک اسٹال
کھنڈوہ (ایم۔پی)

خوشی کی ہر کرن چھپی پسِ غبارِ یاس تھی
ترے بغیر زندگی بہت اداس اداس تھی

خیال و دل کی آنکھ پر جو چلمنیں تھیں نیند کی
کہ ٹھنڈی ٹھنڈی چاندنی میں رات بے لباس تھی

سمجھ سکا نہ دل اسے نہ عقل پا سکی سراغ
نگاہِ آفتاب میں نجانے کیسی پیاس تھی

نشانِ پا رہیں مرے، رہوں نہ میں تو غم نہیں
کفن میں زندگی کے ایک ٹوٹتی سی آس تھی

سمٹ کے تیرگی نے دی نویدِ آمدِ سحر
چراغ زرد رہے تھے اور صبح کتنی پاس تھی

شعورِ آگہی بھی تھا اور انکشافِ راز بھی
مگر حضورِ حق ہر اک نگاہ ناشناس تھی

دھواں دھواں تھی آرزو، لٹی لٹی تھی ہر خوشی
غموں کی تیرگی میں صبح صرف اک قیاس تھی

• سیّد ریاض
مہاراشٹر کالج، بمبئی

جو بھی ملا وہ دھوپ میں جھلسا لگا مجھے
پیڑوں کے سائے سائے سے الجھا لگا مجھے

یہ زندگی تو لگتی ہے سوکھا ہوا شجر
پتوں سے زرد رنگ ابھرتا لگا مجھے

دھندلا گئی ہے جیسے تیری یاد کی کرن
میں خود میں کھو گیا ہوں کچھ ایسا لگا مجھے

یہ سوچ کر چلا تھا ملے کوئی ہمسفر
بیزار مجھ سے خود میرا سایا لگا مجھے

اندھے نگر میں کوئی دیا بھی نہ جل سکا
ضد پر اڑا، ہواؤں کا جھونکا لگا مجھے

سورج کی تیز دھوپ میں چلتا رہا ریاضؔ
صحرا بھی کچھ عجیب تھا دریا لگا مجھے

غزلیں

• انجمؔ عرفانی
بلرام پور، گونڈا (یو۔ پی)

مجھے تو نامۂ اُلفت ہر ایک سادہ ملا
میں جتنا سمجھا تھا اس سے بھی کچھ زیادہ ملا
رہی تو برسوں رہی شامِ غم کی تنہائی
ملا جو وصل کا لمحہ تو بے ارادہ ملا!
نہ کج کلاہی نہ کشور کشائی کام آئی
حضورِ یار ہر اک شخص پا پیادہ ملا
ہزار لوگوں نے چاہا نکل چلیں بچ کر
اُسی گلی سے گزرتا ہر ایک جادہ ملا
اُلٹ چکا ہوں صحیفوں کا ایک ایک ورق
علاجِ درد کہاں ان میں صرف وعدہ ملا
ہمارے خون کی لذت بھی اس میں تھی شامل
ہمارے بعد حریفوں کو جب بھی بادہ ملا
رہِ وفا میں تو اُترے ہزار طرح کے لوگ
قریبِ دار و رسن اک نصیب زادہ ملا
گیا تو بھول کے بھی اس طرف کا رُخ نہ کیا
ملا تو وعدوں کا کرتا ہوا اعادہ ملا!
بھلا میں جانتا کیسے؟ ہیں دل میں خارِ غم
سدا ہنسی کا وہ اوڑھے ہوئے لبادہ ملا
یہ اور بات ہے اک شخص کو جگہ نہ ملی
وگرنہ شہر یہاں جو ملا کشادہ ملا!
وہ جس پہ اُٹھتی تھیں لوگوں کی اُنگلیاں انجمؔ
عجیب بات ہے دامن اسی کا سادہ ملا!

• مصطفٰے مومنؔ
واسیاپور، دھنباد۔ بہار

لالہ و گُل کے شفق زاروں میں لہراؤں گا میں
گیسوئے جاناں کو خوشبوؤں سے بھر جاؤں گا میں

کس لئے کہنے ہو مومنؔ، الفاظ کو موت آگئی!
پہنچوں گا ہونٹوں پہ خود تو نغمہ بن جاؤں گا میں

جانے کن صحراؤں سے آتی ہے اک مبہم صدا
تجھکو پاؤں یا نہ پاؤں، خود تو کھو جاؤں گا میں

لحظہ لحظہ گھیرتی ہے مجھ کو طوفانی ہوا
توڑ کر لفظوں کو اب باہر نکل آؤں گا میں

ان بدلتے موسموں کا میں نہیں ماتم گُسار
وقت کی گاڑی سے اک دن خود اُتر جاؤں گا میں

• رفیق جعفرؔ
ملاڈ، بمبئی

اشک کے موتی، غم کی دولت
شاعر قسمت والا نکلا !!!

جس کو پُوجا پیار سمجھ کر!
مکڑی کا وہ جالا نکلا!

لکھّو یارو کالی نظمیں!
یہ بھی اب اک نعرہ نکلا

جس کے پیچھے تھا اک لشکر!
لیڈر کا وہ چیلا نکلا!

سمجھا جس کو اپنا جعفرؔ
اُس کا دل بھی کالا نکلا!

خبریں ۔ تصویروں میں

حال ہی میں نائب صدر ہند شری ایم. ہدایت اللہ نے پونے میں ذہنی طور پر معذور بچوں کے کامیانی ودّیا مندر کا دورہ کیا۔ یہ اسی موقع کی تصویر ہے

●●●

●●●

نئی دہلی میں ۵ نومبر کو مختلف ریاستوں کے وزراء اطلاعات کی کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ زیر نظر تصویر میں شری وسنت ساٹھے، مرکزی وزیر برائے اطلاعات و نشریات (دائیں سے تیسرے)، شری ایس. این دلیسائی، مہاراشٹر کے وزیر مملکت برائے اطلاعات و رابطہ عامہ (دائیں سے چوتھے) بائیں سرے پر شری ششی کانت دتیھنکر، ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، شری ایم. آئی. آر ماتھر، ایڈیشنل چیف ڈائرکٹر، (دائیں سے دوسرے)، اور شری آر. ایم. حبیب، ڈائرکٹر مہاراشٹر انفارمیشن سینٹر، دائیں سرے پر دیکھے جا سکتے ہیں۔

●●●

ڈاکٹر بلی رام ہیرے، وزیر تعلیم نے آنجہانی مہامہوپادھیہ شری دتّو وامن پوتدار کی پہلی برسی کے موقع پر اتہاس شمسودھن منڈل آڈی ٹوریم میں منعقدہ "دتّو وامن پوتدار۔ مدھیہ یوگن بھارت۔ ادھین پرتشٹھان" کا افتتاح فرمایا۔

زیر نظر تصویر میں آپ تختی کی نقاب کشائی کر رہے ہیں۔ آپ کے ساتھ شری این. جی گورے اور شری جینت راؤ تلک، وزیر انرجی دیکھے جا سکتے ہیں۔

شری جینت راؤ تلک، وزیر برائے ازتی کے ہاتھوں 'یووک کیندر منڈل' (اپریل، بمبئی) کی سلور جبلی تقریب کے موقع پر منعقدہ "کل ہند کبڈی ٹورنامنٹ" اور "ریاستی سطح پر کھو کھو ٹورنامنٹ" کا افتتاح عمل میں آیا۔ زیر نظر تصویر میں آپ سامعین سے خطاب فرما رہے ہیں۔

شہزادہ چارلس، بمبئی کے ایک روزہ دورہ کے بعد بنگلور روانہ ہوئے، سانتا کروز ہوائی اڈے پر گورنر مہاراشٹر، ایرچیف مارشل (ریٹائرڈ) شری ادم پرکاش مہرا نے آپ کو الوداع کہا۔

شریمتی شالینی تائی پاٹل، وزیر برائے محصول نے پونے ضلع میں ارالی دیواچی مقام پر بے گھر بے زمین زرعی مزدوروں کیلئے ۵٦ گھروں پر مشتمل شری کل بھیرناتھ نگر کالونی کا افتتاح فرمایا۔ زیر نظر تصویر میں شری وٹھل راؤ ٹوپے، ایم۔ایل۔اے اور شری آر جی گیتے ڈویژنل کمشنر، پونے ڈویژن نظر آرہے ہیں۔

شری ایم. آئی. آر ماتھر، ایڈیشنل چیف ڈائرکٹر، ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، کل ہند چھوٹے درمیانی اخباروں کی انجمن کے صدر، شری پریم چند ورما کو منزالیہ میں ریاست کے پندرہ روزہ جریدے "مہاراشٹر مانس" کا "پریم چند خصوصی نمبر" پیش کر رہے ہیں. 'مہاراشٹر مانس' کے مدیر شری کے. پی. دوبے، صدر موصوف کے بازو میں کھڑے ہیں.

شری ششی کانت دیشمکھ، ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز نے ۱۰ر نومبر ۱۹۸۱ء کو ممبئی مراٹھی ہتر کار سنگھ کی طرف سے سنگھ کے لوکمانیہ آڈیٹوریم، واقع آزاد میدان، ممبئی میں منعقدہ مراٹھی رسالوں کے دیوالی خصوصی نمبروں کی نمائش کا افتتاح فرمایا — یہ اسی موقع کی تصویر ہے۔

شریمتی تارا بائی ورتک، وزیر مملکت برائے عوامی امور نے حال ہی میں ۲٫۵ لاکھ روپے کی لاگت سے کنہر میں تعمیر کردہ پل کا افتتاح فرمایا. زیر نظر تصویر میں بائیں طرف پل نظر آ رہا ہے.

وزیر اعلیٰ شری اے. آر. انتولے کی اہلیہ محترمہ
نرگس انتولے نے ۲۱ر اکتوبر کو پولیس ویلفیئر بورڈ
کی طرف سے آزاد میدان پولیس کلب ممبئی میں
منعقدہ مختلف اشیاء کے "دیوالی سیل" کا
افتتاح فرمایا۔ آپ کے ہمراہ شریمتی بھوسلے
اور شریمتی بھوسلے دیکھی جاسکتی ہیں۔
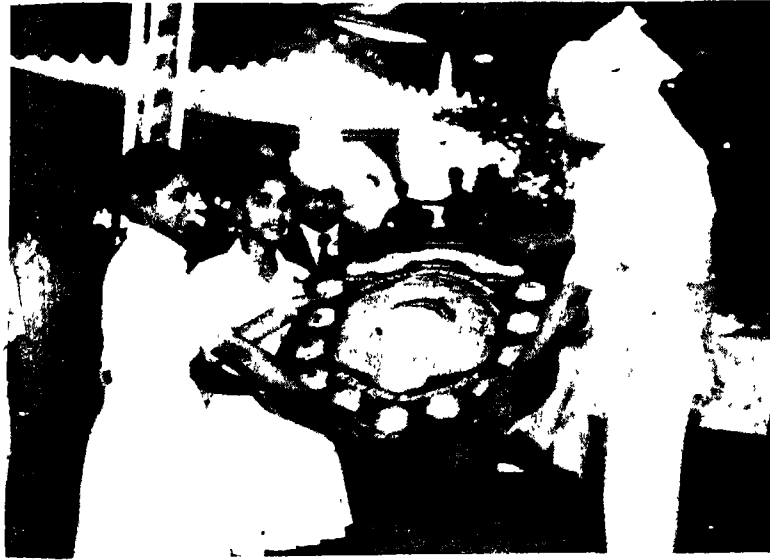
شری چندر کانت ترپاٹھی، وزیر مملکت برائے
شہری ترقیات، وردھا میں منعقدہ "۲۶ ویں
ریاست مہاراشٹر کھیل کود مقابلوں میں کامیاب
ٹیم کو شیلڈ دے رہے ہیں۔

شری بابوراؤ کالے، وزیر برائے دیہی ترقیات
نے ۲۵ر اکتوبر کو پونے کے قریب، پمپری کے مقام
پر جے ہند ہائی اسکول میں آل انڈیا سندھی
پنچائت فیڈریشن کی پانچویں کانفرنس کا افتتاح
فرمایا۔ یہ اسی موقع کی تصویر ہے۔

ریاستی خبریں

چلڈرنس ڈے تقریبات
بچوں سے متعلق پروجیکٹوں کی فوری تکمیل (وزیر اعلیٰ)

وزیر اعلیٰ شری اے۔آر۔ انتولے نے چلڈرنس ڈے اور آنجہانی جواہر لال نہرو جینتی کے موقع پر مرین ڈرائیو پر واقع بال بھون کے تعمیری کام کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ حکومت غیر سماجی اور فرقہ پرست عناصر کی حرکتوں کو جو بے چینی کی فضا قائم کرتے ہیں اور عوام کی بھلائی سے متعلق حکومت کے اقدامات میں رکاوٹ بنتے ہیں برداشت نہیں کیا جائے گا۔

اس موقع پر آپ نے تھانے ضلع کے ادی واسی بچوں میں بجاس ... تقسیم کئے۔

بچوں کی بہبود کے پروجیکٹ بشمول بمبئی میں ۸ ملین روپے کی لاگت سے بننے والی نہرو سمارک کے نامکمل رہنے پر آپ نے تعجب کا اظہار کیا اور حکومت کی طرف سے پروجیکٹ کی تکمیل میں تعاون کا وعدہ کیا۔

وزیر اعلیٰ نے آنجہانی پنڈت نہرو کو خراج عقیدت پیش کیا — سنجے گاندھی نرادھار انودان یوجنا کے لئے مقررہ ۵ کروڑ روپئے کے فنڈ کے خلاف تبصروں کے متعلق آپ نے کہا کہ غریبوں کی فلاحی اسکیمات کی تکمیل کے لئے فنڈ کی کمی رکاوٹ نہیں بننی چاہیئے

ڈاکٹر بلی رام ہیرے، وزیر تعلیم، جو کہ ریاست میں جواہر بال بھون بورڈ کے چیرمین ہیں۔ اپنی استقبالیہ تقریر میں آنجہانی پنڈت جی کی یاد میں جاری کئے گئے ان پروجیکٹ کا تذکرہ کیا جن کے تحت بچوں کی قابلیت کو بڑھانا مقصود ہے

اس موقع پر شریمتی نرگس انتولے، شری سروپ سنگھ نائیک، وزیر سیاحت، شری جی۔ بی پردھان لیجسلیٹو کونسل میں حزب مخالف کے لیڈر اور دیگر ممتاز اشخاص حاضر تھے۔

شری کے۔ ایس۔ بھاؤسر نے شکریہ کی رسم ادا کی۔

سیمنار میں شرکت کے لئے ٹیچروں کو امداد

حکومت مہاراشٹر نے بین الاقوامی کانفرنس، سیمنار اور مذاکرہ میں شرکت کرنے کے لئے سمندر پار جانے والے کالج ٹیچروں کو مالی امداد دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

یہ امداد فنڈ کی دستیابی کے مطابق دی جائے گی جس میں ۵۰ فیصد سفر خرچ نیز میزبان ملک میں قیام و طعام کا خرچ شامل ہے۔ امداد کی رقم ایک سال میں زیادہ سے زیادہ ۱۰۰۰۰ روپے جو بھی کم ہو۔

مستحق افراد با ضابطہ توسط سے درخواست کی پیشگی نقل ڈائرکٹر آف ایجوکیشن (ہائر ایجوکیشن) مہاراشٹر اسٹیٹ پونے اور ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ گورنمنٹ آف مہاراشٹر منترالیہ بمبئی ۳۲ روانہ کر سکتے ہیں۔

قانونی امداد بورڈ کی تشکیل

حکومت مہاراشٹر نے وزیر برائے قانون و عدلیہ کی زیر صدارت مہاراشٹر اسٹیٹ قانونی امداد و مشورہ بورڈ کی دوبارہ تشکیل کی ہے۔ بمبئی ہائی کورٹ کے جج جسٹس شری سی۔ این دھرمادھیکاری نئے بورڈ کے نائب صدر اور ریٹائرڈ ہائی کورٹ جج شری ایم۔ ڈی۔ کامبلی اکزیکٹیو چیرمین ہیں۔

بورڈ کے دیگر ممبران درج ذیل ہیں:-

ایڈوکیٹ جنرل مہاراشٹر اسٹیٹ، محکمۂ قانون و عدلیہ کے سکریٹری شری سی۔ بی۔ انعامدارے (پاٹل) ایم۔ پی، احمد نگر، شری عبدالرحیم خان، یوسف خاں، ایم، ایل، اے پربھنی، مہاراشٹر اسٹیٹ بار کونسل کے چیرمین، شری شنتی کمار چودھری، اورنگ آباد شری جی۔ بی مانے، بھلٹن، شری۔ ایم ڈبلیو سامبرے، ناگپور، شری آر۔ ایس مورے، شریمتی نیلا دیشمکھ، سولاپور، شریمتی سروج کھاپرڈے ایم۔ پی، شری رمیش پی والری، ایم ایل اے، شری دیانند بھلا رے، بمبئی، اور شری اندو راؤ نمبالکر بھلٹن۔

شری راجہ بھاؤ اینگاوانڈے۔ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج بورڈ کے ممبر سکریٹری ہوں گے۔

بورڈ کی مدت کار ۳ سال ہوگی۔

کمزور طبقات کے پروجیکٹوں کے لئے سیمنٹ

حکومت مہاراشٹر نے ہونے کو رہا ہے درآمد شدہ ۵۰۰۰۰ ٹن سیمنٹ شہری حدبندی قانون کے تحت کمزور طبقات کے منظور کردہ پروجیکٹوں کی تکمیل کے لئے اور کم اور متوسط آمدنی والے افراد کے امدادِ باہمی پروجیکٹو

کی تکمیل کے لئے مختص کیا ہے۔ یہ سیمنٹ وصول ہونے کے بعد ریجنل سیمنٹ ایڈوائزری کمیٹی بمبئی، کے ماتحت رکھا جائے گا۔ تاکہ مندرجہ بالا کاموں کے لئے تقسیم کیا جا سکے۔

فارم ڈسپنسریز کی ہسپتالوں میں تبدیلی

شری متی شالینی تائی پاٹل وزیر برائے محصول نے اسٹیٹ فارمنگ کارپوریشن کی بورڈ آف ڈائریکٹرس کی ۴ر نومبر کو منعقدہ ایک میٹنگ سے خطاب کرتے ہوتے یہ اعلان کیا کہ کارپوریشن کی موجودہ ڈسپنسریز کو مکمل طور پر ہسپتالوں میں تبدیل کیا جائے گا۔ اور انھیں جیجا ماتا ہسپتال کا نام دیا جائے گا۔

اس میٹنگ میں کارپوریشن کے افسران و ملازمین کی تنخواہ پر نظر ثانی کرنے اور اُن ملازمین کو اضافہ دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ جن کی بنیادی تنخواہ آخری حد تک پہنچ چکی ہے۔

عثمان آباد ضلع میں ترقیاتی اسکیمات ۴۶۳ لاکھ روپے کے اخراجات

ضلع پلاننگ و ترقیاتی کونسل کی ۱۹ر نومبر کو پریسیڈنٹ ہال، عثمان آباد میں منعقدہ میٹنگ میں بتایا گیا کہ سال رواں میں اپریل سے اکتوبر تک، عثمان آباد ضلع میں ترقیاتی اسکیمات پر ۴۶۳ لاکھ روپے خرچ کئے گئے۔

وزیر برائے عوامی اُمور، ڈیری، ڈیولپمنٹ و تکنیکی تعلیم شری شیواجی راؤ پاٹل نیلانگیکر نے میٹنگ کی صدارت کی، آپ نے افسران سے اپیل کی کہ وہ اسکیمات کی تکمیل کے لئے تندہی سے کام کریں۔ آپ نے ضلع میں قحط سالی کی صورتِ حال سے نمٹنے کے لئے خصوصی تیاریوں پر اطمینان کا اظہار کیا۔

اس موقع پر تقریر کرتے ہوتے کلکٹر شری جے۔ پی۔ ڈانگے نے فرمایا کہ حکومت نے ضلع کے سالانہ پلان کے لئے ۹۱۳ لاکھ روپئے منظور کئے ہیں اور امید ظاہر کی کہ مارچ ۱۹۸۱ء تک اس رقم کو پوری طرح استعمال میں لایا جائے گا۔

نالوں اور دیگر کاموں پر حکومت کے اخراجات

حکومت مہاراشٹر نے ایک ترقیاتی پروگرام جیسے نالوں کی تعمیر، گندے پانی کے نکاس کے کام اور اس سے متعلقہ دیگر کام کُلی طور پر حکومت کے اخراجات سے مکمل کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ کام بمبئی لینڈ امپروومنٹ اسکیم ایکٹ کے تحت آبپاشی پروجیکٹ کا حصہ تصور کرتے ہوئے رفاہِ عامہ کے طور پر مکمل کئے جائیں گے۔

ان کی دیکھ بھال بہرحال انھیں استعمال کرنے والوں کے ذمہ ہوگی اور اس سلسلہ میں مہاراشٹر آبپاشی ایکٹ بابت ۱۹۷۶ء پورے طور سے لاگو ہوگا۔

یہ اقدام جاری اور نئے بڑے اور درمیانی پروجیکٹوں کے لئے ہے۔

پی۔ ایم۔ جی۔ دفتر سے

سروس اسٹامپ کی فروخت

سرکاری و نیم سرکاری دفتروں اور اداروں کو درکار سروس پوسٹیج اسٹامپ یکم جنوری سے حکومتِ ہند کی ایما پر پوسٹ ماسٹر جنرل بمبئی کے دفتر سے فروخت کئے جائیں گے۔ فی الحال یہ اسٹامپ جنرل اسٹامپ آفس، ٹاؤن ہال بمبئی سے جاری کئے جاتے ہیں لہٰذا آئندہ سے ضرورتمند افسران چیک سپرنٹنڈنٹ آف اسٹامپ بمبئی کے بجائے پوسٹ ماسٹر جنرل بمبئی کے نام ارسال کریں۔

مجاہدین آزادی کے پنشن اسکیم

مجاہدین آزادی سمان پنشن اسکیم کے تحت مستحق مجاہدین آزادی کو پنشن کے لئے اب نئے درخواست فارم جاری کئے گئے ہیں جو دو نقول میں بھر کر بھیجنا ہوں گے۔

یہ درخواست فارم کلکٹران اور تحصیل داران کے دفاتر سے لئے جا سکتے ہیں۔

درخواست کی ایک کاپی بنام ڈپٹی سکریٹری امور داخلہ فریڈم فائٹرس ڈیویژن لوک نائیک بھون نئی دہلی ۔ 3 ۱۱۰۰۰ اور دوسری کاپی جنرل ایڈمنسٹریشن ڈپارٹمنٹ گورنمنٹ آف مہاراشٹر بذریعہ کلکٹرس بشمول دیگر ضروری کاغذات ۳۱ر جولائی ۱۹۸۱ء سے قبل روانہ کیجا سکتی ہے۔

جمہوریت کا مقصد غریبوں کی فلاح

(شری اے۔ آر انتولے)

نیشنل اسپورٹس کلب میں دہلی یونین کل ہند وکلا ء کانفرنس کی جانب سے مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ شری اے۔ آر انتولے کی الیکشن میں کامیابی پر ایک تہنیتی تقریب میں وزیر اعلیٰ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ہمارے ملک کی جمہوریت میں معیشت کی بہتری اور غریبوں کی فلاح کو اہم مقام دیا جانا چاہیئے۔ نیز یہ کہ ان کی بہتری کیلئے موجودہ دستور میں اہم تبدیلیاں کی جانی چاہئے. آپ نے مزید فرمایا کہ حصول آزادی کے لئے امیروں سے زیادہ غریبوں نے اپنا خون بہایا ہے اور ان ہی کے دم سے ملک میں جمہوریت زندہ ہے۔ آپ نے تشویش ظاہر کی کہ موجودہ دستور کے تحت غریبوں کی پریشانیاں کم نہیں ہو رہی ہیں لہذا ایک نئی طرز کی حکومت کی اشد ضرورت ہے.

کانفرنس کے وائس چیرمین شری کے۔ جی بھگت اور صدر شری مدن بھاٹیا نے وزیر اعلیٰ کا استقبال کیا۔

مہاراشٹر میں ۷ ردسمبر سے "جنگلی جانور تحفظ ہفتہ" منایا گیا. اس موقع پر ریاستی حکومت نے ایک پوسٹر شائع کیا جس کا عکس اس تصویر میں دکھایا گیا ہے.

شری گوپی ناتھ دیتھنکر کی رحلت

شری گوپی ناتھ دیتھنکر ۳ ردسمبر کو بمبئی میں انتقال کر گئے. آپ کی عمر ۶۸ سال تھی. آپ ایک ممتاز سماجی خدمتگار تھے. اور تعلیم کے فروغ کے لئے زندگی بھر کوشاں رہے.

آپ کی آخری رسومات میں سابق ڈپٹی چیف منسٹر شری این. کے ترڑپڑے کے علاوہ سرکاری محکموں کے سکریٹرز عہدیداران اور ڈائرکٹر جنرل اطلاعات ورابطۂ عامہ کے ملازمین نے شرکت کی.

چیف سکریٹری شری پی. جی گوائی نے بھی آنجہانی کی رہائش گاہ پر انھیں خراجِ عقیدت پیش کیا.

آپ کے پسماندگان میں شری ششی کانت دیتھنکر، موجودہ ڈائرکٹر جنرل اطلاعات و رابطۂ عامہ بھی شامل ہیں۔

میونسپل انتخابات میں عمر کی حد

آرڈی ننس کا اجراء

گورنر مہاراشٹر نے ایک آرڈیننس کا اجراء کرتے ہوئے میونسپل کارپوریشن اور کونسل انتخابات کے لئے رائے دہندہ کی عمر کی حد ۱۸ سال کی بجائے دوبارہ ۲۱ رسال بحال کر دی ہے۔ یہ آرڈیننس جس کا نام مہاراشٹر میونسپل کارپوریشن و میونسپلٹیز (ترمیمی) آرڈیننس ۱۹۸۰ء ہے۔ فوری طور پر نافذ العمل ہوگا۔ اس آرڈیننس کے تحت بمبئی میونسپل کارپوریشن ایکٹ، بمبئی پروونشیل میونسپل کارپوریشن ایکٹ ۱۹۴۹ء ناگپور سٹی کارپوریشن ایکٹ ۱۹۴۸ء اور مہاراشٹر میونسپلٹیز ایکٹ ۱۹۶۵ء میں بھی ترمیم کی گئی ہے

نظریۂ سیکولرزم ہی ملک کو سہارا دے سکتا ہے
شری انتولے کی فرقہ وارانہ طاقتوں کو للکار

انجمن اسلام ہائی اسکول گراؤنڈ پر بمبئی ریجنل کانگریس کمیٹی (آئی) کی جانب سے منعقدہ گذشتہ عید۔ دیوالی ملن تقریب کے موقع پر وزیر اعلیٰ شری اے۔ آر۔ انتولے نے اظہار خیالات کرتے ہوئے فرمایا کہ افسوس کی بات ہے کہ ملک کو آزاد ہوئے ۳۰ برسوں کے بعد بھی ملک میں فرقہ وارانہ کشیدگی پائی جاتی ہے۔ دراصل یہ لعنت انگریزوں کی لائی ہوئی ہے جنھوں نے ہمارے ملک پر اسی کے سہارے تسلط جمایا۔ آپ نے کہا کہ فرقہ وارانہ فسادات دراصل چند عناصر کی شرارت ہے جو ملک کی ترقی، سالمیت اور خوشحالی سے ناخوش ہیں اور مرکز میں حکومت کو کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے مزید کہا کہ فرقہ وارانہ فسادات متعدی روگ کی طرح ہیں جس کا اگر جلد علاج نہ کیا گیا تو کافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس لئے جو بھی افراد فرقہ وارانہ کشیدگی پھیلانے میں ملوث پائے جائیں ان کے خلاف سخت اقدامات کئے جانے چاہئیں۔

وزیر اعلیٰ نے فرمایا کہ چاہے اسلام ہو، ہندو دھرم ہو یا کوئی بھی مذہب، کسی مذہب میں یہ تعلیم نہیں دی گئی کہ انسان انسان سے نفرت کرے۔ آپ نے کہا کہ ہماری نوجوان نسل کو تعلیم دی جانی چاہئے کہ وہ ملک کی ترقی و خوشحالی کے لئے آپس میں اتحاد و اتفاق سے رہیں۔

وزیر اعلیٰ نے کہا جو لوگ مسلمانوں کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں وہ ملک و قوم کے دشمن ہیں۔ آپ نے کہا کہ کسی مسلمان میت کو دفنانے، دفنت جنازہ میں شریک اس کے ورثا قبر میں مٹھی بھر مٹی ڈالتے وقت قرآن کی جو آیت پڑھتے ہیں اس میں صاف طور سے یہی کہا جاتا ہے "تم اس مٹی سے پیدا ہوئے اسی مٹی میں ملوگے اور اسی مٹی سے دوبارہ اٹھائے جاؤ گے" آپ نے کہا کہ مسلمانوں کی حب الوطنی پر شک نہیں کیا جا سکتا۔

وزیر اعلیٰ نے کہا کہ جب تک ہم سیکولرزم کے نظریہ پر قائم رہیں ملک کی سالمیت قائم رہے گی۔ ہمارے ملک میں ہندو، مسلم، عیسائی، بدھ، جین اور تمام مذاہب کے ماننے والے پائے جاتے ہیں جنھوں نے ملک کو سیکولر نظریہ عطا کیا اور اس پر ہمارے قومی رہنماؤں مہاتما گاندھی، مسٹر نہرو نے عمل کیا اور اس وقت بھی ہماری وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی اسی نظریہ پر گامزن ہیں۔

چھترپتی شیواجی مہاراج کے نظریہ "تمام مذاہب ایک ہیں" کا ذکر کرتے ہوئے، وزیر اعلیٰ نے کہا کہ شیواجی مہاراج نے خود فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو فروغ دینے کی کوشش کی ہے جس کی مثال یہ ہے کہ ان کی فوج میں ایک مسلم سپہ سالار تھا جس پر وہ سب سے زیادہ بھروسہ کرتے تھے اور مرنے کے بعد اسے رائے گڈھ کے قلعہ میں شیواجی مہاراج کی سمادھی کے قریب دفنایا گیا ہے۔

وزیر اعلیٰ نے شری بھانو شنکر یاگنک کو مشورہ دیا کہ وہ ایک فاؤنڈیشن قائم کریں جو انسانوں کو ایک دوسرے سے قریب لانے والے نظریہ پر مبنی تمام مذاہب کی تعلیمات جمع کرے۔ اس سلسلے میں آپ نے ضروری تعاون کا وعدہ کیا۔

اس سے قبل شری بھانو شنکر یاگنک، صدر بمبئی پردیش کانگریس (آئی) نے وزیر اعلیٰ کا استقبال کیا اور ریاست میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لئے ان کی کوششوں کو سراہا۔

شری صادق علی کو پرجوش الوداع

ریاستی گورنر شری صادق علی اور شریمتی شانتی صادق علی کو راج بھون کے لان میں بنائے ہوئے خصوصی شامیانہ میں گرمجوشی کے ساتھ رخصت کیا گیا۔ تقریب ۳ نومبر کو منعقد ہوئی تھی۔

گورنر موصوف اپنے ذاتی عملہ کے ہمراہ شامیانہ پہنچے بحریہ کی جانب سے انھیں گارڈس آف آنر پیش کیا گیا۔ شری صادق علی اور شانتی صادق علی شامیانہ میں بنائے ہوئے ڈائس پر تشریف فرما تھے۔

وزیر اعلیٰ شری اے۔ آر۔ انتولے اور ان کی کابینہ کے رفقاء، میئر آف بمبئی شری بابو راؤ شیٹھے۔ ممبر آف کونسلر کارپوریشن ریاستی حکومت کے اعلیٰ افسران و دیگر اشخاص اس تقریب میں حاضر تھے۔ وزیر اعلیٰ نے گورنر کو ہار پہنایا اور شریمتی نرگس انتولے نے شریمتی صادق علی کو گلدستہ پیش کیا۔

آنجہانی شری سنجے گاندھی کی یاد میں
کراس میدان بمبئی میں ۱۱ر دسمبر ۱۹۸۰ء تا
۱۳ جنوری ۱۹۸۱ء ہونے والی "ینگ انڈیا
۱۹۸۰ء نمائش" کے موقع پر ۲ر دسمبر کو ڈائرکٹر
جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز
شری شمشی کانت دھنکر نے بھومی پوجا کی۔

ہینڈلوم بنکروں کے مسائل باہمی گفتگو کے ذریعہ حل کئے جائیں

وزیر اعلیٰ شری اے آر انتولے نے ۲۴ر نومبر کو آل انڈیا آرٹ سلک ویورس کنونیشن میں اپنے صدارتی خطبے میں مشورہ دیا کہ نو ... اسپننگ مل کی بنیاد، پاورلوم کی تحدید کے لئے سرمایہ، آرٹ سلک کپڑوں کو سیلس ٹیکس کی معافی اور ایسے دیگر مسائل جو بھیونڈی کے بنکروں کو درپیش ہیں، افسران اور بنکروں کے نمائندوں کے درمیان گفتگو کے ذریعہ حل کئے جائیں۔

مرکزی وزیر برائے کامرس، فولاد اور کان شری پرنب مکھرجی مہمان خصوصی تھے۔ آپ نے اپنی تقریر میں کہا کہ ملک کی کپڑے کی صنعت میں ہینڈلوم کو نمایاں کردار ادا کرنا چاہئے تاکہ دیہی عوام کو روزگار کے مزید مواقع فراہم ہوسکیں، ہینڈلوم کی شاندار روایت کو برقرار رکھنے پر زور دیتے ہوئے آپ نے کپڑے کی صنعت سے متعلق مرکز کے اقدامات کا ذکر کیا۔

اس سے قبل شری نگن لال اے پچ. دوشی انڈین آرٹ سلک ویونگ انڈسٹری کے چیرمین نے ٹیکسٹائل پالیسی کی تشکیل سے متعلق بنیادی تبدیلیوں کی ضرورت پر زور دیا۔

شری اروند زواری فیڈریشن کے وائس چیرمین نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا اور بھیونڈی کے ایک ممتاز ہینڈلوم بنکر شری مومن نے شکریہ ادا کیا۔

قومی راج

ینگ انڈیا ۸۰ نمائش

شری ایس جی دھنکر ڈائرکٹر جنرل برائے اطلاعات و رابطہ عامہ نے ۱۱ دسمبر سے ۱۴ جنوری تک بمبئی کے کراس میدان میں ینگ انڈیا ۸۰ نمائش کے تعمیری کام کے آغاز کے موقعہ پر ۲ دسمبر کو بھومی پوجا کی۔ اس نمائش کا اہتمام یوتھ سنٹر کی جانب سے غیر تجارتی بنیاد پر کیا جارہا ہے۔ اس نمائش میں آزادی کے بعد ہندوستان کی ترقی اور خصوصاً شریمتی اندرا گاندھی کے ۲۰ نکاتی پروگرام اور آنجہانی شری سنجے گاندھی کے ۵ نکاتی پروگرام کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔

نمائش کی آمدنی مجوزہ "سنجے یوتھ اکاڈمی" کے لئے استعمال کی جائے گی۔

اس موقعہ پر شری این۔ این نائیک یوتھ سنٹر کے چیرمین نے شری ایس۔ جی دھنکر کا استقبال کیا۔

آنجہانی ہنومنتیہ کو خراجِ عقیدت

شریمتی نالینی تائی ماٹل وزیر برائے محصول، باز آبادکاری نے اپنے بنگلور کے دورے کی تمام مصروفیات منسوخ کرکے یکم دسمبر کو سابق مرکزی وزیر شری کے ہنومنتیہ کی وفات پر انھیں خراجِ عقیدت پیش کیا۔

طویل دفتری کارروائی میں اختصار

اجلاس میں یہ سوال اُٹھایا گیا کہ کمیٹی کے فیصلوں کو زیرِ عمل لانے کے سلسلہ میں دفتری کارروائی میں طوالت 'ریڈ ٹیپ' یعنی 'لال فیتہ شاہی' کو قطع کرنے کے لئے کیا اقدامات کئے جائیں گے۔

وزیرِ اعلیٰ شری اے۔ آر انتولے نے فرمایا کہ طریقۂ کار اور مختلف فلاحی پروگراموں کی عمل آوری سے وابستہ لوگ بخوبی واقف ہی ہیں۔ بہرحال آپ نے اندرا گاندھی پرتیبھا پرتشٹھان اسکیم کی مثال پیش کی۔ وزیرِ اعلیٰ نے بتایا کہ تمام ضابطہ اور کارروائی کو مختصر کر کے صرف تین پیراگراف پر مشتمل یادداشت مرتب کی گئی ہے جو کابینہ نے منظور کی تھی۔

سنجے گاندھی نرادھار انودان یوجنا کمیٹیوں کی تشکیل

حکومتِ مہاراشٹر کے بموجب سنجے گاندھی نرادھار انودان یوجنا اور سنجے گاندھی سوا ئلمبن اسکیم کے لئے کمیٹیوں کی تشکیل اس طرح کی جائے گی۔

بمبئی اعظمیٰ میں یہ کمیٹی ۳۰ غیر سرکاری ممبران پر مشتمل ہوگی جو بمبئی اعظمیٰ کے ہر چھ پارلیمنٹری حلقوں کے لئے ہوگی۔

پونے ناگپور، سولاپور اور کولھاپور کے لئے یہ کمیٹی ۳ ممبران پر مشتمل ہوگی اور تھانے، الہاس نگر، ناشک، مالیگاؤں، دھولے، جلگاؤں، احمد نگر، سانگلی، اورنگ آباد، ناندیڑ، اکولہ اور امراؤتی کے لئے پانچ غیر سرکاری ممبران پر مشتمل ہوگی۔

بقیہ علاقوں میں ہر تعلقہ کے لئے ۵ غیر سرکاری ممبران پر مشتمل ایک کمیٹی ہوگی۔

حکومت نے تعلقہ سطح کی کمیٹیاں بھی فلاں ضلع میں تشکیل دی ہیں۔

ضمانتِ روزگار ایکٹ میں ترمیم

آرڈی نینس کا اجراء

گورنر مہاراشٹر کے ایک آرڈی نینس کے ذریعے ضمانت روزگار ایکٹ بابت ۱۹۷۷ء میں ترمیم کے ذریعے ایکٹ کی نئی دفعہ ۶۸ کے تحت ہر ڈویژن میں مذکورہ اسکیم پر عمل آوری کی نگرانی کے لئے ڈویژنل کمشنر مقرر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ قدرتی مصائب سے متاثرہ افراد کو کسی قسم کی عارضی ملازمت فراہم کرنے کے لئے حکومت نے دفعہ ۷ (۲) (ا) کی ترمیم کی ہے اس طرح قدرتی مصائب سے متاثرہ علاقوں میں کام کی یومیہ اجرت حکومت کی ہدایت پر مقرر کی جائے گی۔ نیز مذکورہ اسکیم کے تحت نجی ملکیت کی زمینوں پر کام ہونے پر حکومت کی جانب سے ضمانتِ روزگار فنڈ کے تحت ۳۳ ۱/۳ فیصد تک دی جانے والی امداد کافی نہ سمجھتے ہوئے فیصد کی شرح میں نرمی پیدا کرنے کیلئے یہ گنجائش نکالی جائے گی کہ امداد کی شرح قانون کے مطابق مقرر ہو۔

یہ آرڈی نینس مہاراشٹر ضمانت روزگار (ترمیم) آرڈی نینس ۱۹۸۰ء کہلائے گا جو حکومتِ مہاراشٹر کے غیر معمولی گزٹ مورخہ ۲۴ نومبر کے حصہ چہارم میں شائع کیا گیا ہے۔

مہاتما پھُلے کو خراجِ عقیدت

مہاتما جیوتی با پھولے کی برسی کے موقع پر منترالیہ میں ۲۸ نومبر کو منعقدہ تقریب میں آنجہانی کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔

وزیرِ مالیات شری رام راؤ اڈیک نے آنجہانی کی تصویر کو ہار چڑھایا۔ کابینہ کے اراکین، چیف سکریٹری شری پی جی گوائی، ایڈیشنل چیف سکریٹری شری کے۔ کے۔ موگھے اور منترالیہ کے افسران و ملازمین نے تصویر کو گلاب کی کلیاں نذر کیں۔

سرکاری ملازمت کیلئے عمر کی حد میں اضافہ

حکومتِ مہاراشٹر نے درجۂ اول تا چہارم سرکاری آسامیاں پُر کرنے کے لئے عمر کی آخری حد جو پہلے ۲۸ برس سے کم تھی اب بڑھا کر ۲۸ برس کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

پسماندہ طبقات کے امیدواروں کے لئے بھی حد بڑھا کر ۳۳ برس کی گئی ہے۔ مذکورہ فیصلہ مہاراشٹر پبلک سروس کمیشن کے امتحانات کیلئے بھی نافذ العمل ہوگا۔ ایسی آسامیاں جن کے لئے آخری حد ۲۸ سے زیادہ ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔

خوش اخلاقی سے راہیں کھلتی ہیں

(شری بربما نند آوالے)

حکومت مہاراشٹر کی جانب سے گذشتہ مہینہ میں خوش اخلاقی ہفتہ منایا گیا۔ اسی سلسلے میں "عوامی خدمات خوش اخلاقی" کے موضوع پر ایک سیمینار کا افتتاح کرتے ہوئے شری بربما نند آوالے، وزیر مملکت برائے مکانات و سلم سدھار نے اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ خوش اخلاقی ایک ایسا مفت کا سودا ہے۔ جس میں صرف نفع ہی نفع ہے اور جس سے نئی راہیں کھلتی ہیں۔ شری بی۔ جی گوائی چیف سکریٹری، حکومت مہاراشٹر نے تقریب کی صدارت کی، وزیر موصوف نے مزید اس بات پر زور دیتے ہوئے کہا کہ سرکاری ملازمین نئی حکومت کی غریبوں کی فلاح وبہبود کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے، غریبوں کے مسائل حل کرنے میں خوش اخلاقی کو نہ صرف پیش پیش رکھیں بلکہ خوش اخلاقی کو محض بند صرداڑہ تک محدود نہ رکھتے ہوئے اپنی زندگی کا معمول بنائیں۔

صدر جلسہ شری گوائی نے بند صرداڑے کی اہمیت بتاتے ہوئے کہا کہ اس کا مقصد سرکاری سطح پر غریبوں کے مسائل پر فوری توجہ اور کارروائی عمل میں لانا ہے۔

ڈاکٹر شریمتی للیتا راؤ ایم۔ ایل۔ اے شری ناانعدا صادا شری ایس۔ جی کاشی کر نے بھی اس موقع پر تقاریر کیں۔

اس سے قبل کلکٹر شری نند لال نے مہمانوں کا استقبال کیا۔

کھیرواڑی اسٹیشن پر آتش زنی میں پولس کا کوئی ہاتھ نہیں۔ الزام بے بنیاد

اخبارات میں چند روز پہلے یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ شری ہے ائم راؤ پاٹل نے الزام لگایا ہے کہ ناسک میں ایک واقعہ میں ریلوے پولس نے کھیرواڑی ریلوے اسٹیشن اور کیبن کو خود آگ لگائی۔ یہ الزام قطعی بے بنیاد اور گمراہ کن ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کھیرواڑی اسٹیشن پر ایک مجمع نے ریلوں کے آمد ورفت کو روکنے کی کوشش کی اور ریل گاڑیاں ریلوے لائن پر کھڑی کر دیں۔ جب پولس نے پہلے درخواست کے ذریعے اور بعد میں طاقت استعمال کرنے کی وارننگ دیتے ہوئے مجمع کو منتشر ہونے کو کہا تو جواب میں مجمع نے پولس پارٹی پر پتھر بازی شروع کر دی۔ جس کے نتیجہ میں ریلوے اسٹیشن کی عمارت کو کافی نقصان پہنچا۔ اس کے بعد جب مجمع نے ریلوے اسٹیشن کو آگ لگانے کی کوشش کی تو پولس کو فائرنگ کا حکم دیا گیا۔ مجمع نے پھر بھی ریلوے اسٹیشن کو آگ لگادی اور ٹرین کے فرسٹ اور سکینڈ کلاس کیبارٹمنٹ کو نذر آتش کر دیا اور پتھر بازی بھی جاری رکھی۔ پتھر بازی کے نتیجہ میں دو پولس آفیسر اور ۱۳ پولس کے افراد جس میں آر۔ پی ایف کے جوان بھی شامل ہیں شدید زخمی ہوئے جنھیں ہسپتال لیجانا پڑا۔

اس سے ظاہر ہے کہ مذکورہ آتش زنی کے واقعہ میں ریلوے پولس کا کوئی ہاتھ نہیں۔ یہ بھی درست ہے کہ صورتحال کو قابو میں لانے کے لئے پولس نے طاقت کا کم سے کم استعمال کیا۔

مساوی معاوضہ قانون

مساوی معاوضہ قانون ۱۹۷۶ء جس کے تحت مردوں اور عورتوں کو کام کی اجرت اگر وہ ایک ہی جیسا کام کررہے ہوں مساوی معاوضہ جنس میں تمیز کئے بغیر دینے کی پابندی عائد ہے اس پر عمل آوری کی نگرانی کے لئے ریاستی حکومت نے تمام ریاستی لیبر افسران اور انسپکٹران کو اختیارات دیئے ہیں۔ اسسٹنٹ کمشنر آف لیبر کو اس کے حلقہ اختیارات میں اس ایکٹ کی عمل آوری اور اس سے متعلق شکایات پر غور کرنے کے لئے مقرر کیا ہے۔

اس کے علاوہ حکومت نے تمام ڈپٹی کمشنر آف لیبر کو حکام کی جانب سے کسی بھی حکمنامہ کے خلاف شکایت پر کارروائی کے لئے اتھارٹی مقرر کیا ہے۔

مردوں اور عورتوں کی بھرتی کے معاملہ میں جنس کی بنیاد پر تمیز برتنے پر اور غیر مساوی اجرت دینے پر ۵۰۰۰ روپئے جرمانہ کی سزا مقرر ہے۔ ایسے معاملوں میں مالکوں کے خلاف شکایات کسی نزدیکی لیبر افسر کے سامنے پیش کی جاسکتی ہیں تاکہ فوری طور پر ضروری کارروائی کی جاسکے۔

سیاحت کے فروغ کیلئے اعلیٰ سطحی کمیٹی

وزیر اعلیٰ شری اے. آر. انتولے نے تاج محل ہوٹل میں ۱۵ نومبر کو منعقدہ انیسویں آل انڈیا ہوٹل اینڈ ریسٹورنٹ کنونیشن سے خطاب کرتے ہوتے ریاستی سطح پر سیاحت سے متعلق غور و خوض کے لئے گول میز کانفرنس بلوانے اور ہوٹل صنعت کی حوصلہ افزائی کے لئے ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی کی تشکیل پر اپنی رضامندی ظاہر کی۔

آپ نے ریاست میں انتشار پھیلانے والے شرپسند عناصر کے خلاف سخت تنقید کرتے ہوئے سیاحت میں معاون صنعتوں سے اپیل کی کہ وہ ضروری سہولیات مہیا کریں۔ تاکہ ریاست کا ایک عام آدمی بھی ملک کی ترقی کا عینی مشاہدہ کر سکے۔ آپ نے سیاحت کی صنعت کو اس قابل بنانے پر زور دیا ہے کہ اس کے ذریعہ بیرونی ممالک سے خوشگوار تعلقات استوار رکھنے میں مدد ملے۔

مرکزی وزیر برائے سیاحت، شہری ہوا بازی شری لے۔ پی شرما نے کنونشن کا افتتاح کیا۔ آپ نے فرمایا کہ سیاحت کے فروغ کے لئے ہوٹلوں کے ٹیکس میں تخفیف وزیر اعلیٰ اور وزیر مالیات کے زیر غور ہے اور بہت جلد اس کا فیصلہ متوقع ہے۔

آپ نے کہا کہ جلد ہی ایک مشاورتی بورڈ برائے سیاحت تشکیل دیا جائیگا۔

شری جے۔ آر۔ ڈی ٹاٹا نے بھی اس موقع پر تقریر کی۔ شری اجیت کیرکر فیڈریشن آف ہوٹل ریسٹورنٹ ایسوسی ایشن کے صدر نے تعارفی تقریر کی۔

شری سوروپ سنگھ نائیک مہاراشٹر کے وزیر برائے سیاحت بھی اس تقریب میں موجود تھے۔

شری بی۔ ٹی دیشمکھ

شری بھاؤراؤ تلسی رام دیشمکھ مہاراشٹر لیجسلیٹو کونسل کے لئے ودربھ گریجویٹ حلقۂ انتخاب سے منتخب ہوئے۔ آپ نے ۸۳۵۶ ووٹ حاصل کئے۔ آپ کے قریب ترین حریف بھارتیہ جنتا پارٹی کے لیڈر موتی رام لہانے نے ۶,۶۰۹ ووٹ حاصل کئے۔

للت کلا نکیتن دھولے، کے زیر اہتمام حال ہی میں "یادِ رفیع" کے تحت گلوکار محمد رفیع مرحوم کے شہرۂ آفاق گیتوں پر مشتمل ایک پروگرام پیش کیا گیا تھا یہ اسی موقع کی تصویر ہے۔

وزیراعلیٰ شری اے. آر انتولے کے ایما پر مہاراشٹر کے چھوٹے اور درمیانی اخبارات کے مدیران کی ایک دو روزہ کانفرنس، اسٹیٹ ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اور پبلک ریلیشنز کے زیر اہتمام ۳۰ اور ۳۱ اکتوبر کو اوبرائے ٹاورس، ممبئی میں منعقد ہوئی۔ یہ اپنی نوعیت کی پہلی کانفرنس تھی۔ اس موقع پر لی گئی اوپر کی تصویر میں وزیراعلیٰ شری اے. آر انتولے ۳۰ اکتوبر کو نندا دیپ جلا کر اس کانفرنس کا افتتاح کر رہے ہیں۔ نیز بائیں سے دائیں شری پریم چند ورما، صدر آل انڈیا اسمال اینڈ میڈیم نیوز پیپرس اسوسی ایشن، شری ایس. این دیسائی، وزیر مملکت برائے اطلاعات و تعلقات عامہ، شری ششی کانت دیتھنکر، ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز اور دائیں طرف سرے پر شری کے. کے موگھے ایڈیشنل چیف سکریٹری دیکھے جا سکتے ہیں۔ نیچے کی تصویر میں ۳۱ اکتوبر کو کانفرنس کا اختتامی اجلاس۔ شری ایس. این دیسائی، وزیر مملکت برائے اطلاعات و تعلقات عامہ اختتامی تقریر کرتے ہوئے۔ ان کے بائیں بازو پر بالترتیب شری برج لال پاٹل، شری پریم چند ورما اور شری ششی کانت دیتھنکر تشریف فرما ہیں۔
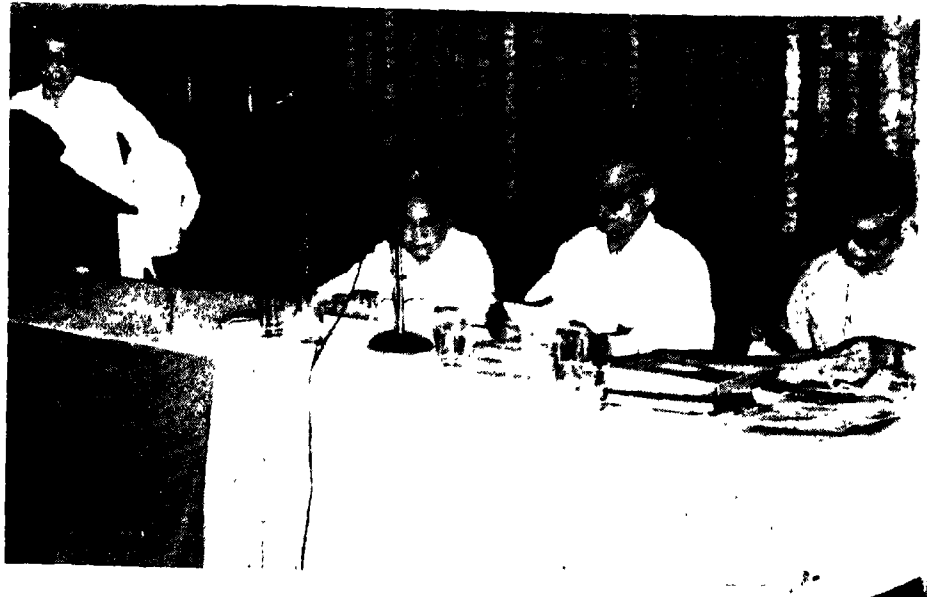
ain draw every Thursday &
imper draw on every Second Thursday of the month

ised Prize Structure of Main Lottery Scheme
of series: 3 of 8 lakh tickets each.
e of a ticket: Re. 1/-

k of Prize	Prize amount (Rs.)	No. of Prizes	Total prize amount (Rs.)
t Prize	1,00,000	1	1,00,000
ınd Prize	10,000	2	20,000
d Prize	5,000	8	40 000
rth Prize	1,000	80	80,000
ı Prize	50	800	40,000
h Prize	5	16000	80,000
ınth Prize	1	80000	80 000
		96891	4,40 000

l Number of Prizes per Draw 96891 x 3 = 2,90,673.
l Prize amount per Draw 4,40,000 x 3 = Rs 13,20,000

Prize structure of Bumper Draw 5 series of 10 lakh tickets each Price of a ticket: Re. 1/-
Common Prize: Rs. 5 lakhs for all series taken together.

Rank of Prize	Amount of Prize (Rs.)	No. of Prizes	Total Prize amount (Rs.)
First Prize	1,00,000	1	1,00,000
Second Prize	10,000	1	10 000
Third Prize	5,000	2	10 000
Fourth Prize	1 000	10	10,000
Fifth Prize	50	1000	50,000
Sixth Prize	5	20000	1,00,000
Seventh Prize	1	100000	1 00,000
		121014	3,80,000

Maharashtra State Lottery

PR/LOT/3(2)/80-81/Eng

شائع کردہ: شری ششی کانت دبھنکر، ڈائرکٹر جنرل، ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ بمبئی
۱۹۸۰ء

قومی راج
لوک نائیک باپوجی انے
جنم شتابدی خصوصی نمبر

لوک نائیک باپوجی آنے. پونے میں
واقع شری ٹنل کر کے مکان میں علیل
تھے اس وقت سابق صدرِ ہند
آنجہانی ڈاکٹر راجندر پرشاد ان سے
ملنے آئے اور مزاج پُرسی کی. یہ
اسی موقع کی تصویر ہے.

لوک نائیک آنے اور سابق وزیراعظم
آنجہانی شری جواہر لال نہرو، ملاقات
کے وقت گرم جوشی سے بغل گیر ہوئے
بائیں سرے پر مہاراشٹر کے سابق وزیر
اعلیٰ آنجہانی شری کنھ وار دیکھے جا سکتے
ہیں.

لوک نائیک آنے اور سابق
مرکزی وزیر داخلہ آنجہانی سردار
ولبھ بھائی پٹیل.

قومی راج

جلد ۷، ۸

شمارہ ۲۴ اور ۱

مشترکہ شمارہ ۲۵ دسمبر ۱۹۸۰ء اور ۱۰ جنوری ۱۹۸۱ء

لوک نائیک انے ، جنم شتابدی خصوصی نمبر

ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے ★ سالانہ: دس روپے فی کاپی: پچاس پیسے

ترتیب

چیف ایڈیٹر: ششی کانت دتھنکر مینجنگ ایڈیٹر: ایم۔ ایشور راج ماتھر نگراں: خواجہ عبدالغفور

ایڈیٹر: ریاض احمد خاں سب ایڈیٹر: عبدالوحید خاں جامعی

قارئین کی رائے

★ **محمد حنیف**، واچ ریپئرر، بھنڈی بازار، بمبئی ۳

۱۰ ستمبر ۱۹۸۰ء کا قومی راج نظر سے گذرا اور زبان سے بے اختیار واہ، واہ، نکل گیا۔ اتنے کم صفحات میں اتنا اچھا، بھرپور اور معیاری مواد جمع کر دینا کمال ہی کی تو بات ہے۔ ودربھ کی آبپاشی کا منصوبہ، خواجہ عبدالغفور صاحب کا "کنھیا"، ندا فاضلی، منصور سبزواری اور ایم۔ آئی ساجد صاحبان کی غزلیں۔ حالات کی عکاسی کرتا ہوا ساجد صاحب کا یہ شعر دل میں اتر گیا ؎

اس دورِ تکلف میں نیکی کا بدل کیا ہے
تم لوگ سمجھتے ہو ہم کو بھی بتا دینا!

حیات انور بالاپوری کا تقابلی مضمون اپنی تشنگی کی وجہ سے کوئی تاثر نہیں چھوڑ پایا۔ اُردو میں اتنا پیارا رسالہ نکالنے پر مبارکباد قبول کیجئے۔

★

• **عزیز الغنی ساحر**

ابراہیم پورہ نزد الوک پریس، بھوپال ۔ ۴۶۲۰۰۱

'قومی راج' کا 'یوم آزادی نمبر' اپنی تمام تر آب و تاب کے ساتھ باصرہ نواز ہوا۔ یوں تو قومی راج کے سبھی شمارے اپنی جگہ آپ ہوتے ہیں، لیکن یہ خاص نمبر اُردو پرچوں میں 'ستاروں کے درمیان چاند' کی اہمیت کا مظہر ہے۔ خاص کر ٹائیٹل کور اتنا جاذبِ نظر اور دل کو چھو لینے والا ہے کہ فوراً ذہن میں ان سچے مجاہدین آزادی کے کارنامے فلم کے پردے کی طرح اُبھر کر سامنے آجاتے ہیں۔ علاوہ ازیں معنوی اعتبار سے بھی یہ پرچہ ایک انفرادی حیثیت رکھتا ہے۔ اس افراتفری کے عالم میں شری اے۔ آر۔ انتولے وزیر اعلیٰ مہاراشٹر کی تقریر کا متن پڑھ کر قلبی سکون و خوشی محسوس ہوئی۔ خدا تعالیٰ ان کے نیک ارادوں کو کامیابی عطا فرمائے (آمین)

"کیسریٔ زبانِ خلق" ایک بہترین معلوماتی مضمون ثابت ہوا۔ "سرورق کی کہانی" پڑھ کر دل میں جذبۂ حب الوطنی موجیں مارنے لگتا ہے۔ بیکل اتساہی کی نظم ہمیں پوری طرح آزادی کا احساس دلاتی ہے۔ اتنا شاندار نمبر نکالنے پر مبارکباد قبول فرمایئے۔

★

• **مقبول علی انصاری** ۔ ۲۰۶، سلطانپور بھاوا، الہ آباد ۳

قومی راج کا "منشی پریم چند نمبر" باصرہ نواز ہوا۔ یہ خصوصی نمبر گذشتہ شخصی شماروں کے مقابلہ میں بھی امتیازی حیثیت کا مالک ہے کہ بغیر کسی اعلان کے اچھے مضمون نگاروں کی تخلیقات خوبصورت انداز میں پیش کرنا یہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ ماتھر صاحب، صفدر آہ اور احمد صدیقی کے مضامین خاص طور پر پسند آئے۔

★

• **مرتضیٰ جمیل عباسی** ۔ شانتی نگر انواری، ناگپور

۱۰ ستمبر ۱۹۸۰ء کا شمارہ نظر نواز ہوا۔ مضامین سب ہی معلوماتی اور بہت خوب۔ 'کنھیا' پر مضمون مختصر مگر بہت خوب ہے۔ محسن جلگانوی کے شعری مجموعہ 'الفاف' پر تبصرہ نگار رفیق جعفر صاحب کا تبصرہ صرف مدح سرائی، رنگین عبارت اور لچھے دار زبان سے بھرپور ہے۔ تبصرہ نگار نے تعریفوں کے ثبوت میں ایک بھی شعر بطور نمونہ دینے کی زحمت گوارا نہیں کی، پھر کس طرح ان کی تعریف کو سچ مان لیا جائے۔ تبصرہ نگار کے لئے لازمی ہے کہ مثالوں سے استدلال کرے

★

• **بہار صدیقی بدایونی**، سینئر اے۔ ٹی۔ او۔

۲۰۲۔ بی ٹی / II، ویسٹرن ریلوے، کالونی۔

کوٹہ ۔ ۳۲۴۰۰۲ (راجستھان)

"قومی راج" کا اب ماشاء اللہ اچھے اور معیاری رسائل میں شمار ہے خدا نے چاہا تو یہ جاری ہی رہے گا۔

★

• **فاروق اعظمی** ۔ شیواجی نگر جلگاؤں

قومی راج کا 'پریم چند خصوصی نمبر' نظر سے گذرا۔ مضامین اور تصاویر کی ترتیب و تزئین بہت خوب ہے۔ پریم چند کی ادبی اور نجی زندگی کے مختلف گوشوں پر شائع ہونے والے مواد پر یقیناً یہ ایک قابل قدر اضافہ ہے۔ اس خصوصی پیش کش پر میری طرف سے مبارکباد قبول فرمایئے۔

★

• **اسحاق ملک**

انجمن تعمیرِ ادب' ۸۷۳ ۔ ۱ ۔ ۲۲، سلطانپورہ، حیدرآباد ۔ ۲۴ (اے۔ پی)

'قومی راج' جس انداز سے پیش ہو رہا ہے وہ قابلِ ستائش ہے۔ ابھی میں "منشی پریم چند خصوصی نمبر" کا مطالعہ کر رہا تھا کہ "یوم آزادی نمبر" دستیاب ہوا۔ بہرحال آپ حضرات قابلِ قدر ہیں کہ اتنی کم قیمت پر بھی علمی و ادبی معلومات کا ایک خزانہ پیش کر رہے ہیں۔ اس پر مبارکباد قبول فرمایئے۔

★

لوک نائیک باپوجی اَنے ۔ عظیم محبِّ وطن

* ایم۔ ھدایت اللہ، نائب صدر ہند

لوک نائیک ڈاکٹر ایم. ایس آنے جنھیں ہم محبت اور احترام سے باپوجی اَنے پکارتے تھے، یوں تو کل ہند شخصیت کے مالک تھے لیکن بقیہ ہندوستان کے مقابلے میں ہم سے ان کا ربط زیادہ قریبی تھا۔ وہ ۱۰۰ سال پہلے ودربھ کے ضلع ایوت محل میں واقع مقام وانی میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان قدرے غریب تھا اور انہیں ایسے مواقع اور سہولت حاصل نہ تھی جو زندگی میں کامیابی کے لئے معاون ہوتے ہیں۔ انھوں نے زندگی میں مختلف اور نمایاں کامیابیاں اپنی فطری ذہانت اور اعلیٰ صلاحیت ہی کی بدولت حاصل کیں۔

اس اہم موقع پر جبکہ ہم ڈاکٹر اَنے کی جنم شتابدی منا رہے ہیں یہ مناسب ہے کہ ہم ان کی شاندار زندگی اور ملک کے لئے خدمات پر نظر ڈالیں۔ ڈاکٹر اَنے نے سب سے پہلے اس شہر کے نیل سٹی ہائی اسکول، بعد ازاں مورس کالج (موجودہ ناگپور مہا دیالیہ) اور آخر میں کلکتہ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی۔ میں ایک ہی ادارہ یعنی مورس کالج ناگپور میں ان کے ساتھ شریک رہا، جس سے میرا بھی تعلق تھا۔ سب سے پہلے باپوجی کاشی بائی پرائیویٹ اسکول، امراوتی میں ٹیچر مقرر ہوئے۔

۱۹۰۸ء میں انھوں نے پیشۂ وکالت اختیار کیا اور ایوت محل میں "بار" کے رکن بنے اور پیشۂ وکالت کی ساکھ بڑھائی۔ انھوں نے ۱۹۲۱ء تک وکالت کی، لیکن اسی سال برطانوی حکومت نے ان کی سند منسوخ کر دی کیونکہ انھوں نے قومی تحریک میں حصہ لیا تھا۔ اس طرح ۱۹۲۱ء کا سال وہ حد ہے جہاں سے ان کی ابتدائی زندگی سرگرم سیاسی زندگی سے جدا ہوتی ہے۔

تلک کے اثرات: ڈاکٹر اَنے ہمیشہ بال گنگا دھر تلک سے متاثر رہے جن سے وہ پہلی مرتبہ ۱۹۰۴ء میں ملے تھے۔ لیکن وہ اپنی جگہ دانشور تھے۔ انھوں نے خود اپنا نظریہ "سیاسی اخلاق" وضع کیا اور ہری کشور اخبار میں اپنے اداریوں کے ذریعہ اس کی وضاحت کی۔ وہ سنسکرت کے جیّد عالم تھے اور وید شاستروں سے متاثر۔ وہ مہا بھارت کی کہانی سے روحانی سبق لیتے۔ وہ ان واقعات کا ہند میں اپنے زمانے کے حالات سے موازنہ کرتے اور اکثر انھیں مہا بھارت اور گیتا سے صحیح جواب ملتا۔

سب ہی جانتے ہیں کہ قوم پرستانہ تحریک نے ۱۹۰۸ء میں زور پکڑا اور انگریزوں نے اگلے سات سالوں کے دوران اسے دبانے کی کوشش کی۔ ڈاکٹر اَنے نے ۱۹۱۵ء میں تلک کی سرپرستی سے نکل کر ایسی تحریک بیداری شروع کی جسے انگریزوں نے دیہاتوں میں "سیاسی بے چینی" تحریک کا نام دیا۔ سیاست میں ان کی اصل سرگرمی ۱۹۲۱ء سے شروع ہوئی جب ان کی سند منسوخ کر دی گئی تھی۔ وہ اس وقت گاندھی جی کے زیر اثر آ گئے تھے۔ اس سال وہ انڈین ہوم رول لیگ کے نائب صدر بنے اور ۱۹۳۰ء تک اس منصب پر فائز رہے۔ ۱۹۲۱ء میں بمبئی میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوا تھا جس میں ایک ملیف مرتب کیا گیا اور اکتوبر میں ڈاکٹر اَنے نے دوسروں کے ساتھ اس پر دستخط کر دیئے۔ یہی واقعہ ہے جس کی بنا پر سند منسوخ کی گئی تھی۔ تلک کے فرمان پر انھوں نے ۱۹۲۴ء میں صوبہ جات متوسط وبرار کے انتخابات میں حصہ لیا اور کامیاب ہوئے۔ وہ فی الحال برار پراونشل کانگریس کے صدر تھے اور اسی سال انھیں کانگریس ورکنگ کمیٹی کے لئے

ممبر نامزد کیا گیا۔ مختلف دور میں انھیں بار بار ورکنگ کمیٹی کے لئے چُنا گیا اور اس طرح وہ کئی سال تک ممبر رہے۔ کمیٹی میں ان کی نامزدگی گاندھی جی، نہرو اور داس کی سفارش پر ہوئی تھی۔ مگر راج گوپال اچاری، سردار پٹیل اور بینکر مجلس قانون ساز میں داخلہ کے معاملہ میں رضامند نہ تھے اور الگ رہے۔ ۸ مارچ ۱۹۲۶ء کو آنے بھی مجلسِ قانون ساز سے نکل آئے۔

یہ ۱۹۲۵ء میں کانپور اجلاس کے بعد "سوراج" پارٹی میں اندرونی لڑائی کا نتیجہ تھا، جس سے وہ وابستہ تھے۔ خود سوراج پارٹی بھی دو حصوں میں بٹ گئی اور بعض اراکین کا خیال تھا کہ پارٹی مجلس قانونساز سے نکل آئے اور تعمیری کام کا پروگرام اپنائے۔ راجن بابو کا بھی یہی خیال تھا کہ کونسل میں شرکت بے سود ہے۔ لیکن سوراج پارٹی میں اصل گروپ کے سربراہ مالویہ جی تھے، جنھیں جیکر، کیلکر، منشی اور آنے کی حمایت حاصل تھی۔ یہ لوگ 'جوابی عمل' کے قائل تھے اور ان کا کہنا تھا کہ 'سوراج' پارٹی میں عمل کی آزادی ہونا چاہیے۔ حقیقت میں یہ لوگ دوسروں کے مقابلے میں زیادہ ہی مجاہد تھے۔

دستور کے مقاصد: اس کے بعد جلد ہی مدراس کانگریس (۱۹۲۷ء) کی منظور کردہ قرارداد کے مطابق ۱۲ فروری ۱۹۲۸ء کو دہلی میں تمام سیاسی پارٹیوں کا اجلاس ہوا تاکہ ہند کے آئندہ دستور کے مقاصد معین کئے جائیں۔ موتی لال نہرو صدر تھے۔ دیگر قابل ذکر شرکاء کانفرنس یہ تھے: تیج بہادر سپرو، علی امام، پردھان، شعیب قریشی، سبھاش چندر بوس، آنے، جیکر، این۔ ایم جوشی اور منگل سنگھ۔ رپورٹ اولاً لکھنؤ میں تمام پارٹیوں کی کانفرنس کو ارسال کی گئی اور پھر نومبر میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے اس پر غور کیا۔ اس کے فوراً بعد ہی ۲۲ دسمبر ۱۹۲۸ء کو کلکتہ میں آل پارٹی کنونشن منعقد ہوئی۔ یہ سب سے زیادہ نمائندہ کانفرنس تھی۔ ڈاکٹر انصاری اس کے صدر تھے۔ موتی لال نہرو نے رپورٹ پیش کی۔ اہم بات یہ ہے کہ زیر بحث موضوع میں اصل فریق دو ہی تھے یعنی (۱) بنیادی حقوق کا تحفظ اور (۲) پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کے لئے نشستوں کا تحفظ نہیں لیکن دوسرے علاقوں میں آبادی کی بنیاد پر تحفظ۔ جناح نے ۳۳⅓ فیصد تحفظ کا مطالبہ کیا اور جیکر نے اس کی مخالفت کی۔ جناح کا مطالبہ رد کر دیا گیا۔ گاندھی جی نے بحث میں حصّہ نہیں لیا۔

۱۹۳۰ء میں آنے، نے سِول نافرمانی کی انفرادی مہم شروع کی یہ جنگل ستیہ گرہ، تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ سرکاری محفوظ جنگلات میں گھاس اور درخت کاٹ کر قانون توڑا جائے۔ انھوں نے ۱۰ جولائی ۱۹۳۰ء کو پہلے جتھے کی قیادت کی۔ انھیں خلافِ قانون گھاس کاٹنے پر گرفتار کر لیا گیا اور چھ ماہ کی سزائے قید دی گئی۔ اسی واقعہ کے بعد وہ 'لوک نائیک' کے نام سے مشہور ہوئے۔ اسی سال ۳۱-۱۹۳۰ء میں آنے، مالویہ کے ساتھ کانگریس سے وابستہ ہو کر سرگرم رہے اور گرفتار ہوئے۔ گاندھی جی نے عام سِول نافرمانی کا حکم دیا تھا، لیکن بعض واقعات پیش آنے پر انھوں نے بے مدت برت رکھ لیا۔

۱۹۳۲ء میں بمبئی میں مالویہ جی کی زیر صدارت ہندو لیڈروں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ گاندھی جی نے چھوت چھات کی لعنت کو مٹانے کے لئے برت رکھا تھا، لہٰذا یہ طے کیا گیا کہ ان کی جان بہرصورت بچائی جائے اور چھوت چھات کی لعنت کو جہاں تک ممکن ہو جلد سے جلد مٹانے کی کوشش کرنا چاہیے۔

تحریک ملتوی: اس عرصہ میں گاندھی جی نے ایک ماہ کے لئے سِول نافرمانی تحریک ملتوی کر دی اور بیان جاری کیا، بشرطیکہ آنے اس کی منظوری دیں۔ واضح رہے کہ اس وقت آنے ڈاکٹر راجندر پرساد کی جگہ کانگریس کے صدر کی حیثیت سے کارگزار تھے۔ جنھیں ۶ جولائی ۱۹۳۳ء کو اچاریہ کرپلانی کے مقدمہ میں پیروی کے بعد بانکی پور سے واپسی کے وقت گرفتار کر لیا گیا تھا، جو کہ قبل ازیں پٹنہ میں گرفتار ہوئے تھے۔ گاندھی جی کا برت ۸ مئی ۱۹۳۳ء سے شروع ہوا تھا۔ یہ ۲۱ دن کے لئے تھا۔ گاندھی جی برت کو تزکیۂ نفس اور پرائشچت سمجھتے تھے۔ جب حکومت نے انھیں قید سے رہا کیا تو انھوں نے پونے میں ماہ جولائی میں عام سِول نافرمانی تحریک بند کر دی۔ آنے، نے گاندھی جی کی جانب سے التوائے تحریک فرمان کو منظور کر لیا اور ۹ مئی کو چھ ماہ کے لئے تحریک ملتوی کرنے کا اعلان کر دیا۔

کانگریس نے مہاتما گاندھی کو وائسرائے سے بات چیت کرنے کا اختیار دیا تھا۔ لیکن بعد ازاں اس سلسلے میں کوئی کارروائی نہ ہوئی کیونکہ برطانوی حکومت سِول نافرمانی تحریک ملتوی ہو جانے پر مطمئن ہو گئی تھی۔ اور چاہتی تھی کہ تحریک قطعی ترک کر دی جائے۔ اس کے بعد جلد ہی آنے نے بحیثیت صدر ایک بیان جاری کیا جس پر مہاتما گاندھی نے ۲۶ جولائی ۱۹۳۳ء کو کچھ رائے زنی کی۔ مہاتما گاندھی نے عام سول نافرمانی تحریک ملتوی کرتے وقت انفرادی سِول نافرمانی کی ترغیب دی۔ اس مقصد سے سِول نافرمانی کرنے والے سب سے پہلے فرد اچاریہ ونوبا بھاوے

تھے۔ تحریک نے زور پکڑا، حالانکہ وٹھل بھائی پٹیل اور سبھاش چندر بوس (یہ دونوں اس وقت بحالیٔ صحت کے لئے ویانا میں تھے) کا خیال تھا کہ گاندھی جی لیڈر کی حیثیت سے ناکام ہو چکے ہیں۔ سب ہی کو بخوبی علم ہے کہ اکتوبر ۱۹۴۱ء تک تحریک بے حد زور پکڑ گئی تھی اور کم و بیش ...،۱۴ اشخاص گرفتار ہو چکے تھے۔ یہ اعلان جنگ کے فوراً ہی بعد ہوا تھا۔

اس درمیان ایک دور انقلاب ایسا گذرا جو عام سِول نافرمانی تحریک اور انفرادی سول نافرمانی تحریک دونوں سے مختلف تھا۔ ۱۹۳۴ء کے اختتام پر مونٹ فورڈ اصلاحات بابت ۱۹۱۹ء کے تحت پانچویں مرکزی قانون ساز اسمبلی کا اجلاس ۲۱ جنوری ۱۹۳۵ء سے شروع ہوا۔ یہ ممتاز اشخاص کا خاص اجتماع تھا۔ سرکاری بلاک میں سر این۔ این سرکار، سر محمد ظفر اللہ، سر جیمز گریگ، سر ہنری کریک، سر گرجا شنکر باجپائی اور سر فریڈرک جیمز تھے۔ حزب مخالف میں بھولا بھائی ڈیسائی، جی. بی پنت، آصف علی، بابو بھگوان داس بنارسی، سری پرکاسا، این. وی گاڈگل، این. جی رنگا، موہن لال سکسینہ، وی. وی گری، ایم. اے جناح اور ایم. ایس اَنے تھے۔ لبرل یعنی آزاد خیال اصحاب میں ہنری ایچ. پی مودی، سر کاؤس جی جہانگیر اور رستنیہ مورتی شامل تھے۔ دیگر اصحاب یہ تھے: سر شان مکھم چیٹی، سر اے. راما سوامی مدلیار اور سر ضیاء الدین احمد وغیرہ۔ میرے والد بھی صوبجات متوسط و برار کے ممبر کی حیثیت سے اس اسمبلی میں تھے اور مجھے ان تمام رہنماؤں سے ملنے کا موقع ملتا تھا۔

دوسری جنگ عظیم: ۳ ستمبر ۱۹۳۹ء کو جنگ کا اعلان ہوا اور لن لتھگو نے اعلان کیا کہ ہندوستان بھی جرمنی سے برسر جنگ ہے۔ لن لتھگو ہندوستان کی حمایت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ گاندھی جی ان سے ملے اور حمایت کا وعدہ کیا، لیکن جیسا کہ خود انھوں نے فرمایا تھا" وہ کسی قسم کی کھلی یا خفیہ مفاہمت کے بغیر خالی ہاتھ لوٹے۔"

گاندھی جی، نہرو، راجن بابو اور دیگر رہنما وائسرائے سے دوبارہ ملے، وائسرائے نے ایک بیان جاری کیا جسے گاندھی جی نے "انتہائی مایوس کن" قرار دیا۔ نہرو اور راجن بابو نے اس پر سخت نکتہ چینی کی اور اُسے رد کر دیا نیز راجہ جی اور رستنیہ مورتی نے بھی اعلانیہ مذمت کی جو صوبوں میں اس وقت کارگذار کانگریسی وزارتیں مستعفی ہو گئیں۔ مرکز میں کانگریس پارٹی کو ہدایت کی گئی کہ غیر حاضر رہے، البتہ رکنیت برقرار رکھنے کی غرض سے کم سے کم حاضری دی جائے۔ آنے مرکزی اسمبلی میں رہے اور نیشنلسٹ کانگریس کی سربراہی میں اصل مخالف پارٹی کی جگہ لی۔ انفرادی سول نافرمانی تحریک زوروں سے بڑھی اور دیگر پُر زور اقدامات کئے گئے۔

آنے، رکن کی حیثیت سے وائسرائے کی کونسل میں شریک ہوئے تھے لیکن ۱۹۴۲ء میں "ہندوستان چھوڑ دو" تحریک کے زمانے میں مستعفی ہو گئے۔ انھوں نے لارڈ لن لتھگو کو مشورہ دیا تھا کہ وہ مہاتما گاندھی کو رہا کر دیں جنھوں نے اس وقت مرن برت رکھا تھا۔ جب وائسرائے نے ان کا مشورہ رد کر دیا تو وہ کونسل سے نکل آئے۔ پھر انھیں سیلون میں ہائی کمشنر مقرر کیا گیا اور وہ اس عہدہ پر ۱۹۴۷ء تک فائز رہے۔ اس وقت انھوں نے پنڈت نہرو کی درخواست پر استعفیٰ دے دیا تاکہ دستور ساز اسمبلی میں شامل ہوں۔

سیاسی زندگی: ڈاکٹر آنے کو سیاسی زندگی میں حریفوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کے حریف کہتے تھے کہ انھوں نے محض ذاتی مفاد کی خاطر وائسرائے کی ایگزیکیٹو کونسل میں شرکت کی اور ہائی کمشنر برائے سیلون کا عہدہ قبول کیا تھا۔ یہ بات سب ہی کے علم میں ہے کہ وفات کے وقت انھوں نے ایوت محل میں صرف ایک مکان چھوڑا تھا جو ۱۹۳۲ء میں ان کے دوست احباب نے ان کے لئے بنوایا تھا۔ اپنی تحریروں کے سوا ان کے پاس اور کوئی ظاہری دولت نہ تھی۔ ڈاکٹر آنے نے ان عہدوں سے ملنے والے مواقع سے کام لے کر انگریزوں کو یہ بات سمجھانے اور جتانے کی کوشش کی کہ ہندوستانیوں کے حق میں قانون ہی سود مند ہے نیز یہ کہ مجاہدین آزادی کے ساتھ نرمی برتنے کی ضرورت ہے۔

باہر کے بجائے اسمبلی کے اندر رہ کر انگریزوں کا مقابلہ کرنے کے بارے میں ان کا نظریہ بڑی حد تک کانگریس کے رویہ پر اثر انداز ہوا۔ اس معاملے میں اس زمانہ میں بھی دو رائیں تھیں۔ چند ہندوستانی جو دوسروں ہی کے برابر وطن پرست تھے، ایسے تھے جن کے خیال میں ہندوستان پر انگریزوں کی گرفت حکومت کے اندر رہ کر ہی ڈھیلی کی جا سکتی تھی۔ دراصل یہی لوگ تھے جو بالآخر کامیاب رہے۔ راست اقدام صرف ان کی کوششوں میں معاون ہوا۔

۱۹۴۸ء میں ڈاکٹر آنے، بہار کے گورنر مقرر کئے گئے۔ لیکن عارضہ دق میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ۱۹۵۲ء میں انھیں مستعفی ہونا پڑا۔ ۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۶ء تک وہ سخت بیمار رہے۔ لیکن انھوں نے تین جلدوں میں ۱۲،۰۰۰ اشلوک پر مشتمل کتاب "تلک یشور" کی تکمیل کرلی جس پر ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ ملا۔ جب ۱۹۵۵ء میں سر فضل علی کے تحت

ریاستوں کی از سر نو تشکیل کے مسئلہ پر غور شروع ہوا تو آنے نے بستر علالت سے علیحدہ ودربھ کے بارے میں اپنی تجویز پیش کی جو بدقسمتی سے منظور نہ کی گئی۔

وہ ۱۹۱۵ء ہی سے ہمیشہ علیحدہ ودربھ کے پرچارک رہے۔ وہ ۱۹۵۰ء سے ۱۹۶۷ء تک لوک سبھا انتخابات میں کامیابی سے لڑے، لیکن اس سال ہار گئے۔ اگلے سال یوم جمہوریہ پران کا انتقال ہو گیا۔ اسی دن صدر نے انھیں "پدم بھوشن" کے اعلیٰ خطاب سے سرفراز کیا تھا۔

اس طرح ایک عظیم رہنما اور محب وطن کی زندگی ختم ہوئی۔ ۱۹۲۱ء سے ۱۹۶۸ء تک وہ اعلیٰ درجہ پر سرگرم عمل رہے۔ قانون ساز یا سیاست داں، یا مدبّر یا منتظم۔ ہر حیثیت سے دوسروں میں نمایاں رہے۔ ہند نے جو عظیم ترین ہستیاں پیدا کیں وہ انھیں میں سے تھے، انھی کے ہمسر تھے اور بار ہا انھیں رہنما مانا گیا۔ یہی تھے ہندوستان کے وہ عظیم سپوت جن کی ہم آج عزت افزائی کر رہے ہیں۔ ان کی یاد ہمارے لئے قابلِ فخر ہے۔ مجھے متعدد موقعوں پر ان سے ملنے کا شرف حاصل ہوا۔ ان کے ایک فرزند سے میری گہری دوستی رہی۔ آیئے ہم ان کے نقش قدم پر چلنے کا عہد کریں۔ ایسی شہرت، دولت اور بات سے احتراز کریں جس کی بنا پر آدمی خواہ اپنی نظروں میں نہ سہی لیکن دوسروں کی نظروں میں حقیر بن جاتا ہے۔
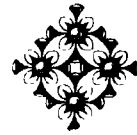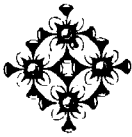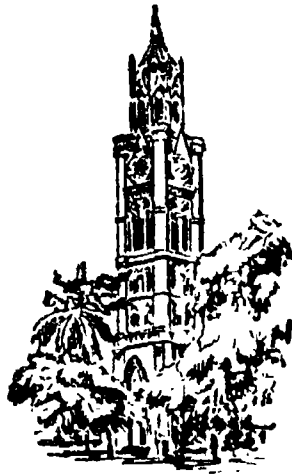
[یہ مضمون ۲۹ اگست ۱۹۸۰ء کو ناگپور میں ایم۔ ایس۔ آنے کی جشن صد سالہ شتابدی کے افتتاح کے موقع پر نائب صدر جمہوریہ ایم۔ ہدایت اللہ کی تقریر پر مبنی ہے۔]

قارئین کے لئے ضروری اعلان:

ہماری یہ خواہش ہے کہ اپنے قارئین کو مختلف سرکاری پالیسیوں اور سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر رکھیں۔ تاہم قارئین کو اس میں کچھ نہ کچھ کمی کا احساس ہو سکتا ہے لہذا آپ کی دلچسپی اور معلومات میں مزید اضافے کے خیال سے "سوال وجواب" کا مخصوص صفحہ شائع کیا جاتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس تبادلۂ خیال سے ہمیں اور بھی فائدہ پہنچے گا۔ انفرادی شکایتوں کی اشاعت تو مشکل ہے، البتہ سرکاری پالیسیوں، پروگراموں اور سرگرمیوں سے متعلق آپ کے خطوط، سوالات اور شبہات بخوشی قبول کئے جائیں گے۔ پتہ نوٹ فرمالیں:

ایڈیٹر "قومی راج"، نیو ایڈ منسٹریٹو بلڈنگ، ۱۵ واں منزلہ، مقابل منترالیہ۔ بمبئی ۴۰۰۰۳۲

باپوجی اَنے کے نام پنڈت جواہر لال نہرو کا خط

۱۶ مارچ ۱۹۳۰ء

محترمی، شری اَنے!

میں آپ کے خط مورخہ ۱۱ مارچ کے لئے شکرگذار ہوں۔ میں آپ کی صاف گوئی اور بے باکی کی قدر کرتا ہوں، جس کا اظہار آپ نے خصوصًا ورکنگ کمیٹی کی توضیح سے متفق نہ ہونے پر آل انڈیا کانگریس کمیٹی سے استعفیٰ ارسال کرکے کیا ہے۔ اس وقت یہ توضیح بھی پیچیدگی سے خالی نہیں۔ جیسا کہ آپ نے لکھا ہے میں یہ معاملہ ورکنگ کمیٹی کے سامنے پیش کردوں گا۔

ہم فی الحال سخت جد و جہد میں لگے ہیں اور معمولی معمولی باتوں پر آپس میں تکرار نامناسب ہوگی۔ ہم سب کو اپنی اپنی جگہ بہترین کوشش کرنا ہے۔ بلاشبہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی میں آپ کی کمی شدت سے محسوس کی جائے گی۔ سچ تو یہ ہے کہ خواہ آپ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے ممبر رہیں یا نہ رہیں آپ کا تعاون اور ہدایت ہمیشہ قابلِ قدر رہے گی۔ ورکنگ کمیٹی نے سوچ کر ہی قدم اُٹھایا ہے، کیونکہ اس کے خیال میں یہ ٹھیک ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتی تو کچھ ایسے لوگ اے۔ آئی۔ سی۔ سی میں بدستور رہتے جو کسی طرح سے بھی کانگریس کیلئے معاون ثابت نہ ہوتے۔ ایسے عام اقدام سے غلط اشخاص خود بخود زد میں آجاتے ہیں۔

اگر آپ احمد آباد میں منعقد ہونے والے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے اجلاس میں تشریف لائیں تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔ کیونکہ آپ جیسے نیک، مجاہد اور دیگر دوستوں کی اعانت کے بغیر ہمارے لئے کام کرنا مشکل ہے۔ ملک کے سامنے زبردست کام ہے اور ہمیں اپنی صلاحیتوں کو سمجھنے میں تذبذب نہ ہونا چاہئے۔

آپ کا مخلص

جواہر لال نہرو

لوک نائیک اَنے

— لوکمانیہ تِلک کے سچّے پیروکار

★ شری وی۔ پی ساٹھے، مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات

لوک نائیک اَنے، لوکمانیہ تِلک کے ایک سچّے پیروکار تھے جو اپنے گرُو ھی کی طرح بڑے بااُصول انسان تھے، جنھوں نے اپنے نصب العین کے معاملے میں کبھی سمجھوتہ نہیں کیا۔ وہ اپنے اظہارِ خیال میں ھمیشہ بے باک رہے چاھے انھیں کتنے ھی مخالف حالات کا سامنا ھی کیوں نہ کرنا پڑا ھو۔ یہی اُن کی عظمت کا ثبوت ہے۔

عوام میں لوک نائیک کی حیثیت سے اس وقت نام پایا جبکہ آپ نے "جنگل ستیہ گرہ" کے ذریعہ ودربھ میں لوگوں کے دلوں میں جذبۂ حُبّ الوطنی بیدار کیا۔ ۱۹۳۰ء کی سوِل نافرمانی تحریک کے دوران نمک ستیہ گرہ بدیسی راج کے خلاف عوام کے شدید غم و غصّہ کی مظہر تھی۔ اس وقت صُوبجات متوسطہ میں جنگلات کی کثرت تھی جس سے حکومت کو خاصی آمدنی ھوا کرتی تھی۔ اسی کے پیشِ نظر لوک نائیک نے برطانوی راج کے خلاف احتجاج کے طور پر "جنگل ستیہ گرہ" شروع کرنے کی ٹھانی۔ لھذا ۳۰ جولائی ۱۹۳۰ء کو لوک نائیک نے ایک روپہلی ھنسیہ سے سرکاری جنگل کی گھاس کاٹ ڈالی اور اس طرح جنگلات قانون توڑا۔ آپ پہلے ستیہ گرھی تھے جنھوں نے جنگلات قانون کو توڑا، اور اس کے بعد ھزاروں نے آپ کی پیروی کی۔ اس زمانے میں 'نمک ستیہ گرہ' کی طرح 'جنگل ستیہ گرہ' بھی جلد ھی مشہور ھوگئی اور اسی وجہ سے لوگوں نے آپ کو 'لوک نائیک' کا خطاب دیا۔

لوک نائیک مادھو شری ہری عرف باپوجی اَنے، مہاراشٹر کے ضلع ایوت محل کے 'وانی' مقام پر ۲۹ ر اگست ۱۸۸۰ء کو پیدا ہوئے۔ وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے پِتا نے انھیں ویدوں کی تعلیم بھی دلوائی۔ ثانوی تعلیم کے لئے آپ چندر پور آئے۔ چندر پور میں قیام کے دوران آپ خصوصاً مراٹھی اخبارات کا شوق سے مطالعہ کرتے خاص طور پر لوکمانیہ تلک کے اخبار 'کیسری' نے آپ کے دل و دماغ پر گہرا اثر ڈالا اور اسی کے نتیجہ میں بالآخر جدوجہد آزادی میں شریک ہوئے۔ لوکمانیہ تلک سے آپ کی اولین ملاقات ۱۹۰۴ء میں ہوئی جب آپ نے ناگپور میں طلبہ کی انجمن کی جانب سے لیکچر دینے کے لئے لوکمانیہ جی کو مدعو کیا تھا۔ نوجوان اَنے تو لوکمانیہ تلک کی آتشیں سیاست اور جذبۂ حبّ الوطنی سے پہلے ہی بہت متاثر تھے اور ان کے گرویدہ تھے۔ مہاراشٹر اور بیرونِ مہاراشٹر سیکڑوں نوجوانوں نے لوکمانیہ

کی بے لوث خدمات سے متاثر ہوکر قوم کی خدمت کرنے کا بیڑا اٹھایا ان ہی میں سے ایک باپوجی اَنے بھی تھے۔

۱۹۲۰ء تک باپوجی اَنے، قومی تعلیم، سودیشی، بائیکاٹ اور سوراج جیسی قومی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے رہے۔ ۱۹۰۸ء میں لوکمانیہ تلک کو باغیانہ خیالات کا پرچار کرنے پر چھ سال کی سزائے قید ہوئی۔ اس زمانے میں ملک بھر میں اور خاص طور پر مہاراشٹر میں جبر و تشدد کا دورہ دورہ تھا۔ لیکن ان حالات میں باپوجی اَنے کی سوجھ بوجھ اور مضبوط قیادت میں شیوجینتی، گنیش اُتسو جیسے قومی تہوار بھی پورے جوش و خروش سے منائے گئے اور جذبۂ حبّ الوطنی اور پروان چڑھا۔ لوگوں میں جذبۂ حبّ الوطنی کو فروغ دینے کے لئے باپوجی اَنے اپنی تقاریر میں ویدر اور پُران کی کہانیاں دُہراتے۔ ایوت محل سے شائع ہونے والے "ہرکشور" اور "لوکمت" جیسے اخبارات میں آپ کی تحریریں حبّ الوطنی، جوش اور ولولہ سے بھری ہوتی تھیں۔ کئی بار ان اخبارات کو ان پُرجوش تحریروں پر ضمانتیں بھی بھرنا پڑیں۔

لوکمانیہ تلک کی جاری کردہ "ہوم رول لیگ تحریک" میں باپوجی کا بڑا حصّہ رہا ہے۔ آپ ہی کی کوششوں کے نتیجہ میں ضلع ایوت محل 'لیگ' کی ممبرسازی میں سب سے پیش پیش رہا۔ لیگ کی سرگرمیوں سے متعلق انھوں نے نہ صرف ودربھ بلکہ پونے، ممبئی اور بیلگام وغیرہ میں تقاریر کا سلسلہ بھی شروع کیا۔

۱۹۲۰ء میں لوکمانیہ تلک کی وفات کے بعد قیادت کی ذمہ داری مہاتما گاندھی نے سنبھالی۔ مہاتما گاندھی نے 'عدم تعاون' تحریک شروع کی، جس کے تحت عدالتوں اور قانون ساز مجلس وغیرہ کا ایک سال کے لئے بائیکاٹ کیا گیا۔ ایک سچے پیروکار ہونے کے ناطے باپوجی نے قانون ساز اسمبلی کے بائیکاٹ کا حامی نہ ہونے کے باوجود اپنی اچھی خاصی وکالت ایک سال کے لئے ترک کردی۔ بہرحال آپ نے اپنے ایک ساتھی شری انّا صاحب جتکر کو لیجسلیٹو کونسل میں شامل ہونے کے لئے برار سے انتخاب میں حصہ لینے پر راضی کیا۔ آپ نے سرکاری اسکولوں کا بائیکاٹ کرنے والے طلبا اور اساتذہ وغیرہ کے فائدے کے لئے ایوت محل میں "نیشنل اسکول" جاری کیا۔ کھادی اور نشہ بندی جیسی تعمیری تحریکوں میں ڈٹ کر حصّہ لیا، حتیٰ کہ شراب کی دکانوں کے سامنے "پکٹنگ" کی۔ عدم تشدد پر مبنی مہاتما گاندھی کی 'عدم تعاون' تحریک اور ستیہ گرہ میں یہی جذبہ کارفرما رہا کہ ہر ممکن طریقہ سے قومی آزادی حاصل کی جائے۔ اسی طرح لوکمانیہ کی تحریک سیاسی و عملی دونوں تھی۔ باپوجی نے لوکمانیہ کی مثال پر عمل کرتے ہوئے جوابی تعاون کی راہ اختیار کی اور اس پر زندگی بھر کامیابی سے عمل کیا۔

۱۹۲۴ء میں سوراجیہ پارٹی کے ٹکٹ پر پہلی دفعہ اسمبلی انتخابات میں حصّہ لیا اور بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے۔ پنڈت موتی لال نہرو مرکزی اسمبلی میں سوراجیہ لیجسلیچر پارٹی کے لیڈر تھے اور باپوجی وہپ یعنی ناظم مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۵ء میں آنجہانی لالہ لاجپت رائے، پنڈت مدن موہن مالویہ اور بیرسٹر شری مکند راؤ جے کر کی قیادت میں نیشنل پارٹی قائم ہوئی۔ لوک نائیک اَنے بھی اس پارٹی میں لوکمانیہ تلک کے ایک اور ممتاز پیروکار شری این۔ سی۔ کیلکر کے ساتھ شامل ہوئے۔ شری کیلکر کو لوکمانیہ کے اخبار 'کیسری' کی ادارت سونپی گئی۔ باپوجی سکریٹری تھے۔ پنڈت موتی لال نہرو جیسے ممتاز رہنما بھی باپوجی سے صلاح و مشورہ کیا کرتے تھے۔

اسی زمانہ میں باپوجی نے سائمن کمیشن کے بائیکاٹ، بھگت سنگھ مقدمہ اور میرٹھ سازش مقدمہ کے سلسلے میں نمایاں طور سے پیروی کی۔ موتی لال نہرو آل پارٹی کمیٹی کے صدر تھے جو سوراج کے لئے ایک یادداشت تیار کرنے کے لئے مقرر کی گئی تھی، باپوجی اَنے اس کے سکریٹری مقرر ہوئے۔ نہرو رپورٹ نامی 'سوراج دستور' مرتب کیا گیا جس میں باپوجی کا حصّہ نمایاں طور پر قابلِ لحاظ تھا۔

۱۹۳۰ء میں مہاتما گاندھی نے تحریک سول نافرمانی کے لئے للکارا۔ باپوجی کے خیال میں حصولِ آزادی کی خاطر برطانوی سامراج پر ضرب لگانے کا یہی صحیح وقت تھا۔ لہٰذا مہاتما گاندھی کی آواز پر باپوجی نے اس میں حصّہ لینا ایک فرض تصور کیا۔ آپ اسمبلی کی رکنیت سے استعفیٰ دے کر وامن راؤ جوشی کی 'سوراج سینا' میں بحیثیت ایک معمولی رضاکار شریک ہوئے۔ لیکن آپ کو 'سوراج سینا' کی مجلس عاملہ کا رکن نامزد کیا گیا۔ اس حیثیت سے آپ نے ایوت محل ضلع کے مقام پوسد میں 'جنگل ستیہ گرہ' شروع کی جو کافی مشہور ہوئی اور اس میں بے شمار لوگوں نے شرکت کی۔

اس ستیہ گرہ کی پاداش میں آپ کو ۶ ماہ کے لئے جیل بھیجا گیا۔ اس کے بعد آپ کو کانگریس کا عارضی صدر مقرر کیا گیا۔ مہاتما گاندھی نے 'انفرادی ستیہ گرہ' شروع کی تو لوک نائیک بھی اس میں شریک ہوئے۔ آگے چل کر یہ تحریک سست پڑ گئی۔ انگریز حکومت نے میکڈونالڈ ایوارڈ کا سہارا لے کر ہندوؤں و مسلمانوں اور ہریجنوں و ہندوؤں کے درمیان تفرقہ پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ میکڈونالڈ کمیونل ایوارڈ

باپوجی کی نظر میں قطعی قابلِ قبول نہ تھا لہٰذا آپ نے پنڈت مدن موہن مالویہ کی رہنمائی میں نیشنل پارٹی قائم کی اور کانگریسی اُمیدوار کے مقابلے میں انتخاب جیت کر اپنا سکّہ جما دیا۔

اس کے باوجود گاندھی جی اور باپوجی کے باہمی تعلقات میں کسی قسم کی تلخی نہیں پیدا ہوئی اور باپوجی کے دل میں گاندھی جی کی وہی عزت رہی جو پہلے تھی۔

۱۹۳۹ء میں ہندوستانی عوام کی رضامندی لئے بغیر انگریزی حکومت نے ہندوستان کو دوسری جنگ عظیم میں زبردستی شریک کر لیا انگریزی حکومت کے اس اقدام کے خلاف احتجاج میں کانگریسی وزارتیں مستعفی ہو گئیں۔ باپوجی اس قسم کے بے سود بائیکاٹ کے حق میں نہیں تھے اور مرکزی اسمبلی سے مستعفی نہیں ہوئے۔ آپ نے جنگی کوششوں میں مدد کی۔ آپ کی رائے میں ہندوستانی جوانوں کو اس موقع سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے تاکہ انھیں جدید تکنیک سے زیادہ سے زیادہ واقفیت حاصل ہو۔

جوابی تعاون کی حکمتِ عملی کو اپناتے ہوئے آپ نے ۱۹۴۱ء میں وائسرائے کی ایگزیکیٹو کونسل میں شمولیت اختیار کی۔ لیکن جب برت کے دوران میں وائسرائے نے گاندھی جی کو رہا کرنے سے انکار کر دیا تو آپ نے سرہومی مودی اور شری نلنی رنجن سرکار کے ساتھ رکنیت سے استعفیٰ دینے میں پس و پیش نہ کیا۔ اپنی رکنیت کے اس مختصر سے عرصہ میں بھی آپ نے برما سے آئے ہوئے ہندوستانی پناہ گزینوں کی ہر طرح مدد کی۔ ان ہندوستانیوں کو باپوجی کا یہ احسان آج بھی یاد ہے۔

بعد ازاں آپ نے سیلون (جسے اب سری لنکا کہتے ہیں) میں ہندوستان کے نمائندہ کی حیثیت سے تقرری منظور کر لی اور وہاں سکونت اختیار کرنے والے ہندوستانیوں کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی۔

۱۹۴۷ء میں آپ دستور ساز اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے لیکن اس کے بعد جلد ہی آپ کو بہار کا گورنر بنایا گیا جہاں آپ نے قحط کی صورتحال کو جس انداز سے سنبھالا اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ وہاں زمینداروں کے مفادات کی خاطر مفلس کسان اناج سے محروم رکھے جاتے تھے۔ قحط زدہ علاقوں کے دورے کے وقت آپ نے اس علاقے سے اس وقت تک آگے بڑھنے سے انکار کیا جب تک کہ وہاں کے غریبوں کو اناج نہیں دیا جاتا۔ آپ نے دھمکی دی کہ اگر ۲۴ گھنٹوں کے اندر سب بے سہارا افراد عورتوں اور بچوں کو اناج نہیں دیا گیا تو وہ پوتر گنگا میں ڈوب جائیں گے آپ کی اس دھمکی کا فوراً ہی خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا۔

ودربھ ریاست کے لئے آپ کی یادداشت ایک مثالی دستاویز ہے، جس میں آپ نے سماجی، معاشی و سیاسی مفادات کے پیشِ نظر چھوٹی ریاستوں کی تشکیل کی ضرورت پر زور دیا تھا۔ آپ نامساعد حالات کے باوجود اس مقصد کے لئے تادمِ آخر لڑتے رہے۔ اسی بنا پر ودربھ سے دو مرتبہ لوک سبھا کے لئے چُنے گئے۔

اگر باپوجی کی عین جوانی ہی کے دور میں ہندوستان ایک آزاد ملک ہو جاتا تو آپ اپنے گرو لوک مانیہ کی طرح بقیہ زندگی ویدانت اور مذہب کی ریسرچ میں صرف کرنا پسند کرتے۔

جس طرح آپ سیاسی تحریکوں میں عملی دلچسپی لیتے تھے اسی طرح آپ کو ودربھ ساہتیہ سنگھ، شاردا آشرم، مہاراشٹر ساہتیہ پریشد ویدک سنشودھن منڈل، ودربھ سنشودھن منڈل وغیرہ جیسے ثقافتی اور ادبی تحریکوں سے بھی گہری دلچسپی تھی۔ لیکن لوکمانیہ کے سچے پیروکار کی حیثیت سے آپ نے ریسرچ وغیرہ کے کاموں سے اپنی دلچسپی نظر انداز کر کے ملک کے مفادات کے پیشِ نظر بے خوف و خطر "جوابی تعاون" کے نظریہ کے تحت اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ لوکمانیہ سے اپنی گہری عقیدت کی بنا پر آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں تین جلدوں پر مشتمل سنسکرت میں "لیشورنو" یعنی لوکمانیہ کی سوانح حیات لکھنے کا بیڑا اُٹھایا تھا۔

مراسلت و ترسیلِ زر کے دوران حوالہ نمبر (جو آپ کے پتہ یا خط کے اوپر درج ہوتا ہے) پن کوڈ نمبر ضرور تحریر فرمایئے۔ منی آرڈر کوپن پر اپنا پتہ صاف صاف لکھئے بلکہ اُردو کے ساتھ ہندی، مراٹھی یا انگریزی میں بھی تحریر فرما دیجئے۔ اس طرح اندراجات میں آسانی ہوتی ہے۔

(ادارہ)

لوک نائیک اَنے، میری نظر میں

٭ وی۔ بی۔ کلکرنی

شری ایم۔ایس۔ اَنے سے میری پہلی ملاقات جولائی ۱۹۴۶ء میں کولمبو میں ہوئی۔ کولمبو کے ایک مشہور اخبار سیلون ڈیلی نیوز میں اس وقت کام کے سلسلے میں گیا ہوا تھا۔ وہ زمانہ ملک میں سیاسی بحران کا زمانہ تھا۔ اخبار کے ڈائرکٹر اور ایڈیٹر کو ایک ایسے تجربہ کار شخص کی تلاش تھی جو ہندوستان میں ہونیوالے واقعات سے قارئین کو بخوبی واقف کرا سکے۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ مجھے یہ ذمہ داری سونپی گئی۔ جلد ہی مجھے موقع ملا اور میں نے اس اخبار کے لئے ہندوستان کے دستوری مسائل پر تین حصوں میں ایک مضمون لکھا۔ دیگر قارئین کے علاوہ شری اَنے نے بھی مضمون کا مطالعہ کیا اور متاثر ہوئے۔ انہوں نے مجھے مع اہل وعیال کے اپنے گھر مدعو کیا اور بڑی شفقت سے پیش آئے۔ ان ہی کی کوششوں کی بدولت مجھے ان کے گھر کے قریب ہی ایک مکان بھی مل گیا۔ اس طرح میں اور میرے افراد خاندان سے ان کے ساتھ قریبی تعلقات قائم ہوئے وہ اکثر صبح چہلقدمی کے بعد میرے گھر آیا کرتے تھے۔

پست قامت مگر بلند ارادے

شری اَنے کچھ پستہ قد مگر توانا اور صحت مند جسم کے مالک تھے۔ آپ ہمیشہ مہاراشٹرین طرز کے کپڑے پہنا کرتے تھے۔ سر پر ایک سرخ قدیم طرز کی لڑپی ہوا کرتی تھی۔ شری اَنے اس علاقہ کی مشہور ومعروف ہستی تھے۔ سیلون کی حکمراں جماعت کے افراد ان کی ایک بزرگ سیاستداں کی حیثیت سے عزت کرتے تھے۔ آپ ایک مثالی عوامی خادم تھے اور عوام میں بدھ مذہب سے اپنی گہری عقیدت کے باعث کافی مقبول تھے۔ شری اَنے عزم وارادے کے ایک پکے انسان تھے۔ مادر وطن کی ایک ایک چیز سے انہیں محبت تھی۔ وہ اپنے عقیدے کے قابل تعریف حد تک پابند تھے۔ آپ بدھ مذہب کی اپنے مذہب ہی کی طرح عزت کیا کرتے تھے۔ اکثر اوقات میں ان کے ساتھ سیلون کے کئی مقدس مقامات پر گیا ہوں اور میں نے دیکھا ہے کہ آپ وہاں اپنی اعلیٰ سرکاری حیثیت کے باوجود عام انسانوں کی طرح دیگر یاتریوں کے ساتھ عبادت میں مصروف ہو جایا کرتے تھے۔

سیلون میں مقیم ہندوستانی باشندوں کے علاقہ میں جسے اب سری لنکا کہا جاتا ہے شری اَنے بالوجی کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ اس ملک میں مقیم حکومت ہند کے اعلیٰ عہدہ دار، ہندوستانی تاجر، ٹیچرز اور پروفیسرز، انڈین ٹریڈ یونین لیڈرز اور متعدد ہندوستانی باشندے ہمیشہ آپ کے گھر صلاح ومشورے کے لیے آیا کرتے تھے۔ میں جب بھی ان کے گھر گیا ہوں ان کا مکان مہمانوں سے خالی کبھی نہیں پایا۔

مثالی میزبان

شری اَنے ایک مثالی میزبان تھے۔ آپ پر تکلف انداز میں بات چیت کیا کرتے تھے۔ مہاتما گاندھی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ غریبوں سے اسی انداز میں ملتے تھے جیسے وہ ان میں سے ایک ہوں۔ شری اَنے نے بھی ایسی ہی طبیعت پائی تھی۔ کوئی بھی شخص ان کے گھر سے مایوس نہیں لوٹتا تھا آپ بدھسٹ بھکشوؤں کو اتنی خیرات تقسیم کیا کرتے تھے کہ خود مالدار اشخاص حیرت میں پڑ جاتے۔ ویسے شری انے محدود ذرائع آمدنی کے مالک تھے۔ آپ عوام میں اس قدر مقبول تھے کہ جب آپ نے ہندوستانی سیاست میں حصہ لینے کے لیے ۴ جولائی ۱۹۴۷ء میں سیلون کو خیر باد کہا تو ہندوستانی باشندوں کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ بنا قائد کے رہ گئے ہوں شری اَنے کی روانگی کے وقت تو کچھ لوگ حقیقت میں رو پڑے۔

مادھو شری ہری اَنے پہلے مرکزی صوبہ اور اب مہاراشٹر میں شامل ضلع وردھا میں ایوت محل کے دانی مقام پر ۲۹ اگست ۱۸۸۰ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے بنا اعلیٰ ذہانت کے مالک تھے اور ہمیشہ دوسروں کے کام آتے تھے۔ اسی جذبہ کی وجہ سے آپ ہر خاص و عام میں مقبول تھے۔ پرانے خیالات کے برہمن ہونے کی وجہ سے آپ غربت سے قریب نہایت سادہ زندگی گذارتے تھے۔ شاید یہی وجہ ہو کہ شری اَنے نے کبھی اپنی زندگی میں کبھی مال و متاع کی خواہش نہیں کی۔ مہاراشٹر کی مجاہدانہ روایتوں نے بھی نوجوان مادھو کے دماغ پر کافی اثر کیا۔ انھوں نے مراٹھا حکومت کے بانی شیواجی کی زندگی کا مطالعہ کیا اور شیواجی مہاراج کی سپاہیانہ سیاست، قیادت اور فرض پر مر مٹنے کے جذبے سے بے حد متاثر ہوئے۔ وہ اس بات کو بھی نہیں بھولے کہ مراٹھا کبھی حکمراں بننے کے لائق تھے۔ لیکن محض اپنے رہنماؤں کی آپسی نااتفاقی کی وجہ سے موقع کھو دیا۔

بہترین پیشوا

لوک مانیہ تلک شری انے کے بہترین پیشوا تھے۔۔ عالم بے باک سیاستداں مظلوموں کے ہمدرد لوکمانیہ جی وردھا کے اس نوجوان کے لیے ایک مکمل شخصیت تھے۔ کولمبو میں واقع اپنے بنگلے کے وسیع لان میں بیٹھ کر شری انے اپنے پیشوا کے کارہائے نمایاں اس تفصیل سے بیان کرتے تھے کہ ہر محو حیرت ہو جاتا۔ تاریخ کا طالب علم ہونے کی حیثیت سے میں خود کبھی واقعات سے واقف تھا۔ لیکن شری انے ک انداز بیاں اتنا دلچسپ ہوتا تھا کہ ان واقعات میں مزید جان پڑ جاتی۔ لوکمانیہ اس زمانے میں سب سے زیادہ تنقید کا شکار ہوتے تھے۔ ان کے حریفوں نے ان کے خلاف پروپیگ شروع کر دیا تھا۔ انھیں فرقہ پرست اور تشدد پسند کہا گیا۔

مسلمانوں کے لیے علیحدہ نمائندگی کے سوال پر آپ نے اور گوپال کرشنا گوکھلے نے اس مسئلہ کی حمایت کی اور جب مہاتما گاندھی نے پہلی جنگ عظیم کے بعد تحریک خلافت شروع کی تو اس میں بھی کوئی برائی نہیں پائی۔ تلک ہمیشہ مثبت سیاست کے حامی رہے۔ برطانیہ کے اخبا "ڈیلی ہیرالڈ" نے انھیں اس وقت کے لارڈ ہائی کمشنر سے بڑھ کر خطاب کیا تھا۔ شری انے لوکمانیہ تلک کے بار میں بڑے اونچے خیالات رکھتے تھے اور اپنی زندگی ان کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتے۔ آپ لوکمان تلک کی صرف ایک عظیم شخصیت سمجھ کر عزت نہیں کرت تھے۔ بلکہ اس لیے کہ وہ لوکمانیہ تلک کو قابل تعظیم سمجھ تھے۔ تلک بھی شری انے کی بہت عزت کرتے تھے اور شری انے کی قوم سے محبت اور ان کے جذبۂ خدمت سے کافی متاثر تھے۔ اسی وجہ سے وہ عوام کے پسندیدہ رہنما بنے اور لوک نائیک کہلائے۔

تعلیم

شری اَنے نے مورس کالج ناگپور سے ۱۹۰۲ء میں گریجویشن کیا۔ ۱۹۰۷ء میں کلکتہ یونیورسٹی سے قانون کی تعلیم حاصل کی۔ اسی سال ایوت محل میں انھوں نے وکا شروع کی اور ہری کشور نامی رسالہ میں مضامین کا سلسلہ شروع کیا۔ شری انے وکالت سے دولت کمانے کی خواہش نہیں رکھتے تھے۔ وہ مہینے میں صرف ۱۲ یا ۱۵ دنوں کے لیے عدالت میں جاتے اور اتنا کما لاتے جو ا کے بڑے خاندان کے لیے کافی ہوتا۔ بقیہ وقت وہ عوام خدمت میں گذارا کرتے تھے۔ ان کی آمدنی اتنی قلیل تھ کہ ایک مرتبہ مجھے ان ہی کے خاندان کے کسی فرد نے بتا

کہ شری انے اپنے لڑکے کی میٹرکولیشن امتحان کی فیس نہیں دے سکتے تھے ان کے کسی مداح نے یہ کام کیا تھا۔

شری انے عمر بھر دولت سے دور رہے۔ ایک دفعہ ودربھ کے لوگوں نے ۳۰،۰۰۰ روپیہ جمع کیا اور شری انے کو پیش کرتے ہوئے پرزور درخواست کی کہ یہ رقم ان کی اپنی اور خانہ انی ضروریات پر خرچ کی جائے۔ شری انے نے بھرے مجمع میں شکریہ کے ساتھ یہ رقم قبول کی اور لوگوں کے سامنے ہی تمام رقم مختلف اداروں کو عطیہ میں تقسیم کردی اور وطن واپس لوٹتے وقت اپنی جیب سے کرایہ ادا کیا۔ اس زمانے میں شری انے، نے کئی عوامی کمیٹیاں بنائیں۔ ان میں سے ایک بیگار کے خاتمے کے لیے تشکیل دی گئی تھی۔ سنسکرت مراٹھی اور ہندی کے بڑے اسکالر تھے۔ آپ نے ۱۹۲۳ء میں ودربھ ساہتیہ سنگھ قائم کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

بیباک حاضر جوابی

شری انے نہایت ہی بیباک انسان تھے۔ وہ بےخوف اپنا مدعا بیان کرجاتے تھے۔ کسی بات پر ایک مرتبہ کمشنر نے جب غصہ سے انھیں پوچھا "اگر میں جوڈیشیل کمشنر سے تمہیں وکالت سے برخواست کرنے کے لیئے کہوں تو تمہارا کیا حشر ہوگا؟" آپ نے بےخطر کہہ دیا "ہندوستان میں کوئی برہمن بھوکا نہیں مرتا۔"

شری انے جانتے تھے کہ اس کا مطلب کیا ہوگا۔ کمشنر نے بہرحال اپنی دھمکی پر عمل کر دکھایا اور ۱۹۰۹ء میں شری انے کی سند ایک سال کے لیے منسوخ کردی گئی۔ لیکن سچ کو سچ کہنے سے وہ کبھی پیچھے نہیں ہٹے۔ ۱۹۴۸ء میں جب شری انے کو بہار کا گورنر مقرر کیا گیا تو میں نے اپنے ایک صحافی دوست کے ساتھ بمبئی میں ان سے ملاقات کی۔ ملاقات کے دوران جب میرے دوست نے آپ سے ملک کی صورت حال کے بارے میں پوچھا تو شری انے کے جواب نے ہمیں لاجواب کردیا۔ آپ نے ٹوپی اتاری اور دوسرے ہاتھ سے سر کی چوٹی کو پکڑ کر کہا "جب تک یہ موجود ہے۔ مجھے اپنے کھانے کی کوئی فکر نہیں۔ اگر میں گورنر بنایا گیا ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں گونگا بن جاؤں۔"

کٹر کانگریسی

شری انے کٹر کانگریسی تھے۔ لیکن اس کے باوجود وہ کانگریس پارٹی کے کئی پروگراموں سے متفق نہیں ہوتے تھے۔ مہاتما گاندھی کی قانونی خلاف ورزیوں کو انھوں نے کبھی پسند نہیں کیا۔ لیکن وہ اکثر عدم تعاون کی تحریکوں میں شامل ہوجاتے تھے۔ ۲۵-۱۹۲۴ء میں آپ کانگریس ورکنگ کمیٹی کے رکن رہے۔ اس کے بعد دوبارہ ۳۴-۱۹۳۳ء میں رکن بنے۔ ۱۹۳۳ء میں کانگریس کے عارضی صدر بنے اور اسی سال صدر کی حیثیت سے مئی کے مہینے میں ایک مقبول عام تحریک کو چھ ہفتوں کے لیے معطل کردیا۔ اس تعطل سے لوگوں کو اپنی طاقت دوبارہ اکٹھا کرنے میں کافی مدد ملی۔

سی۔ آر۔ داس، پنڈت موتی لال نہرو، پنڈت مدن موہن مالویہ، ڈاکٹر کے۔ ایم منشی وغیرہ کی طرح شری انے مصلح قوانین کی مدد سے حکومت کے خلاف ایک دوسرا محاذ بنانے میں یقین رکھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ایسا محاذ محض مشاورتی حد تک رہے گا۔ لیکن انھیں امید تھی کہ لائق عوام جلد ہی خامیوں پر قابو پانے کے قابل ہوجائیں گے۔ اسی لیے ۱۹۲۲ء میں سوراج پارٹی کی تشکیل کی حمایت کی اور ودربھ شاخ کے صدر بنے۔ ۱۹۲۴ء میں سنٹرل لیجسلیچر کے رکن منتخب ہوئے اور ۱۹۳۰ء تک برسرکار رہنے کے بعد استعفیٰ دے دیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مہاتما گاندھی کی نمک ستیہ گرہ نے انگریز حکومت کے پایہ تخت کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ شری انے بھی اپنے علاقہ میں جنگل ستیہ گرہ میں مصروف تھے۔

کونسل میں داخلہ کا مظاہرہ کامیاب نہ ہوسکا۔ سوراجیوں نے حکومت کے قانونی اقدامات نامنظور کرنا شروع کیا۔ لیکن سیاسی اصلاحات سے متعلق پالیسی کو وہ بدل نہ سکے۔ مارچ ۱۹۲۶ء میں حکومت کی ہٹ دھرمیوں کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے سوراجیوں نے سنٹرل اسمبلی سے واک آؤٹ کیا۔ اپوزیشن لیڈر موتی لال نہرو نے اعتراف کیا کہ "وہ اپنے مقصد میں ناکامیاب رہے۔"

گوکہ لیجسلیچر کی بے اثری سے تمام مایوس تھے۔ لیکن پنڈت مالویہ اور شری انے جیسے رہنماؤں کا خیال تھا کہ بائیکاٹ کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ قانون ساز کمیٹیوں پر رجعت پسند غلبہ حاصل کرلیں۔ اسی وجہ

سے شری انے نے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کی باوجود محدود وسائل کے حمایت کی تھی۔ آپ کی خواہش تھی کہ لوگ مذکورہ قانون کو کم از کم آزما کر دیکھیں حالانکہ آپ جانتے تھے کہ رجواڑوں کے زیر اثر خود مختار برٹش انڈین صوبوں کے قیام سے حکومت کا نظام بری طرح متاثر ہوگا۔ لیکن قانون کے وفاقی پہلو کو عمل میں لانے میں جب آپ ناکام رہے تو آپ بھی دوسروں کے ساتھ مذکورہ قانون کی مکمل منسوخی کے مطالبہ میں شامل ہو گئے۔

ٹھوس نظریات

اقلیتوں کے بارے میں شری آنے کے ٹھوس نظریات تھے۔ وہ تلک سے پوری طرح متفق تھے کہ مسلمانوں کو بہتر اور باعزت سلوک کا یقین دلانا چاہیئے۔ لیکن وہ مسلم لیگ کے تیزی سے بڑھتے ہوئے علیحدگی کے مطالبہ کے مخالف تھے۔ وہ مدن موہن مالویہ، لالہ لجپت رائے، ونائیک دامودر ساورکر، بھائی پرمانند، ڈاکٹر شام پرشاد مکرجی اور ڈاکٹر سنیتی چٹرجی جن کی حب الوطنی اور سیکولرزم سے ہر کوئی واقف تھا، جیسے سورماؤں کے نظریہ کے پوری طرح قائل تھے کہ فرقہ واریت ایک نقصان دہ عنصر ہے۔ اکثریت کے اگر کچھ فرائض اور ذمہ داریاں ہیں تو اس کے کچھ حقوق اور بھی ہیں یہ کوئی رس بھرا پھل نہیں جسے کتنے ہی حصوں میں کاٹ کر مفاد پرستوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ شری انے موتی لال نہرو کمیٹی کے رکن تھے۔ کمیٹی کی جانب سے ۱۹۲۸ء میں مسلمانوں کی حفاظت سے متعلق ایک رپورٹ پیش ہوئی تو آپ نے مکمل طور سے اس کی حمایت کی اس رپورٹ میں ملکی اور صوبائی قانون ساز اسمبلیوں میں فرقہ وارانہ نمائندگی کے بجائے مسلمانوں کے لیے جگہ محفوظ رکھنے کی سفارش کی گئی تھی۔

ڈاکٹر ایم-اے- انصاری نے نہرو رپورٹ پر غور کرنے کے لیے بلائی گئی میٹنگ میں صدارت کرتے ہوئے اپنے ہم مذہبوں سے اپیل کی کہ وہ کمیٹی کی سفارش کو قبول کریں۔ کیونکہ ان کے مطابق "اقلیت کی اصل حفاظت دراصل اکثریت کا خیرسگالی جذبہ ہے۔" قانون سازی میں دونوں فریقوں میں سمجھوتہ نہ ہونے کی وجہ سے انگریز وزیر اعظم ریمسے میکڈونلڈ نے اگست ۱۹۳۲ء میں ایوارڈ کا اعلان کیا۔ اس کے نتیجہ میں ہندوستانی رائے دہندگان ۱۲ فرقوں میں تقسیم ہو گئے اور اس طرح ملک میں سیکولر جمہوریت پر مبنی پارلیمانی نظام حکومت پر برا اثر پڑا۔ شری انے نے دوسرے مخالفین کے ساتھ مل کر انگریزوں کے اس قانون کو ہٹانے کی قسم کھائی۔ کچھ پس و پیش کے بعد جولائی ۱۹۳۷ء میں جب ۱۹۳۰ء کے قانون کے تحت کانگریس نے ۱۱ میں سے ۸ صوبوں میں اپنی حکومت قائم کی تو شری انے بھی خوش ہوئے۔ آپ نے یقین دلایا کہ اگر قوم پرست صوبائی حکومتوں کے ذریعہ جدوجہد کریں تو قانون میں موجود خامیاں دور کی جا سکتی ہیں۔ آپ کا یہ نظریہ بھی تھا کہ اگر اسی طرح جدوجہد کی گئی تو ہندوستانی سیاست سے فرقہ پرستی کے زہر کو ختم کیا جا سکتا ہے۔
۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی۔ اس کے نتیجہ میں قومی تنظیم کو اپنا مقصد حاصل کرنے کا ایک اور موقع ملا۔ جنگ سے سب سے بڑی خرابی یہ ہوئی کہ ہندوستان کی آزادی کے مسئلہ پر جنگ کے بعد غور کرنا دشوار بن گیا۔

جناح صاحب کے مطالبات

مزید یہ کہ جناح بھی انگریزوں سے علیحدگی کا مطالبہ کر بیٹھے اور یہاں تک آگے بڑھے کہ انھوں نے ملک کے اتحاد کا بھی خیال نہ کیا اور اتحاد کے پارہ پارہ ہونے کا اندیشہ پیدا ہوا۔ ان حالات میں اکتوبر ۱۹۳۹ء میں کانگریس وزارت نے آزادئ ہند سے متعلق انگریزوں کی نقصان دہ پالیسی کے خلاف احتجاجاً استعفیٰ دے دیا۔ اس بات سے شری انے بڑے دلگیر ہوئے۔ کولمبو میں اکثر انھوں نے مجھ سے کہا کہ کانگریس نے بڑے سنگین حالات کے دوران خود کو تاریکی کے حوالے کر دیا اور اس طرح تقسیم ہند کے لیے راستہ ہموار کر دیا۔ وہ اور ان کے حامیوں نے حالات سنبھالنے کی کوشش کی۔

ان ہی وجوہات کی بناء پر شری انے انڈین اوورسیز کے رکن کی حیثیت سے جولائی ۱۹۴۱ء میں لارڈ لن لیتھگو کی ایگزیکیوٹیو کونسل میں شامل ہو گئے۔ ایگزیکیوٹیو کونسل کے دوسرے ساتھیوں میں سر فیروز خان نون اور لیڈی نون اکثر اوقات صبح سویرے سیر کے بعد گھر لوٹتے ہوئے شری انے کے دہلی کی رہائش

پر ان سے ملنے جایا کرتے تھے۔ شری انے میں مذہبی تعصب نام کو بھی نہ تھا۔ جب مہاتما گاندھی نے نظر بندی کے دوران ۱۰ فروری ۱۹۴۳ء سے بھوک ہڑتال شروع کی تو وائسرائے پر دباؤ ڈالا گیا کہ وہ مہاتما گاندھی کو رہا کر دے۔ لیکن وائسرائے نے انکار کر دیا جس پر احتجاج کرتے ہوئے شری انے۔ این آر۔ سرکار اور سر ایچ پی مودی ایکزیکیوٹیو کونسل سے علیحدہ ہو گئے۔ اس کے بعد وہ ہندوستان کی نمائندگی کے لیے سیلون گئے۔ یہ نیا عہدہ ۱۹۴۲ء میں تشکیل کردہ ہندوستان میں حکومت سیلون کے نمائندہ کے عہدہ کے مساوی تھا۔

۲۴ مارچ ۱۹۴۷ء میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن ہندوستان کے وائسرائے بنے۔ انھیں ہندوستانیوں کو اقتدار منتقل کرنے کے بارے میں بات چیت کے اختیارات دیے گئے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے برار کے مستقبل کے بارے میں بات چیت کے لیے شری انے کو سیلون سے بلا بھیجا۔ نظام حیدرآباد جنھوں نے بہت قبل انگریز حکمرانوں کو اپنا علاقہ دے دیا تھا اپنے علاقہ کی واپسی کا مطالبہ کر رہے تھے۔ برار مرکزی صوبوں کا اٹوٹ حصہ بن گیا تھا اور کوئی نہیں چاہتا تھا کہ اس علاقہ پر ایسے فرماں روا کا تسلط ہو جو اس لائق نہیں۔ شری انے حیدرآباد میں برار کے انضمام کے خلاف تحریک چلا چکے تھے جولائی ۱۹۴۷ء میں ہندوستان واپسی سے لوگوں میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ انھیں یقین تھا کہ شری انے کے ہاتھوں میں ان کا مستقبل محفوظ ہے۔ ۱۹۴۸ء میں شری انے ۱۸ دکنی ریاستوں کے نمائندے کی حیثیت سے ہندوستانی دستور ساز اسمبلی میں شامل ہوئے۔ تجربہ کار سیاست داں کی حیثیت سے شری انے نے قابل تعریف خدمات انجام دیں۔ اسی سال وہ بہار کے گورنر مقرر ہوئے اور خاص و عام میں یکساں مقبولیت پائی۔ میں نے ان سے کئی مرتبہ ملاقات کی اور ان کی شفقت اور اخلاق سے بے حد متاثر ہوا۔ اقتدار شہرت اور عزت نے ان کی انسان نوازی کو ذرا بھی متاثر نہیں کیا تھا۔

علالت

۱۹۵۱ء میں آپ کمر درد کے سخت دورے میں مبتلا ہوئے اور پونے میں کافی عرصے قیام کیا۔ آپ نے اپنی تکلیف کو بڑے صبر اور تحمل سے برداشت کیا۔ اتفاقاً جب میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ بیماری سے پریشان رہتے ہوئے بھی کس طرح خوش و خرم رہتے ہیں؟ آپ نے فوراً جواب دیا کہ زندگی میں اتنی رنگینیاں ہیں کہ ان میں کھو کر میں اپنی پریشانی بھول جاتا ہوں۔ ۱۹۵۹ء میں آپ لوک سبھا کے ممبر نامزد ہوئے اور قانون سازی میں کارہائے نمایاں انجام دیے۔

جرمنی کے بسمارک کی طرح شری انے کی نظر میں حرکت زندگی کے لیے ضروری اور آرام بمعنی موت تھے۔ عمر نے ساتھ نہیں دیا ورنہ وہ مزید علم و صفت کا کام جاری رکھنا چاہتے تھے۔ جب سے آپ بستر علالت پر پڑے کوئی نہ کوئی آپ سے صلاح و مشورہ کے لیے ضرور آتا۔ اپنی ضعف عمری کے باوجود انھوں نے یہ کمال کر دکھایا کہ لوکمانیہ تلک کی سوانح عمری سنسکرت میں لکھنا شروع کی۔ ۱۹۵۷ء میں اپنے ایک مخلص ساتھی کے گھر پونے میں انھیں میں نے تصنیف میں اسی طرح غرق پایا تھا۔ میں نے جب پوچھا کہ کام کہاں تک ہو سکا ہے تو اشارہ سمجھ کر انھوں نے بڑی زندہ دلی سے کہا " اگر کام پورا نہ ہوا بھی تو مجھے کوئی فکر نہیں ہے" شری انے صرف کام کرنا جانتے تھے۔ باقی بھگوان پر چھوڑ دیتے تھے۔ ۲۶ جنوری ۱۹۶۸ء کو شری انے دار فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ نے سیاست میں زیادہ نام تو نہیں کمایا لیکن دیگر انسانی بہبود سے متعلق خدمات میں اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ آپ بے شک ایک ناقابل فراموش ہستی ہیں۔

قلمی معاونین

سے گذارش ہے کہ اپنی تخلیقات کے خاتمے پر یا پشت پر اپنا مکمل پتہ، پن کوڈ نمبر کے ساتھ ضرور تحریر فرمائیں۔ مضمون کاغذ کے صرف ایک ہی طرف اور صاف لکھیں اور قلمی نام کے ساتھ اصلی نام بھی تحریر کریں۔ غیر طلبیدہ مضامین کی نقل اپنے پاس ضرور رکھیں۔

باپوجی اَنے کی زندگی - ایک نظر میں

۲۹ راگست ۱۸۸۰ء : ضلع ایوت محل کے مقام وانی میں پیدا ہوئے۔
۱۹۰۲ء : موریس کالج، ناگپور میں لوکمانیہ تلک سے ملاقات
۱۹۰۷ء : کلکتہ یونیورسٹی سے 'بی۔ ایل' کے امتحان میں کامیابی۔
۱۹۰۷ء : ایوت محل میں وکالت شروع کی۔
'ہری کشور' نامی رسالہ میں مضامین کا سلسلہ شروع کیا۔
۱۹۰۹ء : سرکار کی جانب سے آپ پر مقدمہ دائر ہوا۔
وکالت کی سند بھی ایک سال کے لئے منسوخ۔
راشٹریہ شکشن منڈل، ایوت محل میں شمولیت۔

۱۹۱۵ء : ایوت محل ضلع ایسوسی ایشن قائم کی۔
۱۹۱۸ء : ہوم رول لیگ
۱۹۲۰ء : ودربھ بیگار نوارن منڈل۔
۳۰-۱۹۲۱ء : صدر، ودربھ پردیش کانگریس کمیٹی

سول نافرمانی تحریک

۱۹۲۲ء : سوراج پارٹی کا ودربھ میں عروج
۱۹۲۳ء : ودربھ ساہتیہ سنگھ کا قیام
۲۵-۱۹۲۴ء : ممبر، کانگریس کمیٹی
۱۹۲۶ء : پرتی سہکار یکش
۱۹۲۸ء : صدر، مراٹھی ساہتیہ سمیلن گوالیار
۲۹-۱۹۲۸ء : آل پارٹی کانفرنس، سوراجیہ کا منشور، سکریٹری نہرو کمیٹی
۱۹۳۰ء : سینٹرل اسمبلی کی رکنیت سے استعفیٰ دیا۔
جنگل ستیہ گرہ۔

۳۴-۱۹۳۱ء : ممبر، کانگریس ورکنگ کمیٹی
۱۹۳۳ء : آل انڈیا کانگریس کے چیرمین منتخب ہوئے۔
۱۹۳۴ء : نیشنل پارٹی کا قیام، اس کے صدر پنڈت مدن موہن مالویہ اور سکریٹری لوک نائیک اَنے تھے۔
۱۹۳۸ء : وائس چانسلر تلک مہاراشٹر یونیورسٹی
۱۹۴۰ء : 'ششٹھبدیہ پورتی' تقریب، ناگپور
۱۹۴۱ء : والسرائے ایکزیکیٹو کونسل کے فارن انڈینس ڈپارٹمنٹ میں رکن مقرر ہوئے
۴۷-۱۹۴۳ء : سیلون میں ہندوستان کے نمائندے

۱۹۴۳ء : دستور ساز اسمبلی کا کام۔
بہار کے گورنر

۱۹۵۴ء : مہاودربھ کے سوال پر نمائندگی کی، فضل علی کمیشن کے سامنے دلائل پیش کئے۔

۱۹۵۹ء : لوک سبھا کے ضمنی انتخابات (ناگپور - امریر حلقۂ انتخاب) میں کامیابی

۱۹۶۲ء : لوک سبھا کے لئے عام انتخابات میں ناگپور - امریر حلقہ سے دوبارہ منتخب

۱۹۶۶ء : اس سال تک لوک سبھا کے ممبر رہے

۲۶ جنوری ۱۹۶۸ء : ممبئی میں رحلت

آنجہانی مادھو شری ہری عرف باپوجی آنے

• عتیق احمد عتیق

نیا پورہ، مالیگاؤں (ناسک)

خوب کیا خوب نر تھے باپو جی ... ے اچھے بشر تھے باپو جی

لوک نائک اَنے تھا نام اُن کا ... پر بڑے نکتہ ور تھے باپو جی

سنت و کمانیہ تلک کی طرح ... عالم باخبر تھے باپو جی

ضلع ایوت محل میں وآنی کے ... شہریِ مقتدر تھے باپو جی

قدر کرتا تھا ہر کوئی جن کی ... وہ معزز بشر تھے باپو جی

جب اناج اور نمک کا اُٹھا سوال ... خود بھی سینہ سپر تھے باپو جی

تھی جنھیں جان کی نہ کچھ پروا ... ایسے ہی بے جگر تھے باپو جی

تھے گورنر بہار کے لیکن ... راحتِ ہر نظر تھے باپو جی

سب کو حاصل تھی اُن کے قرب کی چھاؤں ... نرم دل اس قدر تھے باپو جی

دھوپ کا قہر جس کو چھو نہ سکا ... ایک ایسے شجر تھے باپو جی

اور پھر۔ روز و شب کے ماتھے پر ... مثلِ شمس و قمر تھے باپو جی

صبح عنقا تھی جن شبوں کی عتیق

اُن شبوں کی سحر تھے باپو جی

بابوجی آنے ممتاز رہماؤں کے

لوک نایک بابوجی آنے، بہار کے گ
حیثیت سے خطاب کرتے ہوئے

باپوجی آنے، اس وقت ریاست ممبئی کے
گورنر شری سری پرکاش کے ساتھ گفتگو
کرتے ہوئے.

پٹنہ یونیورسٹی کے زیر اہتمام سالانہ
جلسۂ تقسیم اسناد میں لوک نائک باپوجی اے
گورنر بہار لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور لیڈی ماؤنٹ
بیٹن ۔

لوک نائک باپوجی اے ۔
لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور لیڈی ماؤنٹ بیٹن کے
ساتھ اہم دستاویزات دیکھنے میں محو ۔

باپوجی اے ۔ لوکمانیہ تلک کے جنم دن پر
منعقدہ تقریب میں تقریر کرتے ہوئے
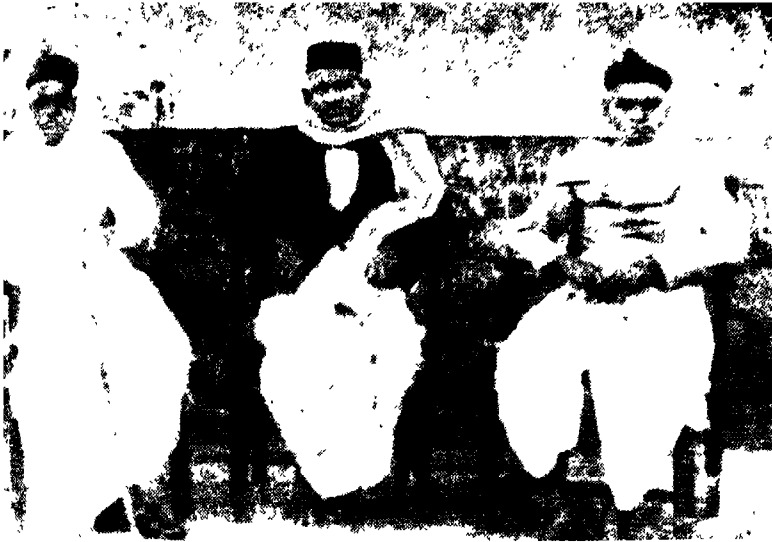
لوک مانک باپوجی انے، اپنے بھائی
ڈاکٹر یادو راؤ اور لچھمن راؤ کے ساتھ۔

چکرورتی راجگوپال آچاری کا، لوک نائک
باپوجی آنے کے نام ایک دُعائیہ خط جو راجہ
جی نے باپوجی آنے کو پراچین بھارت کے "مہا
کاویہ" کی طرز پر سنسکرت میں لوکمانیہ تلک
کی سوانح حیات، مرتب کرنے پر تحریر کیا تھا

BLESSINGS FROM RAJAJI

My Congratulations
and blessings to the
publishers. Lokamanya
Tilak was great.
Madhav Srihari Aney
was a sweet and
most lovable friend for
whom I cannot
easily find an
equal

C Rajagopalachari
12-4-69

نائب صدر ہند، مسٹر ایم۔ ہدایت اللہ ۲۹ر اگست ۱۹۸۰ء
کو ناگپور میں باپوجی آنے کی جنم شتابدی کے موقع پر منعقدہ
تقریب میں باپوجی انے کی تصویر کی نقاب کشائی کرتے ہوئے۔

بہار میں سخت قحط پڑا تھا، اس زمانہ میں
بابوجی آئے، وہاں کے گورنر تھے۔ آپ نے ہاتھی
پر بیٹھ کر قحط زدہ علاقے کا دورہ کیا اور ہر جگہ
متاثرہ لوگوں کو فوراً امداد پہنچانے کے احکامات
صادر کیے۔

بابوجی آئے اور لیڈی ماؤنٹ بیٹن

گاندھی گھاٹ پر بابوجی آئے پودا لگاتے

لوک نائیک بابوجی آئے، اس وقت کے
ریاست بمبئی [illegible]

شری کے۔ ایس کیلکر کی ڈائری کا ایک ورق

۲۶ جنوری ۱۹۶۸ء ۔ آل انڈیا ریڈیو سے صبح صبح خبرنامہ میں یہ خوش خبری دی گئی کہ لوک نائک باپوجی آنے کو "پدم بھوشن" کے خطاب سے نوازا گیا ہے۔ اس سے قبل کہ ہم انھیں دلی مبارکباد پیش کرتے اسی شام یہ منحوس خبر سُن کر صدمہ پہنچا کہ باپوجی آنے دورۂ قلب کے باعث چل بسے۔

چند ماہ قبل وہ پونے میں علیل ہوئے تھے۔ اس وقت وہ شری شنکر راؤ آگاشے کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے۔ ان کی علالت کے دوران میں میں ان کی عیادت کو گیا۔ انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ وہ اس وقت خود کو کچھ بہتر محسوس کر رہے ہیں۔ شری شنکر راؤ نے باپوجی آنے کی ۸۹ ویں سالگرہ منانے کی خاطر ایک تقریب کا اہتمام کیا۔ میں بھی اس موقع پر مدعو کیا گیا۔ میں نے اس تقریب میں جانے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ تقریب خاص طور سے ویدشاستر وتیجک سبھا کے احاطہ میں منعقد ہوئی تھی۔ اس وقت باپوجی کی طبیعت کافی بہتر نظر آئی۔ حالانکہ خیال یہی تھا کہ ان کی شکریہ کی تقریر صرف ۲ یا ۳ منٹ کی ہوگی، لیکن سامعین کی حیرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی جب انھوں نے اپنی اسی پُر زور آواز میں تقریباً ۱۵ منٹ تقریر کی۔

اس سے قبل چاروں ویدوں کے منتر ہر ایک وید کے جاننے والوں نے پڑھے اور انھیں دعائیں دیں۔ باپوجی نے اس موقع پر چاہا کہ ویدک روایات کو قائم رکھا جائے۔ اس پہلی تقریب کے اختتام پر جب بھیڑ چھٹ گئی اور چند اصحاب رہ گئے تو میں اور شری آنا صاحب ساٹھے ان کے پاس گئے اور سالگرہ کی مبارکباد پیش کی۔

جب کبھی الوت محل سے کوئی پرانا واقف کار آتا وہ اس کا سواگت کرتے، اس بات سے انھیں بڑی خوشی محسوس ہوتی اس بات کا اظہار فوراً انھوں نے ہم سے کیا۔

۱۹۵۲ء میں جب وہ پٹنہ میں بیمار ہوئے تو پونے چلے آئے علالت کے دوران میں ان سے کئی مرتبہ ملا۔ اس وقت وہ بستر سے اٹھ کر نہیں سکتے تھے۔ اس نازک حالت میں بھی میں نے انھیں ... وہ حسب معمول ویدوں کا جاپ کرتے۔ ان کے مطالعہ میں بھی فرق نہ آیا۔ تمام ضروری کتابیں ان کے سرہانے رکھ دی گئی تھیں اور پڑھنے لکھنے کا انتظام بھی باقاعدہ کیا گیا تھا۔ مجھے ایک واقعہ خوب یاد ہے کہ میں جب گڈی پاڑوا یعنی نئے سال کے دن ان سے ملنے گیا تو وہ حسب معمول سنسکرت میں نئے سال کو خوش آمدید کہنے کے لئے ... لکھ رہے تھے

۱۹۵۶ء میں صدر جمہوریہ ہند شری راجندر پرشاد الوت محل میں لوکمانیہ تلک کے مجسمہ کی نقاب کشائی کے لئے آئے تھے۔ باپوجی نے اپنی قوت ارادی کے سہارے بیماری کے بستر علالت سے اٹھ کھڑے ہوئے ان کی طبیعت ٹھیک ہوگئی اور انھوں نے اس تقریب میں شرکت کی۔ جب مجھے اس بات کا علم ہوا تو میں بھی اس تقریب میں شرکت کے لئے الوت محل پہنچا۔ مجھے اور لوگوں کی طرح باپوجی کو شہ نشین پر صدر ... کے بازو میں بیٹھا دیکھ کر بے انتہا مسرت ہوئی۔

ہم جب کبھی گذرے دنوں کو یاد کرتے ہیں تو بحیثیت طالب علم دو عظیم ہستیاں ہماری نظروں کے سامنے آجاتی ہیں۔ ایک ہیں بابا صاحب پرانجپے اور دوسرے اور کوئی نہیں خود ہمارے باپوجی آنے۔ ہم ان کی پُر زور خطابت، حبّ الوطنی، خلوص اور جذبہ ... سے بہت متاثر تھے۔

ہوسٹل کے دنوں میں ہم نے ہمیشہ ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی۔ ہوسٹل کے سارے طلبہ کو بس یہی فکر تھی کہ قوم کی بہبود کے لئے ہر قدم اٹھانے کو تیار ہو جائیں۔ باپوجی خود رہ کے ہم سب طلبہ کے لئے آدرش تھے اور رہنمائی کا سرچشمہ۔

باپوجی مجھے اور اُن تمام خوش قسمت طلبہ کو جن کے ساتھ انھوں نے کچھ عرصہ بِتایا ہے ہمیشہ یاد رہیں گے، اور ان کی عزت ہمارے دلوں میں ہمیشہ جاگزیں رہے گی۔

*

۱۰ جنوری ۱۹۸۱ء

قومی راج

میرے دادا

شری هری آنے

وہ لوگ وہ جگہیں اور وہ چیزیں جو ہماری ذات سے وابستہ ہوتی ہیں ان کے بارے میں کچھ لکھنا ایک مشکل سا کام ہے۔ ذہن میں ایک ساتھ ہزاروں باتیں امنڈ پڑتی ہیں۔ منفرق خیالات بکھرے احساسات اور یادوں کے ہجوم میں ہم جذباتی ہونے لگتے ہیں اور ذہن یکسوئی سے ایک واقعہ سے دوسرے کو الگ کرنے اور سمجھنے کے قابل نہیں رہتا ہے۔ یہی ادھیڑبن کی کیفیت آج مجھ پر طاری ہے جبکہ میں لوک نائک باپوجی آنے کے بارے میں کچھ لکھنے بیٹھا ہوں۔

میں اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ وہ میرے دادا تھے اور میں انھیں بہت اچھی طرح جانتا ہوں ان سے پیار کرتا ہوں اسی طرح جس طرح کہ ایک پوتا اپنے دادا سے محبت کرتا ہے۔ میری اولین یادیں ماضی کے اس دور کی جانب گھومتی ہیں جب وہ پونے میں صاحب فراش تھے ایک اونچے چوبی پلنگ پر لیٹے رہتے تھے۔ ڈاکٹروں نے ان کی پیٹھ پر ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ اوپر سے نیچے تک پلاسٹر باندھ دیا تھا۔ اور یہ پلاسٹر اس طرح لگایا گیا تھا کہ وہ نہ تو بیٹھ سکتے تھے اور نہ ہی ہل سکتے تھے بس چھت ہی کے اوپر ان کی نظر رہتی۔ وہ جب بھی باتیں کرتے ہاتھ سے اشارہ کرتے۔ ان ہاتھوں کی جنبش مجھے آج بھی اچھی طرح یاد ہے۔

صدرِ ہند کی آمد : اس زمانہ میں بہت سے لوگ انھیں دیکھنے کے لئے آتے رہتے۔ مجھے یاد ہے کہ صدرِ ہند ڈاکٹر راجندر پرشاد ایک دن پہر کے وقت ان کی عیادت کے لئے آئے۔ ہمارا پونے کا گھر لوگوں سے بھر گیا گھر کے باہر باغیچہ میں سنگاپوری ناریل کے چھ سبز سبز درخت تھے، مقامی عہدیداروں نے بھی باغیچہ میں رنگ برنگ پھولوں کے گملے لاکر قطار در قطار لگوا دیئے تھے جس سے وہاں کا قدرتی منظر اور بھی دلکش ہوگیا تھا۔ ڈاکٹر راجندر پرشاد کافی وقت تک اُن کے پاس بیٹھے رہے۔ جب چائے پیش کی گئی تو ڈاکٹر راجندر پرشاد نے مجھے کھانے کیلئے نمکین کاجو دیئے اس وقت میری عمر پانچ یا چھ برس کی ہوگی۔

چند ماہ بعد ڈاکٹر راجندر پرشاد دوبارہ پونے آئے اور انھوں نے اچانک باپوجی سے ملنے کا ارادہ کیا اور ہمارے گھر پہنچے۔ اس وقت ہمارے باغیچہ میں ان چھ سنگاپوری ناریل کے درختوں کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ کئی سالوں کے بعد باپوجی نے مجھے بتلایا کہ ڈاکٹر راجندر پرشاد نے اس بار پھول دار گملوں کی کمی کو محسوس کیا تھا اور باپوجی سے کہا تھا کہ شاید مقامی عہدیداروں کے پاس وقت نہیں ہے کہ باہری سجاوٹ کا فرض برابر ادا کرسکیں۔

رزمیہ نظم : جب باپوجی پونے میں علیل تھے اس وقت انھوں نے لوکمانیہ تلک کی زندگی پر سنسکرت میں رزمیہ نظم 'سری تلک یشورنواہ' لکھنی شروع کی تھی۔ ان کی ریڑھ کی ہڈی میں بہت درد رہا کرتا تھا اس وجہ سے رات بھر جاگتے ہی رہتے، وہ نہ ہی اٹھ بیٹھ سکتے تھے اور نہ لکھ سکتے تھے اس لئے وہ ذہن میں ہی اشلوک تیار کرلیتے اور بعد میں انھیں لکھوالیا کرتے۔

باپوجی اچھے ہوکر پھر عملی سیاست میں مشغول ہوگئے۔ آپ ۱۹۵۹ء سے ۱۹۶۶ء تک پارلیمنٹ کے ممبر رہے۔ ہم اکثر گرمیوں یا سردیوں کی تعطیلات میں ان سے ملنے دہلی جایا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ وہ

فلاح وبہبود سے انصاف کرسکے۔

گوناگوں شخصیت :

باپوجی ایک گوناگوں شخصیت کے مالک تھے حالانکہ آپ کا زیادہ تر وقت سیاسی کاموں میں صرف ہوتا تھا پھر بھی آپ دیگر مسائل کے لئے وقت نکال کران پر ہمدردی کے ساتھ غور کرتے تھے۔ ان دیگر مسائل پر اپنی پوری توجہ دینا آپ کے لئے محال تھا لیکن اس کے باوجود آپ بڑی خوبی کے ساتھ مختصر عرصہ میں اُن کا حل ڈھونڈھ نکالتے تھے۔ بحیثیت گورنر آپ نے جو تقریریں کی تھیں انھیں حکومت بہار نے ایک کتابچہ کی شکل میں شائع کیا ہے۔ یہ تقریریں آپ کی معاملہ فہمی اور تنقیدی مشاہدے کا ثبوت ہیں۔

ہریجنوں کی فلاح و بہبود کے متعلق ۱۹ جنوری ۱۹۵۰ء کی ایک تقریر میں آپ نے کہا تھا " دستور کے چوتھے باب میں رہنما اُصولوں کے ساتھ ساتھ مندرج جاتیوں کی تعلیمی ومعاشی ترقی سے متعلق دفعہ ۴۶ بھی درج ہے۔ اس دفعہ کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ دفعات بذات خود اس طبقہ کی فلاح و بہبود کو ممکن نہیں بنا سکتے جب تک کہ ہریجن طبقہ خود اپنی حالت سدھارنے کی کوشش نہ کرے۔" آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ کے ان الفاظ کو وقت نے سچ کر دکھایا۔

۲۳ اپریل ۱۹۵۰ء کی ایک تقریر میں آرٹ سے متعلق آپ نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا تھا کہ آرٹ کا مقصد سماج کو خدا سے قریب رکھنا ہے نہ کہ اُسے گمراہ کرنا۔ جس دن آرٹ اپنی اس قدرتی خوبیوں سے کنارہ کشی کرکے محض جذبات کو اُکسانے کا ذریعہ بنے گا اس کی اہمیت ختم ہوجائے گی۔

مصوّروں اور فن کاروں کو مشورہ :

۳۰ مئی ۱۹۵۰ء کی ایک تقریر میں آپ نے ہندوستانی مصوّروں اور فنکاروں سے کہا تھا کہ "میرے خیال سے ہندوستان کے فن کاروں کو اپنی صلاحیتیں اس طرح استعمال کرنی چاہئیں جس سے اُن کی تخلیقات میں غریب عوام کا مفاد بھی مقام پا سکے اور ہمارے ملک کی عظمت وسادگی کی مخلوط تصویر کا عکس سامنے آسکے۔" یہ ہمارے ادبی و فلمی فنکاروں کی اپنی اور ملک و قوم کی بدقسمتی ہے کہ انھوں نے باپوجی کی اس نصیحت پر عمل نہیں کیا۔

دیوتاؤں سے متعلق نظریہ :

پُرانے ویدک دھرم، مہابھارت اور بھگوت کے متعلق آپ کے خیالات حقیقت پسندانہ تھے۔ آپ کا خیال تھا کہ وید کی تعلیم جاری رہے اور چھوت چھات کے خاتمے کی کوشش کی جائے۔

آپ ہی نے تجویز پیش کی تھی کہ

"گرام اُپادھیہ" (دیہی پنڈت) کا ایک سرکاری عہدہ قائم کیا جائے اور اس عہدہ پر تقرری کے لئے امتحان منعقد کیا جائے جس میں ہر ہندو فرد کو بلا لحاظ فرقہ کے شریک ہونے کی اجازت دی جائے۔"

آپ سنسکرت کے بہت بڑے عالم تھے۔ آپ مذہب کو ہمیشہ روحانی نقطۂ نظر سے زیادہ قومی و سماجی نقطۂ نظر سے دیکھتے تھے آپ تنقید نگار ہونے کے باوجود قابل اعتماد تھے اس لئے کہ آپ کی تنقیدوں سے ذہانت ٹپکتی تھی۔

یہ آپ کی قابلیت کا ثبوت ہے کہ آپ قدیم خیالات کو بھی نئے سانچے میں ڈھال کر کامیابی سے پیش کرتے تھے۔ آپ نے ہمیشہ تعمیری کام انجام دیا ہے اور یہی آپ کی عظمت کا ثبوت ہے۔

**

فوری توجہ کیلئے : ہمیشہ "حوالہ نمبر" (جو آپ کے پتے کے اوپری حصہ پر درج ہوتا ہے) ضرور تحریر فرمائیں۔ اپنا پتہ صاف لکھیں اور ہندی، مراٹھی یا انگریزی میں بھی تحریر فرمادیں۔

(ادارہ)

لوک نائیک آنے
جنگ آزادی میں ان کا حصّہ

★ ٹی. وی. پاروتے

آنجہانی آنے یا بابوجی آنے کو برار کے لوکمانیہ کا لقب دیا گیا ہے۔ لوکمانیہ تلک اور ڈاکٹر اینی بیسنٹ کی ہوم رول تحریک میں شری آنے کی شمولیت اور ان کی قابل قدر کارکردگی کے اعتراف میں انھیں "لوک نائیک" کے خطاب سے نوازا گیا تھا۔ جب آنجہانی جے پرکاش نارائن کو یہ اعزاز دیا گیا تھا تو یکلخت مہاراشٹر کے عوام کے دلوں میں بابوجی آنے کو دیئے گئے اعزاز کی یاد تازہ ہو گئی تھی۔

ہوم رول تحریک اپنے عروج پر تھی۔ بابوجی آنے بھی اس میں پیش پیش تھے۔ اس سلسلے میں آپ نے لوکمانیہ تلک کی زیر صدارت پونے میں ایک جلسۂ عام سے بھی خطاب کیا تھا۔ تلک کے پیروکار اور مراٹھی کے مشہور مصنف شری این۔ سی کیلکر نے شری آنے کی تعریف کرتے ہوئے انھیں "پستہ قد لیکن مقبول عام شخصیت" جیسے الفاظوں میں یاد کیا ہے۔ ۱۹۳۰ء میں گاندھی جی کی قیادت میں نمک ستیہ گرہ سے شری آنے نے کافی شہرت پائی اور ملک کے چوٹی کے لیڈروں میں آپ کا شمار ہونے لگا۔ جب گاندھی جی کو یرودا جیل میں قید کیا گیا تو شری آنے ایک سال تک کانگریس کے عارضی صدر رہے۔ گاندھی جی اور شری آنے میں کئی معاملات میں اختلاف رائے ہونے کے باوجود گاندھی جی شری آنے کی ذہانت اور جذبۂ خدمت کی ہمیشہ قدر کرتے تھے۔ گاندھی جی نے ینگ انڈیا میں شائع شدہ "مہاراشٹر پارٹی" کے عنوان سے اپنے ایک مضمون میں شری آنے کی تعریف کرتے ہوئے آپ کو "انتہائی ذہین اور زبردست قوت استدلال کا مالک" قرار دیا تھا۔

لوک نائیک، ایوت محل میں وکالت کیا کرتے تھے اور ساتھ ہی عوامی خدمات انجام دیا کرتے تھے۔ لوکمانیہ تلک سے آپ بہت متأثر تھے ۱۹۰۶ء میں شیوا جی جینتی کے موقعہ پر امراؤتی میں منعقدہ ایک جلسہ میں آپ لوکمانیہ تلک کے ہمراہ شریک تھے اور جلسہ کو خطاب کیا تھا۔ حتیٰ کہ بابوجی آنے نے اپنے ہفتہ وار اخبار کا نام "دریری کشور" رکھا جو تلک کے اخبار "کیسری" سے ملتا جلتا تھا۔

۱۹۲۰ء میں تلک کی وفات کے بعد گاندھی جی نے کلکتہ میں کانگریس کے خصوصی اجلاس کی منظوری ملنے پر عدم تعاون تحریک کا آغاز کیا تلک کے پیروکار بابوجی آنے تحریک کے چند اصولوں سے غیر متفق تھے دیگر اشخاص میں پانپسٹا، جناح، این۔ سی کیلکر اور بپن چندر پال شامل تھے۔ لیکن نمک ستیہ گرہ کے زمانہ تک گاندھی جی کی بابت شری آنے کے خیالات میں کافی تبدیلی آ چکی تھی۔ آپ کی ایک تقریر کے مندرجہ ذیل حصّہ سے اس بات کا ثبوت مل سکے گا۔

"لوکمانیہ تلک کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے عوامی تحریک جسے ہم گذشتہ ۲۰ یا ۲۵ سالوں سے چلا رہے ہیں۔ اس کا خاص مقصد غیر ملکی حکومت کی زنجیروں کو پوری قوت سے توڑنا اور آزادی حاصل کرنا تھا۔ لہٰذا جب عظیم رہنما مہاتما گاندھی نے عدم تشدّد کی راہ اپناتے ہوئے کچھ اسی طرح کی جدوجہد کا اعلان کیا تو اسی جذبہ کے تحت ہم میدان جنگ میں کود پڑے ہم نے جذبات کھو دیئے اور اب ہم اپنی طاقت سے اپنا فرض انجام دینگے"

تحریکوں میں شرکت:-

لوک نائیک آنے آزادی کے مختلف تحریکوں میں حصّہ لیا کرتے تھے۔ سودیشی، ہوم رول، عدم تعاون سول نافرمانی تحریکوں میں آپ نے نمایاں حصّہ لیا۔ اپنی عوامی زندگی میں انھوں نے اصول بنا لیا تھا کہ ایک سیاسی رہنما کو ہمیشہ عوام کی تکالیف رفع کرنے کی کوشش میں مصروف رہنا چاہیئے۔ آپ چاہتے تھے کہ تحریک کی اہمیت لوگوں پر اس طرح واضح ہو کہ وہ خودبخود ان کے دل میں اترتی چلی جائے اور عوام کو تحریک کی اہمیت سمجھانا سیاسی رہنماؤں کا کام ہے۔ نمک ستیہ گرہ کے بارے میں آپ نے دلیل پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ ستیہ گرہ برار میں کس طرح کامیاب ہو سکتی ہے جبکہ نمک برار میں پیدا ہی نہیں ہوتا۔

اس کے علاوہ یہ اقدام بھی بے نتیجہ ہوگا۔ اگر قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے برار میں نمک لاکر فروخت کی جائے۔ اس لئے آپ نے فیصلہ کیا کہ برار میں جنگل سے متعلق جبری قوانین کا بائیکاٹ کیا جائے۔ ایوت محل ضلع انجمن نے آپ کی تجویز پر غور کیا۔ کئی سیاسی رہنما آپ سے متفق ہوئے اور بالآخر کانگریس سے منظوری حاصل ہونے کے بعد آپ نے برار میں جنگل ستیہ گرہ شروع کی۔ اسی سلسلے میں جنگلی پیداوار چوری کرنے کے الزام میں آپ پر مقدمہ چلایا گیا اور قید کی سزا ہوئی۔

لوک نایک نے ۱۹۰۷ء میں کلکتہ یونیورسٹی سے بی۔ ایل کا امتحان کامیاب کیا۔ ایوت محل میں آپ نے وکالت شروع کی اور جلد ہی شہرت پائی۔ آپ کی پریکٹس اچھی خاصی چل رہی تھی۔ اگر آپ اپنے پیشہ پر زیادہ توجہ دیتے تو شاید بہت جلد دولت مند بن جاتے لیکن آپ کے ضمیر نے اسے گوارا نہ کیا۔ آپ ہر ماہ صرف ایک ہفتہ وکالت کرتے اور باقی ماندہ وقت عوامی خدمات میں گذار دیتے۔

۱۹۱۴ء میں آپ نے ایوت محل ڈسٹرکٹ ایسوسی ایشن کی بنیاد ڈالی۔ یہ دراصل ایک ایسا اسکول تھا جہاں عوامی تکالیف دور کرنے، ان میں بیداری پیدا کرنے اور ان کے قانونی حقوق کی حفاظت کی تربیت دی جاتی تھی۔ ذاتی طور پر بھی آپ تا زعمر کے وقت صلح کے لئے اپنی خدمات پیش کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ آپ کی رائے تھی کہ حریفوں سے اختلاف رائے کے باوجود معاملات کو اتنا طول نہیں دینا چاہئے کہ دیگر سیاسی کارکن عوامی معاملات میں تعاون کرنے سے احتراز کرنے لگیں۔ مذکورہ ایسوسی ایشن کے تحت جتنی بھی تحریکیں شروع کی گئیں۔ ان سب میں آپ نے تمام سیاسی پارٹیوں کا تعاون حاصل کیا۔ دادا صاحب کھاپرڈے، تلک کے ایک ممتاز پیرو کار سر مورو پنت جوشی اور راؤ صاحب مدھولکر سے آپ کے تعلقات نہایت ہی اچھے تھے۔ ان ہی خوبیوں کی وجہ سے آپ کو "برار کے لوکمانیہ" کا خطاب دیا گیا۔

وٹھل بھائی سے تعلقات

جب عدم تعاون تحریک ماند پڑ گئی تو سی۔ آر داس اور موتی لال نہرو کے زیر قیادت سوراج پارٹی قائم ہوئی۔ بمبئی سے وٹھل بھائی پٹیل۔ ایم۔ آر جیکر، جمنا داس مہتا، این سی کیلکر اور باپوجی آنے پارٹی میں شامل ہوئے۔ یہ تمام لیڈر سنٹرل لیجلیٹیو اسمبلی میں منتخب ہوئے۔ وٹھل بھائی پٹیل چیرمین مقرر ہوئے۔ ان کے دوران اقتدار میں آپ نے کئی اہم فیصلے کئے جس میں عوامی تحفظ قانون کی نامنظوری شامل ہے۔ شاید ہی کوئی جانتا ہو کہ باپوجی آنے اور وٹھل بھائی پٹیل کے درمیان طویل بحث و مباحثہ کے بعد یہ تاریخی فیصلہ عمل میں آیا۔ اسی طرح کئی اور معاملات میں وٹھل بھائی پٹیل باپوجی آنے سے بلا تکلف صلاح لیا کرتے تھے۔

بہر حال سوراج پارٹی کے مفاد کے لئے پٹیل، باپوجی آنے پر سب سے زیادہ بھروسہ کرتے تھے۔

پارلیمانی خدمات

سنٹرل لیجلیٹیو اسمبلی میں اپنی شمولیت کے بعد باپوجی آنے نے اعلیٰ کارکردگی کا ثبوت دیا۔ ویسے باپوجی شاید ۱۹۲۱ء میں ہی ملک کی قائم کردہ جمہوریہ سوراجیہ پارٹی کے نمائندے کی حیثیت سے منتخب ہوکر پارلیمنٹ سے وابستہ ہوگئے ہوتے لیکن اس وقت عدم تعاون تحریک کی وجہ سے کانگریس نے اسمبلیوں کا بائیکاٹ کر رکھا تھا۔ دوسری بار ایک خوشگوار اتفاق پیش آیا جس کے نتیجہ میں آپ کل ہند لیڈر کی حیثیت سے متعارف ہوئے۔ اتفاق یہ تھا کہ پنڈت مدن موہن مالویہ نیشنلسٹ پارٹی کے لیڈر تھے لیکن کسی وجہ سے فہرست رائے دہندگان میں ان کا نام درج ہونے سے رہ گیا اور وہ اسمبلی میں منتخب نہ ہو سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ باپوجی آنے کو سنٹرل اسمبلی میں نیشنلسٹ پارٹی کا لیڈر تسلیم کر لیا گیا۔ نہرو رپورٹ جس میں ہندوستان کو عملداری حیثیت دینے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں مباحثہ کے دوران موتی لال نہرو اور تیج بہادر سپرو نے لوک نایک آنے کے نظریہ کی حمایت کی۔ اس وقت تک آنے نے راج جی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کبھی کانگریس اور کبھی کانگریس کے بغیر عملی قدم طے کرنے کا اصول اپنا لیا تھا۔ سنٹرل لیجلیٹیو اسمبلی میں نیشنلسٹ پارٹی کے لیڈر کے طور آپ نے گاندھی جی اور وائسرائے لارڈ وویل سے بھی ملک کے مستقبل کے بارے میں تبادلۂ خیالات کیا۔ اسی زمانہ میں راج جی نے سکریٹری آف اسٹیٹ برائے ہندوستان کو ایک "غیر معمولی تجویز" پیش کی۔ آپ کا مشورہ یہ تھا کہ ہندو اور مسلمانوں کے مابین دوستانہ تعلقات مضبوط کئے جائیں اور مرکز میں ایک معقول حکومت قائم کی جائے۔ باپوجی آنے کو یقیناً کوئی اہم عہدہ اس حکومت میں مل گیا ہوتا۔

وائسرائے کی ایکزیکیوٹیو کونسل میں شریک ہونے کے لئے وائسرائے نے بالوجی آنے کو مدعو کیا لیکن آپ نے تعاون کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ آپ نے حکومت کی شرطیہ حمایت کرنے سے متعلق اپنے نظریہ کی وضاحت کرتے ہوئے "رائے ویکلی" میں ایک مضمون لکھا اس زمانہ میں راج گوپال اچاری، ولبھ بھائی پٹیل اور آنے کے خیالات تقریباً ایک جیسے تھے۔ ان سب نے یہی سوچا تھا کہ کانگریس، مسلم لیگ اور ہندو مہا سبھا کے باہمی تعاون سے ایک قومی حکومت قائم ہو۔

قومی حکومت

اپنے مذکورہ مضمون کے آخر میں آپ نے لکھا تھا "اگر ہندوستانی عوام یہ سمجھ لیں کہ ان کی یہ جنگ ہندوستان کی آزادی کے لئے ہے یہ کہ پولینڈ جیسے کسی ملک کی خودمختاری کے لئے تو وہ لاکھوں کی تعداد میں جنگ میں شریک ہو جائیں گے۔ ہندوستان مفاد پرستوں اور رجعت پسند طاقتوں سے دنیا کو نجات دلانے کیلئے اپنا خون بہا دے، تو نتیجہ میں ایک ایسا ماحول پیدا ہو سکتا ہے جو گاندھی جی کے پیغام سچائی، عدم تشدد اور بھائی چارہ کو فروغ دینے میں فائدہ مند ثابت ہو۔ جنگ میں شریک مغربی ممالکوں سے گاندھی جی کی اپیل بے وقت ہے۔ صرف ذہانت اور بہادری سے ہی ہندوستان اور دنیا کو خطرہ سے بچایا جا سکتا ہے۔ کاش ہمارے رہنما اور حکمراں ان خوبیوں سے محروم نہ رہیں"۔

بہرحال ان کے خیالات کے مطابق قومی حکومت قائم نہ ہو سکی لیکن وائسرائے کی ایکزیکیٹیو کونسل بن گئی اور اس میں لوک نائیک آنے، سر ہومی مودی اور نالنی رنجن کو رکنیت دی گئی۔ آنے "ایوان کے لیڈر" تھے۔

جب گاندھی جی نے ہندوستان چھوڑدو تحریک شروع کی۔ تو آنے اور دیگر کئی کانگریسی ممبران کو جیل میں ڈالدیا گیا۔ آنے ہومی مودی اور سرکار نے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے کونسل سے استعفیٰ دیدیا۔

ہندوستان کیسے آزاد ہوا یہ سب ہی کو معلوم ہے لیکن اہم واقعہ جسے بھلایا نہیں جا سکتا وہ یہ ہے کہ راجہ جی ہندوستان کے پہلے گورنر جنرل مقرر ہوئے اور لوک نائیک آنے گورنر بہار بنائے گئے۔

(ایس۔ وی کھانڈیلوال نے مراٹھی سے ترجمہ کیا)
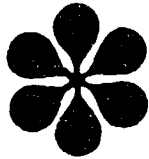
لوک نائیک باپو جی آنے بے مثال مدبّر

★ نارائن - وی - داملے

پچھلے تین برسوں میں مہاراشٹر میں دو بڑے قومی رہنماؤں کرانتی ویرگنیش دامودر المعروف بابا جی ساورکر اور سیناپتی باپٹ کی جنم شتابدی منائی گئی۔ امسال لوک نائیک باپو جی آنے کی جنم شتابدی منائی جا رہی ہے۔ اوّل الذکر تینوں رہنما محبِّ وطن اور قوم کے پرخلوص خدمت گذار تھے لیکن مہاراشٹر کے عوام بابا جی ساورکر اور باپو جی آنے کے کارناموں سے اتنے متعارف نہیں جتنا پرانے مدھیہ پردیش، اتر پردیش، بنگال اور بہار کے عوام جانتے ہیں۔

ہمیں یہ یاد رکھنا ہوگا کہ آنے جیسے رہنماؤں نے طاقتور انگریز حکومت کے دوران سوراج کے حصول کے لئے خلوص ولگن اور سرفروشی کے تحت انتھک کوشش کیں جبکہ ان دنوں سوراج کا تصور کرنا بھی دُور کی بات تھی۔

باپو جی آنے لوکمانیہ تلک کے پیرو کار تھے اور ان میں لوکمانیہ کی ایک اہم خوبی پائی جاتی تھی، وہ خوبی تھی مختلف قوموں کے رہنماؤں سے صلاح و مشورہ کرکے انھیں ساتھ لے کر کام کرنے کا اصول۔

سبھی جانتے ہیں کہ اس وقت طرزِ فکر و طرزِ عمل میں ہم آہنگی کی وجہ سے لال۔ بال۔ پال یعنی تلک۔ بپن چندر پال اور لالہ لاجپت رائے یہ تین نام ایک ساتھ لئے جاتے تھے۔ کچھ اس قسم کا طریقۂ کار باپو جی آنے نے بھی اپنایا تھا۔

کسی بھی نئی اسکیم کو زیرِ عمل لانے سے پہلے آپ بسا اوقات پنڈت مدن موہن مالویہ اور راجندر بابو بیرسٹر جے کر اور ڈاکٹر ودھان چندر رائے سے اس کے طریقۂ کار سے متعلق صلاح مشورہ کر لیتے تھے اور یہی ان کی سیاسی کامیابی کا راز ہے۔

لوک نائیک تلک کے ساتھ ساتھ آپ گاندھی جی کے خیالات اور ان کی رہنمائی پر پورا پورا اعتماد رکھتے تھے اور یہ حقیقت آپ کی زندگی کے کئی واقعات سے واضح ہوتی ہے مثلاً ۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۴ء تک آپ کانگریس ورکنگ کمیٹی کے رکن رہے اور سنیہ گرہ کے وقت ۱۹۳۳ء میں کانگریس کی صدارت قبول کی۔

ویسے تو آپ کی حیات و شخصیّت سے متعلق کئی کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں لیکن مجھے چونکہ ۔۔۔ زمانۂ طالب علمی سے ہی انھیں قریب سے ملنے اور اُن کی دعائیں حاصل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے لہٰذا اس مختصر سے مضمون میں، میں اُن کی زندگی کے بعض واقعات کے ذریعہ اُن کی گونا گوں شخصیت کے چند پہلوؤں پر روشنی ڈالوں گا تاکہ اس سے نئی پود استفادہ کر سکے۔

باپو جی سے پہلی ملاقات

۱۹۳۴ء کے قریب پہلی بار میں آنے جی سے کاشی میں ملا جب وہ ہمارے گھر بابا جی ساورکر سے ملنے آئے تھے۔ ساورکر جی اس وقت ویدرتن پنڈت ترمبک شاشتری کے زیرِ علاج تھے۔

اس دوران میرے والد آنجہانی بھاؤرا وُ داملے اور باپو جی آنے کے درمیان جو دوستی قائم ہوئی وہ ۱۹۵۱ء میں میرے والد محترم کے انتقال تک برقرار رہی۔ جب باپو جی آنے پہلی مرتبہ ہمارے یہاں آئے تھے اس وقت میں ہائی اسکول کا طالب علم تھا۔ میں گھر کا بڑا لڑکا تھا اس لئے مجھے گھر آئے مہمانوں کے ساتھ کئی جگہوں پر جانا پڑتا تھا۔ باپو جی آنے نے شروع ہی سے مجھے اپنا بھتیجہ بنایا تھا۔ بعد میں بحیثیت ایک صحافی میری کامیابیوں پر آپ نے خوشی و اطمینان ظاہر کیا۔

۱۹۳۴ء میں اچانک میرے والد صاحب کے نام باپو جی کا ایک تار آیا جس میں لکھا تھا کہ وہ پندرہ دوستوں کے ساتھ ہمارے یہاں کچھ دنوں کے لئے مہمان بن کر آنے والے ہیں۔

اس وقت وہ ہندو یونیورسٹی میں ہونیوالے نیشنل ڈیموکریٹک

سوراج پارٹی کے پہلے اجلاس میں شرکت کے لئے آئے تھے۔ پنڈت مدن موہن مالویہ اس کے صدر اور باپو جی آنے سکریٹری تھے۔ اس وقت باپو جی کے ساتھ آنے والوں میں، کیسری کے مدیر جے۔ ایس کرندیکر، بابو راؤ گوکھلے، آر۔ جی بھیڈے، ترکال کے مدیر ایس۔ ایل کرندیکر کے علاوہ دیگر معزز ہستیاں شامل تھیں۔

مجھے ان حضرات کے ساتھ کاشی شہر سے ہندو یونیورسٹی بار بار جانا پڑتا تھا۔ ان کے ساتھ مالویہ جی کی رہائش گاہ میں بھی میرا جانا ہوتا تھا۔

مالویہ جی کے گھر میرا بنا روک ٹوک آنا جانا دیکھ کر ترکال کے مدیر کرندیکر جی نے صحافت کے میدان میں قدم رکھنے پر اکسایا۔ اس طرح میں ترکال کے لئے کاشی میں مقیم نامہ نگار بن گیا۔

اختلاف اور بھائی چارہ

ان دنوں میں نے باپو جی آنے اور مالویہ جی کے درمیان جو بھائی چارہ دیکھا وہ بے مثال ہے یہ خوبی اس وقت کے تقریباً تمام رہنماؤں میں پائی جاتی تھی کہ نظریاتی اختلافات کے باوجود وہ ایک دوسرے کے حب الوطنی کے جذبہ سے متاثر ہوتے تھے۔

نظریاتی اختلافات کے باوجود بھائی چارہ کی بہترین مثال مجھے ۱۹۳۹ میں ملی۔ جب باپو جی ہندو لیگ کی صدارت کرنے کیلئے لکھنؤ گئے تھے۔ اس وقت مسلم لیگ کے ایک بڑے رہنما چودھری خلیق الزماں نے بحیثیت لکھنؤ بلدیہ کے صدر، باپو جی کے اعزاز میں دعوت دی تھی۔ انھوں نے اپنی استقبالیہ تقریر میں باپو جی کی جو تعریف کی تھی وہ مجھے آج بھی یاد ہے۔ یہی چودھری خلیق الزماں بعد میں پاکستان میں بہت بڑے عہدے پر فائز ہوتے۔

فوراً فیصلہ لینے کی باپو جی کی صلاحیت مجھ پر اسی ہندو لیگ کے اجلاس میں آشکارا ہوئی۔ صدر کا جلوس نکالنے کی تیاری چل رہی تھی باپو جی اس جلوس میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ صندوق میں سے جب ان کا دھلا کوٹ نکالا گیا تو دیکھا کہ دھوبی کی کرم فرمائی کی وجہ سے کوٹ بری طرح پھٹا ہوا تھا۔ اس وقت باپو جی کے پاس دوسرا کوٹ بھی نہیں تھا۔ لیکن بغیر کسی ہچکچاہٹ کے باپو جی نے وہ کوٹ پہن لیا اور اس کے اوپر زری کا دوشالہ کچھ اس ڈھنگ سے اوڑھ لیا کہ کوٹ کا نقص پوشیدہ رہا۔ اسی طرح باپو جی نے دوشالہ کا استعمال ریل کے سفر میں کیا تھا جب وہ غلطی سے زنانہ ڈبے کی پائیدان پر کھڑے ہوگئے اور گاڑی اسٹیشن سے چل دی۔ رات کا وقت تھا اس لئے آپ نے ڈبے کا دروازہ بھی نہیں کھلوایا بلکہ دروازے کے کھمبے سے خود کو دوشالہ سے کس کر باندھ لیا تاکہ چلتی گاڑی سے گر نہ جائیں اور اسی حالت میں اپنی ادھیڑ عمری کے باوجود اگلے اسٹیشن تک تکلیف برداشت کرتے رہے لیکن ہمت نہیں ہارے۔

راجہ جی اور باپو جی

۱۹۴۱ء کے اکتوبر کی بات ہے۔ باپو جی کے گھر دلی میں کچھ دنوں کے لئے میں مقیم تھا۔ باپو جی ان دنوں وائسرے کی ایکزیکٹیو کونسل کے رکن تھے۔ اس وجہ سے اُن کا رعب و دبدبہ کا کافی اثر تھا۔

اس مہینے گنیش چترتھی کے دن نو بجے رات میں باپو جی پرانی وضع کی ریشم کی دھوتی پہنے کھانا کھانے کی تیاری میں تھے کہ اردلی نے آکر کہا شری راج گوپال اچاری اور ستیہ مورتی اچانک باپو جی سے ملنے آئے ہیں۔ اُس وقت آپ کے ساتھ کوئی مددگار نہیں تھا۔ لہٰذا آپ نے مجھے ہدایت دی کہ میں راجہ جی سے کہوں کہ وہ اطمینان کے ساتھ ڈرائینگ روم میں بیٹھیں۔ انھیں کھانا کھا کر آنے میں تقریباً آدھا گھنٹہ لگے گا۔ میں نے بڑے ہی احترام کے ساتھ راجہ جی تک باپو جی کا پیغام پہنچایا اور تازہ اخبار اور کتابیں وقت گذارنے کے لئے ان کے سامنے رکھ دیں۔ راجہ جی نے مجھ سے کہا کہ میں باپو جی سے کہوں کہ وہ اطمینان سے کھا کر آئیں۔ کوئی جلدی نہیں۔ کھانے کھانے میں یوں ہی باپو جی سے پوچھ بیٹھا کہ راجہ جی اطلاع دیئے بغیر اچانک کیسے چلے آئے۔ باپو جی نے فرمایا دتو باجی کی اپنی ستیہ گرہ کی ناکامی سے جو سیاسی مایوسی چھائی ہے اس سلسلے میں وہ چاہتے ہیں کہ میں وائسرے کو کوئی مشورہ دے کر راشٹر سبھا کے لئے کوئی نئی راہ تلاش کروں۔ یہی کہنے کے لئے راجہ جی تشریف لائے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ کوئی نہ کوئی راستہ نکل ہی آئے گا اس دن میں نے دیکھا کہ باپو جی کیسا تھ راجہ جی اور ستیہ مورتی جی تقریباً ایک گھنٹے تک صلاح و مشورہ کرتے رہے

ان دنوں "ھندوستان ٹائمز"، جو کانگریس کا ہم خیال تھا۔ مضامین اور کارٹونوں کے ذریعہ باپو جی پر تنقید کرتا تھا اور دوسرے طرف کانگریس کے اہم بزرگ رہنما پورے اعتماد کے ساتھ باپو جی سے صلاح و مشورہ کرتے تھے۔ اس امر پر مجھے حیرت ہوتی تھی اور یہ میری حیرت بالکل فطری بات تھی۔ سیاسی سوجھ بوجھ و ہم آہنگی کی ایسی

مثال اب کہاں ؟

قابلِ قبول مشورہ

اس واقعے کے کچھ دنوں بعد کاشی میں میرے والد صاحب کے نام باپوجی کا کلکتہ سے تار آیا جس میں لکھا تھا کہ وہ کلکتہ سے دلی جارہے ہیں۔ لہٰذا راستے میں مغل سرائے اسٹیشن پر ان سے ملیں۔ باپوجی وائسرائے کی ایکزیکیوٹیو کونسل کی خاص میٹنگ میں شرکت کے لئے کلکتہ گئے تھے۔ برٹش حکومت کی روایت کے مطابق وائسرائے کی ایکزیکیوٹیو کونسل کی میٹنگ دسمبر مہینے میں کلکتہ میں ہوا کرتی تھی۔ شاید کلکتہ دارالحکومت قدیم ہونے کیوجہ سے اس کی اہمیت برقرار رکھنا مقصود ہوگا۔ ایسی ہی ایک میٹنگ میں شرکت کے بعد باپوجی دلّی لوٹ رہے تھے۔ مغل سرائے اسٹیشن پر ان کے خاص ڈبے میں والد صاحب کے ساتھ میں بھی اُن سے ملا۔ اور کچھ دیر تک بات چیت ہوئی۔ اس ملاقات میں باپوجی نے بتایا کہ برما کی حکومت کے زوال کے بعد برٹش حکومت کے سامنے سوال تھا کہ برما کے گورنر کو کہاں رکھا جائے ؟ وائسرائے کے خیال میں کلکتہ مناسب جگہ تھی۔ بقول باپوجی انھوں نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے وائسرائے کو مشورہ دیا کہ کلکتہ کی بجائے دلّی مناسب جگہ ہوگی۔ کیونکہ جنگ کی وجہ سے پیدا شدہ حالات کے پیشِ نظر کلکتہ ٹھیک نہیں۔ شاید وائسرائے نے بھی باپوجی کا مشورہ مان لیا تھا

آزادی کے بعد جب باپوجی بہار کے گورنر تھے اس وقت ان کے اصرار پر میں تین دنوں تک راج بھون میں ان کا مہمان رہا۔ اس وقت کی حکومت کا دعوت نامہ بطور یادگار میں نے سنبھال رکھا ہے۔ اس کارڈ میں میرے پٹنہ پہنچنے کے سلسلے میں اے۔ ڈی۔ سی کے فرائض کا ذکر تھا۔ اس دن دوپہر کے کھانے پر خاص مہمان تھے اُتر پردیش کے وزیر اعلیٰ اور باپوجی کے قریبی دوست پنڈت گوند ولبھ پنت، ان کے علاوہ اندور کے سردار مادھو راؤ کبے جو ان دونوں رہنماؤں کے پرانے دوست تھے۔ کھانے کے درمیان بات چیت کا سلسلہ چلا تو پنڈت پنت نے سردار کبے سے کہا۔ میں چاہتا تھا کہ بھڈکمکر صاحب اپنے عہدے میں مزید توسیع لیں لیکن انھوں نے آئی۔ سی۔ ایس سے ریٹائرڈ ہونا پسند کیا اور وہ لکھنو سے چلدیئے۔ سردار کبے نے کہا "پنڈت جی آپ تو جانتے ہیں کہ بھڈکمکر صاحب اصول کے پکّے ہیں اور ایک بار فیصلہ کرنے کے بعد اپنا اصول نہیں بدلتے۔"

باپوجی کی طویل علالت

بہار کے گورنر کی حیثیت سے کارکردگی کے دوران ۱۹۵۱ء میں آپ سخت بیمار پڑے۔ آپ کے ریڑھ کی ہڈی پر تپ دق کا حملہ ہوا تھا اس حالت میں بھی آپ بستر پر پڑے پڑے ہی سارے امور انجام دیتے صدر ہند راجندر بابو کی خاص درخواست کے باوجود بھی آپ کچھ مہینے گورنر کے فرائض انجام دیتے رہے۔ فروری کے آخر میں جب باپوجی آرام کی غرض سے گورنر کے عہدہ سے علیحدہ ہوکر پونا جارہے تھے بمبئی کے راج بھون میں میری ان سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت انھوں نے کہا تھا "میں موت کا سامنا کرنے کے لئے کب سے تیار بیٹھا ہوں لیکن شاید بھگوان کی اچھا ہے کہ میں کچھ اور تکلیفیں برداشت کروں۔ کوئی بات نہیں۔ میں یقیناً پورے اعتماد کے ساتھ حالات کا سامنا کروں گا۔

ایسی سنگین بیماری میں بھی باپوجی نے اپنا سارا وقت اپنے گرُد لوکمانیہ تلک کی سنسکرت میں سوانح حیات لکھنے میں گذارا۔ تکلیف برداشت کرنے کی یہ بے مثال ہمت اور وقت کا صحیح استعمال کرنے کا یہ ڈھنگ اب کہاں دیکھنے ملیگا ؟

ایسے عظیم رہنما کو ہمارا لاکھوں سلام۔

مراسلت وترسیلِ زر کا پتہ :

چیف ڈائرکٹر،

ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز،

گورنمنٹ آف مہاراشٹر۔

منترالیہ، بمبئی نمبر ۴۰۰۰۳۲

لوک نائیک باپوجی آنے

لمحاتِ حیات و شخصیت

علاءُ الدّین جینا بڑے
۴۳۷ شانتی نگر ۔ چیمبور، بمبئی ۴۰۰۰۷۱

سن عیسوی اٹھارہ سوستاون کی پہلی جنگِ آزادی کے بعد ہندوستانیوں کے ہاتھ سے اقتدار کی باگ ڈور جاتی رہی ۔ راجے رجواڑوں اور نوابوں کے پاس کیا رہا؟ محض ایک دلجوئی اور تسلی کا بہانہ جو ڈھلتے سایوں کی طرح رات کے بھیانک اندھیروں میں گم ہونے کو تھا! یہ دور بڑا آزمائش کا دور تھا ۔ اگر قوم کو یاس کے اندھیروں میں کھو جانے کو چھوڑ دیا جاتا تو نہ معلوم وہ کبھی قعرِ مذلت سے اُبھرتی بھی نہیں ۔ برطانوی دانشور برنارڈ شا کا قول قوموں کے لئے مشعلِ راہ کا کام کرتا ہے ۔ کیا خوب کہا ہے: انسانوں کو زنجیریں پہنانا اتنا مشکل نہیں جتنا اُن کا اُتارنا مشکل ہے اگر وہ زنجیروں سے محبت کرنے لگیں ۔ غلامی میں عافیت کا ایک منحوس سا احساس ہوتا ہے ۔ ع

نہ تیر کمان میں ہے نہ صیاد کمین میں
گوشے میں قفس کے مجھے آرام بہت ہے

پیشتر اس سے کہ ایسا احساس قوم کی قوتِ پرواز کو ختم کر دیتا ۔ ہمارے دانشوروں نے ہندوستانیوں کو جھنجھوڑنا شروع کر دیا ۔

تن آسانی چاہے اور آبرو بھی
وہ قوم آج ڈوبے گی گر کل نہیں ڈوبی

سب سے بڑا اور اہم کام شعور کو جگانا تھا ۔ سیاسی، سماجی اور قومی شعور کو بیدار کرنا تھا ۔ اپنی تہذیبی اور ثقافتی قدروں اور روایتوں کو صحیح طور پر سمجھ اور سمجھا کر اُن کے تعلق سے ایک فخر و مباہات کا ایک ایسا جذبہ پیدا کرنا تھا جو قوموں کو زندہ رکھتا ہے ۔

مادھوشری ہری المعروف بہ باپوجی آنے ایسے ہی دانشوروں میں سے ایک تھے جو مہاراشٹرا کے ضلع ایوت محل کے ایک چھوٹے سے شہر وانی میں ۲۹ اگست ۱۸۸۰ء کو وہ ایک برہمن خاندان میں پیدا ہوئے ۔ یہ خاندان مالی حیثیت سے متوسط طبقے سے تعلق رکھتا تھا ۔ نہ امیر تھا اور نہ ہی غریب کچھ کہے سہتا تھا لیکن علم و ادب اور تہذیب و ثقافت کی قدروں سے مالامال تھا ۔ باپوجی آنے نے اپنے دادا سے سنسکرت پڑھی اور مذہبی کتابوں کا بہ نظرِ غائر مطالعہ کرنے کا شوق پایا جسے بعد میں ان کے والد نے پروان چڑھایا ۔ ابتدائی تعلیم شہر کی نیل سٹی ہائی اسکول میں پائی ۔ پھر چندر پور آئے اس کے بعد مورس کالج ناگپور جو اب ناگپور مہاودیالیہ کہلاتا ہے اور پھر کلکتہ یونیورسٹی سے وکالت کی سند لے کر حصولِ علم کا رسمی سلسلہ ختم کر دیا ۔ کچھ دن مدرسی کی پھر وکالت کی طرف چلے آئے اس پیشے میں خاصی دولت کمانے کے مواقع تھے اور اُن میں اچھی صلاحیت بھی تھی لیکن وہ تو پہلے ہی سے لوکمانیہ تلک کی شخصیت سے متاثر ہو چکے تھے ۔ جبکہ انھوں نے بحیثیت طالب علم کے ناگپور کالج کی انجمن طلبہ کی جانب سے تلک کو لیکچر دینے کے لئے مدعو کیا تھا ۔ وہ نہایت بے باکی سے مراٹھی کیسری اور دوسرے مقامی اخبارات میں مقالات لکھ کر عوام کے قومی اور سیاسی شعور کو بیدار کرنے میں لگ گئے ۔ سماج سدھار، سیاسی بیداری اور تعلیم کو عام کرنا ان کا شعارِ زندگی بنتا گیا ۔ انگریز ہر اس ذہین ہندوستانی سے خائف رہتے تھے جو سیاسی شعور رکھتا تھا اور اس کے جذبۂ قومی کو کچلنے کے لئے کبھی لالچ سے کام لیتے اور کبھی دھمکیوں سے باپوجی آنے کو انہوں نے دھمکی دی اور بالآخر ان کی سند ضبط کر کے انھیں پیشۂ وکالت سے بے دخل کر دیا ۔

قومی خدمات کے جذبے سے سرشار باپوجی آنے اب پوری،

نادہی سے سیاست میں کود پڑے، وہ ہوم رول لیگ کے نائب صدر چنے گئے اور ۱۹۳۰ء تک اس عہدے پر فائز رہے۔ بابو جی آنے کا سیاسی مسلک محض نعرے بازی یا عدم تعاون کے ذریعے حکومت کو ٹھپ کر کے دیش میں ابتری پھیلانا نہیں تھا وہ دانشور تھے، سماج سدھارک تھے اور سیاسی لیڈر بھی۔ وہ ایک سچے محب وطن تھے وراس کے ساتھ مصلحت اندیش بھی۔ چنانچہ ہوم رول لیگ کا نصب العین دولت مشترکہ سے یکلخت جدائی نہیں تھا۔

شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک ہندوستان بھر میں ہوم رول کے چرچے تھے اور جوش خروش کی تصویر چکبست نے کیا خوب پیش کی ہے ؎

خاک ہند سے پیدا ہیں جوش کے آثار — ہمالیہ سے اٹھے جیسے ابر دریا بار
و رگوں میں دکھاتا ہے برق کی رفتار — ہوئی ہیں خاک کے پردے میں ہڈیاں بیدار
زمین سے عرش تلک شور ہوم رول کا ہے
شباب قوم کا ہے، زور ہوم رول کا ہے

بابو جی آنے کی وجہ سے وودربھ میں ہوم رول اسقدر مقبول ہوئی کہ ایوت محل ضلع کو لیگ کی رکنیت پیش کرنے میں اولین درجہ حاصل ہوا۔ بابو جی نے نہ صرف وودربھ بلکہ بمبئی، پونے اور بیلگام وغیرہ دیگر مقامات پر ہوم رول کے موضوع پر تقاریر کیں اور عوام میں بیداری پیدا کی۔

لوک مانیہ تلک کی وفات کے بعد بابو جی آنے نے مہاتما گاندھی کی قیادت کو بھی لبیک کہا۔ نمک ستیہ گرہ کے طرز پر وودربھ میں جنگل ستیہ گرہ شروع کیا اور عوام میں اسقدر مقبول ہوئے کہ لوگوں نے انھیں لوک نائیک کا خطاب دیا۔ کانگریس میں ان کی خدمات اور مشوروں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ وہ کانگریس کے صدر بھی تھے اور اس دوران جب گاندھی جی نے سول نافرمانی کی تحریک کو ایک ماہ کے لئے روک دیا تھا تو اس تعلق سے اپنے بیان میں یہ بھی لکھا تھا کہ بشرطیکہ اس تجویز کو آنے جی کی منظوری حاصل ہو۔ وہ لیڈروں کے ساتھ اپنے اختلافات کے اظہار سے کبھی کتراتے نہیں تھے اور لیڈران بھی بعض اوقات اختلاف رائے کے باوجود ان کی قدر کرتے تھے کیونکہ وہ حکومت کے ساتھ رہیں یا حکومت سے باہر

بہر صورت وہ ایک سچے محب وطن تھے اور ملک کی آزادی اور قوم کی خدمت ان کا نصب العین تھا آزادی سے پہلے بھی وہ قانون ساز اسمبلی کے ممبر رہے اور مالویہ جی، جیکر، کیلکر اور منشی گروپ کے ساتھ مل کر سوراج پارٹی کے دوران کام کیا۔ وائسرائے کی مجلس عاملہ کے رکن رہے اور جب کہ وائسرائے نے گاندھی جی کو رہا کرنے کے لئے ان کے مشورے کو نظر انداز کر دیا تو اس سے مستعفی ہو گئے۔ اس کے بعد لنکا میں حکومت ہند کے ہائی کمشنر مقرر ہوئے۔ جس حیثیت میں بھی کام کیا ان کا مقصد آزادی کی منزل کی طرف بڑھنا تھا۔

حصول آزادی کے بعد پنڈت نہرو نے انھیں دستور ساز اسمبلی میں شرکت کے لئے بلوالیا۔ آزادی کے بعد بھی وہ لوک سبھا کے ممبر چنے جاتے رہے۔ وہ وودربھ کی علیحدہ ریاست کے علمبردار تھے ۱۹۴۷ء میں بہار کے گورنر بنے اور ۱۹۵۲ء میں علالت کی وجہ سے مستعفی ہو کر پونے آ گئے۔ آخر عمر تک لوکمانیہ تلک کی عظمت و بزرگی کے قائل رہے اور تلک کی سوانح حیات سنسکرت میں لکھتے رہے۔

ہندوستانی ادبیات، سماجی خدمات، سیاست اور آزادی ہند کی تاریخ میں اپنے پائدار و ناقابل فراموش نقوش چھوڑنے کے بعد ۲۶ جنوری ۱۹۶۸ء کو جبکہ انھیں پدم وبھوشن کا اعزاز عطا کئے جانے کا اعلان اخباروں میں چھپا راہی ملک عدم ہوئے۔

بابو جی آنے نے "تلک یشو رنوا" لکھی۔ یہ ایک عظیم کارنامہ ہے جیسے شاہنامہ فردوسی۔ فردوسی نے تیس سال کی مسلسل کوشش کے بعد شاہنامہ پیش کیا اور بجا طور پر فخریہ انداز میں کہا ؎

بسی رنج بردم دریں سال سی
عجم زندہ کردم بدیں پارسی

اور جب محمود غزنوی کی طرف سے اس کا خاطر خواہ معاوضہ نہیں ملا تو شکایت کی بلکہ دشنام طرازی کی۔

اگر شاہ را شاہ بودی پدر — بسر برنہادی مرا تاج زر
اگر مادر شاہ بانو بودی — مرا سیم وزر تا بزانو بودی

بابو جی آنے بارہ سال تک بیماری اور متعدد مصروفیات کے باوجود

لیتے رہے اور بارہ ہزار اشلوک پر مشتمل جنگِ آزادی کے ایک سپاہی کا رزمیہ پیش کیا جوان کی وفات کے بعد شائع ہو کر ساہتیہ اکاڈمی ایوارڈ کا مستحق ٹھہرایا گیا - قابلِ قدر بات یہ ہے کہ اس کارنامے کا مقصد صرف قومی خدمت تھا نہ کہ کسی قسم کی مالی منفعت یا شہرت - علالت کے دوران کسی نے ڈرتے ڈرتے ان سے پوچھا کہ یہ کام کہاں تک ہو سکا ہے تو انھوں نے نہایت خوشدلی سے صرف یہی کہا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ کام کسی طرح انجام کو پہنچ جائے -

باپوجی آنے درویشانہ طبیعت کے انسان تھے - کونسل کی ممبری سے لیکر بہار کی گورنری تک کتنے عہدوں پر فائز رہے لیکن انھوں نے اپنے لئے کیا دولت جمع کی ؟ ان کے علمی و ادبی کارنامے، ان کی شہرت و مقبولیت اور ایک مکان جو اُن کے آبائی وطن میں اُن کے دوستوں نے بنوا دیا ہے بس یہی ان کا سرمایہ تھا - ایک بار اُن کے مداحوں نے ایک جلسے میں انھیں ۳۰ ہزار روپئے کی تھیلی پیش کی اور خواہش ظاہر کی کہ یہ رقم خود اُن کی ذات اور اُن کے خاندان پر صرف ہونا چاہئے - آنے جی نے یہ رقم اسی وقت مختلف مستحق اداروں کو بطور عطیہ دیدی اور خود اپنے پیسوں سے ٹکٹ خرید کر چلے گئے -

جن دنوں وکالت کرتے تھے انگریز کمشنر نے دھمکی دی کہ اگر سیاسی حرکتوں سے باز نہ آئے تو سند ضبط کر لی جائے گی اسوقت انھوں نے جواب دیا کہ میں ایک برہمن ہوں اور ہندوستان میں کسی برہمن کو بھوک سے مرتے نہیں دیکھا گیا - وہ مذہب کی روح سے واقف تھے اور اخلاقی قدروں اور رواداری کے پابند تھے وہ ہمیشہ ہشاش بشاش رہتے تھے اور کبھی افسردہ دل نہ ہوتے

اگر منظور ہو تجھ کو خزاں ناآشنا ہونا
جہانِ رنگ و بو سے پہلے قطع آرزو کر لے

وہ کارِ چمن بندی میں تو مصروف تھے لیکن جہان رنگ و بو میں مبتلا ہو کر کبھی ہوس کا شکار نہیں ہوئے -

غلامی کا دور ابتلا و محن کا زمانہ تھا جبکہ ہندوستان نے ان عظیم ہستیوں کو جنم دیا جن کے نقوش قدم مشعلِ راہ کا کام دیتے ہیں ان مخلص لوگوں نے کچھ خواب دیکھے تھے - ان خوابوں میں سے حصول آزادی کا ایک خواب پورا ہو چکا ہے - اُن کے دوسرے خوابوں میں ملک کی تعمیر و ترقی اور آزادی کا استحکام ہے جن کی تعبیر کا بار ہمارے کندھوں پر ہے - حکومت کے ساتھ جوابی تعاون باپوجی آنے کا سیاسی مسلک تھا - اگر یہ مسلک انگریزوں کے دور میں مصلحت اندیشانہ اور قابلِ قبول تھا تو آج کی ہماری نمائندہ حکومتوں کے دور میں انتہائی ضروری اور تعمیری تقاضوں کے پیش نظر لازمی ہے - اگر ہم لوگ آنجہانی باپوجی آنے کو صحیح معنوں میں خراج عقیدت پیش کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں عہد کرنا چاہئے کہ اُن کے نقشِ قدم پر چل کر ہم اپنے ملک کی خدمت کرینگے -

●●

ضروری گذارش :

دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت 'حوالہ نمبر' ضرور تحریر فرمائیں جو آپ کے خط یا رسالہ کے ریپر کے اوپر درج ہوتا ہے -
جواب طلب اُمور کے لئے جوابی خط / لفافہ یا ڈاک ٹکٹ روانہ فرمانے کی زحمت نہ فرمائیں -
منی آرڈر کوپن پر (جو منی آرڈر فارم کے آخر میں ہوتا ہے) ہمیشہ اپنا نام و پتہ صاف صاف اُردو، مراٹھی، ہندی یا انگریزی میں ضرور تحریر فرمائیں -

ترسیلِ زر و مراسلت کا پتہ :-

چیف ڈائرکٹر آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز،
گورنمنٹ آف مہاراشٹر،
منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

گلاب کا پھول

• بسنت کمار بسنت
(ایڈوکیٹ) ۳۹۔ ٹیڑھی بازار
رکاب گنج، لکھنؤ (یو۔پی)

رُک گئیں میری نگاہیں دیکھ کر تجھ کو گلاب
جیسے گلشن بھر میں تجھ کو کر لیا ہو انتخاب
جانے کیا تھا دیکھ کر آنکھوں میں ٹھنڈک پڑ گئی
خون ہے چہرہ ترا ہونٹوں پہ ہے پھر بھی ہنسی
یوں تو کہنے کو کھلا تو اہلِ عالم کے لئے!
تیرا دامن وقف ہے صرف اشکِ شبنم کے لئے
زینتِ گلشن ہے تو سارے چمن کا تاجدار!
ساری دنیا کی بہاریں کیوں نہ ہوں تجھ پر نثار!
اللہ اللہ کس قدر سنوری ہوئی ہیں انکھڑیاں
اور اس پر حسن کرتی ہیں دوبالا پتّیاں
تیرا ہنس ہنس کر سسکنے کا عجب انداز ہے
تجھ میں مُضمر زندگی اور موت کا اک راز ہے
جب کبھی ہوتا ہے باغوں میں تبسّم آشنا
اِک حقیقی حسن سے ہوتی ہے پُر تیری ادا
دُور ہو جاتی ہے بے چینی مری آشفتگی!
دیکھنے سے تجھ کو آجاتی ہے دل میں زندگی
اپنی خوشبو سے چمن اس طرح مہکاتا ہے تو
اپنے مرکز سے بہاروں کو بھی بہکاتا ہے تو!
تیری رنگت تیری نکہت، تیرا حُسنِ بیکراں!
سب کے مناسب ہیں مگر کوئی نہیں ہے جاوداں
صبحدم جب بھی کبھی سوئے چمن جاتا ہوں میں
تیرا دامن اشک سے بھیگا ہوا پاتا ہوں میں

قطعات

• احد پرکاش
فوڈ کارپوریشن آف انڈیا
رائسین۔ (ایم۔پی)

کبھی جو سیپ کے اندر دکھائی دیتا ہے
وہ آدمی تو سمندر دکھائی دیتا ہے
رُکا رہے تو کوئی ناتواں مسافر ہے!
اگر چلے تو سکندر دکھائی دیتا ہے

★

بجھتے ہوئے چہروں کو ہوا دیتے ہیں کچھ لوگ
مرنے کی دعا کر کے دوا دیتے ہیں کچھ لوگ
کچھ لوگ بڑے بن کے پھسل جاتے ہیں اکثر
پھر جھک کے انھیں سر پہ بٹھا لیتے ہیں کچھ لوگ

★

ایک چُلّو سی زندگی پائی
پر سمندر سی ہر خوشی پائی
مشکلیں جب پڑیں تو مسکائے
واہ کیا دوست زندگی پائی

وفا کی راہ

ڈاکٹر سخاوت شمیم (ایم۔ایس)
ریذیڈنٹ ڈاکٹرس ہوسٹل،
جے پور (راجستھان)

پیا جو جامِ شہادت تو زندگی پائی
چڑھے جو دار پہ اعزاز کا پیام آیا
بہت کٹھن تھا سفر کا ہر اک قدم لیکن
وفا کی راہ سے گزرے تو یہ مقام آیا

جلے جو شمع کی مانند، ملک کی خاطر
اندھیرا دُور ہوا روشنی نظر آئی !
کئی برس کی غلامی کا طوق اترا تو
فسُردہ چہروں پہ کچھ زندگی نظر آئی

ہمیں نصیب ہے جو کچھ بہارِ آزادی
ہزار خونِ شہیداں کی اِک فضیلت ہے
جو سُرخرو ہیں زمانے میں آج بھی ہم لوگ
وطن پرست مجاہد ہی کی بدولت ہے

رکھو وہ جوشِ محبت کہ آج جس کے بغیر
یہ سرفروشی کی کچھ رسم ہی نہیں ہوتی
ہزار منزلیں آئیں بڑھے چلو آگے
وفا کی راہ کبھی ختم ہی نہیں ہوتی

✶

• امین تابش
۲۰۳ 'ہما'، سات بنگلہ،
جے۔پی روڈ، اندھیری (ویسٹ) بمبئی ۵۸

ٹوٹا جو گفتگو میں خیالوں کا سلسلہ
چل نکلا پھر وہیں سے سوالوں کا سلسلہ

قائم کچھ اس طرح تھا "والوں کا سلسلہ
وقتِ طعام جیسے نوالوں کا سلسلہ !

کیا ہو گئے ہم تلاشِ حقائق میں کامیاب
خوابوں سے جا مِلا تھا خیالوں کا سلسلہ

سورج کی طرح پھیلا فضائے بسیط پر
اُبھرا تھا ذہن و دل سے اجالوں کا سلسلہ

حالات سے وہ کس لئے کرتے مفاہمت
ہے موت ہی سے راست جیالوں کا سلسلہ

کیا روک پائیں اُن کو اندھیروں کی چادریں
برسات کی طرح تھا اُجالوں کا سلسلہ

قدروں کے انہدام کا تابش یہ دور ہے
جاری رکھے گا کون مثالوں کا سلسلہ ؟

✶

• ایم۔ کوٹھیاوی راہی
قاضی پور خورد، گورکھپور (یو۔پی)

گیا تھا چھوڑ کے گھر اور لوٹا تو اکیلا تھا
ہمارا کاروبارِ شوق بھی یار و یونہی سا تھا

یہاں یہ ذہن مجھ کو دوسرا اک شخص لگتا ہے
وہاں اک شخص پہلے مجھ کو اپنے جیسا ملتا تھا

مرا تو جی نہیں لگتا یہاں کی دھوپ چھاؤں میں !
نہ راتیں تھیں، نہ دن تھے، وہ بھی عالم کتنا اچھا تھا

مجھے تم اچھے لگتے ہو یہ بات اچھی نہیں لگتی !
وہ دن بھولا نہیں ہوں جب کسی کا ساتھ چھوٹا تھا

چلو یارو کسی ایسی جگہ چھوڑ آؤ مجھ کو بھی !
جہاں کل میں بھی چپکے سے کسی کو چھوڑ آیا تھا

مجھے اب غم نہیں یہ چاند تارے بھی نہیں ہونگے
کہ جب یہ چاند تارے بھی نہ تھے تب بھی میں تنہا تھا

کسے تھی تاب اتنی جو دلِ مرحوم پر روتا ! !
نگاہوں میں تو بس اک شام تھی اور اک ندا تھا

غزلیں

• سبحان انجم

حق منزل، جونا فائل، کھام گاؤں ۴۴۴۳۰۳

آنکھوں کے اشاروں پر محفل سے اٹھا دینا
ہلکے سے تبسم پر اتنی نہ سزا دینا

یہ تازہ ہواؤں میں اڑنے کو ترستے ہیں
مظلوم پرندوں کو ہاتھوں سے چھڑا دینا

میں وصفِ کرم رکھوں، تم مشقِ ستم کرنا
میں نقش بناؤں تم پیروں سے مٹا دینا

ہم خاک نشینوں کو مٹی میں ملانے کی
جس شخص نے سند دی ہے جا اس کو دعا دینا

انصاف پسندوں کی صف میں بھی خموشی ہے
منصور کی رخصت پر دو اشک بہا دینا

کل عکس دکھاتے تھے اب کانچ کے ٹکڑے ہیں
بچوں کے کھلونوں کو ٹھوکر نہ لگا دینا

دل پیار کا بھوکا ہے کیا بھیک ملے اس کو
کس شہر میں لے جائیں کس گھر کا پتا دینا

گھبرایا ہوا سورج انجم سے یہ کہتا ہے
بے داغ نہیں کوئی آئینہ دکھا دینا

*

• مقیت اعظمی

ایم۔ اے، بی ایڈ
اینگلو اردو ہائی اسکول، دھولے

چمن چمن میں وہی رسم عام ہے کہ نہیں
کلی کلی سے صبا ہم کلام ہے کہ نہیں

دیارِ حسن میں چل کر یہ دیکھنا ہے مجھے
نظر نظر میں وہاں احترام ہے کہ نہیں

فضائے میکدہ بے کیف ہو گئی جب سے
بجھا بجھا سا ہر اک تشنہ کام ہے کہ نہیں

چمکتی دھوپ کے پردے ہٹیں تو بتلاؤں
رکا رکا فلکِ تیز گام ہے کہ نہیں

بلند و پست کی چکی میں پس رہا انساں
قدم قدم پہ یہی بات عام ہے کہ نہیں

کتابِ زیست یہ تم سے سوال کرتی ہے
ورق ورق پہ تمہارا ہی نام ہے کہ نہیں

مقیت ان سے کہو پوچھیں چاند سورج سے
اداس اداس مری صبح و شام ہے کہ نہیں

*

• بیحس الہ آبادی

نہ گم ہوگی کبھی میری صدا نقار خانے میں
کہ شامل وقت کی آواز ہے میرے ترانے میں

مرے احساسِ غم نے بھر لیا دامن میں ہر غم کو
زمانے بھر کی دولت آ گئی میرے خزانے میں

نہ فصلِ گل کے آنے سے مقدر کا لکھا بدلا!
قفس میں تھا جو حال اپنا وہی ہے آشیانے میں

وہ کیا سمجھیں خوشی کیا ہے، وہ کیا جانیں ہنسی کیا ہے
کٹی ہے عمر جن کی رات دن آنسو بہانے میں

اگر آتیں نہ زمانہ سازیاں ہم کو بھی اے بیحس
بنا لیتے جگہ اپنے لیے ہم بھی زمانے میں

*

ضلع ایوت محل کے مقام وانی میں
وہ مکان جہاں لوک نائیک
نے آنے پیدا ہوئے تھے

وانی میں واقع مکان میں لوک نائک
بابوجی آنے کی بیٹھک ۔
وانی میں قیام کے دوران اُن کے
گھر پر ملاقاتیوں کا ہجوم رہتا تھا.

بابوجی آنے، نے ہند کی جدوجہد آزادی کے زمانے میں تحریک
عدم تعاون کے دوران ضلع ایوت محل میں "جنگل ستیہ گرہ"
شروع کی. زیرنظر تصویر میں "یادگار تنصیب" جو اس مقام
پر حکومت مہاراشٹر کے محکمۂ جنگلات نے قائم کی ہے.

موجودہ وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی، سابق صدر ہند ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم اور لوک نائیک باپوجی اَنے، ایک تقریب میں

شائع کردہ: شری ششی کانت دینجنکر، ڈائرکٹر جنرل، ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، حکومت مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲